تحریک ختم نبوت

1974

جلد اول

ترتیب و تدوین:

مولانا اللہ وسایا

تحریکِ ختمِ نبوّت

1974

(جلد اوّل)

ترتیب وتدوین:

مولانا اللہ وسایا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان

انتساب

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے فاتح جرنیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

کے نام

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے!

آئینہ

صفحہ

انتساب 3

شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کا پیغام 5

خراج تحسین (پیر طریقت حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی دامت برکاتہم) 6

نگاہ اولین (مولانا اللہ وسایا) 7

باب اول 13

تحریک ختم نبوت

۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۴ء کے چیدہ چیدہ حالات

(احتساب قادیانیت کی سرگذشت)

باب دوم 915

سانحہ ربوہ ۱۹۷۴ء کے بارے میں جسٹس صمدانی

ٹربیونل کی لمحہ بہ لمحہ کارروائی

شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد
عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ جس طرح ہم سب کے ایمان کا حصہ ہے' اسی طرح اس مشن کے لیے کام کرنے والے حضرات کی تاریخ کو محفوظ کرنا بھی ہماری جماعتی ذمہ داری ہے۔ مولائے پاک کا احسان ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے' جس میں خاصی حوصلہ افزاء کامیابی ہوئی ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حالات پر مشتمل کتاب آپ پڑھ چکے ہیں اور اب تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء پر مشتمل یہ کتاب آپ حضرات پڑھیں اور تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کی ترتیب و اشاعت کے لیے دعا فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شعبہ نشر و اشاعت اپنا یہ فرض اور قرض محض اللہ پاک کے فضل و احسان سے ادا کر رہا ہے۔ اس کے لیے ہمیں خداوند قدوس کے حضور سجدۂ شکر بجا لانا ہے' تاکہ لئن شکرتم لا زیدنکم (القرآن۔ ۱۴:۷) کے وعدۂ قرآنی کے مستحق بن سکیں۔ اس کتاب کی اشاعت پر مجھے جو دلی سکون و راحت' خوشی اور انبساط حاصل ہوا ہے' بس اتنا عرض کرتا ہوں: فالحمد للہ اولا و اخرا۔ مولائے پاک اسے شرف قبولیت سے نواز کر اپنی رضا کا سبب فرمائیں۔ آمین۔

دعاگو

فقیر خان محمد عفی عنہ

(فقیر' ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ)
از خانقاہ سراجیہ۔ کندیاں' ضلع میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خراج تحسین

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پیش نظر کتاب' سفیر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا زید مجدہم نے 1974ء کی تحریک ختم نبوت پر تحریر فرمائی ہے۔ اس سے پیشتر ان کی ایک مبسوط تالیف 900 صفحات پر محیط' "تحریک ختم نبوۃ 1953ء" شائع ہو کر عوام و خواص سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ مولانا اللہ وسایا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بلند پایہ خطیب ہیں۔ اب ان کی تالیفات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ بحیثیت مولف و مورخ بھی وہ کامیاب و سرفراز ہیں۔

ایک عرصہ سے شدت سے یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ 1953ء اور 1974ء کی تحریکوں کو معرض تحریر میں لا کر معاندین و مخالفین ختم نبوت کی تحریفات و تلبیسات سے محفوظ کر دینا چاہیے۔ الحمد للہ مولانا اللہ وسایا زاد اللہ محاسنہم اس جوئے شیر کے فرہاد ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر عزیز میں برکت دے۔ تادم حیات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم المرسلینی کی دیوانہ وار حفاظت کی توفیق دے اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

احقر نفیس الحسینی

(سید انور حسین نفیس رقم)

کریم پارک' لاہور

15 ذوالحجہ 1413ھ__ 7 جون 1993ء

نگاہ اولین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد۔

1991ء کے وسط میں غازی آباد لاہور کے ایک دینی اجلاس میں شرکت کے لیے لاہور جانا ہوا۔ مجاہد ختم نبوت جناب محمد طاہر رزاق صاحب نے اپنے دولت کدہ پر رات کے کھانے کا اہتمام کیا۔ مکرم مولانا قاری محمد نذر عثانی مبلغ مجلس ہمراہ تھے۔ کھانے کی میز پر مکرم محمد طاہر رزاق صاحب نے تحریک ختم نبوت 1974ء کے مرتب کرنے کا حکم فرمایا۔ ان کی اخلاص بھری گفتگو سے متاثر ہو کر فقیر نے ہامی بھر لی اور اس پر کام کرنے کا خاکہ مرتب کرنا شروع کر دیا۔ درمیان میں تحریک ختم نبوت 1953ء پہلے لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا' جس کی تفصیل کتاب تحریک ختم نبوت 53ء کے دیباچہ میں عرض کر چکا ہوں۔ حق تعالیٰ کی توفیق سے وہ کتاب شائع ہو کر تقسیم ہو چکی ہے۔ اللہ رب العزت نے اسے اس طرح شرف قبولیت سے نوازا کہ محاذ ختم نبوت پر کام کرنے والے ہر بزرگ و خورد نے اس کی توصیف فرمائی۔ محترم حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قاسم مہتمم جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی' وہاڑی نے روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ مکتوب گرامی اطلاع دی کہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ فقیر راقم الحروف کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز اور سعادت ہے۔ مولانا موصوف نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی' امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب اس تحریک میں گرفتار ہوئے۔ آپ کی جوانی کا عالم تھا۔ آل رسول' مجاہد فی سبیل اللہ اور عالم دین تھے۔ ان کو ہتھکڑی لگائی گئی۔ جلال میں آ کر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا' بازوؤں کو جھٹکا دیا تو ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔ ہتھکڑی بدلی تو پھر اسی طرح ہوا۔ بالآخر پولیس والے قدموں میں گر گئے اور بغیر ہتھکڑی کے آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ فقیر نے مولانا ظفر احمد قاسم سے وعدہ کیا کہ نئے ایڈیشن میں اس واقعہ کا اضافہ کر دیا جائے گا' مگر نامعلوم کہ کب

موت کا بلاوا آ جائے۔ اس وعدہ کا ایفاء اس تقریب میں کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور قبلہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مہتمم' نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے بھی اس تحریک میں اسلامیان گوجرانوالہ کی قیادت فرمائی اور مہینوں جیل کاٹی۔ ان کا تذکرہ بھی اس کتاب میں رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کسی فروگذاشت پر کسی نے متنبہ نہیں فرمایا—— حق تعالیٰ شانہ میری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں۔ آمین۔

کتاب "تحریک ختم نبوت 1953ء" کی تکمیل کے بعد کتاب زیر نظر "تحریک ختم نبوت 1974ء" کو مرتب کرنا تھا۔ میرے مخدوم سید محمد صدیق شاہ صاحب' سٹیٹ بنک لاہور' مکرم بھائی جناب قدیر شہزاد صاحب' ننکانہ صاحب اور میرے قابل احترام و قابل فخر بھائی جناب محمد متین خالد صاحب' دسمبر 1991ء میں ہفتہ بھر کے لیے دفتر مرکزیہ ملتان تشریف لائے۔ مخدومی صاحبزادہ طارق محمود صاحب فیصل آباد کے ارسال کردہ اور دفتر مرکزیہ میں موجود اخباری مواد کو دن رات ایک کر کے ترتیب دیا۔ ان ہر سہ حضرات کی محنت و مہربانی سے فقیر اس قابل ہوا کہ اس کی ترتیب و تدوین شروع کر سکے۔ کچھ تاریخوں کا ریکارڈ نہ مل سکا۔ مکرم بھائی محمد متین خالد صاحب نے محترم نصیر احمد صاحب اور خالد شبیر درانی صاحب (قائد اعظم لائبریری لاہور) کی وساطت سے پنجاب پبلک لائبریری لاہور سے مطلوبہ تواریخ کے اخبارات کی نقول بھجوا دیں (اللہ پاک ان حضرات کی معاونت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے بروز محشر حضورؐ کی شفاعت کا ذریعہ بنائیں)۔

اب کتاب کی ترتیب قائم کرنے کے لیے فیصلہ کیا کہ اس کے چھ باب بنائے جائیں۔

① 1954ء سے لے کر 1974ء تک تحریک ختم نبوت و احتساب قادیانیت کی جدوجہد جن مراحل سے گزری' اس کی تفصیل۔

② 1954ء سے 1974ء تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے تمام اجلاسوں کی کارروائی۔

③ 29 مئی 1974ء سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لیے صمدانی ٹریبونل کی کارروائی۔

④ قادیانی مسئلہ سے متعلق قومی اسمبلی کی کارروائی۔

⑤ 29 مئی 74ء سانحہ ربوہ سے 7 ستمبر 1974ء کے تاریخ ساز فیصلہ تک کی لمحہ بہ لمحہ تحریک ختم نبوت کی رپورٹ۔

⑥ متفرقات۔

پہلے تین باب مکمل کر کے کمپوزنگ کے لیے مکرم محمد متین خالد صاحب کو بھجوائے۔ جب کمپیوٹر سے پرنٹ آیا تو معلوم ہوا کہ مکمل کتاب اڑھائی ہزار صفحات سے کم نہ ہوگی' جسے ایک جلد میں لانا کسی طرح ممکن نہ تھا' بالآخر مجبوراً فیصلہ کیا کہ دو ابواب پر مشتمل پہلی جلد فی الحال شائع کر دی جائے۔ سو محض حق تعالیٰ کے فضل و احسان' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور شہدائے ختم نبوت کے صدقہ میں پہلی جلد آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ اسے اپنے کرم و رحم سے شرف قبولیت سے نوازیں۔ دوسری جلد کا کام بھی خاصا ہوچکا ہے۔ تھوڑا بہت باقی ہے' اس کے لیے دعا فرمائیں۔ ان شاء اللہ العزیز' وہ بھی بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش ہوگی۔ اس کتاب کا دیباچہ مجاہد فی سبیل اللہ عالم باعمل حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (بھکر) سے لکھوانے کا وعدہ لے رکھا تھا' مگر اب کتاب پریس جانے کے مرحلہ میں ہے' مزید انتظار ناممکن ہے۔ قدرت کو منظور ہوا تو دوسری جلد میں اس ارادہ کی تکمیل ہوگی۔

تحریک ختم نبوت 1974ء کی کامیابی میں دیگر عوامل سمیت :

❑ تحریک سے چند ماہ قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور قطب عالم حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمتہ اللہ علیہا' ایسے اکابر کا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لیے تیار کرنا اور

❑ آپ کا امارت کو قبول کرنا۔

❑ قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن کا مفکر اسلام' حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کی قیادت میں مسئلہ ختم نبوت کے لیے یک آواز ہونا۔

❑ حضرت شیخ بنوریؒ کی قیادت میں دیوبندی' بریلوی' شیعہ' اہل حدیث' تمام مکاتب فکر کا مثالی اتحاد۔

❑ رابطہ عالم اسلامی کی سانحہ ربوہ سے قبل قرارداد۔

❑ آزاد کشمیر اسمبلی سے پیشگی اس جیسی قرارداد کا منظور ہونا۔

❑ بھٹو صاحب مرحوم کا حالات کو دیکھ کر اس مسئلے کو اسمبلی کے سپرد کرنا۔

❑ تحریک کے رہنماؤں کا تحریک کے رخ کو' حکومت کی بجائے قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کی سمت رکھنا۔

❑ مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' مراکز اسلام سمیت پوری امت کا اس تحریک کی کامیابی کے لیے متوجہ ہونا۔

❑ اور سب سے اہم یہ کہ قادیانیت کے خلاف آئینی جدوجہد کی کامیابی کے وقت موعود کا آپہنچنا۔

یہ وہ عوامل تھے جن کے باعث یہ تحریک کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئی اور دشمنان اسلام' منکرین ختم نبوت کا یہ اندھا ٹولہ ذلت آمیز طریقہ پر پسپا ہوا' **فالحمد لله**۔ ان امور کی تفصیل آپ کو کتاب میں ملے گی۔ فقیر کو اسی ہفتہ 20 مئی 1993ء کو ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے ایک دینی جلسہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہاں کے عالم باعمل حضرت مولانا منظور احمد صاحب مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی' برادرم مکرم خطیب اہل سنت مولانا عبدالکریم ندیم خانپوری نے بتایا:

"قطب عالم حضرت میاں عبدالهادی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین دین پور شریف' اپنے بڑھاپے اور بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور تھے' مگر اس تحریک ختم نبوت 1974ء سے آپ کی قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی چارپائی کو خان پور جلوس میں لایا گیا۔ ویگن پر چارپائی رکھی گئی۔ ان حالات میں آپ نے جلوس کی

قیادت کی۔ خان پور کے اس جلوس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دیوبندی اور حضرت حافظ سراج احمد صاحب بریلوی آپ کے دائیں بائیں ہمراہ تھے۔ شرکاء جب ختم نبوت کا نعرہ لگاتے تو حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی تمام تر توانائیوں کو جمع کر کے "زندہ باد" سے جواب دیتے۔ مرزائیت مردہ باد کہتے تو آپ پر جلال کی کیفیت طاری ہوتی۔ رفقاء کو اشارہ سے بلا کر فرماتے کہ میاں دیکھو' گواہ رہنا' کل قیامت کے دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ شفاعت میں گواہی دینا کہ یہ عاجز (آگے جو اپنی انکساری کے جملے ارشاد فرمائے' فقیر لکھ نہیں سکتا) عبدالہادی محض اس عمل کے صدقہ سے نجات و شفاعت کی بھیک مانگے گا۔ گواہی دینا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ ہی سے نجات ہوگی۔ نجات اور شفاعت حاصل کرنے کا یہ "شارٹ کٹ" راستہ ہے۔ انہیں حضرات کی ان اخلاص بھری دعاؤں اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ دشمن اپنے کیے کی پا رہا ہے اور اپنے زخم چاٹ رہا ہے"۔

حق تعالیٰ شانہ مکرم جناب سید محمد صدیق شاہ صاحب' مکرم جناب قدیر شہزاد' محترم چودھری محمد جاوید صاحب سٹیٹ بنک لاہور' محترم محمد شاہین پرواز ننکانہ' جناب سجاد افضل صاحب' جناب عبداللہ سلیم صاحب سٹیٹ بینک لاہور' جناب عنایت اللہ رشیدی "اردو ڈائجسٹ" لاہور' جناب محمد یٰسین جہلم' جناب بیدار سرمدی' جناب محمود صادق کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کے لیے میری مدد فرمائی۔ میں ان حضرات کا دلی طور پر مشکور ہوں۔ دفتر مرکزیہ کے رفیق محترم جناب جمعہ خان صاحب' مکرم مولانا عطاء الرحمان نے فوٹو سٹیٹ کرنے کے لیے وقت بے وقت فقیر پر مہربانی فرمائی۔ کتاب کی پروف ریڈنگ کے لیے رفیق محترم راؤ محمد طفیل صاحب جاوید نے دن رات تعاون فرمایا۔ ان حضرات کا شکرگزار اور دعاگو ہوں' اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر نصیب فرمائیں اور ختم نبوت کے مشن سے مزید دلی وابستگی و لگن سے

کام کرنے کی سب کو توفیق بخشیں۔ حضرت اقدس امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی دعائیں' حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی حوصلہ افزائی' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب کی کمال مہربانی اگر شامل نہ ہوتی تو فقیر یہ کام نہ کرپاتا۔ ان حضرات نے اکابر اسلاف کی طرح شفقت اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان حضرات کی عنایات سے فقیر میں کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

اور سب سے آخر میں مجھے برملا اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ مکرم بھائی محمد متین خالد صاحب' اول سے لے کر آخر تک' اس کام کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھ کر کرتے رہے۔ وہ مہربانی نہ کرتے تو کتاب کے مواد کو جمع کرنا اور کتابت و طباعت کے مراحل فقیر کے بس کے نہ تھے' اور آئندہ بھی وہ اور ان کے رفقاء اس کام کو اپنا کام اور دین و ایمان کی سعادت و برکت سمجھ کر کرتے رہے تو یہ سلسلہ جاری رہ سکے گا۔ رفقاء کرام اور قارئین محترم دعا فرمائیں کہ اس کتاب کی جلد ثانی اور تحریک ختم نبوت 1984ء کی ترتیب و اشاعت کی بھی حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل سے توفیق مرحمت فرمائیں۔

والسلام

[signature]

(فقیر اللہ وسایا)
3 ذی الحجہ 1413ھ' 25 مئی 1993ء
بروز منگل بعد العصر
دفتر مرکزیہ' ملتان

باب اول

تحریک ختم نبوت

1954ء سے 1974ء کے چیدہ چیدہ حالات

(احتساب قادیانیت کی سرگزشت)

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام اور مسلم لیگی حکومت کا عتاب○سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا سہروردی کے نام خط○ظفر اللہ خاں قادیانی کی نئی نویلی دلہن کے پرانے شوہر کی دلچسپ داستان○عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بزرگوں کو بشارتیں○قادیانیوں کا خلیفہ ربوہ کے مظالم کے خلاف احتجاج اور بغاوت○قادیان میں ختم نبوت کانفرنس○مسیح موعود بننے کا پاکستانی دعویدار○اسلامی ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ بند○اسمبلی میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے دلچسپ سوالات○سکندر مرزا ایک قومی غدار○"ایک غلطی کا ازالہ" کی ضبطی○محاذ قادیان پر کام کرنے والے مجاہد علماء کرام○اقبالؒ اور قادیانیت○پنجاب یونیورسٹی اور قادیانیت○قادیانی جماعت کا بجٹ○فرقان فورس کیا بلا ہے؟○خلیفہ ربوہ کی مشکوک سرگرمیاں○قادیانیوں کی اشتعال انگیزیاں○اسرائیل میں مرزائی مشن○ربوہ کا سالانہ میلہ○ہفت روزہ "چٹان" کی ضبطی ○مولانا عبید اللہ انورؒ کی گرفتاری○بھٹو اور مرزا ناصر○فوج کا ہیڈ کوارٹر۔ ربوہ۔؟○تبلیغ اسلام کے لیے قادیانیوں کا تقرر○ایم ایم احمد قادیانی قائم مقام صدر پاکستان○چینی سفیر ربوہ میں○مرزائی لندن پلان○مرزائی گھوڑے○رفیق باجوہ پر قاتلانہ حملہ○سانحہ سقوط مشرقی پاکستان اور قادیانی○ محکمہ تعلیم اور قادیانی○قادیانی خلیفہ کو پاکستان ایئر فورس کی سلامی○بھٹو کے خلاف مرزائی سازشیں ○ضلع ژوب میں قادیانیوں کا داخلہ بند○مولانا شمس الدینؒ کی شہادت○ربوہ' علاقہ غیر○مرزائی سلطنت کے خواب○پاک فوج میں قادیانی سازشیں○براڈ کاسٹنگ ان دی ربوہ○ربوہ' سازشوں کا مرکز○اسمبلی میں چودھری ظہور الٰہی کا خطاب○صدر پاکستان اور قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد○ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد○"پاکستان قائم نہیں رہے گا" مرزا ناصر احمد کی دھمکی○

اور بہت سے دوسرے عنوانات

وأشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله
١٤٠٤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت میں گرفتار ہونے والے رہنماؤں میں سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری' اور حضرت ماسٹر تاج الدین انصاری ۱۵ فروری ۱۹۵۴ء کو رہا ہوئے ان کی رہائی کی خبر نوائے وقت لاہور نے درج ذیل شائع کی۔

"لاہور ۵ فروری آج آل مسلم پارٹیز کنونشن کی مجلس عاملہ کے دو ارکان مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ماسٹر تاج الدین انصاری رہا کر دیئے گئے یہ رہائی لاہور ہائیکورٹ کے آنریبل جسٹس ایس۔ اے رحمان کے حکم کی بنا پر عمل میں آئی ہے آج فاضل جج ایس۔ اے رحمان کی عدالت میں متذکرہ دونوں اصحاب کی طرف سے دائر کردہ درخواستوں کی سماعت ہوئی۔ عدالت عالیہ نے وکلاء کے دلائل سننے کے بعد اپنے مختصر فیصلہ میں لکھا ہے کہ درخواست دہندگان کی گرفتاری کے بعد انہیں مقرر کردہ معیاد کے اندر گرفتاری کی وجوہ سے آگاہ نہیں کیا گیا اس لئے ان کی نظر بندی ناجائز ہے. یاد رہے کہ چند دن قبل ہائیکورٹ کے حکم سے مجلس عمل کے چار ارکان مولانا ابو الحسنات۔ صاحبزادہ فیض الحسن۔ مولانا لال حسین اختر اور سید مظفر علی شمسی کو رہا کیا گیا تھا۔" (نوائے وقت لاہور ۱۷ فروری ۱۹۵۴ء)

تحریک ختم نبوت کے آخری نظر بند کی رہائی

منٹگمری (ساہی وال) سے تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار ہونے والے نظر بند حافظ حیدر علی کو سنٹرل جیل منٹگمری سے ۱۸ فروری ۱۹۵۴ کو رہا کیا گیا۔ موصوف کو ۱۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے تحت نظر بند کیا گیا تھا۔ حافظ صاحب ضلع منٹگمری کے اسیران ختم نبوت کے آخری نظر بند تھے۔ جنہیں اب تک رہا نہ کیا گیا تھا۔ (امروز لاہور ۲۰ فروری ۱۹۵۴ء)

یہ تو عام نظر بند قیدی حضرات تھے۔ مگر جنہیں تحریک ختم نبوت کے قاتل جنرل

اعظم خان کے پاکستان کی تاریخ میں پہلے مارشل لاء کے تحت گرفتار کیا گیا تھا ان کی صورت حال روزنامہ ہلال پاکستان لاہور کی خبر کے مطابق یہ تھی۔

"دریں اثنا ہلال پاکستان کو معلوم ہوا کہ اس وقت لاہور جیل میں فوجی عدالتوں سے سزا پائے ہوئے تقریباً" ڈیڑھ سو قیدی ہیں۔ جنگی سزاؤں کے خلاف انڈمنسٹی ایکٹ کے تحت اپیل کے لئے اسلام لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر قیصر مصطفے بخاری ایڈوکیٹ نے ضروری قانونی امداد مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جیل میں مارشل لاء کا ایک قیدی ایسا بھی ہے جس کو سزائے موت سنائی گئی تھی لیکن اس سزا کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص اس وقت سے اب تک موت کی کوٹھری میں ہی پڑا ہے۔ اور اسکا کوئی بھی پرسان حال نہیں ہے اس قیدی کا نام نذیر بتایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قیدی کی طرف سے بھی انڈمنسٹی ایکٹ کے تحت اسلام لیگ ایک اپیل دائر کرنے کے لئے ضروری کارروائی کر رہی ہے۔" (روزنامہ ہلال پاکستان لاہور ۲۲ فروری ۱۹۵۴)

اپیل دائر ہوئی یا نہ۔ اگر ہوئی تو اسکا کیا فیصلہ ہوا۔ اس سلسلہ میں تو کوئی معلومات جمع نہ ہو پائیں۔ البتہ ہوا یہ کہ ۴ جنوری ۱۹۵۵ء کو اسکی سزائے موت پر عمل درآمد کا اعلان ہو گیا۔ اس سزا پر عمل درآمد رکوانے کے سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر نے جو کوششیں کیں ہفتہ وار کلیم ملتان کی رپورٹ کے مطابق وہ یہ ہیں

سزائے پھانسی کی تنسیخ کے سلسلہ میں

یکایک ـــــ اخبارات میں یہ افسوس ناک خبر شائع ہوئی کہ مارشل لاء کے قیدی محمد نذیر کو جنہیں دوران مارشل لاء ایک مرزائی سکول ماسٹر کے قتل کے الزام میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا۔ ۴ جنوری کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

اس خبر سے پورے ملک میں ایک ہیجان پھیل گیا گورنر جنرل اور جناب حسین شہید سہروردی کے نام ٹیلفون اور تاروں کا ـــــ تانتا بندھ گیا ـــــ اور ـــــ ان

سے انسانیت کے نام پر اپیل کی گئی ـــــ کہ محمد نذیر کو پھانسی پر لٹکا کر اس کے غریب بچوں کو یتیم نہ کیا جائے ـــــ۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اور ملتان کے تمام دینی مدارس اور دیگر اداروں کی طرف سے ملتان کی تمام مساجد میں قراردادوں کے ذریعہ گورنر جنرل سے رحم کی اپیل کی گئی ـــــ!

حضرۃ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مدظلہ العالی نے اپنی بیماری اور انتہائی تکلیف کی حالت میں جناب حسین شہید سہروردی وزیر قانون کے نام پر ایک درد بھرا مکتوب لکھا جس میں محمد نذیر کی سزائے موت کے حکم کی منسوخی کے لئے مداخلت کی درخواست کی گئی تھی ـــــ:

خدا کا شکر ہے کہ اسلامیان پاکستان کی پر خلوص دعائیں اور کوششیں کارگر ثابت ہوئیں ـــــ اور گورنر جنرل نے محمد نذیر کی سزائے موت کا حکم عمر قید میں تبدیل کر دیا

اس پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے گورنر جنرل پاکستان' اور جناب حسین شہید سہروردی کے نام ایک تار میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ان کا شکریہ اداء کیا ـــــ کہ

محمد نذیر اسیر مارشل لاء کی سزائے موت منسوخ کر کے آپ نے قوم پر احسان کیا ہے میں اس پر مبارک باد دیتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے اس نیک عمل کو سال نو کے لئے فال نیک بنائے ـــــ! (آمین)

اس تار کی نقول اے۔ پی۔ کے ذریعہ تمام اخبارات کو بھی ارسال کی گئیں۔

حضرۃ امیر شریعت نے جناب سہروردی کے نام جو خط ارسال فرمایا تھا ـــــ اس کی نقل اسی صفحہ کے دوسرے کالموں میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت امیر شریعت کا مکتوب جناب سہروردی کے نام

برادر عالی مرتبت! جناب سہروردی صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

اگرچہ میرا آپ پر کوئی حق نہیں ہے مگر فی سبیل اللہ ایک عرض کرتا ہوں کہ محمد نذیر لاہوری (سزا یافتہ مارشل لاء کورٹ) کی پھانسی کی سزا کو جس طرح بھی ہو سکے سزائے قید میں تبدیل کروا دیں۔ میں اور کسی کو اس قسم کا عریضہ لکھنے کی ہمت نہیں رکھتا۔۔! آپ نے سنٹرل جیل لاہور میں چونکہ تین چار دفعہ شرف ملاقات بخشا اس لئے۔

کر معاف تو مارا کر و گستاخ!

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت آپ حضرات کا یہ عمل ملک و ملت کے لئے آئندہ سال کے لئے فال نیک اور برکتوں اور سعادتوں کا سبب بنے گا۔

افسوس کہ میں ڈیڑھ مہینے سے پلنگ پر پڑا ہوا ہوں ورنہ میں خود حاضر خدمت ہو کر زبانی عرض معروض کرتا۔ آپ مجھ سے ہزاروں درجہ زیادہ دانا و بینا ہیں' معاملات کی نزاکتوں کو آپ بخوبی سمجھتے ہیں عمر قید کی سزا بھی آخر سزا ہی ہے اور کچھ کم سزا نہیں ہے۔

اگر اتنا ہو جائے تو مسلمانان پاکستان کے پرانے زخم بھی مندمل ہو جانے کی امید ہے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس معاملہ میں اور تمام معاملات میں کامیابی عطا کرے! آمین

میں اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہوں اور ابھی ہاتھ اچھی طرح کام نہیں کرتا اس لئے اپنے لڑکے سے لکھوا رہا ہوں۔۔۔۔! والسلام مع الاکرام

فقیر سید عطاء اللہ شاہ بخاری

مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۴ ملتان شہر

(ہفتہ وار کلیم ملتان۔ ۱۴/جنوری ۱۹۵۵ء)

قارئین کرام۔ آگے چلنے سے قبل ایک وضاحت ضروری خیال کرتا ہوں کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جن حضرات کو "سزائے موت" ہوئی تھی وہ چار افراد تھے۔ مولانا عبد الستار خان نیازی۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی۔ مولانا خلیل احمد قادری۔ جناب نذیر احمد صاحب' محترم نیازی صاحب' مودودی صاحب' قادری صاحب تو رہا ہو گئے۔

جناب نذیر احمد صاحب رہا نہ ہو سکے۔ حضرت امیر شریعت اور دوسرے رہنما ان کی طرف سے بے خبر نہ تھے۔ مگر وہ حکومت وقت اور سفاک زمانہ مسلم لیگ کے معتوب تھے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا نمائندہ ظفر اللہ قادیانی مسلم لیگ کا کرتا دھرتا اور حکومت کا لے پالک اور چہیتا بیٹا تھا۔ جونہی اسکی سزائے موت پر عمل درآمد کی خبر کا علم ہوا۔ زندگی بھر کسی سے درخواست نہ کرنے والے شخص حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ بھی بے قرار ہو گئے اور سہروردی مرحوم کو خط لکھا اس شخص کی زندگی کی بھیک مانگی۔ جماعت اسلامی تحریک میں اپنے طرز عمل کی وجہ سے عوام میں مشکوک ہو گئی تھی۔ اس مشکل وقت میں جماعت کے امیر میاں طفیل کو موقع میسر آیا کہ وہ کریڈٹ کے لئے آگے بڑھے انہوں نے اخبارات کو ایک بیان جاری کیا مگر کیا کیا جائے خبث باطن کا کہ اس کار خیر میں بھی وہ تحریک کے مظلوم رہنماؤں کی کردار کشی سے باز نہ آیا اسکا بیان کس قدر خود غرض ملاوٹی ہمدردی اور تحریک کے رہنماؤں کی کردار کشی پر مبنی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کراچی۔ ۳ دسمبر (بذریعہ ٹیلیفون) ناظم شعبہ نشرو اشاعت' جماعت اسلامی کراچی نے اطلاع دی ہے کہ میاں طفیل محمد صاحب قیم جماعت اسلامی پاکستان نے لاہور سے حسب ذیل بیان بذریعہ ٹیلیفون پریس کے لئے جاری کیا ہے۔ محمد نذیر اسیر مارشل لاء کو ۴ جنوری ۱۹۵۵ء کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اس فیصلہ نے مسلمانوں کے ان چھوٹے بڑے سارے زخموں کو از سر نو تازہ کر دیا ہے جو انہوں نے اہل حکومت کے ہاتھوں تحریک ختم نبوت کے دوران کھائے تھے اور مرور زمانہ سے اب قدر مائل بہ اندمال تھے ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تحریک کے اصل لیڈروں کے سارے گناہ معاف کر دینے کے بعد ایک بیکس کو پھانسی پر لٹکانے کا فیصلہ کیوں کیا گیا ہے جو سو فی صد ہی مجرم ثابت ہو جانے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ اشتعال انگیز تقاریر ہی کا بد قسمت شکار قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں تمام ملک کے مسلمانوں سے انسانیت اور عدل و انصاف کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ جمعہ کے اجتماعات میں اس کے خلاف احتجاج کریں اور قرار دادوں' تاروں اور دوسرے جمہوری اور آئینی ذرائع سے اس ظالمانہ

فیصلے کو منسوخ کراونے کے لئے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالیں مسٹر حسین شہید سہروردی وزیر قانون اور مجلس احرار کے لیڈروں پر جو اب ان کے باقاعدہ حلیف بن چکے ہیں اس بارے میں سب سے زیادہ ذمہ واری عائد ہوتی ہے ان کے حکومت میں اثر و رسوخ کے باوجود اگر میاں محمد نذیر کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا تو یہ انتہائی افسوسناک صورت ہو گی۔(روزنامہ انجام کراچی یکم جنوری ۱۹۵۵)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے نتیجہ میں مرزائیوں کے اندرون خانہ رسہ کشی شروع ہو گئی۔ مرزائی جماعت کے ڈکٹیٹر ثانی مرزا بشیر آنجہانی نے اپنی جماعت کے بعض لوگوں کو جماعت سے اخراج کی سزا دی جس پر نوائے وقت لاہور نے نوٹ لکھا۔

ہرچہ برخود......

اخبار "الفضل" میں "اعلان سزا" کے نام سے یہ طویل تحریر شائع ہوئی ہے۔

حکیم نذیر احمد صاحب برق حال ظفر جو قادیان میں رہتے تھے اور وہاں نظارت امور عامہ کے علم میں ان کے خلاف بعض شکایات تھیں۔ اور ان کو اصلاح کا موقع دیا گیا تھا۔ لیکن محکمہ سے عدم تعاون کی بناء پر انہیں اخراج از قادیان کی سزا دی گئی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور انہیں پھر قادیان آنے کی اجازت دی گئی۔ لیکن باوجود توبہ کرنے کے وہ پھر اپنے طریق سے باز نہ آئے۔ اور اندر ہی اندر اپنے گرد ایک جماعت جمع کرنی شروع کی۔ جن کو اپنے الہاموں کے ذریعے سے قسما قسم کی امیدیں دلا کر اپنے گرد اکٹھا کیا۔

نذیر احمد صاحب کی حرکات کو دیکھ کر میاں غلام رسول صاحب ٹھیکہ دار بھٹہ نے اپنے بعض رشتہ داروں کو ان سے ملنے سے منع کیا۔ جس پر نذیر احمد صاحب نے کہا چونکہ وہ غلام رسول صاحب سے خفا ہیں' اس لئے خدا تعالٰی بھی ان سے خفا ہے اور جب تک وہ تین صد روپیہ نہ دیں اس وقت تک وہ ابتلا سے بچ نہیں سکتے۔ چنانچہ میاں صاحب کو مشورہ دیا گیا کہ ہرگز اس کو روپیہ نہ دیں' یہ ٹھگ ہے یہ طریق

صلحا کا نہیں ہوتا بلکہ لالچی آدمیوں کا ہوتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد حکیم صاحب کو قادیان سے رخصت کر دیا گیا۔

چونکہ بہت سے ریکارڈ ہجرت کی وجہ سے تلف ہو گئے ہیں اس لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس شخص نے سندھ میں جا کر اپنے الہاموں کے ذریعہ سے بعض لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنا شروع کیا' چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ لبصرہ نے اسے سندھ میں اپنی جائداد پر دیکھا۔ مینجر صاحب سے وجہ دریافت فرمائی۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ برق نہیں بلکہ ظفر ہے تو حضور نے فرمایا کہ پہلے بھی ان صاحب نے کئی نام بدلے ہیں۔ بالاخر انہوں نے سندھ کے بعض کارکنوں کو ورغلانے کی کوشش کی۔ ان کے متعلق معاملہ زیر تحقیق ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی سلسلہ میں خدائی نظام قائم ہوتا ہے۔ اس قسم کے ملہم نہیں آسکتے۔ جو اپنے گرد لوگوں کو جمع کریں۔ اگر ایسے لوگ آئیں۔ تو خدائی نظام کے معنی کوئی نہیں رہتے اور اگر ایسے وقت میں کوئی آدمی آئے۔تو وہ اس نظام کو چیلنج کرے گا۔ کہ اب خدائی نظام نہیں رہا۔ لیکن یہ شخص دو کشتیوں میں پیر رکھتا ہے۔ ادھر نظام کو خدائی قرار دیتا ہے ادھر آپنے الہاموں کے دعووں پر ایک جتھا بناتا ہے۔ ایسا شخص سچا نہیں ہو سکتا۔ وہ غلطی خوردہ ہے یا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ چنانچہ انہی حالات کی بنا پر ۴۸/۷/۲۰ کی الفضل میں نظارت ہذا نے اس شخص کے مقاطعہ کا اعلان کیا۔ اور ساتھ ہی وضاحت کی کہ اگر پھر بھی انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو اخراج از جماعت کی سزا دی جائے گی۔ باوجود انہیں اپنی اصلاح کے لئے موقعہ دینے کے اب پھر یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

کہ ابھی تک انہوں نے اپنی اصلاح نہیں کی۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حکیم نذیر احمد صاحب برق حال ظفر ساکن چک نمبر۲۹۵ چنڈانوالہ براستہ گٹی ضلع لائل پور کے علاوہ سابقہ مقاطعہ کی سزا کے خارج از جماعت بھی کیا جاتا ہے۔

(۲) چوہدری علی محمد صاحب واقف زندگی نے باوجود صریح حکم اور امور عامہ کے مقاطعہ کے اعلان کے حکیم نذیر احمد صاحب برق سے تعلق رکھا ہے اس لئے

انھیں مقاطعہ کی سزا دی جاتی ہے جب تک کہ وہ حقیقی توبہ نہ کریں۔
احباب جماعت احمدیہ اس اعلان سے مطلع رہیں اور اس کی پوری پوری تعمیل کریں (مناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ) ہم کسی مذہبی بحث میں نہیں الجھنا چاہتے مگر ان "ناظر امور عامہ" سے یہ عرض نامناسب نہ ہو گی کہ وہ ملا خطہ فرمائے اور سوچے کہ اگر دوسرے لوگ بھی آپ کو آپ ہی کے مقرر کردہ معیار پر جانچیں تو کیا آپ کی زندگی تلخ نہ ہو جائے گی؟ آپ جو سلوک اپنے لئے نامناسب سمجھتے ہیں وہ سلوک دوسروں سے کیوں کرتے ہیں؟(نوائے وقت لاہور ۲۳/نومبر ۱۹۵۴ء)
قادیانی جماعت میں نہ صرف اندرونی خلفشار ہوا بلکہ ان دنوں تحریک ختم نبوت کی وجہ سے قادیانی شاطر اتنا پریشان تھا کہ انہوں نے ربوہ سے اپنا ہیڈ کوارٹر تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ جنگ کراچی کی یہ خبر ملا خطہ ہو۔
"لاہور ۱۷/مارچ (نمائندہ جنگ) معلوم ہوا ہے جماعت احمدیہ نے پاکستان میں ربوہ کے مقام پر اپنا ہیڈ کوارٹر انڈونیشیا منتقل کر دینے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے ایک عزیز جن کا نام مرزا ناصر احمد بتایا جاتا ہے تھوڑا عرصہ ہوا کہ انڈونیشیا کا دورہ کر کے لوٹے ہیں یاد رہے کہ قیام پاکستان سے پہلے جماعت احمدیہ کا ہیڈ کوارٹر قادیان (مشرقی پنجاب) میں تھا جہاں اب بھی اسی جماعت کے ۳۱۳ ممبران مقیم ہیں۔ جماعت احمدیہ کے قریبی حلقوں نے بتایا ہے کہ جن دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت کا پاکستان میں زور تھا اور اس قسم کا پروپیگنڈہ زوروں پر کیا جا رہا تھا کہ احمدیوں کو ایک اقلیتی فرقہ قرار دیا جائے اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے ہٹا دیا جائے انہی دنوں اس امر پر غور و خوض کر لیا گیا تھا کہ جماعت کا ہیڈ کوارٹر ربوہ سے منتقل کر دیا جائے چنانچہ مارشل لاء اور اسی کے بعد چوہدری ظفر اللہ خاں کے استعفوں اور چوہدری صاحب کے بین الاقوامی عدالت میں چلے جانے کے بعد ہیڈ کوارٹر کی تبدیلی کے منصوبہ پر غور شروع ہو گیا۔ ان حلقوں نے بتایا کہ چوہدری ظفر اللہ خاں کے بحیثیت وزیر خارجہ پاکستان میں رہنے سے اگرچہ تبلیغی لحاظ سے جماعت احمدیہ کو کوئی خاص فائدہ نہیں تھا مگر اس قسم

کی ڈھارس سی تھی کہ حکومت میں ہمارا بھی نمائندہ ہے اب اگرچہ حکومت کی طرف سے ہمارے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی جارہی لیکن اپنے تبلیغی ذرائع کو محدود اور ایک عدم تعاون کے نظریہ کو پاتے ہوئے ہم مجبور ہیں کہ ربوہ کو چھوڑ دیں جس کے لئے انڈونیشیا کو منتخب کیا گیا ہے جہاں بیٹھ کر ہم اپنا عالمی مشن چلائیں گے ابھی یہ معلوم نہیں کہ کب ان کا ہیڈ کوارٹر منتقل ہو جائے۔" (روزنامہ جنگ کراچی ۱۹/ مارچ ۱۹۵۵ء)

مارچ ۱۹۵۵ء کی خبر آپ نے پڑھی۔ قادیانی شاطر قیادت پاکستان سے نکلنے پر غور کر رہی تھی۔ ظفر اللہ قادیانی وزارت خارجہ سے بر طرف ہو گیا۔ لیکن برطانوی سامراج کے اس گماشتے طبقہ کو لیگی کم بخت قیادت نے غیر ملکی آقاؤں کے حسب منشاء اتنا سہارا دیا کہ پاکستان تو درکنار بیرون ملک بھی قادیانی قیادت نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ روزنامہ تسنیم لاہور کی یہ خبر ملاحظہ ہو۔

رنگون۔ (ڈاک سے) "رنگون میں مرزائی اور لاہوری قادیانی اپنے اپنے طور پر مسلمانوں کو مرتد بنانے کی جو چال چل رہے ہیں اس سے مسلمانوں کے تمام حلقوں میں اشتعال پیدا ہوتا جا رہا ہے مسلمانوں کا ذہین اور سمجھدار طبقہ قادیانیوں کی اس ناپاک جدوجہد کی شدید مذمت کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی خواہش ہے کہ وہ سیدھے سادھے مسلمان رہیں اور کوئی ان کے مذہب میں مداخلت نہ کرے لاہوری قادیانی مرزا غلام احمد کو مجدد اور مسیح موعود قرار دیتا ہے۔ وہ نہایت ہوشیاری سے راستہ ہموار کرتا ہے تاکہ پہلے مرزا کو مجدد مان لیا جائے۔ اور اس کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کو مردہ قرار دے کر مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود بنا دیا جائے۔ قادیانیوں کا دوسرا طبقہ یعنی مرزائی قادیانی اس ہموار زمین سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور پھر وہ مرزا کی نبوت اور رسالت یہاں تک کہ اس کی خدائی کا بھی قائل کراتا ہے۔

قادیانیوں کی یہ خفیہ تحریک اب مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت بنتی جا رہی ہے اور وہ بیدار ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مسٹر۔ ایس ایم حسین سیکرٹری سو تھ گوڈی نیسود دیناری مسلم سوسائٹی (۲۲۱۔ گلی نمبر ۳۰ رنگون) نے ایک پمفلٹ بغرض اشاعت ارسال

کیا ہے جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"اس وقت شہر رنگون میں خفیہ طور سے قادیانیوں کی تحریک کام کر رہی ہے اور بعض سادہ لوح مسلمان جو قرآن اور حدیث کے حصے سے ناواقف ہیں۔ انہیں احمدیہ انجمن کی آڑ میں قادیانی تحریک کا ممبر بنا لیا گیا ہے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان کے مطابق بعض چولیا مسلمان بھی قادیانوں کی خفیہ تحریک کا شکار بن گئے ہیں۔ اس لئے سوتھ گوڑی نیسوو و بیاری مسلم سوسائٹی کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا ہے کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی گورداسپور پنجاب کو اپنا نبی مان لیا ہے۔ ان کو بغیر کسی تاخیر کے سوسائٹی کی ممبر شپ سے خارج کر دے۔ کیونکہ ہم مسلمان خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دوسرا نام احمدؐ ہے میں ہر اس شخص کو چیلنج کرنے کے لئے تیار ہوں جو مستند شہادتیں یا اپنی تقریر سے یہ ثابت کر دے کہ مرزا غلام احمد نبی کہلانے کا مستحق ہے۔

نقالی۔۔۔۔ جو قادیانیت کا بنیادی اصول ہے اس کا ثبوت ان حالات میں ملتا ہے جن پر مرزا قادیانی کو نبی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اس ضمن میں سرکس کا وہ کھیل یاد رکھئے جب ایک شخص بغیر کسی سہارے کے تار پر چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔(تسنیم لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۵۵ء)

حالانکہ اس سے قبل ستمبر ۱۹۵۴ء میں بھی ایک واقعہ سے مرزا بشیر الدین بد دل ہو چکے تھے جو یہ ہے۔

لائل پور ۲ ستمبر۔ قائد جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود ۳۱ اگست کو بذریعہ چناب ایکسپریس واپس ربوہ پہنچے۔ ربوہ سے تعلق رکھنے والے واقفکار حلقوں سے عندا گفتگو معلوم ہوا ہے کہ مرزا صاحب کو حکومت پاکستان نے امریکہ جانے کی اجازت نہیں دی۔

یاد رہے کہ آج سے چند ماہ پیشتر جب وزیر خارجہ پاکستان کا مفروضہ استعفیٰ زبان زد خلائق تھا تو اخباروں میں یہ خبر نشر ہوئی تھی کہ مرزا بشیر الدین محمود امریکہ کے

دورہ پر جا رہے ہیں۔ سیاسی حلقوں میں اس کا مطلب یہ لیا گیا تھا کہ وہ امریکہ جا کر حکومت امریکہ کے توسل سے حکومت پاکستان پر زور ڈالیں گے کہ ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ نہ کیا جائے کیونکہ مرزا صاحب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے چمٹے رہنا چاہئے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد کا کئی ہفتے تک کراچی رہ کر واپس لوٹ آنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حکومت پاکستان کے اس فیصلے کے متعلق اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ وزیر خارجہ پاکستان کے مفوضہ استعفے کو منظور کر لیا جائے گا۔ اس خبر کی تائید اگلے روز کی اس خبر سے بھی ہوتی ہے جس میں یقینی طور پر کہا گیا تھا کہ عدالت کی ججی کے انتخاب میں چوہدری صاحب کی کامیابی یقینی ہے جس کے بعد ان کا وزارت پر قائم رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(روزنامہ تاجر لائلپور ۴ ستمبر ۱۹۵۴ء)

رسوائے زمانہ جسٹس منیر کی انکوائری نے شیطان کی آنت کی طرح طوالت اختیار کی اور اس نے ۱۰ اپریل ۱۹۵۴ء کو حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری کو رپورٹ پیش کی۔ اس وقت تک حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور آپ کے رفقاء اس میں الجھے رہے۔ انکوائری کے مکمل ہونے پر حضرت امیر شریعت اور آپ کے رفقاء نے از سر نو سفر کا آغاز کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد

تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام ہند کے شعبہ تبلیغ کی حیثیت سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء قادیانیت کے منہ زور گھوڑے کو کھلی پر باندھنے کی کاوش کرتے رہے مگر وہ انگریز کے کھونٹے پر ناچ رہا تھا۔ ملک عزیز تقسیم ہوا تو جنوری ۱۹۴۹ء میں ملتان کی ختم نبوت کانفرنس میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام سے مستقل جماعت کی داغ بیل ڈالی گئی۔(الاحرار جلد۱ ش ۷'۸ ص ۳) امیر شریعت نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام سے باقاعدہ جماعت قائم فرما

کر رفقاء کو فتنہ قادیانیت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنا دینے کے لئے تمام تر توجہات مرکوز کر دیں۔ مگر مرزائیت ہوا کے گھوڑے پر سوار کی طرح رکنے کا نام نہ لیتی تھی لیگی حکومت نے اسے آب و دانہ اور سر چھپانے کے لئے "ربوہ" جیسا آشیانہ مہیا کر دیا۔ ظفراللہ خاں کم بخت مرزا قادیانی کی متعفن لاش کو لیکر ملکوں ملکوں پھرا۔ مرزا بشیر پاکستان پر قبضے کے خواب دیکھنے لگا حضرت امیر شریعت نے آل پارٹیز مجلس عمل بنا کر مرزا بشیر کے مقابل پوری امت کو لا کھڑا کیا جسکی تفصیلات آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ تحریک ختم نبوت کے بعد از سر نو دوبارہ "مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان" باقاعدہ مستقل جماعت کی حیثیت سے ۱۳ ستمبر ۱۹۵۴ء کو "نقش ثانی" قوم کے سامنے آیا چنانچہ اس سلسلہ میں جناب زاہد منیر عامر لکھتے ہیں' ان کے اخلاص کا اندازہ صرف اسی امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جب انہوں نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کرنے کا اعلان کیا تو اپنا محاذ مذہبی بنا لیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام

مجلس احرار اسلام اگرچہ برطانوی استعمار کے خلاف نبرد آزما تھی اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کا احتساب اور تعاقب بھی انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہوا تھا۔ بہر حال چونکہ مجلس احرار ایک پولٹیکل جماعت تھی اور سیاسیات میں ہر مسلمان کا ان کے خیالات سے اتفاق ضروری نہ تھا۔ اس لئے مجلس احرار اسلام نے ایک خالص دینی تبلیغی اور غیر سیاسی شعبہ بھی قائم کیا جس کا نام شعبہ تبلیغ تھا اور اس کا مرکز قادیان میں قائم کیا گیا۔ مولانا عنایت اللہ' ماسٹر تاج الدین انصاری مولانا محمد حیات فاتح قادیان یکے بعد دیگرے وہاں قیام پذیر رہے اور مبلغوں کی ایک جماعت اپنے ساتھ لے کر قادیان اور گرد و نواح میں خوب کام کیا۔ آخر ان مخلص لوگوں کی محنت رنگ لے آئی وہاں کے کچھ مخلص مسلمانوں نے اپنی کچھ زمینیں شعبہ تبلیغ کے نام وقف کر دیں۔ ایک مسجد میں جمعہ اور نماز پنجگانہ ہوا کرتی تھیں جس میں یہ حضرات باقاعدہ درس اور خطبہ وغیرہ دیا کرتے تھے۔ مولانا محمد حیات اپنی جان ہتھیلی

پر رکھ کر بعض دفعہ قادیان کے بازاروں میں مجمع اکٹھا کر لیتے اور مرزائیت کی تردید کھلے بندوں کی جاتی۔ قادیان کی املاک کا اس شعبہ تبلیغ کے زیر اہتمام ایک ٹرسٹ قائم کر دیا گیا جس کے ٹرسٹیوں میں قادیان کے رہنے والے پیر شاہ چراغ بھی شامل تھے۔ مولانا محمد حیاتؒ اور بعض دوسرے اصحاب اس ٹرسٹ کے ممبر تھے قیام پاکستان تک یہ شعبہ تبلیغ کام کرتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ ختم ہو گیا اور نہ ہی پیر شاہ چراغ صاحب کی اولاد سے ان املاک کے بدلے میں پاکستان میں کوئی جائیداد حاصل کی جا سکی۔

قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام اپنی جگہ قائم تھی اور اس کے سامنے دیانتداری سے پھر وہی مشکل در پیش تھی کہ جو لوگ مجلس احرار اسلام سے اختلاف رکھتے ہیں ان کی ہمدردیاں عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے لئے کس طرح حاصل کی جائیں۔ ویسے بھی قیام پاکستان کے بعد احرار کے راہنما اور کارکن ذہنی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ کچھ لوگ بوجوہ اب سیاسی کام نہیں کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگ سیاسیات سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔

۲۰/۲ اپریل ۱۹۵۴ء کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے مکان پر ملتان میں قائدین احرار کا ایک اجلاس ہوا جس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے علاوہ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحب بخاری، مولانا تاج محمود صاحب، مولانا محمد شریف صاحب جالندھری، مولانا مجاہد الحسینی، اجلاس میں شریک حضرات کی روایات کے مطابق آخری اجلاس رات کے وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے مکان کی چھت پر ہوا جو رات گئے تک جاری رہا۔

اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ شیخ حسام الدینؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ آئندہ احرار کے سربراہ ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، اور مولانا محمد علی جالندھریؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ ہوں گے۔ اسی اجلاس میں دفاتر وغیرہ تقسیم کر لئے گئے اور باہم محبت اور خیر سگالی قائم

رکھنے کا عہد کیا گیا۔

۴، ۵ ستمبر ۱۹۵۴ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا باقاعدہ اجلاس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوا اس اجلاس میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنی علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے۔ باقی بانی ممبران کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا عبد الرحمٰن میانویؒ مولانا لال حسین اخترؒ مولانا تاج محمود صاحب' مولانا عبد الرحیم اشعر' سائیں محمد حیات پسروری' مولانا محمد لقمان علی پوری' مولانا قاضی عبد اللطیف اختر شجاع آبادی' مولانا مجاہد الحسینی' مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا غلام محمد' مولانا محمد صدیق' مولانا احمد صاحب' مولانا خلیل الرحمٰن صاحب' چودھری بشیر احمد' حافظ احمد دین صاحب' اس اجلاس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا دستور مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنا دی گئی جو درج ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا تاج محمود صاحبؒ' مولانا مجاہد الحسینی صاحب۔

۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو مجلس کا ایک اجلاس مرکزی دفتر ملتان شہر میں منعقد ہوا اور دستور کی منظوری دی گئی۔ پہلی شوریٰ اور عہدیداروں کا اعلان کیا گیا جس میں حسب ذیل اصحاب کے اسمائے گرامی شامل ہیں:۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ امیر' مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ' مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا محمد شریف بہاول پوری' مولانا علاؤ الدین ڈیرہ اسمٰعیل خان' مولانا تاج محمود فیصل آباد' مولانا نذیر حسین پنو عاقل سندھ' مولانا محمد رمضان راولپنڈی' مولانا مجاہد الحسینی فیصل آباد' مولانا لال حسین اختر ناظم تبلیغ' مولانا محمد حیات فاتح قادیان' مولانا عبد الرحمٰن میانویؒ مولانا حبیب اللہ ساہیوال' مولانا حکیم عبد الرحمٰن آزاد گوجرانوالہ' مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا عبد الرحیم اشعر وغیرہ۔

اب واقعات کی ترتیب یہ ہوئی کہ فروری ۱۹۵۴ء حضرت امیر شریعت رہا ہوئے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۵۴ء کو منیر رپورٹ تیار ہوئی۔

۲۰/۲۲ اپریل ۱۹۵۴ء کو حضرت امیر شریعت کے مکان پر رفقاء کا اجلاس ہوا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوبارہ احیاء کا فیصلہ کیا گیا۔ جو رفقاء سیاسی کام کرنا چاہتے تھے انہوں نے اپنے لئے سفر کا راستہ متعین فرمایا اور حضرت امیر شریعت اپنے رفقاء سمیت ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم عمل ہو گئے۔

۴'۵ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا باضابطہ اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی کارروائی شوریٰ کے رجسٹر سے پیش خدمت ہو گی۔ کارروائی کے آغاز پر حضرت مولانا محمد شریف جالندھری کا یہ نوٹ ہے۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کی بے مثال تحریک شروع ہوئی تو سابقہ ریکارڈ حکومت نے ضبط کر لیا۔ تحریک میں سب حضرات جیل چلے گئے۔ رہائی کے بعد پہلا اجلاس ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور میں ۴'۵ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ دراصل یہ اجلاس مجلس کے رہنماؤں مبلغین اور کارکنان پر مشتمل ہے۔ مرکزی شوریٰ کا ابھی ڈھانچہ تیار نہیں ہوا۔(محمد شریف)

حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے یہ نوٹ لگایا ہے۔

نوٹ:۔ پہلا تمام ریکارڈ پولیس نے گرفتاریوں کے بعد جلا دیا۔ اور مکان دفتر میں پولیس افسر نے رہائش اختیار کر لی۔ (اجلاس کی کارروائی آپ مجلس شوریٰ کی کارروائیوں کے باب میں دیکھیں گے۔

دوسرا باب

مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہلی سالانہ روئیداد ۱۳۷۳ھ کے اختتام پر شائع ہوئی اس کے مقدمہ میں مرزائیت کی ابتداء و عروج سے لے کر تحریک کے اور مجلس کے قیام تک کی کسی قدر جستہ جستہ باتیں آ گئی ہیں' وہ مقدمہ روئیداد پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ

شروع فرمایا۔ اور سب سے پہلے پیغمبر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری رسول سید الکونین شفیع المذنبین' خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں کیا جائے گا۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کی تاویل اور ردوبدل کی قطعاً" کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت رسول کریم علیہ السلام نے یہ بھی اطلاع دی کہ میرے بعد بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو امتی ہونے کے ساتھ ساتھ نبوت کا دعویٰ بھی کریں گے۔ آپ نے ہر ایسے مدعی نبوت کو دجال اور کذاب کا خطاب دیا اور اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ دی کہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی بھی نبی پیدا نہ ہو گا۔ پیغمبر علیہ السلام نے جھوٹے مدعیان نبوت کا ذکر کرتے وقت کبھی بھی کسی سچے نبی کے پیدا ہونے کی اطلاع نہیں دی۔

اسلام کے ابتدائی دور میں ہی ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ جنہوں نے جھوٹا دعوے نبوت کرنے کی کوشش کی۔ مگر امت محمدیہ میں کبھی بھی یہ بات تسلیم نہیں کی گئی کہ پیغمبر علیہ السلام کے بعد کسی نبی کی گنجائش ہے۔ کسی بھی مدعی نبوت کو اس طرح نہیں جانچا گیا کہ اس کا دعویٰ کس قسم کا ہے اور وہ کس زمرہ میں ہے۔ بلکہ ہر مدعی نبوت کو بلا استثناء کذاب تصور کیا گیا۔ اور ایسے واقعات کی تاریخ شاہد ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت اپنے دعوے کی بنا پر دنیا میں کیا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

قادیان

قادیان ـــــ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ایک معمولی قصبہ ہے ـــــ! اس قصبہ میں غلام مرتضیٰ نامی ایک شخص کے لڑکے مرزا غلام احمد نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کے لئے اس نے مختلف مدارج طے کئے۔ حتیٰ کہ مرزا غلام احمد محدث' علیم و مجدد کے مدارج سے گزر کر نبی اور رسول کے درجہ تک پہنچنے کا دعویدار ہوا۔ اس وقت ہندوستان پر انگریز حکمران تھا۔ اس کے دور اقتدار میں

ملک کی فضا اس دعوے کے لئے بڑی سازگار پائی اور حکومت کے سہارے بڑھنا شروع کیا۔ دعوے نبوت کے ساتھ ساتھ حرمت جہاد ——— اور انگریز کی اطاعت کی فرضیت کو اپنے عزائم کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔

رفتہ رفتہ جب مرزا غلام احمد نے انگریز کے بل بوتے پر چند آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک جماعت کی بنیاد ڈال دی۔ تو انہوں نے قوت کے ساتھ ہر مخالف طاقت کو دبانا شروع کر دیا اور من مانی کاروائیاں ہونے لگیں۔ اور سب سے زیادہ ہدف مظالم قادیان کے مسلمان بنائے گئے۔ کسی مسلمان کا قادیان میں سکونت اختیار کرنا بڑی دشوار بات تھی۔ مسلمان قادیان میں مرزائیوں کی رعایا بن کر رہ سکتا تھا۔ قادیان میں عرصہ تک کسی مسلمان عالم دین (غیر مرزائی) کا وعظ کرانا یا مسلمان کا کوئی اسلامی تہوار منانا مشکل ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں کے قتل کی شہادت مہیا کرنے میں اس وقت کی حکومت بے بس ہو گئی تھی۔ الغرض قادیان میں رہنے والے مسلمانوں کی داستان انتہائی المناک ہے۔

ان حالات میں وہاں کے مسلمانوں نے حضرت امیر شریعت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری مدظلہ العالی کو اس افسوسناک صورت حال سے مطلع کیا اور اس طرف آپ کی خصوصی توجہ مبذول کرائی گئی۔ آپ نے اپنے چند ساتھیوں کو قادیان میں جا کر کام کرنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ وہاں۔ شعبہ تبلیغ کے نام سے ایک ایسے ادارے کی بنیاد ڈالی گئی۔ جو اپنا دائرہ عمل صرف تبلیغ دین تک محدود رکھے۔ اس کام کے لئے مشہور علماء کرام اور مبلغین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اور وہ قادیان میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان میں ماسٹر تاج الدین' مولانا عنایت اللہ چشتی' مولانا محمد حسین' مولانا شیخ احمد' مولانا علاؤ الدین حیدر' مولانا خلیل الرحمن' سید محمد غریب شاہ' حافظ محمد' مولانا محمد حیات اور مولانا محمد یعقوب وغیرہم حضرات کے اسمائے گرامی بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

ختم نبوت ٹرسٹ

قادیان میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ تکلیف وہ بات یہ تھی

کہ وہاں کے مغل خاندان (مرزائیوں) نے اہل اسلام کا سوشل بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اور بائیکاٹ کا یہ سلسلہ اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ ایک دفعہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے قبرستان میں میت کو دفنانے سے روک دیا اور مسلمانوں سے کہا کہ تم چونکہ ایک نبی کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمان نہیں ہو لہٰذا تم ہمارے قبرستان میں اپنی میت کو دفن نہیں کر سکتے چنانچہ مسلمانوں نے مجبوراً وہ میت بٹالہ کے قبرستان میں جا کر دفن کی۔

اس بائیکاٹ میں عام دوکانداروں سے سودا خریدنا اس وقت تک ترک کر دیا گیا جب تک وہ معاہد (ذمی) بننا قبول نہ کریں۔ بائیکاٹ نے اہل اسلام کو مجبور کر دیا کہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں اور یا اپنی آزادی قربان کر دیں۔ اس طرح جو شخص ان کا معاہد(ذمی) ہو جاتا اس کی دکان پر ذمی ہونے کی باقاعدہ تختی آویزاں کر دی جاتی۔ اس معاہدہ کا نام " معاہدہ تجارت " رکھا گیا تھا۔

قادیان میں عام مسلمانوں کا نہ تو کوئی سکول ایسا تھا۔ جس میں وہ اپنے بال بچوں کو تعلیم دلا سکیں۔ اور نہ ہی کوئی عبادت گاہ ایسی تھی جو اس مغل خاندان کے اثر سے محفوظ ہو۔

مسلمانوں کی اکثریت نے اگرچہ " نئی نبوت " کو قبول نہیں کیا تھا مگر قادیان میں رہتے ہوئے اس خاندان سے اس قدر مرعوب تھے کہ ان کی آزادی ضمیر ختم ہو چکی تھی۔ قادیان کے مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے انتظام اور دوسری دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے شعبہ تبلیغ نے ختم نبوت کے نام پر ایک ٹرسٹ قائم کیا جس کے زیر اہتمام ایک سکول اور تین مسجدیں تعمیر کی گئیں اور کچھ مکانات خرید کر وقف کر دئے۔ اور ۳۶ بیگھ زمین خرید کر قادیان میں ایک عالی شان جامع مسجد کی بنیاد قائم کر دی اور اس کے ساتھ خالص مسلم آبادی کے لئے علیحدہ بستی کی صورت میں مکانات کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مقدمات کی بھرمار

ختم نبوت ٹرسٹ کے نام پر خریدی ہوئی زرعی زمین پر حق شفعہ اور حق استقراء

کے مقدمات شروع کر دیئے گئے۔ اور قادیان کے برسراقتدار لوگوں نے ختم نبوت ٹرسٹ کے کارکنان اور مبلغین کو اس میں الجھائے رکھا۔ یہاں تک کہ انہیں بیک وقت آٹھ آٹھ مقدمات میں مبتلا کیا گیا۔ ان میں سے کئی مقدمات میں اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب کی۔ گورداسپور کی ایک عدالت میں کسی مقدمہ کے سلسلہ میں روپے جمع ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ مقدمات ابھی زیر سماعت تھے کہ ملک تقسیم ہو گیا۔

پیر سید محمد چراغ شاہ صاحب

نہایت ناشکری ہو گی کہ اگر قادیان کی ایک مخلص ہستی پیر سید محمد چراغ شاہ صاحب کا ذکر نہ کیا جائے۔ آپ وہاں کے ایک مخلص بزرگ تھے۔ ختم نبوت ٹرسٹ کے لئے تمام زرعی اراضی آپ ہی کے نام خریدی جاتی تھی۔ اور اس طرح لاکھوں روپے کی جائداد آپ کے نام پر امانت ہوئی جو شفعہ کی مدت گذرنے کے بعد ختم نبوت ٹرسٹ کے نام منتقل کرائی جاتی۔ اور بہت سی زرعی زمین ابھی تک پیر سید محمد چراغ شاہ صاحب ہی کے نام ہے۔ پاکستان میں آکر پیر صاحب نے کئی بار اصرار بھی کیا کہ وہ زمین ختم نبوت جماعت کے نام منتقل کرا دی جائے۔چنانچہ اس سلسلہ میں ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محسن ملت کو جزا خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اجتماع تبلیغ

ہمارے ملک کے جن علماء کرام نے باطل فرقوں کے مقابلہ میں اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں ان کی خدمات اگرچہ قابل تشکر و امتنان ہیں لیکن باطل کی مضبوط تنظیم کے مقابلہ میں اسلامی نظام تبلیغ بڑی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کا طالب تھا۔ چنانچہ برسوں کی شبانہ روز کوششوں کے بعد تحفظ ختم نبوت کے اراکین نے ان ہی بنیادوں پر یہ نظام قائم کیا۔ اس نظام تبلیغ کا پورے ملک میں خیرمقدم کیا گیا۔ اور قادیان میں منعقدہ ایک عظیم الشان کانفرنس کے موقع پر ہندوستان کے شہرہ آفاق علماء نے اس نظام میں شرکت کر کے اپنی خدمات تحفظ ختم نبوت اور اشاعت اسلام کے لئے وقف کر

دیں۔ حتی کہ حکیم الامت قدوۃ السا لکین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز نے اس مقدس مشن میں شرکت فرماتے ہوئے جماعت کی باقاعدہ رکنیت قبول کی اور ایک روپیہ سالانہ چندہ رکنیت کی ادائیگی کے لئے آپ نے مبلغ بیس روپے ادا کر کے بیک وقت بیس سال کا چندہ رکنیت عطا فرمایا۔

اسلامیان ہند کی فراخ دلی

قادیان ایک معمولی قصبہ تھا۔ اور وہاں کے مسلمان نہ صرف یہ کہ انتہائی مظلومیت کی زندگی گزار رہے تھے بلکہ وہ معاشی طور پر بڑے تنگ اور نان جویں کے محتاج تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت ٹرسٹ جیسے ادارے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ خدا بھلا کرے ان لوگوں کا جنہوں نے قادیان کے مسلمانوں اور ختم نبوت ٹرسٹ کی ہر ممکن امداد فرمائی اور عاشقان ختم نبوت نے اس ادارے کو پوری شان کے ساتھ قائم رکھا۔

قادیان کے سکول

یہ بات بڑے تعجب کے ساتھ سنی جائے گی کہ قادیانیوں کے سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں سے ہر امتحان میں مسئلہ اجراء نبوت (یعنی حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے کا جواز) ۲۔ مسئلہ وفات عیسیٰ علیہ السلام ۳۔ سیرۃ مرزا غلام احمد وغیرہ موضوعات پر مشتمل ایسے سوالات کئے جاتے کہ ان سکولوں میں تعلیم پانے والے مسلمان بچے بھی قادیانیوں کے عقائد کے مطابق ہی ان مسائل کا جواب لکھتے۔ گویا ذہنی طور پر مسلمانوں کے بچے قادیانیت قبول کرنے پر مجبور تھے۔

ان حالات میں یہ ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی گئی کہ مسلمان بچوں کی ذہنی نشوو ارتقاء انہیں اسلامیات سے روشناس کرانے کے لئے ایک مدرسے (School) کا قیام کیا جائے۔ تاکہ مسلمان بچے قادیانیوں کی گمراہ کن تعلیم سے محفوظ رہ سکیں اور وہ قادیان کے سکولوں کے محتاج نہ رہیں۔

چنانچہ ختم نبوت ٹرسٹ نے ایک پرائمری سکول قائم کر کے اسلامی تعلیم کا انتظام

کر دیا اور چند برس میں یہ ململ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

رکاوٹوں کا ازالہ

قادیان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مرزائیت قبول کرنے کے بعد یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو مکانات بنانے کے لئے زمین کے ایسے قطعات دیئے جاتے جو قادیانی خلیفہ یا اس کے مقرر کردہ شخص کے نام کے ہوئے۔ اگر کوئی مرزائی اپنے عقیدہ سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیتا تو نہ صرف یہ کہ دوسرے قادیانی اسے طرح طرح کی ایذا پہنچاتے بلکہ اسے اپنے مکان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے۔ اس طرح ہر قادیانی اپنے اپنے مقام پر مرزائیت سے متنفر ہونے کے باوجود اس خوفناک انجام سے سہمے ہوئے تھا۔ اور یہ بات ترک مرزائیت میں بڑی رکاوٹ بن رہی تھی۔

چنانچہ ختم نبوت ٹرسٹ نے ترک مرزائیت کر کے اسلام قبول کرنے والوں کے لئے رہائشی مکانات بنانے اور ان کے لئے روزگار مہیا کرنے کے لئے کھڈیوں کی فیکٹری قائم کرنے کا انتظام کیا۔ یہ کام بڑے وسیع پیمانہ پر جاری تھا کہ ملک تقسیم ہو گیا۔ اور پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا۔

تحفظ ختم نبوت کی تنظیم جدید

ملکی تقسیم کے بعد مبلغین تحفظ ختم نبوت بھی باقی مہاجرین کی طرح جہاں انہیں سر چھپانے کو جگہ مل سکی۔ قیام پذیر ہو گئے۔ اور بسر اوقات کے لئے جو کچھ ان سے بن پڑا ذریعہ معاش اختیار کر لیا۔ ادھر ملکی تقسیم کے بعد قادیانی گروہ حکومت کے اہم اور بنیادی محکموں پر قابض ہو گیا۔ اور اپنے اثر و اقتدار کے بل بوتے پر عالی شان عمارتوں، کوٹھیوں، باغات، زمین اور بڑی بڑی فیکٹریوں پر قبضہ کر لیا۔ اور چنیوٹ (ضلع جھنگ) کے قریب ایک غیر آباد سرکاری زمین کا کافی حصہ کوڑیوں کے مول خرید کر اپنا ایک مستقل اڈہ قائم کر لیا۔

تحفظ ختم نبوت کے اراکین میں سے نہ تو کوئی حکومت کے کسی عہدہ پر متمکن تھا اور نہ ہی ان میں سے کوئی وزارت کی کرسی پر فائز تھا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں

مبلغین تحفظ ختم نبوت اپنے لئے یا جماعت کے لئے کیا کر سکتے تھے؟ اور قادیانیوں کے مقابلہ میں دنیاوی اثر واقتدار میں ان کا کیا حصہ ہو سکتا تھا؟

قادیانیوں کے اثر و اقتدار نے یہاں کے عام مسلمانوں اور بالخصوص مہاجرین کو معاشی طور پر بری طرح کمزور کیا اور غیر مسلموں کی متروکہ جائیداد پر قبضہ کر کے وہ ہاتھ رنگے کہ "وارے نیارے ہو گئے" اور یہ بات ہم نہیں کہہ رہے۔ بلکہ قادیانیوں کے موجودہ امیر مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے ایک خطبہ میں اس امر کا خود اعتراف کیا کہ:

"ہمارے آدمی اب اچھی طرح آباد ہو گئے ہیں اور میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ بعض آدمی ہندوستان میں خوانچہ فروش تھے۔ مگر یہاں پاکستان میں اب وہ بڑے بڑے کارخانوں کے مالک ہیں۔ ہمارے کئی آدمی وہاں نان جویں کو ترستے تھے۔ مگر —— یہاں اب ان کے قبضے میں دو دو کاریں ہیں اور وہ بنگلوں میں رہتے سہتے ہیں۔"

قادیانی —— اس طرح لوٹ کھسوٹ میں مشغول تھے۔ اور بے چارے مسلمانوں کو انتہائی بے کسی کے عالم میں سر چھپانے کے لئے جھونپڑی میسر نہ آ رہی تھی۔

چنانچہ قادیانیوں نے مسلمانوں کی معاشی بدحالی اور اقتصادی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے —— سرمائے کی امداد اور الاٹمنٹ کا لالچ دے کر مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اور مرزائی مبلغین نے سادہ لوح مسلمانوں کا ناک میں دم کر دیا۔

پاکستان کے مختلف علاقوں سے جماعت کے شعبہ تبلیغ کے نام بے شمار خطوط آنے لگے اور انہیں دعوت دی جانے لگی کہ جس قدر ممکن ہو سکے یہاں کے مسلمانوں کو قادیانی گروہ کی خلاف اسلام تبلیغی سرگرمیوں سے بچایا جائے۔

ادھر حال یہ تھا کہ ہمارا نظام تبلیغ معطل ہو چکا تھا۔ مبلغین حضرات ملک کے مختلف حصوں میں اپنی آبادکاری کے لئے ضروری انتظامات میں مشغول تھے۔ اور ادھر مسلمانوں کا مطالبہ شدت اختیار کر رہا تھا کہ قادیانی گروہ مسلمانوں کے ایمان پر پوری

قوت کے ساتھ ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ خدا کے لئے اس سے بچاؤ کی صورت پیدا کیجئے۔

چنانچہ ——— ابتدا میں مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان کو ملتان آنے کی دعوت دی گئی۔ مولانا محمد حیات چونکہ ان دنوں ریاست خیر پور میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مستاجری پر زمین لے کر بسر اوقات کر رہے تھے۔ اور یہاں کسی کے پاس یہ نظام قائم کرنے کے لئے کوئی فنڈ موجود نہ تھا۔ اس لئے طے کیا گیا کہ مولانا محمد حیات جس طرح بھی ہو سکے ملتان تشریف لے آئیں۔ اور خیر پور میں ان کی جگہ کاشتکاری کا کام کرنے کے لئے ایک آدمی ملازم رکھ دیا جائے اس طرح تیس روپیہ ماہوار مولانا محمد علی جالندھری نے اپنے ذمہ لے کر ایک آدمی کا انتظام کر دیا۔ اور مولانا محمد حیات تبلیغی نظام میں کام کرنے کے لئے ملتان پہنچ گئے۔ان کی آمد پر جماعت کا باقاعدہ دفتر قائم کرنے کے لئے حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی نے ایک مکان کرایہ پر لے کر دفتر کا قیام کر دیا۔ ابھی اس سلسلہ میں کوئی خاص انتظام بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ملک کے گوشے گوشے سے یہ آواز بلند ہونے لگی کہ مرزائیوں کی خلاف اسلام تبلیغ مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کر رہی ہے۔

ان دنوں مولانا عبد الرحیم اشعر' مولانا محمد علی جالندھری کے مدرسہ جامع محمدیہ حسین آگاہی ملتان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ خیر المدارس سے بھی دورہ حدیث سے فارغ ہو چکے تھے۔ چنانچہ وہ بھی اس جماعت میں شریک ہو گئے اور باقاعدہ طور پر تبلیغی کام شروع کر دیا گیا۔

نومبر ۱۹۴۹ء میں اس تبلیغی مشن سے عوام کو روشناس کرانے کے لئے ملتان میں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ اور مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام پر باقاعدہ جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا۔

تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں گوجرانوالہ کے مخیر مسلمانوں نے ایک ہزار سے زائد اور ملتان کے ایک مخیر مسلمان نے ایک ہزار کی رقم دے کر اس مقدس پروگرام کو مضبوط بنا دیا۔

دفتر تحفظ ختم نبوت کراچی کا قیام

کراچی پاکستان کا مرکزی دارالحکومت ہے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے اپنا

دوسرا تبلیغی مرکز کراچی میں قائم کیا چونکہ ان دنوں چوہدری ظفر اللہ خان سابق وزیر خارجہ پاکستان کے بھائی چوہدری عبد اللہ خاں ڈپٹی کمشنر (کسٹوڈین) کے عہدہ پر متمکن تھے۔ قادیانیوں کے حق میں اس اثر و اقتدار کا جو نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے وہ عیاں ہے۔

کراچی کے مسلمانوں نے کئی بار رپورٹ دی کہ یہاں کے مسلمانوں میں ارتداد پھیلایا جا رہا ہے۔ اور دنیاوی لالچ دے کر لوگوں کو بڑے پیانے پر اسلام سے منحرف کیا جا رہا ہے۔ خود کراچی میں تو ایسی کوئی جماعت موجود نہ تھی جو اس ارتداد کی روک تھام کر سکے۔ اور باہر سے جا کر کام کرنے کے لئے کسی جماعت کو ایسے ذرائع میسر نہ تھے۔ جن سے وہ اس کام کی تکمیل کے لئے کراچی جیسے شہر کے اخراجات برداشت کر سکے۔

مجلس تحفظ نبوت پاکستان نے اسلامیان کراچی کو ارتداد و کفر سے بچانے کے لئے محض اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر منظم اور ٹھوس بنیادوں پر کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری کے ارشاد کے مطابق مولانا قاضی احمد شجاع آبادی کراچی بھیجے گئے۔ تاکہ آپ وہاں جا کر کراچی کے حالات کا جائزہ لیں۔ اور کراچی میں کام کرنے کی نوعیت اور طریق کار کے متعلق مجلس تحفظ ختم نبوت کو مطلع کریں۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے کراچی میں ارتداد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے مجلس کو فوری اقدام کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے مشترکہ طور پر ایک بار پھر کراچی میں کام کی نوعیت کا جائزہ لینے کے بعد وہاں جماعت کا باقاعدہ دفتر قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دفتر کے افتتاح اور ابتدائی انتظامات کے لئے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کراچی تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں مجلس کا باقاعدہ دفتر قائم کر کے مولانا لال حسین اختر کو مجلس کا مبلغ مقرر کر دیا۔

مدرسہ تحفظ ختم نبوت کا قیام

مجلس تحفظ ختم نبوت کی تبلیغی خدمات سے متاثر ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں

مبلغین مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات درکار ہونے لگیں اور جماعت کے مرکزی دفتر سے خصوصی تقاضا ہونے لگا۔ مگر جماعت کے پاس اتنے مبلغین موجود نہیں تھے جو عوام کی خواہشات کے مطابق فرق باطلہ کے گمراہ کن عقائد سے نہ صرف یہ کہ واقف ہوں بلکہ وہ اسلامی دلائل و براہین کے ساتھ ان کا معقول جواب دینے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک ایسے مدرسے کا افتتاح کیا۔ جس میں فارغ التحصیل علماء کرام داخل کر کے انہیں ایسی تعلیم و تربیت دینے کا انتظام کیا۔ جو ایک مبلغ اسلام کے لئے لازمی اور ضروری درجہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ مدرسہ مجلس کے مرکزی دفتر ملتان میں جاری کر دیا گیا۔ اس مدرسہ میں کئی مبلغ تربیت یافتہ ہوئے۔ ان میں سے جن حضرات نے مجلس کے نظام میں شامل ہو کر کام کرنا چاہا تو انہیں مجلس کی طرف سے باقاعدہ مبلغ مقرر کر کے کسی موزوں علاقہ میں بھیج دیا جاتا۔

سرگودھا میں مدرسہ کی شاخ

ملک میں مبلغین کی کمی ——— اور مدارس عربیہ سے فارغ ہونے والے طلبا کی اکثریت جو کہ باطل فرقوں کے عقائد و نظریات کے متعلق کوئی خاص معلومات نہ رکھتی تھی۔ اس لئے مرکزی دفتر کے علاوہ سرگودھا میں بھی مدرسہ کی شاخ قائم کر کے مبلغین کی دو جماعتیں تیار کی گئیں۔

کراچی میں کام کی توسیع

کراچی میں کام کی وسعت دیکھ کر مزید آدمیوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ مرکزی دفتر نے مہر عبد الرحیم جوہر اور چودھری نیاز محمد لدھیانوی کراچی میں متعین کر دیئے۔ مولانا لال حسین اختر' مہر عبد الرحیم جوہر' چوہدری نیاز محمد ہرسہ دوست تحریک تحفظ ختم نبوت ۵۳ء کی ابتداء تک کراچی میں کام کرتے رہے۔ بالآخر یہ تینوں مبلغ کراچی میں ہی گرفتار کر لئے گئے۔

دورہ سندھ

صوبہ سندھ میں جب نئی نہروں کا اجراء ہوا تو مرزائیوں کی دونوں جماعتوں نے وہاں بہت سی اراضی خرید کر اپنی آبادی بڑھانے اور وہاں کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس پر سندھ کے علماء کرام نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس عاملہ کو اس طرف متوجہ کیا۔ تو مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا لال حسین اختر نے کھوکھراپار کی سرحد تک تبلیغی دورہ کیا۔ اس سے پورے سندھ کے مسلمانوں میں ایک بیداری پیدا ہو گئی۔ حالات سازگار پا کر دوسرے دورہ میں حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی خود تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ہمراہ مولانا محمد علی جالندھری' مولانا محمد عبداللہ مرحوم مبلغ میانوالی۔ مولانا عبد اللطیف اختر مبلغ گوجرانوالہ اور سائیں محمد حیات بھی اس دورہ میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں مولانا محمد شریف بہاولپوری کو زیریں سندھ کا مبلغ مقرر کیا گیا۔

بلوچستان

مولانا عرض محمد مہتمم مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ نے ملتان پہنچ کر کوئٹہ اور سی کے علاقہ میں دورہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ کوئٹہ کے دورہ کے لئے مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا قاضی احسان شجاع آبادی تشریف لے گئے۔ اس دورہ میں ایجنٹ گورنر جنرل کمشنر دیگر افسران نمائندگان پریس اور دیگر ممتاز شہریوں سے ملاقات کر کے جماعت کے نظریات اور اس کا طریق کار واضح کیا گیا۔ سی کے ایک پروگرام میں حضرت امیر شریعت مدظلہ تشریف لے گئے۔ اور تین دن قیام کر کے علاقہ بلوچستان کے علماء کرام کے اجتماع سے خطاب کیا۔

صوبہ سرحد

صوبہ سرحد میں کام کی وسعت کے لئے مولانا غلام غوث صدر مبلغ کے مشورہ سے دو مبلغین مقرر کر دئے گئے۔ یہ دونوں مبلغ پہلے مدرسہ تحفظ ختم نبوت ملتان میں

تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے بعد میں انہیں صوبہ سرحد میں مقرر کیا گیا۔

آزاد کشمیر

آزاد کشمیر کے علاقہ سے مسلمانوں کا ایک وفد مولانا غلام غوث ہزاروی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دوسرے وفد نے مولانا محمد علی جالندھری سے راولپنڈی میں ملاقات کر کے قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا اور حکومت آزاد کشمیر میں قادیانی افسران کی فہرست پیش کی (جو اس وقت شائع بھی کر دی گئی تھی) وفد نے خصوصی طور پر دعوت دی کہ آزاد کشمیر پاکستان کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس علاقہ کے لوگوں کو قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں سے بچایا جائے۔ چنانچہ کشمیر کے اکثر مقامات کے دورہ کے لئے مولانا غلام غوث' مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی تشریف لے گئے اور بعد ازاں حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مدظلہ اور مولانا محمد علی جالندھری نے علاقہ مظفر آباد کا دورہ کیا۔

انتخابات پنجاب اسمبلی اور قادیانی گروہ

پنجاب اسمبلی کے گذشتہ انتخابات کے موقع پر مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے پنجاب مسلم لیگ کے صدر صوفی عبد الحمید اور جنرل سیکرٹری محمد اقبال چیمہ سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ذمہ داران مسلم لیگ سے درخواست کی گئی کہ مسلم لیگ نے اگر کسی بھی مرزائی کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دے دیا تو ہم مسلم لیگ کے ڈسپلن کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ مسلم لیگ کے ان حضرات نے اس معاملہ میں اپنی جدوجہد کا یقین دلایا۔ لیکن ہوا یہ کہ مسلم لیگ نے تین قادیانیوں کو اسمبلی کے ٹکٹ دے دیئے۔ اور اس انتخاب میں سات دیگر مرزائی مسلم لیگ کے مقابلہ میں امیدوار کھڑے ہو گئے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین نے ان دس نشستوں پر قادیانی امیدواروں کا پوری طرح مقابلہ کیا۔ خدا کا شکر ہوا کہ ایک بھی قادیانی پنجاب اسمبلی کا رکن نہ بن سکا۔

اس طرح مسلمانوں نے اپنے ووٹ کی قدرو قیمت سے مرزائیوں کو غیر مسلم ثابت کر دیا(اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جن قادیانیوں کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا گیا تھا ان میں سے ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا۔)

تبلیغی نظام کی ضرورت

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف فریضہ تبلیغ ہی اپنی امت کے لئے چھوڑا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں اس کام کے لئے تاکید فرمائی ہے۔

ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر اور دوسری جگہ امت محمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

یعنی تم میں سے ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے کہ جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے۔ لوگوں کو اچھے کاموں کی طرف متوجہ کرائے۔ اور برے کاموں سے روکے۔

علاوہ ازیں خاتم الانبیاء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بار بار تاکید فرمائی ہے چونکہ نبوت و رسالت کے تمام سلسلے منقطع ہو گئے ہیں اب اشاعت اسلام اور دین کی تبلیغ دین کا کام امت محمدیہ کے ذمہ عائد ہو گیا ہے۔

اس وقت تمام باطل فرقوں کے لوگ اپنے عقائد و نظریات کی اشاعت میں دن رات صرف کر رہے ہیں اور مسلمان اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت سے بالکل غافل ہیں۔ دوسروں کا حال یہ ہے کہ مثلاً پاکستان کے سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو کراچی میں تقریر کرنے سے سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے جب منع کیا تو ظفر اللہ خاں صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنے عہدہ سے مستعفی تو ہو سکتا ہوں لیکن اپنی جماعت کے اجتماع میں تقریر کرنے سے ہرگز ہرگز نہیں رک سکتا۔

اور ادھر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ہمارے ذمہ داران حکومت اور صاحب

اقتدار لوگ اسلام کی تبلیغ کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اکثر مقامات ایسے بھی ہیں جہاں کے مسلمان نماز روزہ سے بھی ناواقف ہیں اور برادریوں کی رسومات قبیحہ میں الجھ کے رہ گئے ہیں۔ اور کئی علاقے ایسے بھی ہیں جہاں کے لوگ دین کی بات تک سننا پسند نہیں کرتے۔ اور کئی ایسے بھی ہیں جو اپنے اندر یہ استطاعت نہیں رکھتے کہ کسی مبلغ کو بلا کر اس کے اخراجات کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ اس طرح وہاں تبلیغ کے تمام راستے بالکل مسدود ہیں۔ تبلیغ اسلام کے لئے ایک ایسی جماعت کی سخت ضرورت تھی کہ جو اپنے اخراجات پر علماء کرام اور مبلغین بھیج کر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دے۔ تاکہ وہ ملک کے ایسے تمام علاقوں میں خود پہنچیں اور وہاں ان کی خدمت کے لئے رقم خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک تبلیغی نظام قائم کر کے اس کمی کو بااحسن طریق پورا کر دیا۔ اور اپنے خرچ پر مبلغین کی ایک بڑی جماعت پاکستان کے مختلف علاقوں میں مقرر کر دی۔

مبلغین اپنے جماعتی اخراجات پر ہر جگہ جا کر تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تبلیغ کا نتیجہ

۱۹۴۹ء میں مجلس ختم نبوت کی تنظیم جدید کی گئی تھی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں اگر حکومت اس کے دفاتر کو بند اور اس کے سامان کو اپنے قبضہ میں نہ لیتی تو یہ جماعت بڑی مضبوط ہو جاتی۔ پچھلے تین سالوں میں اس جماعت کے مبلغیں کی تعداد سولہ تک پہنچ گئی تھی اور اس کے مبلغین اور دفتری عملہ کے ماہانہ خرچ کا تخمینہ تین ہزار روپے ماہوار تک پہنچ گیا تھا ان دنوں ملک میں جماعت کے لئے ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ جماعت اپنے خرچہ پر اپنا کوئی مبلغ بنگال یا باہر کسی دوسرے ملک میں بھیج دیتی مگر تحریک کے دوران میں اس جماعت کے روپے سامان اور دیگر ضروری کاغذات حکومت نے اپنے قبضہ میں لے لئے اس طرح جماعت کی ترقی کو زبردست نقصان

پہنچا۔

۱۹۵۰ء میں اس جماعت کی تبلیغ کے نتیجہ میں تین صد قادیانی اپنے عقائد سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ ۵۲۔ ۱۹۵۱ء میں تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں کی تعداد اس سے بھی بڑھ گئی۔ اس وقت چونکہ دفتر کے ضروری کاغذات وغیرہ پولیس کے قبضہ میں ہیں۔ اس لئے کام کے متعلق پورے پورے اعداد و شمار پیش کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت سے قبل مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنی تین سال کی مفصل رپورٹ شائع کرنے کا انتظام کیا تھا اور وہ رپورٹ ایک ماہ کے اندر شائع ہو جاتی مگر افسوس کہ وہ مسودہ بھی دوسرے کاغذات ساتھ ضبط ہو گیا اس مجبوری کی بناء پر نومبر ۱۹۴۹ء سے فروری ۱۹۵۳ء تک کا مفصل حساب کتاب شائع کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

گوجرانوالہ نے ۱۹۴۹ء میں تبلیغ کانفرنس ملتان کے موقع پر ایک ہزار روپے سے زائد رقم روانہ کی تھی۔ لائل پور' ٹوبہ ٹیک سنگھ' گوجرہ' اوکاڑہ' منٹگمری' ملتان' بہاولپور' احمد پور شرقیہ' چشتیاں' ڈیرہ نواب' حاصل پور' ہارون آباد' راولپنڈی' سرگودھا' اترا' چنیوٹ' سمندری' غازی پور' کراچی' میرپور خاص' ڈگری' نواب شاہ' ڈیرہ اسماعیل خاں سمیت ہر علاقہ کے مسلمانوں نے زکوۃ اور چرم قربانی سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی امداد ہمیشہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ

ملتان کے مدرسہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ کے موقع پر پاکستان کے چیدہ چیدہ اور ممتاز علماء کرام مشائخ عظام ہمیشہ تشریف لاتے ہیں۔ تحریک تحفظ ختم نبوت سے قبل حضرت علامہ سید محمد سلیمان ندوی مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا شبیر علی تھانوی بھی تشریف لائے۔ ضرورت تبلیغ کے موضوع پر ان سب حضرات سے تبادلہ خیالات کیا گیا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ بخاری بھی اس گفتگو میں شریک تھے۔

ان حضرات کے سامنے مجلس تحفظ ختم نبوت کی تبلیغی خدمات کی مختصر روئیداد

پیش کی گئی۔ چنانچہ ان حضرات نے جماعتی اداروں کے لئے اپنے تعاون کا یقین دلایا اور تبرکاً ایک ایک روپیہ عنایت فرما کر مجلس کی رکنیت قبول کرنے کا شرف بخشا۔

حضرت علامہ سید محمد سلیمان ندوی پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کے وصال سے پاکستان کے علمی و دینی گروہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

جیل سے رہائی کے بعد

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی دفتر واقع ملتان کا تمام سامان پولیس نے اپنے قبضہ میں لے کر دفتر پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ مجلس نے کئی ماہ تک کے لئے مالک مکان کو پیشگی کرایہ ادا کر دیا تھا۔ دفتر میں پولیس کا ایک ذمہ دار افسر رہائش پذیر ہو گیا۔ اور اس طرح یہ دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت کو آج تک نہیں مل سکا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر مجبوراً مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو اپنا دوسرا دفتر کرایہ پر لینا پڑا۔

مجلس کے دفتر کے قیام کے بعد باقاعدہ طور پر جماعتی کام شروع کر دیا گیا اور مجلس کے اخراجات پر اس وقت سترہ مبلغ پاکستان کے مختلف علاقوں میں تبلیغ دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دستور مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے اپنا دستور شائع کر کے اپنے اغراض و مقاصد اور طریق کار کا واضح اعلان کر دیا ہے۔ تفصیلی معلومات تو دستور پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ مگر اجمالی طور پر مجلس کا نصب العین اور طریق کار حسب ذیل ہے۔

۱۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا دائرہ عمل صرف تبلیغ دین اور اشاعت اسلام تک محدود ہو گا۔ اس مجلس کے اراکین و مبلغین ملک کی مروجہ سیاسیات یعنی الیکشنی سرگرمیوں اور جنگ اقتدار میں من حیث الجماعت قطعاً کوئی حصہ نہیں لیں گے۔

۲۔ وہ ملکی مفاد کے خلاف کسی قسم کے تشدد یا بغاوت میں قطعاً شریک نہ ہوں

گے۔

۳۔ مجلس کی بنیادی پالیسی (نصب العین اور اغراض و مقاصد) میں اراکین کی اکثریت بھی کسی وقت کسی قسم کی تبدیلی نہ کر سکے گی۔

۴۔ مجلس کا مالی سال محرم سے شروع ہو گا اور ذی الحجہ پر ختم ہو گا۔

مجلس کے آمد و صرف کا حساب و کتاب باقاعدہ آڈٹ کرانے کے بعد شائع ہوا کرے گا۔

۵۔ جو لوگ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اغراض و مقاصد اور نصب العین سے متفق ہوں۔ لیکن وہ کسی وجہ سے مجلس کی شرائط رکنیت پوری نہ کر سکتے ہوں تو وہ مجلس کے معاون کہلائیں گے۔

☆ مجلس تحفظ ختم نبوت کا نصب العین اور اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تبلیغ و اشاعت اسلام

۲۔ اصلاح عقائد و اعمال۔ تربیت اخلاق

ور بالخصوص تحفظ عقیدہ ختم نبوت جس کے لئے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کئے جائیں گے۔

۱۔ مبلغین و داعیان اسلام کا تقرر۔

۲۔ شعبہ نشر و اشاعت کا قیام

۳۔ دینی مدارس کا قیام اور ان کی تنظیم

۴۔ تعلیم بالغان۔

۵۔ تعلیم نسواں۔

اس وقت سترہ مبلغین پر مشتمل ایک تبلیغی جماعت اور مکتبہ تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔ باقی شعبہ جات انشاء اللہ بہت جلد قائم کر دیئے جائیں گے۔

انتخاب

مجلس کا دستور منظور ہونے اور موجودہ اراکین نے فارم رکنیت پر کر کے باقاعدہ

ممبر بننے کے بعد فیصلہ کیا کہ مجلس کا عارضی انتخاب عمل میں لایا جائے۔چنانچہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر مرکزی منتخب کئے گئے۔ آپ نے دستوری قواعد و ضوابط کے تحت مرکزی مجلس شوریٰ کے لئے مندرجہ ذیل حضرات اراکین شوریٰ نامزد کئے۔

۱۔ مولانا محمد علی جالندھری ۲۔ مولانا عبد الرحمٰن میانوی

۳۔ مولانا لال حسین اختر ۴۔ مولانا تاج محمود لائل پور

۵۔ مولانا محمد یوسف مجاہد مظفر گڑھ ۶۔ مولانا محمد رمضان میانوالی

۷۔ مولانا نذیر حسین پنو عاقل (سندھ) ۸ مولانا علاؤ الدین ڈیرہ اسماعیل خان

۹۔ حافظ محمد شریف ملتان ۱۰۔ ماسٹر اختر حسین ملتان

مجلس کا یہ عارضی انتخاب اواخر ذی الحجہ تک رہے گا۔ اور یکم محرم الحرام ۱۳۷۵ھ کو مجلس کا جدید انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔

قبل ازیں اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران مجلس کے ضروری کاغذات پولیس نے اپنی تحویل میں لے لئے تھے ۔ اس لئے تحریک سے قبل آمد و صرف کا حساب شائع کرنا فی الحال ناممکن ہے اس سلسلہ میں قارئین کرام سے معذرت کی جاتی ہے۔ اس روداد میں جیل سے رہائی کے بعد شوال سے ذالحج تک کی آمدوصرف کا حساب شائع کیا جا رہا ہے ۔ مجلس کا مالی سال چونکہ محرم سے شروع ہوتا ہے اس لئے آئندہ محرم سے ذی الحجہ تک کا حساب شائع کیا جائے گا۔

(انشاء اللہ ۔ مقدمہ روئیداد ۱۳۷۳ھ)

باب سوم
مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام اور لیگ حکومت کا عتاب

مجلس تحفظ ختم نبوت کا ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو باضابطہ پہلا انتخاب ہوا۔ جس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر مرکزیہ اور مولانا محمد علی جالندھری

مرکزی ناظم اعلیٰ قرار پائے۔

مجلس کے قیام کے ساتھ ہی لیگی حکومت نے مرزائیت نوازی کی حد اور ظلم کی انتہا کر دی ایسے محسوس ہوتا ہے کہ برسراقتدار طبقہ کو مرزائیت کے احتساب کے لئے مجلس کا قیام قابل قبول نہ تھا۔ پابندیوں کے نت نئے احکامات جاری ہونے لگے ان سب کا شمار کرنا تو ممکن نہیں تاہم چند خبریں ملاحظ ہوں۔

کھیانہ۔ ۳۱ جنوری۔ "اطلاع ملی ہے کہ سرگودہا پولیس نے پرسوں رات تین بجے کے قریب مولانا لال حسین اختر سے ایک نوٹس کی تعمیل کرائی ہے جس کے تحت انہیں سرگودہا میونسپل حدود میں تین ماہ کے لئے پابند کر دیا گیا ہے۔ یہ نوٹس سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت جاری کیا گیا تھا حکم کی تعمیل اس وقت کرائی گئی جب وہ مقامی مسجد قاضیانوالی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر کے باہر نکل رہے تھے۔ دوسری اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ جھنگ پولیس نے سیفٹی ایکٹ کے تحت جاری کردہ ایک نوٹس کی تعمیل مقامی مسجد قاضیانوالی کے خطیب و امام مولانا غلام قادر سے بھی کرائی ہے۔ اس میں انہیں ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ احمدیوں کے متعلق اپنی تقریروں کا سلسلہ بند کر دیں۔

خیال رہے مولانا غلام قادر خلاف قانون جماعت کے صدر تھے۔ اور گزشتہ قادیانی تحریک کے سلسلہ میں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہو کر سنٹرل جیل میں پابند رہے ہیں یہ پابندی تین ماہ کے لئے لگائی گئی ہے۔" (روزنامہ غریب لائل پور ۲/ فروری ۱۹۵۵ء)

روزنامہ سعادت لائل پور ۱۸ جنوری ۵۶ء کی اطلاع کے مطابق ختم نبوت کانفرنس سمندری میں منعقد ہوئی اور مرزائیت کے خلاف تقریر کرنے کے جرم میں مولانا قاری لطف اللہ پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔

لاہور میں ۲۵،۲۶،۲۷ فروری ۵۶ء کو ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ تحریک کے بعد پہلی کانفرنس تھی اسکی تقاریر اور گرفتاریوں کی خبریں ملاحظہ ہوں۔

لاہور ۲۵/ فروری آج رات دہلی دروازے کے باہر پاکستان ختم نبوت کانفرنس

کے افتتاحی اجلاس میں مولانا محمد علی جالندھری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جب حکومت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہاں پر ایسا آئین رائج ہو گا۔ جو قرآن و سنت کے احکام کے خلاف نہیں ہو گا تو پھر ہم کو حق پہنچتا ہے کہ ہم مطالبہ کریں کہ مرزائیوں کو مسلمانوں میں شامل نہ ہونے دیں۔ کیونکہ قرآن اور سنت کی رو سے رسول خدا کے بعد دعوے نبوت کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مولانا نے مزید کہا کہ تحریک ختم نبوت کے احباب ہم سے پوچھنے کی بجائے خواجہ نظام الدین سے پوچھنے جائیں اس لئے کہ یہ خواجہ ناظم الدین اور ان کی حکومت بھی جس نے مرزائیوں کو دائرہ اسلام میں شامل کرنے کی کوشش کی اور آج ہم پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی جانیں غلط طریقے سے ضائع کروا دیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انسان اپنے ایمان کے لئے جانیں دیتا ہے اور وہ یہ نہیں سوچا کرتا کہ آیا وہ کامیاب ہو گا یا نہیں اگر کسی تحریک میں سب سے پہلی شرط کامیابی ہوتی تو پھر آج امام حسینؓ کی قربانی پر داد دینے والے تاریخ میں نہ ہوتے۔ اس لئے کہ امام حسینؓ بھی تو کامیاب نہیں ہوئے تھے' لیکن اس ناکامی کے باوجود امام حسینؓ نے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ جب تک اس دنیا میں سچائی باقی ہے لوگ امام حسینؓ کے نقش قدم پر چل کر جانیں دیتے رہیں گے ہم نے ختم نبوت کی صداقت منوانے کے لئے جدوجہد کی اور یہ جدوجہد جاری رہے گی۔ مسلمانوں نے اس مقصد کے لئے جو قربانیاں دی ہیں۔ ہم اس کی پوری ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔

مولانا نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اور طرح سے اس مسئلے کو سوچئے۔ کہ دو سو سال تک مختلف علمائے دین اور سیاسی زعما برطانوی شہنشاہیت کے خلاف لڑتے رہے۔ ان کو بہت دنوں تک کامیابی نہ ہوئی۔ تو کیا ان کی قربانیاں رائیگاں گئیں۔ اگر وہ قربانیاں نہ کرتے۔ تو کیا پاکستان کا قیام ممکن ہوتا۔ اس لئے آج ہم سے جو یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم نے یہ قربانیاں ضائع کروا دیں۔ تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جلیانوالہ باغ میں جنہوں نے گولیاں کھائی تھیں۔ تو کیا وہ رائیگاں تھیں جنہوں نے خلافت میں جیل کی کوٹھڑیوں کو آباد کیا تھا کیا وہ بیوقوف تھے۔ کیا قصہ خوانی کے

بازار میں شہید ہونے والے پٹھان پاگل تھے۔ اگر ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں۔ تو ہماری قربانیاں بھی رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اور ایک نہ ایک دن رنگ لائیں گی۔

لاہور میں ختم نبوت کانفرنس ۵۳ء مارچ کے بعد پہلی بار ہو رہی ہے اور مولانا محمد علی جالندھری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی تقریباً ۳ برس کے بعد کسی کانفرنس سے خطاب کرنے کے لئے آئے ہیں۔

آج کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر نہ کر سکے کیونکہ ان کی طبیعت ناساز تھی۔ اب وہ اتوار کو دوپہر ایک بجے کی کانفرنس میں تقریر کریں گے۔

مولانا محمد علی جالندھری کی گرفتاری اور رہائی

لاہور۔ ۲۵ فروری آج مولانا محمد علی جالندھری کو جب وہ ملتان سے لاہور آ رہے تھے۔ ۲۱ پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت ایک مبینہ قابل اعتراض تقریر کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا۔ بعد میں انہیں ایک ہزار روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

ڈپٹی کمشنر لاہور کی طرف سے مولانا کو تحریری طور پر تنبیہہ کی گئی ہے کہ وہ اشتعال انگیز تقریر سے گریز کریں۔(روزنامہ امروز لاہور ۲۷ فروری ۱۹۵۶ء)

شیخ حسام الدین کے نام عدالت کا نوٹس

لاہور ۲ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے ایک سول جج شیخ محمد شفیع کی عدالت سے مشہور احرار لیڈر اور روزنامہ "آزاد" لاہور کے پرنٹر پبلشر شیخ حسام الدین کے خلاف نوٹس جاری کرنے کا حکم صادر کر دیا گیا ہے۔(تسنیم لاہور ۴/مارچ ۱۹۵۶ء)

حکومت نے پابندیاں لگائیں تو سرکاری درباری مینڈک برسات کا سماں دیکھ کر ٹرانے لگے خبر ملاحظہ ہو:

لاہور ۲/مارچ۔ ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء پاکستان مولانا مفتی محمد حسین نعیمی خطیب جامع مسجد دالگراں لاہور نے آج جمعہ کے روز مسجد دالگراں میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ احرار والے شروع سے لے کر آج تک ملک میں انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت بھی ان لوگوں نے اس عظیم تحریک کو بہت زیادہ نقصان

پہنچایا۔ اور لوگوں کے جذبات سے کھل کھیلے۔

اب پھر یہ لوگ مقدس نام کی آڑ لے کر اس ملک میں انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے سربراہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور محمد علی جالندھری جگہ جگہ انتشار پسندانہ تقریریں کر کے عوام کے جذبات کو مشتعل کر رہے ہیں۔ اگر پھر ان لوگوں نے پہلے کی طرح ملک میں انتشار پھیلایا تو اس کے نتائج حد درجہ خطرناک ہوں گے۔ ہم لوگوں کو ان سے خبردار رہنا چاہئے۔ اگر یہ پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور عوام جذبات میں بہہ کر ان کے پیچھے لگ گئے۔ تو پھر اسی طرح اس ملک میں ہنگامے ہوں گے۔ انتشار پھیلے گا اور نوبت مقدمہ بازی تک پہنچے گی۔ اور لوگوں کو بعد میں عدالتی کاروائیوں سے پتہ چل جائے کہ ان کے اغراض و مقاصد کیا تھے اس لئے ہم سب کو ان لوگوں سے خبردار رہنا چاہئے۔ اور جذبات میں بہنے کی بجائے تعمیری کاموں میں لگ جانا چاہئے اب اس ملک کی حیثیت ایک مسجد کی سی ہے دستور خدا کے فضل و کرم سے بن گیا ہے۔ اور ہماری ایک راہ متعین ہو گئی ہے ہم سب لوگوں کو اب تعمیری کاموں میں لگ کر اس عظیم نصب العین کر اپنانا چاہئے۔ جس کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں۔(تسنیم لاہور ۴/مارچ ۱۹۵۶ء)

جھنگ میں فروری کے آخری دنوں میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنمایان حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری' مولانا محمد لقمان علی پوری' مولانا غلام قادر اور دوسرے رہنماؤں نے خطاب کیا۔(تسنیم ۲۶/ فروری ۱۹۵۶ء)

ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے حکومتی کارندوں' سرکاری درباری علمائے سوء اور اخبار تسنیم نے تحریک کے رہنماؤں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ آغا شورش کاشمیری نے ایک موقع سے مناسبت پیدا کر کے تحریر فرمایا۔

"خون رائیگاں"

اخباروں میں ایک خبر چھپی ہے۔ کہ ۲۱/ فروری کو مشرقی پاکستان میں "یوم

شہید" منایا گیا۔ وزیر اعلیٰ ابو حسین سرکار نے "شہیدوں کی یادگار" کا سنگ بنیاد رکھا۔ شہر میں مکمل ہڑتال کی گئی صبح ایک جلوس نکالا گیا۔ جس میں وزیر اعلیٰ' صوبائی وزراء اور مولانا عبد الحمید بھاشانی ننگے پاؤں چل رہے تھے۔ تمام سرکاری دفاتر حتیٰ کہ بینک اور تجارتی ادارے بھی دن بھر بند رہے طلبہ نے ہوٹلوں پر سیاہ پرچم لہرائے ـــــــ

آپ حیران ہوں گے کہ یہ کن شہیدوں کا احترام ہے۔ پھر یہ دن مشرقی پاکستان ہی میں کیوں منایا گیا یہاں کیوں نہیں؟ کیا ان شہداء کی یاد میں تھا جو قیام پاکستان کے وقت شہید ہوئے تھے کیا شہدائے کشمیر؟ جی نہیں۔ یہ اس نوجوان کی شہادت پر ہے جو بنگالی زبان کو پاکستان کی زبان بنوانے کے جذبے سے سرشار ہو کر شہید ہو گیا۔ اس کا نام برکت تھا اور وہ میڈیکل کالج کا طالب علم تھا ـــــــ اسی کے احترام میں پاکستانی دستوریہ کا اجلاس پانچ منٹ کے لئے ملتوی کیا گیا ـــــــ!

پھر آپ نے یہ بھی سنایا دیکھا ہو گا کہ لاہور میں قیوم شاہی کے ہاتھوں قاضی عطاء اللہ ہسپتال میں دم توڑ گئے تھے۔ اس وقت ان کے جنازہ پر آتے ہوئے بڑے بڑے حریت ماب گھبراتے تھے۔ صرف اس لئے کہ ڈاکٹر خاں صاحب کی ماتحت پولیس کے موجودہ افسران کا نام سیاہ فہرست میں درج کرتے تھے لیکن آج انہی قاضی صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں پشاور کے تمام لیگی و غیر لیگی روزناموں نے اپنے خاص ایشو نکالے ہیں۔

اور وہ سر خپوش جنہیں قیوم نے بھاڑہ میں گولیوں سے شہید کیا تھا ان کے وارث ـــــــ حیات ہیں۔

دو سیاسی تحریکیں تھیں ان کے سیاسی ورثاء اپنے اپنے موقف پر قائم ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان شہیدوں کا بھی کوئی وارث ہے؟ جنہیں محمدؐ کی ختم المرسلینی کے جرم بے جرم میں رہنماؤں کی سازش اور امن عامہ کی گولیوں کا شکار ہونا پڑا ـــــــ؟

آخر اس خون رائگاں کا ذمہ دار کون ہے۔؟

سازش کنندہ تو مصالحت کا ہاتھ بڑھا کر برسر کار آگئے لیکن محمدؐ کے نام پر مرنے والوں کا خون رائگاں گیا۔؟

ان کے مزاروں پر کوئی وزیر اعلیٰ پیدل چل کر جائے تو کیوں؟ ماؤں بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کا تو کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہیں ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

(چٹان لاہور ۲۷/ فروری ۱۹۵۶ء)

ختم نبوت کانفرنس میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی تقریر

لاہور ۲۶/ فروری۔ آج شام ساڑھے پانچ بجے دو روزہ ختم نبوت کانفرنس ختم ہو گئی۔ آخری اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانان عالم کا بنیادی عقیدہ ہے اور جب بھی کبھی کسی طرف سے نبوت کا دعوے کیا جائے گا تو مسلمان اس دعوے کے پیش کرنے والے اور اس کے حامیوں کے خلاف صف آرا ہو جائیں گے اور صدیق اکبرؓ کی سنت تازہ کردیں گے۔

شاہ صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک ختم ہو گئی ہے' وہ سخت غلطی پر ہیں۔ یہ تحریک کبھی ختم نہیں ہو سکتی جب تک ہمارے مطالبات تسلیم نہیں کئے جاتے اور مرزائیوں کو اقلیت قرار نہیں دیا جاتا اس تحریک کے نتائج ہم پوری طرح قبول کرتے ہیں اور اس تحریک میں جتنے ذمہ دارانہ یا غیر ذمہ دارانہ اقدامات کئے گئے ہیں ان سب کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں' اور آئندہ بھی اس سلسلے میں مسلمان جو قدم اٹھائیں گے ان کی ذمہ داری بھی میں آج ہی قبول کرتا ہوں اور ان اقدام کی پاداش میں جو بھی سزا ملے گی اس کو ہنسی خوشی برداشت کروں گا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں کہا کہ ختم نبوت کے سلسلے میں ہماری حکومت نے ہم سے جو سلوک کیا وہ کسی بھی آزاد ملک کے شایان شان نہیں انگریز تو ہمیں سزائیں دیا ہی کرتا تھا۔ اس لئے کہ ہم اس کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے لیکن اس حکومت کے خلاف تو ہم نہیں لڑ رہے ہیں۔ بلکہ ہم تو صرف مسلمانوں

کے بنیادی عقیدے کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن اس حفاظت کے جرم میں حبس بے جا میں رکھا گیا اور ہماری رہائی حکومت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ عدالت عالیہ کے فیصلے کے مطابق ہم رہا ہوئے تھے۔

شاہ صاحب نے جماعت اسلامی کے قائد مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی.......... نے جو بیان تحقیقاتی عدالت میں دیا تھا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ستم نہیں کہ ایک طرف مولانا مودودی تحریک ختم نبوت میں دوسرے علماء کے ساتھ رہے اور راست اقدام کی قرار داد کی تدوین میں شریک رہے دوسری طرف تحقیقاتی عدالت میں اس تحریک میں شرکت سے صاف مکر گئے اور کہا کہ اس تحریک کی ذمہ داری مرزائیوں' مرکزی حکومت صوبائی حکومت اور ان جماعتوں پر ہے جو اس تحریک سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ اور مولانا مودودی نے بات یہاں تک نہیں رکھی بلکہ اس بیان میں یہ بھی مطالبہ کیا کہ ان پر مقدمہ چلایا جائے۔

شاہ صاحب نے کہا کہ میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ مقدمہ چلایا جائے تاکہ پتہ چل جائے کہ آج دستور اسلامی کے داعی کتنے جھوٹے ہیں اور ان کے پراپیگنڈے اور تحریک کی پوری بنیاد کس قدر کذب و افترا پر ہے

شاہ صاحب نے آخر میں کہا کہ حق کو سننا' حق کو ماننا اور حق کو منانے کے لئے لڑنا میرا شیوہ ہے اور اس کو چھوڑنے کے لئے نہ عطاء اللہ شاہ تیار ہے اور نہ اس کے ساتھی۔

آج اس کانفرنس میں مختلف قراردادیں منظور کی گئیں جن میں مطالبہ کیا گیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ انہیں کلیدی اسامیوں سے برطرف کیا جائے یہ بھی کہا گیا کہ اگر دستور میں اس مطالبے کو تسلیم نہ کیا گیا تو یہ آئین قطعاً اسلامی نہیں ہو گا۔

ایک دوسری قرارداد میں تحریک ختم نبوت میں شہید ہونے والوں کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ۴/مارچ کو یوم شہدائے ختم نبوت منانے کی اپیل کی گئی۔(امروز لاہور ۲۸/ فروری ۱۹۵۶ء)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی پر پابندی

۱۲ مارچ معلوم ہوا ہے کہ ڈپٹی کمشنر لاہور نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری کے داخلہ لاہور پر پابندی عائد کر دی ہے۔(روزنامہ تسنیم لاہور ۱۴ مارچ ۱۹۵۶ء)

جامعہ رشیدیہ ساہی وال میں ۲۶،۲۵،۲۴ مارچ ۱۹۵۶ء کو سہ روزہ تبلیغی کانفرنس تھی انتظامیہ نے کانفرنس کی منظوری کے لئے شرط عائد کی کہ مرزائیوں کے خلاف کسی قسم کی تقریر نہ ہو گی۔ اس پر بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری کے داخلہ منٹگمری پر پابندی عائد کر دی۔(تسنیم لاہور ۲۹، ۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء)

مولانا لال حسین اختر کی ولولہ انگیز تقاریر

بہاولنگر آج مورخہ ۲۵،۲۴ مارچ کو مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر کا دو روزہ اجلاس ہوا جس میں مناظر اسلام زعیم ختم نبوت آقائے لال حسین اختر نے دو تقریریں کیں ۲۴/مارچ کو بعد نماز عشاء جامع مسجد میں مولانا موصوف نے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان اور مسئلہ جہاد پر بصیرت افروز تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ ہمارے ذمہ دو فرض ہیں ایک فرض ملک کی حفاظت اور دوسرا مذہب کی حفاظت کرنا ہے آج رات میں ملک کی حفاظت کے متعلق کچھ بیان کرونگا اور کل مذہب اور عقیدہ کی حفاظت کے متعلق بیان کروں گا مولانا نے ملک کی آزادی کی تاریخ بیان فرمائی اور پھر مسئلہ جہاد کی حقیقت اور موجودہ وقت میں مسلمانوں کیلئے ملک کی حفاظت کا لائحہ عمل بیان فرمایا مولانا کی تقریر پورے بارہ بجے ختم ہوئی۔

دوسرے دن بعد نماز عشاء جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں آقائے لال حسین اختر نے عقیدہ ختم نبوت اور محمدی اسلام کے متعلق ایک مدلل تقریر فرمائی سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ہم نے عقیدہ ختم نبوت

کے لئے ایک تحریک چلائی تھی اس میں ملک کے تین سو جید علماء کرام نے باتفاق حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اسکے لئے قربانیاں دی گئیں ۷۵ ہزار آدمی جیلوں میں گئے دس ہزار شمع رسالت کے پروانوں نے جام شہادت نوش کیا مگر ہمیں افسوس ہے کہ اب جو دستور بنا ہے اس میں مسئلہ ختم نبوت کے متعلق کوئی دفعہ نہیں لیکن ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ جس دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا ہو ہم اسکو مکمل طور پر اسلامی دستور نہیں سمجھیں گے اور ہم قادیانیوں کو اقلیت قرار دلائے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے شہدائے ختم نبوت کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ آپ نے فرمایا کہ فتنہ مودودیت بھی فتنہ قادیانیت سے کم نہیں مودودی صاحب صحابہ کرام اور بزرگان دین پر تنقید کریں تو کوئی بات نہیں اگر ہم مودودی صاحب پر تنقید کریں تو مودودیان کرام چیخ اٹھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودیان کرام کو صحابہ کرام کی عزت کی نسبت مودودی صاحب کی عزت زیادہ عزیز ہے۔ پچھلے دنوں یہاں مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے تقریر فرمائی تھی جس میں مودودیوں نے شور مچا کر کفار کی سنت کو پورا کیا تھا۔ اس دن والی تقریر کا میں ذمہ دار ہوں' مولانا نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے بڑے فخر کے ساتھ اعلان کیا۔ کہ مودودیو اس دن آپ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب پر اعتراض کئے تھے' وہی اعتراض آپ مجھ پر کریں میری تقریر میں جو آپکو اعتراض ہے یہاں آکر کریں میں آپکو پانچ منٹ وقت دونگا اور میں پانچ منٹ آپ کے سوالوں کا جواب دونگا پھر آپ پانچ منٹ میں سوال کریں میں پانچ منٹ میں جواب دونگا۔ اگر کوئی مائی کا لال ہے تو میدان میں آئے یہ کہہ کر مولانا خاموش ہو گئے اور مودودیوں کا انتظار کرنے لگے لوگوں نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے مولانا نے پھر اعلان کیا اگر کسی مودودی میں ہمت ہے تو میدان میں آئے اس دن مودودیوں نے موقع د یکھکر حضرت مولانا احمد علی صاحب کی تقریر کے دوران میں شور وغل شروع کر دیا تھا کاش اس دن میں بھی یہاں موجود ہوتا۔ رات کے بارہ بجے ختم ہوا مولانا کی تقریر سن کر عوام نے مودودیت سے اظہار ناراضگی کیا اور کسی

مودودی کو بھی اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ اٹھ کر مولانا موصوف پر کوئی سوال کر سکے۔(ہفتہ وار رفیق۔ بہاول نگر یکم اپریل ۱۹۵۶ء)

بھلوال۔ ۲۹/۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء کو دو روزہ تبلیغی کانفرنس کے سلسلے میں مولانا لال حسین صاحب اختر' مولانا غلام غوث صاحب سرحدی' مولانا محمد اکرم صاحب اور سائیں محمد حیات صاحب پسروری تشریف لائے یہ کانفرنس "مجلس تحفظ ختم نبوت" سرگودہا کے زیر اہتمام ہوئی اور مولوی حبیب الرحمن صاحب خطیب جامع مسجد بھلوال نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔مولانا لال حسین صاحب اختر نے اپنی تقریر میں بتایا کہ "مجلس تحفظ ختم نبوت" کا مقصد صرف ختم نبوت' کی حفاظت کرنا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ تمام دین کی حفاظت بھی مقصود ہے۔ مولانا نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ مرزائیوں کو جلد اقلیت قرار دے انہوں نے کہا کہ انہیں اقلیت قرار دیئے بغیر اسلامیہ جمہوریہ پاکستان نامکمل رہ جاتا ہے۔ انہوں نے اس بات پر مسرت کا اظہار فرمایا کہ ہمارے ملک پاکستان کا قانون اسلامی اصولوں پر مبنی ہو گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسے مکمل طور پر اسلامی قانون بنانے پر زور دیا۔(ہفت روزہ عزم نو سرگودہا یکم اپریل ۱۹۵۶ء)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر پابندی

ملتان۔ ۲۱ مئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے اطلاع دی ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو ۶ ماہ کے لئے ملتان کی بلدیاتی حدود میں نظر بند کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو بھی ۶ ماہ کے لئے ملتان میں پابند کرنے کے احکامات جاری ہو گئے ہیں ان دونوں حضرات پر ۶ ماہ کی پابندیاں دوسری بار عائد کی گئی ہیں ان کا لاہور۔ منٹگمری سیالکوٹ میں بھی داخلہ بند ہے۔۔۔روزنامہ آفاق لاہور ۱۷/ مئی ۱۹۵۶ء)

ان ناروا پابندیوں پر آغا شورش کاشمیری نے ہفتہ وار چٹان لاہور میں یہ مقالہ

تحریر کیا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر مسلسل عتاب

تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلدیہ ملتان کے حدود میں سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۶ کے ماتحت چھ ماہ کیلئے نظر بند کر دیا گیا ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری پر بھی انہی احکام کا اطلاق کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے پیشتر ہر دو حضرات پر خانیوال اور ملتان میں علی الترتیب مقدمات چل رہے ہیں مزید معلوم ہوا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے کارکنوں پر مختلف مقامات پر نہ صرف مقدمات دائر کئے جا رہے ہیں بلکہ ان کی سرگرمیوں کو بھی آئے دن محدود کیا جا رہا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک ایسا فعل ہے جس کی تائید کوئی جمہوریت پسند شہری نہیں کر سکتا۔ اول تو سیفٹی ایکٹ بجائے خود ایک غیر پسندیدہ قانون ہے اس کے ماتحت اس قسم کی پابندیاں عائد کرنا اور بھی غیر پسندیدہ ہے آج تک دو چار اخلاقی مقدموں کے سوا ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آرہی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سیفٹی ایکٹ جیسے سفید قوانین جن دعاوی کے ساتھ بنائے گئے تھی ان دعاوی میں سے کوئی مقصد یا دعوی سامنے آیا ہے۔ تاہم مملکت کے تحفظ کا ضرور تاثر دیا۔ لیکن اس سے جو کام لئے گئے یا اب تک لئے جا رہے ہیں۔ وہ قطعاً تحفظ مملکت کے حسب حال نہیں۔ ایسے قوانین سے عموماً کسی برسراقتدار گروہ کے ناموس کا تحفظ سامنے ہوتا ہے یا پھر گروہی مفاد یا پھر کسی ایسے فرد یا جماعت کی دلجوئی جو حکومت کی محبوبوں میں ہو۔ یا پھر افسروں اور وزیروں کے ہم عقیدہ دوائر کی نگہبانی اس کے سوا سیفٹی ایکٹ نے کبھی کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا اور اگر کبھی اس قبالہء سیاست نے کوئی کارنامہ انجام دیا ہے تو ہمیں اعتراف ہے کہ وہ ہمارے علم میں نہیں

دوم۔ سیفٹی ایکٹ اکثر ایسے لوگوں پر برتا جا رہا ہے جو شاید اس کے جواز پر بھی اس کے سزا وار نہ ہوں ــــــ ہم ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کو کسی الجھن یا مخمصہ میں پھنسانا نہیں چاہتے ورنہ ان سے یہ سوال جائز طور پر پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ سید

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحب سیفٹی ایکٹ کے تحت قابل مواخذا ہیں تو کیوں؟۔ صرف اس لئے کہ وہ حضور سرور کائنات کی ختم المرسلینی کے نام لیوا ہیں اور ان کے بعد کسی بھی نبی کی نبوت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ایک طرف سخاوت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب بد شہرت کے لوگوں کو اپنی کابینہ کا نگینہ بناتے ہوئے ہچکچاتے ہیں دوسری طرف شقاوت یہ ہے کہ ایک فقیر کو جس نے اس برصغیر کی آزادی میں کسی بڑے سے بڑے سر فروش سے کم حصہ نہیں لیا اور جس نے مسلمانوں کی سیاسی خدمات ہی نہیں معاشرتی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ آئے دن سیفٹی ایکٹ کا ہدف بنایا جا رہا ہے آخر یہ کس جمہوری اسلامی' اخلاقی اصول کی رو سے جائز ہے؟ کیا یہ اغماض کا سنگدلانہ تماشا نہیں؟

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

ستم کی حد ہو گئی کہ عظیم سے عظیم جمہوری جماعتیں اور بڑے بڑے جمہوری دماغ بھی اس سنگینی کے خلاف احتجاج نہیں کرتے اور تو اور خود عوامی لیگ اس پر چپ ہے——اس کی پنجابی شاخ نے سیاسی قرار داد پاس کرلینا تو ضروری سمجھا لیکن اس کی عاملہ نے جس میں کچھ ایسے بزرگ بھی شریک ہیں جو تحریک ختم نبوت کے محرک تھے اس دھاندلی کا نوٹس تک نہ لیا جماعت اسلامی کے بعض صالحین کو احرار سے للہی بغض ہے اور ممکن ہے وہ سیفٹی ایکٹ کے اس استعمال کو شرعاً درست ہی سمجھتے ہوں۔ قریب قریب یہی معاملہ شہری آزادی کی بعض دوسری انجمنوں کا ہے یعنی سبھی منہ میں گھگھیاں ڈالے بیٹھی ہیں——کوئی اس تماشے پر نہیں بولتا۔

کیا اس لئے کہ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء اس صحرائے سیاست میں تشنہ و تنہا ہیں؟ انہیں افتاد زمانہ نے سیاسی ستم بنا دیا ہے وقت ان کے موافق نہیں رہا۔ حالات نے ان سے آنکھیں پھیرلیں کچھ ساتھی بچھڑ گئے۔ کچھ بچھڑ گئے

اور وہ اس راستباز زبان کی طرح ہیں جنہیں سہانے بولوں کے بدلے انگارے ملتے ہیں۔

چٹان کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے خان برداران کی قید

تنہائی اور نظر بندی کے خلاف احتجاج کیا اور ایک تنہا آواز کی حیثیت سے کئی سال تک لڑتا رہا۔ اس وقت ان دونوں مقتدر بھائیوں کا نام لینا جرم تھا۔ جو لوگ آج ڈاکٹر خان صاحب کے گرد جمع ہیں وہ چٹان سے اس لئے بغض رکھتے تھے کہ ہم ان بھائیوں کا نام لیتے اور ان کی بے غرضی کا اشتہار دیتے ہیں۔ لیکن آج یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ ان لوگوں کی زنجیریں ابھی تک باقی ہیں جن کی بدولت ڈاکٹر خان صاحب کی زنجیریں کٹی ہیں

ہم ان علاقہ بندیوں اور پابندیوں کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ہر وہ شخص جو ان کا ذمہ دار ہے ایک ایسے فعل کا مرتکب ہو رہا ہے جس کی صحت ہمیشہ سے محل نظر رہی ہے۔

محمدؐ (فداہ ابی وامی) کی ختم المرسلینی کا ذکر و اذکار کوئی جرم نہیں جو شخص اس کو جرم قرار دیتا ہے۔ وہ خود مجرم ہے ڈاکٹر صاحب کا فرض ہے کہ وہ اس عاشورے سے فارغ ہونے کے بعد اصل حالات کا پتہ چلائیں انہیں اپنا وعدہ یاد ہو گا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ شاہ جی کے خلاف جو رپورٹیں مرتب کی جاتی ہیں وہ یکطرفہ ہوتی ہیں ـــــ ان کے خلاف ایک ذہنی سازش ہے جو خاص عقیدے کے چند افراد نے کر رکھی ہے۔ تمام افسانے اسی کے مطابق گھڑے جاتے ہیں ـــــ شاہ جی کے وجود سے ملک اور قوم کو اتنا اندیشہ بھی نہیں جتنی ماش کے دانے پر سفیدی ہوتی ہے۔

وہ ان لوگوں سے زیادہ محب الوطن ہیں جنہیں محض اقتدار کی کرسی نے حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ دے رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ دعویٰ ہے بلکہ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ جو لوگ ان کی تقاریر کے نوٹ لیتے ہیں وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے وہ سیاق و سباق کے علمی پہلو چھوڑ دیتے اور خطابت کے عام حصے اپنی ادھوری قابلیتوں کے فہم پر درج کر لیتے ہیں جس سے الف تا ی سیفٹی ایکٹ کی دفعات ڈھلتی چلی جاتی ہیں ـــــ یہ دھاندلی انتہائی خطرناک ہے اور ہم اس کے خلاف آواز اٹھانا جائز سمجھتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر خان صاحب موجودہ کش مکش سے فارغ ہوتے ہی ان

پابندیوں اور علاقہ بندیوں کے احکام واپس لے لیں گے۔ ہماری اپنی معلومات کے مطابق ان بندشوں کے خلاف لوگوں میں سخت ہیجان موجود ہے اور وہ اس صورت حالات کو آزاد انتخابات کے دعاوی کی نفی کے مصداق سمجھتے ہیں۔

شاہ جی اور ان کے مخلص ساتھی ہمارے احترام کے مستحق ہیں انہوں نے تمام زندگی مسلمانوں کی بے لوث خدمت انجام دی ہے آجتک کسی سے کوئی غرض نہیں رکھی جو کام کیا مخلصانہ کیا۔ جذبے سے کیا۔ اگر ہم آزادی کے بعد ان کا احترام نہیں کرسکتے تو یہ تاریخ کی ایک ایسی فصل ہے۔ جس کے چاروں طرف سیاہ حاشیہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔(چٹان ۲۱ مئی ۱۹۵۶ء)

اس دوران حضرت امیر شریعت بیمار ہو گئے تو حکومت نے لاہور بغرض علاج جانے کی اجازت دی۔(نوائے وقت لاہور ۱۲/جولائی ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد علی جالندھری کی نقل و حرکت پر پابندی

ملتان ۲۲/ مئی مقامی پولیس نے مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سے ایک حکم نامے کی تعمیل کروائی گئی ہے۔ یہ پابندی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملتان نے مولانا پر پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت لگائی ہے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ پابندی کے نوٹس کی تعمیل ملتان سے باہر صادق آباد سے دس میل دور ایک گاؤں میں جب وہ اپنی لڑکی کی شادی میں مصروف تھے۔ کروائی گئی

واضح رہے اس قسم کی پابندی قبل ازیں سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر جماعت پر بھی عائد کی جا چکی ہے۔(امروز لاہور ۲۵/ مئی ۱۹۵۶ء)

ظفراللہ کے استعفیٰ سے سیاسی حلقوں میں سنسنی

کراچی ۱۷/ مئی کل کے جنگ میں خبردی جا چکی ہے کہ چوہدری ظفراللہ خان وزیر خارجہ پاکستان نے دستو ساز اسمبلی کی بنیادی اصولوں کی کمیٹی سے استعفیٰ دیدیا ہے۔ اس سلسلہ میں آج دستوریہ کے صدر مولوی تمیزالدین خان نے بتایا کہ ابھی تک استعفیٰ منظور نہیں ہوا۔ آج اسمبلی کی لیگ پارٹی کے چیف وہپ غیاث الدین

میشان نے چودہری ظفراللہ خان سے ملاقات کی۔ پہلا موقع ہے کہ اختلاف رائے کی بناء پر پاک کابینہ کے ایک رکن نے دستوریہ کی کسی کمیٹی سے استعفی دیا ہے۔ سیاسی حلقوں میں سنسنی پھیل گئی ہے۔(۱۹/ مئی ۱۹۵۶ء جنگ کراچی)

مولوی عبدالقیوم سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار

مولوی عبدالقیوم خطیب مسجد چھپڑ والی کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کرلیا گیا ہے مولوی صاحب کے خلاف آج سے ایک سال پہلے قادیانی تحریک کے سلسلہ میں حکومت کو کچھ شکایت تھی۔ چنانچہ اس سے ایک سال بعد آج نوٹس لیا گیا ہے۔(امروز لاہور ۲۴ اگست ۱۹۵۶ء)

سید عطا اللہ بخاری کیخلاف مقدمہ کی سماعت ملتوی

ملتان ۳۱/اگست۔ سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاری خرابی صحت کی بنا پر اپنے مقدمہ کی پیشی پر حاضر نہیں ہو سکے۔ مولانا کی طرف سے مولانا محمد علی جالندھری نے عدالت سے درخواست کی مولانا بخاری کو خرابی صحت کی بنا پر عدالت میں حاضری سے معذور سمجھا جائے۔

عدالت نے ان کی درخواست منظور کرتے ہوئے مقدمہ کی سماعت کو ۲۴/ ستمبر پر ملتوی کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ مولانا بخاری پر یہ مقدمہ زیر دفعہ ۲۱ پبلک سیفٹی ایکٹ جلال پور پیر والا میں ایک قابل اعتراض تقریر کرنے کے الزام میں راجہ محمد ایوب مجسٹریٹ درجہ اول ملتان کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔(امروز لاہور یکم ستمبر ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد علی جالندھری کے مقدمہ کی سماعت ملتوی

چوہدری ع۔ک خالد مجسٹریٹ دفعہ ۳۰ ملتان کی عدالت نے مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے خلاف مبینہ قابل اعتراض تقریر کرنے کے مقدمہ کی سماعت کو چھ نومبر پر ملتوی کر دیا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کیخلاف مقدمہ کی سماعت

چوہدری غلام مرتضے مجسٹریٹ درجہ اول خانیوال کی عدالت نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور دوسرے مبلغین کے خلاف مبینہ قابل اعتراض تقاریر کے مقدمہ کی سماعت ۲ نومبر پر ملتوی کر دی ہے۔

آئندہ سماعت کے موقعہ پر فاضل عدالت استغاثہ کے گواہان کے بیانات قلمبند کرے گی۔ یہ مقدمہ پولیس خانیوال نے سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے تحت مبینہ قابل اعتراض تقریر کرنے کے الزام قائم ہوا۔ امروز ۲/نومبر ۵۶

مولانا محمد علی جالندھری کے مقدمہ کی سماعت

(امروز کے نامہ نگار سے)

ملتان' ۱۷/اکتوبر' مقامی مجسٹریٹ مسٹر خالد کی عدالت نے مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے خلاف قابل اعتراض تقریر کرنے کے الزام میں مقدمہ کی سماعت ۲۹/اکتوبر تک ملتوی کر دی ہے۔(امروز لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

ہندوستان ظفر اللہ خان کی شرکت پر اعتراض نہیں کریگا

نئی دہلی ۲۴/اپریل حکومت ہندوستان کے ایک ترجمان نے پاکستانی اخبارات کی اس اطلاع کی تردید کی ہے کہ پرتگال اور ہندوستان کے تنازعہ میں عالمی عدالت کے جج کی حیثیت سے سر ظفر اللہ خاں کی شرکت پر ہندوستان اعتراض کرے گا۔

ترجمان نے کہا کہ یہ اطلاع قطعاً" غلط ہے۔ اور ہندوستان استحقاق کی بنیاد پر مخالفت کرے گا۔(امروز لاہور ۲۶/اپریل ۱۹۵۶ء)

گوجرانوالہ میں ختم نبوت کانفرنس ختم ہو گئی

گوجرانوالہ ۲۹/فروری مجلس ختم نبوت کے زیر اہتمام یہاں دو روزہ ختم نبوت کانفرنس کل ختم ہو گئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ مجلس ختم نبوت کا مقصد نبوت کے منصب کا تحفظ ہے۔ تحریک اس وقت تک جاری رہے گی جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو جائے۔ مولانا محمد علی نے حکومت پر زور دیا کہ وہ قادیانیوں کو اقلیت قرار

دے۔(امروز لاہور ۲۷مارچ ۱۹۵۶ء)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی گرفتاری

مغربی پاکستان کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں ختم نبوت کے بوڑھے رہنما سید عطا اللہ شاہ بخاری کی زبان بند ہو چکی ہے اور ان پر ایک عدالت میں سیفٹی ایکٹ کے تحت مقدمہ بھی درج کر دیا گیا ہے مقدمہ سے متعلق ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے کیونکہ معاملہ کا فیصلہ کرنا فاضل عدالت کا کام ہے۔ اتنا ضرور کہیں گے کہ سید عطا اللہ شاہ بخاری عاشق رسولؐ ہیں ہندو پاکستان کی ایک وہ مقتدر شخصیت ہیں شاہ صاحب سے عوام محبت کرتی ہے فرنگی کے دور حکومت میں انہیں بارہا جیل جانا پڑا۔ مگر افسوس کہ ڈاکٹر خان صاحب جو جمہوریت کے علمبردار ہونے کے دعوے کرتے ہیں انکے دور حکومت میں بوڑھے سید صاحب کی بار بار زبان بندی کے ساتھ ساتھ سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتاری تعجب ہے اس ملک میں کمونسٹ اور قادیانی من مانی کاروائیاں اور آزادانہ طور پر اپنے اپنے عقیدہ کی تبلیغ کر رہے ہیں مگر پولیس اور سی آئی ڈی کے کانوں جوں تک نہیں رینگتی شاہ جی گندی سیاست سے لگاؤ نہیں رکھتے وہ سیاست سے کنارا کش ہو چکے ہیں اور اگر عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ ڈاکٹر خان کی حکومت کے نزدیک جرم ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کا مقدس عقیدہ ہے اور اس کی تبلیغ کار ثواب اس طرح سے پھر تمام مسلمان مجرم قرار دیئے جا سکتے ہیں؟ ہم ڈاکٹر خان صاح سے استدعا کرتے ہیں کہ شاہ جی پر زبان بندی اور سیفٹی ایکٹ وغیرہ کی پابندی ختم کی جائیں۔

قادیانی کو مسلمان ہجوم نے سنگ سار کر کے قتل کر دیا

کوئٹہ اطلاع ملی ہے کہ ایک ہجوم نے کابل کی جیل پر حملہ کر کے ایک افغان باشندے داؤد جان کو اغوا کر لیا۔ اور بعد میں اسے پتھر مار کر ہلاک کر دیا کہا جاتا ہے کہ داؤد جان جو قادیانی ہے حال ہی میں ربوہ پاکستان گیا تھا۔ جہاں اس نے قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی۔ جب وہ ربوہ سے واپس کابل آیا تو اسے پولیس نے

مرتد ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیا علماء نے فتویٰ دیا کہ وہ سزائے موت کا مستحق ہے۔ چنانچہ ہجوم نے جیل پر حملہ کر دیا اور داؤد جان کو باہر نکال کر سنگ سار کر کے قتل کر دیا۔(ہفتہ روزہ حکومت ۳۰/اپریل۱۹۵۶ء)

مملکت کے اندر مملکت

قادیانی جماعت ان دنوں اندرونی اختلاف و انتشار کا شکار ہے ہمیں اس جماعت کے جھگڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں' مگر اس مسئلہ کا ایک پہلو پریس پبلک حکومت سب کی توجہ کا مستحق ہے ہمارا اشارہ اس سوشل بائیکاٹ کی طرف ہے جو جماعت کے موجودہ سربراہ کے حقیقی یا فرضی مخالفوں کا کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح وہ دھمکیاں بھی قابل توجہ ہیں جو جماعت کے سرکاری اخبار میں ان افراد کو دی جا رہی ہیں جو سربراہ جماعت کے فرضی یا حقیقی نقاد ہیں۔ ان دھمکیوں کی بعض اوقات یہ تاویل کی جاتی ہے کہ قلع قمع سے ہماری مراد روحانی قلع قمع ہے مگر یہ تاویل کسی غیر جانب دار انسان کی تسلی نہیں کر سکتی جس سوسائٹی میں اکثریت سادہ لوح افراد کی ہو وہاں مریدوں کو مذہب کے نام پر اپنے مخالفوں کے قلع قمع پر ابھارنا ایک خطرناک کھیل ہے سادہ لوح مرید روحانی قلع قمع اور جسمانی قلع قمع میں امتیاز کے کچھ زیادہ اہل نہیں ہوتے

جہاں تک سوشل بائیکاٹ کا تعلق ہے ممکن ہے جماعت کیطرف سے یہ کہا جائے کہ ہم نے کہیں سوشل بائیکاٹ کا حکم نہیں دیا۔ مگر جب اپنے مخالفوں یا معترضین کو منافق اور دشمن قرار دے کر یہ حکم دیا جائے کہ کوئی شخص ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھے تو یہ سوشل بائیکاٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص سے اس کی بیوی بچے بھی چھین لئے گئے ہیں۔ ایک اور نوجوان محمد یونس نے ہمیں بتایا کہ اس کے باپ نے اخبار ''الفضل'' میں اسے منافق قرار دیا ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ جب تک مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب اسے معافی نہیں دیں گے۔ باپ اپنے حقیقی بیٹے سے نفرت کرتا رہے گا باپ کے اس اعلان پر محمد یونس کے خسر کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں محمد یونس نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ اس کے بیوی بچے اس سے

چھین لئے جائیں گے وہ کہتا ہے کہ میں سرے سے قادیانی یا احمدی ہی نہیں ہوں مگر مجھے منافق قرار دے کر میرا بائیکاٹ کر دیا گیا ہے حالانکہ میں ان کے عقیدہ کے مطابق "کافر" تو ہوں منافق کسی طرح بھی نہیں۔

اس مسئلہ کے باقی تمام پہلوؤں سے قطع نظر ہم قادیانی جماعت کے سربراہ اور اس جماعت کے دانش مند اصحاب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ جو سلوک اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں وہ سلوک دوسروں کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں؟ جن افراد کو جماعت قادیان کے سربراہ نے منافق قرار دیا ہے ان میں سے تقریباً" نوے فی صدی کے معافی نامے الفضل میں چھپ چکے ہیں کہ ہم حضور کے غلام ہیں اور حضور کو اپنا آقا سمجھتے ہیں یہاں حضور سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں مگر مرزا صاحب کو اصرار ہے کہ نہیں تم منافق اور ریاکار ہو تمہارا سوشل بائیکاٹ ہو گا۔ عامتہ المسلمین سے احمدیوں یا قادیانیوں کا اختلاف بنیادی ہے جب اس بناء پر قادیانیوں کے بائیکاٹ یا انہیں اقلیت قرار دینے کی تحریک ہوتی ہے۔ تو پھر مرزا صاحب کس منہ سے اس کی شکایت کر سکتے ہیں وہ اپنی جماعت میں ایسے افراد کے وجود کے بھی روادار نہیں جو ان کے والد محترم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور خود مرزا محمود احمد صاحب سے بھی گڑگڑا کر معافی مانگتے ہیں=۔ وہ سوچیں کہ کیا ان کا یہ طرز عمل ان لوگوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کرتا۔ جن کا موقف یہ ہے کہ احمدیوں یا قادیانیوں کو ایک جداگانہ اقلیت قرار دے کر ملت اسلامیہ کے دائرہ سے خارج کر دینا چاہئے؟

جیسا کہ ہم ابتداء میں ہی عرض کر چکے ہیں ہمیں جماعت قادیان کے اس اندرونی جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مگر ہندو مسلمان عیسائی قادیانی غیر قادیانی پاکستان کے ہر شہری کی زندگی کی حفاظت حکومت کا فرض ہے وہ قادیانی بھی جو مرزا محمود احمد صاحب کے واقعی خلاف ہیں یا مرزا صاحب نے فرض کر لیا ہے۔ کہ وہ ان کے مخالف ہیں پاکستان کے شہری ہیں۔ اور ان پر حکومت پاکستان کا قانون لاگو ہوتا ہے نہ کہ جماعت قادیان یا اس کے سربراہ کا قانون ہم ایک مرتبہ پہلے بھی ان کالموں میں یہ بات لکھ چکے ہیں اور آج پھر اسے دہراتے ہیں۔ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

کو مملکت پاکستان کے اندر ایک اپنی مملکت کے قیام کا کوئی حق نہیں۔ اگر وہ ایسی کوشش کرتے ہیں تو حکومت کا فرض ہے کہ انہیں اس سے روکے۔(روزنامہ نوائے وقت لاہور یکم ستمبر۱۹۵۶ء)

چودھری ظفر اللہ خان کی نئی نویلی دلہن کے پرانے شوہر کی دلچسپ داستان

قاہرہ ٦ اگست چودھری ظفر اللہ سابق وزیر خارجہ پاکستان کی نئی نویلی بیوی بشریٰ ربانی کے پرانے شوہر مسٹر محمود قزاق نے مشہور مصری روزنامہ اخبار الیوم کے نمائندے کو اپنی نوجوان سابقہ بیوی اور بوڑھے ظفر اللہ خان کے معاشقہ کی جو رنگین داستان سنائی ہے اسے پڑھ کر مولینا حسرت موہانی کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آتا ہے۔

نہ چھوڑی تم نے حسرت عشق بازی
تمنا پیر ہو کر بھی جواں ہے

مسٹر محمود قزاق کی داستان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بشریٰ ربانی اور اس کے والدین بھی مرزائی ہیں اس کے ساتھ چودھری ظفر اللہ خاں کی عشق بازی کا آغاز دمشق کی مرزائی انجمن کے دفتر میں مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی آمد کے موقع پر ہوا تھا مسٹر محمود لکھتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ کے دفتر میں بشریٰ ربانی سے پہلی ملاقات کے موقع پر چودھری ظفر اللہ خاں نے اس سے اس کا نام پوچھا بشریٰ نے چودھری صاحب کو قادیانی خلیفہ کا معتمد خاص سمجھ کر ادب اور احترام سے ان کے ہاتھ چومے اور اپنا نام بتا دیا۔ اس کے بعد چودھری ظفر اللہ خان نے قادیانی خلیفہ سے سرگوشی کی اور خلیفہ جی نے با آواز بلند کہا۔ یہ تو اس کے خاندان کے لئے سب سے بڑی عزت ہے سننے والے سمجھ گئے کہ کسی کی شادی کا تذکرہ ہے اس کے بعد چودھری ظفر اللہ خان نے مقامی مرزائیوں کے امیر سے کچھ کہا اور اس نے بلند آواز سے کہا اس کا ایک ہی بھائی ہے چودھری ظفر اللہ خاں نے پوچھا کیا اس لڑکی کا بھائی یہاں دمشق کے پاکستانی سفارتخانے میں ملازمت پسند کریگا اور دوسرے ہی دن میری بیوی کے بھائی محمود ربانی

کو سفارت خانے میں عہدہ مل گیا۔ پھر ظفراللہ خاں نے اپنی خاص مجلس میں دمشق کے معزز احمدیوں سے کہا میں اس لڑکی کو خوش نصیب اور اس کے خاندان کو خوشحال بنا دوں گا۔ عرض کیا گیا کہ لڑکی اپنے خالہ زاد بھائی سے منسوب ہو چکی ہے جو خلیج فارس کے ایک ملک میں دولت کمانے گیا ہوا ہے تاکہ لڑکی کو رخصت کر کے لے جائے۔ سر ظفراللہ خاں نے برہم ہو کر کہا یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ ایسے نازک پھول کو اس خوفناک کانٹے کی گود میں ڈال دیا جائے۔ عرض کیا گیا مگر دونوں کا نکاح بھی ہو چکا ہے ظفراللہ خاں نے اور زیادہ خفگی سے کہا طلاق کا بندوبست کر دو عرض کیا گیا ممکن ہے خود لڑکی آپ کی عمر کے آدمی سے رشتہ جوڑنا پسند نہ کرے اور کہے کہ آپ کی بیوی بھی موجود ہے اور اولاد بھی ظفراللہ خاں نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدوں گا۔ اور انہوں نے یہ ہی کیا تھا کہ بشریٰ کو حاصل کر سکیں۔ دوسرے دن حضرت لڑکی کے گھر ہی پہنچ گئے اور جب وہ چائے لیکر آئی اور اس پر نگاہیں گاڑے ہوئے کہنے لگے بشریٰ تو کیا کہتی ہے دیکھنا ظاہری شکل پر نہ جانا میں آج بھی گھوڑا ہو رہا ہوں اور طاقت سے بھرپور۔ بشریٰ کی نظریں شرم سے جھک گئیں اور چہرہ گلابی ہو گیا پھر آہستہ سے کہنے لگی مالک میں تو حضور کی محض کنیز ہوں یہ سنتے ہی ظفراللہ خاں نے جیب سے ایک ڈبیہ نکالی اور ہیرے کا لاکٹ نکال کر خود اپنے ہاتھ سے لڑکی کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر اسکی انگلیوں پر نگنگی باندھ دی وہ سمجھ گئی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور انگلی سے میرے نکاح کی انگوٹھی اتار دی تین دن بعد ظفراللہ خاں لاہائی (ہالینڈ) جانے کے لئے تیار ہو گئے جہاں وہ بین الاقوامی عدالت کے جج ہیں جاتے وقت بشریٰ کی ماں اور بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑی رقم دیتے ہوئے حاکمانہ انداز سے فرمانے لگے۔ دیکھو بشریٰ کی طلاق کا معاملہ جلد سے جلد انجام پا جانا چاہئے۔ خرچ کی پرواہ نہ کرنا...... نہیں میری عقل کچھ کام نہیں دیتی اب تک سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ آخر یہ کیا ہوا؟ اور سمجھ میں آئے بھی کیسے میں نے اپنے وجود سے محبت کی تھی اور حق الیقین تھا کہ بشریٰ بھی مجھے سچے دل سے چاہتی ہے ہم دونوں گھڑیاں گن رہے تھے کہ رخصتی کا دن آجائے اور ہم دونوں ایک جان ہو جائیں میں خلیج فارس کے ایک علاقہ

میں بہت دور تھا مگر بشریٰ کے محبت بھرے خطوں سے ڈھارس بندھی رہتی تھی بشریٰ ہر ہفتے کئی کئی خط لکھتی تصویروں کے تراشے بھی بھیجتی یہ دیکھئے تراشے میں ایک جوڑے کی تصویر ہے جو عروسی لباس پہنے ہیں اور یہ عبارت تراشے پر خود بشریٰ کے قلم نے لکھی ہے۔ اللہ ہم دونوں کب ایسا ہی جوڑا پہنیں گے یہ دوسرا تراشہ ہے دو بچے کھڑے ہیں اور بشریٰ نے اس پر لکھا ہے۔ خدا ہمیں بھی ایسے ہی بچے دیگا۔

بہت سے خط سنا کر بد نصیب شوہر چپ ہو گیا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر قہقہہ اس کے منہ سے پھوٹ پڑا اور اس نے کہنا شروع کیا کوئی خیال بھی کر سکتا تھا کہ بشریٰ کے یہ سب جذبات سراسر فریب تھے اور وہ میرے دل سے صرف کھیل رہی تھی کیا دولت کی طمع اس پر غالب آگئی میں کیونکر مان لوں اس نے تو مجھے اسوقت قبول کیا تھا۔ جب میں بالکل فقیر تھا میں قادیانی نہیں تھا محض بشریٰ کو حاصل کرنے کے لئے قادیانیت میں نے قبول کر لی۔ کیونکہ بشریٰ اور اس کا خاندان قادیانی بن چکا تھا ظفر اللہ خاں قادیانی مذہب کے ایک بڑے رکن ہیں اور میرے دل میں وہم بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ یہی ظفر اللہ میرے دل کو اس طرح گھائل کر کے کچل ڈالیں گے اور قادیانیت کے امام اور امیر المومنین اپنے ایک مرید و معتقد کی زندگی اس بیدردی سے اجاڑ کر رکھ دیں گے بیشک اس قسم کی کوئی بات بھی خیال میں نہیں آسکتی تھی لیکن فلسطین میں ایک کہاوت ہے گھنی داڑھیوں کی آڑ میں کبھی بندر بھی چھپے ملتے ہیں اور ظفر اللہ کی داڑھی واقعی عجائبات کو چھپائے ہوئے تھی۔ محمود قزاق نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا ۱۹۵۲ء میں میں نے کتنی کوشش کی کہ لبنان میں کوئی روزگار مل جائے مگر کامیابی نہ ہوئی پھر میں شام چلا آیا اور ایک اسکول میں مدرسی مل گئی گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنی خالہ سے ملنے دمشق آیا۔ اور خالہ کی لڑکی بشریٰ کو دیکھتے ہی دل دے بیٹھا دوسرے دن بشریٰ کیساتھ سینما گیا فلم میں ہیرو اور ہیروئن کی شادی دکھائی جا رہی تھی بشریٰ میرے کان میں کہنے لگی یہ خوشی ہمیں کب نصیب ہو گی۔ ۱۹۵۳ء میں ہمارا نکاح ہو گیا میں پھر خلیج فارس کی ایک ریاست میں چلا گیا تاکہ جلد سے جلد بہت سا روپیہ جمع کر کے لوٹوں اور اپنی دلہن کو رخصت کرا لاؤں۔ بشریٰ

کے خط دسمبر کے مہینے سے بند ہو گئے آخر ایک خط بہت دنوں کے بعد آیا اسکی عبارت یہ تھی:۔

مولانا امیر المومنین دمشق کو آئے ظفر اللہ خاں بھی تھے کس قدر چاہتی تھی کہ تم بھی یہاں موجود ہوتے اور حضرت ظفرا للہ کی زیارت کرتے۔

بشریٰ کے خط نے میرا دماغ اور بھی خراب کر دیا اور میں طرح طرح کے مطلب نکالنے لگا دمشق پہنچتے ہی سیدھا خالہ کے گھر گیا مگر بشریٰ کی انگلی میرے عقد کی انگوٹھی سے خالی تھی میں نے کہا انگوٹھی اور چوڑیاں غائب ہیں؟ بشریٰ:۔ میں آزاد ہوں تم میری خالہ کے بیٹے ہو اس لئے تم سے شادی منظور نہیں کر سکتی اس کے بھائی محمود نے مجھ سے کہا:۔ بشریٰ تمہیں پسند نہیں کرتی تم طلاق کیوں نہیں دیدیتے۔ میں نے بے اختیار کہا ابھی قاضی کے پاس چلو طلاق نامہ لکھے دیتا ہوں قاضی نے جب معاملہ سنا تو خفا ہوئے میں تو غصہ سے بیخود ہو ہی رہا تھا کہا گیا قاضی صاحب نکاح فرضی تھا اور میں بشریٰ کو طلاق دے چکا ہوں بعد میں معلوم ہوا کہ ظفر اللہ خاں نے ۴۵ ہزار پونڈ میں بشریٰ کو خرید لیا ہے اور بیس ہزار پونڈ میں بشریٰ کے خاندان کے لئے ایک مکان دمشق کے محلّہ بستان البجری میں مول لے دیا ہے پھر سنا کہ ظفر اللہ چند ہی روز میں دمشق آ رہے ہیں تاکہ بشریٰ سے شادی رچائیں اور میں نے طے کر لیا کہ اس شخص کو قتل کر ڈالوں گا میں نے پستول خرید لیا مگر بشریٰ کے خاندان نے ظفر اللہ کو بھی خبر کر دی اس پر جلسے کا پروگرام رد کر دیا گیا اور آدھے گھنٹہ کے اندر ہی ظفر اللہ نکاح کر کے ہوائی جہاز سے بھاگ گئے۔(روزنامہ انجام کراچی ۸/اگست ۱۹۵۶ء)

مولانا لال حسین اختر کیخلاف مقدمہ منتقل

ملتان۔ ایس۔ ڈی۔ او علی پور کی عدالت میں پولیس نے مولانا لال حسین اختر کے خلاف قابل اعتراض تقریر کے الزام میں چالان پیش کر دیا فاضل عدالت نے مولانا سے دریافت کیا کہ کیا آپ اپنی تقریر میں بیان کردہ حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں۔ مولانا کے اثبات میں جواب دینے پر عدالت نے مقدمہ کی سماعت اگلے روز پر ملتوی کی ...

اگلے روز فاضل عدالت نے مقدمہ مظفر گڑھ منتقل کرتے ہوئے مقدمہ کی سماعت کو غیر معینہ عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا۔

مولانا پر پولیس نے زیر دفعہ ۲۱ پبلک سیفٹی ایکٹ علاقہ علی پور کے ایک جلسہ میں قابل اعتراض تقریر کرنے کے الزام میں یہ مقدمہ قائم کیا ہے۔

قابل اعتراض تقاریر کے مقدمہ کی سماعت ملتوی

راجہ محمد ایوب مجسٹریٹ درجہ اول ملتان کی عدالت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پانچ علماء مبلغین کے خلاف قابل اعتراض تقاریر کرنے کے مقدمہ کی سماعت ۸ اکتوبر پر ملتوی کر دی یاد رہے عدالت مذکورہ میں پانچ علماء پر پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے تحت یہ مقدمات زیر سماعت ہیں۔

قابل اعتراض تقریر کرنے پر وارنٹ گرفتاری

ملتان۔ ۲۷ ستمبر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا محمد لقمان ساکن علی پور (مظفر گڑھ) کے خلاف ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سرگودہا نے زیر دفعہ ۲۱ پبلک سیفٹی ایکٹ وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے ہیں معلوم ہوا ہے کہ مولانا نے محرم کے روز جامع مسجد سرگودہا میں ایک قابل اعتراض تقریر کی تھی۔ جس کی بنا میں مندرجہ بالا اقدام کیا گیا۔ (امروز لاہور ۲۸/ ستمبر ۱۹۵۶ء)

مولانا سلطان محمود پر پابندی

ملتان خبر ملی ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ڈیرہ غازی خاں نے مولانا سلطان محمود ساکن مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت کو ڈیرہ غازی خاں فوراً سے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔

مولانا محمد رمضان کی نقل و حرکت پر پابندی

ملتان ۵/ اکتوبر خبر ملی ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میانوالی نے مولانا محمد رمضان رکن مرکزی مجلس شوریٰ ختم نبوت پاکستان ساکن میانوالی کی نقل و حرکت کو ۳ ماہ کے

لئے میانوالی شہر کی حدود میں محدود کر دیا ہے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے یہ اقدام پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ ضمن ڈی کے تحت کیا ہے

ادھر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میانوالی نے مولانا لال حسین اختر مولانا محمد شریف بہاولپوری اور مولانا عبد الطیف اختر شجاع آبادی کے میانوالی ضلع کی حدود میں داخلہ پر تین ماہ کے لئے پابندی عائد کر دی ہے۔(امروز ۶/ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

مفتی محمد شفیع کا مطالبہ

کراچی ۱۳/ نومبر مولانا مفتی شفیع صاحب صدر عامل مرکزی جمعیتہ علمائے اسلام نے پریس کو حسب ذیل بیان جاری کیا ہے ملک فیروز خاں نون کا حالیہ بیان جو انہوں نے لندن میں دیا ہے اس نازک وقت میں جبکہ ممالک اسلامیہ مصائب میں گھرے ہوئے ہیں انکی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے مترادف ہے انکے اس بیان پر جس قدر نفرت و بیزاری کا اظہار کیا جائے کم ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر خارجہ یورپ میں اپنے آقاؤں کے اشاروں پر جس طرح ناچ رہے ہیں اس سے پاکستان کے مسلمانوں کی گردن شرم سے جھک گئی ہے بہر حال جن خیالات کا اظہار برطانیہ کے اس قدیم نمکوار نے کیا ہے پاکستان کے عوام کا اس سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے میں وزیر اعظم پاکستان مسٹر سہروردی سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی حکومت کی پالیسی غیر مبہم الفاظ میں واضح کریں اور اگر یہ ان کی حکومت کی پالیسی نہیں ہے تو میں ان سے پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسے بے سمجھ اور اسلام دشمن پاکستان کے بد خواہ کو فوراً پاکستان واپس بلا کر وزارت سے علیحدہ کر دیں یہ ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ انجمن اقوام متحدہ میں یا کسی جگہ پاکستان کی ترجمانی کر سکیں یا دنیا کے سامنے اسرائیل فرانس اور برطانیہ کی درندگی کو پیش نظر کر سکیں پاکستان کے عوام کو سہروردی صاحب سے کم از کم اس مسئلہ میں بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں مگر تہران کانفرنس کی روئداد اور انکی حکومت کے وزیر خارجہ کے حضرات نے اس معاملہ میں بھی پاکستان کو اسی طرح مایوس کر دیا ہے جس طرح دستور اسلامی اور طریق انتخاب........کے مسئلہ

میں عوام کو مایوسی و بیزاری ہوئی تھی ان اقدامات سے ممالک اسلامیہ کے دلوں میں پاکستان کی طرف سے نفرت کے جذبات کی خلیج کو وسیع تر کرنے کا کام جو مسلسل جاری ہے اس کا مداوا پاکستان کے عوام اپنی ہمدردیوں سے کب تک کرتے رہیں گے وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ وزیر اعظم پاکستان ایسے پاکستان دشمن اور اسلام کش افراد سے ملک کا پیچھا چھڑائیں ورنہ عوام یہ رائے قائم کرنے میں بالکل حق بجانب ہوں گے کہ یہ سہروردی حکومت کی سوچی سمجھی پالیسی کی ترجمانی کی جا رہی ہے ملک نون صاحب کو واضح الفاظ میں ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ان جیسے لوگوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ مملکت اسرائیل ہی میں جو ان کے نزدیک قائم رہنے کیلئے وجود میں آئی ہے یا اپنے آقاؤں کے زیر سایہ جن کی چاکری میں انہوں نے ساری زندگی گذاری ہے زندگی گذارنے کا بھی انتظام کر لیں اسلامی جمہوریہ پاکستان ان جیسے مسلم بیزار اسلام دشمن یہود نواز اور انگریز پرست افراد سے جس قدر جلد پاک ہو جائے اس کی خوش نصیبی ہو گی۔(روزنامہ انجام کراچی ۱۵/نومبر۱۹۵۶ء)

یہود نواز وزیر خارجہ کو بر طرف کرنیکا مطالبہ

لاہور ۲۶/نومبر (ڈاک سے) مجلس جمہوریہ اسلام کے کارکنوں نے محمد اشرف بھٹی کی صدارت میں ایک قرار داد پاس کی ہے جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ یو این او پر زور دے کہ وہ فلسطین کے مسلم مہاجرین کو ان کے گھروں میں آباد کرے اور وہاں سے یہودیوں کو نکال کر ان ملکوں کو در آمد کئے جائیں جہاں سے بر آمد کئے گئے تھے۔ قرار داد میں مغربی سامراجیوں کی پر زور مذمت کی گئی جو مشرق وسطی میں اسرائیل جیسے ناسور کی پرورش کر کے عرب مسلمانوں میں ایک دائمی خطرہ رکھنا چاہتے ہیں۔ نیز مصر میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی کو امن عالم کیلئے خطرہ قرار دیا۔ اجلاس غیر ملکی فوجوں کے مصر سے انخلا میں تاخیر مغربی طاقتوں کو ایک خطرناک سازش قرار دیتا ہے اور یو این او سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ مصر سے حملہ آور فوجوں کو فوراً نکالا جائے ایک اور قرار داد میں ملک فیروز خاں نون کے ناعاقبت اندیشانہ

اور غیر ذمہ دارانہ بیانات کی مذمت کی گئی اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل نواز وزیر خارجہ کو فوراً برطرف کر دیا جائے اس کے علاوہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ دولت سسرلہ اور معاہدہ بغداد سے فوراً نکل جائے اور تمام اسلامی ملکوں کا ایک اسلامی بلاک بنایا جائے۔(۲۸/نومبر۱۹۵۶ء جنگ کراچی)

فقیر مختلف خبریں آپ کے سامنے لاتا جا رہا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ قادیانیت کسطرح پروان چڑھ رہی تھی اور ہمارے حضرات کس طرح زیر عتاب تھے۔ کراچی میں ختم نبوت کا جلسہ تھا خبر شائع نہ ہو سکی مجبوراً کارروائی شائع کرانے کے لئے ذیل کا اشتہار جنگ کراچی میں شائع کرانا پڑا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تحریک تحفظ ختم نبوت کے بعد کراچی میں پہلا عظیم الشان جلسہ عام

مقام:۔ آرام باغ۔ تاریخ:۔ ۲۳/ دسمبر۱۹۵۶ء

دن:۔ اتوار۔ پہلا اجلاس:۔ ۲ بجے سے ۳۰۔۴ بجے شام تک۔ دوسرا اجلاس:۔ ۳۰۔۷ بجے رات سے ۱۱ بجے تک۔

۳۱/ علماء کرام اور انکی جماعتوں کی مسلسل جدوجہد اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی نتیجہ میں بحمد اللہ ایک ایسا دستور مرتب ہو چکا ہے جسکی بنیاد پر دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ دین حق کی تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت طیبہ اور انکی رسالت کے تمام پہلوؤں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں مندرجہ بالا اجلاس اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے مسلمانان کراچی سے التماس ہے کہ وہ ان جلسوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اور خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی۔ اور سید مظفر علی شمسی ناظم ادارہ تحفظ حقوق شیعہ خطاب فرمائیں گے۔

شعبہ نشرو اشاعت:۔ مجلس تحفظ ختم نبوت مقابل ریڈیو پاکستان بندر روڈ۔

کراچی۔(۲۳/دسمبر۱۹۵۶ء جنگ کراچی)

مجلس ختم نبوت کے سات رہنماؤں کا جھنگ میں داخلہ بند کر دیا گیا۔

گھیانہ۔ ۲۸/دسمبر (نمائندہ خصوصی) اطلاع ملی ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے متعدد رہنماؤں پر جھنگ میں داخلہ پر پابندی لگا دی ہے تاکہ وہ چنیوٹ میں ۲۸/دسمبر کو ہونے والی تبلیغی کانفرنس میں شامل نہ ہو سکیں۔ ان پابند شدہ رہنماؤں میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن۔ مولانا غلام غوث سرحدی۔ قاضی احسان احمد۔ مولانا لال حسین اختر۔ مولانا تاج محمود۔ مولانا محمد لقمان۔ مولانا مجاہد الحسینی بھی شامل ہیں۔ ضلع پولیس کے ذرائع کا کہنا ہے۔ کہ ربوہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جماعت ختم نبوت کا چنیوٹ میں جلسہ رکھنا ایک سازش ہے۔ لیکن چنیوٹ میں ان پابندیوں کے خلاف شدید نفرت و حقارت پائی جاتی ہے۔ اور مولانا محمد لقمان نے پابندی کے باوجود بھی کل رات شاہی مسجد میں تقریر کی۔ اور کہا۔ کہ جب تک دنیا میں ایک مسلمان بھی زندہ ہے ختم نبوت کا نام جاری رہے گا۔ حکومت خواہ کتنی ہی پابندیاں لگاتی رہے۔ گزشتہ رات کے اجلاس عام میں صاحبزادہ افتخار الحسن نے بھی تقریر کی۔ چنیوٹ میں ان پابندیوں کے خلاف سخت احتجاج کیا جا رہا ہے۔

ہمارے نمائندہ کا کہنا ہے۔ کہ اب چنیوٹ میں ہر سال انہیں تاریخوں میں مسلمانوں نے تبلیغی کانفرنس کرنے کا اعلان کر دیا ہے تاکہ ربوہ کے مرزائیوں کی خانہ ساز نبوت کے تارپود کھولے جا سکیں۔ کانفرنس کے تین اجلاس آج بھی منعقد ہوئے۔ یہ کانفرنس ۲۹/دسمبر تک جاری رہے گی۔ کل رات شاہی مسجد کے ارد گرد پولیس کی بھاری اور مسلح جمعیت پہرہ دیتی رہی۔ تاہم کانفرنس کے دوران کوئی ناخوش گوار واقعہ نہیں ہوا۔ (روزنامہ غریب لائل پور ۲۹/دسمبر۱۹۵۶ء)

مقدمہ روداد مجلس ۷۵ ۱۳ھ مطابق ۱۹۵۵

اس میں سال بھر کے کام کا خلاصہ آگیا ہے۔ پیش خدمت ہے

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی اصحابہ الذین اوفوا عہدہ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا سب سے پہلے پیغمبر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری پیغمبر رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ اللہ کی طرف سے آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں کیا جائیگا۔ ختم نبوت کا یہ عقیدہ اسلام کا بنیادی اور اجتماعی عقیدہ ہے جو قرآن مجید کی صریح آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اس میں کسی قسم کی تاویل اور رد و بدل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مسئلہ ختم نبوت قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے صرف برکت کیلئے دو تین مقامات تحریر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **الیوم اکملت لکم دینکم وا تممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناہ** آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا

دوسری جگہ فرمایا۔ **ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیماہ** حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور آخرالنبین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خاتم النبین کی تشریح اور مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت یوں ارشاد فرمائی۔

ترجمہ۔ میری اور انبیا سابقین کی مثال ایسے محل کی سی ہے جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہو۔ مگر اسمیں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ لوگ تعجب سے اس محل کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی۔ سو میں نے اس اینٹ

کی جگہ کو پر کر دیا ہے اور وہ عمارت مجھ پر ختم ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ختم ہوا۔(متفق علیہ)

حضورؐ کی پیشین گوئی

مخبر صادق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ خبر بھی دی کہ میرے بعد میری امت سے کچھ لوگ دعوی نبوت کریں گے لیکن وہ کذاب اور دجال ہونگے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ کیونکہ میں اللہ کا آخری نبی ہوں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد۔ **سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی** میری امت میں تیس بڑے بڑے کذاب ظاہر ہوں گے ان میں سے ہر ایک یہ خیال کریگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے کئی لوگوں نے مسیح، مہدی، نبی اور رسول ہونے کے دعوے کئے۔ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں مسیلمہ کذاب نے دعوی نبوت کیا وہ حضورؐ کی نبوت کا اقرار کرتا تھا۔ اسکا موذن اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ کہتا تھا۔ چند ہی دنوں میں اس کے پیروکاروں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی بیخ کنی کیلئے ایک لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کیا جس نے مسیلمہ سے یہ دریافت کئے بغیر کہ اس کی نبوت ظلی ہے یا بروزی اسکے پاس اپنی نبوت کے دلائل یا معجزات ہیں یا نہیں۔ جہاد کیا ہزار ہا صحابہ کرامؓ شہید ہوئے اور بالآخر مسیلمہ کذاب اپنے اٹھائیس ہزار پیروکاروں سمیت قتل ہوا۔

یہ پہلا اجماع امت تھا جو مسئلہ ختم نبوت پر ہوا۔ کہ مدعی نبوت کو قتل کر دیا جائے۔ بعد ازاں جہاں کہیں بھی کسی شقی ازلی نے دعوی نبوت کیا اہل حق نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور اس کے فتنہ سے امت محمدیہ کو بچایا۔ تاریخ شاہد ہے خلفاء سلاطین نے مدعیان نبوت کا وہی حشر کیا جو مسیلمہ کذاب کا صدیق اکبرؓ نے کیا تھا۔

متنبی قادیان

مغلوں کے زوال کے بعد جب برطانوی استعمار نے ہندوستان پر قبضہ جما لیا تو قادیان کے گاؤں میں ایک شخص مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ نے دعویٰ نبوت کیا۔ برطانوی حکومت نے اپنی مخصوص مصلحتوں کیلئے اس فتنہ کی پشت پناہی کی۔ مرزا غلام احمد اور اسکے پیروکاروں نے اندرون اور بیرون ملک برطانیہ کیلئے خیر سگالی اور جاسوسی کی خدمات سرانجام دیں برطانوی استعمار نے قادیانی نبوت کی ترقی اور استحکام میں ہر ممکن مدد کی اور اس طرح اسلام اور مسلمانوں کے لئے مرزائیت کا ایک عظیم فتنہ بپا ہو گیا۔

دنیا عالم اسباب ہے قادر مطلق اپنے بندوں کی اسباب ہی سے مدد کرتا ہے جنگ بدر میں فرشتوں کی امداد اس وقت نازل ہوئی جب تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کفر و باطل کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئے۔ شب ہجرت کفار مکہ کی آنکھیں اس وقت بیکار ہوئیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مٹی کی مٹھی مشرکین کیطرف پھینکی چنانچہ مرزا کے فتنہ سے امت محمدیہؐ کو بچانے کیلئے رب العزت نے اپنے مقبول بندوں کو اس طرف متوجہ کیا اور وہ فتنہ مرزائیت کے استیصال کیلئے میدان عمل میں آئے اس سلسلہ میں جہاں تک انفرادی کوششوں کا تعلق ہے علامتہ العصر فرید الدھر آیتہ من آیت اللہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نور اللہ مرقدہ' حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ صاحب گولڑوی مولانا محمد حسینؒ صاحب بٹالوی۔ مولانا عبد القادرؒ صاحب لدھیانوی۔ مولانا محمد علیؒ صاحب مونگیری کے اسماء گرامی بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کی انفرادی کوششوں کے مد مقابل مرزائیت ایک منظم اور مضبوط جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کو گمراہ کر رہی تھی۔ اور حکومت برطانیہ کے وسیع ذرائع اسے برابر پروان چڑھا رہے تھے۔ ان مخدوش حالات کے پیش نظر یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ فتنہ مرزائیت کے استیصال کیلئے منظم اور اجتماعی جدوجہد کی جائے چنانچہ مجلس احرار اسلام نے شعبہ تبلیغ کا قیام عمل میں لا کر اس جدوجہد کا آغاز کیا اور مرزائیت کے مرکز قادیان ہی کو اس شعبہ تبلیغ کا مرکز بنایا

گیا۔

علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کشمیری سابق صدر مدرس دارالعلوم دیو بند

جوں جوں ملک میں مرزائیت کا سیلاب بڑھ رہا تھا توں توں اہل نظر اس فتنہ کو بری طرح محسوس کر رہے تھے چنانچہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنی جگہ بیحد فکر مند تھے یہاں تک کہ ان پر ایک ایسا دور بھی آیا کہ متواتر کئی راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ لیکن ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے منجانب اللہ ان پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔ آپ عزم و استقلال سے کام کرتے رہیں۔ انشاء اللہ فتنہ مرزائیت دنیا سے ختم ہو جائیگا جس پر انہیں اطمینان قلب نصیب ہوا اور وہ بے چینی جاتی رہی۔ اس کے بعد حضرت کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ مذہبی اور سیاسی شخصیتوں کو اس مسئلے کے لئے موثر کام کرنے پر آمادہ کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی اسی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف حضرت امیر شریعت اسد اللہ الباری حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری متعنا اللہ بطول حیاتہ نے پوری زندگی فتنہ مرزائیت کے استیصال اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے وقف کر دی اور دوسری طرف حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم نے حضرت انور شاہ صاحبؒ کی ملاقاتوں اور اس مسئلہ میں انکی خصوصی راہنمائی سے متاثر ہو کر مرزائیت کے خلاف جدوجہد کی۔ مرزائیت کے خلاف نظمیں اور مضامین تحریر کئے اور نہ صرف یہ کہ حکومت برطانیہ سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا بلکہ انجمن حمایت اسلام اور کشمیر کمیٹی سے مرزائیوں کو نکال باہر کر کے عملی طور پر اس بات کا ثبوت دیا کہ مرزائی مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔ اور جب بہاولپور میں مرزائی مرد اور مسلمان عورت کے فسخ نکاح کا تاریخی مقدمہ شروع ہوا تو حضرت علامہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس میں گہری دلچسپی لی مسلمانوں کی طرف سے عدالت میں دلائل اور براہین مہیا کئے اور باوجود بیماری و نقاہت کے عدالت میں تشریف لاتے رہے جب مقدمہ طول پکڑ گیا۔ اور ادھر

حضرت شاہ صاحب بیمار پڑ گئے تو مولانا محمد صادقؒ صاحب بہاولپوری کو فرمایا کہ اگر میری زندگی میں مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوا تو میری قبر پر آکر اس مقدمہ کا فیصلہ ضرور سنا دینا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس وصیت کے مطابق آپ کی وفات کے بعد مولانا محمد صادق صاحب نے دیو بند پہنچ کر آپ کی قبر پر مقدمہ کی مسلمانوں کے حق میں کامیابی کا فیصلہ سنا دیا۔

بشارتیں

عیقدہ ختم نبوت کی حفاظت کیلئے خود آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بعض بزرگوں کو خصوصی بشارتیں دیں اور اس کام کی تکمیل کے لئے انہیں آمادہ فرمایا۔ مولانا محمد علی مونگیری مرحوم کو ایک دفعہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا محمد علی تم یہاں حجرے میں بیٹھ کر وظائف میں مشغول ہو اور میری نبوت پر کتے حملہ آور ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب مرحوم مونگیری نے اپنی بقیہ زندگی اس فتنہ کے استیصال میں بسر کر دی۔ اسی طرح حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی کو بھی آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خواب میں یہی ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی حضرت امیر شریعت سید عطاء شاہ صاحب بخاریؒ کے نام پر پیغام دیا کہ مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں انہیں ترک نہ کریں

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمہ گیر جدوجہد

یہ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ ملک میں مرزائیوں کیخلاف ایک منظم اور ہمہ گیر جدوجہد شروع ہو گئی اور مختلف مکاتب فکر کے لوگ متحد و متفق ہو کر سرگرم عمل ہو گئے چنانچہ اخبارات ورسائل اور دوسری مطبوعات کے ذریعہ تحریری طور پر اور ملک کے گوشے گوشے میں عوامی اجتماعات منعقد کر کے تقریری طور پر فتنہ مرزائیت سے عوام کو آگاہ کیا گیا خصوصی وفود کی معرفت ارباب حکومت کو

اس فتنہ سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر مستقل طور پر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کریں اس وقت کے ارباب حکومت کی عاقبت نا اندیشی سے یہ جدوجہد ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت پر منتج ہوئی۔ لاکھوں عقیدۃ مندان ختم نبوت نے ارباب حکومت کے جبرو تشدد کا پورے صبرواستقامت کیساتھ مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور بالآخر مرزائیت کا وہ بڑھتا ہوا طوفان رک گیا۔ اندرون اور بیرون ملک کے لوگ مرزائیت کے صحیح خدوخال سے واقف ہو گئے سابق وزیر خارجہ ظفر اللہ اور اسکے بعض حامیوں سے ملک کو نجات حاصل ہو گئی اور مرزائیوں کو اپنے خطرناک عزائم میں بری طرح ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔

نئے عزائم و مقاصد

اگرچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت سے قبل تحفظ ختم نبوت کے نام پر پاکستان میں ایک مستقل جماعت موجود تھی لیکن اس کا نظم و ضبط اور دائرہ کار کافی وسعت طلب تھا۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا باقاعدہ دستور وضع کر کے جماعت کی از سر نو تشکیل کی گئی جماعتی دستور کی روشنی میں ملک کے گوشے گوشے میں ماتحت جماعتیں قائم کی گئیں اور کراچی سے پشاور تک بڑے بڑے شہروں میں مبلغین مجلس تحفظ ختم نبوت کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ اس وقت اٹھائیس مبلغین کی ایک جماعت مصروف عمل ہے جن کے جملہ مصارف جماعت کے ذمہ ہیں۔ مبلغین مجلس ان علاقوں میں بھی تبلیغی فرائض سر انجام دیتے ہیں جہاں انکے مصارف اور ضروریات کا کوئی کفیل نہیں ہوتا۔ مجلس اپنے اغراض و مقاصد اور پروگرام کے لحاظ سے پورے دین کی تبلیغ و اشاعت کی جماعت ہے صرف مسئلہ تحفظ ختم نبوت تک اس کی مساعی کا انحصار نہیں ہے مسئلہ ختم نبوت کی اشاعت و حفاظت اور تردید مرزائیت اس کا اولین فرض ہے مرزائیت کے علاوہ ملک کے دوسرے گمراہ فتنوں سے بھی غافل نہیں ہے جو دین حنیف میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں مجلس کے مبلغین کو ان دوسرے گمراہ فرقوں کی تردید اور انکے اثرات سے ملت کو بچانے کی تربیت کا پورا پورا انتظام کر دیا گیا ہے۔

مجلس کے اجتماعات

اس سال ملک کے کونے کونے میں مجلس کے تبلیغی اجتماعات منعقد ہوئے جن میں مبلغین و اراکین مجلس نے اصلاح عقائد و اعمال مسئلہ ختم نبوت اور تردید مرزائیت۔ ضرورت حدیث و فتنہ انکار حدیث۔ عصمت انبیاء فضائل صحابہؓ اتحاد بین المسلمین' مطالبہ تحفظ ختم نبوت اور اسلامی نظام حکومت کے موضوعات پر تقاریر کیں مجلس کے تنظیمی امور پر غور و فکر کرنے کے لئے مجلس شوری کے سال میں دو اجلاس منعقد ہوئے۔

ملک کے طول و عرض میں عام تبلیغی اجتماعات اور جلسوں کے علاوہ مجلس کی طرف سے لائلپور اور ملتان میں آل پاکستان عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہوئیں جن میں ملک کے دوسرے علمائے کرام کے علاوہ حضرت امیر شریعت صدر مجلس نے بیماری و نقاہت کے باوجود شرکت فرمائی۔ ان کانفرنسوں میں مجلس کیطرف سے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ دہرایا گیا۔

تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے بعض علاقوں میں مبلغین و اکابرین مجلس کی طرف سے طوفانی دورے کئے گئے چنانچہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری' مولانا لال حسین صاحب اختر' مولانا عبد الرحمٰن صاحب میانوی' مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری نے مبلغین علاقہ سندھ کی معیت میں سندھ ڈویژنوں کا دورہ کیا۔ اسی طرح کوئٹہ پشاور اور بہاولپور کے ڈویژنوں میں لاکھوں انسانوں تک مجلس کا پیغام پہنچایا گیا۔

لٹریچر

چونکہ ملک کی اکثریت اور عظیم آبادی ناخواندہ ہے اس لئے مبلغین کی معرفت تقریری نشر و اشاعت کی طرف مجلس کی زیادہ توجہ رہی ہے لیکن اس کے باوجود نشرواشاعت کی طرف سے غفلت نہیں برتی گئی۔ ہزار ہا پوسٹر اور اشتہارات مرکز اور ماتحت جماعتوں کیطرف سے شائع کئے گئے۔ رد مرزائیت اور رد انکار حدیث کے سلسلہ میں شائع کردہ کتابیں اور ٹریکٹ عوام تک پہنچائے گئے۔ دستور ساز اسمبلی کے اراکین اور برسراقتدار

تعلیم یافتہ طبقے کو مرزائیوں کی پوزیشن سمجھانے کے لئے راولپنڈی کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کا فیصلہ "مرزائی غیر مسلم" ہیں انگریزی اور اردو میں شائع کیا گیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے خلاف مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی طرف سے جو مہم شروع کی گئی اس کا جواب دینے کے لئے بیان صادق' جائزہ' دعوت مباہلہ' ٹریکٹوں کی صورت میں شائع کئے گئے۔

مشکلات

لا یزال من امتی امتہ قائمتہ با مر اللہ لا یضر ھم من خذ ھم و لا من خالھم حتی یا تی امر اللہ و ھم علی ذالک مجلس کے کارکنوں رہنماؤں اور مبلغین نے اپنی شبانہ روز محنت سے جماعت کے لئے بے پناہ کام سرانجام دیا لیکن حکومت اور گمراہ جماعتوں کی طرف سے موانع اور مشکلات کی دیواریں حائل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسال حکومت کیطرف سے مجلس کے صدر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور ناظم مجلس مولانا محمد علی صاحب جالندھری' مولانا لال حسین صاحب اختر' مولانا محمد لقمان صاحب' مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری' مولانا خلیل اللہ صاحب پانی پتی اور مولانا فیض الحسن صاحب تنویر' مولانا عبد الرحمٰن میانوی' سائیں محمد حیات صاحب پسروری اور ماتحت جماعتوں کے متعدد کارکنوں پر سیفٹی ایکٹ کے تحت بارہا مختلف مقدمات' مختلف قسم کی پابندیاں اور نظر بندیاں عائد کی گئیں جنہیں جماعت نے نہایت صبر و استقامت سے برداشت کیا حکومت کے علاوہ مودودی جماعت کے لیڈروں اور اخبارات نے گذشتہ تحریک ختم نبوت سے کی گئی اپنی غداریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مجلس ختم نبوت کے اکابرین اور کارکنوں کے ساتھ سوچی سمجھی سکیم کے تحت الجھاؤ شروع کیا اور فی سبیل الطاغوت افتراق بین المسلمین کا کردار ادا کیا۔ مجلس نے دستور اسلامی اور مطالبہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک کے پیش نظر مصالحت اور خاموشی کی پالیسی اختیار کی۔ لیکن جب معاملہ حد سے گذر گیا تو بامر مجبوری ان کے گمراہ کن پروپیگنڈے کی ضروری باتوں کا بیان صادق وغیرہ شائع کر کے جواب دیا گیا اور اصلی

حقیقت سے ملک کو آگاہ کیا۔

بلوچی' سندھی اور پشتو میں تبلیغ

مجلس کا دائرہ کار اس سے قبل زیادہ تر انہیں علاقوں میں تھا جہاں پنجابی اور اردو زبان بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ لیکن جماعت نے محسوس کیا کہ پنجاب اور بہاولپور کے ڈویژنوں میں مرزائیت نے منہ کی کھانے کے بعد بلوچستان اور سندھ کے دیہی علاقہ کو اپنی ارتداد کی سرگرمیوں کے لئے منتخب کر لیا ہے تو مجلس نے سندھی' بلوچی اور پشتو زبان میں تبلیغ و اشاعت کرنے والے مبلغین کی خدمات حاصل کر لیں۔ اور اس طرح لسانی مشکلات پر قابو پا لیا گیا چنانچہ اس وقت سوئی گیس کے دوردراز علاقوں میں فتنہ ارتداد کو روکنے کے لئے مجلس کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔

عربی مدارس اور مجلس تحفظ ختم نبوت

چونکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا مقصد اشاعت و حفاظت اسلام ہے اور اس سلسلہ میں عربی مدارس بھی تعلیم و تدریس کی قابل قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں اس لئے مبلغین اور اکابرین مجلس نے مدارس عربیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت کر کے ان سے پورا پورا تعاون کیا۔

علاوہ ازیں ان عربی مدارس میں پڑھنے والے طلباء کو فرق باطلہ سے روشناس کرایا جاتا ہے امسال حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری اور مولانا غلام اللہ خانؒ صاحب راولپنڈی کے فارغ التحصیل سینکڑوں علمائے کرام کو مولانالال حسین صاحب اختر نے مستقل قیام کر کے فرق باطلہ کی تردید کے لئے تیاری کرائی۔

ملی دستور اور مجلس تحفظ ختم نبوت

امسال ملک میں دوبارہ دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا گیا اور از سر نو دستور سازی کا کام شروع ہوا۔ چونکہ پاکستان میں مذہب اور اس کی تبلیغ و اشاعت کی ترقی کا انحصار بہت حد تک ملکی دستور کے مبنی بر کتاب و سنت ہونے اور اسی طرح

مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا دارومدار بھی دستور کے مسئلہ سے وابستہ ہے اس لئے مجلس نے اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کی پوری کوشش کی۔

تمام مبلغین اور کارکنوں کو ہدایات بھیجی گئیں کہ وہ خود اور دوسری جماعتوں سے ملکر اسلامی نظام حکومت کیلئے سعی کریں اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجاویز دستور ساز اسمبلی کو بھجوائیں چنانچہ دستور ساز اسمبلی کے اراکین سے بذریعہ تار و خطوط مطالبہ کیا گیا۔

حضرت مولانا شمس الحقؒ صاحب افغانی

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کیلئے یہ بات باعث عزت و افتخار ہے کہ مخدوم مکرم حضرت مولانا شمس الحق صاحب سابق وزیر معارف قلات نے جماعت کی رکنیت قبول فرمائی ہے۔ تمام خدام مجلس آپ کی رکنیت کو اپنی سرپرستی تصور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب کو مولانا موصوف سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔

اکابرین کرام کے خطوط

محترم القدر زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ' خیریت مطلوب نصیب۔ گرامی نامہ مرقومہ ۵۵-۱۲-۲۱ موصول ہو کر کاشف احوال ہوا۔ قبول دعوت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ آئندہ جنوری و فروری تک میں بوجہ مرض ضعف کے قابل سفر نہیں اس کے بعد شرط صحت انشاء اللہ تعالیٰ شرکت کر سکوں گا۔ مجلس مرکزیہ ختم نبوت اشاعت و بقاء دین کے سلسلے میں جو مساعی کر رہی ہے ان سے قلب بیحد مسرور ہوا۔ اللھم زد فزد بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ نصرت و اعانت الٰہی شامل حال ہو۔ اور جادہ رضا الٰہی پر استقامت کی توفیق نصیب ہو۔

احقر شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ
ترنگ زئی ضلع پشاور

مخدومی و مکرمی حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت معالیکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ آپ کی خدمت میں اس امر کی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے آپکو فرقہائے باطلہ کی بیخ کنی کے لئے ایک منظم نظام کے چلانے کی توفیق دی ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اور بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے حضرت مولانا لال حسینؒ صاحب اختر کو ہردو فرقہ ہائے باطلہ مرزائیہ اور مودودیت کی کتابوں کے اقتباسات پیش کرنے کے لئے لاہور متعین فرمایا۔ تاکہ دورہ تفسیر میں آمدہ علماء کرام کو ان سے آگاہ کریں۔

الحمد للہ حضرت مولانا ممدوح نے بڑی ہمت اور محنت سے ۳۵ علما کرام کو ان اقتباسات سے مطلع فرمایا اور وہ پورے طور پر مطمئن ہو کر رہ گئے ہیں گویا کہ آپ نے ۳۵ مبلغ تیار کر دیئے جو کہ پاکستان کے مختلف حصوں میں جا کر اسلام کی تائید اور فرق ہائے باطلہ کی تردید کریں گے

میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ آئندہ بھی دورہ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کرام کو اس اعزاز سے سرفراز فرمائیں گے کہ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو چند دن کی مخصوص تعلیم کے لئے لاہور تشریف کی تکلیف دیا کریں گے۔ فقط

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

۲۹/ ذلقعد ۷۴ ۱۳ھ ۱۸جولائی ۱۹۵۵ء

ختم نبوت کانفرنس سرگودھا

حسب اعلان سرگودھا میں ۹/۸ اور ۱۰ نومبر کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مغربی پاکستان سے چیدہ چیدہ علمائے کرام، مفتیان دین، مبلغین اسلام اور مجاہدین مجلس تحفظ ختم نبوت نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کے پانچ عام پبلک اجتماع ہوئے۔ جو تھوڑے تھوڑے وقت کے ساتھ منعقد ہو رہے تھے۔ اور جن سے قریباً ڈیڑھ دو لاکھ نفوس نے استفادہ کیا۔ اس اجلاس میں علمائے کرام نے ۲۲ گھنٹے مسلمانان پاکستان سے خطاب کیا۔

مجلس کی طرف سے مدعوین کے لئے قیام و طعام کا انتظام تھا۔ جس کی نگرانی شیخ عبد العزیز' حاجی محمد ابراہیم' اور شیخ محمد اقبال صاحبان کے ذمہ تھی۔ ۷/ نومبر سے ۱۰ نومبر تک ان صاحبان کی زیر نگرانی قریباً" ۲ ہزار مدعوین کو کھانا کھلایا گیا۔ اور قریباً" چار صد حضرات کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔

کانفرنس کے پنڈال میں مولانا محمد یوسف صاحب نظیری زیر نگرانی میں دفتر معلومات عامہ قائم کیا گیا۔ جہاں سے ہر فرد بشر کو اجلاس کے اوقات علمائے کرام کی رہائش گاہ کا پتہ نئے آنے والوں کے ٹھہرنے کی جگہ اور مزید آنے والے حضرات کی آمد کے متعلق صحیح اطلاعات بہم پہنچائی جاتی تھیں۔

پنڈال کے اندر ایک طرف دینی کتب کی فروخت کے پانچ سٹال تھے۔ جنہوں نے قریباً" ۷ ہزار روپیہ کی کتب فروخت کیں۔

علمائے کرام اور مبلغین تحفظ ختم نبوت کے علاوہ قریباً" دو سو علمائے اسلام نے پنجاب' سندھ' صوبہ سرحد' بہاولپور' قلات اور کراچی نے بھی شرکت کی۔

کانفرنس کے پہلے دوسرے اور آخری اجلاس میں قریباً" چالیس چالیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اجلاس متواتر ساڑھے سات گھنٹے جاری رہا۔ جس میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے متواتر پانچ گھنٹے اور دس منٹ تقریر کی۔

اس کانفرنس میں جن علمائے کرام نے تقاریر فرمائیں ان میں مولانا غلام غوث صاحب سرحدی۔ مولوی عبد الستار خاں نیازی' مولوی احمد علی لاہوری' مولانا عبد الرحمٰن میانوی' مولانا حبیب اللہ' مولانا محمد لقمان' مولانا مظہر علی اظہر' حافظ عبد اللہ درخواستی' مولانا شمس الحق قلاتی' مولانا محمد رمضان' مولانا لال حسین اختر اور مولانا محمد علی جالندھری کے نام قابل ذکر ہیں

عوام میں مولانا محمد عبد اللہ درخواستی اور مولانا شمس الحق قلاتی کے علاوہ مولانا محمد علی جالندھری کی تقاریر کو بہت سراہا گیا۔ جو ہر قسم کی سیاسی آمیزشوں سے پاک اور براہ راست فضائل و کردار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھیں۔

اور جن میں اسلام قرآن و سنت اور ہماری عمومی و خصوصی زندگی کا مقابلہ کیا گیا تھا۔ دوسرے علماء بھی اس کانفرنس میں حتی الوسع سیاست سے دور ہی رہے اور کسی فرقے یا فرد واحد پر بہتان طرازی کی کوشش نہ کی گئی۔

ذکر اسلام کے علاوہ اس کانفرنس میں جناب منیر کی تحقیقاتی رپورٹ کے مختلف پہلوؤں پر تنقید کی گئی۔ اور مسٹر حسین شہید سہروردی کے رویہ پر سخت نکتہ چینی کی گئی ایسے افسران کو ضرور ہدف تنقید بنایا گیا۔ جنہوں نے قادیانیوں یا عیسائی مشنریوں کے علاوہ شیعوں کو تو جلسے کرنے کی اجازت دیدی۔ لیکن مجلس تحفظ نبوت کے جلسوں کے انعقاد پر دفعہ ۱۴۴ کا سہارا ڈھونڈ لیا تھا۔

کانفرنس میں شیعہ سنی فساد کی سختی سے مذمت کی گئی۔ نیز اجلاس میں موضع بلالی ضلع جھنگ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجسمہ بنانے اور جلانے پر شدید احتجاج کیا گیا۔ اور حکام سے فی الفور ان لوگوں کے خلاف سختی سے کاروائی کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

طریق انتخابات

مولانا محمد علی جالندھری نے اپنی تقریر میں جداگانہ اور مخلوط انتخابات کی موجودہ ہیئت ترکیبی کو اسلام کے قطعاً خلاف قرار دیا۔ اور کہا کہ چوں کہ دونوں ناجائز ہیں۔ لہذا اول تو انہیں اسلام کے مطابق بنایا جائے۔ ورنہ اگر یہ ناجائز ہی رہتے ہیں تو جداگانہ انتخابات رائج کیا جائے لیکن جداگانہ بل پیش کرتے وقت مرزائیوں کو قطعاً فراموش نہ کیا جائے کہ یہ غیر مسلم ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر حکومت کو مسلمانوں کے جذبات سے بھی آگاہ رہنا چاہئے۔

مولانا عبد الستار نیازی

مولانا عبد الستار نیازی نے اپنی تقریر میں مطالبہ کیا۔ کہ حکومت اس بل میں اس امر کی واضح ترمیم کرے کہ خاتم النبیین ؑ کا منکر مسلمان نہیں ہے نیز مرزائی غیر مسلموں کی فہرست میں لکھے جائیں۔

مولانا محمد لقمان نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ ہمارا عقیدہ گولیوں سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ صرف اسی صورت میں ہم خاموش رہ سکتے ہیں۔ کہ دین محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحیح تعمیل کی جائے۔ اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے ساتھ وہی حشر کیا جائے جو افغانستان والوں نے کیا تھا۔ مولانا نے کہا۔ کہ ہم غلط پروپیگنڈے کا شکار بھی نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ فیروز خاں نون نے شروع کرایا تھا۔ ختم نبوت پر پابندیاں فیروز خاں نون نے لگوائی تھیں لیکن الزام مسلم لیگ پر لگایا تھا۔ حالانکہ ان دنوں یہ خود وزیر اعلیٰ تھا۔

مولانا شمس الحق

مولانا شمس الحق قلاتی نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ اقتدار کی گولیوں سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا واحد حل تعمیل دین محمدؐ ہے۔ آپ نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ سالہا سال اسلام کے نام کا ڈھنڈورہ پیٹا گیا۔ مگر افسوس کہ عمل اس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے

مولانا مظہر علی اظہر

مولانا اظہر علی نے کہا۔ کہ تیرہ سو سال میں متعدد اچھے اور برے سے برے مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی' تاریخ نے ان پر سخت سے سخت الزمات عائد کئے۔
لیکن غیر مسلم مورخ بھی اس امر کے گواہ ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ بدنام ترین مسلمان بادشاہ بھی کسی جھوٹے نبی کو برداشت نہ کرسکا۔ اور جہاں کسی نے سر اٹھایا اسے کچل دیا گیا۔ حالانکہ اس وقت مسلمان بادشاہوں کے ملک اسلامی ملک نہ کہلاتے تھے لیکن مقام افسوس ہے کہ ہمارے پاکستان میں جسے ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ یہاں ہر روز جھوٹے نبی پیدا ہوتے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں اور اگر کوئی اللہ کا بندہ احتجاج کرتا ہے۔ تو اس کے سینہ کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے۔

مولانا نے جنرل اکبر خاں کی پارٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے افسوس ہے۔ کہ

قوم کا ایک مجاہد کشمیر کے لئے تو دل میں تڑپ پا کر نئی پارٹی بنا بیٹھا ہے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ اس نے اپنے منشور میں منکرین خاتم النبین کے لئے ذکر تک بھی نہیں کیا۔

مولانا لال حسین اختر

مولانا لال حسین اختر نے کہا۔ کہ میں تو حکومت کی پالیسی کو آج تک نہیں سمجھ سکا اگر آج ہم یہ کہہ دیں کہ مرزائی کافر اور مرزا دجال تو ہمارے خلاف یہ کہہ کر تم نے ایک فرقہ کے عالم کی بے عزتی کی ہے۔ مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ لیکن اگر مرزائی ملک کی تقسیم کو غلط کہہ کر ساڑھے سات کروڑ انسانوں کا دل دکھائیں یعنی پاکستان کی روح کو تڑپائیں اور ملک کے آئین کی دھجیاں اڑائیں۔ تو انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں اور تعزیرات پاکستان کی تمام دفعات اس موقع پر خاموش تماشائی بن جاتی ہیں۔ اور سیفٹی سیکورٹی ایکٹ کی دفعات منسوخ دکھائی دینے لگتی ہیں۔ مولانا محمد علی جالندھری کی اس تقریر میں حکومت مغربی پاکستان کے ایک ذمہ دار افسر پر الزام لگایا کہ انہوں نے سندھ کے سرمایہ داروں اور زمینداروں سے دو لاکھ روپیہ اکٹھا کر کے مولوی محمد علی لاہوری پارٹی والے مرزائی کو دیا تھا۔ جس کا گواہ موجودہ مرکزی حکومت کا ایک وزیر ہے

کیا حکومت اس کی تحقیقات کرائے گی۔ اس کانفرنس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں عوام نے بہت ضبط و تحمل و ڈسپلن کا مظاہرہ کیا۔ اور اپنے علمائے کرام کی باتوں کو نہایت محتاط رہ کو سنتے رہے۔ کانفرنس میں پولیس کا انتظام نہایت شاندار تھا ضلع پولیس کے افسر اعلیٰ مسٹر محمد یوسف درک زئی خود دن میں دو دفعہ جلسہ گاہ کے پنڈال میں تشریف لا کر منتظمین جلسہ سے پولیس کے انتظام کے متعلق استفسار کرتے رہے۔ اور قانون کے مطابق ہر طرح کی امداد بہم پہنچائی

کانفرنس میں حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بوجہ انفلوئنزا تشریف نہ لا سکے۔ انہوں نے اپنے فرزند کو اپنی چٹھی کے ہمراہ سرگودھا بھیجا جس میں معذرت کی گئی تھی۔

کانفرنس میں الحاج امین گیلانی، سائیں حیات اور جانباز مرزا کی نظموں کو بہت سراہا گیا۔(ہفت روزہ انجم لاہور ۲۲/نومبر ۱۹۵۷ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت اور اسکا تبلیغی نظام

۱۹۳۹ء میں:- مبلغ ۲

ماہوار خرچ ۱۰۰۰ روپے

۱۹۵۵ء میں:- مبلغ ۲۸

ماہوار خرچ ۵۰۰۰

الحمدللہ مغربی پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں میں مبلغ مقرر ہو چکے ہیں۔ دعوت حق اور تبلیغ دین کا جو پیغام ایک وقت میں پشاور ڈویژن میں پشتو زبان میں پہنچایا جا رہا ہے وہی پیغام ٹھیک اسی وقت علاقہ بلوچستان اور علاقہ سندھ کے دیہات میں بلوچی اور سندھی زبان میں پہنچ رہا ہے اور یہ ایک ایسا امتیاز ہے کہ ایک ہی نظم کے ماتحت ملک بھر میں کسی ادارے کو میسر نہیں۔ فالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

عزائم! امیر شریعت مدظلہ کی سرپرستی میں تبلیغی نظام کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ تاکہ مسلمانان پاکستان اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کر کے دنیا کی امامت کیلئے آگے بڑھیں، تبلیغ دین اشاعت اسلام تحفظ عقیدہ ختم نبوت ایسے مقدس کام کو سرانجام کیلئے مالی اور جانی قربانی کے لئے السابقون الاولون کی مثال پیش کیجئے

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

ناظم دفتر مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان)

نوٹ:۔ مقدمہ روئیداد ختم ہوا۔ اب ذیل میں ایک قادیانی کا اشتہار پیش خدمت ہے۔

خلیفہ ربوہ کے متواتر مظالم اور حکومت کی خاموشی پر میرے آخری فیصلہ کا اعلان

میں پیدائشی مرزائی تھا۔ میری عمر اس وقت قریباً ۳۴ سال ہے مجھے مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ نے اپنی انجمن کا حساب پڑتال کرنے پر مامور کیا حساب میں لاکھوں روپے کا خرد برد پایا گیا۔ جو خلیفہ ربوہ اس کے خاندان اور دوسرے دوستوں نے کیا تھا میں نے رپورٹ بنا کر دیدی اس رپورٹ سے برہم ہو کر مجھ سے تمام غبن کے کاغذات جو میرے پاس تھے طلب کئے مگر میں نے دینے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے اپنی وہ رقم جو کہ انہوں نے چندہ کی صورت میں ناجائز دھوکہ دیکر وصول کی تھی واپس مانگی اس پر انہوں نے میرے قتل کی سکیم حسب عادت بنائی جس کا مجھے بروقت علم ہو گیا اور میں نے بھاگ کر ایس پی جھنگ کے پاس پہنچ کر درخواست دی۔ جس پر مقدمہ نمبر ۳۹ مورخہ ۵۷۔۴۔۲۳ جرم زیر دفعہ ۴۴۸/۳۴۲ و ۴۰۶/۳۸۶ تعزیرات پاکستان مرتب ہوا۔ اس کے بعد میں نے ۵۷۔۹۔۲۷ تک سب انسپکٹر پولیس سے لیکر آئی جی پولیس اور وزیر اعلیٰ تک ہر ایک کے پاس کئی بار التجا کی۔ کہ اگر مقدمہ سچا ہے تو چالان کیا جائے اور اگر جھوٹا ہے۔ تو خارج کر کے مجھ پر مقدمہ چلایا جاوے اس دوران میں مکمل ثبوت پیش کر چکا تھا آخر کار ۵۷۔۹۔۲۷ کو بھوک ہڑتال کی۔ اور مجھے یقین دلایا گیا کہ مقدمہ سچا ہے جلد عدالت میں پیش کر دیا جاویگا۔ مگر اس بھوک ہڑتال کو بھی چار ماہ گذر چکے ہیں اور میں بذریعہ پمفلٹ' درخواست ہائے اخبارات چھوٹے سے چھوٹے افسر سے لیکر صدر پاکستان تک آواز دلو رسی پہنچا چکا ہوں۔ مگر سوائے خاموشی اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ ادھر ربوہ والے یہ شور مچا رہے ہیں کہ وزیر اعلیٰ اور آئی جی نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ مقدمہ کو عدالت میں پیش نہیں ہونے دیں گے بلکہ دبائے رکھیں گے (میں اس کو تسلیم نہیں کرتا) مگر بظاہر حالات ربوہ والوں کے دعاوی کی تصدیق کرتے ہیں اس وقت تک میرے بیوی بچے بھی مرزا محمود احمد کی نگرانی میں ہیں وہ بھی باپ کے ہوتے ہوئے یتیم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کو مجھ سے ملنے تک کی اجازت

نہیں اور میں ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ حالات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ حکومت بھی ربوہ والوں کے ساتھ مل کر مجھے ختم کرنے پر آمادہ ہے اس لئے میں مجبور ہوں کہ میں اپنا یہ آخری فیصلہ حکومت کے کانوں تک پہنچا کر اگر کوئی شنوائی نہ ہوئی تو آئندہ آنیوالے بجٹ سیشن پر مغربی پاکستان اسمبلی کے سامنے بھوک ہڑتال کرونگا اور تا فیصلہ جاری رکھونگا۔

پروگرام حسب ذیل ہو گا

شروع اجلاس سے لیکر آخر اجلاس تک اسمبلی کے سامنے' اس کے بعد اگر زندہ رہا تو پندرہ یوم گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے اس کے بعد اگر زندہ رہا تو کراچی میں وزیر اعلیٰ پاکستان ہاؤس کے سامنے' اور پھر اس کے بعد بھی زندگی ہوئی تو فیصلہ صدر پاکستان کے دروازہ کے سامنے"

صدر الدین چک سکندر کھاریاں ضلع گجرات معرفت مرکزی حقیقت پسند پارٹی رجسٹرڈ (پوسٹ بکس نمبر ۳۴۲ لاہور)

ذیل میں ۷۶ ۱۳ھ مطابق ۱۹۵۶ء کی روئیداد کا مقدمہ دیا جا رہا ہے' اسکا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO

الحمد للہ وحدہ' والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ' و علی اصحابہ الذین اوفوا عھدہ اما بعد'

عقیدۂ ختم نبوت اسلام میں اساس دین کا درجہ رکھتا ہے اس میں کسی قسم کی تاویل اور ردوبدل کی قطعاً گنجائش نہیں' چنانچہ حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ شاہد ہے کہ کبھی کسی مدعی نبوت کو برداشت نہیں کیا گیا۔ دین مبین کی جس عمارت کو قرآن کریم جیسی مکمل کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کامل و اکمل کیا گیا تھا۔ تاریخ

اسلام میں جب کسی کذاب و دجال نے اس طرف نگاہ اٹھائی تو علماء دین اسلام نے اس سے قلبی و بدوزی کا سوال کئے بغیر ایسے بدبخت کی آنکھ بند کر دی اور ایسی بد زبان کو گدی سے نکال دیا گیا۔

متنبی قادیان

اسلامی تاریخ میں یہ ایک حادثہ ہے کہ ایک جھوٹا مدعی نبوت انگریزی دور میں انگریز کا خود کاشتہ پودا بن کر اٹھا' انگریز کے سایہ شفقت میں پروان چڑھا اور اسلامی تاریخ میں عقائد باطلہ کے وہ گل کھلائے کہ الامان و الحفیظ

قادیان ضلع گورداسپور کا ایک قصبہ تھا' ناظرین کرام یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ جھوٹا مدعی نبوت دراصل ایک دیہاتی زمیندار کا بیٹا تھا۔ جو ابتداً" کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کرتا تھا۔ پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے امتحان مختاری میں بیٹھا' مگر بد قسمتی سے فیل ہو کر تلاش روزگار میں سرگرداں رہا۔

تبلیغ اسلام کے نام پر چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ جب انگریز کی دوربین نظر نے اپنے مقاصد کے لئے اسے جوہر یگانہ سمجھ کر پرورش کی اور کچھ چندہ کی فراوانی ہوئی تو اس کی روحانیت نے بھی مبلغ اسلام سے ترقی کر کے مجدد دین کا دعویٰ کیا۔ جب انگریز کی مہربانیوں سے حالات اور ساز گار ہوئے تو رسول بن بیٹھا۔ اپنی روحانیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روحانیت سے (العیاذ باللہ) بڑھ کر بتایا' مسجد اقصےٰ کے مقابل مسجد اقصےٰ بنائی' اپنے مریدوں کو صحابہ کرام کا خطاب' قادیان کو رسول کی تخت' گاہ قرار دیا اور اپنی بیوی کو ام المومنین کہلوایا۔ وغیرہ وغیرہ غرضیکہ تمام خصوصیات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام پر ڈاکہ مارا۔ یہی نہیں بلکہ ——— عقائد باطلہ میں اور آگے بڑھا

آئینہ کمالات ص ۵۶۵/۵۶۴ پر مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا میں اللہ کا عین ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدائی الوہیت میرے رگ و ریشہ میں گھس گئی ہے اور میں نے اس حالت میں دیکھا

کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں' نئی زمین' نیا آسمان' پس میں نے پہلے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا' جس میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی' پھر میں ان کو مرتب کیا اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کے پیدا کرنے میں قدرت رکھتا ہوں پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا۔ **انا زینا السماء الدنیا بمصابیح** پھر میں نے کہا کہ ہم انسانوں کو بھی پیدا کریں گے۔ حقیقت الوحی ص۸۶ میں لکھا ہے **انت منی لمبنز لتہ ولدی** یعنی خدا نے مجھے کہا کہ تو میرے بیٹے کی مانند ہے(العیاذباللہ)

اخبار الحکم قادیان ۲۴/ فروری ۱۹۰۵ء میں مرزا نے لکھا ہے کہ خدا نے مجھے کہا' کہ اب تیرا یہ مرتبہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے صرف اس قدر کہہ کہ ہو جا' پس وہ ہو جائے گی۔

ان بد عقائد نے جب:

اعمال کا لبادہ اوڑھا تو غیر مرزائیوں کے لئے قادیان کی سر زمین تنگ ہو گئی' انگریز صاحب بہادر کا دست شفقت سر پر تھا۔ قتل کے الہام' طاعون کے خواب' زلزلوں کی پیش گوئیاں کر کے اپنے معترفین کو دھمکیاں دینے لگا۔ قتل و غارت' لوٹ مار کے واقعات سر زد ہونے لگے۔ اور جب اس مدعی نبوت کے بعد نور الدین خلیفہ بنا اور نور الدین کے بعد خلافت خاندان میں واپس آئی تو موجودہ خلیفہ بشیر الدین محمود جو اپنے کو فضل عمر لکھ کر اس بات کا عملی دعوے کرتا ہے کہ میرا باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے افضل تھا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ سے افضل ہوں جب یہ صاحب مسند آرائے خلافت ہوئے' تو قادیان غیر مرزائیوں کے لئے دوزخ کا نمونہ پیش کرنے لگی' اپنے مریدوں کو ہجرت کے نام پر جمع کر کے قادیان میں اکثریت بلکہ غالب اکثریت بنائی اور دیگر اثرورسوخ سے ممتاز حیثیت حاصل کر کے غریب مسلمانوں کا بائیکاٹ' آتشزدگی' قتل و غارت سے عرصہ حیات تنگ کر دیا' گزشتہ دنوں حضرت مفکر اسلام مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے ایک تقریر کے دوران جب قادیان میں مرزائیوں کے مظالم بیان کئے تو تقریر کے بعد

ایک صاحب نے کہا کہ مولانا آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا' یہ ان واقعات کا عشر عشیر بھی نہیں جو قادیان میں رونما ہوتے تھے' کہا کہ میں پولیس اسٹیشن قادیان کا انچارج رہا ہوں' قتل' اغوا' زنا بالجبر' ناجائز بچوں کے قتل کے جو واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے تھے وہ بیان سے باہر ہیں' غرضیکہ ایک طرف انگریز کے جھنڈے تھے قادیانی اگر قادیان میں مسلمانوں کے مکانات کو جلا رہے تھے' مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے' محمد حسین بٹالوی کی شہادت اور محمد امین کا قتل اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے تو دوسری طرف مسلمان ممالک کی شکست پر قادیان میں گھی کے چراغ جلائے جاتے تھے اور قادیانی مبلغ اسلامی ممالک میں جاسوسی کے فرائض انجام دے رہے تھے' اس ظلم و ستم کی فراوانی کے ساتھ علماء حق اور حق پرست مسلمان

تصویر کا دوسرا رخ پیش کر رہے تھے۔ سب سے پہلے لدھیانہ کے علماء کرام نے مرزا غلام احمد کے اولین دعاوی کو سن کر اسے لدھیانہ میں مناظرہ کی دعوت دی اور اس کے متعلق کفر کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں جہاں تک انفرادی کوششوں کا تعلق ہے علامہ العصر آیت من آیات اللہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ' اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم گولڑہ شریف' مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی' حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری' مولانا عبد القادر لدھیانوی' مولانا محمد علی صاحب مونگیری' مولانا ظفر علیخان' حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم' کے اسماء گرامی بالخصوص قابل ذکر ہیں' لیکن ان حضرات کی انفرادی کوششوں کے بالمقابل مرزائیت ایک منظم اور مضبوط جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کو گمراہ کر رہی تھی اور حکومت برطانیہ کے وسیع ذرائع اسے پروان چڑھا رہے تھے۔ ان حالات میں مذہبی دیوانوں کا ایک گروہ مجلس احرار کے نام سے ملک میں اہم ملکی و ملی خدمات سرانجام دے رہا تھا کہ حضرت علامہ سید انور شاہ قدس سرہ نے اس جماعت کو حضرت یادگار سلف امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مدظلہ' کی زیر سرکردگی قادیانیوں کے خلاف کام کرنے کیطرف توجہ دلائی۔ قادیان میں دم مارنا دل و گروہ کا کام تھا۔ بہت سے مخالفین مرزائیت قتل کئے جا چکے تھے۔ بہت سے علماء کو بے عزت کر کے قادیان سے نکالا جا چکا

تھا اور تبلیغ دین کے دروازے قادیان میں مجبور بند کر دیئے گئے تھے کہ مجلس احرار نے اس طرف توجہ دی سب سے پہلے ۳۵ء میں۔

تبلیغ کانفرنس قادیان

کا اعلان کر دیا گیا' انگریزی استعمار اور مرزائیوں کے گھروں میں ایک ساتھ زلزلہ آیا' قادیان اور دہلی کا وائسرائے کل لاج ایک ہو گئے' قادیان میں کوئی ٹکڑا اراضی اہل اسلام کی تبلیغی کانفرنس کے لئے میسر نہ آسکا' قادیان کی حدود کے باہر لیکن بالکل متصل احرار تبلیغ کانفرنس حضرت اقدس امیر شریعت مدظلہ کی صدارت میں شروع ہوئی' احرار رضاکاروں نے دشمنان دین کے ظلم و ستم' انگریزی حکومت کی رکاوٹ کے باوجود نظم و ضبط کا وہ عدیم النظیر ثبوت بہم پہنچایا کہ آج امن وطن کی دنیا میں نظم و ضبط کی دعویدار جماعتیں بھی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں ہزاروں سامعین کا پر امن اجتماع' احرار رضاکاروں کا کیمپ' لنگر' نمازوں کی باجماعت لوائیگی' مقررین کی حق و صداقت سے بھرپور تقریریں' شیر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمن مرحوم لدھیانوی کی گرج' حضرت امیر شریعت مدظلہ' کے خطبہء صدارت نے مسلمان قوم میں ایک جذبہ عمل پیدا کر دیا اور قادیانی قصر خلافت میں زلزلہ آگیا۔ امیر شریعت مدظلہ' نے والہانہ انداز میں کہا۔ وہ نبی کا بیٹا ہے' میں نبی کا نواسہ ہوں وہ آئے تم سب چپ چاپ بیٹھ جاؤ' وہ مجھ سے اردو' پنجابی' فارسی' عربی میں' ہر معاملہ میں بحث کرے' یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائیگا' وہ پردہ سے باہر آئے' نقاب اٹھائے' کشتی لڑے' مولا علی کے جوہر دیکھے وہ ہر رنگ میں آئے' وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے' میں ننگے پاؤں آؤں' وہ ریشم پہن کر آئے میں گاندھی جی کی کھلڈی کھدر شریف' وہ مزلمنز' کباب' یاقوتیاں اور پلومر کی ٹانک وائن شراب اپنے ابا کی سنت کے مطابق کھا کر آئے اور میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جو کی روٹی کھا کر آؤں۔ بس کیا تھا' مقدمہ چلا سزا ہوئی' لیکن باپ کے صحیح جانشین بیٹے کو عدالت میں اقرار کرنا پڑا کہ ہاں میرے ابا مرزا غلام احمد نے شراب پی ہے۔ ان حالات کے بعد جماعت نے فیصلہ کیا کہ کام جاری رکھا جائے قادیان میں

حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد کے جمعہ پڑھانے کا اعلان کیا سرکار نے پابندی لگا دی' قاضی صاحب پابندی کو توڑ کر تشریف لے گئے گرفتار ہوئے' سزا ہوئی' کئی بزرگ اور ساتھی جمعہ کے خلاف پابندی کی خلاف ورزی کر کے گرفتار ہوئے انگریز نے پابندی کے جواز کے لئے دلیل دی کہ قادیان میں مرزائیوں کی اکثریت ہے اور اقلیت کو وہاں جلسہ یا تقریر کی اجازت نہیں' اکابرین جماعت نے انگریز کی دلیل تسلیم کر لی اور کہا کہ قادیان کے باہر جہاں جہاں مرزائی اقلیت میں ہیں وہاں ان کے جلسے جلوس بند کئے جائیں اور اگر بند نہ کئے گئے تو احرار رضاکار خود ایسے جلسے بند کرنے کا انتظام کریں گے' انگریز تو کیا بند کرتا' لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس سال سرفروش احرار رضاکاروں نے ملک کے کسی کونہ میں مرزائیوں کا جلسہ کامیاب نہ ہونے دیا' حتیٰ کہ ظفراللہ دہلی میں باوجود انگریز کی پوری مدد کے جلسہ کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو قادیان میں جلسہ کرنے کی پابندی واپس لے لی گئی' اب فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام کے ماتحت

قادیان میں دفتر

کھولا جائے' چنانچہ قادیان میں مدرسہ اسلامیہ کے لئے اراضی خرید کی گئی' اراضی ضروریات مدرسہ سے زائد حاصل کی گئی' تاکہ مدرسہ کی ضروریات خوردونوش پیدا کی جاسکیں' آبپاشی کے لئے کنواں لگایا گیا' مکانات خرید لئے گئے' قادیان کے مسلمانوں میں زندگی پیدا ہوئی وہ سمجھنے لگے کہ ہم یتیم نہیں' ہر سال مرزائیوں کے سالانہ جلسہ کے مقابل تبلیغی جلسہ ہونا شروع ہو گیا' مہمانوں کے لئے مہمان خانہ اور لنگر' مطالعہ کے لئے عظیم الشان کتب خانہ جاری کیا گیا' دین سیکھنے کے لئے طالب علم آنے لگے مدرسہ کامیاب چل رہا تھا کہ

قیام پاکستان

عمل میں آیا۔ اس وقت اہل اسلام کیطرف سے شعبہ تبلیغ کے انچارج فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب تھے' مرزائی جنہوں نے دل سے تقسیم ملک کو قبول نہ کیا

تھا' بلکہ بشیر الدین محمود مرزائی خلیفہ نے کہا' کہ اگر خدانخواستہ ملک تقسیم ہو گیا تو خدا کی مشیت یہی ہے کہ وہ دوبارہ ایک ہو جائے' اس قسم کے اور بھی رویا' مبشرات بیان کئے گئے۔ جن میں تقسیم ملک کو ناممکن العمل قرار دیا۔

اسی لئے محمود مرزا قادیان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے' آبائی قبر پر کھڑے ہو کر ہر روز عہدوپیان ہوتے تھے' کہ اے وقت کے نبی اور مسیح موعود میں تیرا بیٹا اور جانشین ہوں کبھی بے وفائی نہ کروں گا اور قادیان دارالامان کو ہرگز نہ چھوڑوں گا' لیکن وقت آیا تو مسلمانوں کا یہ جابر قاتل رات کی تاریکی میں برقعہ اوڑھ کر قادیان سے نکلا قادیان کے باہر کیمپ سے لے جانے کے لئے ظفراللہ کی وساطت سے پورا انتظام تھا۔ جب مرزائی قادیان کو چھوڑ چکے تو مولانا محمد حیات صاحب بھی غریب مسلمانوں کے ساتھ پاکستان تشریف لے آئے' ناظرین کرام نے اندازہ لگایا ہو گا کہ مرزائی انگریز کی نوازشات کے باعث کس قدر منظم اور اقتدار مل جانے کے بعد کس قدر مملکت در مملکت کے اہل ہیں' ایسے میں ضروری تھا کہ پاکستان کی نوزائیدہ مملکت میں ان کی خاص نگرانی رکھی جاتی' لیکن مسلمان کی بدقسمتی سے آزادی کے بعد بھی انگریز کام آیا اور اسلامی ممالک میں اسرائیل کی طرح وسط پاکستان میں کوڑیوں کے مول محفوظ پہاڑی علاقہ میں ایک وسیع رقبہ خاص مرزائیوں کے ہاتھ انگریز گورنر کے ذریعہ فروخت کر دیا گیا اور حق گو اور درد دل رکھنے والوں کی بات نہ سنی گئی۔ اس طرح وطن عزیز کے وسط میں

ربوہ

قائم کر کے مملکت اندر مملکت کے قیام کے لئے انگریز نے راستہ ہموار کر دیا' بس پھر کیا تھا محمود صاحب کھل کھیلے' بلوچستان کو مرزائی صوبہ بنانے کے خواب نظر آنے لگے اور ساتھ ہی فوج میں مرزائی افسروں کی ترقی کا ظفراللہ کے ذریعے انتظام کیا جانے لگا تاکہ بوقت ضرورت مرزائی خلیفہ ابا کی پیشن گوئی ——— کہ

"انگریز کے جانے کے بعد احمدی اس قابل ہوں گے کہ وہ

حکومت کو سنبھال سکیں"

کو پورا کر سکے' لیکن ان کے رمز آشنا پاکستان میں موجود تھے' خاک نشینوں کی جماعت نے مجلس احرار اسلام کے ساتھ ہی خاص اس مسئلہ کی تبلیغ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کے لئے

مجلس تحفظ ختم نبوت

کے قیام کا اعلان کر دیا کہ یہ جماعت خالص تبلیغی و مذہبی جماعت ہو گی' اور اس کے کارکن ملکی سیاست کے اتار چڑھاؤ میں کسی قسم کا حصہ نہ لیں گے' ابتداً گنتی کے چند مبلغوں اور مفلسی و تنگ دستی کے دور کے ساتھ تخت و تاج ختم نبوت کی حفاظت کا کام شروع کر دیا گیا' جب مرزائیوں کے عزائم اور ان کے حالات ملت کے سامنے آئے تو فوراً مذہبی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل کا قیام عمل میں آیا جس کے لیڈروں نے ناظم الدین حکومت سے مرزائیت کے متعلق مطالبات منوانے کی تحریک شروع کی اس وقت کی حکومت نے مطالبات ٹھکراتے ہوئے ایک بات یہ بھی کہی کہ اس سے انگریز اور امریکہ ناراض ہو جائیں گے غرضیکہ ناظم الدین وزارت نے جیل' خون' گولی کا ڈرامہ کھیلا' مجلس عمل کے علماء کی بات نہ مانی' علماء کرام جیل کی لمبی زندگی ختم کر کے باہر تشریف لائے تو ناظم الدین خود غفرلہ ہو چکے تھے ان ناسامد حالات میں بھی

مجلس تحفظ ختم نبوت

اپنی مذہبی اور تبلیغی سرگرمیوں میں برابر ترقی کرتی گئی' چنانچہ اس سال ۷۶ھ تک مجلس کا تبلیغی نظام عامتہ المسلمین کے تعاون و اشتراک عمل سے بہت ترقی کر چکا ہے۔ پانچ مدارس عربیہ مختلف جگہوں پر مجلس کے زیر اہتمام کامیابی سے چل رہے ہیں جن کے جملہ اخراجات مجلس ادا کرتی ہے' مبلغین اسلام کا ایک مضبوط اور قابل گروپ پیدا ہو چکا ہے جو اسلام کے نظریات کی تبلیغ کے ساتھ فرق باطلہ کی تردید کا فریضہ

باحسن وجوہ ادا کر رہا ہے' جماعت کے اس سال کے اہم واقعات میں

مقدمات کی بھرمار

اہم ترین واقعہ ہے' حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے امسال ۲۱ سیفٹی ایکٹ کا اندھا دھند استعمال مبلغین تحفظ ختم نبوت کے خلاف کیا' آپ جس مبلغ کو بھی دیکھیں اس کے سر پر سیفٹی ایکٹ کی تلوار آویزاں ہے' کسی کے خلاف کسی جگہ داخلہ کی پابندی ہے تو دوسرے کو کسی ایک شہر سے باہر جانے سے جبراً" روک دیا گیا ہے۔ نمبر۲۱ سیفٹی ایکٹ کی تلوار ہر ایک کے لئے بے نیام ہے' اس کا وار مجلس تحفظ ختم نبوت کے قابل صد عزت صدر حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سے لیکر چھوٹے مبلغین تک بے دریغ چل رہا ہے ملک میں خدا کے منکر موجود ہیں' ختم نبوت کے منکر موجود ہیں' حدیث رسول علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے منکر موجود ہیں' باری تعالیٰ' ختم نبوت' حدیث رسول کو نکال دیجئے' اسلام کا کیا باقی رہتا ہے' لیکن جمہوریہ اسلامیہ کا سیفٹی ایکٹ خاموش ہے اور جب ایک مرد درویش اعلان کرتا ہے کہ آمنہ کے لال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعوے کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے تو سیفٹی ایکٹ حرکت میں آتا ہے کیس رجسٹرڈ ہوتا ہے اور ملزم کو عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے' یا للعجب یہ ہے کہ سیفٹی ایکٹ اور اس کا وار چنانچہ مبلغین کے خلاف ایک ساتھ ۱۵ مقدمات زیر دفعہ ۲۱ سیفٹی ایکٹ ملک کی مختلف عدالتوں میں دائر کئے گئے اکابرین نے فیصلہ کیا کہ ہر الزام کو متعلقہ عدالت میں چیلنج کریں گے اور صفائی پیش کریں گے' چنانچہ جب کیس عدالتوں میں آئے اور مرزا غلام احمد اور خلیفہ محمود کی تحریرات کی روشنی میں الزامات کا تجزیہ کیا گیا تو بعض مقدمات میں جو ذرا پہلے سے چل رہے تھے مبلغین جماعت کو معزز عدالتوں نے باعزت بری کر دیا۔ جب گورنمنٹ نے عدلیہ سے ان کشتہ سیفٹی ایکٹ کی بریت کا تماشا دیکھا تو جملہ مقدمات کو واپس لے لیا گیا اور اس طرح اپنی ناجائز زیادتی پر مہر تصدیق ثبت کر دی' اور یوں مقدمات کی یہ عظیم پریشانی دور ہوئی اور مجلس کے منتظمین اور مبلغین

یکسوئی سے پر امن تبلیغ پر اپنی پوری توجہ دینے لگے' اور ملک میں نئے نئے دفاتر اور ان کے ساتھ دینی تربیت کے لئے دارالمطالعوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کئی جگہ ماتحت مجالس نےتعلیم بالغاں کا کام باحسن وجوہ سرانجام دیا۔ کوئٹہ میں اگرچہ کام ابتداء سے ہو رہا تھا' مگر دفتر نہ ہونے کے سبب مبلغین اور کارکنوں کو تکلیف تھی۔ امسال کوئٹہ کے مخلص اور ایثار پیشہ ساتھیوں نے ستر روپے ماہوار کا مکان دفتر کے لئے کرایہ پر لے کر اس کمی کو پورا کر دیا۔ یہ دفتر شارع اقبال کی نکڑ پر ایسے بارونق چوک میں واقع ہے کہ وہاں صرف تحفظ ختم نبوت کے بورڈ کا آویزاں ہونا ہی باطل پرستوں کی پریشانی کا باعث ہے' مبلغین کا قیام اور کام مزید سونے پر سہاگہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات اس سال کی خصوصیت ہے' دراصل تحریک کے بعد ایسے حالات کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ کیونکہ دین کے دشمنوں کو جملہ مسلمان فرقوں کا اتحاد عمل' مجلس عمل' کی صورت میں ہرگز گوارا نہ تھا' اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے مسلمان فرقوں میں خانہ جنگی کرائی گئی مجلس نے ملک کے کونے کونے میں عظیم تبلیغی کانفرنسیں اور اجتماعات منعقد کر کے مسلمانوں کی باہمی فرقہ وارانہ لڑائیوں کے خلاف اظہار نفرت کیا اور مبلغین میں دیو بندی اور بریلوی نقطہ نگاہ کے مبلغین کے اشتراک عمل سے ثابت کر دکھایا کہ یہ لڑائی محض انگریز کی پیدا کردہ ہے' دراصل دونوں فرقوں کے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں' دونوں فرقے توحید' رسالت' ختم نبوت کے اساسی عقیدوں پر کار بند ہیں' مجلس کے مبلغین نے شیعہ سنی تنازعات کے متعلق اپنا جماعتی نظریہ باحسن وجوہ پیش کیا اور اس سال خصوصیت سے مبلغین کو جس غیر اسلامی فرقہ سے واسطہ پڑا وہ عیسائی فرقہ ہے جس کے پادریوں نے مختلف جگہوں پر جلسہ جات منعقد کر کے جمہوریہ اسلامیہ میں مسلمان علماء کو دعوت مناظرہ دی علماء کرام جو اس مسئلہ کو عرصہ ہوا کہ ختم سمجھ چکے تھے' ایسے مناظروں کے لئے تیار نہ تھے۔ الحمد للہ کہ ان حالات میں حضرت صدر المبلغین مولانا لال حسین صاحب اختر کا وجود گرامی نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا' رحیم یار خان' بہاولپور اور منٹگمری میں خصوصیت سے عیسائیوں کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا اور ان کے

مناظرو کے چیلنج کو قبول کیا گیا' مگر ان تین خداؤں کے پجاریوں کی یہ کہاں مجال کہ اسلامی توحید کے دلائل کا مقابلہ کر سکیں

الحمد للہ کہ مبلغین کرام کو ایسے اکابر میسر آئے ہیں جن کی زندگیاں اعلاء کلمتہ اللہ کی خاطر مصائب سے لبریز ہیں' جنھوں نے عمر بھر اس راہ میں ہر آنے والی مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ یادگار سلف حضرت امیر شریعت مدظلہ' قبلہ مولانا قاضی احسان احمد صاحب' اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اس کی زندہ مثال ہیں' مبلغین کرام نے بحیثیت مجموعی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر مبلغین کے صدر ہیں' ان کی رہنمائی کام میں مزید کوشش اور ایثار کا باعث ثابت ہوئی' اطراف ملک سے سینکڑوں خطوط شکریے کے دفتر میں موصول ہوئے کہ مبلغین نے کس طرح بلوچستان' سندھ' سرحد' سابقہ ریاست بہاولپور کے دور دراز دیہات میں جا کر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا' بلکہ بعض جگہوں سے مخلصین نے دفتر مرکزیہ کو از راہ ہمدردی ہدایت کی کہ ایسے کٹھن علاقوں میں مبلغین کو بھیجنے سے قبل وہاں کے دور نزدیک کے کارکنوں کو اطلاع کر دیا کریں' تاکہ مبلغین کرام کے ساتھ وہ ہو جایا کریں' ایسا ہی ایک واقعہ ۹/ذیقعد ۷۲ھ کو سلانوالی ضلع سرگودھا کے علاقے میں اس وقت پیش آیا جبکہ حضرت مناظر اسلام موضع عنایت پور کے مرزائی مبلغین کے الزامات کا جواب دیکر واپس سوبھاگا اسٹیشن تشریف لا رہے تھے۔ جناب مولانا حکیم شریف الدین پانی پتی اور مولانا سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب جگرانوی ہمراہ تھے بے آباد سنسان راستہ' لق و دق صحراء آندھی اور بارش کا طوفان راستہ کی ناواقفیت' خدا خدا کر کے بندگان خدا کا یہ قافلہ اسٹیشن پر پہنچا' تاکہ مولانا لال حسین صاحب اگلے دن پکاتا اسٹیشن ضلع لائلپور اتر کر چک نمبر۷۷ میں بر وقت پہنچ سکیں' مولانا حکیم شریف الدین نے دفتر مرکزیہ کو درخواست کی کہ مبلغین کا اتنا مصروف پروگرام مرتب نہ کیا جایا کرے اور جن علاقوں میں وہ راستہ سے واقف نہ ہوں وہاں واقفیت کا انتظام کئے بغیر مبلغین کو روانہ نہ کیا جایا کرے۔ ایسا ہی ایک مخلص کارکن نے چنڈ ضلع جھنگ سے اس وقت دفتر مرکزیہ کو خط لکھ کر درخواست کی جب کہ

حضرت مولانا محمد لقمان صاحب' مولانا سلطان محمود صاحب' مولانا محمد ابراہیم صاحب چیچہ وطنی اسٹیشن اتر کر چودہ میل پر کسی گاؤں میں تبلیغ کے لئے جا رہے تھے' بارش زور سے ہو چکی تھی۔ جلسہ کے منتظمین نے راستہ خراب دیکھ کر خیال کیا کہ ایسے میں علماء کرام کیا تشریف لائیں گے' اس لئے سواری نہ بھیجی' لیکن منتظمین جلسہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ علماء کرام بارش کے پانی اور راستہ کے کیچڑ کا خیال کئے بغیر اپنی اپنی کتابیں سروں پر اٹھائے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے موضع میں پہنچ گئے ہیں۔ ایسی کئی مثالیں جملہ مبلغین کو پیش آئیں۔ بالخصوص مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری نے بہت ایثار کا ثبوت دیا۔

ثم الحمد للہ کہ اگر ایک طرف مبلغین کرام کا یہ ایثار اور دین کے لئے یہ خلوص تھا تو دوسری طرف اہل اللہ اور صوفیائے کرام نے اپنی توجہات عالیہ سے مبلغین کی امداد فرمائی۔ بالخصوص حضرت

حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی زید مجدہم نے مبلغین اور کارکنان کی سرپرستی فرما کر انہیں ہر قسم کی امداد سے نوازا۔ مبلغین کے اجتماعات میں شرکت فرما کر سنہری نصائح اور روحانی تربیت سے نوازا' عام کانفرنسوں اور پبلک کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت فرما کر اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرمایا' اپنے حلقہء اثر سے جماعت کی مالی امداد کیطرف پوری توجہ مبذول فرمائی جزاهم الله خير الجزاء۔ ان جملہ امور میں کچھ نہ ہو پاتا۔ اگر جماعت کے مخلص اور ایثار پیشہ کارکن اطراف ملک میں جان سوزی سے جماعت کی مالی امداد کیطرف کوشش نہ فرماتے اور ملک کا مخیر طبقہ تبلیغ اسلام و اشاعت دین کے لئے مجلس کی مالی امداد کیطرف متوجہ نہ ہوتا۔ مجلس مرکزیہ ان تمام حضرات کی شکر گزار ہے جنہوں نے دامے' درمے' قدمے' مجلس کا اس کے تبلیغی امور میں ہاتھ بٹایا اور دعاگو ہے کہ خدا ہم سب کی امداد قبول فرمائے

بعض محسنین کی مفارقت

اس سال کا اہم صدمہ ہے' بالخصوص حضرت راس ء الاتقیا مولانا محمد عبد اللہ

صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف' حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب سجادہ نشین جلال پور پیروالہ حضرت مولانا شیخ احمد صاحب' حضرت مولانا حافظ قاری لطف اللہ صاحب (شہداء حادثہ لاری) کا اس جہان فانی سے دارالبقاء کیطرف تشریف لے جانا جماعت کے لئے حزن و ملال کا باعث بنا اور جماعت ان حضرات کے روحانی فیض اور تعاون سے محروم ہو گئی۔ (مقدمہ روئیداد ختم شد)

باب نمبر۲

قارئین کرام۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا شعبہ نشرو اشاعت ہر سال باقاعدگی سے سالانہ مجلس کی روئیداد شائع کرتا ہے۔ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں ۷۷ سے تا ۸۱ سے مطابق ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک پانچ سال کی روئیدادیں دفتر مرکزیہ کی لائبریری سے نکالی گئیں۔ جو واپس نہ آسکیں۔ ان کے حصول تلاش کے لئے رفقاء کو خطوط لکھے مگر میسر نہ ہو پائیں۔ اس لئے ان سالوں کی جس قدر تفصیل شامل اشاعت کرنے کا جو ارادہ تھا وہ پورا نہ ہو پایا تاہم جو کچھ میسر آسکا وہ پیش خدمت ہے

۱ا جنوری ۱۹۵۸ء کے نوائے وقت کا ایک اداریہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس پر ایک قادیانی نے ایڈیٹر کے نام خط لکھا جو یہ ہے

جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے

مکرمی! گیارہ جنوری کے نوائے وقت میں ایک اداریہ بعنوان' سوشل بائیکاٹ اور مملکت اندر مملکت" شائع ہوا ہے جو ہر ذی فہم احمدی کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے اداریہ میں بیک وقت جماعت کے اصحاب فہم اور حکومت پاکستان سے سوالات کئے گئے ہیں۔ گزشتہ سال سے جماعت احمدیہ ایک ابتلا میں ہے پہلے تو احمدی اصحاب اور عوام اسے خلافت کا جھگڑا ہی خیال کرتے رہے لیکن یہ جھگڑا روز بروز خطرناک اور نازک ہوتا جا رہا ہے اور اپنی حقیر معلومات کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ جماعت کے نوے فی صد احباب سہمے ہوئے ہیں کہ حالات سنگین نہ ہو جائیں اور ہم اپنی مظلومیت کے ثبوت میں دلیل بھی نہ لا سکیں ملکی پریس گزشتہ ڈیڑھ سال سے ان لوگوں کا ساتھ

دے رہا ہے جنہیں ملزم گردان کر جماعت سے نکال دیا گیا ہے ہم پریس پر یہ الزام نہیں دے سکتے کہ وہ جماعت کی دشمنی پر کمربستہ ہے بلکہ ہم ننانوے فی صد احمدی یہ یقین رکھتے ہیں کہ اخبارات کا ایک غیور طبقہ غیر جانبدار بھی ہے جس کا ماضی مظلوم کی امداد کی شاندار روایات سے بھرا پڑا ہے بدقسمتی سے جماعت کا آرگن یا اکابرین میں سے کوئی بھی پریس کے بعض معقول سوالوں کا جواب ابھی تک نہیں دے سکا۔ نوائے وقت ۵۶ء سے ہمارے فہمیدہ رہنماؤں سے اپیل کر رہا ہے کہ وہ کام نہ کیجئے کہ جب آپ سے ایسا ہی سلوک کیا جائے تو آپ کے لئے شکایت کی گنجائش نہ رہے۔ سخت جائے حیرت و ندامت ہے کہ ہمارے اکابرین نے ادھر ابھی تک توجہ نہیں دی۔

ہم میں سے ہر ذی شعور اور فہمیدہ شخص سوچتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ روسی نظام کی طرح ہمارے ہاں بھی مطلق العنانی نے ہر فرد کے قلب پر خوف وہراس کا خول چڑھا دیا ہے کہ بابا اپنے کو بچائیں "باقی جائیں بھاڑ میں" اور نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ باپ سے بیٹے کے خلاف سسر سے داماد کے خلاف بہن سے بہن اور بھائی سے بھائی کے خلاف خطرناک قسم کے قطع تعلق پر دو دو صفحے کے اعلانات شائع ہو رہے ہیں۔ اور پھر افسوس صد افسوس کہ گذشتہ سال سے لے کر اب تک انہیں ہولناک صدموں کی تاب نہ لا کر کتنی جانیں داعی اجل کو لبیک کہہ چکی ہیں میں اس جگہ جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت سے اپیل کروں گا کہ وہ زیادہ نہیں تو کم از کم مندرجہ ذیل تین امور پر آنے والے سیشن میں بحث کر کے افراد جماعت کے سامنے ان تعزیرات کو قانون۔ مذہب یا اخلاق کی رو سے جائز ثابت کرے یا ان احکام کو علانیہ واپس لے۔

اولاً" یہ بحث کی جائے کہ آیا جماعت کو کسی فرد کا شدید ترین تمدنی اور معاشرتی بائیکاٹ کرنا چاہئے؟——— ثانیاً" یہ کہ جماعت کی انتظامیہ کسی فرد (پاکستانی شہری) کو ربوہ بدر کر سکتی ہے یا ربوہ میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دینے کا حکم دے سکتی ہے کیا یہ اقدام قانون سے ٹکراتا تو نہیں؟———

ثالثاً" ملزمین آیا واقعی مجرمین بھی ہیں یا نہیں اس کے لئے ایک آزاد تحقیقاتی

کمیشن کیوں نہ مقرر کیا جائے تاکہ یہ الزام دہرایا جا سکے کہ یک طرفہ تشددانہ کارروائی کی جاتی ہے۔

اس طرح ہم اس وقار کو دوبارہ بحال کر سکیں گے جو پچھلے ڈیڑھ سال سے ختم ہو رہا ہے یا موجب رسوائی بن رہا ہے

میں آخر میں جماعت کی انتظامیہ سے عرض کروں گا کہ کسی شخص کو محض اس واسطے سزا نہ دی جائے کہ وہ آپ کے نزدیک کسی ناپسندیدہ شخص کے پاس ملازم رہ کر اپنا پیٹ پال رہا ہے۔ ہمارے بہت سے اکابرین نے فرنگی کی نوکری کر کے اپنا پیٹ پالا ہے مثلاً مرزا شریف احمد' مرزا مظفر احمد' مرزا داؤد احمد' مرزا عزیز احمد' مرزا ظفر احمد صاحبان' سر ظفر اللہ خاں اور اس طرح سینکڑوں ہزاروں افراد۔(نوائے وقت لاہور ۲۰/ جنوری ۱۹۵۸ء) عبد الحمید احمدی

چک ۲۸ ڈاک خانہ فقیر والی
ضلع بہاول نگر

جنوری ۱۹۵۸ء ملک جعفر خان ایڈوکیٹ نے قادیانیوں کے خلاف ایک کتاب لکھی اس پر نوائے وقت نے یہ تبصرہ شائع کیا

احمدیہ تحریک (از ملک محمد جعفر ایڈوکیٹ)

تحریک احمدی پر گزشتہ ساٹھ ستر سال میں بہت کافی لکھا گیا ہے۔ حق میں بھی اور خلاف بھی' لیکن غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس میں احمدی تحریک اور اس کے بانی کے متعلق علمی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے دعاوی کا سرچشمہ کیا تھا' اور وہ کون سے حالات تھے جن سے مرزا صاحب کی مذہبی قیادت اور احمدی تحریک کی نشوونما میں مدد ملی۔ مصنف نے "پیش لفظ" میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے اولین مخاطب احمدی جماعت کے نوجوان ہیں اور یہ کہ میں خود ایک احمدی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور چند سال پہلے تک احمدیہ جماعت (قادیانی) میں شامل تھا'

مصنف کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اب تک احمدیت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا' وہ اکثر معاندانہ جذبے کے تحت لکھا گیا' چنانچہ موصوف نے مرزا صاحب کے دعوی اور احمدی جماعت پر جو تنقید کی ہے وہ ہمدردانہ ہے اور اس میں ان کا مقصد بقول ان کے۔

"دراصل احمدیوں کو قائل کرنا اور انہیں احمدیہ جماعت چھوڑنے پر آمادہ کرنا ہے"۔

مصنف کے نزدیک ایک تو مرزا صاحب کے اپنے بارے میں جو بھی دعاوی تھے' وہ صحیح نہ تھے' مذہبی اعتبار سے بھی اور آنے والے دور کے جمہوری اور عقلی تقاضوں کے لحاظ سے بھی' انہوں نے پہلے تو قرآن مجید کی آیات اور احادیث کو مسخ کر کے ان کا بالکل غلط طور پر ان کے اوپر اطلاق کیا اور پھر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ نازل ہونے کے مسئلے کو مسلمانوں کے لئے قومی غیرت کا سوال بنا کر ان کے جماعتی تعصب کو ابھارا اور اس طرح اپنے مریدوں کی جماعت پیدا کر لی
دعوی نبوت کے معاملے میں بھی ان کا رویہ عجیب تھا۔ جماعت سازی کے لئے وہ مدعی نبوت ہونا ضروری سمجھتے تھے لیکن جب دیکھتے تھے کہ مخالفت بہت زیادہ ہے' تو اس دعوی سے انکار بھی کر دیتے تھے

مصنف کا کہنا ہے کہ اس وقت احمدی تحریک ایک مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ اصل میں اب یہ ایک سیاسی و معاشرتی سوال ہے' چنانچہ آزادی اور قیام پاکستان کے بعد اس قسم کی نبوت' امامت اور خلافت پر مبنی جداگانہ جماعتی تنظیم نہ صرف قومی و جمہوری تنظیم کے منافی ہے بلکہ اس طرز کی جداگانہ تنظیم خود احمدیوں کے لئے باعث صد آفات ثابت ہوئی جس کا کچھ مظاہرہ ۱۹۵۳ء میں ہو چکا ہے۔

مصنف نے بڑی تفصیل سے ان سب مباحث پر روشنی ڈالی ہے اور ختم نبوت کے مسئلے پر بھی عالمانہ بحث کی ہے انہوں نے نہایت محکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ تاریخ نے احمدیت کو غلط ثابت کر دیا ہے اور اب ضرورت ہے کہ احمدی نوجوان آنکھیں کھولیں اور اس حقیقت کو دیکھیں

علامہ اقبال نے احمدیت کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ جمہوریت کی روح جو ملک کے اندر پھیل رہی ہے وہ یقیناً" احمدیوں کی آنکھیں کھول دے گی اور انہیں یقین ہو جائے گا۔ کہ ان کی دینی ایجادات بالکل بے سود ہیں'

اسی آرزو اور مقصد کی تکمیل کے لئے دراصل مصنف نے یہ کتاب لکھی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ موجودہ خلیفہ کے تمام تر طریقہ ہائے کار کے جراثیم خود تحریک میں موجود تھے' اور خاندانی اقتدار اس کا لازمی نتیجہ ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ اس موضوع پر یہ ایک مؤثر معقول اور مدلل کتاب ہے۔

کتاب مجلد ہے اور قیمت پانچ روپیہ ہے ناشر سندھ ساگر اکادمی چوک مینار پاکستان انار کلی' لاہور۔(نوائے وقت ۲۶ جنوری ۱۹۵۸ء لاہور)

جمیعتہ علماء اسلام پاکستان کے آرگن ہفتہ وار ترجمان اسلام لاہور کی اشاعت ۲۰'۲۴ مارچ ۱۹۸۷ء میں مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ھزاروی نے ذیل کا شذرہ تحریر فرمایا

یادش بخیر چودھری ظفر اللہ خاں قادیانی جس طرح پاکستانی سیاست پر چھائے ہوئے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ بقول محمد ہاشم صاحب گزدر (سابق ڈپٹی سپیکر سنٹرل اسمبلی) اسمبلی میں ایسی کوئی بات بھی اسلامی دستور یا دین کی خاطر پیش نہیں ہوتی تھی جس کی مخالفت چودھری مذکور نے نہ کی ہو۔ اور اسی لئے سابق مجلس احرار اسلام اور علماء دین کا فیصلہ تھا کہ جب تک راستے کی یہ رکاوٹ دور نہ کی جائے آگے چلنا دشوار ہے۔

مودودی فرقہ والے جا بجا انسداد فتنہء مرزائیت اور اینٹی ظفر اللہ تحریک کو فروعی کہہ کر نہ صرف اس سے پہلو تہی کرتے بلکہ اوروں کو بھی پیچھے ہٹانے اور اس کی جگہ مودودی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اگرچہ رائے عامہ کے سیلاب میں ان کا یہ پروپیگنڈا خس و خشاک کی طرح بہہ گیا اور ان کو تحریک تحفظ ختم نبوت میں شریک ہونا پڑا۔ اور یہ سب کچھ مجبوری سے تھا۔ چنانچہ بعد میں مودودی صاحب نے اعلان کر دیا۔ کہ سول نافرمانی میں ہمارے جن آدمیوں نے حصہ لیا تھا ہم

نے ان کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اور پھر آج تک انہوں نے مرزائیت کے خلاف کوئی کام کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ بلکہ اپنے عدالتی بیان میں فسادات کی ذمہ داری میں قادیانیوں اور عام علماء دین کو برابر کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اور اب بھی جبکہ ان کو جداگانہ انتخابات کا دورہ پڑا ہوا ہے آپ مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کرنے کا نام نہیں لیتے بلکہ انہوں نے اسلامی حکومت کے قیام اور معاشرے کی تبدیلی کا اپنا اصول ترک کر کے علماء کے طریقہ کو قبول کرتے ہوئے پہلے حکومت تبدیل کرنے کا نعرہ لگا دیا ہے۔

وزراء پاکستان اور امریکہ

بہر حال یہ قطعی امر ہے کہ امریکہ سے معاہدات کر کے پاکستان کو ذلیل کرنے اور خارجہ سیاست کو امریکہ کی لونڈی بنانے کی رسوائی کی بڑی ذمہ داری چودھری ظفر اللہ خاں پر ہے۔ اس نے پہلے خواجہ ناظم الدین صاحب کو چلتا کیا۔ پھر امریکہ سے سفیر کو بلوا کر وزیر بنوایا۔ اس کے بعد چودھری محمد علی صاحب وزیر اعظم بنے۔ ان سب نے پاکستان کی خارجہ سیاست کو اپنے اپنے مخصوص پروگراموں کی خاطر گردی رکھا۔ پھر مسٹر سہروردی آئے انہوں نے تو امریکہ نوازی کو امریکہ پرستی میں بدل کے رکھ دیا۔ انہوں نے عرب ممالک کا دورہ کیا جو عربوں کی خاطر نہ تھا اور اسی لئے عربوں میں پاکستان کی بڑی بدنامی ہوئی اور ان کی تمام نقل و حرکت کو بحق امریکہ سمجھا گیا۔

جنوری ۱۹۵۸ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت سرحد کا قادیانیوں سے کوئی مناظرہ ہوا فقیر یہ سطور اسلام آباد میں بیٹھ کر لکھ رہا ہے۔ جبکہ لائبریری دفتر مرکزیہ ملتان میں ہے۔ تفصیل کا علم نہیں ترجمان اسلام لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام مردان کی ایک قرار داد سے جو معلوم ہوئی وہ پیش خدمت ہے۔

ضلع مردان جمعیۃ کا خصوصی اجلاس زیر صدارت امیر ضلع ہوا۔ مختلف مسائل پر غور و خوض کیا گیا۔ دو قرار دادیں پاس کی گئیں۔ ایک قرار داد میں مجلس تحفظ ختم نبوت سرحد کو مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ پر فتح حاصل کرنے کی مبارکباد اور دوسری قرار داد لاہور میں اس لٹریچر کی کھلے بندوں فروخت پر حکومت سے ضبط کرنے کا مطالبہ

کیا گیا۔ جس میں شعائر اسلام اور انبیاء علیہم السلام کے خلاف زبان طعن دراز کرنے کے علاوہ خیالی تصاویر شائع کی گئی تھیں۔(ترجمان اسلام ۲۴/مارچ ۱۹۵۸ء)

ربوہ میں مولوی صدر دین کا خاموش مظاہرہ

چنیوٹ ۳۰ اپریل معلوم ہوا ہے کہ ربوہ کے سابق مبلغ مولوی صدر دین نے احمدیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے خلاف دو روز خاموش مظاہرہ کیا مولوی صدر دین نے مطالبہ کیا ہے کہ احمدی خلیفہ کو سوشل بائیکاٹ سے روکا جائے چندہ کی معین شدہ رقم کی تحقیقات کرائی جائے میری جائداد اور بچے واپس دلائے جائیں نیز مرزا صاحب کو بحث کے لئے تیار کیا جائے۔(جنگ کراچی ۲ مئی ۱۹۵۸ء)

مرزا قادیانی کی طرح ایک اور مرزائی کو آنکی دیکھا دیکھی پاگل پن کا دورہ پڑا خبر ملاحظہ ہو

مسیح موعود بننے کا پاکستانی دعویدار

شہزادی مارگریٹ سے شادی کرنے انگلستان جائیگا گجرات ۲۵/ ستمبر(پی پ پ) آپ یقین کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ کنجاہ پبلک ہائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر شہزادی مارگریٹ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے۔ اور برطانیہ جانا چاہتا ہے اس نے پاسپورٹ حاصل کرنے کی بھی درخواست دی ہے۔(جنگ کراچی ۲۷/ ستمبر ۱۹۵۹ء)

مرزا قادیانی نے ملکہ وکٹوریہ کو زمین کا نور اور اپنے آپ کو آسمان کا نور قرار دیا۔ اور مذکورہ قادیانی دونوں "نور" کو یکجا کرنے کے لئے نکل دوڑا۔۔۔۔۔۔لعنت بر پدر فرنگ"

روزنامہ آزاد لاہور ۱۰/ مئی ۵۸ کی اشاعت میں مولانا محمد علی جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کا ماتحت مجالس کارکنان اور مبلغین کے نام فرمان شائع ہوا کہ اپنی کارکردگی اور جماعتی سرگرمیوں کی اطلاعات روزنامہ آزاد کو باقاعدہ بھیجا کریں"

مگر اس وقت آزاد کی فائل فقیر کو دستیاب نہ ہو سکی۔ اس لئے تفصیلات جمع نہ

کر پایا۔

مئی میں قادیانیوں کو "شام" میں خلاف قانون قرار دیا گیا۔ اس پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے ذیل کا ہینڈ بل شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا۔

متحدہ عرب جمہوریہ میں قادیانیوں کو خلاف قانون قرار دیدیا گیا!

دمشق (بذریعہ ڈاک) گذشتہ ماہ شام کے سرکاری دارالافتاء سے ایک فتویٰ صادر ہوا تھا۔ جس میں قادیانیوں کو کافر مرتد قرار دیا گیا ہے' مصر و شام کی متحدہ عرب جمہوریہ کی حکومت نے فوری طور پر اس فتویٰ پر عمل در آمد کرتے ہوئے شام کے علاقہ میں قادیانیوں کے تمام مراکز اور دفاتر کو بند کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے' قادیانی لٹریچر اور املاک کو ضبط کر لیا ہے۔ اور آئندہ کے لئے نہ صرف قادیانیوں کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے روک دیا ہے——— بلکہ ان کو باہمی میل جول رکھنے پر قدغن لگا دی ہے یہ فتویٰ شام کے تمام اخبارات میں شائع ہوا ہے اور شام کے مسلمان اس پر اطمینان اور خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔(روزنامہ کوہستان ۴/جون ۱۹۵۸ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

شام کے علاوہ مصر میں بھی قادیانیوں کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

مصر و شام میں قادیانیت خلاف قانون

قاہرہ ۸ جون حکومت جمہوریہ عربیہ(سابقہ مصر و شام) کے صدر جمال ناصر نے ایک فوری اعلان کے ذریعہ حکم نافذ کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے تمام پیروں کو گرفتار کر کے خلاف قانون کارروائیوں کے الزام میں ان پر مقدمہ چلایا جائے یاد رہے کہ گذشتہ ہفتے مصر و شام میں احمدیوں کی جماعت کو خلاف قانون قرار دیدیا گیا تھا۔ اور ان کی تمام کارروائیوں پر پابندی لگا کر ان کے دفاتر کو سربمہر کر دیا گیا تھا لیکن ان پابندیوں کے باوجود احمدیوں نے اپنی کارروائیاں برابر جاری رکھی ہیں جس کے باعث یہ حکم نافذ کیا گیا ہے اعلان میں کہا گیا ہے کہ احمدی مذہب کے ملاؤں کو ملک بدر کر دیا

جائے گا کراچی میں مجلس ختم نبوت نے اپنے ایک جلسہ میں صدر ناصر کے اس حکم کا خیر مقدم کرتے ہوئے صدر ناصر کو مبارکباد پیش کی ہے اور ان کے اس حکم کو ایک عظیم دینی خدمت قرار دیا ہے نیز حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ احمدیوں کو خلاف قانون قرار دے۔(روزنامہ وحدت کراچی ۲۰جون ۱۹۵۳ء)

لائلپور (جون ڈاک سے) بشیر احمد آفس سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں مولانا تاج محمود صاحب صدر مجلس تحفظ ختم نبوت لائلپور نے صدر متحدہ عرب جموریہ کرنل جمال عبد الناصر کو متحدہ عرب جمہوریہ میں مرزائیوں کو خلاف قانون جماعت قرار دینے پر مبارک کا تار ارسال کیا ہے اس سلسلہ میں نماز جمعہ سے قبل جامع مسجد کلاں جامع مسجد اہلحدیث جامع مسجد ریلوے اسٹیشن اور شہر کی تمام مساجد میں خطیب صاحبان نے اسلامیان لائلپور کو یہ خوشخبری دی کہ مصر و شام میں مرزائیوں کو خلاف قانون جماعت قرار دے دیا گیا ہے اور ان کے املاک اور لٹریچر ضبط کر لئے گئے ہیں ارتدادی تبلیغ پر پابندی لگا دی گئی ہے عرب جمہوریہ حکومت کو اس اقدام پر اسے خراج تحسین پیش کیا گیا اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بھی مرزائیوں کو مملکت پاکستان میں خلاف قانون قرار دیں۔(۱۱/جون ۱۹۵۸ جنگ کراچی)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے اجتماعات

مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۹ تا ۱۵ اگست ۵۸ء حلقہ وار اجتماعات منعقد ہوں گے جس میں مندرجہ ذیل حضرات مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی کارکردگی نصب العین اور اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اسلامی فکر اور نظریات کے مخالف فتنوں سے آگاہ کریں گے مولانا قاضی عبد اللطیف اختر' ڈاکٹر عبد الرحیم صدیقی' آغا غیاث الرحمن کشمیری' قاری عبد الغفور سرحدی'(امروز لاہور ۲/اگست ۱۹۵۸ء)

خاتم النبیّن ضبط قرار دے دی گئی

لاہور ۲/اگست' حکومت مغربی پاکستان نے پادری بوٹا مل کی لکھی ہوئی کتاب

خاتم النبیین کو جسے پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی نے شائع کی ہے ضبط کر لیا ہے سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ اس کتاب سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کا امکان ہے۔(امروز لاہور ۳/اگست ۱۹۵۸ء)

مورخہ ۲۷/ ستمبر بعد از نماز عشاء مبارک مسجد بی بلاک' ماڈل ٹاؤن میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں معلم اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم اعلیٰ محمد علی صاحب جالندھری' مولانا مفتی زین العابدین' خطیب جامع مسجد لائل پور سائیں محمد حیات پسروری خطاب کریں گے۔(امروز ۲۷ ستمبر ۱۹۵۸)

اراکین مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس

مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے کارکنوں کا ایک اہم اجلاس ۱۵/جولائی کو بعد نماز مغرب دفتر مجلس ختم نبوت بیرون دہلی گیٹ لاہور میں منعقد ہو گا۔ مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی جالندھری اراکین سے خطاب کریں گے۔(۱۴/جولائی امروز لاہور)

کم بخت ظفر اللہ قادیانی آنجہانی کی ناکام و نامراد خارجہ پالیسی کا یہ اثر بھی ہوا کہ برادر عرب ممالک میں پاکستان کے خلاف جذبات ابھرنے لگے اس پر مغربی پاکستان اسمبلی کے ایک سرکاری ممبر نے مجبوراً" یہ بیان دیا

عرب ممالک میں پاکستان کے خلاف جذبات پائے جاتے ہیں

لاہور ۴/اگست۔ مغربی اسمبلی کے رکن ملک فیض حسین نے کہا ہے کہ عرب ممالک کی حمایت حاصل کرنے میں پاکستان کی ناکامی کی اصل وجہ اسلامی ممالک میں نشرواشاعت کا فقدان ہے۔ ملک فیض حسین نے جو حال ہی میں عراق اور سعودی عرب کا دورہ کر کے آئے ہیں کہا کہ وہاں کے عوام آج بھی پاکستان کو ہندوستان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اور جو اسے جانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ امریکہ اور برطانیہ نے پاکستان بنوایا ہے۔ انہوں نے کہا حکومت ہندوستان وہاں عوام کی حمایت حاصل کرنے اور پاکستان کی مخالفت کے لئے لاکھوں روپیہ صرف کر رہی ہے۔ ہمارے سفارت خانے

اس کا جواب دینے میں قطعاً" ناکام رہے ہیں۔ ملک فیض حسین نے جو عراق میں انقلاب کے وقت وہاں موجود تھے کہا کہ انقلاب کے بعد ایک دن عوام نے پنڈت نہرو اور صدر ناصر کی تصاویر ہاتھوں میں اٹھا کر ایک جلوس نکالا اور ان دونوں کو عرب عوام کا نجات دہندہ قرار دیا۔ بغداد میں پاکستانیوں سے کہا گیا کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں کیونکہ پاکستان کے خلاف عوام میں شدید غم و غصہ ہے۔ ادھر ہندوستانی باشندے آزادی کے ساتھ گھوم رہے تھے۔(امروز لاہور ۱۵/ اگست ۵۸)

سکھر میں دو روزہ ختم نبوت کانفرنس۔ ۱۶' اگست ۱۹۵۸ء کو منعقد ہوئی سندھ کے ممتاز علماء کرام سجادہ نشین حضرات کے علاوہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی' مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد شریف بہاول پوری' مولانا غلام مصطفےٰ' مولانا قاضی عبد اللطیف اختر' مولانا محمد ابراہیم' مولانا نذیر حسین' مولانا خدا بخش سندھی' مولانا بشیر احمد' اور سید امین گیلانی نے شرکت فرمائی۔(جنگ کراچی)

پہلے گذر چکا ہے کہ مصر و شام میں قادیانیوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ اس پر روزنامہ الفضل ربوہ سراپا روزنامہ الدجل بن گیا۔ چنانچہ روزنامہ مغربی پاکستان کی ۱۴ / اگست ۱۹۵۸ء میں ذیل کا ایک آرٹیکل شائع ہوا

قادیانیوں کو متحدہ عرب جمہوریہ کے علاقہ شام میں غیر قانونی جماعت قرار دیدیا گیا

لاہور ۱۳/ اگست سے بعض اہم دستاویزات موصول ہوئی ہیں۔ جن کی بنا پر اب اس بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ شام میں قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر قانونی جماعت قرار دیدیا گیا ہے اس خبر کا پس منظر یہ ہے کہ ۳/ جون ۱۹۵۸ء کو روزنامہ تسنیم لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ متحدہ عرب جمہوریہ کے علاقہ شام میں قادیانیوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ اور ان کے دفاتر سر بمہر کر دیئے گئے ہیں۔ یہ خبر لاہور کے چند دوسرے روز ناموں میں بھی کچھ رد

و بدل کے بعد شائع ہوئی اس پر ایک دینی جماعت کے سربراہوں نے کرنل ناصر کو مبارکباد کا پیغام بھیج دیا۔ روزنامہ الفضل ربوہ نے جو قادیانیوں کا ناقوس خصوصی ہے اس خبر کی تردید کر دی اس کے بعد ربوہ کے ایک صاحب بشارت احمد مرزا کا' نوائے وقت مورخہ ۵/جولائی۵۸ء میں مراسلہ شائع ہوا جس میں عربی اخبار صوت العرب کے ایک تراشہ کا حوالہ دیتے ہوئے کرنل ناصر کی طرف سے شام کے قادیانی مبلغ منیر کی ارسال کردہ چند کتابوں کی وصولی پر شکریہ کے ایک خط کو اپنی صفائی میں پیش کیا گیا اور اصل واقعات کو جھٹلایا گیا تھا' اس سلسلے میں ہم نے ایک قابل اعتماد دوست کو جو دمشق میں رہتے ہیں اس خبر کا پس منظر اور اس کے دستاویزی شواہد کی فراہمی کے سلسلہ میں لکھا' انہوں نے بڑی کاوش سے اصل واقعات کی ذاتی طور پر تحقیق کی اور اس کے نتیجے میں دوسرے اہم دستاویزی شواہد کے علاوہ انہوں نے قادیانیوں کے مرکز کی تین تصاویر بھی ارسال کی ہیں۔ وہ بہ نفس نفیس قادیانیوں کے مرکز زاویہ گئے۔ مرکز کو تالا لگا ہوا اور سربمہر تھا۔ انہوں نے اس کی تین مختلف سمتوں سے فوٹو لئے ہیں یہ فوٹو ۱۳/جولائی۱۹۵۸ء کو لئے گئے ہیں

قادیانی کافر ہیں ــــــ مفتی اعظم شام کا فتویٰ

دستاویزی شواہد کو پیش کرنے سے قبل یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قادیانیوں پر اس پابندی میں کرنل ناصر کا کوئی حصہ نہیں دراصل قادیانیوں کو غیر قانونی جماعت قرار دینے کی تحریک متحدہ عرب جمہوریہ کے قیام سے قبل ۱۹۵۶ء کے آغاز سے ہی شروع ہو چکی تھی۔ یہاں قادیانی مسئلہ از سید ابو الاعلیٰ مودودی کا عربی ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا اور شام کے عوام قادیانیوں کے بارے میں از حد پریشان تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے مفتی اعظم شام نے اپنی سرکاری حیثیت سے اپنے فتویٰ مورخہ ۵۷ر۱۰ر۱۰ میں قادیانیوں ک کافر قرار دے دیا۔ یہ فتویٰ وزارت داخلہ کے خطوط مورخہ ۵۷/۱۰/۱۰ کی بنیاد پر تھا۔ ان کے فتویٰ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

مفتی شیخ ابو الیسر عابدین مفتی اعظم جمہوریہ

الحمد للہ تعالیٰ

چونکہ فرقہ قادیانیہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں تسلیم کرتا جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد خاتم النبین کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا۔ میں اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں۔ واللہ سبحانہ' و تعالیٰ دمشق ۲۱۔۳۔۷۷ ۱۳ دستخط مفتی اعظم مطابق ۱۵۔۱۰۔۱۹۵۷ء جمہوریہ شام

وزارت داخلہ شام کی کارروائی

اس کے علاوہ مفتی اعظم جمہوریہ شام نے صدر کابینہ جمہوریہ شام کے نام ایک خط میں ان کے مراسلہ مورخہ ۱۰۔۱۰۔۵۷ کا جواب دیتے ہوئے جو سفارشات پیش کیں۔ ان کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

حوالہ ۶۔۶۔۵۵ بتاریخ ۷۷۔۳۔۲۱ مطابق ۱۹۵۷ء۔۱۰۔۱۵

بنام صدر کابینہ

(آپ نے نوٹ نمبر ۱۰۳۹۳۔۲۵۹۷ مورخہ ۵۷۔۱۰۔۱۰ کے جواب میں جو وزارت داخلہ کے خط پر مندرج تھا اور جس میں دمشق میں قادیانی جماعت کے کوائف کے متعلق رائے طلب کی گئی تھی۔

اس سے پہلے ہم وزارت داخلہ سے بتاریخ ۵۶۔۸۔۲۸ بموجب عریضہ نمبر ۳۸۹۰۔۳۵۲ جس کی کاپی مع اس مراسلت کے جو ہمارے اور عدالت زیرین کے درمیان ہوئی ہے۔ منسلک ہذا ہے' مطالبہ کر چکے ہیں کہ چونکہ قادیانی فرقہ دین اسلامی کے احکام کے خلاف شعائر سرانجام دیتا ہے اس لئے قبل اس کے کہ معاملہ ہاتھ سے نکل جائے اس فرقے کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔ اور ان کے تمام زاویوں (مراکز) کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا جائے

قادیانیوں کے عقائد و افکار کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انکے عقائد سراسر باطل ہیں ہم ہمراہ عریضہ قادیانیوں کے متعلق اپنا شرعی فتوی

ارسال کر رہے ہیں

ہم متوقع ہیں کہ یہ عریضہ متعلقہ بااختیار اداروں تک پہنچا کر اس بارے میں ضروری قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ نیز ہمیں اس کارروائی کے نتیجے سے آگاہ کیا جائے گا۔

انسپکٹر جنرل پولیس کا اعلامیہ

وزارت داخلہ کی ضروری کاروائی کے بعد حکومت شام نے انسپکٹر جنرل پولیس کو بذریعہ تار اپنے فیصلہ سے مطلع کیا جس کی بنا پر انسپکٹر جنرل پولیس نے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے یہ اعلامیہ دمشق سے ۲۲مارچ ۱۹۵۸ء کو جاری ہوا۔

(حوالہ ۱۲۱ نوٹیفکیشن نمبر۱۵۸۱۔ ب بموجب تعمیل برقیہ نمبر۲۲۳۔ ب س بتاریخ ۲۵۔۳۔۱۹۵۸ء)

بروئے نوٹس ہذا لازم ہے کہ فرقہ احمدیہ (قادیانیہ) کی سرگرمیوں پر قدغن لگائی جائے۔ ان کے مراکز اور دفاتر پر چھاپے مار کر ان کی تمام املاک قبضہ میں کرلی جائیں اور انہیں اوقاف اسلامیہ کے محکموں کی تحویل میں دے دیا جائے اور ان کے قبضے سے جو ایسے کاغذات برآمد ہوں جو فتویٰ شرعی کے صدور اور ہمارے اعلامیہ کے اجرا کے بعد کی سرگرمیوں کی نشان دہی کرتے ہیں وہ ہم تک پہنچائے جائیں

دمشق ۵۸۔۳۔۲۷ الحمید محمد الجراح بنام انسپکٹر جنرل پولیس

(۱)ضلعوں (محافظات) کے تمام ذیلی مقام

(۲) عام پبلک اور تحفظ امن پولیس کے ملازمین۔(روزنامہ مغربی پاکستان ۱۴/ اگست۱۹۵۸ء)

۱۸/ اگست۱۹۵۸ء کو وزیر اعلیٰ سر مظفر علی قزلباش نے مجلس احرار اسلام سے پابندی اٹھائی۔ جونہی یہ خبر مرزائیوں نے سنی۔ ان کے اوسان خطاء ہو گئے۔ خبر ملاحظہ ہو

ری پبلکن پارٹی سے فرار

ربوہ (ڈاک سے) ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ احرار اسلام پر سے پابندی اٹھ جانے کے بعد جماعت ربوہ اپنی سیاسی پالیسی پر نظر ثانی کر رہی ہے۔ اسکے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز اور زیادتی ہے اس لئے ری پبلکن پارٹی کو سپورٹ کرنے کے فیصلہ پر نظر ثانی کی جا رہی ہے۔(پندرہ روزہ چناب لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء)

باب نمبر ۷

۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۲ء تک کا دور اسلامیان پاکستان کے لئے عجیب و غریب دور تھا۔ حضرت امیر شریعت اس عرصہ میں علیل رہے۔ گاہے بگاہے طبیعت سنبھل جاتی تو اللہ کا نام بلند کرنے اور ختم نبوت کا پھریرا لہرانے کے لئے میدان عمل میں آ جاتے۔ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی ' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد حیات ' مولانا عبد الرحمن میانوی۔ مولانا تاج محمود' مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا محمد شریف بہاول پوری اور ان کے گرای قدر رفقاء نے مقدور بھر محنت فرمائی۔ سارے ملک میں دیوانہ وار ختم نبوت کے تحفظ کی صدا بلند کی۔

ان حضرات کی محنتوں کے صدقے اللہ رب العزت نے فضل فرمایا اور اسلامیان پاکستان قادیانی فتنہ کی سرکوبی کو اپنا فرض سمجھنے لگے۔ ۱۹۵۸ء میں قادیانیت نام کی کتاب مولانا ابو الحسن علی ندوی سے مرتب کرا کر مجلس تحفظ ختم نبوت نے عربی۔ اردو میں شائع کر کے پوری دنیا بالخصوص عرب ممالک میں تقسیم کی۔ اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

اس عرصہ میں مولانا سید حسین احمد مدنی' مولانا ابو الکلام آزاد' حضرت مولانا احمد علی لاہوری' مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی' حضرت مولانا تاج محمود امروٹی' شاہ عبد القادر رائے پوری' حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایسی نابغہ روزگار حضرات کے سانحہ ارتحال سے مسلمانان ہندوپاک کو دوچار ہونا پڑا۔

ایوب خان کا دور تھا۔ قادیانی جال نے انہیں بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ ڈاکٹر فضل الرحمن ایسا بے دین و ملحد شخص ادارہ تحقیقات اسلامی ایسے حکومتی ادارہ کی سربراہی پر براجمان تھا۔ یہ دور اس لحاظ سے بھی سیاہ دور تھا کہ ایسے مدارس و مساجد جہاں پر حکومتی اثر تھا یا وہ حکومت کی تحویل میں تھے۔ وہاں پر بھی بے دینی نے پرپرزے نکالنے شروع کر دیئے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ لاہور کی شاہی مسجد کی تاریخی و مذہبی اہمیت سے کون واقف نہیں مگر یہاں کیا ہو رہا تھا ملاحظہ ہو۔

مولوی غلام مرشد صاحب

مولوی غلام مرشد صاحب شاہی جامع مسجد لاہور کے پرانے خطیب ہیں ۔ آپ کے عقائد کے بارہ میں ہمیشہ اہل اسلام کو اشتباہ رہا ۔ تیس برس سے زیادہ ہوتے ہیں کہ خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری لاہور تشریف لائے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کا کیا مقام تھا۔ علم و فضل' زہد و ورع اور تحقیق و اجتہاد میں وہ کیا مرتبہ رکھتے تھے۔ اس کا ادراک عام عقلوں سے بالاتر ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے تھے کہ اسلام کی صداقت کی ایک دلیل یہ ہے کہ انور شاہ مسلمان ہے اگر اسلام حق نہ ہوتا تو وہ اس کو قبول نہ کرتے۔ سلف صالحین اور اکابر امت کے بارہ میں علمی اور عملی لحاظ جو فوق العادۃ روایات کتابوں میں ذکر کی جاتی ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو دیکھ کر ان کی تصدیق ہو جاتی تھی وہ حفاظت مسئلہ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کو اپنے لئے توشہء آخرت قرار دیتے تھے۔ ان کو اس سلسلہ میں اتنا شغف تھا کہ وہ اسلام کے فلسفی شاعر علامہ اقبال سے ملے۔ علامہ اقبال بھی جوہری تھے ۔ حضرت انور شاہ کی جلالت قدر کا اندازہ وہ لگا سکتے تھے۔ مرزائیت کے چہرے کو جس طرح حضرت شاہ صاحب نے بے نقاب فرمایا اور علمی مباحث میں جو بیتے کی باتیں ارشاد فرمائیں۔ ان سے علامہ اقبال کا متاثر ہونا لازم تھا۔ چنانچہ اس کے بعد علامہ اقبال نے ختم نبوت کے مخالفین کے بارہ میں جو کچھ

اظہار خیال کیا اس نے انگریزی دان طبقہ کے ایمانوں کو بچا لیا اور شیوع مرزائیت کی راہ میں سد سکندری کا کام دیا۔

اس دورہ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے مولوی غلام مرشد صاحب کے عقائد کے بارہ میں کچھ سنا تھا چونکہ وہ شاگرد تھا۔ اس لئے آپ نے اس کو بلایا مگر وہ نہ آیا۔ حضرت شاہ صاحب نے جلسہ میں اعلان فرمایا۔

اور کہا کہ جس کسی کو کوئی شک ہو وہ مجھ سے ملے۔ حضرت استاد علامہ انور شاہ صاحب کی ناراضگی کے بعد کیا توقع ہو سکتی تھی۔ مولوی غلام مرشد صاحب کو توبہ نصیب ہوگی ۔ انہوں نے ابھی تک اپنے ان خیالات سے رجوع نہیں کیا۔ بلکہ اس سے بعد کبھی کوئی فتنہ اٹھا۔ مولوی غلام مرشد صاحب نے اس کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کی کچھ پہلے انہوں نے قربانی کے بارہ میں اسلامی شریعت کے برخلاف اظہار کر کے اہل الحاد کے لئے راہ ہموار کرنے کی کوشش کی ۔ چونکہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے۔ اور مذہبا" ضروری ہے اس لئے علماء کرام نے فتوی دیا کہ اگر مولوی غلام مرشد صاحب ان خیالات سے توبہ نہیں کرتا تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ اور ان دنوں میں ایسی افواہ بھی اڑی تھی کہ مولوی غلام مرشد صاحب کو خطابت سے برطرف کر دیا گیا۔

حیات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں بھی ان کے متعلق اہل اسلام مطمئن نہیں ہیں۔ سنہری مسجد میں جو درس دیتے ہیں اس کی نگرانی کرنے والے مسلمان ان کے حق میں اچھی رائے نہیں رکھتے ۔ چند دن پہلے انہوں نے سیرت و حدیث کی کتابوں کے بارہ میں جو لب کشائی کی تھی ۔ وہ بھی دل آزار تھی۔ سیرت پاک پر ہر زمانہ میں بہتر سے بہتر کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ مگر پرانی کتابوں کو ضائع کرنے یا ان کتابوں میں تحریف کر کے بددیانتی کرنا صرف بددیانت آدمیوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ یہ حضرت اپنے طریق کار سے پرویزی الحاد کو طاقت پہنچا رہے ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی سے ڈرو۔ اس کی گرفت بڑی سخت ہے مگر وہ ڈٹے ہوئے ہیں۔

حال میں ان کا بیان بعض اخباروں میں شائع ہوا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ

خاندانی منصوبہ بندی برحق ہے۔ حکومت کو اس سلسلہ میں سستی نہیں کرنی چاہئے حکومت کی آڑ لے کر آپ یہ نہ کہتے تو آپ چاروں طرف سے اس برحق کا جواب سنتے۔ ہم مغرب سے درآمد کئے ہوئے اس برتھ کنٹرول کے بارہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

اس کے متعلق بارہا بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔ یہاں صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس کے موجد اور اس کے استعمال کرنے کے پہلے شائقین جس نیت سے اس کا استعمال کرتے تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ صرف آپ کے برحق پر ایک بات یاد آئی ہے۔ وہ سنائی جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارہ میں فرمایا۔ **کانا علی الحق** (کہ یہ دونوں حق پر تھے) یہ سب کی کتابوں میں موجود ہے ایک شخص نے جس کو حضرت شیر خداؓ کے اس فرمان سے اتفاق نہ تھا۔ اس کا معنی یوں کیا کہ **کانا غالبین علی الحق** (کہ یہ دونوں بزرگ حق پر غالب آگئے تھے۔ یعنی انہوں نے حق کو مغلوب کر ڈالا تھا) **سبحان اللہ العظیم** کتنی دور کی کوڑی لائے ہیں۔ ممکن ہے کہ مولوی غلام مرشد صاحب بھی برحق کا معنی یہی کرتے ہوں۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس بیان میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ مسلمانوں میں مرزائیوں کا طبقہ پڑھا لکھا ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ پر ایک بڑا بہترین رسالہ بھی لکھا ہے۔ لیجئے جناب کیا مرزائیوں کا رسالہ لکھنے سے برحق ہونا ثابت ہو گیا۔ معلوم نہیں اس طرح مولوی صاحب موصوف نے مرزائیوں کی تعریف میں کیوں لذت محسوس کی اور حکومت کے بعد ان کا سہارا کیوں لیا صرف مرزائیوں کا پروپیگنڈا منظور ہے۔ بہرحال مولوی غلام مرشد صاحب کا رویہ عام اہل اسلام کے خلاف رہا ہے۔ اور اب تو ان کی طرف سے فتنوں کی تائید ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ ہفتہ وار "خدام الدین" لاہور، ۸ ستمبر ۱۹۶۱ء

محرم ۸۲ ۱۳ھ سے ۱۳۸۳ھ جمادی الاول بمطابق جولائی ۱۹۶۲ء سے اکتوبر ۱۹۶۲ء تک کی پانچ ماہ رپورٹ پر مشتمل دو صفحاتی خط مولانا محمد علی جالندھری نے مجلس کے

معاونین کے لئے شائع فرمایا ذیل میں وہ ملاحظہ کریں اس میں مجلس کے تبلیغی اسفار کا حصہ دیکھ کر آپ اندازہ فرمائیں گے کہ مجلس کے شعبہ تبلیغ کی کتنی عظیم و وسیع خدمات ہیں۔)

باسمہ تعالی و تقدس

مخدوم محترم عالی جناب زید مجدکم

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ ! دینی تبلیغ کا کام حقیقت میں اتنا اہم اور ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس کے کام کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ اس مقدس ترین جماعت نے اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں بے انتہا مصائب برداشت کئے۔ حتی کہ اس راہ میں اپنی جانی قربانی تک پیش کر دی۔

○ـــــ چونکہ سردار دو عالم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہونا تھا۔ اس لئے یہ فریضہ امت کے علماء کرام کے سپرد کر کے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ یعنی تبلیغ کی وراثت علماء امت کے سپرد کر دی گئی۔

○ـــــ حضور علیہ السلام (فداہ ابی و امی) کی امت کے علماء نے دین کے لئے بے شمار مصائب برداشت فرمائے۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرما دے۔

○ـــــ اس وقت بہت سے علماء دین تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو توفیق ارزانی عطا فرما دے ۔ مگر جماعتی نظم و نسق اور ایسے طریق کے ساتھ کہ حسب ضرورت صرف فی سبیل اللہ اپنے خرچ پر باطل کے مقابلہ کے لئے کوئی نکلے۔ یہ بات موجود نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرما دے۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کو کہ انہوں نے آج سے تیرہ برس پہلے صرف تبلیغی جماعت (مجلس تحفظ ختم نبوت) کی بنیاد ڈالی ۔ جس جماعت نے تیرہ برس میں اسلام کی تبلیغ اور مرزائیت سے تحفظ کے لئے بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ایسی جگہ

بھی اپنے خرچ پر مبلغین بھیجے جاتے ہیں۔ جہاں کوئی خرچ برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ ابھی چند روز کی بات ہے کہ احقر خود اور مولانا لال حسین صاحب اختر جماعت کے خرچ پر دینی ضرورت کے لئے حیدر آباد پہنچے۔ امسال ضلع سرگودھا سے اک پنشنو سرکاری ملازم راتوں رات ملتان پہنچے۔ ان کے گاؤں میں مرزائیوں نے مسلمانوں کو بہت تنگ کر رکھا تھا۔ لیکن میں خود' مولانا لال حسین صاحب' مولانا محمد لقمان صاحب داخلہ کی پابندی کی وجہ سے نہ جا سکتے تھے۔ دوسرے مبلغین بھیجے گئے۔ بحمد للہ چار پانچ کنبے توبہ کر کے داخل اسلام ہوئے۔

دوسری دفعہ جب دوبارہ پروگرام بنایا گیا۔ میرا داخلہ پھر بند کر دیا گیا۔ قادیانی چونکہ حکومت میں اکثر ملازم ہیں۔ غلط رپورٹ کرا کے داخلہ بند کرا دیتے ہیں۔ ان مشکلات میں بھی ہم نے ہمت نہ ہاری اور کام جاری ہے۔

اس وقت جماعت میں مبلغین و مدرسین اور دفتری کارکنان کی تعداد ۲۴ ہے اور سالانہ خرچ تقریباً" ۲۷۰۰۰ روپے ہے۔

مسلمانوں کا کوئی فرقہ دوسرے فرقہ کے خلاف چاہے کتنا ہی گند اچھالے' قانون حرکت میں نہیں آتا۔ لیکن مرزائیت کی وجہ سے مقدمات داخلہ کی پابندیاں عائد ہوتی رہتی ہیں۔ گذشتہ دنوں میں جماعت کے مبلغین پر چھ مقدمات مدت تک زیر سماعت رہے بدنی سزا کے علاوہ مالی جرمانوں کی سزائیں بھی ہوئیں۔ قادیانیوں کو اب بھی دفتری اقتدار اتنا حاصل ہے کہ کراچی' سکھر' گوجرانوالہ میں ختم نبوت کے نام سے جلسہ جات کی اجازت نہ ملی۔ بلکہ بعض جگہ یہ کہا گیا۔ "ختم نبوت کا لفظ چھوڑ دیا جاوے تو اجازت مل سکتی ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

اندریں حالات جماعت کو مضبوط بنانا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔

گرامی قدر قابل صد احترام حضرت قبلہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحومؒ کی وفات جماعت کے لئے سانحہ عظیمہ بن کر آئی۔ جس سے ہم سب کے حوصلے متزلزل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے غیبی امداد فرمائی۔ ملک و ملت کے علماء کرام مثلاً" حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی' حضرت مولانا شمس الحق

صاحب افغانی اور ۵مہر ۲۰ کے قریب دیگر بزرگان دین نے گذشتہ سال ختم نبوت کانفرنس ملتان میں شرکت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی اور ڈھارس بندھائی کہ یہ تبلیغی کام جاری رہنا چاہئے۔ آپ ہمت نہ ہاریں ۔ ہماری تمام ہمدردیاں مبلغین و منتظمین کے ساتھ رہیں گی۔ الحمد للہ کہ جماعت بدستور کام کرتی ہے۔ اور مبلغین میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ البتہ آمدنی میں کمی ضرور آئی ہے ۔ آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اس سال خود اور اپنے حلقہ اثر میں کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ جماعت کی زکوۃ خیرات سے امداد فرما کر مشکور فرما دیں۔

محرم ۸۲ھ سے جمادی الاول ۸۲ھ تک پانچ ماہ کا مختصر خاکہ کارگذاری اور آمد و صرف کا موازنہ تحریر خدمت ہے مفصل روئیداد انشاء اللہ علیحدہ شائع کی جائے گی۔ کوئٹہ میں تین مبلغین دینی تبلیغ و تعلیم میں مصروف ہیں ۔ ملتان میں دو مبلغین اور کراچی ' سکھر 'گوجرانوالہ میں ایک ایک مبلغ کا قیام ہے بعض دینی مکتب بھی کام کر رہے ہیں ۔ چار ماہ کے جلسہ جات اور تبلیغی دوروں کا اجمالی نقشہ حسب ذیل ہے۔

اس کے علاوہ ہر سال شعبان اور رمضان المبارک میں حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر صدر المبلغین فرقہائے باطلہ کی تردید کے لئے لاہور حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور خانپور حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کے ہاں علمائے کرام کو تیاری کراتے رہے ہیں۔ امسال بھی مولانا موصوف کے سکھر شہر' علی پور(ضلع مظفر گڑھ) خانپور ' بہاولپور میں دس دس اور پندرہ پندرہ دن مقرر ہو چکے ہیں۔ تاکہ وہاں کے علماء و طلباء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کو فتنہ مرزائیت و عیسائیت و دیگر فرقہائے باطلہ کی تردید کے لئے معلومات بہم پہنچائیں ۔ بحمد للہ کہ ایسے پروگرام پر بزرگان دین نے بہت ہی خوشی اور رضا کا اظہار فرمایا ہے۔ اور ہمیشہ دعاؤں سے یاد فرمایا ہے۔ ویسے بزرگان دین نے اس بارے میں کافی خطوط کے ذریعہ سے شرف بخشا ہے

تبلیغی مقامات کا نقشہ

نام اضلاع	نام مقامات

بہاولپور	عثمان پور' اوچ شریف' کوٹلہ گاموں' عنائتی' احمد پور شرقیہ' گوری بخشن خان' واہی جوگیاں' ڈیرہ نواب' قائم پور' خیرپور ٹامیوالی' بہاولپور
بہاولنگر	محمد پور سنساراں
پشاور	اکوڑہ خٹک' پشاور شہر
جہلم	للہ شریف' پنڈ دادنخان' چکوال' جہلم' منڈا چک' نورنگ' مرید درابی' کویاں
جیکب آباد	کندکوٹ
جھنگ	حویلی لال' جھنگ شہر
حیدر آباد	حیدر آباد شہر
ڈیرہ غازی خان	چوٹی زریں' مندوس والا' کوٹ ہیبت' ڈیرہ غازی خان شہر
ڈیرہ اسماعیل خاں	پہاڑ پور' ٹانک' روڑہ
رحیم یار خان	خان بیلہ' فیروزہ' لیاقت پور' ظاہر پیر' تاجپور' بستی کورائی' اسلام پور
راولپنڈی	راولپنڈی شہر
سرگودھا	بھلوان' سرگودھا شہر' جہلوریاں' ناڑی' چک ۱۹ شمالی' بڈھیال' بھلوال' مجوکہ' بنگلہ بھاٹک' کورڈھی' خوشاب' کوٹ تلوکڑ' منڈرانجھا' سلانوالی' جلبہ' چنیوٹ' سنگوراکل
سیالکوٹ	غوطہ فتح گڑھ' نارووال
سکھر	گھوٹکی' خان پور' غوث پور' پنوعاقل' سکھر شہر
شیخوپورہ	چوہڑکانہ
کیمبل پور	تلہ گنگ' حضرو' چکوالیاں
گوجرانوالہ	رسول نگر' گوجرانوالہ شہر
گجرات	تھل و علاقہ کھاریاں' گجرات شہر
لائل پور	سمندری' کمالیہ' ٹوبہ ٹیک سنگھ' لائل پور شہر

لاہور	لاہور شہر
ملتان	گڑھا ابل سنگھ' چک شیر خان' بوریوالہ' مخدوم رشید'
	کچا کھوہ' چک گاندھی والہ' چاہ چاندی والہ' ٹبہ سلطان پور'
	پیراں غائب ککر ہٹہ' کوٹ لکیر' چک ۶۵' بہاولپور گھلواں'
	عنایت پور' میلسی' ممتاز آباد' چک ۲۲۷' راج بھڑ' کہروڑ پکا'
	کنڈ سرگانہ' جہانیاں' ارائیں واہن' ملتان شہر
مظفرگڑھ شہر	بستی شمار' بانڈر شریف' وسندے والی' محمود کوٹ' داڑیانوالہ'
	گورمانی' رنگ پور' کہنجز' ماڑہ' خانگڑھ' سناواں' کوٹ ادو' جتوئی
منٹگمری	چیچہ وطنی' عارف والہ' کوٹلہ میرک' اوکاڑہ' چک ۱۴۹' حویلی لکھا
میانوالی	بھکر' چکڑالہ تھے والی' موسیٰ خیل' پپلاں' موچھ' دریا خان'
	کلور کوٹ' کندیاں' جنڈنوالہ' پچ گراہیں پر
مظفر آباد (آزاد کشمیر)	مظفر آباد شہر
میرپور خاص	میرپور خاص شہر' میرواہ' کڑی
نواب شاہ (سندھ)	شہداد پور' پٹ عیدن

محرم تاجمادی الآخر خسارہ: ——— ۴۴۹۶-۱۲

میں آپ اور آپ کے احباب سے ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ امسال بہت توجہ سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی امداد فرما کر مشکور فرما دیں۔ امداد کی جملہ رقوم ہمارے کارکنان و مبلغین سے رسید لے کر دیں یا دفتر کے مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرماویں۔

(مولانا) محمد علی جالندھری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ۔ بیرون لوہاری دروازہ ملتان۔

تاہم اس دور پر فتن اور جانگسل حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے فتنہ مرزائیت کو بھسم کرنے والی بھٹی میں برابر ایندھن جھونکنے کا عمل جاری رکھا۔ اس زمانہ میں تحریری طور پر بہت زیادہ کام ہوا۔ جس کی تفصیل بیان کرنا اس کتاب کا

موضوع نہیں ۔ تاہم جسے دلچسپی ہو وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی مطبوعہ کتاب "قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت" میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اسمبلی کے ممبر تھے۔ حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کی قیادت و سیادت کا جمعیت علماء اسلام کو شرف حاصل تھا اس بے دینی کے سیلاب کو روکنے کے لئے ان حضرات کی کلوشوں کی جھلک ترجمان اسلام لاہور کی فائلوں سے ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ حضرت قاضی احسان احمد' حضرت مولانا محمد علی جالندھری' مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد حیات' مولانا عبد الرحمن میانوی' مولانا محمد شریف' بہاول پوری کی خطابت نے ملک بھر میں فتنہ قادیانیت کے خلاف امت کے محاذ کو سرگرم عمل رکھا۔ دینی مدارس بے ما جلسہ جات ۔ عام تبلیغی اجتماعات اور مجلس کی کانفرنسوں میں شامل ہونے والوں کو ان حضرات کی خطابت نے سراپا عمل اور تحریک بنا دیا۔ دیگر اہم واقعات کے علاوہ ۱۹۶۲ء میں یہ بھی ہوا کہ

سرگودھا ۔ قادیانی عبادت گاہ کیس۔ سرگودھا ڈویژن کے کمشنر ایس افضل آغا نے سرگودھا کے سرکردہ علماء اور معزز شہریوں کے ایک وفد کو یقین دلایا ہے کہ نیو سول لائنز کے علاقہ میں احمدیہ جماعت کی طرف سے مسجد تعمیر کرنے کے مسئلے پر غور و خوض کیا جائے گا اور جب تک کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا یہ تعمیر روک دی جائے گی۔

کمشنر نے مزید کہا کہ یہ فیصلہ عید کے فوراً بعد کر دیا جائے گا۔ علماء کا یہ وفد ۱۴ر مئی کو کمشنر سرگودھا ڈویژن سے ملا تھا۔ اس وفد میں دوسرے لوگوں کے علاوہ مسجد اہل سنت والجماعت کے خطیب سید حامد شاہ' جامع مسجد سرگودھا کے خطیب مفتی محمد شفیع' ملاں عبد العزیز اور حاجی محمد مقصود بھی شامل تھے۔

علماء اور معززین کے وفد نے کمشنر کا آگاہ کیا کہ سرگودھا کے مسلمان قادیانیوں کی اس مسجد کی تعمیر پر غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں کمشنر کو مزید بتایا گیا کہ سول لائنز میں جس جگہ مسجد تعمیر کی جا رہی ہے۔ اس کے قریب ہی عید گاہ واقع ہے۔ علاوہ بریں نزدیک ہی لڑکیوں کا گورنمنٹ ہائی سکول ہے اس کے علاوہ قادیانیوں کی ایک مسجد پہلے ہی بلاک نمبر ۹ میں موجود ہے جو ان کی آبادی کے مطابق بہت کافی ہے۔ اس لئے ان

کی جانب سے ایک اور مسجد تعمیر کئے جانے کی قطعاً" کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مسٹر افضل آغا نے وفد کے خیالات سننے کے بعد ارکان وفد کو یقین دلایا کہ اس بات کا فیصلہ ہونے تک کہ قادیانیوں کی یہ مسجد تعمیر ہونی چاہئیے یا نہیں' اس کی تعمیر روک دی جائے گی اور اس کا فیصلہ عید کے بعد جلد ہی کر دیا جائے گا۔

یاد رہے کہ کمشنر سرگودھا نے ۱۸ر اپریل کو قادیانی جماعت کی درخواست پر نیو سول لائن کے علاقہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے پرائیویٹ الاٹمنٹ کے تحت چار کنال زمین ۳۸۸ روپے فی کنال کے حساب فروخت کرنے کی منظوری دے دی تھی۔ اور قادیانیوں نے نہایت تیزی سے میونسپل کمیٹی سے نقشہ منظور کرا کر مسجد کی تعمیر شروع کر دی تھی۔

شاف رپورٹر " وفاق " کی اطلاع کے مطابق کل شام تک تین فٹ تک مسجد کا چبوترا تعمیر ہو چکا تھا۔ اور جلد سے جلد تعمیر مکمل کرنے کے لئے دھڑا دھڑ سامان لایا جا رہا تھا۔ یاد رہے کہ ۱۲ر مئی کو سرگودھا کے علماء اور معزز شہریوں کا ایک وفد جس میں ڈویژنل کونسل کے ایک رکن آل احمد بھی شامل تھے۔ میانوالی میں کمشنر سرگودھا ڈویژن سے ملا تھا۔ لیکن انہوں نے وفد کو سرگودھا میں ملنے کے لئے کہا تھا۔

گذشتہ جمعہ کو سرگودھا شہر اور چھاؤنی کی تمام مساجد میں متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں اس بات پر گہرے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا کہ قادیانیوں کو ان کی مسجد کی تعمیر کے لئے زمین دے دی گئی ہے اور حکام سے مطالبہ کیا گیا کہ زمین کی فروخت فوراً" منسوخ کر دی جائے اس سلسلہ میں معزز شہریوں کا ایک وفد گذشتہ جمعرات کو ڈپٹی کمشنر سرگودھا چوہدری محمد اسلم باجوہ سے بھی ملا تھا۔

چوہدری ظفراللہ پرامید ہیں

نیویارک ۱۶ر مئی ' اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے چوہدری سر ظفر اللہ جو کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کے عہدہ کے لئے امیدوار ہیں ۔ آج یہاں کہا کہ مجھے اس عہدہ کے لئے بہت زیادہ ممالک کی حمایت حاصل ہے۔ (و ۔ ا '

امریکہ) روزنامہ وفاق ' سرگودھا ۱۷ مئی ۱۹۶۲ء

جون ۱۹۶۲ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کا اجلاس تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے اس مسئلہ سمیت جو سوالات اسمبلی کو بھجوائے وہ یہ ہیں۔

صوبائی اسمبلی میں سوالات کرنے کا نوٹس

از حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ایم پی اے

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ممبر پراونشل اسمبلی مغربی پاکستان نے مندرجہ ذیل سوالات کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب پراونشل اسمبلی مغربی پاکستان ۔ میں بذریعہ تحریر ہذا آپ کو نوٹس دیتا ہوں کہ میں صوبائی اسمبلی میں مندرجہ ذیل سوالات کروں گا۔

سوال ۔ کیا وزیر متعلقہ ازراہ نوازش یہ بتائیں گے کہ ملک میں اکثریتی فرقے کے عوام و خواص اور حکام فرقہ وارانہ تعصب سے علیحدہ ہو کر پوری احتیاط سے کام کرتے ہیں اور اقلیت سے تعلق رکھنے والے بعض حکام اپنے مخصوص فرقوں کی غلط حمایت اور بیجا رعایت کرتے ہیں۔ جس سے وہ عوام میں حکومت کے خلاف غلط رائے قائم کرنے کا باعث بنتے ہیں؟

۲ ۔ کیا حکومت مغربی پاکستان اس قسم کی بدعنوانیوں کی مکمل تحقیقات کا حکم دے گی؟

۳ ۔ آیا یہ صحیح ہے کہ سرگودھا میں سول لائنز میں قادیانیوں کو عبادت گاہ (مسجد) تعمیر کرنے کے لئے چار کنال اراضی فروخت کی گئی ہے ۔ جب کہ اس علاقہ میں ایک قادیانی کا گھر بھی نہیں ہے اور جس سے پورے علاقہ میں اضطراب اور بے چینی ہے؟

۴ ۔ کیا حکومت کو اس کا علم ہے کہ شہر سرگودھا کے مسلمانوں نے اس امر پر شدید احتجاج کیا اور محترم صدر پاکستان کے پاس ایک احتجاجی یادداشت بھیجی ہے اور بعض روزناموں میں ان باتوں کو اخبار میں شائع کر کے حکومت کو اس کی تلافی کی طرف متوجہ کیا ہے؟

۵۔ یہ زمین کن شرائط سے اور کس قیمت پر دی گئی ہے؟
۶۔ کیا اس زمین کے دینے کی منظوری صوبائی حکومت سے حاصل کی گئی ہے؟
۷۔ کیا یہ صحیح ہے کہ یہ کام ایک بڑے افسر یا اس کی بیوی کے مرزائی ہونے کی وجہ سے ہوا ہے؟
۸۔ کیا حو مت نے اس زمین کے دینے والے آفیسر کے خلاف کارروائی کی ہے؟
۹۔ کیا حکومت اس طرح کے واقعات کے انسداد کی کارروائی کرے گی؟
۱۰۔ کیا حکومت اس زمین کی فروخت کو منسوخ کر کے عوامی اضطراب کو رفع کرے گی؟

۱۱۔ کیا متعلقہ وزیر صاحب بتائیں گے کہ پاکستان میں غیر ممالک کی چالیس مشنریاں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش میں معروف نہیں ہیں؟
۱۲۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پاکستان میں ۳۲۴ پادری ۷۸۲ مذہبی کارکن ۳۷۷ عیسائی سکول ۴۳۰۰۰ طالب علم۔ ۷۲۸ ادارے کام کر رہے ہیں اور عیسائی مشنریوں کا ۷۵ کروڑ روپیہ ان پر خرچ ہو رہا ہے؟
۱۳۔ کیا حکومت کو اس کا علم ہے کہ گزشتہ سال آٹھ ہزار مسلمانوں کو مرتد اور عیسائی بنایا گیا ہے اور یہ کہ عیسائی مشنریوں والے مسلسل ایسے پمفلٹ اور اشتہار شائع کر رہے ہیں جن میں قرآن پاک کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؟
۱۴۔ کیا حکومت اس سب سے بڑے اسلامی ملک میں بدترین جرم ارتداد کی روک تھام کے لئے ضروری اقدام کرے گی۔ جس کی سزا اسلامی شریعت میں قتل سے کم نہیں ہے؟
۱۵۔ کیا حکومت کو اس بات کا علم ہے کہ عیسائی مشنریوں کو جلسوں اور تبلیغ کی اجازت دی ہے اور علماء اسلام کو ان کے مقابلہ میں نہیں دی گئی اور بعض اضلاع کے افسروں نے کھلم کھلا ان کی حمایت کا پارٹ ادا کیا ہے؟

۱۶ ـ کیا حکومت اس طرح کے افسروں کو ان کی اس عیسائیت نوازی کے خلاف احکام جاری کرے گی؟

۱۷ ـ کیا حکومت عیسائیوں کی ان تمام ارتدادی مساعی پر پابندی لگا کر کروڑوں باشندگان وطن کے جذبات کا احترام کرے گی؟

۱۸ ـ کیا متعلقہ وزیر صاحب بتائیں گے کہ مغربی پاکستان میں باقاعدہ اجازت لے کر (لائسنس حاصل کر کے) عصمت فروش رنڈیوں کی تعداد ۳۵ ہزار کے لگ بھگ ہے؟

۱۹ ـ کیا حکومت کروڑوں کی تعداد میں بدکاری کی اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے کوئی اقدام کرے گی؟

۲۰ ـ کیا متعلقہ وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ مغربی پاکستان کے کتنے سرکاری افسر شراب کا استعمال کرتے ہیں؟

۲۱ ـ کیا حکومت اس سلسلہ میں پابندی لگانے پر غور کرے گی؟

۲۲ ـ کیا وزیر متعلقہ ازراہ نوازش یہ بتائیں گے کہ ضلع ہزارہ کو لوکل بسوں اور موٹروں وغیرہ کو راولپنڈی آنے کا پرمٹ کیوں نہیں ملا۔ جس طرح راولپنڈی والی بسوں کو ہزارہ جانے کی اجازت ملی ہے؟

۲۳ ـ سری نگر روٹ بند ہونے کے بعد متبادل روٹ بتولی وغیرہ کا راولپنڈی کی بسوں کو ملا ہے' ہزارہ والوں کو اس کا متبادل روٹ باوجود وعدہ کے کیوں نہیں ملا؟

۲۴ ـ معزز متعلقہ وزیر صاحب کو اس کا علم ہے کہ ۱۹۵۸ء میں تشخص ٹیکس کمیٹی نے بذات خود ہزارہ کے تھوڑے چھوٹی اور پہاڑی روٹوں اور موسمی حالات اور کسی آمدنی سے متاثر ہو کر ہزارہ کی مشکلات کا اعتراف کیا۔ پھر باوجود اس کے دوسرے میدانی علاقہ کی طرح ہزارہ ٹرانسپورٹ پر بھی دس روپے فی سیٹ ٹوکن ٹیکس کی بجائے یکدم چالیس روپے فی سیٹ کر دیا گیا جس سے ہر ایک مالک کو سالانہ ہزاروں روپوں کا زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ کیا حکومت مارشل لاء سے پہلے کے ٹوکن ٹیکس پر اس خطرناک اضافہ کو منسوخ کر کے ضلع ہزارہ کی دادرسی فرمائے گی؟

۲۵ ـ کیا حکومت تجدید پرمٹ فیس میں بھی جو ۱۹۵۸ء میں ساٹھ روپے تھی اور جس کو بڑھا کر ایک سو ساٹھ روپے کر دیا گیا ہے اس میں مناسب کمی کرنے کو تیار ہے؟

۲۶ کیا متعلقہ وزیر صاحب ازرلہ کرم بتائیں گے کہ ون یونٹ کے علاقہ سابق پنجاب میں ایس ـ وی اور فضلاء السنہ شرقیہ' منشی فاضل اور مولوی فاضل کو ۱۹۵۵ء سے نئے گریڈس لسٹ کے مطابق تنخواہیں دی گئی ہیں؟

۲۷ ـ کیا یہ بتائیں گے کہ سابق صوبہ سرحد پشاور ریجن میں مولوی فاضل اور منشی فاضل کو اس گریڈ میں ۱۹۵۵ء سے کیوں شامل نہیں کیا گیا؟

۲۸ ـ کیا وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ سابق صوبہ سرحد میں ایس وی اور فضلائے السنہ شرقیہ کا گریڈ ایک ہے ابتدائی تقرر بھی ایک طرح ہے اور وہاں پنجاب کی طرح دو سال کے بعد اوـٹی کی سند کی ضرورت نہیں سمجھی جانی چاہئے؟

۲۹ ـ کیا اس طرح کرنے سے پشاور ریجن کے فضلائے کی حق تلفی نہیں ہو رہی اور ون یونٹ کے علاقوں میں امتیاز کی شکل پیدا نہیں کی جا رہی؟

۳۰ ـ کیا محترم وزیر صاحب متعلقہ یہ بتائیں گے کہ محکمہ اوقاف نے لاہور کے وقف شاہ محمد غوث کے اندر اپنے دفتری کلرکوں کی ضرورت کے لئے اڑھائی ہزار کے خرچ سے مکان بنوالیا ہے اور مسجد کے لئے خیمہ اب تک کرایہ پر لیا جاتا ہے جس سے محکمہ کا غلط خرچ ہو رہا ہے؟

۳۱ ـ کیا اوقاف کے اصل مقاصد' ضروریات مسجد و جمعہ کی تکمیل کے لئے محکمہ فوری توجہ کرے گا؟

العبد

(مولانا) غلام غوث (صاحب) ہزاروی ایم پی اے
ناظم اعلیٰ نظام العلماء مغربی پاکستان
ساکن .خہ ـ ضلع ہزارہ' ۱۵ر جون ۱۹۶۲ء

سکندر مرزا یکے از قاتلان تحریک ختم نبوت ہے اسکے متعلق آغا شورش ایک شذرہ تحریر فرماتے ہیں

سکندر مرزا قومی غدار

برسوں کے بعد سکندر مرزا کا نام نیشنل اسمبلی میں جمہوریت کے ایک قاتل کی حیثیت سے لیا گیا ہے' مشرقی پاکستان کے ایک ممبر مسٹر ایم۔ اے۔ رشید نے بنیادی حقوق کے بل پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسا شخص جس نے اپنی ذاتی اغراض کے لئے عوام کے تمام بنیادی حقوق سلب کر لئے' آئین کو منسوخ کر ڈالا' اسے زرمبادلہ مہیا کرنا غریب عوام سے بے انصافی ہے' اس شخص کے خلاف بدعنوانیوں کے جرم میں مقدمہ چلنا چاہئے تھا' نہ کہ اسے وہ مراعات دی جائیں جس سے جمہوریت کا یہ قاتل متمتع ہو رہا ہے۔

یہ ایک ایسا مطالبہ ہے کہ ہم اس کی حرف بحرف تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے' افسوس ہے کہ قومی اسمبلی نے بہت دیر بعد اس کا نوٹس لیا ہے' اور وہ بھی حزب اختلاف کے ایک فرد کو یہ نعرہ مستانہ بلند کرنے کی توفیق ہوئی ہے' حالانکہ اس ملک کے ساتھ جو سلوک اس بدبخت انسان نے کیا ہے اس کا تقاضہ تھا کہ اس شخص کو عبرتناک سزا دی جاتی۔ انگریزوں کا یہ پروردہ جس نے تمام عمر آقایان ولی نعمت کی دم سے بندھے رہنا اپنے لئے مایہ افتخار سمجھا' جو نہ صرف نسلاً" بعد نسلاً" قومی غدار تھا بلکہ اس ملک اور اس قوم کی سیاہ بختی کے باعث حکمران بن بیٹھا اور ملک کو ایک خطرناک ویرانے تک لے آیا تھا' ہم ذاتی معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ

1۔ یہ شخص پاکستان کا صدر بن کر بھی پاکستان کا شہری نہیں تھا' بلکہ برطانوی رعایا کہلانے میں فخر محسوس کرتا تھا

2۔ یہ شخص پرلے درجے کا جھوٹا' دغاباز' ذلیل' فروتر' کمینہ' بدزبان' بزدل اور دنی الطبع تھا

3۔ یہ شخص نہ اسلام پر یقین رکھتا تھا' نہ جمہوریت پر' نہ خدا پر اور نہ عاقبت

پر' اس کے عہد میں پریذیڈنٹ ہاؤس شرابیوں' زانیوں اور سازشوں کا اڈہ بنا ہوا تھا
۴۔ یہ شخص چوبیں گھنٹے شراب میں دھت رہتا' اور اس قسم کی باتیں کرتا تھا کہ اس بازار کے لقندرے بھی اس سے زیادہ شریف معلوم ہوتے تھے

۵۔ اصلاً" یہ ایک لادین شخص تھا' لیکن اپنے اقتدار کے لئے اس نے اپنے مخصوص عقائد کی اساس پر ملک میں شیعہ سنی فساد کی نیو رکھی جس کے ذہنی اثرات آج بھی موجود ہیں لیکن بفضل تعالیٰ یہ بلا ٹل چکی ہے

۶۔ ہم نے اسے نہ صرف رمضان المبارک کے دنوں میں بادہ ناب اڑاتے اور سب و شتم کے پیرائے میں چہکتے دیکھا ہے بلکہ اس شخص کو لاہور گورنمنٹ ہاؤس میں اس وقت نشہ میں چور شہدائے ختم نبوت کو گالیاں بکتے پایا ہے' جب یہ محکمہ سیکرٹری تھا' اور لاہور کا دامن مسلمانوں کے لہو سے گلگوں ہو رہا تھا

۷۔ یہ پاکستان کی ذلت تھی کہ ایسا شخص صدر بن گیا جس نے ایک دوست ملک کے سفارت خانہ کے ایک افسر کی اہلیہ کو اغوا کر لیا' پھر اس کو راتوں رات "ملکہ" بنا ڈالا اور ہمارے ملک کے کسی گوشے کو اس پر حیا و حجاب محسوس نہ ہوا۔۔۔۔۔

صحیح تو یہ تھا کہ اس شخص کو انقلابی حکومت گولی سے اڑا دیتی' لیکن اسے قومی سرمایہ سے زرمبادلہ دیا گیا آخر کیوں؟۔(ہفت وار چٹان لاہور ۲۵ مارچ ۱۹۷۲ء)

حکومت اور فرقہ واریت

ملتان۔ ۲۵/اپریل (سٹاف رپورٹر) قومی اسمبلی کے رکن مولانا مفتی محمود اور صدر مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھری نے آج ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ضلعی حکام سے مطالبہ کیا کہ فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے چند سال قبل جو مجلس "مجلس اخوت اسلامیہ" کے نام سے تشکیل کی گئی تھی۔ اسے دوبارہ زندہ کیا جائے۔ دونوں علماء نے حکومت پر الزام عائد کیا کہ حکومت جان بوجھ کر فرقہ وارانہ تنازعات کو ہوا دے رہی ہے تاکہ مولوی مشہور ہو کر بدنام ہو جائیں اور انہیں

رائے عامہ کی حمایت حاصل نہ رہے۔ مولانا محمد علی نے بتایا کہ چند سال قبل مجلس اخوت اسلامیہ کے نام سے ایک مجلس تشکیل کی گئی تھی جس میں دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے علماء شامل تھے۔ اس میں باہمی اتحاد کی جو شرائط طے کی گئی تھیں' وہ یہ تھیں کہ ہر فریق اپنے مسلک کے مطابق تقریر کرے گا لیکن اسے دوسرے فریق کے عقائد سے موازنہ کرکے تذلیل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کوئی فریق دوسرے فریق کے بزرگوں کی کتابوں کے حوالے دے کر تردید نہیں کرے گا۔ ملتان کی جس مسجد میں جس مکتب فکر کا امام ہو گا اسی مکتب فکر کے لوگ باجماعت نماز پڑھ سکیں گے۔ امام دوسرے مکتب فکر کے لوگوں کو نماز پڑھنے سے نہیں روک سکے گا لیکن وہ باجماعت نماز نہیں پڑھ سکیں گے۔ صرف انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی اجازت ہو گی۔ ایک فرقہ کے امام مسجد کو دوسرے فرقہ کے لوگ نہیں نکال سکیں گے۔ مجلس انتظامیہ اگر چاہے تو امام کو مسجد چھوڑنے کی ہدایت کر سکتی ہے۔ اگر امام مسجد نہ چھوڑے تو مجلس انتظامیہ کو دیوانی مقدمہ کرکے مسجد خالی کرانی ہو گی۔ امام کو زبردستی نہیں نکالا جائے گا۔ جہاں کشیدگی کا خطرہ ہو۔ وہاں پولیس اس فریق کا چالان نہیں کرے گی۔ جس فریق کا امام مسجد ہو گا۔ بلکہ دوسرے فریق کے لوگوں کا چالان کیا جائے گا۔ آخری شرط یہ تھی کہ اگر کوئی باہر کا عالم اس فیصلے کے خلاف تقریر کرے تو اسی فرقے کا مقامی عالم تردید میں تقریر کرے گا۔ مولانا جالندھری نے کہا کہ اس مجلس میں دیوبندی اور بریلوی دونوں مکاتیب فکر کے علماء شامل تھے۔ کافی عرصہ تک اس مجلس کی کوششوں کے باعث کوئی دل آزار بات نہ ہو سکی۔ لیکن بعد میں پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ انہوں نے کہا جب تک اس مجلس کو دوبارہ زندہ نہ کیا جائے فرقہ وارانہ فضا خراب رہے گی۔ آپ نے کہا کہ ضابطہ فوجداری میں ۲۹۵ اے اور ۲۹۸ کے دو ضابطے موجود ہیں جن کے تحت دل آزار بات کرنے والے کے خلاف مقدمہ درج کیا جا سکتا ہے لیکن حکومت نے ان دو ضابطوں کے تحت آج تک کوئی مقدمہ درج نہیں کیا۔ ہم جب مرزائیوں کے خلاف کوئی بات کرتے ہیں تو حکومت ان ضابطوں کے تحت مقدمہ درج کرتی ہے۔ لیکن باقی کسی فرقے کے بارے میں قانون

حرکت میں نہیں آتا۔ انہوں نے حکومت پر الزام عائد کیا کہ وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت دو فرقوں کے افراد کو لڑا رہی ہے۔ تاکہ ملک کا ذہین طبقہ علماء کو فسادی قرار دے کر انہیں عوامی تائید سے محروم کر دے۔(نوائے وقت ۲۵ اپریل ۱۹۶۳ء)

صوبائی حکومت نے مدیر ہفتہ وار چٹان لاہور کو ایک نوٹس بھیجا جس پر موصوف نے ذیل کا آرٹیکل تحریر فرمایا

چٹان' قادیانی اور سرکار'

صوبائی گورنمنٹ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی ہدایات پر ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر لاہور نے ایڈیٹر "چٹان" کو اپنے دفتر میں بلا کر ۲۵/جون کی صبح کو وارننگ دی ہے' کہ قادیانی نبوت اور اس کے اعوان وانصار کی بابت کچھ نہ لکھے' کیونکہ اس سے مسلمانوں کے مابین مغائرت بڑھتی ہے اس خط میں (بحوالہ ۶۳/N.S.LII/۳ بتاریخ ۱۴/جون) افسر مجاز نے لکھا ہے کہ

۱۔ ۲۳مر مئی کو ایڈیٹر "چٹان" کے نام قانون تحفظ عامہ مغربی پاکستان کی کلاز (A) سب سیکشن (۱) زیر دفعہ (۶) کے تحت حکم جاری کیا گیا تھا' کہ وہ دیو بندی اور بریلوی مناقشہ میں دو ماہ تک حصہ نہ لے

۲۔ "چٹان" نے اس کے بعد اپنا رخ قادیانی جماعت کی طرف پھیر دیا ہے۔ چنانچہ ۲۸مر فروری کو چٹان کا ختم نبوت نمبر اور یکم اپریل کے شمارہ کا ایک مقالہ قادیانی امیر المومنین" جو سید سرور شاہ گیلانی ایڈیٹر" الجماعت "کراچی کے قلم سے ہے اور ان کے پرچہ ہی سے نقل کیا گیا ہے "قابل اعتراض قرار دئے گئے ہیں۔

اب ذرا اہل کاروں کی اہل کاری ملاحظہ ہو'

۱۔ دیوبندی اور بریلوی مناقشہ کے سلسلہ میں جو نوٹس جاری کیا گیا تھا' وہ ۲۳مر کو نہیں بلکہ ۳/ مئی کو جاری ہوا تھا ہم اسے ٹائپ کی غلطی قرار دے کر کچھ عرض نہیں کرتے' تاہم اپنی جگہ یہ غلطی نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں

ہو۔ نوٹس تین مئی کو جاری ہوا۔ ہمیں غالباً پانچ مئی کو ملا' جن دو پرچوں کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے' وہ اس نوٹس کی تعمیل بلکہ پیدائش سے دو اور ایک ماہ پہلے کے ہیں' فرمایئے رخ موڑنے کا الزام کیونکر وارد ہوتا ہے ہم یہ سمجھیں کہ

(۱) ہوم ڈیپارٹمنٹ میں اس قسم کے شہ دماغ موجود ہیں جو صلاحیت کار سے معریٰ ہیں' اور ان میں کیس تیار کرنے کی اہلیت بھی نہیں ہے۔

(۲) جس کسی نے بھی اس نوٹس کو تیار کیا' وہ

(الف) اپنے منصب کے اہل نہیں' کیونکہ نوٹس کا متن خلاف واقعہ ہے۔

(ب) اس شخص کو ہمارے ساتھ کوئی ذہنی عناد ہے

(ج) وہ کسی مقصد کے تحت کوئی شاخسانہ کھڑا کرنا چاہتا ہے۔

(۳) اور اگر دفتری امور کی بنیادیں یہ ہیں تو پھر سرکاری فرائض کا اللہ حافظ ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ۳ر مئی کے بعد محض اتفاق سے قادیانی امت ان کے مصنوعی نبی اور بناوٹی خلیفہ کی بابت "چٹان" میں کوئی سا مضمون بھی نہیں چھپا'

ان واضح حقائق کے بعد وارننگ کا سارا مفہوم غارت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔معلوم ہوتا ہے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے کسی ماتحت شعبہ میں جیسے کوئی صاحب ہمارے خلاف کسی خفی اشارہ پر مواد فراہم کر رہے ہیں۔ جو لازماً" اسی طرح کے جھوٹ کا پلندہ ہو گا

جہاں تک مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کا تعلق ہے ان میں اختلاف فروعی ہیں' ان فروعات کے باوجود سب سرورؐ دو جہاں کے حلقہ بگوش ہیں' جو شخص ان میں سے کسی فرقے کو مناقشہ کی راہ پر لاتا' وہ اتحاد بین المسلمین کو تباہ کرتا ہے۔۔۔۔۔یہ اتحاد ملک و ملت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے' اور اس عنوان سے ہم حکومت کے ہم آواز ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے قوی اتحاد کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ہمیں شیعہ و سنی فساد سے بے حد قلق ہوا' اور ہم اس اتحاد کو جان ہار کر بھی حاصل کرنے کے حق میں ہیں' لیکن مرزائیوں کا معاملہ مختلف ہے' انہیں پاکستان

کے شہری کی حیثیت سے قانون و انصاف کے پورے مواقع اور ضمانت حاصل ہونی چاہئے' ان کی عزت و آبرو پر کوئی انگشت نما ہو' تو قرار واقعی سزا کا مستحق ہے لیکن جیسا کہ تمام دنیائے اسلام کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے' وہ خارج از اسلام ہیں' ہم انہیں مسلمان نہیں سمجھتے اور نہ ان کے مرزا بشیر الدین کو امیر المومنین——انہیں امیر المومنین لکھنا مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہے۔
تمام قادیانی جرائد اپنے متنبی کی بیگمات کو امہات المومنین لکھتے اور وہ تمام القابات و خطابات سرقہ کرتے ہیں' جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ و اہل بیتؓ کے لئے مخصوص ہیں ہوم ڈیپارٹمنٹ اس دل آزاری کا نوٹس کیوں نہیں لیتا؟ نوٹس کے لئے اسے صرف مسلمانوں ہی کے جرائد نظر آتے ہیں۔ "چٹان" کے ختم نبوت نمبر میں علامہ اقبال کا تاریخی مضمون درج تھا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے۔ قادیانی امیر المومنین "الجماعت" کراچی کے ایڈیٹر سید سرور شاہ کے قلم سے ایک مختصر مضمون ہے' جس میں یہی کہا گیا ہے کہ مراز بشیرالدین محمود کے نام کے ساتھ امیرالمومنین نہ لکھا جائے۔ کیونکہ یہ عام مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے قادیانی امت مختلف دفتروں میں موجود ہے اور وہ اپنے حق میں اس قسم کی فضا پیدا کرتی رہتی ہے۔ ہر قادیانی خواہ وہ جنرل اسمبلی کا صدر ظفراللہ خان ہو' خواہ صدر مملکت کے پرسنل سیکرٹری سر فاروقی خواہ فنانس سیکرٹری مسٹر مظفر احمد خواہ پولیس کے کسی شعبہ میں کوئی قادیانی آفیسر' سب اپنے داؤں پر رہتے ہیں' اور کسی حالت میں بھی اپنے متنبی اور اس کی امت کی بہبود و نگہداشت ترک نہیں کرتے' یہ لوگ اپنے مناصب سے فائدہ اٹھا کر اپنے ساتھ کے مسلمان افسروں کی مذہب سے لاتعلقی کو متاثر کرتے ہیں۔ اور وہ غلطی سے انہیں مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔

رواداری بڑی اچھی چیز ہے' لیکن اس لفظ کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔ کیا کوئی شخص چور یا قاتل سے رواداری برتے گا۔

قادیانی اسلام کے سارق اور ختم نبوت کے غاصب ہیں۔ ایک ایسی جماعت جو

حضورؐ کی ختم المرسلینی میں نقب لگاتی ہو' ہم سے کس رواداری کا مطالبہ کرتی ہے' پھر اس مطالبہ سے رواداری کہاں ختم ہوتی ہے کہ قادیانی امت کو مسلمانوں سے الگ ایک جماعت قرار دیا جائے' یہ عین رواداری ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہ نمازوں میں ہم سے الگ' ربوہ ان کا الگ' اپنے امیر کے سوا کسی دوسرے مسلمان کو امیر نہ مانیں' سب مسلمانوں کو کافر گردانیں' لیکن ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق سے فائدہ اٹھائیں' ——— کیوں؟ ہر چیز میں ان سے رواداری برتی جا سکتی ہے' لیکن عقائد میں نہیں' اور اس سے کوئی مناقشہ پیدا نہیں ہوتا قادیانی' پاکستان کے شریف شہری بن کر رہیں ہمیں کوئی تعرض نہیں ہم ان کی عزت و آبرو کے بھی محافظ ہیں' مگر ان کی نبوت اور اس کا کاروبار ہمارے لئے سخت ذہنی اذیت کا باعث ہے۔ اب اگر ہم اس کا نوٹس لیتے ہیں' تو ہمیں نوٹس جاری کیا جاتا ہے کہ اس سے فرقہ واریت کو ہوا ملتی ہے' حالانکہ قادیانی سرے سے مسلمانوں کا فرقہ ہی نہیں

حکومت بعض نامعلوم وجوہ کے باعث ابھی اس چیز کو نہیں سمجھ رہی' لیکن اس کو جلد احساس ہو گا کہ اس امت نے اندر ہی اندر نقب لگا کر کیا گل کھلا رکھا ہے اور اس کے دماغی ارادوں کا پس منظر کیا ہے؟

بہر حال ہوم ڈیپارٹمنٹ کا فرض ہے کہ وہ چٹان کے خلاف غلط وارننگ کے مواد جمع کرنے والے فرد یا گوشہ سے باز پرس کرے' کہ اس نے ایک غلط بنیاد کس طرح قائم کی؟

دوم قادیانی امت کو مسلمانوں کا فرقہ نہ سمجھا جائے' اسے روکا جائے کہ وہ مسلمانوں کی مقدس اصلاحات والقابات کو اپنے وجود پر چسپاں نہ کرے اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے

سوم حکومت کو صرف وہاں ہاتھ بڑھانا چاہئے' جہاں امن عامہ میں خرابی پیدا ہونے کا احتمال ہو' یا لاء اینڈ آرڈر کی نزاکتیں ملوث ہوتی ہوں۔ مرزا بشیر الدین محمود اور اس کی امت کے دینی تعاقب سے عامتہ المسلمین کو روکنا غلط ہے

یہی وجہ ہے کہ ہم نے وارننگ کے اس کاغذ پر بھی احتجاج کر دیا تھا' اور اس

کے بعد ایک ذاتی خط میں بھی اپنے عقائد کی ابدیت کو ہوم سیکرٹری پر واضح کر دیا ہے ـــــــ(ہفت وار چٹان یکم جولائی ۱۹۷۳ء)

ضلع ہزارہ کا ایک شہر کفر و ارتداد کی لپیٹ میں

ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ کا یہ گاؤں داتا ایک پرانا شہر ہے۔ جو اپنی آب و ہوا کی نفاست کی بنا پر بہترین شہروں میں شمار ہوتا ہے اس شہر کو بڑی بزرگ اور بلند سیرت ہستیوں نے شرف سکونت بخشا۔ اور بہت سے اولیاء کبار نے یہاں کے رہنے والے کو اپنے فیوض و برکات سے نوازا۔ لیکن ہر جا کہ گل است خار است۔ آجکل مرزائیت کے زہریلے جراثیم نے اس شہر کے مسلمانوں کو بری طرح متاثر کرنا شروع کر دیا ہے اس وقت شہر کے چند با اثر افراد کی خطرناک مرزائیت نواز بلکہ مرزائیت ساز پالیسی سے اب سارے کا سارا شہر کفر و ارتداد کی لپیٹ میں ہے۔ انتہائی افسوسناک موجودہ صورت جو پیدا ہو گئی ہے وہ یہ کہ اس شہر کے پیر حضرات اور دیگر مسلمانوں سے مرزائیوں نے رشتے ناطے لینے دینے شروع کر کے اپنے کفر و اسلام کی بحث کو ختم کر دیا ہے۔ سرکاری اثر و نفوذ کے بل بوتے پر ملازمت کی طمع اور اپنی سرمایہ داری سے متاثر کر کے شہر کے با اثر شخص پیر معظم شاہ صاحب اور خطیب شہر فرید الدین صاحب کو اپنے حق میں انتہائی مرزائیت نواز بنا لیا ہے پیر معظم شاہ صاحب کے لڑکے کی منگنی قادیانیوں نے اپنے گھر سے کرا دی ہے۔ شادی عنقریب ہونے والی ہے اور خطیب صاحب فرید الدین کے چھوٹے بھائی کو قادیانیوں نے اپنی لڑکی کا رشتہ دینے کی بات چیت مکمل کر لی ہے۔ مرزائیوں نے سرکاری اثر و نفوذ اور ملازمت و سرمایہ داری کے بل بوتے پر ان دو حضرات کو پورے طور پر قبضے میں کر کے تبلیغ مرزائیت کی آسانی کے لئے اس طرح راستہ ہموار کر لیا ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا سوال ہی باقی نہ رہ سکے ستم بالائے ستم یہ کہ شہر داتا کی جامع مسجد ہے تو اہل سنت و الجماعت کی مگر اس میں اب مرزائیت کے خلاف بات تک کرنی ممنوع ہو چکی ہے۔ اس نازک وقت میں علمائے کرام کی توجہ کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے اس علاقہ کے

علماء کرام کی خدمت میں بالخصوص اور ملک کے دوسرے علماء کرام کی خدمت اقدس میں بالعموم درد مندانہ گزارش ہے کہ بہت جلد اس علاقہ کی طرف توجہ فرمائیں۔ بالخصوص اس شہر کے مسلمانوں کو کفرو ارتداد کی لعنت سے محفوظ رکھنے کی ابھی سے کوشش فرمائیں ورنہ کچھ عرصہ بعد اس فتنہ کا شکار ہونے والے افراد کا تدارک مشکل ہو جائے گا۔(ہفتہ وار خدام الدین لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۶۳ء)

برما رنگون میں مرزائیت کا احتساب

روزنامہ پرواز رنگون کی اطلاع کے مطابق سابق وزیر صنعت و محنت او رشید کے سر این اے خان قادیانی کا رنگون میں انتقال ہوا۔ اسکی قبر مسلمانوں کے قبرستان میں کھو دی گئی۔ مسلمانوں کی مسجد سے نہلانے کا تختہ دیا گیا ایک مسلمان موذن نے اسے غسل دیا۔ جونہی مسلمانوں کو پتہ چلا قبر بند کر دی گئی۔ غسل کا تختہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا موذن کو مسجد سے فارغ کر دیا گیا۔ اور بعد میں توبہ کرنے پر اسکا دوبارہ نکاح پڑھا گیا۔ جنازہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کا تجدید ایمان۔ وتجدید نکاح کیا گیا۔ یہ منظر قابل دید تھا۔ این اے خاں قادیانی کے ساتھ ہی قادیانیت کا جنازہ بھی نکل گیا۔ اس سلسلہ میں جمعیتہ علماء برما کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ تفصیلات از (روزنامہ پرواز رنگون اشاعت۔ ۹'۱۰' ستمبر ۱۹۶۳ء)

رنگون میں لاہوری مرزائی محمد علی کا ترجمہ شائع ہوا اس پر جمعیتہ علماء برما سراپا احتجاج بن گئی۔ مسلمان قادیانیوں کے خلاف سراپا تحریک بن گئے۔ مرزائیت دم بخود ہو گئی۔ روزنامہ دور جدید رنگون ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ربوہ کے مقابلہ میں ہر سال چنیوٹ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی تھی۔ ۱۲/ سالانہ کانفرنس کا اشتہار خدام الدین لاہور میں شائع ہوا۔

۲۷'۲۸'۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء جمعہ' ہفتہ' اتوار

تحفظ ختم نبوت ۱۲ویں سالانہ کانفرنس چنیوٹ

جس میں نامور علمائے امت زعمائے ملت اور شعرائے کرام ایمان پرور خطاب فرمائیں گے

(۱)حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی (۲)حضرت مولانا محمد علی جالندھری (۳)مولانا سید نور الحسن بخاری (۴)علامہ خالد محمود ایم اے (۵)مولانا عبد الرحیم اشعر (۶)حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی (۷)حضرت مولانا غلام غوث صاحب ایم پی اے (۸)مولانا سید احمد شاہ چوکیروی (۹)مولانا تاج محمود (۱۰)مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری (۱۱)مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی (۱۲)حضرت مولانا عبید اللہ انور (۱۳)مولانا مظہر علی اظہر ایڈووکیٹ (۱۴)مولانا لال حسین اختر (۱۵)مولانا محمد اسماعیل سلفی' مولانا عبد الرحمن گوجرنوالہ (۱۶)مولانا مفتی محمود صاحب ایم این اے (۱۷)حضرت حبیب اللہ فاضل جالندھری (۱۸)جناب شیخ حسام الدین (۱۹)مولانا عبد الرحمن صاحب میانوی (۲۰)ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری' شاعر انقلاب مرزا غلام نبی جانباز سید امین گیلانی' سائیں محمد حیات پسروری ـــــــ مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ۔(خدام الدین لاہور ۲۷/دسمبر ۱۹۶۳ء)

ذیل میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی ۱۳۸۲ھ کی روئیداد کا مقدمہ دیا جا رہا ہے۔ یہ مولانا محمد شریف جالندھری کا مرتب کردہ ہے یہ جون ۱۹۶۲ء سے مئی ۱۹۶۳ء محرم تاذی الحجہ ۱۳۸۲ء ھ) کے حالات پر مشتمل ہے۔ ابتدائیہ کے بعد حالات ملاحظہ فرمایئے اور اپنے ایمان کو جلا بخشئے۔

حفاظت ختم نبوت کی اہمیت اور بشارتیں

اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور سرور کائنات سید الاولین و الاخرین خاتم النبیین رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی بیسیوں آیات میں متعدد عنوانات سے ختم نبوت کے ناقابل تردید دلائل پیش کئے۔ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کو ختم نبوت کا عقیدہ ذہن نشین کرانے کے لئے مختلف عبارات اور مختلف

انداز میں دو سو سے زائد احادیث میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور سجاح کے دعوی نبوت کے مقابل حضور علیہ السلام کی ختم نبوت پر قولی و فعلی اجماع کا اعلان کیا۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ

دعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالا جماع۔۔۔۔۔!

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی باجماع امت کفر ہے

گذشتہ صدی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز کے قانون اور اسکی پولیس کی حفاظت کے سایہ میں نبوت کا دعوی کیا۔ علماء کرام اور صوفیاء عظام نے اس نئی نبوت کی سرکوبی اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں اشتہارات شائع کئے۔ پاک و ہند کے گوشہ گوشہ میں ختم نبوت کا پیغام پہنچایا۔ قادیانی نبوت کے استیصال کے سلسلہ میں نظربندیوں، ضمانت کی ضبطیوں اور قید و بند کے بے پناہ مصائب برداشت کئے تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کا دھندلا سا نقشہ پیش کرنے کیلئے سینکڑوں صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔ اس روئداد میں عدم گنجائش کی وجہ سے ان حضرات کے چند واقعات وارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ

قطب العالم زبدۃ العارفین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے تقاریر اور فتاوی کے ذریعہ اس فتنہ عظیمہ کی مقدور بھر تردید فرمائی۔ اور اپنے شاگردان رشید و متوسلین حضرات کو اس کے استیصال کی وصیت فرمائی۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ

حکیم الامت مجدد ملت حضرت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاوی اور مواعظ سے قادیانی متنبی کی حقیقت عامتہ المسلمین پر آشکار کی۔ الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح جیسی بلند پایہ کتاب تصنیف فرمائی۔ حضرت مولانا مرتضی حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا

محمد منظور صاحب نعمانی۔ حضرت مولانا ابو الوفاء صاحب شاہجہان پوری جنہوں نے ہندوستان میں مرزائی مبلغین کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے متوسلین میں ہیں۔ حضرت والا ان حضرات کی تردید مرزائیت کی سرگرمیوں کو سراہتے اور ان کے لئے دعا فرماتے

مولانا لال حسین صاحب اختر سابق مبلغ جماعت مرزائیہ نے مرزائیت ترک کی اور حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت شفقت و محبت کا اظہار فرمایا۔ ان سے مرزائیوں کے مناظروں اور مرزائی مناظرین کی ذلیل ترین شکستوں کی روئداد سنکر مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور دعا کے بعد انہیں فرمایا کہ آپ تحفظ ختم نبوت اور مرزائیت کی تردید کر کے عظیم دینی فریضہ ادا کر رہے ہیں یہ دونوں امور عبادت ہیں۔ ان میں شرک کا شائبہ نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جس عبادت میں شرک ہو' اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا۔ اور اس میں شرک یہ ہے کہ تقریر یا مناظرہ کے وقت دل میں خیال آئے کہ لوگ میرے وعظ یا مناظرہ سے خوش ہوں۔ اگر بلوجود کوشش کے یہ خیال دل سے نہ نکل سکے تو یہ تخیل کر لیا کیجئے کہ میرے وعظ اور مناظرہ سے مسلمان خوش ہو۔ کیونکہ مؤمن کی خوشی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے ——— تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کی وجہ سے حضرت والا زندگی بھر مولانا لال حسین صاحب اختر کی امداد فرماتے رہے

حضرت کو علم ہوا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے زیر اہتمام شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام قادیان میں تبلیغی و تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے۔ مبلغین اسلام کی ایک جماعت قادیان اور اس کے مضافات میں تحفظ ختم نبوۃ اور تردید مرزائیت کا فریضہ ادا کر رہی ہے۔ تو حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ نے شعبہ تبلیغ مجلس احرار کی رکنیت قبول فرما کر پچیس سال کا زر رکنیت پیشگی عطا فرما دیا

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا اہم

ترین مقصد تحفظ ختم نبوت تھا۔ آپ نے تردید قادیانیت کے لئے "اکفار الملحدین"۔"عقیدۃ الاسلام" اور "خاتم النبیین" جیسی لاجواب کتب تصنیف فرمائیں۔ اپنے شاگردان رشید کو "دعوت حفظ ایمان" کا پیغام دیا جو حسب ذیل ہے

دعوت حفظ ایمان

از حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ'

حامدا و مصلیا" و مسلما"! السلام علیکم یا اہل الاسلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ

محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ بحیثیت ایمان و اسلام و اخوت دینی اور امت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء ہونے کے لحاظ سے کافہ اہل اسلام خواص و عوام کی عالی خدمت میں عرض گذار ہے کہ اگرچہ فتنے طرح طرح کے حوادث اور وارداتیں اس دین سماوی پر وقتا" فوقتا" گزرتی رہی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ آخری پیغام خدائے برحق کا یہ ہے کہ

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج کے دن میں نے دین تمہارا کمال کو پہنچایا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام پر ہی تمہارا دین ہونے کیلئے راضی ہوا۔!

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئی علیما

نہیں محمدؐ کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے لیکن ہیں رسول خدا کے اور خاتمہ پیغمبروں کے اور خدا ہر چیز کا اپنے امور میں سے عالم ہے

اور اس کے قطعی الدلالت ہونے پر بھی امت محمدیہ کا اجماع منعقد ہو گیا۔ اور ختم نبوت کا عقیدہ دین محمدی کا اساسی اصول قرار پایا۔ اور جس امت نے ہم تک یہ آیت پہنچائی اسی امت نے یہ مراد بھی پہنچائی اور اسی دعوی پر مسیلمہ کذاب اور اسود کذاب کو قتل کیا اور بڑا کفر دونوں کا یہ دعوی قرار دیکر کذاب مشتہر کیا۔ اور باقی جرائم

کو کذاب کے ماتحت رکھا۔ مگر پھر بھی بحکم حدیث نبوی بہت سے دجالوں نے نبوت کے دعوے کئے۔ اور ان کی حکومتیں بھی رہیں اور بالاخر و اصل بجہنم ہوئے۔ ہمارے اس منحوس زمانے میں جو یورپ کی انقلو سے ایمان اور خصائل ایمان کی فنا زمانہ ہے منشی غلام احمد قادیانی کا فتنہ در پیش ہے۔ اور گذشتہ فتنوں سے مزید اور شدید ہے اور حکومت وقت بھی بمقابلہ مسلمانوں کے قادیانی جماعت کی امداد اور اعانت کر رہی ہے۔ یہ جماعت بہ نسبت یہود اور نصاری و ہنود کے اہل اسلام کیساتھ زیادہ عداوت رکھتی ہے۔ کوئی چیز ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مشترک اور اتحادی باقی نہیں رہی منشی غلام احمد قادیانی جو اس زمانہ کا دجال اکبر ہے۔ بیس جز وحی قرآن مجید پر اضافہ کرتے ہیں۔ جو کوئی ان کی اس بیس جزوحی کا انکار کرے اور ان کو نبی نہ مانے وہ ان کے نزدیک کافر ہے اور لولاد زنا ہے اور کوئی اسلامی تعلق مثل جنازہ کی نماز اور نکاح کے اس کے ساتھ جائز نہیں پھر قرآن مجید کی تفسیر اس نے اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے۔ دوسرے کسی کا کوئی حصہ نہیں لگتا۔ جیسے فارسی مثل ہے۔

خوردن زمن و لقمہ شمردن از تو

اس کی تفسیر کے متعلق خواہ کل امت کا اختلاف ہو وہ سب اس کے نزدیک گمراہ ہیں۔ حدیث پیغمبر اسلام کی جو اس کی وحی کے موافق نہ ہو' اس کی نسبت اس کی تصریح ہے کہ ردی کے ٹوکرے میں پھینک دی جائے۔ ان دو اصول اسلام یعنی کتاب اور سنت کی تو اس کے نزدیک یہ حاصلات ہے اور بحسب تصریح اس کے اس پر شریعت بھی نازل ہوئی ہے۔ اور بمقابلہ اس عقیدہ اسلامیہ کے بعد ختم نبوت کے آئندہ کوئی شریعت نہیں ہو گی۔ صریح ادعاء شریعت کیا ہے۔ اور نیز اس کا اعلان ہے کہ آئندہ حج قادیان میں ہوا کرے گا۔ اور نیز جہاد شرعی اس کے آنے سے منسوخ ہو گیا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو تین ہزار نقل ہوئے ہیں۔ منشی غلام احمد قادیانی کے تین لاکھ اور دس لاکھ تک ہیں۔ جن میں تحصیل چندہ کی کامیابی بھی شمار ہے۔ اور اس کے اشعار ہیں۔

زندہ شد ہر نبی با آمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

آنچہ حق داد ہر نبی راجام
داد آں جام رامرا بہ تمام

نیز اپنی مسیحت کی تولید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہ جن پر ایمان دین محمدی ہے ایسی توہین کی ہے کہ جس سے دل اور جگر شق ہوتا ہے۔ اور اس کے نزدیک تحقیق توہین ہے۔ الزامی یا بقول نصاریٰ تو درکنار رہی توہین عیسیٰ علیہ السلام میں علاوہ اپنی تحقیق توہین کے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا ہے کہ نقل نصاریٰ سر کے رکھ کر توہین سے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ ع گفتہ آید درحدیث دیگراں۔ یہ معاملہ بیشتراسی پیغمبر کے ساتھ کیا ہے تاکہ عظمت ان کی وثوق سے اتار دے اور خود مسیح بن بیٹھے اسی واسطے ہنود کے پیشواؤں کے ساتھ ایسا نہیں کیا بلکہ توقیر کی ہے۔ اور ایسے ہی بزرگان اسلام امام حسینؓ وغیرہم کی تحقیر اور اپنی تعلی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ غرض یہ کہ اس دجال کی دعوت اس کے نزدیک سب انبیاء اور رسل صلوات اللہ علیہم' سے بڑھ چڑھ کر اور افضل و اکمل ہے

علماء اسلام نے اس فتنہ کے استیصال میں خاصی خدمتیں کیں مگر وہ خدمتیں انفرادی اور خصوصی تھیں۔ اس وقت کہ ایک لطیفہ غیب نمودار اور نمایاں ہوا ہے کہ مجاہد ملت جناب سامی القاب مولوی ظفر علی خان صاحب دام ظلہ اس خدمت کا فرض ادا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اس وقت جناب ممدوح اور ان کے رفقاء جناب مولوی عبد الحنان صاحب۔ مولوی لال حسین صاحب اختر اور احمد یار خان صاحب سپرد حوالات ہیں۔ ہم کو کچھ حمیت اور حمایت اسلام سے کام لینا چاہئے۔ اہل خطہ کشمیر سمجھ اور بوجھ لیں کہ کچھ قادیانی جماعت ان کی امداد کر رہی ہے وہ اہل خطہ کے ایمان کی قیمت ہے اور ناممکن ہے کہ کوئی امداد اور ہمدردی اس فرقہ کی ایمان خریدنے کے سوا ہو۔

دانی کہ چنگ دعودچہ تقریر می کنند

پنہاں خوریدبا کہ تکفیر می کنند

اور جن لوگوں نے اس فرقہ کے ساتھ کسی قسم کی رواداری بھی برتی ہے۔ وہ خطرہ میں' میں یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی معمولی بیعت ہے۔ بلکہ ایک چھوٹی پیغبری سے ایک بڑی پیغبر قادیانی میں تحویل ہونا ہے۔ اور جس کا جی چاہے ان عقائد ملعونہ قادیانی کا ثبوت ہم سے لے۔ اور اس شدید وقت میں کہ وطن کو بیخبر کر کے ایمان پر چھاپہ مارا گیا ہے' کچھ غیرت ایمانی کا ثبوت دے۔

جن حضرات نے اس احقر ہیچ لیرز سے حدیث شریف کے حرف پڑھے ہیں جو تقریباً دو ہزار ہوں گے وہ اس وقت کچھ ہمدردی اسلام کی کر جائیں۔ اور کلمہ ء حق کہہ جائیں اور انجمن دعوت ارشاد میں شرکت فرمائیں

اس فرقہ کی تکفیر میں توقف یا تو اس وجہ سے ہے کہ صحیح علم نصیب نہیں ہوا۔ اور اب تک ایمان اور کفر کا فرق ہی معلوم نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی حقیقت محصلہ ایمان کی انکے ذہن میں ہے۔ اور یا کوئی مصلحت دنیاوی دامنگیر ہے۔ ورنہ اسلام کوئی نسبی اور نسلی لقب نہیں ہے۔ جیسے یہود اور ہنود کہ زائل نہ ہو۔ اور جو کوئی بھی اپنے آپکو مسلمان کہے بس وہ قوم نسبی لقب یا ملکی و شہری نسبت کی طرح لائینفک رہے بلکہ عقائد اور عمل کا نام ہے۔ اور ضروریات قطعیہ اور متواترات شرعیہ میں کوئی تاویل یا تحریف بھی کفر د الحاد ہے۔ جب کوئی ایک حکم قطعی اور متواتر شرعی کا انکار کر دے وہ کافر ہے۔ خواہ اور بہت سے کام اسلام کے کرتا ہو۔ ان اللہ لیئوید الدین بالرجل الفاجر۔ اسی میں وارد ہوا ہے حق تعالیٰ صحیح علم اور صحیح سمجھ اور توفیق عمل نصیب کرے (آمین)

انتباہ

آخر میں یہ عاجز بحیثیت رعیت ریاست کشمیر ہونے کے حکومت کشمیر کو متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ قادیانی عقیدہ کا آدمی عالم اسلام کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ لہذا حکومت کشمیر د جمیع اہل اسلام اور مذہب قدیمی اہل کشمیر کی رعایت کرتے ہوئے

قادیانیوں کی بھرتی اسکولوں اور محکموں میں نہ کرے ورنہ اختلال امن کا اندیشہ ہے۔

محمد انور کشمیری عفا اللہ عنہ

از دیو بند محلہ خانقاہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ (۱۰ مارچ ۱۹۳۳ء)

آپ ہی کی نگاہ کرم اور ارشاد کا نتیجہ تھا کہ علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے کشمیر کمیٹی - (جس کا صدر مرزائی خلیفہ مرزا محمود تھا) کی نظامت سے استعفیٰ دیدیا۔ اور انجمن حمایت اسلام لاہور (جس کے آپ لائف پریذیڈنٹ تھے) کو لکھا کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے انجمن فیصلہ کرے کہ کوئی قادیانی انجمن کا رکن نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس تحریر کی بنا پر انجمن حمایت اسلام لاہور کی جنرل کونسل نے فیصلہ کیا کہ موجودہ قادیانی اراکین کو انجمن کی رکنیت سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اور آئندہ کوئی قادیانی انجمن کا رکن نہ ہو سکے گا

حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آخری قیام لاہور کے ایام میں باغ بیرون موچی دروازہ لاہور کے قریباً تیس ہزار کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو مسلمان قیامت کے دن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت چاہتا ہے۔ وہ قادیانیت کی تردید کرے کیونکہ اس تحریک کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مٹا کر قادیانی نبوت کو فروغ دینا ہے

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ

پیر طریقت علامہ دوراں حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کو تردید مرزائیت میں بے حد شغف تھا۔ آپ نے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات اور مسیحیت مرزا کی تردید کیلئے "سیف چشتیائی" تصنیف فرمائی۔ باوجود انتہائی کوشش کے خود مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائی اس بلند پایہ کتاب کا خواب نہ لکھ سکے حضرت گولڑوی کا ارشاد ہے کہ قطب زمان حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے قیام مکہ معظمہ کے دوران ارشاد فرمایا تھا۔ کہ آپ یہاں قیام نہ فرمائیں۔ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔ وہاں ایک عظیم فتنہ بپا ہونوالا

ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس فتنہ کے بالمقابل آپ سے حفاظت دین کا کام لے گا۔ حضرت گولڑوی فرماتے ہیں کہ میری دانست میں اس فتنہ سے مراد مرزائیت ہے۔ چنانچہ آپ اپنے وصال تک تردید مرزائیت میں منہمک رہے۔ نیز فرمایا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مجھے خواب میں اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی ہدایت فرمائی تھی

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمتہ اللہ علیہ صوبہ بہار (ہند) کے جید عالم دین اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ان کی ذات گرامی سے ہزاروں متوسلین وابستہ تھے۔ حضرت کا زیادہ وقت عبادت و مجاہدات اور وظائف میں گزرتا تھا۔ انہوں نے متعدد مرتبہ اپنے خواب کا ذکر فرمایا۔ کہ میں عالم رویا میں حضور سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی میں حاضر ہوا اور نہایت ادب و احترام سے صلوۃ وسلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا محمد علی تم وظیفے پڑھنے میں مشغول ہو' اور قادیانی میری ختم نبوت کی تخریب کر رہے ہیں۔ تم ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کی تردید کرو۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خواب کے بعد نماز فرض' تہجد اور درود شریف کے علاوہ اور تمام وظائف چھوڑ دیئے ہیں۔ رات دن تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت میں منہمک ہوں۔ حضرت نے اس سلسلہ میں بیسیوں رسائل و کتب شائع کیے۔

حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ

عمدۃ المحققین زبدۃ العارفین بقیتہ السلف حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری رحمتہ اللہ کو حفاظت ختم نبوت اور تردید مرزائیت میں اس قدر شغف تھا۔ کہ آپ کی مجلس میں عموماً" قادیانیت کی اسلام دشمنی کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ جب بھی حضرت کی مجلس میں حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری" حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب" شجاع آبادی' مولانا محمد حیات" صاحب'

مولانا لال حسینؒ صاحب اختر حاضر ہوتے۔ حضرت اقدس ان حضرات کو فرماتے کہ ختم نبوت حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور کذب مرزا کے دلائل بیان کیجئے تاکہ حاضرین مجلس ان دلائل کو محفوظ کر کے تردید مرزائیت کی جدوجہد میں حصہ لے سکیں۔ حضرت نے اپنے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسینؒ صاحب اختر سے فرمایا کہ مجھے آپ سے اور مولانا محمد علیؒ صاحب سے اور مولانا محمد حیاتؒ صاحب سے بہت زیادہ پیار ہے۔ کیونکہ آپ ختم نبوت کی حفاظت کا کام کرتے ہیں۔ مولانا لال حسینؒ صاحب اختر نے عرض کیا کہ پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں حضرت والا نے فرمایا مولوی صاحب آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کیجئے۔ آپ کے لئے وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا مدار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہے۔ حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت ملتان نے حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ صاحب سیالکوٹی کی شہرہ آفاق کتاب شہادت القرآن فی حیات مسیح علیہ السلام دو ہزار کی تعداد میں طبع کرائی۔ حضرت والا نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کو فرمایا کہ آپ تردید مرزائیت پر اردو اور عربی میں دو کتابیں تصنیف کریں۔ چنانچہ حضرت مولانا ندوی نے عربی اور اردو میں قادیانیت کے نام سے دو بہترین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو ہزاروں کی تعداد میں مشرق وسطی کے تمام ممالک میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے بھیجی گئیں۔ اور عربی میں لکھی ہوئی کتاب "القادیانی و القادیانیہ" مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان) کے خرچ پر طبع شدہ تمام عربی اسلامی ممالک میں تقسیم کی گئی۔ جس سے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کو بہت نفع ہوا۔ اور تمام ممالک کو اجازت دی گئی کہ آئندہ شائع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب اور محمد اکبر سیشن جج راولپنڈی کے فیصلہ کو بیرونی ممالک میں کثرت سے شائع کیا جا رہا ہے

ایک خواب

قریباً بارہ سال کا عرصہ ہوا۔ مولانا سید تجمل حسین شاہ صاحب کشمیری فاضل دیو

بغرض حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ فراغت حج کے بعد منیٰ میں انہیں ایک بزرگ صورت ہستی کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ "محمد علی جالندھری" کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ وہ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا رہے۔ اس کام کو نہ چھوڑے

ہمہ گیر جدوجہد

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توجہ ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ ملک میں مرزائیوں کے خلاف ایک منظم اور ہمہ گیر جدوجہد شروع ہو گئی۔ اور مختلف مکاتب فکر کے لوگ متحد و متفق ہو کر سرگرم عمل ہو گئے۔ چنانچہ اخبارات و رسائل اور دوسری مطبوعات کے ذریعہ تحریری طور پر اور ملک کے گوشہ گوشہ میں عوامی اجتماعات منعقد کر کے تقریری طور پر فتنہ مرزائیت سے عوام کو آگاہ کیا گیا۔ خصوصی وفود کی معرفت ارباب حکومت کو اس فتنہ سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر مستقل طور پر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کریں

اس وقت کے ارباب حکومت کی ناعاقبت اندیشی سے یہ جدوجہد ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت پر منتج ہوئی۔ لاکھوں عقیدت مندان ختم نبوت نے ارباب حکومت کے جبر و تشدد کا پورے صبرواستقامت کیساتھ مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور بالآخر مرزائیت کا وہ بڑھتا ہوا طوفان رک گیا۔ اندرون اور بیرون ملک کے لوگ مرزائیت کے صحیح خدوخال سے واقف ہو گئے۔ سابق وزیر خارجہ ظفر اللہ اور اس کے بعض حامیوں سے ملک کو نجات حاصل ہو گئی اور مرزائیوں کو اپنے عزائم میں بری طرح ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا

انقلابی حکومت

ہمارے ملک میں ۱۹۵۸ء میں انقلابی حکومت قائم ہوئی۔ بہادر ارکان حکومت فوجی تھے۔ جن میں جذبہ اخلاص اور عزم راسخ ہوتا ہے۔ لیکن عوام سے علیحدہ رہنے کی وجہ سے عوامی تحریک سے ابتداء میں ناواقف ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے بہادر اور مخلص دوست مرزائیت اور اس کے فتنہ سے واقف نہ تھے۔ اور پرانے سیاستدانوں نے تحریک ختم

نبوت میں عوام اور فوج میں اپنی خود غرضی کیوجہ سے تصادم کرا دیا۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ قادیانی گروہ نے مختلف طریق آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ اور اب پھر دفتروں میں آگے بڑھے۔ اور چوہدرری ظفر اللہ پاکستان کے نمائندہ ہو گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ ہمارے صدر محترم خاں محمد ایوب خاں صاحب (اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو نیک کاموں کی توفیق فرماتا رہے) قادیانی فتنہ کی مزید معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔ اور ان کو اپنے ارد گرد سے دور کرتے رہیں گے ہمیں ان کی بہادری اور جذبہ ایمانی سے یہ توقع ہے کہ آپ اس سازشی گروہ سے ہوشیار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

نشرو اشاعت

اس وقت موجودہ دور میں تبلیغ کا ذریعہ دینی کتابوں کی اشاعت ہے۔ اگرچہ جماعت تحفظ ختم نبوت مقررین کی جماعت ہے تالیف و تصنیف کے اہل کم ہیں۔ تاہم جماعت حسب استطاعت اس طرف متوجہ رہتی ہے (۱) محمدیہ پاکٹ بک جب نایاب ہو گئی تو ایک تاجر کتب کو توجہ دلائی گئی۔ اور جماعت نے پانصد خریدنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ جب محمدیہ پاکٹ بک طبع ہوئی تو حسب وعدہ پانصد نسخہ خرید کر قیمت یکشت ادا کر دی گئی۔

(۲) اردو ایڈیشن قادیانیت کا بھی پانصد نسخہ خرید کر قیمت ادا کر دی گئی

(۳) القادیانی و القادیانیہ عربی میں طبع کرائی جو اسلامی ملکوں میں بلاقیمت تقسیم کی گئی۔ جس پر تقریباً تین ہزار روپیہ صرف ہوا۔ اور خرچ ڈاک رجسٹری ہوائی ڈاک کا تقریباً فی نسخہ تین ساڑھے تین روپیہ علیحدہ خرچ ہوا۔ جو دمشق۔ افریقہ۔ نائیجریا۔ فلپائن وغیرہ میں بہت نفع مند ثابت ہوئی۔ اب ان ملکوں میں طبع ہو کر شائع ہو رہی ہے

(۴) شیخ محمد اکبر سیشن جج راولپنڈی کا فیصلہ انگریزی میں طبع شدہ باہر بھیجا گیا جو نائیجریا وغیرہ میں بہت سود مند ثابت ہوا

(۵) قادیانیت کے سلسلہ میں کتب مذکورہ اور دو خط۔ شہادۃ القرآن۔ التصریح فی نزول

المسیح کے علاوہ اشتہارات اور ہینڈبل شائع کئے گئے

(۶)ہفت روزہ یا ماہوار جریدہ کی کوشش کی گئی۔ مگر ڈیکلریشن ملنے میں اب تک کامیابی نہ ہوئی۔ فی الحال مشہور قومی شاعر مرزا غلام نبی جانباز نے اپنے ماہنامہ تبصرہ میں مبلغین کا پروگرام اور علمی مضامین شائع کرنے کی پیشکش کی ہے۔جو ستمبر۱۹۶۳ء سے شائع ہوا ہے۔ ختم نبوت سے تعلق رکھنے والے دوست "تبصرہ" کے خریدار ضرور بن جائیں تاکہ ہمارے مضامین پڑھ سکیں۔

(۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی نے جماعت تحفظ ختم نبوت کی امداد کی طرف خاص توجہ فرمائی ہے۔ آپ اس وقت جماعت کی خاص طور پر سرپرستی فرما رہے ہیں۔ آپ کے حکم سے حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو تبلیغی دورہ بند کر کے تالیف و تصنیف پر لگا دیا ہے۔ چنانچہ مولانا لال حسین صاحب کا ہیڈ کوارٹر چنیوٹ تجویز کر دیا ہے۔ اور مولانا صاحب یکم ربیع الاول سے تالیف و تصنیف پر لگا دئے گئے۔ انشاء اللہ ان کی پہلی تصنیف مسئلہ ختم نبوت عنقریب طبع ہو جائیگی

(۸) تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ نے جو سرکاری ملازم بھی ہیں۔ نائیجریا میں مرزائیت کے حالات بتائے کہ وہاں کے مسلمانوں کو کس طرح فریب دیا جاتا رہا۔ انہوں نے فرمایا کہ شیخ محمد اکبر کا فیصلہ انگریزی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا شائع کردہ نائیجریا میں تقسیم کیا گیا۔ وہاں کی مسلم جماعتوں نے پھر خود چھاپ کر بہت تقسیم کیا جس سے وہاں کے مسلمانوں کو بہت نفع ہوا۔

(نوٹ) واضح ہو کہ ایک پاکستانی مسلمان کیپٹن نذیر الدین کے خلاف امتہ الکریم قادیانی عورت نے مہر کا دعوی کیا۔ نذیر الدین نے کہا کہ تم قادیانی ہو۔ میں مسلمان ہوں یہ نکاح شرعاً" درست نہ تھا۔ اس لئے مہر واجب نہیں ہوتا۔ قادیانیوں کی طرف سے بڑے بڑے وکیل پیش ہوئے۔ نذیر الدین نے ہماری جماعت کو اطلاع دی مجلس تحفظ ختم نبوت کیطرف سے عدالت میں مولانا لال حسین صاحب پیش ہوتے رہے اور آپ ہی نے بحث میں حصہ لیا۔ ابتدائی عدالت اور سیشن کورٹ سے فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ اس مقدمہ کے اخراجات مجلس تحفظ ختم نبوت کے فنڈ سے ادا کئے گئے

(۹) سابقہ ریاست قلات کے قاضی حضرت مولانا عبد الصمد صاحب' حال صدر مجلس تحفظ ختم نبوت قلات گذشتہ دنوں دفتر مرکزیہ ملتان میں تشریف لائے۔ اور اپنے دورہ فلپائن و دیگر مقامات کے حالات کا ذکر کرتے رہے۔ اور جماعت کی شائع کردہ القادیانی و القادیانیہ کی نسبت فرمایا کہ عربی ممالک میں اس کتاب سے بہت نفع ہوا چنانچہ آپ نے مزید کتابیں روانہ کرنے کی سفارش فرمائی۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت نے بیس نسخہ القادیانی عربی کے اور یکصد نسخہ انگریزی فیصلہ جج محمد اکبر صاحب کا دفتر کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ تاکہ اسلامی ممالک میں روانہ کر دیا جائے

(۱۰) مولانا بشیر احمد ایک افریقی باشندہ ملتان تشریف لائے۔ جن کو مولانا لال حسین اختر نے مرزائیت کی پوری تیاری کرائی اور کتابیں خرید کر دیں مولانا بشیر احمد صاحب بہت نیک طبیعت ذہین اہل علم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو گذشتہ روز افریقہ روانہ ہو گئے۔ وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کی تنظیم کریں گے اور جنہوں نے مرزائیت کے خلاف زندگی وقف کر دی ہے۔

(۱۱) بیرونی ممالک میں قادیانیوں نے مسلمانوں کو بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ اس وقت ہمارے دفتر میں رنگون اور کلکتہ کے تازہ خطوط آمدہ موجود ہیں۔ ہمارے لئے پاسپورٹ کا مسئلہ مشکل ہے۔ ان مشکلات کا تذکرہ مناسب نہیں ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء کو مولانا لال حسین صاحب اختر کو جماعت نے ڈھاکہ روانہ کر دیا۔ وہاں کے ایک نیک دل تاجر کی کوشش سے کلکتہ کا پاسپورٹ مل گیا۔ اور ایک ماہ تک کلکتہ قیام کیا۔ مرزائیت پر ۱۴ تقریریں کیں۔ مناظرہ کی شرائط طے ہوئیں۔ لیکن جب مرزائیوں کو یہ علم ہوا کہ مناظر لال حسین ہیں تو مناظرہ سے فرار کیا۔ حکومت میں شکایات کیں کہ............ رنگون کے مرزائیوں نے مسلمانوں کے خلاف عدالت میں ایک مقدمہ دائر کیا ہوا ہے۔ رنگون کی جمعیتہ العلماء نے اس مقدمہ میں امداد طلب کی ہے۔ ضروری کتب۔ نقل مقدمہ عدالت فیصلہ جج محمد اکبر روانہ کر دئے ہیں انشاء اللہ ایک مبلغ بھی روانہ کر دیا جائیگا۔ دفتر مرکزیہ کوشش میں مصروف ہے

نوٹ۔ مختصر روائداد میں تمام حالات تحریر نہیں کئے جاسکتے۔ اطلاع حال کے لئے چند واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے

مرزائیت پھر حرکت میں

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو اس وقت کے سیاستدانوں نے بیشک مارشل لاء لگا کر کچل ڈالنے کی ناپاک کوشش کی۔ مگر تحریک اپنے اثرات چھوڑ گئی۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے ظلم کیا ہو رضاکاروں پر' اور اس کو دست قدرت نے سزا نہ دی ہو۔ مسلمانان پاکستان کے دل مجروح تھے۔ خواجہ ناظم الدین کے پنجابی ساتھیوں نے بتایا کہ جب تک مرزائیت کی نسبت اپنا رویہ نہ بدلیں گے۔ ہم پنجاب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ اس لئے چوہدری ظفر اللہ اور دیگر بعض ایسے مرزائیوں کو جو کلیدی اسامیوں پر تھے آہستہ آہستہ ادھر ادھر کر دیا گیا۔ اور مرزائی ملازموں نے خاص قسم کی داڑھی رکھنا چھوڑ دی اور اپنے مرزائی ہونے کو چھپا لیا

انقلابی حکومت

جب سکندر مرزا کی سازشوں سے ملک تنزلی کی طرف جا رہا تھا۔ چند درد مند فوجیوں نے ملک کا نظم سنبھال لیا۔ جس کا ملک میں خیر مقدم کیا گیا۔ جہاں ہماری انقلابی حکومت کے ارکان بہادر اور مخلص تھے' وہاں اندرون ملک کی جماعتوں کے حالات سے ناواقف بھی تھے۔ ادھر سابق حکومت نے جہاں اور خرابیاں پیدا کیں۔ وہاں مرزائیوں کی امداد میں مارشل لاء لگا کر عوام اور فوج کے دلوں میں بعد پیدا کر دیا تھا جس کی وجہ سے مرزائیوں کو آگے بڑھنے کا موقعہ ملا۔ اب ظفر اللہ اور دیگر قادیانی آفیسر پھر بعض اہم پوسٹوں پر آتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مرزائیوں نے اپنی سرگرمیاں پھر تیز کر دیں۔ مناظرہ کا چیلنج دیا جاتا ہے۔ دن رات باہر سے خطوط آ رہے ہیں۔ اور قادیانی آفیسران پھر تبلیغ کا وہ پہلو اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ جس کا تذکرہ جسٹس محمد منیر کرنے پر مجبور تھے

ہمارے قابل احترام صدر پاکستان کو اسطرف خاص توجہ کرنی چاہیئے

سر ظفر اللہ اور قادیانیوں کی جارحانہ سرگرمیوں اور مرزا محمود کی شرر انگیز

تقریروں، خطبوں نے ملک کے حالات خراب کر دیئے ہیں۔ مسلمان سب کچھ برداشت کرلے گا مگر حضور علیہ السلام کے بعد کسی مدعی نبوت کے دعویٰ کو برداشت نہیں کرے گا نوائے وقت کے مضمون نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے صدر محترم کو مرزائیوں کی چالیں سمجھنے کی توفیق بخشے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔

فرقہ وارانہ فسادات!

ہمیں یاد ہے کہ جب کبھی ہندو مسلم اتحاد ہو جاتا، تو بعد ازاں ہندو مسلم فساد ہوا کرتا۔ اسی طرح ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں کے تمام فرقوں میں وہ اتحاد ہوا جو ہندوستان کی تاریخ میں بے مثل تھا۔ آہستہ آہستہ مسلمان فرقوں میں تلخی پیدا ہونی شروع ہوئی حتی کہ قتل تک نوبت پہنچی۔ ہمیں شکایت ہے کہ جو لوگ فرقہ وارانہ فضا کے ذمہ وار ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں دیجاتی۔ بلکہ تحفظ ختم نبوت کے مبلغین پر مقدمات اور پابندیاں زیادہ لگائی جاتی ہیں۔ ہم گورنر مغربی پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ تمام فرقوں کے اعلیٰ ممبروں کو بلا کر مستقل لائحہ عمل تجویز کریں۔ جس سے فرقہ وارانہ فضا درست ہو جاوے

گوجرانوالہ د کوئٹہ

الحمد للہ تمام ملک میں مجلس تحفظ ختم نبوت بہت مقبول ہے۔ اور عوام بڑی خوشی سے ہماری جماعت کی رکنیت قبول کرتے ہیں۔ مگر گوجرانوالہ۔ کوئٹہ دونوں شہر کے عوام کو جماعت سے بہت دلچسپی ہے۔ گوجرانوالہ کا دیندار طبقہ جماعت کی مالی امداد میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ کوئٹہ میں اس وقت جماعت ترقی پر ہے۔ جو دینی لٹریچر بھی شائع کرتی رہتی ہے۔ اس وقت ۵/۶ آدمی وہاں کام کرتے ہیں۔ وہاں کی جماعت مبلغین کے مشاہرات کے علاوہ سالانہ اچھی خاصی امداد کرتی ہے

جماعت کی تبلیغی مساعی

ان مقامات کے علاوہ جہاں لوگ ہمارے مبلغین کو تبلیغ کے لئے بلا کر اخراجات

لوا کرتے ہیں۔ جماعت اپنے خرچ پر بھی مبلغین روانہ کرتی ہے۔ بعض جگہ لوگ اطلاع کرتے ہیں کہ مرزائی تنگ کرتے ہیں۔ اور جارحانہ تبلیغ کرتے ہیں۔ وہاں فوراً جماعت اپنے خرچ پر تبلیغی پروگرام مرتب کرتی ہے۔ اسمال سرگودہا میں ایک مسلمان لڑکی کے خلاف قادیانیوں نے مقدمہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ عرصہ سے چل رہا تھا۔ جب مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مبلغ کو مقدمہ کی پیروی کے لئے بھیجا گیا تو قادیانی مقدمہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ ان کے خلاف یکطرفہ کارروائی ہو کر مقدمہ خارج ہو گیا۔ لیکن بعض جگہ آفیسران سے شکایات کر کے ہمارے مبلغین پر پابندی لگانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں

مجلس تحفظ ختم نبوت کے عمومی مبلغین کے علاوہ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ سکھر۔ بہاولپور۔ کوئٹہ۔ کراچی میں مستقل مبلغین قیام پذیر ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت صرف تبلیغی جماعت ہے۔ اس جماعت نے انتخابات میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ اور نہ ہی کسی فریق کی مخالفت کی۔ جماعت کا کوئی عہدہ دار سیاسیات(انتخابات) میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اور نہ ہی کسی مسلم جماعت کی مخالفت کر سکتا ہے۔

ہماری جماعت کا ہر بالغ مسلمان مرد ہو یا عورت رکن بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بایں معنی خاتم النبیین تسلیم کرتا ہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ ہم ملک کے ہر مرد و عورت سے استدعا کرتے ہیں کہ سیاسی طور پر چاہے جس میں جماعت شریک ہوں لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت کی رکنیت ضرور قبول کریں

○— آہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ

گذشتہ تھوڑے عرصہ میں ملک سے بہت گراں قدر علمی و روحانی ہستیاں ہم سے جدا ہو گئیں۔ مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ۔ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ

قبلہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ۔ حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجویؒ یہ سب بزرگ جماعت کے روحانی سرپرست تھے۔

سب سے بڑا حادثہ یہ ہوا کہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہم سے جدا ہو گئے۔ ان کی وفات جماعت کے لئے سانحہ عظیمہ تھی۔ جماعت کے ہر کارکن کا حوصلہ پست ہو گیا۔ آپ کے وصال کے فوراً بعد ملک و ملت کے علماء کرام' صوفیاء عظام نے ختم نبوت کانفرنس ملتان منعقدہ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں تشریف لاکر جماعت کی ہمت بندھوائی۔ اور جماعت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی صاحب کو یقین دلایا کہ ہماری ہمدردیاں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ اگرچہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی جدائی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ لیکن آپ کی برکت سے جماعت بدستور کام کر رہی ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

جدید انتخاب:۔

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ صدر مجلس تحفظ ختم نبوت کے وصال کے بعد خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے صدارت مرکزیہ کا عہدہ قبول فرما کر مولانا محمد علی صاحب کو ناظم اعلیٰ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ منٹگمری' مولانا سراج الدین صاحب ڈیرہ اسماعیل خان' مولانا نذیر حسین صاحب بنوں عاقل سکھر' حکیم محمد ابراہیم صاحب بہاولپور' مولانا تاج محمود صاحب لائل پور' مولانا لال حسین صاحب اختر' مولانا عبدالرحمٰن صاحب میانوی' ماسٹر اختر حسین صاحب ملتان کو ارکان شوریٰ نامزد کر دیا۔

فہرست مبلغین و ملازمین جماعت

(۱) مولانا محمد علی جالندھری	ناظم اعلیٰ
(۲) مولانا لال حسین صاحب اختر	صدر المبلغین
(۳) مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری	عمومی مبلغ

(۴) مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب میانوی	عمومی مبلغ
(۵) مولانا محمد لقمان صاحب	عمومی مبلغ
(۶) قاضی عبداللطیف صاحب	عمومی مبلغ
(۷) مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر	عمومی مبلغ
(۸) مولانا غلام محمد صاحب	ضلع ملتان
(۹) مولانا غلام مصطفیٰ صاحب	ڈویژن بہاولپور
(۱۰) مولانا بشیر احمد صاحب	سکھر
(۱۱) مولانا محمد انور صاحب	کوئٹہ
(۱۲) مولانا حسین احمد صاحب	کوئٹہ
(۱۳) حافظ غلام سرور صاحب	کوئٹہ
(۱۴) مولانا فیض محمد صاحب	کراچی
(۱۵) مولانا عبدالرحیم صاحب صدیقی	ضلع گوجرانوالہ
(۱۶) سید محمود جاوید حسن صاحب ترمذی	لاہور
(۱۷) مولانا قاضی محمد اللہ یار صاحب	ضلع منٹگمری
(۱۸) مولانا زرین احمد صاحب	تحصیل خانیوال
(۱۹) مولانا محمد عبداللہ صاحب	راجن پور
(۲۰) مولانا نور محمد صاحب	عمومی مبلغ
(۲۱) مولانا عبدالحق صاحب مدرس	(مدرسہ پرمٹ (مظفر گڑھ)
(۲۲) مولانا غلام سرور صاحب	عمومی مبلغ
(۲۳) مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب	کلرک دفتر مرکزیہ
(۲۴) مولانا مولوی عبداللہ صاحب	خادم دفتر مرکزیہ
(۲۵) ملک قادر بخش صاحب	بادرچی
(۲۶) غلام محمد صاحب	نعت خوان
(۲۷)	خادم دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی دارالمبلغین کا شعبہ قائم کیا گیا جس کی تفصیلات آپ کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ دارالمبلغین ۱۹۶۴ء میں چنیوٹ منتقل ہوا۔ اسکے اجراء سے متعلق ہفتہ وار خدام الدین میں ذیل کا اشتہار شائع ہوا۔

چنیوٹ میں دارالمبلغین کا قیام :-

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان) کے زیر اہتمام عرصہ سے ملتان دارالمبلغین کا مرکز رہا ہے۔ اب مجلس مرکزیہ نے مولانا لال حسین صاحب اختر مناظر الاسلام کو چنیوٹ تبدیل کرکے دارالمبلغین کو بھی چنیوٹ منتقل کر دیا ہے۔

دارالمبلغین میں جملہ مذاہب باطلہ کی تردید اور حقانیت اسلام کی تائید باقاعدہ پڑھائی جائیں گی۔ یہ نصاب ایک سال کا ہو گا۔ شوال ۱۳۸۳ھ کے آخری ہفتہ سے تعلیم کا آغاز ہو گا تحقیق و مناظرہ اور تبلیغی ذوق رکھنے والے نوجوان قادر الکلام فارغ التحصیل علماء کرام آخر رمضان تک داخلہ کے لئے اپنی درخواستیں بنام ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ ضلع جھنگ ارسال فرمائیں۔

مدارس عربیہ کے دستور کے مطابق شامل ہونے والے علماء کرام کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کی کفیل مجلس ہو گی۔ اس تعلیم میں معیاری قابلیت حاصل کرنے والے علماء کرام کو مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت اپنے مبلغین میں شامل کرنے کی کوشش کرے گی۔ (ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ ضلع جھنگ) (خدام الدین ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء)

شہدائے ختم نبوت کو خراج عقیدت :-

سمندری ۶ مارچ ۱۹۶۴ء کو جامع مسجد محمدیہ میں مولانا محمد علی جانباز نے شہدائے ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کیا اور ورثاء کی تسکین کے لئے دعائیں کرائی گئیں اور عہد کیا گیا کہ ہم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے عقیدہ

کو کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ (ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سمندری ضلع لائل پور)
(خدام الدین ۱۰؍ اپریل ۱۹۶۴ء)

ختم نبوت کانفرنس :۔

گوجرانوالہ ۱۲-۱۳؍ اپریل ۱۹۶۴ء ۲۸-۲۹؍ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ اتوار، پیر مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے زیر اہتمام دو روزہ تبلیغی و اصلاحی کانفرنس منعقد ہوئی جس سے مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا عبدالرحمن میانوی، قاضی عبداللطیف شجاع آبادی، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد لقمان علی پور، عبدالرحیم صدیق شکر گڑھ، مولانا عبدالقیوم سرحدی، سائیں محمد حیات پسروری، سید محمد امین گیلانی، مرزا غلام نبی جانباز نے اہالیان گوجرانوالہ سے خطاب فرمایا۔ (ناظم دفتر مجلس ختم نبوت گوجرانوالہ)

دارالمبلغین چنیوٹ میں قائم ہوا۔ مولانا لال حسین اختر نے اپنے تبلیغی اسفار سے کچھ وقت نکالا تو کئی رسالے بھی ترتیب دیئے۔ جن کے مجموعہ رسائل کو "احتساب قادیانیت" کے عنوان سے عالمی مجلس کے مرکزی دفتر نے آج سے دو سال قبل شائع کیا تھا۔ اس زمانہ میں آپ نے رسالہ ختم نبوت اور بزرگان امت تحریر کیا۔ اس پر ہفتہ دار خدام الدین میں ذیل کا تبصرہ شائع ہوا۔

نام رسالہ :۔ ختم نبوت اور بزرگان امت
تالیف :۔ مولانا لال حسین اختر صدر المبلغین
مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت ملتان شہر
صفحات ۳۲ - ہدیہ ۲۵ پیسے

قادیانیوں کی عادت ہے کہ اسلاف کی تحریریں بلا سیاق و سباق نقل کر کے اور اپنی مرضی اور مفاد کے مطابق ان تحریروں کے معنی بیان کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ کے خاص بندے اور اسلام کے مبلغ ان کو ہر میدان میں جا لیتے ہیں۔ مولانا لال حسین اختر صاحب کی ذات محتاج تعارف نہیں، انہوں نے اپنی زندگی رد مرزائیت کے لئے وقف کر رکھی ہے آپ کا یہ

تازہ رسالہ معلومات افزاء ہے اور قصر نبوت باطلہ پر ضرب کاری ہے۔ رسالہ مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

ہم اپنے قارئین کو اس رسالہ کے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں تاکہ وہ مرزائیوں کے دجل سے آگاہ ہو سکیں۔ (خدام الدین ۱۷ر اپریل ۱۹۶۴ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کو سرے سے کسی رسالہ کا ڈیکلریشن نہ ملتا تھا۔ مولانا تاج محمود مرحوم نے سیرت کے مقدس عنوان سے اپنی تقریروں سے فیصل آباد میں حلقہ قائم کر لیا تھا۔ ان کا احترام تھا۔ انہیں رسالہ کا ڈیکلریشن مل گیا۔ مولانا نے "جھوٹے نبیوں کے سچے حالات" عنوان قائم کر کے مرزا قادیانی کے آباؤ و اجداد (جھوٹے مدعیان نبوت) کے رد کے لئے کچھ صفحات وقف کر دیئے۔ حالات ایسے تھے کہ براہ راست قادیانیت پر کچھ لکھنا حکومت کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ ہوا یہ کہ الفرقان ربوہ نے حضرت امیر شریعت پر ایک غلیظ مضمون لکھ دیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا۔

ربوہ سے الفرقان نامی (ماہ جون) کا شمارہ ہمیں موصول ہوا ہے۔ اس کے ایڈیٹر قادیانی انجمن ربوہ کے ایک ملازم مولوی ابوالعطا صاحب ہیں۔ اس رسالہ کے صفحہ ۲۸ پر ایک کالم کا عنوان "بے غیرت لوگ" ہے جس کے تحت روزنامہ "ہلال پاکستان" کا ایک اقتباس شائع کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے انہیں پاکستان کا دشمن، غدار، ہندوؤں سے روپیہ لینے والا اور ناقابل معافی جرم گردانا ہے۔ ان سطور میں ان اخبارات جنگ، انجام، امروز، کوہستان، چٹان، پیام اسلام، تبصرہ، خدام الدین، دعوت اسلام وغیرہ جنہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر خاص مضامین شائع کئے اور خاص نمبر نکالے تھے۔ بے غیرت لوگ کہا گیا ہے اور اس بہانہ سے اس قادیانی مناد نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔

جہاں تک ہفت روزہ "لولاک" کا تعلق ہے ہم نے روز اول ہی سے یہ اعلان

کر دیا تھا کہ یہ رسالہ نہ کسی جماعت کا ترجمان اور نہ کسی جماعت کے خلاف ہے۔ اس کا مقصد اللہ کے لاڈلے محبوب سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور محاسن بیان کرنا اور حضور کی زبان مبارک کے ارشاد کے مطابق عقائد' اعمال صالح' اخلاق اور معاملات کی تبلیغ کرنا ہے۔ ہفت روزہ "لولاک" کسی اختلافی یا کسی نزاعی بحث میں الجھنے کو اپنے مشن اور مقصد سے ہٹ جانے کے مترادف سمجھتا ہے۔ لیکن اس بات کا کیا علاج کیا جائے کہ ربوہ والوں سے ہماری دینی' دنیاوی کوئی رشتہ داری اور تعلق نہیں ہے۔ اس رسالہ جس میں حضرت شاہ صاحب مرحوم پر غلاظت پھینکنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے ہم خریدار ہی نہیں ہیں۔ حد یہ ہے کہ ہم نے اپنا رسالہ ربوہ کے کسی اخبار یا کسی شخصیت کو خریداری یا اعزازی کسی حیثیت سے جاری نہیں کیا تاکہ ہمارا وہاں رسالہ بھیجنا شرارت نہ سمجھا جائے۔ کبھی قادیانیوں کے متعلق اشارۃً" یا کنایتہ" ہم ذکر ہی نہیں کرتے تھے۔ "جھوٹے نبیوں کے سچے حالات" کے کالم میں بعض دفعہ ان کا تذکرہ ضروری طور پر آگیا تھا۔ ہم نے وہاں سے مضمون کا وہ حصہ کاٹ دیا تاکہ پہل کرنے کا الزام ہمارے ذمہ نہ آئے۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود یہ رسالہ ہمارے نام بھیجا گیا۔ یہ قادیانی صاحب یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کی طرح ایڈیٹر ہفت روزہ "لولاک" کی رگوں میں حضرت شاہ صاحب مرحوم کی محبت اور عقیدت خون کی طرح گردش کرتی ہے۔ اور اس بے ہودہ عبارت سے جو سراسر غلط ہے افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ بغض اور عناد پر مبنی ہے۔ خبث باطن اور دجل و کذب کی مظہر ہے۔ ہمارا اور دوسرے کروڑوں مسلمانوں کے دل زخمی ہو سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں تمام اخلاقی اور اسلامی تقاضوں سے ہٹ کر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ موجودہ حکومت ایک عرصہ سے ملک میں ہر قسم کے اندرونی انتشار کو روکنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کر رہی ہے۔ جن سے سیاسی' مذہبی' لسانی اور علاقائی تعصبات ختم ہو جائیں اور ان واقعات کا اعادہ نہ ہو جنہوں نے اس سے پہلے ملک کو تباہی اور بربادی کے کنارے لا کھڑا کیا تھا۔ ان تدابیر میں مختلف مذہبی فرقوں کے علماء پر

پابندیاں پبلک سیفٹی آرڈر کا استعمال' اخبارات اور مطبوعات پر پابندیاں' لاؤڈ سپیکروں کے استعمال پر کنٹرول وغیرہ چیزیں شامل ہیں۔

حکومت کی ان تمام پابندیوں اور احتیاطی تدابیر کے باوجود اس قادیانی رسالہ کا یہ مضمون شائع کرنا کہاں تک جائز اور شریفانہ حرکت کہلا سکتا ہے۔ پھر اس میں مزید قابل غور یہ امر ہے جو اس قادیانی مولوی صاحب کی نیت کو اظہر من الشمس کرتی ہے کہ جون ۱۹۶۳ء کے رسالہ میں ۲۳ر اگست ۱۹۶۳ء کے کسی گمنام اخبار کا حوالہ شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ حوالہ اگر ستمبر ۱۹۶۳ء کے اس قادیانی رسالہ میں شائع ہوتا تو کسی حد تک یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ اس کے پیچھے کوئی زیادہ بدنیتی اور شرارت نہیں ہے' لیکن اگست ۱۹۶۳ء کا ایک حوالہ ایک برس بعد شائع کرنا سراسر شرارت اور ملک کی امن سوزی پر مشتمل حرکت ہے۔ حکومت اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ مسلمانوں کے سواد اعظم کے جذبات اس فرقہ کے متعلق کیا ہیں۔ اس طرح کے اقتباسات چھاپنے سے حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مقام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس بات کا امکان ہے کہ حکومت ان واقعات کو معمولی سمجھ کر در خور اعتنا نہ سمجھے اور حکومت کی اس نرم پالیسی اور کلیدی آسامیوں پر متعینہ قادیانی افسروں کی شہ پر یہ لوگ اپنی عقربی فطرت کا مظاہرہ کرنے میں بڑھتے چلے جائیں تو اس اشتعال انگیزی سے پھر ان کے خلاف ۱۹۵۳ء کے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مولوی صاحب حکومت کی باز پرس پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ایک مسلمان اخبار کا اقتباس اور حوالہ شائع کیا ہے۔ اس میں ہماری کوئی بدنیتی اور شرارت نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ جس تعریف کے مستحق ہیں وہی تعریف ان کی ایک اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ اور ہم نے صرف اسے اپنے رسالہ میں نقل کر دیا ہے۔ اس تاویل پر ہم حکومت اور قادیانیوں دونوں سے باادب گذارش کریں گے کہ اگر قادیانیوں کی رائے میں............ کسی مسلمان اخبار کے اس طرح کے اقتباس چھاپنے سے ملک کی وحدت اور ملت کے اتحاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور قومی اتحاد کی دیوار میں کوئی دراڑ پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس دیوار کو اس طرح کے حوالے شائع کرنے سے

سیمنٹ کا پلستر لگ کر مضبوطی آتی ہے۔ تو ماشاء اللہ ہم اس کو تسلیم کر لیں گے۔ اور ہفت روزہ "لولاک" کے صفحات میں سے کچھ حصہ ملک و قوم کی اس خدمت کے لئے بھی مجبوراً وقف کر دیں گے۔ اور صرف ان قادیانی دوستوں کی کتابوں اور مضامین کے اقتباسات شائع کرنا شروع کریں گے۔ جنہوں نے ربوہ اور خلیفہ قادیانی کے رنگین اور سنگین حالات تحریر کئے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ الفرقان کے فاضل مولوی صاحب کو سید عطاء اللہ شاہ مرحوم کی پاکستان دشمنی اور غداری کا غم کھائے جا رہا ہو۔ اور اپنی وطن دوستی اور خدمت ملت کا فخر چین نہ لینے دیتا ہو۔ تو ہم اس سلسلہ میں بھی گذارش کر دیں کہ ہم قادیانی جماعت اور ان کے خلیفہ وقت اور "محسن" پاکستان سر محمد ظفر اللہ خاں کی پاکستان دوستی اور ان کی ملک و ملت سے وفاداری کی شرمناک داستان کو بھی شائع کر کے ان کی یہ غلط فہمی بھی دور کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اخلاق و شرافت کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ صرف وہ باتیں شائع کریں گے جس سے بقول علامہ اقبال ہمیں ان قادیانی مولوی صاحب کو کہنا پڑے کہ حضور

؎ آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

آخر میں ہم پھر ایک دفعہ اپنے صوبہ کے مضبوط اور نیک دل گورنر کی خدمت میں عرض کریں گے کہ ملک کا قانون ملک کے تمام طبقوں کے لئے یکساں ہونا چاہئے۔ قادیانی صاحبان کے لئے اتنی ہی رعایت کافی ہے کہ وہ اسلام کو غارت و برباد کرنے کی سرگرمیاں جاری رکھنے کے باوجود ملک میں امن اور سلامتی سے رہ رہے ہیں اور ملک کی کلیدی آسامیوں پر متمکن ہیں۔

قادیانی رسالہ کے مولوی صاحب کو حکومت بڑے ادب کے ساتھ سمجھا دے کہ اس قسم کی بحثیں چھیڑ کر ملک کے اندر کوئی جواب اور جواب الجواب کا نیا فتنہ کھڑا نہ کرے۔ (ایڈیٹر) لولاک ۱۹؍ جون ۱۹۶۴ء

اس سے اگلی اشاعت میں مولانا نے تحریر فرمایا:۔

گذشتہ روز ربوہ سے ایک رسالہ موصول ہوا تھا جس میں حضرت امیر شریعت

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک دل آزار اقتباس شائع کیا گیا تھا جس پر ہم نے اس رسالہ کے مدیر اور حکومت دونوں سے گذارش کی تھی کہ یہ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ اس سے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہے اور موجودہ دور اس قسم کی چیزوں کا متحمل نہیں ہے۔ اس ہفتہ ہمیں ربوہ سے ایک اور پمفلٹ موصول ہوا ہے۔ اللہ جانے ایڈیٹر "لولاک" پر یہ نوازشات کیوں شروع ہو گئی ہیں۔ ہم ابھی تک اس کی وجہ نہیں سمجھ سکے۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے اس سے ربوہ والوں کے تین مقصد ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایڈیٹر لولاک کو قادیانی مذہب کی تبلیغ کی جائے تاکہ وہ (معاذ اللہ) دین مصطفیٰ چھوڑ کر مرزائی بن جائے۔

(۲) ایڈیٹر لولاک کو اس قسم کے کتابچے اور اشتعال انگیز پمفلٹ بھیج کر مشتعل کیا جائے اور اسے لولاک کی اصلاحی' تعلیمی اور تبلیغی پالیسی سے دور کیا جائے۔ تاکہ جب وہ جواب اور جواب الجواب کے چکر میں پھنس جائے تو حکومت کے حلقوں میں بیٹھے ہوئے مرزائی ہفت روزہ لولاک کو پھانسی لگانے کی سعی و کوشش کر سکیں۔

(۳) اس چھیڑ چھاڑ سے ربوہ کی مردہ قیادت کی رگوں میں تازہ خون مہیا کیا جائے اور مرزا غلام احمد کی عزت اور ناموس کے نام پر باغی روٹھے ہوئے اور افسردہ مرزائیوں کو موجودہ قیادت کے گرد فرضی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع کیا جائے۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہماری دعا اور کوشش یہی ہے کہ ہمارے قادیانی بھی خواہوں کی یہ تینوں خواہشات پوری نہ ہوں۔ میں اپنے لئے کائنات کی سب سے بڑی سعادت اس بات کو سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ نے آمنہ کے لال شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین کی امت میں پیدا کیا ہے اور امت محمدیہؐ کی آخری صفوں کے ایک آخری گناہگار مسلمان ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے حضور سرور کائنات کے دین پر ثابت قدم رکھے۔ اسی پر میرا خاتمہ ہو اور حضورؐ کے لوائے رحمت ہی کے نیچے جگہ نصیب ہو' جہاں تک ان کی دوسری خواہش یعنی ہمیں مشتعل کرنے کا تعلق ہے اللہ کے فضل و کرم سے ایسا بھی ہرگز نہیں ہو گا۔ بے شک ہم باطل سے کبھی صلح

نہیں کریں گے۔ لیکن اخلاق نبوی کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔

اول تو یہ چیز کیا ہمارے لئے درخور اعتناء ہی نہیں ہیں ہمارا مشن حضورؐ کی سیرت حضورؐ کے اخلاق اور حضورؐ کی دعوت لوگوں کو یاد دلانا ہے۔ لیکن اگر کہیں جواب دینا پڑا تو نہایت ٹھنڈے دل سے دلائل اور حقائق کی روشنی میں...... جواب دیا جائے گا۔ پھر اس حق گوئی پر جو ہم پر بیتنی ہو گی' بیت جائے گی۔ ہم انشاء اللہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔

رہی تیسری بات کہ وہ ہمیں آلہ کار بنا کر اپنی مردہ قیادت کو زندہ کر لیں گے۔ اس کے لئے بھی انہیں کوئی اور گھر تلاش کرنا ہو گا۔ ہم ان خدمات کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ (ہفتہ وار لولاک ۲۶ر جون ۱۹۶۴ء)

اس سے آگے مولانا نے پمفلٹ کا مکمل جواب تحریر فرمایا مگر وہ چونکہ کتاب کا موضوع نہیں ہے اس لئے صرف اسی پر اکتفا کیا گیا۔ ان چیزوں کے عرض سے مقصود یہ ہے کہ یہ وہ حالات تھے جن میں اس رفتار' دور اندیشی اور مصلحت سے ہمارے بزرگوں نے تحریک کے کام کو جاری رکھا۔

مصروفیات کے باعث دارالمبلغین کا اجلاس شوال کی بجائے عید قربان کے بعد قائم کرنے کا فیصلہ ہوا اس کے لئے مرکز نے ذیل کا اشتہار خدام الدین میں شائع کیا۔

مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

چنیوٹ میں دارالمبلغین کا قیام

مناظر اعظم' علامہ مذاہب' فخر الاماثل صدر المبلغین' حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر مدظلہ پڑھائیں گے۔

(۱) صداقت اسلام کے دفاع اور فرقہ ہائے باطلہ مثلاً عیسائیت' مرزائیت' پرویزیت' مذاہب باطلہ بہائیت' شیعت کے رد پر زبردست دلائل پڑھائیں گے۔

(۲) اس دور پرفتن میں علمائے کرام اور فارغ التحصیل طلباء

کرام کے لئے سنہری موقعہ ہے۔

(۳) سال رواں میں عید قربان کے بعد متصل کام شروع کر دیا جائے گا۔

(۴) قیام و طعام کا بہترین انتظام ہو گا اور معقول وظیفہ بھی دیا جائے گا -/۵۰ روپے ماہوار۔

(۵) مجلس کے معیار پر کامیاب حضرات کو مجلس کی طرف سے باقاعدہ مبلغ رکھا جائے گا۔

(۶) ملک کے نامور اور قابل ترین دیگر علماء کرام بھی وقتاً فوقتاً دارالمبلغین کی کلاس کو پڑھانے کے لئے تشریف فرما ہوتے رہیں گے۔

(۷) شائقین حضرات جلد از جلد دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ ضلع جھنگ میں تشریف لائیں۔

شعبہ نشرواشاعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان (فون ۱۴۳۳) (خدام الدین ۵ر جون ۱۹۶۴ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کے کتابچہ کی ضبطی :۔

۲۳ر جون کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جناب ملک امیر محمد خاں صاحب گورنر مغربی پاکستان نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" ضبط کر لیا ہے۔ اس پمفلٹ کو الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ نے شائع کیا تھا اور اس میں ایسا مواد تھا جس سے مختلف فرقوں کے درمیان منافرت پھیلنے کا خطرہ تھا۔

ہم حکومت کے اچھے کاموں کی تائید اور تحسین کرنا اپنا اسی طرح کا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں جس طرح اس کے غلط کاموں پر اسے ٹوکنا۔ ملک امیر محمد خاں گورنر مغربی پاکستان جن کے حکم سے یہ دل آزار کتابچہ ضبط کیا گیا ہے۔ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ملک صاحب نے اس پمفلٹ کو ضبط کر کے جہاں عوام کے ایک دیرینہ مطالبہ کو

پورا کیا ہے وہاں فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کھلی توہین کا بھی ازالہ کر دیا ہے۔

اس کتابچہ کی ضبطی میں جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسا مواد موجود ہے جو دو مختلف فرقوں کے درمیان منافرت پیدا کرنے کا سبب ہو سکتا ہے۔ ملک کے اندرونی امن کے قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی فرقہ ایسے نظریات کی اشاعت نہ کرے جس سے کسی دوسرے فرقہ کی دل آزاری ہوتی ہو۔ کیوں کہ نظریات و عقائد کی آویزش بالاخر دست و گریباں کی جنگ پر منتج ہوتی ہے۔ جب یہ باہمی جنگ اور آویزش ملک گیر فرقوں کے درمیان ہو تو بعض اوقات اس سے ملک اور قوم کے لئے ناقابل تلافی نقصان کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ جس اصول اور بنیاد پر حکومت نے اس کتابچہ کو ضبط کیا ہے۔ ہم اسی اصول کی بنیاد پر گذارش کریں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا صرف ایک پمفلٹ ضبط کرنے سے جمہور مسلمین کا نہ تو مطالبہ پورا ہوتا اور نہ ہی شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تقدیس کے سارے تقاضے ہی پورے ہوتے ہیں۔ جب تک کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے جانشینوں کے پورے لٹریچر کی چھان بین نہ کی جائے اور ان تمام مطبوعات کو ضبط نہ کر لیا جائے جن کی وجہ سے امت میں یقیناً نفرت اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔

(لولاک ۲۶؍ جون ۱۹۶۴ء)

اخبارات میں اس رسالہ کی ضبطی کی جو خبر شائع ہوئی وہ یہ تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا پمفلٹ ضبط کر لیا گیا:۔

لاہور ۲۲؍ جون۔ گورنر مغربی پاکستان کے ایک حکم کے مطابق ایک اردو پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" کی تمام کاپیاں بحق سرکار ضبط کر لی ہیں۔ اس پمفلٹ کے مصنف مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ اور اسے الشرکت الاسلامیہ ربوہ نے شائع کیا تھا۔ سرکاری اطلاع کے مطابق اس سے مختلف فرقوں کے درمیان منافرت پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ اسی طرح ایک اور اردو پمفلٹ "پس منظر کربلا" مصنفہ سید سبط حسین بھی

ان ہی اسباب کی وجہ سے تجلی سرکار ضبط کر لیا گیا ہے۔

اس رسالہ کے ضبط ہوتے ہی مرزائی قیادت کو "ہلکا" ہو گیا حکومت بھی مرزائی سازشوں سے اپنے کئے پر پچھتانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس پر لولاک نے تحریر کیا۔

حکومت جرأت سے کام لے :۔

گزشتہ ہفتے حکومت نے مختلف فرقوں کے دو کتابچے ضبط کئے ہیں جن میں منافرت انگیز اور دل آزار مواد موجود تھا۔ حکومت کے اس اقدام کو ملک میں بہت سراہا گیا ہے۔ بلکہ تاروں، خطوط اور پبلک اجتماعات کے ذریعہ گورنر مغربی پاکستان کا شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے۔

کسی ملک کے استحکام اور ترقی اور دارومدار زیادہ حد تک اس کے داخلی اتحاد اور سکون پر ہوتا ہے۔ اندرون ملک جو چیز سب سے زیادہ ملی شیرازہ کو بکھیر کر قوم میں انتشار پیدا کرتی ہے۔ وہ مذہب کے نام پر فساد فی سبیل اللہ ہے۔ اس فساد فی سبیل اللہ کی محرک اور جڑ، بنیاد وہ کتابیں ہیں جو ایک دوسرے کے رد میں لکھی گئی ہیں۔ اس تردیدی اور تکفیری لٹریچر میں بعض عبارات ایسی اشتعال انگیز اور منافرت خیز ہوتی ہیں جن کی تلخی فرقوں میں اتحاد پیدا نہیں ہونے دیتی۔

موجودہ حکومت جو اس وقت ایک مضبوط حکومت ہے اور اسے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ایک اعلیٰ اختیارات کی کمیٹی بنائے جو تمام فرقوں کی کتابوں کا قرآن مجید اور سنت رسولؐ کی روشنی میں جائزہ لے۔ ان کتابوں میں جس قدر عبارتیں منافرت خیز اور دل آزار پائی جائیں انہیں ضبط کر لیا جائے یا اگر کوئی پوری کتاب ہی منافرت انگیز اور دل آزار ہو تو اس پوری کتاب کو ہی ضبط کر لیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ وقتی طور پر کچھ لوگ ان کتابوں اور عبارات کے ضبط ہونے کو محسوس کریں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان عبارات کے ساتھ مسلمانوں کے باہمی اختلافات بھی دفن ہو جائیں گے۔ (لولاک ۳؍ جولائی ۱۹۶۴ء)

ایک غلطی کا ازالہ :۔

اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ جناب ملک امیر محمد خان صاحب گورنر مغربی پاکستان کے حکم سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" ضبط کر لیا گیا ہے۔ اس پمفلٹ کو الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ نے شائع کیا تھا اور اس میں ایسا مواد موجود تھا جس سے مختلف فرقوں کے درمیان منافرت اور اشتعال پھیلنے کا خطرہ تھا۔

ہمارے خیال میں گورنر صاحب نے "ایک غلطی کا ازالہ" نامی پمفلٹ کی ضبطی کا حکم صادر فرما کر واقعی حکومت مغربی پاکستان کی ایک غلطی کا ازالہ کر دیا ہے۔ وہ پمفلٹ جس کے الفاظ سے انبیاء کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ جس سے ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ پر زد پڑتی ہو' جس سے امت مسلمہ کے دل مجروح ہوتے ہوں اور جس سے فرقہ وارانہ منافرت پھیلتی ہو اس کی اشاعت کی اجازت دینا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہماری رائے میں وہ تمام رسائل اور کتابیں جن سے انبیاء کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو اور جن میں بزرگان دین اور اسلاف کے خلاف زہر اگلا گیا ہو بلا تفریق مذہب و ملت قابل ضبطی ہونی چاہئیں۔

ہم گورنر صاحب مغربی پاکستان کو اس قابل تحسین اقدام پر مبارکباد دیتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ انہوں نے یہ اقدام کر کے پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کی ہمدردیاں اور دعائیں حاصل کر لی ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کی دوسری کتابوں کے خلاف بھی اپنے اختیارات استعمال کرنے میں دریغ نہیں فرمائیں گے۔

(خدام الدین ۱۰ر جولائی ۱۹۶۴ء)

قادیانیوں کی دھمکیاں اور واویلا :۔

امسال جون میں مغربی پاکستان کے نیک دل اور مضبوط گورنر ملک امیر محمد خاں نے قادیانیوں کے ایک کتابچہ "ایک غلطی کا ازالہ" کو ضبط کرنے کے احکام صادر فرمائے تھے۔ اس خبر کا پورے پاکستان میں خیر مقدم کیا گیا۔ عوام اور علمائے کرام نے

اخبارات' تاروں' خطوط ' قراردادوں اور خطبوں کے ذریعہ گورنر صاحب کے اس اقدام کی تعریف و تحسین کی۔ لیکن قادیانی صاحبان نے اس ضبطی کے متعلق جو رویہ اختیار کیا ہے وہ ہر لحاظ سے افسوسناک ہے۔ قادیانی مولوی صاحبان اور اخبارات (الفضل' پیغام صلح' ہفت روزہ' لاہور' ماہنامہ الفرقان) وغیرہ نے ایک سوچا سمجھا فریاد نما دھمکی آمیز واویلا شروع کر رکھا ہے۔ جو عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف' ملک کی وفاداری اور موجودہ حکومت سے ادنیٰ تعاون کے صریحاً" منافی ہے۔

اس کتابچہ کی ضبطی سے قبل ملک میں متعدد ایسے رسالے' کتابیں' پمفلٹ حکومت ضبط کرتی رہی ہے جن میں پاکستان کے دو فرقوں کے درمیان منافرت پیدا کرنے والا مواد موجود تھا۔ اسی عام قانون اور دستور کے مطابق قادیانیوں کے اس کتابچے کو بھی ضبط کیا گیا ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آیا یہ کتابچہ دل آزار اور دو فرقوں میں منافرت پیدا کرنے والا تھا یا نہیں۔ قادیانی مبلغین اور اخبارات کہے چلے جا رہے ہیں کہ یہ معصوم اور بے ضرر کتابچہ تھا۔ اور اس سے کسی کی دل آزاری نہ ہوتی تھی اور نہ ہو رہی تھی۔ قادیانیوں کا اس کتابچہ کو بے ضرر اور معصوم کہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا کسی تصنیف اور تالیف کے بے ضرر اور معصوم قرار دینے کا حق اس کے مصنف یا مصنف کے پیروکاروں کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی بے عصمتی اور دل آزاری کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے خلاف وہ کتاب لکھی گئی ہو۔ یا جن پر اس تصنیف کا اثر پڑتا ہو۔ پورے پاکستان کی آبادی جس کتابچے کو اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین پر مشتمل اور تمام مسلمانوں کے قلوب کو چھلنی کرنے والا یقین کرتی ہو اسے اگر مرزا قادیانی اور ان کے مرید باعصمت اور بے ضرر کہیں تو اس کا کیا علاج ہے۔ دنیا کے کسی دستور اور انصاف کے کسی قاعدے میں یہ رواج نہیں کہ جرم کرنے والا خود ہی اپنا فیصلہ کرے کہ اس کا فعل جرم ہے یا نہیں ہے۔

"کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک امیر آدمی تھا۔ اس کے پاس جو سائل جاتا وہ اسے دیکھ کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بالوں کو پکڑ کر چھوڑ دیتا۔ جتنے بال اس کے

ہاتھ میں رہ جاتے اتنی اشرفیاں اس سائل کو دے دیتا تھا۔ ایک دن ایک ذہین سائل اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر آدمی نے حسب معمول اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا تو اس کے ہاتھ میں داڑھی کا کوئی بال نہ آیا۔ امیر نے کہا سائل میاں تیری قسمت! ہاتھ میں بال ہی کوئی نہیں آیا۔ سائل نے آہ بھرتے ہوئے کہا کہ امیر صاحب بڑے، افسوس کی بات ہے داڑھی بھی آپ کی اور ہاتھ بھی آپ کا۔ اے کاش! داڑھی آپ کی ہو اور ہاتھ میرا ہو پھر دیکھوں کہ میری قسمت میں کوئی بال آتا ہے یا نہیں آتا ہے"۔

قادیانی صاحب بھی اس امیر کی طرح اپنی داڑھی پر اپنا ہاتھ پھیر کر ہی اس کتابچے کو بے ضرر اور باعصمت قرار دے رہے ہیں۔ اگر ہٹ دھرمی اور تعصب چھوڑ دیا جائے تو اس بات کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے کہ اللہ کی اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد آمنہ کے لال محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثانی اور مثیل نہیں ہے۔ آپ تمام کائنات سے بلند اور اعلیٰ ہیں۔ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق اور کوئی فرد انبیاء' اولیاء' ملائکہ میں سے ایسا نہیں جو حضور سرور کائنات کے درجے اور مقام کے برابر درجہ اور مقام رکھتا ہو۔ اگر مرزا صاحب کسی کتابچے میں یہ لکھیں کہ میرا درجہ حضور کے برابر ہے تو مسلمانوں کے لئے تو یہ بات بھی ناقابل برداشت ہے۔ چہ جائیکہ اگر وہ یہ لکھیں کہ میں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہوں اور مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح نبوت ہی ملی ہے۔ اور میرے دعویٰ نبوت سے خاتم النبین کی خلاف ورزی ہی نہیں ہوئی تو یہ بات کیسے برداشت کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کی عبارتیں اگر دل آزار نہیں تو دل آزاری اور کس بلا کا نام ہے۔

ہمارا یقین ہے کہ قادیانیوں کی یہ سب غوغا آرائی بناوٹی اور غلط ہے۔ انہیں اس بات سے قطعاً مجال انکار نہیں ہو سکتی کہ ضبط ہونے والا کتابچہ دل آزار اور منافرت انگیز مضامین پر مشتمل نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ ساری بے چینی اور اضطراب کسی اور چیز کے پیش نظر ہے جیسا کہ ایک قادیانی رسالہ ماہنامہ "الفرقان" کی اشاعت جولائی ۱۹۶۴ء کے صفحہ اول پر واضح طور پر لکھا گیا ہے۔

ہم............ اپنے ورد مند احمدی بھائیوں سے تین گزارشات کرنا چاہتے ہیں۔
اول :۔ بھائیو! یہ آئے دن کی ضبطیوں کا سوال ہمیں متوجہ کر رہا ہے کہ کوئی فتنہ بپا ہوا چاہتا ہے اور کوئی بڑا ابتلا درپیش ہے۔
اس موہوم خطرے کا بھوت ان کے سر پر سوار ہے جو انہیں پریشان کئے ہوئے ہے۔

اگر قادیانی صاحبان ملک کی وفاداری کے دعویٰ میں سچے ہیں اور موجودہ حکومت سے تعاون کی ضرورت سمجھتے ہیں تو انہیں اس بات کو بڑھانا نہیں چاہئے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک حکومت کے خلاف منافرت کی تحریک کو فوراً" بند کر دینا چاہئے۔
یہ دھمکی آمیز داد خواہی اور ظلم یقیناً حکومت کے خلاف منافرت کی تحریک ہے۔
اس سلسلہ میں ایک اور تجویز کا ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا۔ وہ یہ ہے کہ اگر قادیانیوں کو اپنی معصومیت اور بے ضرری پر زیادہ اصرار ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے ججوں پر مشتمل ایک بنچ کے روبرو اس مسئلہ کو رکھا جائے۔ قادیانیوں کو حق ہو کہ وہ اس بنچ کے سامنے اپنی پوزیشن واضح کریں کہ ان کے وجود' ان کے مسیح اور اس کے لٹریچر کا اسلام میں کیا مقام ہے اور ہمیں بھی موقع دیا جائے کہ ہم اسلام کے خلاف کی گئی اس سازش کے خدوخال فاضل اور بالغ النظر عدالت میں پیش کر سکیں۔ جو فیصلہ وہ بنچ دے فریقین کے لئے قابل قبول ہو۔ قادیانی صاحبان تو ایک کتابچے کا ماتم کرتے پھرتے ہیں۔ انہیں اپنے مسیح اپنے لٹریچر اور خود اپنے وجود کے متعلق پوری روشنی حاصل ہو جائے گی۔
خدانخواستہ اگر قادیانی صاحبان ہمارے ججوں کو بھی' مولویوں کی طرح جنونی اور متعصب گمان کرتے ہیں تو ترکی' ایران اور پاکستان' مصر' سعودی عرب اور عراق کی اسلامی حکومتوں کے ایک ایک جج کی خدمات حاصل کر کے اس بنچ کے سامنے یہ مسئلہ رکھ دیا جائے حق اور باطل کا فیصلہ ہو جائے گا اور ان آنسوؤں کی حقیقت سامنے آ جائے گی۔ ان دونوں صورتوں میں قادیانی جس بات کے لئے آمادہ ہوں حکومت کو وہی مان جانی چاہئے۔ اور اگر اس عدالت کے اخراجات حکومت نہ برداشت کرنا چاہئے تو

بحمد اللہ مسلمانوں میں اپنے نبی کی عزت کا اتنا جذبہ ابھی باقی ہے۔ وہ ان مصارف کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قادیانی ہماری کون سی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقو النار التی اعدت للکفرین (قرآن مجید) (لولاک ۷ر اگست ۱۹۶۴ء)

ایک غلطی کا ازالہ :۔

گذشتہ ماہ حکومت نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک دل آزار کتابچہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی ضبطی کے احکامات صادر کئے تھے۔ حکومت کے اس اقدام کو پورے ملک میں سراہا گیا۔ عوام نے اس سے یہی تاثر قبول کیا کہ موجودہ حکومت نے یہ اقدام کرکے اسلامی شعار کی حفاظت اور دینی اقدار کے احترام کا لحاظ کیا ہے۔ کوئی مسجد یا منبر ایسا نہیں ہو گا جہاں سے حکومت مغربی پاکستان کے اس اقدام کو سراہا نہ گیا ہو۔ بے شمار لوگوں نے تاروں' خطوں' قراردادوں کے ذریعے حکومت کو مبارک بادیں دیں لیکن اچانک قادیانی اخبارات و رسائل میں ایک افسوس ناک اعلان شائع ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ حکومت نے اس اسلام دشمن کتابچہ سے پابندی ہٹا دی ہے اور قادیانیوں کو اس کتابچے کے شائع کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ قادیانی رسالہ الفرقان کا اعلان حسب ذیل ہے۔

۲۸ر جولائی ۱۹۶۴ء کو صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کی طرف سے ایک وفد محترم جناب گورنر صاحب مغربی پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک نہایت مدلل اور مفصل یاد داشت ان کے سامنے رکھی۔ اور رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں مندرجہ کشف کے متعلق عرض کیا گیا کہ جناب اول تو یہ کشف ہے اور ایسے کشوف امت کے بہت سے اولیاء نے پہلے بھی دیکھے ہیں۔ اور کتابوں میں شائع شدہ ہیں۔ دوسرے......... بانی سلسلہ......... نے "ایک غلطی کا ازالہ" نامی رسالہ میں اس کشف کو اختصار سے درج کیا ہے اور ساتھ ہی تحریر فرما دیا ہے کہ یہ کشف براہین

احمدیہ میں موجود ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ سے پورا کشف مجلس میں پڑھا گیا۔ اس میں درج تھا:۔

حضرت فاطمہؓ کی ذات نے محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ دیا۔ جب یہ ساری عبارت پڑھی گئی تو گورنر صاحب بہادر نے فرمایا کہ اس صورت میں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ لوگ یوں کریں کہ براہین احمدیہ کی یہ عبارت بھی ایک غلطی کا ازالہ کے حاشیہ میں نیچے درج کر دیں اور پھر بے شک رسالہ ایک غلطی کا ازالہ طبع کریں۔ انہوں نے اس مشورہ کا یہ فائدہ بھی بتایا ہے کہ اصل عبارت پڑھ کر عوام کی پوری تسلی ہو جائے گی اور کسی طرح کا اعتراض پیدا نہ ہو گا۔ اس سمجھوتہ پر یہ ملاقات ختم ہوئی۔ (ماہنامہ الفرقان اگست ۱۹۶۴ء)

اس پابندی ہٹائے جانے کا علم ہمیں صرف قادیانیوں کے اخبارات سے ہوا ہے۔ سرکاری ذرائع یا دوسرے مسلمان اخبارات میں حکومت کی طرف سے کوئی اعلان اب تک نظر سے نہیں گذرا۔

اس لئے اول تو ہمیں اس سمجھوتے کی صداقت پر شک ہے کہ ایک کتاب جس ناپاک عبارت کی بنیاد پر پابند اور ممنوع قرار دی گئی تھی۔ وہ عبارت جوں کی توں رہے اور صرف حاشیہ میں وقتی طور پر دوسری جگہ کا ایک لفظ مادر مہربان آج شائع کر دیا جائے۔ بعد کے شائع کرنے والے جس کے پابند نہیں ہوں گے۔ یہ سمجھوتہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہمارا دماغ تسلیم کرنے کے لئے آسانی سے تیار نہیں ہو رہا کہ ملک امیر محمد خاں جیسا نمازی، پرہیزگار اور اسلام پر سچا یقین رکھنے والے گورنر نے اس طرح کا کوئی سمجھوتہ کر لیا ہو گا لیکن بفرض محال اگر قادیانیوں کے اعلان کے مطابق یہ مہمل اور غلط سمجھوتہ ہوا ہی ہے تو اس پر سواد اعظم کی طرف سے صاد نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے بھی قادیانیوں کا دجل شمار کیا جائے گا کہ انہوں نے الفاظ کے چکر سے وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کر لی ہے۔

اس صورت میں ہمیں حکومت سے گلہ یہ ہے کہ آخر قادیانیوں کے اس کتابچہ پر مسلمانوں کو بھی کوئی اعتراض تھا۔ ضبطی کے بعد اگر قادیانیوں نے اس کے حق میں

اور اس کی صفائی میں کچھ کہا سنا تھا تو حکومت کا فرض یہ تھا کہ وہ دوسری طرف مسلمانوں سے بھی اس کے بارے میں کچھ دریافت کر لیتی۔

اس کتابچے کے بارے میں مسلمانوں کا موقف یہ ہے۔

الف :۔ جس کشف میں وہ ناپاک عبارت لکھی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا سر (نعوذ باللہ) سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا نے اپنی ران پر رکھا۔ اس میں مادر مہربان کے الفاظ کے اضافے سے بھی یہ ناپاک عبارت کسی صورت پاک نہیں ہو سکتی۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی ذات کے ساتھ اس امت کے اتنے نازک جذبات وابستہ ہیں کہ مرزا غلام احمد تو درکنار کسی ولی' کسی مجدد' کسی غوث' کسی صحابی' کسی فرشتے کے لئے بھی یہ الفاظ زیبا نہیں ہیں کہ اس لئے ان کی ران پر سر رکھا۔ پھر جب کہ اس ناپاک عبارت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ حاشیہ پر دوسری جگہ کی عبارت وقتی طور پر لکھ دی جائے گی۔

ب :۔ یہ کتابچہ اس ناپاک عبارت کی وجہ سے ہی دل آزار اور قابل اعتراض نہیں تھا اس کی ساری عبارت ہی اسلام اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی ہے۔ اس کتابچے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ لکھا ہے اور کہا ہے میں ہی وہ محمد رسول اللہ ہوں جو پہلے بھی نبی بن کر آیا تھا اور اب پھر نبی بن کر آیا ہوں اور محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی ہے۔ کوئی نیا نبی نہیں آیا ہے کہ خاتم النبین کی آیت کو کوئی گزند پہنچے۔

یہ عبارت ناقابل برداشت ہے اس کائنات میں محمد رسول اللہ صرف آمنہ کی گود کو ہی نصیب ہوا ہے۔ کوئی انسان کوئی فرشتہ کوئی مخلوق محمد رسول اللہ کے برابر درجہ اور کمالات کو نہیں پا سکتا۔ مرزائیوں کی یہ تاویل کہ ایسے ہوا۔ بے ہودہ' بودی' بے کار' حکومت کا اس رسالہ کو واگذار کرنا افسوسناک۔ (لولاک ۱۲؍ اگست ۱۹۶۴ء)

حکومت کے اس اقدام کے خلاف خدام الدین نے یہ اداریہ تحریر کیا۔

حکومت مغربی پاکستان متوجہ ہو :۔

ہمیں اخبارات میں یہ پڑھ کر سخت صدمہ ہوا کہ گورنر مغربی پاکستان نے مرزا

غلام احمد قادیانی کے پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" کی ضبطی کا حکم واپس لے لیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم اس سے قبل گورنر مغربی پاکستان کے متعلق یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ ایک متدین' غیر متزلزل قوت ارادی کے مالک اور صاف گو مسلمان ہیں۔ وہ ایک حکم دے کر کسی کے دباؤ سے اسے واپس نہیں لے سکتے لیکن یہ خبر پڑھ کر ہمارے گمان کو ٹھیس پہنچی ہے اور ہم یہ باور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ بھی قادیانیوں کے دباؤ اور دام فریب میں آ گئے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قادیانیوں نے چال چلی ہو کیونکہ یہ اطلاع عام حلقوں میں گرم ہے کہ قادیانی پہلے خود ہی اپنی کتابوں کو ضبط کراتے ہیں اور پھر انہیں واگذار کرا کے اس کا اشتہار دیتے ہیں تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچ جائے۔ نفسیاتی طور پر لوگوں کے ذہنوں پر یہ تاثر ہوتا ہے کہ جو کتاب ضبط ہوئی ہے اسے دیکھنا چاہئے کہ آخر اس میں کیا ہے؟ اور اس طرح وہ کتاب دھڑا دھڑ بک جاتی ہے۔ یہ صورت حال اور بھی افسوسناک ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ قادیانی کس حد تک حکومت کی کارکردگی میں دخیل ہیں۔ ہم اپنی معزز حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس صورت حالات کا جائزہ لے' اس سلسلے میں عوام کی بدگمانیوں کو دور کرے اور اپنے تازہ فیصلے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس ناپاک کتاب کی ضبطی کے فوری احکامات صادر کرے جس میں انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کی واضح توہین کی گئی ہے۔ خدا کرے ہماری یہ آواز صدا بصحرا نہ ثابت ہو۔ (خدام الدین ۲۷ر اگست ۱۹۶۴ء)

اس بحث کو میں اس روایت پر ختم کرتا ہوں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرکز ملتان کی مطبوعہ کتاب "تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" کے صفحہ ۳۷٫۳۸ پر درج ہے۔ مرزائیوں کے وہ (گورنر امیر محمد خان) سخت مخالف تھے ان کی ملک اور اسلام دشمنی سے پوری طرح آشنا تھے۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے ایک ملاقات میں مرزا قادیانی کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ دکھائی اور اس کے مندرجات پڑھ کر سنائے تو امیر محمد خان

آبدیدہ ہو گئے۔ انہوں نے فوراً" اس کتاب کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ قاضی صاحب نے انہیں مبارک باد کا تار بھیجا۔ مرزائیوں نے اس پابندی کے خلاف زور و شور سے آواز بلند کی۔ اور ایوب خان تک رسائی کی۔ جس نے بالآخر کتاب سے پابندی ہٹا دی۔ امیر محمد خان کو سخت صدمہ ہوا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا مفتی محمود صاحب ان سے ملے اور پابندی اٹھانے پر افسوس کا اظہار کیا۔ امیر محمد خان نے کہا۔ مفتی صاحب مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت اختیار کر گئی ہے۔

اس کتاب پر پابندی کے بعد جب اندرون و بیرون ملک سے مجھ پر اور صدر مملکت پر دباؤ پڑنا شروع ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت ہے۔ آج مرحوم زندہ نہیں کوئی ان کی قبر پر جا کر مرزائیت کی رسوائی و پسپائی کا حال ان سے بیان کرے تاکہ ان کی قبر کو ٹھنڈک پہنچے اور ثابت ہو کہ العظمتہ اللہ و للرسولہ۔"

چنیوٹ میں دارالمبلغین کا افتتاح:۔

۲۷/ جون بروز جمعتہ المبارک بعد نماز عصر محلّہ انصاریاں چنیوٹ میں "دارالمبلغین" کے افتتاح کی تقریب سعید منعقد ہوئی۔ یہ درس گاہ ملک میں اپنی نوعیت کی واحد درس گاہ ہو گی جس کا اہتمام پاکستان کی مشہور دینی اور تبلیغی جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت نے کیا ہے۔ اس درسگاہ میں صرف ایسے فارغ التحصیل علماء کو داخلہ مل سکے گا جو نہ صرف تکمیل علوم ہی کر چکے ہوں بلکہ تحریر و تقریر سے بھی خاص مناسبت رکھتے ہوں گے۔ ایسے طلباء کو ادارہ اندرون ملک اور بیرون ملک تبلیغ اسلام کرنے کی تربیت دے گا۔ توحید' رسالت' مسئلہ ختم نبوت' قیامت' فلسفہء اسلام' صداقت اسلام' اتباع سنت و قرآن' فضائل و محاسن فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم' فضائل صحابہؓ' فضائل اہل بیتؓ' فضائل اولیائے کرامؒ' فضائل امت محمدیہؐ اور دوسرے اوامر و نواہی اسلام کے مضامین کی تیاری کے علاوہ ایسے فرقہائے باطلہ جو پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں اسلام کے خلاف تبلیغ کرتے ہوئے مسلمانوں کو مرتد بناتے ہیں' کی تردید کی

تعلیم بھی دی جائے گی۔ اس درسگاہ کی تعلیم و تربیت کا ایک اہم پہلو یہ ہو گا کہ اس میں طلبہ کو اسلام اور اس کے اہم مسائل کے ثبوت میں قرآن و سنت کے شواہد کے علاوہ سائیٹیفک دلائل نوٹ کرائے جائیں گے۔ دارالمبلغین کی اس درسگاہ کے ناظم اور پرنسپل پاکستان کے مشہور اور جید عالم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر مقرر ہوئے ہیں۔ مولانا کو تعلیم و تبلیغ اسلام میں خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ مولانا خود اپنے ابتدائی دور میں مرزائی رہے ہیں اور انہیں کے ہاں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی ہے۔ وہ اردو' انگریزی' فارسی' عربی' سنسکرت زبان کی یکساں طور پر مہارت رکھتے ہیں۔ ایک عرصہ ارتداد کی تبلیغ کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق اسلام عطا فرمائی۔ اور اس کے بعد سے وہ تبلیغ اسلام کے لئے زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔ آپ آریہ ساج عیسائیوں' قادیانیوں کے مذہب کے ان سے زیادہ ماہر عالم ہیں۔ مولانا اپنی زندگی میں آریہ ساجیوں' عیسائیوں اور قادیانیوں کو ہند و پاک کے کئی مقامات پر شکست فاش دے کر عظمت و صداقت اسلام ثابت کر چکے ہیں۔ آپ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ہند و پاک کے علاوہ افریقہ' عراق' ایران اور برما کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔ آپ کی فن مناظرہ میں علمی دھاک کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل باطل آپ سے گفتگو کرنے کے لئے سامنے آنے سے ہچکچاتے ہیں۔ ایسے فارغ التحصیل علماء جو اس درسگاہ میں زیر تعلیم و تربیت رہیں گے' دوران تعلیم ۵۰ روپے ماہوار وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے بجٹ میں اس ادارہ پر صرف کرنے کے لئے ایک ہزار روپیہ ماہوار کی منظوری دی ہے۔

افتتاحی اجلاس کی کارروائی:۔

محلہ انصاریاں کی مسجد کے متصل دارالمبلغین کی ایک منزلہ عمارت میں یہ مبارک اجتماع حکیم شیخ محمد گلزار صاحب دہرہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجتماع میں چنیوٹ کی سیاسی' مذہبی' سماجی اور تجارتی انجمنوں اور جماعتوں کے معززین شریک تھے۔ مولانا محمد حسین' مولانا حبیب الغفور' مولانا دوست محمد ساقی' مولانا عبدالکریم' مولانا عتیق الرحمٰن'

مولانا طالب غفار صاحب' حافظ دوست محمد صاحب' ڈاکٹر محمد اسماعیل' ڈاکٹر علی محمد خاں صاحب' شیخ محمد انور صاحب' شیخ اللہ دین صاحب' محمد صدیق صاحب' ظہور احمد صاحب' شیخ منظور احمد صاحب' شیخ محمد بشیر صاحب' میاں احمد بخش صاحب' حاجی اللہ دین صاحب' چوہدری محمد شفیع صاحب' محمد بشیر صاحب' میاں اللہ دتہ صاحب' چوہدری غلام محمد صاحب' میاں محمد عادل صاحب' میاں محمد شریف صاحب' عبدالکریم صاحب سالاری' چوہدری حبیب احمد صاحب' نذر حسین صاحب' عبدالحکیم صاحب' اشفاق احمد صاحب' منظور احمد صاحب وغیرہ دوسرے معززین شہر شامل تھے۔ مولانا تاج محمود آف لائلپور اور مولانا مجاہد الحسینی سابق ایڈیٹر آزاد لاہور بھی شریک اجلاس تھے۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد مولانا لال حسین اختر نے ان نو علمائے کرام کا تعارف کرایا جو اب تک اس عظیم الشان درس گاہ میں داخلہ لے چکے ہیں۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے اپنی مختصر اور جامع تقریر میں تبلیغ اسلام کی اہمیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے سب سے پہلے مبلغ خود جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو تبلیغ اسلام کی راہ میں بڑے بڑے مصائب برداشت کرنے پڑے لیکن آپ نے اللہ کی تعلیمات کو ہر سختی کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہوئے مخلوق خدا تک پہنچایا۔ آپؐ کی صداقت' محنت اور خلوص رنگ لائی اور آج چار دانگ عالم میں اسلام کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔ آپ نے حضور کے شاگردوں صحابہ کرامؓ اور ان سے فیض پانے والے بزرگان اسلام کی تاریخ مختصراً" بتائی کہ کس طرح انہوں نے دنیا کے کونے کونے تک اسلام کا پیغام پھیلا دیا۔ مولانا نے اسلام کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی اور ان کے جانشینوں کی تحریری اور تقریری خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج جب کہ گمراہ کن فتنے امت مصطفیٰ کا ایمان خراب کرنے کے لئے چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں' ہمیں اس فریضہ اسلام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا چاہئے۔

آپ کے بعد مولانا تاج محمودؒ ایڈیٹر "لولاک" نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ اس ملک میں جس قدر اسلامی اعمال اور اخلاق

کو فروغ حاصل ہو گا یہ ملک اتنا ہی ترقی پذیر اور استحکام حاصل کرے گا اور خدانخواستہ اگر خلاف اسلام ارتدادی تحریکیں کامیاب ہوں گی تو جہاں اس ملک کے عوام عقائد و اعمال میں گمراہ ہوں گے وہاں اس ملک کا وجود اور استحکام خطرے میں پڑ جانے کا احتمال ہے۔ آپ نے بعض ارتدادی فتنوں کا پس منظر اور پیش منظر وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور چنیوٹ کی اہمیت بتائی۔ مولانا نے کہا کہ سر فرانسس موڈی انگریز گورنر پنجاب نے چنیوٹ اور اس کے گردونواح پر جو خاص مہربانی فرمائی ہے اس کی وجہ سے چنیوٹ کے لوگوں کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ آپ نے چنیوٹ کے عوام کو خبردار کیا کہ آپ لوگوں کی تجارت' اولاد اور ایمان تینوں ہی اس تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ جس سے بچاؤ کرنا آپ کا اولین فرض ہے۔ آخر میں خطیب اہل سنت و الجماعت مولانا محمد حسین صاحب نے اس تقریب کا اختتام دعائے خیر سے کیا۔ (لولاک ۳/ جولائی ۱۹۶۴ء)

سالہا سال تک چنیوٹ میں دارالمبلغین قائم رہا۔ مولانا لال حسین اختر ۱۹۶۸ء میں غیر ملکی سفر پر تشریف لے گئے تو دارالمبلغین کو دفتر مرکزیہ ملتان منتقل کر دیا گیا جو اب تک اس آب و تاب سے رواں دواں ہے۔ اللہ رب العزت کا کرم ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں رد قادیانیت کے عنوان پر کام کرنے والے تمام علماء و مناظرین بالواسطہ یا بلا واسطہ اسی دارالمبلغین کے تربیت یافتہ ہیں۔ چنیوٹ میں قیام دارالمبلغین کی کارکردگی مجلس چنیوٹ کی سالانہ روائیدادوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

مرزائیوں' کے' لئے زرمبادلہ :۔

مرکزی حکومت نے ۱۹۵۹ء سے اب تک مرزائی مشنوں کو بیرونی ممالک میں ان کی تبلیغی اور دوسری سرگرمیوں کے لئے بارہ لاکھ گیارہ ہزار نو سو اٹھائیس روپے کا زرمبادلہ دیا ہے' اس امر کا انکشاف خزانہ کے پارلیمنٹری سیکرٹری مسٹر محمد حنیف خاں نے آج قومی اسمبلی میں وقفہ سوالات کے دوران کیا۔ مسٹر یوسف کے ایک سوال کے جواب میں مسٹر محمد حنیف نے کہا کہ مرزائی مشنوں سے کوئی رعایت نہیں برتی گئی' کیونکہ حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ جو بھی مذہبی ادارہ درخواست کرے حکومت اس

کے لئے زرمبادلہ منظور کرتی ہے' ان تمام مذہبی اداروں کو جو بیرونی ملکوں میں کام کرنا چاہیں زرمبادلہ دیا جائے گا' مسٹر یوسف نے دریافت کیا تھا کہ کیا حکومت اس بات سے باخبر ہے کہ مرزائی فرقہ ختم رسالت کا قائل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ عقیدہ اسلام کے منافی ہے اس لئے مرزائی کو زرمبادلہ کیوں دیا گیا۔ سپیکر نے اس سوال کی اجازت نہیں دی' لیکن مسٹر حنیف کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ' میں سب کچھ جانتا ہوں۔ (لولاک ۲۸ر اگست ۱۹۶۳ء)

جناب سید نور احمد صاحب نے روزنامہ مشرق لاہور میں مارشل لاء سے مارشل لاء تک (۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۸ء) کی کہانی لکھنی شروع کی۔ قسط نمبر ۱۳۸ مورخہ ۳ر فروری ۱۹۶۴ء' قسط نمبر ۳۴۶' قسط نمبر ۳۴۷' قسط نمبر ۳۴۸' مورخہ ۵'۶'۷ر ستمبر میں مرزائیوں کی گورداسپور کو پاکستان کی بجائے ہندوستان کو دلوانے کی سازش کا پردہ چاک کیا۔ یہ قسطیں ہمارے پاس اصل محفوظ ہیں۔ اہم ترین ہونے کے باوجود طوالت کے خوف سے شامل اشاعت نہیں کر رہا۔ تاہم اس سلسلہ میں ایک اقتباس ایشیاء لاہور سے پیش خدمت ہے جو اہم بھی ہے اور ضروری و مختصر بھی۔

گھر کا بیدی:۔

اور یہ حصہ ہم بلاتبصرہ پیش کر رہے ہیں۔ معاصر مشرق (۲۵ر جون ۱۹۶۴ء) "بھیدی کی شہادت" کے عنوان سے "آج کی باتیں" کے کالم میں لکھا ہے:۔

"مشرق میں راجہ غضنفر علی خاں مرحوم کی سرگذشت کے آئینہ میں برصغیر پاک و ہند کے چالیس سالہ دور کی جو تاریخ میر نور احمد صاحب لکھ رہے ہیں۔ اس میں تقسیم پنجاب کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے قادیانی حضرات کے اس کردار پر اظہار افسوس کیا تھا کہ انہوں نے ضلع گورداسپور کے سلسلے میں بونڈری کمیشن کے سامنے اپنا کیس مسلمانوں کے مقدمے سے علیحدہ پیش کیا تھا اور ان کے اس اقدام سے مسلمانوں کو خاصا نقصان پہنچا تھا۔

اس قسط کے چھپنے کے بعد قادیانی حضرات کی طرف سے ہمارے دفتر میں احتجاجی

مراسلات کے ڈھیر لگ گئے۔ یہ مراسلے چونکہ ایک خاص ہدایت کے تحت لکھے گئے تھے اس لئے ان میں بڑی یکسانی تھی اور کم و بیش ہر ایک نے ایک ہی سے دلائل دیئے تھے۔ ان مراسلوں میں جن دو حضرات کو انہوں نے بالاتفاق اپنی حسن خدمت کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ ان میں ایک جسٹس محمد منیر بھی تھے جو بونڈری کمیشن کے رکن اور مسلم مفاد کی نمائندگی کرتے تھے۔

حسن اتفاق دیکھئے کہ ان دنوں معاصر عزیز پاکستان ٹائمز میں جسٹس صاحب خود اس دور کی کہانی لکھ رہے ہیں۔ اس داستان کی تیسری قسط میں گورداسپور کے ذیلی عنوان سے انہوں نے لکھا ہے۔

"گورداسپور کے سلسلے میں میں ایک انتہائی افسوسناک واقعہ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بات کبھی میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر احمدیوں نے ایک علیحدہ عرضداشت کیوں پیش کی۔ اس علیحدہ نمائندگی کی ضرورت صرف اس وجہ سے پیدا ہو سکتی تھی کہ احمدی حضرات مسلم لیگ کے موقف سے متفق نہ تھے اور یہ بات خود اپنی جگہ بڑی افسوسناک تھی۔ ممکن ہے ان کی نیت یہ ہو کہ مسلم لیگ کا مقدمہ مضبوط کیا جائے۔ لیکن انہوں نے شکر گڑھ کے مختلف حصوں کے بارے میں جو اعداد و شمار پیش کئے ان سے الٹا یہ ثابت ہو گیا کہ دریائے بین اور دریائے بسنتر کے درمیانی علاقے میں غیر مسلم آبادی کی اکثریت ہے۔ اسی طرح انہوں نے یہ دلیل فراہم کر دی کہ اگر دریائے روجھ اور دریائے بسنتر کا دو آبہ بھارت کو دے دیا جائے تو بین بسنتر دو آبہ اپنے آپ بھارت کا حصہ بن جائے گا۔ بہرکیف یہ علاقہ ہمارے پاس رہا۔ مگر احمدیوں نے جو موقف اختیار کیا وہ گورداسپور کے معاملے میں ہمارے لئے خاصی پریشانی کا موجب بن گیا۔" (پاکستان ٹائمز ۲۴ر جون ۱۹۶۴ء)

اہل ربوہ تاویل کے امام ہیں' دیکھئے جسٹس موصوف کی اس شہادت کے بعد وہ کیا موقف اختیار کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ جسٹس محمد منیر احمدی فرقے کے معاملہ میں عام مسلمانوں کی طرح "متعصب" نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات فسادات پنجاب کے سلسلے میں ان کی رپورٹ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے اس

کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔ (ایشیاء لاہور ۳۰؍ جون ۱۹۶۴ء)

تحریک ختم نبوت کے قاتل جنرل اعظم خان کے متعلق صدر مملکت جناب ایوب خان نے ایک تقریر میں کہا کہ :۔

جنرل اعظم خان مشرقی پاکستان سے وفاداری نہیں کریں گے :۔ صدر ایوب

کھلنا' پیر (اپ پ) صدر ایوب نے آج یہاں بتایا کہ انہوں نے لیفٹیننٹ جنرل اعظم خاں کو مشرقی پاکستان کے گورنر کے عہدہ سے اس لئے برطرف کیا تھا کہ وہ دونوں صوبوں کے عوام کے درمیان منافرت پھیلا رہے تھے۔ انہوں نے جنرل اعظم پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ وہ گورنر کی حیثیت میں ملک دشمن عناصر سے روابط بڑھا رہے تھے۔ صدر ایوب نے یہ بات آج یہاں تعارفی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

صدر ایوب نے کہا کہ انہوں نے آج تک سابق فوجی افسر اور وزیر پر کھلے بندوں نکتہ چینی سے احتراز کیا ہے۔ لیکن جنرل اعظم خان ملک بھر کے دورہ میں ان کے (صدر ایوب) اور فوج کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔

صدر ایوب نے کہا کہ جنرل اعظم خان یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہیں مشرقی پاکستان سے بڑی محبت ہے لیکن جب انہیں مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا تھا تو انہوں نے اس علاقہ میں آنے سے پس و پیش کیا تھا۔ صدر ایوب نے الزام عائد کیا کہ جنرل اعظم خان فوج اور میرے وفادار نہیں ہیں۔ اسی طرح وہ عوام کے ساتھ بھی وفادار نہیں ہیں۔ اس لئے مشرقی پاکستان کے عوام کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ جنرل اعظم ان سے وفاداری کریں گے۔ جنرل اعظم کے دماغ میں عقل سلیم سے زیادہ حرص و آز ہے۔ (روزنامہ مشرق لاہور ۲۲؍ دسمبر ۱۹۶۴ء)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے قاتل خواجہ ناظم الدین ایک دفعہ پھر سیاست کو منہ مارنے لگے تو مولانا تاج محمود نے تحریر فرمایا :۔

خواجہ ناظم الدین سے :۔

یادش بخیر خواجہ ناظم الدین صاحب کو آج کل پھر دورہ پڑا ہے اور وہ مغربی

پاکستان آئے ہیں۔ انہوں نے لاہور آتے ہی ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا ہے کہ اس وقت جمہوریت کی بحالی سب سے ضروری مسئلہ ہے۔ وہ موجودہ حکومت کو جمہوریت کے لئے سب سے زیادہ نقصان وہ قرار دیتے ہیں۔

ہم اللہ رسول کی حمد و نعت کو اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔ ملکی سیاست کی ہمیں کچھ زیادہ سمجھ نہیں ہے لیکن ہمارا دل چاہتا ہے کہ کوئی بھلا آدمی خواجہ ناظم الدین صاحب سے عرض کرے کہ خدا کے واسطے آپ جمہوریت کے لئے کچھ نہ کہا کریں۔ کیونکہ آپ کا جمہوریت کے حق میں کچھ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی طوائف عصمت کے موضوع پر وعظ و تلقین کرے۔ سیاست دان لوگ کہا کرتے ہیں کہ لوگوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور لوگ بھول جایا کرتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں اس جملہ پر حیرت ہوا کرتی تھی لیکن خواجہ صاحب کا وعظ سن کر اس بات کا یقین آنے لگا ہے۔ ہمارے ملک میں جمہوریت نامی اگر کوئی چیز تھی تو اس کو ذبح کرنے والے خواجہ ناظم الدین صاحب ہی تو تھے۔ پوری قوم ایک طرف تھی لیکن انہوں نے کسی ایک کی نہ مانی۔ پرامن اور جائز مطالبہ کرنے والی قوم پر آگ اور لوہا برسا کر اسے کچل کر رکھ دیا۔ جمہوریت کا خون بہایا۔ فوج اور پولیس کو بے دریغ استعمال کرکے جمہور کے منہ بند کر دیئے۔ لاہور' لائلپور' سیالکوٹ اور راولپنڈی کی سڑکوں پر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والوں کے لاشے تڑپائے گئے۔ عشق رسول میں سرشار معصوم نوجوانوں کو ٹکٹکیوں سے باندھ کر بیداری کی سزائیں دی گئیں۔ علمائے کرام و سجادہ نشین حضرات کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ پاکستان کی ساری خدائی ایک طرف اور انگریزوں کا خود کاشتہ پودا دوسری طرف لیکن خواجہ صاحب کو اسلام' خدا اور رسول اور جمہوریت میں سے کوئی چیز ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکی۔ (لولاک ۳ر جولائی ۱۹۶۴ء)

قادیانی پریس :۔

ہر ملک اور ہر قوم کو ہمیشہ داخلی سکون اور امن و امان کی سخت ضرورت ہوتی

ہے۔ بڑے سے بڑے مستحکم ملک اور عظیم سے عظیم قومیں نظم و ضبط کے فقدان اور داخلی امن و امان نہ رہنے کی وجہ سے کمزور ہو جایا کرتی ہیں۔

مملکت پاکستان کو موجودہ حالات میں جن نازک اور اہم مسائل کا سامنا ہے' ان حالات میں خاص طور پر ملکی امن و امان اور داخلی سکون کی اسے سخت ضرورت ہے۔ اختلاف و انتشار خواہ مذہبی بنیادوں پر ہوں خواہ علاقائی' نسلی' لسانی بنیادوں پر ہوں' وہ ملک کے لئے نہایت مضر اور نقصان دہ ہیں۔

علاوہ ازیں ملک میں عام انتخابات ہو رہے ہیں' عام انتخابات کے بعد صدارتی' صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات کا مرحلہ در پیش ہے' مختلف قوتیں حصول اقتدار کے لئے رسہ کشی میں مبتلا ہیں' ملک میں سیاسی شعور اور سیاسی تربیت ناپید ہے' ایسے نازک ترین وقت میں کوئی ایسا شوشہ جو ملک میں کسی نئے فتنے کی آگ کو بھڑکائے پرلے درجہ کی ملک دشمنی اور ملت کشی ہے۔

یہ امر واقعہ ہے اور اس میں کسی تعصب اور تنگ دلی کا شائبہ تک نہیں کہ موجودہ حالات میں قادیانی پریس جارحانہ اور اشتعال انگیز پروپیگنڈے کی مہم میں مصروف ہے۔

ہم نے قادیانی فرقہ کی بجائے قادیانی پریس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تقسیم سے قبل قادیانی جماعت کا ایک معمولی ترجمان الفضل ہی ہوا کرتا تھا' جو بحیثیت اخبار کے بالکل ناکام تھا اور جس کے متعلق ایک دفعہ مغربی پاکستان کے مشہور مزاح نگار صحافی چراغ حسن حسرت مرحوم نے لکھا تھا۔ "کہ قادیانیوں نے نبوت باطلہ کا کاروبار چلا لیا ہے' لیکن "الفضل" اخبار نہیں چلا سکے"۔

لیکن اب انقلاب ہیں زمانے کے انہی قادیانیوں کے مختلف ناموں سے بیسیوں پرچے نکل رہے ہیں' وہ قادیانی خفیہ تحریک جو ملک میں گہری اور جڑ دار بنیادوں پر منظم ہو رہی ہے یہ تمام پرچے اس کی شاخیں اور اسی کی بولی بولنے والے ساز ہیں۔

الفضل' لاہور' الفرقان' رفتار زمانہ' پیغام صلح اور دوسرے قادیانی پرچے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح منظم طریقہ سے وہ اپنے سیاسی اور مذہبی مقاصد کے

لئے کوشاں ہیں۔

ہفت روزہ "لولاک" کی امروزہ اشاعت میں لائلپور کے ایک معاصر کا اداریہ ہم من و عن شائع کر رہے ہیں جس سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ کس طرح قادیانی پریس منظم طریقہ پر ملک میں دہشت پھیلانے اور اشتعال انگیزی کی مہم میں مصروف ہے۔

گذشتہ دنوں لائلپور میں جناب صدر مملکت سے لائلپور کے علماء کرام کے وفد نے دوران ملاقات دوسرے مسائل کے علاوہ اس خاص مسئلہ کی طرف بھی صدر مملکت کی توجہ مبذول کرائی تھی کہ قادیانی جماعت اپنے ایسے نظریات اور عقائد کی نشرواشاعت بڑے دھڑلے سے کر رہی ہے جو مسلمانوں کے لئے نہایت منافرت خیز اور اشتعال انگیز ہیں' اور اس امر کی قطعاً" پرواہ نہیں کرتی کہ اس لٹریچر اور پروپیگنڈے کا ملت اسلامیہ میں کیا ردعمل ہو گا؟

اراکین وفد نے یہ بھی عرض کیا کہ ہمارے لئے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ہم جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ شروع کریں تو ملک کا امن و امان برباد ہو کر رہ جائے گا اور اگر خاموشی اختیار کریں تو یہ امر علمائے حق کے دینی اور ایمانی فرائض سے غفلت کے مترادف ہے۔

چنانچہ اس معقول درخواست کو صدر مملکت نے درخور اعتنا سمجھتے ہوئے مغربی پاکستان کی حکومت کے ایک محترم نمائندے سے فرمایا کہ اس شکایت کا ازالہ ہونا چاہئے۔ اس لئے ہم حکومت مغربی پاکستان سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنی گوناگوں ذمہ داریوں اور مصروفیتوں کے باوجود اس خاص مسئلہ کی طرف توجہ کرے اور اس بات کی تحقیقات کی جائے کہ گذشتہ سال میں کتنے کتابچے' پمفلٹ' اشتہارات' دو ورقے اور اخبارات ربوہ سے شائع ہو کر ملک میں تقسیم ہوئے اور ان کا مواد کس حد تک ملت اسلامیہ کے لئے قابل برداشت تھا۔

اگر ہماری گذارشات صداقت پر مبنی ہوں تو ملت اسلامیہ کے صبر کو اس سے زیادہ نہ آزمایا جائے۔ آج اگر مغربی پاکستان میں خواجہ ناظم الدین مرحوم کی جماعت کے

لوگوں اور سابقہ مرد آہن خان عبدالقیوم' جنرل اعظم اور میاں دولتانہ کو کوئی نہیں پوچھتا اور وہ اپنے زخم چاٹتے پھرتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کو ان کی وہ سرد مہری یاد ہے جو انہوں نے قادیانی مسئلہ کے سلسلہ میں اختیار کی تھی اور اسی طرح ان کے وہ مظالم بھی عوام کو یاد ہیں جو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران انہوں نے مسلمانوں پر ڈھائے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار (ہفت وار لولاک ۶ر نومبر ۱۹۶۴ء)

المنبر اور قادیانی پریس

معاصر ہفت روزہ "المنبر" نے پچھلے دنوں قادیانیت اور اسلام کے درمیان بنیادی فرق بیان کرتے ہوئے چند مضامین شائع کئے تھے جو ہمارے قادیانی معاصرین کو ناگوار گزرے' قادیانی دوستوں کی یہ عجیب و غریب منطق ہے کہ وہ آئے دن اسلام کے بنیادی عقائد اور تعلیمات کے خلاف اپنے خود ساختہ مذہب کی تبلیغ پر مشتمل کتابچے اور پمفلٹ ملت اسلامیہ میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر علماء اسلام یا اخبار نویسوں میں سے کوئی صاحب ایمان ان کا نوٹس لے تو پورا قادیانی پریس پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے چنانچہ مولانا عبد الرحیم اشرف پر آج کل قادیانیوں کی یہی سازشی یلغار ہو رہی ہے۔ جس کے جواب میں مولانا موصوف نے اصل حالات سے پردہ اٹھا کر عوام اور پریس برانچ کے حکام کو متوجہ کیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے میں قادیانیوں کا رویہ نہایت اشتعال انگیز ہے وہ اس طرح کا سازشی واویلا کر کے پورے اسلامی پریس اور ہر مکتب فکر کے علماء کرام کو اپنے خلاف منظم جدوجہد کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ہم معاصر "المنبر" کا ادارتی نوٹ من و عن شائع کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر "لولاک"

اس بات پر تو ہم اللہ ذوالجلال والاکرام کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ اس وھاب حقیقی نے "المنبر" کو جو سعادت قادیانیت کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کی عطا فرمائی اس کے برحق' مدلل اور وزنی ہونے کا اعتراف قادیانی پریس نے اس صورت حال میں

کیا ہے کہ "الفضل" "الفرقان" ، "رفتار زمانہ" لاہور اور "پیغام صلح" سبھی نے "المنبر" پر یورش کی ہے اور یہ یورش لامحدود ہی نہیں اشتعال انگیز بھی ہے اور ہم قادیانیت کی تاریخ اور قادیانی لٹریچر کے عمیق مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرزا غلام احمد سے مرزا محمود تک، مولوی عبد الکریم سیالکوٹی سے ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری تک ، میر قاسم علی سے روشن دین تنویر تک اور خواجہ کمال دین سے دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح تک تمام قادیانی مصنفین ، ایڈیٹروں اور مقالہ نگاروں کی مشترک خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرات جب دلائل کے مقابلے سے عاجز آ جاتے ہیں تو اپنے مدمقابل کے خلاف اشتعال انگیزی ، غلط بیانی اور گالم گلوچ پر اتر آتے ہیں اور اس بات میں ان کا اصول بعینہ وہی ہے جو جرمنی کے بدنام گوئبلز نے معمول بنایا تھا کہ جھوٹ اس کثرت اس تکرار اور اس تسلسل سے بولو کہ سننے والے اسے باور کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

"المنبر" نے اب تک جو جرم کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس نے اس کھلی حقیقت کے ناقابل تردید شواہد پیش کئے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس نفسیاتی عارضہ میں مبتلا تھے کہ وہ خود بڑا بننے کے لئے فی الواقعہ بڑے انسانوں کے منہ رکھتے تھے۔ اور ان کی خوبیوں کو اس انداز سے پیش کرتے تھے کہ مرزا غلام احمد کی ذاتی برائیاں ان سے ہم آہنگ دکھائی دینے لگتیں۔

اسی طرح "المنبر" نے دوسری تابندہ حقیقت جو پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد ، نبوت کے مدعی تھے ، انبیاء سابقین سے افضل ہونے کے دعویدار تھے اور خاکش بدہن ———— اس بات پر مصر تھے کہ انہیں سید الاوّلین و الآخرین ، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز ہی نہیں۔ مجسم محمد مصطفیٰ تسلیم کیا جائے او یہ مانا جائے کہ مرزا غلام احمد، رحمتہ للعالمین بھی تھے۔ لولاک کا خلقت الافلاک کے صداق بھی تھے خاتم النبین بھی تھے۔ اور ان کی شان یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت تو خدائے ذوالجلال نے چاند گرہن، (مرزا غلام احمد معجزہ شق القمر کی شان گھٹانے کے لئے اسے چاند گرہن سے تعبیر کرتے ہیں۔) سے پیش کیا ہے مگر مرزا غلام احمد کے لئے سورج اور چاند دونوں کو گرہن لگا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کا

دعوی یہ ہے کہ شیعہ جس علیؓ کو مانتے ہیں۔ وہ تو مردہ علیؓ ہے اور یہ زندہ علی بھی ہیں اور سینکڑوں حسینؓ ان کے گریبان میں بھی ہیں۔

یہ اور اس قسم کے بلکہ ان سے بھی زیادہ اشتعال انگیز دعاوی ہیں ۔ المنبر کی خطا صرف یہ ہے کہ اس نے تمام دعاوی کو خود مرزا غلام احمد کے اپنے الفاظ میں پیش کر دیا بس ـــــ لیکن قادیانی امت کے ہاں ایک عجیب افراتفری اس سے مچ گئی۔ اور وہ انتہائی کرب و اضطراب کے عالم میں المنبر کے خلاف حکام کے کان بھرنے اور المنبر کے بند کرانے کے لئے مسلسل لکھے جا رہے ہیں۔

قادیانی اخبارات و رسائل نے اس مہم کو ایسے انداز سے شروع کیا ہے کہ جس سے ان کی اندرون خانہ سازش بے نقاب ہو کر رہ گئی ہے ۔ "الفضل" نے اس مہم کا آغاز یہ کہہ کر کیا کہ "المنبر" کے مقالات اتنے سخت ہیں کہ ہمیں اس کے بند کئے جانے کا مطالبہ کرنا چاہئے تھا۔ مگر اہم ایسا نہیں کر رہے ہیں ۔ "الفرقان" آگے بڑھا تو اس نے لکھا کہ " المنبر" کا ایڈیٹر پاکستان کا دشمن نمبر ایک ہے۔ لہٰذا اس کی گرفت ضروری ہے۔ لاہور نے اپنے خاص انداز میں "المنبر" کو اشتعال انگیز قرار دیا ہے۔ اور حکام کو سیاسی زبان میں اس کی جانب متوجہ کیا۔ رفتار زمانہ نے قیامت کی چال چلی اس نے دیانت اور شرافت کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر "المنبر" میں شائع شدہ ایک فتوی کی یہ عبارت نقل کی ہے۔

"ایسی باتیں کرنے والے شخص سے قرآن و سنت کے دلائل واضح کرنے کے بعد توبہ کا مطالبہ ضروری ہے اگر وہ توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کرے بہتر ورنہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔

یہ ایک پیراگراف تھا اس فتوے کا جو مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر فضیلۃ الشیخ عبد العزیز ابن باز نے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا۔

"المنبر" نے عام صحافتی اصول کے مطابق یہ فتوی تو من و عن شائع کیا۔ لیکن اس نے اس پیراگراف پر حسب ذیل حاشیہ میں اپنی رائے غیر مبہم الفاظ میں واضح کی "المنبر" نے لکھا۔

"اس مسئلے کا تعلق اسلامی حکومت سے ہے ' اسلام عوام کو ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ قانون ہاتھ میں لے کر کوئی اقدام کریں۔"

اگر کوئی نجیب انسان ہوتا تو وہ "المنبر" کے اس طرز عمل کی داد دیتا کہ اس نے ایک اہم مسئلہ میں بے باکی کے ساتھ ایسی رائے ظاہر کی جو ہر قسم کے غیر قانونی اقدام کا سدباب کرنے کے لئے کافی ہے اور وہ یہ محسوس کرتا کہ مرتد کے" واجب القتل" ہونے کا جو عقیدہ امت مسلمہ کے تقریباً" سبھی طبقات کے ہاں مسلمہ ہے اس سے اس امر کا احتمال ہو سکتا ہے کہ کوئی عام شخص اس عقیدے سے متاثر ہو کوئی اقدام کر گزرے۔ "المنبر" نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس بے باکانہ رائے کا اظہار کیا کہ ایسا کرنا صراحتاً" اسلام کے خلاف ہو گا۔ اور اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص (بجز حکومت کے) قانون ہاتھ میں لے ' لیکن "رفتار زمانہ" کی بددیانتی ملاحظہ ہو کہ اس نے "المنبر" کی اس وضاحت کو یکسر نظرانداز کر دیا اور صرف فتوی کی عبارت کو نقل کر کے پریس برانچ کو مشتعل کرنا شروع کر دیا کہ "المنبر" بدامنی پھیلانے کا مرتکب ہوا ہے لہٰذا اسے بند کر دیا جائے۔

ہم نے گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں "رفتار زمانہ" کی اس صریح بددیانتی پر اسے اور پریس برانچ کے ذمہ داروں کو متوجہ کیا تو "پیغام صلح" اپنے "سازشانہ فیصلے" کے تحت میدان میں آکودا اور اس نے یہ منطق بگھاری کہ '

"اگر اس فتوے پر عمل کرنا ' اسلامی حکومت ہی کا کام ہے تو اب اس کی اشاعت کا کیا مطلب ہے جب کہ المنبر کی مذعومہ اسلامی حکومت ابھی موجود ہی نہیں سوائے اس کے کہ عوام کے جذبات کو برانگیختہ کیا جائے ایسے فتوؤں کے شائع کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ "المنبر" کی مزعومہ اسلامی حکومت کے آنے سے پہلے ہی اس کے فتوی کو پڑھ کر سرپھرے لوگ قائلین وفات مسیح کو قتل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ ان حالات میں ہم حکومت مغربی پاکستان کو بڑے زور سے توجہ دلاتے ہیں کہ "المنبر" کی جسے پہلے بھی فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے جرم میں دو ماہ کے لئے بند کر دیا تھا۔ زبان بندی کر کے پاکستان کو اس فتنہ و فساد سے بچایا جائے جو"

المنبر" کے شائع کردہ فتوے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ (پیغام صلح ' ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

قطع نظر اس کے کہ "المنبر" کی مزعومہ اسلامی حکوت کے خدوخال کیا ہیں؟ اور یہ کہ "المنبر" موجودہ حکومت کو کیا سمجھتا ہے اور کیا نہیں سمجھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ "پیغام صلح" موجودہ حکومت کو کیا واقعی اسلامی حکومت تصور کرتا ہے ـــــ کیا "پیغام صلح" میں یہ اخلاقی جرات ہے کہ وہ اس سوال کا غیر مبہم جواب دے کہ جو مسلمان مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت' دعوی مسیحیت اور ان کے دعوی مہدویت میں ان کو غیر صادق مانتے ہیں (جیسا کہ صدر ایوب اور ان کے ساتھی وزراء) ایسے لوگوں پر مشتمل حکومت اگر اپنے آئین ' قانون ' تعزیرات اور نظم و نسق کو قرآن و سنت کے تابع بنا دے تو کیا "پیغام صلح" ایسی حکومت کو "اسلامی حکومت" تسلیم کرے گا؟

خیر یہ تو مسئلہ ہے قادیانیوں کے اساس عقائد سے متعلق اور یہاں بطور جملہ معترضہ یہ پیراگراف عرض کرنا پڑا۔ اصل سوال یہ ہے کہ "المنبر" میں جملہ تو یہ شائع ہوتا ہے کہ حیات مسیح کا منکر اگر کتاب و سنت کے دلائل پیش کئے جانے کے باوجود اپنے باطل عقیدے سے رجوع نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے اور دوسرا پیراگراف اس کے ساتھ یہ شائع ہوتا ہے کہ اسلام کسی بھی فرد عام کو ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے اور کسی منکر حیات مسیح کو ضرر پہنچانے کے درپے ہو تو کیا وجہ ہے کہ لوگ پہلے جملے سے تو مشتعل ہو کر دفتر "پیغام صلح" اور "رفتار زمانہ" پر یلغار کر دیں گے اور دوسرے جملے سے کوئی بھی تاثر نہیں لیں گے۔ کیا پہلا جملہ ایٹمی روشنائی سے لکھا ہوا تھا اور دوسرا جملہ کوئلے کی سیاہی سے کہ پہلا تو لوگوں کو مشتعل کر دے گا۔ اور دوسرا غیر موثر ثابت ہو گا۔

اگر ذرہ بھر دیانت کسی شخص میں موجود ہے تو وہ یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ "المنبر" کی یہ وضاحت نہ صرف یہ کہ فتوی کی صحیح وضاحت ہے کہ اس وضاحت سے اس کے غلط استعمال کے تمام امکانات ہی ختم ہو جاتے ہیں اور غیر محتاط افراد کے لئے قانون کو ہاتھ میں لینے اور امن کو نقصان پہنچنے کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس وضاحت کو تو اپنی جبلی خیانت کے باعث چھپا لیتا ہے اور فتوے کی

عبارت سے اشتعال انگیزی میں مسلسل مصروف ہو جاتا ہے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ امن کا بھی دشمن ہے اور حکومت کے ذمہ داروں کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے اس مقام پر ہم بالفاظ واضح تر اپنا یہ بنیادی عقیدہ بار دگر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم قادیانیوں کو مسلمان سے قطعی طور پر ایک الگ امت یقین کرنے کے باوجود ان کی جان ان کے مال اور ان کی عصمت کی حفاظت کو ضروری خیال کرتے ہیں الا کہ کوئی حکومت اسلام کے اساس پر ان کے کسی عقیدے یا عمل یا کسی قانون شکنی کی بناء پر انہیں مستوجب سزا قرار دے۔ اس کا حق صرف حکومت کو ہے۔ افراد اگر قانون اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ تو ان کا یہ اقدام خود اسلام کے نزدیک فتنہ فساد ہو گا۔ اور انہیں قانون شکنی کا مرتکب قرار دے کر قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

ہم اس مرحلہ میں محکمہ پریس برانچ کے ذمہ داروں کو محسوس کرائیں گے اور ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ان سب قادیانی اخبارات کو فوراً بند کرنے کے احکام جاری کر دیں البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ انہیں اشتعال انگیزی سے روکیں اور اس شرانگیزی سے باز رکھیں کہ وہ اندرون خانہ حکام کے کان بھرتے ہیں انہیں خفیہ چٹھیاں لکھتے ہیں اور اس انداز سے اپنے مخالفین پر جھپٹتے ہیں جیسے انہوں نے دفاتر میں جا کر حکام سے تو اپنے مخالف اخبار کو بند کروانے کا فیصلہ کر رکھا ہو اور اب صرف مواد مہیا کرنے کے لئے وہ اشتعال انگیز ماحول تیار کر رہے ہو۔

قادیانیوں کا لب و لہجہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی بحالی کے بعد بے حد جارحانہ ہو گیا ہے وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہم اشتعال انگیز پروپیگنڈے' چند مقالات سے ریزولیشن اور خطوط بھجوانے اور جھوٹا واویلا مچانے سے حکومت کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اور اپنی ہر بات منوا سکتے ہیں۔

یہ تاثر ملک و ملت کے لئے تباہ کن ہے ۔ جمہور مسلمانوں کو یہ باور کراتا کہ حکومت قادیانیوں کے قبضہ و تصرف میں ہے اور یہ لوگ جسے نقصان پہنچانا چاہیں اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ احساس باشندگان ملک اور حکومت کے مابین نفرت کی خلیج پیدا کر رہا ہے اور حکومت کے ذمہ داروں کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کی اس گہری چال کو

سمجھیں کہ وہ بغیر سامنے آئے حکومت کو عوام میں مشکوک پوزیشن دے رہے ہیں۔
ہفت روزہ ''لولاک'' ۶ر نومبر ۱۹۶۴ء

میں مرزائی نہیں ہوں

گزشتہ دنوں مغربی پاکستان کے کسی پبلک جلسہ میں صدر مملکت خان محمد ایوب خان نے اعلان کیا تھا کہ میں مرزائی نہیں ہوں میں مسلمان ہوں ہمیں ان وجوہات کا قطعاً'' کوئی علم نہیں کہ صدر مملکت کو یہ اعلان کیوں کرنا پڑا' کیونکہ کم ازکم پبلک طور پر کبھی کسی نے انہیں اس الزام کا مورد قرار نہیں دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے اردگرد بعض اہم مناصب پر قادیانی حضرات متمکن ہیں۔ یہ بات پبلک طور پر بھی ناپسند کی گئی تھی۔ اور جناب صدر مملکت کے نوٹس میں بھی لائی گئی تھی ۔ بعض اوقات ملک کے بڑے بڑے مذہبی رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں نے ہی افسروں کو صدر مملکت اور اپنے درمیان حجاب بھی محسوس کیا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ لوگ صدر مملکت کی ملکی اور ملی خدمات کے کسی حد تک معترف ہیں۔ اور انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی بات کی وضاحت نہیں ہوئی کہ صدر صاحب کو یہ جملہ کہ ''میں قادیانی نہیں ہوں'' کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ابھی ہم صدر مملکت کے اس جملہ کے متعلق سوچ رہے تھے کہ اب خان محمد اعظم خان صاحب نے مشرقی پاکستان کی کسی تقریب میں اعلان کیا ہے کہ ''میں قادیانی نہیں ہوں میں سنی مسلمان ہوں'' اعظم خان صاحب کے اعلان کی حقیقت کو بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکے کہ انہیں یہ اعلان کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے اس اعلان کی وجہ وہ بیان ہوں جو کچھ لوگ ختم نبوت کی تحریک کے دوران اعظم خان صاحب کے نافذ کردہ مارشل لاء کے متعلق دے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مغربی پاکستان کے دیندار لوگوں کی اکثریت اعظم خان کو شہدائے ختم نبوت کا قاتل سمجھتی ہے۔ بہرحال حزب اقتدار کے محترم قائد خان محمد ایوب خان صاحب اور حزب مخالف کے مرد آہن خان محمد اعظم خان دونوں نے تردید کی ہے کہ ہم قادیانی نہیں ہیں

بلکہ سنی ہیں مسلمان ہیں وغیرہ اس تردید کی کوئی بھی وجہ ہو اور ان بزرگوں کی کوئی بھی ضرورت ہو جس کے باعث یہ تردید کی گئی ہے۔ ہم سردست اس کے متعلق بحث ہی نہیں کرنا چاہئے۔

اس وقت ہم ان دونوں بزرگوں کے اس ارشاد کا کہ ہم قادیانی نہیں ہیں بلکہ سنی ہیں ۔ مسلمان ہیں۔" ایک ہی مطلب سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ملت اسلامیہ کے اس مطالبے کو درست تسلیم کر لیا ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ایک علیحدہ اقلیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس حق گوئی پر قائم رکھےاور جہاں تک ان کا اثرورسوخ اور اختیارو اقتدار ہے۔ اس دائرے میں بھی انہیں اس حق گوئی کا عملی ثبوت دینے کو توفیق بخشے۔لولاک ' ۲۰ر نومبر ۱۹۶۴ء

سر ظفراللہ خان جواب دیں؟

یادش بخیر سر ظفراللہ خان قادیانی آج کل پاکستان میں آئے ہوئے ہیں اور چھانگا مانگا ایسوسی ایشن دھوکہ منڈی کلب قسم کے اجتماعات میں تقاریر کرتے پھر رہے ہیں۔ ان کی تقریریں کچھ فلسفیانہ مضامین پر ہورہی ہیں۔ اگرچہ ان کے سامعین قادیانی نوجوان اور ان نوجوانوں کے لگے بندھے یاد آشنا قسم کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ تاہم وہ دورہ کر رہے ہیں یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ اپنی تقاریر میں مردہ اسلام اور زندہ اسلام کے فلسفہ کو بھی زیر بحث لا رہے ہیں یا نہیں۔ لیکن یہ یقین ہے کہ ۲رجنوری کو اگر صدر ایوب خان کامیاب ہو گئے تو وہ اپنی آخری تقریر اسی بیان پر ختم کریں گے کہ دراصل میرے آنے کا مقصد صدر ایوب خان کی کامیابی کے لئے دورہ کرنا تھا اور جہاں جہاں میں قادیانیوں کو ملنے کے لئے گیا تھا درحقیقت اس سے میرا مقصد صدر ایوب کے لئے کنویسنگ کرنا ہی تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ وہ صدر ایوب خان کی کامیابی کو اپنے دورہ کا ہی مرہون منت قرار دے لیں۔

خیر جہاں تک صدر ایوب خان اور ان کے ساتھیوں کا تعلق ہے ان کے اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا سوال اس لئے نہیں پیدا ہوتا کہ پورے ملک میں خیر سے بنیادی

جمہوریتوں کے انتخابات میں کوئی قادیانی کامیاب ہی نہیں ہوا۔ ملت اسلامیہ میں بڑی کوتاہیاں ہیں لیکن آفرین ہے کہ اس مسئلہ میں قوم نے شہدائے ختم نبوت کے خونیں کفنوں کی لاج رکھ لی ہے اور جہاں جہاں کسی قادیانی نے کھڑے ہونے کی حماقت کی تھی فرزندان توحید نے ان کی ضمانتیں تک خطرے میں ڈال دی ہیں ۔ مسئلہ ختم نبوت پر اس سے بڑھ کر اور کیا استصواب رائے ہو گا۔ اور یہ گنہگار امت اپنے نبیؐ کی محبت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کرے گی۔

بہرحال چوہدری صاحب اپنی طرف سے دورہ کر رہے ہیں اور اپنے پرانے ملاقاتیوں سے مل رہے ہیں اور ربوہ کے جلسہ میں شرکت بھی کر رہے ہیں۔ وہاں بھی ان کی ایک آدھ یو این او کے اجلاس کے برابر لمبی تو نہیں لیکن کافی لمبی چوڑی تقریر ہونے کا امکان ہے۔

اس لئے نہایت مناسب ہے کہ ایک خاص مسئلہ کی طرف ان کی توجہ منعطف کرائی جائے اور ان سے سوال کیا جائے کہ وہ براہ کرم حالیہ تقریروں میں اس سوال کا جواب بھی دے دیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ۱۹۵۲ء میں بعض ذمہ وار لیڈروں نے قادیانیوں پر یہ چارج لگایا تھا کہ انہوں نے تقسیم ملک کے موقعہ پر باؤنڈری کمیشن کے سامنے کانگریس اور مسلم لیگ سے علیحدہ تیسرے فریق کی حیثیت سے اپنا کیس الگ پیش کیا تھا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے مبینہ طور پر قادیانیوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے ایک محضرنامہ پیش کیا تھا جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ قادیانی ایک علیحدہ قوم ہیں ۔ قادیان ان کا مقدس مرکز ہے اتنی ان کی تعداد ہے اتنی تعداد میں ان کے افسر فوجوں اور دوسرے محکموں میں ہیں۔ سرکاری افسروں کی فہرست محضرنامہ کے ساتھ شامل کی گئی تھی۔ قادیانیوں کے متعلق مسلمانوں اور ہندوؤں کے موقف کی بھی وضاحت کی گئی تھی اور اس قسم کی وجوہات کی بنا پر مطالبہ کیا گیا تھا کہ قادیان کو کھلا شہر (open City) قرار دیا جائے۔ قادیاں کھلا شہر تو نہ قرار دیا گیا۔ لیکن اس محضر نامہ کے مندرجات اور اس کے ساتھ منسلکہ نقشوں کی نحوست یہ ہوئی کہ گورداسپور کا

ضلع جو لارڈ مونٹ بیٹن کے پہلے اعلان کے مطابق پاکستان میں شامل تھا۔ باؤنڈری کمیشن نے اسے ہندوستان میں شامل کر دیا اور گورداسپور کے ضلع کے ہندوستان میں شمول سے کشمیر جو ہر لحاظ سے پاکستان کا جزو تھا۔ پاکستان سے کٹ کر رہ گیا۔ اور آج تک بے شمار مالی جانی قربانیوں کے باوجود اس کشمیر کی الجھی ہوئی گتھی سلجھنے میں نہیں آ رہی ہے۔

اس موقعہ پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے متعلق حالات اور واقعات کی تحقیقات کرنے والی عدالت میں بھی یہ سوال آیا تھا۔ قادیانیوں نے اس الزام کے جواب میں واقعات کا سرے سے انکار کیا تھا۔ اور حد یہ ہے کہ تحقیقاتی عدالت کے ایک رکن اور صدر صاحب' چیف جسٹس منیر صاحب نے قادیانیوں کی صفائی قادیانیوں سے بھی بڑھ چڑھ کر دی تھی اور بڑے تند و تیز لہجے میں الزام عائد کرنے والوں کا استخفاف کیا تھا۔

لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے دس گیارہ سال کے قلیل عرصہ میں یہ انقلاب آیا کہ انہی منیر صاحب سابق چیف جسٹس نے بقلم خود ایک مضمون پچھلے دنوں پاکستان ٹائمز میں تحریر فرمایا۔ جس کا ایک اقتباس ہم یہاں من و عن شائع کر رہے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں چوہدری ظفر اللہ خان سابق وزیر خارجہ پاکستان اس الزام کی تردید میں جب کہ یہ الزام اب احرار کی طرف سے نہیں بلکہ ان کے چہیتے سابق چیف جج ہائی کورٹ مسٹر منیر احمد صاحب کی طرف سے ہے۔

آخری گذارش ہم اس سلسلہ میں یہ کرنا چاہتے ہیں کہ جسٹس منیر صاحب بھی کتنے سادہ ہیں کہ اب تک ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ احمدیوں نے مسلم لیگ سے علیحدہ باؤنڈری کمیشن کے سامنے عرضداشت پیش ہی کیوں کی تھی۔ اگر ہماری نحیف آواز ان تک پہنچ سکے تو ہم ان کی خدمت میں صرف اتنی گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اب تک ان کی نیک نیتی کے امکان سوچتے اور حیران ہونے کی زحمت گوارا فرما رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بھی رحم فرمائے ۔

ہماری خدا سے دعا ہے کہ سابق چیف جسٹس منیر صاحب کی خدا عمر دراز کرے

شاید کوئی ایسا وقت آ جائے کہ سارے حالات کھل کر سامنے آ جائیں۔ اور جن سے آگاہی کے بعد جسٹس منیر صاحب حقیقت حال کو اچھی طرح سمجھ جائیں اور ان کی سمجھ میں آ جائے کہ کیوں احمدیوں نے اپنی علیحدہ عرضداشت پیش کی تھی۔ اور ساتھ ہی جسٹس صاحب کے یہ بھی سمجھ میں آ جائے کہ احمدیوں کی نیلے اور پیلے نقشے دینے کے باوجود اگرچہ شکرگڑھ کا علاقہ تو ہمارے پاس ہی رہا۔ لیکن باقی گورداسپور ضلع اور پٹھانکوٹ کا علاقہ پھر بھی بھارت میں چلا ہی گیا تھا۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

لولاک ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۴ء

۱۳ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کا خدام الدین ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۴ء میں یہ اشتہار شائع ہوا

انا خاتم النبین لا نبی بعدی (الحدیث)

۲۷۔۲۸۔۲۹ دسمبر ۱۹۶۴ء بروز اتوار۔پیر۔منگل

۱۳ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ

۲۷۔۲۸۔۲۹ دسمبر ۱۹۶۴ء کو چنیوٹ ضلع جھنگ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں پاکستان بھر کے مشہور مذہبی اور سیاسی رہنما شریک ہو رہے ہیں۔ دسمبر کے آخری دن عیسائیوں کے بڑے دن گنے جاتے ہیں۔ ان دنوں میں مسیحی اقوام میلے ٹھیلے مناتی ہیں ۔ ہمارے قادیانی دوست بھی مسیح موعود کی امت کہلاتے ہیں۔ یہ نئے مسیحی بھی پرانے مسیحیوں کی طرح انہی بڑے دنوں میں ربوہ میں جمع ہو کر سالانہ میلہ قائم کرتے ہیں۔ جس میں تقریباً سارے قادیانی مرد عورتیں بچے بوڑھے اکٹھے ہوتے ہیں۔

اس موقعہ پر ہر قادیانی کو اپنے مرکز کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذاتی تعلقات کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ غیر احمدیوں یعنی مسلمانوں کو اپنے خرچ پر ربوہ

کے سالانہ میلہ پر لائیں۔ اس حرفت سے بعض بے غیرت مسلمان وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ مرزائیوں کی تعداد اگر کم بھی ہو تو وہ تماشہ دیکھنے والے مسلمانوں کی وجہ سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ جو نما گندم فروش گروہ عام مسلمانوں اور حکومت دونوں کو اس مصنوعی مظاہرے سے دھوکہ دے کر مرزائیت کی تبلیغ کے لئے راہیں ہموار کرتا ہے۔ ربوہ کے گردونواح کے وسیع علاقہ کے لوگوں کے لئے سخت قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس علاقہ کے سادہ دل اور ان پڑھ مسلمانوں میں سے بعض مرتد ہو کر قادیانی بھی ہو گئے ہیں۔ اس لئے علمائے حق کا یہ فرض ہے کہ اس علاقہ میں پہنچ کر زیادہ سے زیادہ دین کی تبلیغ کریں تاکہ امت مصطفیٰ کا کوئی فرد اس دام ہمرنگ زمین میں پھنس کر دولت ایمان سے محروم نہ ہو جائے۔

چنیوٹ کے زندہ دل مسلمان وہاں کے علمائے کرام اور مجلس تحفظ نبوت کے کارکن مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے چنیوٹ میں ہر سال تبلیغی کانفرنس منعقد کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ ۲۷۔۲۸۔۲۹ر دسمبر کو ہونے والے کانفرنس اسی سلسلہ میں منعقد ہو رہی ہے۔ تمام مسلمانوں کو خواہ وہ سرکاری ملازم ہی کیوں نہ ہوں چاہئے کہ وہ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں حصہ لے کر حمیت اسلامی کا ثبوت دیا کریں۔

لولاک ۲۵ر دسمبر۱۹۶۴ء

جمعیت العلمائے اسلام اور ـــــ الیکشن

جمعیت العلمائے اسلام نے پہلے فیصلہ کیا تھا کہ وہ صدارتی انتخابات میں اپنا نمائندہ کھڑا کرے گی۔ نامزدگی کے کاغذات کے داخل کرنے کے موقعہ پر وقت کی کمی کے باعث ایسا نہ ہو سکا اور جمعیت اس آزمائش سے مصلحت خداوندی کے تحت بچ گئی اب جمعیت کے بزرگوں نے فریقین کے سامنے مندرجہ ذیل تین شرائط پیش کی ہیں جو فریق ان شرائط کے متعلق جمعیت کو اطمینان دلائے گا۔ جمعیت اس کی حمایت کرے گی۔

۱۔ عائلی قوانین جیسے صریح غیر اسلامی قوانین کو ترمیم کر کے کتاب و سنت کے

موافق بنایا جائے۔

۲۔ اسلامی مشاورتی کونسل میں نصف سے زیادہ ملک کے نامور جید فقیہہ اور مستند علمائے کرام کو شامل کیا جائے۔

۳۔ دستور میں سے غیر اسلامی دفعات کو حذف کرنے کا علانیہ وعدہ ہو مثلاً"

(الف) مذہبی آزادی اتنی عام نہ ہو کہ مسلمان کو بھی مرتد ہونے کا بنیادی حق حاصل ہو۔ (ب) اسلامی قانون کی تعبیر میں اسمبلی کا فیصلہ۔ حرف آخر نہ ہو بلکہ اسمبلی کے کسی بھی غیر اسلامی فیصلہ کو کورٹ میں چیلنج کرنے کا ہر پاکستانی کو حق حاصل ہو۔

(ج) دستور میں مسلمان کی ایسی جامع تعریف ہو جس کے بعد کسی مرزائی وغیرہ پر مسلمان کا اطلاق نہ ہو سکے۔لولاک ۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ء

(۲۵ر دسمبر ۱۹۶۴ء ہفت روزہ "لولاک" کے ٹائٹل کی نظم)

قادیانی فتنہ

قادیانی فتنہ اٹھا ہے مسلمانو! اٹھو
خواب سے بے دار ہو للہ دیوانو! اٹھو
حرمت دین محمد کے نگہبانو! اٹھو
شعلہ سامانی دکھاؤ' شعلہ سامانو! اٹھو

مٹ رہا ہے دین وحدت اور ہم دیکھا کریں
آؤ پھر پہلا سا جوش زندگی پیدا کریں
آگیا ہے "روسیاہ" تخت نبوت کے قریب
کفر صف آرا ہوا ہے نور وحدت کے قریب

چھا رہی ہیں ظلمتیں شمع رسالت کے قریب
خیمہ زن ہیں بجلیاں باران رحمت کے قریب

فتنہ دجال کی قربت کا پیغام آ گیا
لو خبر اسلام کی' نرغے میں اسلام آ گیا

فتنہ یہ اٹھا ہے ہنگامہ اٹھانے کے لیے
مشعل نور محمدؐ کو بجھانے کے لیے

یہ بلا آئی ہے تم سب کو جگانے کے لیے
غیرت دینی تمہاری آزمانے کے لیے

تم ہو ناموس محمدؐ کے نگہباں یاد ہے
تم مسلماں ہو' مسلماں ہو' مسلماں یاد ہے

خواب سے بے دار ہو روح الامیں کا واسطہ
متحد ہو' رحمتہ للعالمین کا واسطہ!

پستیوں کو چھوڑ دو دین مبیں کا واسطہ
رفعتوں کو ڈھونڈ لو' عرش بریں کا واسطہ

فتنے جتنے اٹھ رہے ہیں' سب فنا ہو جائیں گے
تم جو چونکو گے حوادث خود فنا ہو جائیں گے

مجاہدین آزادی کے نام کی فہرستیں انگریز حکام کی خدمت میں

چنانچہ جب مرزا غلام احمد نے جاسوسی کا پیشہ اختیار کر لیااور خدائی الہام کے بہانہ سے انگریزی حکومت کی وفاداری کا قلاوہ اپنے گلے میں ڈال لیا تو پھر انگریزی حکومت کی پولیٹکل خیر خواہی کے لئے ان مجاہدین آزادی کے ناموں کی فہرستیں حکومت کو مہیا کرتا رہتا تھا۔ جن کے دل میں اب بھی جذبہ حریت موجزن تھا۔ اور وہ انگریزی حکومت کا جوا اپنے گلے سے اتار پھینکنے کی کوشش میں معروف تھے۔

مرزا غلام احمد اپنی عرضداشتوں میں ان علما کرام کو نہایت برے ناموں سے یاد کیا کرتا تھا۔ مثلاً" نادان' جاہل' باغی' مفسد' تحریر' نافہم مسلمان' ناحق شناس' اندرونی بیماری والے وغیرہ وغیرہ۔ اور ان کے ناموں کے نقشے ایک پولیٹکل راز کی طرح پیش کیا کرتا تھا۔ جس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام مع لقب و عہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

ملاحظہ ہو درخواست بعنوان"قابل توجہ گورنمنٹ" مندرجہ تبلیغ رسالت جلد پنجم ۱۱۔ ۱۲(مجموعہ اشتہارات مرزا)

پھر مرزا غلام احمد کی موت کے بعد اس کی جماعت نے بھی وہی پیشہ اختیار کیا۔ اور انگریز گورنمنٹ کی ایجنٹی اپنے فرائض میں داخل کی چنانچہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔

"سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ سے ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقعہ ہے۔"(ملاحظہ ہو۔ اخبار الفضل مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء)

اسی سلسلہ میں قادیانوں کا سرکاری ترجمان الفضل رقم طراز ہے۔

"پس کیوں ہم گورنمنٹ کے شکرگزار نہ ہوں۔ ہمارے فوائد اس گورنمنٹ

سے متحد ہو گئے ہیں۔ اور اس گورنمنٹ کی تباہی ہماری تباہی ہے اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی ہے۔"(ملاحظہ ہو اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

محاذ قادیاں پر کام کرنے والے علمائے کرام

۱۔ قطب ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۲۔ مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ
۳۔ حضرت خواجہ مہر علی شاہ گولڑویؒ ۴۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ
۵۔ مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ۶۔ مولانا محمد انوار اللہ خان(فضیلت جنگ)
۷۔ استاذ امیر عثمان علی خان حیدر آبادی ۸۔ مولانا کرم الدینؒ ساکن بھین ضلع جہلم
۹۔ حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ۱۰۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
۱۱۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم ۱۲۔ مولانا سعد اللہ لدھیانوی مرحوم
۱۳۔ مولانا عبد الحق غزنوی مرحوم ۱۴۔ مولانا محمد بشیر بھوپالی مرحوم
۱۵۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری مرحوم ۱۶۔ مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ
۱۷۔ مولوی حبیب اللہ امرتسری مرحوم ۱۸۔ مولانا محمد حسین کولو تارڑویؒ
۱۹۔ حافظ محمد شفیع صاحب سنکتریؒ ۲۰۔ مولانا مفتی محمد حسین صاحب کراچی
۲۱۔ مولانا محمد بدر عالم میرٹھی ۲۲۔ مولانا ابو الوفا شاہجہان پوری
۲۳۔ مولانا محمد منظور نعمانی

مندرجہ بالا علمائے کرام نے اپنے زمانہ میں قادیانت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اپنی طاقت کے موافق اس فتنہ کی سرکوبی کی۔ مندرجہ بالا علماء کرام میں سے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمتہ اللہ نے جب قادیانت کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو لاہور میں انجمن خدام الدین کے اجلاس میں (جس میں مجمع پچاس ہزار کے قریب تھا) اس محاذ پر قادیاں کے لئے حضرت شاہ صاحب کشمیری نے حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کو منتخب کیا۔ اور خدام الدین کے بھرے اجلاس میں حضرت مولانا موصوف کو امیر شریعت کا خطاب دیا اور پہلی بیعت حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ پر خود کی۔ دوسرے نمبر پر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب

لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے بیعت کی۔ حتی کہ اس وقت پانچ سو علماء نے حضرت بخاری صاحب رحمتہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم آپ کو امیر شریعت مانتے ہیں اور محاذ قادیاں پر ہم آپ کی ہر آواز پر لبیک کہیں گے۔

مجلس احرار اسلام

انفرادی کوششوں کے بعد جب علمائے کرام کی مجلس میں متفقہ طور پر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کو امیر تسلیم کیا گیا تو شاہ صاحب کی قیادت میں مجلس احرار اسلام نے قادیاں میں اپنا دفتر قائم کیا اور اس انگریزی نبوت کے خلاف جہاد شروع فرمایا۔

جن علمائے کرام نے اس محاذ پر اپنی خدمات وقف کی ہیں۔ ان کی فہرست بھی طویل ہے۔ مگر چند اکابرین کے نام تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری مدظلہ العالی' حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی' حضرت مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیاں ' مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر' حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب آف کالا باغ' مولانا عتیق الرحمن صاحب آف چنیوٹ' حضرت مولانا محمد چراغ صاحب آف گوجرانوالہ ' مولانا عبد الکریم صاحب مباہلہ۔

ایک سوال

آپ حضرات یہ سوال کریں گے کہ آخر ان حضرات نے قادیانت کے خلاف اتنا بڑا محاذ قائم کیا۔ آخر اس کے محرکات کیا تھے۔ تو اس سوال کا جواب نمبرا تو گذر چکا ہے کہ یہ فرقہ انگریز کو ہندوستان میں رکھنے کا خواہشمند تھا کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت قادیانت کے مقاصد کی تکمیل کے عقیدہ کے خلاف ایک نئی نبوت تسلیم کر لی اور عالم اسلام کی اس نبوت جدیدہ کے نہ ماننے کی وجہ سے تکفیر کی اور ایسے عقائد باطلہ اختراع کئے جس میں توحید' رسالت ختم نبوت' شان انبیاء وغیرہ تمام عقائد ایک گورکھ دھندا بن کر رہ گئے۔ اس فرقہ کے عقائد باطلہ کی فہرست بھی طویل ہے ۔

ہماری مختصر روداد اس کی متحمل نہیں ہے۔ مگر ان عقائد باطلہ سے چند ایک آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ آپ کو عالم اسلام کے اضطراب کی وجہ سمجھ میں آ سکے۔

قادیان عقائد باطلہ

۱۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ واقعی میں وہی ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴)

۲۔ مجھے خدا نے کہا ہے **اسمع ولدی** (اے میرے بیٹے سن)

البشریٰ مجموعہ الہامات مرزا ص ۴۹ حصہ اول ۔ مرتبہ منظور الٰہی صاحب

۳۔ **محمد الرسول اللہ والذین معہ** ۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیاہے اور رسول بھی' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد)

۴۔ **ایت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** کا مصداق میں ہوں (مرزا) (ازالہ ادہام ص ۶۷۳' طبع ۵)

۵۔ خدا کا الہام ہے **انا اعطینک الکوثر** ۔ خدا نے مجھے حوض کوثر دیا ہے۔ (حقیقہ الوحی ص ۱۰۲)

۶۔ **ان قدمی علی منارہ ختم علیھا کل رفعتہ** میرا قدم ایسے منارے پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۳۵)

۷۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رات کا چاند ہیں اور میں چودھویں رات کا چاند ہوں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱)

مرزا غلام احمد کے مرید نے مرزا صاحب کی اس عبارت کا ترجمہ اردو نظم میں حسب ذیل کیا ہے۔

۸۔ محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(ملاحظہ ہو اخبار بدر قادیاں مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۹۔ جب ظاہر ہے کہ ان الہلات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ ' خدا کا مامور ' خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاوء اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم مصنفہ مرزا غلام احمد قادیان ص ۵۸ طبع لاہور)

۱۰۔ مجھے خدا کا الہام ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

(اشتہار معیاز الاخیار ص ۸ ' از مرزا غلام احمد قادیان)

۱۱۔ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں (قادیاں میں) نہیں آتے ' مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیاں سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے ۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔

(حقیقتہ الرویا' ص ۴۶ از مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ)

۱۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی کی ذات ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ' نماز' روزہ' حج' زکوۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے۔

(خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

۱۳۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالٰی کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔

(انوار خلافت ص ۹۰ از مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ)

۱۴۔ کل مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے

حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔

(آئینہ صداقت ص ۳۵ از مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ)

۱۵۔ ہر ایک شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا قادیان) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(کلمتہ الفصل ص ۱۱۰۔ مصنفہ بشیر احمد ابن مرزا قادیان)

۱۶۔ پھر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا منکر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندو اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔

(انوار خلافت ص ۹۳ از مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ)

۱۷۔ جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً" حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں سے ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دے دیتے ہو۔

(ملا ئکتہ اللہ ص ۴۶ ' از مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ)

۱۸۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔

دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی دوسرے دنیوی ' دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے۔ اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے ۔

سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاری کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔
(کلمتہ الفصل ۔ مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم ۔ اے ' ابن مرزا غلام احمد قادیان)

قادیان مذہب پر علمائے اسلام کے فتاوی

مندرجہ بالا عقائد جب قادیان فرقہ نے قبول کر لئے بلکہ ہندوستان کے ۱۰ کروڑ مسلمانوں پر ان عقائد باطلہ کو تھوپنے کی ناپاک کوشش کی تو علماء نے ان عقائد کو قرآن و حدیث اور آئمہ سلف کے بیانات کی روشنی میں پرکھ کر دیکھا تو ان عقائد کو سراسر کفروالحاد اور زندقہ کا مجموعہ پایا اس لئے تمام ہندوستان کے علمائے کرام نے متفقہ طور پر اس فرقہ ضالہ کے کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر کیا اس مختصر روداد میں پورے فتاوی نقل کرنے کی گنجائش نہیں البتہ علمائے کرام کی تعداد اور ہندوستان کے مختلف شہروں کی اور متفرق عربی مدارس کے علمائے اسلام و مفتیان عظام کے نام درج کئے جاتے ہیں تاکہ آپ چشم بصیرت سے قادیانت کے کفر و ارتداد کو ملاحظہ فرما سکیں۔

فتویٰ نمبر۱۔ از دارالعلوم دیوبند' مفتی عزیز الرحمن صاحب بمعہ تصدیق نو علمائے کرام و مفتیان عظام۔

۲۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جناب مفتی عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ ہذا بمعہ فتوی تصدیق ۲۱ علمائے کرام و مفتیان عظام۔

۳۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

۴۔ رائے پور ضلع سہارنپور ' مفتی نور محمد صاحب لدھیانوی بمعہ تصدیق حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری و حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ بمعہ تصدیق ۶ اکابرین و علمائے کرام خانقاہ رائے پور

۵۔ دہلی ۔ مفتی حکیم ابراہیم دہلوی مدرسہ حنفیہ۔

۶۔ مدرسہ امینیہ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی

۷۔ کلکتہ ۔ مفتی مولانا عبد النور صاحب ۔ یہ فتاوی بمعہ تصدیق تیرہ علماء کرام معہ اہل سنت کے مختلف مکاتب فکر سے متعلق ہیں۔

۸۔ بنارس ۔ مولانا محمد ابوالقاسم بنارس بمعہ تصدیق پانچ مدرسین کرام۔

۹۔ لکھنؤ ۔ جناب مفتی امیر علی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء بمع تصدیق چھ علمائے و فضلاء لکھنؤ مدرسہ عالیہ وغیرہ۔

۱۰۔ فتاوی علماء آگرہ ۔ مفتی سید عبد اللطیف صاحب بمعہ تصدیق مفتی دیدار علی صاحب۔

۱۱۔ مراد آباد۔ مولانا غلام احمد حنفی قادری۔

۱۲۔ لاہور۔ مولانا نور بخش ایم اے ناظم انجمن نعمانیہ۔

۱۳۔ علمائے امرتسر۔ مولانا غلام مصطفیٰ مفتی مولانا محمد جمال صاحب ' مولانا عبد الغفور غزنوی۔ مولانا محمد حسین صاحب' مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری۔

۱۴۔ لدھیانہ۔ مولانا محمد عبد اللہ بمع تصدیق مولانا نور محمد صاحب و مولانا محمد الدین مہتمم مدرسہ بستان الاسلام۔

۱۵۔ پشاور۔ تعداد علمائے کرام دس۔

۱۶۔ راولپنڈی۔ تعداد علمائے کرام آٹھ۔

۱۷۔ ملتان۔ مولانا عبد الحق ' مولانا محمد و مولانا خدا بخش صاحب۔

۱۸۔ ہوشیار پور۔ تعداد ۳ علمائے کرام۔

۱۹۔ ضلع گورداسپور ۔ مولانا عبد الحق صاحب۔

۲۰۔ ضلع جہلم ۔ مولانا محمد کرم الدین صاحب بمعہ تصدیق مولوی فیض الحسن ۔

۲۱۔ ضلع سیالکوٹ ۔ مولانا محمد امام الدین

۲۲۔ ضلع گجرات۔ شیخ مولانا عبد اللہ و مولانا عبید اللہ۔

۲۳۔ ضلع گوجرانوالہ۔ تعداد علمائے کرام پانچ

۲۴۔ حیدر آباد دکن۔ مولانا محمد انوار اللہ خاں۔

۲۵۔ بھوپال ریاست۔ مولانا محمد یحییٰ مفتی بھوپال۔

۱۲۶۔ رام پور۔ مولانا ظہور الحسن صاحب۔

یہ ہندوستان کے مختلف شہروں کے ایک سو بیس علمائے کرام کے اسمائے گرامی ہیں جنہوں نے قادیانت کے عقائد پر کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبالؒ اور قادیانی گروہ

قارئین کرام جہاں پر ہم آپ کے سامنے علمائے اسلام کی خدمات جلیلہ کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور محاذ قادیاں پر ان کے کارناموں کی محض فہرست ہی پیش کر سکے ہیں۔ وہاں پر ہم اپ کے سامنے چوٹی کے انگریزی دان اور صاحب بصیرت ملت اسلامیہ کے بہی خواہ اسلام کے شاعر عظیم کا ذکر بھی آپ کے سامنے کریں گے تاکہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ شاید یہ چند مولوی ہی قادیان تحریک کے خلاف ہیں بلکہ آپ کو اندازہ ہو گا کہ علمائے اسلام تو صرف دینی نکتہ نگاہ سے قادیانی فرقہ کے دشمن تھے مگر علامہ مرحوم سیاسی اور ملکی ہر اعتبار سے اس گروہ کو خطرناک سمجھتے تھے اور وقتاً فوقتاً وہ اس کا اظہار اخبارات کے ذریعہ کرتے رہتے تھے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

"قادیانیت' یہودی مذہب کا چربہ ہے"

میرے نزدیک "بہائیت" قادیانت سے زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن موخر الذکر (یعنی قادیانت) اسلام کے چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے اس کے (قادیان فرقہ کے) حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں اس کا (قادیان فرقہ کا) نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔

(حرف اقبال ص ۱۲۳' مولفہ لطیف احمد شروانی)

قادیانی گروہ وحدت اسلامی کا دشمن ہے

حکومت (انگریزی) کو موجودہ صورت حال پر غور کرنا چاہئے اور اس معاملہ میں جو

قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے۔ عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص (مثلاً" مرزا غلام احمد) کو تلعب بالدین کرتے پائے۔ اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ (قادیان) کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

(حرف اقبال ص ۱۲۶' مولفہ لطیف احمد شیروانی)

قادیانی گروہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ہے

ذاتی طور پر میں اس تحریک (قادیانت) سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت بانیء اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعوی کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن (قادیان) کو اپنے کانوں سے آنحضرت کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنے "درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔"

(حرف اقبال ص ۱۳۲ مجموعہ تقاریر و بیانات)

قادیانی جماعت کو اقلیت قرار دیا جائے

میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہو گا کہ وہ قادیانوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے یہ قادیانوں کی پالیسی کے عین مطابق ہو گا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔

(حرف اقبال ص ۱۲۸' ۱۲۹)

ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانوں کو (مسلمانوں سے) علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گذرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانوں سے ایسے مطالبہ کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے۔

(حرف اقبال ص ۱۳۸ ' مولفہ لطیف احمد شروانی)

روح علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کو تکلیف

ناظرین کرام آپ نے علامہ مرحوم کے چند اقتباسات سے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ مرحوم قادیان تحریک کو ملت اسلام کے لئے کتنے خطرناک سمجھتے تھے حتیٰ کہ پاکستان سے قبل انگریز حکمرانوں سے علامہ نے خطاب کیا کہ قادیان فرقہ کو ملت اسلام سے الگ گروہ تسلیم کیا جائے اور عملی طور پر علامہ مرحوم نے ملت اسلامیہ کو اتنا بیدار کر دیا تھا کہ قادیان خود ہر معاملہ میں ملت اسلام سے الگ غیر مسلم گروہ شمار ہونے لگا تھا۔ مگر پاکستان میں قادیانوں نے از سرِ نو مسلمانوں کے مذہبی اداروں میں گھسنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اور مختلف مذہبی اداروں کو چندہ دے کر اپنے آپ کو مسلمان شمار کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (مثلاً سابق جماعت اسلامی کے ذہنی ادارے کو اسماعیل آباد کالونی کے مرزائی مل مالکان نے پچاس ہزار روپے کا عطیہ دے کر مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ انہیں کسی طرح مسلمان سمجھا جائے۔)

آج اہل پاکستان سے علامہ مرحوم کی روح سوال کرتی ہے کہ جو پاکستان میرے خواب کی تعبیر ہے اس میں قادیانوں کو ملت اسلام میں گھسنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ حالانکہ میں انگریزی گورنمنٹ سے ان کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر چکا تھا اور انجمن حمایت اسلام جیسے اسلامی بین الاقوامی تعلیم گاہ سے قادیانوں کو بیک بنی و دوگوش الگ کرا چکا تھا۔

اے اہل پاکستان الیس منکم رجل رشید۔ تم میں کوئی سمجھدار انسان نہیں کہ علامہ کی بے چین روح کو جواب دے۔

اسلامیان پاکستان کا مرزائیوں کے غیر مسلم ہونے پر اجماع!

سرور کونین سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی برکت سے مسلمانان پاکستان قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے پر متفق ہوئے۔ ایسا اتحاد امت میں اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ یہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا زمانہ تھا کوئی فرقہ اور کوئی جماعت مسلمانوں میں ایسی نہ تھی جس نے اس نظریہ کی تائید نہ کی ہو سابقہ حکومت کے جن ذمہ داران نے اس مطالبہ سے غداری کی وہ اپنی سزا بھگت رہے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ جو بھی اس بنیادی عقیدہ سے غداری کرے گا جلد یا بدیر دونوں جہاں میں ذلیل ہو گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

موجودہ حکومت

موجودہ حکومت کی خدمت میں گذارش ہے کہ ایک غلطی کاازالہ قادیان پمفلٹ ضبط کر کے پھر واگذار کرنے سے ملک میں اتنی بے چینی ہے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ تحفظ ختم نبوت سے جب اس کا ذکر کیا گیا اور تفصیل بتائی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ خاموش رہو۔ ذکر نہ کرو مجھ کو یہ خبر سننے کا تحمل نہیں۔ اور کئی روز تک اپنے سامنے ذکر کرنے نہ دیا اور فرمایا کہ موجودہ گورنر صاحب جیسے بہادر اور مستقل مزاج شخص سے امید نہ تھی کہ ایسے تکلیف دہ پمفلٹ کو ضبط کر کے واگذار کر دیں گے کئی دن تک اس خبر کے سننے سے طبیعت بے قابو ہو جاتی رہی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

نامعلوم حکومت پاکستان کے ذمہ داروں نے یہ کیوں کیا کہ قادیان کتاب ضبط شدہ واگذار کر کے قادیانوں کو مزید تبلیغ کا موقع فراہم کیا۔ گورنر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ مختلف فرقوں کے چوٹی کے علماء کو بلا کر اصل مسئلہ کا حل سوچیں اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج نہ کریں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس تحفظ ختم نبوت میں ۲۵ آدمی کام کرنے والے ہیں جن کی ضروریات کی جماعت کفیل ہے ان میں ۱۸ مبلغین ' ۳ مدرسین ' ۴ دفتری کارکن ہیں۔ مبلغین حضرات میں سے بعض ضلعوں میں متعین ہیں جو درس قرآن ' خطابت' و دیگر دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ باقی مبلغین سال بھر مغربی پاکستان میں تبلیغی جلسہ جات کے ذریعہ دین میں مشغول رہتے ہیں۔

چونکہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا نصب العین اسلامیان پاکستان کو مرزائیت سے بچانا ہے۔اور مرزائی اس وقت بڑی کوشش سے ملک میں تبلیغ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے غریب مسلمان پریشان ہیں۔ ہمارے مبلغین رات دن ایسے مقامات پر آتے جاتے رہتے ہیں ان میں سے اکثر جگہ کے مسلمان دفتر کو اطلاع کرتے ہیں اور جو دعوت نہیں دیتے وہاں دفتر اپنے اخراجات پر مبلغین روانہ کرتا ہے۔

مولانا محمد حیات صاحب

مولانا محمد حیات صاحب جماعت کے قدیم ترین مبلغ ہیں۔ اور قادیاں میں جماعت کی تبلیغی مساعی کے نگران اعلیٰ تھے۔ ۱۹۴۷ء میں قادیاں سے ہی مہاجر ہو کر پاکستان میں آئے مارشل لاء کے بعد جماعتی ذمہ داری سے علیحدہ ہو کر لاہور اقامت اختیار کر لی تھی۔ اب دوبارہ باقاعدہ جماعت کے مبلغین میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

مجلس مرکزیہ کے عہدیداران و مجلس شوری

مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری ہیں۔

صاحب صدر نے مندرجہ ذیل حضرات کو مرکزی مجلس شوری کے اراکین نامزد کیا ہے۔

۱۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھری ۲۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب مری

۳۔ مولانا عبدالرحمن صاحب میانوی ۴۔ مولانا لال حسین صاحب اختر
۵۔ مولانا تاج محمود صاحب لائل پور ۶۔ مولانا نذیر حسین پنو عاقل (سندھ)
۷۔ مولانا سراج الدین صاحب ڈیرہ اسماعیل خان ۸۔ ماسٹر اختر حسین صاحب ملتان
۹۔ حکیم محمد ابراہیم صاحب بہاولپور

نشرواشاعت

نشرواشاعت کے سلسلہ میں جماعت اب زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ چنانچہ اس سال چار پانچ پمفلٹ چھاپے گئے جن کی کل تعداد ۲۴ ہزار شائع کی گئی۔ اگرچہ باقاعدہ اعلان اخبارات میں نہیں کیا گیا تاہم باہر سے لوگ ایسے رسائل طلب کر رہے ہیں اور بعض سرکاری ملازمین طلب کرتے ہیں کیونکہ قادیانیوں نے ان کو تنگ کر رکھا ہے۔

ایک سرکاری آفیسر

ایک سرکاری آفیسر ہمارے لاہور کے دفتر میں تشریف لائے بہت مغموم تھے۔ فرمایا کہ میں ایک آفیسر ہوں اس لئے اپنا نام اور پتہ نہیں بتا سکتا۔ میرے لڑکے مرزائیت سے متاثر ہو رہے ہیں کوئی کتاب دیں۔ جس سے ان کی تسلی کراؤں۔

پاکستان کے صدر محترم

صدر محترم سے گذارش ہے کہ مرزائی آفیسر کھلم کھلا اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ لیکن مسلمان آفیسر اپنا نام و پتہ بتانے سے ہچکچائے آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟اس لئے کہ مرزائیوں کے خلاف ایسی حرکت کا ایکشن نہیں لیا جاتا اگر کوئی مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے بات کرے تو مرزائی اس کے خلاف سازش کر کے نقصان پہنچاتے ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ کب تک مسلمان اس سلسلہ میں کسمپرسی کی حالت میں مبتلا رہیں گے۔

ایک اور شکست

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو' ویسی سنو!

"ابھی دسمبر کے "الفرقان" میں قادیانیوں نے معاصر "المنبر" کو مناظرہ کی دعوت دی تھی' جس پر ہم نے گزشتہ اشاعت میں سخت احتجاج کیا تھا کہ یہ شرارت کی ابتداء ہے قادیانی مسلمانوں کو پہلے خود چھیڑتے ہیں انہیں مناظروں اور مباہلوں کی دعوت دیتے ہیں' لیکن جب جواب آئے تو شور مچانے لگتے ہیں چنانچہ "الفرقان" کی سلسلہ جنبانی کا رد عمل شروع ہوا ہے اور سیالکوٹ کے دو احرار رہنماؤں نے قادیانیوں کا چیلنج قبول کرتے ہوئے لکھا ہے"

مرزائی رسالہ "الفرقان" ربوہ بابت مارچ ۱۹۴۳ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان تھا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے کبھی مباہلہ نہیں کیا اس مضمون میں اس رسالہ کے ایڈیٹر مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب جالندھری نے یہ ثابت کرنے کی بے دلیل اور ناکام کوشش کی ہوئی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے مشہور اشتہار "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" میں مولانا ثناء اللہ صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا' جس کو مولانا صاحب نے منظور نہیں کیا تھا' اور اگر وہ منظور کر لیتے تو ضرور مرزا صاحب سے پہلے فوت ہو جاتے اور مرزا صاحب بقول خود اپنی مقبول دعا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کے مطابق مولانا ثناء اللہ صاحب سے (اکتالیس ۴۱ سال) پہلے فوت ہو کر بھی کاذب ثابت نہیں ہوئے' اس کے اس مضمون میں آخری فیصلہ مرزا صاحب کے علم و فضل کے متعلق کچھ اور بے بنیاد غیر مدلل غلط اور بے ربط باتیں لکھی ہوئی تھیں'

مجلس احرار الاسلام سیالکوٹ کی طرف سے جالندھری صاحب کے اس مضمون کا ۲۳ فل سکیپ صفحات میں مکمل اور مدلل جواب لکھا گیا جس میں ان کے مضمون کی ایک ایک قابل جواب بات کا جواب باصواب دیا گیا۔ اس کا عنوان تھا "مرزا غلام احمد صاحب کو کبھی کسی سے مباہلہ کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی" اس مضمون میں یہ ثابت

کیا گیا تھا کہ یہ مولانا صاحب نہیں بلکہ مرزا صاحب تھے' جنہوں نے مولانا صاحب کے دو دفعہ للکارنے پر راہ فرار اختیار کی تھی اور انہیں کو مباہلہ کی جرأت نہیں ہو سکی تھی اور مرزا صاحب اپنی مقبول دعا آخری فیصلہ کے مطابق ہی فوت ہو کر کذب ثابت ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ مرزا محمد بشیر سالار مجلس احرار سیالکوٹ اور حافظ محمد صادق صاحب ناظم اعلیٰ مجلس احرار الاسلام سیالکوٹ کی طرف سے مولوی ابو العطا اللہ دتا صاحب جالندھری اور سیالکوٹ کے مرزائی مولوی احمد علی صاحب کو چیلنج دیا گیا تھا کہ اچھا اگر آپ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا نے مرزا صاحب کے مباہلہ کے چیلنج کو منظور نہیں کیا تھا۔ تو آیئے ہم دو شخص آپ دونوں کو مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں تاکہ اگر تب آخری فیصلہ نہیں ہوا تو اب ہو جائے کہ خدا کے نزدیک جھوٹا کون ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ ہمیں امید نہیں کہ آپ اپنے مرزا صاحب کی سنت کے مطابق اسے قبول کرنے پر آمادہ ہوں بلکہ ہم کسی ظلی بروزی نبی ہونے کی بنا پر نہیں صرف علی البصیرت المومنین پیشگوئی کرتے ہیں کہ خدا کے فرمان ولن یتمنوہ ابدا وہ ہرگز اس کی تمنا نہیں کریں گے یعنی قبول نہیں کریں گے کے مصداق آپ بھی اسے منظور کرنے کی جرات نہیں کر سکیں گے۔

چنانچہ ہمارا خیال نہیں بلکہ یقین بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔

۱۰ جون ۱۹۶۴ء کو دونوں مولوی صاحبان کو رجسٹرڈ خطوط کے ذریعہ یہ مضمون بھیجا گیا' (جس کی وصولی کی رسیدیں ہمارے پاس ہیں) اور جس کا مرزائیوں کے ہیڈ مولوی ابو العطا اللہ دتا صاحب جالندھری نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا (جن کی شان میں ان کے رسالہ الفرقان میں اس طرح قصیدہ اور مدح سرائی کی ہوتی ہے کہ ان کے مقابلہ میں مشہور پادری عبدالحق نے دو پرچے لکھنے کے بعد کچھ لکھنے سے انکار کر دیا) انہوں نے نہ مباہلہ کی منظوری کی اجازت دی ہے اور نہ ہمارے مدلل جوابات پر قلم یا زبان ہلائی ہے۔(لولاک جنوری ۱۹۶۵ء)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو عالم اسلام میں مفکر اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اللہ نے انہیں جن بے شمار اوصاف اور محاسن سے نوازا تھا۔ ان میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرفہرست ہے۔ حضور سرور کائناتؐ کے مقام ختم نبوت کو انہوں نے ملت بیضاء کے لئے مرکز قرار دیتے ہوئے قادیانیت کے متعلق ایمان پرور اور بصیرت افروز مضامین' مقالات اور اشعار لکھے تھے۔ جو "لولاک" کے آئندہ شمارہ میں تفصیل کے ساتھ پیش کئے جائیں گے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اقبالیات پر ایک ایسے پروفیسر کو تعینات کیا گیا ہے۔ جو نہ صرف علامہ اقبال کے علوم و معارف کی خدمت کے قابل نہیں۔ بلکہ سراسر ان کے مکتب فکر اور مسلک کے ہی خلاف ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کی اس سہو و خطا پر علامہ شورش کاشمیری مدیر چٹان جو مجلس اقبال کے سیکرٹری بھی ہیں نے مندرجہ ذیل مقالہ خصوصی تحریر کیا ہے۔ جسے ہم قارئین "لولاک" کے لئے شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

یہ خبر آئی اور نکل گئی۔ کہ پنجاب یونیورسٹی کے "دانشوروں" نے علامہ اقبالؒ کے نام پر جو Chair قائم کی ہے اس کو شعبہء فلسفہ کے رئیس پروفیسر قاضی محمد اسلم کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ پروفیسر موصوف ظاہر و باطن قادیانی ہیں۔ ان میں وہ تمام عصبیتیں بدرجہ آخر موجود ہیں۔ جو ایک قادیانی کے رگ و ریشہ میں خون کی طرح گردش کرتی ہیں۔ قاضی صاحب قادیاں + ربوہ کی نبوت و خلافت کے قصر خانہ ساز کا ستون ہیں۔ وہ نہ صرف مرزا غلام احمد کی نبوت اور مرزا بشیرالدین محمود کی خلافت پر حاضر و غائب ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے فکر و نظر کا تار و پود بھی اس سے تیار ہوا ہے۔ اپنے اس عقیدہ کو وہ چھپاتے نہیں۔ انہیں اس کا اقرار و اعتراف ہے۔ اس کے باوجود مسند اقبال کو ان کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

۱۔ کیا یہ بے خبری میں ہوا ہے؟

۲۔ یا جن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ وہ اس سے بھی آگاہ تھے۔ کہ علامہ اقبال کے نظریات اور قاضی محمد اسلم کے معتقدات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کی مخالف سمتوں کے راہرو ہیں۔

اگر یہ فیصلہ بے خبری میں ہوا ہے تو اس سے زیادہ افسوسناک بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ مغربی پاکستان کی سب سے بڑی یونیورسٹی کے کارپرداز ملک کے سب سے بڑے مفکر کے افکار و نظریات سے اتنے بے خبر ہیں۔ یا جس شخص کے حوالے اس کے افکار و نظریات کی تعلیم و تدریس کی جارہی ہے۔ یونیورسٹی اس کے دینی حدود اربعہ سے ناواقف ہے۔

اور اگر ان کارپردازوں کے علم میں تھا کہ علامہ قبال نور اللہ مرقدہ اور قاضی محمد اسلم اعلیٰ اللہ مقامہ کے معتقدات میں کوئی میل نہیں۔ بلکہ صبح و شام کا فاصلہ ہے۔ تو انہوں نے یہ مذاق کیوں روا رکھا؟ مقصد فکر اقبال کو سبوتاژ کرنا ہے یا اسے عام کرنا ہے کیا یونیورسٹی کے ارباب بست و کشاد کو قاضی محمد اسلم سے بڑھ کر پورے ملک میں ایک شخص بھی اقبال کا اواشناس نظر نہیں آیا؟ قاضی محمد اسلم کی نگرانی میں فکر اقبال کا مطلب ہے حسینؓ کی شہ رگ پر یزید کا خنجر قاضی محمد اسلم ہی سے دریافت کر لیا ہوتا۔ کہ وہ اقبال کی تعلیمات سے بکمال و تمام متفق ہیں؟ حضرت علامہ کو فکری اعتبار سے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا راہنما تسلیم کرتے ہیں ؟ ان کے نزدیک اقبال کے فکر و نظر کا مقام کیا ہے؟ اقبال کے خطبات بہ عنوان تشکیل جدید الہیات کے مندرجات کی روح سے انہیں کس حد تک اتفاق ہے۔ مرزائیوں کے بارے میں حضرت علامہ نے جو بیانات دیئے تھے۔ اور جن مقالات کو حوالہ قلم کیا قاضی صاحب محترم کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ قاضی صاحب کے نزدیک شاہراہ اسلام پر اقبال کا درجہ ومقام کیا ہے۔

"احمدیوں" کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے قاضی صاحب کا اقبال کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ اقبال کو مسلمان بھی سمجھتے ہیں یا نہیں؟ ان کے نزدیک اقبال اور غلام احمد میں سے کونسی شخصیت اس صدی میں اسلام کی رہنما ہے؟ اس قسم کے بیسیوں سوالات موجود ہیں اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ قاضی صاحب مرزا غلام احمد کی نبوت اور مرزا بشیرالدین محمود کی خلافت کو خارج کر کے ان سوالات پر سوچ ہی نہیں سکتے ہیں۔ جب اتنی واضح اور واشگاف صورت حال موجود ہو۔

تو اقبال کی فکر کو ان کے حوالے کرنا حادثہ نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جیسا کہ انگریزی میں ضرب المثل ہے کہ "شیطان بائبل کا حافظ ہو گیا ہے" ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ قاضی صاحب نے یہ منصب کیونکر قبول کیا؟ اور اس کے تہہ منظر میں کون سے مقاصد کار فرما ہیں۔ کل کلاں کوئی شخصیت یہ تجویز کرے۔ اور علم و دانش کے وہ پتلے جو اس ملک میں عام پائے جاتے ہیں۔ اسی پر صاد کردیں۔ کہ قائد اعظم کی سوانح عمری۔ مولانا مظہر علی اظہر لکھیں یا انجمن ترقی اردو کی باگ ڈور بھارت کی ہندی پر چارنی سبھا کے حوالے کر دی جائے۔ یا اسلام کی تعبیر و تفسیر کا کام پر شوتم داس ٹنڈن کی نگرانی میں ہو۔ یا کعبہ اور اس کی عظمت پر ماسٹر تارا سنگھ مقالہ Theeses لکھیں۔ تو کیا عقل سلیم کے نزدیک یہ صحیح ہو گا ظاہر ہے کہ ہر شخص جو حواس خمسہ سے بہرہ یاب ہے ان کو مضحکہ الیہ قرار دے گا۔

معلوم ہوتا ہے یونیورسٹی کے کار پردازوں کی اکثریت حسیات دین اور روح اسلام سے نابلد ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام صرف ان کے اسلامی ناموں اور معاشرتی رواجوں کے اظہار و اقرار کا نام ہے۔ اور دین و دانش کا جوہر فہم و فراست کے اس مغز کا نام ہے۔ جو اس کھیپ کی کھوپڑیوں میں اپنا ایک خاص طول و عرض رکھتا ہے۔

علامہ اقبال نے عمر بھر یورپی دانش و علم کی کارفرمائیوں کا ماتم کیا اور جو لوگ اسی کے ہو گئے ہیں۔ یعنی جن کا پیکر خاکی یورپی عمارت گروں کا تیار کردہ ہے۔ ان کے خلاف ہمیشہ نالہء احتجاج بلند کیا۔ ان کی نظمیں ان کی تحریریں' ان کے بیان' ان کے خطوط آخر دم تک یورپی تصویروں اور مصوروں کا ماتم کرتے رہے۔ سید سلیمان ندوی کو انہوں نے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء کے ایک خط میں لکھا کہ مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے (اقبال نامہ صفحہ ۱۶۸) یہی نہیں بلکہ ان کے بیشمار خطوط میں بار بار یہ اضطراب موجود ہے۔ کہ مسلمانوں کے وہ "دانشوران بے دین" جن کی تربیت یورپی دانش و حکمت کے گہوارہ میں ہوئی ہے۔ اور جن کے علم و نظر کی معراج یورپی فلسفہ و فکر پر ہے نہ صرف روح اسلام سے بے بہرہ ہیں۔ بلکہ عملاً اسلام کے باغی

ہیں۔ وہ اسلام سے صرف سیاسی فوائد حاصل کرتے ہیں ۔اس کے دینی فرائض کو پورا نہیں کرتے۔ ایک دوسری جگہ علامہ اقبال نے اس طبقہ کو بے حمیت اور بے غیرت لکھا ہے۔ کیونکہ یورپی عقل و دانش سے مرعوب ہو کر یہ اسلام کے معاملہ میں ہر نئی تعبیر سے سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار رہتے اور اس کے مقابلہ میں سپر انداز ہونے میں لذت محسوس کرتے ہیں۔

یہ ستم ظریفی ہے۔ کہ اقبال کی بعض چیزوں کو تو اپنے حسب حال پاکر قومی تقاضوں کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض ایسی چیزیں جو اقبال کے نزدیک اسلام کی حیات تازہ اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے لازم و ملزوم تھیں۔ انہیں طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا ہے۔ اقبال کی بد نصیبی ہے یا مسلمانوں کی بد نصیبی یا پھر اسلام کے دور انحطاط کے برگ و بار کہ اقبال کی فکر عنقا ہے۔ پوست موجود ہے مغز غائب ہے۔ ہڈیوں سے رشتہ باندھا جارہا ہے۔ یہ لوگ اقبال اور اس کی فکر سے نہیں۔ بلکہ اپنے کسی خلا کو پورا کرنے کے لئے اقبال کا نام لے رہے ہیں۔

قادیانیوں کے بارے میں اقبال نے جو کچھ کہا وہ کسی اہم دینی مسئلہ پر ان کی سب سے بڑی تحریر ہے یہ تحریر اس وقت قلمبند ہوئی۔ اور سامنے آئی۔ جب وہ اپنی عمر عزیز گزار چکے تھے اور ان کی حیات مستعار کے ڈیڑھ دو سال باقی تھے۔ ان کا فکر مکمل ہو چکا اور ان پر علم و فضل کے دروازے ہر رخ سے کھل چکے تھے۔ بڑے غور و خوض کے بعد انہوں نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا تھا۔ ان کی یہ تحریر ہمہ جہت مکمل ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت یہ ملک غلام تھا۔ اور پاکستان بھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ پاکستان کا تصور وہ پیش کر چکے تھے۔ لیکن ابھی مسلم لیگ نے بھی اس کو اپنا نصب العین قرار نہیں دیا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے گول میز کانفرنس کے ضمنی اجلاسوں میں اس تصور کو احمقانہ تخیل قرار دیا تھا۔

جواہرلال نہرو قادیانی جماعت کی حمایت میں کمربستہ ہو کر سامنے آئے۔ تو علامہؒ نے بصیرت افروز مقالہ میں قادیانی جماعت کا تارو پود بکھیر دیا اور اس حقیقت کو اچھی طرح افشا کیا۔ کہ اس جماعت کو مسلمانوں سے الگ رکھنا کیوں ضروری ہے۔ یہ

تحریریں ڈھکی چھپی نہیں۔ عام ہیں۔ پنڈت جواہرلال نہرو نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ان خطوط کا مجموعہ شائع کیا جو ان کے نام بعض اکابر نے لکھے تھے۔ ان خطوط میں علامہ اقبال کا بھی ایک خط ہے۔ جس میں انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ

قادیانی اسلام ہی کے نہیں بلکہ ہندوستان کے بھی غدار ہیں

یہ خط ان کے مرض الموت میں مبتلا ہونے سے کچھ ہی دن پہلے کا ہے۔

اقبال نے جب اس فرقہ ضالہ کے احوال و ظروف معلوم کر لئے۔ تو سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا۔ کہ انہیں خارج از اسلام قرار دے کر انجمن حمایت اسلام سے نکلوا ڈالا اس ضمن میں انہوں نے لاہوری اور قادیانی گروہوں کی تفریق کو بھی تسلیم نہ کیا۔ دونوں کو ایک ہی تھنی کا پتہ سمجھا۔

۲۰ جون ۱۹۳۳ء کو انہوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ایک زبردست بیان میں قادیانی جماعت کے اغراض مشؤمہ کا پردہ چاک کیا۔ پھر ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے بیان میں قادیانی حضرات کی دو ذہنی اور دو عملی کی چھاڑ کی۔ ۱۹۳۵ء میں قادیانی جماعت کے چہرے سے ہر نقاب اٹھا دی۔ اور کھلے بندوں اعلان کیا کہ دینی اور سیاسی دونوں بنیادیں اس امر کی مقتضی ہیں کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت کا درجہ دیا جائے۔ علامہ نے جو کچھ سپرد قلم کیا۔ وہ علم و فکر کی بنیاد پر تھا اور آج تک کسی اسلامی گوشے سے بھی اس کے خلاف کوئی کلمہ نہیں نکلا ہے۔

حضرت علامہ فرماتے ہیں:۔

۱۔ ہر ایسی مذہبی جماعت' جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود ان تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ جو اس کے الہامات پر اعتقادنہ رکھتے ہوں۔ ایسی جماعت کو مسلمان اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کریں گے۔ کیونکہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔

۲۔ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے اور نہ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اول کے تاریخی اور مذہبی ادب میں ملتی ہے۔ بہائیت' قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن قادیانیت

اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔

۳۔ نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کی ہوا نے انہیں حفظ نفس کے جذبے سے عاری کر دیا ہے۔

۴۔ ہندوستان میں کوئی سا مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کی خاطر اس طرح ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے۔

۵۔ جو لوگ مسلمانوں کو اس معاملے میں رواداری کا سبق دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت علامہ کا ارشاد ہے۔ کہ یہ کیونکر مناسب ہے۔ کہ اصل جماعت کو تو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرے میں ہو۔ باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔ جس قوم کی وحدت خطرے میں ہو۔ تو اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ معاند قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔

۶۔ میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا۔ کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا۔ اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا۔ جیسی وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔

(ماخوذ از قادیانی اور جمہور مسلمان ص ۱۲۱ تا ۱۴۴ حرف اقبال مطبوعہ المنار اکاڈمی۔ لاہور)

حضرت علامہ کے اس بیان پر "سٹیٹسمین" کے انگریز ایڈیٹر نے اپنے اوارے میں تنقید کی۔ اس تنقید پر حضرت علامہ نے ایڈیٹر کے نام ایک خط لکھا جو ۱۰ جون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں طبع ہوا۔ اس خط میں حضرت علامہ نے اپنے مطالبہ کا اعادہ کیا فرمایا کہ

۱۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس امر کا انتظار نہ کرے۔ کہ مسلمان کب یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

۲۔ ختم نبوت کے مفہوم کی تاویلیں اور تعبیریں قادیانی اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان کا شمار حلقہء اسلام میں ہو۔ تاکہ انہیں اس طرح سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟

۳۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کو پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔

اس تحریک میں قادیانیوں کو سب سے پہلے اس وقت کے انگریز گورنر سرہربرٹ ایمرسن کی حمایت حاصل ہوئی۔ پھر "سٹیٹسمین" کے انگریز ایڈیٹر نے پشت پناہی کی۔ آخر میں پنڈت جواہرلال نہرو مدافع کے طور پر سامنے آئے انہوں نے ماڈرن ریویو کلکتہ میں تین مضامین لکھے۔ جن میں بزعم خود مسلمانوں کے مذہبی افکار کا تجزیہ کرنا چاہا اور اس تجزیے میں اس اصل کے پیش نظر قادیانی جماعت کی مدافعت کی۔ کہ پیغمبرؐ عرب کے مقابلے میں غلام احمد بہر حال ایک "ہندوستانی پیغمبر" ہے۔ حضرت علامہ نے جواب میں ایک طویل مقالہ لکھا جس کے بعض ضروری اجزاء حسب ذیل ہیں۔

ا۔ پنڈت جی اور قادیانی دونوں پریشان ہیں غالباً" اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مختلف وجوہ کی بنا پر دونوں اپنے دل میں مسلمانان ہندوستان کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

۲۔ قادیانی جماعت کا مقصد یہ ہے کہ وہ پیغمبرؐ عرب کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک نئی امت تیار کرنا چاہتی ہے۔

۳۔ جب کوئی شخص ایسے ملحدانہ نظریات کو رواج دیتا ہے جن سے نظام اجتماعی خطرے میں پڑ جاتا ہو تو ایک آزادانہ اسلامی ریاست یقیناً اس کا انسداد کرے گی یہ اس کا فرض ہوتا ہے۔

۴۔ آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمان جو مسلمانوں کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں لفظ کفر کے غیر محتاط استعمال کو ملت اسلامیہ کے اجتماعی و سیاسی

انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دینیات کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فروعی مسائل کے اختلاف میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا باعث انتشار ہونے کی بجائے دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

۵۔ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے۔ جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔

۶۔ ۱۷۹۹ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے اس کی روشنی میں احمدیت کے اصل مظروف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ یہ حکایت دراز ہے اور ایک طاقتور قلم کی منتظر

۷۔ مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرنا ہے۔

۸۔ وہ تمام ایکٹر جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا ہے زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔

۹۔ یہ تحریک اسلام کے ضوابط کو برقرار رکھتی ہے لیکن اس قوت ارادی کو فنا کر دیتی ہے۔ جو اسلام کو مضبوط کرنا چاہتی ہے۔

۱۰۔ اسلامی وحدت مذہبی نقطہء نظر سے اس وقت متزلزل ہوتی ہے۔ جب مسلمان بنیادی عقائد یا ارکان شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اس ابدی وحدت کی خاطر اسلام اپنے دائرے میں کسی باغی جماعت کو روا نہیں رکھتا ہے۔

(ماخوذ از حرف اقبال ص ۱۳۸ تا ۱۷۶ مطبوعہ المنار اکاڈمی لاہور)

پروفیسر قاضی محمد اسلم کا تقرر ان ثقہ حوالوں اور واضح نظریوں کے بعد بالکل ہی بے محل ہو جاتا ہے ادھر شروع میں جو سوال ہم نے قائم کئے تھے۔ ایک ایک کر کے جواب کے خواہاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ قاضی صاحب جس جماعت کے ''صحابی'' یا ''تابعی'' ہیں اس کی نفی نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس کے خلاف کسی ایسے شخص کے ساتھ مخلص ہو سکتے ہیں۔ جو ان کے مذہب نبی، گروہ اور عقیدہ پر مندرجہ بالا الفاظ میں تجزیہ کر چکا

ہو اور آخری وقت تک مصر رہا ہوا۔ کہ اس جماعت کو اسلام کا باغی سمجھا جائے اور اس بغاوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے۔ اور اگر انگریزی حکومت کو یہ تسلیم کرنے میں یہ مصلحت' ہچکچاہٹ ہو۔ تو آنے والی اسلامی ریاست مجبور ہوگی کہ اس فرض سے عہدہ برآہو۔ کیونکہ اسلام اپنے دائرے میں ایسے کسی باغی کو تسلیم نہیں کرتا ہے جو اس کے گھر میں نقب زنی کا مرتکب ہو۔

اس ضمن میں کچھ نئے سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

ا۔ قاضی صاحب کے ایک خلافتی عزیز مرزا بشیرالدین محمود کے پوتے اور مرزا ناصر محمود کے بیٹے یونیورسٹی میں فلسفہ کی تکمیل کر رہے ہیں انہوں نے کچھ دن ہوئے اپنے ساتھی طلبہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہاتھاکہ اقبال کا شہرہ ۱۷۔۱۹۷۰ء تک ہے۔ اس کے بعد اقبال کے لئے زوال ہے اور جوان کے نزدیک شروع ہو چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ قاضی محمد اسلم نے شاید اسی مفروضہ پر یہ فرض اپنے فرائض میں شامل کیاہے؟ ہمارے اپنے علم و آگاہی کے مطابق قاضی محمد اسلم صاحب اقبال کے فکر و نظر سے مطلقاً آشنا نہیں۔ انہیں اقبال کے اشعار بھی صحیح پڑھنے نہیں آتے ہیں۔ نہ وہ ان صداقتوں اور نزاکتوں سے آگاہ ہیں جو اقبال کے کلام کی روح ہیں اور ان کی تحریروں کے مطالب کی پیشانی کا جھومر' ان کی نظر سے شاید اقبال کے کلام و پیام کا پورا حصہ نہیں گزرا۔ وہ اقبال کی مصطلحات کے مفہوم ہی سے بے بہرہ ہیں اپنے عقائد کی بوقلمونی (ہمارے نزدیک خرابی) کے باعث وہ اقبال کے زوق و شوق کو سمجھنے کی استطاعت سے محروم ہیں۔ وہ یورپی فلسفہ کے پروفیسر ہیں۔ انہیں اس کا احساس ہی نہیں کہ اقبال مغربی فلسفہ کا نقاد ہے۔ اقبال نے اپنے خطبات میں جن اسلامی شخصیتوں اور دینی مصطلحات کو بے تکلف استعمال کیا ہے اور اس سے جن نتائج کا استخراج کیا ہے۔ قاضی صاحب اپنے عقیدہ کی روح سے اس کے مخالف ہیں اور اپنے دماغی نشوونما کی وجہ سے اس کا فہم نہیں رکھتے۔ پھر جس عقیدہ و فکر کو اقبال جس ایمان آگہی سے مانتا ہے۔ قاضی صاحب اس عقیدہ و فکر کو اس انداز اسلوب سے نہیں مانتے۔ یہ اختلاف و تضاد بنیادی ہے قاضی صاحب کا ضمیر تو اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوگا۔ لیکن

یونیورسٹی کے جن دانشوروں نے انہیں اس خدمت پر مامور کیا ہے افسوس ہے کہ وہ اولا" اس کے فہم ہی سے قاصر ہیں ثانیا" اس کی نزاکت و اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ ثالثا" اپنی ذات کے سوا ہر معاملہ میں رواداد واقع ہوئے ہیں ان لوگوں نے جب اسلام کیمرج اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں سے سیکھا ہے تو اقبال کو ایک قادیانی کیوں نہیں پڑھا سکتا۔ انہیں مطلقا" خبر نہیں کہ مصیبت کی طرح گمراہی بھی تنہا نہیں آتی۔ اور آتی ہے تو ہمہ گیر ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہ دانشور اسی گمراہی کا شکار ہیں۔

"ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے۔ جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں۔ ایک رواداری مورخ کی ہے جس کے نزدیک تمام یکساں طور پر غلط ہیں ایک رواداری مدبر کی ہے۔ جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر مفید ہیں ایک رواداری ایسے شخص کی ہے جو ہر قسم کے فکر و عمل کے طریقوں کو روا رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر قسم کے فکر و عمل سے بے تعلق ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے دانش گاہ پنجاب کے بیشتر کار پرداز اسی قبیلہ کے فرد ہیں۔ ایک رواداری کمزور آدمی کی ہے جو محض کمزوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلت جو اس کی محبوب اشیاء یا اشخاص پر روا رکھی جاتی ہے۔ برداشت کرلیتا ہے۔ (گبن)

اس آخری رواداری کا ہدف ان دنوں مسلمانوں کا سواد اعظم ہے۔ فی الجملہ اس تقرر پر ہم کسے مخاطب کریں یونیورسٹی کے ان کار پردازوں کو جو اس تقرر کا باعث ہوئے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان کے بھائی پروفیسر حمید احمد خاں کو جو اقبال سے معنوی اور ظفر علی خان سے خونی رشتہ رکھنے کے باوجود اس فتنہ پر غور نہیں کر سکے ہیں یا پھر ہم صوبہ کے راسخ العقیدہ مسلمان گورنر ملک امیر محمد خان سے درخواست کریں کہ وہ بحیثیت چانسلر اسلام اور اقبال کو یونیورسٹی کے ان بردہ فروشوں سے بچائیں جن کی نیام میں کوئی تلوار نہیں ہے۔ اور جن کی فکر مستعار پر بیرنگی مصلحتوں کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

(چٹان لاہور۔ ۱۲ اپریل ۱۹۶۵)

پانچ ہزار روپیہ

علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا کہ قادیانی مذہب کا تجزیہ و تاریخ ایک

طاقتور قلم کے منتظر ہیں ۱۷۹۹ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے۔ اس کی روشنی ہی میں احمدیت کے اصل مظروف تلاش کئے جا سکتے ہیں یہ سال وہ تھا جب ٹیپو سلطان کو شکست ہوئی۔ اور ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی نفوذ کی آخری امید منقطع ہو گئی۔ علامہ اقبال نے اپنے پہلے بیان میں اس امر کی ضرورت کو محسوس کر کے اظہار کیا تھا۔ کہ قادیانیت سے مذہبی بحث میں الجھنا عبث ہے۔ اصلی چیز تحریک احمدیت کا نفسیاتی تجزیہ ہے۔ ان کے نزدیک یہ تمام تر سیاسی تحریک تھی۔ اس تحریک نے مسلمانوں کے لئے نبوت کے نام پر برطانوی غلامی کے طوق مہیا کئے اور الہام کی بنیاد پر مسلمانوں میں فتح جہاد کا نظریہ رائج کرنا چاہا۔ جب تک ہم اس عہد کے سیاسی حالات پر نگاہ نہ رکھیں۔ اور ان احوال و ظروف کو معلوم نہ کرلیں جو اس وقت کے ہندوستانی مسلمانوں کی ملی زندگی کا جزو غیر منفک ہو رہے تھے۔ اس وقت تک ہم قادیانی جماعت کی تاریخ اور تجزیہ نہیں کر سکتے ہیں۔ قادیانی جماعت پیدا ہوئی یا پیدا کی گئی۔ یہ سوال بھی کسی طاقتور قلم ہی کے تجزیہ و تحلیل کا منتظر ہے۔ اور انشاء اللہ کسی دور میں یہ نقاب اٹھ کے رہے گا تاہم یہ امور یا نکات اب ڈھکے چھپے نہیں رہے کہ قادیانی جماعت نے انگریزوں کے بہترین خدمت گزار پیدا کئے۔ اس فرقے نے نہ صرف انگریزوں کے وثیقہ غلامی کا جواز پیدا کیا۔ بلکہ اپنی جماعت سے باہر کے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اخوت اسلام کے اس تصور کو ہلاک کرنا چاہا۔ جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہء نبوت سے پیدا ہوا تھا۔ اس امر کے شواہد و نظائر بھی موجود ہیں۔ کہ قادیانی جماعت کے ارکان غیر ملکوں میں جاسوسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔اور مسلمانوں کی بعض قومی تحریکوں کو داخلی طور پر ختم کرنے یا رسوا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ایسا شخص جو مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا طالب علم ہو اور اس کی نگاہ انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے لے کر ان کے اخراج تک کے حالات پر ہو۔ نیز اس کو اس امر کی تحقیق کا بھی شوق ہو کہ اس عرصہ میں انگریزوں کے ہاتھوں اسلام پر کیا گزری

غرض علامہ اقبال کی مہیا کردہ بنیادوں پر قادیانیت کے سیاسی تجزیہ و تاریخ کو مرتب کرنے والا شخص نہ صرف اپنے اس عظیم کارنامہ کے لئے تمام مسلمانوں کے شکریہ کا مستحق ہوگا۔ بلکہ اس کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی بارگاہ میں بڑا اجر ہے۔ اسکی یہ کتاب تاریخ کا ایک یادگار کارنامہ ہوگی۔ ایڈیٹر چٹان کے طرف سے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس کتاب کے مرتب و مصنف کو کتاب کے،معیاری و مستند ہونے پر اپنی جیب سے پانچ ہزار روپیہ نقد دیں گے۔ ہم چندہ فراہم کرنے کے عادی نہیں اور نہ ہم اس عنوان سے عطیات کے قائل ہیں ورنہ اس رقم میں دگنا تگنا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک کتاب کے انتخاب کا تعلق ہے۔ یہ کتاب چار مختلف ججوں کے پاس بھیجی جائے گی اور وہ اس امر کا فیصلہ کریں گے کہ کتاب واقعی تاریخ و تجزیہ کے اس معیار پر پوری اترتی ہے جس کی نشان وہی حضرت علامہ اقبال نے کی ہے۔ ان چاروں ججوں کے بارے میں ہمارا خیال یہ ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی' مولانا امین احسن اصلاحی' مولانا ابوالحسن علی ندوی اور شیخ حسام الدین یہ فرض انجام دیں تو ہر لحاظ سے وہ اس منصب کے اہل ہیں۔ ایڈیٹر چٹان کتاب کا فیصلہ ہوتے ہی یہ رقم ان کے حوالہ کر دیں گے۔ اس غرض سے دوسال کی مدت کافی ہوگی اور آواخر اپریل ۱۹۶۷ء تک جو صاحب قلم اٹھائیں اپنے رشحات و کاوشات ایڈیٹر چٹان کی وساطت سے ان ججوں کو پیش کر سکتے ہیں بشرطیکہ ان ججوں کو عذر و انکار نہ ہوا۔ عذر وانکار کی صورت میں کسی دوسرے بزرگ کا انتخاب ہو جائے گا۔ اللہ کرے یہ تاریخ تیار ہو جائے۔

(چٹان لاہور ۔۔۔ ۱۲ اپریل ۱۹۶۵)

پنجاب یونیورسٹی اور مرزائی

علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دے کر انجمن حمایت اسلام کے دروازے ان پر بند کر دئے تھے۔ مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی' انجمن کا ممبر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیلات انجمن کے تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں اس کے ایک عینی گواہ لاہور کے سب سے بڑے شہری میاں امیر

الدین بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ یونیورسٹی کی انتظامیہ کے بھی رکن ہیں ان سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ کہ علامہ اقبالؒ انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے۔ تو آپ نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کی اس انجمن کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہو سکتا ہے۔ مرزا غلام احمد کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کرسی صدارت کے عین سامنے بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فروکش تھے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو مرزا صاحب لاہوری جماعت کے پیرو تھے۔ حضرت علامہؒ کے اس اعلان سے تھرا گئے۔ کانپ اٹھے' جز بز ہوئے کچھ کہنا چاہا۔ حتیٰ کہ ان کا رنگ فق ہوگیا۔ حضرت علامہؒ مصر رہے کہ اس شخص کو یہاں سے جانا ہوگا چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ' بیک بنی ودوگوش نکال دیئے گئے۔ ان کی طبیعت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا۔ کہ بے حواس ہو گئے۔ دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آلیا اور اس صدمہ کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے۔

پنجاب یونیورسٹی کے دانشور؟

پنجاب یونیورسٹی کے دانشور بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے مسند اقبال کس بنا پر ایک قادیانی کے حوالے کی ہے۔ علامہؒ کی عظمت مقصود ہے یا اہانت۔ جس انسان نے اپنی صدارت میں ایک مرزائی کا وجود گوارا نہ کیا ہو۔ اس کے فکر کی صدارت کسی قادیانی کے حوالے کر دینا ہمارے نزدیک ایک خوفناک جسارت سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔(چٹان لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۶۵ء)

قاضی محمد اسلم اور مسند اقبال

روز نامہ "نوائے وقت" کا اداریہ بہ عنوان "غلط بخشی" مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۶۵ء

پنجاب یونیورسٹی میں مسند اقبال کے اہتمام کا فیصلہ مبارکباد کا مستحق ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نظریہ پاکستان کے خالق اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے راہ نما ہیں۔

چنانچہ فکری افلاس کے اس دور میں ان کے پیغام اور افکار کو عام کرنے کا عزم وقت کی اہم ترین ضرورت ہی نہیں ملک وقوم اور اسلام کی بہت بڑی خدمت بھی ہے۔ ہمیں یہ حسن ظن تھا کہ جن ارباب اختیار نے ایک انتہائی مستحسن فیصلہ کرنے کا لازوال اعزاز حاصل کیا ہے۔ وہ نئے منصب پر کسی موزوں شخصیت کو فائز کرنے کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔ یہ کام چنداں دشوار بھی نہیں تھا کیونکہ اس گئے گزرے دور میں بھی ہمارے ہاں ایسی بزرگوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ جو نہ صرف تعلیمات اقبال کی حقیقی روح سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ بلکہ انہیں خود بھی اسلام کے اس فلسفی شاعر کی صحبتوں سے استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے لیکن اس انکشاف نے اقبال کے ہر شیدائی اور درد مند مسلمان کو اذیت ناک مایوسی اور اضطراب میں مبتلا کر دیا کہ حکیم الامت کے پیغام اور فلسفہ کو فروغ دینے کی ذمہ داری جن صاحب کو تفویض کی گئی ہے۔ انہوں نے یونیورسٹی میں یورپی فلسفہ پر تو سینکڑوں لیکچر دیئے ہونگے اور بیسیوں کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہوگا۔ لیکن وہ عقیدتاً" اسلام کے اس فلسفہ سے یقیناً بے بہرہ ہوں گے۔ جو پیغام اقبال کی روح اور اساس ہے۔ یہ انتخاب ایسا ہی ہے۔ جیساکہ یورپ کے کسی مستشرق کو سیرت و قرآن کی تعبیرات اور توضیحات کے کام پر مامور کر کے موثر نتائج کی توقع کی جائے۔ بلکہ ہمیں تو یقین ہے کہ مسند اقبال سنبھالنے والے پروفیسر قاضی محمد اسلم سے بھی اگر یہ دریافت کیا جائے۔ کہ آیا کوئی مستشرق قادیانیت کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی کر سکتا ہے تو ان کا جواب بھی نفی میں ہوگا۔ قاضی صاحب کے فرقہ کے متعلق حکیم الامت کا جو موقف رہا ہے اس کے پیش نظر آپ کے لئے یہ ممکن ہوگا۔ کہ اپنے نئے منصب سے انصاف کر سکیں؟ اقبال علیہ الرحمتہ سب مسلمانوں کی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین خیال کرتے تھے۔ ان کے نزدیک نبوت کی کوئی نوع نہیں چنانچہ انہوں نے فرمایا

اے ترا حق زبدہ اقوام کرد
ختم بر تو دورہ ایام کرد

اس نظرانتخاب سے تو اس شبہ کو تقویت ملتی ہے۔ کہ یونیورسٹی کے حل و عقد

نے ایک قومی تقاضا پورا کرنے کی بجائے محض ایک اسامی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یونیورسٹی کے حکام سے کوئی اپیل اب عبث معلوم ہوتی ہے۔ البتہ ہم قاضی صاحب سے یہ کہیں گے۔ کہ انہوں نے مسند اقبال کی سربراہی قبول کر کے اپنے آپ کو بھی بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے لہٰذا مناسب یہی ہوگا۔ کہ وہ خود ہی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔ اداریہ نوائے وقت۔ ۲۱ اپریل ۱۹۶۵

عذر گناہ بد تر از گناہ

"لولاک" کے گذشتہ شمارہ میں ہم نے معاصر ہفت روزہ "چٹان" اور روزنامہ "نوائے وقت" کے وہ خصوصی مقالے نقل کر دیئے تھے۔ جو انہوں نے مسند اقبال ایک ناموزوں شخص کے حوالے کرنے پر سپرد قلم کئے تھے۔ اس اعلائے کلمتہ الحق کے جواب میں یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کی طرف سے جو وضاحت شائع ہوئی۔ اسے عذر از گنا بدتر گناہ قرار دیتے ہوئے معاصر چٹان نے ذیل کا مقالہ خصوصی بعنوان "پنجاب یونیورسٹی کی شاہکار معذرت" سپرد قلم کیا ہے۔ جسے ہم قارئین "لولاک" کے لئے نقل کر رہے ہیں۔

"پنجاب یونیورسٹی کی شاہکار معذرت"

پنجاب یونیورسٹی میں مسند اقبال کو ایک قادیانی پروفیسر کے حوالے کرنے پر ہم نے جو کچھ عرض کیا تھا۔ "نوائے وقت" نے اپنے الفاظ میں ہمنوائی کی۔ یونیورسٹی کے دانشوروں نے دوسرے ہی دن ایک وضاحتی بیان ارسال کیا۔ جو روزناموں میں چھپ چکا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بیان عذر گناہ بدتر از گناہ کے رنگ و روغن کی ایک اچھوتی بانگی ہے۔ آج "کوہستان" اور "امروز" نے بھی ہمارے خیال کی توثیق کی ہے۔

ا۔ اگر مسند اقبال قائم کرنے کا مقصد فلسفہ کے نگار خانہ میں محض ان کے نام کی عظمت کا اقرار و اعتراف ہے۔ اور تعلیمات اقبال کی تعلیم و تشریح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تو یہ امر اور بھی افسوسناک ہے۔ اقبال اس اقرار و اعتراف کے محتاج نہیں۔ کوئی سا شخص اس عنوان سے اشکبار نہ تھا کہ یونیورسٹی اس انداز میں اشک

شوئی کرتی۔ اقبال کے نام پر مسند محض کا قیام کوئی چیز نہیں۔

جہان تازہ کی افکار سے ہے نمود!
کہ سنگ وحشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

یونیورسٹی کے ارباب انتظام نے وضاحتی بیان دے کر خود اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دی ہے کہ "مسند اقبال صرف مسند اقبال ہے فکر اقبال نہیں" اور ظاہر ہے کہ عوام و خواص میں سے کوئی فرد بھی اس سے مطمئن نہیں۔

۲۔ اور اگر مسند اقبال قائم کرنے کا مقصد واقعی اقبال کے افکار و سوانح اور تعلیمات و نظریات کی تعلیم و تدریس ہے۔ تو پھر یونیورسٹی کا وضاحتی بیان خود اپنے مطالب کی رو سے اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ جو شخص حکمت اقبال کی نگرانی پر مامور ہوا ہے۔ وہ اس منصب کے لئے سب سے زیادہ ناموزوں شخص ہے۔ ہم نے قادیانی جماعت کے بارے میں علامہ اقبال کے جو نظریات پیش کئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یونیورسٹی کے کارپردازوں اور قاضی محمد اسلم کے اعوان و انصار کا اس بارے میں مسلک کیا ہے؟

کیا یونیورسٹی علامہ اقبال نوراللہ مرقدہ کے ان افکار کو غلط سمجھتی ہے ظاہر ہے کہ وہ یہ حوصلہ نہیں کر سکتی۔ اور اگر صحیح سمجھتی ہے تو اس نے ایک قادیانی پروفیسر کو اس منصب پر فائز کیوں کیا؟ اور اگر اس نے مداہنت کی ہے تو یہ قبال و اسلام کی روح کے ساتھ بزدلانہ مذاق ہے۔

آخر قاضی محمد اسلم خود ہی مستعفی کیوں نہیں ہو جاتے۔ جبکہ وہ اس بات سے کماحقہ واقف ہیں کہ علامہ اقبال ان کے نبی کو متنبی اور ان کی جماعت کو خارج از اسلام سمجھتے تھے۔(ہفت روزہ "لولاک" ۳۰ اپریل ۱۹۶۵ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے ملکیتی ہیڈ آفس ملتان تغلق روڈ کے سنگ بنیاد کی تقریب ۲۹ ' ۳۰ اپریل ۱۹۶۵ء کو منعقد ہوئی اس تقریب کے لئے ذیل کا دعوت نامہ جاری کیا گیا۔

محترم المقام جناب............ السلام علیکم و رحمتہ اللہ!

آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ مذہب اسلام کے خلاف لاتعداد فتنوں کا سیلاب امڈ آیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے سرپرست عظیم وسائل سے ہر ممکن ذرائع اور کثیر سرمایہ کے ساتھ خدا کے پسندیدہ دین (اسلام) اور مبلغین اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور اسلامی نظریات و عقاید کو ذہن و فکر سے بالکل محو کر دینے کے لئے منظم طاقتیں اور حربے استعمال کر رہے ہیں۔ جو انتہائی مہلک اور خطرناک ہیں۔ چنانچہ اس سیلاب کو روکنے اور حقانیت اسلام کو واضح کرنے کے لئے مسلمانوں کا واحد تنظیمی ادارہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان شب و روز تبلیغی مشن میں سرگرم ہے۔

اندرون ملک جہاں تیس مبلغین حضرات کی جماعت مجلس کے اخراجات پر تبلیغ و تدریس کے فرائض ادا کر رہی ہے وہاں مجلس بیرون و اندرون ملک عربی' انگریزی' اردو لٹریچر اپنے خرچ پر مہیا کرنے سے بھی غافل نہیں ہے۔

مجلس کے زیر اہتمام چنیوٹ ضلع جھنگ میں دارالمبلغین کا قیام ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ جہاں سے بفضل تعالیٰ ہر سال فارغ شدہ طلباء کی ایک معقول تعداد کو حقانیت و صداقت اسلام اور فرق ہائے باطلہ خصوصاً" مرزائیت' عیسائیت' پرویزیت اور بہائیت کے موضوع پر زیر سرکردگی مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر' دلائل و براہین کے علاوہ مناظرانہ تربیت بھی دی جاتی ہے تاکہ یہ طلباء فرق باطلہ کے ناپاک ارادوں کو' جو وہ اسلام کے خلاف کئے ہوئے ہیں' ناکام بنانے میں ممد معاون ہوں' ان طلباء کی رہائش و خوراک اور وظائف کا معقول انتظام بھی مجلس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

نیز آپ پر یہ بات بھی واضح ہے کہ حضرت امیر شریعہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات گرامی سے جو عشق تھا' اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ فرق ہائے باطلہ کے استیصال اور خصوصاً" عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے زندگی بھر مصروف جہاد رہے۔ اس سلسلہ میں اتنے عزم ویقین کی پختگی کا مظاہرہ فرمایا کہ نبوت کاذبہ کی پشت پناہ انگریزی حکومت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتوں کے علاوہ دارورسن کو چومنے کے لئے عاشقانہ

انداز میں یہ شعر ورد زبان کرتے ہوئے۔

مدتے است کہ آوازہ منصور کہن شد
من ازسر نو جلوہ دہم داررسن را

ثابت قدمی کا وہ منظر پیش کیا کہ چاردانگ عالم میں آپ کے ثبات و استقلال کے چرچے ہونے لگے۔ آج جماعت حضرت امیر شریعت کی بتلائی ہوئی راہوں پر گامزن ہو کر تاج و تخت ختم نبوت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہے۔ اسی مقدس مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت امیر شریعہؒ کے ایماء پر جماعت کا مرکزی دفتر تقسیم ملک سے قبل قادیان میں قائم کیا گیا تھا۔ تقسیم کے بعد سے مجلس کرائے کے مکان میں گذر اوقات کر رہی ہے۔ اب الحمد للہ ملتان شہر میں گھنٹہ گھر کے نزدیک تغلق روڈ پر تقریباً ڈیڑھ فرلانگ برلب سڑک دفتر کے لئے جگہ خرید کرلی ہے۔ مجلس کے اسی دفتر کا سنگ بنیاد پروانہ شمع رسالت عاشق رسولؐ حافظ القرآن و الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ جمعہ کے دن اپنے دست مبارک سے رکھیں گے۔ اس نادر دبابرکت موقعہ پر دو شبانہ اجلاس منعقد کئے جا رہے ہیں۔

پہلا اجلاس جمعرات بعد نماز عشاء

دوسرا اجلاس جمعتہ المبارک بعد نماز عشاء

اس موقعہ پر کانفرنس بھی منعقد کی گئی اس کی کاروائی پر مشتمل اخبارات کے تراشے ملاحظہ ہوں

مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسہ سے علماء کا خطاب

ملتان ۲۹ اپریل (سٹاف رپورٹ) آج مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدا لرحمان میانی' مولانا محمد لقمان اور مولانا لال حسین اختر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالی۔ تینوں علماء نے اس بات پر زور دیا کہ تمام فرقوں کو اپنے اختلاف ختم کرکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ناواجب حملوں کا دفاع کرنا چاہیئے۔ جلسہ عام میں ایک قرارداد بھی

منظور کی گئی۔ اس قرارداد میں مقامی انتظامیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ علامہ پرویز کو ملتان میں خطاب کرنے سے روکا جائے۔ نوائے وقت ۳۰ اپریل ۱۹۶۵

مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی دفتر

ملتان (۳۰ اپریل (سٹاف رپورٹر) آج امیر جمیعۃ العلماء اسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے تغلق روڈ پر دفتر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں کے علمائے دین موجود تھے۔ ان میں مولانا محمد علی جالندھری' مولانا مفتی محمد عبداللہ اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا مفتی محمود بھی شامل تھے۔ مولانا درخواستی نے اس موقعہ پر ناموس رسولؐ کے پروانوں کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ملت میں فرقہ باطلہ کے خیالات کی ترویج بند ہو گئی ہے۔ اگر مجلس کے کارکن قربانیاں پیش نہ کرتے تو دین میں تحریف کے دروازے کھل جاتے۔ آپ نے تلقین کی کہ ہر مسلمان کو اس میں شامل ہونا چاہئے۔ آپ نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس کھولے جانے چاہئیں۔ اجلاس میں سائیں محمد حیات نے فی البدیہ نظم پڑھی مجلس کے ناظم مولانا محمد علی جالندھری نے بتایا کہ یہ نیا دفتر ۱۲ مرلے اراضی پر بنایا جائے گا۔ اس کی تعمیر پر ایک لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ اس منصوبے کی تکمیل کا انحصار مسلمانوں کے تعاون پر ہے۔("نوائے وقت" ۴ مئی ۱۹۶۵ء) اور ساتھ ہی یہ خبر بھی ملاحظہ ہو۔

علماء پر تقاریر کرنے کی پابندی

ملتان ۱۱ مئی (سٹاف رپورٹر) مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے لیڈر قاضی احسان احمد شجاع آبادی پر پابندی عائد کردی گئی ہے کہ وہ ملتان اور لاہور کے کسی بھی مقام پر دو ماہ تک تقریر نہیں کر سکتے۔ اس طرح مولانا محمد علی جالندھری کو راولپنڈی اور جہلم کے اضلاع میں مولانا محمد لقمان کو ضلع سرگودھا میں مولانا عبدالرحیم اشعر کو ضلع مظفر گڑھ میں مولانا غلام محمد کو ضلع لاہور میں کسی اجتماع سے خطاب کرنے سے روک دیا

گیا ہے۔(۱۲ مئی ۱۹۶۵ء نوائے ملتان)

ٹاؤن کمیٹی ربوہ کا بجٹ

۷ جولائی کے "نوائے وقت" میں ٹاؤن کمیٹی ربوہ کا خسارہ کا بجٹ کے عنوان سے مندرجہ ذیل خبرشائع ہوئی ہے۔ ٹاؤن کمیٹی ربوہ نے آئندہ مالی سال کے لئے ۳۳۱۶۰ روپے خسارہ کا بجٹ منظور کر لیا ہے۔ چیئرمین کمیٹی نے بتایا کہ کل ۱۲۵۵۰۰ روپے آمدنی کے مقابلہ میں اخراجات ۱۵۹۶۶۰ روپے کے لگ بھگ اخراجات کی تفصیلات بتاتے ہوئے آپ نے کہا کہ کمیونٹی ہال کی تعمیر پر ۲۰۰۰۰ روپے خرچ ہوں گے۔ سٹریٹ لائٹ، تعلیم، نالیوں کی تعمیر اور شجر کاری کے علاوہ سڑکوں کی تعمیر کے منصوبہ پر ۴۶۰۰۰ روپے صرف ہوں گے۔ بجٹ کے خسارہ کو گذشتہ سال کی بچت اور سرکاری گرانٹ سے پورا کیا جائے گا۔

گذشتہ دنوں کسی اخبار میں یہ بھی پڑھا تھا کہ ڈسٹرکٹ کونسل جھنگ اس سلسلہ میں ۱۵۰۰۰ روپے کی گرانٹ ربوہ کو دے رہی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم بڑے دکھ کے ساتھ چند حقائق تحریر کرنے پر مجبور ہیں۔ جہاں تک ملکی اتحاد اور قومی یکجہتی کی ضرورت کا تعلق ہے۔ ہمیں اس کا پورا پورا احساس ہے لیکن اندرون پردہ کچھ اس قسم کے واقعات اور حقائق ہیں جن پر سے ملک اور ملت کی بہی خواہی کے لئے پردہ ہٹانا ضروری ہے۔

چو می بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

حقیقت یہ ہے کہ تقسیم ملک کے موقعہ پر سرفرانسس موڈی اس وقت کے گورنر پنجاب نے اپنے اس خود کاشتہ پودے کو ربوہ کی زمین سوا روپیہ کنال کے حساب سے دے دی۔ اس زمین کی ملکیت کے حقوق انجمن احمدیہ کو حاصل ہوئے۔ انجمن احمدیہ نے اس زمین میں سڑکیں گلیاں کاٹ کر احاطے وغیرہ بنا کر دینے شروع کئے۔ مبینہ طور پر تین صد روپے اوسطاً فی مرلہ کے حساب سے وہ احاطے صرف اور

صرف قادیانیوں کو دے گئے اور تاہم مالکانہ حقوق انجمن احمدیہ کو ہی حاصل رہے۔ ابتدائی شرائط کے مطابق ہر قادیانی کو اپنے مکان کی ہر سال تجدید کرانا بھی لازمی قرار دیا گیا۔ پورے پاکستان میں ربوہ واحد ایسی آبادی ہے۔ جہاں صرف قادیانی ہی آباد ہو سکتا ہے۔ اور اس زمین پر کسی دوسرے محب وطن پاکستانی کو خواہ وہ فیلڈ مارشل صدر محمد ایوب خان اور گورنر مغربی پاکستان ملک امیر محمد خان ہی کیوں نہ ہوں ربوہ وہ بستی ہے جس کے متعلق مرحوم لیاقت علی خان سابق وزیر اعظم پاکستان نے مولانا احتشام الحق صاحب کو کہا تھا کہ ہاں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ پاکستان میں ایک ایسی آبادی بھی بن گئی ہے۔ جہاں صرف قادیانی رہ سکتے ہیں اور وہ وہاں جو کچھ کرتے رہیں ہمیں اس کی خبر نہیں ہو سکی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس ٹاؤن کمیٹی کی زمین مبینہ طور پر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے اور جس ٹاؤن کمیٹی کے تعلیمی ادارے ایک مخصوص فرقہ کی ملکیت اور مخصوص نظریات کی نشرواشاعت کا ذریعہ ہیں جن نظریات سے پاکستان کی دس کروڑ آبادی کو نہ صرف اختلاف ہے۔ بلکہ ان کے درمیان کفرو اسلام کا فرق ہے اس آبادی کو ٹاؤن کمیٹی کی آڑ میں سرکاری گرانٹ لینے کا کیا حق حاصل ہے۔ اور کسی قومی یا ملی ادارے کا اس کے لئے گرانٹ منظور کرنا ملکی اور قومی مفاد کے پیش نظر کیا حیثیت رکھتا ہے۔

ہم صوبہ کے عظیم محب وطن مضبوط اور مسلمان دل و دماغ رکھنے والے گورنر ملک امیر محمد خان سے اپیل کریں گے کہ ملک میں قادیانی اپنی جارحانہ تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں امت اسلامیہ کے سینہ پر جس طرح مونگ دل رہے ہیں اس پر کسی مزید قادیانیت نوازی کا موقعہ فراہم نہ کیا جائے۔(ہفتہ وار ”لولاک“ ۹ جولائی ۱۹۶۵ء)

نیشنل اسمبلی ہال میں

بہتر یہ ہے کہ متوازن ذہن و فکر کے حامل علمائے دین اسلام و محب وطن ارکان اسمبلی اس مسئلہ پر غوروخوض کریں اور اس کے حل کی کوئی مناسب شکل تجویز

کرکے صدر مملکت اور حکومت کے ذمہ دار اصحاب سے اس تجویز کے بارے میں گفت و شنید کریں تاکہ یہ مسئلہ سنجیدہ فضاء میں زیر غور آسکے۔ اور اس کا کوئی معقول حل تلاش کیا جا سکے۔("لولاک" ۱۳ اگست ۱۹۶۵ء)

ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی بھارت کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اس سلسلہ میں مرزائی سازشوں نے کیا گل کھلائے ان کی تفصیلات جاننے کے لئے "عجمی اسرائیل" از آغا شورش کاشمیری کی تصنیف لطیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ وہ فرماتے ہیں-----

بات معمولی ہے لیکن عجیب ہے کہ کشمیر کے محاذوں کی جنگ میں قادیاں سے ملحق سرحدات کی کمان ہمیشہ میرزائی جرنیلوں کے ہاتھ میں رہی ہے' چونکہ یہ ایک حربی عمل ہے لہٰذا اس کا ذکر مناسب نہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ فرقان بٹالین ہو یا اس کے بعد ۱۹۶۵ء کی جنگ جو کشمیر سے شروع کی گئی وہاں چھمب جوڑیاں کا محاذ پٹھانکوٹ قادیان کی طرف تھا۔ ابتدا" ان محاذوں کی کمان جنرل اختر ملک اور بریگیڈیر عبدالعلی ملک کے ہاتھ میں تھی جو سگے بھائی ہونے کے علاوہ قادیانی العقیدہ تھے۔ جنرل اختر ملک ترکی میں وفات پاگئے۔ ان کی نعش وہاں سے ربوہ لائی گئی جہاں بہشتی مقبرے سے باہر ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں۔ پنجاب میں پانچویں اور چھٹی جماعت کی تاریخ و جغرافیہ کے نصاب میں ۱۹۶۵ء کی جنگ کا ہیرو جنرل اختر ملک اور بریگیڈیر عبد العلی کو بتایا گیا اور اول الذکر کی سہ رنگی تصویر شامل کی گئی ہے۔

ایک دوسری تصویر جنرل ابرار حسین کی بھی ہے' لیکن ۱۹۶۵ء کی جنگ کو اس طرح محدود کرنا اور صرف جنرل اختر حسین ملک یا بریگیڈیر عبدالعلی کا ذکر کرنا میرزائی امت کا پنجاب میں نئی پود کو ذہنا" اپنی طرف منتقل کرنے کا ہتھکنڈا ہے۔ عزیز بھٹی وغیرہ کو نظرانداز کرکے اور اس وقت کے آتش بجانوں کے سر سے گزر کے جنرل اختر ملک کو قومی ہیرو بنانا اور پڑھانا قادیانی سیاست کی شوخی ہے جو حصول اقتدار کی آئندہ کوششوں میں رنگ و روغن کا کام دیگی۔

بات سے بات نکلتی ہے۔ جنرل اختر ملک کے تذکرے کی رعایت سے اس ضمن کی دو باتیں حافظہ میں اور تازہ ہو گئیں۔

ا۔ نواب کالا باغ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے واقعات پر گفتگو کرتے ہوئے راقم سے بیان کیا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے ہماری محافظت کی ورنہ صورت حال کے پامال ہونے کا احتمال تھا۔

نواب صاحب نے فرمایا' میرزائی پاکستان میں حصول اقتدار سے مایوس ہو کر قادیاں پہنچنے کے لئے مضطرب ہیں۔ وہ بھارت سے مل کر یا بھارت سے لڑ کر ہر صورت میں قادیاں چاہتے ہیں اور اس غرض سے پاکستان کو بازی پر لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔ ایک دن میرے ہاں جنرل اختر حسین ملک آئے اور میں نے ملٹری سیکرٹری کرنل محمد شریف سے کہا کہ میں نے جنرل ملک سے اگر ملاقات کی تو صدر ایوب جو مجھ سے پہلے ہی بدظن ہو چکے ہیں اور ہوں گے اور یہ حسن اتفاق ہے کہ میں بھی اعوان ہوں' جنرل ملک بھی اعوان ہے اور تم (ملٹری سیکرٹری) بھی اعوان ہو' صدر ایوب کے کان میں الطاف حسین (ڈان) نے بات ڈال رکھی ہے اس سے کسی امریکن نے کہا ہے کہ نواب کالا باغ ایوب خان کے خلاف اندر خانہ خود صدر بننے کی سازش کر رہا ہے۔

اس وقت تو جنرل ملک لوٹ گئے' لیکن چند دن بعد نتھیا گلی میں ملاقات کا موقع پیدا کر لیا' کہنے لگے "میں صدر ایوب کو آمادہ کروں کہ یہ وقت کشمیر پر چڑھائی کرنے کے لئے بہترین ہے۔ یقین ہے کہ ہم کشمیر حاصل کر پائیں گے" مجھے حیرت ہوئی کہ بیٹھے بٹھائے جنرل کو یہ کیا سوجھی؟ بہر حال میں نے عذر کیا کہ میں نہ تو فوجی ایکسپرٹ ہوں نہ مجھے جنگ کے مبادیات کا علم ہے۔ آپ خود ان سے تذکرہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ صدر ایوب نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے کہ اس لڑائی کے جلد بعد بھارت براہ راست پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر حملہ کر دیگا۔

میں نے کہا کہ صدر مجھ سے پہلے ہی بد گمان ہے۔ وہ لازماً" خیال کرے گا کہ اعوان اس کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔

جنرل اختر ملک مجھ سے جواب پاکر چلے گئے۔ اس اثناء میں سی آئی ڈی کی معرفت مجھے ایک دستی اشتہار ملا جو آزاد کشمیر میں کثرت سے تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں

لکھا تھا کہ "ریاست جموں و کشمیر انشاء اللہ آزاد ہو گی اور اس کی فتح و نصرت احمدیت کے ہاتھوں ہو گی" (پیش گوئی مصلح موعود)

اور میرے لئے یہ ناقابل فہم نہ تھا کہ جنرل اختر ملک اس پیش گوئی کو سچا بنانے کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔

راقم نے نواب کالا باغ کی یہ گفتگو محترم مجید نظامی' ایڈیٹر نوائے وقت' کو بیان کی تو انہوں نے تائید کی کہ ان سے بھی نواب صاحب یہی روایت کر چکے ہیں۔

۲۔ ڈاکٹر جاوید اقبال سے ذکر آیا تو حیران ہوئے۔ فرمایا کہ اس جولائی میں سر ظفر اللہ خان نے مجھے امریکہ میں کہا تھا کہ صدر ایوب کو پیغام دوں کہ یہ وقت کشمیر پر چڑھائی کے لئے موزوں ہے' پاکستانی فوج ضرور کامیاب ہو گی جہاں تک ہندوستان کے ہاتھوں بین الاقوامی سرحد کے آلودہ ہونے کا تعلق ہے۔ ایسی کوئی چیز نہ ہو گی۔ میں نے صدر ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا' مجھ سے کہہ دیا ہے اور کسی سے نہ کہنا۔

صدر ایوب کو سر ظفراللہ نے پیغام دے کر اور جنرل اختر ملک نے خود حاضر ہو کر علاوہ دوسرے زعماء کے یقین دلایا تھا کہ کشمیر پر حملہ کرنے سے بھارت اور پاکستان میں براہ راست جنگ نہ ہو گی' لیکن پاکستانی فوجیں جب کشمیر کی طرف بڑھنے لگیں تو پاکستان کی بین الاقوامی سرحدیں ایکا ایکی بھارتی فوج کے حملہ کا شکار ہو گئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کو ہندوستان کے تابع کرنے اور اس کی جغرافیائی ہیئت کو نئی صورت دینے کے لئے عالمی استعمار کا جو منصوبہ تھا اس کو پروان چڑھانے کے لئے پاکستان کے بعض پر اسرار لیکن مخفی و معلوم ہاتھ بھی تھے۔ قدرت نے استعماری منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ مغربی پاکستان میں پنجاب کو بالواسطہ یا بلاواسطہ شکست ہو تو پاکستان کا عسکری بازو ٹوٹ جائے گا اور مشرقی پاکستان نتیجتہ" الگ ہو جائے گا۔ پنجاب کی پسپائی کے بعد سرحد' بلوچستان اور سندھ بلقان ریاستوں یا عرب ریاستوں کی طرح چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن جائیں گے۔

کشمیر اور احمدیت کے بارے میں اس سے پہلے یہ بات سطور بالا میں رہ گئی ہے کہ

قادیانی امت نے تحریک کشمیر (قبل از آزادی) اور جنگ کشمیر (بعد از آزادی) میں صرف اس لئے حصہ لیا کہ مرزا بشیر الدین محمود جس قادیانی ریاست کا خواب دیکھتے تھے ان کی نگاہ میں کشمیر ہر لحاظ سے موزوں تھا۔ جماعت احمدیہ کی کشمیر سے دلچسپی کا سبب دوست محمد شاہد نے تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ ۴۴۵ تا ۲۸۹ میں مرزا محمود کی روایت سے لکھا ہے:۔

ا۔ وہاں مسیح اول دفن ہیں اور مسیح ثانی (غلام احمد) کے پیروؤں کی بڑی جماعت آباد ہے۔

۲۔ وہاں تقریباً اسی ہزار احمدی ہیں۔

۳۔ جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہو اس ملک کی فرمانروائی کا حق احمدیوں کو پہنچتا ہے۔

۴۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب امام الدین کو گورنر بنا کر کشمیر بھیجا تھا تو ان کے ساتھ مرزا غلام احمد کے والد بطور مددگار گئے تھے۔

۵۔ حکیم نور الدین خلیفہ اول مرزا محمود کے استاد اور خسر شاہی حکیم کے طور پر کشمیر میں ملازم رہے تھے۔

ان نکات ہی کو ملحوظ رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ قادیانی امت کی کشمیر سے ہمدردی کسی عام انسانی مسئلہ یا عام مسلمانوں کی ہمدردی کے جذبہ سے نہیں تھی نہ ہے بلکہ وہ اپنے مخصوص تعلق اور حزبی مفاد کے لئے پورے پاکستان اور تمام مسلمانوں کو استعمال کرتے رہے ہیں۔

بلوچستان کو احمدی ریاست بنانے کا خواب پراگندہ ہو گیا۔ (اس کے لئے ہم شاہ ایران کے بھی شکر گزار ہیں) ادھر کشمیر سے متعلق ۱۹۴۸ء ۱۹۶۵ء کی دونوں مہمیں بے نتیجہ رہیں۔ ادھر ۱۹۶۵ء کے بعد برعظیم سے متعلق عالمی استعمار نے کانٹا بدلا۔ قادیانی امت کا اس کے ساتھ بدلنا ایسا ہی تھا جیسے انجن مڑتے ہی گاڑی مڑ جاتی ہے۔ اب پاکستان کو ملیا میٹ کرنے کی استعماری کوشش میں سے ایک کوشش یہ تھی کہ:۔

ا۔ مشرقی پاکستان کو الگ کیا جائے۔ قادیانی عقلاً نے وہ سب کچھ کیا جو اس کے

لئے ضروری تھا انہوں نے مشرقی پاکستان۔کے لئے شکایات کو جنم دیا۔ پھر پروان چڑھایا۔ ایم ایم احمد نے حکومت پاکستان کے فنانس سیکرٹری مالی مشیر اور منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے بنگالیوں کو اتنا بے بس اور بیزار کر دیا کہ وہ علیحدگی کی تحریک میں ڈھل گئے۔ مشرقی پاکستان کے مصیبت زدگان کو سرکاری امداد سے محروم رکھا گیااور اس کے مسئول ایم ایم احمد تھے۔

۲۔ جب تک مشرقی پاکستان علیحدہ نہ ہو' قادیانیوں کے لئے پاکستان میں اقتدار کا سوال خارج از بحث تھا۔ کیونکہ اکثریت مشرقی پاکستان کی تھی اور شیخ مجیب الرحمن قادیانی امت کی ان حرکات کو بھانپ کر ان سے باخبر ہو گئے تھے وہ ایم ایم احمد کی حرکات پر پبلک میں بیان دے چکے اور ان کی فوری علیحدگی کے خواہاں تھے۔ اس بیان کے فوراً" بعد چودھری ظفر اللہ خان ان سے ملنے ڈھاکہ گئے۔ دوسرے یا تیسرے دن تخلیہ میں ملاقات ہوئی اور آخر وہی ہوا جو مرزائی امت کے ظفر اللہ خان یا ایم ایم احمد سے ٹکراؤ کا نتیجہ ہو سکتا تھا کہ ایم ایم احمد کو علیحدہ کرنے سے پہلے مجیب الرحمن پاکستان سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گئے۔

۳۔ اب میرزائی تمام تجربوں کو حسب مرادانہ پاکر پاکستان میں عالمی استعمار کا آخری ناٹک کھیل رہے ہیں۔ انہوں نے امریکہ کے یہودیوں کی طرح ملک کی مالیات (بینکنگ' انشورنس اور انڈسٹری) میں اس قسم کا اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ انہیں ان کے پس منظر' پیش منظر اور تہہ منظر سے خارج نہیں کیا جا سکتا اب ان کے اقتدار کی راہ میں یہ چیزیں معاون ہو سکتی ہیں اور یہ کہنا جرم نہ ہو گا کہ پاکستان کی فضائیہ اپنے چیف سے لے کر آئندہ جانشینوں کی ایک کڑی تک ان کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح بری فوج کے دونوں کور کمانڈر (جنرل عبد العلی اور جنرل عبد الحمید) ان کے ہیں ان کے ساتھ ایک ڈار بندھی ہوئی ہے۔

۴۔ ملک کی بعض اہم آسامیاں قادیانی لے رہے ہیں۔ مثلاً" پنجاب میں ٹیکسٹ بک بورڈ کا چیئرمین غالب احمد قادیانی ہے۔ پنجاب کے بہاولپور کے علاقہ کی انشورنس کارپوریشن کا جنرل مینجر جنجوعہ قادیانی ہے۔ لاہور میو ہسپتال کا میڈیکل سپرنٹنڈنٹ

قادیانی ہے۔ غرض ایسے کئی ادارے قادیانی امت کے ہاتھ میں ہیں' جہاں اس کے افراد کی بڑی سے بڑی اکثریت معاشی طور پر پرورش پاسکتی اور سیاسی طور پر اقتدار کی راہیں ہموار کرتی ہے۔

۵۔ ابھی تک پریس قادیانی امت کے ہاتھ نہیں آسکا۔ لیکن وزارت اطلاعات و نشریات کی معرفت پریس کو مہربلب کر دیا گیا ہے۔ اور ملک کے بیشترورکنگ جرنلسٹوں میں کرپشن کی نیو رکھ دی گئی ہے جس کی بدولت قادیانیت کے پیچ وخم کا مسئلہ خارج از احتساب ہو چکا ہے۔

۶۔ ملک کے بعض اہل قلم اور اہل صحافت کو بالواسطہ و بلاواسطہ مختلف شکلوں میں معاوضہ دے کر اس قسم کے مضمون لکھوائے جارہے ہیں جس سے قادیانی امت کے مخالفین ضعیف ہوتے جائیں اور اس انتشار و افتراق کو ہوا ملتی رہے جو ان کے آئندہ اقتدار کی ضروری اساس ہے۔

۷۔ سرحد و بلوچستان کی علیحدگی سے متعلق بالکل انہی خطوط پر قادیانی امت اقدام و کلام کا انبار لگا رہی ہے۔ جن خطوط پر شیخ مجیب الرحمن کو رگیدا جا رہا تھا۔ میرزائی امت بظاہر پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے لیکن اس کے مختلف نوجوان مختلف پارٹیوں میں حسب ہدایت شامل ہیں۔ پنجاب نیشنل عوامی پارٹی میں ایک ایسا احمدی نوجوان شریک ہے جس کا بھائی بڑے دنوں سے کراچی کا ڈپٹی کمشنر ہے اور باپ مرزا غلام احمد کا صحابی ایک زمانہ میں ہکک کا قانونی مشیر تھا۔ قادیانی امت کا طرز عمل یہ ہے کہ مذمت کے روپ میں سرحد و بلوچستان کی سیاسی فضا کو اتنا مسموم کر دیا جائے کہ علیحدگی کا مطالبہ حقیقت بن جائے جب عالمی استعمار کی خواہش کے مطابق پاکستان جو کبھی مغربی پاکستان تھا کئی ریاستوں مثلاً" پختونستان' بلوچستان اور سندھو دیش وغیرہ میں تقسیم ہو تو پنجاب میں حکمران طاقت' یا سکھوں کے ساتھ مشترکہ طاقت کی سربراہی انکے ہاتھ میں ہو۔

میرزائی سیاست کا نقشہ یہ ہے کہ عالمی استعمار اس پاکستان کو ضرب و تقسیم سے تین چار ریاستوں میں بانٹنے کا ارادہ کر چکا ہے پختونستان بنے گا' بلوچستان بنے گا'

سندھو دیش بنے گا۔ ان کے اضلاع میں تھوڑا بہت رد و بدل ہو گا۔ ہو سکتا ہے سندھ کا کچھ علاقہ بھارتی راجستھان کو چلا جائے۔ پختونستان میں پنجاب کے ایک دو اضلاع آجائیں۔ بلوچستان سندھ کے ایک دو اضلاع لے جائے اور پنجاب میں ڈیرہ غازی خاں کے ضلع پر اس کی نگاہ ہو لیکن جتنی جلدی یہ ہو قادیانی اپنے لئے اتنا ہی مفید سمجھتے ہیں۔ قادیانی امت کی اس مہرہ بازی کا حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے اس ہلقانی مقدر کے بعد پاکستان ختم ہو جائے گا تو سکھ استعماری شہ اور بھارتی تعاون سے پنجاب پر اپنے اس استحقاق کا دعویٰ کریں گے کہ وہ ان کے گوروؤں کی نگری ہونے کے باعث ان کا ہے جس طرح یہود نے فلسطین کو اپنے پیغمبروں کے مولد و مسکن و مرقد' ہونے کی بنا پر حاصل کیا اور اسرائیل بنا ڈالا۔ اسی طرح پنجاب سکھوں کے لئے ہو گا' بعض معلوم وجوہ کے باعث پنجاب اس وقت پختونستان' سندھو دیش اور بلوچستان کی ناراضی میں گھرا ہو گا۔ میرزائی امت گوروؤں کی نگری کے طالبین سے معانقہ کر کے اپنے "مدینتہ النبی" قادیان کی مراجعت پر خوش ہو گی۔تب عالمی استعمار کی مداخلت سے ایک نیا پنجاب پیدا ہو گا جو سکھ احمدی ریاست ہو گا اور جس کا پاکستانی وجود ختم ہو جائے گا۔

پاکستان کا اصل خطرہ یہ ہے کہ پنجاب اس خوفناک سانحہ کی زد میں ہے' نہ جانے حزب اقتدار اور حزب اختلاف اس بارے میں کیوں غور نہیں کرتیں۔ اس سیاسی مسئلہ کا اس وقت تعاقب نہ کیا گیا اور ایک پولٹیکل خطرہ کے طور پر اس کا محاسبہ نہ کیا گیا تو کیا پاکستان کی آنکھ اس وقت کھلے گی جب طوفان سر سے گزر چکا ہو گا اور پاکستان کی تاریخ استعماری انقلاب کے ہاتھوں الٹ چکی ہو گی تب مورخ یہ لکھیں گے کہ ان علاقوں میں ایک ایسی قوم رہتی تھی جس نے اپنے مسلمان ہونے کی بنیاد پر برعظیم ہندوستان سے کٹ کے ایک علیحدہ ملک پاکستان بنوایا تھا' لیکن اس پر تیسری یا چوتھی دہائی بھی نہ گذری تھی کہ اپنی مجرمانہ غفلتوں اور احمقانہ سرکشیوں سے اس ملک کو خود مٹا ڈالا اور اب وہ ملک و قوم ماضی کی ایک طربناک یاد کا المناک تتمہ ہیں!

تحریک ختم نبوت از شورش کاشمیری ص۲۰۴ تا۲۱۰

مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے اس مشکل وقت میں اسلامیان پاکستان کو

جذبہ جہاد سے سرشار کرنے کے لئے ملک کے طول و عرض کے سفر کئے جہاد کانفرنسیں منعقد کیں تمام دینی جماعتوں پر مشتمل اسلامی جمہوری محاذ قائم کیا۔ اس سلسلہ میں ذیل کی دو خبروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ملتان ۸ ستمبر (سٹاف رپورٹر) ملتان ڈویژن بھر میں بھارتی افواج کا سر کچلنے کے لئے زبردست جوش و خروش پایا جاتا ہے آج ملتان کے اکسٹھ نوجوان وکلا نے اعلان کیا ہے کہ وہ مجاہدین کے لئے کمبائنڈ ملٹری ہسپتال پہنچ کر خون دیں گے آج ملتان کی ٹریڈ یونینوں کے ایک سو ارکان نے ہسپتال میں خون دیا ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان مولانا محمد علی جالندھری نے بتایا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے تیس مبلغ جہاد کی تبلیغ کے لئے مختص کر دیئے گئے ہیں اور جماعت کے رضاکار جہاد میں شرکت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ (نوائے وقت ملتان۔ ۹ ستمبر ۱۹۶۵ء)

متحدہ اسلامی محاذ کے وفد کی گورنر سے ملاقات

قومی دفاعی فنڈ کے لئے سات ہزار کا عطیہ

لاہور ۱۹/ ستمبر۔ آج متحدہ اسلامی محاذ کے وفد نے صوبائی گورنر ملک امیر محمد خاں سے ملاقات کی اور انہیں سات ہزار روپے کا چیک قومی دفاعی فنڈ کے لئے پیش کیا۔ وفد میں مجلس احرار اسلام جمعیت العلماء اسلام تنظیم اہل سنت تنظیم اہل حدیث مجلس تحفظ ختم نبوت' دیو بندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے نمائندے شامل تھے جن میں شیخ حسام الدین' مولانا کوثر نیازی' مولانا غلام غوث ہزاروی اور جامعہ اشرفیہ کے مولانا عبد الرحمٰن کے نام نمایاں ہیں انہوں نے پیش کش کی کہ محاذ کے ارکان دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ گورنر نے ان کے احساسات اور جذبات کی تعریف کی اور اس آزمائش کے دور میں ان کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔ (امروز لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

جہاد کو تمام عبادتوں سے مقدم قرار دیا گیا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کی تقاریر

بہاول پور۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد الصادق میں ایک

عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے صدر مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے افواج پاکستان کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور صدر ایوب کی دانشمندانہ قیادت کی تعریف کی انہوں نے کہا صدر ایوب نے ایک غیرت مند مسلمان کی طرح بڑی طاقتوں سے صاف صاف کہہ دیا اور انکا یہ فقرہ تاریخ پاکستان میں آب زر سے لکھا جائے گاکہ ہمیں دوستوں کی ضرورت ہے آقاؤں کی نہیں قاضی صاحب نے کہا دین نام ہے غیرت کا۔ اگر قوم غیور و خودشناس نہ ہو تو وہ دھرتی کا بوجھ ہے اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے انہوں نے کہا میں نے راجستھان سے لے کر آزاد کشمیر تک کے محاذوں کا دورہ کیا ہے اور محسوس کیا ہے کہ ہماری فوجیں اور ہمارے عوام جذبہ جہاد سے پوری طرح سرشار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جذبہ کے ساتھ ساتھ ملی اتحاد کو بھی قائم رکھا جائے قاضی احسان احمد کی تقریر سے قبل مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی جالندھری نے ایک مؤثر تقریر کی انہوں نے قرآن حکیم کی ایک آیۃ کریمہ کے حوالہ سے میدان جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی کے لئے دو شرطوں کا ذکر کیا ایک دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور دوسرے میدان جنگ میں اللہ کا بکثرت ذکر قرون اولی کے مسلمانوں کی کامیابی کا راز اسی میں مضمر تھا کہ وہ اللہ کے ذکر کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھتے تھے۔(لولاک ۲۶/ نومبر۱۹۶۵ء)

ذیل میں مجلس کی روائیداد ۱۳۸۴ مطابق از جون ۱۹۶۴ء تا مئی ۱۹۶۵ء کا مقدمہ پیش خدمت ہے جو مولانا محمد شریف جالندھری کا مرتب کردہ ہے۔ قادیانیت کے عقائد اور مجلس کی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

آپ کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہے کہ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نبوت کے خاتمہ کے بعد ہر مدعی نبوت (خواہ وہ ظلی و بروزی کا سہارا کیوں نہ لیتا ہو) دجال' کذاب' کافر اور دائرہ اسلام

سے خارج ہے۔ موجودہ فتنہ عمیاء جواسود ہندی اور مسیلمہ پنجاب کے پیروکاروں نے ملک میں برپا کیا ہوا ہے' اس کا رد کرنا اور عالم اسلام کو عموماً" اور اہل پاکستان کو خصوصاً" ان کے عقائد باطلہ سے خبردار کرنا جماعت کے اولین مقاصد سے ہے' اپنے عقیدہ کی حفاظت اور تمام ملت اسلامیہ جو عقیدہ ختم نبوت کو ایمان کا جزو اعظم سمجھتی ہے اس کو بیرونی و اندورنی فتنوں سے خبردار کرنا ہمارا نبیادی اور جمہوری حق ہے:۔

نیز اپنے ہم عقیدہ لوگوں کو اپنے مسلک کے دلائل اور براہین سے روشناس کرانا کوئی قانونی جرم اور اخلاقی ضابطہ کی خلاف ورزی نہیں ہے جبکہ مندرجہ بالا فتنہ ہماری ہی ملت میں گھس کر ہمارے ہم عقیدہ لوگوں کو رات دن گمراہ کرنے کی کوشش میں منہمک ہے تو ہم پر اور زیادہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ اس فتنہ سیاہ کے چہرہ سے نقاب کشائی کریں۔ اس روداد میں ہم آپ کو اس فرقہ ضالہ کے اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کی حقیقت سے روشناس کرانا چاہتے ہیں کہ ان کا یہ لکھنا کہ...اسلام دنیا کے کناروں تک پھیلانے والے صرف ہم قادیانی ہیں.....کہاں تک مبنی برحقیقت ہے جس سے بظاہر بعض حضرات متاثر ہوتے ہیں کہ دیکھا یہ جماعت ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے اور اس پروپیگنڈا کو تقویت دینے والے قادیانی جماعت کے وہ قد آدم پوسٹر اور پمفلٹ بھی ہیں جو مندرجہ بالا عنوان سے چھاپ کر ہماری مسلم آبادی میں انکی دکانوں اور چورستوں میں پھینک جاتے ہیں۔ یہ قادیانی مرکز سے ان کے نام بذریعہ ڈاک روانہ کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک پمفلٹ بعنوان۔ جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام۔۔۔" ربوہ سے شائع شدہ ملتان کے قادیانی فرقہ کے سیکرٹری منور احمد نے ایک مسلمان جناب بشیر احمد صاحب ۲۵۰/بی سیکم ۃ ملتان شہر کے نام روانہ کیا ہے اور اس پمفلٹ میں مرزا مبارک احمد کی ایک تقریر چھاپ کر تقسیم کی گئی ہے۔ جسمیں مرزا صاحب نے الہاموں کے نام سے یورپ میں اسلام پھیلانے کا تذکرہ ہے۔ اور چند آدمیوں کے نام دیکر یہ بلور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ گویا یہ لوگ کفر سے نکل کر ملت اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور لفظ اسلام کا تکرار اس رسالہ میں اتنی بار کیا گیا ہے کہ خواہ مخواہ سادہ دل

مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یار جن لوگوں کو ہمارے علمائے اسلام مسلمان نہیں سمجھتے' یہ تو باہر لوگوں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ بس اس صحبت میں اسی فریب کا پردہ چاک کرنا ہے۔ کہ کیا واقعی یہ اسی اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں جو حضرت خاتم الانبیاء جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لائے تھے یا قادیانی اپنا اختراعی اسلام پیش کرتے ہیں۔ نام اسلام کا لیتے ہیں اور مراد اس سے قادیانیت ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے مرزا غلام احمد صاحب لفظ اسلام کی مندرجہ ذیل تشریح کرتے ہیں:۔

اسلام سے مراد فرقہ احمدیہ

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ ۔ (قادیانیہ—مؤلف)۔ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔ اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہو گا۔!"

(ملاحظہ ہو تحفہ گولڑویہ تختی خورد ص ۹۰ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

اگر شبہ ہو کہ خواہ وہ اسلام سے مراد قادیانی مذہب ہی لیتے ہوں 'مگر باہر کے ملکوں میں اسلام ہی کی تبلیغ کرتے ہیں' تو یہ شبہ بالکل غلط ہے۔ کہ قادیانی فرقہ کے بانی کے نزدیک جس اسلام میں ان کا تذکرہ نہ ہو' وہ مردہ اسلام ہے۔

مردہ اسلام

چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفہ قادیانی راوی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) کی زندگی میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی تجویز پر ۱۹۰۵ء میں ایڈیٹر صاحب اخبار "وطن" نے ایک فنڈ اس غرض سے شروع کیا تھا کہ اس (رسالہ ریویو آف ریلجز قادیان) کی کاپیاں بیرونی ممالک میں بھیجی جائیں بشرطیکہ اس میں حضرت مسیح موعود کا نام نہ ہو مگر حضرت اقدس (مرزا) نے اس تجویز کو اس بنا پر رد کر دیا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے؟ (حوالہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

ناظرین کرام! جس اسلام کی تبلیغ کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ ہم دنیا کے کناروں

تک اس کی تبلیغ کر رہے ہیں، وہ تبلیغ قادیانیت ہے نہ کہ تبلیغ اسلام۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود کے الفاظ ملاحظہ فرمادیں، وہ فرماتے ہیں:۔

ہمارا مقصد تبلیغ قادیانیت ہو گا

ہندوستان سے باہر ہر ایک ملک میں ہم اپنے واعظ بھیجیں۔ مگر میں اس بات کہنے سے نہیں ڈرتا کہ اس تبلیغ سے ہماری غرض سلسلہ احمدیہ کی صورت میں اسلام کی تبلیغ ہو۔ میرا یہی مذہب ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پاس رہ کر اندر باہر ان سے بھی یہی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ یہی میری تبلیغ ہے۔ پس اس اسلام کی تبلیغ کرو جو مسیح موعود لایا۔ (حوالہ ملاحظہ ہو منصب خلافت ص ۲۱،۲۲)

مرزا غلام احمد کے بغیر اسلام ایک خشک درخت ہے

اور یہی چیز چوہدری محمد ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان بن جانے کے بعد جہانگیر پارک کراچی میں مئی ۱۹۵۲ء میں دہرائی تھی جس سے مسلمان مشتعل ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی۔ اس اشتعال کا اعتراف مسٹر محمد منیر صدر انکوائری کمیشن نے اپنی رپورٹ میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تحقیقاتی رپورٹ ص۷۷

چودھری ظفر اللہ قادیانی کے اصل الفاظ

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ احمدیت خدا تعالٰی کا لگایا ہوا پودا ہے۔ یہ پودا اسلام کی حفاظت کی غرض سے کھڑا کیا گیا ہے جس کا وعدہ قرآن مجید میں دیا گیا تھا۔ اگر نعوذ باللہ آپ کے وجود (یعنی مرزا غلام احمد) کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح ایک خشک درخت شمار کیا جائے گا اور اسلام کی کوئی برتری دیگر مذاہب سے ثابت نہیں ہو سکتی

ملاحظہ ہو، "الفضل" لاہور مورخہ ۳۱/ مئی ۱۹۵۲ء) و (المصلح کراچی ۲۳ مئی ۱۹۵۲ء)

آپ نے سن لیا کہ چودھری صاحب کے نزدیک بھی غلام احمد کے وجود کو اگر نکال دیا جائے تو یہ اسلام مردہ اسلام ہے زندہ اسلام نہیں یہی وہ الفاظ ہیں جو مسلمانان

کراچی' برداشت نہ کر سکے اور پورے پاکستان میں یوں محسوس ہونے لگا کہ اب قادیانیت کی تبلیغ سنگینوں کے زیر سایہ خواجہ ناظم الدین مرحوم نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔

اس قدر حقیقت واضح ہونے کے بعد اب بھی اگر آپ اس شبہ میں مبتلا ہوں کہ آخر قادیانی فرقہ بھی خدا' رسول' نماز' روزہ' حج' زکوۃ کو مانتا ہے۔ پھر ان کا اور ہمارا اسلام جدا کیسے ہو گا۔ تو اس شبہ کا جواب بھی آپ خلیفہ قادیانی مرزا محمود احمد کی زبانی سن لیں' فرماتے ہیں:۔

مسلمانوں سے ہماری ہر ایک چیز جدا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات' رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم' قرآن' نماز' روزہ' حج' زکوۃ' غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے۔(ملاحظہ اخبار "الفضل" قادیان مورخہ ۳۰جولائی۱۹۳۱ء)

ناظرین کرام! آپ نے مندرجہ بالا حوالوں سے یہ معلوم کر لیا کہ قادیانیوں کا اسلام اور ہے اور مسلمانوں کا اسلام اور ہے۔ اب مرزا غلام احمد نے جو اپنے اسلام کی تعریف کی وہ خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:۔

مرزا غلام احمد کے مذہب کے دو حصے

"سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسری اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو' جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔"(مقدمہ شہادت القرآن صفحہ ج)

دیکھ لیا آپ نے مرزا غلام احمد کے اسلام کے دو حصے ہیں۔ خدا کی اطاعت اور

گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت۔ لیکن مسلمانوں کے اسلام کے پانچ حصے ہیں۔
(۱) کلمہ شہادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) حج (۵) زکوۃ۔

معلوم ہوا کہ قادیانی اسلام دو رکنوں پر قائم ہے اور مسلمانوں کا اسلام پانچ ارکان پر قائم ہے۔ تو پتہ چلا کہ واقعہ" قادیانی اسلام اور ہے اور ہمارا اسلام اور۔ رہی یہ بات کہ قادیانی فرقہ نے باقی احکام میں گو ترمیمیں کر لی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی ذات میں کوئی اختلاف نہیں وہ تو دونوں کا ایک ہے۔ تو واضح رہے کہ قادیانی مذہب کا خدا بھی مسلمانوں کے خدا سے جدا ہے کیونکہ مسلمانوں کا خدا **لیس کمثلہ شئی** اور **قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد ولم یکن لہ کفوا" احد** ہے۔ یعنی وہ ایک ہے' بے نیاز ہے' نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ خود کسی سے جنا گیا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ غرضیکہ تمام صفات رزیلہ سے پاک ہے۔ لیکن قادیانی مذہب کے خدا کے متعلق سینے' مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

قادیانیوں کا عاجی خدا

"مجھے الہام ہوا' ربنا عاج"! (ملا خطہ ہو' براہین احمدیہ ہر چہار حصہ اول ص۵۱۵)

اس کتاب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی ابھی تک نہیں کھلے اب آیئے کتب لغت کے ذریعے ہم آپ کو عاج کا معنی بتاتے ہیں۔ تو عاج کا ترجمہ ہاتھی دانت' یا گوبر کے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قادیانی خدا ہاتھی دانت یا گوبر کا بنا ہوا ہے۔ نیز اس الہام کے ساتھ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یاد رہے کہ اس لفظ (عاج) کے معنی ابھی تک نہیں کھلے۔ یہ الہام ۱۸۸۴ء کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ متبنی کاذب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر ان کی زندگی کے آخری لحات (۱۹۰۸ء) تک ٹیچی ٹیچی نے ان کو اس کا ترجمہ تک نہیں بتایا۔

اب تو ناظرین پر بخوبی واضح ہو چکا ہے۔ کہ قادیانی خدا مسلمانوں کے خدا سے جدا ہے اور ان کا اسلام بھی ہمارے اسلام سے مختلف ہے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی' کہ قادیانی باہر کے ممالک میں اسلام محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تبلیغ نہیں کرتے

بلکہ اپنے من گھڑت اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں جس کا رکن اعظم سلطنت برطانیہ کی اطاعت ہے تو خیال گزرتا ہو گا' کہ آخر بیرونی ممالک میں ان کے یہ مشن کیسے قائم ہو گئے۔ تو اس کا جواب آپ کو مرزا غلام احمد کی مندرجہ ذیل تحریر سے ملے گا۔

گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری

چنانچہ مرزا غلام احمد اپنے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"میں ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گر-فن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے"۔

(ملاحظہ اشتہار واجب الاظہار ص۲'۳ ملحقہ کتاب البریہ) پھر اسی اشتہار کے ص۴'۵ پر تحریر کرتے ہیں:۔

پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب زیموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔"

نیز اسی اشتہار کے صفحہ ۶ '۷ پر تحریر کرتے ہیں:۔

"پھر میں نے اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد جو ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جسقدر میں نے کتابیں تالیف کیں۔ ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی۔اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اس امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی' فارسی میں کتابیں عرب' بلادشام اور روم

اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہو گا۔" (ملاحظہ ہو' اشتہار واجب الاظہار ملحقہ کتاب البریہ)

قارئین کرام! مرزا غلام احمد قادیانی نے جو کچھ مسئلہ جہاد کے خلاف اور اطاعت گورنمنٹ انگریزی کے بارے میں لکھا ہے۔ ان رسالوں اور کتابوں کی تعداد معلوم کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ فرما دیں۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے

پچاس ہزار کتابیں

اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعاگو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو' فارسی' عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں' یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں۔" (ملاحظہ ہو ستارہ قیصرہ ص ۷ مرزا غلام احمد)

آپ کے سامنے پچاس ہزار کی تعداد جب آ ہی گئی تو حجم اور ضخامت بھی مرزا صاحب ہی سے سن لیجئے۔ تحریر کرتے ہیں:۔

پچاس الماریاں

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اسقدر کتابیں لکھیں ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو تریاق القلوب تختی خورد ص ۲۵)

اگر آپ یہ شبہ کریں کہ کونسی چیز تھی جس نے مرزا غلام احمد کو انگریز کا اتنا کاسہ لیس بنا دیا تھا' تو اس کا جواب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی حسب ذیل تحریر میں موجود

ہے' ملاخطہ فرمادیں:۔

گورنمنٹ برطانیہ کا اول درجہ کا خیر خواہ

میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گونمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجہ پر بنا دیا ہے۔ اول والد مرحوم کے اثر نے دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے تیسرے خدا تعالٰی کے الہام نے (ملاخطہ ہو ضمیمہ نمبر۳ منسلکہ تریاق القلوب بار دوم ص۳۱۰)

مندرجہ بالا اقتباس میں مرزا صاحب نے گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کا تذکرہ اتنا مبہم الفاظ میں کیا ہے کہ ہر شخص ان کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکتا' ہمارے خیال میں اس سلسلہ میں ایک بیرونی شہادت نقل کی جائے۔ شاید ان احسانات پر روشنی پڑ سکے۔

ایک بیرونی شہادت

"جناب میاں غلام علی صاحب سابق جج کا بیان ایک تاریخی واقعہ"

میں ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک ضلع کرنال میں سینئر سول جج تعینات تھا اس دوران میں غالباً" مجھے کسی معائنہ کے موقعہ کے لئے "پونڈری" کے ڈاک بنگلہ میں دو روز قیام کرنا پڑا۔ "پونڈری" "کرنال" اور "کیتھل" کی درمیانی سڑک پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ ڈاک بنگلہ میں ایک الماری ہے۔ جس میں پرانی کتابیں رکھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک کتاب لی جو مجلد تھی۔ دراصل اس میں لندن کے رسالے کے کئی حصے یکجا کئے ہوئے تھے میں نے ایک حصہ کے مضامین کی ہیڈنگ پڑھنا شروع کئے۔ اس خیال سے کہ جو ہیڈنگ میری دلچسپی کا باعث ہو گا اسے پڑھوں گا اتفاق سے ایک ہیڈنگ "مہدی" تھا اس مضمون کو کسی پادری نے لکھا تھا جس کا نام ایوارنڈر لکھا تھا میں نے اس مضمون کو بغور پڑھا۔ بلکہ دو مرتبہ پڑھا۔ کئی صفحوں کا یہ نہایت دقیق مقالہ تھا مجھے پورے پورے الفاظ تو یاد نہیں مگر یہ ضرور یاد ہے کہ پادری صاحب نے مضمون کو اس طرح شروع کیا تھا کہ آج کل مسلمانوں کے سنہ ہجری کی چودھویں صدی شروع ہو رہی ہے اور

مسلمانوں میں یہ خیال مذہبی حیثیت کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس صدی ہجری میں ایک مہدی آئے گا جو مسلمانوں کی گئی ہوئی عظمت پھر بحال کرے گا۔ مسلمانوں کی فتح ہو گی۔ مذہب اسلام تمام دنیا میں پھیل جائیگا۔ پھر پادری صاحب نے اس آنے والی مصیبت کی روک تھام کے لئے دو تجاویز پیش کی تھیں۔ اول یہ کہ نہایت غور اور صحت سے معلوم کرو کہ کہاں اور کس جگہ یہ مہدی پیدا ہو رہا ہے اور اس کو وہیں کچل ڈالو۔ دوسری تجویز یہ پیش کی ہم خود مسلمانوں میں کوئی مہدی بنائیں اور اس کی ہر طرح امداد کریں۔ اس سے وفاداری کا عہد لے کر اس کی اس طرح شہرت کریں کہ مسلمان اصل مہدی کو بھول کر اسے قبول کر لیں۔ پادری صاحب نے دوسری تجویز کی حمایت کی تھی میں نے مطالعہ کے بعد کتاب اس الماری میں رکھ دی اور واپس کرنال چلا آیا۔ اس مضمون کا میرے دل پر گہرا اثر رہا۔ میں اکثر اس مضمون کا ذکر اپنے دوستوں بلکہ احمدی صاحبان سے بھی کرتا تھا۔

۱۹۳۸ء میں ملازمت کے بعد میں نے دہلی قرول باغ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہاں ایک اپنا مکان تعمیر کر لیا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میرے پاس دو صاحب تشریف لائے انہوں نے کہا کہ ان کو غلام احمد صاحب پرویز نے بھیجا ہے۔ پرویز صاحب ان ایام میں گورنمنٹ آف انڈیا میں کسی اچھے عہدے پر فائز تھے۔ ان دونوں صاحبان نے مجھے کہا کہ پرویز صاحب ایک کتاب ختم نبوت پر لکھ رہے ہیں اور ان کو معلوم ہوا ہے کہ اس امر میں آپ کے پاس کچھ مواد ہے۔ وہ یہ مواد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو "پونڈری" ڈاک بنگلہ کا حوالہ دیا اور پتہ بتایا تاکہ وہاں الماری میں جو کتابیں پڑی ہیں ان میں سے یہ مضمون تلاش کر کے حوالہ نوٹ کر لیں یا نقل کر لیں چند روز کے بعد وہ صاحبان میرے پاس پھر آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے پونڈری ڈاک بنگلہ سے وہ کتاب تلاش کر لی ہے مگر اس میں جو مضمون "مہدی" پر تھا وہ غائب ہے اور نکالا ہوا ہے اور باقی کتاب قائم ہے۔ ہمارا یہ خیال ہوا کہ جس کے خلاف یہ مضمون ہو گا۔ اس نے ہی نکالا ہے بعد ازاں یہ معاملہ کم از کم میرے لئے کوئی دلچسپی کا باعث نہ رہا۔ مگر میں اس کا ذکر

کبھی کبھی دوستوں میں کر دیا کرتا تھا۔

۱۹۵۳ء میں جب مرزائیوں کے خلاف ایجی ٹیشن ہوئی تو پھر اس معاملہ کا خیال خصوصیت سے آیا اور میں نے مندرجہ بالا امور جہاں تک مجھے یاد تھے تحریر کر کے تحقیقاتی عدالت کو بھیجدیئے علاوہ ازیں میں نے خود بھی غلام احمد صاحب پرویز کو خط لکھا وہ ان دنوں کراچی میں تھے ان کا جواب آیا کہ دہلی میں ہی انہوں نے اس رسالے کے ناشران کو لندن میں لکھا تھا کہ اس رسالے کی کاپیاں پرویز صاحب کو مہیا کریں اور قیمت وصول کر لیں میں رسالے کا نام بھول گیا تھا مگر پرویز صاحب کو معلوم تھا رسالہ "بلیک وڈ میگزین" لندن تھا۔ ناشران رسالہ نے پرویز صاحب کو جواب دیا کہ ان کے پاس اتنی پرانی کاپیاں نہیں ہیں میں نے یہ سارا قصہ مولانا مظہر علی صاحب اظہر کو بیان کیا تھا۔ ملاحظہ ہو روزنامہ نوائے پاکستان لاہور' مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء اب اس سلسلہ اس کی اندرونی شہادت یعنی مرزا غلام احمد کی اپنی تحریر ملاحظہ فرماویں۔ تحریر کرتے ہیں۔

اے بابرکت قیصرہ ہند تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ ملاحظہ ہو ستارہ قیصرہ ص۹

اس عبارت سے ملتی جلتی عبارت مندرجہ بالا کتاب کے صفحہ ۶ پر لکھ چکے ہیں اصل الفاظ ملاحظہ فرماویں۔ اے ملکہ معظمہ تیرے وہ پاک ارادے ہیں۔ جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش ہے جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے اس لئے تیرے عہد سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لئے موزوں ہو سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا۔ کیونکہ نور۔ نور کو پانی کی طرف کھینچتا ہے۔ اور تاریکی تاریکی کو۔ (ملاحظہ ہو ستارہ قیصرہ ص۶

مندرجہ بالا دونوں قسم کی شہادتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی

ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو لندن کے اس پادری کی سکیم کے ماتحت مہدی بنا کر کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ ملکہ وکٹوریہ کی پاک نیتوں کی تحریک کا تذکرہ بھی فرما رہے ہیں کہ آپ کی تحریک پر خدا نے مجھے بھیجا۔ اور انگریز کے عہد ظالمانہ کو مسیح موعود کے آنے کا موزوں وقت بتلا رہے ہیں۔ اور پادری صاحب کی تحریک کی بناء پر مختلف طریقوں سے بار بار گورنمنٹ انگریزی کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کو مطمئن کرنے کے لئے حسب ذیل الفاظ لکھتے ہیں۔

اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے' کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ (ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۷ مجموعہ اشتہارات مرزا)

لیجئے جو کچھ لندن کے پادری صاحب چاہتے تھے وہ بات پوری ہو گئی کہ مسلمانوں کو ایک انقلابی مہدی کے تصور سے ہٹا کر خود ساختہ اور گورنمنٹ انگریزی کے کاسہ لیس مہدی کی ذات پر اکٹھا کرنے کی ناپاک سعی کی گئی۔ باقی رہی یہ بات کہ پادری صاحب نے فرمایا تھا کہ اس خود ساختہ مہدی کی زیادہ سے زیادہ مدد کی جائے تو اس وعدہ کی یاد دہانی کے لئے مرزا صاحب نے لیفٹیننٹ گورنر بہادر کو ایک عرض داشت بھیجی ہے جس میں رقمطراز ہیں کہ:۔

صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دو لتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھکر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ

سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں۔

(ملاحظہ ہو۔ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹۔۲۰ (مجموعہ اشتہارات مرزا)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ناظرین پر اب تو بخوبی واضح ہو گیا ہے۔ کہ لندنی پادری کی سکیم کامیاب ہوئی۔ مرزا غلام احمد کو ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں تیار کیا گیا اور پادری صاحب کے کہنے کے مطابق ان سے وفاداری کا عہد لیا گیا اور پھر ہر طرح مرزا غلام احمد کی امداد کی گئی جس کا مطالبہ مرزا صاحب اپنی محولہ بالا درخواست میں کر رہے ہیں۔ اور خود ہی انگریز کو یاد دلایا۔ کہ میں "آپ کا لگایا ہوا پودا ہوں" اب یہ بات قطعاً" کسی وضاحت کی محتاج نہیں رہی کہ مرزا غلام احمد گورنمنٹ انگریزی کا جاسوس تھا اور مرزائیوں کے بیرونی ممالک میں قائم کردہ اڈے تبلیغی ادارے نہ تھے بلکہ انگریز کے جاسوسوں کی ایک منڈلی تھی جو تبلیغ کے نام پر دیگر ممالک میں پھیلا دی گئی تھی جس کے اثرات اب بھی باقی ہیں جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب ہم ان کی بیرونی ممالک میں تبلیغ کے چند نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ قادیانی تبلیغ کی قلعی کھل جائے۔

بیرونی ممالک میں قادیانی تبلیغ کے چند نمونے

سب سے پہلے ہم افغانستان میں مرزائی تبلیغ کا نمونہ پیش کرتے ہیں چنانچہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اپنے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

"افغانستان میں صاحب زادہ عبد اللطیف کی شہادت کی وجہ"

ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت صاحب زادہ عبد اللطیف صاحب شہید کی شہادت کی وجہ کیا تھی۔ اس کے متعلق ہم نے مختلف افواہیں سنیں مگر کوئی یقینی اطلاع نہ ملی تھی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً" ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہو گئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجنیئر ہے جو افغانستان میں ایک ذمہ دار عہدہ پر ... تھا وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب (قادیانی) کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس سے افغانستان کا جذبہء حریت کمزور ہو جائے گا۔ اور ان پر

انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔

(ملاحظہ ہو اخبار الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۳۱ مورخہ ۶/ اگست ۱۹۳۵ء)

روس میں تبلیغ قادیانیت کے نتائج

دوسرا ملک روس ہے جس میں قادیانی صاحبان نے اپنا مبلغ بھیجا۔ اس کا حال بھی انہی کی زبانی سن لیجئے' مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اعلان کرتے ہیں:۔

چونکہ برادرم محمد امین خان صاحب (قادیانی) کے پاس۔ "پاس پورٹ" نہ تھا اس لئے وہ روس میں داخل ہوتے ہی روس کے پہلے ریلوے اسٹیشن "قبضہ" پر انگریزی جاسوس قرار دیئے جا کر گرفتار کئے گئے۔ کپڑے اور کتابیں جو کچھ پاس تھا وہ ضبط کر لیا گیا۔ اور ایک مہینہ تک آپ کو وہاں رکھا گیا۔ اس کے بعد آپ کو عشق آباد کے قید خانہ میں تبدیل کیا گیا۔ وہاں سے مسلم روس پولیس کی حراست میں اس کو براستہ سمر قند تاشقند بھیجا گیا اور وہاں دو ماہ تک قید رکھا گیا اور بار بار آپ سے بیانات لئے گئے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ انگریزی حکومت کے جاسوس ہیں۔ اور جب بیانات سے کام نہ چلا تو قسم قسم کی لالچوں اور دھمکیوں سے کام لیا گیا اور فوٹو لئے گئے۔ تاکہ عکس محفوظ رہے اور آئندہ گرفتاری میں آسانی ہو۔ اور اس کے بعد "گو بگی" سرحد افغانستان پر لیجایا گیا اور وہاں سے ہرات افغانستان کی طرف اخراج کا حکم دیا گیا۔ مگر چونکہ یہ مجاہد گھر سے اس امر کا عزم کر کے نکلا تھا کہ میں نے اس علاقہ میں حق کی تبلیغ کرنی ہے اس لئے واپس آنے کو اپنے لئے موت سمجھا اور روس پولیس کی حراست سے بھاگ نکلا اور بھاگ کر "بخارا" جا پہنچا۔ دو ماہ تک آپ وہاں آزاد رہے لیکن دو ماہ کے بعد پھر انگریزی جاسوس کے شبہ میں گرفتار کئے گئے۔

(ملاحظہ ہو الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۲۳ء)

آپ نے پڑھ لیا کہ بیرونی ممالک میں یہ تبلیغ ہو رہی ہے۔ البتہ اتنا شبہ آپ کے دل میں ہو گا کہ وہ انگریزی جاسوس خیال کرتے تھے وہ خود تو انگریزی جاسوس نہ تھا تو اس شبہ کا جواب آپ قادیانی مبلغ کی زبانی سنئے محمد امین قادیانی مبلغ کا مکتوب مندرجہ

اخبارا الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲۵۔ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۳ء روسیہ میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جہاں میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ کرتا تھا۔ وہاں لازماً" مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ ہمارے سلسلہ کا مرکز ہندوستان میں ہے تو ساتھ ہی ہندوستانی حکومت کے احسانات اور مذہبی آزادی کا ذکر لوگوں کے سامنے کرنا پڑتا تھا" قارئین محترم آپ نے دیکھ لیا کہ قادیانی مبلغ خود ہی معترف ہیں کہ میں باہر جاکر انگریزوں کی تعریف کیا کرتا تھا۔ کیونکہ انگریزی گورنمنٹ اور ہمارے مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

"جرمنی میں تبلیغ قادیانیت کا نمونہ"

مرزا محمود احمد خلیفہ قادیانی فرماتے ہیں کہ:۔

جب لوگوں پر یہ اثر تھا کہ احمدی انگریز قوم کے ایجنٹ ہیں تو تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہماری باتیں سننے کے لئے تیار نہیں تھی وہ سمجھتے تھے کہ گو یہ مذہب کے نام سے تبلیغ کرتے ہیں مگر دراصل انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ یہ اثر اتنا وسیع تھا کہ جرمنی میں جب ہماری مسجد بنی تو وہاں کی وزارت کا ایک افسر اعلیٰ بھی ہماری مسجد میں آیا۔ یا اس نے آنے کی اطلاع دی اس وقت مصریوں اور ہندوستانیوں نے مل کر جرمنی حکومت سے شکایت کی کہ احمدی حکومت انگریزی کے ایجنٹ ہیں۔ اور یہ یہاں اس لئے آئے ہیں کہ انگریزوں کی بنیاد مضبوط کریں۔ ایسے لوگوں کی ایک تقریب میں ایک وزیر کا شامل ہونا تعجب انگیز ہے۔ اس شکایت کا اتنا اثر پڑا کہ جرمنی حکومت نے اس وزیر سے جواب طلبی کی کہ احمدی جماعت کے کام میں تم نے کیوں حصہ لیا۔

(ملاحظہ ہو الفضل قادیان مورخہ ۶ اگست ۱۹۳۵ء)

ناظرین کرام اس وقت مختصر طور پر مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے نام سے جو پروپیگنڈا تھا اس کی وضاحت کر دی اور قادیانی تحریک اس کا بانی اور اس کی مہدویت کا کچا چٹھا ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ اس نقاب کشائی کے بعد اب

ہر سمجھدار پاکستانی کے لئے مزید حوالہ جات کی اور کدو کاوش کی ضرورت نہ ہو گی۔ جیسے انگریزوں کا منحوس قدم ہمارے ملک سے نکل گیا ہے خداوند ذوالجلال اس طرح انگریزی خود کاشتہ پودا کو بھی ختم کر کے سرزمین پاکستان کو حقیقی معنی میں پاک کر کے مسلمانوں کو ملت واحد کی صورت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ امین (مقدمہ روئیداد)

۷ فروری ۱۹۶۶ء کو جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کا لاہور میں اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دیگر قرار دادوں کے علاوہ ذیل کی قرار داد بھی منظور کی گئی۔

ظفراللہ خاں

جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کی مجلس شوری کا یہ اجلاس چودھری ظفراللہ خاں کے لئے سرکاری ذرائع سے جلسوں کے انتظامات اور اس کو عوام میں مقبول بنانے کے طریق کار کو بنظر تشویش دیکھتا اور اس کو کروڑوں مسلمانوں اور ہزاروں شہدا ختم نبوت سے وابستگان کے جذبات کو پامال کرنے کے مترادف سمجھتا ہے۔ جیسے ڈی۔ سی منٹگمری نے اس کے اعزاز میں عصرانہ دلایا اور تقریروں اور جلسوں کا انتظام کیا۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عوامی جذبات و معتقدات کا احساس کرتے ہوئے اس طریق کار کے خلاف احکام جاری کرے۔

ڈپٹی کمشنر منٹگمری نے مخلوط فلمی کرکٹ میچ اور ظفراللہ کے اعزازات کرا کر اور اپنے زیر نگرانی رسالہ "فردا" منٹگمری میں علماء اسلام اور دینی طبقات کے خلاف زہریلا اور گمراہ کن لکھوا کر مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔ اس کی تحقیات کرائی جائے اور آئندہ ایسے حالات پیدا نہ ہونے دئے جائیں۔ محرک:۔ فاضل رشیدی۔ مؤید: مولانا سید گل بادشاہ(سرحد) مؤید ثانی:۔ مولانا احمد سعید لائلپوری۔ خدام الدین ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء

چوہدری ظفراللہ خان کے متعلق ایک مکتوب

محترم ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ لولاک لائلپور السلام علیکم!

گذارش ہے کہ نوائے وقت (۱۱ فروری) میں سر راہے کے کالم نویس نے علماء اسلام کی تنقیص و مذمت اور چودھری ظفر اللہ خان کی مدح و منقبت کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے میں اس کے بعض اجزا کی نسبت مختصر گذارشات پیش کرتا ہوں۔

کالم نویس نے اپنے بزرگ چوہدری ظفر اللہ خان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔

"ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب پاکستان مل جائے گا تو ہم اس میں اسلامی اور قرآنی نظام حیات قائم کریں گے لیکن ہم نے دین کو دنیا کا تابع کر دیا اللہ تعالیٰ کی گرفت دیر سے شروع ہوتی ہے لیکن بڑی سخت ہوتی ہے"

میں کالم نویس صاحب کی وساطت سے ان کے بزرگ چوہدری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آپ اسی پاکستان کے کئی سال تک وزیر خارجہ رہ چکے ہیں۔ کیا آپ نے اپنے زمانہ وزارت میں پاکستان میں قرآنی اور اسلامی نظام حیات قائم کرنے کی کوشش کی تھی؟ اگر کی تھی تو بتایئے اس کی نوعیت کیا تھی؟ اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ اور اگر آپ نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تو آپ کو تسلیم کرلینا چاہئے کہ آپ نے دین کو دنیا کا تابع بنایا۔ پھر آپ کس منہ سے مسلمانوں کو خدا کی گرفت میں آنے کی وعید سنا رہے ہیں آپ کو خود **کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون** کی وعید سے ڈرنا چاہئے۔ اور اگر قرآنی نظام حیات سے آپ کی مراد آپ کے مخصوص عقائد کی تبلیغ اور اس کے لئے فضا ہموار کرنا ہے تو بلا شبہ آپ نے اس فرض کی ادائیگی میں اپنے دور وزارت میں بھی نہ صرف پاکستان میں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی نہایت اہم کردار پیش کیا ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہر کہ شک آرو کافر گردد۔ چوہدری صاحب کا قول مذکور نقل کرنے کے بعد "نوائے وقت" کے کالم نویس صاحب فرماتے ہیں۔

"ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کو اس یاد دہانی کی سعادت ایک ایسے بزرگ کو حاصل ہوئی ہے جسے عام مسلمان "مرزائی" کہتے ہیں۔ اور علما دین "مسلمان" ہی تسلیم نہیں کرتے۔ اب ہم علماء دین کو کیسے یاد دلائیں کہ یہ فرض ان کا تھا لیکن ادا کرنے کی سعادت سرچوہدری ظفر اللہ خان کو ہوئی"

خدا جانے کالم نویس صاحب کو کس مسخرے نے کہہ دیا کہ یہ سعادت صرف چوہدری صاحب کے حصہ میں آئی۔ اور علماء اسلام اس سعادت سے محروم رہے؟ واقعہ یہ ہے کہ علماء اسلام پاکستان کے یوم تاسیس سے اس وقت تک پاکستان کی تمام وزارتوں اور حکومتوں کے دور میں اسلامی نظام کے قیام کا پر زور مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ تقریروں' تحریروں' قرار دادوں' تاروں' محضرناموں اور ارباب اقتدار سے ملاقاتوں کے ذریعہ برابر صدائے حق بلند کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ لیکن علماء کرام کی یہ آواز وزارتوں اور حکومتوں کے نقار خانے میں ہمیشہ طوطی کی صدا بن کر رہ گئی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ اور جمعیتہ علماء اسلام کی کوشش سے خان لیاقت علی خان مرحوم کے عہد میں خدا خدا کر کے قرار داد مقاصد منظور ہوئی تھی لیکن شاطران سیاست نے اس قرارداد کو مات دے دی۔ پھر اس صورت حال کے ہوتے ہوئے چوہدری ظفر اللہ خان کی عمر کے آخری دور کی ایک خلاف معمول تقریر کو (جس کے رازدروں کا پردہ مستقبل ہی اٹھائے گا) بنیاد ٹھہرا کر علماء اسلام کو اعلائے کلمتہ الحق کی سعادت سے محروم قرار دینا انتہائی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہیں تو اور کیا ہے؟

کالم نویس صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ:۔

"بارشیں نہیں ہو رہیں' ہوتی ہیں تو نہ ہونے کے برابر۔ ابر آتا ہے لیکن برستا نہیں۔ روزانہ زلزلے آرہے ہیں' لیکن ہم مسلمان ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اشارہ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ کوئی عجب نہیں گرفت شروع ہو چکی ہو اور بڑوں اور علماء کرام کی نافرمانیوں کی سزا ساری ملت کو بھگتنی پڑے"

اس عبارت کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی بول رہے ہوں مرزا صاحب بعینہ اسی طرح تمام زمینی اور آسمانی بلاؤں کے نزول کا سبب علماء کرام کی نافرمانیوں کو قرار دیا کرتے تھے۔ اگر نوائے وقت کے کالم نویس صاحب کرے موچھوں والا اور پکڑا جائے داڑھی والا کے فلسفہ کے قائل نہیں ہیں تو وہ مہربانی کر کے بتائیں تو سہی کہ خدا کی نافرمانیوں اور گناہوں کا جو سیلاب موجود ہے اور معصیتوں اور بدمعاشیوں اور الحاد و زندقہ کا جو طوفان برپا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ زنا کاری' قمار

بازی' شراب نوشی' ناچ رنگ' سینما' فحاشی' بے حیائی' سود' چوری' ڈکیتی' رشوت' خیانت کے کاروبار کون کرتا ہے؟ اور اس کاروبار کو فروغ دینے والے کون لوگ ہیں؟ اور کیا یہی وہ جرائم نہیں ہیں جن کی گرم بازاری خدائے قہار کے عذاب کو دعوت دینے کا موجب ہے؟ پھر یہ بھی سوچئے کہ کیا بد عملی کے ساتھ بداعتقادی اور الحاد و زندقہ کی اعلانیہ نشرو اشاعت نے قوم کو "نیم چڑھا کریلا" بنا کر نہیں رکھ دیا ہے؟

جب کچھ لوگ خاتم الانبیاو المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد نبوت و پیغمبری کا دعوی کرنے لگیں اور ان کی تصدیق کے لئے کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور بعض لوگ "رواداری" کے ہیضہ کا شکار ہو کر ان کی پیٹھ ٹھونکنے لگیں اور بعض منافقین حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کو حاکمانہ اور وقتی اور ہنگامی اطاعت قرار دے کر مسلمانوں کو اسلام ہی سے باغی بنانے میں سعیء لا حاصل میں لگے ہوئے ہوں تو اللہ تعالیٰ کا غضب و غصہ کیوں نہ بھڑکے؟

یہ وہ ہولناک جرائم ہیں جو اس ملک میں ڈنکے کی چوٹ ہو رہے ہیں۔ اور جن پر قرآن و حدیث میں جا بجا شدید عذابوں سے ڈرایا گیا ہے حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی دنیا کے آخر پر مختلف عذابوں کے آنے کی پیش گوئی فرمائی ہے یہ پیشگوئی انجیل متی باب ۲۴ آیت ۴ تا ۱۱ میں موجود ہے آپ نے فرمایا (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ:۔

"بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے (الی قولہ) بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے"

علماء اسلام دنیاوی وسائل و اسباب سے محرومی بلکہ بے نیازی کے باوجود دین کے مختلف شعبوں کی جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں اس پر اگر نوائے وقت ان کو داد تحسین نہیں دے سکتا تو کم از کم ان کی توہین کرکے دشمنان دین کے ہاتھ بھی تو مضبوط نہ کرے!

نوائے وقت کے کالم نویس صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"ممکن ہے کل یہ علماء ہمارا جنازہ پڑھانے سے ہی انکار کر دیں لیکن ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مصلحت پسند علماء کو جو حق بات کہنے کی بھی جرات نہیں رکھتے جلد سے جلد اپنے پاس بلالے ہم ان کے بغیر ہی اچھے ہیں"

آپ نے بجا فرمایا! لیکن مطمئن رہئے آپ نماز جنازہ کے بغیر دفن نہیں ہونگے۔ مرزا ناصر احمد یا ان کا کوئی قائم مقام آپ کا جنازہ پڑھا دے گا بشرطیکہ آپ علماء اسلام کی موت اور ربوہ اور قادیان کی سلامتی کی دعائیں بالالتزام فرماتے رہیں۔(مولانا بہاء الحق قاسمی۔ ہفتہ وار لولاک ۱۱مارچ۱۹۶۶ء)

قادیانی جماعت کا بجٹ

اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ "قادیانیوں کی مجلس مشاورت نے اپنے سالانہ بجٹ کی منظوری دے دی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس سال قادیانی جماعت کا سالانہ بجٹ تقریباً" ۷۹ لاکھ روپیہ ہے۔

یہ بجٹ نظریہ ظاہر ایک جماعت کا بجٹ ہے اور اس بجٹ کا مقصد تبلیغ اسلام بتایا جاتا ہے۔۔۔۔لیکن دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ پاکستان میں سب سے بڑی جماعت جو اس وقت برسر اقتدار ہے مسلم لیگ ہے' اور جس کا صدر۔۔۔صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ہے۔ ملک کے گورنر' وزرا' امرا' کارخانہ دار اور درجہ بدرجہ قوم کی اکثریت اس کی ممبر ہے۔ لیکن اس کا سالانہ بجٹ ۷۹ لاکھ کا نہیں ہے۔ ملک کی کوئی مذہبی جماعت خواہ وہ مودودی صاحب کی جماعت ہو یا کسی اور عالم دین کی جماعت اسکا بجٹ بھی ۷۹ لاکھ کا نہیں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت جو ایک معمولی تعداد پر مشتمل لوگوں کی جماعت ہے۔ اس نے یہ ۷۹ لاکھ روپیہ کہاں سے حاصل کیا اور یہ روپیہ کہاں خرچ کرے گی۔

اس سوال کا جواب کوئی معمہ نہیں جو حل نہیں ہو سکتا۔ ہم اس سوال کے جواب سے کما حقہ آگاہ ہیں' اس مسئلہ کی حقیقت حال ہمارے سامنے روز روشن کی

طرح واضح ہے۔ لیکن ہمیں ان کانوں کی تلاش ہے جو اس حقیقت کو سننے کے لئے تیار ہوں اور اگر کوئی کان سننے کے لئے تیار بھی ہو جائیں تو ہم وہ دل کہاں سے پیدا کریں جسے ہماری بات کا یقین آجائے ــــــ یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے کہ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" خدا جانے کس شخص نے ہمارے حسب حال کہا تھا۔

مراد دردِ ایست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

ہمیں اس بات کے اظہار میں کوئی حجاب اور باک نہیں ہے کہ یہ بجٹ نہ تو کسی مذہبی جماعت کا بجٹ ہے' اور نہ ہی اسلام کی تبلیغ کے لئے ہے یہ بجٹ ایک متوازی حکومت کا بجٹ ہے (کاش! اس حقیقت کو دیکھنے والی آنکھ دیکھ سکے اور سمجھنے والے دل و دماغ سمجھ سکیں) اس طرح یہ بجٹ اسلام کی جڑیں کاٹنے اور دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تباہ کن قسم کی سازشوں اور بربادیوں کے لئے منظور کیا گیا ہے۔

ہم اس بات کو یقین کے درجہ میں سمجھے ہوئے ہیں کہ پاکستان کا وجود قادیانیوں کے مذہبی مصالح اور عقائد کے علی الرغم قائم ہوا تھا۔ یہ بات قادیانیوں کے مذہبی مصالح اور عقائد میں داخل ہے کہ وہ کوشش کریں تاکہ کسی نہ کسی طرح پاکستان پھر ختم ہو جائے' یہ ملک پھر اکھنڈ بھارت بن جائے۔ گذشتہ ستمبر میں پاکستان کو جو زخم اور نقصان اٹھانا پڑا اس کی بنیاد کشمیر کا مسئلہ ہے۔ کشمیر کا مسئلہ قادیانیوں کا پیدا کردہ ہے۔ کشمیر سے قادیانیوں کی پرانی اور تازہ دلچسپیوں سے ہم پوری طرح آگاہ ہیں' وہ اس سلسلہ میں جو کچھ پہلے کر چکے ہیں اور جو کچھ انہوں نے حال ہی میں کیا ہے ہم ایک ایک کڑی سے واقف ہیں۔ اور اس فرصت کے منتظر ہیں کہ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان' جناب ملک امیر محمد خاں' گورنر مغربی پاکستان اور وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو پر قادیانیوں کی ان سرگرمیوں اور ان کے اس بجٹ کی پوری حقیقت کو واضح کر سکیں۔ اور ان سے عرض کر سکیں کہ حضور! آپ کہیں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں' جو شخص یا جو جماعت محسن کائنات' سرور انبیاء فداہ ابی و امیؐ کی وفادار نہیں رہی وہ اپ کی آپ کے ملک اور قوم کی وفادار کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

قادیانیوں کے سلسلہ میں پاکستان کے عوام' ارباب اقتدار کی اس پالیسی کو کبھی نہیں سمجھ سکے یہ بات مختلف شکوک و شبہات پیدا کرنے کا باعث بھی ہو سکتی ہے کہ قادیانیوں کے املاک کو محکمہ اوقاف نے اپنے قبضہ میں کیوں نہیں لیا؟

امر واقعہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت بانی جماعت کے قول کے مطابق انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے مخصوص مصلحتوں (جو یقیناً" اسلام دشمنی پر مشتمل' ہیں) کے لئے اس خود کاشتہ پودے کا اہتمام کیا گیا۔ اور اس پودے کو پروان چڑھانے کے لئے سندھ اور دوسرے مقامات پر زرعی زمین اور دوسری املاک عطا کی گیئں۔ مارشل لاء کی حکومت نے جہاں اور بے شمار اچھے کام کئے وہاں زرعی اصلاحات اور محکمہ اوقاف کا قیام بھی تھا۔ تمام جاگیرداروں کی فالتو زمینیں لے لی گئیں اور انہیں مزارعین میں تقسیم کر دیا گیا لیکن جب قادیانی خلیفہ کی زمین کی باری آئی تو کہا گیا کہ یہ زمین جو میرے نام ہے یہ دراصل جماعت کی ملکیت ہے چنانچہ وہ زمین زرعی اصلاحات سے مستثنیٰ کر دی گئی۔ اس کے بعد جب اوقاف کی زمینوں پر قبضہ کیا گیا اور قادیانی جماعت کی زمینوں کی جانچ پڑتال شروع ہوئی تو کہا گیا کہ دراصل جماعت کے نام بعض زمینیں میری ہیں اور میرے نام بعض زمینیں جماعت کی ہیں یوں اوقاف سے بچنے کی ترکیب سوچ لی۔ اور اس روائتی شتر مرغ کا پارٹ ادا کیا جس نے اونٹ بن کر اڑنے سے انکار کیا تھا اور پرندہ بن کر بوجھ اٹھانے سے معذوری کا اظہار کر لیا تھا

سوال یہ ہے کہ اگر قادیانی ایک فرقہ ہیں تو جہاں سینوں' شیعوں' اہل حدیثوں' حنفیوں' حنبلیوں' مالکیوں سہروردیوں' چشتیوں' قادریوں اور نقشبندیوں کے اوقاف لے گئے ہیں وہاں قادیانی فرقہ اور جماعت کا اوقاف بھی قبضے میں لے لیا جائے۔ جہاں باقی جاگیرداروں کی زمینیں زرعی اصلاحات کے تحت مزارعین میں بانٹ دی گئی ہیں وہاں ربوہ کے اس متوازی حکمران جاگیردار کی جائدا پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔ اور اگر قادیانی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ ایک الگ مذہب ہیں تو مہربانی فرما کر حکومت انہیں الگ مذہبی اقلیت قرار دے دے تاکہ اندرون ملک اور بیرون ملک بے شمار قسم کی مذہبی اور انتظامی الجھنیں ختم ہو جائیں اس کے ساتھ ہی اس

بجٹ کی آمدنی کی مدات کی پڑتال بھی ضروری ہے کتنی ٹرانسپورٹوں کے لائسنس اور روٹ پرمٹ حاصل کئے گئے ہیں مرزا مظفر احمد کے جو سابق قادیانی خلیفہ کے حقیقی بھتیجے اور داماد ہیں اسی طرح دوسرے بڑے بڑے قادیانی افسروں کے عہدوں سے کیا کیا فوائد حاصل کے گئے ہیں گذشتہ تین چار سال کے اندر کون کون سی نئی املاک حاصل کی گئی ہیں ان سب باتوں کی انکوائری ملک' قوم اور موجودہ حکومت کے مفاد میں ہوگی

املاک کے سلسلہ میں عدل و انصاف کا ایک اور تقاضا بھی حکومت کے ذمہ ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں کے تمام زرعی اور سکنی "املاک" انجمن احمدیہ رجسٹرڈ قادیاں" کی ملکیت ہیں جو ہندوستان میں رہ گئی ہے اور وہاں تا حال کام کر رہی ہے اس لحاظ سے یہ تمام املاک دراصل متروکہ جائداد کے حکم میں ہیں۔ جن پر ۱۹۴۷ء سے ایک نئی جماعت انجمن احمدیہ ربوہ نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ عام مہاجرین میں تقسیم ہونی چاہئے تھی۔

بہر حال سطور بالا کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ قادیانی جماعت کا یہ سالانہ بجٹ اس کے علاوہ ان کا فضل عمر فاؤنڈیشن کا سرمایہ' ان کی مقامی اور ضلعی تنظیموں کا روپیہ' یہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ ناجائز ذرائع کا روپیہ ہے جو ہمارے مذہب اور ملک دونوں کے مفاد کے منافی مدات کے لئے مختص کیا گیا ہے یہ ایک ایسی چیز ہے جو عوام کی بالعموم اور صوبہ کے نیک نہاد گورنر جناب ملک امیر محمد خاں اور ملک کے بیدار مغز صدر جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کی خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔(ہفتہ وار لولاک ۲۲اپریل۱۹۶۶ء) **وما علینا الا البلاغ!**

یہ فرقان فورس کیا بلا ہے!

قادیانیوں کے ترجمان اخبار الفضل نے اپنی اشاعت ۲۳مارچ۱۹۶۶ء میں اعلان کیا ہے کہ

فرقان فورس میں شامل ہو کر جن قادیانیوں نے ۴۵ دن یعنی ۳۱ دسمبر۱۹۴۸ء (فائر بندی کی تاریخ) تک کشمیر کی لڑائی میں حصہ لیا تھا وہ اب مندرجہ ذیل نمونہ کی رسید بنا

کر اس پر دستخط ثبت کر کے مقامی قادیانی جماعت کے امیر کے دستخط کروا کر ملک محمد رفیق دارالصدر غربی ربوہ کو بھجوا دیں جس افسر کو ایڈریس کرنا ہے وہ جگہ خالی چھوڑ دی جائے یہ رسیدیں ربوہ سے راولپنڈی جائیں گی راولپنڈی سے ان لوگوں کے کشمیر میڈل ربوہ آئیں گے اور اس کی اطلاع "الفضل" میں شائع ہو گی اور پھر یہ میڈل ربوہ میں ان قادیانیوں کو تقسیم کئے جائیں گے"

قادیانی جماعت کے ترجمان "الفضل" میں ملک محمد رفیق صاحب کے یہ پر اسرار اعلانات پڑھ کر سخت تعجب اور حیرت ہوئی کہ اٹھارہ برس کے بعد "فرقان فورس" کے قادیانیوں کو کشمیر میڈل ملنے کا آخر قصہ کیا ہے؟

فرقان فورس کے متعلق اس پر اسرار اعلان کا تعلق ملک کے محکمہ دفاع سے ہے۔ محکمہ دفاع کی نزاکت اور تقدیس کے پیش نظر ہم اس بہت بڑے سکینڈل کی تفصیلات میں جانے سے قاصر ہیں۔

اس خطرناک سکینڈل کی تفصیلات میں جانا دراصل انٹیلی جنس بیورو کا کام ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ارباب ربوہ کا یہ اعلان محکمہ انٹیلی جنس کے نوٹس میں آیا ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ اعلان اس محکمہ کے کار پرواز ان تیزبین کے نوٹس میں آیا ہے تو وہ اس پر اسرار اعلان کے تہہ منظر کو بھی سمجھ سکے ہیں یا نہیں۔ اسی طرح اگرچہ اس محکمہ کے سربراہ بھی ایک قادیانی افسر بتائے جاتے ہیں تاہم ہمیں ان کی حب الوطنی پر کوئی شبہ نہیں ہے۔

ہم اس سکینڈل کو براہ راست مغربی پاکستان کے عظیم الرتبت گورنر جناب ملک امیر محمد خان' پاکستان کی قابل فخر فوج کے عظیم جرنیل خان محمد یحییٰ خان صاحب' پاک فوج کے مجاہد اعظم جنرل محمد موسیٰ خان اور ملک کے بیدار مغز صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے نوٹس میں لانا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں کی یہ سرگرمیاں ملک کی قابل احترام فوج کے مقام و منصب کے منافی ہیں۔

ہمارا ملک ایک عرصہ تک سیاسی گندگی میں آلودہ رہا۔ گذشتہ ۱۸ برس کے عرصہ میں مختلف قسم کے دور آئے لیکن ملک اور قوم نے ہمیشہ اپنی فوج کی تعظیم اور تقدیس

دل و جان سے کی ہے۔ اگر سچ پوچھا جائے تو ہمارے ملک میں صرف فوج ہی ایک ایسا ادارہ ہے جس پر پوری قوم کو اعتماد اور فخر ہے۔ اور اس کی تنظیم کی کوئی سی قدر قوم میں اختلافی نہیں ہے۔

قادیانیوں نے قبل ازیں مذہب اسلام کی اصطلاحات نبوت' رسالت' صحابہ' اہل بیت' ازواج مطہرات' سیدۃ النساء وغیرہ کو نہ صرف یہ کہ اختلافی امر بنایا بلکہ ان کو ذلیل اور رسوا کیا۔ ہمیں یہ بات لکھنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ حضور سرور کائنات فداہ ابی و امی کی جس قدر توہین اور بے ادبی اس فرقہ ضالہ نے کی ہے اور اسلام کے خلاف جتنی بڑی سازش اس ٹولے نے کر رکھی ہے اتنی بڑی توہین اور سازش چودہ سو سال میں کبھی کسی نے نہیں کی ہے۔ جس کا احساس جس قدر تمام مسلمانوں اور خصوصاً ارباب اختیار کو ہونا چاہئے نہیں ہے۔ لیکن اب قادیانی دینی اصطلاحات کی غارتگری سے آگے بڑھ کر ملکی معاملات میں بھی پر پرزے نکالتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں اور ملکی معاملات میں سے خصوصاً فوج کے متعلق ایک خاص قسم کے معاملہ کو جس طرح ربوہ اور قادیانی نبوت کے ساتھ متعلق اور منسلک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے یہ فوج کی تعظیم و آداب اور غیر جانبداری کے بلند مقام کے قطعاً منافی ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اس وقت ہم اس بحث میں نہیں پڑا چاہتے کہ یہ فرقان فورس ہے کیا بلا؟ اگرچہ ربوہ کے متوازی حکمران یہی سمجھتے ہیں کہ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور شاید اب کسی کو یاد نہیں ہوگا کہ اس فرقان فورس کی حقیقت کیا ہے غالباً انہوں نے اب یہی سوچا ہے کہ فرقان فورس میں شریک قادیانیوں کو مجاہد کشمیر کا نام دے کر عوام میں مانوس کیا جائے اور جس قسم کی افواہیں ربوہ سے پھیلائی جا رہی ہیں ان افواہوں کو ان پر رمز اعلانات سے تقویت پہنچائی جائے اور نبوت باطلہ کے مذہبی کاروبار کو چمکانے کے علاوہ کسی اسرائیل کو معرض وجود میں لانے کے لئے کسی دام ہمرنگ زمین کے تارو پود مہیا کئے جائیں۔

فرقان فورس نے ۱۹۴۸ء کے ۴۵ دن جس جہاد کشمیر میں حصہ لیا تھا اور جو خدمات سرانجام دی تھیں اس کی تفصیلات آزاد کشمیر کی مسلم کانفرنس کے رہنما جناب اللہ رکھا ساغر کے اس بیان میں درج ہیں جو موصوف نے فرقان فورس کے متعلق ان دنوں اخبارات میں شائع کرایا تھا۔ اور جس کے بعد قادیانیوں کے محسن اعظم جنرل گریسی نے فرقان فورس کو پراسرار اور فوری طور توڑ دیا تھا اور ان کی عزت بچانے کے لئے ایک خاص تقریب میں انہیں سندات دے دی گئی تھیں۔

اس وقت ہم اس موضوع پر بھی کچھ کہنے سے قطعاً" گریز کرنا چاہتے ہیں کہ حالیہ جنگ میں مجاہدین کشمیر کے معروف الفاظ کو فرقان فورس کے قادیانیوں کے لئے ۱۹۴۸ء کی جنگ کا حوالہ دے کر کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

اس وقت ہم اپنے مذکورہ بالا قابل صد احترام اکابر کی خدمت میں نہایت خلوص اور ادب کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں نے مملکت کے اندر مملکت' اور فوج کے اندر فوج' کا جو مشغلہ اختیار کر رکھا ہے اس سکینڈل کی تحقیقات کرائی جائے اور ملک کی قابل تقدیس قدروں خصوصاً" فوجی معاملات سے کسی کو تلعب کرنے اور کھیل رچانے کی اجازت نہ دی جائے۔(لولاک ۱۰ مئی۱۹۶۶ء)

پاکستان کے وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ۳/جون کو قومی اسمبلی میں کہا کہ اگر کوئی شخص اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی کے متعلق ہمیں ٹھوس معلومات بہم پہنچائے تو ہمیں بڑی خوشی ہو گی---- چنانچہ راقم الحروف نے وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو بذریعہ تار اطلاع دی کہ اسرائیل میں قادیانی مشن موجود ہے جس کا ثبوت قادیانیوں کی اپنی شائع کردہ کتاب "اور فارن مشن" کے صفحہ ۸۹ پر درج ہے ذیل میں ہم قادیانیوں کی مذکورہ بالا کتاب کا حوالہ ہو بہو شائع کر رہے ہیں:۔ تاج محمود مدیر لولاک

اسرائیل مشن

احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفہ (ماؤنٹ کرملا) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں

ہماری ایک مسجد' ایک مشن ہاؤس' ایک لائبریری' ایک بک ڈپو اور ایک سکول موجود ہے ہمارے مشن کی طرف سے "البشریٰ" کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں' ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے۔ اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہماری مشنری کے لوگ حیفہ کے میئر سے ملے اور ان سے گفت و شنید کی۔ میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لئے کبابیر میں حیفہ کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ حیفہ کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ان کا پروقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور اسکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ ان کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تاثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کئے۔ ہماری جماعت کے موثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے اس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا صدر محترم کو پیش کیا۔ جس کو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کی گئی۔ لولاک ۱۰ جون ۱۹۶۶ء

وزیر داخلہ پاکستان سے سٹوڈنٹس کے وفد کی ملاقات

جناب عالی مرتبت چوہدری صاحب!

السلام علیکم!

تاریخی شہر چنیوٹ کے اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں آپ کا قدوم میمنت لزوم اہالیان چنیوٹ کے لئے باعث صد افتخار ہے۔ گرمی کے اس شدید موسم میں اپنے اوقات کیمیا صفات سے کچھ وقت نکال کر ہماری دعوت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے چنیوٹ میں تشریف آوری پر ہم بڑے ممنون و شکر گزار ہیں۔ آپ کی اس کرم نوازی اور تشریف فرمائی کے لئے ہماری زبان توصیف ناشناس کا درجہ رکھتی ہے اس موقعہ پر ہم سٹوڈنٹس ختم نبوت ایسوسی ایشن اور معززین شہر کی طرف سے چند اہم مطالبات جو کہ مرزائیوں اور ربوہ سے متعلق ہیں سمع عالی میں لانا چاہتے ہیں اور آپ کی دینی و ملی حمیت سے متوقع ہیں کہ آپ ہماری گزارشات کو شرف پذیرائی بخشتے ہوئے ہمدردانہ غور فرمائیں گے اور ان کا ازالہ فرما کر ملت میں بڑھتے ہوئے اضطراب و تشویش کو رفع فرمائیں گے۔

(۱) پریس آرڈیننس کے نفاذ کے باوجود مرزائی ایسا لٹریچر بڑی وسعت کے ساتھ شائع کر رہے ہیں جس میں ملت اسلامیہ کی دل آزادی کا وافر عنصر شامل ہے اور جس میں عصمت انبیاء صحابہ کرام اور آل بیت اطہار پر شدید توہین آمیز ریمارکس دیئے گئے ہیں اور جب ہم جواباً کوئی لٹریچر پریس میں لے جاتے ہیں تو پریس آرڈیننس کی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں۔

ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ پریس آرڈیننس کا اطلاق مرزائیوں کے ایسے لٹریچر پر لازماً ہونا چاہئے جس میں ملت اسلامیہ کے مسلمہ عقائد پر بھرپور حملے کئے جاتے ہیں۔ ایسے لٹریچر پر قدغن لگائی جائے جن کی ہم نشاندہی کر سکتے ہیں۔

(۲) مرزائی بعض اوقات تبلیغی رسائل اور پمفلٹ پرنٹ لائن کے بغیر طبع کرتے ہیں تاکہ قانونی گرفت سے بچ سکیں۔ اور یہ قانوناً جرم ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم کچھ رسائل یا داشت ہذا سے منسلک کر رہے ہیں۔

(۳) جلسہ سالانہ منعقدہ ربوہ دسمبر۱۹۶۵ء کے موقع پر چوہدری ظفر اللہ خاں کی تحریک سے فضل عمر فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ اور اس پر اڑھائی ماہ بعد انہیں انکم

ٹیکس معافی کی رعایت محکمہ کی طرف سے مل چکی ہے۔ قواعد کی رو سے کسی ادارہ کو اس وقت تک یہ رعایت نہیں مل سکتی جب تک اس کے قیام پر کم از کم تین سال کا عرصہ نہ بیت جائے۔ اور اس کا حساب باقاعدہ آڈٹ نہ کرا لیا جائے نیز جس ادارہ کے مقاصد تبلیغی ہوں اس کو بھی یہ رعایت نہیں مل سکتی۔ گذارش ہے کہ فضل عمر فاؤنڈیشن کو ان قواعد سے مستثنیٰ کیوں کیا گیا ہے؟

(۴) انجمن احمدیہ (ربوہ) ویسٹ پاکستان میں سب سے بڑی وقف ہے جس کے پاس لاکھوں روپے کی جاگیر اور سرمایہ ہے۔ باوجود پوری ملت اسلامیہ کے پر زور احتجاج کے اسے محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں نہیں لیا۔ حالانکہ اسی شہر چنیوٹ میں ایسی مساجد کو بھی شامل وقف کر لیا گیا ہے جس کے ساتھ صرف چند دکانیں موجود ہیں۔ یہ امتیازی سلوک ناقابل برداشت' غیر منصفانہ اور جانبدارانہ ہے۔

(۵) یہ بات اسمبلی کے گذشتہ سیشن میں سامنے آچکی ہے کہ گذشتہ سال مرزائیوں کو غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے گیارہ لاکھ روپیہ زر مبادلہ کی شکل میں فراہم کیا گیا ہے۔ یہ بات کسی ثبوت کی محتاج نہیں کہ مرزائی ایک فرقہ ضالہ ہے اور ان کی تبلیغ ارتداد کی تبلیغ ایک ہے ایسے ملک میں جو کہ زر مبادلہ کی کمی سے دو چار ہے محض ایک فرقہ کو اتنی کثیر رقم فراہم کرنا ملک و ملت کے ساتھ صریح زیادتی اور ملت اسلامیہ کی حق تلفی ہے۔

(۶) "الفضل" ۲۳/مارچ۱۹۶۶ء میں ایک اعلان شائع ہوا تھا کہ جو لوگ الفرقان بٹالین میں رہے ہیں وہ اپنے مکمل پتہ جات بتفصیل عہدہ ربوہ ارسال کریں تاکہ انہیں سابقہ خدمات کے سلسلہ میں میڈل عطا کئے جائیں۔ سوال یہ ہے کہ فوجی معاملات میں مرزائیوں اور ربوہ کا عمل دخل کیوں ہے؟ اگر الفرقان بٹالین گورنمنٹ کی تھی تو انہیں میڈل و انعامات ربوہ کی معرفت کیوں دیئے جارہے ہیں اور اگر مذکورہ بٹالین مرزائیوں کی تھی تو یہ معاملہ اور بھی افسوسناک ہو جاتا ہے کہ ایسے افراد کی بٹالین بنانا جن کی ملک و ملت کے ساتھ وفاداری مشتبہ ہے مفاد پاکستان کے ساتھ صریح ناانصافی ہے۔

اور پھر سترہ سال گزر جانے کے بعد یہ انعامات و میڈل ملت کے قلوب و اذہان

میں بیسیوں شبہات کو جنم دے رہے ہیں۔ اس کی غیر جانبدارانہ تحقیق ہونی چاہئے۔

(۷) سفارت خانوں کالجوں اور یونیورسٹی کی لائبریریوں میں ایسا لٹریچر نہیں بھیجا جا سکتا جس میں دوسروں کی دل آزار کا سامان موجود ہو۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹی کی لائبریریوں اور سفارتخانوں میں مرزائیوں کا لٹریچر وافر مقدار میں بھیجا جا رہا ہے اس پر پابندی عائد کی جائے۔

(۸) ٹی آئی کالج ربوہ جس کے ہوسٹل میں ۷۰ فیصد غیر مرزائی اقامت پذیر ہیں۔ ہوسٹل میں ایک منصوبہ کے تحت بڑی باقاعدگی سے مرزائیت کی تبلیغ ہر جمعرات کی جاتی ہے حالانکہ اصولاً" ہوسٹل میں کسی خاص فرقہ کو تبلیغ کا حق حاصل نہیں ہے یہ مسلمانوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ جس کا احمدیوں کو کوئی حق حاصل نہیں اس کا حکماً" ازالہ ہونا چاہئے۔ سٹوڈنٹس ختم نبوت ایسوسی ایشن مرکزیہ

چنیوٹ (معززین شہر) لولاک ۱۰/جون۱۹۶۶ء)

قادیانیوں کی تازہ ترین اشتعال انگیزی

مشہور قادیانی سر ظفر اللہ خان نے مرزا محمود آنجہانی کی موت کے بعد ان کے متعلق ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس میں قادیانی روایات کے مطابق اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے فخر موجودات سرور کائنات سرور انبیاء و اولیا' خواجہ یثرب و بطحا فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں ناقابل برداشت گستاخیاں کی ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد' پہلے ذرا اس گستاخ رسول کی دریدہ دہنی اور بکواس ملاحظہ فرمائیں:۔

ا۔ مرزا محمود سابق خلیفہ ربوہ کے متعلق مضمون کی سرخی یہ ہے:

"اے فخر رسل! قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ از راہ دور آمدہ!"

۲۔ وہ (مرزا محمود سابق خلیفہ ربوہ) مظہر الاول و الاخر' مظہر الحق والعلاء آئے تو دیر سے لیکن رخصت اس قدر جلد ہو گئے کہ دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں۔ وہ

تو از آسمان بودی باسمان رفتی ہو گئے۔ کان اللہ نزل من السماء میں یہی راز مضمر تھا کہ جو آسمان سے آئے گا وہ آسمان کو لوٹ جائے گا۔"

۳۔ آپ (مرزا محمود سابق خلیفہ ربوہ) مثیل مسیح موعود تھے۔ جیسے (مرزا محمود نے) فرمایا کہ مسیح موعود کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعود ہوں—— مثیل مسیح ہونے کے لحاظ سے آپ (مرزا محمود) حضور علیہ السلام (مرزا غلام احمد قادیانی) کے حسن و احسان میں نظیر تھے اور حضور علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا جس نے میرے اور میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان فرق کیا اس نے میرے مقام کو نہیں پہنچا۔"

خلاصہ یہ کہ مثیل مسیح موعود (مطابق مرزا محمود خلیفہ ربوہ) اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رنگ میں رنگین تھے...... آپ کا خلق خلق محمدی کا ظل اور عکس تھا۔"

۴۔ آگے لکھتے ہیں کہ ایک قادیانی عورت نے خواب دیکھا کہ یکایک فضا تیز روشنی سے بھر گئی۔ اور پھر فوراً" اندھیرا ہو گیا۔ اس کے بعد پھر ویسے ہی تیز روشنی ہوئی۔ اور اس تیز روشنی میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم معہ ایک زمرہ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لائے اور فرمایا:۔

ہم محمود کو لینے آئے ہیں" ان نیک بی بی نے با ادب عرض کی کہ یا حضورؐ! ہمارا تو سالانہ جلسہ ہونے والا ہے پھر ہمارے پاس کون ہو گا؟

حضورؐ نے فرمایا:۔

"تمہارے پاس ناصر ہو گا۔

اس مضمون میں چوہدری ظفر اللہ خاں نے سابق خلیفہ ربوہ مرزا محمود کو فخر رسل مظہر الاول و الاخر ایک رنگ میں مثیل مسیح موعود محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رنگ میں رنگین اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرزا محمود کے استقبال کو آئے لکھا ہے۔

دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ "فخر رسل" اور مظہر الاول و الاخر کے مصداق صرف شہنشاہ لولاک' خواجہ ہر دوسرا جناب احمد مجتبے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال کے الفاظ میں:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارہ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں' وہی فرقاں' وہی یٰسین' وہی طٰہٰ

لیکن اس مضمون میں انگریزوں کا یہ ذلیل ترین کاسہ لیس اور بین الاقوامی جاسوس سابق خلیفہ ربوہ کو فخر رسل اور مظہر الاول و الاخر لکھتا ہے۔ جس خلیفہ ربوہ پر خود اس کی اپنی جماعت کے لوگوں نے زنا کاری' اغلام بازی' فریب کاری اور خیانت مجرمانہ کے الزامات عائد کئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ یہ الزامات عدالتوں کے کٹہروں میں لگائے گئے' ضخیم کتابیں لکھ کر لگائے گئے اور پبلک اسٹیجوں پر کھڑے ہو کر لگائے گئے ہیں جن کے ایک نہیں بیسیوں ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں۔

پاکستان کے دس کروڑ مسلمان راعی اور رعایا عوام اور حکام قہر خداوندی سے ڈریں کہ ان کے ملک میں ایسے عقائد کے دجال صفت لوگ موجود ہیں جنہیں برطانیہ کے سگان دم بریدہ ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو آئے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس کی شان میں امریکہ کے یہودیوں اور برطانیہ کے نصاریٰ سے بڑھ کر توہین کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔

ہم اس سے پیشتر بھی اس سازشی فرقہ ضالہ کی ملک اور مذہب دشمن سرگرمیوں کو حکومت کے نوٹس میں لا چکے ہیں۔ اور آج پھر نہایت ادب کے ساتھ صدر مملکت اور گورنر مغربی پاکستان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کی حکومت کے ایک سپاہی یا کسی ادنیٰ ملازم کا عہدہ اور منصب جعلی طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا' اور اگر کوئی ایسا اقدام کرے تو وہ مجرم ہے اسے سزا دی جاتی ہے تو آپ اس امر کو کس طرح روا رکھے ہوئے ہیں کہ آپ کے سامنے بلہ ترین قسم کے لوگ رحمتہ للعٰلمین

صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے القاب اور صفات سے متصف اور منسوب ہو رہے ہیں۔ یہ گروہ اور ان کے لیڈر براہ راست سرکار دو عالم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گستاخ اور توہین کرنے والے ہیں۔ اللہ کے محبوب نبیؐ کے دشمن ہیں۔ ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ گواہ ہے کہ مالک الملک نے ہر جرم کے خطا کار کو اپنی سرزمین پر برداشت کیا ہے لیکن اپنے نبی کے دشمنوں' اور نبیؐ کے دشمنوں کو پناہ دینے والوں کو کبھی امان نہیں دی۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

لولاک ۸/جولائی۱۹۷۶ء

لمحہ فکریہ

قادیانیوں کا اہل اسلام سے بنیادی اور اصولی اختلاف ہے اس بنیادی اختلاف کے علاوہ وہ ایک خطرناک قسم کی سیاسی جماعت بھی ہیں انکے مذہبی عقائد کی اشاعت سے اسلام کی تخریب اور ان کے سیاسی عزائم کی کامیابی سے ملک کی بربادی لازمی ہے۔ قادیانیوں کے متعلق ذیل میں ہم جناب خلیق قریشی مدیر روزنامہ عوام کے شکریہ کے ساتھ ان کا ایک ادارتی نوٹ قارئین "لولاک" اور حکومت کی خاص توجہ کے لئے شائع کر رہے ہیں۔(ادارہ)

ہمارے محترم اور معزز معاصر ہفت روزہ "لولاک" نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں قادیانی فرقے کے متعلق نہایت چونکا دینے والا مواد شائع کیا ہے۔

مولانا تاج محمود سیاسی اعتبار سے مجلس احرار سے وابستہ رہے ہیں اور ہماری بد قسمتی ہے کہ سیاست کے محاذ پر ہمیں اکثر و بیشتر مولانا صاحب سے اختلاف رہے اور ہم اپنے ان اختلافات پر کبھی شرمندہ نہیں ہوئے۔

لیکن مولانا تاج محمود کی علمی فضیلت دینی محبت اور ثقہ شخصیت ہمارے لئے ہمیشہ محبوب و محترم رہی ہے۔ وہ جس طرح منبر پر ارشادات کتاب و سنت اور ذکر سرور

کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عامۃ المسلمین کو مستفیض فرماتے ہیں اس سے ان کے لئے احترام کے نقوش زیادہ گہرے اور اجاگر ہو جاتے ہیں۔

اس احترام و عقیدت کے باوجود بالعموم لولاک کی ان تحریروں کو جو قادیانی حضرات کے متعلق ہوں ہم زیر بحث لانے سے اجتناب کرتے ہیں اس کی یہ وجہ نہیں کہ خدا نخواستہ ہمارے عقائد میں کوئی شمہ بھر خامی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بندہ عاصی ہونے کے باوجود عقیدے کے لحاظ سے ہم اسی شدت سے مسلمان ہیں جس شدت سے ہمارے محترم بزرگ ہو سکتے ہیں ہم نے ان بحثوں سے دامن بچانے کی ہمیشہ اس لئے کوشش کی ہے کہ متانت و احتیاط کی حد قائم نہیں رہتی۔ اور اس کے نتائج ملک کے لئے افسوسناک ہوتے ہیں۔

لیکن زیر نظر مضمون اور اس کے پس منظر پر خاموش رہنا ناممکن ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ دانستہ یا نادانستہ ملک میں تشتت وافتراق پیدا کرنے کی وجہ بنیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وطن عزیز کی حفاظت و حصانت اولین اور مقدم ہے۔ اور وطن سے مقدم صرف اسلام کی عظمت ہے۔ جس کے لئے پاکستان قائم ہوا ہے۔

قادیانی حضرات کے متعلق ہم کسی تلخ تنقید یا ترش اعتراض کو تحریر میں نہیں لانا چاہتے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان اس مسئلے کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں قادیانی حضرات کا مرکز ربوہ پاکستان میں ایک الگ انتظامی وحدت کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو خواہ کسی وجہ سے بھی ہو اب اس کی حیثیت پاکستان میں ایک (وٹیکن) کی نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ جس طرح قادیانی حضرات کو پورے پاکستان میں شہری حقوق حاصل ہیں اسی طرح ربوہ میں تمام پاکستانیوں کو شہری حقوق حاصل ہونے چاہئیں تاکہ ایک ناگوار احساس اجنبیت ختم ہو۔ اور اس پر قادیانی حضرات کو بھی احساس نہیں کرنا چاہئے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عام مسلمانوں میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے عقیدے کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے حکومت کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن علیحدگی پسندی کے رجحانات اور امکانات کو کلیتہً ختم کرنا خود پاکستان کی سالمیت اور ملی یک جہتی

کے لئے ضروری ہے۔

جہاں تک ربوہ میں قادیانیت کی مرکزی تحریک کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ جو حالات پیدا ہو چکے ہیں اور جو کوائف اکثر خواص و عوام کی زبانوں پر ہیں ان کے پیش نظر قادیانیت کی تحریک کے سربراہوں اور کار پردازوں کے لئے بھی یہ صورت حال مفید نہیں ہے۔ بلکہ شکوک و شبہات کا ایک طوفان ہے جو اٹھتا رہتا ہے اور اس سے کئی ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے رہتے ہیں۔

اس وقت ہم ایک نہایت کڑی آزمائش سے گزرے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان نے اپنے بدترین دشمن کو سر میدان شکست فاش دی ہے مگر اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد جو حقیقتاً" ابھی ختم نہیں ہوئی کچھ ایسی ناگفتنی حکایات بھی سنی جا رہی ہیں جو اعلیٰ سطح پر تحقیقات کی متقضی ہیں۔

اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی حضرات میں سے ایک عنصر ایسا ہے جن کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ وہ خواہ کسی منصب پر ہوں کوئی ملازمت کر رہے ہیں یا کسی اور ذمہ داری پر فائز ہوں ان کا اولین مرجع اعتماد ان کا اپنا مرکز ہوتا ہے اور اس طرح پاکستان میں ریاست در ریاست' کا افسوسناک تصور مرئی اور غیر مرئی طور پر پروان چڑھتا رہتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قادیانی حضرات میں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے ملک کے لئے باعث فخر ہیں۔ جن کی پہلی اور آخری غیر متزلزل ہمدردیاں اپنے وطن کے ساتھ ہیں لیکن اسے بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ گروہی اور جماعتی طور پر اس عقیدے کے پیرو ایسے بھی ہیں جو بہرحال ایک ایسا ذہن رکھتے ہیں جس میں پاکستان بحیثیت وطن دوسری جگہ رکھتا ہے۔ اور جن خطرات سے ہم دو چار ہیں ان کے ہوتے ہوئے قادیانی حضرات یا کوئی ایسے اشخاص جو پاکستان کے بارے میں کسی قسم کے ذہنی تحفظات رکھتے ہوں آسانی سے برداشت نہیں کئے جا سکتے۔

ہم ایک سادہ سی گذارش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ پاکستان میں کسی فرد' کسی گروہ' کسی

طبقے یا کسی جماعت نے علیحدگی کو ضروری نہیں سمجھا اس لئے ربوہ کی موجودہ حیثیت کو پاکستان کے دوسرے شہروں کی طرح بنایا جائے۔ باخبر اور اعلیٰ سطح پر ان بعض روایات و حکایات کی تحقیقات کی جائے جو اس وقت عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں اور اگر قادیانی حضرات کے خلاف من حیث الجماعت ایسے الزامات غلط ثابت ہوتے ہیں تو پبلک طور پر پوری شرح و بسط کے ساتھ انکی تردید کی جائے اور اگر یہ الزامات یا ان کا کوئی اثر افزا درست ثابت ہو جائے تو حکومت متعلقہ جماعت کو اپنے رویے میں صحیح تبدیلی کا موقع دے اور اس سلسلے میں عوام کو اعتماد میں لیا جائے۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ہم اپنے عقیدے پر واضح ہیں اور بحیثیت مسلمان ہم اسکی حفاظت بھی کر سکتے ہیں۔ ہمیں قادیانی حضرات کے بارے میں کسی تلخی اور ترشی کے بغیر یہ سب کچھ اس لئے لکھنا پڑا ہے کہ پاکستان اس کا تقاضا کرتا ہے۔(لولاک ۲۲/ جولائی۱۹۶۹ء)

خلیفہ ربوہ کی سرگرمیاں

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قادیانی ریاست کے سربراہ مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ نے مسلم کانفرنس کے سربراہ چوہدری غلام عباس سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات مری میں ہوئی ہے۔ جو کسی بند کمرے میں پانچ گھنٹے تک جاری رہی۔ ہو سکتا ہے کہ ریاست ربوہ اس ضمن میں یہ اعلان کر دے کہ خلیفہ ربوہ نے چوہدری غلام عباس جو ایک عرصہ بیمار رہے ہیں کی مزاج پرسی کی۔ انہیں براہین احمدیہ کی ایک جلد پیش کرتے ہوئے احمدیت کی تبلیغ کی اور ان سے ان پانچ سو احمدی خاندانوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا' جو مقبوضہ کشمیر سے نکل کر آزاد کشمیر میں آئے ہیں لیکن ابھی تک ایسا کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔

مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ خالص سیاسی ذہن اور فکر رکھنے والے قادیانی رہنما ہیں۔ انہیں مذہب کا کوئی خاص مطالعہ یا ذوق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قادیانی جماعت کا خلیفہ بنتے ہی لاہوری قادیانیوں (جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد

مانتے ہیں) کو بھی اپنی بیعت میں شامل ہو جانی کی دعوت دی ہے اور خلیفہ بنتے ہی فضل عمر فاؤنڈیشن قائم کر دی جس کے لئے ۲۴ لاکھ روپیہ کی فراہمی کا اعلان کیا گیا۔ جو ۲۴ لاکھ کی بجائے ۶۸ لاکھ روپیہ ہو گیا۔ اور بعض اندرون پردہ کے راز جاننے والوں کی روایت کے مطابق اس مد میں دو کروڑ روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ یہ فضل عمر فاؤنڈیشن کیا ہے۔ یہ ۲۴ لاکھ یا ۶۸ لاکھ یا دو کروڑ روپیہ کہاں سے آگیا ہے اس روپے کا مصرف کیا بتایا گیا اور یہ کہاں خرچ ہونے والا ہے۔ ان سب باتوں سے مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کے سیاسی ذہن کے پس منظر کا پتہ چلتا ہے اور ان کے سیاسی عزائم واضح ہو رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ چوہدری غلام عباس سے مرزا ناصر احمد کی ملاقات بھی انہیں سیاسی مقاصد کے لئے ہوتی ہے جو مرزا ناصر احمد کے پیش نظر ہیں۔

مرزا ناصر احمد اور قادیانی جماعت کی مسئلہ کشمیر سے پیچ وار اور خطرناک دل چسپی ایک پرانی بیماری ہے۔ ہم خدا کے فضل و کرم سے قادیانیوں اور مرزا ناصر احمد کے اس سیاسی ذہن کے پس منظر سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کے عزائم اور ان کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپے کے فنڈز کی فراہمی کی حقیقت ہمارے سامنے ہے۔ امریکہ کے ادارہ سی آئی اے کی ہوشربا طلسماتی کہانیاں ہم پہلے سے ہی جانتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ چوہدری غلام عباس جو ایک مخلص بہادر اور مسئلہ کشمیر کے متعلق مخلصانہ رائے رکھنے والے کشمیری رہنما ہیں اور مرزائیوں کو ۱۹۳۱ء کی کشمیر کمیٹی کے وقت سے اچھی طرح جانتے ہیں) وہ مرزا ناصر احمد کے دام ہمرنگ زمین میں کہاں تک قابو آسکتے ہیں۔ مرزا ناصر احمد کی یہ ملاقاتیں آزاد کشمیر کے قادیانی رہنماؤں' سردار ابراہیم۔ کے ایچ خورشید' غلام نبی گلکار مسلمان رہنماؤں چوہدری غلام عباس سردار' عبد القیوم وغیرہ کے درمیان صلح کا باعث بنتی ہیں یا نہیں اور اس صلح کے نتیجہ میں مرزا ناصر احمد صاحب خان عبد الحمید خان صاحب کی حکومت کو شکست دے کر کے۔ ایچ خورشید یا سردار ابراہیم کو دوبارہ آزاد کشمیر کی حکومت میں برسراقتدار لا سکتے ہیں یا نہیں۔ (لولاک ۲۶/ اگست ۱۹۶۶ء)

۶/ ستمبر ۱۹۶۶ء کی رات آغا شورش کاشمیری کو گرفتار کر کے ساہی وال جیل بھیج

دیا گیا۔

ظفر اللہ خان اور ملک فیروز خان نون

بادش بخیر! ملک فیروز خان نون بھی بڑے مزے کے بزرگ ہیں۔ نوائے وقت کی اشاعت ۲/اکتوبر میں ان کے کچھ رشحات قلم شائع ہوئے ہیں۔ ملک صاحب نے اپنے انہیں قلم قتلوں میں ایک خاص واقعہ کا اشارہ بھی کیا ہے کہ:۔

ایک دفعہ وہ سر ظفر اللہ خان کی دعوت پر ربوہ گئے اور مرزا بشیر الدین محمود سے ملے جب ملاقات کے کمرہ میں داخل ہوئے تو احتراماً جوتے اتار دیئے۔ ملاقات کے بعد جب اٹھے تو سر ظفر اللہ خان نے ان کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ ملک صاحب سر ظفر اللہ خان کی اس انکساری اور تواضع سے بہت متاثر ہوئے ـــــ

ملک صاحب بھی عجیب سادہ لوح بزرگ ہیں انہیں یہ معلوم نہیں کہ دراصل سر ظفر اللہ خان پاکستان کے وزیر اعظم یعنی ملک کے دس کروڑ باشندوں کے نمائندہ کو اپنے گرو کے پاس لے جانے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح سے اس نے پورے ملک کی انتظامیہ اور افسروں کو یہ تاثر دیا کہ قادیانیوں کے متعلق با ملاحظہ ہوشیار ہو کر رہئے کیونکہ میرے گرو کے دربار میں ملک کا سب سے بڑا حاکم بھی پاپوش کشیدہ اور نفس گم کردہ حاضر ہوتا ہے۔

ملک صاحب کا خیال ہے کہ دربار ربوہ میں سر ظفر اللہ خان نے ملک صاحب کا جوتا اٹھا کر انکساری اور تواضع کی اعلیٰ مثال پیش کی ـــــ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ سر ظفر اللہ خان نے ملک نون کو ربوہ کی سرکار میں پیش کر کے پوری ملت پاکستانیہ کے سر پر جوتے رسید کئے۔ اصل میں ملک فیروز خان نون بہت بھولے آدمی ہیں۔ تحریک پاکستان کے آخری ایام میں وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر تحریک پاکستان کی تائید کرنے لگے تھے بلکہ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں گرفتار ہو کر کچھ دنوں کے لئے قید بھی ہو گئے تھے ملک صاحب کی گرفتاری اور قید کا سن کر ہمارے ایک بزرگ نے غالب کا یہ شعر پڑھا تھا۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی!
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

ملک صاحب کا انہی دنوں کا ایک لطیفہ بڑا مشہور ہے کہ کسی جلسے میں انہوں نے کہا تھا کہ مسلمانو! پڑھو کلمہ **اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم**۔۔۔

چوہدری ظفر اللہ خان کے جوتے اٹھانے کی ہو رہی تھی چوہدری صاحب کے جوتے اٹھانے کا ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے جس زمانہ میں ان کو میاں سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا جا رہا تھا ان دنوں کا ذکر ہے کہ ایک وفد میاں سر فضل حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میاں صاحب اس وقت شملہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس وفد میں (۱)سید مرتضیٰ بہادر ممبر سنٹرل اسمبلی (۲)منظور علی تائب مالک آرمی پریس شملہ (۳)خطیب صاحب جامع مسجد شملہ (۴)مولانا لال حسین اختر (۵)میرا احمد حسین شملوی شامل تھے۔

وفد نے میاں صاحب سے عرض کیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے فارغ ہو کر پنجاب میں ہونے والے الیکشنوں میں حصہ لے کر وزیر اعلیٰ پنجاب بننا چاہتے ہیں اور اپنی جگہ مسلمان نمائندے کے طور پر سر ظفر اللہ خان قادیانی کو کونسل کا ممبر بنوا رہے ہیں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ظفر اللہ قادیانی کی جگہ کسی مسلمان کو کونسل کا ممبر بنوانا چاہئے۔

میاں صاحب نے وفد کی معلومات کی تصدیق کی اور کہا کہ میں ظفر اللہ خان کے علاوہ کسی اور کو ممبر بنوانا پسند نہیں کرونگا۔۔۔۔۔۔وفد مایوس ہو کر باہر نکلا تو میاں فضل حسین مرحوم کے ایک ملازم نے پوچھا کہ کہو بھائی! میاں صاحب نے تمہارا مطالبہ مان لیا' انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس نے کہا میری ایک بات سنو پھر تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ میاں صاحب ظفر اللہ خان کو ہی کیوں ممبر بنوانا چاہتے ہیں ہوا یہ کہ ایک دن میاں صاحب دفتر جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ اس وقت چوہدری ظفر اللہ خان بھی میاں صاحب کے پاس موجود تھے میاں صاحب نے مجھے آواز دی اور کہا کہ میرا

جوتا لاؤ۔ میں ساتھ والے کمرے میں تھا جلدی سے آیا کیا دیکھتا ہوں کہ میرے آنے سے قبل ہی سر ظفر اللہ خان نے میاں صاحب کا جوتا اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

یہ واقعہ سنا کر وہ ملازم کہنے لگا نواب آف چھتاری یا سر علی امام یا نواب اسمٰعیل یا ہندوستان اور پنجاب کا کوئی اور بڑا مسلمان میاں صاحب کی اتنی خوشامد کر سکتا ہے جتنی سر ظفر اللہ خان کر رہے ہیں اس لئے آپ جائیں یہ ظفر اللہ خان کو ہی ممبر بنوائیں گے۔ کسی اور کو ممبر بنوانا کبھی پسند نہیں کریں گے۔ اسی لئے تحریک آزادی کے دنوں میں مولانا ظفر علی خان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایسے لوگوں کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ:

"فلاں شخص انگریزوں کے بوٹ کی ٹو چاٹتا ہے۔

ایسے کسی آدمی نے اگر ملک نون کا جوتا اٹھا کر رکھ دیا تو کونسی قیامت آگئی جس سے ملک نون شرمائے جا رہے ہیں۔

بے چارے چوہدری ظفر اللہ خان جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کی بنیاد ہی انگریزوں کی کفش برداری اور خوشامد پر ہے۔ اور چوہدری صاحب اس فرقہ کے مخلص اور سچے پیروکار ہیں۔(لولاک ۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

کیا ارباب ربوہ جواب دیں گے؟

گزشتہ سال یورپی ممالک میں رہنے والے قادیانی مبلغین کا ایک خاص کنونشن لندن میں منعقد ہوا تھا۔ اس کنونشن کا افتتاح بین الاقوامی عدالت کے جج مشہور قادیانی مبلغ چوہدری سر ظفر اللہ خان نے کیا۔ اس کنونشن میں ایک خاص اور اہم مسئلے پر زور دیا گیا اس کنونشن کی خبر پاکستان کے بعض نامور اور مشہور اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس کنونشن کے متعلق روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والی خبر کو ہم من و عن نقل کر رہے ہیں:

جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن

لندن ۳/اگست (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے

لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں۔ کنونشن کا افتتاح گذشتہ اوزہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خان نے کیا یہ کنونشن ۷/اگست تک جاری رہے گا جماعت نے مختلف ممالک میں اپنے مشن قائم کر لئے ہیں۔ برطانیہ میں جماعت کے اٹھارہ مرکز قائم ہو چکے ہیں۔

کنونیشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسرِاقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے۔ ساہو کارے اور سود پر پابندی لگا دی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ ۴/اگست ۱۹۶۵ء جلد ۷ شمارہ ۲۰۹ فسٹ ایڈیشن چناب ایڈیشن)

قادیانی جماعت کے متعلق ہم بڑی سخت مشکل اور پریشانی سے دو چار ہیں۔ قادیانی جماعت کیا ہے اس کے مذہبی عقائد کیا ہیں؟ وہ اپنے سامنے کون سے سیاسی عزائم رکھتی ہے۔ وہ اپنے مذہبی عقائد کے پرچار کے لئے کیا کچھ کر رہی ہے؟ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے کس قدر قریب پہنچ چکی ہے اسکا رویہ اندرون ملک کیا ہے؟ وہ بیرون ملک بین الاقوامی طاقتوں سے کیا تعلقات رکھتی ہے؟ اس کی تنظیم کیا ہے؟ اس کے پاس روپیہ کتنا ہے؟ اس روپے کی آمد کے ذرائع کیا ہیں؟ اس روپے کا ظاہری اور خفیہ مصرف کیا ہے؟ علمائے کرام انہیں کیا سمجھتے ہیں' تحفظ کی کیا صلاحیت رکھتے ہیں' اس سلسلے میں ان کی کارکردگی کیا ہے؟ اس ملک کے متعلق قادیانیوں کے مذہبی عقائد اور عزائم کیا ہیں' حکومت سے انکا رویہ کیا ہے' حکومت کا رویہ ان سے کیا ہے' حکومت ان کے متعلق کیا جانتی ہے' اس وقت اس کے کتنے اخبارات اندرون ملک اور بیرون ملک کے لئے شائع ہوتے ہیں' کتنے کتابچے' تصنیفات' تالیفات اور دوسرا تبلیغی لٹریچر چھپ کر تقسیم ہوتا ہے۔ ان کے پاس کتنی وقف جائیداد ہے۔ ان کے پاس کتنی ملکیتی جائیدادیں ہیں یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن میں سے ہر ایک بات کی وضاحت ملک اور مذہب کے مفاد کے نقطہ نظر سے ضروری اور لازمی ہے اور ان میں سے ہر بات کی وضاحت خدا کے فضل و کرم سے پورے دلائل کے ساتھ کی جا سکتی ہے لیکن

دوسری طرف ہمیں اپنی حکومت سے تعاون کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ اس مملکت کی حفاظت تعمیر اور ترقی کے لئے جو کچھ موجودہ حکومت نے کیا ہے اسے ہم نہ صرف یہ کہ بنظر استحسان دیکھتے ہیں بلکہ دامے درمے قدمے سخنے اس کے ساتھ ہیں۔ اس کی مجبوری ہماری مجبوری ہے۔ اس لئے جب تک کہ خود حکومت مذہبی اور ملکی مفاد کے لئے ان سوالات کے جواب کی ضرورت محسوس نہ کرے ہمیں اسکی مشکلات میں کسی قسم کا اضافہ بھی نہیں کرنا ہے۔ البتہ بعض باتیں ایسی آجاتی ہیں جہاں ہمیں ملک اور مذہب کی عزت کی خاطر ہر مصلحت قربان کرنا پڑتی ہے۔

چو مے بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

ایسی ہی ایک ناگزیر بات وہ قرار داد ہے جو قادیانی مبلغین نے لندن کے کنونشن میں پاس کی۔ ہم اس قرار داد سے پہلے ہی روز آگاہ تھے لیکن اس کے اظہار کا وقت نہیں تھا۔ اب گزشتہ ستمبر کے حالات سے الحمد للہ کسی حد تک حکومت نبٹ چکی ہے اس لئے اب اس کا اظہار بے جا بھی نہیں ہو گا۔ اس سلسلہ میں ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ یہ فرض بھی پاکستان انٹیلیجنس بیورو کا تھا کہ وہ لندن کی اس قرار داد کے پس منظر اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتی اور اب بھی اس کی پوری پوری چھان بین کرنی چاہئے کہ اس قرار داد کا مطلب کیا تھا۔ سر دست اس کے متعلق ہم ارباب ربوہ سے براہ راست درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس کنونیشن اور اس کے زیر بحث آنے والے مسئلہ اور پاس ہونے والی قرار داد کی وضاحت فرمائیں۔ اور اس وضاحت میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں۔

(الف) اگست ۱۹۶۵ء میں یورپی ممالک کے قادیانی مبلغین کو اپنے اتنے اہم اور پہلے کنونیشن میں اس امر کی کیا ضرورت در پیش تھی کہ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اگر جماعت احمدیہ برسراقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں۔ دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے۔ ساہو کارے اور سود پر پابندی لگا دی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔

(ب) کیا جماعت احمدیہ کے مقاصد اور عزائم میں یہ بات شامل ہے کہ وہ برسراقتدار آجائے اور اگر یہ بات جماعت احمدیہ کے مقاصد اور پروگرام میں شامل ہے تو برسراقتدار آنے کے لئے وہ کون کونسی مساعی بروئے کار لا رہی ہے۔

کنونشن کے جن مندوبین نے اس امر پر زور دیا کہ اگر جماعت احمدیہ برسر اقتدار آجائے تو ایسا ایسا کرے' ان کے اور آپ کے خیال میں جماعت احمدیہ کے برسر اقتدار آنے کا کہاں احتمال پیدا ہو گیا تھا۔ یا اب احتمال ہے۔ برطانیہ میں یا امریکہ میں یا ہندوستان یا پاکستان میں یا اور وہ کونسا ملک اور علاقہ ہے جہاں جماعت احمدیہ کے برسراقتدار آنے کا امکان ہے۔

(د) جماعت احمدیہ نماز روزہ زکوۃ وغیرہ فرائض اسلام کی منکر نہیں ہے۔ انہیں تبلیغ میں سب سے زیادہ جس مسئلے سے دلچسپی ہے وہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی نبوت اور مسیحیت ہے۔ اسلام اور قادیانیت کے ان خالص تبلیغی مسائل کی بجائے صرف اس مسئلہ پر ہی کیوں زور دیا گیا کہ اگر جماعت احمدیہ برسر اقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے گی دولت از سر نو تقسیم کرے گی ساہوکارے اور سود پر پابندی عائد کرے گی۔ یعنی مذہبی مسائل اور احکام کی بجائے سیاسی مسائل اور احکام کے متعلق ہی قرار داد پاس کی گئی حالانکہ لاکھوں روپیہ کے خرچ سے یہ ان کی پہلی کنونشن تھی اور جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سر ظفر اللہ خان جیسے اہم قادیانی لیڈر نے اسکا افتتاح کیا۔

(ر) کیا اس وقت قادیانیوں کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ان کی لندن کنونشن سے صرف ایک ماہ بعد اسلام کا دشمن' امریکہ اور برطانیہ کا پٹھو بھارت پاکستان پر اچانک حملہ کرنے والا ہے اور بھارت اور امریکہ برطانیہ کی سازش کے مطابق پاکستان کی سالمیت خطرہ میں پڑنے والی ہے۔ جیسا کہ ایک ماہ بعد اور اس سازش میں بھارت کے ساتھ مبینہ طور پر امریکہ' برطانیہ پائے گئے۔ اس سازش اور اس حملے کو پاکستان کی جیالی غیور بہادر اور جانباز فوجوں نے روکا پوری پاکستانی قوم کفن بردوش ہو گئی۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا

اور فوج کے جرنیلوں اور سپاہیوں نے قرون اولیٰ کے غازیوں کی یاد تازہ کر دی اور اس سب کچھ کے ساتھ اللہ کا فضل اور اس کے حبیبؐ کی نظر رحمت سے مملکت پاکستان بچ گئی اور دشمن کی کمر ٹوٹ گئی اور سازشی کھسیانے ہو کر اودھر اودھر کی باتیں بنانے لگے۔

ہمیں امید ہے کہ ارباب ربوہ ہمارے ان سیدھے سادھے سوالات کا سیدھا سادھا جواب دیں گے اور کسی روایتی تاویل اور تعبیر سے کام لے کر بات کو الجھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔(لولاک ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سربراہ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ خطیب پاکستان رحلت فرما گئے ان کی وفات کی خبر لولاک کے ٹائیٹل پر یہ شائع ہوئی

خطیب پاکستان حضرت مولانا الحاج قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی کا وصال

شجاع آباد ۲۳ر نومبر ملک کے نامور مذہبی رہنما تحریک آزادی کے قافلہ کے عظیم سپہ سالار مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب آج ۳۰۔۳ بجے شام شجاع آباد میں واصل بحق ہو گئے۔ قاضی صاحب کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ انہیں یرقان اور سرطان جگر کا مرض تھا۔ قاضی صاحب کا ہر ممکن علاج کرایا گیا۔ لیکن آخر انہیں قضائے الٰہی کے سامنے سپر انداز ہونا پڑا۔ اور انہوں نے اپنی پیاری جان اپنے محبوب جان آفریں کے سپرد کر دی۔ قاضی احسان احمد صاحب شجاع آباد کے مشہور قاضی خاندان کے مشہور عالم دین اور شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب حضرت مولانا قاضی محمد امین صاحب مرحوم کے اکلوتے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے آغاز جوانی میں ہی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی حفاظت دین مصطفیٰؐ اور تحریک آزادی وطن کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کا شمار مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ برصغیر ہندو پاک کا کوئی کونہ گوشہ' بستی اور شہر ایسا نہیں ہو گا۔ جہاں قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے

اپنا عشق رسالت و توحید میں ڈوبا ہوا پیغام نہ پہنچایا ہو۔

آپ نے تحریک آزادی وطن اور بالخصوص تحریک آزادی کشمیر میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ فرنگی حکومت کے مظالم سہے۔ فرنگی پولیس کے تشدد کا شکار ہو کر ہی لاٹھی چارج میں ان کا ایک بازو توڑ دیا گیا تھا۔ جو اگرچہ جڑ گیا تھا لیکن آخر تک کمزور تھا۔

قاضی صاحب کا رونگٹا رونگٹا عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا تھا۔ انہوں نے آزادی وطن کے بعد حضورؐ فداہ ابی و امی کے تاج و تخت ختم نبوت کی حفاظت کے لئے اپنے آپکو وقف کیا ہوا تھا۔ ملک کی آزادی تحریک آزادی کشمیر دین مصطفےؐ کی تبلیغ ملک کے غریبوں' کسانوں' مزدوروں کے حقوق کے لئے آواز' مسئلہ ختم نبوت کی تبلیغ و حفاظت اور اسلام کے خلاف فرنگی سازشوں کے تار پود بکھیرنے کے سلسلے میں قاضی صاحب نے کیا کیا عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس کے متعلق کسی انصاف پسند مورخ کے قلم کی عظیم خدمات کی ضرورت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی بھر کی دینی' ملی' قومی اور ملکی خدمات کو قبول فرمائے۔ ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ملت اسلامیہ کو بالعموم اور قاضی صاحب مرحوم کے لواحقین اور ساتھیوں کو بالخصوص اس صدمہ کے برداشت کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔(ہفتہ وار لولاک ۲۵ نومبر ۱۹۶۶)

قاضی صاحب کی وفات پر مولانا محمد علی جالندھری،کا ہفتہ وار خدام الدین میں یہ تعزیتی بیان شائع ہوا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے تبلیغی اجتماعات

لاہور۔ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیر اہتمام مؤرخہ ۱۹/۲۶ رمضان المبارک مطابق یکم و ۸ جنوری ۱۹۶۷ء بروز اتوار ۳۰-۹ بجے صبح مسجد بلاغ والی بیرون شاہ عالم گیٹ سرکلر روڈ لاہور میں تبلیغی اجتماعات منعقد ہوں گے جس میں جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور' مجاہد ملت مولانا محمد علی صاحب جالندھری ترجمان اہل سنت علامہ

دوست محمد صاحب قریشی مجاہد اسلام مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی' سیف بے نیام مولانا عبد الستار خان نیازی' علامتہ المذاہب مولانا لال حسین اختر' معاصر العلماء مولانا ڈاکٹر مناظر حسین خطیب اعظم مولانا محمد اجمل صاحب' صاحبزادہ منظور احمد شاہ ' مولانا مختار احمد صاحب الحسینی' شاعر اسلام حضرت منظر گجراتی شاعر جانباز مرزا' شاعر اہلسنت حافظ نور محمد انور خطاب فرمائیں گے۔

بلند اختر نظامی ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور۔

خدام الدین۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء)

مقدمہ روئیداد ۱۳۸۵ھ مطابق مئی ۱۹۶۵ء تا اپریل ۱۹۲۶ء مرتبہ مولانا محمد شریف جالندھری پیش خدمت ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد پاک وہند کی جن سرحدات کا قانونی طور پر تعین کیا گیا ان کی دیکھ بھال بہر حال ہر ملک کے لئے لازمی ہے۔ پاکستان نے اپنی سرحدات کے استحکام کے لئے جو حالات پیدا کئے اس کے باوجود بھارت کے رہنماؤں نے اپنی فوجی قوت کی بناء پر جو انہوں نے امریکہ جیسے سامراج ملک سے پاکستان اور چین کا خوف دلا کر حاصل کی تھی اس کے بل بوتے پر ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی سرحدات پر رات کے اندھیرے میں حملہ کر دیا۔ اگر پاکستان کے جیالے نوجوان سینہ سپر ہو کر بھارتی سیناؤں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہ بن جاتے تو پاکستان کا استحکام خطرے میں تھا

دشمن کے ارادے اور اس کے عزائم کے پیش نظر ہر پاکستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ جہاد کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے اور ہر وہ قوت مہیا کرے جو میدان کارزار میں دفاع ملک کے لئے کام آسکے۔ ایسے وقت میں جبکہ جہاد کی ضرورت شدت سے بڑھ رہی ہے پاکستان میں ایک ایسا گروہ بھی کام کر رہا ہے جس کے مندرجہ ذیل نظریات کی اشاعت شب و روز جاری و ساری ہے۔ یہ فرقہ قادیانی ہے۔ جو مرزا غلام احمد کی نبوت اور مجددیت پر یقین رکھتا ہے۔ اور اس کی ہر پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں اسلامی جہاد کو موقوف

و منسوخ حرام اور ختم قرار دیا ہے۔ اور یہ کتابیں جن کے حوالے درج ذیل ہیں آج کل اہل ربوہ ان کی نشرو اشاعت میں مصروف ہیں

حوالہ نمبر۱۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ حاشیہ ص۱۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ مسیح کے وقت میں جہاد کا حکم منسوخ کر دیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں بھی مسیح موعود کی صفات میں لکھا ہے۔ یضع الحرب۔ یعنی مسیح موعود جب آئے گا تو جنگ اور جہاد کو موقوف کر دے گا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد کے نزدیک جہاد منسوخ اور موقوف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ مسیح موعود ہیں یاد رہے یہ کتاب ربوہ پاکستان سے انہیں دنوں شائع ہوئی ہے (مرتب)

حوالہ نمبر۲۔ جہاد یعنی دینی لڑائی کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا۔ اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا۔ اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مؤاخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا۔ اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر۴ ص۱۵ حاشیہ طبع ربوہ پاکستان مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

حوالہ نمبر۳۔

چھوڑ دو اب دوستو جہاد کا خیال — دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(حوالہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

حوالہ نمبر۴۔ دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔

ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص ۱۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی

حوالہ نمبر۵:۔ اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے۔ اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ سو مسیح آچکا اور یہی ہے جو تم سے بول رہا ہے۔ خطبہ الہامیہ اشتہار چندہ منارۃ المسیح ص ۱۷ طبع ربوہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی

حوالہ نمبر۶:۔ آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ خطبہ الہامیہ ص ۲۸/۲۹ اشتہار چندہ منارۃ المسیح مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی طبع ربوہ

حوالہ نمبر۷:۔ یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔ اشتہار واجب الاظہار مندرجہ تریاق القلوب ص ۳۸۹ طبع ربوہ پاکستان مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی

ناظرین کرام آپ نے مندرجہ بالا حوالوں میں ملا حظہ فرما لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی مسند پر زبردستی بیٹھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان کی غلط تشریح کر کے حکومت برطانیہ کو مطمئن کرنے کے لئے یہ اعلان کر رہا ہے کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کا انتظار ہے۔

مندرجہ بالا نظریات کی موجودگی میں یہ حقیقت واشگاف ہو گئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کو ماننے والے جہاد کے قائل نہیں اور ان کے نزدیک مذہبی نقطہ نظر سے کسی وقت اور کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ماہ ستمبر۱۹۶۵ء کے پاک و بھارت جنگ کے دنوں مرزا بشیر الدین محمود (آنجہانی) نے اپنی پارٹی کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ پاکستان گورنمنٹ کے دفاعی فنڈ میں دیا اور ایک لاکھ روپیہ ان کے بیٹے وسیم احمد نے انہی دنوں بھارت گورنمنٹ کو دیا۔

اگر ان کے نزدیک پاک بھارت جنگ کے موقعہ پر پاکستان کا مؤقف صحیح ہوتا اور وہ اس کو جہاد خیال کرتے تو دفاعی رقم صرف پاکستان کو ملتی بھارت کو پاکستان کے خلاف یہ خطیر رقم کبھی نہ دی جاتی۔

موجودہ حالات میں قادیانی مذہب کے ماننے والوں کا مرکز پاکستان میں ہے اور تمام رقم پاکستان سے جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قادیانی مذہب کے رہنماؤں کے نزدیک پاکستان بھارت سے جنگ جہاد نہیں تھا۔ اور نہ ہی جہاد کو اپنے اصولوں کی بناء پر جائز سمجھتے ہیں۔

تین روزہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ

۲۷/۲۸/۲۹/ جنوری جمعہ ہفتہ اتوار کو چنیوٹ پبلک پارک میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مغربی پاکستان کے کونے کونے سے علمائے کرام اور مندوبین کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ کانفرنس کے مختلف اجتماعات سے مولانا عبد اللہ درخواستی مولانا عبد الستار نیازی' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا عبد الرحمن میانوی' مولانا تاج محمود' مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد لقمان' مولانا محمد شریف بہاولپوری' مولانا عبد الرحیم اشعر' اور دوسرے علمائے کرام نے تقاریر کیں۔

کانفرنس کے آخری اجلاس میں حسب ذیل قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔

(ا) قادیانیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں ملک کی کلیدی اسامیوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔

(ب) دوسرے اوقاف کی طرح قادیانیوں کے اوقاف پر بھی حکومت قبضہ کرے
(ج) اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے مختلف علمائے کرام کا ایک جامع بورڈ بنایا جائے تاکہ قوانین کو اسلامی بنانے اور نافذ کرنے میں آسانی ہو۔
(د) غذائی قلت کے مسئلے کو پوری ہمت سے حل کیا جائے اور اس سلسلے میں ہر تعاون کی پیش کش کی گئی۔(ہفت روزہ لولاک ۳ فروری ۱۹۶۷ء)

ماہنامہ الفرقان قادیانی کی گستاخی پر احتجاج

سمندری۔ ۲۴جنوری جمعتہ المبارک کے عظیم اجتماع سے مولانا محمد علی جانباز نے خطاب کرتے ہوئے ماہنامہ الفرقان (ربوہ) کے فضل عمر نمبر کی گستاخی کی کڑی مذمت کی۔ اور اس کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین قرار دیا۔ جب کہ ایک قادیانی اپنے خواب میں مرزا بشیر الدین کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شکل میں دیکھتے ہیں (العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد) آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانوں کی ایسی نازیبا اور توہین آمیز حرکات کی کڑی نگرانی کی جائے۔ آپ نے پر زور لہجہ میں فرمایا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ اور پاکستان اور حصول کشمیر کے لئے دعا کی گئی۔ (اسلامیان سمندری)لولاک ۳/ فروری ۱۹۶۷ء)

سر ظفراللہ خان کی اشتعال انگیزی

ربوہ کے سالانہ جلسہ ۱۹۶۲ء میں قادیانی جماعت کے بہت بڑے لاٹ پادری سر ظفراللہ خان نے نہایت اشتعال انگیز تقریر کی ہے اور قادیانی جماعت کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ہماری جماعت کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں رہا ہے وہ سب لوگ جو اس جماعت کے مخالف تھے وہ ختم ہو گئے ہیں اور یہ بات ہماری صداقت کی دلیل ہے۔

قادیانیوں کے اس لاٹ پادری نے اپنی تقریر میں اشتعال انگیزی کے علاوہ دنیا کا بہت بڑا جھوٹ بھی بولا ہے۔ اور اس جھوٹ کے ذریعہ باہر سے آئے ہوئے قادیانیوں

پر نفسیاتی اثر ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ ذرا ایثار اور قربانی سے کام لو۔ اور زیادہ سے زیادہ چندہ دو تاکہ ہم جو ساحل مراد تک پہنچنے ہی والے ہیں جلد از جلد کامیاب ہو جائیں۔

ہمارا روز اول سے یہ پختہ یقین ہے کہ قادیانی جماعت جس کے سربراہ نے اسے انگریزوں کا خود کاشتہ پودا قرار دیا ہے انگریزوں جیسی دشمن اسلام قوتوں کی خاص مصلحتوں کو پورا کرنے کے لئے معرض وجود میں لائی گئی تھی اور آج تک وہ اپنی اسی طبعی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے آزادی سے قبل انگریزوں نے اپنے اس خود کاشتہ پودے کو بے پناہ مراعات اور فوائد پہنچائے اور غلامستان ہندوستان میں اس کی جڑیں مضبوط کیں آزادی کے بعد سے اب تک جتنی حکومتیں قائم ہوئی ہیں ان کا اپنا نقطہ نگاہ برطانوی ساخت پر داخت سے مشابہ ہے اس لئے وہ اس ارتدادی تحریک کے مضر اثرات ملک اور اسلام دشمن نتائج سے آگاہ نہیں ہو سکے وہ اس جماعت کی ظاہری اور وقتی خوشامد اور چاپلوسی کو اپنی وفاداری سے تعبیر کر کے خطرناک دھوکا کھاتے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قادیانی جماعت ایک طرف تو موجودہ حکومت سے ظاہری وفاداری کا عہد باندھے ہوئے ہے اور اندر ہی اندر ایسی سرگرمیوں میں مصروف ہے جو موجودہ حکومت سے وفاداری کے قطعاً منافی ہیں۔

چوہدری ظفر اللہ خاں کی ربوہ میں حالیہ تقریر بھی اسی سلسلے کی ایک ریاکارانہ اور مکارانہ کڑی ہے جس میں جماعت کو کسی سبز باغ دکھانے اور کسی موہوم امید کے قریب تر ہونے کی نوید اور خوشخبری دی گئی ہے ورنہ اصل حقائق کی روشنی میں چوہدری صاحب کے فرمودات سراسر غلط اور جھوٹ کے ایک بہت بڑے پلندے سے کم نہیں ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی مخالفت پاکستان کے غیور مسلمانوں میں پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ پہلے چند علمائے کرام ہی ان کی مخالفت میں پیش پیش تھے لیکن اب قوم کا بچہ بچہ ان کے دجل و تلبیس سے آگاہ ہو چکا ہے کوئی شخص ان کی ظلی بروزی جھوٹی نبوت کے دام تزویر میں پھنسنے کو تیار نہیں ہے۔

چوہدری ظفراللہ خاں کو یہ تاریخی جھوٹ بولنے کی غالباً" اس لئے ضرورت پیش آئی اور انہیں سادہ لوح قادیانیوں کو دھوکا دینے کی کوشش اس لئے کرنا پڑی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی جماعت جس مخالفت سے اب دو چار ہے شاید اتنی مخالفت سے کبھی دو چار نہیں رہی اندرون ملک اور بیرون ملک کے تمام مسلمان شیعہ' سنی' دیوبندی' بریلوی' حنفی' اہل حدیث' بالاتفاق ان کی ارتدادی اور ملک دشمن سرگرمیوں کے تو مخالف تھے ہی لیکن اب خیر سے ان کی اپنی جماعت کے اندر سے ایک لاوا پھوٹ نکلا ہے اور وہ حقیقت پسند گروہ کے مخلص نوجوان ہے ۔ جنہوں نے نیک نیتی سے اپنی زندگیاں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے وقف کی تھیں لیکن جب وہ ربوہ کے ماحول میں پہنچے اور وہاں انہوں نے جو کچھ دیکھا اسے ان کے ضمیر جو ظفراللہ خان کے ضمیر کی طرح ابھی مردہ نہیں ہوئے تھے' برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے ربوہ کی عیاشی اور بددیانت خلافت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ربوہ کا مذہبی آمر اور تاریخ محمودیت جیسی کتابیں لکھی گئیں ان کی اشاعت ہوئی۔ ربوہ کی خلافت نے ان نوجوانوں کو ربوہ سے سوشل بائیکاٹ کر کے نکال دیا۔ انہیں قتل کی دھمکیاں دی گئیں اب ان میں سے ہر نوجوان چوہدری صاحب کی جماعت کے لئے عذاب الٰہی بنا ہوا ہے۔

ایسے حالات میں چوہدری ظفراللہ خان صاحب کا ربوہ میں اعلان کرنا کہ جماعت کی مخالفت کرنے والا اب کوئی نہیں رہا صفحہ ہستی کا بہت بڑا جھوٹ ہے

چوہدری ظفراللہ خان نے یہ بھی کہا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری' اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری وغیرہ علمائے کرام سلسلہ احمدیہ کے مخالف تھے وہ ختم ہو گئے ہیں لٰہذا ہماری جماعت کی صداقت ثابت ہو گئی ہے اس دھوکا دہی اور فریب کاری کے متعلق کیا کہا جائے کہ کسی بزرگ کی موت کو اپنے سلسلے کی صداقت کا ذریعہ سمجھا جا رہا ہے اگر قادیانیوں کی صداقت کی دلیل علمائے امت کے بزرگوں کی موت ہو سکتی ہے تو خود مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بیٹے مرزا محمود کی موت کی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل بھی کہا جا سکتا ہے۔

چوہدری ظفر اللہ خان وضاحت کریں!

جدید مسیحی جماعت (قادیانی) کے لاٹ پادری ظفر اللہ خان نے اس سال ربوہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر عجیب و غریب تقریر کی ہیں ہم "لولاک" کی گذشتہ اشاعت میں چوہدری صاحب کی ایک اشتعال انگیز تقریر کا نوٹس لے چکے ہیں۔ آج کے اداریہ میں بھی ہمیں چوہدری صاحب کی ایک اور بات کا نوٹس لینا ہے۔

چوہدری صاحب نے اپنی تقریریں میں مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ ایک خلیفہ یا ایک امیر کی زیر قیادت متحد و مجتمع ہو جائیں۔ تاریخ اسلام اس امر کی منہ بولتی دلیل ہے کہ مسلمان ہمیشہ اس دور میں ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہے جس دور میں ان پر کسی طاقتور خلیفہ یا امیر کی حکومت تھی۔"

بظاہر چوہدری صاحب نے بڑی معصوم اور معقول بات کہی ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی کا راز ایک طاقتور خلیفہ یا امیر کے زیر قیادت متحد ہونے میں ہے لیکن چوہدری صاحب کی معصوم اور معقول بات کے پس پردہ نا معقولیت کے ہزاروں شیطان ناچتے دکھائی دے رہے ہیں۔ چوہدری صاحب نے غضب یہ کیا ہے کہ اپنی پوری بات زبان پر نہیں لائے آدھی بات کہی اور آدھی بات کو کسی دوسرے مناسب وقت تک کے لئے روک لیا ہے۔

ہم چوہدری صاحب سے کہیں گے کہ براہ کرم وہ اس نسخہ کیمیا کی جلد از جلد وضاحت فرما دیں کہ مسلمان موجودہ دور میں کس خلیفہ یا امیر کی زیر قیادت متحد ہو جائیں تاکہ ان کی زبوں حالی دور ہو جائے وہ ترقی اور خوشحال سے ہمکنار ہو جائیں۔ وہ امیر سعودیہ عربیہ کے شاہ فیصل افغانستان کے ظاہر شاہ انڈونیشیا کے صدر سوئیکار نو' متحدہ عربیہ جمہوریہ کے صدر ناصر' اور پاکستان کے صدر ایوب خان میں سے کوئی صاحب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہم چوہدری صاحب کے دل کی بات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت رامی شناسم

جہاں تک ہماری ناقص سمجھ کا تعلق ہے چوہدری صاحب کے ذہن میں جو امارت اور خلافت مسلمانوں کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہو سکتی ہے وہ ربوہ کی خلاف اور امارت ہی ہے۔ اسی لئے انہوں نے یہ بات ربوہ کی خلافت اور امارت کی دہلیز پر کھڑے ہو کر کہی ہے اور چوہدری صاحب ہماری اس بات کی تردید نہیں کریں گے یہ علیحدہ بات ہے کہ انہیں اپنی امارت اور خلافت کو دنیا کے سامنے کھل کر پیش کرنیکی جرأت نہیں ہو گی

ہم اپنی اس رائے کے حق میں جو سب سے بڑی وزنی دلیل رکھتے ہیں وہ یہ ہے دنیائے اسلام کا کوئی شخص جو مرزائے قادیانی کے دعوی مسیحیت کو جھوٹا جانتا ہو۔ وہ مرزائیوں کے نزدیک عیساؤں اور یہودیوں کی طرح اسلام سے خارج ہے اس لئے چوہدری ظفر اللہ خان کے مجوزہ خلیفہ یا امیر سے کوئی ایسا شخص مراد ہی نہیں ہو سکتا جو امت محمدیہؐ سے تعلق رکھتا ہو۔ امت محمدیہؐ کے افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کو سچا نہ مانیں۔ بلکہ اسے کذاب اور دجال یقین کریں۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے چوہدری ظفر اللہ خان کی مراد مجوزہ خلیفہ اور امیر سے خلیفہ ربوہ ہی ہے تو اس صورت میں دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے لئے چوہدری صاحب کے خلیفہ اور امیر کو تسلیم کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی وہی چیز ہے جس چیز کی وجہ سے چوہدری ظفر اللہ خان خلیفہ ربوہ کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کو خلیفہ یا امیر تسلیم نہیں کر سکتے

چوہدری ظفر اللہ خان کے ربوہ کے خلیفوں اور امیروں کا ہی یہ فتوی ہے کہ جو مسلمان مرزائے قادیاں کے منکر ہیں وہ عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح اسلام سے خارج ہیں۔ اب یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح کے خارج عن الاسلام (مسلمان) کس طرح خلیفہ ربوہ کو اپنا خلیفہ اور امیر تسلیم کر لیں۔

بہر حال ہم چوہدری ظفر اللہ خان کے وضاحتی بیان کے منتظر ہیں کہ وہ وضاحت

کریں کہ انکی مراد کون سے خلیفہ اور امیر سے ہے' اور اگر وہ مناسب خیال کریں تو ہماری اس تجویز کے متعلق بھی نفی اثبات میں جواب دیں۔ کہ اگر سردست سارے عالم اسلام کے متعلق ممکن نہ ہو اور فی الحال صرف پاکستان کے مسلمان بالفرض صدر محمد ایوب خان کو ہی اپنا خلیفہ یا امیر تسلیم کرلیں جو کہ یقیناً" ایک طاقتور خلیفہ اور امیر ہو گا تو چوہدری صاحب اور انکے دوسرے جدید مسیحی بھائیوں اور (قادیانیوں) کی پوزیشن کیا ہو گی۔ وہ صدر محمد ایوب خان کو اپنا امیراور خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے ان کی زیر قیادت امت مسلمہ کے ساتھ متحد اور مجتمع ہونے کو تیار ہیں یا نہیں؟۔(لولاک ۳فروری۱۹۶۷ء)

سر ظفراللہ خان کی منافرت انگیزی

قادیانی جماعت کا سالانہ جلسہ ہر سال ربوہ میں ہوا ہی کرتا ہے اور اس مرتبہ بھی ہوا مگر اس سال جلسہ کے اور چھور کچھ نرالے ہی تھے جس کی وجہ سے پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں اور ان میں اس طائفہ کے خلاف شدید اشتعال پایا جاتا ہے۔ اشتعال انگیزی کا سب سے بڑا سبب پاکستان کے بدنام ترین سابق وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان کا وہ "بھاشن" ہے جو انہوں نے اس جلسہ میں دیا اور جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اب ہماری جماعت کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا اور وہ تمام لوگ جو طائفہء قادیانیہ کے مخالف تھے ختم ہو گئے ہیں۔ ان کے الفاظ جو ہم تک مختلف ذرائع سے پہنچے ہیں کچھ اس قسم کے ہیں۔ کہاں ہے عطاء اللہ شاہ بخاری' ثنا اللہ امرتسری' ابوالحسنات اور مجلس احرار جو ہماری مخالفت کیا کرتے تھے۔ وہ سب ختم ہو گئے۔ اور ۱۹۵۳ء بھی گذر گیا لیکن ہم باقی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سچے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" اگر کسی شخص کا اس دنیا سے عالم جاودانی کی طرف سدھار جانا ہی صداقت کی دلیل ہے تو دنیا میں کسی شخص کو بھی جھوٹا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہر شخص کے مخالف کو بہرحال ایک نہ ایک دن موت کی آغوش میں چلے ہی جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس دنیا میں بقاء نہیں۔ جو آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے۔ اگر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ وصال فرما گئے ہیں تو مدت ہوئی مرزا غلام احمد قادیانی بھی آنجہانی ہو چکے ہیں۔ اور جس حالت میں انہوں نے آخری سانس لئے لاہور کے بڑے بوڑھے اور برانڈرتھ روڈ پر واقع احمدیہ بلڈنگ کا وہ مکان جس میں انہوں نے دم توڑا اس پر گواہ ہیں تفصیل کی شاید قانون اجازت نہ دے اجمالاً" یہی کہا جا سکتا ہے۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ان کا جانشین بشیر الدین محمود بھی کئی سال تک موت وحیات کی عبرت ناک کشمکش میں مبتلا رہ کر کارکنان قضاء قدر کے حوالے ہو چکا ہے اور اس کا وہ اعلان بھی کہ "۱۹۵۳ء" نہ گذرنے دو پادر ہوا ہو چکا ہے۔ پھر آپ سے زیادہ کون واقف ہو گا کہ خلیفہ صاحب کن کن اذیتوں سے دو چار ہو کر دنیا سے گئے ہیں اور کیا کیا تمغہ ہائے خدمت اپنے ہی ماننے والوں سے لے کر گئے ہیں۔ یقین نہ آئے تو "تاریخ محمودیت" اور ربوہ کے مذہبی آمر" کا مطالعہ فرما لیجئے اور اقرا کتابک کا منظر اپنی آنکھوں کے سامنے لایئے انشاء اللہ آپ کے "دیا کھیان" کی تمام قلعی کھل جائے گی۔ اور اس کے بعد اگر چشم عبرت وا نہ ہو تو وزارت خارجہ سے جدائی اور دھرمسالہ روڈ لاہور چھاؤنی کی کوٹھی سے لے کر لبنان تک بکھری ہوئی داستان عبرت و موعظت پر ہی ٹسوے بہا لیجئے۔ لیکن جب آنکھوں پر پردہ اور دل و دماغ پر تالے پڑ جائیں تو نہ خسوف بدر سے کسی شخص کو سبق ملتا ہے اور نہ ہی "بشریٰ" سے محرومی اسے راہ پر لا سکتی ہے۔

اب آپ نے سوال کیا ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسرے مسلمان رہنما کہاں ہیں۔ تو سن لیجئے کہ وہ جنت میں اپنے آقاء و مولا فداہ ابی و امی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامن رحمت میں ابدی زندگی کے مزے لے رہے ہیں اور رہ گیا ان کا مشن یعنی عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ تو وہ بھی زندہ و تابندہ ہے اور جب تک کوئی ایک فرد بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا موجود ہے یہ

مشن باقی رہے گا اور خانہ ساز نبوتوں کے بخئیے ادھڑتے ہی رہیں گے۔ آپ نے مجلس احرار کو اپنے خطاب میں للکارا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں بھی ان کا خیال آپ کے قلب و ذہن پر ضرور مسلط رہتا ہو گا کیونکہ انہوں نے آج تک آپ کے کسی امیدوار کو بھی تحریک ختم نبوت کے بعد ملک میں قومی یا صوبائی اسمبلی کا ممبر نہیں بننے دیا۔ اور ہر محاذ پر سارقین ختم نبوت کی گوشمالی کی ہے۔ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ یہ جماعت اب بھی موجود ہے اور اس کے آزمودہ کار قائدین اور جواں ہمت رضا کار آج بھی اپنے امیر سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے تجویز کردہ مشن کے حفظ و بقاء اور ترقی کے لئے سرگرم کار ہیں۔ اتب ان میں سے مجلس تحفظ ختم نبوت نے حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی کے ایماء پر سیاسیات سے کنارہ کر لیا تھا اور اب وہ علمی و تبلیغی محاذ پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کی قیادت میں باطل کی ہر قوت کے مقابلہ میں ڈٹی ہوئی ہے۔ قلمی میدان میں ملک کے شیر دل اور عظیم صحافی آغا شورش کاشمیری کا چٹان اسی ذہن کا ترجمان ہے جسے قائد احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے پیدا کیا تھا اور بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے تمام چیتھڑوں پر یہ اکیلا بھاری ہے۔ اسکے علاوہ مولانا عبد الرحیم اشرف کا المنبر مولانا تاج محمود کا لولاک ماہنامہ تبصرہ اور روزنامہ آزاد اور دوسرے کئی اخبارات و جرائد احراریت ہی کے نقیب ہیں اور اس کے بعد بھی اگر آپ کو احرار کا سیل رواں نظر نہ آئے تو قصور آپ کی شپرہ چشمی کا ہے چشمہء آفتاب کا نہیں۔

لیکن سب سے بڑی غور طلب بات یہ ہے کہ آپ کو یہ باتیں اسی مرحلہ پر ہی کیوں سوجھیں اور آپ نے ان اشتعال انگیز باتوں کے لئے یہی وقت کیوں منتخب کیا جبکہ ملک مشکلات میں گھرا ہوا ہے؟ کیا آپ اس موقع پر اپنے آقایان ولی نعمت اور اپنی جماعت کی کسی خفیہ سازش کو بروئے کار لانے کے خواب تو نہیں دیکھ رہے اور ان کے اشارہء چشم و ابرو پر ملک میں اشتعال اور افراتفری کو ہوا دے کر اور حکومت و عوام کے درمیان منافرت کی خلیج حائل کر کے کسی طے شدہ پروگرام کی تکمیل تو نہیں

چاہئے؟ لیکن یاد رکھئے مسلمان انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے کسی منصوبے کو بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور آپ کا کوئی خواب بھی شرمندہء تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

یہاں ہم اپنی حکومت اور کار پردازان مملکت سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ ربوہ کی سرگرمیوں کا پورا جائزہ لیں' سالانہ اجلاس میں ہونے والی تقاریر کا مکمل نوٹس لے کر عوام کے اضطراب کو دور کریں اور حالات کا رخ سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ ہمارے خیال میں اس سارے ڈرامہ کا پس منظر جو اس موقع پر ربوہ میں کھیلا گیا ہے کہ ملک میں بدامنی اور انتشار کو ہوا دے کر کسی سازش کے لئے راہ ہموار کی جائے چنانچہ ہمارے اس قیاس کو مندرجہ ذیل امور سے تقویت ملتی ہے:۔

ا۔ سر ظفر اللہ نے روٹری کلب لاہور میں تقریر کرتے ہوئے پہلی مرتبہ یہ تاثر دیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ممالک کی رائے عامہ پاکستانی افسروں کو بددیانت تصور کرتی ہے اور اس طرح ایک طرف پاکستانی عوام کے دلوں میں افسری طبقے کے خلاف نفرت کو ہوا دینے اور پاکستانی عوام اور افسری طبقے کے درمیان منافرت کی خلیج حائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور دوسری طرف ربوہ کے سالانہ اجلاس میں مذکورہ بالا "بھاشن" کے دوران مسلمان رہنماؤں کے خلاف زہر اگل کر اور ۱۹۵۳ء کے واقعات یاد دلا کر مسلمانوں کے جذبات کو مجموعی طور پر مشتعل و مجروح کرنے کا بیہودہ مظاہرہ کیا ہے جس کا لازمی نتیجہ ملک میں انتشار و تشتت ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے موجودہ حالات میں جبکہ حکومت پہلے ہی مشکلات میں گھری ہوئی ہے' غلے اور دوسری ضروریات زندگی کی گرانی کا دور دورہ ہے' مزدوروں' مذہبی حلقوں اور عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے کشمیر کے حالات خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ کے الفاظ میں ہمارے سر پر ایک کمینہ دشمن کھڑا ہے اس قسم کی منافرت انگیزی حکومت کے لئے مزید مشکلات اور انتظامیہ کے لئے اپنے فرائض کی انجام دہی کی راہ میں رکاوٹوں کا سبب بن سکتی ہے اور ملک و قوم کے کسی بھی بہی خواہ یا ہمدرد سے اس وقت میں ایسی تقریروں اور اشتعال انگیزیوں کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ سب کچھ کسی اشارے پر ہو رہا ہے اور سر ظفر اللہ خاں اور

ان کا طائفہ پاکستان اور حکومت پاکستان کا ہرگز خیر خواہ نہیں ہے۔

۲۔ سر ظفر اللہ نے اپنے "بھاشن" میں یہ بھی کہا کہ "تاریخ اسلام اس امر کی بولتی ہوئی دلیل ہے کہ مسلمان ہمیشہ اسی دور میں ترقی اور خوش حالی سے ہمکنار رہے جس دور میں ان پر کسی طاقتور خلیفہ یا امیر کی حکومت تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ایک خلیفہ یا امیر کی زیر قیادت مجتمع اور متحد ہو جائیں۔" (نوائے وقت ۳۰ جنوری ۱۹۶۷ء)

واضح بات ہے کہ یہ الفاظ کہہ کر سر ظفر اللہ نے مملکت در مملکت کا نظریہ پیش کیا ہے اور صدر ایوب سمیت ساری قوم کو مرزا ناصر احمد کی اطاعت کی دعوت دی ہے۔ وہ مرزا ناصر احمد کو مطاع اور صدر ایوب کو عقیدۃً مطیع سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہباً ساری دنیا میں مرزا ناصر احمد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم صدر مملکت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کا محاسبہ کریں اور پوچھیں کہ آیا وہ مرزا ناصر احمد کے علاوہ بشمول امت مرزائیہ کسی بھی دوسرے شخص کو طاقتور خلیفہ یا امیر ماننے کے لئے تیار ہیں یا دنیا کے کسی مسلمان خلیفہ یا امیر کو اسلامی خلیفہ تسلیم کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور جیسا کہ ان کا مذہبی عقیدہ ہے یقیناً نہیں مان سکتے تو پھر وہ سارے ملک پر حکومت کے خواب دیکھ رہے ہیں اور بشمول صدر مملکت سارے ملک کے مسلمانوں کو مطیع دیکھنے کے آرزو مند ہیں۔ نیز جہاں تک ہمیں یاد ہے مرزا بشیر الدین محمود نے ایک مرتبہ اس قسم کے الفاظ بھی کہے تھے کہ جب ہماری حکومت ہو گی تو ہم مسلمانوں سے چوہڑے چماروں کا سا سلوک کریں گے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ریاست در ریاست قائم کئے ہوئے ہیں اور اس ملک پر حکمرانی کا خاکہ بنائے ہوئے ہیں۔

۳۔ ۳ اگست ۱۹۶۵ء کا روزنامہ جنگ گواہ ہے کہ امت قادیانیہ نے انگلستان میں اجلاس کیا اور تجاویز سوچیں کہ اگر ہماری حکومت قائم ہو جائے تو وہ کس قسم کی ہونی چاہئے اور ان کی اس کانفرنس کے ٹھیک چند دنوں بعد بھارت نے پاکستان پر چوروں کی طرح چڑھائی کر دی۔

۳۔ روزنامہ "الفضل" امت قادیانیہ کا ترجمان خصوصی ہے اس کی خبر کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود کو ربوہ میں بطور امانت اس نظریہ کے ساتھ دفن کیا گیا تھا کہ وقت آنے پر اس کی لاش کو قادیان لے جایا جائیگا جس کا مطلب یہی لیا جا سکتا ہے کہ قادیانی امت ابھی تک پاکستان کو صدق دل سے تسلیم ہی نہیں کرتی اور اس پر مرزا بشیر الدین آنجہانی کا ایک "رویا" بھی ہم بطور شہادت پیش کر سکتے ہیں۔

غرض اس قسم کے کئی حقائق ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امت قادیانیہ من الحیث الجماعت پاکستان اور حکومت پاکستان کی وفادار نہیں ہے اور سر ظفر اللہ خاں ملک میں اپنی تقریروں سے انتشار پھیلا کر اپنے کسی خفیہ پروگرام کو عملی شکل دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ سر ظفر اللہ خاں کو ایسی تقاریر کرنے سے روکے اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرے اس موقع پر ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی استدعا کرتے ہیں کہ وہ ان کی تقریروں سے مشتعل ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کا بالواسطہ فائدہ امت قادیانیہ کو پہنچ جائے۔ چنانچہ اس وقت مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں' ان کی سرگرمیوں اور سازشوں سے باخبر رہیں اور ان کی تمام سرگرمیوں کو مختلف ذرائع سے حکومت کے نوٹس میں لائیں تاکہ حکومت کوئی مناسب کارروائی کر سکے۔ و ما علینا الا البلاغ۔ (خدام الدین ۱۷ فروری ۱۹۶۷ء)

ربوہ

پچھلے دنوں ربوہ میں چنیوٹ کے دو طالب علموں مسٹر احمد نواز (ایف اے) مسٹر سید اظہر حسین شملو (بی اے) کو قادیانیوں نے مبینہ طور پر ربوہ میں پکڑ لیا۔ حبس بے جا میں رکھا اور دونوں کو ۸۰'۸۰ کے قریب کوڑے مارے۔ قادیانیوں کو شبہ یہ تھا کہ یہ طالب علم سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہمارے سالانہ جلسہ کی ڈائری چنیوٹ کے مسلمانوں کو پہنچاتے تھے۔

اب یہ معاملہ چونکہ ایک قابل احترام عدالت کے سپرد ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم

اس واقعہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ البتہ یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ عوام کو بتایا جائے کہ یہ ربوہ کیا چیز ہے۔ بدگمانی کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمیں شبہ ہے کہ شاید ہمارے ارباب اقتدار کی اکثریت کو بھی یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ ربوہ کی حقیقت کیا ہے؟

تقسیم ملک کے زمانہ میں صوبہ پنجاب کے گورنر سر فرانسس موڈی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا جڑ سے اکھڑ گیا ہے۔ موڈی بھی انگریز تھا اس نے اپنے بڑوں کے لگائے ہوئے خود کاشتہ پودے کو ایک مرتبہ پھر دریائے چناب کے کنارے لگا دیا۔

موڈی صاحب نے دریائے چناب کے کنارے پڑا ہوا ایک بنجر رقبہ انجمن احمدیہ ربوہ کو سوا روپیہ کنال ایک آنہ فی مرلہ کے حساب سے فروخت کر دیا انجمن احمدیہ نے اس زمین کے پلاٹ بنا دیئے اور سڑکیں وغیرہ لگیر کر ایک آبادی کا نقشہ بنالیا۔

ادھر اتفاق ایسا تھا کہ چوہدری ظفر اللہ خاں کے بھائی چوہدری عبد اللہ محکمہ بحالیات میں بہت بڑے افسر تھے۔ اسی طرح مرزا مظفر احمد سابق خلیفہ ربوہ کے داماد وغیرہ قادیانی افسران اہم مناصب پر فائز تھے۔ ان قادیانی افسروں کی جرأت مندانہ قادیانیت نوازی اور خویش پروری سے اکثر قادیانی بڑی بڑی املاک کے مالک بن گئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مفلس قلاش قسم کے لوگ لاکھ اور کروڑ پتی بن گئے۔

ربوہ کے یہ پلاٹ ان نو دولت قادیانیوں کو کئی کئی ہزار روپے مرلہ کے حساب سے (LEASE) پر دیئے گئے۔ جس پر انہوں نے مکان تعمیر کر لئے۔ پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں شرط یہ تھی کہ پلاٹ صرف قادیانی لے سکتا ہے۔ اور اسے ہر سال معاہدہ کی تجدید کرانا ہو گی۔ تاکہ اول تو کوئی غیر احمدی پلاٹ ہی نہ حاصل کر سکے اور اگر کوئی غلطی سے لے لے یا قبضہ لینے کے بعد کوئی قادیانی ہی مسلمان ہو جائے تو اسے نکالنے کے لئے یہ شرائط رکھ لی کہ ہر سال تجدید معاہدہ ضروری ہے۔

اب یہ صرف قادیانیوں کی آبادی پر مشتمل ایک شہر ہے۔ جس میں دوسرے عقیدے اور خیال کا کوئی آدمی نہ ہے۔ اور نہ رہ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس شہر میں

گورنر مغربی پاکستان محمد موسیٰ خان گورنر مشرقی پاکستان خان عبد المنعم خان کمانڈر انچیف افواج پاکستان محمد یحییٰ خان اور خود صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو بھی حقوق ملکیت اور حقوق رہائش نہیں مل سکتے۔ جب تک کہ وہ خدانخواستہ قادیانی مذہب نہ قبول کرلیں۔

صرف قادیانی عقیدہ کے لوگوں پر مشتمل آبادی کے قیام کا فلسفہ بغیر کسی وجہ کے نہیں ہے۔ مغل شاہزادوں کی بد چلنیوں کے واقعات کی پردہ پوشی قادیانی گستاپو کے تشدد آمیز سانحات کا ہضم۔ اپنے دیس میں اپنے راج کا مزہ' اس قسم کے فوائد تو انہیں حاصل ہیں اس کے علاوہ اور دوسری کئی خطرناک وجوہات بھی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ جو یقیناً اس آبادی کے پس منظر میں موجود ہیں۔

ربوہ انجمن احمدیہ کی ایک نجی زمین اور آبادی تھی لیکن اسے ایک اہم شہر بنانے کے لئے ہماری حکومتوں نے افسوسناک حد تک مرزائیت نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ ہمیں دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جن جن حکومتوں نے اس شہر کی تعمیر میں قادیانیت نوازی کا ثبوت دیا ہے انہوں نے ملک اور قوم کے مفادات کے ساتھ غداری کی ہے۔ اس قادیانیت نوازی کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ (۱)جن دنوں ہمارے صوبہ کے وزیر تعلیم سردار عبد الحمید دستی تھے۔ انہوں نے ربوہ کے ٹی ائی کالج کو (جو قادیانیوں کا ایک خالص مشنری کالج ہے) حکومت کے خزانے سے تیرہ لاکھ روپے کی گرانٹ دی۔

(۲)واپڈا نے قوم کے خزانہ کی رقم سے حاصل کردہ بجلی کے کھمبے اور تاریں فراخدلی کے ساتھ ربوہ کی آخری بے آباد گلیوں تک لگائے۔ حالانکہ ایک تجارتی ادارے کی حیثیت سے اتنی کم آمدنی اور منافع کے مقابل انہیں اتنا زیادہ روپیہ نہیں خرچ کرنا چاہئے تھا۔ خصوصاً یہ اس زمانے میں کیا گیا جب کہ بجلی کے لئے کئی اور دوسرے اہم مقام محروم تھے۔

(۳) محکمہ ریلوے نے اس شہر کی رونق کو دوبالا اور آبادی کو فروغ دینے کے لئے ریلوے سٹیشن بنایا۔ اسی طرح محکمہ ڈاک نے وہاں ڈاکخانہ اور ٹیلیفون لگانے کا ثواب حاصل کیا محکمہ پولیس نے وہاں پولیس چوکی قائم کی۔ اگرچہ ربوہ کے جائز و ناجائز

معاملات پولیس کی بجائے انکا سیکورٹی افسر عبد العزیز بھانبڑی اور ناظر امور عامہ ہی طے کرتا ہے

(۴) گزشتہ دنوں ضلع جھنگ کی ڈسٹرکٹ کونسل نے ربوہ ٹاؤن کمیٹی کے لئے بیس ہزار روپے کی گرانٹ منظور کی تھی۔

(۵) حال ہی میں حکومت نے دریائے چناب کے پل پر تیس لاکھ روپے کے خرچ سے سیاحوں کے لئے سیر گاہ اور قیام گاہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لئے جھنگ ڈسٹرکٹ کونسل نے بھی بیس ہزار روپے دینا منظور کئے ہیں۔

یہ دریائے چناب کے پل اور سیاحوں کا تو صرف نام ہی بدنام ہے۔ یہ ساری تکنیک ربوہ کی دل کشی اور آبادی کو زینت بخشنے اور بڑے بڑے قادیانی مہمانوں کے لئے ایک مفت کا ریسٹ ہاؤس تیار کرنے کے لئے اختیار کی جا رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ بے شمار باتیں ایسی ہیں جو قومی اور ملکی مفادات کو قربان کرنے کے بعد قادیانیوں کے اس مرکز کی خاطر کی گئی ہیں اور برابر کی جا رہی ہیں۔

حکومت کے متعلقہ محکمے یہ سب کچھ کرتے رہے اور کسی اللہ کے بندے کو یہ سوچنے کی توفیق نہ ہوئی کہ آخر چیز کے لئے وہ قومی مفادات کو ایک فرقہ کی انجمن کی نجی جائیدلو کی ترقی کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس شہر کی حقیقت صرف اسی قدر ہے جو ہم تحریر کر چکے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ ملک میں ایک ایسی آبادی جس میں صرف ایک عقیدے کے لوگ ہوں اور جس آبادی کے اب تک کے حالات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں جو کچھ بھی ہو اس کا علم نہ تو حکومت کو ہو سکتا ہے اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی انسدادی کارروائی بروقت کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں نمونہ کے طور پر ہم چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

(ا)۔ مولانا غلام رسول جنڈیالوی ایڈیٹر روزنامہ ملت لائلپور کا لڑکا ربوہ میں مبینہ طور پر قتل کیا گیا اور اس بے دردی سے قتل کیا گیا کہ خدا کی پناہ پہلے اس کی ٹانگیں کر توڑی گئیں پھر بازو توڑے گئے پھر جان سے مار دیا گیا اور پولیس میں رپٹ لکھوا دی گئی کہ ڈاکو تھے اور اور ڈاکہ زنی کرتے ہوئے مار دیئے گئے ہیں

(۲) خان محمود احمد خان صاحب جنرل سیکرٹری کونیشن مسلم لیگ لائل پور کے صاحبزادے اور کیپٹن کلیم شہید مرحوم کے چھوٹے بھائی معہ اپنے چند طلبہ ساتھیوں کے ربوہ گئے قادیانیوں نے پکڑ کر انہیں ایک کمرہ میں بند کر دیا اور انہیں سخت ذہنی تکلیف پہنچائی۔ ابھی یہ حبس بے جا میں تھے کہ یہ بات باہر کسی کو معلوم ہو گئی اور ساتھ ہی ان طلبہ نے بھی قادیانیوں کو وارننگ دی کہ ہم کھاتے پیتے گھرانوں کے چشم و چراغ ہیں۔ تم نے جو سلوک ہمارے ساتھ روا رکھا ہے۔ اس کا لازمی جواب یہ ہو گا کہ تمہارے قادیانی طلبہ کے ساتھ انتقامی کارروائی کی جائے گی۔ تب جا کر انہیں رہا کیا گیا۔ اور تصویر کے دوسرے رخ کے طور پر ایک بوڑھے فرتوت نے ان بچوں سے معافی مانگ کر ان کا غصہ فرو کر دیا تاکہ کوئی قانونی کارروائی نہ کی جائے۔

(۳) پاک بھارت جنگ کے دوران ربوہ جو ایک اہم فوجی جگہ واقع ہے۔ حکام ضلع کے لئے درد سر بنا رہا۔ ربوہ سرگودھا کے راستے میں واقع ہے۔ بھارتی بمباروں کا اہم نشانہ سرگودھا تھا بھارتی بمباروں سے بچنے کے لئے ملک میں بلیک آؤٹ ضروری تھا۔ پوری قوم اور پورے ملک نے سول ڈیفنس کے حکام سے تعاون کیا۔ لیکن یہ بات بتائی گئی ہے کہ چنیوٹ کے حکام کو مبینہ طور پر ربوہ کی بجلی کا کنکشن کٹ دینا پڑا تھا۔ کیونکہ ربوہ بلیک آؤٹ کے سلسلہ میں ان سے تعاون نہیں کرتا تھا۔

(۴) ربوہ کے رہنے والے کئی قادیانی حضرات ربوہ کی خلافت کے مظالم کا شکار ہوئے ان کے شہری اور انسانی حقوق پامال کر دیئے گئے۔ ان میں سے بعض کے بچے اور گھر کا سامان تک چھین لیا گیا اور وہ راتوں رات اپنی جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سلسلہ کے کئی مظلوم افراد اور خاندان ربوہ کی سیاہ پیشانی پر سفید داغ کے طور پر ملک میں موجود ہیں۔

(۵) ربوہ میں مغل شاہزادوں نے ایسے ایسے افعال بھی کئے جن کی اسلام میں بڑی سنگین سزا ہے۔ لیکن قادیانی شریعت کے حیلوں سے انہیں بچا دیا گیا۔ یہ شرمناک شرف بھی ربوہ کو حاصل ہے کہ وہاں کنواری ماؤں نے بیٹوں کو جنم دیا۔ جن کے والدین ربوہ کے اس احسان کو نہ بھولتے ہوئے ترک سکونت پر مجبور ہو گئے۔

(۶) حال ہی میں مسٹر مختار احمد صدر سٹوڈنٹس اسلامک سالڈیرٹی آرگنائزیشن چنیوٹ نے ٹی آئی کالج ربوہ کے متعلق انکشاف کیا ہے کہ وہاں مسلمان لڑکوں کو مرزائیت کا لٹریچر بطور نصاب پڑھنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اور انہیں علیحدہ نماز تراویح اور جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ حالانکہ یہ کالج یونیورسٹی سے ملحق ہے اور یونیورسٹی سے ملحق کالجوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ یونیورسٹی کے قواعد و ضوابط کی پابندی کریں۔ یونیورسٹی کے رولز میں یہ بات شامل ہے کہ کوئی مشنری ادارہ یونیورسٹی کے مجوزہ نصاب کے علاوہ اپنی (تعلیمات یا) کوئی چیز پڑھانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

سطور بالا میں ہم نے ربوہ کا ہلکا سا تعارف کرایا ہے۔ ہم موجودہ حکومت سے ایک بار پھر درخواست کریں گے کہ وہ اس شہر کی ہیت کذائی کے متعلق گہرے غور و خوض سے کام لے اور اس شہر کو کھلا شہر قرار دے۔ ہر مکتب فکر اور ہر طرح کے لوگوں کو وہاں کے حقوق ملکیت اور حقوق رہائش دلانے کے لئے یہ شہر کھلا نہیں قرار دیا جاتا تو تمام سرکاری مراعات جن کا بوجھ تمام ملک اور پوری قوم کے خزانے پر پڑتا ہے۔ واپس لے لی جائیں اگر حکومت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ربوہ کی موجودہ حیثیت کو ختم نہیں کرے گی تو اس شہر میں کتنے مظلوموں کے قتل اور کتنے ہی بے گناہوں کو بیدزنی اور کتنے ہی مجبور انسانوں کے اخراج اور بائیکاٹ کے واقعات ہوتے رہیں گے۔ نہ صرف اس قسم کے واقعات رونما ہوں گے۔ بلکہ خدا جانے کس قسم کی خوفناک سازشیں یہاں پروان چڑھیں گی۔ جو ملک اور ملت کے مفاد کے منافی ہوں گی۔(لولاک ۱۰مارچ ۱۹۶۷ء)

ربوہ میں قادیانی دہشت پسندی اور بربریت کی انتہا

دو مسلمان طلبہ کو حبس بیجا میں رکھکر بیدزنی کا وحشتناک سانحہ

چنیوٹ (بذریعہ ڈاک) چنیوٹ سے آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ پچھلے دنوں دو طالب علم مسٹر احمد نواز (ایف اے) اور مسٹر اظہر حسین شاہ (بی اے) کو مبینہ طور پر ربوہ میں پکڑ کر حبس بے جا میں رکھا گیا۔ اور انہیں تقریباً ''۸۰'۸۰ کوڑے مار کر

شدید جسمانی سزا دی گئی جس کی وجہ سے دونوں طالب علم بیہوش اور لوہ موئے ہو گئے۔

اس واقعہ کی تفصیلات یہ معلوم ہوئی ہیں کہ مسٹر احمد نواز سابق سٹوڈنٹ اسلامیہ کالج اس سال ایف اے کے امتحان میں بطور پرائیویٹ امیدوار شریک ہونا چاہتے تھے وہ اپنا فارم داخلہ تصدیق کرانے کے لئے پرنسپل اسلامیہ کالج چنیوٹ کے پاس آئے۔ لیکن وہ موجود نہ تھے مسٹر احمد نواز ایک دوسرے طالب علم سید اظہر حسین شاہ صاحب کو ساتھ لیکر پرنسپل ٹی آئی کالج ربوہ کے پاس فارم داخلہ تصدیق کرانے کے لئے ربوہ چلے گئے۔ جب یہ دونوں طالب علم ربوہ کی حدود میں پہنچے تو چند قادیانیوں نے انہیں روک کر پوچھ کچھ شروع کر دی۔ اور پھر انہیں دفتر امور عامہ میں جانے پر مجبور کیا۔ وہاں لے جا کر انہیں سخت زدو کوب کیا گیا۔ دونوں طالب علموں کے جسموں پر تقریباً ۸۰٬۸۰ کوڑے لگائے گئے۔ جس کی وجہ سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ شام تک انہیں بند رکھا گیا۔ اس اثنا میں انہیں ریوالور دکھا کر قتل کرنے کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ شام کو جب کچھ دوسرے لوگوں کو بھی اس واقعہ کا علم ہو گیا تو مذکورہ طالب علموں اور کچھ دوسرے لوگوں کی مداخلت اور منت سماجت سے انہیں اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ ایک لکھوائے ہوئے معافی نامہ پر دستخط کر دیں اگرچہ انہیں رہا کر دیا گیا لیکن ان کے پاس جو کچھ تھا وہ چھین لیا گیا۔ جب یہ طالب علم چنیوٹ پہنچے تو قادیانیوں کی اس دہشت پسندی کی خبر آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی جس سے عوام کو سخت صدمہ ہوا۔

طلبہ کی طرف سے داد رسی کے لئے پولیس اور عدالت کی طرف رجوع کیا گیا۔

مزید معلوم ہوا ہے کہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ چنیوٹ کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا گیا ہے۔ اس استغاثہ میں عبد العزیز بھامبڑی اور ان کے ہیڈ کلرک کو ملزم گردانا گیا ہے۔ سرسری شہادت کے لئے ۲۶ مارچ کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چنیوٹ کی تمام پارٹیوں اور معززین کا ایک وفد حکام اعلیٰ سے ملکر قادیانیوں کی روز افزوں جارحانہ اشتعال انگیز کاروائیوں سے انہیں آگاہ کرتے

والا ہے مزید معلوم ہوا ہے کہ قادیانیوں کو مذکورہ طلبا کے متعلق یہ شبہ تھا کہ انہوں نے ربوہ کے سالانہ جلسہ کی ڈائری احرار لیڈروں کو پہنچائی ہے۔(لولاک ۳ فروری ۱۹۶۷ء)

ربوہ تشدد کیس کے لئے ایکشن کمیٹی قائم کردی گئی

چنیوٹ (بذریعہ ڈاک) ۱۱ مارچ۔ جامع مسجد تبلیغ الاسلام چنیوٹ میں چنیوٹ کی تمام مذہبی' سماجی اور تعلیمی اداروں کے نمائندگان اور دوسرے معززین شہر کا ایک نمائندہ اجتماع زیر صدارت مولانا منظور احمد صاحب پرنسپل جامعہ عربیہ منعقد ہوا۔ اس اجلاس سے صاحب صدر کے علاوہ مولانا تاج محمود مدیر لولاک "لائل پور" حافظ عبید اللہ خان وائس پرنسپل اسلامیہ کالج شیخ محمد صادق بی اے ایل ایل بی میاں محمد رفیق سہگل' میاں ظہور احمد صاحب جنرل سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت' جناب ملک اللہ دتہ صاحب صدر مجلس احرار اسلام ڈاکٹر محمد اسمٰعیل ڈویژنل سالار خاکسار تحریک' مولانا محمد وارث جمعیتہ علمائے اسلام' ہیڈ ماسٹر صاحب اصلاح ہائی سکول جناب محمد یوسف صاحب دوہرہ نے خطاب کیا۔

اجلاس میں طے پایا کہ گزشتہ دنوں اسلامیہ کالج چنیوٹ کے جن دو سابقہ سٹوڈنٹس کو ربوہ میں مبینہ طور پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا ان کی قانونی امداد کے لئے ایک ایکشن کمیٹی قائم کی جائے جو مستغیثین کو ہر طرح کی قانونی امداد مہیا کرے۔

اس اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ چنیوٹ کے معززین کے نمائندہ وفود اعلیٰ حکام سے مل کر ربوہ میں آئے دن ہونے والے تشدد آمیز واقعات کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائے تاکہ اعلیٰ حکام قانون کو ہاتھ میں لینے والوں اور شہریوں کے سکون کو نقصان پہنچانے والے مجرموں کے خلاف انسدادی کاروائی کریں۔

اس اجلاس میں ایک ایکشن کمیٹی بنائی گئی جس کے کنوینر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل اور سیکرٹری چوہدری ظہور احمد صاحب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت منتخب کئے گئے۔ اس اجلاس میں قادیانیوں کی ربوہ تشدد کیس میں منظم مداخلت پر بھی گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔

۱۰ دریں اثناء روزنامہ نوائے وقت لاہور کی اطلاع کے مطابق ریزیڈنٹ مجسٹریٹ چنیوٹ رائے سلطان محمد کی عدالت میں گزشتہ روز استغاثہ کی سماعت ہوئی۔ جو احمد نواز وھاڑیوال نے عبد العزیز بھانبڑی اور عبد الرشید وغیرہ کے خلاف دائر کر رکھا ہے استغاثہ میں عبد العزیز وغیرہ میں الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے دو طالب علموں احمد نواز اور اظہر حسین کو ربوہ میں ایک کمرہ میں محبوس رکھ کر انہیں بیدوں سے مضروب کیا۔ اور انہیں صبح گیارہ بجے سے لے کر شام ۷ بجے تک بند رکھا سماعت کے دوران مستغیث کا بیان از سر نو قلمبند کیا گیا۔ بیان میں مستغیث نے تمام واقعات بیان کئے۔(لولاک ۲۴ مارچ ۱۹۶۷ء)

ربوہ تشدد کیس کی سماعت

۱۳ اپریل چنیوٹ سے آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ربوہ تشدد کیس کی سماعت ریزیڈنٹ مجسٹریٹ نے آئندہ پیشی تک کے لئے ملتوی کر دی ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس کیس کی فائیل جناب ڈپٹی کمشنر جھنگ نے اپنے پاس منگوالی ہے۔ استغاثہ کی طرف سے قائم ہونے والی ایکشن کمیٹی کے قریبی حلقوں میں یہ افواہ گشت کر رہی ہے۔ کہ غالباً ربوہ کے تمام قادیانیوں نے ڈپٹی کمشنر جھنگ سے درخواست کی ہے کہ اس کیس کی سماعت چنیوٹ سے جھنگ میں منتقل کر دی جائے۔ چنیوٹ سے مقدمہ کی منتقلی کی ضرورت اس کیس کے مبینہ ملزموں کو غالباً کسی فرضی خوف کی بناء پر لاحق ہوئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جب اس مقدمہ کے مبینہ ملزمان عدالت میں پیش ہونے کے لئے چنیوٹ آئیں گے تو چنیوٹ کے مشتعل مسلمان ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کریں گے۔ ایکشن کمیٹی کے قریبی حلقوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایکشن کمیٹی اس امر پر غور کر رہی ہے کہ ہائی کورٹ لاہور میں انتقال مقدمہ کی درخواست استغاثہ کی طرف سے پیش کی جائے۔ جس کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ چونکہ مبینہ ملزمان نہایت ہی با اثر جماعت کے افراد ہیں اس لئے اس مقدمہ کی سماعت اول تو ہائی کورٹ میں ہو۔ ورنہ سرگودھا اور جھنگ کے علاوہ کسی اور ضلع کی

اعلیٰ عدالت میں ہونی چاہئے۔ مزید اطلاعات کا انتظار ہے۔(لولاک ۷ اپریل ۱۹۶۷ء)

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ڈپٹی کمشنر ساہیوال نے اپنے ایک میمورنڈم کے ذریعے ملک کے مشہور عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ منٹگمری کو ”احمدیہ فرقے اور رویت ہلال کمیٹی“ پر کسی قسم کی تنقید یا تبصرہ سے باز رہنے کا نوٹس دیا ہے انہوں نے اپنے حکمنامے میں تحریر فرمایا ہے کہ ایس پی ساہیوال کی معرفت انہیں پتہ چلا ہے کہ مولانا موصوف جامع رشیدیہ کی مسجد میں خطبہ جمعہ کے دوران احمدیہ فرقے اور رویت ہلال کمیٹی کو نشانہء تنقید بناتے ہیں اور اس کی وجہ سے شہر میں فرقہ وارانہ منافرت اور کھچاؤ پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے وہ آئندہ ان ہر دو موضوعات پر خطبہء جمعہ کے دوران کوئی اظہار رائے نہ کریں۔ ورنہ ویسٹ پاکستان مینٹیننس آف پبلک آرڈر کے تحت ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

جہاں تک ڈپٹی کمشنر ساہیوال کے اس میمورنڈم یا انتباہ کا تعلق ہے ہمیں اپنے اس حسن ظن کا اظہار کرنے میں کوئی باک نہیں کہ انہوں نے رواداری اور سمجھ داری کا ثبوت دیا ہے اور معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کسی قسم کے الجھاؤ کے بغیر باہمی افہام و تفہیم سے اس کو سلجھانے کی راہ پیدا کی ہے۔ ورنہ اگر وہ پولیس کی رپورٹ پر براہ راست کوئی فوری اقدام کر بیٹھتے تو انہیں اس سے کون روک سکتا تھا تاہم اس مرحلہ پر ہم ڈی۔ سی صاحب کے بجائے حکومت سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس قسم کے اقدامات یکطرفہ کیوں ہو رہے ہیں اور قادیانی فرقے کے لوگوں کو کیوں ہدایات جاری نہیں کی جاتیں کہ وہ بھی اپنی زبانوں کو بند رکھیں اور نت نئی قسم کی اشتعال انگیزیوں سے باز آجائیں۔ در حقیقت مسلمان علماء تو عوام کا ایمان بچانے کے لئے دفاعی تقاریر کرتے ہیں اور امت قادیانیہ کی طرف سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں اور فتنہ پردازیوں کا ازالہ کرتے ہیں یہ علماء کا مذہبی فریضہ اور شہری حق ہے جسے چھیننا یقیناً

مداخلت فی الدین اور غیر جمہوری و غیر قانونی اقدام ہے۔ ہمارے سامنے اس قسم کے بیشتر واقعات ہیں کہ امت قادیانیہ کے بعض سرکردہ افراد نے ملکی دستور کے علی الرغم قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اور افسری اثر و رسوخ کے بل بوتے پر ملک کے کئی مقامات میں عام مسلمانوں سے بہیمانہ، انسانیت کش اور ایمان سوز سلوک کیا۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ چنیوٹ کے دو مسلمان طالب علم ٹی۔ آئی کالج کے پرنسپل سے اپنے کاغذات داخلہ تصدیق کرانے کے لئے ربوہ گئے لیکن انھیں ربوہ کے ناظم الامور نے شام تک حبس بے جا میں رکھا کوڑوں سے بری طرح زد و کوب کرایا قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور بالآخر بعض افراد کی مداخلت پر ان سے خود ساختہ اور من گھڑت معافی ناموں پر دستخط لے کر رہا کیا۔ چنانچہ سننے میں آیا ہے کہ ہر دو طالب علموں نے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ چنیوٹ کی عدالت میں استغاثہ بھی دائر کر دیا ہے اور اب بعض قادیانی افسر اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر اسے ختم کرانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔

غرض اس قسم کے بہت سے نظائر ہیں جنہیں بطور شہادت پیش کیا جا سکتا ہے اور یہ تازہ واقعہ ان کا موئید ہے لیکن چونکہ یہ معاملہ جیسا کہ سنا گیا ہے اس وقت عدالت میں ہے اس لئے ہم اس پر کسی قسم کی رائے زنی سے قاصر ہیں اور اس کا فیصلہ عدالت کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سندھ کے کسی شہر میں ایک قادیانی مبلغ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔ اسی طرح دیگر قادیانی مبلغین بھی مختلف مقامات پر خلاف اسلام اور اشتعال انگیز۔ سرگرمیوں میں مصروف ہیں جن کی بناء پر علماء کرام اور عوام میں اضطراب اور بے چینی کا پھیلنا ناگزیر ہے پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ تحریریں اس پر مستزاد ہیں جن میں انہوں نے نہ صرف عام مسلمانوں کو کنجریوں کی اولاد کہا ہے بلکہ امام حسین رضی اللہ عنہ' سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا' دیگر بزرگوں اور بعض جلیل القدر پیغمبروں تک کو ہدف تنقید بنایا اور ان کی توہین کی ہے۔ مزید برآں ان کی بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں لعنت کا استعمال اس

کثرت سے کیا گیا ہے کہ لعنت کے سوا ان کتابوں میں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ مگر حکومت نے آج تک نہ اس قسم کی تحریروں کی ضبطی کے احکام صادر فرمائے ہیں اور نہ قادیانیوں کے خلاف قانونی اور اسلام دشمن سرگرمیوں کا نوٹس لیا ہے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان علماء کرام اسلام اور ملک و ملت کش سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے واویلا کرتے ہیں اور اپنا دینی فریضہ ادا کرتے ہیں تو ان پر پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں جس کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

باطنی جہاد کا اعلان

صد حسین است در گریبانم

آج کل ربوہ کے سارقین ختم نبوت گرد و نواح کے سادہ لوح دیہاتیوں کو مرزا صاحب کی ایک کتاب دکھاتے پھرتے ہیں جس میں درج ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کے تمام علماء مشائخ کو دعوت مباہلہ و مناظرہ دی تھی لیکن کوئی مقابلے کی ہمت و جرات نہ کر سکا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مولانا ثناء اللہ امرتسری' پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور کئی دوسرے اکابرین اسلام نے مرزا صاحب کو للکارا لیکن وہ لطائف الحیل سے ٹال گئے۔ بعد کے بزرگوں نے مرزا صاحب کے صاحبزادے اور خلیفہ محمود صاحب کو للکارا۔ لیکن وہ بھی اپنے باوا کی طرح میدان میں نہ نکلے ذیل میں ہم روزنامہ "ستارہ صبح" ۶ دسمبر ۱۹۱۷ء سے خواجہ حسن نظامی مرحوم کا ایک چیلنج شائع کر رہے ہیں۔ روزنامہ "ستارہ صبح" مولانا ظفر علی خاں کی ادارت میں لاہور ہی سے شائع ہوتا تھا۔(ادارہ)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نام سنا ہو گا۔ کسی نبی' کسی ولی اور کسی واجب الاحترام بزرگ کو انہوں نے پھبتی اور آوازہ کشی سے باقی نہیں چھوڑا۔ عنوان میں جو فقرہ ہے یہ ان ہی صاحب کا فرمودہ ہے۔ انہوں نے تو یہ فرمایا تھا۔ صد حسین است

در گریبانم (سینکڑوں حسینؑ میرے گریبان میں پڑے ہوئے ہیں) مگر مجھ سے یہ بے ادبی نہ ہو سکی کہ "گریبانم" لکھ کر اپنی ذات کو اس کفر کا ہدف بناتا۔ اس واسطے "گریبانش" کر دیا تاکہ سوء ادبی کے مرتکب وہی رہیں۔

خبر نہیں۔۔۔یہ روش انہوں نے کہاں سے سیکھی تھی میرے خیال میں یہ امن کے فلسفہ' تدبیر اجتماع کا ایک لٹکا تھا جس سے وہ مبائع کو چونکا کر اپنی طرف متوجہ کرنے کا مقصد پیش نظر رکھتے تھے اپنی بیوی کو ام المومنین اپنے گھر کو حرم' اپنے کنبہ کو خاندان نبوت کہنا اور اپنے نام کے ساتھ علیہ الصلوۃ والسلام لکھوانا' اسی مصلحت اجتماع کے ماتحت تھا۔ کہ خلقت اس عجیب و غریب طرز حالات و خطابات سے متعجب ہو۔ اور پھر اس کے دل میں ان کی حقیقت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ اور جب وہ ان کی تحریریں پڑھے تو کسی نہ کسی طرح دام میں پھنس جائے۔ کیونکہ وہ تحریریں عموما" قرآن و حدیث کے حوالوں اور ان کی غلط تاویلوں کے لباس میں ہوتی ہیں۔ ایک سیدھا سادہ مسلمان خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ ان میں معقولیت کا خیال کرنے لگتا ہے۔ یہ فقرہ "صد حسین است درگریبانم" بھی اسی اصول سیاسی و تدبیری سے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ شیعان حسین علیہ السلام اور محبان اہل بیت اہل سنت و جماعت اس سے بھڑکیں گے اور ان کو قدرتا" مرزا صاحب کے موجود ہونے کا احساس پیدا ہو گا۔

میں ایک زمانہ میں بسبب اخلاق و مروت کے مرزا صاحب آنجہانی کے بعض حالات کا مداح تھا۔ اور مرزا صاحب بھی میرے ساتھ بہت ملنساری کا برتاؤ رکھتے تھے جب وہ مرے ہیں تو میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ صوفیوں کے مختلف سلاسل کی طرح ان کی جماعت کو بھی ایک سلسلہ سمجھنا چاہئے۔ مخالفت اور جھگڑے کی ضرورت نہیں۔ اور میری اس تحریر پر اہلسنت و جماعت فرقہ نے برہمی کا اظہار کیا تھا۔ مگر جب میں نے اس جماعت کے اہم اور کارکن افراد کے طرز عمل مشاہدہ کئے تو میں نے سابقہ خیالات سے توبہ کر لی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری و دیگر واقف کار حضرات کے قطع نظر غالبا" اہل دہلی میں جتنا علم مجھ کو اس گروہ مقدس کے حالات عجیب سے ہے اتنا اور کسی کو کم ہو گا۔ ان

کی ظاہرداریاں ان کے دنیاوی حکمت عملیاں اور ان کا گندم دکھا کر جو فروخت کرنا میں نے اچھی طرح دیکھ کر اور سمجھ کر ان کے خلاف قلم اٹھایا۔

مجھے اپنے ان کمزور دماغ اور کمزور ارادہ احباب کی حالت پر رحم آتا ہے جو قادیانی چرواہے کے آگے بکریاں بن کر سر جھکائے دودھ دے رہے ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے اور غالباً میرے قدیمی دوست ایڈیٹر صاحب "الحکم" اور ایڈیٹر صاحب "بدر" نے بھی اس کو فراموش نہ کیا ہو گا۔ ان کے مرزا صاحب جب درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں حاضر ہوئے اور مزار مبارک کے پہلو میں مراقب رہ کر انہوں نے دعائیں مانگیں تو وہ ان دونوں ایڈیٹر مذکور کے ہمراہ میرے حجرے میں بھی تشریف لائے تھے اور اس وقت ہمراہیوں کو علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ حجرے میں صرف وہ تھے ان کے یہ دو ایڈیٹر تھے اور میں تھا اس وقت انہوں نے ایک مشاہدہ یا خواب بیان کیا تھا جس کا مفہوم غالباً" یہ تھا:۔

"ہم نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور انہوں نے ہمارے سر کو اپنے زانو پر رکھ لیا۔ پھر حضرت علیؓ آئے۔ اور انہوں نے ہم کو ایک کتاب دی جس کی جلد ابری کی تھی۔ پھر حسینؓ تشریف لائے جن کے چہرے مغموم تھے۔ پھر ایک بی بی صاحبہ تشریف لائیں جن کی نسبت بتایا گیا وہ فاطمۃ الزہرہؓ ہیں۔ ان کی صورت بالکل ہماری بہن کی سی تھی۔

یہ پہلا موقعہ تھا جب میں نے سیدہ عالم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک مغل زادی کے ساتھ مشابہت دیتے ہوئے سنا اور میرے دل کی حالت مارے غصہ کے غیر ہو گئی مگر ان صاحب کے تاویلی الفاظ سنکر میں نے ضبط کیا۔ اور خیال ہوا کہ ان کا منشاء بے ادبی کرنے کا نہیں ہے جیسا کہ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

مگر بعد کے واقعات و حالات نے میرے عقائد کو بدل دیا۔ میں نے اس معاملہ میں صلح کلی اور رواداری کو ایک سخت گناہ خیال کیا اور اپنے قادیانی احباب کی ناراضگی سے بے پروا کھلم کھلا اصلیت ظاہر کر دی۔ جس سے قدرتاً" قادیانی کیمپ میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اذر امام و مقتدی سب کے سب کچھ آپ ہی آپ سرگوشیاں کرنے

لگے۔ اس کے بعد میرے ایک دوست کی معرفت جو اپنی جسمانی ناتوانی کے سبب بہت بودے عقائد کے ہیں اور قادیانی ہو گئے ہیں ایک الٹی میٹم بھجوایا جس کا آخری فقرہ یہ تھا کہ ”نتیجہ اچھا نہ ہو گا“ میں اس پیام جنگ کا جواب محرم میں بہت خوشی اور شوق شہادت کے ساتھ یہ دیتا ہوں کہ آگے بڑھو۔ لکھنا پڑھنا بہت ہو چکا۔ زبان درازیوں کی حد ہو گئی اب باطنی طاقتوں کا کرشمہ بھی تو دکھاؤ۔ میرے بزرگوں نے اس سے روکا ہے اور منع کیا ہے وہ ان خرافات تراشیوں میں اپنی مخفی ہمتوں اور غیبی تصرفات کو ظاہر نہیں کیا کرتے مگر جب تمہاری زبان درازیاں حد سے بڑھیں گی تو مجبوراً“ کوئی خدا کا بندہ اپنے پروردگار سے ان قوتوں کے استعمال کی اجازت بھی لے گا۔ اس وقت تم کو معلوم ہو گا کہ درویشوں کا خرقہ خالی نہ تھا۔

اجمیر شریف میں بلاوا

میں تمہارے امیر المومنین مرزا محمود احمد کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اجمیر شریف میں آئیں۔ میں بھی دہلی سے وہاں حاضر ہو جاؤں گا۔ آستانہ خواجہ غریب نواز کی مسجد میں مرزا صاحب میرے ساتھ کھڑے ہوں۔ اور اپنی باطنی قوت کے تمام حربے مجھ پر آزمائیں۔ اور جب وہ اپنی ساری کرامت آزما چکیں تو مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں صرف یہ کہوں:۔

”اے خدا ،بطفیل اس صاحب مزار کی حقانیت کے اپنی صداقت کو ظاہر کر اور ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو اس کو اسی وقت اور اسی لمحہ میں ہلاک کر دے۔۔۔۔“

اور اس کے بعد مرزا محمود کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے الفاظ میں جو دعا چاہیں کریں۔

ایک گھنٹہ کی مدت مقرر کی جائے یعنی دونوں آدمیوں میں سے ایک پر ایک گھنٹہ کے اندر اس دعا پر اثر ظاہر ہونا چاہیے:۔

مرزا صاحب دیکھ لیں گے کہ قدرت کیا تماشا دکھاتی ہے۔ کون مرتا ہے اور کون زندہ رہتا ہے۔

مردانگی ہے ـــــ صداقت ہے تو آؤ اس آزمائش گاہ کی سیر کرو۔ جہاں ایک گھنٹہ کے اندر سب کچھ نظر آجائیگا۔ ڈرو مت۔ میرے پاس اڑنے والا زہریا گیس نہ ہو گی۔ نہ میں تم کو دیکھوں گا جس سے تم کو اندیشہ ہو کہ مسمریزم یا ہپناٹزم کے ذریعہ مار ڈالا۔ میں تم سے دس قدم کے فاصلہ پر تمہاری طرف سے منہ پھیر کر گنبد خواجہ کی جانب رخ کر کے کھڑا ہوں گا۔

اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو تو ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر شریف آجاؤ۔ اور مسجد میں پوری جماعت کے ساتھ آؤ۔ اور میں بالکل اکیلا آؤں گا۔ مسجد میں بھی میرے پاس کسی دوسرے کو کھڑے ہونے کی اجازت نہ ہو گی۔ تاکہ تم کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ میرے آدمی تم پر حملہ کر کے مار ڈالیں گے۔

گورنمنٹ سے اجازت لینا اور انتظام کرنا یہ سب تمہارے ذمے ہو گا۔ اور تم کو باضابطہ ایک تحریر دینی پڑے گی کہ اگر میں آج مرگیا تو میرے وارث حسن نظامی پر خون کا دعوی نہ کریں گے نہ سرکار کو اس میں دخل دینے کا اختیار ہو گا ـــــ ایسی ہی تحریر میں بھی اپنے وارثوں سے سرکار میں داخل کرا دوں گا:۔

دیکھو! بہت آسان بحث ہے بہت جلدی ہندوستان کی ایک مصیبت ختم ہو جائے گی۔ جو تمہارے وجود سے پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں دریغ نہ کرو ایسا موقع قسمت ہی سے آیا کرتا ہے دیر نہ کرو اور فورا" اس دعوت کو قبول کر لو

جب تم اس ارادہ سے اجمیر شریف آؤ تو اپنی والدہ صاحبہ سے دودھ بخشوا کر آنا اور ریلوے کمپنی سے ایک گاڑی کا بندوبست کرا لینا جس میں تمہاری لاش قادیاں روانہ ہو سکے اور نیز اپنی اہلیہ صاحبہ سے مہر بھی معاف کرا لینا۔ اور قادیاں کو والد ماجد کی قبر سمیت ذرا غور سے دیکھ کر آنا کہ پھر تم کو زندگی میں وہ درو دیوار دیکھنے نصیب نہ ہوں گے۔ اور ضرورت ہے کہ وصیت نامہ بھی مکمل کر دینا اور جانشین کے مسئلہ کو بھی طے کر کے آنا ـــــ یہ میں اس واسطے کہتا ہوں کہ مجھے اپنے برحق ہونے اور تمہارے مرنے کا پورا یقین ہے اس کے علاوہ کچھ اور وجوہات بھی ہیں جن کو میں

جانتا ہوں اور میرا قبول کر لینے والا اور میری بات کا لاج رکھنے والا خدا جانتا ہے۔ جن کو بیان کرنا تمہاری طرح خود ستائی کرنا ہے۔

اس پیام جنگ کا جلدی جواب چاہنے والا حسن نظامی

(نظام المشائخ)

(لولاک ۲۲مارچ۱۹۶۷ء)

افریقہ میں قادیانیوں کی سرگرمیاں

مرزائی ملک اور مذہب کی رسوائی کا باعث بن رہے ہیں!

بریگیڈیئر گلزار احمد کے تاثرات

قادیانیت اپنے مخصوص عقائد اور عزائم کی روشنی میں بلاشبہ ایک ایسی تحریک ہے جو انگریزوں کی سرپرستی میں ہی معرض وجود میں آئی اور انگریزوں نے ہی اپنے اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری بھی کی اور اسے ملت اسلامیہ میں نفاق افتراق اور انتشار پھیلانے کے لئے استعمال کیا۔ اس جماعت نے نہ صرف ہندو پاک میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی تبلیغ اسلام کا ڈھونگ رچا کر انگریزوں کے لئے جاسوسی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور اب تک برابر اسی مقدس فریضہ کی ادائیگی میں سرگرم ہے۔ انگریزوں کی جاسوسی مرزائیوں کے لئے کوئی باعث شرم بات نہیں۔ بلکہ مرزائیوں نے اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہوئے اپنے اخبار میں خود ہی لکھا ہے کہ ایک دفعہ جرمنی کے ایک شہر میں ہماری ایک عمارت (عبادت گاہ) کا افتتاح تھا۔ اس تقریب میں ہم نے وہاں کے ایک وزیر کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ جب وہ وزیر صاحب ہماری تقریب میں شرکت کرنے کے بعد واپس گئے تو ان کی حکومت نے ان سے اس بناء پر جواب طلبی کرلی۔ کہ تم ایک ایسی جماعت کی تقریب میں کیوں شریک ہوئے جو انگریزوں کی جاسوس ہے۔ ۱۹۶۰ء میں موجودہ حکومت کی طرف سے ایک وفد نے افریقہ کا دورہ کیا تھا۔ اس وفد کے ساتھ ایک رکن کی حیثیت سے ہماری مایہ ناز فوج کے ایک سپوت بریگیڈیئر گلزار احمد بھی شامل تھے۔ بریگیڈیئر صاحب موصوف نے واپسی

پر اپنے اس دورہ کے تاثرات تذکرہ افریقہ نامی کتاب کی شکل میں قلم بند کئے۔ زیر نظر مضمون میں ہم تذکرہ افریقہ سے ہی چند اقتباسات شائع کر رہے ہیں۔ جن سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ قادیانی بیرونی ممالک میں کون سی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں وہاں کے مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اور یہ کس طرح سے اسلام اور پاکستان کی رسوائی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

قادیانی مشن صرف انگریزی علاقوں میں قائم ہیں

بریگیڈیئر گلزار احمد گھانا کے ایک عالم دین مولانا محمد سبیعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ انہوں نے (مولانا) نے بتایا کہ گھانا میں احمدی مشن کام کر رہا ہے۔ (ساتھ ہی یہ بھی) پوچھنے لگے کہ احمدی مشن صرف انگریزی علاقوں میں کیوں ہیں۔ اور فرانسیسی یا دوسرے علاقوں میں کیوں نہیں؟ ہم اس پر خاموش رہے۔ انہیں شکایت تھی کہ وہ (قادیانی) مسلمانوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔(تذکرہ افریقہ صفحہ۲۸)

افریقی باشندے قادیانی مشنوں سے نالاں ہیں۔

بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب باتھرسٹ (گانبیا) میں قادیانی مشن کی رنج وہ حالت کے متعلق لکھتے ہیں۔ احمد یہ مشن کے لوگ کبھی کبھی یہاں آتے رہتے ہیں۔ مگر اب مقامی لوگوں کے کہنے پر ان کا آنا بند کر دیا گیا ہے۔ ایک مقامی افریقی نے ملتے ہی شکایت کی۔ کہ آپ لوگ کیوں ہم میں افتراق پھیلا رہے ہیں۔ ہم نے پوچھا کیوں کیا بات ہے اس نے کہا کہ آپکے لوگ (قادیانی) اپنے آپ کو کہتے مسلمان ہیں مگر ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتے ان پڑھ آدمی تھا۔ مگر سادہ سا استد لال کہنے لگا۔ آپ کے ہم وطن (قادیانی) کہتے ہیں کہ ایک نیا پیغمبر آیا ہے۔ مگر فرق بہت تھوڑا بتاتے ہیں۔ اتنے تھوڑے فرق کے لئے خدا کو پیغمبر بھیجنے کی ضرورت کیوں پڑی؟

بریگیڈیئر گلزار احمد اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہاں (باتھرسٹ گانبیا) میں صرف مالکی مسلمان ہیں کوئی اور فرقہ یا مکتب خیال نہیں بستا ان میں تفرقہ پیدا کرنا از حد تنگ نظری اور کوتاہ اندیشی ہو گی..........اگر ہم اپنی ضد صد پارگی کو

یہاں بھی داخل کر دیں گے تو ہم روز قیامت اس رخنہ اندازی کے لئے جواب دہ ہوں گے۔(تذکرہ افریقہ صفحہ۱۱۱)

قادیانی مشن افریقی ممالک میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔

اس سرکاری وفد کے اراکین جہاں بھی گئے انہیں قادیانی مشنوں کی ناپسندیدہ سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا۔ باتھرسٹ (گانبیا) کے امام مسجد الحاج مولانا محمد الامین بدر سے وفد کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے وفد کو قادیانیوں کی مفسدانہ اور مرتدانہ سرگرمیاں تفصیل کے ساتھ بتائیں۔ بریگیڈئیر صاحب مولانا بدر کی گفتگو نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ (مولانا بدر نے) پھر پوچھا "آپ احمدی ہیں" ہم نے کہا کیوں کیا بات ہے۔ مولانا نے کہا "کہ وہ یہاں آکر ہم لوگوں میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ اپنی حکومت سے کہئے ان لوگوں کو یہاں نہ بھیجا کریں۔" ممکن ہے یہاں پر آکر احمدیہ مشن والے بتاتے ہوں کہ وہ حکومت کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آج کچھ اسی قسم کی باتوں سے دو چار ہونا پڑا تھا۔ ان (مولانا بدر) سے اجازت لے کر دوسری سڑک پر گئے۔ تو وہاں ایک صاحب سڑک کے کنارے آرام کرسی پر نیم دراز تھے۔ ہم گذر رہے تھے۔ کہ آواز آئی۔ "ارے ہندی" ہم نے کہا نہیں بھئی پاکستانی وہ بولے "اچھا جہاں کے لوگ احمدی ہوتے ہیں۔" ہم میں سے کسی نے کہا کہ سب تو نہیں کچھ احمدی ہیں۔ وہ بولے تو پھر ان کو یہاں کیوں بھیجتے ہو اور پھر شکایت بالتفصیل شروع کر دی۔(تذکرہ افریقہ ص۱۱۴"

مسلمانوں کو قادیانی بنایا جا رہا ہے۔

بریگیڈیئر صاحب نے لائبیریا میں قادیانی مشن کے ضمن میں تحریر کیا ہے۔ کہ احمدیہ مشن کے امیر مسٹر صدیقی ملنے آئے۔ امیر جماعت احمدیہ کی علمی استعداد محدود نظر آتی ہے........وہ کہہ رہا تھا کہ اب تک توجہ مسلمانوں کو احمدی بنانے پر صرف کی ہے۔ تاکہ ان میں سے مبلغین پیدا ہو سکیں۔ عیسائیوں اور ارواح پرستوں کی طرف پھر متوجہ ہو گا۔(تذکرہ افریقہ ص۱۴۵)

زر مبادلہ کا ہیر پھیر

گذشتہ سے پیوستہ سال قومی اسمبلی میں مولانا محمد یوسف رکن قومی اسمبلی کے ایک سوال کے جواب میں خزانہ کے پارلیمنٹری سیکرٹری مسٹر محمد حنیف خان نے انکشاف کیا تھا کہ مرکزی حکومت نے مرزائی مشنوں کو بیرونی ممالک میں ان کی تبلیغی اور دوسری سرگرمیوں کے لئے بارہ لاکھ گیارہ ہزار نو سو اٹھائیس روپے کا زر مبادلہ دیا ہے۔

اس قسم کا پروپیگنڈہ ربوہ سے شائع ہونے والے مرزائی لٹریچر میں بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے نام پر مرزائیت کی تبلیغ کے لئے لاکھوں روپے کا زرمبادلہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ افریقہ میں یہاں سے بھیجا ہوا زرمبادلہ خرچ نہیں کیا جاتا۔ جس کا ایک ثبوت بریگیڈیئر صاحب کے درج ذیل اقتباس سے مل سکتا ہے۔

کل یعنی ۱۱جون کی صبح کو جب اپنے ہائی کمیشن کے دفتر گئے۔ تو وہاں گھانا کی احمدیہ جماعت کے امیر جماعت ملنے آئے۔ انہیں یہاں چودہ سال ہو چکے ہیں۔ ان کے ساتھ اکرا کے مبلغ بھی تھے۔ جو حال ہی میں آئے ہیں۔ مبلغ تیز طبع اور خود پسند ہے۔ ملاقات کے دوران ہی ہم پر اپنی تبلیغ کا زور دکھانا شروع کر دیا۔ یہاں کا مشن بھی خود کفیل ہے۔ تمام مشن جو ہم نے دیکھے ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ پاکستان سے افریقی مشنوں کو مالی امداد نہیں دی جاتی۔ مشن کے امیر تجارت وغیرہ کر کے اپنی ضروریات بھی پوری کر لیتے ہیں۔ اور مشن بھی چلاتے ہیں۔ مقامی مسلمانوں سے اب مخالفت شروع ہو گئی ہے۔ مشن ایک ہائی سکول اور تین چار پرائمری سکول چلا رہا ہے۔ استادوں کی تنخواہ حکومت دیتی ہے۔ سکول شروع ہونے کے بعد تمام اخراجات حکومت کے ذمہ ہو جاتے ہیں"۔ (تذکرہ افریقہ ص۱۶۷)

اسی طرح مرزائیوں کے ذمہ دار حلقوں کی طرف سے یہ بات بھی کہی جاتی ہے۔ کہ انہیں صرف لندن سے پچاس ہزار پونڈ چندہ جمع ہوتا ہے۔ یہی بات گذشتہ سال

مشہور شیعہ عالم جناب علامہ رشید ترابی کو حکومت کی کسی انتہائی ذمہ دار شخصیت نے مرزائیوں کی روایت کے طور پر بتائی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب کے ارشاد کے مطابق پورے افریقہ میں پاکستان سے کوئی امداد قادیانی مشنوں کو نہیں دی جاتی۔ اور لندن میں قادیانی پچاس ہزار پونڈ کسی دست غیب سے چندہ حاصل کر لیتے ہیں تو پاکستان کے قومی خزانے سے حاصل کردہ زر مبادلہ کہاں خرچ کرتے ہیں۔

افریقہ کی جوڈیشنل کونسل کا فتوٰے

بریگیڈیئر گلزار احمد کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۶۰ء میں افریقہ کے مسلمان قادیانیوں سے سخت متنفر اور بیزار تھے۔ انہیں مفسد تخریب پسند اور انتشار پھیلانے والے قرار دے رہے تھے۔ افریقہ سے بعد میں آنے والی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ کے مسلمانوں کو آہستہ آہستہ قادیانیوں کی حقیقت کا علم ہو گیا۔ اور انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کی تبلیغ بند کرنا شروع کر دی ہے۔ بلکہ انہیں سرکاری طور پر کافر قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ مولوی صدر دین امیر جماعت احمدیہ (لاہوری) کے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱جون ۱۹۶۵ء کی روئیداد اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۶جون ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے۔ "جنوبی افریقہ میں احمدیوں کے خلاف فتوے۔"

داؤد سیڈو صاحب جنوبی افریقہ سے آئے ہیں افریقہ کی جوڈیشنل کونسل نے فتوے دے دیا ہے کہ احمدی اور بہائی کافر ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں۔ (خطبہ جمعہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۶جون ۱۹۶۵ء)

نائیجیریا سے تازہ ترین خط

ابھی حال ہی میں شمالی نائیجیریا سے ایک پاکستانی استاد نے اپنے خط میں مرزائیت کے فتنے کا رونا رویا ہے اس خط کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

"تیسرا فتنہ قادیانیت کا ہے۔ خصوصیت سے نائیجیریا کے یوربا مسلمان مغربی

نائجیریا میں لیگاس میں اور شمالی اور مغربی نائجیریا کی سرحد پر رہتے ہیں۔ اس فتنے کا شکار ہو رہے ہیں۔ جو مسلمان مغربیت یا عیسائیت سے بچے ہوئے ہیں اور دین سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قادیانی ان کو اپنا لٹریچر مفت دیتے ہیں۔ طلبہ کو ربوہ سے برابر لٹریچر ملتا رہتا ہے۔ تین چار سال قبل تک ان لوگوں کی عملی سرگرمیاں مغربی نائیجریا اور خصوصاً" لیگاس تک محدود تھیں۔ لیکن اب ان کے مراکز شمالی نائیجریا میں بھی کھل گئے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک بہت اہم بات عرض کرنا ضروری ہے یہاں جتنے پاکستانی آئے تقریباً" سب نے اپنے طور پر دین کا کام کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ یہاں کے عام مسلمان اور خصوصیت سے طلبہ پاکستانی مسلمانوں کے دینی جذبہ اور معلومات سے متاثر ہوئے اور سمجھنے لگے کہ پاکستانی مسلمان اچھے مسلمان ہیں۔ اور صحیح دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ بد قسمتی سے قادیانی بھی پاکستانی ہیں۔ اس لئے جب وہ دین کو پیش کرتے ہیں تو مسلمان اس کو بھی صحیح سمجھ کر فورا" قبول کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اگر پہلی منزل پر مرزا غلام احمد کو پیغمبر کہہ کر پیش کرتے تو مسلمان بھڑک جاتے۔ لیکن یہ لوگ بہت چالاکی کے ساتھ پہلے صرف ان باتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جن پر کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور جب آدمی اس منزل پر آجاتا ہے کہ اپنے مبلغوں کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہہ دے' تب یہ قادیانیت کے انجکشن لگاتے ہیں۔ ان کی فتنہ سامانی اسی پر ختم نہیں ہوتی۔ یہ لوگ پاکستان اور اس کے عام مسلمانوں کے خلاف بھی پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے دوران انہوں نے اپنے ماننے والوں کو پاکستان کے حق میں دعا مانگنے سے یہ کہہ کر روکا کہ پاکستان کے مسلمانوں اور ہندوستان کے کافروں میں کوئی فرق نہیں' اس لئے کسی کے لئے دعا کرنے کا کوئی سوال نہیں' البتہ امن کی دعا مانگو۔(لولاک ۷ اپریل ۱۹۶۷)

اسلامی مشاورتی کونسل

تحریک ارتداد کے خلاف سفارشات

"اسلامی مشاورتی کونسل نے حکومت پاکستان سے سفارش کی ہے۔ کہ ملک میں موجودہ قانون وراثت کی بجائے اسلامی قانون وراثت نافذ کیا جائے۔ اور مرتد ہونیوالے مسلمانوں کو جائیداد سے محروم کر دیا جائے۔ اور انہیں قانون شریعت کے مطابق سزا دی جائے۔ کونسل نے یہ سفارش بھی کی ہے کہ ملک میں ایسے منظم اور غیر منظم افراد یا اداروں کا فوری طور پر محاسبہ کیا جائے اور انہیں سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ جو مسلمانوں کو مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعہ مرتد بنانے میں مصروف ہیں۔ کونسل کی سفارش میں مزید کہا گیا ہے۔ کہ مرتد ہونے والے کو مردہ تصور کیا جائے۔اور انہیں مسلمان والدین کی جائیداد سے محروم کر کے جائیداد قریبی رشتہ داروں یا بصورت دیگر حکومت کے قبضہ میں دے دی جائے۔ کونسل نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ ملک میں منظم طور پر مسلمانوں کو مرتد کرنے کا کام جاری ہے۔ اور اس کا محاسبہ نہیں کیا جا رہا حالانکہ اسلام میں مرتد کرنے والے بھی قابل تعزیز ہیں۔ غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں صرف اتنی اجازت ہے کہ وہ غیر مسلموں میں ہی اپنے نظریات کا پرچار کر سکتے ہیں۔ انہیں مسلم ریاست میں مسلمانوں کے درمیان اپنے مذہب کی تبلیغ یا نشرو اشاعت کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

اسلامی مشاورتی کونسل مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے تحریک ارتداد کے خلاف یہ مستحسن سفارش کر کے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ اس وقت پاکستان میں عیسائیوں اور مرزائیوں کے مشن بلا کسی روک ٹوک مسلمانوں کو مرتد کرنے میں مصروف ہیں۔ دونوں کے پاس بے پناہ ظاہری اور باطنی وسائل موجود ہیں۔ لاکھوں روپیہ ہر سال خرچ کرتے ہیں۔ غریبوں اور سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خرید کر انہیں مرتد بنا رہے ہیں۔ ہمیں حکومت سے اب بجا طور پر توقع رکھنی چاہیے کہ وہ اپنے ہی قائم کردہ ایک اہم ترین اسلامی ادارہ یعنی اسلامی مشاورتی کونسل کی سفارش کو ضرور شرف قبولیت بخشے گی۔ اور پاکستان کو تحریک ارتداد سے پاک کر دے گی۔

گستاخی اور شرانگیزی

ماہ رواں ماناں نوالہ متصل لائلپور میں وہاں کے مسلمانوں کا ایک جلسہ بسلسلہ محرم

شریف ہو رہا تھا۔ جس میں ایک عالم دین سیرت اہل بیت اطہار اور مناقب شہدائے کربلا پر تقریر کر رہے تھے۔ ماتانوالہ کی قادیانی جماعت کے ایک رکن سعید احمد کو خدا جانے کیا سوجھی کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اہل بیت اطہار میں شامل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل رقعہ تحریر کر کے اسٹیج پر بھیج دیا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

مکرم محترم مولوی مشتاق احمد صاحب

حضرت مسیح الموعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ حضرت پنجتن سیدہ کونین فاطمتہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ عین بیداری کی حالت میں آئے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ نے کمال محبت مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی (تحفہ گولڑویہ ص۳۰)

حضرت مسیح الموعود ثابت فرما رہے ہیں کہ میں فاطمہ کی اولاد سے ہوں۔ اور عبارت میں مادرانہ عطوفت کا لفظ بھی موجود ہے۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرا سر بیٹوں کی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ران پر ہے۔(نزول مسیح حاشیہ درحاشیہ ص۴۹) مادر مہربان کی طرح براہین احمدیہ حصہ چہارم ان عبارتوں میں کس طرح صراحت کیساتھ اپنے آپکو حضرت فاطمہ کا بیٹا قرار دیا ہے۔ مہربانی فرما کر حضرت سید عبد القادر جیلانی کے کشف کی تعبیر کر دینا (ترجمہ عربی عبارت) فرمایا حضرت عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ نے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ کی گود میں ہوں اور انکے دائیں پستان کو چوس رہا ہوں۔ پھر میں نے بایاں پستان باہر نکالا اور اسکو چوسا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اندر تشریف لے آئے بتایئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین تو نہیں ہوئی۔ محترم مولوی صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اور چودھویں صدی کے علماؤں کی طرح حد سے بڑھنے والا نہ ہو۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں فرماتے ہیں۔ اگر بالفرض

بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا بھی ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آوے گا۔

نمبرا حوالہ قلائید الجواہرفی مناقب شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔ مطبوعہ مصر صفحہ نمبر۷۵۔ خاکسار سعید احمد بٹ احمدی(۶۷-۴-۱۸)

یہ تحریر لائلپور پولیس کے قبضہ میں ہے۔ مسلمانوں کیطرف سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ کہ اس گستاخی اور شرانگیزی کے مرتکب کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے

حقیقت یہ ہے کہ یہ ذلیل رقعہ انتہائی شرمناک اور توہین آمیز ہے۔ حضرت فاطمتہ الزہرا کی شان میں یہ گستاخی ناقابل برداشت ہے۔ حضرت فاطمتہ الزہرا کی گود میں پلنے کا شرف اور اس مقدسہ کے ران پر سر رکھنے کا منصب صرف حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو ہی حاصل ہے۔ حضرت جبرئیل جو مقربین بارگاہ میں سے ہیں اور نوری مخلوق ہیں۔ اگر بالفرض وہ بھی یہ کلمات کہیں تو ہم اسکو بھی حضرت فاطمتہ الزہرا کی شان اقدس کے خلاف توہین سمجھیں گے۔ چہ جائیکہ مرزائے قادیانی یہ لغو اور بیہودہ الفاظ کہے اور پھر آجکل کے قادیانی مرزائے قادیانی کو اہل بیت اطہار میں شامل کرنے کے لئے اس ذلیل ترین عبارت کو اس طرح مسلمانوں کے سامنے لا کر گستاخی اور شرانگیزی کی کوشش کریں۔

ہم براہ راست قادیانیوں سے بھی کہیں گے۔ کہ وہ یہ خرستیاں چھوڑ دیں۔ شرافت اور اخلاق کے دامن کو ہاتھ سے بالکل ہی نہ چھوڑ دیں۔ کیا وہ اس بات کو گوارا کر سکتے ہیں۔ کہ کوئی شخص نہایت نیک دلی سے انکی یا انکے خلیفہ ربوہ کی بیٹیوں کے متعلق اس خواہش کا اظہار کرے کہ وہ ان کی رانوں پر سر رکھ کر انکا بیٹا بننے کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ نہ تو کوئی قادیانی اور نہ ہی خلیفہ ربوہ یہ بات تسلیم اور برداشت کرنے کو تیار ہو گا۔ اور نہ ہی دنیا کا کوئی باغیرت آدمی اس مطالبے کو تسلیم کر سکتا ہے جو بات کوئی قادیانی یا کوئی دوسرا عام انسان اپنی بیٹی کے لئے برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ بات خواجہ کون و مکان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیٹی کے لئے کس طرح برداشت کی جاسکتی ہے۔

آخر میں ہم حکومت سے مودبانہ گذارش کریں گے اس حادثہ کی تحقیقات کرائی

جائے۔ اگر یہ واقعہ ہماری اطلاع کی مطابق درست پایا جائے تو قادیانیوں کی ان جارحانہ اور دل آزارانہ سرگرمیوں کا قلع قمع کیا جائے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

(لولاک ۲۸ اپریل ۱۹۶۷ء)

مرکز اسلام میں قادیانیوں کی گرفتاریاں

حجاز مقدس سے آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ اس سال سعودی حکومت نے حج کے موقع پر دو قادیانیوں کو گرفتار کرلیا ہے۔ جنہیں ابھی تک رہا نہیں کیا گیا۔

چند سالوں سے قادیانی پر اسرار طور پر حج کے لئے حجاز مقدس جانے لگے تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ سعودی حکومت کو معلوم ہو گیا تو انہوں نے ان پر اسرار عازمین حج کو بیک بنی و دو گوش واپس کر دیا۔ یا یہیں سے ان کا ویزا ہی جاری نہ کیا۔

اس سال قادیانیوں کا ایک وفد چوہدری ظفر اللہ خان کی زیر قیادت حج کے بہانے حجاز مقدس گیا تھا۔ جس زمانہ میں چوہدری ظفر اللہ خان پاکستان کے وزیر خارجہ تھے اسی زمانہ میں سعودی حکومت کے وزیر خارجہ سعودی مملکت کے موجودہ تخت نشین شاہ فیصل تھے۔ چنانچہ شاہ فیصل نے چوہدری ظفر اللہ خان کی درخواست پر انہیں حجاز مقدس میں داخلہ اور شاہی مہمان خانے میں ٹھہرنے کی اجازت بخش دی۔ شاہ فیصل کا چوہدری ظفر اللہ خان سے یہ فیاضانہ اور روا دارانہ سلوک حقیقت میں چوہدری صاحب کے سابقہ منصب اور مملکت پاکستان کے احترام کے لئے تھا نہ کہ قادیانیوں کے وفد کے قائد کے لئے۔

حج تو محض بہانہ تھا یہ وفد دراصل کسی ترکیب سے مرکز اسلام میں اپنے لٹریچر کی تقسیم و اشاعت کی فکر میں تھا۔ جونہی انہیں وہاں پاؤں جمانے کا موقعہ ملا' انہوں نے اپنا اصل کام شروع کر دیا۔

یہ وفد ابتدا" مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک عربی نظم چھاپ کر ساتھ لے گیا ہوا

تھا' جس پر نظم کے علاوہ بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ربوہ کے الفاظ درج تھے دو قادیانی اس لٹریچر کو تقسیم کرنے پر مامور تھے۔ جب یہ بات سعودی حکومت کے نوٹس میں آئی فوراً" ان کی گرفتاری کے احکام صادر ہو گئے اور انہیں پابہ زنجیر کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ چوہدری صاحب نے ان کی رہائی کے لئے بڑی کوشش کی لیکن وہ رہا نہ کرائے جا سکے۔ اور اب تک وہ جیل ہی میں ہیں۔ قادیانیوں کی اس حرکت نے حکومت کے علاوہ وہاں کے دوسرے لوگوں کو بھی مشتعل اور متاثر کیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد مکہ مکرمہ کے مشہور روزنامہ اخبار الندوۃ" نے اپنی اشاعت ۱۸اپریل۱۹۶۷ میں ایک طویل مضمون "ماہی القادیانیت" قادیانیت کیا ہے؟ عنوان سے شائع کیا یہ اخبار اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اشاعت قادیانی نمبر ہے۔ عنوان بالا کے ساتھ جلی خط سے چھ کالمی سرخیاں جمائی گئی ہیں کہ علمائے پاکستان کا اس امر پر اجماع ہے کہ قادیانی اسلام سے خارج ہیں اور حضورؐ سرور کائنات کو ہی آخری نبی یقین کرتے ہیں۔

ابھی حال ہی میں ہم نے کسی اشاعت میں افریقہ میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کے زیر عنوان جناب بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب کی کتاب "تذکرہ افریقہ" سے چند اقتباسات شائع کئے تھے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی بیرونی ممالک میں پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں میں فتنہ و فساد پیدا کر کے خواہ مخواہ پاکستان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ اب سعودی عرب میں قادیانیوں کی تازہ ترین حرکت اور اس پر گرفتاری پاکستان کے عوام اور حکام دونوں کے لئے قابل غور ہے۔ ہماری جچی تلی رائے یہ ہے کہ قادیانی بزعم خویش جس اسلام کی تبلیغ میں سرگرداں ہیں وہ در حقیقت ارتداد کی تبلیغ ہے۔ پاکستان کی حکومت کو جرات سے قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا قلع قمع کر دینا چاہئے۔ تاکہ اندرون اور بیرون ملک کوئی فتنہ و فساد پیدا ہی نہ ہو سکے۔۔۔!(لولاک ۱۲مئی۱۹۶۷)

ظفراللہ قادیانی کے حج پر جانے کا واقعہ مسلمانوں کے لئے انتہائی افسوسناک امر تھا۔ اس پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے پاکستان میں یوم احتجاج منایا۔ سعودی سفارتخانہ

پاکستان اور سعودی حکمرانوں کو ریاض وغیرہ ٹیلیگرام بھجوائے۔ ظفر اللہ قادیانی کیسے پہنچا۔ یہ ایک راز ہے جسے اس وقت افشا کرنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مناظر اسلام مولانا حسین اختر نے اس عنوان پر ایک رسالہ بھی ترتیب دیا۔ جسے مجلس کی مطبوعہ کتاب احتساب قادیانیت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یوم احتجاج کے سلسلہ میں مولانا محمد علی جالندھری نے جو اسلامیان پاکستان کے نام سرکلر جاری کیا وہ یہ ہے۔

تمام ماتحت مجالس تحفظ ختم نبوت کے نام ضروری ہدایت

دینی جماعتوں اور مدارس عربیہ سے اپیل

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری امیر مرکزیہ ختم نبوت کا ارشاد گرامی!

واضح ہو کہ اس سال سر ظفر اللہ قادیانی بغرض اداء فریضہ حج حرمین شریفین مکہ و مدینہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیما میں داخل ہوا۔ قادیانیوں کے مخصوص عقائد اہل اسلام پر روشن ہیں۔ علماء اہل اسلام نے متفقہ طور پر منکرین ختم نبوت اور مرزا آنجہانی کی امت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ سر ظفر اللہ کو عامتہ المسلمین کے ساتھ حرمین شریفین میں ارکان حج و عمرہ میں شریک ہونے کی اجازت سے پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں۔ جہاں ہم اپنی پاکستانی حکومت کے اس رویہ کے خلاف احتجاج کرتے ہیں کہ اس نے مسلمانوں کے اس عظیم مطالبہ کو مسلسل نظرانداز کیا ہوا ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ وہاں ہم سعودی عربیہ حکومت کے اس رویہ کے خلاف بھی پر زور احتجاج کرتے ہیں کہ انہوں نے مرزائیوں کو بالعموم اور ظفر اللہ خان کو بالخصوص حرمین شریفین میں داخل ہونے کی اجازت دے کر عالم اسلام کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔

بناء بریں میں اپنی جماعت کی ماتحت شاخوں اور تمام دینی جماعتوں' عربی مدارس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ سفارت خانہ مملکت سعودیہ عربیہ کراچی کے نام تار اور خطوط لکھ کر مندرجہ ذیل مطالبہ کریں:۔

"مملکت سعودیہ عربیہ نے ظفر اللہ خان قادیانی کو حرمین شریفین میں حج کے لئے داخل ہونے کی اجازت دے کر ہمارے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے ان کے اس اقدام کے خلاف ہم شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ آئندہ قادیانی فرقہ کے لوگوں کو حرمین شریفین میں داخلہ کی اجازت نہ دے۔

نیز پورے ملک میں ۱۵صفر۱۳۸۷ھ مطابق۲۶مئی۱۹۶۷ء یوم جمعہ کو یوم احتجاج منایا جائے اور جمعہ کے خطبوں میں خطیب حضرات خصوصیت سے اس موضوع پر احتجاجی تقاریر کریں جس کی اطلاع سعودی سفارت خانہ کراچی اور دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان شہر کو ضرور دیں۔

ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان)(خدام الدین ۱۹مئی۱۹۶۷ء)

اس پر خدام الدین نے ذیل کا اداریہ بھی تحریر فرمایا:۔

ظفر اللہ اور دیگر قادیانیوں کے حرم شریف میں داخلے پر
☆————:احتجاج:————☆

کراچی ۲۶مئی ۱۹۶۷ء بروز جمعہ تقریباً" ستر مساجد میں آئمہ اور خطباء حضرات نے حکومت سعودی عربیہ سے اس بات پر شدید احتجاج کیا ہے۔ کہ اس نے امسال حج کے موقعہ پر ظفر اللہ خان اور دیگر قادیانیوں کو حدود حرم میں داخلے کی اجازت دے کر مسلمانان عالم اور بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات کو بری طرح مجروح کیا ہے۔ کراچی کے بڑی بڑی مساجد جیکب لائن حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی جامع مسجد دارلعلوم لانڈھی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' نیو ٹاؤن میں مولانا محمد یوسف صاحب نبوری آرام باغ میں مولانا محمد شفیع صاحب اوی پیر کالونی' مولانا عبد الحامد بدایونی اور جامع مسجد کورنگی میں مولانا منظور احمد صاحب عباسی اور دیگر کثیر مساجد میں مندرجہ ذیل قرار داد پاس کی گئی۔

قرار داد مملکت سعودی عربیہ نے ظفر اللہ خان قادیانی کو حرمین شریفین حج کے لئے داخل ہونے کی اجازت دے کر ہمارے جذبات کو مجروح کیا ہے ان کے اس اقدام

کے خلاف ہم احتجاج کرتے ہیں۔ آئندہ قادیانیوں کو داخلہ کی اجازت نہ دیں۔(لولاک۹جون۱۹۶۷ء)

قرارداد

مفتی محمد نعیم صاحب خطیب جامع مسجد جناح کالونی لائل پور نے یہ تجویز پیش کی جو بالاتفاق پاس ہوئی۔

جناح کالونی جامع مسجد میں جمعہ کا یہ عظیم اجتماع یہ امر واضح کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ ایسی اسلامی حکومت جو شریعت اسلام کی فرمانروائی کے لئے قائم ہوئی ہے۔ اس میں اسلام کے نام پر کسی ایسی جماعت کا قیام یا بقا جو اسلامی اعتقاد عمل اور نظریات کی تشریح اسلامی احکام کے چودہ سو سال متفقہ اور متحدہ تشریح کے خلاف کرتی ہو۔ شریعت اسلام سے بغاوت کے مترادف ہو گا۔ جو کہ درحقیقت اس ملک کے اصلی قانون سے بغاوت ہے۔ جسے کسی حالت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ ان حالات میں حکومت پاکستان سے درخواست ہے۔ کہ وہ دیگر کیمونسٹ سوشلسٹ جماعتوں کی طرح مرزائی جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر اپنا ملکی اور ملی فرض ادا کرے۔ جیسا کہ مصر و شام نے اس جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر اس کا تمام اثاثہ اور جائداد بحق سرکار ضبط کرلی ہے۔ اور اس کا تمام لٹریچر بھی ضبط کر لیا۔ اور حکومت سعودیہ نے ان کا داخلہ مکہ مدینہ میں ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ امیر فیصل کے ذاتی تعلقات کی بناء پر چوہدری ظفراللہ خان کو حج کی اجازت دینا اس کے اپنے ہی نافذ کردہ قانون کے منافی ہے۔

ہم انتہائی افسوس ظاہر کرتے ہیں۔ اور آئندہ مطالبہ کرتے ہیں کہ کسی بھی تعلق کی بنا پر مرزائیوں کو حج کے بہانہ حجاز مقدس میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔ نیز یہ اجتماع تمام اسلامی اداروں اور جماعتوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس قسم کے ریزولیشن پاس کرا کے حکومت کو روانہ کریں۔

اجلاس عام

نور پور لائل پور کے مسلمانوں نے ایک اجلاس عام میں ظفراللہ خان اور

دوسرے مرزائیوں کے حجاز مقدس میں داخلے پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ حکومت پاکستان اور سعودی حکومت سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ آئندہ اس دشمن اسلام ٹولے کو اس امر کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔

سعودی عرب سفارتخانہ کراچی سے پر زور احتجاج

مجلس تحفظ ختم نبوت سمندری ضلع لائل پور حکومت سعودی عرب سے پر زور احتجاج کرتی ہے کہ اس نے امسال سر ظفراللہ قادیانی اور دوسرے قادیانیوں کو حرمین شریفین میں حج کے لئے داخل ہونے کی اجازت دی۔ اس عمل سے حکومت سعودی عرب نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں قادیانی مرتد اور خارج از اسلام فرقہ ہے مجلس ہذا مطالبہ کرتی ہے کہ وہ آئندہ قادیانی فرقہ کے لوگوں کو حرمین شریفین میں داخلہ کی اجازت نہ دے۔ اور ان کو خلاف اسلام اور خلاف قانون فرقہ قرار دے۔ کیونکہ یہ فرقہ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ از مولانا محمد علی جانباز
صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سمندری ضلع لائل پور۔(لولاک ۹جون ۱۹۶۷ء)

اسرائیل میں مرزائی مشن

جس سال انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ کا اجلاس اسرائیل میں ہوا تھا۔ پاکستان کے ارکان نے صدر مملکت سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس اجلاس میں معمول کے مطابق شریک ہونا چاہتے ہیں۔ صدر نے جواباً کہا کہ ہمارے تو اسرائیل کے ساتھ تعلقات ہی نہیں ہیں۔ ایک ایڈیٹر نے کہا کہ اسرائیل کی مقامی کمیٹی کے ارکان سے ٹوکیو میں بات ہوئی تھی انہوں نے استدعا کی کہ آپ لوگ بیت المقدس پہنچ جائیں ہم وہاں سے اپنے طیاروں پر لے جائیں گے۔ صدر ایوب نے اتفاق نہ کیا۔ ایڈیٹر نے کہا کہ ہم لوگ عرب ملکوں کے پابند نہیں۔ جب کہ ان میں سے بعض ہندوستان کے معاملہ میں ہمارے ساتھ بھی نہیں ہیں کیا ہمارا ہی فرض ہے کہ ہم ان

کی خواہشوں کو ملحوظ رکھیں۔

صدر نے جواب دیا کہ معاملہ یہی ہوتا تو مجھے عذر نہیں تھا عرب ملکوں کی اس روش سے قطع نظر اصل مسئلہ دینی غیرت کا ہے آپ لوگوں کو نہیں جانا چاہئے۔

چنانچہ صدر کی اس خواہش پر مقامی ارکان رہ گئے بلکہ اس وقت انٹرنیشنل پریس ٹرسٹ کے تمام پاکستانی ارکان نے صدر مملکت کی اس غیرت مندانہ خواہش کو حاضر و غائب میں سراہا اور اپنے طور پر تسلیم کر لیا کہ انہیں یہ ارادہ ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔

مقام تعجب ہے کہ اسرائیل میں قادیانی جماعت کا مشن ہے اور وہاں کی حکومت نے اسے تمام سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں سے اس مشن کا لٹریچر عربی میں مطبع ہو کر مختلف عرب ملکوں میں تقسیم ہو رہا ہے۔

پاکستان کی حکومت کا فرض ہے کہ "ربوہ کی خلافت" سے دریافت کرے کہ یہ مشن وہاں کیوں کر قائم ہوا۔ اس کو روپیہ کہاں سے ملتا ہے؟ اور کیا ان کے نزدیک عرب ممالک کے مسلمان واقعی مسلمان ہیں؟ اگر مسلمان ہیں تو تبلیغ کن لوگوں میں ہو رہی ہے اور اس تبلیغ کا مفہوم کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اسرائیل کی حکومت یہودیوں کو مسلمان بنانے کے لئے تو مشن کو کام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ لازماً اس مشن کے مقاصد سیاسی ہوں گے؟ قادیانی جماعت غیر عرب ملکوں کے لئے بھی اسرائیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

کیا فرماتے ہیں خلیفہ ثالث کہ اسرائیل سے تصادم کی صورت میں ان کا مشن عرب ملکوں کی اسلامی حمیت کا ساتھ دے گا یا اپنے پیدائشی عقیدے کے مطابق اسرائیل کا وفادار ہو گا اسرائیل کے حکمرانوں کو لازماً اندازہ ہو گا کہ اس مشن سے کام لیا جا سکتا ہے ہم اپنے صوابدید کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ قادیانی اسرائیل کے لئے وہی کچھ کریں گے جو برطانیہ کے لئے پہلے جنگ عظیم میں کرتے رہے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر مسلمان جو مرزا غلام احمد کو نہیں مانتا۔ خارج از اسلام ہے۔ اصل خرابی یہ ہے کہ قادیانی تمام اسلامی ملکوں میں بحیثیت مسلمان داخل ہوتے ہیں لیکن عقیدۃً انہیں نامسلمان سمجھ کر جاسوسی کرنے اور ہر وہ کام کر گزرتے ہیں۔ جو ان کی جماعت

سے باہر کے مسلمانوں کی بربادی کا باعث ہو۔

اس وقت اسرائیل سے عرب ملکوں کی ٹھن چکی ہے۔ لازم یہی ہے کہ اسرائیل سے قادیانی مشن ختم کیا جائے اور وہ تمام افراد واپس بلا لئے جائیں جو وہاں کام کر رہے ہیں سوال یہ ہے کہ یہ فرض حکومت انجام دے گی یا قادیانی جماعت خود اپنے مشن کو واپس بلا لے گی۔ حیرت ہوتی ہے کہ حکومت پاکستان نے تو اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم نہیں کئے۔ لیکن "قادیانی خلافت" کا تبلیغی مشن اسرائیل میں برابر کام کر رہا ہے۔ اور یہ اجازت نامہ اس کو نہ جانے کس نے عطا کیا ہے؟

(ہفت روزہ چٹان۔ ۹ مئی ۱۹۶۷ء)

آزاد کشمیر کے دو قادیانی لیڈر

خورشید ابراہیم گٹھ جوڑ کا پس منظر

مسٹر خورشید نے خان عبد الغفار خان اور شیخ مجیب الرحمن کی مانند علیحدگی پسند کے تباہ کن رجحان کے زیر اثر حکومت آزاد کشمیر کو تسلیم کرانے کا نعرہ ایک بار پھر پورے زور شور سے لگا دیا ہے۔ اور سردار ابراہیم نے لاہور کی پریس کانفرنس میں اس مطالبے کی حمایت کر دی ہے۔ اس طرح شرانگیز مخصوص مقاصد کے تحت خورشید' ابراہیم ناپاک گٹھ جوڑ ہو گیا ہے۔ جس کی مشترک اقدار مندرجہ ذیل ہے۔

سردار ابراہیم اور مسٹر خورشید دونوں آزاد کشمیر کے صدر رہے اور دونوں کو صدر ایوب کے عہد اقتدار میں یکے بعد دیگرے بوجوہ آزاد کشمیر کی صدارت سے الگ کیا گیا۔

آزاد کشمیر کی صدارت سے علیحدگی کے بعد دونوں گرفتار ہوئے۔ سردار ابراہیم ایک ماہ جیل میں رہے اور مسٹر خورشید سوا پانچ ماہ لہذا دونوں پاکستان کی موجودہ حکومت کے شاکی ہیں۔

دونوں چودھری غلام عباس و سردار عبد القیوم مسلم کانفرنس کے مخالف ہیں۔

دونوں پر دھاندلیوں' بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے ان گنت الزامات عائد

ہوئے اور دونوں کے خلاف سرکاری تحقیقات اور عدالتی چارہ جوئی کا عوامی مطالبہ جاری رہا اور آج بھی قائم ہے۔ دونوں میں سے ایک ایبڈا ہے اور دوسرا دھاندلی سے بجا مگر تا بکے۔

دونوں پاکستان کی حزب مخالف سے وابستگی کے دعویدار ہیں ایک نے کراچی میں اور دوسرے نے لاہور میں تعلقات بھی قائم کر رکھے ہیں لیکن یہ صریحا" دھوکہ اور فریب ہے ۔ کیونکہ اگر صدر ایوب آج انہیں چپڑاسی کا عہدہ بھی پیش کریں تو یہ دونوں سر کے بل دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ اور حزب اختلاف کو لات مار کر یہ عہدہ قبول کرلیں گے مگر صدر مملکت ان کے کردار سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔

دونوں پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کے خلاف تھے۔ اور دونوں نے اپنے قول و فعل سے کفر و اسلام کی اس تاریخی جنگ کی مخالفت کی تھی۔ اب یہ دونوں حکومت آزاد کشمیر کو تحلیل کرانے اور پاکستان سے اسے جدا کرنے کے مذموم مقصد پر متحد ہو گئے مگر مسلم کانفرنس ان کے ناپاک گٹھ جوڑ کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ جہاد ۲۸ مئی ۱۹۶۷ء)

علامہ اقبال کا خط پنڈت جواہر لال نہرو کے نام

لاہور

۲۱ جون ۱۹۳۶ء

میرے محترم پنڈت جواہر لال

آپ کے خط کا جو مجھے کل ملا بہت بہت شکریہ ۔ جب میں نے آپ کے مقالات کا جواب لکھا تب مجھے اس بات کا یقین تھا کہ احمدیوں کی سیاسی روش کا آپ کو کوئی اندازہ نہیں ہے۔ دراصل جس خیال نے خاص طور پر مجھے آپ کے مقالات کا جواب لکھنے پر آمادہ کیا وہ یہ تھا کہ میں دکھاؤں ، علی الخصوص آپ کو کہ مسلمانوں کی یہ

وفاداری کیونکر پیدا ہوئی اور بالآخر کیونکر اس نے اپنے لئے احمدیت میں ایک الہامی بنیاد پائی۔ جب میرا مقالہ شائع ہو چکا تب بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی ان تاریخی اسباب کا کوئی تصور نہیں ہے جنہوں نے احمدیت کی تعلیمات کو ایک خاص قالب میں ڈھالا۔ مزید برآں پنجاب اور دوسری جگہوں میں آپ کے مقالات پڑھ کر آپ کے مسلمان عقیدت مند خاصے پریشان ہوئے۔ان کو یہ خیال گذرا کہ احمدی تحریک سے آپ کو ہمدردی ہے اور یہ کہ اس سبب سے ہوا کہ آپ کے مقالات نے احمدیوں میں مسرت و انبساط کی ایک لہر سی دوڑا دی۔ آپ کی نسبت اس غلط فہمی کے پھیلانے کا ذمہ دار بڑی حد تک احمدی پریس تھا۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میرا تاثر غلط ثابت ہوا مجھ کو خود "دینیات" سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے مگر احمدیوں سے خود انہی کے دائرہ فکر میں نپٹنے کی غرض سے مجھے بھی "دینیات" سے کسی قدر جی بہلانا پڑا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ اسلام اور ہندوستان کے ساتھ بہترین نیتوں اور نیک ترین ارادوں میں ڈوب کر لکھا۔ " میں اس باب میں کوئی شک و شبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ یہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔"

"لاہور میں آپ سے ملنے کا جو موقعہ میں نے کھویا اس کا سخت افسوس ہے میں ان دنوں بہت بیمار تھا اور اپنے کمرے سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ مسلسل اور پیہم علالت کے سبب میں عملاً" عزلت گزیں ہوں اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ آپ مجھے ضرور مطلع فرمائیں کہ آپ پھر پنجاب کب تشریف لا رہے ہیں ۔ شہری آزادیوں کی انجمن کے بارے میں آپ کی جو تجویز ہے اس سے متعلق میرا خط آپ کو ملا یا نہیں؟ چونکہ آپ اپنے خط میں اس خط کی رسید نہیں لکھتے اس لئے مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ یہ خط آپ کو ملا ہی نہیں۔ آپ کا مخلص محمد اقبال

☆ مندرجہ بالا خط مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی کی کتاب "کچھ پرانے خط" حصہ اول ' مرتبہ جواہر لال نہرو ' مترجمہ عبد المجید الحریری ایم اے ایل ایل بی صفحہ ۲۹۳ سے نقل کیا گیا پاکستان میں علامہ اقبال کے مجموعہ ہائے خطوط شائع کیے جا رہے ہیں لیکن

اس خط کو قادیانی اثرات کی بوقلمونی کے تحت کسی مجموعہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیا یہ اخفا و تحریف جائز ہے۔

حمید اختر نجید

سیکرٹری حزب اللہ ' مغربی پاکستان لاہور۔ہفت روزہ "لولاک" ٹائیٹل پیج ۔ ۲۶ مئی ۱۹۶۷ء

مدیر "لولاک" کو وارننگ

گذشتہ دسمبر میں ربوہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر قادیانیوں کے لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خان نے اپنی تقریر میں قادیانیت کی صداقت پر دلائل دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے بڑے بڑے مخالفین مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہ علمائے کرام اب کہاں ہیں یہ سب ختم ہو گئے ہیں۔ اور ان کی موت ہی ہمارے مذہب کے سچا ہونے کی دلیل ہے۔ چوہدری صاحب کی اس تقریر کا ہم نے نوٹس لیا اور ۳ فروری ۱۹۶۷ء کے لولاک میں ظفر اللہ خان کی اشتعال انگیزی کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا۔ اس مقالہ میں ہم نے لکھا کہ موت سے کسی شخص کو مفر نہیں ہے اور کسی کی موت اس کے سچے اور جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ تمام انبیاء اولیاء اور دوسرے بزرگان دین اپنی اپنی زندگی بسر کر کے **کل نفس ذائقة الموت** کی وادی میں چلے گئے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی موت بھی خدا کے اسی اٹل قانون کے تحت وقوع پذیر ہوئی ہے اگر مرزا صاحب کے مخالف علمائے حق نے داعی اجل کو لبیک کہا ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کا بیٹا خلیفہ بشیر الدین محمود بھی زندہ نہیں رہے بلکہ وہ بھی مر چکے ہیں۔

ہم نے اپنے اس مقالہ میں چوہدری ظفر اللہ خان کی اس تقریر کو اشتعال انگیز سمجھتے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی تھی کہ چوہدری صاحب اس طرح کی چیلنج بازی کر کے کسی سوئے ہوئے فتنہ کو پھر جگانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کی یہ اشتعال

انگیزی موجودہ حالات میں بغیر کسی وجہ کے نہیں ہے بلکہ پس پردہ کوئی وجہ رکھتی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم ہو سکا کہ اس سلسلہ میں حکومت نے ظفر اللہ خان کے خلاف کوئی تحقیقات کی ہے یا نہیں؟ اور اس کو اس قسم کی چیلنج بازی اور اشتعال انگیزی سے منع کرنے کے لئے کیا کارروائی کی ہے: البتہ ایڈیٹر لولاک کو اس مقالہ کے تحریر کرنے پر ضلع حکام کی معرفت وارننگ بھیج دی گئی ہے۔

ہمیں اپنی حکومت کے احکام کا احترام ہے لیکن مذکورہ مقالہ کو بار بار پڑھنے کے باوجود ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ آخر ہمیں کس جرم کی پاداش میں یہ وارننگ دی گئی ہے۔

چوہدری ظفر اللہ خان نے ربوہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جو تقریر کی تھی وہ ملک بھر کے علماء کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس میں علمائے کرام اور عامتہ المسلمین کو اکسایا گیا تھا کہ وہ قادیانیوں کے ساتھ اپنی مذہبی کشمکش کی آگ کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں۔ مناظرہ بازی فتویٰ نویسی اور ہر طرح کی مخالفت کا بازار گرم کیا جائے تاکہ انہیں اپنے آقایان ولی نعمت سے مزید گرانٹ مل سکے اور ساتھ ہی یہ فائدہ بھی پہنچ سکے کہ جو انتشار اور اختلاف ان کی صفوں میں موجود ہے ۔ وہ علمائے کرام کی مخالفت کا ہوا دکھا کر ختم کیا جا سکے۔ ایڈیٹر لولاک ملک اور مذہب دونوں کا مفاد اسی میں سمجھتا ہے کہ موجودہ حالات میں کسی قسم کی اشتعال انگیزی اور ایجی ٹیشن ملک میں پیدا نہ ہو۔ اندرون ملک اتحاد اور سکون کی ضرورت ہے تاکہ بیرونی دشمنوں سے ملک کا خاطر خواہ دفاع کیا جا سکے۔

ایسے حالات میں ظفر اللہ خان کی کسی اشتعال انگیزی کا نوٹس نہ لینا مذہب سے بے وفائی اور ملک سے غداری کے مترادف ہے۔

ہم آئے دن اخبارات میں بعض حلقوں کی طرف سے صدر ایوب پر تنقید پڑھتے رہتے ہیں ۔ خود حکومت کے ذمہ داران کی طرف سے بارہا یہ بات کہی جاتی ہے کہ حکومت تعمیری تنقید کا خیر مقدم کرے گی۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صدر مملکت تک کے اعمال و افعال پر تعمیری تنقید ہو سکتی ہے بلکہ بعض دفعہ لوگ حد سے

تجاوز بھی کر جاتے ہیں اور حکومت اسے بھی برداشت کر لیتی ہے، لیکن اگر چوہدری ظفر اللہ خان کی سرگرمیوں کا جائز نوٹس لیا جائے تو ان کی اسلام دشمنی اور ملک کے مفاد کے خلاف تقریروں پر تنقید کی جائے تو اس کی بجائے الٹا ہمیں زبان بند کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ ہم سمجھ نہیں سکے کہ آخر مرزائیوں کا یہ لاٹ پادری مملکت میں اس امتیازی حیثیت کا مالک کیوں بنایا جا رہا ہے اور اس کے مافوق الاحتساب گروانئے میں کون سا فلسفہ کارفرما ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر ذمہ دار حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ لولاک کے صفحات پر قادیانیوں کے متعلق جو کچھ لکھا جاتا ہے اس پر ملکی مفاد کے نقطہ نگاہ سے غور کیا جائے اور اس طرح سے ہمیں دبا کر انگریزوں کے اس خود کاشتہ پودے کو ہمارے سروں پر مزید مسلط نہ کیا جائے۔("لولاک" ۲۶ر مئی ۱۹۶۷ء)

قادیانیوں کے لئے زرمبادلہ

وزیر خزانہ مسٹر این ایم عقیلی نے مرکزی اسمبلی میں بتایا کہ "تبلیغی" کام کرنے والوں کو دوسرے ملکوں میں "تبلیغ اسلام" کے ۶۳۔ ۶۴ سے ۱۵ مئی ۱۹۶۷ء تک پندرہ لاکھ بارہ ہزار سات سو نوے روپے کا زرمبادلہ دیا گیا۔ جس میں سے آٹھ لاکھ اکیاون ہزار ایک سو انتیس روپے کا زرمبادلہ غیر افریقی ملکوں میں ہے۔ چھ لاکھ اکسٹھ ہزار چھ سو سڑسٹھ روپے کا زرمبادلہ افریقی ملکوں میں تبلیغ کے لئے دیا گیا۔

وزیر خزانہ نے مزید بتایا کہ یہ زرمبادلہ تبلیغ اسلام کے لئے پانچ اداروں کو دیا گیا جو یہ ہیں۔

۱۔ شیخ میاں محمد ٹرسٹ لائل پور
۲۔ انجمن احمدیہ تحریک جدید
۳۔ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام
۴۔ تعلیم القرآن ٹرسٹ گوجرانوالہ
۵۔ مکی مسجد کراچی

عقیلی صاحب کی بڑی مہربانی ہوتی اگر وہ یہ بھی واضح کر دیتے کہ کل سوا پندرہ لاکھ روپے میں سے قادیانیوں کی تین جماعتوں

۱۔ شیخ میاں محمد ٹرسٹ لائل پور(لاہوری پارٹی)

۲۔ انجمن احمدیہ تحریک جدید۔ (ربوہ کی قادیانی پارٹی)

۳۔ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام (لاہوری پارٹی

کے لئے کتنا زرمبادلہ دیا گیا ہے۔ مکی مسجد کراچی (تبلیغی جماعت مسلمان) اور تعلیم القرآن ٹرسٹ گوجرانوالہ (مسلمان) کے لئے کتنا زرمبادلہ خرچ ہوا ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے۔ آخر الذکر دونوں مسلمان جماعتوں کا زرمبادلہ برائے وزن بہت معمولی رقم پر مشتمل ہے اور اصل رقم قادیانیوں نے ہی ہضم کی ہے۔

مراسلہ ۔ لولاک ' ۹ر جون ۱۹۶۷ء

۲۱ ر جون ۱۹۶۷ء کو شیخ حسام الدین صدر احرار انتقال کر گئے اس پر آغا شورش کاشمیری نے ذیل کا تعزیتی نوٹ تحریر کیا۔

صدر احرار شیخ حسام الدین کا سانحہ ارتحال

۲۱ر جون کو چھ بجے مجلس احرار پاکستان کے صدر شیخ حسام الدین واصل بحق ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ اس وقت ان کی عمر ۷۱ اور ۷۲ برس کے درمیان تھی۔ مرحوم ایک زمانہ سے بیمار چلے آ رہے تھے ۔ آخر پیمانہ عمرلبریز ہو گیا۔ ۲۰ر جون کی شام کو گھر سے نکلے۔ اپنے ایک دوست کے ہاں گئے لوٹے تو نبض کا توازن ٹوٹ رہا تھا۔ ٹھہری ہوئی بیماری نے قدم اٹھایا۔ ایک بجے شب اعزہ میو ہسپتال میں لے گئے۔ چھ بجے صبح دم توڑ دیا اور اس طرح قربانی و ایثار ' جرات و استقامت اور حوصلہ و اعتماد کا ایک باب ختم ہو گیا۔

شیخ صاحب نے جس دور میں سیاسیات کا سفر شروع کیا اس دور کو اس کا اندازہ ہی نہیں۔ کیا لوگ تھے وہ جو برطانوی استعمار کے خلاف سر پر کفن باندھ کر نکلے تھے۔ اور کیا زمانہ تھا کہ اس آزادی کے حصول کی نیو رکھی گئی ۔ شیخ صاحب اس عظیم قافلہ کے

برگزیدہ رہنماؤں کی یادگار تھے۔ ان کا وجود ان تحریکوں کا سرمایہ تھا۔ جنہیں اس زمانے کے لوگ پہچانتے ہی نہیں ۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کا دل اسلام کے لئے دھڑکتا رہا اب وہ افراد رہے نہ جماعت اور نہ وہ دل ہی رہے کہ دھڑکیں! اس دور میں بہت کچھ ہے لیکن وہ لوگ نہیں ہیں جن کے پہلو میں دھڑکتا ہوا دل ہو۔ آزادی کا ولولہ ہی جاتا رہا ہے۔ پرانی قدریں بدل گئی ہیں اور ان کی جگہ جو نئی قدریں پیدا ہوئی ہیں ان کا حدود اربعہ ہی مختلف ہے۔

سوال شیخ حسام الدین کا نہیں یہ لوگ تو اب جا ہی رہے ہیں ایک آدھ چراغ کسی گمشدہ طاق پر جل رہا ہے۔ تو موت کی صرصرا سے بھی بجھا دے گی۔ اب سوال اس روایت کا ہے جس کو ان لوگوں نے اپنے خون جگر سے پیدا کیا اور جس کے لوا شناسوں سے یہ زمانہ خالی ہو چکا ہے ان لوگوں کو اسلام نے پیدا کیا۔ اور یہ لوگ اسلام کے لئے تھے۔ جہاں تہاں اسلام کو گزند پہنچا یہ ماہی بے آب ہو گئے۔ آج اسلام قصیروں کی زد میں ہے قیادت کی کلاہ ان لوگوں کے سر پر بندھی ہوئی ہے۔ جن کی سیاسی پیدائش اتفاقی اور حادثاتی ہے۔ جنہیں معلوم ہی نہیں کہ جس آزادی سے وہ متمتع ہو رہے ہیں۔ اس کا خمیر کن لوگوں کے خون سے تیار ہوا تھا۔

زمانہ نیا داستانیں نئی

شیخ صاحب اور ان کے ہمرائیوں کو جس زمانہ سے اب گزرنا پڑا حقیقتاً وہ زمانہ ان کے لئے نیا تھا اور وہ اس زمانے کے لئے بڑے پرانے تھے۔ دونوں میں سنگم نہ ہو سکا زمانہ کی بے بصری اور ان کی تیز قدمی میں تصادم رہا نتیجہ" سیاسیات کے اس بیاباں میں وہ اجنبی ہو گئے ۔ نئی پود کے لئے بھی وہ اجنبی ہی تھے ۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا اور ان کے جنون و شوق کی وسعتیں کہاں تک تھیں۔ ان کا زمانہ پہلے مرگیا۔ انہوں نے بعد میں وفات پائی۔

(شیخ نوائی معاف) ــــــــ آزادی کے بعد اقوام و ملل کے حوصلے صیقل شمشیر ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے ہاں حوصلے دولخت ہو چکے بلکہ ان کی خاکستر اڑ رہی ہے ــــــــ لوگ شراروں سے ڈرتے اور سایوں سے بھاگتے ہیں ۔ زمانہ تھا کہ لوگ

آگ میں کودتے اور کلمہ الحق کی پشت پناہی کرتے تھے۔

شیخ صاحب کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ بڑے ہی بہادر انسان تھے۔ پندرہ بیس برس میں ان کا سارا قافلہ منتشر ہو گیا۔ چوہدری افضل حق بہت پہلے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ چوہدری عبد العزیز بیگووالیہ کو قضا کھا گئی۔ آزادی کے بعد مولانا حبیب الرحمن رخصت ہوئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلاوا آ گیا۔ قاضی احسان احمد جواں مرگ ہو گئے۔ شیخ صاحب۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اس گئے گذرے دور میں بھی پرانا دم خم باقی تھا۔ حسین شہید سہروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں شامل ہو گئے ایک دن سہروردی صاحب نے ان سے کہا۔

"شیخ صاحب! اسکندر مرزا (تب صدر مملکت) کو احرار کے بارے میں غلط فہمی ہے میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے لیکن آپ کی اس سے ملاقات مفید ہو گی۔

غرض شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری اسکندر مرزا سے ملاقات کے لئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں گئے۔ اسکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا۔ اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ کے وزیر اعلیٰ ہمراہ تھے۔ سہروردی نے مرزا سے کہا۔ "دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر جی آئے ہیں" مرزا نے حقارت سے جواب دیا۔

"احرار؟ پاکستان کے غدار ہیں۔"

ماسٹر جی ٹھنڈی طبیعت کے مالک، کہنے لگے۔ غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے۔ لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہئے۔

اسکندر مرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا۔

"بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں۔"

ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن مرزا نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر

ہاتھ ہی دھرنے نہ دیا ـــــــــ وہی ڈاڑخانی۔

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی۔ مرزا سے پوچھا کیا کہا آپ نے؟

میں نے؟

جی ہاں!

احرار پاکستان کے غدار ہیں۔ مرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے گورنمنٹ ہاؤس، گورنر موجود' وزیر اعلیٰ موجود' وزیر اعظم موجود' صدر مملکت کی بارگاہ؟ فوراً" جواب دیا۔

احرار غدار ہیں کہ نہیں؟ اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تمہارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ابن غدار ہو۔ تمہارے جدامجد میر جعفر نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی تم اسلام کے غدار ہو۔

ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحب کو آغوش میں لے لیا اور اسکندر مرزا سے پشتو میں کہا ـــــــــ میں نے تمہیں پہلے کہا تھا ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجہ میں بولنا۔ یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں

ظاہر ہے کہ بلی ایک ہی جھٹکے میں سپر انداز ہو جاتی ہے یکایک اس کا لب و لہجہ ہی بدل گیا۔

اور یہ تھے شیخ حسام الدین افسوس کہ جرأت و مردانگی کی تمام تصویریں یکے بعد دیگرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

الفضل کا لاہوری متنبی

ہم کہتے ہیں۔

۱۔ مرزا غلام احمد نبی نہیں تھے بلکہ متنبی تھے۔ یہ ہماری رائے نہیں تمام دنیائے اسلام کے علمائے حق اس بارے میں فتویٰ دے چکے ہیں۔

۲۔ ہم کہتے ہیں مرزائی جب مسلمانوں سے معاشرتی' مذہبی طور پر الگ ہیں یعنی

وہ مسلمانوں کو مرزا غلام احمد کے بغیر مسلمان ہی نہیں سمجھتے ۔ نہ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں نہ ان کے جنازے میں شامل ہوتے ہیں ۔ نہ ان سے اپنی بیٹیوں کے نکاح کرتے ہیں تو پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں کیوں شامل ہیں؟

۳۔ اسی بنیاد پر علامہ اقبال نے انہیں ایک علیحدہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہی مطالبہ ہم مملکت پاکستان کے گوش گذار کرتے ہیں۔

۴۔ ہم کہتے ہیں کہ مرزائی ان اکابرین امت کو برا بھلا نہ کہیں جو ان کی نبوت کا تعاقب کرتے رہے ہیں اور جنہوں نے اس مسئلہ میں علم و دین کی اساس پر انہیں فاش شکستیں دی ہیں۔

۵۔ ہم کہتے ہیں مرزائی خاندان رسالت کی مقدس اصطلاحیں مرزا غلام احمد کے خاندان پر چسپاں نہ کریں کیونکہ جب وہ اپنی عورتوں کو ام المومنین لکھتے اور پیروؤں کو صحابہ کہتے ہیں تو ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

۶۔ ہم کہتے ہیں کہ مرزائی ایک سیاسی جماعت ہیں جس کو عجمی اسرئیل کا نام دینے سے مضمر خدشات واضح ہو جاتے ہیں۔

۷۔ ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اپنے ہی الفاظ میں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا۔

۸۔ ہم کہتے ہیں مرزا غلام احمد اور ان کے جانشین مرزا بشیر احمد بن محمود آنجہانی کے رشحات قلم کا بہت بڑا حصہ اہانت رسول اور مسلمانوں کی دل آزاری کے باعث ضبط کر لینے کے قابل ہے۔

۹۔ ہم کہتے ہیں مرزائیوں کو ان کی آبادی کے تناسب کے مطابق سرکاری ملازمتوں اور اقتصادی دوائر میں حصہ دیا جائے ۔ عام مسلمانوں کے حصہ میں سے نہیں۔

۱۰۔ ہم کہتے ہیں مرزائیوں کی نگرانی کی جائے کیونکہ ایک مدت سے ان کے دماغ میں قادیانی ریاست قائم کرنے کا خواب پرورش پا رہا ہے۔

۱۱۔ ہم کہتے ہیں کہ غیر ممالک میں ان کے جو مشن کام کر رہے ہیں انہیں روپیہ

کہاں سے ملتا ہے اور کس اصل کی بنیاد پر ملتا ہے۔ "اسلام کی تبلیغ" کا اعتماد نامہ انہیں کس کی سفارش یا ہدایت پر دیا گیا ہے۔

۱۲۔ ہم کہتے ہیں اسرائیل میں ان کا مشن کیسے قائم ہوا؟ اس کو روپیہ کون دے رہا ہے۔ اب جنگ کے زمانہ میں اس کی پوزیشن کیا ہے؟

۱۳۔ ہم کہتے ہیں مشرقی پنجاب سے تمام مسلمانوں کا انخلاء ہو گیا لیکن مرزائی قادیاں میں کس بنیاد پر رہ رہے ہیں۔ بھارت اور پاکستان میں جو جنگ ہوئی کیا اس وقت بھی یہ مرزائی وہاں موجود تھے۔ اور وہاں ان کا مرکز ہدایت ربوہ اور اس کا خلیفہ ہی تھا۔ یا کسی اور مقام سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

۱۴۔ ہم کہتے ہیں دو متحارب ملکوں میں ایک مذہبی جماعت کا بٹا ہوا وجود اور ربوہ پر قادیان کی فوقیت اپنا ایک خاص باطنی ضمیر رکھتی ہے۔ جس کا محاسبہ اشد ضروری ہے۔

۱۵۔ ہم کہتے ہیں مرزائی حکام اپنی جماعت کے پیروؤں کو ملک کے نظم و نسق میں مراعات ہی نہیں دیتے بلکہ اپنے مذہب کی سہاتیا بھی کرتے ہیں۔

۱۶۔ ہم کہتے ہیں چوہدری ظفر اللہ خان استعمار کی شطرنج کا خاص مہرہ ہے۔"

فرمایئے ان نقاط میں کوئی بات ایسی ہے جس کی تائید خود مرزائیوں کے لٹریچر سے نہ ہوتی ہو۔ اگر ہمارا دعویٰ غلط ہے تو ہم گردن زنی اور اگر صحیح ہے تو اس پر جزبز ہونا اور سب و شتم کرنا کس ضابطہ اخلاق کی رو سے جائز ہے ہم گالی نہیں دے رہے بلکہ گالی دینے والے کو کمینہ سمجھتے ہیں ــــــــــ ہماری کسی تحریر سے کوئی سا لفظ نکال کر دکھایئے جس پر دشنام کا اطلاق ہوتا ہو ہم نے جو حوالے دیئے ہیں ان کی تغلیط فرمایئے پھر جو سزا بھی آپ تجویز کریں ہمیں عذر نہیں ہو گا لیکن ہماری ان تحریروں اور تقریروں سے تلملا کر لاہور کے ایک نمک خور نے جو لب و لہجہ اختیار کیا اور اپنے مرشد موعود کے انداز میں سب و شتم کی جو برکھا شروع کی ہے وہ اس کی تعلیم و تربیت کا شاہکار ہے ہمیں اس کے خلاف شکایت نہیں کیونکہ اس کا وجود ہی اس ٹکسال میں ڈھلا ہے۔ الفضل اس لے پالک کا نام چٹان میں لکھنا اس کی عزت بڑھانا ہے۔ لیکن

ہماری توہین ہو گی ۔ لہٰذا ہم ربوہ کے خلیفہ ثالث سے یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اپنے بارے میں یہی لب و لہجہ پسند کرتے ہیں؟ انہیں گوارا ہے کہ ہم تاریخ محمودیت کے حقائق شائع کریں۔

ہم سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں بہتر یہی ہے کہ خلیفہ صاحب اپنے اس یک رخے کو لگام دیں بصورت دیگر۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

اس ہفتگی میں پردہ زنگاری کے "معشوق" نے جو حوالے گھڑے ہیں اور متبنی کے الہامی لہجہ میں جو گالیاں تصنیف فرمائی ہیں توبہ نہ کی تو ان کا جواب ربوہ کے "قصر خلافت" کی غزلہائے رواں کو دیا جائے گا۔ ہمیں ہفتگی کے نقاب پوش اور عبدالسلام خورشید سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ ہم انہیں مرفوع القلم سمجھتے ہیں خود "چٹان" بھی اس بحث میں نہیں آئے گا البتہ منبر و محراب اور کوچہ و بازار۔ اس "طلسم ہوشربا" کے افسانوں سے گونجیں گیں۔ جس کی تسوید و ترتیب قدرت نے اس احقر کو سونپ دی ہے۔

مرزائی اگر یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے قلم کا ہدف نہ بنیں تو انہیں سید عطاء اللہ شاہ بخاری ' مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کے معاملہ میں اپنی زبانوں کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ ربوہ کے اخلاقی ویرانے میں بیٹھ کر بڑ ہانکنا آسان ہے کہ ظفر علی خان کہاں ہے؟ اور عطاء اللہ شاہ بخاری کدھر ہے؟ ----- یہ سوال لاہور میں یا پاکستان کے کسی بھی شہر میں دریافت کیا ہوتا تو جواب کماحقہ عرض کیا جا سکتا تھا۔

بہرحال عرض مختصر یہ ہے کہ الفضل کا لاہوری "دشتونگڑہ" اپنی حیثیت عرفی پر غور کرے اور خلیفہ ثالث اس کو ہدایت کر دیں۔

اگر اس خانوادے کو اپنے موجودہ لب و لہجہ پر اصرار ہے اور اس کے ساتھ یقین بھی ہے کہ سیاسی شطرنج پر انہی کے مہرے جیت رہے ہیں تو شیش محل میں بیٹھ کر پتھر پھینکنا دانش مندی نہیں احمقانہ جسارت ہے۔

بیاس اور چناب کے رنگا رنگ قافیوں کا دفتر کھلا تو کیا کچھ سامنے نہیں آجائے گا

اب یہ فیصلہ کرنا خلیفہ ثالث کا کام ہے کہ وہ جواب آں غزل چاہتے ہیں یا فی الواقعہ لاہوری متبنی کو روک دیتے ہیں۔

ہفت روزہ "لولاک" ۲۳ر جون ۱۹۶۷ء

مسیلمہ کے جانشین

مخاطب لاہور کا لے پالک ہفتہ وار جریدہ "ہمارا" نہیں۔ وہ شوق سے ہمیں گالیاں دیتا رہے ہم نہ تو اس کو منہ لگائیں گے اور نہ اس کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس کی ہفوات پر قلم اٹھائیں ۔ ہمیں مرزائیوں سے بحیثیت انسان کوئی تعرض نہیں ۔ایک پاکستان کی حیثیت سے ہم ان کے وجود' ناموس اور آبرو کی حفاظت ملکی حکومت کے فرائض کا جزو غیر ینفک سمجھتے ہیں لیکن جس دن سے ہم نے اس جماعت کے سیاسی عزائم کا محاسبہ کیا اور حکومت سے درخواست کی ہے کہ ان پر کڑی نگاہ رکھے۔ اس دن سے ربوہ کی خلافت کے تمام سرکاری بزر جمہر اپنے رسوخ و اقتدار کے نیزے لے کر ہمارے جسم کو چھلنی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ہمارے خلاف اندر خانہ محاذ باندھا جا رہا ہے اور ہمیں صرف اس جرم میں سزا دلوانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہم نے صدر ایوب کو ان کی فطرت اور سرشت کے احوال و آثار سے آگاہ کیا ہے پھر سن لیجئے ہماری خواہش صرف اتنی ہے کہ

۱۔ مرزائیوں کو علامہ اقبال کے فکر و نظر کی بنیاد پر مسلمانوں سے علیحدہ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ انہیں روکا جائے کہ سرور کونینؐ ' صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کی مقدس اصطلاحات ' القابات' خطابات اور فضائل و مناقب کو اپنے نام کے ساتھ استعمال نہ کریں۔ کیونکہ یہ سرمایہ مسلمانوں کی محبوب ترین متاع ہے ۔ جب قادیانی روزنامہ "الفضل" اس سرمایہ کا استعمال اپنے حلقہ بگوش کے لیے کرتا ہے تو مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد کی کسی بیوی کو ام المومنین لکھنا اور کسی لڑکی کو سیدہ النساء کہنا ہمارے نزدیک ہولناک جسارت ہے۔

ایک طرف دلجوئی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ خلافت راشدہ کا تذکرہ تاریخ کے تعلیمی نصاب سے حذف کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف مٹھی بھر مرزائیوں کے ناقوس "الفضل" کو لائسنس عام ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسلمات کا استخفاف کرے اور اس سرمایہ اسلام کو ہتھیاتا رہے جس پر محمد عربیؐ (فداہ امی و ابی) کے اسلام کی اساس ہے۔ دلجوئی کے مقابلہ میں اس دل آزاری کا جواز کیا ہے؟

۳۔ مرزائی ایک سیاسی تنظیم ہیں ہم اپنی حکومت سے مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ ان کے حرکات و اعمال سے باخبر رہے۔

فرمایئے ان گذارشات میں کوئی ایسی بات ہے جس سے قانون اور اس کی منشاء پر آنچ آتی ہو یا پاکستان کی اقلیت اور اکثریت کے مابین نفرت پیدا ہونے کا شائبہ ہو ——— ہماری گذارش کا مدعا یہ ہے کہ مرزائی نبوت کا کھڑاک رچا کر جس نفرت کو پیدا کر چکے ہیں ان کے ایک علیحدہ اقلیت ہو جانے سے اس نفرت کا خاتمہ ہو جائے۔

"علامہ اقبال کی اس بارے میں قطعی رائے دیکھنی ہو تو اقبال اکادمی پاکستان کراچی کی تازہ کتاب "انوار اقبال" مرتبہ بشیر احمد ڈار اور پیش لفظ جناب ممتاز حسن کا صفحہ ۴۴ ملاحظہ فرما لیجئے۔ اصل خط چھاپ دیا گیا ہے اس کا دوسرا پیرا کتابت میں غائب کر دیا گیا لیکن متن میں من و عن چھپا ہوا ہے۔ مسیلمہ کذاب اور سزا کے جواز پر واضح اشارہ موجود ہے۔"

یہ جرم ہے جس کی بنا پر مرزائی اپنے اقتدار و رسوخ کو استعمال کر کے "چٹان" اور ایڈیٹر "چٹان" کو سزا دلوانا چاہتے ہیں اور حکومت کے سربراہوں کو بدگمان کر رہے ہیں انہوں نے لاہور کے ہفتہ دار پچھڑے کو اسی غرض سے تیار کیا ہے لیکن ہمارا اس سے کوئی مقابلہ نہیں نہ ہمیں اس سے کوئی شکایت ہے نہ ہم نے اسے لائق مخاطبت سمجھا ہمارے صفحات میں اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا گیا۔ ہمارا حریف بلکہ مسلمانوں کا حریف "الفضل" ربوہ ہے اس نے ہمارے خلاف سب و شتم کا انبار لگایا اپنی پیدائش سے لے کر اب تک وہ مسلمانوں کے لئے دل آزاری کا باعث بنا ہوا ہے اگر اس کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی مرزائی گوشہ سے یہ فتنہ اٹھا کہ "چٹان" زیر عتاب ہو اور

لاہور کا لے پالک برائے وزن بیت نتھی کیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ مرزائی "چٹان" کو اس لئے مٹانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک اقبال ' ظفر علی خان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری تو موت کی آغوش میں جا چکے ہیں ۔ باقی ان کے خدنگ ناز کی چوٹ سے سہم گئے ہیں۔ صرف ایک "چٹان" ہے جس نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے اس کو مٹا کر پھر ان کے لئے سب اچھا ہو جائے گا۔ کیا یہ ممکن ہے ؟ اور قانون مطالع یہ نہیں سوچے گا کہ وہ ایک خانہ ساز نبوت کی حفاظت کے لئے نافذ نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی حدود میں مملکت کا استحکام اور اس کے لوازمات ہیں؟

ہم اس سے غافل نہیں کہ مرزائی ہمارے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن "الفضل" صحیفہ اقدس نہیں کہ اس کو عصمت مریم کا درجہ دے کر محفوظ رکھا جائے؟ اور مرزائی بزعم خویش مطمئن ہو جائیں کہ انہوں نے جیسا کہ وہ لکھ رہے ہیں علامہ اقبال ' مولانا ظفر علی خان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ترکش کا آخری تیر بھی تڑوا ڈالا ہے ۔ معاف کیجئے قانون کا مقصد مرزائیوں کی حفاظت نہیں اس ملک ' اس دین اور اس قوم کی حفاظت ہے۔(ہفت روزہ "چٹان" ۱۰ر جولائی ۱۹۶۷ء)

خلیفہ ربوہ کے خلاف مظاہرہ

گذشتہ دنوں جب خلیفہ ربوہ مرزا ناصر صاحب کراچی جانے کے لئے بذریعہ چناب ایکسپریس چنیوٹ ریلوے اسٹیشن سے گذرا تو چنیوٹ کے غیور مسلمانوں نے زبردست مظاہرہ کیا۔ مظاہرین مرزائیت مردہ باد' غداران پاکستان مردہ باد ' غداران عرب مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

مظاہرین نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس امر کی تحقیقات کرائے کہ حالیہ عرب اسرائیل جنگ کے دوران قادیانی اسرائیل مشن نے کیا کردار ادا کیا اور بیت المقدس پر اسرائیلی قبضہ کے بعد وزیراعظم اسرائیل کو مبارکباد کا پیغام بھیجا ہے؟

مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ اسرائیل میں قادیانی مشن بند کیا جائے کیونکہ یہ مشن

عربوں کے خلاف جاسوسی کا اڈہ ہے اور عرب دشمنی پر قائم ہے۔

مظاہرین بڑے بڑے کتبے اٹھائے ہوئے تھے جن پر حکیم الامت علامہ اقبال کے تین مطالبات درج تھے۔

۱۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ مرزائی ہندوستان اور اسلام دونوں کے غدار ہیں۔

۳۔ مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی دونوں خارج از اسلام ہیں۔

اس کے بعد چند کتبوں کے عنوانات یہ تھے۔

۱۔ قادیانی پاکستان کے غدار ہیں۔

۲۔ مرزائی پاکستان کے عجمی اسرائیل کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

چنیوٹ ریلوے اسٹیشن پر خلیفہ ربوہ کے خلاف زبردست مظاہرے کے پیش نظر ریلوے اسٹیشن پر پولیس طلب کرنا پڑی۔

خلیفہ ربوہ کا عزم یورپ

مرزائی امت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد ۶ار جولائی اپنے راج بھون سے یورپ کے لئے روانہ ہو گئے ۔ حسن ظن اچھی چیز ہے لیکن سوال ہے کہ انہیں اور ان کے ساتھ کی ایک جماعت کو اس نازک مرحلہ میں سفر یورپ کی اجازت دی گئی ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی غور کیا گیا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان بھی لندن میں ہیں اودھر پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین مسٹر ایم ایم احمد بھی چار ہفتے کے لئے سرکاری دورے پر چلے ہیں۔ مسٹر ایم ایم احمد بھی اس نبوت ہی کے فرزند ہیں۔ گزارش اتنی ہے کہ اس امر کا ضرور خیال رکھا جائے تثلیث کی ملاقاتیں کس رخ پر چلتی ہیں وہ کن کن لوگوں سے ملتے۔ ان کے لئے کیا انتظام کئے جاتے اور ان کے سفر کی غایت کیا ہے ؟ آواز حقیر سہی ' لیکن دردمندانہ ہے اور ملک کے مفاد کو ملحوظ رکھ کر عرض کیا گیا ہے۔(ہفت روزہ "لولاک" ۲۸ر جولائی ۱۹۶۷ء)

مرزا ناصر انگلستان سے واپسی پر کراچی پہنچا تو ۲۳ر اگست ۱۹۶۷ء پریس کانفرنس

سے خطاب کیا کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اختلافات بھلا کر سات سال اسلام کی تبلیغ کریں ایک دوسرے پر تنقید نہیں کریں گے۔ اس تجویز کے مفید نتائج برآمد ہوں گے۔(روزنامہ جنگ' کراچی ۲۴راگست ۱۹۶۷ء)

اس پر مولانا محمد علی جالندھری نے ایک پریس کانفرنس کی جو صرف انہی اخبارات میں شائع ہوئی۔

مرزا ناصر احمد کی پریس کانفرنس پر مولانا محمد علی جالندھری کا تبصرہ

ملتان - ۲۶راگست ۱۹۶۷ء مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا محمد علی جالندھری نے مرزائی رہنما مرزا ناصر احمد کی حالیہ پریس کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے اتحاد المسلمین کی بات کی ہے اور یہ تجویز پیش کی ہے کہ سات سال تک مسلمانوں اور ان کے فرقہ کے درمیان اختلافات کی نوعیت فروعی ہے۔ مولانا جالندھری نے کہا کہ مرزا صاحب کے فرقہ اور ہمارے درمیان اختلافات کی نوعیت سیاسی نہیں مذہبی ہے۔ اس لئے جب تک نبوت کے بارے میں مرزا صاحب اور ان کے پیروکار اپنے نظریات تبدیل نہ کریں۔ اتحاد کا کوئی امکان نہیں —— پھر اس اتحاد میں یہ بھی طے کرنا ہو گا کہ مرزا غلام احمد کا درجہ کیا ہو گا؟

مولانا جالندھری نے کہا کہ مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں سے عام مسلمانوں کے اختلافات شدید ہیں۔ آج کل مسلمان عربوں کی شکست کی وجہ سے اتحاد کے خواہاں ہیں مگر مرزا صاحب کی جانب سے اتحاد کی پیش کش ناقابل فہم ہے۔"(روزنامہ "کوہستان" - ۲۷راگست ۱۹۶۷ء)

احمدیوں اور مسلمانوں کے عقائد مختلف ہیں

مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ کا بیان

ملتان ۲۶راگست (امروز کے سٹاف رپورٹر سے) مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مولانا محمد علی جالندھری نے کہا ہے کہ تمام مسلمان ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس

لئے احمدیہ فرقہ کے ساتھ مسلمانوں کے تعاون اور اس کے فرقہ کے ساتھ مل کر تبلیغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے آج اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں مرزا ناصر احمد کے حالیہ بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں اس لئے مرزا ناصر احمد کی اسلامی اتحاد کی اپیل گمراہ کن ہے۔ انہوں نے کہا جب احمدی افراد خود کو عقائد کی بنا پر مسلمانوں سے علیحدہ تصور کرتے ہیں تو ان سے کس طرح تعاون ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری نے کہا کہ مرزا ناصر احمد مسلمانوں اور احمدیوں کے درمیان فروعی اختلافات کا اثر دے کر احمدی لیڈر کی وزارت میں شمولیت کے لئے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ (روزنامہ امروز ' ۲۷ اگست ۱۹۶۷ء)

اس پریس کانفرنس کا ہفتہ دار "لولاک" لائل پور میں بھی مفصل جواب دیا گیا جو یہ ہے۔

یورپ کی زیارت سے واپس آ کر انہوں نے کراچی میں یہ بیان دیا تھا کہ "تمام فرقہ ہائے اسلامی سات سال کے لئے آپس کے اختلافات ختم کر دیں۔" اور اب انہوں نے سرگودھا میں ایک سیاسی بیٹھک میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"تمام مسلمان فرقوں کو اسلام کی سربلندی اور خدا اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دس بیس سال کے لئے آپس میں صلح کر کے تمام فروعی اختلافات کو خیرباد کہہ دینا چاہئے اور اپنی ساری توجہ تبلیغ اسلام پر مرکوز کرنی چاہئے۔(روزنامہ امروز۔ ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ء)

بظاہر کس قدر نیک اور مقدس تحریک کا بوجھ خلیفہ صاحب نے اپنے نازک کندھوں پر اٹھانے کی پیش کش کی ہے مگر جو لوگ اس جماعت کے ماضی اور حال سے آشنا ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ دام ہمرنگ زمین کس "مستقبل" کا پتہ دیتا ہے۔ خلیفہ ربوہ کی خواہش ہے کہ تمام فرقہ ہائے اسلامی جماعت ربوہ کے "کچھوے" کو آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھنے دیں اور خود "خواب خرگوش" کے مزے لیتے ہوئے ذرا دس بیس سال کے لئے میٹھی نیند آرام کریں تاکہ جب ان کی آنکھ کھلے تو

جماعت ربوہ کے خلیفہ "ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان تعمیر کر چکے ہوں"

مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کو خوب معلوم ہونا چاہئے کہ گذشتہ نصف صدی میں قادیان اور ربوہ سے جس قسم کے افکار و خیالات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے ان تیروں سے تمام مسلمانوں کے خواہ وہ مشرق میں بستے ہوں یا مغرب میں سینے چھلنی ہوتے رہے ہیں گو ہمارے نزدیک آپ کی جماعت سے تمام اسلامیان عالم کے اختلافات بنیادی ہیں۔ کیونکہ خلیفہ مرزا محمود احمد کا قول ہے کہ

"ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور۔ اس طرح ہر بات میں اختلاف ہے۔" (الفضل۔ ۲۱ر اگست ۱۹۶۷ء)

مگر چونکہ سابق خلیفہ نے عدالت میں حلفیہ بیان دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ عام مسلمانوں سے ہمارے اختلافات فروعی ہیں جن کو فراموش کر دینے کا آج آپ مشورہ دے رہے ہیں جیسا کہ ذیل کے سوال و جواب سے ظاہر ہے۔

سوال از عدالت۔ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں؟

جواب ۔ اگر بنیادی کا وہی مفہوم ہے جو ہمارے رسول کریم صلعم نے اس لفظ کا لیا ہے تب یہ اختلاف بنیادی نہیں ہیں۔"

سوال ۔ اگر لفظ "بنیادی" عام معنوں میں لیا جائے تو پھر۔

جواب ۔ عام معنوں میں اس کا مطلب اہم ہے لیکن اس مفہوم کے لحاظ سے بھی اختلافات بنیادی نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں۔" (تحقیقاتی عدالت کا بیان)

اس لئے بفرض محال فروعی ہی سمجھ کر عامتہ المسلمین سے آپ کی جماعت کے بڑے بڑے اختلافات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تاکہ آپ ان اختلافات کی عظمت کا اندازہ لگا سکیں اور آئندہ سے ان اختلافات کو فراموش کر دینے کا مشورہ دینے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ اختلافات کرنے کا وقت وہ تھا کہ جب آپ اور آپ کے اسلاف نبوت اور خلافت کے محل تعمیر کر رہے تھے یا یہ وقت ہے کہ جب تمام فرقہ ہائے ملت مسلمہ

آپ کے دعوی ہائے ناکردنی اور حرکات ناگفتنی سے سخت نالاں و پریشان ہیں۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ختم نبوت

سب سے پہلا اور عظیم اختلاف جماعت ربوہ کا عام مسلمانوں سے یہ ہے کہ تمام عالم اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور ختمیت ماب سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہو گئی اور اب آپؐ کے بعد کوئی نبی اس جہان میں تاقیامت برپا نہیں ہو سکے گا مگر آپ کی جماعت کا عقیدہ ہے کہ

ا۔ ایک نبی تو کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے۔"

(قول مرزا محمود احمد انوار خلافت ' ص ۶۲)

۲۔ اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے کذاب ہے آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔(انوار خلافت ص ۶۵)

کلمہ گو کی تکفیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بانیء اسلام نے دین اسلام میں داخل ہونے کی واحد شرط کلمہ لا الہ الا اللہ محمد ارسول کو قرار دیا اور فرمایا۔ " **من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنتہ**" کلمہ گو خدا کی امان میں آجاتا ہے مگر آپ کی جماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر از جماعت کروڑ ہا کلمہ گو تمام کے تمام کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں جیسا کہ ذیل کے حوالہ جات سے واضح ہے۔

ا۔ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ

صداقت۔ ص ۳۵)

۴۔ "لکھنؤ میں ہم ایک آدمی سے ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں اس سے شیخ یعقوب علی صاحب باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقعہ میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔" (انوار خلافت، ص ۹۲)

۵۔ "میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں ایک مومن دوسرے کافر بس جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مومن ہیں اور جو ایمان نہیں لائے۔ خواہ ان کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں۔" (ذکر الٰہی، ص ۲۲)

۳ وفات مسیح

عامتہ المسلمین کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہ جسد عنصری آسمان پر تشریف لے گئے تھے اور اب تک وہاں زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے نزول فرمائیں گے۔ مگر اس کے برعکس آپ کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں اور نزول عیسیٰ کی تمام احادیث قابل تاویل ہیں جیسا کہ آپ کے خلیفہ نے کہا۔

> "ہمارے مخالفوں کا سب سے پہلا اعتراض تو ہم پر یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہیں۔" (دعوت الامیر، ص ۱۰)

پیش گوئی اسمہ احمد اور اس کا مصداق

تمام امت محمدیہ کا بلا کسی اختلاف کے یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس پیشگوئی کا ذکر آیا ہے اور جو "ومبشرا" برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کی آیت مبارکہ میں مذکور ہے۔ اس کے مصداق حضرت سرور کائنات محمد

مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر اس متفقہ عقیدہ کے خلاف آپ کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ

ا۔ "پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت صلعم نہیں ہو سکتے۔" (انوار صداقت)

۲۔ "یاتی من بعدی اسمہ احمد" میں احمد آنحضرت صلعم کا نام نہیں احمد، حضرت صاحب (مرزا) کا نام ہے اس آیت کا مصداق صحیح معنوں میں مسیح موعود ہی ہے، آنحضرت نہیں۔" (الفضل ۱۸ مئی ۱۹۲۲ء)

۳۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے۔" (انوار خلافت، ص ۱۸)

کلمہ گو کا جنازہ

جنازہ ایک دعا ہے جو ہر مسلمان کے فوت ہو جانے پر حضور علیہ السلام نے امت کو سکھلائی ہے مگر جماعت ربوہ کے نزدیک کسی ایسے شخص کا نماز جنازہ جائز نہیں ہے جو ان کی جماعت کا فرد نہ ہو اور جماعت ربوہ کی گمراہی کی حد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ غیر احمدی والد۔ والدہ۔ بیوی۔ بیٹے، کسی غیر احمدی عزیز کا جنازہ بھی نہیں پڑھتے۔ حتیٰ کہ سر ظفر اللہ خان نے محسن پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ نہیں پڑھا اور کہہ دیا کہ

"مجھے کافر حکومت کا مسلمان ملازم یا مسلمان حکومت کا کافر ملازم سمجھ لیں۔"

غیر از جماعت کے جنازہ کے متعلق جماعت ربوہ کا عقیدہ ہے کہ

غیر از جماعت کے حق میں دعائے خیر

"قانون یہ ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے لئے دعا جائز نہیں ہے۔" (الفضل ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

معصوم کا جنازہ

اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے لیکن اگر ایک غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مرجائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہے اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔" (انوار خلافت)

مرزا صاحب کو سچا ماننے والے کا جنازہ

باقی رہا ایسا شخص جو حضرت صاحب کو سچا مانتا ہے لیکن اس نے ابھی بیعت نہیں کی ہمیں اس کے متعلق یہی کرنا چاہئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔" (انوار خلافت۔ ص ۹۳)

عام مسلمانوں سے مناکحت

جماعت ربوہ کے عقائد میں یہ امر داخل ہے کہ کسی لڑکی کا غیر از جماعت لڑکے سے نکاح نہ کیا جائے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں مختلف قسم کی جماعتی سزاؤں کا شکار بنایا جاتا ہے۔ جماعت کو ہدایات ہیں کہ

ا۔ "کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے بلکہ اس سے بھی رشتہ نہ کرے۔ جس کی احمدیت مشکوک ہو۔ اور اگر وہ نہ رکے تو کوئی احمدی اس رشتہ میں شریک نہ ہو۔" (ملائکۃ اللہ ص ۴۶)

۲۔ جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً "حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر اس معاملہ وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو۔" (ملائکۃ اللہ ص ۴۶)

۳۔ "غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کا جنازہ پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا اور دنیوی تعلقات کا رشتہ ناطہ ذریعہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے ہیں اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔" (کلمۃ الفصل ص ۷۹)

عام مسلمانوں کو "السلام علیکم" کہنا

عامتہ المسلمین کو جب کوئی ربوہ کی جماعت کا شخص اسلام علیکم کہتا ہے تو اس وقت بھی اس کی نیت میں فتور ہوتا ہے۔ دراصل وہ منافقت سے کام لے رہا ہوتا ہے دل میں وہ سلامتی کی دعا پر راضی نہیں ہوتا اور اس کا جواز یہ پیش کیا گیا ہے۔

> "اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا۔" (کلمۃ الفصل ص ۷۹)

عامتہ المسلمین کے ساتھ نماز پڑھنا

کسی ایسے شخص کی امامت میں نماز ادا کرنا جو جماعت ربوہ سے منسلک نہ ہو۔ ان کے نزدیک سخت کفر ہے اور اس سے سختی سے روکا جاتا ہے۔ مرزا ناصر احمد فروعی اختلافات ختم کرنے کا مشورہ دیتے وقت اپنے مندرجہ ذیل اقوال و اعتقادات کو نظر میں رکھیں۔

مرزا صاحب کو نہ ماننے والے کے پیچھے نماز

۱۔ "غیر احمدی کے پیچھے جس نے ابھی تک باقاعدہ بیعت نہ کی ہو خواہ وہ حضرت صاحب کے سب دعاوی کو بھی مانتا ہو نماز جائز نہیں۔" (الفضل ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء)

تو۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی ہی دفعہ میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔ جائز نہیں" (انوار خلافت ص ۸۹)

۳۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کا حکم آیا جس کے بعد نماز غیروں کے پیچھے حرام کی گئی اور اب صرف منع نہ تھی بلکہ حرام تھی اور حقیقی حرمت صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔" (القول الفصل ص ۴۵)

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی برکات ختم ہو چکی ہیں۔ (نعوذ باللہ)

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ایسے مقدس مقامات ہیں جہاں سے محسن انسانیت کا بابرکت وجود روحانیت کا سورج بن کر طلوع ہوا اور ان مبارک مقامات کو منبع فیض قرار دیا گیا ہے اور تاقیامت یہ چشمہ فیض جاری و ساری رہے گا اور اس کی برکات کبھی ختم نہ ہو سکیں گی۔ اور لاکھوں تشنگان معرفت اپنی پیاس بجھانے کے لئے کسب فیض کے لئے ہر سال ان مقامات پر جاتے اور فیض یاب ہوتے ہیں مگر اس بنیادی عقیدہ کے بالکل برعکس جماعت ربوہ کا عقیدہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔" ملاحظہ ہو۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

قادیان تمام بستیوں کی ام (ماں) ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکر جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟" (حقیقۃ الرویا ص ۴۶)

مقام محمدیت سے آگے کوئی مقام نہیں ہے

ہر حلقہ بگوش اسلام کا یہ دلی ایمان ہے کہ آنحضرتؐ نے قرب الٰہی کا جو مقام حاصل کیا وہ نہ کسی کو ملا اور نہ آئندہ کسی کو مل سکے گا مگر ربوہ کے خلیفہ نے یہ کہہ کر کہ انسان ترقی کرتا کرتا (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ سے بھی بڑھ سکتا ہے تمام مسلمانوں کے دلوں میں خنجر گھونپ دیا اور ہر کلمہ گو کا جگر یہ سن کر چھلنی ہو گیا کہ

"یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتی کہ محمدؐ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔" (ڈائری مندرجہ الفضل ۔ ۷رجولائی ۱۹۲۲ء)

مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ ربوہ متوجہ ہوں

خلیفہ جی آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر کہ دس سال کے لئے فروعی اختلافات کو خیر باد کہہ دیا جائے آپ نے مندرجہ بالا اختلافت کا مطالعہ فرما لیا اب آپ فرمائیں کہ کیا دس سال تک اپنی تمام سرگرمیاں سیاسی اور غیر سیاسی ترک کرتے ہوئے ان اختلافات کے متعلق جنہیں آپ کے والد نے فروعی اختلافات کا نام دیا ہے ترک کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۱۔ کیا آپ اور آپ کی جماعت دس سال کے لئے نبوت اور خلافت کے عقائد اور پرچار کو یک قلم منسوخ کر سکتے ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد نبوت کو ختم ماننے کے لئے تیار ہیں۔

۲۔ تمام کلمہ گو مسلمانوں کو کافر کہنے کا عقیدہ ترک کرنے کو آمادہ ہیں؟

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر ماننے کو رضامند ہیں؟

۴۔ پیش گوئی اسمہ احمد سے مراد حقیقتاً آنحضرتؐ کا وجود مبارک یقین کرنے کا ارادہ ہے؟

۵۔ ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ اور دعائے خیر میں شریک ہونا اپنے اور افراد جماعت پر لازم کر سکتے ہیں؟

۶۔ عامتہ المسلمین سے بیاہ شادی اور مناکحت کے تعلقات قائم کرنے میں ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے؟

۷۔ سواد اعظم کے ساتھ نمازوں میں باجماعت شرکت کرنے کی زحمت گوارا کریں گے۔

۸۔ آئندہ دس سال تک مرزا صاحب کو "نبی اللہ اور اپنے آپ کو "آیت

استخلاف" کے ماتحت "خلیفتہ اللہ" کہنے اور اسی قسم کی اصطلاحات اسلامیہ کے غلط استعال سے اجتناب برتیں گے؟

اگر آپ اور آپ کی جماعت ان تمام باطل عقائد سے توبہ کر کے یہ فروعی اختلافات ختم کرنے کو تیار ہے۔ تو آیئے تبلیغ اسلام کا مشترکہ پروگرام تجویز کیجئے اور باہم شیر و شکر ہو کر اس نیک مقصد کے لئے کوشاں ہو جایئے آپ ان عقائد سے دستبردار ہو جائیں ہم آپ کا نوٹس لینا چھوڑ دیتے ہیں ۔ آپ اگر ایسا کرنے کو تیار نہیں ہیں تو یاد رکھئے گا کہ عامتہ المسلمین کو دھوکہ دینے اور اس قسم کے سیاسی ہتھکنڈے استعال کرنے کا نسخہ آپ کو مہنگا پڑے گا۔(لولاک یکم دسمبر۱۹۶۷ء)

کراچی کی طرح مرزا ناصر نے راولپنڈی میں بھی ایک پریس کانفرنس کی جس کا لولاک نے یہ جواب دیا۔

مرزا ناصر کی بکواس:۔

مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ نے اپنے حالیہ یورپ کے دورہ سے واپس آنے کے بعد ۱۷ر ستمبر کو راولپنڈی میں ایک پریس کانفرنس منعقد کی اور اس میں اعلان کیا کہ "میرے فرقہ کے لوگوں نے اگرچہ میرے دورہ یورپ کا پروگرام پہلے سے تیار کر رکھا تھا لیکن اس دورہ کے سلسلہ میں مجھ پر وحی نازل ہوئی تو میں اس دورہ پر روانہ ہوا۔ میرا یہ دورہ تبلیغی تھا" (نوائے وقت ۱۸ر ستمبر صفحہ آخر کالم ۵-۶)

ہم نے مرزا ناصر احمد صاحب کے ان الفاظ کو بار بار پڑھا اور ایک ہفتہ گذر جانے کے بعد ان کا نوٹس لے رہے ہیں۔ ہمارا ایک خام خیال یہ بھی تھا کہ شاید یہ الفاظ نوائے وقت کے کسی کاتب کی سہو کتابت کے باعث شائع ہو گئے ہوں لیکن اب تک ان کی تردید نہیں ہوئی جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اغلبا" یہ اعلان کیا گیا ہے' ادھر ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ تمام قادیانی فرقہ کے لوگ مرزا ناصر سے دوبارہ بیعت نبوت کرکے تجدید بیعت کر رہے ہیں۔ قادیانیوں کے رہنما مرزا ناصر احمد صاحب اب کے یورپ تشریف لے گئے تھے۔ اس سے پہلے ان کے والد مرزا بشیر

الدین محمود نے قادیانی خلیفہ کی حیثیت سے متعدد بار یورپ کا سفر کیا لیکن جو اہمیت مرزا ناصر احمد صاحب کے حالیہ دورہ کو دی گئی ہے وہ صورت پہلے کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ اس مرتبہ مرزا ناصر احمد صاحب کا ملک سے باہر جانا اور واپس آنا بالکل ایسے ہی منایا گیا جیسے کوئی سربراہ مملکت ملک سے باہر جاتا اور پھر واپس آتا ہے۔ چنانچہ مرزا ناصر احمد کا دورۂ یورپ سے واپسی پر ملک کے دارالخلافہ راولپنڈی میں پہنچ کر پریس کانفرنس سے خطاب کرنا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

مرزا ناصر احمد نے پریس کانفرنس میں جو کچھ کہا ظاہر ہے کہ وہ صرف ان کے فرقہ کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہے اگر وہ کوئی بات اپنی جماعت کے افراد سے ہی کہنا چاہتے تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے الفضل اور دوسرے قادیانی اخبارات میں اسے شائع کرا دینا ہی کافی ہوتا۔ انہوں نے اپنی نبوت اور وحی کے نازل ہونے والی بات کو اہم اور پوری قوم سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بذریعہ پریس کانفرنس کہا ہے۔ مرزا ناصر احمد کا یہ نیا اعلان نہایت ہی افسوسناک اعلان ہے۔ ہمارے جیسے ایک ادنیٰ مسلمان لے کر صدر مملکت محمد ایوب خاں تک کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ اس نئے صاحب وحی کے متعلق بھی فیصلہ کریں کہ آیا یہ اپنے اعلان اور دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو اس کی تصدیق اور تائید فرض ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اس کا انکار اور اس کا استیصال لازمی ہے۔

اس سے پہلے مرزا ناصر احمد کے دادا مرزا غلام احمد نے بھی صاحب وحی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس زمانہ میں یہاں برطانوی شہنشاہیت کا دور دورہ تھا۔ خود مرزا صاحب کی نبوت اور ان کی تنظیم برطانوی حکومت کے خود کاشتہ پودے کی حیثیت رکھتی تھی۔ مسلمان عوام محکوم اور مجبور تھے' غلام اور پرائے دیس میں تھے۔ ہنود کی اقتصادی غلامی اور انگریزوں کی سیاسی غلامی میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان حالات میں مرزا غلام احمد نے اپنی جھوٹی نبوت کا کاروبار انگریزی حکومت کی سنگینوں کے سایہ میں چمکایا۔ لیکن اب حالات وہ نہیں ہیں' ملک آزاد ہو چکا ہے' انگریز جا چکا ہے' ہندوؤں اور سکھوں کی مشارکت ختم ہو چکی ہے' ملک اپنا' فوج اپنی' خزانے اپنے' عمال حکومت

اپنے' غرض اپنے دیس میں اپنوں کا راج ہے۔ ایسے حالات میں اگر کسی مسیلمہ کذاب نے اس مقدس نام پر کسی مکروہ کاروبار کو چلانے کی جسارت کی تو یقیناً اس کے لئے حالات سازگار نہیں ہوں گے۔ اس میں شک نہیں ہماری بے ہمتی اور تبلیغ کے فریضہ سے غفلت کی بدولت چند قادیانیوں کو سول اور فوج میں بڑے بڑے مناصب حاصل ہیں لیکن سواد اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین رکھتا ہے۔ مسلمان اپنی ہر کوتاہی کے باوجود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے معاملے میں ہر بڑی سے بڑی قربانی کر سکتے ہیں۔

ہم صدر مملکت کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں اور وہ اس لئے کہ وہ اس مملکت کے مسلمان سربراہ ہیں۔ جہاں وہ ملک کے محافظ اور امور مملکت کے ذمہ دار ہیں وہاں دین محمدی کی حفاظت اور اشاعت کے بھی ذمہ دار ہیں کہ وہ اس نئے صاحب وحی کے کھڑے کئے گئے نئے فتنے اور اس کے نتائج کو اپنی خداداد بصیرت سے فوراً بھانپ لیں۔ مرزا ناصر احمد اندرون ملک سے اپنے مساعد اور موافق حالات اور بیرون ملک سے سیاسی اور سازشی امداد کے بل بوتے پر اب ایک ایسی راہ پر چل پڑے ہیں جو نہایت ہی خطرناک راہ ہے۔ فتنہ و فساد' سازش و بغاوت' قتل و غارت اور ملکی اور دینی تباہی کی راہ ہے۔ آخر میں ہم اسلام کے ایک ادنیٰ خادم اور سواد اعظم کے عقائد و نظریات کے ترجمان کی حیثیت سے اعلان کرتے ہیں کہ مرزا ناصر احمد نے پاکستان کے دارالخلافہ میں ۷؍ ستمبر کو جو اعلان کیا ہے کہ میں صاحب وحی یعنی نبی ہو گیا ہوں یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے' سراسر گمراہی اور کفر ہے' انہیں کوئی وحی نہیں ہوئی اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ وحی کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہؐ کے وصال کے بعد قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ انہیں جو کچھ ہوا ہے وہ یا تو شیطانی وسوسہ ہوا ہے اور یا انہوں نے سی آئی اے کے مخصوص الفاظ میں کسی خاص بات کا اعلان کیا ہے۔

ہم پوری ذمہ داری سے اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان میں کسی جھوٹی نبوت کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ مرزا ناصر احمد اپنے اس گمراہ عقیدے اور اعلان سے توبہ

کریں- ورنہ ان کا صاحب وحی ہونے کا اعلان انہیں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب میں مبتلا کر دے گا-

ہم آخر میں ان تمام دینی جماعتوں سے جو حضور سرور کائناتؐ کی ختم المرسلینی پر یقین و ایمان رکھتی ہیں اور اس مسئلہ کی حفاظت و اشاعت کی مدعی بھی ہیں درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہوا کا رخ دیکھیں- ربوہ میں اسلام اور پاکستان کے خلاف جو کچھ سوچا سمجھا جا رہا ہے اس کا بغور مطالعہ کریں' ملک اور مذہب کی حفاظت کے لئے اپنے بزرگوں کی سنت کے مطابق سروں پر کفن باندھ کر گھروں سے نکلیں یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سنت نبوی کے مطابق قربانیاں کرتے ہوئے مٹ جائیں یا باطل کے خس و خاشاک کو راکھ کر ڈالیں- (لولاک ۲۹ر ستمبر ۱۹۶۷ء)

مرزا ناصر کی فضول خرچیاں:-

کچھ عرصہ ہوا قادیانیوں کے خلیفہ مرزا ناصر احمد یورپ کے دورے پر آئے تھے- جب یہ حضرت پاکستان پہنچے ہوں گے تو ان کے ربوہ کے سرکاری مفرورچیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہو گا کہ "حضرت ربوہ نے اسلام کا پیغام یورپ کے بچے بچے تک پہنچا دیا ہے اور حضرت کا دورہ بڑا ہی کامیاب ہوا- یورپ کے لوگ خلیفہ صاحب سے بہت متاثر ہوئے اور بس احمدیت قبول کرنے کے بالکل قریب ہیں وغیرہ وغیرہ"- لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے- خلیفہ صاحب کے اس دورے کا اسلام کی تبلیغ سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا- یہ محض انکا اور ان کے ساتھیوں کا سیر و سیاحت کا پروگرام تھا جو احمق قادیانیوں کی جیبوں سے بٹورے ہوئے روپے کے ساتھ پورا کیا گیا- خلیفہ صاحب نے یورپ میں کیسی تبلیغ کی؟ اور پورے یورپ کے دورہ میں انہوں نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کا اندازہ آپ اس ڈائری کے مندرجات سے لگا سکتے ہیں-

خلیفہ ربوہ مرزا ناصر احمد جب فرینکفرٹ (جرمنی) آئے تو مجھے بھی ایک احمدی ساتھی کے ساتھ ایئرپورٹ جانا پڑا- وہاں پر (۱) امام مسجد فرینکفرٹ (۲) ایک ساتھی

ہیمبرگ کا (۳) ایک احمدی اور (۴) راقم الحروف نے ان کا استقبال کیا۔ مرزا صاحب کے ساتھ عورتیں اور مرد تھے' ان سب مہمانوں کو فرینکفرٹ کی مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ یہ مسجد پاکستانی مسجدوں کی طرح نہیں ' جہاں جوتے اتار کر اندر جایا جاتا ہے بلکہ مذکورہ مسجد میں جوتے پہنے عام آدمی موجود تھے اور اسی مسجد میں ٹیلی ویژن بھی لگا ہوا ہے' ننگے فوٹو دیکھے جاتے اور اسی مسجد میں قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ "پلے بوائے" رسالہ جسے ایک شریف آدمی اپنے ہاتھ میں بھی نہیں پکڑ سکتا وہاں پڑھا جاتا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے یہ رسالہ وہاں کے امام مسجد کے پاس دیکھا ہے۔ اسی مسجد میں جرمن لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور راز و نیاز کی باتیں بھی کرتے ہیں اور وہاں گفتنی اور ناگفتنی سب کچھ ہوتا ہے۔ مرزا صاحب اور ان کی پارٹی نے دل کھول کر وہاں خریداری کی اور فرینکفرٹ کی مسجد میں ہی ایک دن جلسہ کے نام پر ایک جرمن نے ایسی فلم دکھائی جس میں درہ خیبر میں غریب پاکستانیوں کو پکوڑے بناتے اور سائیکلوں کو پنکچر لگاتے ہوئے دکھایا گیا تھا اور کراچی کے ایک بازار میں امریکن پرانے کپڑے فروخت کرتے ہوئے دکھائے جس پر ایک محب وطن پاکستانی مسلمان نے احتجاج کیا تھا کہ جلسہ کے نام پر اگر آپ نے تقریریں کرنے کی بجائے فلمیں ہی دکھانا تھیں تو آپ درہ خیبر میں پکوڑے بناتے اور پنکچر لگاتے پاکستانی دکھانے کی بجائے لاہور' راولپنڈی اور کراچی کی بڑی بڑی عمارتیں بھی دکھائی جا سکتی تھیں۔ منگلا ڈیم' تریموں ہیڈ' غلام محمد بیراج اور اسلام آباد سے بھی جرمن عوام کو روشناس کروایا جا سکتا تھا۔ آپ نے ذلیل فلمیں دکھا کر پاکستانی عوام اور حکومت پاکستان کی سخت توہین کی ہے۔ چنانچہ احتجاج موثر ثابت ہوا اور فلم بند کر دی گئی۔

آج کل یہاں کے احمدیوں میں چندہ اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں زبردست اختلافات پیدا ہو چکے ہیں اور وہ دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایک گروہ جن کا لیڈر فرینکفرٹ کی مسجد کا امام اور دوسرے گروہ کا رہنما احمد نگر ربوہ کا ایک پاکستانی احمدی ہے۔ امام مسجد کی ماہوار تنخواہ ساٹھ مارک ہیں اور اس کے بیوی بچے ربوہ میں ہیں جہاں اس نے اپنا مکان بنانے کے علاوہ ایک بھینس بھی رکھی ہوئی ہے۔ بیوی بچوں

اور بجینس کا خرچ لیے ساٹھ مارک میں سے ہی پورا کرنا ہوتا ہے مگر میاں مولوی صاحب کا یہ حال ہے کہ فرینکفرٹ کی بین الاقوامی نمائش کے ایک سٹال پر انہوں نے سات ہزار ڈی مارک (چودہ ہزار پاکستانی روپیہ) خرچ کیا ہے اور یہی خرچ جرمن احمدیوں کو دو گروہوں میں بانٹنے کا سبب بنا ہے۔ احمد نگری گروہ کا کہنا ہے کہ جب تک مولوی صاحب اپنے حساب کتاب نہیں دکھائیں گے ہم چندہ نہیں دیں گے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں چندہ وصول کر سکتا ہوں مگر حساب کتاب نہیں دکھا سکتا۔ میرا حساب تو صرف خلیفہ ربوہ ہی چیک کر سکتے ہیں۔

الغرض یہ اختلافات سنگین نوعیت اختیار کر رہے ہیں اور مخالف گروپ اندر ہی اندر خلیفہ ربوہ کے خلاف زبردست محاذ قائم کر چکا ہے۔ مخالف گروپ یہ کہتا ہے کہ اسلامی تبلیغ کے مقدس نام پر ذاتی سامان کی خریداری اور عیش و عشرت کی خاطر سفر کو مقدس عنوان دے کر پروپیگنڈہ کرنا اسلام سے مذاق ہے اور پاکستانی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے جن کے خون پسینہ کی کمائی زرمبادلہ کی صورت میں اس طرح چند عیش پرست مذہبی شاہ خرچوں کے حوالے کر دی جائے۔ فرینکفرٹ مغربی جرمنی میں خلیفہ ربوہ کی تبلیغ اسلام کا جو حال میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" کے مصداق یورپ کے سارے دورے کا آپ اسی سے اندازہ کر لیں۔ خاندان خلافت کی عورتوں اور مردوں نے جس طرح یہاں بے دریغ شاپنگ کی ہے اگر اس کا پتہ پاکستان کے مخلص اور سادہ لوح قادیانیوں کو چل جائے تو اس خلافت سے توبہ ہی کر لیں۔ (لولاک ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۷ء)

سپاس عقیدت:۔

۹ر جون ۱۹۶۷ء کو ساڑھے پانچ بجے شام مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر، ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اعزاز میں مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے اراکین نے ایک الوداعی ضیافت کا اہتمام کیا۔

حضرت مولانا موصوف انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن انگلستان کی دعوت پر راؤ

شمشیر علی خان جنرل سیکرٹری انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن کی معیت میں ۸ جون ۱۹۶۷ء کو بذریعہ کار انگلستان اور یورپ میں تبلیغ اسلام کی غرض سے اور خانہ ساز نبوت کے تار پود بکھیرنے کے لئے عازم انگلستان ہو رہے تھے۔ یہ تقریب مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے دفتر میں نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوئی جس میں کم و بیش ڈیڑھ سو افراد شریک ہوئے۔ شرکاء میں جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور' سید انور حسین نفیس رقم' خلیفہء مجاز حضرت رائے پوری قدس سرہ' میاں خان محمد کلیار ایم' بی' اے' آغا شورش کاشمیری مدیر چٹان' ڈاکٹر مناظر حسن ناظر ایڈیٹر خدام الدین' جناب حمید اصغر نجید نائب مدیر چٹان' محمد حسین صاحب فوٹو گرافر چٹان' چوہدری ثناء اللہ بھٹہ ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام' حکیم عکار احمد الحسینی ناظم دفتر متحدہ اسلامی محاذ' چوہدری سلطان احمد ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام لاہور' خواجہ محمد صادق صاحب صدر مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور' مولانا عبدالرشید ارشد' چوہدری بشیر احمد صاحب ناظم مکتبہ "القادر" پروفیسر عبدالقیوم صاحب' مسٹر رحمت علی' مولانا سید منظور احمد شاہ' مسٹر فاروقی صاحب مدیر سیرت کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ـــــــــ اس مبارک تقریب میں محترم بلند اختر صاحب ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور پروپرائٹر ویسٹ پاک ٹریڈرز شاہ عالمی گیٹ لاہور نے مندرجہ ایڈریس پیش کیا۔ (ادارہ)

بزرگان محترم! زندگی میں بارہا ایسے واقعات پیش آتے ہیں جب کسی معاملہ میں دل اور دماغ جدا جدا فیصلہ کرتے ہیں اور کبھی تو پھر ایسے معاملات میں پاسبان عقل کی نگرانی ختم کر دی جاتی ہے اور عشق و جذبات کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاہم بعض امور ایسے ہوتے ہیں جہاں صرف عقل اور دماغ کے فیصلوں کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ کچھ اسی کشمکش سے آج ہم دو چار ہیں۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے عزم انگلستان پر دل تو یہی چاہتا ہے کہ مولانا عمر خضر پائیں' اپنے وطن ہی میں رہیں اور ہم سے کبھی جدا نہ ہوں۔ کیونکہ اس قحط الرجال کے دور میں حضرت مولانا اہل حق کی طرف سے باطل فرقوں کے مقابلہ میں

سد سکندری اور شمشیر بے نیام سے کم نہیں۔ انہی کی ایک ذات گرامی ہے جسے تمام اکابر کی دعائیں اور سرپرستی حاصل رہی ہے۔ اس صدی کے محدث اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ رحمتہ اللہ علیہ' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ العرب و العجم سیدی و مولائی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ' قطب العالم' امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ' شیخ العصر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے تمام بزرگ انہیں ملت اسلامیہ کی متاع عزیز اور فرق باطل کے خلاف حق کی تلوار سمجھتے رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی یہ محبوب ہیں اور ہم انہیں اپنا مقتدا اور قیمتی اثاثہ سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسی گراں مایہ شخصیت کی جدائی اور اس کے فیوض و برکات سے عارضی محرومی بھی دل پر پتھر رکھ کر ہی برداشت کی جا سکتی ہے۔ تاہم یورپ میں مرزائیوں اور دیگر باطل مذاہب کی دسیسہ کاریوں اور مسلمان دوستوں کی کم فرصتی اور غفلت کے پیش نظر حضرت مولانا کا وہاں ورود مسعود ہمارے معزز دوست راؤ شمشیر علی خاں اور دوسرے انگلستانی دوستوں کے نزدیک از بس ضروری ہے اور تبلیغی تقاضوں کے مطابق ہے۔ اس لئے ہم دیار غیر میں بسنے والے اپنے پاکستانی بھائیوں کے جذبات کے احترام میں اور تبلیغی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دل کی بجائے دماغ کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہوئے ہیں اور بصمیم قلب دعا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مدظلہ' جہاں کہیں رہیں اور جس جگہ تشریف لے جائیں صحت و عافیت کے ساتھ خوش و خرم اور شاداں و فرحاں رہیں اور خرمن باطل پر بجلی بن کر ٹوٹیں اور اسے صفحہء ہستی سے نیست و نابود کر دیں۔

آخر میں ہم مولانا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ انگلستان جاکر اس سرزمین کو نہ بھول جائیں جہاں ان کے مقتدا و پیشوا حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہور رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اور ہم ناکاروں کو بھی فراموش نہ فرمائیں جو ان کے اکابر کے نام لیوا اور آپ کے حقیقی خدمت گذار ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ حضرت مولانا جس مقدس مشن کی تکمیل کی خاطر یورپ

تشریف لے جا رہے ہیں اس میں محبوب رب العالمین کی ختم المرسلینی کے صدقے ضرور کامیاب ہوں گے اور شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت لاہوری اور حضرت امیر شریعت تک کے مسلک و مشرب کے محافظ ثابت ہوں گے۔

آخر میں ہم ایک مرتبہ پھر دعا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا جس مشن کی خاطر اتنا طویل سفر اختیار کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں انہیں توقع سے زیادہ کامیابی عطا فرمائے' انہیں بیش از بیش ہمت عطا فرمائے کہ یہ اکابرین کا نام مزید اونچا کر سکیں' صحت و عافیت اور ایمان و یقین کی دولت سے بہرہ ور رہیں اور باطل کے سر پر حق کی تلوار بن کر لہراتے رہیں۔

"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ سلامت روی و باز آئی"

اس کے ساتھ ہم تمام علماء کرام اور معزز کرم فرما جماعتی حضرات کے شکر گزار ہیں جنہوں نے مقامی جماعت کی درخواست کو قبول فرما کر قدم رنجہ فرمایا۔ پھر ہم آپ حضرات سے توقع رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں ہر قسم کے مفید مشوروں سے سرفراز فرماتے رہیں گے۔ (بلند اختر ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور) (خدام الدین ۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء)

مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان روانہ ہوئے تو دفتر مرکزیہ ملتان میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں مولانا مفتی محمود' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا مفتی محمد عبداللہ اور مجلس کے مبلغین و رفقاء جمع ہوئے۔ آپ کو اپنی نیک تمناؤں سے ان حضرات نے رخصت کیا۔ مرزا ناصر بھی ان دنوں انگلستان گیا ہوا تھا۔ چنانچہ مولانا نے اسے مناظرے کا چیلنج دیا مگر وہ منحرف ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں مدیر لولاک مولانا تاج محمود کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

ہڈرسفیلڈ انگلستان

۱۹ شعبان ۱۳۸۷ھ و ۲۲-۱۱-۶۷

برادر محترم حضرت مولانا تاج محمود صاحب زید مجدکم السلام علیکم

جیسا کہ میں نے لکھا تھا برطانوی حکومت نے ابتداء میں مجھے ایک ماہ کا ویزا دیا

تھا۔ مزید ویزا کے لئے ہوم آفس سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ڈیڑھ ماہ تک میں انتظار کرتا رہا کہ آج جواب آتا ہے یا کل' انکوائری ہوتی رہی۔ مرزائیوں نے مقدور بھر کوشش کی برطانیہ میں میرا قیام نہ ہو سکے۔ ان کی جدوجہد کے علی الرغم ڈیڑھ ماہ کے بعد مجھے مزید چھ ماہ کا ویزا مل گیا۔ ممکن ہے اس کے بعد مزید قیام کی اجازت مل جائے۔ برطانیہ میں تقریباً" پانچ لاکھ پاکستانی اور ہندوستانی مسلمان فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں۔ ہر شخص پانچ یوم میں کم از کم ۷۰ پونڈ (یعنی ۲۰۰۰ روپے پاکستانی) کی مزدوری کر لیتا ہے۔ ہفتہ میں دو یوم ہفتہ اور اتوار کو چھٹی ہوتی ہے۔ اس ملک میں مزید غیر ملکی مزدوروں کی ضرورت نہیں۔ اس لئے حکومت نے پابندی لگا رکھی ہے کہ کسی فیکٹری کے واؤچر کے بغیر کوئی نیا مزدور یہاں نہیں آ سکتا۔ بعض لوگ ناجائز طور پر داخل ہوتے ہیں تو حکومت انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیتی ہے اور پھر انہیں ان کے ملک میں بھیجا جاتا ہے اور اس ملک سے ان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔ صرف سیر کے لئے وزیٹر کا ویزا ملتا ہے اور یہاں سے داخل ہونے والوں پر کوئی پابندی ہے۔

یہاں مرزائیوں کا خلیفہ مرزا ناصر احمد براجمان ہوا تھا۔ مسلمانان لندن نے اسے تحریری چیلنج بھیجا کہ لال حسین اختر مبلغ مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان یہاں بغرض تبلیغ آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے بہترین موقع ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صدق و کذب کو جانچ سکیں۔ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ مجمع عام میں آپ یا آپ کی جماعت کا کوئی عالم مولانا موصوف سے صدق و کذب مرزا غلام احمد قادیانی کے موضوع پر مناظرہ کریں۔ مناظرہ ٹیپ ہو کر شائع کر دیا جائے۔ مرزائیوں کے خلیفہ کو جرأت نہ ہوئی کہ مسلمانان لندن کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔ مرزائیوں کے خلیفہ نے لال حسین اختر کے قول کی تصدیق کر دی کہ قادیانی مبلغ اور مناظر زہر کا پیالہ پینا منظور کر لیں گے لیکن میرے ساتھ صدق و کذب مرزا کے مضمون پر مناظرہ منظور نہ کریں گے۔

مختلف مقامات پر صداقت اسلام' سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم' تردید عیسائیت و دہریت پر میری اسی ۸۰ سے زیادہ تقریریں ہو چکی ہیں۔ آٹھ شہروں میں مجالس تحفظ

ختم نبوت کی تشکیل ہو گئی ہے۔

یہاں مادیت ہی کو فروغ ہے' روحانیت کا نام و نشان نہیں۔ سڑکوں کے فٹ پاتھوں پر' باغیچوں میں' سیر گاہوں میں' میدانوں میں' بنگلوں میں' سبز سرخ زرد سفید نیلے پھولوں کی فراوانی ہے۔ یہاں کا ہر خطہ پھولوں سے اٹا پڑا ہے مگر خوشبو کسی میں نہیں۔ علامہ اقبالؒ نے شاید اسی خطہ کے پیش نظر فرمایا تھا۔

ریاض دہر میں یوں تو رنگ رنگ کے پھول
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی

شراب' زنا اور جوئے کی کثرت ہے۔ انہیں زندگی کے لوازمات میں سے سمجھا جاتا ہے۔ یہاں سفارش نہیں' رشوت نہیں' ظلم نہیں ملکی قانون کی حکمرانی ہے۔ بوڑھوں اور معذوروں کے لئے حکومت نے علیحدہ بنگلے بنا رکھے ہیں۔ ان کے تمام اخراجات حکومت ادا کرتی ہے۔ تمام بیماروں کا علاج مفت ہے' خواہ کسی بیمار کے علاج پر دس ہزار پونڈ خرچ ہوں ڈاکٹر مکان پر آکر معائنہ اور علاج کرتا ہے۔ عزیزم محمد اقبال' طارق محمود' محمد بشیر' محمد نذیر کو السلام علیکم۔ (لولاک یکم دسمبر۱۹۶۷ء)

مولانا لال حسین اختر تین سال تک بیرون ملک تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان کے دورہ کے اہم واقعات سے ووکنگ مسجد کی قادیانیوں سے واگزاری بھی ہے۔ جس کی تفصیل "انگلستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی کامیابی" خدام الدین سے پیش خدمت ہے۔ مولانا کے سفر سے متعلق جو خبریں آگے آئیں گی' اپنے اپنے مقامات پر درج کرتا چلا جاؤں گا۔ انہیں یکجا کرنے کے لئے اس سفر کو روکنا فقیر کے لئے ممکن نہیں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے حکم پر مولانا سعید الرحمٰن علوی نے مولانا لال حسین اختر کا ان کے تبلیغی سفر سے واپسی پر تفصیلی انٹرویو لیا تھا جو سفر نامہ انگلستان کے عنوان سے لولاک میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہوا تو کسی اگلی صحبت میں اسے نقل کر سکوں گا۔

انگلستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی عظیم الشان کامیابی:۔

شیخ العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری' حضرت رائے پوری اور حضرت

لاہوری (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور دیگر اکابرین کی دعاؤں اور برکات سے حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ذریعے تردید مرزائیت کا محاذ بنا کر مسلمانان عالم پر احسان عظیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کتنے مرزائی مشرف بہ اسلام ہوئے اور کتنے مسلمانوں کو مرزائیت کے مہلک اثرات سے بچایا۔ حضرت امیر شریعت قدس سرہ' کے ارشاد کے پیش نظر مجلس تحفظ ختم نبوت کا مدت سے عزم تھا کہ انگلستان میں (جو کہ مرزائیت کا حقیقی گہوارہ ہے) تردید مرزائیت کا محاذ قائم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گذشتہ سال مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر مدظلہ' ہمارے ہاں انگلستان تشریف لائے۔ ان ہی ایام میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد بھی انگلستان آئے ہوئے تھے۔ مسلمانان انگلستان نے احقاق حق کے لئے موقع غنیمت جانتے ہوئے مناظرہ کا چیلنج دے دیا جو من و عن درج ذیل ہے:۔

"بخدمت جناب مرزا ناصر احمد صاحب! خلیفہ جماعت احمدیہ قادیانیہ حال وارد یو' کے

معلوم ہوا ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔ ان ہی ایام میں ہند و پاکستان کے مشہور مبلغ و مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان بسلسلہء تبلیغ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے احقاق حق کے لئے بہترین ماحول عطا فرمایا ہے۔ حضور سرور کائنات سید الاولین و الاخرین شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران سے مناظرہ کیا تھا اور آپ (مرزا ناصر احمد) کے دادا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی زندگی میں آریوں' عیسائیوں اور مسلمانوں سے پانچ مناظرے کئے تھے۔ مناظرہ تبلیغ دین کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے۔ ہم آپ سے التماس کرتے ہیں کہ آپ خود یا آپ کا نمائندہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے صدق و کذب کے موضوع پر مولانا لال حسین اختر صاحب سے مناظرہ کرکے مسلمانان انگلستان کو احمدیت کی حقیقت سے روشناس

کرائیں۔

ازراہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔

(حاجی) محمد اشرف گوندل امیر انٹرنیشنل تبلیغی مشن ۲۵ کونڈ روڈ ہنسلو ویسٹ مڈکس یو' کے ۳۰ر جولائی ۱۹۶۷ء

مرزائیوں کے خلیفہ کو ہمت نہ ہوئی کہ مسلمانوں کا چیلنج منظور کرتا۔ اس نے مولانا لال حسین صاحب اختر ناظم اعلیٰ مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اس مشہور مقولہ کی تصدیق کر دی کہ "مرزائی مبلغین کے لئے زہر کا پیالہ پی لینا آسان ہے مگر میرے آمنے سامنے ہو کر مناظرہ کرنا مشکل ہے۔"

اس فیصلہ کن چیلنج نے مرزائیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ ان کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ آج تک اپنے خلیفہ کے فرار کا جواز پیش نہیں کر سکے۔ ان پر مایوسی طاری ہو گئی ہے اور ان کی نام نہاد تبلیغ کا بھرم کھل گیا ہے۔

انگلستان کے مشہور شہروں میں مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر صاحب مدظلہ' کی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم' ختم نبوت' حیات مسیح علیہ السلام' تردید مرزائیت' صداقت اسلام' تردید تثلیث و کفارہ' تردید الوہیت و ابنیت مسیح علیہ السلام پر ڈیڑھ سو سے زائد تقاریر ہو چکی ہیں اور ایک پادری سے کامیاب مناظرہ بھی ہوا ہے۔

ووکنگ مسجد میں تردید مرزائیت:۔

انگلستان کا مشہور شہر ووکنگ' لندن سے پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں بیگم صاحب بھوپال نے "شاہ جہاں مسجد" کے نام سے وسیع اور خوبصورت مسجد بنوائی تھی (مرزائی ہندوستان میں یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ یہ ہماری تعمیر کردہ ہے) یہ انگلستان میں پہلی مسجد تھی۔ قریباً" پچیس برس سے یہ مسجد مرزائیت کے پروپیگنڈے کا مرکز رہی ہے۔ اس میں رات دن مرزا غلام احمد قادیانی کی محدثیت' مجددیت' مسیحیت' مہدویت اور ظلی بروزی نبوت پر خواجہ کمال الدین' مسٹر صدر الدین اور مسٹر یعقوب خان ایڈیٹر "لائٹ" کے لیکچر ہوتے رہے ہیں۔ اور اس مسجد کو مرزائیت کا عظیم

قلعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج کل اس مسجد کے امام اور خطیب مولانا حافظ بشیر احمد مصری ہیں۔ جناب نور محمد صاحب لودھی کی تحریک پر جناب ظہیر احمد صاحب سیکرٹری پاکستان مسلم ایسوسی ایشن ووکنگ نے مولانا بشیر احمد صاحب مصری سے ملاقات کرکے بتایا کہ ہم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر مدظلہ' کی ختم نبوت اور تردید مرزائیت پر تقریر کرانا چاہتے ہیں۔ مولانا بشیر احمد صاحب نے تقریر کے لئے شاہجہان مسجد کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ ۱۸ فروری ۱۹۶۸ء بروز اتوار تین بجے تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ مقررہ وقت پر مقامی حضرات کے علاوہ لندن' ساؤتھ ہال اور ہنسلو سے اہل اسلام کا ایک سیلاب امڈ آیا اور مسجد سامعین سے کھچا کھچ بھر گئی۔ مولانا بشیر احمد نے مولانا لال حسین اختر صاحب کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جلسہ کی صدارت جناب ظہیر احمد صاحب سیکرٹری پاکستان مسلم ایسوسی ایشن ووکنگ نے فرمائی۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد مناظر اسلام مدظلہ' نے مسئلہ ختم نبوت اور تردید دعاوی مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان افروز تقریر فرمائی۔ آپ نے وضاحت سے بیان کیا کہ مسلمانوں اور مرزائیوں میں کفر و اسلام کا اختلاف ہے اور پونے چودہ سو سال سے مسلمانوں کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

مناظر اسلام مدظلہ' نے مرزا قادیانی کے خلاف اسلام دعاوی اور توہین انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرامؓ پر مفصل روشنی ڈالی۔ آپ کی تقریر کے بعد مولانا بشیر احمد مصری نے تقریر کی تائید کرتے ہوئے کہا میں مرزائی یا احمدی نہیں ہوں بلکہ میں مسلمان ہوں اور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کذاب اور کافر سمجھتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزماں پیغمبر مانتا ہوں۔ مولانا لال حسین اختر نے سوال کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ مولانا بشیر احمد صاحب نے جواب دیا۔ کہ میں مرزا غلام احمد کو اس کے تمام دعاوی میں جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اس پر حاضرین نے جذبہ مسرت سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی کہ پچیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مسجد میں کلمہء حق بلند ہوا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید ہوئی۔ نماز

عصر و مغرب کی امامت کے فرائض مناظر اسلام مدظلہ العالی نے انجام دیے۔ مولانا بشیر احمد صاحب مصری نے اعلان کیا کہ جب تک میں اس مسجد کا امام ہوں یہ مسجد مرزائیوں کی نہیں بلکہ مسلمانوں کی ہے۔ عامتہ المسلمین نے جناب مناظر اسلام مدظلہ اور مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس عظیم کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ اجلاس کے اختتام پر مولانا لال حسین صاحب مدظلہ نے آیت قل جاء الحق و زھق الباطل کی تلاوت کرتے ہوئے نہایت سوز و گداز کے ساتھ طویل دعا فرمائی اور اجلاس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔

مولانا بشیر احمد صاحب مصری نے چائے سے مہمان نوازی فرمائی۔ اور مولانا لال حسین صاحب سے استدعا کی کہ ووکنگ مسجد کے لئے بہت جلد کسی آئندہ اتوار کی تاریخ مقرر کی جائے۔ جسے مولانا لال حسین صاحب نے بخوشی قبول فرما لیا۔ عید کے بعد مولانا مدظلہ کسی اتوار کا تعین فرما دیں گے۔ والسلام

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت - ۳۲ ار جارج سٹریٹ ہڈر سفیلڈ انگلینڈ۔ (خدام الدین ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء)

قادیانیوں سے چشم پوشی کب تک؟

قادیانیوں کے لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خاں جنہیں قادیانیت کی تبلیغ کا جنون ہے اور جو بڑے سازشی دل و دماغ کے قادیانی لیڈر ہیں آج کل جنوبی افریقہ گئے ہوئے ہیں۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی پاکستان دشمنی خصوصاً صدر ایوب خان کی حکومت کی خارجہ پالیسی کی مخالفت کا کھلا ہوا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ زیر نظر اداریہ میں ہم اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

پیرٹوریا ۴ر نومبر۔ کل کیپ ٹاؤن کی ۳۵ ہزار مسلم آبادی نے جماعت احمدیہ (قادیانی تحریک) کے ممتاز رہنما سر ظفر اللہ خاں کا بائیکاٹ کر دیا۔ واضح رہے کہ ظفر اللہ خان ان دنوں جنوبی افریقہ میں احمدیہ تبلیغی مشنوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں وہ پرسوں کیپ ٹاؤن پہنچے جہاں ۳۵ ہزار مسلمانوں میں سے تقریباً ایک سو "احمدی"

ہیں۔ ظفر اللہ خان کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ گذشتہ ہفتے مساجد کی انتظامی کمیٹیوں اور اسلامی اداروں کے نمائندوں کے ایک جلسہ میں کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سر محمد ظفر اللہ خان جس تحریک سے تعلق رکھتے ہیں ہم اسے اسلامی تحریک تسلیم نہیں کرتے۔ ظفر اللہ خان بذریعہ ہوائی جہاز جوہنسبرگ سے کیپ ٹاؤن جاتے ہوئے چند گھنٹے کے لئے بو فلوئنٹین پہنچے جہاں جنوبی افریقہ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس لوکاشین نے انہیں لنچ دیا۔ ان کی کیپ ٹاؤن روانگی سے پہلے میئر نے انہیں پارٹی دی۔ اور انہوں نے اپیل کورٹ میں ججوں کے ساتھ چائے پی۔ پرسوں رات کیپ ٹاؤن کے قریب لاڈوہم کی بستی میں جہاں بھارتی آباد ہیں سر ظفر اللہ خان نے ایک جلسہ میں تقریر کی جہاں ان سے انڈین نیشنل کونسل کے ایک ممبر ایچ دی حبیب نے درخواست کی کہ وہ اپنے اثرات کو کام میں لاکر پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان بات چیت شروع کرائیں تاکہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات بہتر ہوں اور تجارتی بائیکاٹ ختم ہو۔ واضح رہے کہ جنوبی افریقہ کے ساتھ پاکستان نے سفارتی تعلقات کبھی قائم نہیں کئے۔ تقسیم سے پہلے ۱۹۴۶ء میں حکومت ہند نے برصغیر کے باشندوں کے ساتھ جنوبی افریقہ کی حکومت کی بدسلوکی پر احتجاج کرتے ہوئے اس کے ساتھ تجارت ممنوع قرار دے دی تھی۔ انڈین نیشنل کونسل کے ممبر حبیب نے ظفر اللہ خان کو جو پاکستان کے وزیر خارجہ رہ چکے ہیں بتایا کہ جنوبی افریقہ کا بائیکاٹ کامیاب نہیں رہا ہے۔ بعد میں ظفر اللہ خان نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر میری وجہ سے پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان تعلقات بہتر ہونے میں مدد ملتی ہے تو میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ سر محمد ظفر اللہ خان کیپ ٹاؤن کے ایک بڑے ہوٹل میں مقیم ہیں جو صرف گوروں کے لئے مخصوص ہے کل انہیں اسی ہوٹل میں ایک استقبالیہ دیا جائے گا جہاں گورے اور کالے دونوں مدعو ہوں گے۔ (جنگ کراچی ۶۷-۱۱-۶)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی ایک طرف تو صدر ایوب خان کی خارجہ پالیسی جس پر پوری قوم کو فخر اور ناز ہے' برابر ناکام بنانے کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں لیکن دوسری طرف وہ صدر ایوب خان کی حکومت کی ہوا خواہی کا منافقانہ دم بھی

بھرتے ہیں اور حکومت کے جلیل القدر مناصب پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔

صدر ایوب خان کو یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ان کا وجود ہی انگریزوں اور مغربی آقایان ولی نعمت کی وفاداری اور اسلام دشمنی کے لئے معرض وجود میں آیا ہے۔ یہ اس کے ہرگز ہرگز وفادار نہیں ہیں۔

ایم ایم احمد وغیرہ قادیانی جو پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں وہ صدر مملکت کو اسی طرح دھوکہ دیں گے جس طرح ان کے چچا چوہدری ظفر اللہ خان نے خواجہ ناظم الدین مرحوم کو دیا تھا اس لئے انہیں انکے مناسب کھونٹے سے باندھیں اسی میں ان کی اپنی ذات کا مفاد ہے اور اسی میں ملک اور مذہب کا بھلا ہے۔ (لولاک ۱۷ر نومبر ۱۹۶۷ء)

قلم برداشتہ

آغا شورش کاشمیری

الفضل کا لاہوری فرزند بے قابو ہو گیا ہے۔ ہر ہفتہ در ثمین کے انداز میں گالیاں بکے جا رہا ہے کوشش اس کی یہ ہے کہ ہم اسے منہ لگائیں اور وہ اپنی قیمت بڑھا لے۔ قیمت لگ چکی ہے سرکاری اشتہار' میرزائی اداروں کی سرپرستی پھر جہاں تہاں قادیانی بیٹھے ہیں۔ اپنا صدقہ اور زکوۃ اس کو دے رہے ہیں۔ پرچہ مفت تقسیم ہو رہا ہے افسروں' ججوں اور دوستوں کے ہاں حقے کی نے بنا ہوا ہے؟

غرض بوبک حجام کو جو چاہئے تھا۔ مل گیا۔ سکت کہاں؟ کہ بتاشوں کی طرح بٹتا رہے خواہش یہ ہو گی کہ روٹیاں توڑتا رہے سو قسمت جاگ اٹھی ہے۔ ہم اس کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ آموختہ دہراتا رہے جواب اس کو دیا جاتا ہے جس کی عزت یا حیثیت ہو' برات پر سہرا پڑھنے سے کوئی شخص معزز نہیں ہو جاتا۔ ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے۔ شوق سے بکتے رہئے بلکہ ہنہنایئے ـــــــ ذرا زور سے ہنہنایئے:

آپ کے متنبی کی سنت ہے۔ جس شخص کی آنکھ کا پانی مر چکا ہو۔ اس سے مختلف

زبان کی توقع ہی عبث ہے۔ اس طائفہ کا انحصار ہی دشنام ہے جس کی دم اٹھائی مادہ' جسے پایا ٹھگ' کھال اوڑی۔ بال رد کھے کہے کون؟ کہ آج کے تھپے آج ہی نہیں جلا کرتے' چھپوان کا دھواں سے اڑنے دو' اختر بختر کھول رکھا ہے۔ ہچکا عبدالسلام خورشید کے ہاتھ میں ہے۔ ڈور کی چرخی مرزائیوں کے ہاتھ میں مرزا کدال پشت پر ہیں مرزا چڑیا کھونٹیوں میں پانی اتار رہے ہیں مرزا جھرجھری کی شہ پر دو تادی اور سہ تادی تکلیں بڑھا رکھی ہیں۔ غرض ہر چگی ڈاڑھی ان کے ساتھ ہے۔

جی ہاں گڈی اڑانا مشکل نہیں۔ میرزائی الفن ہمیشہ ہی کٹتی ہے ہم نے پیچ لڑایا تو اس کنکولے سے نہیں۔ مرزا رنگیلے اور مرزا رسیلے سے دو دو ہاتھ ہوں گے یہ بیچارہ تو لنڈوری بن پنچھلا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کو ٹمپل روڈ کا ادھا کہہ لیجئے۔ ادھر پیٹھا چھوڑا ادھر ڈوریں زمین تک لٹک آئیں گی۔ بھلا کانے پتنگ میں بوتا کہاں کہ جھونک سنبھال سکے۔ ہم طرح دے رہے ہیں۔ لیکن یہ پرنالے کی طرح دھائیں دھائیں بہہ رہا ہے۔

ہذیان اس بری طرح اس کو چمٹا ہے کہ زبان لگاتار مغلظات اگلتی جا رہی ہے۔ مثلاً" اکیے اس نے گالیوں کی بوچھاڑ لگا دی ہے یہاں تک کہ وہ تمام محاورے' اشارے' کنائے۔ تلمیحیں اور رمزیں اڑائی ہیں۔ جن کے بارے میں ایک ثقہ راوی کا خیال ہے کہ میر ناصر نواب دہلوی نے عقد کی شرنی میں ساتھ کر دی تھیں۔ "اس بازار" کا خلجان عموماً" اس بے سرے کو رہا ہے حالانکہ جس ٹہنی کا یہ پتہ ہے اس کی جڑیں چاڈری سے پھل پھول لائی تھیں۔

گالی دنیا شیوۂ شرفاء نہیں۔ نہ ہفوات بکنا ہی ادب دانشا ہے۔ سوالات بنیادی تھے۔ جوابات استادی ہیں۔ چٹان نے آپ کی عزت و آبرو پر حملہ نہیں کیا۔ کوئی ایسی بات نہیں کہی جو محض گالی ہو۔ لیکن آپ کو دشنام کے سوا سوجھتا ہی نہیں۔ آپ نے لکھا ہے۔

"کرلئی چنڈی داس یا پر بودھ آپ کو چارچھ ماہ کی خرچی دے کر ششکار دیتا تھا"۔

مسیح موعود کے اس انداز میں بھی جواب دیا جا سکتا ہے لیکن یہ صحافت نہیں سخافت ہو گی۔ خرچی ہی کا شوق ہے۔ تو ربوہ سے رجوع کیجئے' اور مبشراولاد سے پوچھ کر فرمایئے۔ کہ "مہدی موعود" جب دوسری شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تھے تو بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ ۵۶ سطر ۱۵ حافظ حامد علی اور لالہ ملاوامل کو ساتھ رکھا تھا۔ ان لالہ ملاوامل کا ایک نبی کی شادی سے کیا تعلق تھا؟ ملاوامل کے نام پر بھی غور کر لیجئے معانی کی بہت سی گرہیں کھلتی جائیں گی۔ ہم سے نہ کہلوایئے ہم وہ زبان استعمال نہیں کر سکتے جو آپ کے سلطان القلم کی زبان ہے؟ البتہ یہ بات ضرور ذہن میں رکھئے کہ ۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

چنیوٹ میں ایڈیٹر "چٹان" کی تاریخی تقریر سے آپ کے قراقر اٹھا۔ آپ نے گالیاں دیں۔ ہم نے اغماض کیا۔ آپ نے ہمارے اغماض کو اپنے لئے حیاتین سمجھا اور غرانے لگے۔ ہم نے پھر بھی منہ نہ لگایا آپ نے ننگی گالیاں بکیں۔ ہم نے معذور سمجھا۔ کچھ نہ کہا۔

محسوس ہوتا ہے۔ آپ شرفاء کی زبان ہی نہیں سمجھتے اچھا صاحب! اور گالیاں دے لیجئے۔ جی بھر کر دیجئے۔ بہشتی مقبرے پر فاتحہ پڑھ کر آیئے "چشم ما روشن چشم ما شاد۔" لیکن ہم نے دہلی کے میر ٹوٹرو کا تانا بانا کھولا۔ تو نہ صرف خرچی کا مفہوم آپ کے ذہن پر اچھی طرح نقش ہو جائے گا۔ بلکہ ربوہ کی اقلیدسی شکلیں بھی دانت نکوس دیں گی۔ خدا جانے آپ کسی کھونٹے پر ناچ رہے ہیں؟ ضرور ناچئے اس کھونٹے پر! یہ کھونٹا آپ ہی کے لئے ہے۔ دہلی مرحوم کا محاورہ ہے۔

سیاں بھے کوتوال اب ڈر کا ہے کا

لیکن جس نبوت یا خلافت کو آپ جیسے قلمکار (بروزن اداکار) مل جائیں۔ اس کی ہڈیاں بھی چٹخنے لگتی ہیں عزتیں برابر کی چیز ہیں۔ اپنی زبان اپنے قلم' اپنے الفاظ' اپنی نگارش غرض ایک ایک چیز پر غور کر لیجئے۔ انسانوں کی طرح گفتگو کیجئے۔ ہم نے چھیڑا تو آقایان ولی نعمت سے شکایت نہ کیجئے گا۔ اس وقت تو آپ بے توا کا سونٹا بنے پھرتے

ہیں۔ نہ بڑوں کا ادب نہ چھوٹوں کی لاج' ہم نے قلم اٹھایا تو پھر الائچی اور ملائی کی طرح نرم زبان نہیں چلے گی۔ اصطبل میں بندھے رہیئے آپ کی کون سی چیز چھپی ہوئی ہے کہ آپ مور پنکھی ناچ پر اتر آئے ہیں۔

احرار کا نام وضو کر کے لیا کیجئے۔ آپ کو سالک صاحب کا درد بھی اٹھا ہے اور آپ نے ایک فرضی خط میں مٹی فرمائی ہے۔ خورشید سلمیٰ کو بھی ہم مشورہ دے چکے ہیں۔ آپ سے بھی گذارش ہے کہ سالک صاحب کی نمائندگی نہ کیجئے انہیں قبر میں آرام کرنے دیجئے۔ ہم نے سالک صاحب کا ذکر کیا تو اس لئے کہ شاید بیٹے کو غیرت ہو' اور باپ کے احترام میں ان کے دوستوں کا ذکر کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھے۔ بکنا ہے تو ہمارے خلاف بکئے خوب بکئے' کھل کے بکئے' غصہ ایڈیٹر "چٹان" پر ہے گالیاں مولانا آزاد کو دے رہے ہو۔ مولانا حسین احمد پر زبان کھولنے سے توبہ کیجئے۔ توبہ! ان مرحومین کا اس بحث سے کیا تعلق؟ مولانا آزاد وہی ہیں۔ جن کے آستانہ پر آپ قادیان کے بہشتی مقبرے کی حفاظتی بھیک مانگنے دہلی گئے تھے۔ مولانا حسین احمد کی ہتک کر کے آپ کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں تحریک پاکستان کا فائدہ نہ اٹھایئے۔ آپ کا اس سے کیا تعلق؟ کسی قادیانی کا نام لیجئے۔ جو تحریک پاکستان میں شامل تھا صف اول' صف ثانی یا صف ثالث کے لیڈروں میں تھا؟ زعیم تھا؟ کارکن تھا۔ لیگ کے ٹکٹ پر کسی اسمبلی کا ممبر منتخب ہوا قادیانی لیگ کا نام لیں۔ تو یوں محسوس ہوتا ہے ابولہب مسلمان ہو گیا ہے۔

الفضل کے لاہوری فرزند نے اکیلے پربودھ کا بھی ذکر کیا ہے۔ جناب والامنہ نہ کھلوایئے۔ پربودھ گورداسپور کے حلقہ سے جس میں قادیاں بھی ہے۔ شروع سے صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ آپ انہیں مسلسل ووٹ دیتے اور ان کی وزارتوں سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ آپ کا بہشتی مقبرہ ان کی طفیل بچا تھا تفصیلات درکار ہیں؟

آپ کا یہی لہجہ رہا تو سب کچھ حاضر کر دیا جائے گا۔ اصل مطالبہ ہمارا آپ سے یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کے نام ادب سے لیجئے ورنہ اس حقیقت سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ خود کاشتہ پودے کا ایک ایک فرد چھلنی ہے یا چھاج!

ربوہ والو! علامہ اقبال، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کا نام ادب سے لو ادب سے۔

ورنہ بے پیندے کے بدھنو، تمہارے ٹھیکرے بھی ہو سکتے ہیں۔

حد ہے کہ جب کبھی ان سے سیدھا سادا سوال کیا جائے اس امت کا سارا کنبہ بدگوئی پر اتر آتا ہے؟ انہیں اپنی آبرو زیادہ عزیز ہے اور کوئی شخص آبرو نہیں رکھتا؟

ہر ایک قلمکار کے خط و خال ہمیں معلوم ہیں عبدالسلام خورشید آج اس تھیٹریکل کمپنی کا پلے بیک سنگر ہے۔ لحاظ اس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک اس کلال کی زبان حدود میں ہو۔ اب اگر زبان بد رنگ ہو گئی ہے تو اس کی گرادیاں درست کرنا ہمارا فرض ہے۔

چور اور چوکیدار سے ایک جیسا سلوک

حکومت نے ہفت روزہ "چٹان" اور روزنامہ "الفضل" پر تین ماہ کے لئے سنسر بٹھا دیا ہے اس تعزیر کا پس منظر یہ ہے کہ ہفت روزہ چٹان میں قادیانیوں کی سیاسی سرگرمیوں کے متعلق اداریئے اور مضامین شائع ہو رہے تھے۔ ہفت روزہ چٹان کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ یہ تھا کہ قادیانی جماعت کوئی مذہبی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ یہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اور خطرناک سازشی قسم کا ایک سیاسی ٹولہ ہے وہ اندرون ملک اور بیرون ملک سے مختلف قسم کے ناجائز مفادات حاصل کر کے ایک مضبوط تنظیم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور گذشتہ کئی سالوں سے اس فکر میں ہیں کہ برصغیر کے کسی چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے پر اپنی خود مختار ریاست قائم کر کے عربی اسرائیل کے بالمقابل ایک عجمی اسرائیل کو جنم دیں چٹان نے قادیانیوں کی ان خطرناک سیاسی سرگرمیوں کا پردہ چاک کیا۔ ملک کے پڑھے لکھے طبقہ نے قادیانیوں کے متعلق پہلی دفعہ ایک نئے زاویہ سے سمجھنا اور سوچنا شروع کیا ہی تھا۔ کہ حکومت نے چٹان پر سنسر کی پابندی عائد کر کے اس کا منہ بند کر دیا اور اپنے اس غلط فیصلہ پر غیر جانبداری کا پردہ ڈالنے کے لئے "چٹان" کے ساتھ الفضل" پر بھی سنسر کی تین ماہ کی

پابندی عائد کر دی حکومت کا یہ اقدام ملک اور ملت کے حقیقی مفاد کے نقطہء نظر سے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس اقدام سے یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہمارے ہاں چور اور چوکیدار کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھنے کا قانون جاری ہے۔

حکومت کو اپنے اس فیصلہ پر نظرثانی کر کے اس ناروا پابندی کو دور کر دینا چاہیئے۔ حکومت کی خدمت میں یہ عرض کرنا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ اس سلسلہ میں صحیح راہ عمل یہ ہے کہ حکومت قادیانیوں پر چٹان کے عائد کردہ الزامات کی تحقیقات کے لئے اعلیٰ سطح کا کوئی کمیشن قائم کرے اور اگر یہ الزامات درست ہوں تو اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا فیصلہ کیا جائے۔

آخر میں ہم حکومت پر غیر مبہم الفاظ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر قادیانیوں کی اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کرنا اور ان کے خطرناک سیاسی عزائم سے عوام کو آگاہ کرنا اور اس سیاہ فتنے سے بچنے کے لئے ملت اسلامیہ کو بیدار کرنا جرم ہے۔ تو اس جرم کا مرتکب صرف چٹان ہی نہیں اس جرم کی پاداش میں سزا پانے کے خواہشمندوں کی فہرست بہت طویل ہے اگر حکومت کے کار پردازوں کو ہماری اس گزارش کا یقین نہ ہو تو وہ ایک مرتبہ پھر منیر انکوائری رپورٹ کا مطالعہ کریں۔

۱۴ اگست ۱۹۶۷ء

ربوہ اردو کانفرنس ناکام ہو گئی

قادیانیوں کے مرکز ربوہ سے آنے والی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ قادیانی صاحبان ایک عرصہ سے علم پروری اور ادب گستری کے لئے وسط اکتوبر میں منعقد ہونے والی جس اردو کانفرنس کا پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ وہ بالآخر ہوئی اور نہایت شاندار طور پر ناکام ہو گئی۔

کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے پون صد کے قریب مندوبین کو دعوت دی گئی تھی جن میں سے صرف ۱۴ صاحبان تشریف لائے جن کی اکثریت قادیانی تھی ملک

کے اکثر و بیشتر ادبا اور فضلا نے شرکت سے معذرت کر لی کہ اردو زبان پر جان تو قربان کی جا سکتی ہے ایمان نہیں قربان کیا جا سکتا۔ صدر مملکت اور دوسرے اعیان ملت نے پیغام تک نہیں بھیجے۔ دو ایک قابل ذکر بزرگ کسی نہ کسی طرح قادیانیوں کے جال میں پھنس کر ربوہ پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ اس کانفرنس کا اصل مقصد کیا ہے چنانچہ وہ برائے نام شرکت کر کے واپس چلے گئے۔

قادیانی ادیبوں نے اردو زبان کے متعلق ربوہ کانفرنس میں ایک نیا نعرہ ایجاد کیا کہ اردو زبان ہماری قومی زبان ہی نہیں بلکہ مذہبی زبان بھی ہے۔ بس اسی نعرے نے انہیں ان بھولے بھٹکے مہمان ادیبوں کے سامنے ننگا کر دیا کہ اس کانفرنس کے انعقاد اور اردو زبان کی سرپرستی کا مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی نبوت باطلہ کا لٹریچر اردو زبان میں ہے۔ لیکن مہمانوں نے قادیانیوں کی اس ادب نوازی پر زیر لب صرف اتنا ہی کہا کہ۔ بہر رنگے کہ خواہی جلوہ مے پوش۔ من انداز قدت را مے شناسم

اصل میں ربوہ والوں کے دماغ پر ایک بھوت سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح پاکستان یا اس کے کسی چھوٹے بڑے علاقہ پر انہیں اقتدار حاصل ہو جائے بس انہیں دن رات اسی کی فکر ہے اور اسی مقصد کے لئے وہ بڑی ترکیب اور تنظیم کے ساتھ جدوجہد کر رہے ہیں اندرون ملک اور بیرون ملک سے انہیں بے پناہ روپیہ مل رہا ہے۔ پاکستان کی اکثر کلیدی اسامیاں ان کے قبضہ میں ہیں ان تمام باتوں نے ان کا دماغ خراب کر رکھا ہے پاکستانی دشمن طاقتوں کے وہ ازلی ایجنٹ ہیں اور اب بھی آلہء کار بنے ہوئے ہیں۔

ایسے حالات میں ان کے حصول اقتدار کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ نفرت و حقارت ہے جو عام مسلمانوں کے دلوں میں ان کے خلاف موجود ہے۔ اور اسی نفرت اور حقارت کی بدولت ان کی حالیہ اردو کانفرنس میں علماء' ادباء اور فضلاء شریک نہیں ہوئے اور وہ ناکام ہو گئی۔ مرزا ناصر احمد قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ صاحب جس دن سے سریر آرائے ریاست ربوہ ہوئے ہیں اس دن سے انہوں نے حصول اقتدار کے راستے کی اس سب سے بڑی رکاوٹ کو دور کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔

چنانچہ آپ نے بڑے اہتمام کے ساتھ بیانات واضح ہیں کہ قادیانیوں اور عام مسلمانوں میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے چند فروعی سے اختلافات ہیں اور یہ کہ قادیانی دنیا میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں بس کچھ عرصہ کے لئے باہمی اختلافات کو بند کر دیا جائے کیونکہ دنیا قادیانیوں کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا ہی چاہتی ہے۔ اسی طرح خلیفہ ربوہ نے جماعت کے طریق کار میں ایک تبدیلی یہ کر دی ہے کہ لوگوں سے مذہبی مباحث اور تکرار نہ کیا جائے بلکہ مذہبی جھمیلوں کی بجائے ربوہ میں باسکٹ بال میچ' کبڈی ٹورنامنٹ' مختلف مجلس ہائے مذاکرہ کا انعقاد کالج کا سالانہ کانوکیشن اور اس میں غیر قادیانی صاحبان کی صدارت' آل پاکستان اردو کانفرنس' اور دوسری سرگرمیاں / تقریبات جاری اور ساری کر دی ہیں اسی طرح پریس کانفرنسیں۔ بڑے بڑے اہم مریدوں کے گھروں میں جانا۔ سرکاری ملازمین اور ان کے اداروں کا معائنہ کرنا جیسا کہ آپ نے حال ہی میں ایٹمی توانائی کے ری ایکٹر کا معائنہ کیا اور یہ قادیانی ملازمین کے بدولت ہوا ورنہ وہاں کوئی پبلک کا آدمی جانے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ ساری تکنیک اور یہ دام ہمرنگ زمین کا پھیلانا محض اس لئے ہے کہ عوام کی توجہ دوسری طرف مبذول کرائی جائے اور ان کے دلوں سے وہ نفرت دور کی جائے جس نے قادیانیوں کو اتنے مقام و منصب کے باوجود اچھوت بنا رکھا ہے۔

مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ اور قادیانی لیڈروں کو عوام کے دلوں سے نفرت دور کرنے کی اتنی فکر ہے کہ وہ غالباً" اب اپنے بعض اصولوں میں ترمیم کرنے والے ہیں اس سے پہلے انہوں نے اپنی تنظیم اور وحدت کو قائم کرنے کے لئے اپنے مریدوں کے لئے یہ فرض کیا ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح کسی مسلمان کے جنازہ میں بھی شریک نہیں ہو سکتے چنانچہ چوہدری ظفر اللہ خاں نے نہایت نمک حرامی کرتے ہوئے اپنے محسن حضرت قائداعظمؒ کے جنازہ میں شرکت نہ کی تھی اور یہ کہا تھا کہ میں مسلمان حکومت کا کافر ملازم ہوں یا کافر حکومت کا مسلمان ملازم اسی طرح مسلمانوں سے شادی بیاہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن اب اس میں بھی ترمیم کی جائے گی اور کوئی منافقانہ حکم جاری کیا جائے گا تاکہ کسی نہ کسی طرح عام

مسلمانوں اور قادیانوں کے درمیان جو حد فاصل اور ایک نفرت کی مضبوط دیوار ہے وہ دور ہو جائے لیکن ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزائی دنیا بھر کے جتن کر لیں عامتہ المسلمین انہیں کبھی بھی قبول نہیں کریں گے وہ اپنے مذہبی مقاصد اور سیاسی عزائم میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (لولاک ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر

معاصر کوہستان لاہور نے "آپ کی رائے" کے کالم میں "ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کو روکا جائے"۔ کے زیر عنوان ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس کے مندرجات یہ ہیں:۔

مسجد اقصیٰ پر اسرائیل کے قبضہ سے عالم اسلام حد درجہ دکھ محسوس کر رہا تھا اور اس معراج کے موقع پر اس مسجد میں جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں سفر کیا معراج کی تقریب نہ منا سکنے پر مسلمانوں کے دل خون کے آنسو رو رہے ہیں ایسے موقع پر ربوہ کے اندر مسجد اقصیٰ تعمیر کرنے کا منصوبہ ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ یہ حرکت کیوں کی جا رہی ہے۔ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے اور اس کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ خود حکومت ربوہ والوں کو مشورہ دے کہ وہ یہ نام بدل دیں اور مسلمانوں کے زخمی قلوب پر نمک پاشی سے باز رہیں۔ تمام مسلمان فرقے پہلے ہی سے ربوہ والوں کی طرف سے مقدس اسلامی اصطلاحات مثلاً" نبوت' خاندان نبوت' ام المومنین' خلیفہ وغیرہ کے استعمال پر خاصے زخم خوردہ ہیں لیکن ایسے موقع پر اب مسجد اقصیٰ کو ربوہ میں تعمیر کرنا ایک ایسی جسارت ہے جس سے بیت المقدس پر اسرائیلی قبضے کا زخم اور بھی زیادہ گہرا ہو جائے گا۔" (کوہستان لاہور ۵ نومبر ۱۹۶۷ء)

معاصر کوہستان کے مراسلہ نگار کے معقول مطالبے سے دینی غیرت و حس رکھنے والے مسلمان کے لئے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے مراسلہ نگار نے بروقت نشاندہی کر کے ایک اہم دینی مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اہل ربوہ کی تاریخ کا یہ پہلو نہایت تاریک اور بڑا ہی گھناؤنا ہے کہ انہوں نے کسی نازک سے نازک مرحلہ میں بھی اہل اسلام کے جذبات سے کھیلنے اور ان کے دینی جذبات مجروح کرنے سے کبھی احتراز نہیں کیا ہے۔

سقوط بغداد کا سانحہ ہو یا حیدر آباد دکن کا' مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹیں یا دشمنان اسلام کی گہری سازش کے وقت اہل اسلام کے قبلہء اول بیت المقدس پر خدا کی مغضوب قوم یہود کا غاصبانہ قبضہ ہو جائے اہل ربوہ ضرور کوئی ایسی نئی حرکت کریں گے جو مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کے زمرہ میں شامل ہو۔ چنانچہ بقول مراسلہ نگار کوہستان ربوہ میں "مسجد اقصیٰ" کے نام پر ایک نئی مسجد تعمیر کرنے کی جسارت بھی اسی سلسلہ کی ایک اشتعال انگیز کڑی ہے۔

قادیانیوں کی اسلام دشمنی

ربوہ میں قادیانی ایک مسجد تعمیر کر رہے ہیں جس کا نام انہوں نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے ملک کے اخبارات میں اس کے متعلق بہت کچھ شائع ہو چکا ہے اور پورے ملک میں اس کے خلاف نفرت اور ناراضگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قادیانیوں نے اپنے ہاں تعمیر ہونے والی کس عمارت کا نام مسجد اقصیٰ رکھ کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔

پورا عالم اسلام مسجد اقصیٰ کے لئے رنجیدہ اور سوگوار ہے۔ عرب مسجد اقصیٰ کی واپسی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کی سوچ رہے ہیں۔ دنیائے اسلام خدا کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو چھینا ہوا قبلہء اول واپس دلا دے عین ایسے حالات میں قادیانیوں نے ربوہ کے کفر گڑھ میں اپنی کسی بلڈنگ کا نام مسجد اقصیٰ رکھ کر اسلام دشمنی اور مسلمان آزاری کی انتہا کر دی ہے۔ ایک قادیانی رسالہ نے "ہفتہ وار لاہور" میں مضمون تحریر کیا گیا ہے کہ اگر قادیانیوں نے ربوہ میں تعمیر ہونے والی مسجد کا نام مسجد اقصیٰ رکھ دیا ہے تو اس میں ہرج کی بات ہی کیا ہے۔ شعائر اللہ کے نام پر نام رکھے ہی جانے چاہئیں لوگ تو انبیاء علیھم السلام کے

ناموں پر نام رکھتے ہیں اس میں گناہ اور مخالفت کی بات ہی کونسی ہے اس کو کہتے ہیں چوری اور اس پر سینہ زوری۔ شعائر اللہ کی توہین اور اس پر عذر گناہ بدتر از گناہ

ہم قادیانی رسالہ لاہور کے مدیر صاحبکو تو سمجھا نہیں سکتے اس لئے کہ وہ سب کچھ جانتے ہوئے پھر انجان بننے کی کوشش کر رہے ہیں البتہ دوسروں کو سمجھانے کے لئے تاکہ کوئی صاحب قادیانیوں کی اس انوکھی تاویل سے غلط فہمی کا شکار نہ ہو عرض کریں گے کہ یہ بالکل درست ہے کہ لوگ نبیوں کے نام پر برکت حاصل کرنے کے لئے نام رکھتے ہیں بے شک محمد اور احمد نام رکھنا درست اور باعث سعادت ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ نام رکھنا جائز اور درست نہیں ہے فاطمہ نام رکھنا درست ہے لیکن سیدۃ النسا فاطمتہ الزہرا نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہر محمد کو محمد رسول اللہ نہیں کہہ سکتے۔ ہر عیسیٰ کو عیسیٰ روح اللہ کہنا درست نہیں ہے ہر فاطمہ کو سیدہ النساء نہیں کہا جا سکتا۔ ہر عائشہ امہات المومنین نہیں بن سکتی۔ اسی طرح ہر کالے پتھر کو حجر اسود نہیں کہا جا سکتا۔ ہر مکعب عمارت کعبتہ اللہ نہیں بن سکتی اور ہر مسجد کو مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی نہیں کہا جا سکتا۔

ایک واقعہ

اس پر ایک واقعہ یاد آگیا ہے جس سے صورت حال ی اچھی طرح وضاحت ہو جائے گی جن دنوں میں جسٹس منیر اور جسٹس کیانی مرحوم تحریک ختم نبوت کے بعد اضطرابات پنجاب کی تحقیقات کر رہے تھے تو اسلامی اصطلاحات کے ناجائز استعمال کا سوال عدالت کے سامنے آیا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس پر اعتراض کیا گیا کہ قادیانی اسلامی اصطلاحات کا اپنے اوپر اطلاق کر کے اسلام کی مقدس اصطلاحات سے تلعب کرتے ہیں قادیانیوں نے اس بات کی توجیہ کچھ اس طرح سے کی جس طرح اب قادیانی رسالہ لاہور کے مدیر نے کی ہے کہ سیدہ کا معنی سردار اور نساء کا معنی عورتیں یعنی عورتوں کی سردار چونکہ مرزا صاحب قادیانی کے خاندان کی فلاں عورت ہمارے فرقہ کی عورتوں کی سردار ہے اس لئے ہم اس کو سیدۃ النساء کہہ سکتے ہیں۔ خدا غریق

رحمت کرے حضرت مولانا قاضی احسان احمد مرحوم کو وہ کھڑے ہو گئے اور چیف جسٹس منیر کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مائی لارڈ ہمارے بھنگیوں اور چوہڑوں کی ایک الگ بستی ہے۔ انہوں نے اپنے جھگڑے طے کرنے کے لئے ایک پنچایت بنا رکھی ہے اس پنچایت کے ممبروں کو وہ پنچ کہتے ہیں اور جو تمام پنچوں کا سردار ہوتا ہے اسے سرپنچ کہا جاتا ہے۔ جب ان میں دنگہ فساد یا کوئی اور ظلم زیادتی ہوتی ہے تو وہ پنچائت ان میں از روئے انصاف فیصلہ کر دیتی ہے۔ کیا آپ اس بات کی اجازت دیں گے کہ اس پنچایت کا نام ہائی کورٹ اور ان پنچوں میں سے ہر پنچ کا نام جسٹس اور سرپنچ کا نام چیف جسٹس رکھ لیا جائے!

چیف جسٹس منیر صاحب نے باواز بلند کہا کہ ہرگز نہیں۔ قاضی احسان احمد مرحوم نے فرمایا تو ہر سردار عورت کو سیدۃ النساء بھی نہیں کہا جا سکتا یہ لفظ رسول اللہ کی بیٹی کے لئے مخصوص ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مسلمانوں کی بے حسی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اسلام کی تمام اصطلاحات کو اپنے اوپر چسپاں کر کے اپنی دوکانداری کا چکر چلائے ہوئے ہیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے جن الفاظ کو عزت بخشی ہے وہ ان کو استعمال کرنے کے مجاز نہیں ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ الفاظ تو درکنار جو الفاظ کوئی حکومت کسی خاص فرد کے لئے مخصوص کر دے اسے اپنے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی شخص مجاز نہیں ہے کہ پولیس کا ملازم نہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو کانسٹیبل ظاہر کرے۔ ڈپٹی کمشنر، کمشنر، گورنر یا صدر مملکت کہلانے لگے۔ اگر کوئی شخص دنیاوی حکومت کے ان مخصوص الفاظ کو استعمال کرتا ہوا پکڑا جائے تو اس کی سزا خود قادیانی ہم سے بہتر جانتے ہیں لیکن ستم بالائے ستم ہے کہ اسلام کے تمام مقدس اور مخصوص الفاظ کو ربوہ میں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے اور کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

ہم ایک بار پھر اپنی حکومت سے عرض کریں گے کہ وہ صرف ہمارا منہ بند کرانے کی ہی کوشش نہ کرے ہوا کے رخ کو دیکھے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں مل کر ملت اسلامیہ کو ناراض اور برہم کرنے کا باعث ہو رہی ہے۔ اگر حکومت اسی طرح

قادیانیوں کی پشت پناہی کرتی رہی اور انہیں ان خلاف اسلام سرگرمیوں اور اسلام کی مقدس اصطلاحات کے ساتھ تلعب کرنے سے نہ روکا گیا تو عوام اور حکومت کے درمیان ناراضگی اور نفرت کی ایک ایسی خلیج واقع ہونے کا امکان ہے جو کسی طرح بھی دور نہیں ہو سکے گی۔

مرزائیوں کو بھی چاہئے کہ وہ مملکت پاکستان میں ان شرارتوں سے باز آ جائیں اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ انہیں ان حرکتوں سے باز رکھنے کے لئے حرکت میں آئے۔ لولاک یکم دسمبر ۱۹۶۷

سرگودھا میں مرزائیوں کے جلسہ کا ردعمل

گذشتہ ماہ سرگودہا میں قادیانیوں کا ایک اجتماع ہوا' جس میں چند دوسرے غیر قادیانی دوستوں کو بھی دعوت دی گئی' اس موقعہ پر سرگودہا کے ایک معاصر روزنامہ "شعلہ" نے اپنے اخبار کا ایک خاص نمبر شائع کیا جس میں مرزا ناصر احمد اور دوسرے مرزائیوں کی تصاویر اور مضامین وغیرہ شائع کئے' سرگودھا میں مرزائیوں کی ان سرگرمیوں کا شدید ردعمل ہوا ہے مسلمانوں میں شدید برہمی اور ناراضگی کی لہر دوڑ گئی ہے چنانچہ اس ردعمل کا ثبوت ان اشتہارات سے بھی ملتا ہے جو آج کل سرگودھا کے در و دیوار کی زینت بن رہے ہیں' حکومت کو توجہ دلانے کے لئے دو اشتہارات بطور نمونہ ذیل میں درج ہیں۔ (ادارہ)

حضرات: ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مرزائی قادیانی مسلمانوں سے الگ ہیں' اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں' پوری امت کا یہ فیصلہ روز روشن کی طرح واضح ہے یہی نہیں بلکہ خود مرزائی اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں' اسی ظفر اللہ قادیانی نے علی الاعلان قائداعظمؒ کا جنازہ نہیں پڑھا تھا مگر ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ "امروز" لاہور صفحہ نمبر ۴ کے مطابق قائداعظمؒ کی قیادت پر یقین رکھنے والے مسلمانوں کے چند مشہور لیڈروں نے قادیانی گروہ کے مرزا ناصر کے اعزاز میں بلائی گئی دعوت میں شریک ہو کر سرگودہا کے غیور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو سخت پامال کرنے کے ساتھ

قائداعظمؒ کی انتہائی توہین کی ہے۔

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! کیا دس ہزار شہیدان ختم نبوت کے مقدس خون کا ایک ایک قطرہ پکار پکار کر مرزائی کے کافر ہونے کا اعلان نہیں کر رہا، مگر ابھی تک یار دوست مرزا ناصر کے کفر کے تبلیغی دورہ کی تفصیلی رپورٹ سننے کے لئے مرزا ناصر کی مجلس میں حاضری دیتے ہیں۔ آہ : شرم ان کو مگر نہیں آتی، اور پورے سکون و اطمینان سے یہ پیغام مرزا ناصر سے سنتے ہیں کہ مسلمانوں کو فروعی اختلافات ختم کر دینے چاہئیں۔

گویا اس بچی بات کے ضمن میں لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے، کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات بھی فروعی ہیں،

شمع نبوت کے پروانو! کیا روئے زمین کے مسلمانوں کی ہر جماعت نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ نہیں دے دیا کہ مرزائی ختم نبوت کے منکر، خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیا شہید ان ختم نبوت کی تڑپتی ہوئی لاشیں زبان حال سے مرزائیوں کی نبوت سے بغاوت کا اعلان نہیں کر گئیں۔

کیا ہماری مذہبی غیرت مر گئی ہے، کہ ختم نبوت کے باغی گروہ کے اعزاز کے لئے بحوالہ ''امروز'' ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ نمبر ۴ سرگودھا کے مشہور لیڈر جناب ملک فتح محمد صاحب ٹوانہ صدر ضلع مسلم لیگ سرگودہا، چوہدری بشیر احمد تارڑ وائس چیئرمین بلدیہ سرگودہا اور میر مظاہر حسنین ایڈوکیٹ سابق صدر شہری مسلم لیگ سرگودھا مرزائیوں کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور پھر مسلمان قوم کی راہنمائی کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

ایسے لوگ پوری قوم کے مجرم ہیں تاوقتیکہ خدا اور رسول اور قوم کے سامنے اپنی اس شرمناک حرکت سے علی الاعلان توبہ کریں،

المشتہرین مسلمانان سرگودھا

سرگودہا کی صحافت پر بدنما زہریلا ناسور

ایک مردہ ضمیر ٹانگہ بان عبدالرشید اشک مالک و مدیر روزنامہ ''شعلہ'' جس نے

ہزاروں روپ بھرے اور معمولی اخبار کا مالک بن گیا محنت اور علمی صلاحیت سے نہیں بلکہ ضمیر اور ایمان کی تجارت سے' ——— عرصہ سے یہ مردہ ضمیر اور ایمان فروش اپنے اخبار میں انگریز کے خود کاشتہ پودا کی ثناخوانی کر رہا ہے' اب ۶۷-۱۱-۱۹ کو مرزائیت کا نمبر شائع کر رہا ہے یہ ضمیر فروش جس کے دماغ میں احساس کمتری کا مہیب دیو سا گیا ہے' شمع رسالت کے پروانوں کے دلوں کو مجروح کر کے مقبول ہونا چاہتا ہے' وہ عظیم مائیں' جن کے بیٹے' وہ بہنیں جن کے بھائی ختم نبوت کی راہ میں جام شہادت نوش کر گئے' صحافیان سرگودہا سے پوچھتی ہیں کہ ہمارے آنچل میں شعلے گر رہے ہیں اور آپ کیوں خاموش ہیں؟

ہم نوجوانان اسلام سرگودہا کے باضمیر اور غیور صحافیوں سے پوچھتے ہیں' ———

کیا آپ کی صحافت اتنی ہی گندی ہے کہ جس کا جی چاہے' تاجدار نبوت آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے' جواب تو دو ——— اپنی قلموں کو جنبش تو دو' تم کہاں ہو؟ اہل سرگودہا اس مردہ ضمیر بکاؤ انسان کو جس نے صحافت کا روپ بھرا ہے' اس کو اصل مقام (ٹانگہ ھانکتے) دیکھنا چاہتے ہیں'

(انجمن نوجوانان اسلام ——— سرگودھا) لولاک ۸ دسمبر ۱۹۶۷ء

چوہدری ظفر اللہ کی لغزش

دفتر خارجہ کے ترجمان نے جنوبی افریقہ کے بارے میں حکومت پاکستان کی پالیسی کا اعادہ کرتے ہوئے یہ یقین دلایا ہے کہ اس پالیسی میں سر موفرق واقع نہیں ہوا اور چودھری ظفر اللہ خاں نے جو ایک نجی دورے پر جنوبی افریقہ گئے ہوئے ہیں اس ضمن میں جو کچھ کہا ہے وہ ان کے ذاتی خیالات ہیں اگرچہ اس وضاحت کے بعد کسی کے لئے پاکستان کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی۔ لیکن ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ ہمارے پاکستانی بھائی بھی آئندہ ایسے اہم معاملات پر اپنے "ذاتی خیالات" کے اظہار سے گریز کریں گے۔

چودھری ظفر اللہ خاں کے اس بیان پر "تعمیر" نے اعتراض کیا تھا اگرچہ ہمیں

معلوم تھا کہ جنوبی افریقہ کے بارے میں حکومت پاکستان کی پالیسی نہایت غیر مبہم ہے اور چودھری صاحب کے اس بیان سے جس میں انہوں نے جنوبی افریقہ سے پاکستان کے تعلقات بہتر بنانے کے لئے اپنا "اثر و رسوخ" استعمال کرنے کا وعدہ کیا تھا پاکستان میں کوئی غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال نہیں تھا لیکن ہم اس حقیقت کو فراموش نہیں کر سکتے کہ پاکستان کے بد اندیش دشمن ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کوئی موقع ملے اور وہ پاکستان کو دنیا میں بالخصوص افریشیائی برادری میں بدنام کریں جب سے پاکستان کی آزاد خارجہ پالیسی نے افریشیائی برادری کو پاکستان سے قریب کیا ہے اور ہندوستان کی غیر جانب داری کے ڈھونگ سے دنیا واقف ہوئی ہے اس وقت سے ہندستان کے لیڈر' اخبارات اور سفارتی نمائندے اور بھی زیادہ شد و مد کے ساتھ ایسے مواقع استعمال کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ پاکستان کی جانب سے ایسے معاملات میں انتہائی محتاط اور مضبوط پالیسی اختیار کی جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی پاکستانی جسے ملک کا مفاد کچھ بھی عزیز ہے ایسے نازک معاملات پر زبان کھولنے میں احتیاط سے کام لے۔

بدقسمتی سے اس معاملہ میں جو شخص ملوث ہے وہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ اور اقوام متحدہ میں پاکستان کا مندوب ہی نہیں رہ چکا بلکہ آزادی سے قبل کے دور میں انجمن اقوام متحدہ میں بھی ہندوستان کے نمائندگی کر چکا ہے اور ان دنوں ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کا جج ہے اس لئے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اتنا جہاں دیدہ شخص جو جنوبی افریقہ کے مسئلہ کی نزاکت' پاکستان سے اس ملک کے تعلقات کی نوعیت' اس معاملہ میں افریشیائی برادری بالخصوص افریقی اقوام کے جذبات کی شدت اور پاکستان کی معمولی سی لغزش سے ان ملکوں سے پاکستان کے تعلقات پر ممکنہ اثرات سے بخوبی واقف ہو لاعلمی کے سبب اتنی بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھا ہے اس لئے ہم یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ چودھری ظفر اللہ خاں سے اس بیان کی وضاحت طلب کی جائے گی اور آئندہ کے لئے انہیں مناسب فہمائش کی جائے گی تاکہ وہ کسی اور معاملہ میں حکومت پاکستان پر "اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے" کا یقین نہ دلا بیٹھیں اور ان پر

یہ بھی واضح ہو جائے کہ وہ اس ملک کے معاملات میں کتنا اثر و رسوخ رکھتے ہیں

(روزنامہ تعمیر راولپنڈی ۱۵ نومبر ۱۹۶۷ء)

سر ظفر اللہ کے بیان سے لاتعلقی کا اظہار

وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے سر ظفر اللہ خاں کے اس بیان سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے جس میں انہوں نے جنوبی افریقہ کے بارے میں پاکستان کا رویہ نرم کرانے کی حامی بھری تھی۔ ترجمان نے کہا ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں کے نظریات پاکستان کی پالیسی کی ترجمانی نہیں کرتے۔ چنانچہ وزارت خارجہ نے یقین دلایا ہے کہ جب تک جنوبی افریقہ نسلی امتیاز کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے اس کے بارے میں پاکستان کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

ترجمان کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ سر ظفر اللہ جنوبی افریقہ کے کسی تاجر کی نجی دعوت پر جنوبی افریقہ گئے تھے اور انہوں نے پاکستان کی پالیسیوں کا بھرپور علم رکھنے کے باوجود ذاتی حیثیت سے ایک غلط وعدہ کیا۔ سر ظفر اللہ پاکستان کے وزیر خارجہ رہ چکے ہیں۔ عالمی عدالت میں بحیثیت جج کے تقرر بھی یقیناً" بہت بڑا اعزاز ہے یوں بھی ملکی سیاست میں عمل دخل نہ رکھنے کے باوجود وہ پاکستان کے اونچے سیاسی حلقوں میں خاصے با اثر تصور ہوتے ہیں چنانچہ وہ بالخصوص غیر ملکی دوروں میں بسا اوقات ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن پر کسی نہ کسی رنگ میں پاکستان پر حرف آنے کا احتمال ہوتا ہے۔

چوہدری ظفر اللہ خاں ایک با رسوخ شخصیت ہونے کے علاوہ پاکستان کے ایک مخصوص مذہبی فرقے کے مبلغ اور رہنما بھی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی اس حیثیت کو تمام باتوں پر ترجیح دیتے ہیں لیکن ان کی مصلحت شناسی پاکستان کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔ امکان یہی ہے کہ وہ اپنے کسی ہم مذہب دوست سے ملاقات کرنے یا جماعتی مشن پر جنوبی افریقہ گئے ہوں گے ممکن ہے کہ وہاں انہیں اپنی جماعتی تبلیغ کے لئے میدان وسیع نظر آیا ہو اور انہوں نے جنوبی افریقہ کو خوش کرنے کے لئے ایک بیان

داغ دیا۔ چوہدری صاحب کی مبلغانہ حیثیت ان کا ذاتی فعل ہے لیکن ان کی نجی مصلحتوں کو کسی طور پر ملک کے مفادات اور پالیسیوں پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیئے۔ مناسب ہو گا کہ چودھری ظفر اللہ خاں کو اس معاملہ میں سخت تنبیہہ کی جائے تاکہ وزارت خارجہ تردیدی بیانات کی زحمت سے بچ جائے۔ (روزنامہ مغربی پاکستان لاہور ۲۸ نومبر)

شرم تم کو مگر نہیں آتی

بین الاقوامی عدالت انصاف کے جج اور پاکستان کے سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں جیسے صاحب فراست بین الاقوامی سیاست کار سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ جنوبی افریقہ اور پاکستان کے درمیان کشیدہ تعلقات کے بارہ میں کوئی بیان دیں گے جس سے پاکستان کے بین الاقوامی وقار کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ انہوں نے بہت اچھا کیا کہ جنوبی افریقہ کی سیاحت کے دوران ان سے جو فقرے منسوب ہوئے تھے اور جن سے متاثر ہو کر پاکستان کی وزارت خارجہ کو فوراً" تردیدی بیان جاری کرنا پڑا۔ ان کے بارے میں ایک وضاحتی بیان دے دیا۔ چودھری صاحب کہتے ہیں میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ جنوبی افریقہ کے بارے میں اپنے تصورات بدل چکا ہوں اور نہ میں نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کروں گا۔

بہرحال چودھری صاحب کے وضاحتی بیان کے چند پہلو ابھی تک محل نظر ہیں مثلاً" وہ فرماتے ہیں کہ سیاحت کے دوران مجھے پاکستانی اور ہندوستانی باشندوں کو متاثر کرنے والی بہت سی ایسی باتوں کا پتہ چلا جن سے میں پہلے بے خبر تھا۔ مفصل معلومات کی بنا پر مجھے پاکستانیوں اور ہندوستانیوں کی مشکلات اور مسائل کے بارے میں اپنے تاثر کو مسلسل بدلنا پڑا۔ دوسرے انہوں نے یہ انکشاف فرمایا ہے کہ میں نے خوش خلقی کے تقاضوں کی بناء پر جنوبی افریقہ کے وزیر اعظم وزیر خارجہ اور وزیر برائے امور پاکستانیاں و ہندیاں سے ملاقات کی۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وضاحتی بیان

سے معاملہ کچھ زیادہ الجھ گیا ہے چودھری صاحب بین الاقوامی عدالت انصاف کے رکن ہونے کی حیثیت سے سیاسی تنازعات میں مداخلت کے حقدار نہیں ہیں دوسرے وہ پاکستان کے شہری بھی ہیں انہیں معلوم ہے کہ :-

○ ـــ پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان سفارتی تعلقات نہیں ہیں۔

○ ـــ دونوں کے درمیان تجارت کلیتہ" بند ہے۔

○ ـــ پاکستانی اور ہندوستانی باشندوں سے بدسلوکی کے خلاف پاکستان کی شکایات اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اکیس سال سے مسلسل آ رہی ہے اور جنوبی افریقہ اسے دور کرنے سے مسلسل انکار کر رہا ہے۔

○ ـــ جنوبی افریقہ میں نسلی برتری کی جو پالیسی روز بروز زیادہ شدید صورت لے رہی ہے اس کے خلاف ساری دنیا اپنی رائے کا اظہار ہر سال جنرل اسمبلی میں کرتی ہے۔

○ ـــ افریقی قومیں جنوبی افریقہ سے اتنی ہی نفرت کرتی ہیں جتنی عرب قومیں اسرائیل سے کرتی ہیں اور جنوبی افریقہ کی مسلسل مخالفت کی وجہ سے پاکستان کو تمام افریقی قوموں کی خیر سگالی حاصل ہے۔

ایسے میں مناسب ہوتا کہ وہ خوش خلقی کے مظاہرے کے لئے جنوبی افریقہ کے ان وزراء سے نہ ملاقات کرتے جن کی افریشیائی قوموں اور پاکستان سے دشمنی ایک مسلمہ امر ہے رہی نئی معلومات کی بناء پر چوہدری صاحب کے تناظر میں تبدیلی تو تعجب کی بات ہے کہ یہ معلومات پاکستان تک نہیں پہنچیں حالانکہ اگر واقعی پاکستانی اور ہندوستانی باشندوں سے سلوک میں کوئی خوشگواری پیدا ہوتی تو جنوبی افریقہ کی حکومت ساری دنیا میں اس کا ڈھنڈورہ پیٹتی۔ چودھری صاحب کی سیاسی سوجھ بوجھ کے بارے میں پورے حسن ظن کے باوجود ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ انہیں اس مرحلے پر جنوبی افریقہ جانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔

کیا موصوف سے یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ اصلا" یہ مسئلہ اس وقت اٹھا جب جنوبی افریقہ کی سفید فام حکومت نے اپنے پانچ لاکھ پاکستانی عوام کے خلاف ایسے نئے قوانین منظور کئے جن کا مقصد یہ تھا کہ انہیں جن ذاتوں سے سابقہ پڑ رہا تھا وہ دو

آشنا ہو جائیں اور یہ لوگ اپنے صد سالہ کاروبار کو سمیٹ کر وہاں سے بوریا بستر گول کر لیں؟ کیا یہ درست نہیں کہ چودھری صاحب خود اپنی وزارت خارجہ کے زمانے میں مجلس اقوام کی جنرل اسمبلی میں ان مظلوموں کے حق میں اور سفید فام حکومت کے خلاف فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے رہے جنرل اسمبلی نے جنوبی افریقہ سے اصلاح احوال کا مطالبہ کیا لیکن نہ صرف اس پر جوں تک نہ رینگی بلکہ اس نے اور قوانین منظور کئے اور ہمارے بھائیوں پر عرصہء حیات تنگ کیا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس کے بعد جنرل اسمبلی میں اس مسئلے کو نسلی برتری کے عمومی مسئلے کے ساتھ زیر غور لایا گیا؟ کیا کوئی باخبر شخص اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ جنوبی افریقہ کے تقریباً" ایک کروڑ سیاہ فام اور رنگدار نسل کے باشندوں کو ووٹ کا حق حاصل نہیں پچیس لاکھ یورپی باشندے ان پر حکومت کرتے ہیں پارلیمنٹ میں سب کے سب گورے ہیں اور وزارت بھی گوروں پر مشتمل ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ جنوبی افریقہ میں کالوں اور گوروں کے لئے برابر کی تنخواہ قانوناً" ممنوع ہے کالوں کو کسی ہنر کی تربیت نہیں لینے دی جاتی۔ سیاہ فام آبادی کے دو تہائی بچوں کو پیٹ بھر کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ تعلیم کا یہ حال ہے کہ صرف تین فی صد سیاہ فام بچے پرائمری کی تعلیم پا سکتے ہیں۔ سیاہ فام باشندوں کے لئے نظر بندی کے وسیع کیمپ بنے ہوئے ہیں۔ جہاں سے باہر نکلنے کی انہیں اجازت نہیں وہ سونے کی کانوں میں آج سے نصف صدی پہلے کی شرح معاوضہ پر کام کرتے ہیں؟ کیا اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ سیاہ فام باشندوں کے لئے بستیاں الگ ہیں۔ بسیں الگ ہیں ٹرام الگ ہیں ریل کے ڈبے الگ ہیں پلیٹ فارم الگ ہیں۔ ویٹنگ روم الگ ہیں ڈاک خانے الگ ہیں سکول الگ ہیں۔ حتیٰ کہ خدا کے گھر بھی الگ ہیں گویا سفید فام حکومت کے نزدیک ایک مذہب (مسیحیت) ہونے کے باوجود کالوں کا خدا الگ ہے اور گوروں کا الگ؟

کیا یہ حقیقت دنیا سے پوشیدہ ہے کہ جنرل اسمبلی ہر سال غالب اکثریت سے جنوبی افریقہ کی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ نسلی برتری کی پالیسی کو روز بروز سخت تر کر رہا ہے اور اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ سیاہ فام آبادی کو چند بنجر علاقوں میں

مرتکز کر کے وہاں "بانٹو ستان" بنا دے اور استحصال کا بازار اور گرم کرے؟ کیا یہ درست نہیں کہ جنرل اسمبلی نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ جنوب مغربی افریقہ میں نسلی برتری کی پالیسی نہ چلائے کیونکہ یہ خطہ لیگ آف نیشنز نے اس امانت کے طور پر دیا تھا اور یہ امانت اصل میں مجلس اقوام کی ہے لیکن وہ اس علاقے میں بھی وہی دھاندلی مچا رہا ہے جو اپنے ملک میں مچا رکھی ہے۔

یہ سب حقائق علیٰ حالہ قائم ہیں۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ جنوبی افریقہ پرتگیزی موزنبیق اور انگولا سے بھی سیاہ فام باشندے غلاموں کے طور پر خرید رہا ہے اور رہوڈیشیا کا بھی پشت پناہ بنا ہوا ہے جہاں چالیس لاکھ سیاہ فام باشندوں پر دو لاکھ سفید فام باشندوں کی حکومت قائم ہے ایسے میں جنوبی افریقہ کے وزراء سے مل کر چوہدری ظفر اللہ خاں نے نہ پاکستان کی خدمت کی ہے نہ انسانیت کی اور نہ ہی اس دین کی جس کی بنیاد انسانی مساوات' عظمت آدم اور شرف انسانی پر قائم ہے۔

(روزنامہ مشرق کراچی ۱۸ نومبر ۱۹۶۷)

مقدمہ روئیداد ۱۳۸۶ھ مطابق مئی ۱۹۶۶ء تا اپریل ۱۹۶۷ء مرتبہ مولانا محمد شریف جالندھری پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انیسویں صدی عیسوی کا نصف آخر عالم اسلام کی تنزل اور انحطاط کا دور تھا۔ اس نصف آخر میں برصغیر پر انگریز کا قبضہ مکمل ہوا۔ اور انگریز نے پوری دنیائے اسلام پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف اہل دل مسلمان خون کے آنسو روئے اور انگریز کے خلاف مصروف جہاد ہوئے۔ انگریز نے مغلیہ سلطنت کے وارث شہزادے' خواتین' ملک کے ہزاروں نواب' علماء کرام اور محدثین عظام کو پھانسی کی سزا دی۔ سینکڑوں کو سئور کی کھال میں بند کر کے زندہ جلا دیا گیا۔ انگریز کے مقابلہ کے لئے بہادر شاہ ظفر' میسور کے سلطان ٹیپو شہید اور دہلی کے سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید نے راہ جہاد اختیار کر کے کفر کا مقابلہ کیا۔ دوسری طرف مسلمانوں ہی سے غدار پیدا ہوئے۔ بنگال کے جعفر اور دکن کے صادق' قادیان کے غلام مرتضیٰ (والد مرزا غلام

احمد) بانی مرزائیت نے دنیاوی لالچ میں اسلام اور مسلمانوں سے غداری کی۔ انیسویں صدی کے ربع آخر کے انہی ایام میں مرزا غلام احمد گورداسپور کی ایک بستی قادیان سے انگریز کی وفاداری کا خاندانی پشتارہ اٹھائے ہوئے نمودار ہوا۔ یہی وہ زمانہ تھا" جب کہ ۱۸۷۰ء میں سر ولیم ہنٹر اور پادری صاحبان نے لنڈن میں رپورٹ پیش کی کہ ہم برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ اب ایسے غدار کی ضرورت ہے جو ظلی نبوت کا دعوی کرے۔ اور مسلمانوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔ مرزا غلام احمد نے انگریز کی اس ضرورت کو پورا کیا اور ملک کی آزادی کے لئے کی گئی ہر تحریک کی مخالفت کی ۱۸۵۷ء کا وہ جہاد جس کی رہنمائی مغلیہ سلطنت اور علمائے اسلام نے متفقہ طور پر کی' اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"ان لوگوں (مسلمانوں) نے چوروں' قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔" (حاشیہ ازالہ اوہام ص ۷۴۴)

۱۸۹۱ء میں انگریزوں اور روس کی لڑائی کا امکان تھا۔ مرزا صاحب نے اپیل کی

"ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہئے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں۔"(ازالہ اوہام ص ۵۰۹)

گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۱۲)۔ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی کی سلطنت کے امن بخش سائے سے پیدا ہوئی۔ (تریاق القلوب ص ۲۸)"

ابتدائے آفرینش سے کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نصرانی اسلام اور مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں ہر محاذ پر انگریزوں نے اسلام' اسلامی کلچر اور اس کی تعلیمات کا مقابلہ کیا ہے تاریخ اسلام کا کوئی دور ایسا نہیں جب انگریز مسلمان کے مقابلہ میں نہیں لیکن چودھویں صدی کے مرزائیوں کے نبی انگریز کی حکومت کو آسمانی برکت اور اسلام کی دوبارہ زندگی کا باعث سمجھتے ہیں اور اس دشمن اسلام حکومت کے لئے جاسوسی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں "برٹش انڈیا" کو "دارالحرب" سمجھتے ہیں" ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ ان نقشوں کو ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ایسے لوگوں کے نام مع پتہ یہ ہیں اس کے نیچے طویل فہرست شائع کی" (تبلیغ رسالت جلد پنجم ص ۱۱)

کفر کے لئے جاسوسی اور دعوی مندرجہ ذیل ہے

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد

پھر اس جاسوسی کا حال برصغیر ہی میں نہیں۔ انگریز پرستی اور دنیاوی لالچ بیرون ملک بھی یہ فرض ادا کراتا ہے۔

حکومت کابل نے دو احمدیوں ملاں عبد الحلیم چہار آسیانی اور ملاں انور علی کو موت کی سزا دی تو وہاں کی وزارت خارجہ نے یہ اعلان جاری کیا۔

"مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ یہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے" (اخبار امان وقعاں کابل) (ماخوذ از الفضل ۳/مارچ ۱۹۳۵ء)

جب خلیفتہ المسیح نے مولوی محمد امین کو روس میں مبلغ بنا کر بھیجا، تو وہاں گرفتار ہو گیا کیوں؟ خود مبلغ کی زبانی سنئے:۔

"چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش گورنمنٹ کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جہاں میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ کرتا وہاں لازماً مجھے انگریزی گورنمنٹ کی خدمت گزاری کرنی پڑتی تھی" (الفضل ۲۸/دسمبر ۱۹۲۲ء)

انیسویں صدی کے آخر میں ترکی حکومت طرابلس تک پھیلی ہوئی تھی۔ مراکش الجیریا آزاد اسلامی حکومتیں تھیں انگریز دشمن اسلام نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد ممالک اسلامیہ پر حملے شروع کر دیئے۔

سرزمین ہند میں جہاں ایک طرف محب وطن علماء حضرات آزادی کے حصول

اور دوبارہ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے طرح طرح کی تحریکیں چلا رہے تھے۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہ' کی زیر قیادت سید احمد قدس سرہ' کی جماعت کے پسماندگان دوبارہ منظم ہو رہے تھے۔ مکہ معظمہ کے گورنر کے ذریعہ سلطان عبد الحمید والیء ترکی سے ساز باز کی جارہی تھی۔ دوسری طرف چودھویں صدی کے پیر اور نام نہاد نبی انگریز کو اولی الامر ہونے کا فتوی دے رہے تھے ان کے فتوی کے زیر اثر ہزاروں مسلمان دنیاوی لالچ میں ترکوں کے بچوں کو یتیم اور مستورات کو بیوہ کرنے کے لئے انگریز کی فوج میں بھرتی ہو کر جا رہے تھے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں سقوط بغداد و شکست ترکی ایسے ہی حضرات کی مرہون منت ہے۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد کی وفات ہوئی نور الدین خلیفہ اول بنے ۱۹۱۴ء میں ان کے بعد مرزا غلام احمد کے لڑکے بشیر الدین محمود خلیفہ دوم قرار پائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے دنیائے کفر لرزاں تھی۔ اب ان "فضل عمر" کے کارنامے اور ارشاد گرامی سنئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ:۔

"گورنمنٹ برطانیہ میری تلوار ہے پھر احمدیوں کو اس فتح (فتح بغداد) پر کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) دراصل اس کے محرک خدا تعالیٰ کے وہ فرشتہ تھے جن کو گورنمنٹ کی مدد کے لئے خدا نے اتارا تھا۔" (الفضل ۷/ ستمبر ۱۹۱۸ء)

"بدر میں خدا کے فرشتے کافروں کی سرکوبی اور حق پرست مظلوموں کی مدد کے لئے اترے تھے۔ چودھویں صدی میں مرزائیوں کے خدا نے فرشتوں کو کفر و ظلم کی سربلندی کے لئے اور مظلوم مسلمانوں کی تباہی کے لئے نازل کیا۔ (نعوذ باللہ) جنگ عظیم اول کے بعد جب دنیائے اسلام کا نقشہ بدل گیا نصارے سربلند ہوئے اور اہل اسلام مفتوح' تو دنیا' اسلام میں صف ماتم بچھ گئی۔ ہندوستان کا مسلمان بلبلا اٹھا۔ تو ۲۷/ نومبر ۱۹۱۸ء کو ترکوں کی مکمل شکست پر قادیان میں زبردست چراغاں کیا گیا" جشن ہوئے اور یہ پر لطف اور مسرت انگیز نظارہ بہت موثر اور خوشنما تھا اور اس سے احمدیہ پبلک کی اس عقیدت پر خوب روشنی پڑتی ہے جو اسے گورنمنٹ برطانیہ سے ہے۔" (الفضل ۳/ دسمبر ۱۹۱۸ء)

اچانک ترکی کے مرد بیمار نے مصطفے کمال کی قیادت میں انگڑائی لی اور اپنی خدا داد جرات سے کام لے کر ترکوں نے بیک بنی و دو گوش انگریزوں کو ترکی سے نکال باہر کیا تو دنیائے اسلام نے زبردست جشن منائے۔ اس موقعہ پر کسی مرزائی نے خلیفہ المسیح سے دریافت کیا کہ ترکوں کی فتح کی خوشی میں روشنی وغیرہ کے لئے چندہ دینے کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا روشنی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔(الفضل ۷/دسمبر۱۹۲۲ء)

حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان کی آمد سے صلیب جو عیسائیوں کا امتیازی نشان ہے ختم ہو جائے گا اور لڑائی بوجہ خاتمہ کفار کے ختم ہو جائے گی۔ یعنی دنیا اسلامی سلطنت ہونے کی وجہ سے امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ مرزا علیہ ما علیہ نے کہا کہ جس مسیح موعود کی خوشخبری دی گئی ہے وہ میں ہوں۔ اب ان دو باتوں کا جواب کیا دینا۔ لڑائیوں کا اختتام اور کسر صلیب در کنار صلیب کو غلبہ نصیب ہوا اور لڑائیوں کی شدت اس کے متعلق مرزا صاحب کی سنئے:۔

"مسیح دنیا میں آکر صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے شرمی اور خوکوں کی بے حیائی و نجاست خواہی ہے ان پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر سب کا کام تمام کرے گا۔ (ازالہ اوہام جلد اول طبع دوم حاشیہ ص۳۴) مسیح کا خاص کام کسر صلیب اور قتل دجال اکبر ہے (انجام آتھم ص ۴۷)

آیئے دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر عیسائیوں کا کام تمام کرنے کے نتائج کا موازنہ کریں۔ مردم شماری کے اعداد و شمار۔

بقول مرزا صاحب

عیسائی پنجاب میں ۱۸۸۱ء	۲۸۰۵۴	تیس برس میں پونے دو
// // // ۱۹۱۱ء	۱۹۹۷۵۱	لاکھ کا اضافہ ہوا۔
عیسائی ہندوستان میں ۱۸۸۱ء	۱۸۶۲۶۳۴	تیس برس میں بیس لاکھ
// // // ۱۹۱۱ء	۳۸۷۶۲۰۳	[illegible] کا اضافہ ہوا

مردم شماری کے رجسٹرات ۱۸۸۱ء و ۱۹۱۱ء

مرزا صاحب کے کام کے یہی تیس برس ہیں جن میں عیسائیت کو اس شدت سے ترقی ہوئی۔

مسیح علیہ السلام کی آمد کے وقت دوسری برکت یہ ہوگی کہ فساد خونریزی عالم انسانیت میں ختم ہو جائے گی۔ مرزا صاحب کا وجود چونکہ کفر کی برتری کے لئے تھا۔ اس لئے لڑائی بند ہونے کا مفہوم یہ دیا۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال　　دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۴۱ طبع ربوہ)

اعلائے کلمتہ اللہ اشاعت دین اور اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے کا نام جہاد ہے جسے مرزا صاحب نے حرام قرار دیا۔ لیکن فی سبیل الطاغوت اور کفر کی بلندی کی خاطر لڑنے کے لئے خود کو اور اپنی جماعت کو پیش پیش رکھا چنانچہ مرزا صاحب نے ۲۴/ فروری ۱۸۹۸ء کو گورنر پنجاب کی خدمت میں ایک عرضی بھیجی جس کا مضمون یہ تھا:۔

جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے متعقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح موعود مان لینا ہی جہاد کا انکار ہے۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ ہے.... صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار اس خود کاشتہ پودے کی نہایت احترام اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔ اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ کرے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریز کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا۔ اور نہ اب فرق ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۸) جب کابل کے ساتھ ۱۹۱۹ء میں (انگریز کی لڑائی امان اللہ خان کے خلاف) ہوئی' تب بھی ہماری جماعت نے علاوہ اور کئی قسم کی خدمات کے ڈبل کمپنی پیش کی خود ہمارے سلسلہ کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے (جماعت احمدی کا سپاسنامہ بخدمت لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند ۴/جنوری ۱۹۲۱ء)

اور سنئے! خلیفہ المسیح فرماتے ہیں:۔

"عراق کو فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہایا۔ اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے۔ (الفضل ۳/ ستمبر۱۹۳۵ء)

شاباش! اگر اعلاء کلمتہ اللہ مقصد ہوتا تو دین کی سربلندی کے لئے کفر کے خلاف کام کرتے مقصد ہی انگریز کی خدمت اور جاگیرداریاں حاصل کرنا تھا دین کے لئے جہاد حرام' انگریز' نصاریٰ اور تثلیث کے لئے بغداد عراق کے مسلمانوں کا خون بہانا جائز۔

یہ ہیں مرزا قادیانی کی تعلیمات

غرض ملک میں جو تحریک بھی اسلام کی سربلندی کے لئے شعائر اسلام کی حفاظت یا انگریز کی مخالفت میں اٹھی' مرزائیوں نے اس سے اختلاف کیا حتیٰ کہ ۱۹۲۹ء میں لاہور کے ایک آریہ راجپال نے حضور علیہ السلام کے خلاف ایک کتاب "رنگیلا رسول" کے نام سے لکھی۔ مسلمانان ہند میں کہرام مچا جلسے ہوئے جلوس نکلے حضرت امیر شریعت قدس سرہ کے خطابات نے سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ یہاں تک کہ لاہور کے ایک نوجوان غازی علم الدین شہید نے راجپال کا کام تمام کر دیا۔ ایسے میں مرزا بشیرالدین محمود گویا ہوئے۔

"وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ وہ لوگ جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں۔ اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔(الفضل ۱۵/اپریل۱۹۲۹ء)

لیکن تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے جب محبت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا زبانی دعویٰ کرے اور دل میں خدا و رسول علیہ السلام سے عناد ہو' اس کا رو سیاہ ہوتا ہے غازی علم دین شہید کے خلاف مذکورہ بالا بیان دینے کے ٹھیک ایک سال بعد اپریل ۱۹۳۰ء میں اخبار مباہلہ (قادیان) کے مدیر مولوی عبد الکریم جو مرزا بشیر الدین کی اخلاقی کمزوریوں کو دیکھ کر احمدیت سے تائب ہو کر ان کی تعلیمات پر تنقید کرنے لگے تو محمود صاحب نے کہا:۔

"اپنے دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی ہتک بھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا اس

قسم کی شراتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا۔ حتیٰ کہ قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے اگر اس سلسلہ میں کسی کو پھانسی بھی دیجائے اور وہ بزدلی دکھائے تو ہم ہرگز اسے منہ نہیں لگائیں گے۔ بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا۔(الفضل ۱۱/اپریل ۱۹۳۰ء)

یہ ایک خفیہ سکیم تھی جس کا اظہار ۲۳/اپریل۱۹۳۰ء کو اس وقت ہوا جبکہ محمد علی نامی ایک احمدی نے مولوی عبد الکریم مباہلہ اور مولوی محمد حسین بٹالوی پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ مولوی عبد الکریم صاحب زخمی ہوئے' اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شہید۔ ملزم پر ۱۹/مئی ۱۹۳۱ء کو وار ہوا۔ اس کے جنازہ کو خود خلیفتہ المسیح نے کندھا دیا اور وہ نوجوان نہایت احترام سے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوا۔

آمنہ کے لال' یتیم مکہ سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والے کا قاتل مجرم اور قوم کا دشمن اور تمہاری اغراض مذمومہ کی تکمیل کے لئے کسی مسلمان کو شہید کرنے والے کی یہ توقیر کہ خلیفہ المسیح جنازے کو کندھا دیں اور اسے احترام کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے۔

؎جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات سے اندازہ فرمالیا ہو گا کہ مرزائیت کی تاریخ کیا ہے اور یہ جماعت کفر کی اغراض کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کس طرح عالم وجود میں لائی گئی۔

اس جماعت نے تقسیم سے قبل ہر ملی تحریک کی مخالفت اور انگریز کی حمایت کی اپنے مذہبی عقائد کی روشنی میں تقسیم کی مخالفت کی اور کہا کہ مرزا صاحب کا ایک الہام یہ ہے کہ وہ جے سنگھ بہادر اور کرشن ہیں' اگر ملک تقسیم ہو گیا تو مرزا صاحب کا الہام غلط ثابت ہو گا محمود صاحب کی طرف سے برملا اعلان ہوا کہ اگر ملک تقسیم ہوا تو ہمارا فرض ہو گا کہ ہم اسے پھر سے اکھنڈ بھارت بنائیں چنانچہ قادیان کی ایک مجلس عرفان میں اپنی رویا صادقہ بیان کرتے ہوئے کہا

"ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو (اسی لئے جماعت احمدیہ کا الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے) اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر

یہ حالت عارضی ہو گی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں" (الفضل ۱۵/اپریل ۱۹۴۷ء)

کانگریس اور مسلم لیگ نے تقسیم ملک کا فیصلہ کر لیا۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم بھی طے ہوئی۔ تقسیم پنجاب کمشن میں مسلمانوں کی نمائندگی جسٹس دین محمد اور جسٹس محمد منیر کر رہے تھے اور ہندوؤں کی نمائندگی جسٹس مہرچند مہاجن اور جسٹس تیجا سنگھ نے کی جب کہ کمیشن کے سربراہ ریڈ کلف تھے۔ ۸/اگست ۱۹۴۷ء کو اس کمیشن نے رپورٹ پر دستخط کر کے وائسرائے کو پیش کی اس ضلع میں گورداسپور پاکستان میں ظاہر کیا گیا لیکن جب ۱۷/اگست کو وائسرائے نے فارمولے کا اعلان کیا تو گورداسپور ماسواء تقسیم شدہ تحصیل شکر گڑھ کے ہندوستان میں تھا۔ کمیشن کے مسلمان ممبر اور زعما اسلام حیران تھے کہ یہ رد و بدل کیوں ہوا؟

ناظرین کرام! ضلع گورداسپور کی آبادی کا تناسب اس طرح تھا کہ اگر مرزائی مسلمانوں سے ملیں تو ضلع میں مسلم اکثریت اور اگر مسلمانوں سے نہ ملیں تو غیر مسلم اکثریت کمیشن میں مسلمانوں کی وکالت ظفر اللہ کر رہے تھے لیکن نہ معلوم وجوہات کی بنا پر بشیر احمد مرزائی علیحدہ پیش ہوئے اور انہوں نے بصراحت کہا کہ مرزائی مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔ وائسرائے نے اسی وجہ سے مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ شمار کر کے گورداسپور کو غیر مسلم اکثریت کا ضلع گردانا اور وہ ہندوستان کے حوالہ کر کے اس کے کشمیر جانے کا راستہ کھول دیا کیونکہ ماؤنٹ بیٹن کو جواہر لال نے شیشہ میں اتار لیا تھا جو آج تک وطن عزیز کے لئے بے پناہ پریشانیوں اور کشمیر کے نہتے بے گناہ مسلمانوں کی خونریزی و بے آبروئی کا باعث بنا ہوا ہے۔

راجہ غضنفر علی صاحب مرحوم نے مارشل لاء سے مارشل لاء تک کی قسط (۱۳۸) میں یہی رائے ظاہر کی۔ مشرق ۳/فروری ۱۹۶۴ء اور یہی رائے تقسیم کمیشن کے معزز رکن جسٹس محمد منیر نے (بعد از ریٹائرمنٹ) ظاہر کی (نوائے وقت ۶/جولائی ۱۹۶۴ء)

واہ رے انگریز ملک تقسیم ہوا۔ مرزائی انگریزوں کے وفادار ابدی تھے موڈی

انگریز گورنر پنجاب کے ذریعہ بے بہا قیمتی الاٹمنٹوں کے چکر کے علاوہ ضلع جھنگ ایسے مرکزی ضلع میں چند پیسے مرلہ کے حساب سے سرکاری اراضی فروخت کر دی اور پاکستان میں ربوہ کے نام پر عرب ممالک میں اسرائیل کی مثال قائم کر دی تاکہ ازلی وفاداروں کو وقتاً فوقتاً" استعمال کیا جا سکے۔

تقسیم سے قبل نعرہ تھا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ ایسی اسلامی مملکت میں مدعی نبوت اور اس کی جماعت کا مقام مخدوش تھا۔ اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ سامنے تھی کہ کسی مسلمان حکومت نے کسی دور میں بھی مدعی نبوت کو زندگی کا حق نہیں دیا۔ لیکن بدقسمتی سے تقسیم کے بعد ہم اس نعرہ کو بھول گئے ظفراللہ وزیر خارجہ بنے قائد اعظم مرحوم کا جنازہ ہوا ظفراللہ علیحدہ کھڑے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ آپ شریک کیوں نہیں ہوئے تو برملا کہا کہ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ سمجھو یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ اس طرح اپنے عقیدہ کا کھلا اعلان کیا۔ ظفراللہ کی وزارت خارجہ کے باعث اعلیٰ کلیدی اسامیوں پر مرزائیوں کا تقرر ربوہ کی اراضی کی صورت میں انگریز صاحب بہادر کی نوازش بے بہا قیمتی متروکہ املاک کی الاٹمنٹ فرقان بٹالین کے نام سے فوجی قوت مرزا بشیرالدین کا سازشی ذہن دیکھتے ہی دیکھتے مرزائی اپنی حکومت کا خواب دیکھنے لگا۔

محمود صاحب نے اعلان کیا۔

"۱۹۵۲ء کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کم از کم بلوچستان کا صوبہ ایسا ہونا چاہئے جسے مرزائی صوبہ کہا جا سکے"

علماء اسلام نے گرفت کی۔ مرزائیوں کے خلاف آواز بلند ہوئی الفضل نے خونی ملاں کے آخری دن کے عنوان سے لکھا۔

"ہاں آخری وقت آن پہنچا ہے' ان تمام علماء حق کے خون کا بدلہ لینے کا جن کو شروع سے لے کر آج تک یہ خونی ملاں قتل کراتے آئے ہیں۔ ان سب کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ عطا اللہ شاہ بخاری سے ملاّں بدایونی سے۔ ملاّں احتشام الحق سے۔ ملاّں محمد شفیع سے۔ ملاّں مودودی پانچویں شاہ سوار سے۔" (الفضل ۱۵/ جولائی ۱۹۵۲ء)

انگریز کے لئے جاسوسی کرتے وقت جو مرزائی افغانستان میں مارے گئے وہ علماء حق اور مذکورہ بالا علماء سے ان (علما حق) کے خون کا بدلہ ۔ ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے۔ ان حالات میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی۔ اور اہل اسلام کی قربانی نے مرزائیوں کے منصوبے خاک میں ملا دیئے اور مرزائیت ایک دشنام بن کر رہ گئی۔ کہتے ہیں کہ بارہ برس بعد کھلو کے ڈھیر کی بھی سنی جاتی ہے۔ ۱۹۵۳ء کے بارہ برس بعد اگست ۱۹۶۵ء کے آخری عشرہ میں مرزائی اپنے مربی انگریز کے دار لحکومت لنڈن میں جمع ہوئے۔ ظفر اللہ نے صدارت کی اور مرزائی حکومت قائم ہونے کی خوشخبری دی۔ ہمارا ماتھا ٹھنکا کہ یا اللہ یہ انگلینڈ میں مرزائی حکومت کس جگہ قائم ہوگی۔ مرزائیوں کے اس اجتماع کے چند دن بعد ہندوستان نے وطن عزیز پر حملہ کر دیا۔ یہ اب ڈھکی چھپی بات نہیں کہ دشمن کا یہ حملہ امریکہ اور انگریز کے اشارہ پر تھا۔ ستمبر کی اس کفر و اسلام کی لڑائی میں ہندوستان کے مسلمان کو بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر جگہ مسلمان زعماء کو پاکستان کا جاسوس کہہ کر گرفتار کیا گیا۔ اور یہ پکڑ دھکڑ کا سلسلہ دہلی بمبئی' کلکتہ ایسے سرحد سے دور دراز شہروں تک بھی جاری رہا لیکن مرزائی سرحد کے بالکل قریب قادیان میں محفوظ اور بشیر الدین محمود کے بیٹے نے قادیان جماعت کی طرف سے ہندوستان حکومت کو ایک لاکھ روپے امداد جنگ کے طور پر دیئے اس جنگ میں کفر کی شکست کے ساتھ اگرچہ مرزائی حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا لیکن مرزائیوں نے پھر پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ چنانچہ سال رواں ۱۳۸۶ھ میں مرزائیوں نے کئی برسوں کے بعد اہل اسلام کو صدق و کذب مرزا۔ ختم نبوت۔ حیاۃ مسیح علیہ السلام پر مناظرہ کے چیلنج دینا شروع کئے اور ملک بھر میں جارحانہ اقدامات شروع ہو گئے چنانچہ چار جگہ مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر نے مرزائی مبلغوں سے کامیاب مناظرے کئے۔(میانوالی شہر ۱۸/ذی الحجہ ۸۵ھ (۲)ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۱۸،۱۹،۲۰/ محرم۸۶ھ (۳)چک نمبر۱۰۵ براستہ پپلاں ضلع میانوالی ۴/جمادی الاول۸۶ھ۔ (۴) کرونڈی ضلع نواب شاہ ۲۹/رجب ۸۶ھ۔

کرونڈی ضلع نواب شاہ میں مرزائیوں نے اودھم مچایا۔ اہل اسلام کو مناظرہ کا

چیلنج دیا۔ مسلمانان کرونڈی نے مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ ۲۹/رجب۸۶ھ کو حضرت مناظر اسلام کرونڈی تشریف لے گئے۔ گرونڈی کے مناظرہ میں شرائط طے کرتے وقت ہی مرزائی بھاگ گئے مناظرہ کی نوبت نہ آئی۔ چک نمبر۱۰۵ ضلع میانوالی میں حسب عادت مرزائیوں نے اودھم مچایا۔ عوام اور علاقہ کے علماء کو چیلنج کیا خیال کیا کہ میدان خالی ہے مرزائی مبلغوں نے چیلنج پر چیلنج شروع کیا۔ اہل اسلام نے مناظرہ کے لئے ۴/جمادی الاول ۸۶ھ کی تاریخ مقرر کر کے ملتان دفتر ختم نبوت سے رابطہ قائم کیا۔ دفتر نے حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب کا وقت دے د... مرزائیوں کو پتہ چلا کہ تحفظ ختم نبوت کے مناظر تشریف لا رہے ہیں تو مناظرہ میں خفت و شرمساری کا میدان سامنے آیا۔ اسی وقت حکام ضلع میانوالی کو درخواست دے کر مناظرہ بند کرا دیا اور اسے نام نہاد مسیح موعود مرزا غلام احمد کی کامیابی قرار دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

میانوالی شہر ۱۸/ذی الحجہ۸۵ھ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۱۸،۱۹،۲۰/ محرم ۸۶ھ بالترتیب مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر کے ساتھ قاضی نذیر مرزائی مبلغ لائل پور اور احمد علی شاہ مرزائی مبلغ نے مناظرے کئے اور منہ کی کھائی جبکہ مولانا لال حسین صاحب کے ساتھ فاضل نوجوان مولانا عبد الرحیم صاحب اشعر نائب ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تشریف لے گئے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ اس سال ملک کے طول و عرض میں مرزائیوں نے جارحانہ کارروائی جاری رکھی۔ اور جگہ جگہ اہل اسلام کے عقائد کے خلاف شہروں' بازاروں اور قصبات میں مہم چلائی گئی۔ ضلع نواب شاہ کے عبد الحق نامی مرزائی نے اس سلسلہ میں بڑا کام کیا۔ ایک شخص حاجی محمد مانک حر کو کئی دن تک تبلیغ کرتا رہا۔ اسی اثناء میں حاجی صاحب نے مرزا صاحب کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ باتیں معلوم کر لیں۔ ایک دن حاجی صاحب اس مبلغ کے گھر رات رہے صبح کے وقت عبد الحق مرزائی نے کہا کہ میں اتنے دن سے تمہیں مسیح موعود اور ان کی نبوت کے متعلق تبلیغ کر رہا ہوں تم پر کیا اثر پڑا۔ حاجی صاحب نے کہا کہ مرزائی اقوال اور تحریرات سے

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب غیر محرم عورتوں سے خلط ملط رہتے تھے اور کبھی کبھی شراب بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ ایسے شخص کا نبی اور مسیح موعود ہونے سے کیا تعلق؟ عبد الحق مرزائی نے برملا کہا کہ محمد رسول اللہ (نعوذ باللہ خاکم بدہن) بھی غیر محرم عورتوں سے خلط ملط رہتے تھے۔ عبد الحق نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق یہ بات کئی دفعہ کہی حاجی صاحب کے کہنے پر باز نہ آیا تو حاجی صاحب نے مبینہ طور پر اسے قتل کر دیا۔ حاجی صاحب جیل میں ہیں اور ان کا مقدمہ عدالت میں عدالت مجاز ہے۔ ہمیں تو محض مرزائیوں کے اس سال کے نئے جارحانہ اقدامات سے بحث ہے۔

بھریا روڈ مین لائن پر ریلوے سٹیشن ہے یہیں سے حاجی محمد مانک کے گھر کو راستہ جاتا ہے مذکورہ مبینہ قتل کا واقعہ ۸/رمضان ۱۳۸۷ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ رمضان المبارک کے گذرنے کے ساتھ ہی چند آدمی جیپ میں سوار بھریا روڈ کے بازار میں ایک دوکاندار سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ لاہور سے آئے ہیں۔ یہاں قریب میں ایک غازی نے کسی مرزائی کو قتل کیا ہے ہم ان کی زیارت اور ان کے بچوں کو ملنا چاہتے ہیں کسی نے کہا کہ ان کا برادرزادہ سامنے ہوٹل میں چائے پی رہا ہے۔ اسے بلایا کہ ہمارے ساتھ چلو اس نے کہا کہ میں نے گڑ بیچا ہے۔ آڑھت سے حساب کرا کر رقم لے لوں۔ کہنے لگے کہ ہم اتنی دور سے آئے ہیں ہمیں جلدی لے چلو۔ رقم پھر کسی وقت لے لینا۔ وہ نوجوان جیپ میں بیٹھ گیا۔ راستہ بتایا جیپ اس راستہ پر چل پڑی شہر سے باہر دور جا کر جیپ نے راستہ بدل دیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ آپ غلط راستہ پر ہو لئے۔ دائیں ہاتھ والی سڑک پر جانا ہے۔ سنی ان سنی کر دی کافی دور جا کر جب جیپ ایک جنگل عبور کر رہی تھی۔ نوجوان نے دوبارہ کہا کہ راستہ غلط ہے۔ تو فوراً اسی کی چادر سے اس کا منہ اور آنکھیں بند کر کے پاؤں میں گرا لیا اور کہا کہ ہم تم سے عبد الحق (مرزائی مقتول) کا بدلہ لیں گے۔ رات گئے جیپ کسی نامعلوم بستی میں رکی۔ نوجوان مذکور کا منہ اور آنکھیں کھولیں۔ اور مشکیں کس دیں۔ ایک کمرے میں بند کر دیا کہ صبح اس کا کام تمام کریں گے۔

نوجوان کا بیان ہے کہ رات کے کسی حصہ میں تالا کھلا۔ اور ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ مرد ہے یا عورت مشکیں کھولیں۔ ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ جب اس بستی سے کچھ دور نکل آئے تو تاروں کے حساب سے کہا کہ ٹھیک اس جگہ باندی کا اسٹیشن ہے۔ وہاں سے ریل ملے گی جہاں چاہے چلے جانا۔ یہ کہکر وہ انسانی شرافت کا پیکر واپس چلا گیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس سال مرزائیوں کی جارحیت کا مقابلہ صبر و سکون اور علمی دلائل سے کیا۔ مبلغین مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک کے طول و عرض میں انتھک محنت کر کے وعظ و رشد کی مجالس میں مرزائیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ مناظرین تحفظ ختم نبوت نے میدان مناظرہ میں باطل کو شکست دی۔ مرکز اور ماتحت جماعتوں نے مقامی اور مرکزی ضرورت کے پیش نظر مختلف پمفلٹ و رسائل شائع کئے اور ملک میں تقسیم کئے اس کے علاوہ اطراف ملک میں تربیتی کورس کا ایک نیا نظام جاری کیا گیا۔ جس کی صورت یہ پیدا کی کہ فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب کا پروگرام جلسہ جات کی شرکت سے علیحدہ مرتب کیا گیا۔ جس کی ضرورت اکابرین تحفظ ختم نبوت دیر سے محسوس کر رہے تھے۔ ایسا علاقہ یا شہر جسے مرزائیوں نے خصوصیت سے اپنی آماجگاہ بنایا ہوا تھا۔ وہاں حسب ضرورت مولانا محمد حیات کا ہفتہ' دو ہفتہ' تین ہفتہ کا پروگرام دیا گیا۔ مولانا نے قیام فرمایا۔ اس شہر یا قصبہ میں درس قرآن و حدیث تردید مرزائیت و عیسائیت کے اجتماعات منعقد ہوئے جن میں علاقہ کے علماء طلباء تجار' وکلاء سب کو دعوت دی گئی۔ مولانا کے بیان کے بعد افہام و تفہیم اعتراضات کے جوابات کا وقت دیا گیا جس سے سب طبقوں کے مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا اور بجائے خود تردید مرزائیت و عیسائیت کا کام کرنے لگ گئے۔ ایسے تربیتی کورس گوجرانوالہ' ملتان' احمد پور شرقیہ' مظفر گڑھ' ڈگری' جھنگ' لائل پور' بہاول پور' ڈیرہ غازی خان اور ڈیرہ اسماعیل خان کے اضلاع و دیہات میں مقرر کئے گئے اور اس کا فائدہ دور رس اور مستقل صورت میں نمودار ہوا۔ جگہ جگہ سے دفتر مرکزیہ میں تحسین و آفرین کے خطوط وصول ہوئے۔

مستقل مبلغ پیدا کرنے کے لئے دارالمبلغین کا قیام زیر سیادت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب ملتان دفتر مرکزی میں ہوا۔ جہاں آنے والے علماء کے قیام و طعام وغیرہ کا مجلس کی طرف سے انتظام کیا گیا مجلس مرکزیہ ملتان کی وسیع عمارت ایسے آنے والے حضرات کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ علاوہ ازیں بدستور سابق شعبان اور رمضان میں ایسے مراکز درس قرآن کریم جہاں کے ممتاز علماء کرام' فارغ شدہ علماء کو اپنے مخصوص طرز پر درس کلام پاک سے مستفیض فرماتے ہیں وہاں حضرت امیر مرکزیہ مدظلہ کے حکم سے حضرت مولانا لال حسین صاحب نے قیام فرمایااور فارغ التحصیل علماء کی عظیم تعداد کو مرزائیت و عیسائیت کی تردید سے روشناس کرایا۔ ان علماء کی تعداد محض حضرت یاد گار سلف حافظ القرآن و الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم کے ہاں خانپور میں ڈھائی صد تھی۔ مولانا لال حسین صاحب اسی غرض سے خان پور کے علاوہ خدام الدین لاہور' چوکیرہ ضلع سرگودھا میں بھی تشریف لے گئے اور علماء کی کثیر تعداد کو اس قابل کیا کہ وہ باطل کے اعتراضات کے جواب دے سکیں

کام کی وسعت کے پیش نظر نئے مبلغین کی خدمات حاصل کی گئیں۔

(۱)محمد شریف صاحب جالندھری (۲) مولانا منظور احمد صاحب عباسی (۳)مولانا عبدالمجید صاحب (۴)مولانا محمد خان صاحب (۵)مولانا بشیر احمد صاحب ان حضرات کی تعیناتی حسب ذیل مقامات پر کی گئی۔ مولانا محمد شریف صاحب جالندھری دفتر مرکزیہ ملتان۔ مولانا منظور احمد صاحب اور مولانا عبد المجید صاحب کراچی۔ مولانا محمد خان صاحب گوجرانوالہ۔ مولانا بشیر احمد صاحب اطراف ربوہ میں مبلغ ختم نبوت چنیوٹ کی معاونت کے لئے متعین کے گئے۔

حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی مرحوم مغفور امیر مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان عرصہ دراز سے بعارضہ سرطان جگر صاحب فراش تھے حضرت قاضی صاحب مرحوم اپنے مربی حضرت امیر شریعت قدس سرہ' کے وصال مبارک کے بعد تحفظ ختم نبوت کے مرکزی صدر رہے تھے اور مجلس آپ کی سیادت میں تبلیغ اسلام و تردید باطل کا کام انجام دے رہی تھی کہ جاں نثاران بخاری کا یہ مجاہد ۱۰/

شعبان۱۳۸۶ھ کو اپنے اس قافلہ اور قافلہ سالار سے جاملا جن کی عظیم نشانی یہ ہمارے پاس موجود تھی اس طرح مجلس مرکزیہ اپنے عظیم رہنما اور پروانہ شمع ختم نبوت کی سیادت و قیادت سے محروم ہو گئی۔ سکرات موت کے وقت جو حضرات موجود تھے ان کی روایت سے یقین ہوتا ہے کہ ختم نبوت کی خدمت کے صلہ میں نجات اخروی کی خوشخبری اسی دنیا میں دے دی گئی۔

حضرت خطیب پاکستان کے علاوہ اس سال ملت اسلامیہ پاکستان کو عالم ربانی حضرت مولانا محمد بدر عالم مدینہ طیبہ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمان صاحب کیمل پوری۔ حضرت شیخ الفقہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سراج العلوم سرگودہا حضرت مولانا عبد الحنان صاحب راولپنڈی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الخالق صاحب دارالعلوم کبیر والا داغ مفارقت دے کر اپنے خالق ازلی سے جا ملے ان حضرات کا وجود مسعود امت مسلمہ کے لئے عموماً" لور علماء حق کے لئے خصوصاً" باعث رحمت ایزدی تھا۔ جناب حکیم محمد ابراہیم صاحب مرحوم بہاول پوری رکن مرکزی مجلس شوری ختم نبوت و خادم ختم نبوت ملک اللہ وسایا صاحب جابہ ضلع سرگودھا حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب میانوی کے برادر خورد مولوی خلیل الرحمان مرحوم کی وفات سے جماعت کو عملی طور پر نقصان پہنچا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحومین کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور ان ممتاز علماء کرام رحمہم اللہ کے درجات میں ترقی عطا فرمائے۔

مرکزی مجلس شوری نے دستور کی دفعہ نمبر۱۶ شق نمبر۴ کے رو سے اپنے اجلاس مؤرخہ ۲۶/شعبان میں عارضی طور پر چھ ماہ کے لئے حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحب جالندھری زید مجدہم کو امیر مرکزیہ مقرر فرمایا دستور کی شق مذکور کی رو سے مستقل انتخاب چھ ماہ کے اندر ضروری ہے۔

لہذا کل پاکستان تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل کا اجلاس مورخہ ۲۷/ذی قعدہ۱۳۸۶ھ کو بہاول پور شہر میں آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر بلایا گیا۔ حکیم محمد ابراہیم صاحب مرحوم رکن مرکزی مجلس شوری نہایت تندہی خلوص کے ساتھ جماعت کے دفتر اور تبلیغی امور کے علاوہ دو مدارس تعلیم القرآن بھی جماعت کے

ماتحت چلا رہے تھے۔ ان کے اٹھ جانے کے بعد ان کے رفقاء کار نے مرکز سے مستقل مبلغ طلب کیا۔ حضرت امیر مرکزیہ زید مجدہم نے فاضل نوجوان حضرت مولانا غلام محمد صاحب کو مقرر فرمایا۔ چونکہ حکیم صاحب مرحوم کے رفقاء نے نہ صرف حکیم صاحب کے کام کو محفوظ رکھا بلکہ اسے اور پروان چڑھایا۔ اس لئے امیر مرکزیہ نے آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کی منظوری بہاول پور میں عطا فرمائی لیکن بدقسمتی سے حکام ضلع نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے جماعت کے کھلے اجلاس پر پابندی عائد کر دی اور ضلع کی انتظامیہ نے فرقہ وارانہ کشیدگی کا بہانہ تراش کیا جس کے جواب میں تمام مسلمان فرقوں شیعہ۔ سنی۔ اہل حدیث۔ دیو بندی۔ بریلوی نے مشترکہ وفد کے ذریعہ حکام کو یقین دلایا کہ یہ مسئلہ جزو ایمان ہے لیکن بہاول پور کی انتظامیہ نے نہ معلوم وجوہات کی بنا پر پابندی واپس نہ لی۔

کھلے اجلاس ہائے پر پابندی کی وجہ سے اطراف ملک سے آئے ہوئے اراکین کا اجلاس مکان کے اندر ہوا اور اس طرح ضلعی انتظامیہ عوام سے قریب آنے کی بجائے زیادہ دوری کا باعث بنی۔ جنرل کونسل کے اجلاس نے بالاتفاق مرکزی امارت کے لئے حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحب جالندھری زید مجدہم کو منتخب کیا۔

اکابرین جماعت کی خواہش کے پیش نظر جماعت کی رجسٹریشن کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام پر جماعت رجسٹرڈ کرائی گئی جس کا نمبر ۱۴/ایم آر ہے۔

قادیان کی تاریخ پون صدی ہے۔ مرزا غلام احمد کے دعاوی کے پیش نظر دنیائے اسلام کا کوئی ایک ممتاز عالم دین ایسا نہیں جس نے اس کے کفر کا فتوے نہ دیا ہو اور قادیانی امت کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت سے علیحدہ قرار نہ دیا ہو۔ اسی کے پیش نظر آج تک کوئی بھی مرزائی حج بیت اللہ شریف کے لئے حجاز مقدس نہ جاسکا چونکہ مرزائی خود کو امت محمدیہ علی صاحبا الصلوۃ والسلام سے علیحدہ شمار کرتے ہیں۔ اس لئے کسی غیر نام سے ایک دفعہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ ثانی مرزائی حج بیت اللہ کے لئے گئے اور آکر اپنی سرگذشت بیان کی:۔

"اگر کبھی ہم نے مجبوراً" بیت اللہ شریف میں نماز باجماعت ادا کی تو اپنے مکان میں آکر اسے دہرایا۔ کیونکہ ہماری نماز بیت اللہ کے امام کی اقتدا میں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

اسی لئے ہر حکومت نے مرزائیوں کو بحیثیت مرزائی بیت اللہ شریف ہی میں نہیں بلکہ مملکت حجاز میں بھی داخل نہ ہونے دیا۔ لیکن شاہ فیصل والی حجاز نے چوہدری ظفراللہ خان مرزائی کو اس سال داخلہ حجاز بیت اللہ شریف کی اجازت دے کر تمام اہل اسلام کے متفقہ فیصلہ کی خلاف ورزی کی جس پر مرکزی جماعت نے آل پاکستان یوم احتجاج مورخہ ۱۵/صفر ۱۳۸۷ھ کو منایا۔ اور امت مسلمہ کی اس ناراضگی کی اطلاع مملکت سعودیہ عربیہ کی سفارت کے ذریعہ شاہ فیصل تک پہنچائی گئی۔

حضرت امیر مرکزیہ زید مجدہم آئندہ سال مشرقی پاکستان میں مستقل دفتر تحفظ ختم نبوت کے اجراء بیرونی ممالک خصوصاً" جزائر فجی اور انگلستان میں تبلیغی وفود بھیجنے کا مستقل پروگرام طے فرما چکے ہیں اور عنقریب اس پر عمل شروع ہو جائے گا۔

(وما علینا الا البلاغ)

یاد خدا را بہانہ ساخت

شیطان جب کسی کو گمراہ کرنے کے لئے تجویز کرتا ہے تو اس کے ذوق و شوق کا عمیق جائزہ لیتا ہے اور اس کی طبیعت کے میلان کے مطابق اس کی گمراہی کے سامان کرتا ہے۔ یہی حال دیار مشرق میں رہنے والوں کا ہے ان کو اگر غلط راستہ پر بھی ڈالنا مقصود ہو تو مذہب کا نام لینا ضروری ہے تاکہ وہ اس کام کو نیکی سمجھ کر شروع کریں اور بالآخر نتیجتہً" گمراہ ہو کر رہ جاویں ۔ یہی حال یہاں کے لیڈروں اور پیروں ' فقیروں کا ہے ۔ مذہب اور دین کا نام لے کر سادہ لوح عوام کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ جماعت ربوہ کے اندرونی عزائم کی جھلک گاہے بگاہے پیش کی جاتی رہے گی۔ فی الحال جماعت ربوہ سے گذارش ہے کہ جس کو وہ "مصلح موعود" سمجھتے ہیں اس کے حالات پر غور کریں اور کنویں سے باہر کی دنیا کا بھی جائزہ لیں کہ وہ کیا کہتی ہے ورنہ صرف اپنے

خلیفہ کے مندرجہ ذیل اعتراف ہی ملاحظہ کریں۔

کیا بتاؤں کس قدر کمزوریوں میں ہوں پھنسا
سب جہاں بیزار ہو جائے جو ہوں میں بے نقاب

جو کوچہ عشق کی خیر ہو تو سب کریں ایسی بے حیائی
یہ اہل ظاہر جو مجھے کہتے ہیں کچھ تو اے بے حیا' حیا کر

(ہفت روزہ "لولاک" ۹ر فروری ۱۹۶۸ء)

کشمیر کے بارے میں قادیانیوں کی غلط بیانیاں

"تاریخ احمدیت" کے نام سے جماعت احمدیہ نے اپنی سرگرمیوں کی جو تاریخ لکھی ہے۔ یہ اس سلسلے کی چھٹی جلد ہے۔ اور اس کا تعلق تحریک حریت کشمیر میں اس جماعت کے رول سے ہے۔ تحریک کشمیر کے ابتدائی ایام میں "کشمیر کمیٹی" کے صدر کی حیثیت میں جماعت احمدیہ کے سابق امیر مرزا بشیر الدین محمود صاحب اور ان کے زیر اثر ان کی جماعت کے دیگر لوگوں نے خاص دلچسپی لی ہے۔ چنانچہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو برصغیر کے مسلم رہنماؤں نے شملہ اجلاس میں کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی میں مدد دینے کے لئے "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی۔ انگریزوں سے احمدیوں کے خصوصی روابط کے پیش نظر مرزا صاحب کو اس کمیٹی کا صدر مقرر کیا۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۴۴۴ میں لکھا ہے۔

علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مرزا صاحب ولایت میں پروپیگنڈہ کرنے کے علاوہ وائسرائے اور اس کے سیکرٹریوں سے ملاقات کر سکیں گے۔ تحریک کشمیر سے قادیانی جماعت کی یہ دلچسپی ۱۹۳۴ء تک جاری رہی۔ جب کشمیر کمیٹی کے اکثر ارکان کے مطالبہ پر مرزا صاحب کو اس کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ کشمیر کمیٹی اور ان کے فنڈز کو کشمیر میں اپنے مذہبی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ تحریک کشمیر میں احمدی جماعت کا رول خاصا الجھا ہوا ہے۔ مشہور کشمیری مورخ

پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اپنی کتاب "دی سٹرگل فار فریڈم ان کشمیر" میں لکھا ہے کہ "قادیانی کشمیر کمیٹی کو اپنے مذہبی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔" بعض لوگوں کی رائے ہے کہ احمدی جماعت نے انگریزوں کے ایما پر تحریک کشمیر میں حصہ لیا ہے۔اس کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہمیں میرپور کے بعض پرانے سیاسی کارکنوں نے بتایا کہ میرپور کی تحریک عدم ادائیگی مالیہ کو دبانے کے لئے جب ڈوگرہ حکومت کی درخواست پر انگریز فوج آئی تو انگریز فوجی آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے دیہاتیوں کے کہتے تھے کہ "مالیہ مٹ دو" (مالیہ مت دو) اس تحریک کو دبانے میں مدد دینے کے عوض انگریزوں نے ڈوگرہ حکمران سے گلگت کی عملبرداری حاصل کی۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ انگریزوں کو گلگت ملنے پر احمدی جماعت کی تحریک کشمیر میں دلچسپی ختم ہو کر رہ گئی۔ کشمیر میں سیاسی حلقوں کو مدت سے اس امر کا خدشہ تھا کہ احمدی اپنے مخصوص طریقہ کار کے مطابق تحریک حریت کشمیر کو بھی اپنے طور پر پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔اس کتاب کی صورت میں یہی خدشہ حقیقت کے روپ میں سامنے آیا ہے کہ اس کتاب میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے اور خودنمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ممتاز کشمیری رہنماؤں کی توہین کی گئی ہے۔ مثلاً" کتاب کے صفحہ ۴۸۹ پر مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ ــــــــ میں تو آپ کو کشمیر کی تحریک آزادی کا لیڈر مقرر کرتا ہوں۔" اس طرح ممتاز کشمیری لیڈروں خاص کر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے وہ رسمی خطوط اور رسیدوں کی فوٹو گراف شائع کئے گئے جو وہ کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت میں مرزا صاحب کو لکھتے رہے۔ یہ اس مالی امداد کی رسیدیں ہیں جو کشمیر کمیٹی کے فنڈز سے تحریک کشمیر کے کارکنوں کو ملتی رہی لیکن قادیانی حضرات کی مورخانہ دیانت داری ملاحظہ ہو کہ اس امداد کو جماعت احمدیہ کی امداد ظاہر کر کے عام مسلمانوں کے دلوں میں کشمیری مسلم لیڈر شپ کے بارے میں بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جہاں کشمیری لیڈروں کے رسمی خطوط کی فوٹو گراف کتاب میں موجود ہیں۔ وہاں شیر کشمیر شیخ محمد عبد اللہ رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس اور میر واعظ مولوی یوسف شاہ کے ان بیانات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جن میں ان لیڈروں نے قادیانی

جماعت کی سرگرمیوں سے لاتعلقی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ جن کا اعتراف خود مرزا صاحب نے کشمیر میں اپنی جماعت کے آرگن ہفت روزہ "اصلاح" ۴جولائی ۱۹۴۶ء میں ان الفاظ میں کیا تھا۔

"خود کشمیری لیڈروں نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا تھا کہ ان کی (مرزا صاحب) کی وجہ سے ہمیں (کشمیریوں کو) نقصان پہنچا ہے۔"

کتاب میں اس اہم تاریخی فیصلہ کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ شیر کشمیر شیخ محمد عبد اللہ کی موجودگی میں اور قائد کشمیر چوہدری غلام عباس کی صدارت میں مسلم کانفرنس نے قادیانیوں کو جماعت سے خارج کیا گیا تھا اور ۱۹۴۷ء تک اس پر عمل ہوتا رہا حتی کہ نیشنل کانفرنس ایسی سیکولر جماعت میں بھی شیر کشمیر نے کسی قادیانی کو گھسنے نہیں دیا۔

کتاب میں امیر جماعت احمدیہ کے اہم اور غیر اہم بیانات خطوط حتی کہ نجی گفتگو کا بھی مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ لیکن مرزا صاحب کے اس طویل بیان کا ذکر سرسری ہے۔ جو انہوں نے شیر کشمیر کی تحریک "کشمیر چھوڑ دو" کے خلاف اور ہری سنگھ کے حق میں جاری کیا تھا جو ان کے آرگن "اصلاح" (۴ جولائی۴۶) میں پورے دو صفحات پر شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میری تمام تر ہمدردیاں مہا راجہ بہادر کے ساتھ ہیں۔"

کتاب میں یہ مضحکہ خیز دعوی بھی کیا گیا ہے کہ آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد ۴اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مرزا صاحب نے رکھی ہے۔

کتاب میں واقعاتی طور پر بے شمار غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔ جن کی تردید کے لئے اتنی ہی بڑی کتاب کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر اس کے صفحہ ۶۰۳ پر لکھا ہے۔ کہ مسلم کانفرنس کا چوتھا سالانہ اجلاس اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بمقام سرینگر چوہدری غلام عباس خان صاحب کی صدارت میں ہوا تو اس کی مجلس استقبالیہ کے صدر احمدیہ جماعت کے ایک رکن (خواجہ غلام نبی گلکار) تھے"

حالانکہ یہ تاریخی اجلاس اکتوبر نہیں ستمبر ۱۹۳۵ء میں ہوا ہے۔ اور اس استقبالیہ

کمیٹی کے صدر میرواعظ ہمدانی نہیں مولانا غلام نبی ہمدانی صاحب تھے ان کا چھپا ہوا خطبہ استقبالیہ ہمارے پاس موجود ہے) جو بخشی غلام محمد سیکرٹری مجلس استقبالیہ کے زیر اہتمام سرینگر سے شائع ہوا ہے)

کتاب میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں مسلم کانفرنس کے خلاف جو جماعت انجمن مہاجرین کشمیر کے نام سے بنائی گئی تھی۔ اس کے تمام اخراجات مرزا صاحب برداشت کرتے رہے حالانکہ مرزا صاحب ان دنوں ایک اخباری بیان میں اس انجمن سے لاتعلقی کا اظہار کر چکے ہیں لیکن کتاب میں فخر کے ساتھ درج ہے۔

"اس انجمن کے جملہ اخراجات کے کفیل حضور تھے۔"

کتاب کے آخر میں یہ دعوی درج ہے کہ کشمیر میں مسیح اول دفن ہیں اور وہاں ۸۰ ہزار احمدی آباد ہیں۔ قبر عیسیٰؑ کی داستان ان حضرات کی خود ساختہ ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اور ریاست میں احمدیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہیں جب تحریک حریت کے ابتدائی دور میں تحریک کی وجہ سے مسلمانوں کو ملازمتیں ملیں تو احمدیوں نے اپنے مخصوص طور طریقوں سے کام لے کر ان ملازمین میں سے بعض کو احمدی بنایا۔

کتاب میں کشمیر کی تاریخ اور بالخصوص تحریک حریت کشمیر کی تاریخ کو بے دردی کے ساتھ مسخ کیا گیا ہے۔ اور کشمیری راہنماؤں خاص طور پر شیر کشمیر شیخ محمد عبد اللہ کے روشن کردار کو عام مسلمانوں کی نظروں میں مشکوک بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک حریت کا کوئی اہل قلم کارکن اس کا جواب لکھے خاص طور پر شیر کشمیر کے خطوط اور رسیدوں کی فوٹوگراف شائع کر کے مسلمانوں میں بدگمانیاں پیدا کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے اس کا ازالہ ضروری ہے۔ کہ آج قادیانی حضرات اپنے مخصوص مقاصد کے پیش نظر شیر کشمیر شیخ محمد عبد اللہ کے "ہمدرد" اور "اجارہ دار" بنے ہوئے ہیں:۔(بشکریہ ہفت روزہ کشمیر راولپنڈی۔ ہفتہ وار المنبر لائل پور ۱۶/ فروری ۱۹۶۸ء)

پاس شدہ تجاویز بر موقعہ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ

۱۱‘۱۲‘۱۳ شوال ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۲‘۱۳‘۱۴/۱۱/ جنوری ۱۹۶۸ء

۱۔ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کا یہ اجلاس مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے انگلستان میں تبلیغ اسلام و تردید باطل کے لئے تشریف لے جانے کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور حضرت موصوف کی مساعی جمیلہ پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ تبلیغ اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور شرف قبولیت بخشیں۔

۲۔ فجی آئی لینڈ کے مسلمانوں نے پاکستانی ہائی کمشنر مقیم آسٹریلیا کی وساطت سے حکومت پاکستان سے استدعا کی ہے کہ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کو تبلیغ اسلام کے لئے جزائر فیجی میں آنے کی اجازت دے۔ یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مسلمانان جزائر فیجی کی اس درخواست کو قبول فرما کر شکریہ کا موقع دے۔

۳۔ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت پاکستان کی اس پالیسی کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ جس کی رو سے کئی لاکھ روپے کا زر مبادلہ مرزائی جماعتوں کو بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے نام پر دیا جاتا ہے۔ مرزائی حکومت کی اس فیاضی کو بیرونی ممالک میں مسلمانوں کو مرتد کرنے پر خرچ کرتے ہیں۔ دنیائے اسلام مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دیتی ہے۔ مصر‘ شام‘ عراق‘ حجاز‘ جنوبی افریقہ اور دیگر اسلامی ممالک مرزائیوں کی سرگرمیوں کے خلاف نفرت کا اظہار کر چکے ہیں اس لئے یہ اجلاس درخواست کرتا ہے کہ آئندہ زرمبادلہ کی کوئی رقم مرزائیوں کو نہ دیتے ہوئے اسلامی ممالک میں اچھی فضا قائم کرے۔

۴۔ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت پاکستان سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام کے اوقاف کی طرح جلد از جلد مرزائی اوقاف کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں دے کر انصاف کا تقاضا پورا کرے۔ اس معاملہ میں حکومت کا تساہل اور چشم پوشی گوناگوں شکوک پیدا کر رہی ہے۔

۵۔ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجلاس یقین رکھتا ہے کہ مرزائی جماعت پاکستان کی وفادار نہیں۔ یہ جماعت پاکستان میں مرزائی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت اس مسئلہ پر غیر جانبدار تحقیقاتی کمیشن مقرر کرے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ایسا مواد مہیا کر سکتی ہے۔

۶۔یہ اجلاس مسٹر این۔ اے فاروقی کی بحیثیت چیف الیکشن کمشنر کی تقرری کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے فاروقی صاحب کا ماضی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وہ بلازمت محض مرزائیت کی نشر و اشاعت کے لئے کرتے رہے ہیں۔ اس لئے یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ انہیں ایسی عوامی اور اہم آسامی سے علیحدہ کرکے اہل اسلام کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو دور کرے۔

۷۔ یہ اجلاس مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی جارحانہ کاروائیوں کے پیش نظر اہل اسلام کے دیرینہ مطالبہ کو دہرانا ضروری سمجھتا ہے کہ مرزائی بوجہ مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کے امت محمدیہ علی صاحب الصلوۃ و السلام سے علیحدہ ہیں اس لئے حکومت قانونی طور پر انہیں علیحدہ "اقلیت" قرار دے۔

۸۔ یہ اجلاس مختلف مکاتب فکر کے درمیان اختلاف کی موجودہ فضا کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اور تمام فرقوں کے رہنماؤں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ وہ مسئلہ ختم نبوت کی عظمت کے لئے مشترکہ لائحہ عمل تجویز کرنے میں اشتراک عمل کی راہ اختیار کریں۔(خدام الدین۲۹/ فروری۱۹۶۸ء)

ربوہ کا میلہ
(جہاں گرد کے قلم سے)

قادیانی حضرات اسلام کے خلاف سادہ لوگوں کے پھانسنے کے لئے جس طرح دام ہمرنگ زمین بچھاتے ہیں' وہ بھی ان کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ حضرات سے کوئی مخفی نہیں ہے اب کچھ مدت سے اندرون ملک سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے کا خاص حربہ ان کا سالانہ جلسہ ربوہ ہے جس کی تعریف میں ان کے شاعروں٬ مسٹر

روشن دین تنویر اور ثاقب زیروی نے زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی ناکام سعی فرمائی ہے جہاں گرد کے ایک قادیانی کرم فرما ہمیشہ سے سالانہ جلسہ ربوہ کی دعوت دیا کرتے تھے۔ ایک بار "جہاں گرد" نے خیال کیا کہ چلو دیکھوں تو سہی وہاں کیا کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں گرد نے پروگرام بنایا اور ربوہ کے سالانہ جلسہ میں جا دھمکا وہاں کیا کچھ دیکھا؟ اور جہاں گرد کے قلب و دماغ پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ وہاں کا ماحول کیا تھا؟ جہاں گرد ان تمام امور سے قارئین "المنبر" لائل پور کو بھی مطلع کرنا ضروری خیال کرتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہاں اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ یہ دینی جلسہ سے زیادہ کسی میلہ ...... کا منظر پیش کرتا تھا۔ ایک مبصر کی حیثیت سے ربوہ کا جلسہ دیکھ کر جہاں گرد کے ذہن پر جو اثرات مرتب ہوئے وہ یہ تھے۔ کہ یہ لوگ دین کا نام یونہی لیتے ہیں ان میں دینداری نیکی' تقوی' خلوص کی کوئی بات ان کے چہرہ سے نمایاں نہ تھی۔ نماز کے اوقات میں ان میں نماز کی تڑپ وغیرہ بھی دیکھنے میں نہیں آئی' نمازوں کے اوقات میں ان کی بڑی تعداد ادھر ادھر گھومتی پھرتی رہی۔ یوں تو خواتین کا ایک اجتماع تھا لیکن ان کی اکثریت بھی قادیانی مردوں کی طرح دینی جذبات و احساسات سے خالی نظر آئی۔ ان کی خواتین بھی مستوارات سے زیادہ مکشوفات تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ربوہ میں حسن و جمال کی کوئی نمائش لگی ہے۔ جہاں گرد کے ناقص خیال میں اگر قادیانی حضرات اپنے آپ کو ایک دینی جماعت (خواہ دین باطل ہی سہی) خیال کرتے ہیں تو ایک دینی جماعت کے دینی جلسہ میں مستورات کو یوں بے باکانہ و بے حجابانہ نہیں پھرنا چاہئے۔۔۔۔ربوہ کے سالانہ جلسہ میں جہاں گرد نے قادیانی حضرات میں بت فروشی بڑے زوروں پر دیکھی۔ مرزا غلام احمد' بشیر الدین محمود اور مرزا ناصر احمد چار چار آنے میں فروخت ہوتے دیکھے یعنی ان کی تصاویر بہت بڑی تعداد میں فروخت کی جا رہیں تھیں اور ہر قادیانی انہیں یوں خرید رہا تھا جیسے ان تصاویر کی پرستش کرتا ہے' ایک دینی خاندان اور دینی جماعت کو ان تصاویر سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ جبکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تصاویر سے قطعاً" منع فرما دیا ہے

آپ ان کی اس حرکت سے ان کی دینداری کا اندازہ لگالیں۔

جلسہ ربوہ میں توہین انبیاء کا وہ منظر دیکھا جس کا جہان گرد کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی ایوان محمود کے باہر ایک مذہبی عجائب گھر کے نام سے نمائش لگی ہوئی تھی اس میں مختلف ریفارموں مصلحین حتی کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام اور حضرت مریم کی ہاتھوں سے بنائی ہوئی تصاویر تھیں حضرت عیسی علیہ السلام ان کے حواریوں اور ان کی والدہ محترمہ کی تصاویر ایسے بھونڈے اور سوقیانہ انداز سے بنائی اور سجائی گئی تھیں کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان اسے ایک لحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا اسی عجائب گھر میں ایک جگہ ایک نقشہ میں دمشق سے مری سری نگر محلہ خانیار تک کا راستہ دکھایا گیا تھا جہاں بزعم قادیانی حضرات حضرت عیسی علیہ السلام نعوذ باللہ مدفون ہیں وہاں ایک صاحب گلا پھاڑ پھاڑ کر وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر رہے تھے جب جہاں گرد نے از راہ تفہیم ان سے یہ دریافت کیا کہ قرآن کی کونسی آیت یا حدیث نبوی سلف و خلف سے حضرت عیسی علیہ السلام کے ورود ہندوستان کا ثبوت ملتا ہے یا کم از کم دنیا کی کونسی قدیم مستند تاریخ ایسا ثبوت مہیا کرتی ہے اس کا جواب دینے کی بجائے اس بزرگ نے جہاں گرد بیچارے کو آڑے ہاتھوں لیا۔ جہاں گرد نے جب ان کے جلال و غضب کو دیکھا تو خاموشی سے آگے کھسک جانے میں عافیت سمجھی۔

ہر طرف بے شمار نوجوانوں سے جہاں گرد نے یہ دریافت کیا کہ تم کون ہو چند ایک کے علاوہ قریباً" سبھی نے یہ بتایا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا قادیانیت سے کوئی تعلق نہیں ہم تو صرف یہ میلہ ہی دیکھنے آئے ہیں جہاں گرد کو چند تقریریں سننے کا بھی اتفاق ہوا' ایک مرزا ناصر احمد کی جو اپنے باپ دادا کی طرح علماء کرام کو ملاں کہہ کر اپنے دل کا غبار نکال رہے تھے اور اپنے اسلاف کی طرح دشنام طرازی فرما رہے تھے۔ دوسری معروف قادیانی مبلغ جناب چوہدری ظفر اللہ خاں کی تقریر تھی عنوان تھا اسلام میں اقتصادی نظام جہاں گرد یہ سن کر حیرت میں گم ہوگیا ہے کہ جس گروہ کے سربراہ کا خاندان بہت بڑا دولتمند اور جاگیردار ہو جس کے پیروکار ملک کے بہت بڑے صنعتکار سرمایہ دار ہوں جو بذات خود بہت بڑے رئیس ہوں انہیں اسلام کے اقتصادی نظام

سے کیا تعلق بر عکس نام زنگی نہند کافور کی اس سے اچھی مثال کیا ہو سکتی ہے؟ قادیانی حضرات کے نظم و نسق کا جو شہرہ سنا تھا طعام خانہ میں اس کا منظر دیکھ کر جہاں گرد یہ پڑھتا ہوا۔ باہر نکلا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

(المنبر لائل پور ۲۶/ فروری ۱۹۶۸ء)

قادیانیوں نے چوہدری غلام عباس کے جنازہ میں شرکت نہیں کی

قائد کشمیر چوہدری غلام عباس خان مرحوم کے جنازہ میں فرقہ قادیانی کے کسی فرد نے شرکت نہیں کی اور جو چند قادیانی حضرات اس موقعہ پر لیاقت باغ میں موجود تھے اور بعد میں ماتمی جلوس میں بھی شامل رہے وہ بھی نماز جنازہ کے وقت ایک طرف کھڑے رہے واضح رہے کہ قادیانی حضرات کسی مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتے ہیں:۔

(المنبر لائل پور ۲۶/ فروری ۱۹۶۸ء)

سر ظفر اللہ جواب دیں

ریاست جموں و کشمیر میں ۱۳/جولائی ۱۹۳۱ء کے واقعہ کے بعد مہاراجہ کی حکومت نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ اور جموں اور سرینگر میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا' مہا راجہ کی انتقامی کارروائی کے باوجود ریاست کے مسلمانوں میں تحریک آزادی نے تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا۔ اور جلد ہی کم و بیش ریاست کے ہر علاقے میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہونے لگے۔ حکومت نے جب دیکھا کہ حالات اس کے قابو سے باہر ہوتے جا رہے ہیں تو اس نے برطانوی فوج کی مدد طلب کر لی۔

کشمیر میں ۱۹۳۱ء کی تحریک آزادی کی تائید و حمایت کے لئے شمالی ہند کے مسلمانوں نے پنجاب سے دو مختلف تحریکوں کا آغاز کیا۔ ایک تحریک جس کی نوعیت انقلابی تھی۔ مجلس احرار کے اہتمام اور سرکردگی میں شروع کی گئی۔ مجلس احرار کی

عاملہ نے ۱۹۳۱ء کے وسط میں اس امر کا فیصلہ کیا کہ وہ کشمیری مسلمانوں کے جائز حقوق دلوانے کے لئے کسی بڑے سے بڑے اقدام سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ بحوالہ اشرف عطاء کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے صفحہ (۱۳۱) ابتدا میں احرار نے مولانا مظہر علی اظہر کی رہنمائی میں وزیر اعظم کشمیر کے پاس ایک وفد بھیجا۔ لیکن گفت و شنید ناکام رہی۔ اور کشمیر کی حکومت نے احرار کی طرف سے پیش کئے جانے والے مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پرامن گفتو شنید کی ناکامی کے بعد احرار نے ایک عظیم الشان تحریک کا آغاز کیا۔ اور حکومت کے امتناعی احکامات کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں رضا کاروں کو ریاست کی طرف روانہ کیا۔ جو رضار کار ریاست میں داخل ہوتے تھے انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا جاتا تھا جب مہا راجہ کی حکومت نے دیکھا کہ صورت حال اس کے قابو سے نکلتی جا رہی ہے تو اس نے حکومت پنجاب سے درخواست کی۔ کہ احرار رضاکاروں کو ریاست کی حدود میں داخل ہونے سے قبل ہی گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے احرار جتھوں کو اپنی سرحد پر ہی روکنا شروع کر دیا۔(بحوالہ محمد احمد خاں' اقبال کا سیاسی کارنامہ صفحہ ۱۷۹)

ریاستی مسلمانوں کی تائید کے لئے شمالی ہند کے مسلمانوں کی دوسری تحریک کی نوعیت دستوری اور آئینی تھی۔ اور یہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نام سے منسوب تھی۔ کشمیر کمیٹی کا قیام ۲۵/ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں عمل میں آیا۔ اور اس کے پہلے صدر جمات احمدیہ (قادیانی جماعت) کے امیر مرزا بشیر الدین محمود تھے۔ مرزا صاحب کے علاوہ اس کمیٹی میں قادیانیوں کے اور بھی کئی افراد شامل تھے۔ علامہ اقبالؒ بھی کشمیری مسلمانوں سے اپنے مخصوص تعلق کی بناء پر ابتدا سے آخر تک اس کمیٹی میں شامل رہے۔ اور بعد میں اس کے صدر بھی بنے۔

اس کمیٹی نے اپنے قیام کے وقت جو مقاصد اپنے لئے مقرر کئے تھے۔ ان میں آئینی ذرائع سے کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز اور واجبی حقوق دلانا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے مظلوم کشمیری مسلمانوں کی قانونی امداد بھی شامل تھی۔

کشمیر کمیٹی کے بارے میں اب تک جو تفصیلات سامنے آئی ہیں۔ اور جو حقائق و

شواہد بعد میں رونما ہونیوالے حالات و واقعات کی روشنی میں واضح ہوئے ہیں ان کے پیش نظر یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہو گا۔ کہ کشمیر کمیٹی کا قیام قادیانیوں کے مخصوص مقاصد و مفادات کے حصول کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ کشمیر کمیٹی کے سلسلہ میں قادیانیوں کا رول تحریک کشمیر میں ان کی سرگرم شمولیت ہی سے مشکوک نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ ٹھوس تاریخی شواہد بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ شمولیت بے معنی یا محض مسلمانوں کی ہمدردی کے سبب سے نہیں تھی حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے قادیانی ہمیشہ غیر متعلق رہے بلکہ برعکس اس کے انہوں نے مسلمانوں کی مخالف قوتوں کو تقویت دینے کی کوشش کی۔ مثلاً" ۱۹۱۸ء میں جب پورا مسلم ہندوستان ترکی کے خلاف انگریز جارحیت پر سراپا احتجاج بنا ہوا تھا ترکی کی شکست اور بغداد پر برطانوی قبضے کی خوشی میں قادیان میں "جشن فتح" منایا گیا۔ اور چراغاں کیا گیا۔ (ملا خطہ ہو (منیر رپورٹ صفحہ ۱۹۶ء) اسی طرح برصغیر کے مسلمانوں کا اہم ترین مسئلہ آزادی کا حصول اور پاکستان کا قیام تھا اس پر قادیانیوں کا رد عمل یہ تھا کہ اول تو وہ اس بات کے خواہشمند تھے۔ کہ انگریزی اقتدار برصغیر سے ختم ہی نہ ہو۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ انگریزوں کا برصغیر سے رخصت ہونا ناگزیر ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے مسلمانان ہند کے مطالبے کے برعکس برطانیہ اور کانگریس کی ہمنوائی میں متحدہ ہندوستان کی تائید کی کیونکہ ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کی صورت میں انہیں اپنا وجود ہی ختم ہوتا نظر آرہا تھا۔ منیر رپورٹ شاہد ہے کہ ان کی بعض تحریروں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اگر تقسیم معرض عمل میں آبھی گئی۔ تو وہ برصغیر کے دوبارہ اتحاد کے لئے جدوجہد کریں گے:۔(ملا خطہ ہو منیر رپورٹ صفحہ ۱۹۶)

اب یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ قادیانیوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے کسی اجتماعی مسئلے پر نہایت سرگرمی سے ساتھ دیا تھا۔ تحریک کشمیر میں قادیانیوں کا اس قدر جوش و خروش سے شرکت کرنا کشمیری مسلمانوں کو مفت قانونی امداد مہیا کرنا اور کشمیری راہنماؤں کو امداد دینا ان کے سابقہ رویے اور سیاسی نظریات کے پیش نظر معنی خیز معلوم ہوتا ہے اور یہ باور کرنا پڑتا ہے۔ کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب اور ان کے

دیگر پیروکاروں کی تحریک کشمیر میں شمولیت مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کی خاطر نہیں تھی۔ بلکہ اس کے پیچھے کچھ اور خفیہ مقاصد تھے۔ جن کی تکمیل کشمیر کمیٹی ہی کی وساطت سے ہو سکتی تھی۔ یہ خفیہ مقاصد کیا تھے۔ اور ان کا تعلق ریاست کشمیر سے کیا تھا؟۔ ان سوالات پر غور کرنے سے قبل ہمیں ریاست کشمیر اور اس سے ملحقہ سرحدی علاقوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی اس پالیسی کو سامنے رکھنا ہو گا جو ۱۹۳۰ء سے کچھ عرصہ قبل سامنے آ رہی تھی۔

ریاست کشمیر کی مخصوص جغرافیائی اہمیت انیسویں صدی کے وسط سے ظاہر ہونی شروع ہوئی۔ جب ایشیا دو بڑی یورپی طاقتوں انگلستان اور روس کی جنگ اقتدار کی بازی بنا اس سارے عرصے میں حالات کچھ اس طرح کنٹرول میں رکھے گئے۔ کہ یہ دونوں طاقتیں براہ راست ایک دوسرے سے نبرو آزما نہیں ہوئیں؟ لیکن اعصابی جنگ بیسویں صدی کے نصف اول تک جاری رہی۔(بلکہ آج تک جاری ہے)

انیسویں صدی کے اوائل سے روس نے توسیع پسندی کی جس پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا۔ اس نے برطانوی حکومت کو بجا طور پر اس خدشے سے دوچار کر دیا کہ روس وسط ایشیا میں بڑھتے بڑھتے ہندوستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ افغانستان ایران اور چین کے شمالی علاقوں پر قابض ہو جانے کے بعد سنکیانگ راستے وادی کشمیر میں داخل ہونا روس کے لئے مشکل بات نہ تھی۔ انیسویں صدی کے آداخر اور بیسویں صدی کی پہلی دھائی میں برطانیہ کی پالیس یہ تھی کہ روس کو افغانستان میں سنکیانگ کی طرف بڑھنے سے روک دیا جائے۔(بحوالہ جوزف کوربل صفحہ ۲۷۴)

اسی بنا پر برصغیر کے شمال مغربی سرحدی صوبے کے اہم مقامات پر برطانوی فوجی چوکیاں قائم کی گئیں۔ اور روسی خطرے سے بچاؤ کی خاطر ہی پہلی ۱۸۴۲ء۔ ۱۸۳۹ء دوسری ۱۸۸۱ء۔ ۱۸۷۹ء اور تیسری جنگ افغانستان (۱۹۱۹ء) لڑی گئی۔ اس سے قبل جب روس نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔ اور سمرقند۔ تاشقند اور وادی جیحوں اور سیحوں کے علاقہ پر قبضہ جما لیا۔ تو برطانیہ نے روسی خطرے کے پیش نظر فوج کا ایک معتد بہ حصہ ریاست جموں کشمیر کے شمالی علاقے میں بھجوا دیا۔ روس اپنے بعض یورپی مواعید اور

داخلی مسائل کی بنا پر اگر برصغیر پر حملہ نہیں کر سکا۔ تو اس نے انگریزوں کے خدشات کی معقولیت پر شبہ نہیں کیا جانا چاہئے یہ حقیقت ہے کہ انقلاب سے قبل روسی حکومتوں نے انیسویں صدی میں متعدد بار برصغیر پر حملہ آور ہونے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی تھی۔ برصغیر پر روسی حملوں کی منصوبہ بندی اور ہندوستان کے بارے میں روسی پالیسی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں۔

(1) آر شیرٗبالا کی *Russia Aginst India*

(2) فرانس ہنری سکرائن کی *The Expansion of Russia*

(3) ولیم ڈگی کی *India for the Indians For England*

(4) چارلس بولگر کی *England and Russia in central Asia*

(5) ریڈوڈایچ سودرلینڈ کی *Russia Projects Against India*

روس میں اشترا کی انقلاب کے بعد ایشیا اور مشرق وسطے میں روس اور برطانیہ کے روائیتی تعلقات میں اہم تبدیلی رونما ہوئی جنگ عظیم اول کے بعد برطانوی مقبوضات میں آزادی کی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ عرب ممالک نے آزادی کی طرف قدم بڑھانے شروع کئے۔ادھر افغانستان اور ایران بھی برطانوی اثرات سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ہندوستان میں آزادی کی تحریک نے آئینی اور غیر آئینی اطراف سے ابھرنا شروع کیا۔ چین میں داخلی جنگوں نے عارضی امن کی اس صورت حال کو درہم برہم کر دیا جو برطانیہ کے اطمینان کا باعث تھی یہ ساری صورت حال برطانیہ کی نظر میں اشترا کی نظریے اور روسی اثرات کی توسیع پسندی کے لئے آئیڈیل صورت حال تھی اب روس کے ہاتھ میں جو ہتھیار تھا۔ وہ تھا ایک طرف تو وہ برصغیر میں قومیت پرستی کے اٹھتے ہوئے جذبات سے فائدہ اٹھاکر اور تحریک آزادی کی حمائیت کر کے برطانوی حکومت کے خلاف برصغیر کے عوام کی ہمدردیاں حاصل کر سکتا تھا۔ اور دوسری طرف اشترا کی انقلاب کے لئے بھی راہ ہموار کی جا سکتی تھی۔

روس کو برطانیہ سے جو خطرہ تھا وہ ایشیا میں نہیں بلکہ یورپ میں تھا اور یورپ میں برطانوی خطرے کے سدباب کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایشیا میں برطانوی اقتدار کو

کمزور کرے۔ روس کے لئے آسانی یہ تھی کہ وہ اپنے ملکی و قومی عزائم کو نظریاتی رنگ دے کر برصغیر میں داخل ہو سکتا یا کم از کم اپنا حلقہ اثر قائم کر سکتا تھا۔ چنانچہ اسی پس منظر میں جنگ عظیم اول کے بعد سے آزادی تک روس برصغیر کی سیاست میں سرگرم حصہ لیتا رہا۔ برصغیر کی سیاست میں روس کی شمولیت دو نوعیتوں کی تھی۔ ایک تو اس نے سنکیانگ اور شمالی علاقوں کی طرف سے کشمیر پر فوجی دباؤ ڈال کر برطانوی حکومت کو چوکنا کر دیا اور دوسرے تحریک آزادی میں حصہ لینے والے ایک فعال عنصر کے قوم پرستانہ جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشتراکی نظریئے کی وساطت سے اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آزادی کے متوالے متعدد ہندوستانیوں کو روسی سر زمین میں توڑ پھوڑ کی سرگرمیوں اور حکومت کے کاروبار کو معطل کرنے والی دوسری کارروائیوں کی تربیت دی جانے لگی۔ مثلاً" مہندر پرتاپ سنگھ جو باقاعدہ روسی حکومت کے ملازم تھے کابل میں بیٹھ کر وسطی ایشیا اور ہندوستان میں روسی مفادات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ اسی طرح کا کام ایک اور ہندوستانی انقلابی برکت اللہ نے انجام دیا۔ (ملاحظہ ہو جوزف کو ربل کی کتاب:- صفحہ ۸۳-۲۸۲)

تاشقند اور شمال مغربی سرحدی صوبے سے ملحقہ علاقے کو ہندوستانی انقلابیوں کا تربیتی مرکز بنا دیا گیا۔ سمرقند کے ایک ادارے میں ۱۹۲۰ء میں تین ہزار پانچ سو ہندوستانیوں کو انقلابی سرگرمیوں کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ ان میں ۹۳۱ افراد ہندو تھے۔ یہ ماہر اور تربیت یافتہ انقلابی ریاست کشمیر اور دوسرے شمالی دروں سے ہندوستان بھیجے جاتے تھے جہاں یہ لوگ آزادی کی تحریکوں میں فارورڈ بلاک کی حیثیت سے کام کرتے۔ ۱۹۳۰ء تک روس نے اپنی ان سرگرمیوں میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ تیسری انٹرنیشنل کی چھٹی کانگریس نے تو ہندوستان میں اشتراکی انقلاب کی صاف صاف پیشگوئی بھی کر دی۔ اور ہندوستانی کیمونسٹوں سے کہا کہ اب وہ پرولتاری طبقے کو ساتھ لے کر برطانوی استعمار کے ساتھ ساتھ آزاد خیال قومی بورژواؤں کے خلاف بھی جدوجہد شروع کر دیں۔ ملاحظہ ہو روسی مصنف بیلاکن کی مرتب کردہ کتاب اس پس منظر میں برطانوی ہند کی حکومت نے برصغیر کو روسی اشتراکی حملے سے بچانے کے لئے

اور برصغیر میں اپنی حکومت کے استحکام کے لئے ضروری سمجھا کہ وہ شمال مغربی ہند کے ان تمام علاقوں کو براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لے۔ جو اشتراکی سرگرمیوں کا مرکز بنے ہوئے تھے یا جہاں سے روس کی مداخلت ممکن تھی نیز سرحدی علاقوں میں ایسی وفادار جماعتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دے۔ جو ایک طرف تو آزادی کی رو کو دبا سکیں۔ اور دوسری طرف برطانوی حکومت کے خلاف کی جانے والی سرگرمیوں کی اطلاعات بھی اسے پہنچاتے رہیں۔

روس اور چین سے ملحقہ علاقے جو ریاست جموں و کشمیر کی حدود میں تھے براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لینے میں مشکل یہ تھی۔ کہ معاہدہ امرتسر کے تحت ریاستی علاقے کے انتقال کے لئے مہا راجہ کی رضا مندی لازمی تھی۔ اور مہا راجہ کشمیر اپنی ریاست کے ایک انچ سے بھی دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا چنانچہ انگریزوں نے جو اس سے قبل ریاست کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و تشدد سے اپنی بے نیازی کے لئے جواز لاتے تھے کہ وہ قانونا" ریاست کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنایا ان کی سکیم یہ تھی کہ شمالی ہند کے علاقہ میں مہا راجہ کی انتظامیہ کے خلاف محدود پیانے پر ایک تحریک کا آغاز کیا جائے اور برطانوی ہند کی رائے عامہ کے دباؤ کا جواز پیدا کر کے ریاست کے داخلی معاملات میں مہا راجہ کو کمزور کر کے گلگت اور روس چین سے ملحقہ دیگر سرحدی علاقے حاصل کر لئے جائیں۔ احرار کی تحریک فوری اور انقلابی نوعیت کی تھی اور انگریز احرار سے معاملہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ قادیانیت ہی وہ مناسب ترین جماعت تھی۔ جنہیں اس مقصد کے لئے تیار کیا جا سکتا تھا۔ اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد ان سے مہا راجہ کے خلاف یہ تحریک ختم بھی کروائی جا سکتی تھی۔ اگر اس تحریک کا آغاز کسی اور جماعت یا طبقے کی طرف سے ہوتا تو انگریز پوری طرح نہ تو اس کو کنٹرول کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے مناسب طور پر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے تھے

اس پس منظر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانیوں کا کشمیر کمیٹی قائم کرنا دراصل انگریزوں ہی کی شہہ پر تھا۔

ہمارے لئے یہ خیال کرنا ممکن نہیں ہے۔کہ قادیانی اپنی سیاسی زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی کسی ایسی تحریک میں شامل ہو سکتے تھے یا کسی ایسی تحریک کا آغاز کر سکتے تھے۔ جو انگریزوں کی شہہ پر نہ شروع کی گئی ہو۔ یا جسے انگریزوں کی تائید حاصل نہ ہو۔ یا کم از کم جسے انگریز نا پسند کرتے ہوں قادیانی جماعت ابتدا ہی سے انگریزی حکومت کی وفادار ترین جماعت رہی ہے۔ اور انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ہندوستان میں برطانوی اقتدار و مفادات کو معمولی سا بھی نقصان پہنچانے کا امکان رکھتا ہو اس ضمن میں قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد کے متعدد حوالہ جات پیش کئے جا سکتے ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں:۔

"سنو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں (یعنی مسلمانوں) کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے" ضمیمہ شہادۃ القرآن ص ۳

ایک اور اعتراف ملاحظہ ہو:۔

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً" ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کا دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔۔۔"

(ماخوذ از تبلیغ رسالت از مرزا غلام احمد ص۱۰۰)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۰ پر ارشاد ہوتا ہے "میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعویٰ سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اول درجے کا وفادار اور جانثار یہی نیا فرقہ ہے" برعکس اس کے قادیانیوں نے مثبت طور پر انگریزی سامراج کی نہ صرف یہ کہ حمایت کی بلکہ اپنے عملی کارناموں سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں انگریزی حکومت کو

تقویت پہنچانے کی کوششیں بھی کیں۔ ۴/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاست کشمیر میں جماعت احمدیہ کے صدر خواجہ غلام نبی گلکار آزاد کشمیر حکومت کے پہلے صدر بنے اور اس طرح کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کا پہلا پتھر رکھنے کی کوشش کی گئی۔ خواجہ غلام نبی گلکار نے مارشل لاء کے دوران آزاد کشمیر کے صدارتی انتخابات میں بھی کے ایچ خورشید اور سردار عبد القیوم کے مقابلے میں حصہ لیا تھا۔ لیکن چند ووٹوں سے زیادہ حاصل نہ کر سکے۔

۱۹۴۷ء میں خواجہ غلام نبی گلکار کی صدارت اگر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آزاد علاقے کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں بھی ایک انڈر گراؤنڈ قادیانی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ غلام نبی گلکار کے اس انڈر گراؤنڈ حکومت کے جن عہدہ داروں کا اعلان کیا ان کی اکثریت جماعت احمدیہ کے عقائد سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتی تھی۔ بحوالہ کلیم اختر کتاب مذکورہ بالا ص۱۴۳ ان میں گورنر کشمیر ڈیفنس سیکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔ وزیر تعلیم۔ وزیر زراعت وزیر صحت۔ وزیر انصاف۔ ڈائریکٹر میڈیکل سروسز اور چیف انجینئر کے عہدے تو واضح طور پر قادیانی حضرات کے پاس تھے۔:۔(چٹان لاہور ۲۶/ فروری۱۹۶۸ء)

قرار داد

ملتان کی دینی جماعتوں کا یہ نمائندہ اجتماع ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملتان کے دفعہ ۱۴۴ کے اس حکم کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے جس میں موصوف نے دیو بندی مکتب فکر کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس حکم کے اجراء سے مسلمانوں کے مختلف مکاتیب فکر کے اندر نفرت پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بنا بریں یہ اجلاس حکومت مغربی پاکستان سے پر زور احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ ایسے افسران جو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی کوشش کریں ان کے خلاف سخت انضباتی کارروائی کی جائے۔ (محمد شریف جالندھری ناظم دفتر ختم نبوت ملتان) خدام الدین ۹/اگست

یکم اپریل کو گورنر مغربی پاکستان (موسیٰ خان) کی طرف سے ملک بھر کے تمام جرائد کے ایڈیٹران سے ایک نوٹس کی تعمیل کرائی گئی کہ آپ کو ایسے مضامین و بیانات خیالات اطلاعات تنقید چھاپنے سے روکا جاتا ہے جس سے مسلمانوں کا دوسرے فرقے کی مذہبی پیشن گوئیوں اسکی اصل بنیاد الہامات اعتقاد کے خلاف کوئی پہلو نکلتا ہو اور اسی سے مسلمانوں کے دو فرقوں کے درمیان منافرت عداوت تعصب کے جذبات پیدا ہونے کا امکان ہو۔ لولاک ۳۱ مئی ۱۹۶۸ء ظاہرا" یہ ایک مسلمان حکومت کا سرکلر ہے مگر اس کے الفاظ بتاتے ہیں کہ کس طرح وقت کے حکمران مرزائیت کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس پر بس نہیں بلکہ ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء کو حکومت نے نمبرا چٹان کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا نمبر۲ چٹان پریس ضبط کر لیا نمبر۳ چٹان کا شمارہ ۲۲ اپریل ضبط کیا۔ اسکا باعث یہ بتایا کہ ۲۲/اپریل کے شمارہ میں الحمدللہ کے عنوان کے تحت جو شذرہ لکھا تھا وہ مسلمان فرقوں کے درمیان منافرت کا باعث تھا۔ حالانکہ وہ شذرہ مرزائیوں کے خلاف تھا۔

اس پر پورے ملک کے علماء مشائخ سراپا احتجاج بن گئے۔ جمیعتہ علماء اسلام کی آل پاکستان شریعت کانفرنس میں ۵/مئی ۱۹۶۸ء کو اکابرین جمعیتہ کی دعوت پر آغا شورش کاشمیری نے دھواں دھار تقریر کی تو اسی رات گرفتار کر لئے گئے تفصیلات پس دیوار زندان میں ملاحظہ کر سکتے ہیں حکومت نے عوامی رد عمل کو دیکھ کر ایک ٹریبونل مقرر کر دیا۔ مگر اسمیں سرکاری وکیل نے کہہ دیا کہ حکومت (ایوب کی) مرزائیوں کو مسلمان سمجھتی ہے۔ قارئین یہ وہ حالات تھے جس میں آپ کے اکابرین نے تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔ تمام تر رکاوٹوں کے باوجود کاروان بڑھتا رہا۔

ملاحظہ ہو قومی اسمبلی میں وزیر خزانہ این ایم عقیل نے بتایا کہ حکومت نے قادیانیوں کو پونے دو لاکھ کا زرمبادلہ تبلیغ مرزائیت کے لئے دیا۔ مرزائیوں پر یہ نوازشات اور مسلمانوں پر یہ کرم کہ:۔

ختم نبوت کانفرنس ڈیرہ اسماعیل خان پر پابندی لگا دی گئی۔

ڈیرہ اسماعیل خاں سے آمدہ اطلاعات کے مطابق وہاں گذشتہ جمعہ ہفتہ کو ایک

عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی تھی جو مبینہ طور پر دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی وجہ سے وقوع پذیر نہ ہو سکی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چونکہ باہر سے آنے والے کچھ مدعو حضرات ڈیرہ پہنچ چکے تھے اس لئے پبلک پارک کی بجائے شہر کی جامع مسجد میں جلسہ منعقد کر لیا گیا۔ جہاں علمائے کرام نے اسلامیان ڈیرہ سے مسئلہ ختم نبوت کے موضوع پر خطاب کیا۔(لولاک ۷/جون ۱۹۶۸ء)

مولانا محمد علی جالندھری نے اعلان فرمایا کہ چونکہ چٹان کی ضبطی اور آغا شورش کاشمیری کی گرفتاری مرزائیت کی مخالفت کی بنیاد پر ہوئی ہے اس لئے کیس کی پیروی مجلس تحفظ ختم نبوت کریگی چنانچہ اسکا عملی مظاہرہ بھی کیا ملاحظہ ہو۔

چٹان ضبطی کیس اور مبلغین مجلس تحفظ ختم نبوت

یکم جولائی ۱۹۶۸ء سے ۸ جولائی ۱۹۶۸ء تک عدالت عالیہ لاہور کے ایک سپیشل بنچ مشتمل بر جسٹس محمد گل اور جسٹس کرم الٰہی چوہان کے رو برو چٹان کی بندش اور اس کے پریس کی ضبطی کے کیس کی سماعت ہوتی رہی۔ اس کیس میں بنیادی نکتہ یہ تھا کہ آیا قادیانی اسلام کا ایک فرقہ ہیں یا نہیں ہیں۔

درخواست دہندگان آغا شورش کاشمیری اور خواجہ صادق کاشمیری کے وکلاء صاحبان کو اس مذہبی نکتہ کی تیاری کرانے اور اپنی مذہبی مواد دینے کے لئے تمام علمائے اسلام نے بالعموم اور مجلس تحفظ ختم نبوت نے بالخصوص بھرپور حصہ لیا۔

۲۹/جون سے ہی حضرت مولانا محمد علی جالندھری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت معہ اپنے تین فاضل مبلغین حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیاں مولانا عبد الرحیم اشعر اور مولانا نور الحق صاحب ملتان سے لاہور تشریف لے آئے تھے۔ بڑی محنت اور کاوش سے کیس کے لئے مواد تیار کیا گیا جسے درخواست دہندگان کے وکلا صاحبان کی معرفت عدالت عالیہ میں پیش کر دیا گیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس روز سے چٹان کے خلاف اقدامات کئے گئے ہیں اسی روز سے مغربی پاکستان کے تمام علمائے حق حکومت

کے ان اقدامات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں اور جس بنیاد پر یہ کارروائی کی گئی ہے اسے مداخلت فی الدین قرار دے رہے ہیں اس سلسلہ میں جمعیۃ العلمائے اسلام پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت جمعیۃ اہل حدیث تنظیم اہل سنت و الجماعت پاکستان اشاعت توحید و سنت اور دوسری دینی جماعتیں خاص طور پر موثر کردار ادا کر رہی ہیں:۔(لولاک ۱۲/جولائی ۱۹۶۸ء)

چٹان کے ڈیکلریشن کی بحالی

عدالت عالیہ کے فیصلہ کے مطابق ''ہفت روزہ چٹان'' کا ڈیکلریشن بحال ہو چکا ہے اور تادم تحریر اس کے دو شمارے شائع ہو چکے ہیں ظاہر ہے کہ اس فیصلہ سے ہر سچے مسلمان اور عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے ہر محب وطن پاکستانی کو دلی خوشی اور قلبی فرحت نصیب ہوئی ہو گی کیونکہ جس جرم کی پاداش میں ''چٹان'' پر یہ ضرب لگائی گئی تھی وہ ایک ایسا جرم ہے جس کا ارتکاب ہر سچا مسلمان اور تاجدار ختم نبوت کا ہر غلام اپنے عقیدے اور کتاب و سنت کی رو سے ہر گھڑی کرتا رہتا ہے۔

ہم چٹان کے دوبارہ اجراء پر اس کے کارپردازوں کو اور عدالت عالیہ کے ججوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے انصاف کی لاج رکھ لی اور دعا کرتے ہیں کہ ''چٹان'' جلد ہی صاحب چٹان کے قلم کی جولانیوں اور نغمہ ریزیوں سے بھرپور اور چٹان پریس کی گلکاریوں سے لبریز نظر آئے۔ع

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد (خدام الدین ۹/اگست ۱۹۶۸ء)

چٹان کا دوبارہ اجراء

ہفت روزہ چٹان تین ماہ کی بندش کے بعد ۲۲/جولائی کو پھر منصہ شہود پر آگیا ہے ہم ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر اور ادارہ کے دوسرے کارکنوں کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آغا شورش کاشمیری کو جلد از جلد رہائی عطا فرمائیں تاکہ وہ حسب سابق اپنے حقیقت ترجمان قلم سے ملک و ملت کی

خدمت کر سکیں ذیل میں ہم قارئین لولاک کے لئے چٹان کے پہلے شمارہ کا اداریہ من وعن شائع کر رہے ہیں جو الحمد للہ کے زیر عنوان اشاعت پذیر ہوا ہے۔(ادارہ)

تین ماہ کے ــــــــ التوا کے بعد ہفت روزہ "چٹان" عدالت عالیہ کے فیصلہ کے تحت پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے

قارئین بخوبی آگاہ ہیں کہ چٹان نے اپنی اکیس سالہ تاریخ میں ہمیشہ ملکی استحکام ملی اتحاد اور عشق رسولؐ کو اپنا مطمع نظر اور ایمان سمجھا اور اس کے لئے جدوجہد کی ہے۔

اس عرصہ میں مختلف قسم کے مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹتے رہے لیکن چٹان اپنے مسلک پر قائم رہا ور اس کے بانی و مدیر آغا شورش کاشمیری نہ کسی جبر سے مرعوب ہوئے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ذاتی مفاد کی پروا کی بلکہ وطن عزیز اور ملت اسلامیہ کی بے باکانہ خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

آج جب کہ آغا صاحب نظربند ہیں ہم کوشش کریں گے کہ ان کے اصولوں اور مسلک کو قائم رکھیں قارئین سے توقع ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ہمیں پورا پورا تعاون مہیا کریں گے۔

چٹان کا یہ شمارہ بڑی عجلت میں شائع کیا جا رہا ہے آئندہ شمارہ اپنی روائتی شان کے ساتھ حاضر ہو گا:۔(چٹان ۲۲/جولائی ۱۹۶۸ء)

آغاشورش کاشمیری کاایک تازہ ترین مکتوب

کراچی سنٹرل جیل
۱۹۶۸ء۔۸۔۲۳

برادر مکرم مولانا تاج محمود صاحب

سلام مسنون! کئی دنوں سے نامہ گرامی نہیں ملا۔ خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔ خواجہ صادق نے مجھے خط لکھا تھا کہ وکلاء یہاں آنے میں تذبذب کر رہے ہیں۔ بات ان کی ٹھیک ہے۔ ہر چیز فی سبیل اللہ نہیں ہوتی قانونی نقطہ ہے اسکا صحیح صحیح

جواب آگیا تو آئندہ لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ صحیح حل نہ ہوا تو اور خرابیوں کی طرح ایک عظیم خرابی یہ بھی سہی۔ پہلے بھی لوگ کہاں آزاد ہیں کہ اب کسی آزادی کے گم ہونے کا ماتم کیا جائے۔ میں تو اس مقدمہ بازی کے خلاف تھا آپ لوگوں نے شروع کی۔ اب اس بات سے نہیں چوکنا چاہئے کہ مرزائی اپنے بارے میں مسلمان ہونے کا فتوے حاصل کر لیں اور ہم چپ رہیں۔ عدالت سے بہرحال صحیح فیصلہ حاصل کرنا چاہئے بحمداللہ عدالتیں زندہ ہیں۔ سیاسی نٹ کھٹ ان کو نیچے اوپر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انصاف بہر حال انصاف ہے۔ جج کسی مسئلہ کی تعبیر میں چوک سکتے ہیں لیکن ان کا پیشہ بہر حال ایک عبادت ہے آپ عدالت سے رجوع کرتے رہیں۔ اگر میرے دفتر کی مالی حالت متحمل نہ ہو جیسا کہ سرکار نے زبردست نقصان پہنچا کر خلل پیدا کر دیا ہے تو بے شک میری بچیوں کا زیور بیچ کر اس مسئلہ کو عدالت میں جاری رکھیں۔ کسی کا شرمندہ احسان ہونے کی ضرورت نہیں۔ زیور پھر بن سکتا ہے۔ لیکن ختم المرسلینی کا مسئلہ حکومت کی مداخلت فی الدین سے خراب ہو گیا تو اسلام کے لئے بڑی مشکلیں پیدا ہو جائیں گی۔ جو لوگ ہمارے مخالف ہیں ایک دفعہ چھوڑ کر سو دفعہ مخالف رہیں انہیں پرکاہ وقعت نہ دیں۔ ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے میری سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ اہل اور میرے جیسے فقراور عاصی کے لئے دعائیں کر رہے ہیں مجھے دنیا داروں کی ضرورت نہیں۔ حضرت دین پوری مدظلہ کا خط آیا ہے فرماتے ہیں تمہارے لئے حضور (فداہ امی وابی) بھی اللہ کے ہاں دعا کرتے ہوں گے۔ میں نے پڑھا تو کانپنے لگا اب اس کے بعد مجھے کس چیز کی ضرورت رہ جاتی ہے طارق سلمہ بشیر سلمہ اور نذیر سلمہ کو سلام بچیوں کو دعا۔ شورش کاشمیری (لولاک ۲۸/اگست ۱۹۶۸ء)

اس خط کے بعد حضرت مولانا تاج محمود صاحب نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے رابطہ کیا مولانا محمد علی جالندھری نے فیصل آباد تشریف لانے کا فرمایا چنانچہ تشریف لئے اور فیصلہ ہوا کہ:۔

قادیانیوں کے کافر یا مسلمان ہونے کا مسئلہ

ہفت روزہ چٹان کے ڈیکلریشن کی منسوخی کے مقدمہ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث

آیا کہ کیا قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں اور مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ قادیانیوں کو کافر کہیں۔۔۔۔ یہ نکتہ بھی عدالت کے غور و فکر کا عنوان بنا کہ "مرتد" واجب القتل ہے یا نہیں۔۔۔ ان ہر دو امور پر ہائی کورٹ نے جو فیصلہ صادر کیا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے اور ہم متوقع ہیں کہ علماء دین زیر بحث عنوانات کی اہمیت کے پیش نظر انفرادی اور اجتماعی ہر دو حیثیتوں سے اس پر غور کریں گے۔ اور جو اہم ترین فرض ان پر عائد ہوتا ہے بطریق احسن اس سے عہدہ برا ہونے کی کوشش کریں گے۔

(المنبر۔ ۱۸/رجب ۸۸ھ)

جہاں تک بنیادی حقوق نمبر۸ اور نمبر۹ جو کاروبار تجارت یا پیشہ کی آزادی اور تقریر کی آزادی کے بارے میں ہیں کا تعلق ہے وہ ہنگامی حالت کے اعلامیہ کے باعث معطل پڑے ہیں' اپنے مذہب پر عمل کرنے اور کاربند ہونے کی آزادی بنیادی حق نمبر۱۰ زیر عمل ہے لیکن اس پر عمل درآمد کی آزادی کو واضح طور پر "قانون" امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع کر دیا گیا ہے اس لئے یہ مطلق و خود مختارانہ نہیں ہے۔ درخواست دہندگان کے فاضل وکیل کا سارا زور اس دلیل پر تھا کہ احمدی اسلام کا ایک فرقہ نہیں ہیں اور ایسا کہنے کے اس حق کی آئین ضمانت دیتا ہے لیکن فاضل وکیل اس امر واقعہ کو نظر انداز کرتے ہیں کہ پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے احمدیوں کو بھی آئین کی طرف سے اس اعلان و دعوے کی وہی آزادی ہے کہ وہ اسلام کے دائرہ کے اندر ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ درخواست دہندگان اپنے لئے جس حق کا دعوے کرتے ہیں وہ دوسروں کے لئے اس سے انکار کیسے کر سکتے ہیں یقیناً" انہیں دہشت زدہ کر کے ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ درخواست دہندگان اور ان کے ہم خیال دوسرے لوگ احمدیوں کو یہ دعوے کرنے سے قانوناً" کہاں تک روک سکتے ہیں کہ اسلام کے دوسرے فرقوں کے ساتھ اپنے عقائد کے اختلافات کے باوجود وہ اسلام کے اتنے ہی اچھے (نیک) پیروکار ہیں جیسا کہ کوئی دوسرا شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہو' درخواست دہندگان کے فاضل وکیل نے اس سوال کا جواب صاف طور پر نفی میں دیا کہ کیا کوئی ایسی درخواست جس میں اس اعلان کے لئے کہا

جائے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں یا احمدیوں کے خلاف کوئی ایسا مستقل حکم امتناعی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے باز رہیں عدالت اس کی اہل و مجاز ہو گی؟ عدالت کے لئے قابل سماعت ہو گا؟ درخواست دہندگان کے کسی قانونی حق کی عدم موجودگی میں کسی جائیداد یا عہدہ کے حق کی صورت سول درخواست قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ موخرالذکر قسم کے معاملات مثلاً" سجادہ نشین یا کسی خانقاہ کے متولی یا اس قسم کے ایسے دوسرے ادارے جن کے عہدے سنبھالنے کے لئے مذہبی عقائد اولین بنیادی شرط ہوتے ہیں' کے سلسلہ میں تو سول درخواست قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ ہمارے مقصد کی سب سے برمحل و موزوں مثال آئین کا آرٹیکل نمبر۱۰ ہے جس کے مطابق صدارتی انتخاب کے امیدوار کے لئے دوسری اہلیتوں کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ وہ مسلمان ہو۔

صدارتی انتخاب کے قانون مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ نمبر۸ کے تحت ریٹرننگ آفیسر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ آئین کے تحت تسلی کے لئے صدر منتخب ہونے والوں کے بارے میں سرسری انکوائری کا اہتمام کرے اس سے انکوائری میں اس کے مسلمان ہونے کی بارے میں استفسار بھی شامل ہے اگر کسی امیدوار کے کاغذات نامزدگی منجملہ دوسری باتوں کے اس بنیاد پر مسترد کر دئے جائیں کہ وہ مسلمان نہیں تو انتخابی کمیشن سے اپیل کی جا سکتی ہے اور اس قسم کی اپیل پر کمیشن جو حکم دے وہ بمطابق ذیلی دفعہ (۵) قطعی ہو گا۔ آئین کے آرٹیکل نمبر۱۷۱ میں یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ انتخاب سے متعلقہ تنازعات کا فیصلہ صرف ایسے طریق سے ہو گا جو یہاں دیا گیا ہے یا اس مقصد کے لئے قائم کردہ ٹریبونل کے ذریعہ اس کے علاوہ کسی اور طرح نہیں۔ آرٹیکل کی دفعہ (۲) میں لکھا ہے:۔

"جب کسی شخص کے بارے میں صدر منتخب ہو جانے کا اعلان کیا جا چکا ہو تو اس کے انتخاب کے جواز پر کسی عدالت یا دوسری اتھارٹی کے ذریعہ اعتراض نہیں کیا جائے گا۔"

اس طرح یہ دیکھا جائے گا کہ صدارتی انتخاب کے مقصد کے لئے بھی ایک

خاص دائرہ اختیار و سماعت پیدا کیا گیا ہے جو اس تعین میں قطعی اور آخری فیصلہ کرتا ہے کہ کیا انتخاب کے لئے امیدوار مسلمان ہے یا نہیں اس طرح سول عدالتوں کے دائرہ اختیار کو محدود و پابند کر دیا گیا ہے۔

۲۵۔ ہم معاملہ کے اس پہلو پر غور کرنے کے لئے مجبور ہوئے کیونکہ درخواست دہندگان کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے دوران میں منیر انکوائری رپورٹ کی بحث بعض حصوں کے حوالے دئے جو ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے ہنگاموں پر ہیں اور جن میں احمدیوں اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے درمیان عقائد کے اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض ایسے حادثات کا ذکر ہے جن میں بعض افراد' جو اپنے آپ کو احمدی کہتے تھے کو "مرتد" کہا گیا اور بعض واقعات میں قتل کر دیا گیا۔ دو فیصلے بھی ریکارڈ میں رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک فیصلہ سابق پنجاب کی ایک ماتحت عدالت کا اور دوسرا کسی وقت کی ریاست بہاولپور کا ہے' ان میں قرار دیا گیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہیں ہمیں حیرت ہے کہ یہ مثالیں کس طرح متعلقہ ہو سکتی ہیں فیصلے ماتحت عدالتوں کے ہیں اور وہ شہادتوں کے ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۳ کے تحت بھی متعلقہ نہیں ہیں۔

سپریم کورٹ نے حکومت کی اپیل مسترد کر دی

آغا شورش کاشمیری کے مقدمہ کا فیصلہ'

لاہور ۸/نومبر سپریم کوٹ نے آغا شورش کاشمیری کے مقدمہ میں حکومت کی اپیل مسترد کر دی۔ اور فیصلہ دیا کہ ہائی کورٹ آغا شورش کاشمیری کے مقدمہ کی سماعت کر سکتا ہے۔ یہ فیصلہ سپریم کورٹ کے نامزد چیف جسٹس جناب حمود الرحمٰن نے لکھا ہے پورا فیصلہ ۲۹/صفحات پر مشتمل ہے فیصلہ میں لکھا ہے کہ آئین کی دفعہ ۹۸ کے تحت ہائیکورٹ کو جو اختیار حاصل ہے وہ ڈیفنس رولز آف پاکستان کی وجہ سے یا ان میں کسی ترمیم کی وجہ سے متاثر نہیں ہوئے۔

یاد رہے کہ آغا شورش کاشمیری کو حکومت مغربی پاکستان نے ۷/۸/مئی ۱۹۶۸ء

کی درمیانی شب ڈیفنس رولز آف پاکستان کے تحت گرفتار کر لیا تھا یہ گرفتاری ۵/ مئی کی رات کو موچی دروازہ کے باہر جمیعتہ العلمائے اسلام کی کانفرنس میں ایک تاریخی تقریر کی بنا پر عمل میں لائی گئی تھی بیگم آغا شورش کاشمیری نے عدالت عالیہ سے ایک رٹ درخواست کی تھی کہ حکومت نے میرے خاوند کو غلط طور پر گرفتار کیا ہے اسے رہا کیا جائے ہائی کورٹ میں پانچ روز مسلسل بحث کے بعد یہ رٹ درخواست سماعت کے لئے منظور کر لی گئی حکومت نے چیف جسٹس مغربی پاکستان ہائی کورٹ سے درخواست کی کہ اس مقدمہ کی سماعت لاہور کی بجائے کراچی میں ہونی چاہئے اگر آغا شورش کاشمیری کو لاہور لایا گیا تو ملک میں ۱۹۵۳ء کی طرح ختم نبوت کی تحریک چل جانے کا خطرہ ہے' معلوم ہوا ہے کہ اب ہائیکورٹ کا سابقہ بنچ کراچی میں شورش کیس کی سماعت کرے گا:۔(لولاک ۱۵/ نومبر۱۹۶۸ء)

ربوہ کے سالانہ اجتماع پر پابندی عائد کی جائے۔

دسمبر کے آخری ہفتہ میں قادیانی جماعت کا سالانہ جلسہ ربوہ میں ہو رہا ہے اس جلسہ کو بجا طور پر قادیانی پولٹیکل کانفرنس بھی کہا جا سکتا ہے دنیا بھر کے قادیانی اس کانفرنس میں شرکت کریں گے اور پاکستان میں بیٹھ کر پاکستان ہی کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مشورے ہوں گے۔ ہم قادیانی جماعت کو ایک سیاسی جماعت تصور کرتے ہیں اور ان کے سیاسی عزائم کے متعلق اپنے خدشات عوام اور حکومت دونوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ قادیانی جماعت روز اول ہی سے ایک سیاسی جماعت ہے۔ وہ مخصوص سیاسی مقاصد ہی کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ چونکہ ہمارے عوام مذہب کے دلدادہ ہیں اور مذہب کے نام پر وہ فریب بھی کھا جاتے ہیں اس لئے اسے مذہبی لبادہ پہنا دیا گیا تاکہ لوگوں کو آسانی کے ساتھ دھوکہ دیا جاسکے برطانوی سامراج کے بقا و استحکام کے لئے یہ جماعت سیاسی کام کرتی رہی۔ قیام پاکستان کے بعد بھی اس نے اپنے ایک سیاسی جماعت ہونے کے کئی ثبوت فراہم کئے' مثال کے طور پر ہم چند باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ گذشتہ ماہ ربوہ میں مرزائی نوجوانوں کی ایک

فوجی ریلی ہوئی جس کی خبر روز نامہ امروز ملتان مورخہ ۲/نومبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ خبر کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

احمدی نوجوانوں کا سالانہ اجتماع ختم

(امروز کے نامہ نگار سے) ربوہ یکم نومبر' کل یہاں احمدی نوجوانوں کی بین الاقوامی تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزی اور بچوں کی تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات تین روز جاری رہنے کے بعد ختم ہو گئے ان جلسوں میں ہزاروں نوجوانوں نے تین روز تک نیم فوجی زندگی گذاری۔ نوجوانوں نے مختلف عملی تقریری اور جسمانی مقابلوں میں بھی حصہ لیا۔ بچوں نے بھی حسن قرات' تقاریر' عام معلوماتی اور پیغام رسانی کے مقابلوں میں شرکت کی۔ آخر میں امام جماعت احمدیہ حافظ مرزا ناصر احمد نے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کو تلقین کی کہ وہ اپنے اندر خدمت خلق کا جذبہ پیدا کریں۔ موجودہ زمانہ میں اسلام کو زبانی نعروں کی نہیں جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ احمدی خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کا اجتماع بھی تین روز جاری رہا جس میں صنعتی نمائش ہوئی۔"

اس خبر کے الفاظ ربوہ کی سیاسی جماعت کے خطرناک عزائم کی چیخ چیخ کر غمازی کر رہے ہیں مرزائی نوجوانوں کو تین دن تک فوجی زندگی کی تربیت انہیں پیغام رسانی ٹرینگ دیئے جانے کا مطلب واضح طور پر یہی ہے۔ کہ قادیانی ایک سیاسی جماعت ہیں۔ ربوہ ان کا مرکز ہے اور وہ اپنے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے عزائم کی روشنی میں تیار کر رہے ہیں تقریروں حسن قرات کا مقابلہ صنعتی نمائش وغیرہ یہ سب ان عزائم پر پردہ ڈالنے کے حیلے اور بہانے ہیں۔

ہم قادیانیوں سے براہ راست سوال کرتے ہیں اور یہ بھی دعوی سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے اس سوال کا جواب کبھی نہیں دیں گے کہ اگر ربوہ کسی مذہبی جماعت کا مرکز ہے اور اگر مرزائیت ایک تبلیغی جماعت ہے تو اس مرکز میں مرزائیت پر یقین رکھنے والے نوجوانوں کا تین دن فوجی کیمپ کیوں لگایا گیا انہیں نیم فوجی زندگی بسر کرنے اور

انہیں خالص جنگی نوعیت کی ایک ضرورت یعنی پیغام رسانی کی ٹریننگ کس لئے دی گئی۔

ان چیزوں سے بالکل واضح ہے کہ قادیانی جماعت کو آئندہ چل کر ان نوجوانوں سے کیا کام لینا ہے اس سلسلہ میں ہم اپنی حکومت سے بھی دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب وہ ملک کی کسی جماعت کو رضاکارانہ وردی تک پہننے کی اجازت نہیں دیتی۔ خاکساروں اور احرار رضاکاروں کا نظام عسکری نوعیت کا تھا ان پر پابندی ہے اور وہ نہ تو وردی پہن سکتے ہیں اور نہ مارچ پاسٹ کر سکتے ہیں احرار اور خاکسار کو چھوڑیئے خود حکمران جماعت مسلم لیگ کے نیشنل گارڈ جو مسلم لیگ کی ایک خاص رضاکار تنظیم ہے۔ اس پر پابندی عائد ہے وہ نہ وردی پہن سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور مظاہرہ کر سکتے ہیں سیاسی تنظیموں کے رضاکاروں کو بھی چھوڑیئے پوری قوم نے مطالبہ کیا کہ تمام سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کے لئے فوجی تربیت لازمی قرار دی جائے لیکن حکومت نے اس مطالبہ کو آج تک شرف قبولیت نہیں بخشا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ پورے ملک کی رضاکار تنظیموں پر پابندی ہو۔ طلبہ پر پابندی ہو۔ لیکن قادیانی نوجوانوں کو اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دے کر انہیں کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ فوجی تربیت حاصل کریں اور اپنے پاکستان دشمن عزائم کو بروئے کار لانے کی کھلے بندوں تیاریاں مکمل کر لیں۔

انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ قادیانی مملکت در مملکت کے قیام کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت کے نوٹس میں متعدد چیزیں لائی جا چکی ہیں۔ لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سے کوئی باز پرس نہ کر کے انہیں اپنے عزائم کی تکمیل کا پورا پورا موقعہ فراہم کیا جا رہا ہے   ایوب حکومت مرزائیت نوازی اور اسلام دشمنی میں اس حد تک اندھی ہو گئی کہ جمعۃ الوداع کو ایک جلوس پر جسکی قیادت مولانا عبید اللہ انور کر رہے تھے۔ لاٹھی چارج کر دیا۔ تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

لاہور ۲۳/دسمبر (نمائندہ خصوصی) ممتاز دینی رہنما مولانا عبید اللہ انور نے عوام

سے اپیل کی ہے کہ پاکستان میں دینی اقدار کے احیاء کے لئے قرآن و سنت کے مطابق قوانین کے نفاذ کی جدوجہد کو سرد نہ پڑنے دیا جائے اور پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت بنانے کی کوشش کو تیز تر کیا جائے۔

مولانا عبید اللہ انور آج یہاں میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ کے کمرہ نمبر ۲۳ میں بستر علالت پر نمائندہ نوائے وقت سے بات چیت کر رہے تھے۔

مولانا عبید اللہ انور جمعتہ الوداع کی نماز کے بعد جمعیت علماء اسلام کی طرف سے نکالے گئے جلوس کے سلسلے میں اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت گرفتار کئے گئے تھے اور عید الفطر کے روز سہ پہر قریباً" چار بجے صوبائی حکومت کے احکام پر رہا کر دیئے گئے تھے۔

مولانا عبید اللہ انور نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جمعتہ الوداع کی نماز کے بعد بیرون کشمیری دروازہ پولیس نے جو لاٹھی چارج کیا تھا اس سے نہ صرف مجھے بلکہ دوسرے گرفتار شدگان کو بھی چوٹیں آئیں آپ نے کہا کہ گرفتاری کے موقع پر پولیس نے میرے پیٹ پر لاٹھیاں اور لاتیں ماریں جس کے باعث مجھے پیشاب اور پاخانے میں خون آنا شروع ہو گیا لیکن حوالات یا جیل میں فوراً" کسی قسم کی طبی امداد مہیا نہ کی گئی۔ آپ نے بتایا کہ جمعتہ الوداع کی رات کو قریباً" دس گیارہ بجے کے درمیان ہم گرفتار شدہ زخمیوں کو پولیس کی معیت میں پولیس سرجن کے پاس لے جایا گیا لیکن وہاں سے زخموں پر ادویات لگانے کی بجائے ڈاکٹر نے نہایت غیر ہمدردانہ رویہ اختیار کیا اور زخمیوں کے زخموں کو دیکھ کر مذاق کیا۔ مولانا کے بیان کے مطابق آپ عید الفطر کے روز تکلیف کی وجہ سے بے ہوش رہنے کے سبب نماز عید بھی ادا نہ کر سکے آپ نے ملک کی موجودہ صورت حال اور جمعتہ الوداع کے روز علماء کرام پر پولیس کے لاٹھی چارج پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس مملکت کو اسلامی بنانے کے لئے ضروری تھا کہ یہاں قرآن و سنت کے مطابق قوانین نافذ کئے جاتے لیکن اس کے برعکس یہاں اسلامی اصولوں کی اکثر نفی کی جاتی ہے آپ نے کہا کہ علماء کرام نے

محض اسلامی قوانین کے نفاذ اور شہری آزادیوں کی بحالی کے لئے جمعتہ الوداع کے روز لاٹھیاں کھائی ہیں۔ لیکن قرآن و سنت کی تعلیمات کے فروغ کے لئے علماء اپنی جانیں دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے آپ نے کہا کہ میں پاکستانی قوم سے اپیل کرتا ہوں جس نے لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر پاکستان حاصل کیا تھا کہ پاکستان میں دینی اقتدار کے احیاء کے لئے قرآن و سنت کے مطابق قوانین کے نفاذ کی جدوجہد سرد نہ پڑنے دیں اور ملک کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست بنانے کی کوششیں تیز تر کر دیں۔

قانونی چارہ جوئی

جمعیتہ العلماء اسلام پاکستان کے ناظم مولانا محمد اکرم نے پیر کی سہ پہر ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ جمعیت نے فیصلہ کیا ہے کہ جمعتہ الوداع کی نماز کے بعد بیرون کشمیری دروازہ میں طلباء وکلاء علماء اور دوسرے پر امن شہریوں پر لاٹھی چارج کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے اس سلسلے میں جن زخمی علماء کرام کو گرفتار کیا گیا تھا ان کی ڈاکٹری رپورٹ حاصل کی جائے گی۔ علاوہ ازیں ان تمام مجروحین کا بھی ڈاکٹری معائنہ کرایا جائے گا جو لاٹھی چارج کے دوران زخمی ہوئے تھے۔

امیر جمعیتہ علماء اسلام کا پیغام

حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ امیر جمعیتہ علماء اسلام پاکستان نے اپنے ایک بیان میں جمعتہ الوداع کے دن علماء کرام اور نمازیوں کے ایک عظیم اجتماع جو فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد بیرون شیرانوالہ گیٹ کے میدان میں جمع ہوا تھا شدید اور ظالمانہ و بے رحمانہ لاٹھی چارج کی شدید مذمت کی اور کہا کہ حکومت کے وہ کارندے جو اس حادثہ فاجعہ کے ذمہ دار ہیں انہوں نے یادگار سلف حضرت مولانا عبید اللہ انور کے پیٹ پر ٹھوکریں ماریں ہیں اور ارباب اقتدار سے دشمنی کی ہے انہوں نے اس ظالمانہ کارروائی کے ذمہ داروں کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اگر حکومت نے ان انسانیت دشمن اور اسلام دشمن کا محاسبہ نہ کیا

تو ملک کے کروڑوں فرزندان اسلام کے جذبات مزید مشتعل ہوں گے اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ اس ملک میں ارباب اقتدار کے ہاتھوں اسلام اور فرزندان اسلام کی عزت ہرگز محفوظ نہیں ہے۔

انہوں نے جمعیتہ کے ارکان اور ملک کی دیگر مذہبی جماعتوں سے حفاظت اسلام کے لئے تیزی سے سرگرم عمل ہوجانے کی تلقین کی اور کہا کہ انہیں متحد ہو کر اپنی مساعی کو تیز تر کردینا چاہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت جمعیتہ علماء اسلام پاکستان تنظیم اہلسنت پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام کامل طور پر متحد و متفق ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ان کے اتحاد کو پارہ پارہ اور متزلزل نہیں کرسکتی۔ انہوں نے طلباء وکلاء اور مزدور رہنماؤں پر مظالم اور پابندیوں کے خلاف بھی شدید احتجاج کیا ور ان سے پابندیاں اٹھانے کا مطالبہ کیا نیز عوام سے اپیل کی کہ وہ مشترکہ مقاصد کے لئے متحد و متفق ہو کر کام کریں اور زندگی کا بنیادی مقصد صرف نظام اسلامی کے احیاء و بقا کو قرار دیں۔ انہوں نے کہا کہ جمعیتہ ہر اس جماعت سے تعاون کرے گی جو اپنے منشور میں نظام اسلای کے قیام کو اولین حیثیت دے:۔

(خدام الدین ۲۷/دسمبر۱۹۶۸ء)

مقدمہ روئیداد ۱۳۸۷ء مطابق اپریل ۶۷ تا مارچ ۱۹۶۸ء از مولانا محمد شریف جالندھری پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم نے سورۃ فتح کے اخیر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ابتدائی زندگی کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے کہ ابتداء میں جب اس کی سوئی نکلتی ہے۔ تو نہایت نرم و نازک ہوتی ہے پھر وہ مضبوط ہو جاتی ہے صحابہ کرامؓ نے ابتداء میں عددی قلت اور کمزوری کے باعث بے پناہ مظالم اور تکالیف کا سامنا کیا' لیکن گنتی کے چند برس جو حق کی اطاعت کے باعث اپنے شہر سے نکالے گئے' نہ صرف اپنے شہر پر قابض ہوئے بلکہ حق و صداقت کا علم لے کر دنیا کے جس حصے کی طرف بھی متوجہ ہوئے' فتح و کامرانی نے ان کے پاؤں چومے۔

غور کیا جائے تو سب اصلاحی تحریکوں کا یہی حال ہے کہ ابتداء میں ان کی کیفیت بالکل کمزور ہوتی ہے۔ لیکن اپنی حق پرستی' ایثار و خلوص کے باعث بہت جلد وہ مرکزی حیثیت حاصل کر جاتی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی ابتداء ایک محلّہ کی بہت ہی چھوٹی سی مسجد چھتہ میں ہوئی جبکہ انار کے درخت تلے استاد نے اپنے شاگرد رشید کو ابتدائی درس دیا۔ اس وقت استاد مولانا محمد محمود تھے اور شاگرد محمود الحسن' جو بعد میں شیخ الہند کے امتیازی نام سے دنیاء اسلام میں متعارف ہوئے اور اکابر علماء کو حضرت شیخ الہند قدس سرہ' سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ آج وہی دارالعلوم جس کی ابتداء مسجد چھتہ سے شروع ہوئی تھی' دنیائے اسلام کی عظیم یونیورسٹی ہے۔ ہزارہا علماء کرام یادگار قاسمی سے فیضیاب ہو کر اطراف عالم میں اشاعت اسلام کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ' بانی تبلیغی جماعت' نظام الدین اولیاء کی بستی کی مسجد میں قیام فرما ہیں۔ دیہات کے مسلمان میو مزدور صبح دیہات سے دہلی آتے ہیں اور مزدوری کے بعد شام مسجد کے قریب سے ہی واپس جاتے ہیں۔ ایکدن مولانا نے دریافت فرمایا' تو ان مزدوروں نے کہا کہ ہم مزدوری کے لئے آتے ہیں سارے دن کی محنت کے عوض جو چند پیسے ملتے ہیں وہ ہماری بچوں کی قوت لایموت ہے۔ ایک دن صبح چند مزدوروں کو بلایا کہ جس قدر مزدوری شہر سے ملتی ہے' وہ ہم دیں گے' مسجد میں کام کرو۔ وضو کا طریقہ سمجھانے کے بعد کلمہ طیبہ پڑھایا۔ شام ہو گئی مزدوری کے پیسے دیکر واپس بھیج دیا اور فرمایا کہ صبح پھر آنا۔ مزدوری ملتی رہی اور مزدور اپنا کلمہ اور نماز درست کرتے رہے۔ چند دن بعد خدمت اقدس میں عرض کی "مولوی جی! جس کام کی آپ مزدوری دیتے ہیں۔ یہ تو ہم سب کا کام ہے۔ ہمیں بھی کام میں شریک فرمایئے" ارشاد فرمایا "اپنے دیہات میں اسی طرح لوگوں کا کلمہ اور نماز درست کراؤ۔"

میوات کا وہ علاقہ جہاں شدھی کی تحریک نے سب سے زیادہ ارتداد پھیلایا تھا تبلیغی وفود کا اڈہ بن گیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہ' بانی تحریک اور ان کے نامور فرزند حضرت مولانا محمد یوسف مرحوم و مغفور کے خلوص و ایثار کے باعث چند مزدوروں سے شروع کی گئی تبلیغی جماعت آج چار دانگ عالم پھیل چکی ہے اور اس کے تبلیغی

وفود یورپ و ایشیا کے ہر ملک میں سرگرم عمل ہو کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا موجب بن رہے ہیں۔ اللھم زد فزد!

مجلس کا قیام

حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحب جالندھری زید مجد ہم ۱۹۴۰ء میں مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان تشریف لے آئے تھے۔ تقسیم کے بعد حضرت امیر شریعت قدس سرہ' نے باوجود امرتسر اور پٹنہ میں عظیم شہری جائیداد چھوڑ کر آنے کے کسی متروکہ جائیداد پر قبضہ گوارا نہ فرمایا۔ اور لاہور سے سیدھے جناب نوابزادہ نصراللہ خان کے ہاں خان گڑھ تشریف ے گئے۔اور جب خان گڑھ کو راوی اور چناپ کے سیلاب نے نقصان پہنچایا تو ملتان کو ٹلہ تو لے خان کے ایک کرایہ کے مکان میں رہائش اختیار فرمائی۔ چودہ برس کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر رہنے کے بعد اسی مکان سے اس مرد مجاہد کا جنازہ اٹھا۔

خان گڑھ کے دوران قیام میں حضرت امیر شریعت قدس سرہ' نے اپنے احباب کو ایک خط کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ:۔

"ہماری جدوجہد کا ایک حصہ آزادی وطن تھا اور دوسرا حصہ حفاظت و تبلیغ دین ایک مقصد پورا ہو چکا ہے اب میری رائے میں احباب کو صرف تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنا چاہئے"

ادھر تقسیم نے جماعت احرار کے شیرزاہ کو منتشر کر دیا تھا۔

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب جو عرصہ دراز تک قادیان میں مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کے انچارج رہ چکے تھے' فرق باطلہ کی تردید کے سلسلہ میں مولانا کو امتیازی مقام حاصل تھا۔ تبلیغی نظام قائم نہ رہ سکنے کے باعث مولانا محمد حیات نے اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیرپور میرس سندھ میں مزارعت شروع فرما دی تھی۔

احباب چونکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے قیام ملتان سے واقف تھے' اس لئے اطراف ملک سے دوستوں نے بذریعہ خطوط مولانا سے عرض کیا کہ ملک میں تبلیغی

نظام کی اشد ضرورت ہے کیونکہ سارقین ختم نبوت نے اہل اسلام کو مرتد بنانے کی تحریک زور و شور سے شروع کر دی تھی۔ مولانا زید مجدہم نے حضرت امیر شریعت قدس سرہ' سے مشورہ کیا تو مولانا محمد حیات کی تلاش شروع کی۔ پتہ چلنے پر مولانا محمد حیات کو ملتان بلایا مولانا محمد حیات نے فرمایا کہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کھیتی باڑی کا کام شروع کر چکا ہوں' اب اگر اسی وقت چھوڑ کر آؤں تو نقصان ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا ذہن رسا ایسی حالت میں نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس قدر کھیتی کا کام کرتے ہیں' اس سے زیادہ کام کرنے والا آدمی آپ کی جگہ دیدیتے ہیں۔ آپ گاہے گاہے نگرانی کر لیا کریں۔ چنانچہ تیس روپے ماہوار اور کھانے پر ایک جاٹ کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ مولانا محمد حیات صاحب کے بھائی سے طے ہوا کہ جو کھانا مولانا کھاتے تھے وہ اس مزارع کو دیجئے۔ کھیتی کا کام یہ مولانا سے زیادہ اور بہتر کر سکے گا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے تیس روپے ماہوار خرچ کی ذمہ داری اٹھا کر تبلیغی نظام کی نیو اٹھائی۔ اور اس تبلیغی جماعت کا پہلا دفتر مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان کا حجرہ قرار پایا۔ اس طرح ایک روپیہ یومیہ کے مستقل خرچ سے اس عظیم نظام کی ابتداء شروع ہوئی کچھ عرصہ بعد حضرت امیر شریعت قدس سرہ' نے جگہ کی قلت کے باعث کچہری روڈ ملتان پر دفتر کا انتظام فرما دیا اور دارالمبلغین کا پہلا کورس اسی دفتر میں شروع ہوا۔

اکابرین جماعت کی زندگی کا اکثر حصہ آزادی وطن کے لئے جیل میں گزرا انہوں نے ملک کی آزادی اور دین کے تحفظ کے لئے انگریز جیسی جابر حکومت کے ساتھ بھرپور ٹکر لی۔ آزادی وطن کے لئے برادران وطن کے ساتھ مل کر جدوجہد کی تو ختم نبوت' مدح صحابہؓ شاتم رسول راج پال ایسی مذہبی تحاریک میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ آزادی وطن کے جانباز سپاہی ہونے کے ساتھ ہی ان کا نعرہ تھا۔ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہنے والی زبان نہ رہے گی' یا سننے والے کان نہ ہوں گے۔

چنانچہ انگریز' انگریز پرست قوتوں سے نبرد آزمائی کے ساتھ منکرین ختم نبوت کے

خلاف بھی کام برابر ہوتا رہا۔ اور مدعی ختم نبوت کے ان عقائد باطلہ کی باز پرس بھی جاری رہی۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص ۵ از مرزا قادیانی

نصاری (انگریز) اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو سیاسی غلبہ سے محروم رکھنے کے لئے ان کے ساتھ چودہ سو برس میں بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ گذشتہ دو سو برس میں اسلامی ممالک کو کمزور کر کے ان پر سیاسی غلبہ قائم رکھا۔ ان کے حصے بخرے کر کے اہل اسلام کی سیاسی قوت کو ختم کیا۔ اور اسلامی مصطلحات کا مذاق اڑا کر اسلامی تہذیب و تمدن کو کمزور کیا۔ انہوں نے ہمیشہ بو علی سینا مسلمان سائنسدان کو ایوی سینا کے نام سے یاد کیا۔ تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام نہ لینا پڑے۔ حضرت طارق کے کارنامہ کے باعث جس پہاڑ کا نام جبل الطارق مشہور تھا اسے جبرالٹر کہا۔ ابو موسیٰ جابر سپہ سالار کو جمنبو کے نام سے پکارا۔ اور سلطان ٹیپو شہید والئی ریاست میسور کو جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کیا' ذلیل کرنے کے لئے کتے کو ٹیپو ٹیپو کہا اور شہید مرحوم کی شہادت کے وقت وردی کے نمونہ پر عدالتوں کے چپڑاسیوں کی وردیاں بنا کر مرحوم کی تذلیل کا سامان پیدا کیا ایسے میں برخود غلط مسیح موعود نے نعرہ بلند کیا کہ:۔

میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں اور دوسری اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ (ضمیمہ ملحقہ شہادۃ القرآن از مرزا غلام احمد)

ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے انگریز نے مسلمان حکومت کو شکست دی لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا۔ آخری تاجدار ہند کے سامنے دستر خوان کی صورت میں اس کے شہزادوں کے سر پیش کئے۔ بادشاہ کو جلا وطن کیا۔ شہزادیوں اور بیگمات کو بے عزت کیا۔

علماء حق اور اہل اللہ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ لیکن

عصر من پیغمبرے ہم آفرید آنکہ در قرآن غیر از خود ندید
دولت اغیار را رحمت شمرد رقص ہا گرد کلیسا کرد مرد
(علامہ اقبالؒ)

انگریز کی خدمت کے صلے میں حکومت کے خواب آنے شروع ہوئے۔

فرمایا۔ مجھے تو ان غیر احمدی مولویوں پر رحم آیا کرتا ہے۔ جب میں خیال کیا کرتا ہوں کہ ان کی تو اب ذلت و رسوائی کے سامان ہو رہے ہیں اور خدا نے ہمیں قوت اور سطوت عطا کرنی ہے"۔ (الفضل ۱۵/اکتوبر ۱۹۲۲ء)

"تم اس وقت تک امن میں نہیں رہ سکتے جب تک تمہاری اپنی بادشاہت نہ ہو۔" (خطبہ خلیفہ محمود احمد۔ الفضل ۲۵/اپریل ۱۹۳۰ء)

جماعت احمدی کے نزدیک خلیفہ وقت ہی اس کا مذہبی پیشوا ہے۔ پس جو بادشاہ بھی احمدی ہو گا وہ اپنے آپ کو خلیفہ وقت کا ماتحت اور اس کا نائب سمجھے گا"

(خطبہ محمود احمد الفضل ۲۷/اگست ۱۹۳۷ء)

کاروان آزادی رواں دواں رہا۔ حتیٰ کہ انگریز اپنا بستر بوریا لپیٹنے پر مجبور ہوا۔ ملک کی آزادی آزاد اسلامی مملکت پاکستان اور بھارت کی صورت میں نمودار ہوئی۔ چونکہ انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا امت مرحومہ کے بنیادی عقائد کے خلاف انگریز کے زیر سایہ پروان چڑھ رہا تھا۔ اس لئے اس فرقے کو انگریز کی جانشینی کے خواب آرہے تھے مگر آزادی کی رفتار نے انگریزوں کی جانشینی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا۔ چنانچہ جسٹس محمد منیر انکوائری رپورٹ میں رقم طراز ہیں:۔

"جب تقسیم ملک سے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا دھندلا سا امکان افق پر نظر آنے لگا تو احمدی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہونے لگے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا۔ تو ان کو یہ امر کس قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک

نئی مملکت کے تصور کو مستقل طور پر گوارا کر لیں۔ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے۔" (منیر انکوائری رپورٹ ص ۲۰۹)

چونکہ اس جماعت کے عقائد و اعمال ایک اسلامی حکومت اور جمہور مسلمانوں کے خلاف تھے۔ اس لئے تقسیم کی مخالفت کی اور اس مخالفت کو اپنا مذہبی عقیدہ اور مرزا غلام احمد کی بعثت کا نتیجہ قرار دیا۔ انگریز چلا گیا۔ لیکن جاتے جاتے سر فرانسس موڈی گورنر مغربی پنجاب کے ذریعہ ضلع جھنگ کی سرکاری اراضی کا بہت بڑا ٹکڑا چند پیسے فی مرلہ کے حساب سے اپنے اس پروردہ کو دے گیا۔ ملک کی تقسیم کے بعد "آناً فاناً" حالات بدل گئے مرزائیوں کی اس وقت کی مالی حالت کا اندازہ لگائیں:۔

"اب اکثر دوست آباد ہو چکے ہیں اور ان کی مالی حالت پہلے سے بہت اچھی ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کی بچی ہوئی تجارتیں اور کارخانے انہیں مل گئے ہیں اور ان میں سے بعض آگے سے دس دس بیس بیس گنا زیادہ کما رہے ہیں مجھے بعض لوگوں کا حال معلوم ہے۔ مشرقی پنجاب میں اگر وہ سات آٹھ ہزار کا مال لٹا کر آئے تھے تو آج وہ آٹھ دس لاکھ کے مالک بن گئے ہیں۔ ایک شخص کے متعلق میں نے سنا ہے کہ وہ قادیان کا ایک تاجر تھا۔ چھابڑی پر چیزیں رکھ کر بیچا کرتا تھا اس نے بائیس ہزار کی موٹر خریدی ہے ــــــ اکثر حصہ غرباء کا ہے جو ہزاروں سے لکھ پتی بن گیا ہے" (الفضل دسمبر ۱۹۴۸ء)

مرزا بشیر الدین نے ۱۹۲۲ء میں لکھا تھا کہ:۔

"احمدیوں کے پاس چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا نہیں جہاں احمدی ہی احمدی ہوں۔ کم از کم ایک علاقہ کو مرکز بنا لو اور جب تک ایسا مرکز نہ ہو جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ اس وقت تک تم اپنے مطالبہ کے امور جاری نہیں کر سکتے"

(خطبہ بشیر الدین محمود۔ الفضل مارچ ۱۹۲۲ء از فرقہ احمدیہ ص ۲۵)

جب ۱۹۲۲ء کی آرزو "ربوہ" کی صورت میں پوری ہوئی اور چھابڑی لگانے والے بائیس بائیس ہزار کی کاروں کے مالک اور ہزاروں والے لکھ پتی بن گئے۔ اس وقت

ایک روپیہ یومیہ کے مختصر خرچ سے حضرت امیر شریعت قدس سرہ کی سرپرستی میں مولانا محمد علی صاحب نے تبلیغی نظام کی نیو اٹھائی جو بہت جلد ایک مئوثر تبلیغی (اصلاحی ادارہ کی صورت اختیار کر گئی

ملک کی قیادت قائد ملت لیاقت علی خاں کے ہاتھوں میں تھی۔ جنہوں نے ۹مارچ کو دستو ساز اسمبلی میں قرار داد مقاصد پیش فرماتے وقت اعلان کیا کہ ملک کا دستور اسلامی ہو گا۔ اور پاکستان اسلامی اصولوں کی روشنی میں دکھی انسانیت کی رہنمائی کرے گا۔

ختم نبوت ایک مبلغ کے کام سے ترقی کر کے مبلغین کی ایک جماعت کی صورت اختیار کر گئی۔ حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب جماعت میں تشریف لے آئے دار لمبلغین نے نئے مبلغین کی تربیت شروع کی دی۔ علمی اور تبلیغی نیز مناظرانہ کے میدان میں منکرین ختم نبوت کا تعاقب شروع ہوا۔ حضرت امیر شریعت قدس سرہ' کے ایماء پر خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے اراکین حکومت سے عموما" اور قائد ملت سے خصوصا" ملاقات کر کے منکرین ختم نبوت کے عزائم سے آگاہ کیا۔ اور انہوں نے اس طرف توجہ کی تو بہت جلد اس عارضی قوت کا نشہ کافور ہونا شروع ہو گیا۔

چنانچہ کوئٹہ کی ایک تقریب میں یوں گویا ہوئے:۔

"اور لوگ اس طرح آرام سے بیٹھے ہیں جس طرح قادیان میں رہتے تھے اور بار بار یہی سوال کرتے رہے ہیں کہ ہمیں قادیان کب ملے گا۔ حالانکہ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہمیں ربوہ سے نکل کر آگے کہاں جانا پڑے گا۔ کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی جماعت کو ان حالات میں سے نہ گذرنا پڑا ہو۔"

اس تقریب میں آگے چل کر تجویز بیان کی:۔

"حضور نے فرمایا' اگر مختلف ممالک میں ہماری لڑکیاں چلی جائیں تو کسی مصیبت کے آنے پر اگر ہماری جماعت کے افراد ان ملکوں میں جانے پر مجبور ہوں گے تو وطنی تعلق کی وجہ سے ہمیں وہاں جتھہ بنانے اور پھیل جانے میں کوئی سہولت حاصل ہو گی

اور ہم آسانی کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھ سکیں گے۔" (الفضل لاہور ۱۰اگست ۱۹۵۰ء)

ایک طرف وطن سے ہجرت بوجہ مخالفت کے یہ جماعت بھی ایک نبی کی جماعت ہے اور انبیاؑ کی جماعت کو ان حالات سے گزرنا ہی پڑا ہے۔ دوسری طرف اپنے ذرائع سے اقتدار کی طرف کوشش تا آنکہ قائد ملت خان لیاقت علی مرحوم ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں ایک خوفناک سازش کے تحت شہید کرائے گئے جن کی شہادت کا مسئلہ آج تک معمہ بنا ہوا ہے۔ خان موصوف کی شہادت نصف اکتوبر میں واقع ہوئی۔ اگست ۱۹۵۰ء میں ربوہ سے ہجرت سوچنے والا ذہن خلیفہ ربوہ ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد حکم کرتا ہے:-

"اب سردھڑ کی بازی لگانے کا سوال ہے۔ یا کفر جیتے گا اور ہم مرجائیں گے یا کفر مریگا اور ہم جیتیں گے۔ درمیان میں اب بات نہیں رہ سکتی" (الفضل ۳۰نومبر۱۹۵۱ء)

ناظرین کرام! غور فرمائیے کیا یہ ارشادات ایک مذہبی اور اصلاحی جماعت کے سربراہ کے ہیں۔ یا کسی سیاسی آمراور ڈکٹیٹر کے اہل اسلام کو چند مسائل میں الجھا کر انگریزی سامراج نے اپنی مطلب آری کے لئے ایک گروہ پیدا کرلیا اور اس کی سرپرستی کی۔ چنانچہ ان کی جماعتیں اور کام دنیا کے انہی خطوں میں ہے جہاں جہاں انگریزی اقتدار قائم ہے یا قائم رہا ہے مرزائی جماعت کے دفاتر بغداد و مصر کی بجائے مقبوضہ اسرائیل میں ہیں یا انگریزی اقتدار کے علاقوں میں ۱۹۵۲ء کے ان حالات میں حضرت امیر شریعت قدس سرہ' نے اپنے والہانہ خلوص کے ساتھ اعلان کیا کہ منکرین ختم نبوت کی اقتدار کی آرزو کبھی پوری نہ ہوگی۔ ۱۹۵۲ء اگر بشیر الدین محمود کا ہے تو ۱۹۵۳ء اہل اسلام کا۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک جسے مرزائی کی شاطرانہ چال نے بدامنی کی طرف مائل کردیا۔ اور پھر حکومت وقت نے بدامنی کی آڑ میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کردیا۔ جس کے نتائج اس صورت میں واضح ہوئے کہ تحریک کے بعد حکومت نے منیر انکوائری بورڈ کے ذریعہ انکوائری کی تو وہ مرزا بشیر الدین محمود جن کا اعلان تھا کہ "میرے نزدیک کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت

مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو' وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت ص ۳۵)

جب انکواری بورڈ میں پیش ہوئے تو۔

سوال:۔ کیا آپ مرزا غلام احمد کو ان مامورین میں شمار کرتے ہیں جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لئے ضروری ہے۔

جواب:۔ میں اس سوال کا جواب پہلے دے چکا ہوں۔ کوئی شخص جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں لاتا' دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔"

(بیان مرزا محمود انکوائری بورڈ ص۲۸)

دیکھئے حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے داعی کا بیٹا کس طرح چوکڑی بھول رہا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ادنیٰ خدام صحابہؓ نے اعلان حق کے لئے جان و مال قربان کر دیا۔ اور یہ انکوائری بورڈ میں اپنے سابقہ دعوی سے ہی منحرف ہو گیا۔ اگر مرزا غلام احمد سچے تھے تو ان کی تعلیمات کی روشنی میں جن عقائد کا اعلان کیا تھا ان سے انحراف کیا معنی۔ باطل کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس کے پاؤں نہیں ہوتے۔ **اما الزبد لیذھب جفاء**۔ جب زرا ڈھیل ملی تو اپنے مخالفین کو قتل کرنا۔ قتل و غارت کی دھمکی دینا' اپنی بادشاہت کے خواب دیکھنا جب ذرا آزمائش کا دور آیا تو ملک سے فرار کا سوچنا اور اپنے عقائد سے منحرف ہونا' یہ سب باطل کی علامات ہیں۔ جس کا مظہر مرزائی تعلیمات ہیں اور بس۔

فیلڈ مارشل صدر محمد ایوب خان کی قیادت میں ملک کا دفاع مثالی طور پر مضبوط ہوا خارجہ پالیسی کے آزادانہ رائے کا اظہار کیا تو ۱۹۶۵ء میں بھارت نے خارجی اشارہ پر وطن عزیز پر حملہ کر دیا تو موجودہ مرزائی خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بھائی مرزا وسیم احمد نے ایک لاکھ روپے بھارت کو بطور جنگی امداد عطا کئے۔ بشیر الدین محمود کہتے ہیں' کہ احمدی بادشاہ جس جگہ بھی ہو گا وہ خلیفہ وقت ہی کی اطاعت کرے گا۔ اس طرح وسیم احمد' جو احمدی باشاہ کی بجائے بشیر الدین کے لڑکے ہیں' نے ایک لاکھ روپیہ دیکر خلیفہ وقت اور اپنے باپ کی اطاعت کی۔ ادھر اس تاریخی حملہ سے چند دن قبل ظفر اللہ نے لندن

میں مرزائیوں کے کنونشن میں مرزائی حکومت کا مژدہ سنایا۔ ۵۳ء کے انحراف کے بعد پھر حالات سازگار معلوم ہوئے تو مزاج یار میں انقلاب پیدا ہوا۔ ۶۵ء سے لیکر آج تک پھر سے رفتار دگرگوں ہے۔

غرض یہ گروہ انگریز نے اپنی ضرورت کے لئے پیدا کیا۔ اور آج تک اینگلو امریکن بلاک کے لئے کام کر رہا ہے۔ مذہب کا لبادہ نمائشی ہے خیال فرمائیے آج جبکہ ملک تقسیم ہو چکا ہے' ہندوستان کسی جمہوری اصول کی پابندی کے لئے تیار نہیں۔ پاکستان کے معاملہ میں اس کی دشمنی ظاہرو باہر ہے۔ پھر مرزائی گروہ کا اپنے ہم عقیدہ لوگوں میں پراپیگنڈہ "موصی صاحبان کی لاشیں بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کی جائیں گی۔" کیا معنی رکھتا ہے۔ اس وقت مطبوعہ فارم ہمارے سامنے ہے۔ اس کی شق اول میں مرقوم ہے کہ:۔

"میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے پر نعش کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کرنے کے ئے قادیان پہنچایا جائے۔ بشرطیکہ انجمن کار پرداز مصالح قبرستان کی طرف سے ایسا کرنے کی مجھے یا میرے ورثاء کو اجازت ہو جائے۔"

ابتداء سے قادیان کی تقدیس کا اعلان' پھر قادیان میں بہشتی مقبرہ کی ایجاد' تقسیم کے بعد پھر عام مرزائیوں کو بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کا حکم اور پھر غضب یہ کہ نعش کو قادیان لے جانے کے لئے متوفی یا اس کے ورثاء کو انجمن کار پرداز مصالح قبرستان کیطرف سے اجازت یعنی قادیان لاش لے جانے کے لئے اگر اجازت کی ضرورت ہے تو انجمن کار پرداز مصالح قبرستان ربوہ سے۔ اور بس ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

الحمد اللہ! تحریک ختم نبوت جس کی ابتدا حضرت امیر شریعت قدس سرہ' اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے مبارک مشورہ سے ایک روپیہ کے خرچ سے شروع کی گئی تھی۔ آج **اصلها ثابت و فرعها فی السماء**' کی زندہ مثال ہے۔ مجلس کا میزانیہ ایک لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے۔ مبلغین اسلام کی تنظیم ایک مثالی تنظیم کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

(۳) دارالمبلغین کے قیام سے فرق باطلہ کے لئے سینکڑوں جدید مبلغ و مناظر تربیت

حاصل کر کے ملک کی اس خاص ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ ابتدا میں اکابرین نے محسوس کیا کہ جمہور علماء اسلام کی جو جماعت اس وقت کام کر رہی ہے۔ اسکی موجودگی میں اس خاص شعبہ میں ان کی جگہ سنبھالنے والے حضرات ہونے چاہئے۔ اس کے لئے ابتداء مرکزی دفتر میں دارالمبلغین کا قیام عمل میں آیا۔ فارغ التحصیل علماء اس میں داخل ہوں جن کی رہائش خورد و نوش کتنز قلم کا انتظام دفتر مرکزیہ کرے۔ ان حضرات کو پڑھانے کا کام فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب کے سپرد ہوا۔ مرزائیت اور عیسائیت کے متعلق ان حضرات کی معلومات پچاس سالہ ریاضت کا نتیجہ ہیں۔ مولانا محمد حیات اگر دھیمے مزاج سے باطل کا تعاقب کرتے ہیں تو مولانا لال حسین صاحب اپنی ذہانت اور حاضر جوابی سے اپنے مد مقابل مناظر کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ عیسائیوں اور آریہ سماج و سناتن دھرم کے ساتھ مناظرہ کرنے میں مولانا لال حسین صاحب کی ذات گرامی ملک بھر میں واحد شخصیت ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو سلامت باکرامت رکھے تاکہ اس خاص شعبہ میں وہ مزید اپنے جانشین پیدا کر سکیں۔ الحمد للہ کہ علماء کے ایک مستقل گروہ نے ان حضرات سے فیض حاصل کیا۔ ان میں سے کچھ حضرات جماعت کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں اور کچھ حضرات تربیت کے بعد انفرادی یا اجتماعی طور پر تبلیغ دین و تردید باطل کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا قائم الدین صاحب علی پوری مناظر اسلام حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی' حضرت مولانا یار محمد صاحب چیچہ وطنی حضرت مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب شجاع آبادی' حضرت مولانا غلام مصطفےٰ صاحب بہاولپوری اگرچہ جماعتی تنظیم میں شریک نہیں لیکن اپنی اپنی جگہ اہم ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں۔ ان حضرات نے دارالمبلغین کے ابتدائی دور میں تربیت حاصل کی اور اب خود اس قابل ہیں کہ ان سے فرق باطلہ کی تردید کا اہم کام انجام پا رہا ہے۔ جماعت میں اس وقت جو پینتیس(۳۵) علماء کرام کی جماعت فرائض ادا کر رہی ہے ان میں اکثریت دارالمبلغین ختم نبوت ہی کی فیض یافتہ ہے۔

عرصہ دراز سے اکابرین جماعت بالخصوص حضرت امیر شریعت قدس سرہ' کی

خواہش تھی کہ ملک کے باہر تبلیغ اسلام و تردید مرزائیت کا کام شروع کیا جاوے
جماعت کو یہ شرف اس سال تیسری امارت مرکزیہ کے دور میں نصیب ہوا کہ قدرت کی کرشمہ سازیوں سے مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب کے انگلستان جانے کے ذرائع پیدا ہوئے۔

حضرت اقدس حضرت رائے پوری قدس سرہ' کے خدام میں سے جناب راؤ شمشیر علی صاحب انگلینڈ میں کاروبار کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا کام تقریر و تحریر سے کرتے ہیں۔ ایک ہی شیخ سے تعلق کے باعث حضرت امیر مرکزیہ مدظلہ' سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔ حضرت امیر مدظلہ' ایک جلسہ میں شرکت کے سلسلہ میں راؤ صاحب کے گاؤں احمد نگر ضلع گوجرانوالہ تشریف لے گئے راؤ صاحب ہر سال حج کے لئے ولایت سے حجاز مقدس تشریف لاتے ہیں۔ حجاز مقدس سے وطن عزیز اور پھر انگلینڈ تشریف لے جانے میں موصوف کا سارا سفر خشکی کے راستے ہوتا ہے۔ وطن عزیز میں رہائش کے دوران وہ بہت سی تبلیغی کتب شائع کرتے ہیں جو انگلستان جا کر تقسیم کرتے ہیں۔ انہوں نے بصد شوق حضرت امیر مدظلہ' کے ارشاد پر حضرت مناظر اسلام کو ہمراہ لے جانے کی رضامندی ظاہر کی۔

(۴) حضرت لاہوری قدس سرہ' سے تعلق رکھنے والے ایک بڑے رئیس لیکن اسلام کا درد رکھنے والے بزرگ کے ذریعہ پاسپورٹ وغیرہ کی تکمیل ہوئی۔ ۲۱ ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۶۷ء بروز جمعہ یہ حضرات ملتان دفتر مرکزیہ سے انگلینڈ کے لئے روانہ ہوئے۔ دفتر مرکزیہ ملتان میں علماء ملتان کے ایک روح پرور اجتماع نے حضرت مناظر اسلام کو تبلیغ اسلام کے لئے انگلینڈ روانہ کیا۔ جہاں حضرت مناظر اسلام تردید باطل اور تبلیغ اسلام کا کام زور و شور سے انجام دے رہے ہیں۔ انگلستان جاتے ہی خلیفہ ربوہ سے صداقت مرزائیت کے متعلق مناظرہ کا چیلنج دیا۔ جس کا جواب خلیفہ ربوہ نے لندن سے بعجلت آگے روانگی کی صورت میں دیا۔

مناظر اسلام کے علاوہ دوسرے احباب مقیم انگلستان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام کی کئی صورتوں پر عمل ہو رہا ہے۔ انگریزی اردو میں مختلف رسائل

و بیانات کی اشاعت۔ صداقت اسلام پر منعقد کئے گئے مذاکرات میں خطبات جن کے انگریزی ترجمہ کا اہتمام بطور خاص کیا جاتا ہے ایسے اجتماعات کا قیام جن میں مولانا کے علاوہ انگریز مسلمان بھی ”میں مسلمان کیوں ہوا“ کے موضوع پر خطبات دیتے ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے درجن بھر شہروں میں مجالس ختم نبوت کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ہی ملک بھر میں ایک ایسا تبلیغی ادارہ ہے جس کے دفاتر غیر ممالک میں قائم ہیں۔ اور ایک منصوبہ کے تحت تبلیغ اسلام کا کام جاری ہے انگلستان کے ختم نبوت کے دفاتر اپنا لٹریچر و اشتہارات شائع کرتے ہیں اور ان کی کاپیاں دفتر مرکزیہ ملتان میں بھی آتی ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(۵) مولانا بشیر احمد صاحب مصری امام جامع مسجد ووکنگ انگلینڈ مبلغ اشاعت اسلام انجمن احمدیہ نے مرزائیت سے توجہ اختیار کی اور مرزا اور اس کے متبعین کے خارج اسلام ہونے کا اعلان فرمایا۔ مولانا لال حسین صاحب کی موجودگی میں آئندہ تبلیغ اسلام کے لئے کام کرنے کا اعلان فرمایا۔

حضرت مناظر اسلام انگلستان میں کام کی ایک نوع کی تکمیل کے بعد جزائر فجی آئی لینڈ تشریف لے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل آپ حضرات کو معلوم ہے کہ جزائر فجی کے مسلمان ایک عرصہ سے حضرت امیر مرکزیہ مد ظلہ کو اس کے متعلق لکھ رہے تھے۔ حضرت مناظر اسلام جزائر فجی میں پانچ ماہ کے قیام کے بعد پھر واپس انگلستان تشریف لے آویں گے اور اتنی دیر قیام فرمائیں گے جب تک کہ ان کی جگہ کوئی دوسرے عالم مبلغ ختم نبوت تشریف نہ لے جائیں۔

(۶) علاوہ ازیں اس سال دارالمبلغین ختم نبوت کے فیض یافتہ بنگالی علماء کو بھی بطور مبلغ ختم نبوت مشرقی پاکستان متعین کیا گیا جن کی مساعی جمیلہ کے باعث عبد الستار بی اے مبلغ اشاعت اسلام انجمن احمدیہ نے اسلام قبول کیا۔

(۷) اس سال مرزائیوں نے بہت سی جگہ مناظرہ کا چیلنج کیا لیکن میدان مناظرہ میں آنے کی جرات نہ کرسکے۔ البتہ اطراف ملک میں اشتعال انگیز کارروائی شروع رکھیں

ایسے بورڈ چسپاں کرنے کی کوشش کی جن سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ نبوت جاری ہے اور مرزا غلام احمد نبی و رسول ہیں۔ انہی اشتعال انگیزیوں کے باعث علی پور ضلع مظفر گڑھ مانانوالہ ضلع لائل پور اور دوسری بہت سی جگہوں پر پولیس کو ۱۰۷/۱۵۱ کی کارروائی کرنا پڑی۔ مجلس کے مبلغین نے ہر جگہ حضرت امیر مدظلہ کی ہدایات کی روشنی میں نہایت صبر و سکون کا ثبوت دیا۔ اس طرح مرزائیوں کی بدامنی پیدا کرنے کی سازش کو ناکام بنا دیا۔

(۸) سرکار مہربان کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ اور مختلف حضرات کی مختلف اضلاع میں داخلہ کی پابندیوں کی بھرمار رہی۔ بایں ہمہ ختم نبوت کا قافلہ منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ دارالمبلغین کا کورس اس سال نہ صرف علماء کے لئے بلکہ ایک نیک والد کی خواہش پر ان کی تعلیم یافتہ ایم اے صاحبزادی اور ان کے ساتھ دوسری بچیوں کو تردید مرزائیت سے روشناس کرایا گیا۔ اور یہ کورس فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب نے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

(۹) مبلغین ختم نبوت نے دور دراز علاقوں میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے اسلام کا پیام دور دور تک پہنچایا۔ ایسا ہی ایک سفر مولانا غلام محمد مبلغ ختم نبوت حلقہ بہاول پور ملتان۔ مولانا جمال اللہ صاحب مبلغ ختم نبوت سابقہ سندھ نے تھرپار کر کے اس علاقہ کا کیا جہاں میلوں تک پانی کا نام و نشان نہیں۔ صحرا ہی صحرا ہے۔ باطل فرقے ایسے علاقہ کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ جماعت کنری کی دعوت پر مبلغین ختم نبوت نے اس علاقہ کا دورہ کیا جس کی قیادت حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ' کے خاندان کے ایک فرد حضرت پیر مولانا ابو العطاء محمد ابراہیم صاحب گلزار خلیل سامارو تھرپارکر نے فرماکر حضرت مجدد سرہندی قدس سرہ کی روح مبارک کو خوش کیا۔ اور جن کے طفیل تبلیغ اسلام کی آواز ایسے دور دراز علاقوں تک صحرا تھرپارکر میں پہنچی جہاں ان کے بغیر اس آواز کا پہنچنا نہ صرف مشکل بلکہ امر محال تھا۔ اللہ پاک حضرت موصوف کو مزید کام کرنے اور اپنے جد امجد کے مشن کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے

دیکھئے اکابرین کے خلوص وللہیت کا نتیجہ۔ حسین آگاہی مسجد سراجاں کے ایک

حجرہ سے ایک روپیہ یومیہ کے خرچ سے شروع کی گئی تحریک ختم نبوت آج نہ صرف ملک کے کونہ کونہ بلکہ غیر ممالک میں بھی جادہ پیا ہے **اللھم زدفزد**

جماعت کے مبلغین کی دو قسمیں ہیں۔ مبلغین مرکزی و مبلغین مقامی مرکزی مبلغین کا تبلیغی پروگرام دفتر ملتان مرتب کرتا ہے۔اور اس فہرست میں حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر۔ حضرت فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب۔ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب میانوی۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب بہاول پوری۔ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب اشعر۔ مولانا ابو الانوار قاضی اللہ یار خان صاحب۔ مولانا ڈاکٹر عبد اللہ صاحب جتوئی۔ مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب۔ مولانا حافظ عبد الحفیظ صاحب۔ مولانا ارشاد احمد صاحب اور مولانا اللہ وسایا صاحب کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ان سب حضرات اور مقامی مبلغین کی تربیت و رہنمائی کا فریضہ حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری سر انجام فرما رہے ہیں۔ مقامی مبلغین کی فہرست معہ پتہ جات حسب ذیل ہے:۔

مولانا منظور احمد صاحب عباسی مبلغ ختم نبوت۔ بندر روڈ کراچی۔

مولانا محمد انور صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت شارع لیاقت۔ کوئٹہ

مولانا بشیر احمد صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت نواں گوٹھ۔ سکھر۔

مولانا جمل اللہ صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت محلہ شاہ غازی جیکب آباد

مولانا غلام محمد صاحب و مولانا خدا بخش صاحب مبلغین ختم نبوت متصل جامع مسجد الصادق بہاولپور

مولانا صوفی اللہ وسایا صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت ڈیرہ غازیخان

مولانا عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ ختم نبوت پرمٹ ضلع مظفر گڑھ۔

مولانا نور محمد صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت علی پور ضلع مظفر گڑھ

مولانا زرین احمد خان صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت حلقہ کچا کھوہ ضلع ملتان

مولانا بشیر احمد صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت منڈی شاہ جیونا ضلع جھنگ۔

مولانا خلیل الرحمان صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت چنیوٹ ضلع جھنگ۔

مولانا محمد یار صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت امین پور بازار۔ لائل پور۔
مولانا محمد علی صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت سمندری ضلع لائل پور۔
مولانا نور الحق صاحب نعمانی مبلغ تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی دروازہ لاہور۔
مولانا محمد خان صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت اندرون سیالکوٹی دروازہ گوجرانوالہ
مولانا محمد عبد اللہ صاحب لودیانوی۔ ناظم شعبہ نشر و اشاعت مرکزیہ۔ ملتان
جناب عبد الغفار صاحب کوثر مخدوم پوری کلرک دفتر مرکزی تحفظ ختم نبوت ملتان۔

(۱۱) مشرقی پاکستان میں حضرت مولانا محمد ہارون صاحب ادارۃ المعارف فرید آباد ڈھاکہ کے زیر قیادت مولانا محمد عثمان اور ان کے ساتھی تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں مشرقی پاکستان میں اسی سال کام شروع کیا گیا ہے الحمد للہ کہ علماء مشرقی پاکستان کی سرپرستی میں یہ قافلہ نہایت سرعت سے آگے بڑھ رہا ہے مشرقی پاکستان علوم اسلامیہ کا گہوراہ ہے۔ وہاں کے عوام والہانہ طور پر جماعت ختم نبوت کے مقاصد کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے وفاتر کے ساتھ ذیلی وفاتر اور ذیلی مدارس عربی کے ذریعہ تبلیغ و تدریس کا کام ہو رہا ہے پانچ کارکن دفتر مرکزیہ ملتان میں انتظامی امور سرانجام دے رہے ہیں۔

اسماء گرامی ممبران مجلس شوریٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

۱۔ استاذ العلماء حضرت مولانا السید محمد یوسف نبوری۔ دارالعلوم نیو ٹاؤن کراچی
۲۔ یاد گار سلف حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری۔ خیر المدارس۔ ملتان
۳۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائے پوری جامعہ رشیدیہ ساہی وال
۴۔ حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور۔
۵۔ حضرت مولانا نذیر حسین صاحب۔ پنو عاقل (سکھر)
۶۔ حضرت مولانا عبد الحی صاحب قاسم العلوم گھوٹکی (سکھر)

۷۔ حضرت مولانا سراج الدین صاحب جامعہ نعمانیہ۔ ڈیرہ اسماعیل خان
۸۔ حضرت مولانا عبد الوحید صاحب ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا
۹۔ حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحب امیر مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان زید مجدہم
۱۰۔ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
۱۱۔ حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب میانوی۔
۱۲۔ حضرت مولانا تاج محمود لائل پور

یہ ہیں ان حضرات گرامی قدر کے اسماء جو اس دور پر فتن میں قافلہ تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی و رہنمائی قبول فرمائے ہوئے ہیں۔

جماعت کے کارکنوں' اراکین اور عامتہ المسلمین سے التجا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں جماعت کی کامیابی خلوص اور قبولیت کی دعا فرما دیں نیز یہ کہ اللہ پاک ہم سب کو ختم نبوت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین و ما علینا الا البلاغ ناظم دفتر مرکزیہ
مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان

روح پرور اور ایمان افروز نظارے

۲۷۔۲۸۔۲۹/دسمبر ۱۹۶۹ء کو چنیوٹ ضلع جھنگ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ یوں تو یہ کانفرنس دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہر سال منعقد ہوا کرتی ہے لیکن اس دفعہ یہ کانفرنس بہت زیادہ کامیاب ہوئی۔ ملک بھر سے شیدایان ختم نبوت شریک ہوئے۔ بے پناہ حاضری ہوتی رہی چنیوٹ جیسے معمولی قصبہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے اجلاسوں میں لاکھوں نفوس کی حاضری کوئی معمولی بات نہیں

اس بے پناہ اور غیر معمولی حاضری کے علاوہ روحانی طور پر جو انوار و برکات اس

دفعہ وہاں نظر آئے وہ بھی پہلے کم دیکھے گئے تھے۔ اس وقت ملک میں افراتفری اور بدترین انتشار کا دور دورہ ہے۔ جماعتیں گروہوں اور گروہ ٹولیوں میں بٹ رہے ہیں۔ اخلاقی انحطاط کی بدولت کوئی بھی ایسی جماعت نہیں ہے۔ جس کی صفوں میں اتفاق و اتحاد ہو۔ ہر جگہ نفاق' حسد اور عناد جلوہ گر نظر آرہا ہے لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں شیعہ سنی دیو بندی' بریلوی اتحاد کے وہ روح پرور اور ایمان افروز نظارے دیکھنے میں آئے' جنہوں نے ۱۹۵۳ء کے برکت علی محمڈن ہال کے آل پارٹیز اجتماع کی یاد تازہ کر دی۔

اتنی نپی تلی' صاف ستھری مناسب اور برمحل تقریریں ہوئیں کہ لکھے پڑھے سامعین سے لے کر ان پڑھ اور دیہاتی تک سبھی' کچھ نہ کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ حاصل کر کے گھروں کو واپس گئے۔

ہماری رائے میں اس دفعہ کانفرنس کی کامیابی کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

۱۔ مسئلہ ختم نبوت کی برکت۔ اس مسئلہ کی صداقت و اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

۲۔ انتخابات کی آمد آمد' قوم کے ہر فرد کی نگاہ اب آئندہ انتخابات پر ہے۔ ملک کے سیاسی' اقتصادی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے لوگ انتخابات کو اپنی امنگوں اور آرزوؤں کے پورا ہونے کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔ دین سے محبت رکھنے والے اور حضور سرور کائناتؐ کی ختم نبوت کے مسئلہ کی اہمیت جاننے والے مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ اب وقت آن پہنچا ہے کہ تحفظ ختم نبوت اور استیصال مرزائیت کے لئے صحیح نمائندے چنے جائیں۔ اسی لئے اس دفعہ وہ اس کانفرنس میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوئے۔ اور اپنی حسب خواہش یہ پیغام سن کر گئے کہ آئندہ انتخابات میں ووٹ کس کو دینا ہے جو دنیاوی مسائل کے علاوہ حضورؐ کی نبوت کے تحفظ اور سارقین ختم نبوت کے کاروبار کے انسداد لئے کام کرنے کا وعدہ کرے

۳۔ تمام مختلف فرقوں کے چوٹی کے رہنماؤں کا ایک اسٹیج پر جمع ہونا جس کا موقع کسی دوسری جگہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حضرت خواجہ قمرالدین سجادہ نشین سیال شریف۔ صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ بریلوی' مولانا محمد صدیق خطیب اہل حدیث مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف۔ مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری دیو بندی' جناب سید مظفر علی شمسی شیعہ ایک ایسے اسٹیج پر جمع ہوئے جو مولانا محمد علی جالندھری اور ان کی جماعت کی زیر سرپرستی ہوا تھا۔

۴۔ مجاہد اول سردار عبد القیوم خان سابق صدر آزاد کشمیر مجاہد ملت بریگیڈیر گلزار احمد (مصنف کتاب دفاع پاکستان) کی اس سال کانفرنس میں شرکت بھی اس کانفرنس کی نمایاں کامیابی کا باعث ہوئی ہے

ہفت روزہ لولاک کی خدمات جواب مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف ہے۔ جماعت کے ترجمان و خادم کی حیثیت سے لولاک نے ملک میں ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ عوام کو ایک بار پھر مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کا احساس ہونے لگا ہے۔ اور وہ اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کے تحفظ کے لئے عملی طور پر ہر اس آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما بلند کریں۔

اس کانفرنس میں جو ایمان پرور باتیں کہی گئیں اور جو نورانی سماں دیکھا گیا اس سے ایک بار پھر یقین حاصل ہوا کہ اس امت کے اتحاد کا مرکزی نقطہ صرف اور صرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اسلام اور قرآن و کعبہ دوسرے شعائر اپنی جگہ مسلم ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ایک پر یہ امت جمع نہیں ہو سکتی۔ اس امت میں قدر مشترک حضور انورؐ کی ذات گرامی ہے اور حضورؐ کے نام و ناموس کے تحفظ ہی کے لئے یہ امت جمع ہو سکتی ہے۔

اس وقت تمام دینی جماعتیں اپنی اپنی سمجھ اور استطاعت کے مطابق دین کی سرخروئی اور سربلندی کے لئے کام کر رہی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ۲۲ سال سے انہیں کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی جماعتوں اور دیندار لوگوں میں اتفاق و اتحاد نہیں ہے۔ ان میں اختلاف و انتشار ہے۔ جب تک دینی جماعتوں کی قوت میں یکجہتی نہ پیدا ہو اس وقت تک ان کی کامیابی ناممکن ہے

اگر دینی جماعتیں اخلاص کا ثبوت دیں اور دینداروں کو اکٹھا کرنا چاہیں تو حضورؐ کی ختم نبوت کے عنوان پر وہ سب کو جمع کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو ہر ناممکن ممکن ہو جائے گا اور ان کی ناکامیاں کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔

ذوالفقار علی بھٹو اور مرزا ناصر احمد

روزنامہ ندائے ملت لاہور روزنامہ مشرق لاہور میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی' جماعت احمدیہ کے خلیفہ مرزا ناصر احمد سے متعدد ملاقاتیں ہو چکی ہیں اور وہ آئندہ بھی ان سے ملاقاتیں کریں گے۔

لولاک کسی سیاسی جماعت کا نہ ترجمان ہے اور نہ مخالف وہ اسلام کا داعی" اور ختم نبوت کا علمبردار اور تمام مسلمانوں کا خادم ہے۔ وہ تمام سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کو اسی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد مدح و قدح میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہے۔

لولاک نے سیاسی نظریات کے اختلاف کی بنا پر نہ کسی کو کافر قرار دیا ہے اور نہ غدار کہا ہے لیکن وہ ختم نبوت کے منکروں اور ان سے راہ و رسم رکھنے والوں کو نہ اسلام کا دوست سمجھ سکتا ہے اور نہ ملک کا خیر خواہ۔

انتخابات قریب ہیں۔ سندھ میں قادیانیوں کی وسیع علاقوں پر مشتمل تین ریاستیں موجود ہیں۔ بھٹو صاحب کو وہاں کے ووٹوں کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ بھٹو صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ ملک بھر کے قادیانیوں کے ووٹ مرزا ناصر احمد کی ہدایات کے مطابق کسی بھی جماعت کو مل سکیں گے۔ اس لئے انہوں نے مرزا ناصر احمد سے ملاقاتیں کی ہیں اور آئندہ بھی ان سے ملنے کی تمنا کا اظہار کیا ہے۔

یہ بات بھی ہمارے نوٹس میں ہے کہ بعض پختہ فکر قادیانی' مزدور لیڈروں کا لبادہ اوڑھ کر لیبر پارٹیوں میں شامل ہیں اور لیبر پارٹیوں کی معرفت سوشلسٹوں کے کیمپ میں گھسے ہوئے ہیں۔ غالباً" قادیانی یہ سوچتے ہیں کہ انہیں برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا سمجھا جاتا ہے اگر ملک میں سوشلسٹ انقلاب بپا ہو گیا تو اس صورت میں یہ لیبر پارٹیوں

کا تعلق اور ذوالفقار علی بھٹو کی یہ ملاقاتیں ان کے لئے وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاح بن سکیں گی۔

ضعف الطالب والمطلوب

ہم ان دونوں صاحبان کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ عارضی مفاد کے لئے کیوں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو گروہ محسن کائنات محمد مصطفیٰ کا وفادار ثابت نہیں ہوا اور جس نے پوری امت سے کٹ کر ارتداد قبول کرتے ہوئے اپنے آپ کو علیحدہ مشخص اور ممیز کر رکھا ہے وہ گروہ بھٹو صاحب کا خاک وفادار ثابت ہو گا۔اور اسی طرح جس سوشلزم کے ہاتھوں سمرقند اور بخارا تباہ ہوئے اور جہاں سے آج بھی روح اسلام کے نالہ و بکا کی دردناک آوازیں سنی جا سکتی ہیں۔ وہ سوشلزم قادیانیت کو کیا تحفظ دے سکے گا۔(لولاک ۹/جنوری ۱۹۷۰ء)

پیر صاحب گولڑہ شریف' کا پیغام

آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے سلسلہ میں اس دفعہ متعدد مشائخ' علماء اور عوامی رہنماؤں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی' جن میں سے اکثر حضرات نے کانفرنس میں شرکت کی۔ حضرت شیخ المشائخ صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کراچی نے ناسازی طبع کیوجہ سے کانفرنس میں شرکت سے معذوری ظاہر فرماتے ہوئے اپنی طرف سے عقیدہ ختم نبوت کے سلسلہ میں حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد علی جالندھری کو پورے تعاون کا یقین دلایا۔

اس سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف نے حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری کو مندرجہ ذیل پیغام ارسال فرمایا ہے:

محترم و مکرم ــــــــــ وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ

عنایت نامہ موصول ہو کر کاشف ما فیہا ہوا۔ مجھے کبھی جلسے جلوسوں میں شمولیت کا اتفاق نہیں ہوا' اور نہ ان کے لوازمات سے واقفیت ہے مجھے آپ کے اس کار خیر میں آپ کے ساتھ' اور دیگر جملہ ساعیان کے ساتھ دلی تعاون اور ہمدردی ہے ــــ اللہ تعالٰی کامیابی بخشے ــــ اور زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے' آمین!

والسلام

دعا جو ــــــــ ازگولڑہ شریف

☆ ــــــــــــ ۱۳/ دسمبر۱۹۶۹ء

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کا پیغام

محترم المقام گرامی مفاخر مولانا محمد علی صاحب جالندھری

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ'

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے' یہاں سفر حرمین شریفین سے یکم شوال کی صبح عید کو پہنچ گیا ہوں۔ آنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی کانفرنس ۱۷/ شوال سے منعقد ہو گی' اور میں نے وعدہ یا نیم وعدہ کر لیا ہے۔ اتفاق سے اس سفر میں گھٹنوں کا درد بہت بڑھ گیا ہے' اور بعض اوقات جماعت کی نماز سے بھی محروم رہا۔ ان حالات میں سفر میرے لئے بہت دشوار ہے خصوصاً" رات باہر گزارنا' نیز آپ کو معلوم ہے کہ نہ تقریر کرنی آتی ہے' ــــ نہ اس قسم کے جلسوں کے لئے موزونیت ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی کانفرنس کو کامیابی عطا فرمائے' والسلام

محمد یوسف بنوری

☆ ــــــــ ۱۸/ دسمبر۱۹۶۹ء

(لولاک ۹جنوری ۱۹۶۹ء)

مرزائیت سے توبہ'

قارئین کرام یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس طرح ملک میں دیگر دینی

جماعتیں تبلیغ دین میں منہمک ہیں مجلس تحفظ ختم نبوت بھی کسی سے کم نہیں ہے اپنی بساط کے مطابق جماعت نے ۴۰ مبلغ رکھے ہوئے ہیں جن کی تنخواہ کرایہ۔ ڈاک قلی و دیگر سفر خرچ جماعت کے ذمہ ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو مرکز ملتان میں رہتے ہیں اور ان کا پروگرام مرکز بناتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو ملک کے ہر مرکزی شہر میں رہتے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس جماعت کا طرہ امتیاز ہے اس لئے جہاں پر منکرین ختم نبوت کے اثرات پھوٹتے ہیں وہاں پر مقامی مبلغ ان کی سرکوبی کے لئے کتب مرزا اٹھائے ہوئے حاضر ہوتا ہے۔ بدیں وجہ عرض ہے کہ جہاں پر اس سیاسی گروہ کی شرانگیزی کا خطرہ ہو وہاں کے قریبی مبلغ کو اطلاع دے کر اپنا فرض ادا کرنا ہر دیندار آدمی کا کام ہے۔ اس ساری تمہید کا خلاصہ فقط اتنا ہے کہ لائل پور شہر کے متصل چک بلوے والا ہے وہاں پر مستری محمد رمضان صاحب مقیم ہیں وہ چونکہ ہر روز شہر میں کام کرنے کے لئے جاتے ہیں اور کندہم جنس باہم جنس پرواز کے مطابق ہر مستری کا دوسرے مستری سے تعلق ہو ہی جاتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مرزائیوں کا ہر چھوٹا بڑا آدمی مستقل مبلغ ہوتا ہے مستری صاحب کو ایک مرزائی مبلغ علی احمد سے واسطہ پڑ گیا وہ مبلغ بھی مستریوں کا کام کرتا تھا۔ چنانچہ وہ مستری صاحب کو ربوہ لے گیا فارم پر کرنے کی غرض سے دیا گویا کہ وہ اس غریب کو مرتد بنا چکے تھے۔ کہ فقیر کو پتہ چلا کتابیں اٹھائیں اس چک میں حاضر ہوا خدا بھلا کرے مولانا غلام حسن صاحب مہتمم مدرسہ رفیق العلوم کا کہ انہوں نے میرے سے تعاون کیا رات کو رد مرزائیت پر تقریر ہوئی اور سویرے درس ہوا جب مستری صاحب نے مرزا کا چہرہ مرزا کے آئینہ میں دیکھا تو توبہ کر کے مرزائیت سے اپنا دامن صاف کیا اور اعلان کیا کہ مرزا اور اس کی امت کافر ہے مجھے ان سے اب کوئی تعلق نہیں ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو حضور کریم کی ختم نبوت کا سپاہی بنائے' اللہ وسایا مبلغ ختم نبوت لائل پور۔(لولاک ۷/مارچ ۱۹۶۹ء)

لائل پور میں مولانا جالندھری نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس کا نمبر ۳ ۴ سنسر شپ کے باعث انفارمیشن آفیسر نے کاٹ دیا

مولانا محمد علی صاحب جالندھری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا پریس کانفرنس سے خطاب

اس وقت ملک ایک بحرانی کیفیت سے دو چار ہے۔ پوری قوم کی نگاہیں صدر مملکت اور جمہوری مجلس عمل کے رہنماؤں کی گول میز کانفرنس پر لگی ہوئی ہیں۔ میں اس وقت ایک دینی جماعت کے سربراہ کی حیثیت سے اپنا ملی اور ملکی فرض سمجھتا ہوں کہ گول میز کانفرنس کے شرکاء کی توجہ چند ضروری امور کی طرف مبذول کراؤں تاکہ وہ ان ضروری مطالبات کو عوام کی خواہش کے مطابق حل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ان امور کو نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ نہ کیا گیا تو عوام کی موجودہ پریشانی جوں کی توں رہے گی نہ صرف یہ کہ ملک کے امن و امان کی صورت حال مخدوش رہے گی۔ بلکہ ملک کا مستقبل بھی غیر یقینی ہو کر رہ جائے گا۔

۱۔ ملک میں قرآن و سنت کے مطابق دستور نافذ کیا جائے۔ خاندانی منصوبہ بندی عائلی اور دوسرے تمام غیر اسلامی قوانین فوراً ختم کر دیئے جائیں۔ اس وقت مشرقی۔ مغربی پاکستان میں جو بعد رونما ہو رہا ہے اسی طرح بنگالی سندھی بلوچی پنجابی پختونی اور علاقائی بنیادوں پر جو نزاعات ابھر رہے ہیں ان کا حل بھی قرآن و سنت کے مطابق قوانین کا نفاذ ہے ملک کے تمام علاقوں میں قدر مشترک صرف اسلام ہے اور صرف اسلام ہی انہیں آپس میں وابستہ رکھ سکتا ہے۔

۲۔ پاکستان میں غیر ملکی عیسائی مشنریاں جو جال پھیلائے ہوئے ہیں عوام ان سے بے خبر نہیں اور وقتاً فوقتاً ارباب اختیار سے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے رہے ہیں گذشتہ پاک بھارت جنگ کے دوران بھی ان کے قابل اعتراض رویہ کو بری طرح محسوس کیا گیا تھا اور اب بھی اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ حالیہ عوامی تحریک کے دوران رونما ہونے والے تشدد آمیز واقعات اور تخریبی کارروائیوں میں بھی انہی غیر ملکیوں کا ہاتھ ہو اس لئے ملکی و ملی مفاد کا تقاضہ ہے کہ ان تمام مشنریوں کو فوراً بند کر دیا جائے اور ان کے زیر اہتمام چلنے والے اداروں کا نظم و نسق حکومت اپنی تحویل میں

لے لے۔

۵۔ اسلامی مشاورتی کونسل محکمہ اوقاف ادارہ تحقیقات اسلامی ادارہ ثقافت اسلامیہ میں کسی ایک فرقہ کے علماء کی اجارہ داری کی بجائے پاکستان کے مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کرام کو نمائندگی دی جائے۔

۶۔ ملک کے نظام تعلیم کو اسلامی اور قومی بنیادوں پر اس طرح مرتب کیا جائے کہ نئی نسل علمی۔ ادبی۔ فنی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی قدروں سے بھی بہرہ ور ہو سکے۔

۷۔ غیر اسلامی نظام حکومت کی وجہ سے پاکستان میں جو معاشی ناہمواری رونما ہوئی ہے اسے ختم کر دیا جائے اور ایسی اقتصادی پالیسی اختیار کی جائے جو ملک سے افلاس اور غربت کا خاتمہ کر دے۔

آخر میں تمام دینی جماعتوں کے ذمہ دار رہنماؤں اور دیگر اسلامی فرقوں کے سربراہوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک کے بقاء و استحکام اور دین کی اشاعت و حفاظت کے لئے متحد ہو کر کام کریں۔ میری جماعت ان مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر دینی جماعت سے تعاون و اشتراک کے لئے حاضر ہے۔ قادیانی مسئلہ کے متعلق میں آج ہی صدر مملکت اور کنونیز جمہوری مجلس عمل کو منسلکہ تار دیا ہے۔(لولاک ۲۱/مارچ ۱۹۶۹ء)

ضروری یادداشت

سہ نکاتی مطالبات پر مشتمل یہ ہینڈبل گول میز کانفرنس راولپنڈی میں صدر مملکت اور دیگر شرکاء کو پیش کیا گیا۔ (ادارہ)

بخدمت جناب صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب و نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب
کنونیز جمہوری مجلس عمل

——— و تمام معزز شرکائے گول میز کانفرنس ———

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکتہ

اس انقلابی فیصلہ کن وقت میں آپ کی توجہ ادھر مبذول کرانا ضروری ہے کہ

۱۔ قوم پاکستان میں اسلامی نظام حکومت اور شرعی احکام کا نفاذ چاہتی ہے۔

۲۔ ہزاروں شہدائے تحریک ختم نبوت کا خون آپ سے مطالبہ کرتا ہے اور اہل اسلام اس خبر کے سننے کے لئے بے چین ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کو کلیدی آسامیوں سے محروم کر دیں۔ تاکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی کے علاوہ انگریزی سامراج کی ریشہ دوانیاں بھی ختم ہو جائیں۔

۳۔ عائلی قوانین کی منسوخی کا فوری اعلان کر دیں تاکہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں اور آپ کو ملک و ملت کے لئے بہتر سوچنے کی توفیق نصیب ہو۔

امید ہے کہ آپ بحیثیت درد مند مسلمان ہونے کے ان بنیادی امور کو نظر انداز نہ فرمائیں گے۔ جو کہ ہماری تمام مشکلات اور دردوں کا مداوا ہیں اور پوری قوم کا یہ مطالبہ ہے۔

آپ کا خیر اندیش:۔ (مولانا) عبد الحکیم خطیب و مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ و ناظم عموی ڈویژنل جمیعۃ العلماء اسلام راولپنڈی۔(خدام الدین ۲۱/مارچ ۱۹۶۹ء)

حکومت پاکستان نے سعودی عرب کے ساتھ اقتصادی تعاون کے لئے ایک خاص کمیٹی قائم کی۔ جسکا سربراہ کٹر قادیانی کم بخت ایم۔ ایم۔ احمد مقرر ہوا۔ (امروز ملتان ٦/ مئی ۱۹۶۹ء)

جناب لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کی میت بہشتی مقبرہ میں دفن نہ ہو سکی'

از قرۃ العین ایم ۔ اے۔ ربوہ'

کہا جاتا ہے کہ آج سے تقریباً" ساٹھ سال قبل بانی جماعت احمدیہ نے خواب میں ایک ایسی جگہ دیکھی جہاں پر ان کی اور ان کے چند رفقاء کی قبریں دکھلائی گئیں اور یہ بتلایا گیا کہ جو لوگ اس قطعہ زمین میں دفن ہوں گے۔ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک جنتی ہوں گے۔ اس خواب کی تعبیر اور تفاؤل کے طور پر بانی جماعت نے اپنے باغ سے ملحق جگہ پر قادیان میں ایک قطعہ زمین مخصوص کیا۔ جس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اور اشاعت

اسلام کے لئے زندگی بھر اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ادا کرنے والے اور ترکہ میں سے دسویں حصہ کی ادائیگی کی وصیت کرنے والوں کو وھاں دفن کیا جاتا رہا مگر اس میں بھی اپنے خاندان کا استثناء رکھا۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بن گیا اور قادیان بمعہ اس مقبرہ کے جماعت کے ہاتھوں سے چھن گیا۔او رلاکھوں روپیہ کی ماہوار آمدنی سے انہیں محروم ہونا پڑا۔ تو خلیفہ صاحب ربوہ نے آمدنی کی اس یکلخت کمی کو بری طرح محسوس کیا اور اس آمدنی کو برقرار رکھنے کے لئے یہ منصوبہ بنایا کہ ربوہ کے مقام پر پہاڑوں کے دامن میں ایک قطعہ زمین مخصوص کر دیا اور جماعت کو یہ باور کرانا شروع کر دیا کہ پاکستان میں آجانے کے باوجود بھی (بہشتی مقبرہ) میں دفن ہونے کے نادر مواقع موجود ہیں اور آمدنی کے دسواں حصہ کی ادائیگی اور وصیت کے بعد اب بھی بہشتی مقبرہ کے دروازے کھلے ہیں۔ اور جو لوگ قادیان سے محرومی کے بعد "وہاں" دفن ہونے کے خیال سے "یہاں" دفن ہو جائیں گے تو وہ بھی جنتی تصور کئے جاویں گے لہٰذا وہ دھڑا دھڑ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ربوہ میں جمع کروا کر جگہ مخصوص کروا لیں۔ (جگہ بہت تھوڑی ہے ختم ہونے سے پہلے جگہ ریزرو کروالیں۔ ورنہ مایوس ہونا پڑے گا۔) حکومت پاکستان کے لئے یہ امر ایک لمحہ فکر یہ تھا کہ قادیان کا بہشتی مقبرہ ربوہ میں کیسے آگیا۔ اور پھر کس طرح لوگوں کی عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ناجائز آمدنی کے ذرائع پیدا کئے جا رہے ہیں اور دو گز زمین کے عوض ہزار ہا روپیہ کی آمدنی پیدا کی جا رہی ہے۔ اگر اس طریق پر بھارت میں واقع دوسری درسگاہوں سے عقیدت رکھنے والوں کی عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر پاکستان میں ان کے لئے متبادل قبرستان تیار کر کے بعض مجاور حضرات ذریعہ آمدن پیدا کریں اور دو گز زمین اتنے مہنگے داموں فروخت کرنے لگ پڑیں تو کیا اسے جائز تصور کیا جائیگا۔ اور حکومت اس بات کی اجازت دینے کو تیار ہے۔

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک "ہلال جرات" جو حال ہی میں ترکی میں ایک کار کے حادثہ میں انتقال کر گئے۔ ان کے متعلق ان کے عزیزوں نے فیصلہ کیا تھا کہ انہیں ان کے آبائی گاؤں پنڈوری میں دفن کیا جائیگا۔ مگر بعض مصالح کی بناء پر ربوہ سے حکم

صادر ہوا کہ انہیں ربوہ میں دفن کیا جائے۔ لہٰذا ان کی میت پورے فوجی اعزاز کیساتھ ربوہ لائی گئی۔ ربوہ آکر کار پرداز ان بہشتی مقبرہ نے یہ فیصلہ سنایا چونکہ ملک صاحب مرحوم اپنی آمدنی کا دسواں حصہ نہ دیتے رہے تھے۔ اور نہ انہوں نے وصیت کی تھی۔ لہٰذا انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا اہل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ انکی بیگم صاحبہ نے یہ شرائط پوری کی ہیں۔ لہٰذا انہیں دفن ہونیکی اجازت دی جاسکتی ہے اور ملک صاحب کو بہشتی مقبرہ کی چار دیواری سے باہر دفن کیا جا سکتا ہے فوج کی نمائندگی کرنیوالے اعلیٰ فوجی افسران نے کہا کہ ہمیں ان دونوں کو یکجا کرنے کا حکم ہے۔ ہم انہیں علیحدہ علیحدہ دفن نہیں کر سکتے۔ یا دونوں کو باہر دفن کیا جاوے۔ کیونکہ ہم نے دونوں کو ایک جگہ پہلو بہ پہلو دفن کر کے سلامی اتارنی ہے۔ سینٹ اور فوج کے نمائندگان نے یہ بھی کہا کہ ملک صاحب کو بھی چار دیواری کے اندر دفن کرنے کی اجازت دے دی جاوے اگر زمین کے معاوضہ کے طور پر یا ان کے ذمہ کوئی واجبات ہوں تو ہم نقدی کی صورت میں اسی وقت ادا کرنے کے لئے تیار ہیں اس پر جماعت کے سربراہ سے مری میں رابطہ قائم کیا گیا۔ کہ ایسے موقعہ پر کیا کیا جاوے؟

وہاں سے حکم نافذ ہوا کہ ملک صاحب بہشتی مقبرہ میں دفن نہیں کئے جا سکتے۔ انہیں اور ان کی اہلیہ کو بہشتی مقبرہ کی چار دیواری سے باہر ہی دفن کر دیا جاوے چنانچہ دونوں میتوں کو چار دیواری سے باہر دفن کر دیا گیا۔

حکومت سے استدعا ہے کہ وہ اس امر کی تحقیق کروائے کہ کیوں ایک لمبے عرصہ سے لوگوں کی اندھی عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دو گز زمین کے عوض ہزاروں روپیہ کمایا جا رہا ہے۔ جنرل ملک صاحب کا جنازہ ربوہ لا کر ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا ہے۔ جماعت کے ایک سرکردہ رکن ملک غلام فرید ایم اے کی لڑکی ایک مرتبہ کار کے حادثہ میں ہلاک ہو گئی تھی تو خلیفہ صاحب نے کہہ دیا کہ اچانک حادثہ میں ہلاک ہو جانیوالا شہید ہوتا ہے۔ لہٰذا بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا جاوے۔ حالانکہ جنرل اختر ملک بھی بعینہ اسی قسم کے حادثہ کا شکار ہوئے ہیں قطع نظر اس سے کہ کوئی کسی مخصوص قطعہء زمین میں دفن ہو کر بہشتی ہوتا ہے۔ یا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے ناجائز کاروبار کی

اجازت نہیں ہونی چاہئے اگر حکومت تھوڑی سی ہمت کرے تو پاکستان کے وجود میں آنے سے لیکر اب تک لاکھوں روپیہ کی آمدنی کا سراغ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے جو اس طریق پر لوگوں کی عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کملایا گیا ہے۔(لولاک ۵/ ستمبر۱۹۶۹ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا محمد علی جالندھری کا بیان

مولانا محمد علی جالندھری نے ۳/ ستمبر کو لاہور سے ڈھاکہ جاتے ہوئے کہا کہ قبلہ اول کے جانکاہ واقعہ کے بعد عالم اسلام کو متحد ہو جانا چاہئے اور انہیں کوئی ایسا ٹھوس پروگرام مرتب کرنا چاہئے کہ آئندہ یہودی نسل کو ایسی مذموم حرکت کی جسارت نہ ہو سکے اور گنبد خضری اور بیت اللہ کے علاوہ پورا عالم اسلام بھی محفوظ ہو جائے اس وقت سلامتی کونسل سے کسی قسم کی اپیل یا درخواست کرنا اصل معاملے کو معرض التواء میں ڈالنا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر اسلامی ملک میں اسلامی قانون نافذ ہو۔ نظام تعلیم صحیح بنیادوں پر استوار ہو۔ نوجوانوں کو فوجی تربیت دی جائے تاکہ دشمن کی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جاسکے۔ اور مسلمان دنیا میں باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ آپ نے فرمایا علماء کرام اور سیاسی لیڈروں کو ریڈیو پر جہاد کے موضوع پر تقاریر کرنے کی اجازت حاصل ہونی چاہئے۔(خدام الدین ۱۹/ ستمبر۱۹۶۹ء)

مولانا کا مشرقی پاکستان کا سفر جماعتی اعتبار سے بڑا ہی مبارک ثابت ہوا۔ مولانا کے شب و روز مختلف اہم شہروں میں بیانات ہوئے۔ ہفتہ وار ختم نبوت کراچی کے ایڈیٹر جناب عبد الرحمن یعقوب باوا ان دنوں مشرقی پاکستان میں مجلس کے کام کے نگران تھے۔ انہوں نے حضرت مرحوم کی تشریف آوری سے خوب فائدہ اٹھایا اور یوں مولانا کے سفر سے پورا مشرقی پاکستان قادیانیت فتنہ کی زہرناکیوں کو بھانپ کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی تک پیش کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

مولانا عبید اللہ انور پر ڈی۔ ایس۔ پی شریف چیمہ نے لاٹھی چارج کرایا۔ مولانا زخمی ہو کر ہسپتال داخل ہو گئے پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔ ملک کے تمام اہم

اخبارات نے اس پر احتجاجی اداریے تحریر کئے

۱۰جنوری کو آغا شورش کاشمیری نے آپ سے ہسپتال میں ملاقات کی۔ مولانا میاں عبد الهادی سجادہ نشین دین پور شریف ایسے معتدل رہنما مولانا انور کی خبر سن کر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔ صرف میاں صاحب نہیں پورا ملک اس پر اشکبار تھا۔ خدام الدین لاہور کی اشاعت ۱۱جولائی کے مطابق جسٹس شوکت علی ہائی کورٹ کے جج کی عدالت میں کیس کی سماعت ہوئی۔ استغاثہ کے گواہ ڈاکٹر ظہور الحق نے بتایا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا سجدہ کی حالت میں مجھ پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ قاضی سلیم ایڈوکیٹ نے عدالت کو بتایا کہ مولانا پر لاٹھیاں برسائی گئیں ان کے پیٹ پر لاتیں ماری گئیں جس سے وہ خون کے قے کرنے لگے مگر پولیس کو پھر بھی رحم نہ آیا۔ ہائی کورٹ نے چیمہ کی درخواست مسترد کر دی۔

۱جولائی کو مولانا نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ پولیس ایک فرلانگ تک مجھے گھسیٹتی ہوئی ٹرک میں سوار کرانے کے لئے لے گئی۔ ٹرک میں ایک سپاہی ہی نے میری ڈاڑھی نوچی اور دوسرے نے میری پشت پر لاتیں ماریں۔(خدام الدین ۱۸جولائی)

۱۴/اکتوبر کو فاروق احمد فوٹو گرافر نوائے وقت نے عدالت کو بتایا کہ مجھے نماز کی حالت میں مارا گیا اور لاٹھیاں برسائی گئیں۔۲۱اکتوبر کو ڈی۔ ایس۔ پی چیمہ نے عدالت میں مولانا عبیداللہ انور سے بلا مشروط معافی طلب کی اس پر مولانا نے اسے فوراً معاف کر کے اپنے اکابر کی یاد تازہ کر دی۔ اس پر خدام الدین نے ایک نوٹ لکھا ملاحظہ ہو:۔

مولانا عبید اللہ انور نے چند روز پہلے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو ان جیسا ایک وسیع القلب عالم دین ہی انجام دے سکتا تھا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ گزشتہ رمضان المبارک میں جمعتہ الوداع کی نماز کے بعد پولیس نے لاہور میں بعض ممتاز علماء کرام اور سیدھے سادے نمازیوں کے ساتھ ایک قطعی نا مناسب سلوک روا رکھا تھا۔ ان علماء میں مولانا عبید اللہ انور بھی شامل تھے جن کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں کہ جب جھگڑا حتمی طور پر طے پا گیا ہو تو پرانے زخموں کو ہرا کرنا درست

نہیں ہو گی۔ مولانا عبید اللہ انور نے پولیس کے اس طرز عمل کے خلاف ایک نہایت نیک اور مبارک مقصد کے تحت مقدمہ دائر کر دیا مگر جب متعلقہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مولانا سے معافی مانگ لی تو مولانا نے ایک سچے اور کھرے مسلمان کی طرح کمال فراخ دلی سے کام لے کر صحیح معنوں میں ایک عالم دین کا کردار ادا کیا اور افسر مذکور کی معذرت قبول کر لی۔ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات ہے کہ عدالتوں میں مقدمات کے دوران معافی اور در گذر کے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں مگر اس واقعہ کو بڑا واقعہ اس حقیقت نے بنایا ہے کہ مولانا عبید اللہ انور یہ مقدمہ کسی ذاتی انتقامی جذبے کے تحت نہیں لڑ رہے تھے بلکہ اصولی طور پر لڑ رہے تھے اور یہ اتنا اہم اصول تھا اگر یہ اصول پامال ہو جائے تو تمام بنیادی شہری حقوق کا جنازہ نکل جائے اور ایک آزاد جمہوریہ ایک پولیس اسٹیٹ میں بدل جائے۔ پھر یہ مولانا عبید اللہ انور کی محترم شخصیت کا مسئلہ تھا۔ اول تو وہ بذات خود ایک متبحر عالم دین ہیں دوسرے وہ حضرت مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں جن کے معتقدین کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ قرون اولی میں مسلمانوں کا یہی طرز عمل تھا جس سے بیگانے بھی متاثر ہوئے۔ مولانا عبید اللہ انور نے بھی معذرت قبول کر کے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان جس رحمتہ للعالمینؐ کے غلام ہیں۔ اس کے درس حیات کا ایک اہم عنوان رحمت' محبت اور سلامتی تھا خدا کا شکر بجا لانا چاہئے کہ آج بھی ہم لوگوں میں ایسی شخصیتیں موجود ہیں جن کے حسن کردار کو دیکھ کر زندہ رہنے کو جی چاہتا ہے(خدام الدین ۱۴نومبر۱۹۶۹ء)

آغا شورش کی رہائی

ہائیکورٹ میں ایڈووکیٹ جنرل نے عدالت کی توہین کی یہ ایوب خان کی آمریت کے زوال کا باعث بنا۔ آغا شورش نے بھوک ہڑتال کر دی۔ پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔ راقم الحروف کو یاد ہے کہ مولانا محمد علی جالندھری مولانا مفتی محمود نے ملتان میں ہڑتال کرائی اور جلوس کی قیادت کی۔ سارے ملک کا یہی حال تھا جمعیتہ علماء اسلام کے سٹیج سے گرفتاری تھی اور تھی عقیدہ ختم نبوت کے سلسلہ میں چنانچہ جمعیتہ علماء اسلام

اور مجلس تحفظ ختم نبوت نے شورش کیس کو پورے ملک میں سراپا تحریک بنا دیا۲۲ دن کی بھوک ہڑتال کے بعد ۲۵ دسمبر کی شام کو آغا شورش رہا کر دیئے گئے۔ طبیعت سنبھلنے پر آپ نے سفر کیا۔ کراچی سے لاہور تک والہانہ استقبال ہوا۔

خان پور اسٹیشن پر میاں عبد الہادی سجادہ نشین نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ اور مولانا مفتی محمود نے ملتان اسٹیشن پر آغا صاحب کا استقبال کیا غرضیکہ پوری دینی قیادت نے ایک ہی دن میں کراچی سے لاہور تک قادیانیت نوازی کے خلاف اپنے رد عمل کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ آغا صاحب نے بعد میں پورے ملک کا دورہ کیا۔ اور یوں پورے ملک میں فتنہ قادیانیت کے خلاف ایک لہر اٹھی جس نے اسلامیان پاکستان کو ایک دفعہ پھر قادیانیت کے خلاف بیدار کر دیا ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد انور شاہ قدس سرہ' العزیز فرمایا کرتے تھے کہ:-

"مسیلمہ کذاب و مسیلمہ ہند کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ فرعون مدعی الوہیت تھا۔ اور الوہیت میں کوئی التباس و اشتباہ نہیں۔ ادنی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کھاتا پیتا سوتا اور جاگتا ہے اور ضروریات انسانی میں مبتلا ہے وہ خدا کہاں ہو سکتا ہے۔ مسیلمہ مدعی نبوت تھا۔ اور انبیاء کرام جنس بشر سے تھے اس لئے ظاہری بشریت کے اعتبار سے سچے نبی اور جھوٹے نبی میں التباس ہو سکتا ہے۔ اس لئے مدعی نبوت کا فتنہ مدعی الوہیت کے فتنہ سے کہیں اہم اور اعظم ہے۔ اور ہر زمانہ میں خلفا اور سلاطین اسلام کا یہی معمول رہا کہ جس نے نبوت کا دعوی کیا اسی وقت اس کا سر قلم کر دیا۔"

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا۔ اور اپنی نبوت پر دلائل پیش کرنے کے لئے مہلت مانگی تو حضرت امام اعظمؒ نے فتوی دیا کہ جو شخص اس کی نبوت کی دلیل طلب کریگا وہ کافر ہے اس لئے کہ وہ ارشاد نبوی "لا نبی بعدی" کا منکر اور مکذب ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی طرح نزول حضرت مسیح علیہ السلام پر امت محمدیہؐ کا اجماع ہے۔ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام اپنے جسد

عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں' زندہ ہیں قیامت کے قریب دوبارہ اس دنیا میں نازل ہوں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول سے قبل جب دنیا سے عدل و انصاف اٹھ جائے گا اور یہ دنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ تو حسب فرمان مصطفٰے علیہ الصلوۃ والسلام آپ کی آل پاک میں سے ایک شخص پیدا ہو گا۔ جن کا نام "محمد" ہو گا۔ باپ کا نام عبد اللہ اور ماں کا نام آمنہ ہو گا۔ دمشق کی جامع مسجد میں نماز فجر کی امامت کے لئے تیار ہونگے کہ جامع مسجد کے مشرقی مینار پر حضرت مسیح علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ زرد رنگ کی دو چادریں زیب تن ہوں گی۔ سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے گویا کہ غسل فرما کر حمام سے نکلے ہیں۔ سیڑھی طلب فرمائیں گے نیچے اتریں گے۔ امام صاحب احتراماً امامت کے مصلے سے الگ ہو جائیں گے' تو اس پر حضرت عیسٰی علیہ السلام فرمائیں گے کہ مجھے آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ہے اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں دمشق کی جامع مسجد میں نماز فجر ادا کریں گے۔

ارشاد مصطفٰے علیہ الصلوۃ والسلام کی روشنی میں ان کا نام عیسی علیہ السلام ہو گا مریم کے بیٹے ہوں گے۔ لقب "مسیح" ہو گا۔ غرضیکہ وہی ہوں گے جو آج سے دو ہزار برس قبل زمین سے اٹھائے گئے تھے۔ نزول کے بعد چالیس برس اس خطہ اراضی پر قیام فرمائیں گے۔ نکاح کریں گے اولاد پیدا ہو گی صلیب توڑیں گے خنزیر خطہ اراضی سے ختم ہو جائے گا۔ دجال سے مقابلہ کریں گے جسے لد کے مقام پر قتل کر دیں گے تمام دنیا مسلمان ہو جائے گی یہودی مار دیئے جائیں گے دنیا عدل و انصاف کا گہوارہ بن جائیگی حج کریں گے روضہ اقدس علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر حاضری دیں گے صلوۃ و سلام عرض کریں گے۔ روضہ اطہر سے سلام کا جواب ملے گا۔

افسوس! آج عقائد باطلہ کا دور دورہ ہے۔ اجراء نبوت کی بحث ہے مدعی نبوت پر کوئی پابندی نہیں۔ مثیل مسیح کے دعاوی ہیں نہ حج ہے' نہ دمشق کے مشرقی مینارہ سے نزول نہ قتل دجال نہ روضہ اطہر پر حاضری نہ صلوۃ وسلام ہندی نژاد یہیں کی بودوباش یہیں کا انجام لیکن امت ہے کہ شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی یہ نبی ہیں یہ

ظلی نبی ہیں یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی کامل ہیں یہی امام مہدی ہیں۔ یہی مسیح علیہ السلام ہیں۔ مینارہ جو ان کے آنے کے بعد تعمیر کیا گیا ہے' یہ وہی دمشق کی جامع مسجد کا شرقی مینارہ ہے نعوذ باللہ من ذلک! اللہ پاک فرمان مصطفےٰ علیہ السلام پر ایمان و اعتقاد کو مضبوط رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سابق سندھ کے علاقہ میں ایک بدباطن مرتد نے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی ایک غیرت مند مسلمان سرکار یثربؐ کی یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور اس مرتد کو قتل کر دیا۔ جماعت نے اس غیرت مند مسلمان کی مقدمہ میں امداد کی اس کے ورثاء کی خبر گیری کی۔ ۲۳ محرم ۸۸ھ جناب سیشن جج صاحب خیر پور میرس کی عدالت سے موصوف کو تین سال قید بلا مشقت کی سزا ہوئی اور موصوف کے مذہبی تقدس اور دنیاوی وجاہت کے پیش نظر بی کلاس تجویز ہوئی۔ موصوف سکھر جیل میں شب بیداری' تلاوت کلام پاک اور ذکر الٰہی کے ساتھ سکون و اطمینان کی جیل کی زندگی پوری کر رہے ہیں جماعت ان کے خورد سال بچوں کی طرف سے بے خبر نہیں۔

۵۔اس سال ملک کے مایہ ناز اور نامور خطیب جناب آغا شورش کاشمیری نے کل پاکستان جمعیتہ علماء اسلام کانفرنس لاہور کے کھلے اجلاس میں ایوبی حکومت کی ایک خاص فرقہ پر بے جا رعایتوں کا نوٹس لیا اور الحمد للہ کے عنوان کے تحت اپنے ہفت روزہ چٹان میں غیر معتبر چند سطور سپرد قلم فرمائیں جن کے باعث ہفت روزہ پرچہ ضبط۔ ڈیکلریشن منسوخ اور آغا صاحب کو ایوبی حکومت نے پابند سلاسل کر دیا۔ جیل میں اس مرد مجاہد کو طرح طرح کی عقوبتیں دی گئیں اپنا کھانا کھانے کی اجازت نہ دی گئی۔ اور غیر معتمد کھانا کھانے پر مجبور کیا گیا جس پر آغا صاحب نے غیر معین عرصہ کے لئے بھوک ہڑتال کر دی جس کی وجہ سے پورے ملک کے عوام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی کئی ہفتے مسلسل خوراک بند رہنے کے باعث ذیابیطس اور خفقان قلب کا یہ مریض اور جاں نثار ختم نبوت موت کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ایوبی حکومت نے انکی موت کی ذمہ داری قبول نہ کرنے کی وجہ سے انہیں رہا کر دیا۔ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس

کے رہنماؤں نے آغا صاحب کی گرفتاری کے دوران اور ان کی رہائی کے وقت مکمل ساتھ دیا۔ ختم نبوت کے سلسلہ میں ایوبی حکومت کا یہ قبیح فعل اور ایک خاص فرقہ کے ساتھ ناجائز مراعات ان کے خلاف عظیم تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔

۶۔ الحمدللہ کہ اس سال مزید مبلغین کو جماعت میں شامل کیا گیا اور بعض نئے شہروں میں جماعتوں کے کام کو توسیع دی گئی۔ مولانا سراج الدین کراچی مولانا عبد الغفور غفاری لاہور۔ مولانا اللہ وسایا لائل پور۔ مولانا سید ممتاز الحسن لائل پور اور مولانا نذیر احمد کو حیدر آباد متعین کیا گیا۔

۷۔ دارالمبلغین کا قیام دفتر مرکزیہ ملتان میں ہوا۔ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات نے مبلغین اسلام کی ایک جماعت کو تیار فرمایا۔ حضرت فاتح قادیان نے ملتان دفتر کے علاوہ سجاول ضلع ٹھٹھہ۔ بہاول پور۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور وغیرہ شہروں میں قیام فرما کر تبلیغ دین کے لئے بہت سے حضرات کو تیار کیا۔

۸۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی۔ کوئٹہ کے دفاتر کے ساتھ ذیلی دفاتر اور ذیلی مدارس عربیہ کے ذریعہ تبلیغ و تدریس کا کام ہوا ہے۔ دفتر مرکزی نے ماتحت جماعتوں کی مالی امداد کے علاوہ بہاول پور اور جیکب آباد میں مدارس عربیہ کی امداد کے لئے خطیر رقم عطا کی۔

۱۹۷۰ء ہمارے ملک کی تاریخ میں کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔

۱۹۷۰ء میں عام الیکشن ہوئے ملک بھر کی جماعتوں نے الیکشن میں حصہ لیا اس الیکشن میں قادیانی جماعت نے جماعتی طور پر پاکستان پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا اور چند ایک اپنے صوبائی ممبر کامیاب کرائے۔ کل چودہ مقامات پر مرزائی الیکشن میں کھڑے ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے جماعتی رفقاء کی میٹنگ طلب کی اور پھر تمام مبلغین حضرات کو ان حلقوں میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیج دیا۔ اللہ رب العزت نے فضل فرمایا کہ سوائے تین مقامات ' راجہ منور چکوال' اعظم گھمن سمبڑیال اور بشیر انور مانانوالہ بار شیخوپورہ کے علاوہ باقی ہر جگہ قادیانیوں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔

الیکشن میں جمعیتہ علماء اسلام نے باضابطہ اپنے دستور میں اعلان کیا تھا کہ وہ

قادیانیوں کو اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوائے گی۔

الیکشن کے بعد مجلس نے فوری طور پر ایسا لٹریچر تیار کیا جو ممبران اسمبلی میں تقسیم کیا جا سکے۔ اس کی تفصیلات میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح مشرقی پاکستان کے ممبران سے رابطہ کے لئے ایک وفد ترتیب دیا گیا۔

۱۳ جولائی ۱۹۷۰ء کو الیکشن کے زمانہ میں جیمس آباد کی فیملی کورٹ کے جج مسٹر محمد رفیق گوریجہ نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے مسلمان عورت سے قادیانی نکاح فسخ کر دیا۔ مرزائی دامے درمے سخنے قدمے پیپلز پارٹی کے ساتھ اور پیپلز پارٹی کے گڑھ سندھ میں ان کے خلاف یہ فیصلہ قدرت کی طرف سے ایک تازیانہ تھا۔ لندن تک کے اخبارات نے اس فیصلہ کو اپنے اخبارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ ہمارے ملک کے تقریباً" ہر قومی اخبار نے بالاقساط اس کا ترجمہ شائع کیا۔ قادیانی پریس اس پر بہت سٹپٹایا دینی حلقوں نے اس فیصلہ کو اپنے لئے نیک فال قرار دیا۔ ۶ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو مولانا محمد علی جالندھری نے جناب محمد عثمان ایڈووکیٹ کو جنہوں نے اس کیس کی پیروی کی تھی۔ ان کو دفتر مرکزیہ ملتان میں استقبالیہ دیا۔ رات کو ان کے اعزاز میں قلعہ قاسم باغ پر کانفرنس منعقد ہوئی۔

مولانا محمد علی جالندھری کی افتتاحی تقریر

آپ نے فرمایا کہ ملک اس وقت ایک نازک مرحلہ میں ہے۔ قوم کو شدید معاشی' سیاسی اور سماجی مسائل درپیش ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے قوم کو متحد ہو جانا چاہئے مولانا نے فرمایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔

آج اس ملک میں غیر ملکی اور غیر اسلامی نظریات کی اشاعت اسلام کے نام پر ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ صحیح اسلامی نظریہ پر ڈٹے رہیں اور تمام غیر ملکی اور غیر اسلامی نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

آپ نے فرمایا کہ اس ملک کا استحکام عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک عقیدہ ختم نبوت کو آئین کی بنیاد نہیں بنا دیا جاتا۔ اس وقت تک ملک سے

یہ انتشار اور افراتفری ختم نہیں ہوسکتی۔

امیر مرکزیہ کی افتتاحی تقریر کے بعد استاذ المبلغین مولانا محمد حیات فاتح قادیان نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مفصل اور جامع خطاب فرمایا آپ نے قادیانیوں کی طرف سے اس سلسلہ میں کئے گئے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔

اور مسلمانوں پر واضح کیا کہ قادیانی جب بھی کسی مسلمان کے ایمان کو نقب لگائیں گے تو ان کا پہلا مسئلہ حیات اور ممات عیسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو کتاب و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں اس عقیدہ کا اچھی طرح علم ہونا چاہئے۔

دوسرا اجلاس

بعد نماز ظہر کانفرنس کے دوسرے اجتماع میں جمیعت اہلحدیث کے مقتدر رہنما مولانا محمد صدیق خطیب جامع اہلحدیث لائل پور نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا' ختم نبوت کے خلاف ایک خاص قسم کا شیطانی پروگرام شروع ہی سے چلا آرہا ہے۔ حضورؐ کے بعد مختلف زمانوں میں کذاب پیدا ہوتے رہے۔ انہوں نے نبوت کے دعوے کئے۔ مگر متنبی ہند نے تو کمال ہی کر دیا۔ اپنے آپ کو مسیح ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ من گھڑت قصے بنائے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اہل اطہارؓ کی توہین کی الہام کا دعویٰ کیا۔ اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کے لئے مسجد اقصی بیت کے مقابلہ میں مسجد اقصیٰ' صحابہ کے مقابلہ میں صحابہ اور اہل بیت کے مقابلہ میں اہل بیت بنائے۔ اپنی بیویوں کو امہات المومنین اور سیدۃ النساء کہا۔ جنت البقیع کے مقابلے میں جنت البقیع بنایا غرضیکہ اسلام اور اصطلاحات اسلام کی مقدور بھر تذلیل اور توہین کی۔ مولانا نے کتابوں کے حوالوں سے ان کی تمام کفریات کو بیان کیا اور مسلمانوں کو ان سے ایمان بچانے کی اپیل کی، مولانا محمد صدیق صاحب سے پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشہور رہنما اور حلقہ بہاولپور کے مبلغ مولانا غلام محمد صاحب کی مسئلہ ختم نبوت پر ایک جامع اور مدلل تقریر ہوئی۔

تیسرا اجلاس

بعد از نماز عشاء کانفرنس کا تیسرا اجتماع زیر صدارت مولانا حیدر زماں خطیب شاہی مسجد چنیوٹ منعقد ہوا۔ جمیعتہ العلمائے پاکستان کے نائب صدر اور مشہور بریلوی عالم دین صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا' کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری امیر مرکزیہ مجلس ختم نبوت پاکستان اور اسلامیان چنیوٹ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ عین اس وقت جب غداران ختم نبوت کا ربوہ میں اجتماع ہو رہا ہے۔ انہوں نے چنیوٹ میں اہل حق کو اکٹھا کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں بحیثیت بریلوی ہونے کے حضرت مولانا محمد علی صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے وہ جو قدم بھی اٹھائیں گے میں اور میری جماعت ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں گے میں یہ اعلان کردینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آئندہ الیکشن ختم نبوت کی بنیاد پر ہوگا۔ اور جو نمائندہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کی ضمانت نہیں دے گا اسے ووٹ نہیں دیا جائے گا۔ مسئلہ جہاد کا ذکر کرتے ہوئے صاحبزادہ نے کہا کہ جہاد ایک ابدی چیز ہے جو شخص جہاد کا انکار کرتا ہے وہ گویا کہ غلامی کی زنجیروں کو اور زیادہ مضبوط کرتا ہے۔ مرزا صاحب نے محض انگریزوں کے اقتدار کو مضبوط اور دیرپا کرنے کے لئے جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کیا۔ آپ نے پرجوش لہجہ میں فرمایا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو میدان میں تلوار لے کر نکلے' نبی وہ نہیں ہوتا جو تلوار اٹھانے کی مخالفت کرے۔

صاحبزادہ صاحب نے عوام سے اپیل کی کہ آپ کو صدر یحیٰی خان کی مہربانی سے ایک دفعہ پھر ووٹ دینے کا اک موقعہ مل رہا ہے۔ اگر آپ نے سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال نہ کیا تو ہماری مصیبتوں کا خاتمہ کبھی نہیں ہوگا۔ صاحبزادہ سے قبل مولانا نذیر احمد مجلس تحفظ ختم نبوت نے کذب مرزا صاحب پر ایک اثر آفریں تقریر کی۔

چوتھا اجلاس

حضرت امیر شریعت کے دیرینہ رفیق اور خادم خاص حضرت مولانا عبدالرحمان

میانوی نے ایک رقت انگیز تقریر کی مولانا نے حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی سیرت اور زندگی پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں ان کی عظیم الشان خدمات بیان کیں۔ مولانا کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشہور مبلغ اور واعظ خوش بیان مولانا بشیر احمد اختر نے اپنے مخصوص لہجہ میں اسوہ نبوی پر ایک مفصل تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دنیا والے دنیا میں امن کے متلاشی ہیں۔ تو انہیں امن کی بھیک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے ہی مل سکتی ہے۔ اس اجلاس سے مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے مبلغ مولانا عبدالحفیظ اور ڈیرہ غازی خاں کے مبلغ مولانا اللہ وسایا نے خطاب کیا۔

پانچواں اجلاس

۲۸ دسمبر بعد نماز ظہر کانفرنس کے پانچویں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے' مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری نے فرمایا کہ آج کل ملک میں اشتراکیت کی مخالفت زوروں پر ہے۔میں کہتاہوں کہ اشتراکیت کی مخالفت ضرور ہونی چاہئے لیکن اشتراکیت سے بڑھ کر قادیانیت کا فتنہ ہے اشتراکیت کی بنیاد لادینیت پر ہے اور قادیانیت کی بنیاد ارتداد پر ہے۔ مولانا نے کہاکہ اہل حق کا فرض ہے کہ دونوں کو باطل سمجھ کران کی مخالفت کی جائے۔ میں ذمہ داری سے اعلان کرتاہوں کہ جس طرح قادیانیوں کو کھلے بندوں اجتماعات کرنے اور لٹریچر تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اسی طرح ہم اشتراکیوں کو بھی کھلے بندوں اشتراکیت کی تبلیغ نہیں کرنے دیں گے۔

مولانا ہمدانی

مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشہور رہنمامولانا سید محمد اشرف ہمدانی نے فرمایا ختم نبوت پر ہزاروں دلائل ہیں لیکن ہم بغیر کسی دلیل کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم اس ملک کے وفادار ہیں اور اس ملک میں کسی جعلی نبوت کے کاروبار کو نہیں چلنے دیں گے۔

مولانا نیاز احمد شاہ

ملک کے مشہور عالم دین اور جمیعۃ العلمائے اسلام ملتان ڈویژن کے صدر مولانا سید نیاز احمد شاہ نے تجویز پیش کی کہ آنے والے انتخابات مسئلہ ختم نبوت کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت شیدایان ختم نبوت نے اپنا خون اس لئے بہایا تھا کہ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ لیکن ابھی تک یہ مطالبہ پورا نہیں ہو سکا۔ ہمارا فرض ہے کہ اس مطالبہ کے لئے پرامن جدوجہد جاری رکھیں۔

چھٹا اجلاس

۲۸ دسمبر بعد از نماز عشاء کانفرنس کا چھٹا اجتماع زیر صدارت ڈاکٹر علی محمد صاحب منعقد ہوا اس اجتماع سے مولانا تاج محمود مدیر لولاک مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان، مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا اور خطیب ملت مولانا ضیاء القاسمی نے خطاب کیا۔ مولانا تاج محمود اور سردار عبدالقیوم خان مولانا ضیاء القاسمی نے اپنی مفصل اور پر جوش تقریر میں حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ نے فرمایا حضرت شاہ صاحب تحریک ختم نبوت کے بانی تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کی آخری یادگار ہے۔ مولانا نے کہا کہ افسوس ہے کہ کسی برسراقتدار جماعت نے آج تک قادیانی مسئلہ کو حل نہیں کیا۔ آپ نے حکومت سے اسلام دشمن قوتوں کے محاسبہ کی اپیل کی۔ مولانا نے حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ملک میں ہر مکتب فکر کے لوگوں کو تحریر و تقریر اور اپنے عقائد و نظریات کی آزادی اس طرح دی جائے کہ کسی دوسرے عقیدہ کے افراد کی دل آزاری نہ ہو۔

۲۔ مولانا نے کہا کہ مسلمان مبلغین کو غیر ممالک میں جانے کی اجازت دی جائے اور انہیں زرمبادلہ مہیا کیا جائے۔

۳۔ ملک کے دوسرے تمام اوقاف کی طرح قادیانیوں کے ۱۲ کروڑ روپے کے اوقاف پر بھی قبضہ کیا جائے۔

۴۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

ساتواں اجلاس

۲۹ دسمبر ۱۰ بجے قبل دوپہر کے اجلاس میں حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کی عالمانہ اور بصیرت افروز تقریر ہوئی۔ حضرت سیالوی کے ہزاروں مرید اجتماع میں شریک تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری امیر مرکزیہ نے حضرت کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ کے بعد میں اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگا ہوں۔ آج خواجہ سیالوی کی ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر آنے سے میری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ میں آپ کو حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری کی جگہ اپنا سرپرست اور بزرگ خیال کرتا ہوں۔

مولانا تاج محمود مدیر لولاک نے حضرت خواجہ سیالوی کا خیر مقدم کرتے ہوئے۔ پیر صاحب کو یقین دلایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا سٹیج سیاسی آلودگیوں سے مبرا ہے۔ ہم اس اسٹیج کو تمام مسلمانوں کی امانت سمجھتے ہیں۔ یہ سٹیج کسی خاص فرقہ کے لوگوں کا سٹیج نہیں ہے۔

مولانا نے خواجہ سیالوی کو یاد دلایا کہ آپ کے آستانہ سیال شریف کے ایک فیض یافتہ بزرگ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں شاندار خدمات سرانجام دی تھیں۔ آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ کا ارادہ مدینہ طیبہ رہائش اختیار کرنے کا تھا۔ لیکن حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو وہاں حکم دیا تھا کہ آپ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔ وہاں ایک فتنہ اٹھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت لیں گے حضرت گولڑوی نے فرمایا کہ بعد میں مجھے یقین ہوا کہ وہ فتنہ فتنہء قادیاں تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے سلسلہ میں حضرت سے عظیم کام لیا۔ مولانا نے اس موقعہ پر حضرت مولانا سید ابوالحسنات مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور حضرت خواجہ سیالوی سے درخواست کی کہ وہ اب مولانا ابوالحسنات کی طرح

آگے بڑھیں۔ حضور کی ختم نبوت کا پرچم اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہم آپ کے رضاکار کی حیثیت سے کام کریں گے۔ اور انشاء اللہ آپ کے چشم و ابرو کے اشارے پر ختم نبوت کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں گے۔

خواجہ سیالوی

حضرت خواجہ سیالوی نے قرآن مجید و احادیث نبویہ سے ثابت کیا کہ حضور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد دعوئی نبوت کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ مشرق سے ایک فتنہ اٹھے گا۔ جو لاریاط ولا جہاد کا نعرہ لگائے گا۔ یعنی حرمت جہاد کا اعلان کرے گا۔ آج ہم جس فتنہ کے لئے جمع ہوئے ہیں اس حدیث پاک کا مصداق بھی وہی ہے کیونکہ مرزا غلام احمد نے جہاد کی حرمت کا اعلان کیا تھا۔ آپ نے فرمایا جہاد وسعت دین کا وسیلہ ہے دین محمدی کا عین رکن ہے۔ جو شخص یا فرقہ جہاد کا مخالف ہے وہ قرآن و سنت کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے آپ نے فرمایا کہ میں نہ تو دیو بندی ہوں اور نہ میرا تعلق احرار اور مسلم لیگ سے ہے۔ لیکن میں تحفظ ختم نبوت کے لئے ہر ممکن تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس اجلاس میں پیر صاحب کے بعد حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوری مرکزی مبلغ مجلس ختم نبوت نے مقام صحابہؓ پر ایک پر اثر تقریر ارشاد فرمائی۔

آپ کے بعد قاضی اللہ یار صاحب مرکزی مبلغ مجلس ختم نبوت نے اصلاح معاشرہ پر مفید ترین خطاب کیا آپ کے بعد مرکزی جماعت کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحیم نے تاریخ مرزائیت بیان کی اور اس تحریک کا سیاسی پس منظر پیش کیا آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی تبلیغی سرگرمیوں سے حاضرین کو آگاہ کیا اور مولانا لال حسین اختر جو اس وقت انگلستان میں مجلس کی طرف سے فریضہ تبلیغ ادا کررہے ہیں کی کارکردگی کے متعلق تفصیلات مہیا کیں۔

آٹھواں اجلاس

کانفرنس کے آٹھویں اجلاس میں مشہور شیعہ راہنما مولانا سید مظفر علی شمسی مرحوم نے ایک ولولہ انگیز تقریر ارشاد فرمائی۔

شمسی صاحب نے حضرت مولانا امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری کو خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ نے مولانا محمد علی جالندھری کو اپنے فرقہ کی طرف سے تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ آپ نے فرمایا کہ قادیانی سمجھ رہے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کے بعد ختم نبوت کا پرچم شائد سرنگوں ہو جائے گا۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم ان کی روحانی اولاد اب بھی موجود ہیں۔ ہم ختم نبوت پر مرنا اپنے لئے زندگی سمجھتے ہیں۔ آپ نے مطالبہ کیا کہ جو لوگ عقیدہ ختم نبوت کے منکرین ہیں انہیں پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ آخر میں مولانا محمد علی جالندھری نے شمسی صاحب کا کانفرنس میں شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا۔

نواں اجلاس

کانفرنس کا آخری اور نواں اجلاس چنیوٹ کے مشہور رہنما ڈاکٹر محمد اسماعیل کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جمیعۃ العلمائے اسلام کے مشہور رہنما حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے اس عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری ہم سب کی طرف سے ایک اہم فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ ہم انکے شکر گزار ہیں اور ان کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ تحفظ ختم نبوت کے لئے جو فیصلہ فرمائیں گے جمیعۃ العلمائے اسلام کے ہزاروں رضاکار اور علماء آپ کے ساتھ ہوں گے آپ نے بڑے دکھ کے ساتھ فرمایا کہ مرزائیوں نے دین کو کھیل بنادیا ہے۔ آپ نے مرزائیوں کے اس عقیدہ پر زبردست تنقید کی کہ نبوت بھی ولایت کی طرح کسبی ہوتی ہے۔ آپ نے اعلان کیا کہ نبوت کا تعلق کسب سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے اس درجہ بلند پر فائز فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا غلام غوث نے مرزائیوں کی سیاسی سرگرمیوں پر کڑی نکتہ چینی کی۔ آپ نے صدر یحیٰی خان کو مبارک باد پیش کی کہ انہوں نے ۳۰۳ بڑے جنغادری افسروں کو

نکالا ہے آپ نے فرمایا ان ۳۰۲ میں راولپنڈی کا سابق ڈپٹی کمشنر میجر اشرف مرزائی بھی تھا اور انہیں ۳۰۲ میں ہزارے کا سابق ڈپٹی کمشنر عبدالسلام مرزائی بھی تھا ان دونوں نے مجھے ایک سال تک جھوٹے مقدموں میں پھنسا کر عدالتوں میں خراب کرنے کی کوششیں کیں۔ الحمد اللہ آج میں سلامت ہوں لیکن یہ گئے اور اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

بریگیڈئر گلزار احمد

مولانا کے بعد ملک کے مایہ ناز مجاہد اور صاحب طرز ادیب دفاع پاکستان اور تذکرہ افریقہ کے مصنف جناب بریگیڈیر گلزار احمد نے اس آخری اجتماع سے خطاب کیا۔ آپ نے مسئلہ جہاد پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاد سنت نبوی کی وہ مثال ہے جس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ جہاد عظمت دین وسعت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور اسی طرح مظلوموں کی امداد کے لئے فرض کیا گیا ہے۔ جہاد فرضیت میں عرب و عجم کی کوئی تفریق نہیں کسی قوم اور ملک کی حدود جہاد کی فرضیت میں مانع اور رکاوٹ نہیں ہیں۔ قبلہ اول کی بے حرمتی ہوئی تو جس طرح عرب پر جہاد فرض ہوا اسی طرح دنیا کے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگیا۔ آج مسلمانوں کا قبلہ قول یہود ملعون کے قبضہ میں ہے لیکن مسلمان جہاد کا اعلان نہیں کر سکے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر صیہونیت کے فتنہ کو جہاد کے ذریعہ نہ کچلا گیا اور قوم جہاد سے غافل رہی تو جس طرح ان کے قبضہ سے قبلہ اول چلا گیا ہے کہیں ان کے قبضہ سے خاکم بدہن قبلہ بھی نہ چلا جائے۔ آج مسلمان فریضہ جہاد کو ادا نہ کرتے ہوئے جس طرح قبلہ اول کو دشمنوں سے آزاد نہیں کرا سکے ڈر ہے کہ وہ قبلہ دوم کی بھی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔

بریگیڈئر صاحب نے مسلمانوں پر زور دیا کہ اتحاد اسلامی کو قائم کریں اختلافات کو بھول جائیں اور قرآن مجید پڑھیں حدیث پاک سیکھیں۔ قرآن و سنت کی تعلیم کے علاوہ سائنس پڑھیں تمام ٹیکنیکل علوم پڑھیں اور اعد و لھم ما ستطعتم کے حکم کے

مطابق کفار سے جہاد کرنے کے لئے ہر قسم کی تیاری کریں۔

بریگیڈیر گلزار نے قرآن مجید کی آیات جہاد تلاوت کرتے ہوئے ثابت کیا کہ مسلمانوں کے ملک کی محافظ فوج وہی ہو سکتی ہے۔ جو کتاب و سنت پر ایمان رکھتی ہو۔ آپ نے جہاد کی فرضیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ جو شخص جہاد کا منکر ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور جو شخص عقیدہ کے اعتبار سے جہاد کو حرام یقین کرتا ہے وہ پاکستان کی فوج میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے۔

بریگیڈیر گلزار نے بڑے اخلاص اور دردمندانہ لہجہ میں مختلف علمائے کرام سے اپیل کی کہ وہ عقیدہ ختم نبوت اسلام اور ملک کی حفاظت کے لئے متحد ہو جائیں۔ آپ نے دینی رہنماؤں کو ان خطرات سے آگاہ کیا جن خطرات میں اس وقت پاکستان اور مسلمان قوم گھری ہوئی ہے۔ ختم نبوت کے سٹیج سے یہ پہلا موقعہ تھا کہ فوج کا ایک جرنیل جو دنیا کے جدید ترین طریقہ ہائے جنگ سے آگاہ ہے قرآن مجید کی ان صداقتوں کی تائید کر رہا تھا جو قرآن مجید نے جہاد اور اس کے ضمن میں ارشاد فرمائی ہیں۔

مولانا محمد علی جالندھری

بریگیڈیر گلزار صاحب کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ اور ملک کے مشہور عالم دین مولانا محمد علی جالندھری نے آخری تقریر کی۔ مولانا نے اپنی دو گھنٹہ کی تاریخی تقریر میں مختلف مسائل پر اظہار خیال فرمایا۔ کہ اس وقت ملک میں انتخابات کی آمد آمد ہے تمام جماعتیں اپنے اپنے منشور پیش کریں گی۔ لیکن ہم کسی ایسے منشور کی تائید نہیں کر سکتے جس میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ضمانت نہ دی گئی ہو۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سیاسی جماعت نہیں ہے وہ براہ راست الیکشن میں حصہ بھی نہیں لے گی۔ لیکن وہ کسی ایسے نمائندے کو کامیاب بھی نہیں ہونے دے گی جو ختم نبوت کا منکر ہو یا منکرین ختم نبوت کا حامی ہو۔

مولانا نے فرمایا کہ تمام نمائندوں کو اعلان کرنا ہوگا کہ وہ اسمبلیوں میں پہنچ کر

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تحفظ کریں گے۔

آخر میں مولانا محمد علی جالندھری نے فرمایا کہ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لئے تمام دینی جماعتوں کا اتحاد ضروری ہے۔

سب سے پہلے میں جمیعۃ العلمائے اسلام جو دیوبندی عقیدہ کے علماء کی جماعت ہے ان سے اس بنا پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اور ہم ایک مدت تک اکٹھے مل کر ملک کی آزادی اور دین کی سربلندی کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور اس لئے میرا ان پر حق ہے کہ میں ان کو عرض کروں کہ تمام دینی جماعتوں کو دعوت دیں اور انتخابات سے قبل یہ فیصلہ کیا جائے کہ تمام دین سے محبت رکھنے والے لوگ ایک جماعت ہو کر ایک محاذ قائم کر کے عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد پر انتخاب لڑیں۔ میں مولانا احتشام الحق اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے عرض کروں گا کہ آپ تمام دینی جماعتوں کو جمع کریں۔ آپ نے پاکستان کے بنانے میں حصہ لیا تھا۔ آپ قائد اعظم کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کے وارث اور جانشین ہیں آپ کا حق ہے کہ پاکستان کو اسلامی مملکت بنوانے اور مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے سب کو اکٹھا کریں اس کے بعد میں جمیعۃ علمائے پاکستان سے جو بریلوی مکتب فکر کے علماء کی تنظیم ہے درخواست کرتاہوں وہ اس مقصد کے لئے دینی جماعتوں کو اتحاد کی دعوت دیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے سواد اعظم کے نمائندہ ہیں۔ میں اہلحدیث حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ سنت نبوی کے اتباع کے مدعی ہیں اور قرآن و سنت کے دلدادہ ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے وہ دینی جماعتوں کو دعوت دیں۔ میں شیعہ بھائیوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ اہل بیتؓ کے محب ہیں انہیں چاہئے کہ جنہوں نے اہل بیتؓ کی توہین کی ہے ان کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے تمام جماعتوں کو جمع کریں۔ ہم اس سب کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہیں۔

مشرقی پاکستان میں مجلس کی سرگرمیاں

مورخہ ۳۰ جون مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چاند پور پران بازار (ضلع

کملا) کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ زیر صدارت ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد عبد الحق صاحب امام و خطیب مسجد مذکور ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ڈھاکہ کے ناظم حضرت مولانا ابو محمود ہدایت حسین صاحب نے حاضرین جلسہ سے مسئلہ ختم نبوت پر نہایت بلیغ و فصیح انداز میں خطاب کیا مولانا نے آیات و احادیث کی روشنی میں مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور رتبہ محض ایک نبی اور رسول کی سی نہیں ہے۔ بلکہ آپ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں یعنی آپ تمام نبیوں کے سلسلہ نبوت ختم کرنے والے اور سارے رسل کے سردار ہیں۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ رسول۔ آپؐ کا دین ہی مکمل دین اور آخری دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ سے آج تک تمام امت محمدیہ صاحب الصلوۃ والسلام کا بالا تفاق یہی عقیدہ رہا ہے۔ اور قیامت تک رہیگا۔

انہوں نے بیاں جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانان عالم خصوصاً مشرقی پاکستان آج طرح طرح کی باطل سازشوں کا شکار ہیں۔ ایک طرف عیسائی مشینری اور پادری لوگ، صوبہ کے اطراف و جوانب میں اپنے جال پھیلا رہے ہیں۔ دوسری طرف منکرین ختم نبوت مرزائی مسلمانوں کے اس مجمع علیہ عقیدہ میں ضرب پہنچانے کے درپے ہیں۔ اسی غرض کے پیش نظر دونوں طبقے صوبہ کے گوشہ گوشہ میں کثرت سے لٹریچر پھیلا رہے ہیں۔ اور طمع د حرص میں مبتلا کر کے مسلمانوں کے ایمان و عمل کو لوٹ رہے ہیں۔ آپ حضرات ان کے مکرو فریب اور لٹریچر سے ہوشیار ہیں۔ اور غیر اسلامی نظریہ اور معاشرہ کو بکلی ترک کر دیں۔

انہوں نے کہا اگر ہم زندگی کے ہر شعبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جاری کردہ نظام کو اپنا لیں اور آپؐ کی سیرت پاک کو اپنی زندگی بنا لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں گمراہ نہیں کر سکتی آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانہ کے سارے مسائل کا حل صرف اسلام میں موجود ہے۔

انسان کے تخلیق کردہ کسی نظام اور ازم میں شر کے سوا کوئی خیر نہیں۔

بعد ازاں آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی مقامی مجلس کی طرف حاضرین جلسہ کی توجہ منعطف کی۔ چنانچہ اسی غرض سے باتفاق رائے حضرت مولانا عبد الحق صاحب کو داعی مقرر کر کے ایک ایڈہاک کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔

ضلع کملا مقام کا سائیٹ میں جلسہ عام

ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت ڈھاکہ حضرت مولانا ابو محمود ہدایت حسین کا خطاب۔

مورخہ ۵ جولائی برہمن باڑیہ کے قریب کا سایٹ گاؤں میں باشندگان گاؤں کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ صدر مدرس تاشہر بینیہ مدرسہ حضرت مولانا محمد عبد الباری صاحب نے کرسی صدارت کو رونق بخشی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈھاکہ کے ناظم حضرت مولانا ابو محمود ہدایت حسین اور مبلغ جناب مولانا محمد اظہر الحق صاحب فرید پوری نے بحیثیت مہمان خصوصی اس جلسہ میں شرکت کی منکرین ختم نبوت مرزائیوں کے شرانگیز خفیہ پروپیگنڈہ فریب و سازش اور طمع و حرص کے دام میں پھنس کر چند مسلمانوں کے بے راہ اور گمراہ ہونے کا قوی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ صدر مذکور اور مقامی مشہور عالم جناب مولانا عبد الرحمن صاحب نے اسے محسوس کرتے ہوئے مرزائیت کے چہرہ کو اچھی طرح بے نقاب کیااور خود مدعی نبوت مرزا غلام احمد کی تصانیف سے ان کے دعاوی نقل کر کے قرآن و حدیث کی رو سے ان کی تردید کی بعد میں عوام کو ان کے دام و فریب اور سازشوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت و تلقین کی۔ ان کے بیان کے بعد فوراً چند آدمیوں نے کھڑے ہو کر توبہ کرتے ہوئے زندگی بھر مرزائیوں کی صحبت سے دور رہنے کا اعلان کیا۔

آخر میں آپ نے ایمان کی حفاظت اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دین کی اشاعت کی خاطر دعوت دین کی عظیم الشان سنت کو اپنانے کے لئے سب کی توجہ منعطف کی۔ آپ نے زور دار الفاظ میں کہا اگر بغیر استثناء جوان بوڑھے اور مرد اور عورت کے ہم سب روزانہ تھوڑا سا وقت فارغ کر کے اس کام میں لگ جائیں اور ایک دوسرے کو دین کی باتیں تلقین کرتے رہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اور

سازش ہمیں گمراہ نہیں کر سکے گی۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایک نظیر بھی نہیں ملے گی کہ دین کا داعی کبھی راہ راست سے بھٹک گیا ہو۔ آپ کے خطاب کے بعد بھی کچھ لوگ توبہ کر کے اہل باطل کی صحبت سے اجتناب اور احتراز کرنے کا وعدہ کیا پھر مناجات کے بعد جلسہ کا اختتام ہوا۔

ضلع کملا بمقام برحمن باڑیہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی ایڈہاک کمیٹی قائم ہوئی۔

گزشتہ جولائی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامعہ یونسیہ برہمن باڑیہ میں طلبہ اور علمائے کرام کا ایک اجتماع منعقد ہوا۔ جامعہ کے نائب صدر حضرت ابو محمود ہدایت حسین صاحب نے اجتماع سے خطاب کیا

دوران تقریر انہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اغراض و مقاصد اور طریقہ کار کی تفصیل بتائی۔ اور ہر جگہ اسکی مقامی مجلسیں قائم کر کے حق کی تائید و اشاعت اور باطل کی تردید و مدافعت کی طرف حاضرین مجلس کی توجہ منعطف کی۔

بعد ازاں باتفاق رائے مندرجہ ذیل پانچ ارکان پر مشتمل وہاں تحفظ ختم نبوت کی ایک ایڈہاک کمیٹی قائم ہوئی۔

(۱) حضرت مولانا مفتی محمود ریاضت اللہ صاحب' نائب صدر جامعہ یونسیہ برحمن باڑیہ۔ کملا (صدر)

(۲) مفسر قرآن الحاج حضرت مولانا محمد سراج الاسلام صاحب محدث جامعہ یونسیہ برحمن باڑیہ۔ کملا (رکن)

(۳)حضرت مولانا مطیع الرحمن صاحب ناظم جامعہ یونسیہ برہمن باڑیہ۔ کملا۔(رکن)

(۴) جناب مولانا محمد نور اللہ صاحب محدث جامعہ یونسیہ برہمن باڑیہ۔ کملا۔(رکن)

(۵) جناب مولانا محمد ارشاد الاسلام صاحب مدرس جامعہ یونسیہ برہمن باڑیہ

کملا۔(رکن):۔(لولاک ۳۱/جولائی ۱۹۷۰ء)

مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا احتشام الحق تھانوی کی دفتر آمد

چٹاگام:۔۷/ذیقعد دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت چٹاگام کی اطلاع کے مطابق حضرت احتشام الحق تھانوی کہ مدظلہ' آج ڈھاکہ روانہ ہونے سے قبل دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت چٹاگام میں تشریف لائے اور انکے ہمراہ روزنامہ "وفاق" کے نامہ نگار بھی تھے۔ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے مختلف النوع مسائل پر گفتگو کی۔

فتنہ قادیانیت کا سدباب کرنے کی اہمیت پر زور دیا مختصر قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چٹاگام نے انہیں الوداع کہا۔

ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چٹاگام عبد الرحمان یعقوب باوا نے حضرت مولانا احتشام الحق صاحب کو الوداع کہنے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں گئے اور مجلس ختم نبوت چٹاگام کے زیر اہتمام دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ صاحبزادہ مولانا نازکی صاحب' ڈھاکہ کے حضرت مولانا محی الدین صاحب' چٹاگام کے حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب کے علاوہ کئی اور لوگوں نے دعوت میں شرکت کی نماز جمعہ کے بعد حضرت مفتی صاحب دفتر مجلس ختم نبوت تشریف لے گئے جہاں انہوں نے دفتر کا معائنہ کیا۔ رسمی گفتگو کے دوران انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قادیان میں ہمارا جلسہ تھا جس میں حضرت مرتضے حسن چاند پوری کے ہمراہ میں بھی تھا۔ اور جلسہ طے کر رکھا تھا کہ مرزا غلام احمد کی ذات پر بحث کریں اس پر قادیانیوں نے سارے قادیان میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ عوام میں ذاتی بحث کرنے سے لوگ مشتعل ہو جائیں گے اور فساد کا خطرہ پیدا ہوجائیگا یہ شکایات انہوں نے سرکاری افسروں کو پہنچا دیں۔ سرکاری افسروں سے درخواست کی کہ یہاں جلسہ نہ کیا جائے اسوقت تمام علماء کرام نے کہا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیا تو پھر ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان کو بھی پرکھیں اور یہ جلسہ انکی ذات کو پرکھنے کے لئے بلایا گیا ہے لہٰذا یہاں صرف انکی ذات

پر بحث ہو گی آخر افسروں نے اجازت دیدی

حضرت مفتی صاحب نے آگے چل کر فرمایا کہ فتنہ قادیانیت خطرناک ہے۔ اور یہ فرقہ واریت نہیں بلکہ فرقہ واریت اسے کہتے ہیں ان کے مسائل میں فروعی اختلاف ہوں جیسے دیو بندی بریلوی' شیعہ لیکن قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں فرقہ واریت قرار دینا سخت نادانی ہو گی۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک کتاب پہلے تحریر کی تھی جس کا نام مسیح موعود کی پہچان ہے وہ مرزا کو جانچنے کے لئے بہترین کتاب ہے انہوں نے فرمایا مرزائیت کی تردید کرنا نہایت ضروری ہے اور کام کرتے رہنا چاہئے ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت نے حضرت کو چٹاگام میں قادیانیوں کے متعلق تمام حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے یہاں کے کام کو اطمینان بخش قرار دیا اور حوصلہ افزائی کی۔ مختصر دعا کے بعد مجلس برخواست ہوئی اور حضرت مفتی صاحب کو ایئر پورٹ تک پہنچا دیا گیا۔ راستے میں انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری صاحب اکثر میرے پاس آتے رہتے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت چٹاگام نے ایک انگریزی دو ورقہ پمفلٹ شائع کیا ہے۔ جس میں علامہ اقبال کا وہ خط تحریر ہے جو انہوں نے پنڈت نہرو کو لکھا کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ قادیانی کسے کہتے ہیں اسمیں ہمارا اعلان بھی شامل ہے جدید تعلیم یافتہ میں اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا ہے۔

چاٹگام ۷ ذی قعدہ:۔ دفتر مجلس ختم نبوت چٹاگام سے موصول ہونے والی اطلاع کے مطابق آج بعد نماز مغرب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چٹاگام عبد الرحمٰن یعقوب باوا نے سیلون کے ہائی کمشنر جناب صادق فرید صاحب سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کی انہوں نے گہری دلچسپی سے تبادلہ خیال کیا۔ ان سے ملاقات کی غرض یہ تھی کہ ان کے دورہ چاٹگام کے موقع پر قادیانیوں نے اسلام کے نام سے دھوکا دے کر اپنے عبادت گاہ میں دعوت دی جس پر انہوں نے دعوت قبول کر لی۔ دوسرے دن اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئیں کہ سیلون کے ہائی کمشنر قادیانیوں کے احمدیہ مشن میں تشریف

لے گئے یہ خبر پڑھ کر ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت نے درخواست کی جس پر وہ فوراً" رضا مند ہو گئے۔

دوران گفتگو انہیں یہ بتایا گیا کہ احمدیہ مشن اصل قادیانیوں کی تحریک ہے جو مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ اور انہوں نے ساری دنیا میں ارتداد پھیلانے کے لئے اسلام کا نام استعمال کیا ہے۔ حالانکہ علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں انہوں نے کہا کہ ہمیں دعوت پر صرف یہ ہی بتایا کہ ہم ساری دنیا میں کس طرح اسلام کی خدمت کرتے ہیں پھر جناب ہائی کمشنر صاحب نے کہا کہ یہ علم ہوتا کہ یہ قادیانیوں کا عبادت خانہ ہے تو میں ہرگز نہ جاتا پھر فرمایا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور آخری نبی ہیں آپ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر سمجھتے ہیں اور لعنت بھیجتے ہیں انہوں نے بار بار اس بات کو دہرایا کہ میں قادیانی نہیں بلکہ مسلمان ہوں۔(لولاک ۲۶فروری ۱۹۷۰ء)

چوہدری سر ظفراللہ خان۔

پاکستان کے رسوائے زمانہ سابق وزیر خارجہ سر ظفراللہ قادیانی کو عالمی عدالت کا صدر مقرر کر دیا گیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑا عالمی اعزاز ہے۔ جو پاکستان کے حصہ میں آیا لیکن پاکستان کے کسی غیرت مند مسلمان کو اس اعزاز کے حصول پر کوئی خوشی نہیں ہوئی بلکہ الٹا صدمہ اور رنج ہوا ہے کہ ایک بین الاقوامی اعزاز ایک اسلامی مملکت کے توسط سے ایک ایسے شخص کو حاصل ہوا ہے۔ جس نے گزشتہ بائیس برس میں اپنی گوناگوں حیثیتوں کے باوجود پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی اور وہ اپنے عقائد و اعمال اور افکار و نظریات کے اعتبار سے امت مسلمہ سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا بلکہ وہ ایک ایسے گمراہ فرقہ کا رکن ہے جس نے نہ صرف قیام پاکستان کی پر زور مخالفت کی بلکہ کشمیر کے مسئلہ کو پیدا کرنے میں بھی اسی فرقہ کا ہاتھ تھا۔ ایک ایسا فرقہ جس کا قبلہ و کعبہ آج بھی بھارت کے پاس رہن ہے۔

ہم یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ مسٹر ظفراللہ خاں کو یہ اعزاز در حقیقت

اپنے مغربی آقاؤں کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔ چوہدری صاحب اس سے قبل عالمی عدالت کے رکن کی حیثیت سے جنوبی افریقہ اور اسرائیل میں اہم خدمات سرانجام دے چکے ہیں جنکا صلہ اس صدارت کی صورت میں دیا گیا۔ بہرحال مسلمانوں کو اس سلسلہ میں کوئی خوشی ہے اور نہ ہی کوئی غلط فہمی۔

(لولاک جلد نمبر۱‘ شمارہ نمبر۴۲) (۶مارچ ۱۹۷۰ء)

ہاتھی کے دانت

معاصر مرزائی ماہنامہ الفرقان ”ربوہ“ نے اپنی اشاعت مارچ ۱۹۷۰ء میں ہر کلمہ گو کو ملت اسلامیہ کا فرد قرار دیا جائے کے عنوان سے ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے معاصر نے اپنے اس اداریہ میں لکھا ہے۔

”سب کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے اس آخری قلعہ (پاکستان) کی تعمیر کے وقت مسلمانوں نے محض کلمہ گو ہونے کی حیثیت سے حصہ لیا تھا اور اسی بنیاد پر ہندوؤں اور سکھوں نے قیام پاکستان کے وقت ان کا قتل عام کیا۔ اور انہیں پاکستان دھکیلا تھا۔ اس وقت شیعہ‘ سنی‘ اہلحدیث‘ احمدی‘ بریلوی اور اہل قرآن کی کوئی تفریق نہ تھی۔ گویا دوست دشمن بھی یہ جانتے تھے کہ ملت اسلامیہ کی بنیاد کلمہ گو ہونے پر ہے“

آگے چل کر معاصر پھر لکھتا ہے۔

”ہمارے نزدیک اب وقت آگیا ہے۔ کہ حکومت پاکستان مارشل لاء کے ضابطہ دفعہ ۶۰ کے ماتحت فوری طور پر مداخلت کر کے تکفیر کی آگ پر قابو پالے جسکی صرف یہی راہ ہے کہ ہر کلمہ گو شخص کو حکومت کی طرف سے مسلمان قرار دیدیا جائے۔“(الفرقان ربوہ مارچ ۱۹۷۰ء)

ہم اس تجویز کے سو فی صد حق میں ہیں۔ مسلمانوں کو جتنا نقصان باہمی اختلافات نے پہنچایا ہے۔ اتنا کسی اور بات سے نہیں پہنچا لیکن ہمیں معاصر الفرقان کی یہ اپیل سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ ہر کلمہ گو کو ملت اسلامیہ کا فرد قرار دیا جائے اور

فرقوں کے ناموں میں اپنے احمدی فرقے کا نام بھی شامل کر رکھا ہے۔ معاصر الفرقان دوسروں کو نصیحت کرنے کی بجائے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لیں۔ اگر احمدی کلمہ پڑھتے ہیں اور اس کلمے پڑھنے کی بنیاد پر وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں بھی ملت اسلامیہ کا فرد قرار دیا جائے۔ تو دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کا کیا قصور ہے۔ کہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں ذبیحہ کھاتے ہیں۔ قبلہ کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتے ہیں۔ توحید باری تعالیٰ پر ایمان تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان۔ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ایڈیٹر ماہنامہ الفرقان ربوہ کے مرشد وہادی و مصلح موعودان تمام ستر کروڑ مسلمانوں کو ملت اسلامیہ سے خارج اور جہنمی قرار دیتے ہیں۔ اور ایڈیٹر الفرقان اور انکی پوری جماعت احمدیہ اپنے مرشد و ہادی مصلح موعود کے حکم کے مطابق کسی مسلمان کا نہ تو نماز جنازہ جائز سمجھتے ہیں۔ اور نہ کسی مسلمان کو لڑکی کا رشتہ دینا حلال خیال کرتے ہیں۔ ان حالات میں ایڈیٹر الفرقان ربوہ کی یہ نصیحت ہاتھی کے دانتوں کی مانند ہے جو کھانے کے اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔

یہ جذباتی باتیں کہ قائد اعظمؒ نے تمام کلمہ گو مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کر کے پاکستان حاصل کیا تھا۔ ان سے حقائق نہیں بدل سکتے۔ اول تو آپ کی جماعت احمدیہ قائد اعظمؒ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ پاکستان بن جانے کے بعد بھی آپ کے نفاق کا یہ عالم تھا کہ قائد اعظم وفات پا گئے۔ وہ اثنا عشری تھے۔ چونکہ فادر آف دی نیشن تھے۔ ان کا جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیو بندی نے پڑھایا۔ مولانا بدایونی جیسے بریلوی اور اہلحدیث شیعہ اور تمام ملت جنازہ میں شامل ہوئی چوہدری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ ہونے کے باوجود قائد اعظم کے جنازے میں شریک نہ ہوا۔ بلکہ غیر مسلم اور غیر ملکی سفیروں اور افسروں میں بیٹھا رہا۔

باقی رہا یہ کہ ایڈیٹر الفرقان نے موجودہ حکومت سے اپیل کی ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ حکومت دفعہ نمبر ۶۰ مارشل لاء کے تحت فوری طور پر مداخلت کر کے تکفیر کی آگ پر قابو پالے۔ ہم حکومت کے اس اقدام کو خوش آمدید ہیں گے۔ بلکہ ہم انتظار میں ہیں کہ وہ کون سی حکومت ہوگی جس کو خدا توفیق دے گا جو ایسے لٹریچر اور

کتابوں کا محاسبہ کرے گی جسمیں مسلمانوں کو مرزا غلام احمد کے نبی نہ ماننے پر کنجریوں کی اولاد کتے اور خنزیر لکھا ہے مسلمانوں کے معصوم بچوں کو جنمی اور یہود و نصاریٰ کی اولاد کی طرح قرار دیا ہے۔(لولاک ۲۷/مارچ ۱۹۷۰ء)

ایم ایم احمد کو علیحدہ کیا جائے۔

مشرقی پاکستان کی متعدد جماعتوں کے رہنماؤں نے ایم ایم احمد ڈپٹی چیئر مین منصوبہ بندی کی موجودہ عہدہ سے علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔ ان رہنماؤں نے ایم ایم احمد پر کئی الزامات عائد کئے ہیں اور مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے خلاف جو نفرت اور غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ اس کا مجرم ایم ایم احمد کو گردانا ہے۔ حکومت کے ارباب بست و کشاد کو یہ علم ہونا چاہئے مغربی پاکستان سرے سے ہی ایم ایم حمد کی ادنیٰ درجہ کی افادیت کا قائل نہیں ہے۔ مغربی پاکستان کا بچہ بچہ اسے انگریز اور امریکہ کا ایجنٹ اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتا ہے۔ ایم ایم احمد کی منصوبہ بندیوں نے نہ صرف مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے ذہنی طور پر دور کیا ہے بلکہ مغربی پاکستان کے مختلف یونٹوں میں بھی بُعد اور منافرت پیدا کر کے ون یونٹ کی ناکامی کا سبب بنا ہے ایم ایم احمد مغربی پاکستان کی کسی جماعت کسی طبقہ کا نمائندہ نہیں ہے۔ اسے صرف مرزائیوں کا اعتماد حاصل ہے اور وہ صرف مرزائیوں کے مفاد کے لئے اس اعلیٰ ترین منصب پر براجمان ہے۔

ایم ایم احمد قابلیت کے لحاظ سے بھی چوہدری ظفر اللہ خاں کی طرح کوئی قابل ذکر شخصیت نہیں ہے اس کی نااہلی کا سب سے بڑا ثبوت ون یونٹ کا ٹوٹنا اور مشرقی پاکستان کی تمام جماعتوں کا اس کے حق میں عدم اعتماد کا اظہار اور اس کی علیحدگی کا مطالبہ کرنا ہے۔

موجودہ حکومت نے عوامی مفاد کو ہمیشہ مد نظر رکھا ہے اور انتہائی غیر جانبداری کا ثبوت بہم پہنچا کر ملک و ملت کی خدمت کی ہے اوراس راہ میں حکومت نے کسی کی کوئی رو رعائیت نہیں کی۔ ہم حکومت سے بجا طور پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے

وسیع تر مفاد کے پیش نظر مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام کا یہ مطالبہ تسلیم کرے اور ایم ایم احمد صاحب کو جو اس ملک پر اس ملک کے عوام کی مرضی کے خلاف پیر تسمہ پا کی طرح مسلط ہیں موجودہ اہم ترین منصب سے علیحدہ کر کے اپنی مقبولیت میں مزید اضافہ کرے۔(لولاک ۲۹/ مئی ۱۹۷۰ء)

کیا فوج کا ہیڈ کوارٹر "ربوہ" میں ہے۔

ابھی مارشل لاء کی حکومت ہے۔ حکومت یوں بھی فوج کے احترام و وقار اور اس کے ڈسپلن کی نگران ہوتی ہے لیکن فوجی حکومت تو سرتاپا فوج کے احترام کی امین ہوتی ہے اور اگر کوئی حکومت میں اس بات میں کوتاہی کی مرتکب ہو تو باوجود کہ اس کا یہ جرم ناقابل معافی ہو گا اسے اس کی نالائقی پر محمول کیا جا سکتا ہے مگر فوجی حکومت کے بارے میں تو یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ اس کے سامنے فوج کے وقار اور اس کی روایات کے خلاف کوئی بات ہوا اور وہ اسے برداشت کرے۔

لیکن ادھر ہم دیکھ رہے ہیں کہ صدر ایوب کی حکومت کا آغاز فوج ہی کی حکومت سے ہوا تھا اور صدر ایوب بہرحال فی الاصل ایک فوجی ہی تھے۔ کے زمانہ میں یہ سانحہ رونما ہوا کہ قادیانیوں کے دارالخلافہ' "ربوہ" میں قادیانی نظم و نسق کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ جن قادیانیوں نے ۱۹۴۸ء کی جنگ کشمیر میں شجاعت دکھائی انہیں "فوجی تمغہ جات" حاصل کرنے کے لئے قادیانی نظارت عامہ کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔

ہم نے انہی کالموں میں بصراحت اس وقت اس جسارت کی جانب حکومت کو متوجہ کیا مگر یہ سانحہ رونما ہو کر رہا اور حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا اس سلسلہ کی ایک کڑی' قادیانی آرگن الفضل کی اشاعت مورخہ ۲جون ۱۹۷۰ء میں بھرتی کا ایک اشتہار شائع ہوا ہے' جس میں اضلاع میانوالی سرگودھا اور جھنگ کے متعدد ریسٹ ہاؤسز' اسکولوں اور یونین کونسلوں' میں بھرتی تاریخیں کی دی گئی ہیں۔ اشتہار میں بظاہر اجمال ہے لیکن ایک جملہ جو ظاہر کر رہا ہے کہ بھرتی سے مراد' فوج ہی کی بھرتی ہے

نبوی کی بھرتی بھی ہو گی مگر تعجب خیز چیز یہ ہے کہ مشتہر' فوج کے کسی شعبہ یا تعلقات عامہ کا کوئی افسر نہیں' اشتہار شائع کیا گیا ہے' ناظر اموری کی جانب سے۔

اس اشتہار سے متعدد سوالات' فوری توجہ کے مستحق سامنے آتے ہیں۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا یہ "اشتہار" الفضل کو حکومت کی جانب سے بطور اشتہار بھیجا گیا ہے؟

اگر ایسا ہے تو کیا یہ اشتہار ملک کے دوسرے روزناموں کو بھی دیا گیا؟ اگر نہیں تو اس امتیاز کی وجہ کیا ہے؟

اگر یہ اعلان' حکومت کی جانب سے بطور اشتہار الفضل کو مہیا نہیں کیا گیا اور بظاہر ایسے ہی درست محسوس ہوتا ہے تو بھرتی کے اس پروگرام کا علم "الفضل" کو کیسے ہوا؟ اس نے اس سے بطور اشتہار کس وجہ سے شائع کیا؟ اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ فوجی بھرتی کا اشتہار ناظر امور عامہ "ربوہ" کی جانب سے شائع ہونے کا جواز کیا ہے؟

ہم فوج کی عظمت کو ملک و ملت کا عزیز ترین سرمایہ تصور کرتے ہیں اور اسے برداشت بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی گروہ' فوج کے بلند مقام کو دانستہ نقصان پہنچانے کی جرات کرے' اسی بناء پر ہم مارشل لاء حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان سوالات کا اطمینان بخش جواب دے اور معاملہ کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اس کی مکمل چھان بین کرے۔(المنبر ۳/جون ۱۹۷۰ء)

راولپنڈی سازش کیس کے ہیرو جنرل اکبر خان کھل کر سامنے آ گئے

قارئین کو یاد ہو گا کہ ۱۹۵۰ء میں اس ملک کے خلاف کیمونزم لانے کے لئے سب سے پہلی سازش جنرل اکبر خان اور ان کے بعض رفقاء نے فوج میں رہ کر کی' اور اس سازش میں ان کی بیوی اب مطلقہ نسیم جہاں دختر بیگم شاہنواز کے علاوہ فیض احمد فیض' کیمونسٹ لیڈر سجاد ظہیر اب نیپ کے لیڈر تب میجر اسحاق وغیرہ بھی شریک تھے۔

ان کے ساتھ مشہور قادیانی جنرل نذیر احمد آنجہانی بھی گرفتار ہوئے تھے' اس سازش کے مقدمہ کی کارروائی کا بیشتر حصہ خفیہ رکھا گیا۔ تب بعض اخباری حلقوں سے بار ہا مطالبہ کیا گیا کہ سازش کی پوری کارروائی اور فیصلہ کا پورا متن شائع کیا جائے لیکن حکومت نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سازش کی کہانی اخفا میں رہے جنرل اکبر خان اور ان کے بیشتر ساتھی سزا یاب ہو گئے' رہا ہو کر انہوں نے پالیٹکس کے بہت سے پاپڑ بیلے' لیکن پاؤں کہیں جمے نہیں' اب ایک مدت سے وہ مسٹر بھٹو کے دست راست بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے دست راست بنتے ہیں یا نہیں؟ لیکن بھٹو کی مخصوص روایتوں کے پیش نظر یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ انہیں اپنا دست راست بناتے ہیں یا نہیں؟ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اکبر خاں آجکل مسٹر بھٹو کی مونچھ کا بال بنے ہوئے ہیں' چونکہ بھٹو صاحب کی مونچھیں نہیں' بے ریش و بروت ہیں' اس لئے یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ وہ بھٹو صاحب کے سیاسی عقد میں ہیں۔

جنرل اکبر اور دوسرے جرنیلوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ فوج سے ریٹائر ہو کر وہ سیاست میں شامل ہوئے ہیں' یہ فوج میں سازش کر کے پکڑے گئے' سزا پائی اور وہاں سے نکالے گئے۔ پھر باقی جرنیلوں کی ملک وملت کے لئے خدمات ہیں مثلاً" میجر جنرل سرفراز خاں بلا شبہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں لاہور کے محافظ تھے' جنرل امراؤ خاں کی خدمات سے انکار ناممکن ہے' انہوں نے مشرقی پاکستان اور اس کے بعد واہ فیکٹری میں بے نظیر خدمات انجام دی ہیں۔ ائر مارشل اصغر خاں یا ائر مارشل نور خاں وہ لوگ ہیں کہ ملک و قوم ان کے احسان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ مگر جنرل اکبر خاں ایسی کوئی خدمت نہیں بتا سکتے۔ اگر وہ بتا سکیں تو ہم ان کے ممنون ہوں گے یہ ضرور سنا ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں وہ انگریزوں کے لئے مختلف محاذوں پر اس استعمار کے لئے لڑتے رہے ہیں جس نے ایشیا اور افریقہ کو غلام بنایا' اور اپنے اجیروں کی معرفت مسلمان ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجائی' یا پھر جنرل اکبر صاحب کی سب سے بڑی خدمت جو الم نشرح ہے یہ ہے کہ:۔

"پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں کی حکومت کے خلاف انہوں نے

فوج میں میں سازش کی، کہ ان کا تخت الٹ دیا جائے، اگر ان کی سازش کامیاب ہو جاتی تو وہ سید اکبر سے پہلے لیاقت علی خاں کے قاتل ہوتے۔ کیا وہ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟

اب ۷/جون کو کورنگی (کراچی) میں بھٹو کے جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے ان جنرل اکبر خاں نے بڑے دور کی لی فرمایا:۔

"چونکہ ہمیں ملا مودودی، ملا شیر علی ملا گورمانی اور ملا تھانوی کو ٹھیک کرنا ہے، اس لئے جماعت اسلامی کے ایک ایک ممبر کے پیچھے پیپلز پارٹی کے دو دو رضا کار لگے رہیں مزید فرمایا کہ ان رضاکاروں کو میں خود تربیت دوں گا جو مار مار کر ان تمام لوگوں کا چمڑا اتار دیں گے۔"

پیپلز پارٹی کا اجتماعی مزاج ہی تشدد پر ہے خود بھٹو صاحب تشدد کے سوا کوئی بات نہیں کرتے ہم نے ایوب خاں کے خلاف اجتماعی تحریک کے دنوں میں اس پارٹی کے ارکان کو خود دیکھا ہے کہ وہ تشدد کے منصوبے باندھتے اور خون خرابے کی اسکیمیں سوچتے تھے۔ اب بھی ان کی انتہائی خفیہ مجلسوں میں اسی پر غور ہوتا ہے جنرل اکبر خاں نے جو کچھ کہا ہے وہ بجائے خود اس کا بین ثبوت ہے۔

یہ کہنا کہ بھٹو تشدد سے باز آئیں گے ناممکن ہے وہ برسراقتدار آنے کے خواب دیکھ رہے ہیں، ان کی زبان پر ایک ہی کلمہ ہے کہ میں اقتدار میں آکے رہوں گا، ایک تو ان کا مشن ہی یہی ہے کہ ہر قیمت پر انہیں حکومت مل جائے دوسرے بار بار ان کا یہ کہنا ہمارے اس شبہ کو یقین میں بدلتا ہے کہ ان کی پشت پناہی ضرور کوئی بیرونی طاقت کر رہی ہے۔ ہمارے ذاتی علم کے مطابق وہ بیرونی اشاروں پر حصول اقتدار کے پتے لگانے کی عادت کا شکار ہیں دوسرے اپنی حکومت کے بننے کا اعلان کر کے وہ عوام کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں کہ میرے ساتھ مل جاؤ میں ناگزیر ہوں، تیسرے وہ صنعت کاروں کو پکارتے ہیں کہ میری پارٹی کے لئے مال نکالو، آج مال نہ دو گے تو کل اقتدار میں آنے کے بعد تمہیں سیدھا کر دوں گا اور یہ سب تحدیدی فضا ہے جو بھٹو اور ان کے ساتھی پیدا کر رہے ہیں بھٹو صاحب کسی دوست کی غلط بخشی سے کبھی وزیر ہو

جائیں تو الگ بات ہے لیکن وہ اس ملک کے ماؤ کبھی نہیں ہو سکتے' اول تو انہیں ماؤ سے کوئی نسبت نہیں۔ ماؤ چین کا عظیم لیڈر اور بھٹو اس ملک کا یتیم ایڈر ہے۔

انہیں مشرقی پاکستان میں کوڑی کی حیثیت حاصل نہیں' بلوچستان میں ان کا سکہ نہیں' سرحد میں وہ اپنا پکا راگ چھیڑ کر بھی پٹھانوں کو مسحور نہیں کر سکتے' رہ گیا پنجاب تو یہاں نوجوانوں کی ایک خاص جماعت میں ان کی آواز کا چرچا ضرور ہے' لیکن یہ چرچا نور جہاں کی آواز کی طرح ہے۔ بھٹو یہاں سے سیاسی طاقت حاصل نہیں کر سکتے' پنجاب میں اپنی پارٹی کے ارکان ہی سے اندازہ کر لیں کہ ان کی حیثیت کیا ہے؟ اور وہ کس کینڈے کے لوگ ہیں؟

لیکن یہ بات ہم ضرور جانتے ہیں کہ انہوں نے ہر ضلع' ہر شہر ہر قصبہ میں ان لوگوں کی اکثریت کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے' جو اپنے علاقے یا بازار میں اپنی قبیح عادتوں کے باعث عوام کی نگاہ میں ساقط الاعتبار ہیں' ان نوجوانوں کو گالیاں بکنے میں تو کمال حاصل ہے لیکن ان سے کسی سیاسی تنظیم کی آبرو کا قائم رہنا نا ممکن ہے اور نہ یہ کسی سیاسی تحریک کے لئے سود مند ہو سکتے ہیں۔

جنرل اکبر خاں اس کھیپ کو ساتھ ملا کر پیپلز گارڈ بنانا چاہتے ہیں تو شوق سے بنا لیں۔ ہمارے پاس اس امر کی اطلاعات موجود ہیں کہ پیپلز پارٹی کے بزر جمہر ان تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی سازش کرتے رہے اور کر رہے ہیں' جن کا ذکر جنرل اکبر خاں نے کیا اور جو ان کی گالی گلوچ کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اپنے فوجی تجربے کے باوجود شاید اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ فوج کے جوانوں کا جنرل ہونا اور بات ہے عوام کی سیاسی کھیپ کا راہنما ہونا بالکل دوسری بات! اور وہ یہ بوجھ اٹھانا بھی چاہیں تو اٹھا نہیں سکتے' پیپلز پارٹی والے گالی خوب دے سکتے ہیں گولی نہیں چلا سکتے' اور جس دن اس ملک میں اس کی نیو رکھی گئی وہ دن اس ملک کے لئے بد نصیبی کا آخری دن ہو گا' اور ہم سمجھیں گے کہ جنرل اکبر خاں نے جو خواب راولپنڈی سازش کے ایام میں دیکھا تھا اس کی تعبیر بہت دنوں بعد انہیں مل گئی ہے۔

اور اگر جنرل خاں نے کچھ سوگوریلے تیار کر لئے جو ان لوگوں سے متعاقب

رہے' جن کا ذکر اکبر خاں نے بڑے کرب سے کیا ہے تو اس کا نتیجہ ایک طویل لیکن خونیں کشمکش ہو گا۔

کیا مودودی' نصر اللہ' تھانوی' شیر علی اور گورمانی کا سر اتارنے والے اپنے شانے پر سر رکھ سکیں گے ناممکن——

اکبر خاں بھولیں نہیں کہ جن لوگوں کی وہ چمڑی اتروانا چاہتے ہیں انہوں نے چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں' ان کی یہ زندگی بیوی نہیں کہ ایک کو طلاق دی' دوسری کرلی' زندگی ایک ہی دفعہ ملتی ہے' اور جو لوگ اسلام کا نام لے رہے ہیں وہ زندگی کو ہر کڑی افتاد میں گزارنا جانتے ہیں۔ وہ پہلے بھی طوفانوں سے گذرتے رہے' اور اب بھی طوفانوں سے گذر سکتے ہیں' ان کے لئے صرف اللہ کی رضا کافی ہے۔(اداریہ چٹان ۱۵/جون ۱۹۷۰ء)

اور سنئیے

روزنامہ غریب اشاعت ۲۳/جون میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:۔

"صوبائی اسمبلی کے دو سابق ارکان نوابزادہ افتخار احمد انصاری اور چوہدری محمد ادریس نے محکمہ ٹیلیفون کے حکام کے اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا ہے کہ جھنگ میں نئے مکمل شدہ ٹیلیفون ایکس چینج کو بند کر کے ربوہ میں ایک دوسرا ایکس چینج کھولا جائے گا۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ شہر میں حال میں مکمل کیا گیا خود کار ایکس چینج مقفل کر دیا گیا ہے۔ اور ربوہ میں اسی قسم کے ایکس چینج کو کام شروع کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ محکمہ ٹیلیفون کے حکام نے اس مجوزہ تبدیلی کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جھنگ شہر میں ایکس چینج کے لئے عملہ دستیاب نہیں ہے۔ نواب زادہ افتخار احمد انصاری اور چوہدری محمد ادریس نے حکام پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظرثانی کریں اور جھنگ میں واقع ایکس چینج کو پہلے چلائیں۔

اس خبر کو بار بار پڑھئے اور اس سے اندازہ لگائیے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ربوہ کو جو خالص قادیانیوں کا نجی شہر ہے۔ پاکستان کے

خزانہ سے روپیہ خرچ کر کے کیوں ترقی دی جا رہی ہے۔ انجمن احمدیہ ربوہ کو اس کے محسن اعظم انگریز گورنر موڈی نے جاتے ہوئے نوازا اور ایک وسیع و عریض قطعہ اراضی کوڑیوں کے بھاؤ بخش دیا۔ انجمن نے وہاں متبنی قادیاں کے خاندان کے علاوہ صرف قادیانیوں کو رہنے کی اجازت دی۔ کسی مسلمان کو خواہ وہ آغا محمد یحییٰ خان ہی کیوں نہ ہوں وہاں رہائش کے حقوق نہیں مل سکتے۔

اب ظاہر ہے کہ اس آبادی کی ضروریات انجمن احمدیہ یا متبنی قادیان کے خاندان یا ان کے چیلوں چانٹوں کے ذمہ ہیں پاکستانی عوام کے خون پسینہ کی کمائی وہاں کیوں خرچ کی جائے۔

لیکن اس شہر کے آباد ہونے کی ابتداء سے اب تک کروڑوں روپیہ مسلمان عوام کے خون پسینہ کی کمائی کا وہاں خرچ ہوا ہے۔

جن دنوں عبد الحمید دستی وزیر تعلیم تھے۔ ان دنوں صوبہ پنجاب کے خزانہ سے عوام کے لئے مخصوص رقم سے ڈاکہ مار کر تیرہ لاکھ روپیہ ربوہ کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کو تعلیم الاسلام کالج بنانے کیلئے بطور بخشش دیا گیا۔(لولاک ۲۶/جون ۱۹۷۰ء)

مجنونانہ حرکتیں

آجکل مرزائیوں نے گلی کوچوں میں مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے کوئی نہ کوئی بات چھیڑ کر مسلمانوں کو مرزائیت کی دعوت دینے کی مہم شروع کر رکھی ہے اگر کوئی مسلمان از خود گفتگو کرتا ہے تو دجل و فریب سے اس کو ربوہ لے جا کر مختلف طریقوں سے مرزائی بنانے کی کوشش کیجاتی ہے اور اگر کوئی مسلمان اپنے علمائے کرام کی طرف رجوع کرنے کا ذکر کرتا ہے تو مرزائی مناظرہ کا چیلنج دیکر دباؤ ڈالتے ہیں اگر کوئی ناواقف عالم آجائے تو پھر اس کو بھی دجل و فریب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں اگر اتفاق سے مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ آجائے تو مجلس میں آنے سے انکار کر کے فرار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ لاہور میں ۷ صفر مناظرہ مقرر ہوا مولانا لال حسین اختر صاحب اور مولانا

محمد حیات صاحب جب لاہور پہنچے تو مرزائیوں نے مناظرہ سے انکار کر دیا اور تین صد روپیہ ہرجانہ دیکر فرار ہو گئے اور دوسرے فرار کا واقعہ یوں ہوا۔

ملتان تغلق روڈ پر مرزائیوں نے ادھر ادھر دکانوں پر تبلیغ شروع کی مسلمان نوجوانوں اوز مرزائیوں کے درمیان ۲۳/ربیع الثانی بروز اتوار ۸ بجے صبح مسجد سید رمضان شاہ میں گفتگو قرار پائی دو تین دن مرزائی گفتگو کرنے پر پختگی کا اظہار کرتے رہے۔ دو مسلمان نوجوان ہفتہ کے دن بعد مغرب دفتر ختم نبوت میں آئے اور کہا کہ صبح ۸ بجے کوئی مبلغ چاہئے۔ اتفاقاً" اس دن کوئی مبلغ موجود نہ تھا۔ اسی وقت ایک آدمی کبیر والا بھیجا گیا مولانا محمد حیات جو مدرسہ دارالعلوم میں طلباء و مدرسین کو مرزائیت کے حوالہ جات تحریر کرانے کے لئے چار روز سے گئے ہوئے تھے صبح ۷ بجے لے آیا جب مولانا محمد حیات صاحب ملتان پہنچ گئے تو مرزائیوں نے مقررہ جگہ پر آنے سے انکار کر دیا۔(لولاک ۱۰جولائی ۱۹۷۰ء)

خلیفہ ربوہ کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔

روزنامہ دی گارڈین لندن اشاعت ۱۹مئی ۱۹۷۰ء کے صفحہ نمبر۴ پر مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کا ایک پریس بیان شائع ہوا ہے خلیفہ ربوہ نے گزشتہ دنوں انگلستان کے قیام کے دوران لندن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر برٹش غیر ملکیوں کو پسند نہ کریں تو انہیں پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ ان کا داخلہ بند کر دیں۔ یا پھر انہیں واپس بھیج دیں"

اخبارات میں آئے دن اس مضمون کی خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ آجکل انگلستان میں پاکستان سے گئے ہوئے لوگوں کے خلاف غنڈوں نے کہرام مچایا ہوا ہے۔ ان غنڈوں کو بعض برطانوی سیاسی لیڈروں کی حمایت بھی حاصل ہے حالیہ انتخابات میں ٹوری پارٹی کو جن وجوہات کے باعث فتح حاصل ہوئی ہے ان میں ایک وجہ یہ بھی شامل ہے کہ ٹوری پارٹی کے مسٹرپاول اور ان کے ہمنوا اس بات کے علمبردار بنے ہوئے ہیں کہ تمام وہ پاکستانی لوگ جو مدتوں سے وطن چھوڑ کر انگلستان میں آباد ہو چکے ہیں

اور وہاں کی شہریت اختیار کر چکے ہیں۔ انہیں انگلستان سے نکال باہر کیا جائے۔ ہزاروں تارکین وطن اس صورت حال سے سخت پریشان ہیں لیکن انگریزوں کی خود کاشتہ پودا جماعت احمدیہ کے خلیفہ لندن پہنچتے ہیں تو ان غریبوں کے خلاف اور مسٹر پاول کے حق میں بیان دیتے ہیں

اس سلسلہ میں حکومت پاکستان مندرجہ ذیل حقائق پر غور کرے اور ان کی روشنی میں مرزا ناصر احمد کے خلاف ملک دشمنی اور غداری کے الزام میں مقدمہ چلائے۔

پاکستان سے گئے ہوئے مسلمانوں کی انگلستان میں رہائش اور وہاں محنت مزدوری کرنے سے حکومت پاکستان کو کافی مقدار میں زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔

مرزا ناصر نے مسٹر پاول کی حمایت میں بیان دیکر پاکستان کو حاصل ہونے والے زرمبادلہ کو رکوانے کی براہ راست کوشش کی ہے جو ملک کے ساتھ بہت بڑی غداری ہے۔

۲۔ جو لوگ انگلستان کی شہریت اختیار کر چکے ہیں ان میں اور انگلستان کے فرنگیوں کے حقوق میں قطعاً" کوئی فرق نہیں ہے قانون اور اخلاق کا کوئی ضابطہ اجازت نہیں دیتا کہ انہیں وہاں تنگ کیا جائے اور تنگ کر کے اپنے سابقہ وطن واپس جانے پر مجبور کر دیا جائے نیگرو امریکہ کے اصل باشندے نہیں ہیں لیکن انہیں کالے ہونے کے باوجود امریکہ کے شہری حقوق حاصل ہیں۔ اگر آج امریکن گورے ان پر مسٹر پاول ناصرہی کے فلسفہ کے مطابق ظلم ڈھاتے ہیں تو دنیا بھر سے نیگرو کے حق میں حمایت کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

مرزا ناصر احمد کا ان تارکین وطن کے خلاف بیان دینا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ کل کو بھارتی ہندوؤں کے اس مطالبے کی حمایت کا اعلان کر دیں کہ بھارت کے مسلمانوں کو بھارت سے نکل جانا چاہئے اس لئے کہ وہ باہر سے آئے ہوئے ہیں۔

۳۔ مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ اور ان کی جماعت کا دعوی ہے۔ کہ ان کی جماعت مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے اور جماعت احمدیہ سیاسی جماعت نہیں ہے ہم ان سے یہ

دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ انگلستان کے بعض انتہا پسندوں اور ایشیائی و افریقی تارکین وطن کے درمیان ایک خالص سیاسی مسئلے کے پھڈے میں مرزا ناصر احمد کے ٹانگ اڑانے کا کیا جواز ہے۔

۱۹۶۵ء میں اسی لندن میں مرزائیوں کا ایک کنونشن ہوا تھا اور اس میں اس بات پر غور کیا گیا تھا کہ اگر مرزائیوں کی کہیں حکومت بن جائے تو اس کا آئین کیا ہو گا ۱۹۶۵ء میں مرزائیوں کا یہ کنونیشن اور اس میں پیش ہونے والی تجویز بھی ایک سیاسی بات تھی اور اپنے پیچھے خوفناک پس منظر رکھتی تھی۔ اور آج مرزا ناصر احمد کا لندن میں تارکین وطن کے خلاف بیان دینا اور مسٹر پاول کی پالیسی کی حمایت کرنا بھی ایک سیاسی بات ہے اور یقیناً کوئی خطرناک پس منظر رکھتی ہے۔(لولاک ۱۰جولائی ۱۹۷۰ء)

ٹوبہ میں مرزائیوں کی فائرنگ

۱۸ مئی ٹوبہ ٹیک سنگھ چک ۲۹۵ بیریاں والہ متصل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مرزائیوں نے وہشت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کے پرامن اجتماع پر فائرنگ کر دی۔

اس افسوسناک حادثہ کی تفصیلات یہ ہیں کہ چک بیریاں والہ میں مرزائیوں کے چند گھر آباد ہیں مرزائی اس گاؤں میں سرکاری جگہ پر بغیر مرضی گاؤں والوں کی اور بغیر اجازت ڈپٹی کمشنر اپنی مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ مرزائیوں کا یہ اڈہ بننے کے بعد یہاں مستقل فتنہ و فساد کی بنیاد قائم ہو جائے گی اس سلسلہ میں انہوں نے دیوانی عدالت میں دعوی دائر کر کے عبوری اسٹے آرڈر حاصل کر لیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ ۱۷۔۱۸ مئی کی درمیانی رات مرزائیوں نے مسلح ہو کر متنازعہ جگہ پر زبردستی مسجد کے عنوان سے فتنہ و فساد کا اڈہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔

اسی رات اس جگہ کے قریب مسلمانوں کا جلسہ تھا جس میں مرزائیوں کی اس سینہ زوری پر احتجاج کیا جا رہا تھا۔ اور پرامن مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ مرزائیوں کو بغیر اجازت حکام ضلع اور بغیر رضا مندی مسلمانوں کے یہ اڈہ تعمیر نہیں کرنا چاہیے۔ اسی اثنا مرزائیوں نے خاص سوچ سمجھے منصوبہ کے تحت مسلمانوں کے پرامن اجتماع پر

فائرنگ کر دی جس کے نتیجہ میں تین مسلمان شدید زخمی ہو گئے اطلاع کے مطابق ان تینوں زخمیوں کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔

۱۸ مئی کو اس حادثہ کے افسوس میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مکمل ہڑتال ہوئی اور احتجاجی جلوس نکالا گیا مسلمانوں کے قائدین نے اعلیٰ حکام سے ملاقات کر کے مرزائیوں کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پولیس نے فریقین کی رپورٹ پر کیس درج کر لئے۔ مرزائیوں کے خلاف زیر دفعہ ۳۰۷/۳۶۵ ۱۴۸۔۱۴۹ اور حد یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف بھی زیر دفعہ ۳۰۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹ مقدمہ درج کیا گیا۔ لیکن ٹوبہ ٹیک سنگھ کے پولیس افسران بڑی مستعدی سے تفتیش کر رہے ہیں مسلمانوں نے ۱۱ مرزائیوں کو ملزم نامزد کیا ہے جن میں سے تاحال تین گرفتار کئے جا چکے ہیں باقی مفرور اور روپوش ہو گئے ہیں۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ حملہ ربوہ سے باقاعدہ ساز باز کر کے اور وہاں سے ہدایات اور اسلحہ حاصل کر کے کیا گیا۔ مرزا ناصر احمد کے ایک صاحبزادے اس سلسلہ میں ملوث بتائے جاتے ہیں۔(لولاک ۲۲ مئی ۱۹۷۰ء)

بیریانوالہ نزد ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱۹۔۲۰ جولائی کو ختم نبوت کانفرنس بلائی گئی تھی مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام مدعو تھے۔ کانفرنس کے انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے تین روز پہلے انتظامیہ نے کانفرنس کو روک دینے کا فیصلہ کر لیا اور بیریانوالہ میں کانفرنس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا۔

کانفرنس کے داعی حضرات نے لائل پور ملتان اور لاہور سے مدعو حضرات کو مطلع کیا کہ کانفرنس روک دی گئی ہے۔

یہ کانفرنس اس صورت حال پر غور کرنے اور کوئی ٹھوس فیصلہ کرنے کے لئے طلب کی گئی تھی کہ بیریانوالہ میں مرزائی اتنی بڑی گڑ بڑ اور فتنہ و فساد بپا کرنے کے باوجود اس بات پر مصر ہیں کہ وہ متنازعہ جگہ پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کریں گے دوسری طرف مسلمان اس بات کا تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ کچھ بھی ہو ہم یہاں مرزائیوں کو فتنہ

و فساد کا اڈہ ناجائز طور پر تعمیر نہیں کرنے دیں گے۔

مرزائیوں کو اس صورت حال کا علم تھا کہ ختم نبوت کانفرنس میں ارد گرد کے دیہات سے ۲۵۰۰۰ ہزار اسلامیان علاقہ شامل ہونے والے ہیں اور یہ کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے علاوہ لائل پور۔ لاہور اور ملتان سے مختلف جماعتوں کے رہنما بھی پہنچ رہے ہیں اور یہ کہ اس کانفرنس کے انعقاد کے بعد مرزائیوں کے لئے متنازعہ جگہ پر قبضہ اور تعمیر ناممکن ہو جائے گی۔ اس لئے انہوں نے انتظامیہ سے جھوٹی فریاد کی جس پر انتظامیہ نے مسلمانوں کو وہاں جمع ہونے سے منع کر دیا ہے اور متنازعہ جگہ کے فیصلہ کے لئے ۲۰جولائی کو آل پارٹیز کا اجلاس طلب کر لیا ہے۔ مسلمانوں کا اصرار تھا کہ انتظامیہ کا یہ فیصلہ غیر جانبدارانہ نہیں ہو سکتا انتظامیہ کو چاہئے کہ ۲۰ سے پہلے میٹنگ بلائے اور فیصلہ کرے کہ مرزائی وہاں تعمیر نہیں کر سکتے ورنہ وہاں تصادم نہ ہونے کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کانفرنس پر پابندی عائد ہو جانے کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ اور پیریانوالہ کے کارکنوں اور رہنماؤں کا ایک اجلاس مولانا محمد علی جالندہری کی صدارت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ منعقد ہوا۔ مولانا موصوف اس اجلاس میں شرکت کے لئے ملتان سے پہنچے تھے۔

اجلاس میں اس امر پر غور کیا گیا کہ پیریانوالہ کانفرنس کو انتظامیہ کے فیصلہ کے مطابق ملتوی کر دیا جائے یا ہر قیمت پر منعقد کیا جائے علاقہ کے مسلمانوں کا اصرار تھا کہ وہ ہر قیمت پر کانفرنس منعقد کریں گے۔ انتظامیہ کو جانبداری کا ثبوت نہیں دینا چاہئے لیکن بزرگ رہنماؤں نے اس معاملہ کو ۲۳ جولائی لائل پور میں منعقد ہونے والی میٹنگ پر ملتوی کر دیا کہ وہاں تمام فرقوں کی اعلیٰ سطح کی میٹنگ میں تمام امور کا فیصلہ کیا جائے گا۔(لولاک ۲۴/جولائی ۱۹۷۰ء)

بلی کو چھیچھڑوں کے خواب

مرزائیوں کی جماعت احمدیہ نے بعض ملکوں میں مبلغ بھیج رکھے ہیں۔ جو عموماً انہیں ملکوں میں ہیں جہاں کہیں مغربی سامراجیوں یعنی امریکیوں اور انگریزوں وغیرہ کا

اقتدار ہے۔ تبلیغی کیا کرتے ہوں گے۔ ملکی زرمبادلہ حاصل کرنے کا ایک ڈھونگ بنایا ہوا ہے۔ تاکہ جب کبھی مرزا غلام احمد کے شاہی خاندان کے شہزادے یورپ امریکہ کی سیر کو جائیں تو انہیں تبلیغ کے بہانہ سے باہر گیا ہوا زر مبادلہ مل جائے۔ یا پھر یہ مبلغ صاحبان باہر ان ملکوں میں وہی خفیہ خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ جن خدمات کے لئے انجمن احمدیہ کو انگریزوں نے بطور خود کاشتہ پودے کے منظم کیا تھا۔

آج کل قادیانی مبلغین اور ان کے خلیفہ صاحب مظلوم و ستم رسیدہ افریقی ممالک میں بڑی شوخی سے ناچتے پھرتے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خفیہ ریشہ دوانیوں اور سیاسی سرگرمیوں سے غافل نہیں ہے۔ مرزائی اخبارات میں مرزا ناصراحمد خلیفہ ربوہ کے اس شاہی دورہ کی روئیداد شائع ہو چکی ہے۔ جو اس نے حال ہی میں ان افریقی ممالک کا کیا ہے ہمیں پرائیوٹ ذرائع سے بھی بعض رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں۔ ربوہ کی باسی کڑھی میں اچانک ابال آنا یقیناً" کوئی پس منظر رکھتا ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے ربوائی لیڈروں کی ان پراسرار سیاسی سرگرمیوں پر غور کرنے کے لئے ملتان میں اپنی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرلیا ہے۔

ربوہ کی اس باسی کڑھی کے ابال کا یہ پہلو بڑا ہی دلچسپ ہے کہ گذشتہ روز کراچی میں مرزائیوں کے گھانا سے آئے ہوئے مبلغ نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اس پریس کانفرنس میں قادیانی مبلغ نے کہا کہ گھانا کی آبادی ۸۰ لاکھ ہے جس میں ۱۲ فیصد مسلمان ہیں ان ۱۲ فیصد مسلمانوں میں سے ۴ فیصد کو ہم نے احمدی بنا لیا ہے۔ اور بہت جلد گھانا میں احمدیوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ یعنی بلی کو چھیچھڑوں کے خواب آرہے ہیں ادھر خلیفہ ربوہ افریقی ممالک کے دورہ اور اپنے پرانے آقاؤں کے شہر لندن کے طواف اور اسپین کے جنرل فرانکو سے کوئی معنی خیز ملاقات کرنے کے بعد پاکستان آپہنچے ہیں اور آتے ہی جناب نے سادہ لوح مرزائیوں کی جیبوں سے پیسہ بٹورنے کے لئے فرمایا کہ مرزائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اسکیم بنائی ہے اور وہ اسکیم مجھے بتاتی ہے کہ روپیہ جمع کرو اور اس سے افریقی ممالک میں کام کرو چلو ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مرزائیوں سے وہ کس لطائف الحیل کے ساتھ

پیسہ اکٹھا کرتا ہے۔ افریقہ میں وہ پیسہ اپنے آقاؤں کے چشم و آبرو کے اشارے سے عیسائی حکومتوں کے مفاد پر خرچ کرتا ہے یا خود ہی ڈکار لیا جاتا ہے ہم ان ساری باتوں کو تھوڑی دیر کے لئے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس سنہرے خواب میں مرزا ناصر احمد نے یہ کیا بھاشن دے دیا۔ کہ ہمیں موجودہ حکومت زرمبادلہ نہیں دے رہی اور حالات بدل جایا کرتے ہیں اور ایک رات میں بدل جایا کرتے ہیں جو حکومت ہمیں آج زرمبادلہ نہیں دے رہی پھر روکنا اس کے بس میں نہیں رہے گا۔

آپ روپیہ اکٹھا کر لیں تاکہ جس صبح کو اچانک حالات بدلے ہوئے ہوں اسی صبح کو میں وہ جمع شدہ روپیہ باہر بھیج سکوں گا

ہو سکتا ہے مرزا ناصر احمد کا یہ تازہ ترین ارشاد پاکستان کے کار پرداز ان محکمہ انٹیلیجنس کی نظر سے ہی نہ گذرا ہو اور اگر انہوں نے اس کو پڑھ لیا ہو تو یہ بھی ممکن ہے وہ اس کا مفہوم اور مطلب ہی نہ سمجھ سکے ہوں۔

مرزا ناصر احمد کا یہ افریقی ممالک کا دورہ وہاں مسلمانوں کی قاتل عیسائی حکومتوں کے سربراہوں سے ملاقاتیں اور آتے ہی ایک کروڑ روپیہ کی فراہمی نصرت جہاں فنڈ کے نام پر اور اس میں یہ جملہ کہ اے مرزائیوں روپیہ دو موجودہ حکومت اب زرمبادلہ نہیں دیتی تو پرواہ نہیں ایک ہی رات میں حالات بدل جایا کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں اپنے مریدوں سے رمز کنایہ اور کوڈ ورڈز کی زبان کا درجہ رکھتی ہیں۔

صدر یحییٰ خان کو مرزا ناصر احمد کے اس خطبہ کا نوٹس لینا چاہئے۔ اور خلیفہ سے دریافت کرنا چاہئے کہ ایک ہی رات میں حالات بدل جانے کا مطلب کیا ہے ہم اس کا مطلب یہی سمجھ پائے ہیں۔ کہ خلیفہ صدر یحییٰ کی حکومت کا تختہ راتوں رات الٹائے جانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ ممکن ہے کوئی بات اس کے ذہن میں ہو جس کی وجہ سے اس کی زبان سے یہ جملہ بطور خوشخبری نکل گیا ہو۔ کیونکہ موجودہ حکومت سے انہیں شکایت ہے کہ وہ انہیں ان کے حسب دلخواہ زرمبادلہ نہیں دیتی۔

ہمیں الہام تو نہیں ہوتا لیکن ایک پیشگوئی ہم بھی کئے دیتے ہیں۔ صدر محمد یحییٰ

پاکستانی فوج کے سربراہ ہیں۔ پاکستان کی فوج عوام کو بہت عزیز ہے لازما" صدر محمد یحییٰ بھی قوم کو عزیز ہیں۔ اور پھر محمد یحییٰ خاں نے جس غیر جانبداری اور تدبیر سے جمہوریت بحال کرنے کے اقدامات کئے ہیں اور برابر کرتے چلے جا رہے ہیں اس کی وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہیں اگر مرزا ناصر احمد کے یہ کہنے کہ حالات ایک رات میں بدل جایا کرتے ہیں۔ آپ مجھے روپیہ دیں تاکہ میں حالات کے راتوں رات بدل جانے کے بعد اگلی صبح کو روپیہ باہر بھجوا سکوں گا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا نخواستہ صدر یحییٰ خان کی حکومت کا تختہ راتوں رات الٹوانے کے متمنی ہیں۔ یا اس سلسلہ میں کوئی اسکیم بنا چکے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ وہ صبح مرزا ناصر احمد کی اور انکی جماعت کے لئے صبح امید نہیں ہو گی بلکہ شام غم ثابت ہو گی ہمیں بالکل یقین ہے کہ بلی کو چھیچھڑوں کے خواب آرہے ہیں۔ مرزائیوں اور انکے خلیفہ کے دل میں اقتدار پر قبضہ کرنے کی خواہش چٹکیاں لے رہی ہے۔ لیکن غالبا" وہ اس کے انجام سے آگاہ نہیں ہیں۔

لولاک ۲۴جولائی ۱۹۷۰ء

مسئلہ قادیانیت اور سیاسی رہنما

اسلام کی علمبردار سیاسی جماعتیں قادیانیوں کے لئے ممبر سازی کے دروازے بند کریں!

قادیانیت کی خطرناکیوں اور قادیانیوں کی اسلام دشمن روش محتاج وضاحت نہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک قادیانیت ایک گالی کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور عوام میں اس قدر نفرت و حقارت کے جذبات پائے جاتے ہیں کہ کوئی سیاسی رہنما اپنے آپ کی قادیانی گروہ کے ساتھ اپنی وابستگی یا تعلق ظاہر کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ بقول ملک امیر محمد خان مرحوم سابق گورنر مغربی پاکستان خود قادیانیوں کا اپنا بھی یہ حال ہے کہ اس فرقے کے بڑے افسر بھی " قادیانی گروہ کے ساتھ اپنی وابستگی یا تعلق ظاہر کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔

۱۹۶۴ء کے صدارتی انتخاب کے مرحلہ میں جب سابق صدر محمد ایوب خان نے بڑے بڑے قادیانی افسروں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور مسٹر ایم ایم احمد اور سائنسی مشیر

عبد السلام جیسے حواری بن گئے تو لوگوں کو شبہ گذرا کہ مسٹر ایوب بھی قادیانی ہو گئے ہیں۔

اس پروپیگنڈے نے جب شدت اختیار کی تو سابق ناظم اعلیٰ اوقاف مسٹر مسعود نے ایک ملاقات میں صورت حال سے مطلع کیا کہ یہ پروپیگنڈا اگر وسعت اختیار کر گیا تو یہ آپ کے عہدہ واقتدار کے لئے خطرناک حربہ ثابت ہو گا۔ چنانچہ سابق صدر محمد ایوب خان نے اپنے مشیر خاص فدا حسین صاحب کو حکم دیا۔ کہ وہ میرے قادیانی ہونے کی تردید کر دیں۔ بعد ازاں سابق صدر لاہور آئے تو گورنمنٹ ہاؤس میں علماء و خطباء کے ایک خاص وفد سے ملاقات کے دوران ممتاز عالم دین سید امین الحق صاحب خطیب شیخوپورہ نے پھر وہی سوال کر کے صحیح صورت حال معلوم کی تو مسٹر ایوب خاں نے علماء کے سامنے پھر اس الزام کی تردید کی کہ میں ہرگز قادیانی نہیں ہوں۔ سابق صدر ایوب خان کا اقتدار ختم ہوا اور ائر مارشل اصغر خان (ریٹائرڈ) نے میدان سیاست میں قدم رکھا تو بعض قادیانی افسروں نے اے بی اعوان سابق سیکرٹری داخلہ کے ساتھ ان کی گہری رشتہ داری کی وجہ سے قادیانی ہونے کا الزام عائد کیا جس کی انہوں نے تردید کر دی۔

پھر میجر جنرل سرفراز (ریٹائرڈ) خار زار سیاست میں قدم رنجاں ہوئے تو بعض مصدقہ معلومات کی بناء پر ان پر بھی قادیانی ہونے کا شبہ ظاہر کیا گیا جس سے انہوں نے بریت کا اعلان کیا اور چند روز ہوئے پاکستان میں اسلامی سوشلزم کے داعی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں معاصر مشرق لاہور کے نمائندے نے یہ بات منسوب کر دی کہ ان کا بھی قادیانیوں کے ساتھ باقاعدہ انتخابی معاہدہ ہو گیا ہے۔

جب ان کی توجہ اس خبر کی طرف مبذول کرائی گئی تو انہوں نے بھی قادیانیوں کے ساتھ معاہدے کی تردید کرتے ہوئے یہ جملہ بھی فرما دیا کہ انہیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

ممکن ہے وہ اس جملہ کی بھی تردید کر دیں تردید و بریت کا یہ پہلو اس امر کا غماز ہے کہ کوئی بھی سیاسی رہنما نہ تو قادیانی گروہ سے کسی قسم کی وابستگی کی جسارت کر سکتا

ہے اور نہ ہی عوام کسی قادیانی کو اپنے رہنما کی حیثیت سے برداشت کر سکتے ہیں۔

ریاست ربوہ کا ایک حکم

مرزائیوں کے ترجمان روزنامہ الفضل کی اشاعت یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء میں ریاست ربوہ کے وزیر اعظم (ناظم امور عامہ انجمن احمدیہ پاکستان) کا حکمنامہ شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

مرزا محمد لطیف۔ مرزا محمد سلیم اختر۔ مرزا محمد رفیق انور' مرزا محمد حسین صاحب آف فتح پور گجرات۔ اور سید محمد داؤد احمد صاحب انور ولد پیر محمد یوسف مرحوم حال راولپنڈی سابق مربیان سلسلہ کے متعلق یہ ثابت ہونے پر کہ وہ سلسلہ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ انہیں ملازمت سے فارغ کر دیا گیا تھا اب ان کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں رہا احباب مطلع رہیں۔ الفضل یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء اس حکم نامہ کو بار بار پڑھیں اور اس بات کا تصور کریں کہ خدا نخواستہ خدانخواستہ اگر ملک کا اقتدار مرزائیوں کے ہاتھ آجائے تو اس صورت میں تمام مسلمان سرکاری ملازموں کو یا تو ملازمتیں چھوڑنا ہوں گی اور یا سلسلہ میں شامل ہونا ہو گا۔

اس حکمنامہ سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور انہیں اس بات کی فکر رہنی چاہئے کہ کہیں اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں کا گروہ کسی حادثہ کے نتیجہ میں یہاں برسراقتدار نہ آجائے جہاں تک مرزائیوں کا تعلق ہے وہ اس دن کے برابر خواب دیکھ رہے ہیں۔ جب ان کے ہاتھ اس ملک کی باگ ڈور آجائے اور وہ اسلام اور مسلمانوں سے ذلت آمیز سلوک روا رکھیں۔(لولاک ۹/اکتوبر ۱۹۷۰ء)

اشاعت اسلام کے لئے قادیانی کا تقرر؟

کراچی ٹیلی ویژن کے ایک خالص دینی پروگرام "بصیرت" کے پروڈیوسر کے عہدہ پر ایک قادیانی عبید اللہ علیم کے تقرر کی خبر سن کر پاکستان کے ہر غیور اور حساس و درد مند مسلمان کو رنج ہوا ہے مختلف مکاتیب فکر کے نامور علماء نے اس تقرری کے خلاف احتجاج کیا ہے اور اسے مسلمان قوم کے ساتھ شرمناک مذاق سے تعبیر کیا ہے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ عبید اللہ علیم کو اس عہدہ کے لئے کیوں منتخب کیا گیا مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک میں غلام احمد قادیانی کی امت کے کسی فرد کو یہ حق کیوں کر دیا جا سکتا ہے کہ وہ ملک کی غالب اکثریت کے عقائد و نظریات کے علی الرغم، نشر و اشاعت کے جدید ترین ذرائع پر قابض ہو کر ایک خالص دینی پروگرام کا انچارج بن جائے۔

کیا ایسے شخص کو جسے اللہ تعالیٰ کا قانون کافر قرار دے چکا ہے اور جس کے ارتداد کا فیصلہ عدالت صادر کر چکی ہے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر درس قرآن و حدیث کے لئے قانوناً" اور اخلاقاً" اور سیاستہ" مقرر کیا جا سکتا ہے؟

کیا موجودہ حکومت کو قادیانیوں کے بارے میں مسلمانان پاکستان کے احساسات و جذبات کا علم نہیں ہے؟

کیا موجودہ ارباب اقتدار یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک قادیانی کے تقرر سے اشتعال پیدا ہو اور حکومت کے خلاف نفرت و حقارت کا طوفان برپا ہو جائے۔

ایک خالص دینی پروگرام کا پروڈیوسر ایک قادیانی کو بنا دینا کیا جمہوری اقدار کے منافی نہیں؟

اور کیا ایسی حکومت سے جمہوریت کی بحالی کی توقع کی جا سکتی ہے جو جمہوریہ کی رضا و منشا کے خلاف ایسے اقدامات کرے نہ صرف برصغیر کے مسلمان بلکہ پوری دنیائے اسلام غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے کفر و ارتداد پر با رہا اتفاق رائے کا اظہار کر چکی ہے۔ ایسی صورت میں ایک خالص دینی پروگرام کے لئے کسی قادیانی کو مامور کرنا مسلمانان عالم کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔

بنا بریں ہم حکومت پاکستان بالخصوص اسلام پسند وزیر اطلاعات سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس شخص کو فوری طور پر اس پروگرام سے علیحدہ کیا جائے اور کسی مسلمان اہل علم و قلم کا اس کی جگہ تقرر کیا جائے۔

یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بصیرت کا درس دینے کے لئے ایک ایسے شخص کی خدمات حاصل کی جائیں جس کے پورے طائفہ کی بے بصیرتی پر امت محمدیہؐ کا اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔

امید ہے حکومت اس مسئلہ کا فوری نوٹس لے گی اور اس معاملہ میں روائتی تساہل سے کام نہیں لے گی۔(خدام الدین ۱۹اکتوبر۱۹۷۰ء)

مودودی سے درخواست

آج کل انتخابات کا زمانہ ہے۔ انتخابی رسہ کشی کی وجہ سے سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کا پارہ چڑھا ہوا ہے۔ اور اچھے اچھے ذمہ دار لوگ موجودہ فضا سے متاثر ہو کر انتہائی نامناسب باتیں کہتے پھرتے ہیں

تاہم مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کا ترجمان لولاک اس رسہ کشی میں غیر جانبداری کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اور یہ غیر جانبداری کسی کمزوری یا غرض کے لئے نہیں محض مسئلہ ختم نبوت کی تقدیس کے لئے ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ سارے مسلمانوں کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس لئے ہم اس مقدس پلیٹ فارم کو نہ کسی کے حق میں اور نہ ہی کسی کے خلاف استعمال ہونے دینا چاہتے ہیں ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ اس انتخاب میں وہ لوگ بھی ایک فریق ہیں جنہوں نے اس مسئلہ کی خاطر تحریک تحفظ ختم نبوت میں ہمارے ساتھ ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کی تھی۔ وہ بھی ایک فریق ہیں جنہوں نے فدایان ختم نبوت کے سینوں میں گولیاں مروائی تھیں اور وہ بھی ایک فریق ہیں جو ختم نبوت کی تحریک کے خلاف سرکاری گواہ بن گئے تھے لیکن اس سب کچھ کے باوجود مسئلہ کی عظمت اس کی تقدیس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے پوری امت کا متفقہ مسئلہ بنایا جائے اور جس پلیٹ فارم سے یہ مسئلہ اٹھایا جا رہا ہی اسے انتخابی کشمکش میں رسوا نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ انتخاب کے سلسلہ میں ہمارا قلم بالکل غیر جانبدار ہے اور ہم نے کسی کی تائید اور کسی کی تردید نہیں کی ہے:۔

خصوصاً وہ جماعتیں جو ملک میں اسلامی نظام کی داعی اور آئین شریعت کے نفاذ کی علمبردار ہیں ان کے متعلق ادنی تنقید سے بھی احتراز کیا گیا ہے دینی جماعتوں کے اتحاد کے لئے تو کوئی کلمہ خیر بلند کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی باہمی چپقلش میں کوئی حصہ نہیں لیا گیا:۔

اس تمہید سے عرض یہ ہے کہ جہاں تک مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعلق ہے وہ تمام دینی جماعتوں کا احترام اور ان کی باہمی کشمکش میں غیر جانبدار ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ ایسے نازک دور اور پر آشوب فضا میں مولانا مودودی صاحب نے تحریک ختم نبوت کے متعلق ایک ایسی غیر ذمہ دار بات فرما دی ہے جس کا اگر صحیح جواب دیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہ ہم غیر جانبدار نہیں رہتے بلکہ ہمیں انکے خلاف ایک فریق کی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے اور ان شہیدوں کے خون سے بے وفائی کا ڈر ہے جنہوں نے ختم الرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے اپنے سینوں میں مردانہ وار گولیاں کھائی تھیں اور مولانا مودودی صاحب سمیت تمام فرقوں کے چیدہ علماء پر مشتمل مجلس عمل کے حکم اور کہنے پر گولیاں کھائی تھیں۔

گڑے مردے اکھاڑنا مولانا مودودی صاحب کی عادت ہے اب سترہ برس کے بعد ایک دفعہ پھر مولانا صاحب نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق فرمایا ہے" جیل سے باہر آخر ہم نے پھر مطالبہ شدت سے اٹھایا کہ اب قرار داد مقاصد کے مطابق اسلامی دستور بنایا جائے اور خواجہ ناظم الدین کے دور وزارت میں دستور کی تیاری شروع بھی ہو گئی تو اس کا راستہ روکنے کے لئے ایک نئی سازش اٹھا کر کھڑی کی گئی۔ اور جماعت اسلامی پر تیسرا حملہ ۱۹۵۳ء میں کر ڈالا گیا میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ختم نبوت کی تحریک اٹھوائی ہی اس غرض کے لئے گئی تھی کہ مطالبہ نظام اسلامی کو روکا جائے۔ منیر رپورٹ سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو گئی ہے......اس موقعہ پر ختم نبوت تحریک کے لیڈروں کو بہتیرا سمجھایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ خدا کے لئے ایک مرتبہ دستور پاس ہو جانے دو اس کے بعد تم اس مسئلے کو اٹھا سکتے ہو۔ خواجہ ناظم الدین کی رپورٹ تیار ہو چکی تھی۔ دستور پاس ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہ تھی۔ صرف اتنا کام باقی تھا کہ دستور ساز اسمبلی میں بنیادی اصولوں کی رپورٹ پیش ہو اور دستور پاس ہو جائے لیکن عین وقت پر ہنگامہ برپا کر دیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین کی رپورٹ دھری کی دھری رہ گئی۔ لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین وزارت عظمیٰ سے رخصت کر دیئے گئے اور بیوروکریسی اس طرح ملک کے سینہ پر سوار ہو گئی کہ آج

تک اس سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکا یہ ہیں حضرت مولانا مودودی صاحب کے خیالات اور ارشادات تحریک ختم نبوت کے متعلق جو انہوں نے عین اس وقت فرمائے ہیں جب انتخابی مہم شروع ہے اور پہلے ہی ملک کی تقریباً" تمام دینی جماعتیں انکے خلاف برسرپیکار ہیں یا متفق نہیں ہیں۔

مولانا مودودی صاحب اور انکی جماعت کا یہ عجیب فلسفہ ہے کہ ان کے منہ میں جو آئے کہہ دیتے ہیں۔ خواہ وہ عصر حاضر کے علمائے کرام کے خلاف ہو۔ یا قرون اولیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کے خلاف ہو۔ اور ان کا ہرا ناپ شناپ کہا ہوا اسلام کی خدمت اور اتحاد اسلامی کی سعی ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان کے متعلق کچھ کہا جائے۔ انہیں ان کی ان بیہودگیوں پر ٹوکا جائے تو وہ شور مچانے لگ جاتے ہیں۔ کہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی مخالفت کر کے اسلامی نظام کی دعوت اور مطالبہ کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے اور اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے یعنی افتراق و انتشار کی جو کوشش جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی طرف سے ہو وہ خدمت اسلام ۔ہے اور دوسرے اگر جائز کلمہ خیر بھی بلند کریں تو وہ اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش قرار دی جاتی ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کوئی سازش تھی اور اسلامی نظام کی دعوت مطالبہ یا اس کے متعلق جو کوشش ہو رہی تھی اسے سبوتاژ کرنے کے لئے شروع کی گئی تھی۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو مرزائیوں کا کھلا ہوا ایجنٹ ہو یا جس کا سینہ نور ایمان سے بالکل خالی ہو۔

یہ تحریک جس طرح شروع ہوئی ان حالات کو دیکھنے والے جاننے والے اور ان سے گذرے والے ابھی کروڑوں مسلمان زندہ ہیں وہ تحریک کسی ایک رات میں منظم نہیں ہوئی تھی بلکہ سالہا سال سے اس کا پرچار ہو رہا تھا۔ مرزائیوں کی جارحانہ تبلیغی سرگرمیوں افسروں کی چیرہ دستیوں اور حکومت کی اس سلسلہ میں مجرمانہ خاموشی نے حالات کو بتدریج اس نہج پر پہنچا دیا کہ لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ شاید یہ ملک ہی مرزائیوں کے لئے بنایا گیا ہے۔

یہاں تک کہ مرزا محمود احمد نے اعلان کیا کہ وقت آپہنچا ہے کہ مرزائی

مولویوں کے خون کا بدلہ لیا جائے گا ملا مودودی' ملا احتشام الحق' عطاءاللہ شاہ بخاری' ملا بدایونی اور ملا شفیع سے ۱۹۵۲ء میں اس نے اعلان کیا کہ ۱۹۵۲ء گذرنے سے پہلے ہمارے دشمن ہمارے قدموں پر گرنے پر مجبور ہو جائیں گے پھر جس بی پی سی رپورٹ پر مولانا مودودی صاحب کو بہت ناز ہے۔ اس میں مرزائیوں کو مسلمانوں میں شامل کر لیا گیا تھا۔

ان حالات نے جو سالہا سال کی جدوجہد کے بعد پیدا ہوئے تھے صرف احرار کو ہی نہیں دیو بندیوں بریلویوں اہل حدیثوں اور شیعیوں کو مجبور کیا کہ وہ جمع ہوں اور ایک پلیٹ فارم سے مل کر اس فتنہ کی سرکوبی اور بیخ کنی کی کوشش کریں مجلس عمل بنی اور مولانا مودودی اس مجلس عمل کے رکن ٹھہرے اس مجلس عمل نے کراچی میں اجلاس کر کے متفقہ طور پر حکومت کو نوٹس دیا کہ مطالبات تسلیم کرو ورنہ تمہارے خلاف ایک ماہ بعد ڈائریکٹ ایکشن کیا جائے گا۔ مولانا مودودی صاحب اس اجلاس میں موجود اور اس نوٹس دینے میں شامل تھے۔ حکومت نے مطالبات تسلیم نہ کئے ایک ماہ بعد دوبارہ مجلس عمل کی میٹنگ کراچی میں ہوئی اگرچہ مولانا مودودی صاحب اس میٹنگ میں خود تو حاضر نہ تھے لیکن ان کا ذمہ دار نمائندہ مولانا سلطان احمد امیر جماعت اسلامی کراچی اس اجلاس میں موجود تھا اس اجلاس میں تحریک شروع کرنے کا بالاتفاق فیصلہ ہوا۔ اور قرار پایا کہ ۵۔۵ رضاکاروں کے جھتے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم اور غلام محمد گورنر جنرل کی کوٹھیوں پر جائیں گے اور ان سڑکوں سے جائیں گے جو زیادہ پررونق اور زیادہ ٹریفک کی وجہ مصروف نہ ہوں۔ جماعت اسلامی کے نمائندہ نے اصرار کیا کہ جھتے شہر کی پر رونق اور مصروف سڑکوں سے جانے چاہئیں اور اس سلسلہ میں ہم بھی رضا کار مہیا کریں گے۔

اگلی صبح کو تحریک کے سارے لیڈر گرفتار کر لئے گئے لیکن جماعت اسلامی کا کوئی رہنما گرفتار نہ ہوا۔ تحریک شروع ہونے کے تین روز بعد ہمیں معلوم ہوا کہ جماعت اسلامی تو تحریک کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

مارچ کے پہلے ہفتہ میں لاہور گورنمنٹ ہاؤس گورنر صاحب نے معززین شہر کی

ایک میٹنگ بلائی اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ تحریک کو بند کرانے میں گورنمنٹ سے تعاون کریں مولانا مودودی صاحب نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ گورنمنٹ کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو مطالبات تسلیم کرے اور یا سختی سے تحریک کو کچل دے۔

بعد میں معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت نے قادیانی مسئلہ نامی ایک پمفلٹ کی اشاعت کے سلسلہ میں نہ کہ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو بھی پکڑ لیا۔ مولانا کو سزائے موت ہوئی اور تحریک کے لیڈروں کی رہائیوں کے ساتھ آخر انہیں بھی رہا کر دیا گیا۔

جماعت اسلامی نے تحریک ختم نبوت کے لیڈروں کے خلاف تحقیقاتی عدالت میں سرکاری گواہ کی حیثیت سے شہادتیں دیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب سترہ برس بعد مولانا نے تحریک ختم نبوت کو اسلامی نظام کے خلاف سازش قرار دے دیا ہے حالانکہ تحریک ختم نبوت کو اسلامی نظام کی جدوجہد کے خلاف سازش قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ مولانا مودودی پاکستان سے پہلے تحریک پاکستان کے مخالف تھے اور اب پاکستان بن جانے کے بعد انہوں نے پاکستان کو مٹانے کے لئے سازش کی ہوئی ہے اور اس سازش کے تحت یہاں اسلامی نظام کی تحریک شروع کئے ہوئے ہیں۔(لولاک ۲۳/اکتوبر ۱۹۷۰ء)

پکا وزیر

لائل پور آج جامع مسجد ریلوے اسٹیشن میں مولانا تاج محمود مدیر لولاک نے ایم ایم احمد کی نئی تقرری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے جمعہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ صدر محمد یحییٰ خان نے ایم ایم کو ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن کے عہدہ سے علیحدہ کر دیا ہے۔ ہمیں اس سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ یہ ایک پرانا مطالبہ تھا جو تسلیم کیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں نے پچھلے دنوں ایم ایم احمد کی علیحدگی کا بڑے زور شور سے مطالبہ کیا تھا ان کا خیال ہے کہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں جتنی

غلط فہمیاں اور دوریاں پیدا ہوئی ہیں ان کا واحد ذمہ دار ایم ایم احمد ہے۔

مغربی پاکستان کے لوگ ۱۹۵۳ء سے ہی مرزائیوں کے کلیدی اسامیوں پر مقرر ہونے کے خلاف ہیں اور وہ برابر مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ ایم ایم احمد کو اتنے بڑے منصب سے علیحدہ کیا جائے۔

اگر کسی حکومت نے تحقیقات کرائیں کہ ایم ایم احمد کے دور میں مرزائیوں کو کس قدر فائدے ہوئے ہیں تو لوگ حیران ہو جائیں گے۔

مولانا نے فرمایا کہ بھائی میں نے پچھلے جمعہ ایم ایم احمد کی علیحدگی کی خبر پڑھ کر ارباب اقتدار کے لئے بڑی دعائیں کیں۔ بڑی مبارکبادیں لیکن اگلے روز ہی خبر آگئی کہ ایم ایم احمد کو صدر کا اقتصادی مشیر مقرر کر دیا گیا ہے ان کا عہدہ وزیر کا ہو گا تمام مراعات وزراء کی حاصل ہوں گی لیکن وہ کابینہ میں شامل نہیں ہوں گے وغیرہ وغیرہ ہم حیران اور پریشان رہ گئے کہ یا خدایا یہ کیا معاملہ ہوا ہم کو جتنی بدعائیں یاد تھیں انہیں دے ڈالیں اور انہوں نے اسے پہلے سے بھی اونچے منصب پر بٹھا دیا ہے مولانا نے ایک لطیفہ سنایا کہ ایک میراثی کا لڑکا دیر سے اٹھنے کا عادی تھا بیچاری ماں بہت تلملاتی گالیاں دیتی اٹھانے کی کوشش کرتی رہتی لیکن وہ مانتا ہی نہ تھا اور برابر کافی سورج چڑھ آنے تک پڑا سوتا رہتا۔ خدا کی قدرت ایک دن وہ علی الصبح اٹھ بیٹھا ماں نے بلائیں لینا شروع کیں میں صدقے میں واری میں قربان میرا چاند بیٹا آج صبح سویرے اٹھ بیٹھا برکت والے وقت میں پیروں والے وقت میں وہ دعائیں دے رہی تھی لڑکا بولا تو خواہ مخواہ مجھے دعائیں دے رہی ہے میں تو پیشاب کرنے کے لئے اٹھا ہوں اور پیشاب کر کے پھر سونے لگا ہوں۔ یہی حال ہمارا ہوا دعائیں کرتے رہ گئے کہ یار لوگوں نے اسے ایک جگہ سے اٹھایا اور اس سے اونچی جگہ پر بٹھا دیا۔ اور پھر بٹھایا کہاں اعلان میں ہے۔ کہ انہیں وزرا کی تمام سہولتیں دی گئی ہیں۔ لیکن وہ کابینہ میں شامل نہیں سمجھے جائیں گے۔ یعنی پکا وزیر لگا دیا ہے۔ کیونکہ کابینہ کے وزیر تو کچے وزیر ہیں آج ہیں کل کو نہیں ہیں۔ آج صدر یحییٰ صاحب کابینہ توڑ دیں کل کو انتخاب کے بعد توڑ دیں تو سب وزیر ختم ہو جائیں گے لیکن ایم ایم احمد پکے وزیر ہیں ان کی

وزارت ایسی ہے جسے کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ اختیارات اور مراعات کے لحاظ سے وہ وزیر ہیں لیکن عارضی نہیں بلکہ پکے وزیر ہیں۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایم ایم احمد کو دباؤ ڈال کر عہدہ دلوایا گیا ہے۔ حکومت مجبور ہے کہ اسے ملک کی اقتصادیات کا سب سے بڑا افسر بنائے اور ملک کی اہم ترین جگہ پر اس کی تقرری کرے اس لئے کہ ملک کو قرضوں کی ضرورت ہے اور قرضے جن سے ملتے ہیں ایم ایم احمد ان کا ازلی ابدی وفادار اور دوست ہے اس لئے حکومت مجبور ہے یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ ۱۹۵۳ء میں خواجہ ناظم الدین سر ظفراللہ خاں کو عوام کے مطالبہ کے پیش نظر نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن نکال نہیں سکے تھے انہوں نے انکوائری کورٹ میں بیان دیا کہ اگر چوہدری ظفراللہ خاں کو نکال دیا جائے تو امریکہ کشمیر کے مسئلہ میں ہماری کوئی امداد نہیں کرے گا۔ اور گندم کا ایک دانہ نہیں دے گا۔ ۱۹۵۳ء میں یہاں مرزائیوں کی یہ پوزیشن تھی اب تو ۱۹۷۰ء ہے اب تو وہ اور بھی زیادہ جڑیں پھیلا چکے ہیں اب ایم ایم احمد کو کون نکالے۔

لیکن کتنا افسوس ہے۔ قرضہ ملے تو ملک چل سکتا ہے۔ اور ایم ایم احمد سب سے بڑا افسر ہو تو قرضہ مل سکتا ہے۔ منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ ایم ایم احمد ہو تو ملک چل سکتا ہے۔

حالانکہ قرضہ ملنا چاہئے اس کو جس نے ادا کرنا ہے۔ قرضہ ملنا چاہئے اس کو جس کو ادا کرنے والی قوم کا اعتماد حاصل ہے۔ ملک کا سربراہ صدر یحییٰ خان ہیں قوم کے متولی سرپرست صدر یحییٰ خان ہیں ملک ان کے ہاتھ میں طاقت ان کے ہاتھ میں خزانے انکے ہاتھ میں لیکن قرضہ ملتا ہے۔ ایم ایم احمد کو ہم امریکہ کی اس حرفت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر ہمیں ایسے قرضوں کی کیا ضرورت ہے جو ہماری عزت نفس کے خلاف ہوں جو ہمارے اعتماد اور وقار کو مجروح کر کے دیئے جائیں علامہ اقبالؒ کے بقول۔

اے طائر لا ہوتی اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

صدر مملکت سے ہم یہی عرض کریں گے کہ وہ اپنے دل سے غیر کا خوف نکال دیں عزت او ذلت خدا کے قبضہ میں ہے اگر ہمارا ایمان درست ہو جائے تو امریکہ کوئی چیز نہیں وہی امریکہ جسے ویت نام کی ایک چھوٹی سی قوم نے ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ اور وہی امریکہ جس کا جمبو جٹ عرب نوجوانوں نے جلا کر امریکہ کی آبرو کا دھواں اڑا دیا ہے۔

قوم آپکے ساتھ ہے۔ آپ اللہ پر بھروسہ کریں اس مرتد کو حکومت سے نکالیں اور امریکہ کی بلیک میل میں نہ آئیں۔۔(لولاک ۱۸/ ستمبر ۱۹۷۰ء)

قادیانیوں کا کردار

انتخابات سے تقریبا" دو ماہ قبل قادیانیوں نے پیپلز پارٹی سے مکمل اشتراک کر لیا ان کے درمیان جو مبینہ معاہدہ ہوا اس کی تفاصیل حاصل نہیں ہو سکیں البتہ مرزا ناصر احمد کے جمعہ کے خطبوں اور "الفرقان" کی تحریرات سے اتنا واضح ہے کہ قادیانی بہت بوکھلائے ہوئے تھے اور انہیں خطرہ تھا کہ یہ عوامی سیلاب ان کو بہا نہ لے جائے اس لئے انہوں نے جو معاہدہ کیا ہے لازمی ہے کہ اس میں ایک تو اپنے مفادات کا تحفظ ہو گا دوسرے پاکستان کے اندر قائم ہونے والی اسٹیٹ ربوہ کی حفاظت ہو گی اس کے علاوہ انہوں نے اپنے اقلیت قرار دیئے جانے کا سدباب کیا ہو گا اور اسرائیل مین اپنے مشن کے قائم رہنے اور زرمبادلہ کی سہولت ملنے کا عہد کیا ہو گا ایوبی دور میں انہوں نے انہیں خطوط پر اپنی تنظیم استوار کی۔

یہ ایک الم ناک داستان ہے کہ قادیانیوں نے کس طرح اسلامی آئین کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ انہوں نے ہر مرحلے پر اسلامی انقلاب کی مخالفت کی اور اپنے پورے مادی وسائل اس کام میں صرف کئے انہوں نے مسلمانوں کے سیاسی مفادات کو سبوتاژ کیا اور نئی نبوت کے نام سے اپنے کاروبار کو پھیلا کر کئی معاشرتی مسائل پیدا کئے مسلمانوں کے ملازمتوں کے کوٹے پر مسلمان بن کر چھاپہ مارا اور مسلمانوں ہی کے

خزانے سے روپیہ لے کر پاکستان میں ان کو قادیانی بنانے اور بیرونی ممالک میں مرزا غلام احمد کی نبوت کا پرچار کرنے کے لئے صرف کیا۔ کیا پیپلز پارٹی ان کے لئے ڈھال کا کام دے گی اور انہیں پھلنے پھولنے کے مواقع بہم پہنچائے گی؟

قادیانی نوجوانوں کی جماعت خدام الاحمدیہ نے پیپلز پارٹی کے لئے بڑھ چڑھ کر کام کیا انہوں نے نوجوانوں میں اثر و رسوخ پیدا کر کے ان کے جلسوں کی سرپرستی کی جماعت سے نان و نفقہ لے کر کچھ تو خود اڑایا' کچھ پیپلز پارٹی کے جھنڈے' تلے تلوار کے نشان وغیرہ خرید نے پر صرف کیا۔

پیپلز پارٹی کی وارڈ کمیٹیوں میں خدام الاحمدیہ کے کارکن کپڑے کے پلندے پہنچاتے ہوئے دیکھے گئے اور قادیانی عورتوں نے اپنے گھروں میں ہزاروں جھنڈے سی سی کر لوگوں کو مہیا کئے قادیانی عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ جس میں بارہ برس کی دو شیزاؤں سے لے کر بوڑھی عورتیں شامل ہیں سب نے بڑی جانفشانی سے پیپلز پارٹی کے لئے انتھک جدوجہد کی قومی انتخابات سے دو تین دن قبل لجنات کی ٹولیاں سڑکوں پر گھومتی دکھائی دیتی رہیں انہوں نے گھر گھر جا کر عورتوں کو پیپلز پارٹی کے لئے ووٹ دینے پر مجبور کیا اور بذات خود پارٹی کا لٹریچر خواتین تک پہنچایا۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا پرچار کرنے والے تنخواہ دار مبلغین نے لوگوں میں یہ تاثر پھیلایا کہ ان کی جماعت سوشلزم کی سخت مخالف ہے اس ذیل میں انہوں نے مرزا قادیانی کے الہام اور مرزا بشیر الدین کا سوشلزم کی مخالفت میں طویل لیکچر' اور سابق ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کے والد مرزا بشیر احمد کی تصانیف پیش کر کے عوام کو دھوکہ دیا۔ حال ہی میں موجودہ قادیانی خلیفہ کے جمعہ کے خطبات کا مجموعہ شائع کیا گیا ہے جو سوشلزم کی بھرپور مخالفت میں ہے لیکن دوسری طرف اس منافق سامراج نواز اور اسلام دشمن جماعت نے سوشلزم کے لئے ہر ممکن اعانت کی اور اس کی محض یہ وجہ تھی کہ جماعت اسلامی برسر اقتدار نہ آئے۔

انتخابات سے ایک ہفتہ قبل' انجمن تحفظ پاکستان' پیپلز فیڈریشن اور ایسی وضعی تنظیموں کے نام سے لاکھوں پوسٹر شائع کروا کے پاکستان کے طول و عرض میں لگوائے قائداعظم

کے نام نامی کو ایکسپلائٹ کر کے "احمدی مسلمان ہیں" والے پوسٹر چھپوا کر خدام سے لگوائے تاکہ رائے عامہ پھسلائی جا سکے۔

(۱) کیا پیپلز پارٹی اس سامراج نواز پارٹی کا محاسبہ کرے گی؟

(۲) کیا اس جماعت کو پیپلز پارٹی زرمبادلہ' سروسوں میں معتد بہ حصہ اور دیگر معاشی مراعات سے نوازے گی یا انہیں ختم کرنے کا عزم اٹھائے گی۔

(۳) کیا پارٹی اس تیئسویں بڑے سرمایہ دار کے کروڑوں روپے کا حساب لے گی جو تبلیغ کے نام پر جمع کیا گیا ہے اور جس کی بدولت ملکی دولت کو لوٹا جا رہا ہے؟

(۴) کیا پارٹی اس مذہبی اجارہ داری اور سیاسی آمریت کو توڑ کر عوامی احساسات کا احترام کرے گی اور اسرائیل میں ان کے مشن اور قادیان کے ۳۱۳ درویشوں کی گتھی سلجھائے گی۔

ہمیں امید نہیں کہ ایسا ہو کیونکہ پیپلز پارٹی خود سرمایہ داروں کی پشت پناہی کے نتیجے میں سیاسی بالادستی حاصل کر رہی ہے اور وہ انہیں کے درپے نہیں ہو سکتی۔

چٹان ۴ جنوری ۱۹۷۱ء

مفتی محمود پر خطرناک حملہ

گزشتہ دنوں چنیوٹ میں قومی اسمبلی کے رکن' جمعیتہ علماء اسلام کے قائد اور عوام کے محبوب راہنما مولانا مفتی محمود پر تیز رفتار کاروں کے ذریعہ جو خطرناک حملہ ہوا اس کی تفصیلات اخباروں میں آ چکی ہیں۔ یہ حملہ کراچی میں ہالینڈ کے وزیر خارجہ اور صدر پر کئے گئے حملہ کے بعد اسی نوعیت کی حیثیت کا حامل ہے۔

واقعات کے مطابق مفتی محمود صاحب ممبر قومی اسمبلی "تحفظ ختم نبوت کانفرنس" میں شرکت کے لئے بذریعہ کار لائل پور سے چنیوٹ تشریف لائے تو اہالیان چنیوٹ کے ایک عظیم الشان جلوس نے آپ کا والہانہ خیر مقدم کیا۔

مفتی صاحب کو جلوس کی شکل میں شہر کی طرف لے جایا جا رہا تھا کہ ربوہ کی طرف سے آنے والی تیز رفتار کار مجمع کو چیرتی ہوئی اور استقبال کرنے والے لوگوں کو

کچلتی ہوئی مفتی صاحب کی جیپ کی طرف بڑھنے لگی' بے پناہ ہجوم کی افراتفری اور پیچھے آنے والی دوسری کاروں کے ٹکراؤ کے باعث مفتی صاحب خطرناک حملہ سے بال بال بچ گئے لیکن چند افراد شدید طور سے زخمی ہو گئے۔

یہ خطرناک حملہ مفتی صاحب پر کیوں کیا گیا؟ اور تیز رفتار کار نے مجمع کو دیکھ کر رکنے کی بجائے مجمع کو کچلنے کی کیوں کوشش کی؟ اس کا پس منظر تو ارباب حکومت ہی واضح کر سکیں گے۔ البتہ یہ پہلو خصوصی توجہ کے لائق ہے کہ اس کار میں مبینہ طور سے ربوہ کی نیم فوجی تنظیم کے سالار اعلیٰ عبدالعزیز بھابڑی اور محمد شریف ڈرائیور بھی سوار تھے۔

ارباب حکومت کو اس خطرناک حملہ کے محرکات کا جائزہ لے کر اور حملہ کے اسباب معلوم کر کے عوام میں بڑھتی ہوئی بے چینی دور کرنی چاہئے اور عوام کے منتخب نمائندوں اور جماعتوں کے رہنماؤں کے خلاف تشدد آمیز رجحانات کا سختی کے ساتھ سدباب کرنا چاہئے۔ خدام الدین ۸ جنوری ۱۹۷۱ء

مرزائیوں کی سیاسی جماعت سے وابستگی!

مرزا ناصر احمد امیر جماعت احمدیہ پاکستان نے اپنے سالانہ جلسہ ربوہ سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کی جماعت نے حالیہ انتخابات میں پیپلز پارٹی کی باقاعدہ حمایت کی تھی۔

امیر جماعت احمدیہ کے اعتراف حقیقت کے بعد اب حکومت پاکستان کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ دوسری سیاسی جماعتوں جیسا سلوک کرے اور اپنے آپ کو مذہبی و تبلیغی جماعت ظاہر کر کے لاکھوں روپیہ کا جو زرمبادلہ بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے نام پر حاصل کر رہی ہے اسے بند کر دیا جائے کیونکہ یہ جماعت اسلام کے نام پر اپنی سیاسی آبادکاری کر رہی ہے۔

آخر یہ کیسا انصاف ہے کہ ایک جماعت اندرون ملک اور بیرونی ممالک خصوصاً افریقہ میں اسلام کے مقدس نام پر اور مذہبی لبادہ اوڑھ کر اپنی سیاسی آبادکاری کرتی

رہے اور اس کے لئے پاکستان کے عوام اختلاف عقائد و نظریات کے باوجود ان کے لئے کثیر زرمبادلہ مہیا کرتے رہیں۔

اگر جماعت احمدیہ کے ساتھ یہ خصوصی سلوک روا ہے تو اس کی پشت پناہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ دوسری جماعتوں کا کیا قصور ہے؟ انہیں بھی تبلیغ کے نام پر دوسرے ممالک میں سیاسی آبادکاری کے لئے زرمبادلہ مہیا ہونا چاہئے۔

ہمارا خیال ہے کہ امیر جماعت احمدیہ اور دیگر مرزائی رہنماؤں کے تازہ بیانات اور اپنی سیاسی حیثیت کے اعتراف کے بعد اب اس سیاسی جماعت کے ساتھ مذہبی فرقہ یا تبلیغی جماعت کا سلوک نہیں کیا جائے گا بلکہ دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح یکساں سلوک روا رکھا جائے گا۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ حکومت مذہب اور تبلیغ کے مقدس نام پر ایک خاص سیاسی جماعت کو خاص تحفظ دے رہی ہے۔ خدام الدین

۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

عذاب الٰہی کا نزول

ضلع لائل پور کے ایک گاؤں چک چوہلہ سے ہمیں ایک مخلص نے یہ اطلاع دی ہے کہ یہاں کی مرزائی جماعت کے امیر نے خلیفہ ربوہ کو لکھا ہے کہ چوہدری خاں بہادر نعمت خاں ریٹائرڈ سیشن جج کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے کرنل نصر اللہ خاں و عبدالرحمٰن خان جج صاحب کی لڑکی جو سندھ سنڈیکیٹ کے سابق نیجر چوہدری محمد یوسف خاں کی بیوی ہے اور محمد چراغ خاں سابق امیر جماعت احمدیہ مرزائیت کو ترک کر کے سب مرتد ہو گئے ہیں جج صاحب کی لڑکی نے اپنی لڑکی کا رشتہ بھی غیر احمدیوں کو دے دیا ہے اور اس طرح جج صاحب کی اولاد پر خدا کا عذاب نازل ہو گیا ہے" یہ ہے مرزائی مذہب کی حقیقت جس شخص کی تحقیق اور دیانت اسے مرزا غلام احمد کے مذہب سے بچا کر محمدی اسلام پر لے آئے تو وہ شخص مرزائیوں کے نزدیک مرتد ہو گیا ہے اور اس پر خدا کا عذاب نازل ہو گیا ہے۔

لیکن اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان جو پشت ہا پشت سے مسلمان ہو اور

مرزائیوں کے چکر میں پھنس کر متاع ایمان لٹا بیٹھے اور مرزائی ہو جائے اگر اسے دوسرے مسلمان مرتد کہیں تو ربوہ کے تنخواہ دار مولوی شور مچاتے ہیں کہ صاحب ہمیں گالی دی جا رہی ہے اور ہمارے ساتھ تنگ دلی اور تعصب کا سلوک کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان کے اپنے تعصب اور تنگ دلی کا حال یہ ہے۔ لولاک ۲۰ جنوری ۱۹۷۱ء

ربوہ کی بنیاد

اس سال ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں جمیعتہ العلمائے اسلام کے شیخ محمد اقبال ایم پی اے نے تقریر کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ مرزائیوں کے مرکزی شہر ربوہ کی آبادکاری شاہ جیونہ کے میجر سید مبارک علی شاہ اور انگریز گورنر' موڈی کی سہ طرفہ سازش کے نتیجہ میں ہوئی تھی۔ اور اس طرح اس ناپاک مرکز کا قیام عمل میں آیا تھا چنانچہ شیخ صاحب نے میجر مبارک علی شاہ کی اپنی تصنیف کردہ کتاب خدمت خلق کے ایک حوالے سے یہ ثابت کیا کہ مرزائیوں کو یہ زمین کوڑیوں کے بھاؤ دلوانے میں میجر صاحب موصوف کا عمل دخل تھا۔ ہم ذیل میں میجر صاحب کی کتاب خدمت خلق کا وہ حوالہ من و عن شائع کر رہے ہیں تاکہ لولاک کے صفحات پر یہ اہم دستاویزی ثبوت ریکارڈ ہو جائے۔ (ادارہ)

"نواب افتخار حسین ممدوٹ کی وزارت سے ممتاز محمد خان دولتانہ سردار شوکت حیات خان اور میاں افتخار الدین یہ کہہ کر مستعفی ہو گئے کہ ہم دیکھیں گے کہ ہمارے بغیر نواب ممدوٹ وزارت کا کام کیوں کر چلاتے ہیں۔ حضرت قائداعظم نے ان لوگوں کو ہرچند بہت سمجھایا اور وزارت میں رہ کر کام کرنے کے لئے بہت کچھ کہا سنا مگر یہ صاحبان مانے نہیں نواب ممدوٹ نے فوراً" ہی دوبارہ وزارت قائم کر لی' اور سردار عبدالحمید خاں دستی۔ حاجی میاں نور اللہ صاحب چوہدری فضل الہیٰ صاحب اور راقم الحروف (یعنی مصنف کتاب میجر سید مبارک علی آف شاہ جیونہ ضلع جھنگ) کو وزارت میں لے لیا۔ قادیان کی جماعت احمدیہ لٹ لٹا کر جھنگ پہنچی۔ اور اپنا نیا مرکز قائم

کرنے کی فکر اور تگ و دو میں تھی سردار شوکت حیات خان وزیر مال تھے اور انہوں نے جماعت احمدی کو ایک علیحدہ شہر بسانے کے لئے سستی زمین دینے سے انکار کر دیا خان بہادر چوہدری دین محمد ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے اور میرے ساتھ ان کے تعلقات تھے ادھر چوہدری سر محمد ظفراللہ خان نے بھی مجھے امداد کے لئے خط لکھا۔ لہٰذا میں نے درخواست لے لی اس پر نہایت پر زور الفاظ میں سفارش لکھی اور چوہدری دین محمد کو ہمراہ لے کر گورنر موڈی سے ملا اور ربوہ آباد کرنے اور شہر بسانے کی اجازت لے دی۔ یہ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میری تربیت کشادہ ظرفی۔ پاک باطنی اور فراخ مشربی کی فضا میں ہوئی تھی سنی شیعہ یا احمدی' غیر احمدی قسم کی فضول باتیں میری نگاہ میں کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ میں تو اتنا جانتا تھا کہ احمدی حضرات پاکستان کی رعایا اور ایک اقلیتی فرقہ تھے' ان کے چند حقوق تھے جن کی نگہ داری اور پاسداری حکومت کا فرض تھا آج ربوہ ضلع جھنگ کا اہم تہذیبی تعلیمی اور ثقافتی مرکز ہے یہاں ایم اے تک تعلیم کا انتظام ہے شفاخانے' تار گھر' ٹیلیفون سسٹم اور بجلی موجود ہے۔

(کتاب خدمت خلق مصنفہ میجر مبارک علی سابق وزیر پنجاب صفحہ نمبر ۶۲/۶۳ مطبوعہ مسلم پریس جھنگ) لولاک ۲۱ جولائی ۱۹۷۱ء

چپ بورڈ جہلم کے مزدوروں پر فائیرنگ

چپ بورڈ فیکٹری جہلم کے پر امن ہڑتالی مزدوروں پر کسی اشتعال کے بغیر فیکٹری کی انتظامیہ اور حفاظتی دستہ کی افسوس ناک فائرنگ کی خبریں تمام قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اس سلسلہ میں ہمیں جمیعتہ العلمائے اسلام جہلم کے دفتر نے جو مصدقہ تفصیلات ارسال کی میں ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱۱ فروری کی صبح چپ بورڈ فیکٹری جہلم کی انتظامیہ نے جو کہ مرزائیوں پر مشتمل ہے فیکٹری کے باہر ہڑتالی مسلمان مزدوروں پر اچانک چھ بندوقوں اور دو پستولوں سے فائرنگ شروع کر دی جس سے دس مزدور شدید زخمی ہو گئے جنہیں سول ہسپتال جہلم میں داخل کر دیا گیا ہے مزدور یونین کے صدر و سیکرٹری مولانا عبداللطیف صاحب کی

خدمت میں آئے اور تفصیلی واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ فیکٹری کے مالک میاں منیر احمد جو کہ ایم ایم احمد کے بھائی ہیں نے مسلمانوں کی چھانٹی شروع کر دی جس کے خلاف احتجاج کے طور پر مزدوروں نے ہڑتال کر دی اور فیکٹری کے باہر کیمپ لگا دیا۔

۱۲ فروری کے جنگ و امروز لاہور میں اس واقعہ کے بارے میں تمام تفصیل آ چکی ہے اور مولانا عبدالطیف صاحب کا مذمتی بیان بھی آ چکا ہے حادثہ کے ذمہ دار فیکٹری کے مالکان مرزائی ہیں ضمانت قبل از گرفتاری کرا لی ہے پولیس نے مقدمہ درج کر کے کاروائی شروع کر دی۔

عماد الدین احمد از دفتر جمیعۃ العلمائے اسلام جہلم

اس حادثہ پر مزید روشنی چپ بورڈ کے مزدوروں کی یونین کے ذمہ دار عہدیداران کے اس حلفیہ بیان سے پڑتی ہے جو انہوں نے اس حادثہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جمیعۃ العلمائے اسلام جہلم کے امیر اور مشہور ملی رہنما مولانا عبدالطیف صاحب مدظلہ' کو لکھ کر دیا ہے یونین کے عہدیداران کا وہ حلفیہ بیان حسب ذیل ہے۔

جناب مولوی عبدالطیف صاحب امیر جمعیت العلمائے اسلام جہلم

السلام و علیکم۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ ہم ہڑتالی مزدور باہر ہڑتالی کیمپ میں بیٹھے تھے اور کچھ آدمی چائے پی رہے تھے کہ میاں منیر احمد جو کہ (چپ بورڈ) فیکٹری کا مینجنگ ڈائریکٹر ہے اس کے ساتھ مرزا ادریس احمد' بشیر احمد منصور احمد' خدا بخش' عابد حسین اور دیگر جو انہوں نے غنڈے بلا رکھے تھے انہوں نے فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ ۲ پستول اور ۴ رائفلیں چلائی گئیں جس سے ۱۰ آدمی زخمی ہوئے۔ یہ لوگ جنہوں نے ہم پر فائرنگ کی سب مرزائی ہیں ان کی مرضی یہ تھی کہ اس فیکٹری میں سب مرزائی ہوں کیونکہ یونین بن چکی ہے اس لئے ان کا یہ حربہ کارگر ثابت نہ ہو سکا۔

۲۱ اگست ۱۹۷۰ء کو ہماری یونین رجسٹرڈ ہو چکی ہے ستمبر سے مالکان کی کوشش ہے کہ یہاں مرزائی ملازمین ہوں اس چیز کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے کہ مالکان نے

مرزائیوں سے درخواستیں منگوائیں اور بعد میں دو یونین کے ممبران پر جھوٹے الزام لگا کر فیکٹری سے علیحدہ کیا یونین یہ چاہتی ہے کہ اس کے ممبران کو واپس ملازمت میں لیا جائے اور جو غنڈے فیکٹری میں مزدوروں کو ہراساں کرنے کے لئے فیکٹری میں بلا رکھے ہیں باہر کیا جائے۔ والسلام

دستخط تاج محمد

صدر یونین پاکستان چپ بورڈ فیکٹری جہلم دستخط عبداللطیف جائینٹ سیکرٹری ایمپلائیز یونین پاکستان چپ بورڈ فیکٹری جہلم ۱۷-۲-۱۲

"قادیانیت قبول نہ کرنے پر ملازمین کا تبادلہ"

لاہور ۱۷ فروری (سٹاف رپورٹر) لینڈ اینڈ واٹر مینجمنٹ ٹیوب ویل آپریٹرز کے قانونی مشیر جناب رانا اعجاز احمد ایڈووکیٹ نے ٹیوب ویل آپریشن ڈویژن شیخوپورہ کے ایگزیکٹو انجینئر مسٹر عبدالسمیع پر الزام لگایا ہے کہ وہ فرقہ وارانہ بنیادوں پر ملازمتوں کی تقرری اور تنزلی کر کے انہیں مرزائیت قبول کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان کی بات نہ مانتے ہوئے قادیانیت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو اسے فوراً" تبدیل کر کے دوسرے دور دراز مقامات پر بھیج دیا جاتا ہے رانا اعجاز احمد فاروق نے یہ بات آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

اعجاز احمد خاں نے کہا کہ مسٹر عبدالسمیع سرکاری عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں حال ہی میں مسٹر عبدالسمیع نے مسٹر عبدالعزیز' محمد حنیف' اصغر علی اور شاہد علی ٹیوب ویلز آپریٹروں کو قادیانی بننے پر مجبور کیا اور انہیں کہا کہ دین و دنیا کی فلاح قادیانیت میں مضمر ہے اور مرزا صاحب سچے نبی تھے اور چونکہ اب پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی ہے اس لئے لوگوں کو بزور قادیانیت قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا نیز ان آپریٹروں کو قادیانی لٹریچر بھی دیا گیا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان افراد نے قادیانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ان کے تبادلے کر دیئے گئے اور اب ملازمت سے نکالنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس کے علاوہ جو

لوگ قادیانی بننے پر تیار ہو جاتے ہیں انہیں اعلیٰ عہدے دیئے جاتے ہیں اب تک آپریٹرز جنہوں نے قادیانیت قبول کرلی ہے۔ فورمین بنا دیئے گئے ہیں۔

اعجاز احمد خاں نے مطالبہ کیا کہ مسٹر عبدالسمیع کا تبادلہ کیا جائے اور قادیانیوں کو دی گئی مراعات فوراً" واپس لی جائیں۔ لولاک ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

چیچہ وطنی کا المناک سانحہ

چیچہ وطنی کے ایک مٹھائی فروش غلام رسول کو وہاں کی احمدیہ جماعت کے امیر نذیر احمد باجوہ نے مبینہ طور پر مغرب کے بعد اپنے مکان میں دھوکہ سے بلوایا اور قتل کرا دیا۔ اتنی بے دردی سے قتل کرایا گیا کہ اس ہولناک سانحہ کی تفصیلات سے سارا ملک لرزہ براندام ہو گیا ہے۔

نذیر احمد باجوہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ لاکھوں پتی بہت بڑے زمیندار ہیں چوہدری ظفراللہ خاں کے عزیزوں میں سے ہیں۔

گذشتہ سال چک بیریانوالہ ضلع لائل پور میں ایک مسجد کے تنازعہ پر مرزائیوں نے گاؤں کے مسلمانوں پر بلاوجہ فائرنگ کر دی اور کئی مسلمانوں کو زخمی کر دیا مقدمہ درج ہوا اور وہ ابھی تک ٹوبہ ٹیک سنگھ کی کسی عدالت میں زیر سماعت ہے پچھلے دنوں چپ بورڈ فیکٹری جہلم میں ایم ایم احمد کے چھوٹے بھائی مرزا منیر احمد نے اسی فیکٹری کے ہڑتالی مزدوروں پر بلا وجہ فائرنگ کرا دی جس سے ۱۰ مسلمان شدید زخمی ہو گئے ابھی چپ بورڈ فیکٹری کے مظلوم مزدوروں کا رونا دھونا بند نہیں ہوا تھا کہ چیچہ وطنی کا سانحہ رونما ہو گیا اور مقامی پولیس کی زبردست کوتاہی سے نہ صرف یہ مسئلہ طول پکڑ گیا بلکہ وہاں پولیس فائرنگ سے تین مسلمان شہید ہو گئے اور پچاس زخمی ہو گئے۔

معلوم ہوا ہے کہ چیچہ وطنی تھانہ کا سارا عملہ وہاں سے بدل دیا گیا ہے اور تحقیقات ہو رہی ہیں۔ خدا کرے تحقیقات میں اصل مجرموں کی نشاندہی ہو جائے تاکہ وہ بلا رو رعائیت اپنے کئے کی سزا پا کر کیفر کردار کو پہنچ سکیں اس سلسلہ میں حکومت کو یہ بھی نوٹ کر لینا چاہئے کہ مرزائیوں کے مسئلہ میں لوگوں کے جذبات نہایت ہی

نازک واقع ہوئے ہیں یہ مسئلہ آئے دن حکومت اور عوام کے لئے نئی نئی پریشانیوں کا باعث بنتا جا رہا ہے اس درد سر کا اصل حل وہی ہے جس کا ایک مدت سے مطالبہ کیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے تاکہ مسلمانوں کا ایمان ان کی مرتدانہ سرگرمیوں سے محفوظ رہے اور ایک اقلیت کی حیثیت سے ان کے مال جان و آبرو کا بھی خاطر خواہ تحفظ ممکن ہو سکے۔

آخر میں ہم جہاں حکومت سے غلام رسول مرحوم کے دردناک قتل اور پولیس فائرنگ کے سلسلہ میں حق و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی اپیل کریں گے وہاں یہ بھی اپیل کریں گے کہ اس سلسلہ میں ناحق گرفتار کئے جانے والے مسلمان طلبہ اور علماء کو فوری طور پر رہا کر دیا جائے تاکہ عوام کا اضطراب دور ہو۔ لولاک ۳ مارچ ۱۹۷۱ء

تحقیقات کرائی جائے

غلام رسول مرحوم جسے چیچہ وطنی کے ایک سیاہ باطن مرزائی نذیر احمد باجوہ نے دھوکہ سے اپنے گھر بلوا کر بڑی بے دردی سے قتل کروایا۔ اس سنگدلانہ قتل کے بعد چیچہ وطنی میں پندرہ ہزار مظاہرین نے احتجاج اور مظاہرہ کیا جس پر فائرنگ ہوئی اور تین مظلوم مسلمان مزید شہید ہو گئے۔ غلام رسول مرحوم کے قتل اور چیچہ وطنی میں ظالمانہ فائرنگ کے خلاف ہر جگہ سے آواز بلند ہوتی تھی۔

ندائے ملت لاہور نے لکھا کہ

ابھی عوام کے دلوں سے کھاریاں ”اور دہاڑی کیس“ کے اذیت ناک نقوش مٹنے بھی نہیں پائے تھے کہ سانحہ چیچہ وطنی کی صورت میں ہماری پولیس کا ایک اور کارنامہ سامنے آیا ہے چند روز قبل چیچہ وطنی کے ایک نوجوان مٹھائی فروش غلام رسول عرف گھوٹو کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اس پر پولیس نے جس شان بے نیازی کا مظاہرہ کیا اور جس طرح دیدہ دانستہ کیس کو بگاڑنے کی کوشش کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ غلام رسول کی طرح نہ جانے کتنے غریب و بے کس لوگوں کے

خون پولیس کی دھاندلیوں کی وجہ سے رائیگاں جاتے ہوں گے؟ انگریزی ذہنیت کے مارے ہوئے ہمارے اعلیٰ پولیس حکام اگر کبھی اپنے محل سراؤں اور بیورو کریسی کے حصار سے باہر آ کر تبدیلی وقت کا جائزہ لیں تو خود انہیں بھی اس حقیقت حال کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آج ملک بھر میں ہر جگہ جس ہیجان انگیزی اور بحرانی کیفیت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کا سب سے بڑا سبب پولیس کی بے انصافیوں ظلم و تشدد' رشوت اور دھاندلیوں کا فطری رد عمل ہے۔ چیچہ وطنی میں یہ عوام کا فطری رد عمل ہی تھا جس نے صورت حال کو بگاڑنے کے ساتھ ساتھ ایسے پولیس افسرو ں کی دھاندلیوں کو ملک بھر میں بے نقاب کر دیا۔ جنہوں نے مقدمہ قتل درج کرنے کی بجائے قتل کی اطلاع ملنے کے دس گھنٹے بعد تک بھی اپنی روائتی بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔ انصاف کی خاطر جب نوجوان مقتول کا بوڑھا باپ روتا اور گڑگڑاتا ہوا اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ تھانے کے انسپکٹر کے پاس پہنچا تو انسپکٹر نے الٹا اس کی بے عزتی کی شہر کے لوگ تھانے جانے لگے تو ان کو دھمکایا اور کہا کہ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ ''کھاریاں'' یا دہاڑی'' کے کیس کی سی صورت بنا لیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔ غلام رسول کا قتل کن وجوہات کی بنا پر ہوا۔ اس کا پورا علم تو قاتلوں کو ہی ہو سکتا ہے لیکن جس بات کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے اور جس کا اظہار غلام رسول کے بھائی انور نے پولیس کی رپورٹ درج کراتے وقت بھی کیا۔ وہ ہیں کسی لڑکی سے ناجائز تعلقات

آج تک جتنے قتل ہوئے ان کی بنا بھی زن زمین اور زر میں سے ہی کوئی نہ کوئی رہی ہے اگر غلام رسول کے قریبی دوستوں' ہمسائے میں اس کے ساتھ کاروبار کرنے والوں اور گھر والوں کی اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ غلام رسول کے متصل ۵۰ گز کے فاصلے پر واقع نذیر احمد باجوہ کے دو منزلہ مکان کی بالکونی میں اکثر اوقات ایک ۱۴/۱۵ سالہ لڑکی کو مخصوص اشارے کرتے ہوئے دیکھا گیا اور غلام رسول نے ان اشاروں کے بعض اوقات جواب بھی دیئے تو تب بھی جس بے دردی سے غلام رسول کو محض شک و شبہ کی بنا پر قتل کیا گیا اس پر مقدمہ قتل درج کرنے سے انکار کر دینا کسی صورت جائز نہیں اشاروں کنایوں کو ناجائز تعلقات کا نام دینا بھی صحیح معلوم

نہیں ہوتا۔ تاہم جو لوگ کھلم کھلا چیچہ وطنی میں اس کا پرچار کر رہے ہیں انہیں یہ بات بہ خوبی یاد رکھنی چاہئے کہ وجہ خواہ کوئی بھی ہو مقتول کو اب بدنام کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ عوام نے غلام رسول سے ہمدردی نہیں جتائی تھی بلکہ انسانیت سے ہمدردی کا دم بھرا تھا کہ انہوں نے بے انصافی' ظلم و تشدد اور دھاندلی کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور ان کے خلاف اٹھائی گئی آواز کی شدت میں وقتی طور پر کمی آ بھی جائے تو تب بھی ایسی آوازوں کو خاموش کرنا ممکن نہیں اگر اس مفروضہ پر غور بھی کیا جائے کہ نذیر باجوہ جیسے لینڈ لارڈ اور لکھ پتی شخص کے گھر رہنے والی کوئی لڑکی جس کی تربیت بھی اچھے انداز میں ہوئی ہو کسی ان پڑھ مٹھائی فروش کو اشارے کر سکتی ہے۔ تو پھر بھی اس امر کا کوئی جواز نہیں ملتا کہ قتل کی ایک واردات کے بعد پولیس نصف دن تک محض ٹال مٹول کرتی رہے اور الٹا مقتول کے ورثاء کو دھمکاتی رہے جہاں تک میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ اور تقریباً" ڈیڑھ سو افراد سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد رائے قائم کی اس کے مطابق غلام رسول کے نذیر باجوہ کے گھر والوں سے تعلقات ضرور تھے۔ لیکن کسی صورت بھی انہیں "ناجائز" کا نام نہیں دیا جا سکتا جس طرح رواجاً" پڑوسی دکان داروں سے ضروری اشیاء ادھار پر لی جاتی ہیں۔ اسی طرح غلام رسول سے بھی ادھار پر اشیاء منگوائی جاتی تھیں غلام رسول کو چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے نذیر باجوہ کے گھر پر بھی بلایا جاتا تھا اس کا آنا جانا وہاں پر رہنے والے دو افراد بشیر مسیح اور ظفر کو سخت ناپسند تھا۔ بلکہ کسی حد تک وہ غلام رسول کے ساتھ رقابت رکھنے لگے تھے۔ وقوعہ سے قبل نذیر احمد باجوہ کے گھر ایک فوجی بھی اپنی بیوی کے ہمراہ ملتان سے چیچہ وطنی آیا ہوا تھا۔ اس سے قبل گھریلو ملازم نذیر احمد باجوہ کے پاس غلام رسول کی ایسی شکایات کرتے رہتے تھے اور دوسروں لوگوں سے بھی شکایت کرا کر نذیر باجوہ کو غلام رسول کے خلاف اکسایا جاتا تھا۔ ان میں کچھ اشاروں کنایوں کا ذکر بھی ہوتا۔ حالانکہ مجھے تقریباً" ایک درجن دکانداروں نے بتایا کہ نذیر باجوہ کا مکان واحد ایسا مکان تھا۔ جس کی دکانداروں کی طرف کھلنے والی بالکونی میں ایک نوجوان لڑکی اکثر و بیشتر پورا پورا دن کھڑی ہوئی نظر آتی تھی اور راتوں کو بھی اس

کھڑکی میں کئی بار روشنی جلائی اور بجھائی جاتی تھی۔ چونکہ بالکونی غلام رسول کی دکان کے ٹھیک سیدھ میں واقع تھی اس لئے بہت سے لوگوں نے خواہ مخواہ ایسا تاثر لینا شروع کر دیا تھا۔ جس سے غلام رسول پر بھی اعتراض کا پہلو نکلتا اور نذیر باجوہ کے گھر میں رہنے والی اس لڑکی پر بھی اعتراض کیا جاتا۔ جس کے متعلق پورا پورا دن بالکونی (کھڑکی) میں جھانکنے کی اطلاع ملی ہے تاہم ان تمام امور کے ہوتے ہوئے بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ دشمنوں نے قتل کا منصوبہ پہلے سے تیار کر رکھا تھا غلام رسول کو خود نذیر احمد باجوہ دوپہر کو گھر بلانے آیا اور کہا کہ بھئی گھر آ ذرا اپنا حساب کر جاؤ میں شاید باہر چلا جاؤں اور پھر تمہیں رقم نہ مل سکے۔ یہ رقم وہ تھی جو مٹھائی وغیرہ منگوانے کے سلسلہ میں نذیر باجوہ کے ذمہ واجب الادا تھی غلام رسول نے یہ کہہ کر کہ باجوہ صاحب رقم پھر آ جائے گی۔ نذیر باجوہ کا یہ وار خالی کر دیا۔ چنانچہ شام تک غلام رسول نہ گیا شام کو نذیر باجوہ کا مہمان فوجی ارشاد دوکان پر آیا اور اس نے غلام رسول سے کہا کہ تمہیں باجوہ صاحب نے مکان پر بلایا ہے اس پر غلام رسول نے کہا کہ وہ دوکان بند کر کے ہی آئے گا۔ کیونکہ دوکان پر دوسرا کوئی شخص دیکھ بھال کرنے والا نہیں۔ ۹ بجے کے بعد جب وہ دوکان بند کر کے نذیر باجوہ کے گھر پہنچا تو زندہ واپس نہ آ سکا۔ طے شدہ منصوبہ کے مطابق اسے رسیوں سے جکڑ لیا گیا۔ نذیر باجوہ کی زمینوں پر سے اس روز بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ رات کو اذیتیں دے دے کر غلام رسول کو قتل کر دیا گیا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے ایسی شرمناک اذیتیں دینے کا بھی پتہ چلا ہے جن کی تفصیل قلم بند نہیں کی جا سکتی۔ زیادہ ترین قیاس یہی ہے کہ اس وقوعہ میں نذیر باجوہ نے پولیس انسپکٹر سے بھی ساز باز کر رکھی تھی۔ کیونکہ چار بجے تھانہ والوں نے غلام رسول کے خلاف فوجی کلرک ارشاد کی رپورٹ پر زیر دفعہ ۴۵۶ مقدمہ بھی درج کر لیا ارشاد نے اس امر کی رپورٹ کی تھی کہ وہ نذیر باجوہ کے مکان میں سویا ہوا تھا۔ کہ آدھی رات کے وقت شور ہوا اسے نوکروں بشیر مسیح اور ظفر نے جگایا اور کسی چور کے متعلق اطلاع دی وہ باہر آیا تو اس نے چور کو جس کا نام بعد میں غلام رسول معلوم ہوا دیکھا چنانچہ اس نے اسے پکڑ لیا۔

اتنے میں اس کی مدد کرنے دونوں نوکر آ گئے۔ جنہوں نے ڈنڈوں سے چور کو پیٹا۔ جو وہاں گر گیا۔ اس پر اسے رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔ (اللہ اللہ اور خیر سلا) اس سب کے بعد نذیر باجوہ کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی گئی۔

پولیس رپورٹ میں یہ درج ہی نہیں کرایا گیا کہ ٹیلیفون کب' کتنے بجے' کہاں اور کس نمبر سے کیا گیا۔ کیونکہ نذیر باجوہ کے ہاں تو ٹیلیفون موجود نہیں تھا۔ تاہم پولیس نے تفتیش شروع کر دی اور اس اطلاع کے ۲ گھنٹے کے بعد جائے وقوعہ پر پہنچی وہاں سے نعش کو تھانے لایا گیا ورثاء کو اطلاع ۷ بجے صبح ملی انہوں نے پس منظر کو سمجھتے ہوئے جب پولیس سے کہا کہ وہ ظلم نہ کرے اور صحیح وقوعہ معلوم کر کے مقدمہ قتل درج کرے۔ تو پولیس نے انکار کر دیا۔ چوری کی نیت سے آنے والے چور کو مارنے کی رپورٹ کو صحیح سمجھتے ہوئے اس پر کارروائی کی گئی۔ رپٹ درج کرانے والے ارشاد کی اس اطلاع کو بھی صحیح سمجھ لیا گیا غلام رسول جو خود ایک خوشحال گھرانے کا فرد ہے۔ نذیر باجوہ کے گھر چوری کی نیت سے داخل ہوا۔ اس غلام رسول کو جسے تمام اہل خانہ جانتے ہیں اور گھر کے نوکر جس سے روزانہ سودا ادھار لاتے ہیں۔ پہچان بھی نہ سکے اور خود شکایت کنندہ جو شام کو کافی دیر تک غلام رسول کی دکان پر بیٹھا رہا یہ لکھواتا رہا کہ بعد میں چور کا نام غلام رسول معلوم ہوا! غرض پولیس دیدہ دلیری سے مقدمہ بگاڑنے پر اتر آئی کہ اس کی اس حرکت کے خلاف پورے شہر میں نفرت اور غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ جل بھن کر باہر نکل آئے اور مقتول کے پوسٹ مارٹم سے قبل ہی تھانہ کے باہر ہزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ صورت حال کو قابو سے باہر جاتے ہوئے دیکھ کر پولیس انسپکٹر نے مقدمہ درج تو کر لیا لیکن بقول ڈی۔ آئی۔ جی پولیس ملتان زیر دفعہ ۳۰۲/۳۴ ت پ لکھنے کی بجائے اس نے زیر دفعہ ۳۰۴/۳۴ ت پ لکھ دیا۔ ڈی آئی جی صاحب کے مطابق جن سے میری خاصی دیر تک اس سلسلہ میں بات چیت ہوئی یہ کوئی ایسی غلطی نہیں تھی جس کا نوٹس لیا جائے ان کے مطابق بعد میں جب غلطی کا پتہ چلا تو ۳۰۴،۳۴ کو ۳۰۲ ت پ میں بدل دیا گیا؟ (یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ۳۰۴ ت پ کسی کو اتفاقیہ موت کے گھاٹ اتارنے کی دفعہ ہے جبکہ ۳۰۲ ت

پ کسی کو جان بوجھ کر اور کسی محرک کی بنا پر موت کے گھاٹ اتار دینے کی دفعہ ہے)
بات یہیں تک محدود رہتی تو بھی ممکن تھا کہ شہری رد دھو کر چپ ہو جاتے ہیں لیکن
اسی پر بس نہیں کیا گیا۔ پولیس نے نذیر باجوہ کے ساتھ پروگرام طے کیا اور اسے
حفاظت سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں مدد دی خود انسپکٹر پولیس نے شہر میں دوسری
جگہ نذیر باجوہ' اس کے بھائی نصیر باجوہ اور بال بچوں کو معہ ضروری سامان منتقل کرا
دیا۔ وقوعہ کی صبح کے دوسرے روز جب شہر میں ہڑتال ہوئی اور عوام کے دلوں کی بات
نعروں کی صورت میں زبان پر آ گئی اور پولیس کے مظالم' زیادتی اور ناانصافی کے
خلاف مظاہرے ہوئے تو پولیس ایک بار پھر حرکت میں آ گئی جوش میں لوگ نذیر باجوہ
کے مکان پر پہنچ گئے جہاں نصیر باجوہ تھا وہاں ایک بار پھر پولیس نے چابک دستی کا
مظاہرہ کیا اور اس سے قبل کہ ہجوم وہاں پہنچتا مکان کے اندرونی حصہ کو نذر آتش کر
دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پولیس نصیر باجوہ کو اپنی تحویل اور حفاظت میں لے کر چلی۔
عوام نے جب قاتل پارٹی کے اس فرد کو یوں بحفاظت اور مسلح ہو کر جاتے دیکھا تو
آوازے کسے جس کے جواب میں آنسو گیس' پھینکی گئی' آنسو گیس سے جب ہزاروں
کا مجمع زیادہ مشتعل ہوا تو انسپکٹر صاحب نے فائرنگ شروع کر دی اور خود بھی فائر کھول
دیا۔ نذیر باجوہ کے مکان پر بندوقوں سے فائرنگ ہوئی۔ جس کا ثبوت ہسپتال میں بعض
زخمیوں کے جسم سے چھرلے نکلنے پر ملا۔ یہ سین کسی حد تک ڈراپ سین تھا۔ کیونکہ
اس کے بعد عوام کو قاتل پارٹی کے ساتھ پولیس کی ملی بھگت کی صحیح تصویر نظر آ گئی۔
نذیر باجوہ کے گھر میں مسلح پولیس کے ہوتے ہوئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ مکان کے اندر
سے آگ لگائی جاتی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ امر لازمی تھا کہ پولیس آگ لگانے والوں
میں سے کم از کم ایک آدھ کو ہی گرفتار کر لیتی تمام امور سوچی سمجھی سکیم کے تحت
طے پائے۔ آگ مکان کے اندر سے لگائی گئی اور تمام ضروری سامان اس سے قبل
منتقل کرا دیا گیا۔

ان دنوں احراری لیڈر عطا المہیمن بھی سامنے آئے انہوں نے اور مقتول کے
بعض ورثاء نے تانگوں میں لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ وقوعہ کو مذہبی رنگ دینے کی

کوشش کی۔ مقامی پولیس کے خلاف نعرے لگے۔ فائرنگ کے بعد تو صورت حال مزید پریشان کن ہو گئی نائب تھانیدار نے موقع پر موجود صحافیوں کو بتایا کہ اس نے فائرنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ البتہ صرف ایک آدھ ہوائی فائر کرنے کے لئے کہا تھا۔ ڈی ایس پی خود اس غصہ میں رہا کہ انسپکٹر پولیس نے یہ اچانک فائرنگ کس کے حکم سے شروع کر دی ہے؟

جو کچھ ہوا اسے مذہبی رنگ دینے کا قصہ فضول تھا اس ضمن میں محض عوام کی توجہ پولیس سے ہٹانے کے لئے فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس تمام ڈرامے کا ہیرو" انسپکٹر پولیس" ہے۔ جس نے مقتول کے خلاف غیر واقعاتی پرچہ درج کیا۔ پھر ۱۰ گھنٹے تک شہادتیں موجود ہونے کے باوجود بھی قتل کا مقدمہ درج نہ کیا اور اسی پر بس نہیں کی کسی قسم کے واضح حکم نہ ہونے کے باوجود فائرنگ کر کے تین افراد کو ہلاک اور پچاس سے زائد کو زخمی کر دیا اور صورت حال کو قابو سے باہر دیکھتے ہوئے واقعہ کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی حالانکہ مقدمہ سیدھا سادا قتل کا مقدمہ تھا جس میں مقتول کو بااثر لینڈ لارڈ نے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر گھر کی ایک لڑکی سے ناجائز تعلقات کے شبہ میں دھوکے سے بلوایا اور اذیت ناک طریقے سے اسے جان سے مار ڈالا۔ رسیوں سے جکڑ کر مقتول کے منہ میں کپڑا اور مرچیں ٹھونس دی گئیں۔ اور اس رات گھر میں ریڈیو رات ۱۲ بجے تک پوری آواز کے ساتھ لگائے رکھا تاکہ پڑوس میں کسی قسم کا شور تک سنائی نہ دے۔ جہاں تک وقوعہ کو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش ہے۔ اس کا بھید اب کھل چکا ہے اور ماسوائے پولیس کے خلاف مظاہروں کے اب صورت حال کافی بہتر ہو چکی ہے۔ اگر آج بھی پولیس کے اعلیٰ حکام اپنی آنکھوں سے انگریزی ذہنیت کی پٹی اتار پھینکیں اور عوام پر ظالمانہ طریقے سے حکومت کرنے کی بجائے وقت کے تقاضوں کو پہچانیں تو ایسے واقعات پر قابو پانا کوئی مشکل نہیں۔ اگر ایک پولیس افسر کی حماقتوں، کوتاہ اندیشوں اور دھاندلیوں پر کسی بڑے سے بڑے ذاتی مفاد کے لئے بھی اعلیٰ حکام نے پردہ ڈالنے کی کوشش کی تو انہیں اس کے خطرناک نتائج بھگتنا پڑیں گے اور عوام میں ظلم و بے انصافی سے

نجات پانے کے لئے قربانی دینے کی عادت راسخ ہوتی چلی جائے گی۔ جو کسی صورت بھی ملک کے لئے سود مند نہیں ہے"۔ روزنامہ ندائے ملت لاہور ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

سانحہ جہلم اور مارشل لاء

معلوم ہوا ہے کہ مارشل لاء ایڈمنسٹریز نے آئی جی پولیس پنجاب کو حکم صادر فرمایا چپ بورڈ فیکٹری جہلم کے چوتھائی حصہ کے مالک لیفٹیننٹ کرنل خان محمد عشائی کی درخواستوں کے مطابق ایم ایم احمد کے بھائی مرزا منیر احمد اور اس کی پارٹی کے خلاف مقدمہ درج کر کے باقاعدہ کارروائی کی جائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آئی جی پولیس پنجاب نے ایس پی صاحب جہلم کو مقدمہ درج کر کے کارروائی کرنے کی ہدایات جاری کر دی ہیں۔ کرنل خان محمد عشائی ایک عرصہ سے مرزا منیر احمد اور اس کے دوسرے ہمرائیوں کے خلاف سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے درخواستیں دے رہے تھے۔

پچھلے دنوں مرزا منیر احمد اور انہیں ہمرائیوں نے چپ بورڈ فیکٹری کے بے گناہ مسلمانوں پر فائرنگ کی جس سے ۱۰ مسلمان شدید زخمی ہوئے۔ جس کی تفصیلات تمام قومی اخبارات نے شائع کیں لولاک نے پچھلے شمارہ میں چپ بورڈ فیکٹری کے تمام حالات اور کوائف شائع کئے اور مطالبہ کیا تھا کہ چپ بورڈ فیکٹری میں ہونے والی تمام دھاندلیوں اور مظالم کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائی جائے اور ملزموں کو مارشل لاء کے سپرد کر کے مقدمے چلائے جائیں تاکہ مجرم اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکیں۔

دریں اثنا پورے ملک میں چپ بورڈ فیکٹری میں دھاندلیاں کرنے اور وہاں کے بے گناہ مزدوروں پر فائرنگ کر کے انہیں زخمی کرنے اسی طرح چیچہ وطنی کے عظیم سانحہ کے متعلق اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرانے اور مجرموں کو سنگین سزائیں دلوانے کے مطالبات بڑی شد و مد کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ چیچہ وطنی کے سانحہ کے اصل ملزم نذیر باجوہ کے خلاف ۳۰۲ کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے اور پولیس اس کی گرفتاری کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ تھانہ

چیچہ وطنی کا سارا عملہ وہاں سے تبدیل کر دیا گیا ہے عوام کا مطالبہ یہ ہے کہ پولیس کے جو افسر اس سلسلہ میں ملوث ہیں انہیں معطل کر کے اس سانحہ میں شامل تفتیش کیا جائے۔ (لولاک ۳ مارچ ۱۹۷۱ء)

سعودی عرب میں مرزائیوں کی پراسرار سرگرمیاں

اخبارات میں چنیوٹ کے قریب بس اور کار کے تصادم کی جو خبر شائع ہوئی ہے اسے پڑھ کر یہ انکشاف ہوا کہ مرزائی فرقہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کا چھوٹا بھائی مرزا منور احمد سعودی عرب میں ٹریفک کے حادثہ میں ہلاک ہو گیا اس کی لاش ربوہ لائی جا رہی تھی کہ ایک اور حادثہ رونما ہو گیا اور اس طرح مزید تین قادیانی موت کا شکار ہو گئے۔

اس خبر میں اہل اسلام کے لئے جو بات وجہ تشویش اور باعث اضطراب بنی وہ قادیانی فرقہ کے ایک اہم رکن کا سعودی عرب جانا اور وہاں جا کر حادثہ کا شکار ہونا ہے۔

سعودی عرب کی حکومت اگرچہ مطلق العنان شخصی حکومت ہے لیکن اس کے بارے میں عام تاثر یہ پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مملکت میں اسلامی قوانین کے نفاذ پر بڑی سختی سے کاربند ہے اور اس گئے گزرے دور میں بھی دینی روایات کا علم بلند کر رکھا ہے۔

اس پروپیگنڈا کو ہوا دینے میں وہ طالع آزما لوگ پیش پیش ہیں جو یہاں سعودی عرب کے خوان نعمت سے اپنے لئے آذوقہ عیش فراہم کرتے ہیں اور زر کثیر کے عوض ایسے ایسے مضامین شائع کرتے رہتے ہیں جن میں سعودی عرب کے حکمرانوں کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی ہوتی ہے اور حکومت سعودیہ کو دنیا کی ایک مثالی حکومت ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لیکن ایک اسلامی مملکت کا یہ عجیب طرز عمل ہے کہ قادیان کے متنبی کذاب کی امت کو اپنی سلطنت میں اذن عام دیتی ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ

وسلم کی سرزمین مطہرہ میں دندناتے پھریں اور حج کے بہانے اپنے ناپاک اور مذموم عزائم کی تکمیل کرتے رہیں۔

پاکستان کے نامور صحافیوں اور معروف علماء کرام نے جب سعودی عرب کا سفر کیا تو انہوں نے اس مقدس سرزمین سے واپسی پر اپنے اخباری بیانات و مضامین کے ذریعے انکشاف کیا کہ سر ظفر اللہ خاں کے بعد مرزا غلام احمد کے پوتے اور مرزا بشیر الدین محمود کے برادر نسبتی مسٹر ایم ایم احمد (مشیر خصوصی صدر مملکت پاکستان) بھی کئی بار سعودی عرب جا چکے ہیں اور وہ تو پاکستان اور سعودی عرب کے مابین اقتصادی تعاون کی جو کمیٹی مقرر ہوئی ہے اس کے سربراہ بھی ہیں۔ مزید برآں یہ کہ سعودی عرب میں وہ بعض اہم عہدہ دار جو انجینئروں اور ڈاکٹروں کی صورت میں وہاں گئے ہیں "قادیانی احمدی فرقہ" سے تعلق رکھتے ہیں اور اب یہ افسوسناک خبر ملی ہے کہ مرزائی فرقہ کے سربراہ کا چھوٹا بھائی مرزا منور احمد احمدی بھی سرزمین عرب میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کے داخلے کی خبر تو اس کی حادثاتی موت سے واضح ہوئی نامعلوم اس کے ساتھ حکومت سعودیہ نے کس نوعیت کا "شاہانہ سلوک کیا ہو گا؟

(خدام الدین ۵ مارچ ۱۹۷۱ء)

سانحہء چیچہ وطنی اور سی' آئی' اے؟

سابق جماعت اسلامی اور حال پیپلز پارٹی کے رہنما جناب کوثر نیازی صاحب نے اپنے ہفت روزہ شہاب لاہور مورخہ ۴ مارچ ۱۹۷۱ء میں سانحہء چیچہ وطنی کے متعلق انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس چھوٹے سے قصبے میں ایک بڑی عالمی طاقت نے اس قسم کا بھیانک ناٹک رچانے کے لئے بڑی منصوبہ بندی اور تیاریوں سے کام لیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ایک عالمی طاقت نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کرنے کے لئے ایک ایسی غیر معروف جگہ کا انتخاب کیوں کیا؟

اس کے متعدد وجوہ موجود ہیں پہلی یہ کہ کسی بڑے شہر میں سی' آئی' اے کی سرگرمیاں

بہت جلد بے نقاب ہو جاتی ہیں دوسری یہ کہ فرقہ وارانہ نفرت کو ہمیشہ ایسے مقامات پر زیادہ تیزی سے پھیلایا جا سکتا ہے جہاں عوام کے دینی تصورات پر توہمات و تعصبات کا غلبہ ہو' تیسری یہ کہ فسادات کی ابتداء ایسے مقام سے ہو جو غیر معروف ہو اور تحریکوں کے مراکز کا درجہ نہ رکھتا ہو چیچہ وطنی میں یہ تینوں خوبیاں موجود تھیں"۔

شہاب کے اس اداریئے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عالمی طاقت سی' آئی' اے نے باقاعدہ سازش کے تحت یہ ڈرامہ کھیلا ہے۔

مدیر شہاب کا انکشاف مبنی برحق تسلیم کر لیا جائے تو سیدھے لفظوں میں بات یہ بنتی ہے کہ سی' آئی' اے نے ایک منصوبہ کے تحت پہلے چیچہ وطنی کے امیر جماعت احمدیہ نذیر احمد باجوہ کے ساتھ رابطہ قائم کر کے وہاں کے ایک دکاندار کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور جب اس میں کامیابی ہو گئی تو جماعت اسلامی کی خدمات حاصل کر کے اس قتل کو مسلم مرزائی کش مکش کا عنوان دیا گیا اور اس طرح فساد کی آگ کو چیچہ وطنی' ساہی وال' میاں چنوں اور اوکاڑہ تک وسعت دے کر ان مقامات کا امن و سکون غارت کر دیا گیا۔

اس انکشاف میں کوثر نیازی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ سی۔ آئی۔ اے کا احمدیوں (مرزائیوں) کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے اور قبل ازیں ملک میں یہ بات زبان زد عوام ہے کہ حالیہ انتخابات کے مرحلہ میں پیپلز پارٹی اور مرزائی جماعت کا پراسرار معاہدہ ہوا تھا۔ بعد ازاں اپنے سالانہ جلسہ منعقدہ ربوہ کے موقع پر مرزائی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا کہ ہماری جماعت نے پہلی بار ایک سیاسی جماعت پیپلز پارٹی کی باقاعدہ حمایت کی ہے۔

ان حقائق کی موجودگی میں کوثر نیازی صاحب کا مرزائیوں کی حمایت کرنا چنداں موجب حیرت و استعجاب نہیں۔

کوثر نیازی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ مسئلہ ختم نبوت اور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بے وفائی اور غداری جماعت اسلامی کی طرح نہیں کہ اس کے صلے میں دولت و اقتدار کی راہیں کھل جائیں گی جیسا

کہ ان کا حال ہے۔ حضورؐ سے بے وفائی اور غداری کا معاملہ بڑا نازک اور سنگین ہے۔ بالآخر اس کے نتائج عبرت ناک ہوتے ہیں۔

سانحہء چیچہ وطنی چونکہ تحقیقات کے مرحلہ میں ہے۔ ایسے موقع پر کوثر صاحب کو نئی بات نہ چھیڑنی چاہئے اور توجہ اسباب و محرکات پر ہی مرکوز رکھنی چاہئے تھی اور اگر واقعی اس مسئلہ کا کوئی سیاسی پس منظر ہے اور اس میں سی۔ آئی۔ اے کا ہاتھ ہے۔ تو پھر تحقیقات کا دائرۂ کار وسیع کرنا پڑے گا۔ اور انتخابی مرحلہ سے لے کر آج تک امریکی سفیر نے جن جن رہنماؤں سے ملاقات کی ہے اور جن جماعتوں سے ساز باز کی ہے وہ سب کچھ عوام کے سامنے لانا پڑے گا۔

پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کو اس سلسلہ میں پہلے اپنی جماعتی پالیسی کا اعلان کرنا چاہئے کہ واقعی —— وہ اس کے لئے تیار ہیں؟ (خدام الدین ۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء)

خلیفہ ناصر غور کریں

قادیانی امت کے پاکستانی مستقر ربوہ کے خلیفہ ناصر سے یہ کہنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنے پیروؤں کو ملکی امور میں عام کردار ادا کرنے سے روکیں اور اپنی امت کو ہدایت کریں کہ وہ سیاست میں اس انداز سے حصہ نہ لیں کہ جن لوگوں کو ان کے مسلمانوں سے علیحدہ اور الگ ہونے پر اصرار ہے بلکہ ان کے عقیدہ کا جزو لاینفک ہے۔ وہ ان کے سب و شتم اور ہلا غلا کا شکار بنتے رہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کی امت کے طلبہ پیپلز پارٹی کے سائے میں چوکڑی بھر رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی میں تبرٰی بازی کے سرخیل قادیانی طالب علم ہوتے ہیں۔ خلیفہ جی کو احساس نہیں کہ سیاست میں اس قسم کے مراحل تنبول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جوابی تنبول قبولنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ وہ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس تنبول کو ہضم کرنے کا ان میں بوتا ہے یہ بھی ان کے ذہن کی کج نہادی ہے کہ پیپلز پارٹی انہیں پاکستان میں روما کے پوپ کا درجہ دلا سکتی ہے اور اس طرح وہ پاکستان کی برات کا دولہا ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ شادی مرگ کا شکار ہوں یعنی انہیں اپنے سیاسی زخم چاٹنے کا دن دیکھنا پڑے

بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے سیاسی احوال پر نظر ثانی کرلیں۔ مسلمان سب کچھ قبول کر سکتے ہیں لیکن ان کی نبوت و خلافت نہیں یہ ان کی ایلوا ہے اور خلافت کا تخیل سیاست ان کے لئے تھوہر ہے۔ (چٹان ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد علی جالندھریؒ کا سانحہ ارتحال

ملتان ۲۲ اپریل۔ ممتاز عالم دین تحریک آزادی وطن کے جیالے مجاہد' امیر شریعت مولانا عطا اللہ شاہ بخاری رحمت اللہ علیہ کے معتمد خاص اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر حضرت مولانا محمد علی جالندھری کل دو بج کر ۵ منٹ پر حرکت قلب بند ہو جانے سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ان کی نماز جنازہ کے لئے مغربی پاکستان کے تمام علاقوں سے ان کے عقیدت مند اور جید علماء ملتان پہنچے اور آج ۲ بجے انہیں مدرسہ خیر المدارس میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ دو مرتبہ ادا کی گئی۔ مولانا محمد علی جالندھری گذشتہ ۱۵ روز سے صاحب فراش تھے ان پر دو ہفتوں میں دو مرتبہ دل کا دورہ پڑا لیکن ان کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ گذشتہ روز وہ صبح سویرے باجماعت نماز ادا کر کے چند منٹ کے لئے دفتر ختم نبوت میں ٹہلنے لگے لیکن دوستوں اور عقیدت مندوں نے منع کر دیا اور وہ بستر پر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ ایک بجے تک مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ڈیڑھ بجے تک کئی دوستوں کو خطوط لکھے۔ دو بجنے میں دس منٹ باقی تھے کہ ان کے پہلو میں درد محسوس ہوا اور وہ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے مولانا لال حسین اختر اور دوسرے احباب سے کہا کہ میرے دل میں درد ہو رہا ہے اس لئے ڈاکٹر کو بلایا جائے ۔ ڈاکٹر نے آتے ہی دو ٹیکے لگائے اور آرام کے لئے لٹا دیا لیکن درد میں کمی کی بجائے شدت آگئی اور ۵ منٹ کے بعد ٹھیک ۲ بج کر ۵ منٹ پر انہوں نے مولانا لال حسین اختر مولانا غلام حیدر مولانا عزیز الرحمان حافظ عبدالحفیظ اور دفتر میں موجود دوسرے احباب کو بلا کر کوئی بات کرنا چاہی انہوں نے بڑی مشکل سے "اللہ" کہا پھر شدت درد کیوجہ سے چپ ہو گئے اگلے لمحے انہوں نے پوری توانائی سے کام لیتے ہوئے بات کرنی چاہی لیکن جونہی انہوں نے "ختم نبوت" کہا

ان پر غشی کا عالم طاری ہو گیا۔ ان کے لب حرکت میں تھے لیکن بات سنائی نہیں دے رہی تھی۔ احباب نے ان کے لبوں کے قریب کان لے جا کر بات سننے کی کوشش کی لیکن ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ مولانا کو ۱۵ روز میں یہ دل کا تیسرا دورہ تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس سے قبل ۵ اور ۶ اپریل کی درمیانی شب مولانا ضلع سرگودھا کے قصبہ سلانوالی میں تقریر کر رہے تھے۔ کہ انہیں دل کی تکلیف محسوس ہوئی انہوں نے تقریر ختم کر دی ساڑھے گیارہ بجے کے قریب انہیں دل کا دورہ پڑا۔ یہ پہلا دورہ تھا جو انہیں سلانوالی میں پڑا۔ مولانا کو فوری طور پر ملتان لایا گیا جہاں ان کا علاج ہوا اور اگلے روز ان کی طبیعت سنبھل گئی تاہم ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کے لئے کہا اور وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں آرام کرنے لگے۔ ۸ اپریل کو انہیں دل کا دوسرا دورہ پڑا لیکن دوسرے ہی روز ان کی طبیعت دوبارہ سنبھل گئی تاہم ڈاکٹروں کے مشورے پر آپ مکمل طور پر آرام کر رہے تھے۔ البتہ دن میں آنے والے عقیدت مندوں سے باتیں کرتے اور دوستوں کو خطوں کے جواب دیتے۔ ۲۱ اپریل کو صبح فجر کی نماز باجماعت ادا کر کے حسب معمول دوستوں سے ملاقات کی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا لال حسین اختر جو گذشتہ ایک ہفتے سے ملتان میں ہیں سے بھی باتیں کرتے رہے۔ پونے دو بجے کے قریب انہیں دل کا تیسرا اور زبردست دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا ان کی عمر ۷۵ سال کے قریب تھی۔

حضرت مولانا کی رحلت کی خبر پورے شہر میں آناً فاناً پھیل گئی اور ان کے عقیدت مند اشک بار آنکھوں کے ساتھ پروانہ وار دفتر تحفظ ختم نبوت کی طرف روانہ ہوئے اور چند لمحوں کے بعد دفتر تحفظ ختم نبوت میں ان کے عقیدت مندوں کا زبردست ہجوم ہو گیا۔ ان کی رحلت کی اطلاع فون کے ذریعہ لاہور' کراچی' لائل پور' ساہیوال اور دوسرے شہروں میں ان کے عقیدت مندوں کو دی گئی۔(خدام الدین ۳۰ اپریل ۱۹۷۱ء)

جھوٹے مدعی نبوت کا علاج کیا جائے۔

لاہور میں ان دنوں نیوز پرنٹ پر ایک اشتہار نما (اردو اور انگریزی میں) "آسمانی اعلان" تقسیم ہو رہا ہے۔ جس کی ایک کاپی ہمارے دفتر میں بھی موصول ہوئی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی آیت کریمہ۔ **کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** تحریر کرکے نیچے لکھا ہے

مندرجہ بالا وحی مقدس ۲۸ اپریل ۱۹۷۱ء کو مجھ پر نازل ہوئی"

اور آگے احکام مقدسہ کی حقیقت کے زیر عنوان لکھا ہے۔

"گزشتہ دس سال سے بحیثیت رسول اللہ المسیح مخلوق کو عذاب قیامت سے انذار کرتا چلا آیا ہوں اور اس طویل مدت میں لاانتہا عالمگیر قہری نشانات ظاہر ہوئے جن سے میری صداقت روز روشن کی طرح نمایاں ہو گئی"

اس اشتہار نما دو ورقی پمفلٹ کے نیچے دو شنبہ ۱۰ مئی ۱۹۷۱ء کی تاریخ کے علاوہ النبی خواجہ محمد اسماعیل رسول اللہ المسیح' الناشر۔ السابقون ۱۹۵/۱۔بی ملک پورہ محلہ اسلامیہ ہائی سکول جہلم' درج ہے اور مدینہ پرنٹنگ ہاؤس لاہور میں طبع ہوا۔

مقام حیرت ہے کہ یہ اشتہار اور اس کا طابع و ناشر پریس برانچ والوں اور پھر مارشل لاء حکام کی نگاہ احتساب سے اب تک کس طرح بچا رہا؟ ممکن ہے کہ یہ اشتہار اور اس کے مندرجات مارشل لاء حکام کے نوٹس میں نہ آئے ہوں۔ ہمیں حکام متعلقہ کی غیرت اسلامی اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت و محبت سے پوری توقع ہے کہ ایک گستاخانہ اور اشتعال انگیز اشتہار یا پمفلٹ کی اشاعت کا علم ہو جانے کے بعد ضرور ایسا قدم اٹھایا جائے کہ آئندہ کسی کو ایسے ناپاک اقدام کی جسارت ہی نہ ہو سکے۔ خدام الدین ۴ جون ۱۹۷۱ء)

خبر صحیح تھی یا تردید

خبر آئی تھی!

الف: گلبرگ کے بنگلے سے چار ٹرانسمشن سیٹ' اہم دستاویزات اور دو بوری نوٹ

برآمد ہوئے ہیں۔

ب: ملزم حملو اپنے آپ کو ایم ایم احمد کا بھانجا بتاتا ہے (مساوات ۱۱ جون ۱۹۷۱ء صفحہ اول نام کے اوپر کالم کی خبر)

اخبار کے نمائندہ نوید بٹ کے قلم سے متن کے اجزاء

ا۔ ملزم حملو احمد نیشنل بنک آف پاکستان کی ایک شاخ کا مینجر ہے اس کی بیوی شمیم اختر فیملی پلاننگ میں اہم عہدے پر فائز ہے۔

۲۔ ملزم گلبرگ کی کوٹھی نمبر۱۹۶۔ اے بلاک نمبر ۳ میں رہتا ہے۔

۳۔ بتایا گیا ہے کہ ملزم کا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے جو ملکی سالمیت کے منافی سرگرمیوں کے علاوہ ایک خفیہ پریس کے ذریعے بھاری مالیت کے کرنسی نوٹ چھاپ کر اس کا کاروبار کرتا ہے۔

۴۔ پولیس نے اس کی کوٹھی پر چھاپہ مارا تو اس وقت بھی اس کے گھر سے نوٹوں کی بھری ہوئی دو بوریاں ملیں۔

اگلے روز اسی اخبار کے صفحہ اول کے آخری (آٹھویں) کالم میں آخری خبر (سرخیاں) ایک کالمی:۔

ا بوریوں سے نوٹوں کی بجائے کتابیں نکلیں۔

ب حامد احمد کا ایم ایم احمد سے تعلق نہیں(سٹاف رپورٹر کے قلم سے)

پولیس کے ذرائع نے بتایا ہے کہ گلبرگ کے بنگلے پر چھاپہ مارنے کے بعد نیشنل بنک گلبرگ کے سابق مینجر مسٹر حامد احمد خان (حملو یا حامد) کے قبضے سے دو بوریاں ملی تھیں ان میں کرنسی نوٹوں کی بجائے کتابیں برآمد ہوئیں ملزم کا ایم ایم احمد سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ خبر اور "تصحیح" ہم نے اس لئے نقل کی ہے کہ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور ازراہ کرم اس کی وضاحت کریں۔ کہ حقیقت حال کیا ہے؟ ملزم کسی کا رشتہ دار ہے یا نہیں؟ ہمیں اس سے سروکار نہیں سوال یہ ہے کہ بوریاں نکلیں؟ پولیس نے بنگلہ میں نوٹ فرض کر لئے اور جب کھولیں تو کتابیں نکلیں۔ پھر یہ سارا افسانہ تھا یا کچھ حقیقت

بھی ہے' حقیقت ہے تو کس قدر

خبر بھی دلوں سے ہے نمایاں اور جلی
تردید بھی وثوق سے پنہاں اور خفی

اس لطیفہء غیبی پر پولیس کے افسران مجاز ہی روشنی ڈال سکتے ہیں۔(چٹان ۲۱ جون ۱۹۷۱ء)

حجیت حدیث کے موضوع پر مذاکرہ

بستی نوشہرہ منچن آباد ضلع بہاولنگر کے قریب واقع ہے۔ جناب کفایت اللہ ایم اے منکر حدیث وہاں کے باشندے ہیں۔ آج کل لاہور میں منکرین حدیث کی کسی مسجد میں امام اور مبلغ ہیں۔ ان کی انتہائی کوشش تھی کہ غریب عوام کسی نہ کسی طرح حدیث سے انکار کر کے اسلام کی صحیح تعلیمات سے منحرف ہو جائیں۔ عوام نے اس کی چیلنج بازی کا نوٹس لینا اپنا ایمانی فریضہ سمجھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نامور مبلغ حضرت مولانا خدا بخش اور جناب صابر علی صاحب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر سے ملاقات کر کے ان کو اپنے نیک جذبات سے آگاہ کیا۔ اور گزارش کی کہ کفایت اللہ کی چیلنج بازی کا انسداد اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ حضرات کسی ایسے جید عالم دین کو لائیں۔ جو اس سے گفتگو کر سکے۔

مولانا خدا بخش صاحب اور جناب صابر صاحب نے ان کو اپنی اور مجلس کی طرف سے تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ مولانا خدا بخش صاحب نے دفتر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان سے رابطہ قائم کیا۔ مجلس کے سربراہ مولانا لال حسین صاحب اختر کا ۱۰ جولائی کا وقت مقرر کیا گیا۔ آپ بستی نوشہرہ جگہ متعینہ پر پہنچے۔ کفایت اللہ نے شرائط نامہ لکھ کر بھیج دیا جس کی اہم شرطیں یہ تھیں۔ موضع حجیت حدیث ہوگا۔ مدعی اہلسنت والجماعت کے نمائندہ ہوں گے۔

قرآن مجید کے علاوہ کوئی حوالہ پیش نہ کیا جا سکے گا۔ مولانا نے شرائط نامہ کو بصد خوشی من و عن قبول کر لیا۔ ۱۰ جولائی کی رات پونے دس بجے فریقین کے منتخب صدر

مولانا فضل الرحمان صاحب کی زیر صدارت مناظرہ شروع ہوا حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر نے قرآن مجید کی تیرہ آیات سے اتباع رسولؐ پر استدلال کیا جس کا وہ کوئی صحیح جواب نہ دے سکا۔

مولانا نے اسے دوبارہ چیلنج کیا۔ اور قرآن مجید کی آیت اطیعو اللہ و اطیعوالرسول سے حجیت حدیث پر استدلال کیا اس نے کہا کہ الرسول سے مراد قرآن مجید ہے نہ کہ حضور علیہ السلام کی ذات۔ مولانا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو قرآن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے۔ لیکن القرآن رسول اللہ کہیں نہیں کہا۔ سارے قرآن سے کسی جگہ قرآن کو رسول اللہ دکھا دیں۔ مولانا نے واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین (پارہ ۹ سورۃ انفال رکوع ۱۵) آیت پڑھی کہ اس میں جس وعدہ کا ذکر ہے۔ وہ سارے قرآن میں کہیں مذکور نہیں تو ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی۔ جس میں یہ وعدہ دیا گیا ہے اور وہ وحی حدیث ہے اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

مولانا نے اس کے تمام سوالات کا ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ وہ حواس باختہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ قرآن مجید کی آیت غلط سلط پڑھنے لگا۔ آخر کار مولانا فضل الرحمان صاحب صدر مناظرہ نے فرمایا کہ اب حق واضح ہو چکا ہے اور عوام صحیح فیصلہ کرنے پر پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے اب مناظرہ بند ہونا چاہئے۔ چنانچہ مولانا لال حسین صاحب اختر نے حسب ضابطہ آخری تقریر کی۔ وہاں کے عوام کا کہنا ہے کہ مولانا کے حجیت حدیث پر قرآنی دلائل کا پرویزی مناظر کوئی صحیح جواب نہ دے سکا۔ (خدام الدین ۶ اگست ۱۹۷۱ء)

نوائے وقت کا قابل اعتراض مضمون

حضرت امیر شریعت کی ذات کو ہدف تنقید بنا کر منکرین ختم نبوت کو خوش نہ کیجئے!

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ کے بعد شائد روزنامہ نوائے وقت ہی ایک ایسا اخبار ہے جس نے عاشق رسولؐ، محافظ عقیدہ ختم نبوت اور تحریک آزادی کے مخلص و جاں نثار

رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی ذات سے متعلق سوقیانہ اور گھٹیا مضمون شائع کر کے دینی حلقوں میں اضطراب اور اشتعال کی فضا پیدا کر دی ہے۔

اس مضمون میں شاہ صاحب کے خلاف جو زبان استعمال کی گئی اور گندی لغت سامنے رکھ کر جو گالیاں نوائے وقت کی زینت قرطاس بنائی گئی ہیں حد درجہ افسوس ناک ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ جس اخبار میں چند روز قبل جناب اختر کاشمیری کا ایک بلند پایہ مضمون حضرت امیر شریعت ہی کی دینی و ملی خدمات کے اعتراف میں شائع ہوا تھا اسی اخبار میں چند روز بعد ایک گھٹیا اور گمراہ کن مضمون کی اشاعت ضرور اپنا کوئی پس منظر رکھتی ہے۔

اس مضمون کی تحریر اور اشاعت سے حضرت امیر شریعت ہی کے حلقہ ارادت میں نہیں عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے دل مجروح ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی ذات کو ہدف تنقید و تنقیص بنانے کا مقصود منکرین ختم نبوت کی خوشنودی اور اس سے مادی مفادات کے حصول کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟

ثانیاً یہ کہ ملک کے نازک حالات اور "آتش گیر" ماحول میں حضرت امیر شریعت کی ذات کو ہدف بنا کر برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے صحیح یا غلط ہونے کی بحث چھیڑنا اور لوگوں کے دل و دماغ میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنا ملک دشمنی کے مترادف ہے۔

ایم ایم احمد قائم مقام صدر پاکستان

جناب یحییٰ خان صاحب صدر مملکت و چیف مارشل لاء' ایران کے صد سالہ جشن پر تہران یاترا کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے مرزا قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد قادیانی کو جو ان کی کیبنٹ کا سینئر رکن تھا' قائم مقام صدر بنا دیا۔ اس کا اخبارات میں اعلان نہ کیا گیا ان دنوں مولانا محمد حیات فاتح قادیان اسلام آباد دفتر ختم نبوت میں رد

قادیانیت کورس کرا رہے تھے۔ اسلم قریشی بھی اس کورس میں شریک ہوتا تھا۔ الیکٹریشن کے طور پر گورنمنٹ کا ملازم تھا ایم ایم احمد قادیانی پاکستان کی صدارت کی کرسی پر پہلے دن براجمان ہونے کے لئے جونہی لفٹ پر سوار ہوا۔ اسلم قریشی نے اس پر حملہ کردیا نتیجہ" ایم ایم احمد ہسپتال میں اور اسلم قریشی حوالات میں چلے گئے۔ قدرت کی شان بے نیازی کہ ایم ایم احمد قادیانی اس وقت تک ہسپتال میں رہا تاآنکہ یحییٰ خان صاحب واپس نہیں آگئے۔

اسلم قریشی پر مارشل لاء کے تحت کیس چلا۔ جناب راجہ ظفر الحق صاحب نے کیس کی پیروی کی۔ حضرت مولانا لال حسین اختر نے حوالہ جات کی تیاری کرائی۔ مولانا محمد شریف جالندھری ہمہ وقت کیس کے لئے سرتوڑ کاوش کرتے رہے۔

ایم ایم احمد قادیانی نے مارشل لاء عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ میرا دادا مرزا قادیانی نبی تھا اور اس کے تمام منکرین کو میں کافر سمجھتا ہوں۔ اس پر پورے ملک میں ایک ہیجان برپا ہوگیا۔ ایم ایم احمد کا بیان ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نے شائع کیا اور دوسرے اخبارات نے بھی' اسلم قریشی کو سزا ہوگئی

پھر بھٹو صاحب کے زمانہ میں جناب غلام مصطفیٰ کھر پنجاب کے گورنر تھے مولانا غلام غوث ہزاروی کے کہنے پر کھر صاحب نے اسلم قریشی کی سزا میں تخفیف کردی۔ اور یوں موصوف رہا ہوگئے۔

ایم ایم احمد قادیانی اور منصوبہ بندی

بھٹو صاحب نے منصوبہ بندی کا محکمہ توڑ دیا لیکن ایم ایم احمد کو اسی طرح حکومت میں شامل رکھا اس پر مجلس کے مولانا محمد شریف جالندھری نے تحریر فرمایا۔

صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے خاندانی منصوبہ بندی کے محکمہ کو یکم جولائی سے توڑ دینے کا فیصلہ کرکے ملک کو عظیم نقصان سے نجات دلائی ہے۔ ہم صدر کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہیں صدر کے الفاظ میں خاندانی منصوبہ بندی ایک سفید ہاتھی تھا جس نے ملک کے قرضہ سے حاصل کردہ ایک ارب پچاس کروڑ روپیہ کی رقم

سات برس میں ضائع کردی (نوائے وقت لاہور ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء)

مجلس نے صدر مملکت سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک غیر جانبدار انکوائری کے ذریعہ معلوم کریں کہ اس محکمہ کے تیس ہزار ملازمین میں مرزائیوں کا تناسب کتنا ہے اور جب محکمہ ٹوٹ جانے کے بعد پچاس فیصد ملازم بیکار ہو جائیں گے۔ ان میں مرزائی کتنے فیصد ہوں گے اس سے یہ معلوم کرنے میں آسانی ہوگی کہ ایم ایم احمد محض مرزائیوں کی پرورش کے لئے کس طرح غیر ضروری اور غیر مفید منصوبہ بندی کے ذریعہ ملک و ملت کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔ نہ صرف خاندانی منصوبہ بندی بلکہ ایم ایم احمد نے اپنے تحت ہر شعبہ میں ملکی ضروریات کی جگہ مرزائیت نوازی کو پیش نظر رکھا ہے۔ آج جب کہ ملک میں عوامی حکومت قائم ہے ایم ایم احمد کی کارکردگی کا غیر جانبداری جائزہ ضروری ہے۔

صدر مملکت سے قبل مغربی پاکستان کے سابق گورنر جناب محمد موسیٰ ایک انٹرویو میں ارشاد فرما چکے ہیں کہ ۱۹۶۵ء کے بعد جب ملک قحط سالی کا شکار تھا اور جناب گورنر فوجی نقطہ نظر سے حالت جنگ کی لائینوں پر ملک کو غلہ کے معاملہ میں خود کفیل بنانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے تو جناب ایم ایم احمد نے کروڑہا روپے کی رقم غلہ میں خود کفالت کی ضرورت پر خرچ کرنے کی بجائے لاہور تا خانیوال بذریعہ بجلی ریل چلانے کی غیر ضروری مد پر خرچ کرنے کو ترجیح دی۔ جناب گورنر نے ملک کی غذائی قلت کا بھیانک نقشہ پیش کیا۔ تو یہ کہہ کر ان کی بات ٹال دی کہ برطانیہ نے قرضہ ہی اس کار خاص (ریل بذریعہ بجلی) کے لئے دیا ہے۔ حالانکہ برطانیہ سے قرض ملکی ضروریات کے لئے لیا گیا تھا۔ کیا برطانیہ نے شرط اس لئے لگائی کہ ایم ایم احمد کے دادا مرزا غلام احمد برطانیہ کے خود کاشتہ پودا تھے۔

آج ملکی و غیر ملکی انجینئرز اس تجویز کو غیر ضروری قرار دے چکے ہیں۔ ملک میں اس ریل بذریعہ بجلی سے زیادہ بہت سے ضروری کام تھے لیکن ایم ایم احمد نے اس غیر ضروری مد پر کروڑہا روپیہ خرچ کرتے وقت دلیل دی کہ بجلی سے چلنے کے باعث ریل کی رفتار بہت تیز ہو جائے گی۔ جس سے صارفین کے وقت میں بہت بچت ہوگی۔

جناب گورنر نے کہا کہ وقت کی بچت سے زیادہ عوام کی بھوک کا سوال ہے جس پر زرمبادلہ کا کروڑوں روپیہ غیر ملک سے اجناس منگوانے پر خرچ ہو رہا ہے۔ لیکن وہ مرزائی ہی کیا جو عوام اور ملک کے نام پر اپنی تجویز اور ضد کو چھوڑ دے۔ حالانکہ اب بجلی سے چلنے پر ریل کی رفتار حسب سابق ہے۔ اور اب کہا جا رہا ہے کہ ہماری لائن تیز رفتاری کی متحمل نہیں اور اگر اس منصوبہ پر تعطل کے دوران بجلی کے کھمبوں سے سر ٹکرا کر مارے جانے والے مسافروں اور کھمبوں کے کرنٹ سے مارے جانے والے عوام اور جانوروں کا حساب کیا جائے تو ایم ایم احمد کی تجویز کا ہی نہیں بلکہ خود ان کے ماتم کئے جانے کو دل چاہتا ہے۔

یہ کروڑوں کی رقم اگر ریل پر صرف کرنی ہی ضروری تھی تو لودھراں تا لاہور دوہری لائن بچھادی جاتی لیکن ایم ایم احمد ایک خاص مشن کے آدمی ہیں۔ وہ مشن جو عالم اسلام اور پاکستان کا وفادار نہیں۔ ایم ایم احمد کی ملکی و فوجی ضروریات سے بے رخی ہی نہیں بے وفائی کا نمونہ سنئے

"سازش کا پانچواں حصہ" ہماری بحریہ کو جس قدر نظر انداز کیا گیا وہ بڑا ہی تکلیف دہ المیہ ہے۔ یحییٰ خان نے وائس ایڈمرل مظفر کو اختیار دیا کہ وہ ہر سال دس کروڑ روپے اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس کے متعلق پلان تیار کیا گیا مگر آخری وقت پر جناب ایم ایم احمد نے جواب دے دیا کہ ہم یہ رقم نہیں دے سکتے (اردو ڈائجسٹ جنوری ۱۹۷۲ء ص ۵۵)

۱۹۵۸ء میں جناب محمد ایوب خان ڈرامائی طور پر ملکی قیادت کے لئے آگے بڑھے انہوں نے ایک حکم کے ذریعہ سینکڑوں سیاسی و غیر سیاسی حضرات کو سیاست سے جبراً ریٹائر کر دیا۔ تمام سیاسی جماعتوں اور لیڈروں پر پابندی عائد کر دی۔

۱۹۶۹ء میں جناب محمد ایوب خان نے زمام اقتدار یحییٰ خان کے سپرد کی۔ ملک دوبارہ مارشل لاء کا شکار ہوا۔ یحییٰ خان نے انتظامیہ کے ۳۱۳ اعلیٰ افسروں کو چلتا کیا خصوصاً وہ آفیسر جو ایوب خان کے زیادہ وفادار معلوم ہوئے۔ الطاف گوہر اور قدرت اللہ شہاب کی مثال موجود ہے۔ دسمبر ۱۹۷۱ء میں عوامی لیڈر جناب ذوالفقار علی بھٹو

سیدھے امریکہ سے تشریف لائے جناب ظفراللہ خان دو دن قبل اسلام آباد آچکے تھے۔ جناب صدر مملکت اسلام آباد پہنچ کر بحیثیت صدر و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کرسی اقتدار پر فردکش ہوئے اور سب سے پہلے دن فوجی حکام کو حکماً ریٹائر کیا جو یحییٰ خان کے ساتھ اس سازش میں شریک تھے جس کے باعث سقوط مشرقی پاکستان کا المیہ ظہور پذیر ہوا۔

ہر آنے والے نے اپنے پیش رو کے ساتھیوں کو نکالا اور اپنے ساتھ اپنے معتمد نئے چہرے لایا۔ اور یہی مناسب تھا۔ لیکن مرزائیوں کی پس پشت قوت کا اندازہ لگائیے کہ مرزائی خصوصاً ایم ایم احمد تینوں صدارتوں میں بدستور چوہدری رہے اور تینوں صدارتوں نے ہی ایم ایم احمد کی قابلیت کے گن گائے۔ حالانکہ ان میں اگر کوئی قابلیت ہے تو وہ صرف مرزائیوں کے لئے ہے ملک کے لئے نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ صدر مملکت نے یحییٰ خان کے معتمد جرنیلوں کو چلتا کیا اور ایم ایم احمد بدستور براجمان ہیں۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ یحییٰ خان کے معتمد تھے۔ حتیٰ کہ جب یحییٰ خان ملک سے باہر گئے تو ایم ایم احمد کو قائم صدر بنا کر گئے دوسرے کسی پر ان کی نظرانتخاب نہ پڑی۔ وہ کونسی مجبوری ہے کہ جس کے باعث ایم ایم احمد ہر حکومت کے مقبول نظر ہوتے ہیں۔

ہم بار بار حکومت سے کہہ چکے ہیں اور ہم نے حمود الرحمان کمیشن کو درخواست بھی دی کہ مرزائی نہ صرف مذہبی لحاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں بلکہ ملکی غدار بھی ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری گذارشات پر غور نہیں کیا گیا بلکہ الٹا اس کی مدت ملازمت ختم ہونے کے بعد دو سال کے لئے توسیع کر دی گئی۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔ کہ وہ کون سی مجبوری ہے جس کے تحت یہ کھیل کھیلا جارہا ہے۔ مبلغین اور کارکنان مجلس کو چاہئے کہ وہ ملکی سالمیت کے لئے کام کی رفتار کو تیز کردیں ملک جس صوبائی و لسانی اختلافات کا شکار ہے۔ اس کے خلاف اسلامی اخوت کے نام پر عوام کو متحد کیا جائے تاکہ پاکستان ہندوستان کی جارحیت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو سکے۔(مولانا محمد شریف جالندھری ناظم عمومی دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

جب سقوط ڈھاکہ کے اسباب و علل پر غور کرنے کے لئے حمودالرحمان کمیشن

قائم ہوا تو مولانا لال حسین اختر امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک تحریری بیان داخل کرایا جو احتساب قادیانیت از مولانا لال حسین اختر (شائع کردہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان) میں مستقل رسالہ کی شکل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مقدمہ روئیداد ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۷۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

قارئین کرام!

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان آپ کا جانا پہچانا ادارہ ہے۔ جس کا کام پاکستان کے گوشہ گوشہ میں احسن طریق سے ہو رہا ہے۔ اس کا مرکزی دفتر ملتان ایسے تاریخی شہر میں واقع ہے۔

ملکی حالات و زمانہ کی نیرنگیوں نے بارہا اس تبلیغی جماعت کو اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کی' مگر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے رہنماؤں اور کارکنوں کے خلوص کی بدولت ان حوادث سے جماعت کو محفوظ و مامون رکھا۔ نبوت کا ذبہ کا تعاقب اس جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پہلے مغربی پاکستان میں جماعت نے اپنی تمام تر خدمات صرف کر دیں۔ اس کے بعد مشرقی پاکستان کے احباب کی خواہش پر وہاں کام شروع کیا۔ مدت قلیل میں اللہ رب العزت نے وہاں پر جو کامیابی نصیب فرمائی' اس پر جتنا شکر خداوندی کیا جائے کم ہے۔ چار پانچ سال سے وہاں پر جماعت کا قیام ہو چکا ہے۔ مرکز کی طرف سے سب سے پہلے مبلغ مولانا محمد عثمان اختر اور مولانا ابوالحسنات کو مرزائیت کے دجل و تلبیس سے مکمل واقفیت کرا کر وہاں بھیجا گیا۔ کام کی وسعت کے پیش نظر مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعر گزشتہ برس وہاں پر ایک ماہ کے دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔

مولانا عبدالجبار صاحب مدرس امداد العلوم۔ مولانا الطاف حسین صاحب مدرس مدرسہ اشرف العلوم۔ مولانا محمد ہارون صاحب ناظم ادارۃ المعارف ڈھاکہ مولانا محمد عثمان صاحب اختر۔ مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر ان پانچ ارکان پر مشتمل

"کاروان ختم نبوت" کے نام سے ایک وفد مرتب کیا گیا۔ جسکی قیادت کے فرائض حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب اشعر نے سرانجام دیئے۔ چنانچہ وفد نے ضلع کیملا میں برہمن باری کشور گنج۔ شمالی بنگال میں دیناج پور' پنچا گڑھ اور اس کے ملحقہ گاؤں کا دورہ کیا۔ پنچا گڑھ میں ایک قادیانی شمس الدین نے مولانا کی تقریر کے دوران اسلام قبول کیا۔ اور قادیانی مظالم کی انسانیت سوز داستان خوں چکاں سنائی۔ مندرجہ ذیل علاقے قادیانی ریشہ دوانیوں کے مراکز بن چکے تھے بعد ازاں ڈھاکہ صوبائی دارالحکومت کے اہم مراکز میں تقریریں ہوئیں۔ جن میں چوک والی مسجد لال باغ۔ مدرسہ قرانیہ۔ بیت المکرم۔ عظیم پور کالونی۔ نواب گنج بخشی بازار۔ فرید آباد ڈھاکہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اسلامی اکیڈمی میں دانشور وکلاء۔ خطباء۔ علما کے لئے خصوصی خطاب کا اہتمام کیا گیا۔ غرضیکہ دورہ نہایت ہی کامیاب رہا۔

حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری کا مشرقی پاکستان میں ورود مسعود

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب اشعر کے دورہ نے مشرقی پاکستان میں کام کی رفتار کو چار چاند لگا دیئے۔ جگہ جگہ جماعتوں کے قیام عمل میں لائے گئے اور دفاتر کھلنے لگے۔ کام کی رفتار جوں جوں بڑھتی گئی' احباب کا تقاضا بڑھتا گیا کہ اب حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم تشریف لائیں۔ چنانچہ حضرت امیر مرکزیہ مولانا علی صاحب جالندھری نے مشرقی پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ۲۰ جماوی الثانی ۱۳۸۹ھ کو لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ ڈھاکہ کے ہوائی اڈہ پر آپ کا عدیم المثال استقبال کیا گیا۔ اور آپ کو جلوس کی شکل میں دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ڈھاکہ واقع آر سینن سٹریٹ ڈھاکہ نمبرا' لایا گیا۔ جہاں پر آپ نے مختصر خطاب فرمایا۔ ادر اہل مشرقی پاکستان کو ختم نبوت کی دوستی پر مبار کباد پیش کی۔ ڈھاکہ میں قیام کے دوران آپ کی مصروفیت کی تفصیل ترجمان ختم نبوت ہفت روزہ لولاک میں شائل ہو چکی ہے۔

اس کے بعد ۲۴۔ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ بروز اتوار ڈھاکہ سے بذریعہ فون چاٹگام حضرت کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ اطلاع ملتے ہی استقبال کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ تمام مدارس عربیہ میں حضرت کی آمد پر تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ علماء' وکلاء' خطباء' طلباء' تاجر' دانشور حضرات کا جم غفیر ڈھاکہ سے آنے والی گاڑی کی انتظار میں چاٹگام کے اسٹیشن پر منتظر تھا۔ گاڑی کا وقت جوں جوں قریب ہوتا گیا' لوگوں کے اژدھام میں اضافہ ہوتا گیا۔

گاڑی ٹھیک ۳۰۔۷ بجے جب اسٹیشن پر پہنچی' حاضرین نے اپنے محبوب رہنما کو پہلی نظر دیکھتے ہی' ختم نبوت' زندہ باد کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔ جس سے فضا گونج اٹھی۔ نعروں کی گونج اور گرج میں حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم مدینہ مسجد واقع بایزید بسطامی روڈ اپنی قیام گاہ پر پہنچے.

پونے نو بجے شاہی مسجد اندرون قلعہ میں علماء سے منکرین ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریوں کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ آپ کے خطاب سے پہلے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ بعد از دوپہر اسی روز ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ مغرب کے بعد پروگرام کے مطابق مدرسہ عزیز العلوم بابونگر کی طرف روانہ ہونا تھا۔ رکشہ اور دیگر سواری کا چلنا محال تھا۔ کیونکہ بوجہ بارش شدید کے راستہ خراب ہو چکا تھا۔ دوستوں کے روکنے کے باوجود حضرت امیر نے پیدل چلنے کا حکم فرمایا۔ بجلی بند ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے طلبہ نے بتیاں پکڑی ہوئے دو رویہ کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا۔ اس مختصر سفر کا منظر بھی دیکھنے کے لائق تھا مجلس تحفظ ختم نبوت زندہ باد۔ مولانا جالندھری زندہ باد' اسلام زندہ باد کے نعروں کی گونجتی ہوئی فضا میں تقریباً" ایک گھنٹہ تک منزل مقصود پر کاروان ختم نبوت پہنچا۔ عشاء کے بعد جلسہ عام کا انتظام کیا گیا۔ ابتدائی کارروائی کے بعد مدرسہ کے اراکین کی طرف سے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا جس میں مدرسہ کا تعارف مجلس تحفظ ختم نبوت کی میں سرگرمیوں پر مختصر مگر جامع تبصرہ تھا۔ آخر میں حضرت امیر مرکزیہ کی تشریف آوری کو سراہا گیا۔

حضرت امیر مرکزیہ نے دو گھنٹہ سپاسنامہ کے جواب میں تقریر فرمائی۔ اپنے خطاب

میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت' علما کی ذمہ داریاں اور دوسرے اہم ترین عنوانوں سے حاضرین کو سرفراز فرمایا۔ جلسہ کے اختتام پر علماء کرام کی خصوصی میٹنگ میں آدھ گھنٹہ خطاب فرمایا۔

دوسرے روز بعد از ظہر مدرسہ عربیہ دارالعلوم معین الاسلام میں خطاب فرمایا آپ نے اپنی تقریر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پاکستان کی آزادی تک کی مکمل داستان سنائی۔ جس میں نہایت ہی تفصیل سے مرزائیوں کی سیاسی سرگرمیوں پر تبصرہ فرمایا۔ اسی روز بعد از عشاء مدرسہ ضمیریہ قاسم العلوم پنبہ میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

۲۶۔ جمادی الثانی بعد از نماز صبح درس کے اختتام پر شہر کے لئے روانہ ہوئے۔ نماز ظہر کے بعد مدرسہ کے علماء و طلباء سے خطاب فرمایا۔ بعد از عشاء کی مسجد میں جلسہ عام سے خطاب ہوا۔

۲۷۔ جمادی الثانی کو بعد از صبح حیری کے لئے دریائی سفر شروع کیا سوا گھنٹے کے بعد مدرسہ حیری پہنچے۔ ساڑھے گیارہ بجے جلسہ عام سے خطاب کیا دو بجے مدرسہ حمایت الاسلام کیسنگرام کے لئے سفر شروع کیا۔ ۳۰-۲ بجے مدرسہ مذکور میں تشریف آوری ہوئی۔ ظہر کے بعد جلسہ عام سے خطاب کیا۔

بعد از عشاء سوسائٹی جامع مسجد میں "اسلام میں مرتد کی سزا" کے عنوان سے خطاب کیا۔ آخر جلسہ میں حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔

۲۸/ جمادی الثانی کو ڈھاکہ واپسی ہوئی۔ اس سفر میں مولانا مفتی محمد یوسف صاحب ساتھ رہے۔ جہاں کہیں بنگلی ترجمہ کی ضرورت ہوئی' ترجمان کے فرائض مولانا مفتی محمد یوسف صاحب نے سرانجام دیئے

چند دن ڈھاکہ قیام رہا اس کے بعد ۳رجب ۸۹ھ مطابق ۱۶/ ستمبر کو وہاں سے مغربی پاکستان کے لئے ڈھاکہ کے ہوائی اڈہ سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے الوداع کے وقت تمام احباب جو ہوائی اڈہ پر آپ کو رخصت کرنے آئے تھے' چشم پرنم اپنے محبوب رہنما کو روانہ کیا۔

لاہور کے ہوائی اڈہ پر مولانا ضیاء القاسمی خطیب لائلپور' مولانا محمد شریف جالندھری اور دوسرے علماء کی زیر قیادت جماعتی احباب نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے اس کامیاب دورہ سے ملک کے دوسرے بازو میں بھی مجالس تحفظ ختم نبوۃ کی جماعتوں اور سرگرمیوں کا توزان پورا کیا جا رہا ہے۔

جناب عبد الرحمن یعقوب احمد صاحب باوا جیسے مخلص اور جانباز بزرگ کے مل جانے سے جماعت کو بے حد ترقی ہوئی۔ مولانا موصوف کی محنت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ قادیانیت جس طرح مغربی پاکستان سے ساگ لے کر مشرقی پاکستان میں احمد نگر کو ربوہ ثانی بنانے کی دھن میں گئی تھی' مسلسل جماعتی کام کے نتیجے سے اتنی گھبرا اٹھی کہ اپنے حواس کھو بیٹھی نہایت کسمپرسی کے عالم میں چیخ و پکار شروع کی۔ حکام کے دروازے پر دستک بھی دی کہ ہم مارے گئے۔ ہمارے خلاف نفرت کے جذبات ابھارے جا رہے ہیں۔ لیکن وہاں کے حکام نے مسلمان اکثریت کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے اقلیتی غیر مسلم فرقہ کے جھوٹے واویلا کی پرواہ نہ کر کے ہمارے اکابر کی تقاریر پر کوئی قدغن نہیں لگائی۔

بیرونی ممالک میں کام کی سرگذشت

ساری دنیا جانتی ہے بلکہ خود مرزائیت کو بھی یہ تسلیم ہے کہ قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ انگریز کی بدولت باہر کے ممالک میں مرزائیت کا پھیلاؤ روز بروز ترقی پر جا رہا تھا۔ ہمارے اکابر امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے انگریز کی مخالفت کو حرز جان بنایا کہ جب تک انگریز ملک سے نکل نہ جائے مرزائیت کی بیخ کنی آسان نہیں ہے۔ جب انگریز نے اس ملک کو اپنے وجود سے پاک کیا اور بستره بوریا لیکر چل دیا۔ اور ملک عزیز کے دونوں حصوں میں جماعت ختم نبوت نے "نبوت کاذبہ" سے عوام الناس کو خوب روشناس کرا دیا تو دوسری ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی تھی کہ ہم غیر ممالک میں اپنے مبلغ اور سفیر اسلام بھیج کر عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کا اہم فریضہ ادا کریں

اتفاقاً" ہمارے ہمسایہ ملک سے پریشان کن خبر ملی ہے کہ کلکتہ (انڈیا) میں مرزائیوں نے چیلنج بازی کر کے عام مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ آپ اپنی جماعت کے مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو بھیج کر ممنون فرمائیں۔

دل تو چاہتا تھا کہ اہل اسلام کی درخواست پر آنکھ جھپکنے کی دیر میں عمل ہو جائے لیکن ویزا کا نہ ملنا قیامت صغریٰ سے ہمارے لئے کم نہ تھا۔ چنانچہ مشرقی پاکستان کے دوستوں سے باہم طے پایا کہ مولانا موصوف ڈھاکہ تشریف لائیں۔ وہاں سے انڈیا کا ویزا لے کر پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ جب کلکتہ براستہ ڈھاکہ مولانا پہنچے۔ تو مرزائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ مناظرہ سے فرار میں اپنی نجات سمجھی۔ کلکتہ میں مولانا موصوف نے پندرہ دن تک قلعہ قادیانیت پر دلائل و براہین کی بمباری کی ویزا کی مدت ختم ہونے پر مولانا واپس ملتان تشریف لائے۔ اہالیان کلکتہ نے مولانا کے کامیاب دورہ پر مسلمانان پاکستان اور بالخصوص اراکین مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا بذریعہ خطوط شکریہ ادا کیا۔

فیجی آئی لینڈ سے رابطہ

ہمارے اکابر رہنمایان مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اس سوچ میں تھے کہ غیر ممالک میں کام کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ حسن اتفاق کہیئے یا خدا کی دین۔ ہمیں شہر ناندی آئی لینڈ سے جناب محمد حنیف صاحب سیکرٹری مسلم لیگ ناندی کا خط ملا۔

فیجی آئی لینڈ کیا ہے۔ یہ ایک جزیرہ ہے جس میں چالیس ہزار مسلمان آباد ہیں۔ مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم مسلم لیگ جس کے بتیس ہزار مسلم ممبر ہیں۔ وہاں پہلے لاہوری مرزائیوں نے یلغار کی۔ اس کے بعد قادیانی ربوہ سے آنکلے اور خوب تبلیغ کا ڈھونگ رچایا۔ علیحدہ تنظیم اور نعرہ یہ کہ جو ہمارے مرزا صاحب کو نہ مانے وہ مسلمان ہی نہیں سیکرٹری مسلم لیگ لکھتے ہیں کہ:۔

"ہم مرزائیت سے قطعاً" ناواقف تھے۔ نہ ہمارے پاس کوئی لٹریچر تھا کہ انکی سرکوبی کر سکیں۔ اس نو وارد قادیانی کے ساتھ بحث و چیلنج بازی سے مسلمانوں میں

انتشار و اختلاف کی راہ ہموار ہو گئی۔ جو ہمارے حالات کے قطعاً" نا موافق تھی۔ انہی ایام میں ناندی شہر کے ہوائی اڈے پر ایک پاکستانی مسافر جناب منظور الٰہی ملک سے اتفاقاً" ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے ہمارے حالات سن کر آپ کے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کا پتہ دیا۔ اور خود بھی رد مرزائیت پر رسالے بھیجے۔"

آخر میں موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ صرف پاکستان کے مسلمانوں کی رہنمائی نہیں بلکہ فجی آئی لینڈ کے مسلمانوں کو بھی اس فرقہ سے بچانے کا بندوبست کریں۔ ایسے رسالے روانہ فرمائیں جس سے مرزائیت کے متعلق پوری معلومات حاصل ہوں۔ امیدیکہ آپ ہماری مدد کر کے ایسے بدکار لوگوں سے نجات دلائیں گے۔"

اس خط کے ملتے ہی جماعت نے اپنا شائع شدہ لٹریچر اردو' انگریزی' کافی تعداد میں روانہ کیا۔ اور ہر ممکن امداد و تعاون کا یقین دلایا۔ جواب الجواب میں موصوف نے لکھا کہ:۔

۱:۔ ۴۰ ہزار مسلمانوں کی آبادی میں ایک بھی قرآن حکیم کا مدرسہ نہ تھا اور پاکستان سے کسی قاری اور معلم کا جانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جزیرہ فجی پاکستان سے تقریباً" تیرہ ہزار میل دور ہے۔ وہاں پر حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر نے مدرسہ قائم کیا جس میں حفظ و ناظرہ قرآن مجید کا کام شروع کیا۔ اور مدرس اول کے فرائض مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر نے خود انجام دیئے

۲:۔ فجی آئی لینڈ سے آج سے سات برس قبل ایک مسلمان جن کا نام عبد المجید صاحب ہے علم دین حاصل کرنے کے لئے فجی سے انڈیا تشریف لائے۔ سات برس راندھیر میں تکمیل علم کر کے سند فراغ و اجازت تعلیم لے کر پاکستان میں دفتر ختم نبوت میں قیام کیا اور رد مرزائیت کے سلسلہ میں مولانا محمد حیات صاحب استاذ دار المبلغین سے تعلیم حاصل کی۔ ابھی مولانا عبد المجید صاحب کا قیام دفتر میں ہی تھا کہ حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر جزیرہ فجی میں پہنچ گئے وہاں سے مولانا لال حسین صاحب نے ملتان دفتر ٹیلیفون کیا کہ حضرت مولانا عبد المجید صاحب کو

فجی جلدی روانہ کریں تاکہ میں ان کو اپنی موجودگی میں کام پر لگا سکوں چنانچہ ٹیلی فون ملنے کے بعد مولانا عبد المجید صاحب کو قادیانیت کی مکمل کتب اور رد قادیانیت کا مکمل لٹریچر جو کم از کم اڑھائی صد روپیہ کا تھا' دیکر براہ کراچی ہوائی جہاز پر روانہ کیا۔ مولانا موصوف اپنے وطن پہنچ گئے۔ اور تعلیم القرآن کے مدرس مقرر ہو گئے ہیں:۔

۳:۔ قادیانی فرقہ کے دو مناظر فجی میں مقیم تھے اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے لیکن جوں ہی مناظر اسلام کی آمد کی خبر فجی میں پہنچی' قادیانی مناظروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہاں سے جلدی فرار ہونے میں اپنی عافیت سمجھی۔

اب رہ گئے لاہوری مرزائی توجب مناظر اسلام نے چیلنج کیا تو ان کو بغیر مناظرہ کے چارہ کار نہ رہا۔ چنانچہ مولوی احمد یار جو وہاں پر لاہوری جماعت کے مبلغ تھے۔ انہیں تیار کیا گیا۔ چنانچہ یکم فروری ۱۹۶۹ء کو لٹوکا شہر میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کی پوری روداد ریکارڈ شدہ ہماری دفتر میں آچکی ہے جسے عنقریب کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے گا۔ پڑھنے والوں کو پتہ چل جائے گا کہ مرزائی مناظر کی کیا گت بنی۔ البتہ جہاں پر مناظرہ ہوا وہاں پر اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا تو اس سلسلہ میں فجی کے ایک بزرگ جناب ایم ٹی خان صاحب جو مسلم لیگ فجی کے نائب جنرل سیکرٹری ہیں ان کے تاثرات جو اپنے خط میں تحریر کئے ہیں' حسب ذیل ہیں

مولانا صاحب! (مولانا جالندھری)

ہمیں یہ لکھتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ بتاریخ یکم فروری ۱۹۶۹ء کو دن نو بجے کسان ہال لٹوکا میں فجی مسلم لیگ کی طرف سے حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فجی کی طرف سے مولوی احمد یار صاحب مرزائی ایم اے کے درمیان مناظرہ ہوا۔ مضامین یہ تھے:۔

وفات و حیات مسیح علیہ السلام — صدق و کذب مرزا غلام احمد قادیانی

پہلا مناظرہ تین گھنٹے دس منٹ کا ہوا۔ جس میں مدعی فجی مسلم لیگ کے مناظر تھے اور دوسرے مناظرہ میں انجمن احمدیہ فجی کے مناظر مدعی تھے۔ اس کا وقت بھی پہلے کی طرح تھا۔ تقریباً" بارہ سو تک کی حاضری تھی۔ یہ فجی کے مذہبی جلسے کے لئے

بہت بڑی تعداد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور آپ بزرگوں کی دعا سے ہمارے مولانا صاحب کو عظیم کامیابی ہوئی۔ ہمارے مولانا لال حسین صاحب اختر نے ان کی خوب گت بنائی۔ مولوی احمد یار صاحب سوالات کے صحیح جوابات دینے سے بالکل قاصر رہے اور غلط سلط باتیں بیان کر کے اپنے وقت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مولانا لال حسین صاحب اختر نے اپنے خاص خاص اعتراضات کو بار بار دہرایا اور للکار للکار کر ان سے جوابات طلب کئے۔ مگر مولوی احمد یار ان اعتراضات کو نظر انداز کرتے رہے اور صحیح جواب بالکل نہ دے سکے۔ سامعین پر خوشی کی لہریں دوڑ گئیں۔ انہوں نے اپنی خوشیاں ظاہر کیں اور دعائیں دیں اور یہ کہا کہ ہم آج حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ مرزائیت کا بھانڈا پھوٹ گیا اور ہم اب ان کے دجل و فریب سے بالکل واقف ہو گئے۔ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو دجال اور جہنمی کہتے ہیں۔ اس بدبخت اور مدعی نبوت کو انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے۔

دونوں طرفین کے مناظرے کی تقریر کی ٹیپ ریکارڈنگ بھی کی گئی ہے انشاء اللہ مرکز کے لئے ہم ایک سیٹ جلد ہی روانہ کریں گے۔ امید واثق ہے کہ اب مرزائیوں میں یہ ہمت کبھی بھی نہ ہو گی کہ وہ اس طرح کا مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بڑی مشکل سے یہ مناظرہ قائم کیا گیا تھا۔ وہ بہت طرح کے حیلے بہانے کرتے تھے۔ مگر آخر اس آفت میں وہ خود بخود پھنس گئے اور منہ کی کھانی پڑی۔ فیجی مسلم لیگ کے تمام ممبران اور دیگر احباب مولانا لال حسین صاحب اختر کو مناظرے میں اس عظیم کامیابی کے لئے اپنی دلی مبارکباد پیش کر چکے ہیں۔" اقتباس از خط جناب ایم ٹی خان صاحب) نائب جنرل سیکرٹری فیجی مسلم لیگ۔ ۱۱فروری۱۹۴۹ء)

غرض جب مولانا جزائر فیجی سے رخصت ہوئے' وہاں کی مسلم لیگ نے حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ اور مولانا کے تشریف لانے کے بعد امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد علی صاحب کے نام جو شکریہ کا خط لکھا وہ پورے کام کی ایک مختصر روداد ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے:-

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

۱۔ فجی مسلم لیگ غیر سیاسی مذہبی ادارہ ہے۔ جس کا قیام ۱۹۲۶ء میں ہوا تھا یہ مسلمانان فیجی کی واحد نمائندہ جماعت ہے جو مسلمانوں کی مذہبی تعلیمی اور معاشرتی خدمات انجام دے رہی ہے۔ جزائر فیجی کی جملہ مساجد اس جماعت کے زیر اہتمام ہیں اور مختلف مقامات پر اس کے دو سیکنڈری سکول اور پرائمری سکول ہیں

۲۔ فیجی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی فیجی مسلم لیگ کی طرف سے مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان کی ورکنگ کمیٹی کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپ نے ہماری درخواست پر مجسمہ شرافت بلند اخلاق بے نظیر عالم و مناظر اور مشہور مبلغ اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر ناظم اعلیٰ مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان کو انگلستان سے فیجی بھیجا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے نو ماہ کے قیام میں جزائر فجی کے مختلف مقامات پر توحید۔ رسالت۔ ختم نبوت' اصلاح عقائد اعمال' معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم' سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم' حیات حضرت مسیح علیہ السلام' صداقت اسلام' تردید مرزائیت' معجزات انبیاء علیہم السلام' حجیت حدیث' ضرورت مذہب' ضرورت تعلیم دین' اتحاد بین المسلمین' عظمت و ترقی پاکستان کے مضامین پر تقریباً" ڈیڑھ سو تقریریں کیں۔ ان خطابات نے یہاں کے مسلمانوں میں تعلیم قرآن مجید و حدیث شریف' تبلیغ اسلام' تردید مرزائیت' اتحاد بین المسلمین' اشاعت و حفاظت اسلام کے لئے قربانی اور ایثار کی روح پھونک دی۔ جزائر فیجی میں اشاعت و حفاظت اسلام اور مرزائیت سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے کوئی مستقل انتظام نہ تھا۔ نہ تعلیم قرآن مجید کی کوئی درس گاہ تھی نہ ہی کوئی مسلم لائبریری تھی۔ حضرت مولانا کی تحریک پر فیجی مسلم لیگ کے جنرل اجلاس نے اپنے ماتحت تحفظ ختم نبوت کمیٹی مقرر کی جو اشاعت و حفاظت اسلام۔ مدرسۃ تعلیم القرآن اور مسلم لائبریری کے قیام اور ان کے چلانے کے فرائض سر انجام دے گی۔ چنانچہ مولانا لال حسین صاحب نے تحفظ ختم نبوت کمیٹی کے زیر اہتمام لٹوکا میں مدرسہ تعلیم القرآن کا افتتاح کیا جسمیں ناظرہ کے علاوہ سترہ طالب علم قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں ان طلباء کے جملہ اخراجات یہ کمیٹی ادا

کرتی رہے گی۔ مولانا لال حسین اختر کے مبارک ہاتھوں سے فجی مسلم لیگ کے دفتر میں مسلم لائبریری کا افتتاح کیا گیا۔ آپ نے صووا برانچ مسلم لیگ کے پرائمری سکول کی نئی بلڈنگ کا بنیادی پتھر نصب کیا اور مدرسہ تعلیم القرآن لٹوکا کی اقامت گاہ کی بنیاد رکھی۔

مرزائیوں نے کفر بازی کا (جو) فتنہ (یہاں) برپا کر رکھا تھا۔ حضرت مولانا کی تقریروں' انفرادی ملاقاتوں' مناظرہ اور ریڈیو فجی پر عقائد حقہ کی نشریات سے بطریق احسن اس فتنہ کی سرکوبی ہو گئی ہے۔ اے کاش! مولانا یہاں تین چار سال قیام فرما سکتے' تو تمام ملک میں مذہبی انقلاب برپا ہو جاتا۔ لیکن آپ کے اور انگلستان کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا انگلینڈ جانا نہایت ضروری ہے۔ حضرت مولانا لال حسین صاحب کے اخلاق اور ان کی خدمات اسلامی کی یاد نہایت عزت و احترام سے مدت العمر ہمارے قلوب میں جاگزیں رہیگی ہم مولانا کو افسردہ دلوں اور پرنم آنکھوں سے الوداع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے طفیل مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت کے جملہ اکابرین واراکین و مبلغین و مولانا لال حسین صاحب اختر کو بیش از بیش اشاعت و حفاظت اسلام کی توفیق عطا فرما وے آمین۔ ان شاء اللہ العزیز تحفظ ختم نبوت کمیٹی کی رپورٹ وقتاً فوقتاً ارسال خدمت کی جایا کرے گی۔ امید ہے کہ آپ حسب سابق تبلیغی امور میں ہماری راہنمائی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔

والسلام (محمد طاہر خان) ۳۰ مئی ۱۹۶۹ء مطابق ۱۳/ ربیع الول ۸۹ ۱۳ھ (نائب جنرل سیکرٹری فجی مسلم لیگ)

حضرت مولانا مناظر اسلام نے لندن پہنچنے پر جو مرکز ملتان کو ۲۶ ربیع الاول کو خط تحریر فرمایا۔ اسمیں ہوائی سفر کی تفصیل اس طرح ہے:۔

ہوائی جہاز فجی سے روانہ ہو کر "ہو نو لو لو" پھر سان فرانسکو' نیو یارک (امریکہ) پیرس (فرانس) فرینکفرٹ (ویسٹ جرمنی) سے ہوتا ہوا لندن پہنچا۔

مولانا مدظلہ العالی اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امریکہ اور پیرس میں انفرادی طور پر ہوٹلوں میں تبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔ میں نے پیرس سے ناگی صاحب کو ٹیلی

فون کر دیا تھا وہ فرنکفورٹ کے ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ ایک ہفتہ فرنکفورٹ ویسٹ جرمنی میں قیام کیا۔

مولانا لال حسین صاحب ۲۱ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ کے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ چونکہ ناگی صاحب کو میں نے پیرس سے ٹیلی فون کر دیا تھا اس لئے وہ ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ ان کے مکان پر پہنچا۔ یہاں ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ لیکن بیس ہزار سے زائد ترک رہتے ہیں۔ قادیانی مرزائیوں نے یہاں مسجد ضرار بنائی ہوئی ہے۔ ترک' ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان مرزائیوں کی مسجد میں مرزائی امام کی اقتدا میں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ناگی صاحب جب یہاں تشریف لائے اور انہوں نے ترکوں کو بتایا کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کی اقتدا میں ہماری نماز نہیں ہوتی۔ تو ترکوں نے کہا کہ وہ ہمارے جیسی اور ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں۔ ناگی صاحب نے ترکوں سے کہا کہ جمعہ کی نماز کے وقت آپ ان لوگوں (مرزائیوں) سے کہیں کہ ہم تمہارے امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ آج تم ترک امام کی اقتدا میں نماز ادا کرو۔

چنانچہ جمعہ کی نماز سے پہلے ترکوں نے مرزائیوں کو کہا کہ آج ہمارا امام نماز پڑھائے۔ مرزائیوں نے انکار کر دیا۔ کہ اپنی مسجد میں ہم تمہیں امامت کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی تمہاری اقتدا میں ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ کچھ رد و کد کے بعد پاکستانی ہندوستانی اور ترک مسلمان مرزائیوں کی مسجد سے بغیر نماز ادا کئے نکل آئے اور نماز جمعہ نہ ادا کر سکے کیونکہ مسلمانوں کے پاس نماز ادا کرنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اسی وقت ترک مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے نماز ادا کرنے کے لئے ایک تین منزلہ مکان کرایہ پر لے لیا اور اسمیں نماز ادا کرنے کے لئے اجازت حاصل کر لی۔ اس مکان میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام نمازی جمعہ کے دن اسمیں سما سکیں میں نے دیکھا برستی بارش میں ترک کاغذ او رکپڑے بچھا کر صحن اور باہر گلی میں بھیگ رہے تھے اور نماز ادا کر رہے تھے۔ ترک مسلمان کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی موزوں ہال خرید لیں یا جگہ خرید کر فراخ مسجد تعمیر کر لیں۔

اس خط میں مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ اس عارضی مسجد میں میری تین تقریریں ہوئیں۔ جمعرات' بعد نماز جمعہ اور ہفتہ کے دن۔ پہلے دن میں نے تقریر اردو میں شروع کی کنزر صاحب (جرمن مرزائی سے نو مسلم) نے انگریزی میں ترجمہ شروع کیا تو ترکوں نے کہا کہ ہم انگریزی نہیں سمجھتے۔ انہوں نے جرمن زبان میں ترجمہ کیا تو ترکوں نے کہا کہ ہم جرمن زبان بھی اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ ترکیوں کے ایک نوجوان امام جو حافظ اور بلند پایہ قاری ہیں انہوں نے مجھے فرمایا کہ آپ عربی میں تقریر کریں' میں اس کا ترکی میں ترجمہ کروں گا.....ان کے کہنے پر میں نے عربی میں تقریر شروع کی وہ ساتھ ساتھ ترجمہ کرتے جاتے۔ توحید۔ ختم نبوت۔ حیات مسیح علیہ السلام اور کفر مرزا پر تین تقریریں کیں حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں اس نئے مکان کی تینوں منزلیں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔

حضرت مولانا کے لندن پہنچنے پر ایک تو ووکنگ کے کام میں حصہ لیا کیونکہ وہاں اب مسجد کی ٹرسٹ کمیٹی بن گئی ہے جو پاکستان ہائی کمشنر کے ماتحت کام کرے گی ساتھ ساتھ مولانا نے مندرجہ ذیل شہروں میں تبلیغی دورہ کیا اور مختلف موضوعات پر تقریریں کیں۔ شہروں کے نام یہ ہیں۔

ہڈر سفیلڈ۔ باٹلے۔ بریڈ فورڈ۔ ساؤ تھال۔ مانچسٹر۔ کارڈف (لندن) بلیک برن۔ شفیلڈ۔ ڈیوز بری۔ گویا نو شہروں کا دورہ کیا۔

ویسٹ جرمنی کے دوران قیام ایک پچیس سالہ امریکن نوجوان مشرف با اسلام ہوا۔ ان کا پہلا نام (PETERSCHLEMPP) تھا۔ اب ان کا نام احمد اردو رکھا گیا۔ اردو ترکی نام ہے۔ (اقتباس خط ۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۹ھج) مولانا لال حسین اختر

ہڈر سفیلڈ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا مستقل دفتر قائم کر دیا گیا۔

حضرت مناظر اسلام اپنے گرامی نامہ محررہ ۵ شعبان ۱۳۸۹ھ میں تحریر فرماتے ہیں یہاں کے احباب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ انگلستان میں مستقل تبلیغی کام آگے بڑھانے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کو اپنے دفتر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ

احباب نے تلاش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مکان مہیا فرمایا جس کی قیمت دو ہزار چھ سو پونڈ ہے یہ رقم پاکستانی سکہ کے حساب سے باون ہزار روپیہ بنتی ہے اس کی رجسٹری مجلس تحفظ ختم پاکستان ملتان کے نام کرائی گئی ہے۔ وہاں کی جماعت کے ذمہ دار حضرات میں سے پانچ دوستوں کو ٹرسٹی مقرر کیا گیا ہے جنکے نام حسب ذیل ہیں چودھری غلام نبی صاحب۔ چوہدری محمد علی جاوید۔ چوہدری شاہ محمد۔ جناب محمد سرور صاحب۔ مولانا لال حسین صاحب اختر ٹرسٹی حضرات صرف مقامی منتظم مقرر کئے گئے ہیں۔ مجلس مرکزیہ کے امیر اور ناظم اعلیٰ کے تحریری اجازت نامہ کے بغیر کوئی رد و بدل نہ ہو سکے گا۔ نہ اسے بغیر مرکز کی اجازت کے فروخت کر سکیں گے۔ چنانچہ مجلس مرکزیہ کے صدر اور ناظم اعلیٰ نے مندرجہ بالا ٹرسٹیوں کی تصدیق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کرا کر لندن روانہ کر دی ہے۔ تاکہ وہ حضرات اپنے کام کو جاری رکھ سکیں۔ چونکہ مکان قابل مرمت ہے اور اس میں فرنیچر اور قالین وغیرہ بھی مہیا کئے گئے ہیں۔ دوسرے اخراجات ڈال کر مجلس مرکزیہ کو یہ مکان ساٹھ ہزار روپیہ میں پڑا ہے اس میں جن احباب مجلس نے ایثار سے کام لے کر اعانت فرمائی ہے حسب ذیل ہے:۔

چودہری غلام نبی صاحب ۱۰۰ پونڈ

چودہری محمد علی صاحب جاوید صدر ۱۰۰ پونڈ

مولانا لال حسین صاحب نے مرکزی دفتر کی طرف سے ۱۰۰ پونڈ

جناب نور محمد صاحب لودھی ۵ پونڈ

چودہری شاہ محمد صاحب ۱۰۰ پونڈ

جناب محمد سرور صاحب ناظم ۱۰۰ پونڈ

جناب عبد الحکیم صاحب ۱۰ پونڈ

مجلس ختم نبوت ہڈر سفیلڈ ۱۳۰ پونڈ

قرض برائے خرید بلڈنگ چودھری شاہ محمد صاحب نے ایک ہزار پونڈ عنایت فرمایا دفتر کی مکانیت حسب ذیل ہے:۔

ایک تہ خانہ۔ اس کے علاوہ ۹ کمرے ہیں۔ مقامی مجلس نے اس کو اپنی تحویل

میں لے کر مدرسہ تعلیم القرآن قائم کر دیا ہے جسمیں پچاس بچے زیر تعلیم ہیں محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مناظر اسلام کے باہر جانے سے دینی تبلیغ کے راستے کھول دیئے اور ہمیشہ کے لئے دینی مرکز قائم ہوا۔ لندن میں جن احباب نے اپنے اخلاص سے حد سے زیادہ تعاون فرمایا ہے۔ بعض احباب کے نام اوپر آگئے ہیں اور بعض حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:۔

جناب محمد الیاس صاحب انگلینڈ' جناب حاجی محمد اشرف گوندل۔ ہنسلو لندن' جناب محمد شفیق صاحب ابن مولانا عبدالمجید صاحب۔ انگلینڈ' جناب محمد فاضل صاحب انگلینڈ' جناب عبد الخالق صاحب ہڈر سفیلڈ

یہ احباب جماعتی کام میں تعاون فرماتے ہیں۔ وقتاً" فوقتاً" مرکز میں ان کے خطوط آتے ہیں جس سے مرکز سے ان کا باقاعدہ رابطہ ہے۔ خدا تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جو انگلینڈ جیسے ملک میں اپنی دنیاوی مصروفیات کے باوجود جماعتی کام میں اپنی ہمت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

حضرت مولانا لال حسین صاحب ان سب کاموں کی تکمیل فرما کر ۲۸ ذیقعدہ کو لندن سے بذریعہ ہوائی جہاز حجاز مقدس تشریف لے آئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں زیارت روضہ صاحب ختم نبوت صلوۃ اللہ وسلام علیہ سے مشرف ہوئے۔ وہاں شیخ عبد العزیز بن باز' وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کی دعوت پر طلباء مدینہ یونیورسٹی کے سامنے فتنہ مرزائیت پر مدلل و مفصل تقریر فرمائی۔ جس کا عربی ترجمہ مولانا عبد الغفار حسن جیسے فاضل جو مدینہ یونیورسٹی کے استاذ ہیں' نے فرمایا۔ وہاں کے ذمہ دار حضرات نے مولانا لال حسین اختر کا شکریہ ادا کیا۔ اور مولانا سے فرمائش کی کہ لاہوری اور قادیانی دونوں فریق کے حالات پر ایک مقالہ لکھ کر ہمیں روانہ فرما دیں ہم اسے عربی۔ انگریزی اور دیگر ملکی زبانوں میں چھاپ کر تقسیم کریں گے۔ حضرت مولانا محترم ۱۳مارچ کو حجاز سے کراچی تشریف لائے۔

۱۸مارچ کو کراچی سے روانہ ہوئے۔ احباب نے کوٹری۔ حیدر آباد۔ روہڑی۔ صادق آباد۔ رحیم یار خان۔ خان پور۔ ڈیرہ نواب۔ سمہ سٹہ۔ بہاول پور۔ شجاع آباد۔

ملتان۔ ساہیوال غرضیکہ لاہور تک...... مولانا کا پرجوش استقبال کیا۔

احمدیوں کو تبلیغی مرکز قائم کرنے کی ممانعت

رحیم یار خاں ۲۶ فروری ایڈمنسٹریٹر سول جج چوہدری محمد نسیم نے ایک دعویٰ کا فیصلہ سناتے ہوئے محلّہ قاضیاں میں احمدیوں کو مسجد تعمیر کرنے۔ اذاں دینے اور وہاں تبلیغی مرکز قائم کرنے کی ممانعت کر دی ہے عدالت نے یہ حکم امتناعی دوامی۔ مولوی عبدالرشید کی درخواست پر جاری کیا ہے قبل ازیں ۳ ستمبر کو عدالت نے تا فیصلہ مقدمہ حکم امتناعی جاری کیا تھا۔ اس حکم میں کہا گیا تھا کہ فریقین کے عقائد میں شدید اختلاف ہے دونوں فریق ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں ان حالات میں اس محلّہ میں احمدیوں کو مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی بصورت دیگر نقص امن کا شدید خطرہ ہے اور کسی وقت بھی وہاں کا امن متاثر ہو سکتا ہے یہ دعویٰ مولوی عبدالرشید وغیرہ نے شیخ عبدالعزیز ایڈووکیٹ کے توسط سے دائر کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ رحیم یار خاں کے محلّہ قاضیاں میں ایک مکان کو احمدیوں کی مسجد میں تبدیل کیا جا رہا ہے اس محلّہ میں احمدیوں کا کوئی خاندان آباد نہیں ہے مسجد یا تبلیغی مرکز قائم ہونے سے اہل محلّہ کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے۔ اس لئے مدعا علیہان کو مسجد تعمیر کرنے سے روک دیا جائے مخالف فریق کے وکیل چوہدری پرویز احمد نے یہ موقف اختیار کیا کہ فریقین کی نماز اور طریقہ اذان میں کوئی تفاوت نہیں ہے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ اہل محلّہ کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے فاضل جج نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد ۳۰ ستمبر کو عارضی حکم امتناعی کا اجرا کر دیا گذشتہ روز مدعا علیہ سیف اللہ وغیرہ کے وکیل پرویز احمد باجوہ نے جواب دعویٰ داخل کرنے کی بجائے' مدعی کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے اس امر سے اتفاق کیا کہ عدالت کے حکم امتناعی جاری کرنے پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا فاضل جج نے فیصلہ سناتے ہوئے حکم امتناعی دوامی جاری کر دیا۔ (۲۴ فروری امروز ملتان ۱۹۷۲ء)

تبلیغ کے لئے زر مبادلہ

مرزائی مبلغ کی پریس کانفرنس اور اس پر اخبارات کے احتجاجی مقالات بغیر تبصرہ پیش خدمت ہیں۔

لائل پور ۲۱ مارچ۔ احمدیہ تبلیغی مشن کے ایک رکن ڈاکٹر حکیم محمد ابراہیم جو یوگنڈا کے دارالحکومت کمپالہ میں تعلیم الاسلام سکول کے منیجر بھی ہیں اور ان دنوں پاکستان آئے ہوئے ہیں آج شام ایک مقامی ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ احمدیوں کی حکومت دس سال کے اندر اندر قائم ہو جائے گی اور احمدیوں کی حکومت کے بارے میں جو پیشگوئی کی گئی تھی ان کا ایمان ہے کہ وہ حرف بحرف سچی ثابت ہو گی۔ ڈاکٹر محمد ابراہیم یوگنڈا اپنی تبلیغی تفصیلات اور وہاں کے قدیم بادشاہوں کے قصے سنانے میں تقریباً" ایک گھنٹہ صرف کیا' اور اخبار نویسوں کے سوالات کو پس پشت ڈالتے ہوئے' ڈاکٹر حکیم ابراہیم نے صحافیوں کو اپنی تیار کردہ خوشبویات کے علاوہ یوگنڈا کی زرعی اجناس کے بیج بھی دکھائے اور اس کے چکر میں اصل حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن اخبار نویسوں کے اصرار پر انہوں نے اقرار کیا کہ وہ احمدی ہیں اور احمدی تبلیغی مشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے لٹریچر اور دوسری سہولیات ان کو احمدیہ مشن کی طرف سے ملتی ہیں۔ اخبار نویسوں کو انہوں نے اپنی کامیابیوں کو جو داستانیں سنائیں ان میں سے ظاہر ہوتا تھا کہ بیرونی ملکوں میں احمدیہ مشن اپنی تبلیغ "اسلام" کے نام پر کرتے ہیں' اپنی احمدیت چھپاتے ہیں اخبار نویسوں کے اصرار پر انہوں نے چند سوالوں کے جواب دیئے۔

سوال :۔ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا سمجھتے ہیں؟

جواب :۔میں مرزا غلام احمد کو وہ سب کچھ سمجھتا ہوں جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔

سوال :۔ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ اس کے مطابق ان کو نبی مانتے ہیں۔

جواب :۔میں مرزا غلام احمد کو نبی مانتا ہوں۔ وہ دوسرے نبیوں سے الگ نبی نہیں ہیں۔ نبی کا تعلق براہ راست خدا سے ہوتا ہے وہ جھوٹا ہے یا سچا اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ ماننے والوں پر نہیں۔ نبی کے معنی خبر دینے والا ہوتے ہیں اس

لفظ پر جوش میں نہیں آ جانا چاہئے۔

سوال :۔جو مرزا غلام احمد کو نبی تصور نہیں کرتے یا نبی نہیں مانتے ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :۔جو نبی کا انکار کرے گا وہ منکر ہے۔

سوال :۔کیا آپ اسلام کی تبلیغ کے لئے حکومت پاکستان سے کوئی امداد حاصل کرتے ہیں یا کریں گے؟

جواب :۔ہم حکومت کی امداد کے محتاج نہیں ہیں۔

سوال :۔ سر ظفر اللہ نے قائداعظم کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا تھا؟

جواب :۔ سر ظفر اللہ میرا بھائی ہے مگر میں اس سے نفرت کرتا ہوں کیونکہ جو اسلام کے سلسلہ میں تعاون نہیں کرتے میں ان سے نفرت کرتا ہوں۔

سوال :۔کیا آپ قادیان کے حصول کے لئے بھارت سے بات چیت کرنے کو تیار ہیں؟

جواب :۔ پیشگوئی یہ ہے کہ قادیان ہمیں حاصل ہو کر رہے گی اور اسے ہم خدائی طاقت سے حاصل کریں گے اس کے لئے ہم بھارت سے بات چیت کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سوال :۔کیا سقوط مشرقی پاکستان میں ایم ایم احمد بھی اتنے قصور وار ہیں جتنے کے یحییٰ خان؟

جواب :۔اس بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن مسلمانوں کا جو طرز عمل ہے اس سے ایک بنگلہ دیش تو کیا کئی بنگلہ دیش بن سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ قادیاں میں احمدیہ مشن نے بنگلہ دیش کو اس لئے تسلیم کیا کہ حکومت ہند نے اس پر دباؤ ڈالا تھا۔

سوال :۔احمدیوں کی حکومت کے بارے میں کوئی پیش گوئی ہے؟

جواب :۔اس بارے میں واضح واضح پیش گوئی ہے اور احمدیوں کی حکومت دس سال کے اندر اندر قائم ہو جائے گی۔

ڈاکٹر ابراہیم کی پریس کانفرنس یہاں ختم ہو گئی اور اخبار نویس اٹھ کھڑے ہوئے لیکن کسی صاحب نے پھر سر ظفر اللہ کا نام لیا تو ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک جواب

کے بالکل برعکس یہ کہا کہ سر ظفر اللہ قوم کا باپ ہے اس نے پاکستان بنایا ہے یہ بات الگ ہے کہ قائداعظم نے اسے وزیر خارجہ بنا دیا۔

بحوالہ روزنامہ ایام لائل پور' ۲۷ مارچ ۱۹۷۲ء لائل پور

۲۶ مارچ (سٹاف رپورٹر) احمدی مبلغ ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب جو کہ یوگنڈا کے شہر کمپالا میں مقیم ہیں اور ان دنوں پاکستان آئے ہوئے ہیں انہوں نے آج ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ سر ظفر اللہ بابائے قوم ہیں اور پاکستان انہوں نے بنایا تھا لیکن اس کے برعکس ڈاکٹر ابراہیم نے یہ بھی کہا کہ وہ سر ظفر اللہ سے اس وجہ سے نفرت کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے لئے ان سے تعاون نہیں کرتے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پیش گوئی کے مطابق احمدیوں کی حکومت دس سال کے اندر اندر قائم ہو جائے گی۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے میں انہیں اس کے مطابق سمجھتا ہوں۔ اور جو شخص نبی کو نہیں مانتا وہ منکر ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں ڈاکٹر حکیم ابراہیم نے کہا کہ احمدیہ مشن ان کو تبلیغ کے لئے لٹریچر وغیرہ اور سہولیات فراہم کرتا ہے اور وہ حکومت کی امداد کے محتاج نہیں ہیں۔ (روزنامہ عوام لائل پور ۲۷ مارچ ۷۲ء)

بہاولپور میں مرزائیوں اور عیسائیوں کی تخریبی سرگرمیاں

بروز جمعہ بہاول پور شہر کی تمام جامع مساجد (تقریباً" تیس جامع مساجد) کے اجتماعات میں مرزائیوں اور عیسائیوں کی تخریبی سرگرمیوں پر اظہار افسوس کیا گیا۔ خاص طور پر مرزائی آفیسروں کی مسلسل تخریبی کارروائیوں اور مرزائیت نوازی اور بہاول پور کی پر امن فضاء کو مکدر کرنے کا ذکر کرتے ہوئے تمام خطباء حضرات نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک دشمن عناصر کی سخت نگرانی کی جائے اور عوام سے پرامن رہنے کی ہدایت کی گئی کہ سالمیت ملک اسی میں ہے منددرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔ یہ اجتماعات مرزائی اور عیسائی لوگوں کی تخریبی سرگرمیوں کو بری نگاہ سے دیکھتے ہوئے حکام بالا سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ اولین فرصت میں ایسے

تخریبی عناصر کی تخریبی سرگرمیوں کو فوراً" بند کیا جائے اور کڑی نگرانی رکھی جائے۔
صادق پبلک سکول جیسے بڑے تعلیمی ادارے کے اہم منصب "پرنسپل" کے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا جا رہا ہے۔ جو مرزائی عقائد رکھتا ہے اور ہر مرزائی افسر اپنے قادیانی مشن کی تبلیغ اور اہل اسلام کی حق تلفی سے باز نہیں آتا۔
لہذا انتظامیہ کمیٹی اور حکومت سے مطالبہ ہے کہ اس تعلیمی ادارے کو تخریبی اور سازشی عناصر سے پاک رکھا جائے تاکہ ملت اسلامیہ کے نونہالوں کے معصوم ذہن تخریبی اور خلاف اسلام سازشوں سے محفوظ رہیں۔
کنٹونمنٹ بورڈ بہاول پور کا ایک اعلیٰ آفیسر مرزائی ہے۔ کافی عرصہ سے بہاول پور کی پرامن فضا کو مکدر کرنے کی سازشیں کر رہا ہے بہاول پور شہر میں سقوط ڈھاکہ کے عظیم المیہ کے بعد عیسائی مشنری کا "دارالحیات" کتب خانہ کھولنا اور لٹریچر تقسیم کرنا یہ کسی اور عظیم المیہ کے لئے ایک بڑی سازش کی کڑی معلوم ہوتی ہے لہذا حکام بالا سے پر زور مطالبہ ہے کہ جلد از جلد اس عیسائی کتب خانہ کو بند کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مطمئن کرے۔"   عمردین ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور

مرزائیت سے توبہ اور قبول اسلام

پشاور کے پرفیومری کے ممتاز تاجر جناب شیخ عبدالحمید صاحب ولد شیخ محمد جان نے قادیانیت سے تائب ہو کر جامع مسجد قائم علی خان میں نماز عصر کے بعد مولانا محمد یعقوب القاسمی مہتمم "دارالعلوم پشاور" کے دست حق پرست پر مذہب اہل سنت والجماعت اسلام قبول کر لیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان لا کر مرزا غلام احمد قادیانی کو دجال۔ کذاب اور کافر قرار دیا۔ اس مبارک موقع پر موجود سینکڑوں مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر اسلام اور ختم نبوت زندہ باد کے ایمان افروز نعرے لگائے اور شیخ عبدالحمید صاحب کو مبارک باد دی۔
محترم شیخ صاحب موصوف کے والد آنجہانی شیخ محمد جان بہت بڑے قادیانی گزرے ہیں۔   (خدام الدین ۱۴ اپریل ۱۹۷۲)

چینی سفیر ربوہ میں

۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو چینی سفیر پاکستان کی بدنام ترین بستی ربوہ میں پہنچے ایک دن اور رات ربوہ میں بسر کی ربوہ میں مرزائیوں کے دفاتر ان کی عبادت گاہوں اور درس گاہوں کو دیکھا مرزائیوں نے ان کی آمد پر انہیں استقبالیہ دیا۔ جس میں کافی تعداد میں مرزائی شامل ہوئے۔ خلیفہ ربوہ اور دوسرے قادیانی حکام نے علیحدگی میں ان سے مذاکرات کئے۔ یہ خبر آج تک ملک کے کسی روزنامہ میں شائع نہیں ہوئی مرزائیوں نے اسے مصلحتاً پریس میں نہیں آنے دیا۔

چین ہمارا ایک عظیم ہمسایہ ملک ہے اور اس نے ہر آڑے وقت میں پاکستان کی قابل قدر امداد و حمایت کی ہے پاکستانی عوام چین کو نہایت ہی احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چینی سفیر کے ربوہ جیسی بدنام بستی میں اچانک جا پہنچنے پر سفیر موصوف کو نشانہ تنقید بنانے کی بجائے ربوہ کو ہی ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے۔

درحقیقت مرزائی چند سالوں سے نہایت ہی خطرناک قسم کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش میں تبدیل ہو جانے میں مسٹر ایم۔ ایم احمد اور چوہدری ظفر اللہ خاں کی مساعی سیاہ کا بھی مکمل دخل بتایا جاتا ہے اور مختلف بیرونی ممالک سے مشتبہ قسم کے تعلقات بھی خالی از خطرہ نہیں ہیں۔

تعجب ہے کہ چین ایک آزاد اور سامراج دشمن ملک ہے اور ربوہ انگریزوں کی روحانی تخلیق اسی طرح اہل ربوہ انگریزوں کی خود کاشتہ پودا جماعت سے تعلق رکھتے ہیں کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ اجتماع ضدین کیسے وقوع پذیر ہوا ہے ایک طرف تو ربوہ نے پاکستان اور چین کی دوستی سے یہ فائدہ اور اعزاز حاصل کرنے کی کوشش کی کہ اس نے چینی سفیر کو ربوہ میں بلا کر اس سے براہ راست رابطہ پیدا کرنا چاہا ہے لیکن دوسری طرف وہ عربوں کے سلسلہ میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خلاف اسرائیل سے گہرے اور مشکوک قسم کے تعلقات استوار کر کے تبلیغی مشن کے نام پر وہاں اپنا سفارت خانہ قائم کئے ہوئے ہے۔ یہ سب متضاد

اور ناقابل فہم حالات ایک ایسا معمہ ہیں جو ربوہ کی مہدویت' مسیحیت اور نبوت کے گورکھ دھندے کی طرح ہماری سمجھ سے بالا تر ہیں۔ ملک جن مصائب میں مبتلا ہے اور جس نازک دور سے گذر رہا ہے اور مشرقی پاکستان کے غارت ہو جانے کے بعد اس حصہء وطن کے متعلق دشمن جو عزائم رکھتا ہے ایسی نازک صورت حال کے ہوتے ہوئے کوئی ایسی چیز جو پاکستان کے عوام کو مشتبہ اور مشکوک معلوم ہوتی ہو ناقابل برداشت ہے عوامی حکومت کو ملک کے مفادات اور عوامی جذبات کے پیش نظر نہایت ہی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ (لولاک ۱۰ مئی ۱۹۷۲ء)

عرب ممالک اور سر ظفر اللہ

عرب لیگ کونسل نے ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کی رکنیت کے لئے پاکستان کے سر ظفر اللہ کا نام واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

سر ظفر اللہ خاں مرزائی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے کئی سال تبلیغ مرزائیت کے لئے وقف کئے اور حکومت پاکستان کے خزانہ عامرہ سے خطیر رقم حاصل کر کے بیرونی ممالک میں تبلیغ مرزائیت کے اڈے قائم کئے ہیں۔ پاکستان کے عوام ان کے خلاف بے حد نفرت و حقارت کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن پاکستان کے سابق حکمرانوں نے غیر ملکی طاقتوں کے دباؤ کے تحت سر ظفر اللہ خاں کو وزارت کی کرسی پر براجمان رکھنا ضروری سمجھا۔ ۱۹۵۳ء میں جب سر ظفر اللہ کے خلاف زبردست تحریک اٹھ کھڑی ہوئی تو اس دور کے حکمرانوں نے انہیں وزارت سے ہٹا کر بین الاقوامی عدالت انصاف کا جج مقرر کرا دیا۔

آج عرب ممالک پر جب سر ظفر اللہ خاں کی حقیقت واضح ہوئی اور انہیں علم ہوا کہ سر ظفر اللہ خاں سامراجی طاقتوں کا ایجنٹ اور نبوت کاذبہ پر ایمان رکھنے والا مرزائی مبلغ ہے تو انہوں نے اس کی تائید و حمایت سے انکار کر دیا ---- عرب ممالک کے علاوہ حکومت پاکستان کو اس غیر مقبول' غیر نمائندہ اور عوام کی نگاہ میں ناپسندیدہ شخص کی تائید و حمایت سے دست کش ہو جانا چاہئے اور کسی ایسے شخص کی تائید کرنی

چاہئے جو پاکستانی عوام میں مقبول ہو اور ہمارے ملکی و ملی مفادات کی نگہداشت کرنے کی پوری پوری اہلیت کا مالک ہو۔ (خدام الدین ۲۶ مئی ۱۹۷۲ء)

ختم نبوت کانفرنس لاہور

حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم صوبہ سرحد میں وزیر اعلیٰ بننے کے بعد پہلی بار پنجاب تشریف لا رہے تھے حضرت مولانا لال حسین اختر نے پشاور جا کر آپ کو مبارک باد پیش کی اور ساتھ ہی درخواست کی کہ پنجاب تشریف لاتے ہی سب سے پہلے آپ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمائیں۔ حضرت مفتی محمود صاحب اس کے لئے دل و جان سے آمادہ ہو گئے لاہور شہر ۱۹۵۳ کی تحریک ختم نبوت میں قربانیوں کا محور و مرکز تھا۔ یہ اس تحریک میں پاکستان کا پہلے مارشل لاء کی صعوبت سے دو چار ہوا دس ہزار شہدائے ختم نبوت کے ایثار و اخلاص کی داستانیں اس سے وابستہ تھیں۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ کی حیثت سے پہلی بار پنجاب میں تشریف آوری پر اس شہر کو کانفرنس کے لئے منتخب کیا۔ ۴ جون ۱۹۷۲ء کو کانفرنس عین اس جگہ دہلی دروازہ کے ساتھ کے گراؤنڈ میں منعقد ہوئی جہاں سے ۵۳ میں نکلنے والے جلوس پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔ رات کو کانفرنس منعقد ہوئی۔ مارچ ۱۹۵۳ میں حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے اس میدان سے پہلا جلوس نکال کر تحریک ۱۹۵۳ کا آغاز کیا تھا۔ آج اسی درویش حضرت لاہوری کے صاحبزادے مولانا عبیداللہ انور اسی کانفرنس کے صدر تھے۔ جلسہ منعقد ہوا۔ سبحان اللہ۔ العظمتہ للہ۔ فقیر راقم کو اس جلسہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہے اس کی اخباری رپورٹ ملاحظہ ہو۔

لاہور۔ ۴ جون آج تیسرے پہر لاہور کے ہوائی اڈے پر اسلامیان لاہور کے ایک جم غفیر نے مولانا مفتی محمود وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کا والہانہ استقبال کیا' مفتی صاحب وزارت اعلیٰ کا منصب سنبھالنے کے بعد پہلی بار لاہور آئے تھے۔

حضرت مفتی صاحب جب مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبیداللہ انور کی

معیت میں ہوائی جہاز سے باہر آئے تو لاہور کا ہوائی اڈہ مفتی محمود زندہ باد مولانا غلام غوث ہزاروی زندہ باد۔ جمیعت العلمائے اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ جمیعت کے سیاہ و سفید دھاری دار پرچم ہوائی اڈے کی فضا میں لہرا رہے تھے رات ساڑھے نو بجے باغ بیرون دہلی دروازہ میں مجلس تحفظ نبوت پاکستان کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان یک روزہ کانفرنس منعقد ہوئی پورا باغ حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ شمع رسالت کے ایک لاکھ پروانوں کا اجتماع ان کا جوش و خروش تحریک تحفظ نبوت ۱۹۵۳ء کے دنوں کی یاد تازہ کر رہا تھا۔

وطن عزیز پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اس لئے ملک کا نیا دستور اسلامی روایات و اقدار کا حامل ہونا چاہیے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا لال حسین صاحب اختر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ختم نبوت کانفرنس لاہور کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کانفرنس میں اندازاً" ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبیداللہ انور نے فرمائی جبکہ مہمان خصوصی حضرت مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کی ذات ستودہ صفات تھی۔ مولانا لال حسین صاحب نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا اور اس کے مفادات کے ایجنٹ ہیں مولانا نے فرمایا کہ آئین میں ختم نبوت کے تحفظ کی موثر ضمانت دی جائے اور جس آئین میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت نہ کی گئی ہو۔ وہ ہمارے نزدیک غیر اسلامی ہو گا۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کے سلسلہ میں مولانا نے ارشاد فرمایا کہ یہ عوام کا متفقہ مطالبہ ہے اس پر ملک میں ریفرینڈم ہونا چاہیے۔

مولانا تاج محمود مدیر لولاک لائل پور نے اپنی تقریر کے دوران قادیانیوں کی ملک دشمنی کے واضح ثبوت پیش کئے اور الزام لگایا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ قادیانیوں کے لندن پلان کے تحت ایک سازش تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مرزائی دن رات اس تگ و دو میں ہیں کہ پاکستان کو ہندوستان میں ضم کر کے اکھنڈ بھارت بنا دیا جائے۔ کیونکہ ان کی جماعت کے مفادات اسی میں مضمر ہیں۔ مرزائیوں نے روز اول سے ہی پاکستان کو دل

سے تسلیم نہیں کیا۔ سقوط مشرقی پاکستان ان کی سازشوں کی ایک کڑی ہے۔

مولانا نے فرمایا۔ کہ مرزائی مبلغ کی ۲۶ مارچ کو لائلپور میں پریس کانفرنس کے دوران مرزائیوں کی حکومت قائم ہونے کی دھمکی ان کی خفیہ منصوبہ بندی کی نشان دہی کرتی ہے۔ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری ساہیوال نے اپنی تجویز پر اظہار خیال فرماتے ہوئے پاکستان کی سالمیت کے لئے اسلامی آئین کو شرط اول قرار دیا۔ مولانا تاج محمود نے اپنی پیش کردہ تجاویز کے ذریعہ مطالبہ کیا۔ کہ آئین میں ہر نوع کے دعویٰ نبوت کو قابل تعزیز جرم قرار دیا جائے۔ نیز قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے برطرف کیا جائے۔ مولانا تاج محمود نے شراب کی بندش۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دینا۔ رخصت جمعہ وغیرہ کے اہم اقدامات پر سرحد حکومت کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ دوسرے صوبوں کو بھی اس نیک کام میں صوبہ سرحد کی تقلید کرنا چاہئے آپ کے بعد مولانا لال حسین اختر نے مہمان خصوصی حضرت مفتی محمود وزیر اعلیٰ سرحد کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ مولانا لال حسین نے دین اسلام کے تحفظ اور جنگ آزادی میں علماء کی خدمات کا مفصل تذکرہ کیا اور اسلامی آئین نافذ کرنے کے سلسلہ میں مفتی صاحب کی کوششوں کو سراہا۔ اور اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے مکمل تعاون پیش کیا آپ نے اس یقین کا اظہار فرمایا۔ کہ انشاء اللہ آئین اسلامی کے سلسلہ میں آپ کی کوششیں بار آور ہوں گی اور عقیدۂ ختم نبوت کا مؤثر تحفظ ہو گا۔ قادیانی ارتداد سے امت مسلمہ کی حفاظت ہو گی۔ آپ کے بعد قائد انقلاب اسلامی مفتی اعظم مولانا مفتی محمود نعروں کی گونج میں مائیک پر تشریف لائے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ تحفظ ختم نبوت کے اس اجلاس میں شرکت نہ صرف سعادت بلکہ ذریعہء نجات سمجھتا ہوں مولانا لال حسین نے جو توقعات سپاسنامہ میں مجھ سے وابستہ کی ہیں۔ انشاء اللہ وہ پوری ہوں گی۔ اسلامی روایات و اقدار کے احیاء کے لئے آپ مجھے ہر جگہ موجود پائیں گے میری تمام کوششیں اور صلاحیتیں اسلامی آئین کے لئے وقف ہوں گی۔ فرمایا کہ ملک پچیس برس آئین سے محروم رہا آج پہلی دفعہ مرکز اور صوبوں میں ایسی حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ جنہیں براہ راست

عوام نے منتخب کیا ہے آج سے پہلے یہ ملک آمریت کا گھوارہ تھا اور عوام ظلم و ستم سے کراہ رہے تھے۔ لیکن آج عوام کی اپنی حکومت ہے اس لئے مولانا لال حسین اور مولانا تاج محمود صاحب کو پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ آج آپ کی اپنی حکومت ہے۔ آپ جو چاہیں گے وہی ہو گا۔ یہ حکومت عوام کی حکومت ہے جو عوام حکومت بنا سکتے ہیں۔ وہ گرا بھی سکتے ہیں اس لئے کہ جمہوریت میں عوام ہی قوت کا اصل سرچشمہ ہوتے ہیں۔

آج مارشل لاء مرچکا ہے۔ میں نے اس سے قبل آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم مارشل لاء کو ایسی گہری قبر میں دفن کریں گے جہاں سے وہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکے۔ الحمد للہ اب یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ آج کے بعد یہاں مارشل لاء نہ آسکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ عبوری آئین میں کافی نقائص ہیں۔ ہم اس سے مطمئن نہیں۔ اس لئے نہ ہم نے اس کے حق میں ووٹ دیا نہ اس کے خلاف مخالفت اس لئے نہیں کی کہ مارشل لاء اسی طرح اپنی موت مر سکتا تھا۔ آج مستقل آئین کے لئے ۲۵ رکنی کمیٹی کام کر رہی ہے میں بھی اس کا رکن ہوں۔ ہم انشاء اللہ آپ کو اس طرح کا آئین دیں گے جو آپ کی توقعات اور خواہشات کے مطابق ہو۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ آئین میں اس بات کا واضح اعتراف ضروری ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ شام، عراق، لیبا، مصر میں سرکاری مذہب اسلام ہے جبکہ ان حکومتوں نے اسلام کو قبول کیا ہے اور ہم نے اس سلطنت کو ہی صرف اسلام کے لئے حاصل کیا ہے۔ جب وہ ملک اسلام کو سرکاری مذہب قبول کرتے ہیں۔ تو ہمیں فوراً ایسا کر کے اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ میری تقریر نہ کسی کے خلاف ہے نہ کسی کے حق میں ہے۔ اس لئے کہ میری آواز عوام کی آواز ہے۔ آپ نے ملک بھر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ سب جماعتیں مسلمانوں کی ہیں۔ ان میں سے کوئی پارٹی اسلام کے بغیر ایک منٹ نہیں چل سکتی۔ اس لئے کوئی جماعت آئین کے سلسلہ میں میری اس آواز کے خلاف نہیں اٹھ سکتی۔ میں پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت کا مذہب اسلام ہو گا۔ اسلام میں

اقلیتی پارٹیوں کو نہ صرف رہنے کا حق ہے بلکہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیت کی عزت' مال و جان کی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح وہ مسلمانوں کی کرتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ کرۂ ارض پر بہت سے کیمونسٹ ممالک موجود ہیں۔ جن کا سرکاری مذہب کیمونزم ہے وہاں ناممکن ہے کہ ملک کا سربراہ' گورنر' کمانڈر انچیف یا کوئی اور عہدیدار کیمونزم پر یقین نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح جب ہم نے فیصلہ کر لیا کہ مملکت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا تو ناممکن ہے کہ کوئی غیر مسلم کسی کلیدی آسامی پر آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح سرکاری مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد لازم ہو گا کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے تاکہ کوئی شخص جو خدا' رسول ختم نبوت اور آخرت کا منکر ہو اور اپنا نام مظفر احمد یا عبدالعلی رکھ کر پاکستان کا صدر بن سکے۔ ہم نے اپنے مسودہ میں مسلمان کی جامع مانع تعریف کر دی ہے۔

ہمیں کہا جاتا ہے کہ علماء کا مسلمان کی تعریف پر اتفاق نہیں ہم نے اس چیلنج کو اس وقت قبول کر لیا اور اسمبلی کے اجلاس میں مسلمان کی تعریف کر دی۔ جو ریکارڈ میں موجود ہے اس لئے اب اسمبلی پر لازم ہے کہ اس تعریف کو آئین میں شامل کر لے آپ نے فرمایا کہ جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا تو پھر لازم ہو گا کہ کسی مسلمان کو مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ غیر مسلم تو اسلام قبول کر سکے گا۔ لیکن مسلمان کو حق نہ ہو گا کہ وہ یہودی' عیسائی یا مرزائی بن سکے۔ یہودی مرزائی بن سکے گا۔ مرزائی کو حق ہو گا کہ عیسائیت کو قبول کر لے۔ لیکن مسلمان کو قطعاً" تبدیلی مذہب کی اجازت نہ ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ پاکستان کی بنیاد جمہوریت پر ہونی چاہئے میں جمہوریت کا نہ صرف قائل بلکہ جمہوریت کی بحالی کے لئے میں نے جو کوششیں کی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں لیکن مسلمانوں اور کافروں کی جمہوریت میں فرق ہے ہمیں اسلام کی جمہوریت چاہئے۔ یورپ کی نہیں۔ کیونکہ یورپ کی جمہوریت کے بانی انسان ہیں اور اسلام کی جمہوریت کا بانی خدا ہے۔ مغربی جمہوریت میں حاکمیت عوام کی ہے۔ جب کہ اسلام میں حاکمیت

اللہ تعالٰی کی ہے تمام دنیا کے عوام اگر شراب' زناء کو حلال کہیں تو اسلامی جمہوریت میں حلال نہ ہو سکے گی۔ حرام ہی رہے گی کیونکہ خدا اور اس کے رسولؐ نے حرام کیا ہے۔ انگلینڈ کی جمہوریت نے مرد کے مرد کے ساتھ جنسی تعلقات کو جائز قرار دے دیا ہے۔ ہم ایسی جمہوریت کے قائل نہیں۔ اسلامی جمہوریت میں عوام کو اتنا بلند مقام دیا گیا ہے کہ ایک عامی انسان خلیفۂ وقت پر عین جمعہ کے وقت اس کے کرتے اور تہ بند کے متعلق سوال کر سکتا ہے اور خلیفہ مجبور ہے کہ اس عوامی آدمی کی تسلی کرائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہم تسلیم کر لیں کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا تو لازم ہے کہ ہم قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہ بنائیں۔ کیونکہ اسلام کی اساس انہی پر قائم ہے فرمایا کہ ہم ایسا آئین چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے پاکستانی عوام خوشحال ہوں ملک مستحکم ہو اور ملک سے سامراج کا جنازہ نکل جائے۔

آپ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہئے میں صوبہ سرحد کا وزیر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سرحد کے مرد و زن' خورد و کلاں پاکستان کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنے آپ خود۔ اب غدار غدار کی رٹ لگانی چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے ایک دوسرے کو غدار کہہ کر ملک کے حصے بخرے کر دیئے تو غدار تم خود ہوگے۔ یہ نہ سمجھو کہ سرحد پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا نہ ہم علیحدہ ہوں گے نہ آپ کو علیحدہ ہونے دیں گے۔ ہمارا ایک پاکستان پر ایمان ہے۔ آپ نے مثال دے کر ارشاد فرمایا کہ ملک اور صوبوں کی مثال جسم کی ہے اگر جسم کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا جائے تو جسم باقی رہے گا اگرچہ ادھورا ہو جائے گا۔ لیکن جو حصہ علیحدہ ہوا وہ گل سڑ کر ختم ہو جائے گا ہم پاکستان کے ساتھ رہیں گے علیحدہ ہو کر اپنی موت پر دستخط نہ کریں گے کیونکہ جو صوبہ علیحدہ ہو گا ختم ہو جائے گا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں اب صوبائی منافرت نہ پھیلائیں اخبارات صوبائی منافرت کو قومی سالمیت کے لئے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارا ملک اب کسی قسم کے انتشار کا متحمل نہیں۔ صوبہ سرحد پنجاب کا چھوٹا بھائی اور بڑے بھائی کا ادب و احترام ضروری خیال کرتا ہے اور پنجاب سے بڑے کی حیثیت میں دست شفقت کا متمنی ہے

تاکہ ہمارا ملک باہمی اعتماد و اخوت کی فضا میں پھلے' پھولے اور دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ایک صاحب نے جو جمعیت کی مخالف جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یہ بے پر کی اڑائی ہے کہ ایک صوبائی وزیر نے کسی محفل میں شراب پی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ میری وزارت میں اگر کوئی شراب نوشی کرے تو وہ میری وزارت میں وزیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بندش شراب کے بعد باڑہ (آزاد قبائل) میں شراب کی دوکانیں کھل گئی ہیں۔ فرمایا یہ قطعاً غلط ہے۔ قبائلیوں نے جو ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ اس شبہ میں ایک دوکان کو آگ لگا دی کہ اس کے مالک کے متعلق انہیں معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ شراب کا کاروبار کرتا ہے ان کے جرگہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر کسی کے پاس شراب برآمد ہوئی تو اسے پانچ صد روپے جرمانہ کیا جائے آپ نے فرمایا کہ صوبہ سرحد میں شراب کی چور بازاری کی سب افواہیں غلط ہیں اس قسم کی افواہیں وہ لوگ پھیلاتے ہیں۔ جو دل سے بندش شراب کے خلاف ہیں یا شراب بندی کا کریڈٹ جمعیتہ کے قبضہ میں دیکھ کر انہیں تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ سابق صدر یحیٰ نے ایبٹ آباد (سرحد) میں شراب چھوڑ دی ہے اس نے شراب چھوڑی نہیں بلکہ چھڑائی گئی ہے۔ جب سپلائی ہی بند ہے تو وہ کہاں سے پیئے۔ گزشتہ دنوں ایک ملک کے بادشاہ صوبہ سرحد تشریف لائے۔ تو انہوں نے یہ کہہ کر شراب کو منہ نہ لگایا کہ جب صوبہ میں شراب پرپابندی ہے تو میں پی کر قانون کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا میں نے پانچ رکنی بورڈ بنا دیا ہے جس میں تین جید علماء اور دو ماہرین قانون موجود ہیں وہ بہت جلد اپنی رپورٹ حکومت سرحد کو پیش کر دیں گے۔ جس کی روشنی میں حکومت سرحد اپنے تمام قوانین اسلام کے سانچے میں ڈھال لے گی۔

کانفرنس کی ابتداء میں مولانا سید منظور احمد شاہ مرکزی مبلغ تحفظ ختم نبوت اور اللہ وسایا مبلغ تحفظ ختم نبوت لائل پور نے بھی خطاب کیا۔ شاعر ختم نبوت جناب سید محمد امین گیلانی نے اپنے مخصوص والہانہ انداز میں ختم نبوت کے متعلق اپنا جذباتی کلام

سنا کر سامعین کو مسحور کر دیا۔ کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس ایک بجے شب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

قرارداد نمبر۱:۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع پاکستان کی دستور ساز اسمبلی پر بالعموم اور اس کی متعین کردہ پچیس رکنی آئین کمیٹی پر بالخصوص یہ واضح کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ تشکیل پاکستان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اس سرزمین کا آئین اسلامی ہو گا اور یہاں پر اسلامی روایات اور اقدار کو فروغ دیا جائے گا گذشتہ ۲۵ سال سے مسلمانان پاکستان ایک آواز ہو کر یہ مطالبہ کرتے چلے آ رہے ہیں کہ پاکستان کا آئین اسلامی بنیادوں پر بنایا جائے۔

اب جبکہ دستور ساز اسمبلی کی متعین کردہ پچیس رکنی کمیٹی دستور کی ترتیب میں مصروف ہے۔ مسلمانان پاکستان اس عظیم کانفرنس کے توسط سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ آئین کو مختلف مکاتیب فکر کے علماء کرام کے متفقہ ۲۲ نکات کی بنیاد پر مرتب کیا جائے۔

قرارداد نمبر۲:۔ مجلس تحفظ نبوت پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع اپنے جذبہ ملی کے پیش نظر حکومت پاکستان پر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ قادیانی جماعت اپنے کفریہ عقائد کے علاوہ خطرناک سیاسی عزائم رکھتی ہے جس میں حرمت جہاد اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف اکھنڈ بھارت کا الہامی عقیدہ شامل ہے۔ قادیانی آفیسر اس سلسلہ میں حکومت پاکستان کی بجائے ربوہ کی ہدایات کے پابند رہے ہیں۔ اس لئے ملک و ملت کی سالمیت کے لئے ضروری ہے کہ تمام اہم اور کلیدی آسامیوں سے قادیانی آفیسوں کو فوراً ہٹایا جائے۔

قرارداد نمبر۳:۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ عظیم الشان کانفرنس پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے بالعموم اور آئین کمیٹی کے پچیس ارکان سے بالخصوص یہ مطالبہ کرتی ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت جو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور جس میں امت اسلامیہ کی وحدت اور بقا کا راز مضمر ہے۔ کو دستور کی ترتیب میں مؤثر تحفظ دیا جائے اور مرزا غلام احمد اور اس کے جملہ متبعین جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت سے انکار کرتے ہوئے

قادیانی نبوت اور قادیانی امت کو جنم دیا۔ ان کے عقائد باطلہ اور عزائم فاسدہ کی روشنی میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر نوع کے دعویٰ نبوت کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

قرارداد نمبر۴:۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع اپنے جذبہء ملی کے پیش نظر حکومت سرحد کو بالعموم اور جناب ارباب سکندر خاں خلیل گورنر سرحد اور حضرت مفتی محمود وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کو بالخصوص ان کے تمام اہم اسلامی اقدامات جن میں شراب پر مکمل پابندی۔ اردو سرکاری زبان قرار دینا۔ صوبائی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے علماء و وکلاء پر مشتمل بورڈ کا قیام جینز پر پابندی' جمعہ کے روز سرکاری تعطیل شامل ہیں۔ دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور ان کے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک عزائم میں کامیابی دے۔ نیز یہ اجلاس پاکستان کے دوسرے صوبوں کی حکومتوں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ صوبہ سرحد کی حکومت کے ان نیک اقدامات کی تقلید کرتے ہوئے اسلامی معاشرہ کے قیام و احیاء کے لئے کوشش کرے۔ (خدام الدین ۲۹ جون ۱۹۷۲ء)

وارننگ

لاہور۔ ۳۱ مئی۔ آج مولانا عبیداللہ انور امیر جمعیتہ علماء اسلام صوبہ پنجاب و ایڈیٹر ہفت روزہ "ترجمان اسلام لاہور" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی ہدایت کے مطابق ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب کی عدالت میں پیش ہوئے۔ جناب اے' ڈی' سی صاحب کا رویہ کرخت اور توہین آمیز تھا۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ ترجمان اسلام میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہ شائع کی جائے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اظہار ہوتا ہو۔ اگر آئندہ ایسا کیا گیا تو ہفت روزہ ترجمان اسلام کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا جائے گا۔

اس موقعہ پر مولانا عبیداللہ انور نے کہا کہ ہم نے بحیثیت مسلمان حق بات کا اظہار کیا ہے اور یہ ہمارے عقیدے اور نظریئے کے مطابق ہے ہم اپنے عقیدے کے

خلاف نہیں کر سکتے۔

اے۔ ڈی۔ سی صاحب نے کہا ہم عقیدے اور حق وق کو نہیں جانتے قانون کو جانتے ہیں قانون کے خلاف کوئی بات ہو گئی تو ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔

(خدام الدین ۱۹ جون ۱۹۷۲ء)

لاہور کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کی وساطت سے ہفت روزہ ترجمان اسلام کے ناشر حضرت مولانا عبیداللہ انور کو وارننگ دی گئی ہے کہ آئندہ ترجمان اسلام میں یہ نہ لکھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت قابل جرم قرار دیا جائے۔

ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کی وارننگ پر حضرت مولانا عبیداللہ انور نے کہا چونکہ مروجہ قانون میں ہر شخص کو اپنے مذہبی عقیدے کے اظہار اور اس کی تبلیغ کی اجازت ہے لہٰذا ہم اپنا مذہبی فریضہ ادا کر رہے ہیں عقیدۂ ختم نبوت ہمارا جزو ایمان ہے۔ ہم نے حق بات کا اظہار کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

اس پر ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب نے دھمکی آمیز لہجہ میں وارننگ دی کہ اگر باز نہ آئے تو ترجمان اسلام کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا جائے گا۔

افسر مذکور کی وساطت سے قبل ازیں جب خدام الدین کو وارننگ دی گئی تھی۔ تو ہمارا خیال تھا کہ افسر مذکور چونکہ ایک خاص فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے اہانیت آمیز رویئے پر چنداں حیرت نہ کرنی چاہئے لیکن جب ترجمان اسلام کو بھی اسی نوعیت کی وارننگ دی گئی تو اس کا نوٹس لینا ضروری سمجھا گیا۔

خدام الدین اور ترجمان اسلام کے ناشر مولانا عبیداللہ انور کو ضلع کے ایک افسر کی وساطت سے جس بات کے اظہار سے منع کیا گیا ہے وہ زبانی نہیں بلکہ تحریری طور سے ہونا چاہئے تاکہ اس سلسلہ میں حکومت کی واضح پالیسی معلوم ہو سکے اور یہ قطعی رائے قائم کی جا سکے کہ ارباب حکومت قانون کی کس دفعہ کی خلاف ورزی کے ارتکاب سے منع فرما رہے ہیں؟

جہاں تک عقیدۂ ختم نبوت کے اظہار اور اس کی تبلیغ کا تعلق ہے ارباب حکومت نہ اس سے منع کر سکتے ہیں اور نہ ہی مروجہ قانون میں اس امر کی اجازت ہے

کہ کسی ملکی باشندہ کو اس کے مذہبی عقائد و نظریات پر بزور حکومت پابندی عائد کر دی جائے۔

ضلعی افسر کی وساطت سے ارباب حکومت نے ملک کے دو مذہبی و دینی جرائد کے ناشر کو زبانی طور سے جس بات سے منع کرنے کی تلقین کی ہے افسر مذکور خود اس کی وضاحت نہیں کر سکے کہ حکومت کا منشاء کیا ہے؟ حکومت کو تحریری طور سے اس کی وضاحت کر دینی چاہئے۔ اگر واقعی موجودہ حکومت کا منشاء یہی ہے کہ وہ پاکستان میں عقیدۂ ختم نبوت کے اظہار کو خلاف قانون قرار دینا چاہتی ہے اور بعض قادیانی و مرزائی ارباب اقتدار جان نثاران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور ان کے جذبۂ ایمانی کا امتحان لینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے صرف پاکستان کے چھ کروڑ مسلمان ہی نہیں پوری دنیائے اسلام حاضر ہے۔

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(خدام الدین ۱۸ جون ۱۹۷۲ء)

جھوٹے مدعیٔ نبوت کا قتل

لوگ اپنے مذہبی جذبات و احساسات پر کس طرح قابو پائیں؟

چند روز ہوئے پاکپتن ضلع ساہیوال سے اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ پاکپتن قائدملا اسلامیہ ہائی سکول کے ایک ٹیچر ماسٹر عبدالقیوم نے امام مہدی ہونے اور اپنے اوپر وحی الٰہی کے نزول کے سلسلہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کا دعویٰ کیا تھا۔

۱۳ جون کے امروز لاہور میں شائع شدہ اس خبر کو پڑھ کر کثیر تعداد میں لوگ اس کی تصدیق کے لئے مدعی مذکور کے پاس آنے لگے۔ ان میں علاقہ بورے والہ کے معروف دینی رہنما مولانا شیخ احمد مرحوم سابق مبلغ ختم نبوت کے دو صاحبزادگان قاری مسعود احمد اور حافظ منصور احمد اور ان کے ایک ساتھی محمد رفیق بھی بورے والا سے آئے اور مدعی سے اس کے دعاوی کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ تو اس نے مبینہ

دعاوی کا پھر اعلان کرتے ہوئے اپنے بارے میں امام مہدی اور مسیح علیہ السلام ہونے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھ پر امامت ختم ہو چکی ہے اور نبوت پھر جاری ہو گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لائیں گے۔

ان مبینہ دعاوی کو حضور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی پر محمول کرتے ہوئے مشتعل حملہ آوروں نے جھوٹے مدعیٔ نبوت و امامت کو موقع پر ہلاک کر دیا۔

اخباری اطلاعات اور لوگوں کی زبانی جو معلومات فراہم ہو سکیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مبینہ حملہ آوروں نے اپنے مذہبی جذبات سے مغلوب ہو کر جھوٹے مدعیٔ نبوت و امامت کو ختم کیا ہے۔ حملہ آور گرفتار کئے جا چکے ہیں اور عدالت ان کا فیصلہ کرے گی۔

پوری دنیائے اسلام میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت خلاف قانون ہے اور کسی جگہ بھی اس نوعیت کی گستاخانہ جسارت کا ارتکاب نہیں ہوتا کہ جس طرح بلا جھجک ہمارے ہاں اس کا ارتکاب ہو رہا ہے قیام پاکستان سے قبل انگریزی دور اقتدار میں اس طرح کی گستاخانہ جسارت فرنگیوں کی شہ پر اور ان کی انگیخت سے ہوتی تھی۔ اسلامی غیرت و حمیت رکھنے والے فرزندان اسلام اسے ہرگز برداشت نہ کرتے تھے۔ ایک اسلامی مملکت معرض وجود میں آجانے کے بعد مسلمانوں کو یقین تھا کہ اس نازک مسئلہ کی عظمت و اہمیت کا ضرور خیال رکھا جائے گا۔ لیکن پورے ملک کے متفقہ مطالبہ کے باوجود ارباب اقتدار ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اہل اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ دوسرے اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی ہر قسم کے دعوے نبوت' رسالت مسیحیت اور امامت وغیرہ کو خلاف قانون قرار دیا جائے تاکہ عامتہ المسلمین کے مذہبی جذبات مشتعل نہ ہوں اور اسلامی جوش سے مغلوب ہو کر قتل و غارت تک نوبت نہ آئے۔

اگر یہاں کے ارباب اقتدار فرنگی سامراج کی کفش برداری کی بجائے اپنی اسلامی روایات کے علمبردار ہوتے تو یہاں پر نہ کسی کو دعویٔ نبوت و رسالت کی

جسارت ہوتی اور نہ ایسے اقدامات کا ارتکاب ہوتا۔

یہاں پر اگر کوئی ارباب اقتدار کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرے تو اسے فوراً گرفتار کیا جاتا ہے' فاتر العقل ہو تو پاگل خانے میں اس کا علاج کرایا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں ملک گیر تحریک کو کچلا جا سکتا ہے جاں نثاران محمد عربیؐ کے سینے گولیوں سے چھلنی کئے جا سکتے ہیں' ہزاروں مسلمان' جیل خانوں میں قید کئے جا سکتے ہیں' مرکز اور صوبائی وزارتوں کی شکست و ریخت برداشت ہو سکتی ہے لیکن جھوٹے مدعیان نبوت پر نہ کوئی پابندی عائد ہو سکتی ہے اور نہ ہی پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و ناموس کے تحفظ کے لئے کوئی ضابطہء قانون و اخلاق وضع ہو سکتا ہے۔

جہاں یہ صورت حال موجود ہو وہاں لوگ اگر اپنے مذہبی جذبات و احساسات سے مغلوب ہو کر کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں۔ تو اس پر چنداں حیرت و استعجاب نہیں۔ (خدام الدین ۷ جولائی ۱۹۷۲ء)

بلوچستان میں قادیانیوں کی پراسرار سرگرمیاں

بلوچستان میں قادیانی جماعت کی طرف سے تحریف کردہ قرآن کریم کی تقسیم پر جو ہنگامہ اور فساد برپا ہوا اس کی تفصیلی خبر خدام الدین کے دیگر صفحات پر شریک اشاعت ہے۔ بلوچستان میں سیاسی اعتبار سے جو کبڈی کھیلی جا رہی ہے اس سے ہمیں کچھ زیادہ سروکار نہیں ہمارے پیش نظر دینی اور مذہبی پہلو ہے کہ بلوچستان میں مرزائیوں نے قرآن حکیم کے ترجمہ یا تفسیر میں تحریف کر کے موجودہ نازک حالات میں تقسیم کرنے کی جسارت کیوں کی؟

اس اشتعال انگیز اقدام کے اسباب و محرکات کیا ہیں قادیانیوں کا اس سے مقصود بلوچستان میں افراتفری اور اشتعال پیدا کر کے صوبہ کو پاکستان سے الگ کرانا تو نہیں۔ کیونکہ قادیانی جماعت کے سربراہ ایک مدت سے بلوچستان کو الگ احمدی صوبہ بنانے کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں اور ان کے اس اعلان پر پاکستان کے مسلم لیگی

ارباب اقتدار کو بارہا متوجہ کیا گیا مگر یہ احتجاج "صدا بصحرا" سے زیادہ کوئی حیثیت اختیار نہ کر سکا۔

فوج میں قادیانی عمل دخل کے بل بوتے پر حکومت کا تختہ الٹنے کی بابت ملک میں ایک عرصہ سے چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ قادیانیوں کی نیم فوجی تنظیم "فرقان فورس" ملک میں گڑبڑ پیدا کرنے کے لئے مسلح ہو کر میدان میں کود پڑی ہے۔ قادیانی حضرات کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان کو قادیانی ریاست میں تبدیل کرنے یا بلوچستان کو الگ احمدی صوبہ بنانے کی ناپاک کوشش میں کامیابی پاکستان کے چھ کروڑ فرزندان اسلام کی لاشوں پر ہی ہو سکتی ہے۔

پاکستان کے وزیر داخلہ صاحب ان دنوں جن کی توجہات اور نظر کرم کا مرکز آزاد کشمیر ہے۔ انہیں بلوچستان کی اس صورت حال کا بھی جائزہ لینا چاہئے۔ اور یہ ان کا فرض منصبی ہے کہ وہ ان اسباب و محرکات کا پس منظر معلوم کر کے قوم کو آگاہ کریں کہ اس علاقے میں قادیانیوں نے تحریف کردہ قرآن مجید کو تقسیم کرنے کی جسارت کیوں کی؟ اور ان کا مقصود کیا تھا؟ خبر کے مطابق حکومت نے قرآن مجید کے تحریف کردہ نسخے تقسیم کرنے والوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ گرفتاری ان افراد کے جانی تحفظ کے لئے ہے یا سزا کے لئے۔ قوم اس سوال کا بھی جواب چاہتی ہے۔ (خدام الدین ۲۷ جولائی ۱۹۷۲ء)

کیا صدر ذوالفقار علی بھٹو قادیانی ہیں

تحریر:۔ رفیع اللہ شہاب'

ہمارے ہاں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ صدر ناصر نے عربوں کو اسلام کے راستے سے ہٹا کر عرب نیشنلزم کا گرویدہ بنا دیا ہے اور پھر اس غلط بات کو اتنی بار دہرایا کہ اسے ایک حقیقت سمجھ لیا گیا۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے صدر ناصر کی حمایت میں بھی کچھ لکھا تو انہوں نے بھی عرب نیشنلزم کو ایک حقیقت تصور کر کے اپنی بات شروع کی لیکن جب ان سطور کے راقم کو الجزائر میں منعقد ہونے والے چھٹے

سیمینار میں شرکت کا موقع ملا تو اصل حقیقت بالکل اس کے برعکس پائی۔

یہ سیمینار عرب دنیا کا بہت بڑا سیمینار تھا جو ۲۴ جولائی ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۰ اگست ۱۹۷۲ء تک پورے اٹھارہ دن جاری رہا اگر چہ اس سے پہلے کے سالوں میں بھی پانچ سیمینار منعقد ہو چکے تھے لیکن الجزائر کی آزادی کی دسویں سالگرہ کی وجہ سے اس کی شان نرالی تھی تقریباً" تمام دنیائے اسلام سے ایک سو چوبیس نمائندوں نے اس میں شرکت کی جن میں سے پینتالیس کے قریب بین الاقوامی شہرت کے مالک علمائے اسلام نے مندرجہ ذیل چار موضوعات پر لیکچر دیئے۔

(۱) الجزائر کی آزادی کی دسویں سالگرہ اور اس کی تحریک آزادی میں اسلام کا مقام۔

(۲) عالم اسلام کی بیداری اور اس کی ترقی کی تجاویز۔

(۳) ملیانہ شہر کی ہزارویں تقریب اور الجزائر ثقافت پر اسلامی اثرات۔

(۴) تاریخ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کی رائے اور اس کی تدوین جدید کی ضرورت۔

سیمینار کا افتتاح الجزائر کے صدر جناب بومدین صاحب نے فرمانا تھا لیکن کسی دوسری اہم مصروفیت کی وجہ سے وہ خود تو حاضر نہ ہو سکے۔ البتہ ان کی تقریر الجزائر کے وزیر بنیادی تعلیم اور امور دینیہ السید مولود قاسم نے پڑھ کر سنائی۔ مختلف ممالک سے آنے والے وفود کا شکریہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے اسلامی مساوات' اسلامی انصاف' اور اسلامی اخوت کے سنہری اصولوں کو اپنانے کی دعوت دی اور پورے سیمینار میں یہی روح کار فرما رہی۔ مندوبین کو خالص اسلام کے سوا کسی چیز پر بولنے کی اجازت نہیں تھی ایک دفعہ ایک مقرر نے عرب نیشنلزم کی طرف ہلکا سا اشارہ کیا ہی تھا کہ وزیر موصوف نے سٹیج پر آکر فوراً" اسے روک دیا اور اعلان فرمایا کہ خیال رکھیئے یہ سیمینار اسلامی فکر کے بارے میں ہے اور کسی کو عرب نیشنلزم یا کسی اور علاقائی تصور کے بارے میں بولنے کی اجازت نہیں ہو گی چنانچہ ان کی اس تنبیہہ کا اثر یہ نکلا کہ سرزمین عرب پر منعقد ہونے والا یہ سیمینار اسلامی اخوت کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن گیا۔

ہر لیکچر کے بعد اس پر بحث ہوتی تھی جس میں مختلف ممالک کے نمائندے اور طالب علم حصہ لیتے تھے یہ بحثیں بڑی سنجیدہ اور دلچسپ ہوتی تھیں اور زیادہ تر پرسکون ماحول میں ہوئیں صرف دو امور پر کافی لے دے ہوئی۔ ایک عثمانی حکومت کے بارے میں تھی کہ اس نے مختلف اسلامی علاقوں بشمول الجزائر کو اسلامی خلافت میں شامل کر کے وہاں استعماری طاقتوں جیسا طرزِ عمل اختیار کیا۔ اکثر مندوبین نے اس کی مخالفت کی اور دلائل کے ذریعے ثابت کر دیا کہ ترکوں نے ان تمام علاقوں کو متحد کر کے اسلام کی عظیم خدمت سرانجام دی تھی۔

دوسرا نقطہ جس پر گرما گرم بحث ہوئی وہ مستشرقین کے بارے میں تھا۔ سیمینار میں کوئی پندرہ کے قریب مستشرق بھی موجود تھے۔ بعض مندوبین کا کہنا تھا کہ ان حضرات نے یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم کے شعبے کھول کر اہل مغرب کو اسلام سے روشناس کرانے میں بڑی مدد دی ہے خاص کر نایاب عربی مخطوطوں کو بڑی محنت سے تلاش کر کے انہیں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جو بجائے خود ایک بہت بڑی علمی خدمت ہے جبکہ بعض مندوبین کا موقف یہ تھا کہ ان حضرات نے یہ سب کچھ اہل مشرق پر اہل مغرب کے تفوق کو قائم رکھنے کے لئے کیا اور ان کے عزائم استعمار پسندانہ تھے ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ کسی نہ کسی شکل میں اہل مشرق پر اہل مغرب کی سیادت کا سکہ جما رہے۔ چنانچہ انہوں نے عربی مخطوطوں کو شائع کرنے میں ان کتابوں کو یکسر نظرانداز کر دیا جو انقلابی نوعیت کی حامل تھیں۔ بعض مندوبین نے تو اس سے بھی زیادہ سخت بات کہہ دی کہ اکثر مستشرقین کی اصل اہل یہود سے ہے اور یہ کہ مملکت اسرائیل کا وجود انہی مساعی کا نتیجہ ہے۔

اس سیمینار میں مراکش، الجزائر اور تونس کی یونیورسٹیوں کے کوئی دو ہزار طالب علم شریک ہوئے انہوں نے جس ضبط و نظم سے بحث و مباحثہ میں حصہ لیا راقم اس سے بہت ہی متاثر ہوا یہ طالب علم اٹھارہ دن تک سات گھنٹے روزانہ لیکچر اور بحث و مباحثہ نہایت ہی سکون سے سنتے رہے اور ایک مرتبہ بھی ضبط و نظم کی خلاف ورزی نہیں کی انہوں نے جس کسی مندوب سے کوئی بات دریافت کرنا ہوتی تحریر کرتے یا

کانفرنس ہال سے باہر' میں نے اپنی زندگی میں ایسے نظم و ضبط کے پابند طالب علم نہیں دیکھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی قسم کی سیاست میں حصہ نہیں لیتے بلکہ محنت کے علاوہ انہیں کسی اور کام سے کوئی سروکار نہیں۔ اس بارے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ وزیر امور دینیہ کو کئی دفعہ مندوبین حضرات' جن کی اکثریت مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسوں پر مشتمل تھی سے درخواست کرنی پڑی' کہ وہ سیمینار کے نظم و ضبط کا خیال رکھیں لیکن طالب علموں نے انہیں ایسا کوئی موقعہ نہ دیا۔

سیمینار کے روح رواں وہاں کے وزیر بنیادی تعلیم اور امور دینیہ السید مولود قاسم صاحب تھے وہ شروع سے لے کر سیمینار کے اختتام تک بنفس نفیس اس کی نگرانی کرتے رہے لیکن یہ کام ایک گمنام گوشے میں بیٹھ کر سر انجام دیتے اور صدارت کے لئے الجزائر کے مختلف اہل علم کو باری باری موقعہ دیا گیا ہاں جب بھی کوئی بات سیمینار کے مزاج کے خلاف ہوتی تو وزیر موصوف فورا" سٹیج پر تشریف لے آتے اور معاملہ کو صاف کرتے۔ عام طور پر وہ مندوبین کے ساتھ ہوٹل تشریف لاتے اور کھانے کی میز پر ان سے اسلامی ممالک کے بارے میں گفتگو فرماتے رہتے تاہم ایک دفعہ جب مجھے یونیورسٹی ہاسٹل جانے کا اتفاق ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وزیر موصوف ہاتھ میں ٹرے لئے ہوئے طالب علموں کی قطار میں کھڑے اپنے کھانے کی باری کا انتظار کر رہے ہیں جس نے بھی اس نظارے کو دیکھا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا ان کی شب و روز کی محنت کو دیکھتے ہوئے عام مندوبین کا یہ تاثر تھا کہ اگر وزیر موصوف کو اسلامی سیکرٹریٹ کا انچارج بنا دیا جائے تو وہ اس ادارے میں روح پھونک کر اسے عالم اسلامی کا ایک مفید ادارہ بنا دیں گے۔

ویسے تو سیمینار بغیر کسی چھٹی کے لگاتار جاری رہا لیکن جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مندوبین کو مختلف علاقوں کی سیر کرائی جاتی تھی پہلا جمعہ ہم نے وہاں کی مشہور مسجد جامع کتشاوہ میں پڑھا اور اس کے بعد وہاں کے صحت افزا مقام شریعہ کی طرف روانہ ہو گئے جو الجزائر شہر سے کوئی اسی کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا دوپہر کا کھانا راستے میں ایک مقام پر جو انفلعہ کے نام سے مشہور تھا کھایا یہ علاقہ پہاڑی ہونے کی وجہ سے الجزائر کی

جنگ آزادی میں خاصی اہمیت رکھتا تھا چنانچہ ہماری سیر کے دو مقاصد ہوتے تھے کہ ایک تو جنگ آزادی کے مشہور مقامات کی زیارت اور دوسرے آئندہ کے لئے تروتازگی دوسرے جمعہ کے لئے ہم لوگ الجزائر شہر سے ایک سو بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ملیانہ شہر میں گئے۔ جس کی ہزار سالہ تقریب تھی۔ وہاں کی جامع مسجد مشہور عالم مسجد قرطبہ کے نمونے پر تھی۔ ملیانہ کے شہریوں نے مندوبین کو اپنے گھروں میں کھانے کی دعوت دے رکھی تھی۔ مختصر یہ کہ الجزائر کی حکومت اور وہاں کے عوام نے مندوبین کو خوش رکھنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

مشرقی پاکستان کے المیہ پر اکثر و بیشتر مندوبین نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور پاکستان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔ شیخ الازہر ڈاکٹر محمد انحام جنہیں پاکستان میں چھ ماہ گزارنے پر فخر تھا اور وہ اہل پاکستان کی دینداری سے بہت متاثر تھے نے المیہ مشرقی پاکستان پر خصوصی ہمدردی کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ انہیں سندھ کے لسانی جھگڑے پر بھی بڑی تشویش تھی اور راقم کو اہل پاکستان کے نام ایک خاص پیغام دیا۔ جس کے عکس کو اس مضمون میں شائع کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے اپیل کی کہ یہ نازک وقت اختلافات کو ہوا دینے کا نہیں اور میں آپ لوگوں سے توقع کرتا ہوں کہ تم ہمیشہ کی طرح ایک وحدت بنے رہو گے اور دشمن کے مقابلہ کے لئے تم میں اتحاد ہونا چاہئے اور حضور صلعم کا بھی یہی فرمان ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے جھٹلاتا ہے اور تمہیں جاننا چاہئے کہ وحدت ہی سے قوت پیدا ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے پاکستانی بھائی دنیائے اسلام کی اس سب سے بڑی شخصیت کے اس پیغام پر عمل کر کے ملکی اتحاد کے لئے کوشش کریں گے'

اکثر مندوبین نے پاکستان میں نئی حکومت کے بارے میں دریافت کیا انہیں بتایا گیا کہ موجودہ حکومت عام انتخابات کے ذریعے برسراقتدار آئی ہے اور ہمارے ملک میں مکمل جمہوریت کا آغاز ہو چکا ہے ۔ اب ہماری پالیسیاں پہلے پارلیمنٹ میں پیش کی جاتی ہیں اور بحث و مباحثہ کے بعد انہیں اکثریت کے ووٹ کے ساتھ آخری شکل دی

جاتی ہے اسی بارے میں انہیں معاہدۂ شملہ کی مثال دی گئی کہ کس طرح اس معاہدہ کو پارلیمنٹ میں بحث مباحثہ کے لئے پیش کیا گیا اور اس کے بعد اس کی توثیق کی گئی خوش قسمتی سے مجھے صدر بھٹو کی نیشنل اسمبلی کی افتتاحی تقریر کے عربی ترجمے کے کوئی پچاس نسخے مل گئے جو پاکستان کے بارے میں دلچسپی رکھنے والے مندوبین کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے بارے میں یہ غلط فہمی تھی کہ وہ کوئی بڑے عالم دین ہیں راقم نے وضاحت کی کہ ہمارے ملک میں "شیخ" سے مراد ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے ہندو سے اسلام قبول کیا ہو۔

سعودی عرب کے مندوب ڈاکٹر محمد علوی مالکی پروفیسر ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ اور السید الشاذلی بالقاضی پروفیسر تیونیہ کالج تونس نے خفیہ طور پر مجھ سے دریافت کیا کہ کیا صدر ذالفقار علی بھٹو قادیانی ہیں؟ مجھے اس سوال نے چونکا دیا اور میں نے فوراً" جواب دیا کہ یہ بہتان عظیم ہے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ قادیانی ہمارے ملک میں بمشکل ایک یا دو فیصد ہیں' جبکہ صدر بھٹو کو پاکستانی عوام کی اکثریت نے منتخب کیا ہے میری اس وضاحت سے وہ بہت خوش ہوئے اور سعودی عرب کے نمائندے جناب ڈاکٹر محمد علوی مالکی نے مجھے دو کتابیں بطور تحفہ دیں لیکن مجھے اس بات کا قلق ہے کہ ہمارے بھائی جو پیپلز پارٹی کے مخالف ہیں۔ دوسرے ممالک میں ایسا غلط اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جس سے خود مملکت پاکستان کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی ہے عوامی حکومت کو اس غلط پروپیگنڈے کا خصوصی نوٹس لینا چاہیئے'

صرف دو اشخاص نے مودودی صاحب کے بارے میں بڑی تفصیل سے دریافت کیا۔ ان میں سے ایک کا نام محمد بن یوسف تھا اور وہ الجزائر کی تیل کمپنی میں کسی بڑے عہدے پر فائز تھے' دوسرے صاحب لبنان سے شائع ہونے والے اخبار شہاب کے نمائندے تھے۔ ان کو اور کچھ دوسرے حضرات کو یہ غلط فہمی تھی کہ مودودی صاحب کسی اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں راقم نے ان کی یہ غلط فہمی دور کر کے بتایا کہ وہ ایک سیاسی لیڈر اور عالم دین ہیں۔ تونس کے ایک صاحب نے کہا تو پھر وہ شیخ

مودودی ہیں۔ ان کے سیاسی اثر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہیں بتایا گیا کہ پچھلے عام انتخابات میں ان کی جماعت ایک فیصد نشستیں بھی حاصل نہیں کر سکی۔ مراکش کے ایک صاحب نے کہا کہ ہمیں تو اس جماعت نے یہ تاثر دے رکھا ہے کہ وہ پاکستان کیا ایشیا کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے۔

ایک مراکشی خاتون محترمہ حبیبہ بورقاری جو وہاں کی اسلامی یونیورسٹیوں کی نمائندہ تھی۔ نے مراکش کی دعوت دی۔ راقم نے کہا کہ اصولاً یہ دعوت حکومت پاکستان کی معرفت ہونی چاہئے اس پر اس نے شکایت کی کہ ہماری پہلی دعوت کا جواب نہیں دیا گیا راقم نے عذر پیش کیا کہ ہمارے ملک میں عربی میں لیکچر دینے والوں کی تعداد بہت کم ہے کہنے لگیں کوئی بات نہیں آپ لوگ انگریزی میں بھی لیکچر دے سکتے تھے۔ مودودی صاحب جب ہمارے ملک میں تشریف لائے تھے تو ان کے ساتھ ڈاکٹر خلیل احمد حامدی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی بطور ترجمان آئے تھے۔ مندوبین کی فہرست میں بھی ڈاکٹر صاحب کا نام بطور پروفیسر پنجاب یونیورسٹی درج تھا۔ راقم پنجاب یونیورسٹی کے اکثر و بیشتر پروفیسوں کو جانتا تھا۔ لیکن اس نام سے ناواقف تھا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا ہے کہ حامدی صاحب نہ تو پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔ اور نہ ہی پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر بلکہ وہ تو جماعت اسلامی کے ایک کارکن ہیں۔ لیبیا کے مندوب نے جنہوں نے اپنے مقالہ میں مودودی صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا تھا۔ مجھ سے دو دفعہ دریافت کیا کہ مودودی صاحب ہندوستان میں رہتے ہیں یا پاکستان میں۔ ایک صاحب کا خیال تھا کہ وہ علی گڑھ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ——————

ہندوستان عرب ممالک میں اپنا پروپیگنڈہ بڑے منظم طریقے سے کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے سب سے اہم طریقہ جو اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ یہ کہ مختلف عرب ممالک کی یونیورسٹیوں میں اس نے ہندوستانی طالب علم اور اساتذہ بھیج رکھے ہیں' جن کی صرف وہاں موجودگی سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ ہندوستان کوئی اسلامی ملک ہے۔ اس سیمینار میں اگرچہ ہندوستان کو دعوت نہیں دی گئی تھی۔ لیکن عرب ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے کچھ ہندوستانی طالب علم موجود تھے۔ لیبیا کے

مندوب ڈاکٹر عمر مولود عبدالحمید نے مجھے بتایا کہ صرف ان کے کالج میں تین ہندوستانی اساتذہ موجود ہیں۔ جو وہاں کے ہندوستانی سفیر کی ذاتی کوششوں سے ملازم ہوئے۔ اس کے برعکس پاکستان سے ڈاکٹر اور انجینئر تو کافی تعداد میں آچکے ہیں۔ لیکن کوئی استاد یا طالب علم نہیں ہے۔ ہماری حکومت کو اس بارے میں توجہ دینی چاہئے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ملک میں عربی زبان کو فروغ دیا جائے اور یہ ایک ایسا کام ہے کہ سرکاری خزانے پر کسی قسم کا بوجھ ڈالے بغیر پورا ہو سکتا ہے۔

(ہفت روزہ نصرت لاہور ۲ اگست ۱۹۷۲ء)

آپ نے یہ مقالہ پڑھا۔ شہاب صاحب کا یہ کہنا کہ بھٹو صاحب کے قادیانی ہونے کی افواہ میں پیپلز پارٹی کے مخالفین کا زیادہ دخل تھا ایسے نہیں بلکہ حقیقت میں قادیانی لابی کا یہ پروپیگنڈہ تھا وہ محض اپنی دھونس کا بھرم قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ سے مقتدر شخصیتوں کے قادیانی ہونے کا بے جا اور غلط پروپیگنڈا کرنے کے عادی مجرم ہیں۔

مرزائی لندن پلان کا بھی نوٹس لیجئے

سفیر پاکستان مسٹر دولتانہ مرزائیوں کی مسجد فضل لندن کے جلسے میں کیوں گئے ؟_____

روزنامہ جنگ لندن ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء نے یہ خبر نمایاں طور سے شائع کی ہے کہ قیام پاکستان کی پچیسویں سالگرہ کے موقع پر مسجد فضل لندن میں ایک خصوصی تقریب منعقد کی گئی جس میں پاکستان کے سفیر ممتاز محمد خاں دولتانہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا قیام نظریہ جمہوریت کی بنا پر ہوا ہے' اور اس میں ہماری کامیابی اور ترقی کا راز ہے _____ انہوں نے زور دیا کہ آج اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ نوجوان نسل کو نظریہء پاکستان اور اس کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا جائے۔

تقریر کی ابتداء میں انہوں نے کہا کہ میں لندن مسجد میں "تجدید وفا" کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیونکہ آج سے ۳۹ برس پہلے جب میں پہلی بار یورپ آیا تو "میری مغربی زندگی" کے ابتدائی ایام اسی مسجد کے زیر سایہ گزرے۔

یوم پاکستان کی اس تقریب میں سینکڑوں پاکستانیوں نے شرکت کی' مسجد فضل لندن کی طرف سے اس موقع پر ایک دعوت عصرانہ کا اہتمام کیا گیا" ---؟

اس خبر کے نیچے ایک تصویر شائع کی گئی ہے جس میں چوہدری ظفر اللہ خاں سابق مرزائی وزیر خارجہ کرسیء صدارت پر بیٹھے اور مسجد فضل کے مرزائی امام تقریر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہمارے لئے اس خبر کا قابل اعتراض پہلو یہ ہے کہ مسٹر ممتاز دولتانہ ان دنوں لندن میں پاکستان کے سفیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ وہ لندن میں مرزائی مبلغ کی حیثیت سے نہیں بلکہ پاکستان کے کروڑوں فرزندان اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے وہاں گئے ہیں۔ قیام پاکستان کی پچیسویں سالگرہ کا انتظام مسجد فضل میں اگر پاکستانی سفارت خانہ کی جانب سے کیا گیا ہے تو ملکی عوام کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کی یہ ایک خطرناک مثال ہے اور اگر جماعت احمدیہ مرزائیہ نے اس کا اہتمام کیا تھا تو سفیر پاکستان مسٹر دولتانہ کو مرزائیوں کے بارے میں مسلمانوں کے نازک جذبات کا احساس کر کے شرکت سے گریز کرنا چاہئے تھا۔ !

اور مسٹر دولتانہ تو آج تک اسی تحریک "ختم نبوت" کی مخالفت کی پاداش میں اقتدار سے راندۂ درگاہ کی حیثیت میں "بے نیل و مرام" در بدر ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں۔ انہیں خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے سفارت کا اقتدار نصیب ہوا ہے وہ اسے ہی "بچانے" کی کوشش کریں تو غنیمت ہے۔

جہاں تک دولتانہ صاحب کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ پاکستان کا قیام نظریہء جمہوریت کی بناء پر ہوا ہے' جناب دولتانہ صاحب اور ان کی جماعت کی مرکزی حکومت نے ۱۹۵۳ء میں لاہور کی سڑکوں پر جس کا خون خرابہ کیا تھا' لا تعداد نوجوانوں کے سینے گولیوں کی بوچھاڑ سے چھلنی کئے اور بقول سرفراز خاں نون صرف پنجاب سے دس ہزار مسلمان قید و بند کر کے جیل خانوں میں ڈالے گئے تھے۔ کیا وہ جمہوریت نہیں تھی ---؟ انہیں جمہوری حق سے کیوں محروم رکھا گیا ---؟ اور صرف ملکی نہیں ایشیائی تحریک میں سب سے بڑی تحریک کو قوت و طاقت کے ذریعہ کیوں کچلا گیا ---؟ کیا وہ

نوجوان نسل نظریہء پاکستان اور اس کے بنیادی اصولوں (اسلام اور ناموس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کی خاطر اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش نہیں کر رہے تھے ___؟

ایک مسلمہ اور بلا اختلاف جمہوریت کو ۱۹۵۳ء میں ذبح کر کے جناب دولتانہ صاحب آج ایک مرزائی مسجد فضل لندن میں کس جمہوریت کا درس دینے گئے ہیں ___؟ اور نوجوان نسل کو کونسا نظریہء پاکستان سمجھانے لگے ہیں۔؟

اگر اس سے مراد "مرزائیت و احمدیت" کا درس ہے تو دولتانہ صاحب یاد رکھیں۔ جس خداوند قدوس نے ۱۹۵۳ء میں تمہارے اور تمہاری پوری جماعت کا آفتاب اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب کیا تھا' وہ آج بھی حیی و قیوم ہے ___!

باقی رہی یہ بات _____ کہ ہمارے ارباب اقتدار ان چند سیاستدانوں کی لندن میں ملاقاتوں کا تو فوراً نوٹس لیتے ہیں جو ان کے سیاسی اقتدار کو معمولی خطرہ لاحق کرنے کا ادنیٰ اشارہ بھی کریں۔ لیکن ان لوگوں سے کوئی بازپرس کیوں نہیں جو خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے گستاخ _____ ختم نبوت کے منکر' دنیائے اسلام کے فکری و نظری مخالف' اور پاک و ہند کی موجودہ عارضی تقسیم کر کے "اکھنڈ بھارت" قائم کرنا اپنا مذہبی عقیدہ اور فریضہ سمجھتے ہیں۔

کیا لندن میں دولتانہ' سر ظفر اللہ خاں اور دیگر مرزائی احمدی لیڈروں کی یہ ملاقاتیں اور بقول دولتانہ "تجدید وفا" _____؟

اہل اسلام اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف کوئی خطرناک سازش کا پیش خیمہ تو نہیں _____؟

اس "قادیانی لندن پلان" کا بھی نوٹس لیا جائے کیونکہ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے سر ظفر اللہ خاں کی زیر صدارت ایک ایسا ہی اجلاس منعقد ہوا تھا' جس کے نتیجہ میں پاکستان کو دو خطرناک جنگوں سے دوچار ہو کر ذلیل و خوار ہونا پڑا ہے۔

خدا نہ کرے _____ انہوں نے پھر کوئی ایسا پلان تیار کیا ہو ___! خدام الدین ۲۹ ستمبر ۱۹۷۲ء)

پاکستان کی سیٹو سے علیحدگی — مرزائی سازش کا خاتمہ'

یحییٰ خاں کے ساتھ سر ظفر اللہ کے خلاف بھی مقدمہ چلایا جائے

حکومت پاکستان نے باضابطہ طور پر سیٹو (جنوب مشرقی ایشیا کے معاہدے کی تنظیم) سے علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور اس سلسلہ میں اسلام آباد میں مقیم فلپائن کے سفیر کی وساطت سے حکومت فلپائن کو رسمی نوٹس دے دیا ہے جو سیٹو کے آرٹیکل نمبر ۱۰ کے تحت ضروری تھا۔ فلپائن کے سفیر کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے یہ نوٹس دیا گیا۔

حکومت پاکستان نے یہ فیصلہ کر کے پاکستان کی عظمت و وقار میں اضافہ کیا ہے اور صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے انتخابات کے دوران سیٹو سے علیحدگی کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا گیا ہے۔ !

حکومت کے اس اعلان کا پاکستان کے تمام "حریت پسند" اور محب وطن ارباب فہم و فراست نے زبردست خیر مقدم کیا ہے اس ضمن میں پاکستان کے سابق مرکزی وزیر اور الاحباء کے صدر چوہدری نذیر احمد نے سیٹو سے علیحدگی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنے بیان میں جو انکشاف کیا ہے وہ خصوصی توجہ کے لائق ہے انہوں نے کہا کہ "جنوب مشرقی ایشیا کے معاہدے کی تنظیم پاکستان کے لئے بالکل بے کار تھی ۱۹۵۴ء کے وزیر خارجہ نے اس معاہدے پر حکومت پاکستان کی اجازت حاصل کئے بغیر دستخط کر دیئے تھے جس سے ملک ایک تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہو گیا اور اسے اپنے وزیر خارجہ کے دستخطوں کا احترام کرنا پڑا۔ گذشتہ پاک بھارت جنگ میں ایک کمیونسٹ طاقت نے علانیہ بھارت کا ساتھ دیا اور اسے پاکستان پر حملہ کرنے کے لئے عملاً امداد دی لیکن سیٹو کے ملکوں نے اشتراکی جارحیت روکنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا مقصد وجود یہی تھا۔ سیٹو کے ایک اور رکن نے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے دوسری طاقت کا ساتھ دیا۔

چوہدری نذیر احمد کا یہ انکشاف واقعی زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ ۱۹۵۴ء میں

پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خاں تھے جو مرزائی گروہ کے سرکاری مبلغ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے ساتھ ساتھ پورے ملک کا یہ متفقہ مطالبہ تھا کہ چوہدری ظفراللہ خاں مرزائی وزیر خارجہ کو الگ کر دیا جائے کیونکہ اس کی سرگرمیاں اور کوششیں ملکی اور قومی مفادات کے سراسر خلاف ہیں اور وہ عہدہ و منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ضرور کوئی ایسا قدم اٹھائے گا جس کا خمیازہ پاکستان اور ملت اسلامیہ کو بھگتنا پڑے گا۔

چنانچہ وہی صورت بالاخر سامنے آ گئی کہ معاہدہ سیٹو میں شمولیت کے باعث پاکستان کے حصے میں بدنامی کے سوا اور کچھ نہ آیا لیکن اس کے برعکس بڑی طاقتیں خصوصاً روس کھل کر بھارت کی ہر ممکن امداد کرتا رہا اور بالاخر طاقت کے بل بوتے پر پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی اسکیم کامیاب ہو گئی اور مشرقی پاکستان کو الگ کر کے اسے مستقل مملکت بنگلہ دیش کا نام دے دیا گیا۔

بہرحال جو کچھ بھی ہوا وہ مرزائی وزیر خارجہ سر ظفراللہ خاں کی مہربانیوں کی بنا پر ہے۔ آج قوم کی نگاہیں بنگلہ دیش پر ہیں۔ یحییٰ خاں کی غداری' روس کا کردار اور بھارت کی مداخلت ہمارا موضوع بحث ہے لیکن اس پورے ڈرامے کا اصلی کردار اور اس کا ہیرو مرزائی وزیر خارجہ اور ان کی پوری جماعت احمدیہ قادیانیہ ہے۔

بہر نوع ـــ پاکستان کے موجودہ ارباب اقتدار خصوصاً جناب ذوالفقار علی بھٹو پوری قوم کے محسن اور اس کے شکریئے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ملک و ملت کے مفادات کے خلاف ایک پرانی سازش کا خاتمہ کر دیا اور دفاعی معاہدے کی آڑ میں پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت قائم کرنے کا جو پلان تیار کیا گیا اور جو خطرناک منصوبہ وضع کیا گیا تھا اسے بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان' اس کے ارباب اقتدار اور ملت اسلامیہ کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے اور انہیں دشمن کے شرور و فتن سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھے۔ آمین (خدام الدین ۱۷ نومبر ۱۹۷۲ء)

مرزائیوں کے اخبار کی غلط بیانی

مرزائیوں کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ یہ ہر اس وسیع المشرب مسلمان پر جو تحقیق کے لئے ہی سہی ذرا ان کے قریب سے گذر جائے۔

مرزائی ہونے کا لیبل چسپاں کر دیتے ہیں اپنی اسی حس کی تسکین کے لئے انہوں نے اپنے ایک اخبار ماہنامہ الفرقان ربوہ میں کچھ عرصہ پیشتر حدیث دفاع کے مصنف میجر جنرل اکبر خان کے متعلق یہ تاثر دینے کی کوشش کی گویا وہ بھی ہماری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مجھے سخت حیرت ہوئی کہ جس شخص نے مسئلہ جہاد پر بے مثال کتابیں لکھی ہوں اور پڑھی لکھی پود میں جہاد کی اہمیت کو زندہ و پائندہ کر دیا ہو وہ مرزائی کیسے ہو سکتا ہے۔ جن کے مذہب میں جہاد سرے سے ہی حرام ہے۔

چنانچہ میں نے انہیں کراچی کے پتہ پر خط لکھا۔ الفرقان کے مضمون اور اپنی حیرت کا اظہار کیا جس کے جواب میں جنرل صاحب نے درج ذیل خط لکھا اور مرزائی ہونے کی سخت تردید کی اور مرزائیوں کے چل و فریب پر اظہار افسوس کیا۔ اس وقت چونکہ میرے پیش نظر محض اپنا اطمینان تھا اس لئے وہ خط لولاک میں شائع نہیں کیا گیا۔ لیکن اب مجھے خیال آیا کہ اب تو جنرل صاحب اللہ کے فضل سے زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے۔ لیکن آخر دنیا سے ہر ایک کو جانا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی وفات کے بعد یہ انہیں اپنی پکی فہرست میں شمار کرنے لگ جائیں کہ ایسا صاحب علم و فضل شخص بھی جماعت احمدیہ کا ہی فیضان یافتہ تھا۔

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ جنرل صاحب کا یہ خط لولاک میں شائع کر دیا جائے تاکہ ان کے متعلق کبھی کوئی جھوٹ یا دجل پروان نہ چڑھ سکے۔ (ایڈیٹر)

میجر جنرل اکبر خاں کا خط یہ ہے

محترمی مولانا تاج محمود صاحب

السلام علیکم' لائلپور والے مجھے خوب جانتے ہیں گو ان میں سے بہت سے میرے ساتھی اللہ میاں کو پیارے ہو گئے ہیں پھر بھی محترم شیخ ممتاز حسین ناز صاحب D-۳۶۴ پیپلز کالونی اور محترم عبدالمجید اختر صاحب ایڈووکیٹ میرے ۱۹۰۷ کے ساتھی

ہیں۔ ان سے مل کر دریافت کر سکتے ہیں۔ الفرقان نے غلط بیانی کی جس کا مجھے افسوس ہے۔ چند برس ہوئے ہیں ربوہ گیا تھا وہاں بھی میں نے لیکچر سے پہلے اعلان کیا تھا کہ میں احمدی نہیں ہوں گو میں آپ کی جماعت کو ۱۹۰۵ سے جانتا ہوں"

بہرحال یہ غلط بیانی صرف پاکستان ہی میں نہیں میں نے لندن ٹائمز میں ایک مضمون ۱۹۶۵ء میں دیا تھا اور پھر بیان ۱۹۷۱ء دونوں کو توڑ پھوڑ کر دیا تھا۔ میں نے شکایت کی تو مجھے جواب ملا کہ اخباری دنیا میں اکثر ایسا جان بوجھ کر کیا جاتا ہے؟

اس وقت سے مجھے صبر آگیا ہے میرے متعلق یار لوگ بہت کچھ لکھ جاتے ہیں مگر پڑھ کر میں خاموش ہو جاتا ہوں چونکہ لائل پور سے مجھے خاص انس ہے۔ اس لئے یہ عریضہ لکھ دیا۔ میں نے اکاون کتابیں مسئلۂ جہاد پر لکھی ہیں۔

بہرحال آپ کے ان خیالات کے اظہار کا شکریہ والسلام

محمد اکبر خاں (رنگروٹ)

(میجر جنرل ریٹائرڈ) (ہفت روزہ لولاک ۴ ستمبر ۱۹۷۲ء)

میں مرزائی نہیں ہوں

خورشید حسن میر کی تردید

پچھلے دنوں روزنامہ غریب میں شائع ہونے والی ایک خبر کی بنیاد پر ہم نے لولاک میں خورشید حسن میر اور مرزائی کے عنوان سے ایک اداریہ تحریر کیا تھا۔ جناب خورشید حسن میر نے اس الزام کی تردید کے لئے مدیر لولاک کو حسب ذیل خط لکھا ہے جسے ہم شائع کر رہے ہیں اور ہم جناب میر صاحب کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ان کے خلاف ہونے والی مبینہ سازشوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو کچھ لکھا گیا وہ محض دینی جذبہ کے تحت لکھا گیا اب آپ کی تردید بھی اسی جذبہ کے تحت شائع کر رہے ہیں۔

(مدیر)

محترمی مولانا تاج محمود ایڈیٹر ہفت روزہ لولاک لائل پور

السلام علیکم

آپ کا ارسال کردہ جریدہ مورخہ ۶ جولائی موصول ہوا۔ روزنامہ غریب لائل پور کی جس خبر کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ میری نظر سے نہیں گذری۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے مجھ سے تصدیق کئے بغیر اس خبر پر لمبی چوڑی حاشیہ آرائی کی ہے۔ میں اس مبینہ خبر کی پرزور تردید کرتا ہوں میں نے ایسا کوئی بیان نہ تو دیا ہے اور نہ کسی نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے امید ہے آپ کم از کم یہ تردید اسی طرح نمایاں طور پر اپنے اخبار میں چھاپیں گے جس طور آپ نے اس بے بنیاد خبر کو چھاپا۔ انتخابات کے دوران بھی میرے خلاف ایسی ہی سازش کی گئی تھی اور مجھ سے منسوب کر کے یوں غلط بیان کوہستان اخبار نے چھاپا تھا اور میری فوری تردید کے باوجود میرے خلاف مضامین لکھے گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سازش کا اعادہ کیا جا رہا ہے۔ فقط

خورشید حسن میر (لولاک ۴ ستمبر ۱۹۷۲)

احمدی مسلمان نہیں ہیں

نمبرداری کے مقدمہ میں کمشنر کا فیصلہ

بہاولپور ۱۴ دسمبر (نامہ نگار) ڈویژنل کمشنر ملک احمد خاں نے نمبرداری کے ایک مقدمہ میں تاریخی فیصلہ دیا ہے جس کے ذریعہ کمشنر نے قرار دیا ہے کہ احمدی کو مسلمان پتی داروں کی نمبرداری نہیں سونپی جا سکتی۔ کیونکہ احمدی فرقہ کے اعتبار سے مسلمان سے بالکل جدا ہیں۔ نمبرداری کا یہ مقدمہ صادق آباد سب ڈویژن سے متعلق تھا۔ فاضل عدالت نے اپنے فیصلہ میں احمدی عقائد کے پابند ایک امیدوار کو مسلمان پتی داروں کی نمبرداری کے نااہل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اپیل کنندگان اور فریق ثانی اگرچہ (جٹ) قوم سے متعلق ہیں۔ لیکن ان کے مذہبی' سماجی اور معاشرتی اختلافات نے انہیں ایک دوسرے سے بالکل جدا کیا ہوا ہے۔ جبکہ نمبرداری کے عہدہ کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ پتی داروں اور نمبردار میں کوئی بنیادی اختلاف نہ ہو یہی وجہ ہے کہ لینڈ ریونیو رولز نمبر ۱۹۲۱ کے رول نمبر ۱۰ میں قوم کے بجائے

"کمیونٹی" کی اہمیت اور طاقت کے زیر غور رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ فاضل کمشنر نے "کمیونٹی" کے عنوان پر اپیل کنندگان کے وکیل میاں اللہ نواز ایڈووکیٹ کے دلائل سے اتفاق کیا اور کہا کہ متذکرہ نمبرداری میں صرف ایک ہی پتی دار احمدیہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ دوسرے پتی داروں کی غالب اکثریت اس عقیدہ کے خلاف ہے اس لئے احمدیہ کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے امیدوار کو مسلمان پتی داروں کی نمبرداری نہیں سونپی جا سکتی۔ فاضل کمشنر نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنی پتی کے زمینداروں میں سماجی' معاشرتی اور مذہبی لحاظ سے مطابقت نہ رکھتا ہو بلکہ ان سے جدا حیثیت کا حامل ہو اسے پتی کی نمبرداری کے لئے کسی طرح بھی موزوں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (روزنامہ امروز ملتان ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء)

برطانیہ نے پچھلی صلیبی لڑائیوں کے نتیجہ میں فیصلہ کیا کہ محض عسکری طاقت اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں۔ دجل و تلبیس اور منافقت سے کام لیکر مشرق پر چڑھائی کرنی چاہئے۔ انیسویں صدی عیسائیان یورپ کے لئے اور خصوصاً برطانیہ کے لئے ساز گار ثابت ہوئی۔

انگریزوں نے ہندوستان سے مسلمانوں کی حکومت کو ختم کیا۔ یہاں بھی سیدھی لڑائی کے علاوہ ڈپلومیسی سے کام لیا گیا اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ آخری مسلمان بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو دہلی فتح کرنے کے کئی دن بھوکا رکھ کر جب خوان پیش کیا تو اس میں شاہ کے بیٹوں کے سر تھے۔ جن کے بعد شاہ کی آنکھیں نکالدی گئیں تاکہ بیٹوں کے کٹے ہوئے سروں کا نقشہ آخری دید کے طور پر عمر بھر ذہن میں محفوظ رہے ازاں بعد شاہ کو جلا وطن کر دیا گیا۔ دہلی اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں خون مسلم سے ہولی کھیلی گئی۔

انگریزی مظالم کی داستان سے ملک کی پڑھی لکھی دنیا بخوبی واقف ہے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی' انگریز کی کامیابی اور اس کے ظلم و ستم سے کون واقف نہیں۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام سے اسلامی فتوحات اور صلیبی لڑائیوں میں شکست کا بدلہ انگریز نے لیا۔ مسلمانوں ہی سے غدار تلاش کر کے اپنے مفید مطلب کام نکالا۔

انیسویں صدی کے اخیر اور بیسویں صدی کے شروع میں تمام عالم اسلام کو یورپی درندوں نے روند ڈالا۔ انگریزی سیاست نے مسلمان کے ذریعہ مسلمان کا گلہ کاٹا۔ اور خلافت عثمانیہ کے خلاف مسلمان ہی سے بغاوت کرا کے مسلمانوں کی سیاسی قوت کو ختم کیا۔

لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کر کے ترکوں کے خلاف عربوں سے بغاوت کرائی۔ اور خلافت کو ختم کر کے وحدت اسلامی کا شیرزاہ منتشر کر دیا۔بغداد کے گلی کوچے خون مسلم سے رنگین ہوئے۔ قسطنطنیہ کے بازاروں میں خلیفہ وقت کی بچیوں کو ننگے سر بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا گیا۔ اس طرح فاروقی اور ایوبی فتوحات کا بدلہ عالم اسلام سے لیا گیا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب تمام عالم اسلام میں درد دل رکھنے والے مسلمانوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق انگریز کے خلاف صف بندی کی اور انگریز کے مظالم اور غلامی سے عالم اسلام کو آزاد کرانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

مسلمانوں کا جذبہ جہاد اور مرکز اسلام سے وابستگی انگریزی عزائم کے آگے سد سکندری ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنی غلامی' سیاسی کمزوری' مادی مشکلات کے باوجود شعائر اسلام اور بالخصوص ذات اقدس خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ اپنی دلی وابستگی کا اظہار کیا۔

انہی ایام میں جبکہ اسلامی ممالک کے زعماء علماء سیاستدان اپنے اپنے دوائر میں انگریز کے خلاف اسلامی جذبہ کے تحت کام کر رہے تھے' غلام آباد ہند سے بزعم خود مجدد۔ محدث۔ ملہم۔ اور پھر نبی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے خاندان کی قدیمی انگریز پرستی کا پروانہ وفاداری ہاتھ میں لے کر نمودار ہوئے۔ دنیا پہلی دفعہ ایک ایسے مصلح مجدد سے روشناس ہوئی جس کی ساری قوت کفر کے لئے وقف تھی۔ اس نے برملا کہا کہ وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اس نے انگریزی حکومت کے نام ایک عاجزانہ درخواست میں صاف صاف لکھا۔

"میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے گورنمنٹ انگریزی کا خیر خواہ بنا

دیا ہے۔ اول والد مرحوم کا اثر دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانات۔ تیسرے خدا تعالیٰ کا الہام"

چودھویں صدی ہجری نے یہ عجیب و غریب مجدد' ملہم محدث' نبی پیدا کیا جسے والد کے اثر۔ انگریزوں کے احسانات اور خدا تعالیٰ کے الہام نے دشمن اسلام انگریز کا خیر خواہ بنا دیا۔ اور اس نے اپنی زندگی انگریزی استبداد کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے وقف کر دی۔

والد کا اثر سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اس نے جنگ آزادی میں مادر وطن سے غداری کی اور انگریز کی امداد گھوڑوں اور گھوڑ سواروں سے کی۔ اس اطاعت و فرمانبرداری کی جزاء انگریز کے احسانات کی صورت میں ظاہر ہونا بھی سمجھ میں آتا ہے ـــــــــ لیکن' خدا تعالیٰ کا یہ الہام۔ جس نے اپنے ملہم کو انگریز ایسے ابدی دشمن اسلام کا خیر خواہ بنا دیا۔ سمجھ سے بالا تر ہے۔ اسی عاجزانہ درخواست میں مرزا صاحب نے لکھا:۔

"بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے۔ جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جاں نثار ہو جائیں۔"

ناظرین کرام! غور فرمایئے کہ مرزا غلام احمد دشمن اسلام قوت کی خیر خواہی اور جاں نثاری کے لئے کس طرح مسلمانوں کو تیار کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں نے انگریزی اقتدار کے دور میں بین الاقوامی طور پر انگریز کے لئے جاسوسی کی اور عالم اسلام سے غداری۔ اور آج جبکہ اہل اسلام کی جدوجہد سے انگریزی اقتدار مسلمان ملکوں سے ختم ہو رہا ہے۔ مرزائی پھر انگریزوں کے گماشتہ کے طور پر اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اس عاجزانہ درخواست میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:۔

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے' ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا

انکار ہے"

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب رقم طراز ہیں:-

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریز کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکھٹی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" (تریاق القلوب تختی خورد ص ۵ مصنفہ مرزا غلام احمد)

حضرات:- ایک طرف سے اس خونچکاں تاریخ کا مطالعہ فرمایئے جس سے امت مسلمہ کو اپنی چہار دہ صد سالہ تاریخ میں واسطہ پڑا۔ انگریزوں اور صلیبیوں کے ہاتھوں ہر زمانہ میں لاکھوں مسلمان جام شہادت نوش کرتے رہے اس چودہ سو سال کے عرصہ میں مسلمان پر صلیبیوں کے مظالم پر نگاہ ڈالئے۔ اور مجاہدین اسلام کی قربانیوں پر غور فرمایئے۔ نشہ جہاد میں سرشار ان سرفروشان اسلام نے کس طرح صلیبیوں کا مقابلہ کر کے شعائر اسلام کی حفاظت کی اور پھر اس چودھویں صدی کے انگریزی نبی کی تعلیمات پڑھیئے۔ جہاد کو حرام قرار دیتا ہے اور انگریز کی اطاعت و خیر خواہی کو فرض گردانتا ہے۔

مرزا غلام احمد' انگریز ضرورت کی پیداوار ہے اور اپنے (عقائد و نظریات کے لحاظ سے) دائرہ اسلام سے خارج۔ جب دنیائے کفر نے دیکھا کہ مسلمان جب شہادت اور جہاد کے نشہ سے سرشار ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی تعداد اور اسلحہ کا خیال کئے بغیر میدان عمل میں کود جاتا ہے۔ تو ضرورت محسوس کی کہ کسی طرح مذہبی طور پر جذبہ جہاد کو ختم کیا جائے۔ مرزا صاحب نے مجددیت' محدثیت (لاہوری پارٹی کے خیال میں) اور نبوت (قادیانی پارٹی کے خیال میں) کا لبادہ اوڑھا اور حرمت جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔

دنیائے کفر نے دیکھا کہ مسلمان مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ شمال میں ہو یا جنوب میں۔ سفید فام ہو یا سیاہ فام۔ ایشیائی ہو یا یورپین۔ اسے مرکز اسلام اور ذات اقدس خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ہے۔ وہ سب کچھ برداشت

کرتا ہے لیکن حضور اور مرکز اسلام سے اپنی عقیدت و جاں نثاری میں فرق نہیں آنے دیتا۔ تو کفر نے کوشش کی کہ کسی طرح مرکز اسلام سے اس کی وفاداری کو ختم کر کے وحدت اسلامی کو پاش پاش کیا جائے۔

دنیائے کفر کو اپنی مطلب بر آری کے لئے مرزا غلام احمد مل گیا۔ اور مرزا غلام احمد کو اپنی سرپرستی کے لئے انگریز کا دست شفقت ملا تاکہ وہ اور اس کا خاندان پھل پھول سکے۔ مرزا صاحب نے ایک طرف حرمت جہاد کا فتویٰ دیا دوسری طرف اپنی بعثت کو محمد رسول اللہ کی بعثت ثانیہ قرار دیا۔ قادیان کو مکہ و مدینہ کے ہم پلہ گردانا۔ اپنے ساتھیوں کو صحابہ کا لقب دیا۔ مرزائیوں نے مرزا کے خاندان کو (نعوذ باللہ) خاندان نبوت قرار دیا۔ اس کی بیوی کو ام المومنین اس کی لڑکی کو سیدۃ النساء اور عام مستورات کو سیدہ کے لقب سے نوازا۔ خلیفہ ثانی کو فضل عمر کا خطاب دے کر اہل اسلام کی دل خراشی کی۔

ذیل میں چند حوالہ جات کا مطالعہ فرمائیے جس سے معلوم ہو گا کہ مرزا غلام احمد نے خاندان نبوت علی صاحبہا الصلوۃ و السلام کے متعلق کیا کچھ تحریر کیا ہے۔

توہین ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

مرزا صاحب نے دہلی میں دوسرا نکاح کیا۔ ان خاتون کا نام نصرت جہاں بیگم تھا جسے بچپن میں نصو بھی کہتے تھے۔ اس کے متعلق الہام سنئے:۔

"اشکر نعمتی رایت خدیجتی (الہام نمبر۲۴ ۱۸۸۳ء تذکرہ ص ۱۰۵)

(ترجمہ) میری نعمت کا شکر ادا کرو۔ تم نے میری خدیجہ کو دیکھ لیا"

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت رسالتمآبؐ کی ازواج مطہرات میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی والدہ محترمہ ہیں۔ جنہیں امت محمدیہ میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی بیوی کا نام "خدیجہ" ثابت کرنے کے لئے کس چالاکی سے الہام تراشا

ایں کار راز تو آید و مرداں چنیں کنند

توہین امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ایک شیعہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:۔

"پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ "علی" تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو۔ اور مردہ "علی" کی تلاش کرتے ہو۔

(ملفوظات مرزا قادیانی جلد نمبر۲ ص ۱۴۲)

اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں علی مرتضٰی ہوں۔ ملفوظ نمبر۳۰۸ تذکرہ ص۲۰۸

توہین حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

میں جاگ رہا تھا۔ مجھے نیند یا اونگھ نہ تھی نہ میں سونے والوں سے تھا۔ اسی حالات میں میں نے دروازہ کھٹکانے کی آواز سنی۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھٹکانیوالے جلدی سے میری طرف آرہے ہیں جب وہ میری قریب ہوئے تو میں نے پہچانا کہ پنج تن پاک ہیں یعنی حضرت علی ان کے دونوں صاحبزادے' ان کی زوجہ مبارکہ حضرت زہرا اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے دیکھا' کہ فاطمۃ الزہراء نے میرا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۴۳۷

توہین سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

اے شیعو! اس پر اصرار مت کرو کہ حسینؓ تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ حسینؓ سے بڑھ کر ہے۔ اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ اور اگر میں ساتھ اس کے خدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو ایسا نہ ہو کہ تم اس سے مقابلہ کرنے والے ٹھیرو"۔:۔

دافع البلاء ص ۱۳)

کربلا نیست سیر ہر آنم   صد حسین است در گریبانم

(تشریح و ترجمہ)   (درثمین فارسی ص ۲۴۳)

میری سیر ہر وقت کربلا میں ہی   سو حسین ہر وقت میری جیب میں ہیں

لوگ اس کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سو حسین کے برابر ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔

(خطبہ میاں محمود۔ اخبار الفضل قادیاں جلد ۱۳ شمارہ نمبر۸۰'۲۶جنوری ۱۹۲۶ء)

ایک صاحب صاجزادہ عبد اللطیف خوسف امیر حبیب اللہ خان مرحوم والی افغانستان کی مالی امداد اور اجازت سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ پنجاب سے گذرے مرزا صاحب کی لن ترانیوں کا دور تھا۔ لاہور سے سیدھے قادیان چلے گئے۔ بیعت کر لی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس افغانستان پہنچے۔ ان کے خیالات معلوم ہوئے قاضی القضاۃ نے علماء افغانستان کے مشورہ سے ارتداد اور سنگساری کا فتویٰ دیا۔ امیر صاحب مرحوم کے حکم سے سنگسار کر دیا گیا۔ مرزا صاحب کا اس سنگسار کے متعلق ارشاد سنئے:۔

"؟امام حسین کی شہادت سے بڑھ کر مولوی عبد اللطیف کی شہادت ہے۔ جنہوں نے صدق اور وفا کا اعلیٰ نمونہ دکھایا" (ملفوظات مرزا ج۸ ص۱۲)

قادیان کے متعلق

مرزا غلام احمد صاحب نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے۔

کہ:۔ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہیگا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔" (حقیقت الرؤیا بشیر الدین محمود ص۴۶)

قارئین کرام:۔ آپ نے ان حوالجات سے مطالعہ فرمایا کہ کس طرح مرزائی تحریک جہاد کو حرام قرار دیکر کفر کی امداد کر رہی ہے۔ اگر جہاد حرام ہے تو وہ لوگ جو ۷۴ء میں کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور وہ حضرات جنہوں نے ہندو جارحیت کا مقابلہ کرتے ہوئے ۶۵ء میں جام شہادت نوش کیا' ان کو کس کھاتہ میں شمار کریں گے۔ کیا مسلمان۔ کافر۔ ظالم۔ مظلوم ہر ایک کی موت برابر ہو گی۔ اور کس

طرح یہ تحریک مرکز اسلام' خاندان نبوت شعائر اسلام سے تعلق منقطع کر کے قادیان خاندان مرزا غلام احمد کے ساتھ وابستہ کر رہی ہے۔

امت مرحومہ اپنی چودہ صد سالہ زندگی میں کسی وقت بھی ختم نبوت و اجرا نبوت کے مسئلہ میں نہیں الجھی۔ امت کا اجماع رہا کہ مدعی نبوت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن چودھویں صدی میں انگریز کے سایہ تلے غلام احمد نے دعویٰ نبوت کر کے امت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ قادیان کو مرکز اسلام بتایا۔ خاندان رسالتمابؐ کی جملہ خوبیاں اپنے خاندان میں بیان کیں۔

تقسیم ملک کے وقت خلیفہ قادیان نے اعلان کیا۔

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے' یہ اور بات ہے۔ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضا مند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے۔ اور پھر یہ کوشش کریں گے۔ کہ کسی نہ کسی طرح متحد ہو جائیں۔(الفضل ۱۷مئی ۱۹۴۷ء)

شاید اسی لئے مرزائی آج تک ربوہ میں اپنی لاشیں امانتا" دفن کرتے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا قیام ہی اس لئے ہے کہ وہ پاکستان بھر کے تمام مسلمان فرقوں کو ملکی سالمیت اور ملی ضرورت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ملت اسلامیہ کو مرزائیوں کی گمراہ تعلیم اور ملکی سالمیت کے خلاف انکی سیاسی سرگرمیوں سے مطلع کرے۔ چنانچہ مجلس کے رہنماؤں اور مبلغین نے اس سال ۱۳۹۰ھ میں اس میدان میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ چنیوٹ اور ملک کے دوسرے شہروں میں ختم نبوت کے عام اجلاس بلا کر تمام فرقوں کے رہنماؤں سے بذریعہ خطاب عوام کو اس تحریک بد سے روشناس کرایا۔

اس سال آغا محمد یحییٰ خان صدر مملکت پاکستان نے ملکی تاریخ میں پہلی دفعہ حق رائے دہندگی بالغان کی سطح پر عام انتخابات کا انتظام کیا اس پر امن انتخابات پر تمام دنیا کے جمہوریت پسندوں نے صدر مملکت کے حسن انتظام کو سراہا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں اور مبلغین نے مجلس کی اس پالیسی کو قائم رکھا۔ کہ یہ جماعت الیکشن کی

سرگرمیوں سے علیحدہ رہیگی۔ چنانچہ مجلس نے عوام سے الیکشن میں اپنی اپنی صوابدید کے مطابق پر امن ووٹ دینے کی اپیل کی۔ لیکن مرزائی جو اپنے کو ایک مذہبی جماعت کہتے تھے۔ انہوں نے ان انتخابات میں بحیثیت جماعت حصہ لیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے انہیں ٹکٹ دیئے۔ جن حلقوں میں مرزائی امیدوار کھڑے تھے وہاں مجلس نے اپنی پوری قوت خرچ کی کہ مرزائی اہل اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے نیشنل اسمبلی یا صوبائی اسمبلیوں میں نہ جائیں۔

الحمد للہ! مجلس کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ پیپلز پارٹی کی مقبولیت کے باوجود اور مرزائیوں کے لاکھوں روپے خرچ ہونے کے باوجود کوئی مرزائی نیشنل اسمبلی میں نہ جا سکا۔ نہ ہی پنجاب کے باہر کسی دوسرے صوبہ میں۔ پنجاب میں بھی مرزائی امیدواروں کی اکثریت ناکام ہوئی۔ صرف وہ مرزائی امید وار جنہوں نے الیکشن کے دوران اپنے ووٹران کو یقین دلایا کہ ہم مرزائی نہیں' کامیاب ہو سکے۔

مجلس نے ملک گیردار المبلغین کا قیام کر کے اہل اسلام کو مرزائیوں اور عیسائیوں کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب نے جا بجا کئی کئی دن قیام کر کے فرق باطل کے متعلق تربیتی کورس کا انتظام کیا مقامی اور مرکزی مبلغین نے محنت شاقہ کے ساتھ سال بھر تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ جابجا مرزائی مناظروں اور مبلغوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے۔

دار المبلغین کے قیام سے نئے مبلغ تیار کئے گئے۔ جو اطراف ملک میں گمراہ فرقوں کی تردید اور اتحاد بین المسلمین کا کام کر رہے ہیں۔

انتخاب:۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی انتخاب دستور کی دفعہ نمبر۱ شق نمبر۳ کے تحت تین سال بعد ضروری ہے چنانچہ کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل کا اجلاس چنیوٹ مرکزی کانفرنس کے موقع پر ہوا جس میں جنرل کونسل نے باتفاق مرکزی امارت کے لئے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری زید مجدہم کا انتخاب

کیا۔ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب زید مجدہم نے حسب ذیل حضرات کو آئندہ تین سال کے لئے مجلس شوری کے لئے بطور ارکان نامزد فرمایا۔

اسمائے گرامی مرکزی مجلس شوری مجلس تحفظ ختم نبوت

۱۔ استاذ العلماء حضرت مولانا السید محمد یوسف صاحب بنوری جامعہ اسلامیہ کراچی

۲۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال

۳۔ حضرت مولانا حافظ الحاج انیس الرحمان صاحب لدھیانوی۔ لائلپور

۴۔ حضرت مولانا سراج الدین صاحب مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان۔

۵۔ حضرت مولانا عبد الوحید صاحب۔ ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا

۶۔ حضرت مولانا فضل احمد صاحب جامعہ عثمانیہ۔ تلہ گنگ

۷۔ حضرت مولانا محمد رمضان صاحب علوی۔ راولپنڈی

۸۔ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر ملتان

۹۔ حضرت مولانا نذیر حسین صاحب پنو عاقل

۱۰۔ حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب میانوی ملتان

۱۱۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب جامعہ عربیہ احمد پور شرقیہ

۱۲۔ حضرت مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب۔ شجاع آباد

حضرت مولانا محمد علی صاحب زید مجدہم کو مجلس شوری سے اراکین نامزد کرنے کے بعد ۲ ربیع الاول ۹۱ھ کو بمقام سلانوالی ضلع سرگودھا دل کا شدید دورہ پڑا اور بذریعہ ہوائی جہاز ملتان تشریف فرما ہوئے۔ ۱۴ روز علالت کے بعد ۲۴ صفر بروز چہار شنبہ بوقت ۲ بجکر ۱۰ منٹ پر سفر آخرت اختیار فرمایا۔ جس کے بعد حضرت اقدس مرحوم و مغفور کی نامزد کردہ شوری کا اجلاس مقررہ وقت پر مورخہ ۲ ربیع الاول کو منعقد ہوا۔ جس میں مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو باتفاق مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا امیر مرکزیہ منتخب کیا۔

منتخب امیر مرکزیہ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر نے مندرجہ ذیل عہدہ

داران کو نامزد فرمایا:۔

۱۔ نائب امیر۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال

۲۔ ناظم اعلیٰ۔ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب اشعر۔

۳۔ ناظم۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری

۴۔ ناظم تبلیغ۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری

۵۔ خازن۔ حضرت مولانا حافظ عزیز الرحمان صاحب۔

تاسیس مجلس تحفظ ختم نبوت سے لے کر تاریخ مذکورہ تک یہ پہلا اجلاس تھا۔ جس میں حضرت اقدس مولانا جالندھری شریک نہ تھے۔ مجلس شوری نے بچشم اشکبار مجوزہ کارروائی کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

مقدمہ روئیداد ۱۳۹۱ھ ۔ مولانا محمد شریف تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزشتہ سال روئداد مرتب ہو چکی تھی کہ مفکر اسلام حضرات اقدس مولانا محمد علی صاحبؒ امیر مرکزیہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ آئندہ روئداد میں حضرت مرحوم و مغفور کی سوانح حیات لکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ مختصراً" عرض ہے۔

مجاہد ملت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب قدس سرہ ضلع جالندھر کی سرسبزو شاداب گنجان آباد اور علم و ادب کی گہوارہ تحصیل نکودر کے ایک گاؤں رائے پور آرائیاں میں پیدا ہوئے۔ چونکہ پیدائشی سن و سال عموماً" لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے حضرت اقدس کی عمر کے لحاظ سے تقریباً" ۱۸۹۶ھ ہوگا۔ آپ کے والد ماجد حاجی محمد ابراہیم صاحب مرحوم کا اپنے علاقہ کے بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا۔ حاجی صاحب مرحوم اپنے خلوص' پاک بازی شب بیداری اور مہمان نوازی کی وجہ سے علاقہ بھر میں مشہور و معروف تھے۔ گوحاجی صاحب مرحوم عقیدہ اہل حدیث تھے۔ لیکن دیو بندی

مکتب فکر کے علماء کرام سے گہرے مراسم اور روابط تھے۔ ان کے گاؤں کے قریب رائے پور گوجراں ان دنوں دیو بندی مکتب فکر کے علماء کا مرکز تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحب رحمتہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری کی مساعی جمیلہ سے رائے پور گوجراں میں دینی درسگاہ کا اجراء ہوا۔ حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ مہتمم اور حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب تلمیذ ارشد شیخ الہندؒ صدر مدرس کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔

یہی وہ نادرہء روزگار درس گاہ ہے جس میں اس دور کے بڑے بڑے علماء کرام نے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ اور مصری علماء کے وفد نے اس درسگاہ کے متعلق تبصرہ فرمایا تھا کہ "اگر ہم شہری فضا سے دور اور خاموش فضا لیکن علم و حکمت اور روحانی تربیت سے معمور اس مرکز علم و ادب کو نہ دیکھتے تو ہمارا سفر ہند ناکام ہوتا"

آپ کے والد محترم حاجی صاحب مرحوم نے بھی اپنے ذہین و فطین ہونہار لخت جگر کے لئے اسی درسگاہ کو منتخب فرمایا اور مولانا مرحوم نے صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی تعلیم اسی مدرسہ عالیہ میں حاصل کی۔ اور علم وادب ' منطق و فلسفہ حدیث و تفسیر کی کچھ کتابیں اور علم فقہ کی تکمیل کے لئے استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فوقانی تعلیم اور حدیث و تفسیر کی تکمیل اور علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے درس نظامی کی دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا۔

بلامبالغہ دارالعلوم دیو بند ہمیشہ شہرہ آفاق علماء و اساتذہ کا مرکز رہا ہے۔ بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ تو دارالعلوم دیو بند کا شاہکار ویادگار زمانہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ حضرت شاہ صاحب کیفراست اور بصیرت افروز نظر نے جانچ لیا کہ محمد علی جوہر قابل ہے۔ پھر باقی کیا رہ گیا تھا۔ بقول اکبر مرحوم

نہ کتابوں سے نہ زر سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت شاہ صاحب کے فیضان صحبت تربیت اور کیمیا اثر نظر نے جوہر قابل کو جلا بخشی اور مولانا مرحوم کے قلب کی سلگتی ہوئی آگ کو موج نفس سے شعلہ جوالہ بنا دیا۔ بقول اقبالؒ

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

یہ حقیقت ہے کہ شاہ صاحبؒ کی تربیت نے حضرت مولانا مرحوم کو علم و ادب کا ایسا شاہسوار بنا دیا۔ کہ درس و تدریس کی مسند' وعظ و پند کے ممبر اور سیاسی پلیٹ فارم پر متبحر عالم روحانی پیشوا اور سیاست کے نشیب و فراز سے آشنا سیاست دان تھے۔ اور یقین جانئیے! کہ رد مرزائیت اور تحفظ ختم نبوت کا جذبہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ کی ہی ودیعت تھا۔

دارالعلوم دیو بند سے سند فراغت حاصل کر کے وطن واپس آئے تو دل میں دین مصطفوی کی خدمت کی تڑپ پیدا ہوئی تو مدرسہ اہلسنّت و الجماعۃ د جوہہ خورد ضلع جالندھر میں صدر مدرس کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ افہام و تفہیم اور قوت گویائی میں مولانا مرحوم یکتا تھے۔ اپنی خداداد قابلیت سے طلباء کو ایسا مسحور کرتے۔ کہ طلباء مولانا مرحوم کے سوا کسی دوسرے استاد کی طرف رخ نہ کرتے تھے۔

۱۹۲۶ء' ۱۹۲۷ء میں سلطان پور لودھی ریاست کپور تھلہ کے احباب کے اصرار پر مدرسہ عربیہ اسلامیہ سلطان پور میں تشریف لے گئے۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں تعلیم وتدریس کے علاوہ عید گاہ میں نماز جمعہ کا اجراء فرمایا۔ تو خطابت میں ایسے جواہر بکھیرے کہ شہر تو شہر مضافات کے عوام و خواص جواہر چننے کے لئے امڈ آئے۔ پوری ریاست مولانا مرحوم کی خطابت سے گونج اٹھی۔ اصلاح معاشرہ کا فکر ہمیشہ دامنگیر رہا۔ تدریسی مشغلہ کے ساتھ ساتھ رد بدعات تردید مرزائیت اور اصلاح رسوم کے موضوعات پر بالعموم دیہات و قصبات میں اپنے مخصوص انداز میں بیان فرماتے اور سامعین کو مسحور کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ جالندھر کے لوگ تعلیم میں (سرکاری ہو یا دینی) ہمیشہ

پیش پیش رہے ہیں۔ تحصیل نکودر میں اگر دینی تعلیم کا مرکز تھا۔ تو سب سے پہلے اسلامیہ ہائی سکول نتگل ابنیاء بھی اسی تحصیل میں قائم ہوا۔ جالندھر شہر میں دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت رائے پوریؒ کی مساعی سے مدرسہ عربی فیض محمدی قائم ہوا۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر منتظمین مدرسہ (حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ مہتمم، حضرت منشی رحمت علی صاحب، خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ سرپرست اور حضرت العلام مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ) نے مدرسہ کی توسیع و ترقی کے لئے استاذالعلماء حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب اور حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمتہ اللہ کو بسلسلہ تدریس مدرسہ عربی فیض محمدی میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ دونوں حضرات مرحومین استاذ، شاگرد ادارہ مدرسہ عربی فیض محمدی میں شامل ہو گئے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ ناظم تعلیمات اور حضرت مولانا محمد علی صاحب بطور مبلغ و مدرس تعینات ہوئے، ہر دو حضرات کے عملہ میں اضافہ کے بعد جوق در جوق طلباء داخلہ کے لئے آنے لگے۔ چند سالوں میں مدرسہ نے توقع سے بڑھ کر ترقی کی اور مدرسہ علماء و طلباء کی توجہات کا مرکز بن گیا اور دورہ حدیث بھی پڑھایا جانے لگا۔ اگر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمتہ اللہ اہتمام و انتظام اور تدریس میں بے نظیر تھے۔ تو حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے اپنی تقاریر اور خطابت سے نہ صرف جالندھر شہر اور مضافات بلکہ پورے ملک میں مدرسہ کو متعارف کرایا اور اتنا وسیع حلقہ اثر بنایا جس سے مدرسہ کی مالی پریشانیاں یکسر ختم ہو گئیں۔ اور ہزاروں روپے ماہوار کے اخراجات حسب معمول پورے ہونے لگے۔

مدرسہ عربی فیض محمدی بام عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اور بھرپور دینی خدمات بجا لا رہا تھا یکایک حالات میں تبدیلی رونما ہوئی۔ پورے حالات حضرت اقدس تھانوی رحمتہ اللہ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ "خیر المدارس" کے نام سے الگ مدرسہ کا اجراء کیا جائے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ کے حکم سے خیرالمدارس کی بنیاد عالمگیری مسجد میں رکھی گئی۔ بعد ازاں ریلوے روڈ پر ایک قطع اراضی خرید کر مسجد اور مدرسہ خیرالمدارس کی عمارت بنائی گئی۔ یہ عمارت بھی طلباء کی

کثرت اور ضروریات مدرسہ کے لئے ناکافی ثابت ہوئی۔ مدرسہ کی ترقی پذیر رفتار سے متاثر ہو کر خان بہادر مولوی فتح الدین صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے لاڈو والی روڈ پر ایک قطعہ اراضی خرید کر مدرسہ کے لئے وقف کردی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا۔ ملک کے دوردراز علاقوں کا سفر کیا۔ مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کے لئے احباب اور قوم کے مخیر لوگوں کو مالی تعاون پر راغب کیا۔ اور زرکثیر کے صرف سے یہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس میں مولانا مرحوم کی مساعی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ نیا مدرسہ اختتام کی آخری منازل طے کر رہا تھا۔ کہ انقلاب ۱۹۴۷ء رونما ہوا۔ اور ہندوستان دو حصوں پاک و ہند میں تقسیم ہوگیا۔

حضرت مولانا مرحوم کی زندگی کا پہلا دور جو کم و بیش ۲۶ سال ہے۔ درس نظامی سے عملاً" وابستگی کا دور ہے۔ اس دور کا زیادہ تر حصہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی رفاقت میں خیر المدارس کی فلاح و بہبود اور نشوونما میں گذرا۔ خدا جانے یہ تعلق کتنا مستحکم تھا۔ کہ تا دم واپسیں قائم رہا۔ جالندھر میں اکٹھے رہے۔ ملتان میں بعد از انقلاب اکٹھے اور اب قبر کی زندگی میں بھی ایک دوسرے کے ہمراہی اور رفیق ہیں۔ استاد و شاگرد ہر دو نے پوری زندگی نہایت وضعداری سے گزاری گو رشتہ داری میں بھی منسلک ہوئے۔ چنانچہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادہ حافظ حبیب الرحمان صاحب سے ہوا۔ اور وہ صاحب اولاد بھی ہوئے۔ لیکن حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے اس سمدھیانہ رشتہ کو کبھی بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا بلکہ وہی استادوشاگرد کا تعلق قائم رکھا۔

مولانا مرحوم کی زندگی کا پہلا دور جو تعلیم و تربیت کے زمانہ کے بعد سے شروع ہوا تھا مدرسہ خیرالمدارس سے سبکدوشی پر ختم ہوگیا

حضرت مولانا مرحوم کو قدرت نے متنوع صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ اور ہر ہر صلاحیت کو اپنے اپنے وقت پر اجاگر ہونا تھا۔ اور منشاء ایزدی بھی یہی ہے کہ ہر انسان کو اپنی صلاحیتیں اجاگر کرنے کا موقعہ عطا فرمائے۔ مولانا مرحوم تقریباً" ۲۶ سال مسند آرائے تدریس رہے۔ اس شعبہ میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ کہ اکابر معاصرین

اساتذہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔

اب وقت آگیا تھا کہ مولانا مرحوم درس و تدریس کے محدود دائرہ سے نکل کر سیاست کے وسیع میدان میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے لاینحل مسائل حل کریں اور سیاسی پیچیدہ گتھیا سلجھائیں یوں تو مولانا قضیہ مسجد شہید گنج کے دوران تقریباً ۳۶ یا ۳۵ سے مجلس احرار اسلام جالندھر کی کارروائیوں میں شریک ہونے لگے تھے۔ اور زیادہ متاثر اس وقت ہوئے جب مجلس احرار اسلام جالندھر کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں مولانا مظہر علی صاحب اظہر تشریف لائے۔ مسلم لیگیوں نے جلسہ میں گڑ بڑ ڈالی اور سٹیج توڑ دیا۔ جلسہ ناکام کر دیا۔ اس وقت مولانا کے بعض دوستوں نے درخواست کی کہ اب آپ کی قیادت کی ضرورت ہے اس کے بغیر جالندھر شہر میں مجلس احرار کے رضاکاروں کے لئے کام کرنا مشکل ہے۔ مجلس احرار نے تحریک کشمیر' زلزلہ کوئٹہ کے آفت زدگان کا انتظام اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور تعاقب مرزائیت تحریک میکلیگن کالج غازی علم الدین کے مقدمہ میں ایثار و قربانی' جاں نثاری' جاں سپاری کی وجہ سے عوام و خواص میں مقبول ہو چکی تھی۔ اور ملک و ملت میں اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کر چکی تھی۔ اس لئے انگریزی حکومت اوراس کے پٹھوؤں کے نظر میں کھٹکتی تھی۔ اور ان کو یقین تھا کہ انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت ہونے والے الیکشن میں مجلس احرار کو راستے سے ہٹائے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ حکومت اور اس کے پٹھوؤں نے مسجد شہید گنج کا قضیہ صرف مجلس احرار کا کانٹا نکالنے کے لئے اٹھایا تاکہ مجلس اس سلسلے میں الجھ جائے اور ہم اطمینان کے الیکشن لڑ سکیں! یہ سارے حالات مولانا کے سامنے تھے اور انہوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا کہ انہی دنوں میں حکیم عبدالغنی صاحب مرحوم سابق صدر مجلس احرار ضلع جالندھر نے اپنے قصبہ دھوگڑی میں احرار کانفرنس منعقد کی۔ جس میں احرار رہنما مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ لودھیانوی۔ امیر شریعت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کے علاوہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ اس کانفرنس میں مولانا مرحوم کو احرار رہنماؤں کو قریب سے دیکھنے اور ان سے بالمشافہ ملکی سیاست اور حالات حاضرہ پر گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ مولانا کو قدرت نے حساس دل' ذہن رسا اور

دوربین نگاہ عطا فرمائی تھی۔ بے حد متاثر ہوئے۔ نبض شناس رہنماؤں نے احرار میں شرکت کی دعوت دی۔ اور مولانا رحمتہ اللہ نے منظور فرمالی۔ اور یہ معاہدہ تلوم وابسمن قائم رہا اور امیر شریعت قدس سرہ کے رفیق سفر و حضر رہے۔ اگر کہا جائے کہ یک جان دو قالب تھے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

حضرت مولانا احرار میں شامل ہونے سے پہلے بھی تقریر و تبلیغ کے ذریعہ اپنا وسیع حلقہ اثر پیدا کر چکے تھے۔ بلکہ دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شمولیت کے باعث بلند پایہ خطیبوں میں شمار ہوتے تھے۔ مجلس احرار میں شرکت فرمائی اور وہاں بھی اپنا مقام پیدا کر لیا۔

پہلے آل انڈیا مجلس احرار کے رکن ہوئے۔ بعد ازاں صوبہ پنجاب کے صدر منتخب ہوئے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ ہی پنجاب کے صدر تھے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب قدس سرہ ۳۶ ـ ۱۹۳۵ء سے مجلس احرار میں شامل ہو چکے تھے۔ کچھ عرصہ تدریسی اور سیاسی مشاغل برابر جاری رہے لیکن بالآخر عملاً سیاست میں حصہ لینے لگے کہ سیاست ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر!!!
توچہ دا ایکہ درین گرد سوارے باشد!!

یہ حقیقت ہے کہ مولانا مرحوم جس طرح تعلیم و تدریس کی مسند پر جلیل القدر اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ اسی طرح سیاسی سٹیج پر بھی تجربہ کار سیاست دان' مدبر و معاملہ فہم رہنما بے مثل مقرر شعلہ بیان لیکچرار اور تحفظ ختم نبوت کے پرعزم سپاہی ثابت ہوئے۔ اگر سادگی اور جفاکشی ان کا شعار تھا تو بے نظیر حاضر جوابی' خود اعتمادی' جرات و دلیری' قوت فیصلہ سے بدرجہ اتم متصف تھے۔ کفایت شعاری اور انتظامی امور میں مہارت تامہ نہ صرف ان کے معاصرین میں ضرب المثل تھی۔ بلکہ ان اوصاف کی بنا پر اکابر بھی تحسین فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو انگریزی حکومت نے رہنمایان

ہندوستان سے مشورہ کئے بغیر ہماری نوجوں کو جنگ میں جھونک دیا اور فوجی بھرتی شروع کر دی۔ اس پر مجلس احرار نے نہ صرف پرزور احتجاج کیا بلکہ فوجی بھرتی کے خلاف تحریک چلائی۔ حضرت مولانا نے بھی ایک بیباک لیڈر کی طرح ایسی معرکۃ الارا تقریریں کیں۔ کہ ملک میں فوجی بھرتی کے خلاف نفرت امیز جذبہ پیدا ہو گیا۔ گرفتار ہوئے' مقدمہ عدالت میں چلایا گیا۔ لیکن احرار رہنمایان کے فیصلہ کے مطابق نہ مقدمہ لڑا گیا نہ وکیل کیا گیا صرف ایک مختصر بیان پر کفایت کی!

"کہ مجھے اس حکومت سے انصاف کی توقع نہیں ہے"

انگریزی عدالت نے سزادی۔ قید کا زیادہ تر حصہ امرتسر جیل میں گزار کر رہا ہوئے۔ یہ حضرت رحمتہ اللہ کی پہلی گرفتاری اور آزمائش و ابتلاء کے دور کی ابتدا تھی۔

رہائی کے بعد جالندھر شہرمیں تنظیم جماعت' تردید مرزائیت' اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں مصروف تھے کہ ۱۹۴۱ء میں ایک جلسہ میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لائے۔ مولانا رحمتہ اللہ کی بے مثال خطابت سے متاثر ہو کر ملک برخوردار صاحب مرحوم والد ملک عبدالغفور صاحب انوری اور مشہور احرار ورکر حافظ محمد یار صاحب نے ملتان میں مولانا حبیب الرحمان لودیانوی سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ مولانا محمد علی صاحب کو ملتان میں مستقل رہائش کا حکم دیں۔ انہوں نے حضرت رائے پوری قدس سرہ سے عرض کرنے کا مشورہ دیا۔ اس طرح اکابر کے حکم سے مولانا مرحوم جامع مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں تشریف لے آئے۔ اور جامعہ محمدیہ کا اجراء فرمایا۔ خطبہ جمعہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو چند ماہ میں جمعہ کے اجتماع نے ایسی مرکزی حیثیت اختیار کی کہ قرب و جوار کے مکانوں' دوکانوں کی چھتیں' سڑکیں' گلیاں اس اجتماع جمعہ کے سامنے اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگیں۔

مولانا مرحوم قبل تقسیم ملک بھر میں احرار کانفرنسوں اور مدارس عربیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن مسجد سراجاں کے جمعہ کی مداومت کا یہ حال تھا۔ کہ وہاں ایسے دور دراز علاقہ سے محض جمعہ کے لئے ملتان تشریف لاتے۔ اور جمعہ

کے بعد بقایا کام کے لئے واپس تشریف لے جاتے۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ شب جمعہ ریلوے اسٹیشن سے دور کسی جگہ تقریر ہے اور تقریر کے بعد ریل پکڑنے کے لئے وقت کم اور مسافت زیادہ ہے' سواری کا کوئی انتظام نہیں تو یہ مجاہد فی سبیل اللہ مبلغ اسلام دوڑ لگا رہا ہے۔ تاکہ ریل پکڑ کر جمعہ کے وقت تک ملتان پہنچ سکے۔ وضعدار اور عزم کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ ایک سٹیشن پر مولانا مرحوم پہنچے ہی تھے کہ گاڑی چل دی۔ پیچھے بھاگے' گاڑی پہلا سگنل کراس کر رہی تھی۔ دروازے کا ڈنڈا پکڑ لیا۔ لیکن پائیدان پر پاؤں نہ رکھ سکے۔ کافی دور تک گھسٹتے چلے گئے۔ گھٹنے چھل گئے۔ کمرہ کی سواریوں کی مدد سے سوار ہوئے مگر ملتان کا جمعہ نہ چھوڑا۔

کفایت شعاری انسان کو احتیاج سے بچاتی ہے۔ اور پس اندازی کا سلیقہ پیدا کرتی ہے۔ مولانا رحمتہ اللہ کا یہ وصف بہت نمایاں تھا اور اسی کفایت شعاری کا نتیجہ ہے کہ احرار میں رہے تو احرار کی مالی پریشانیاں یکسر ختم جب مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام ۱۹۴۹ء کے بعد عمل میں آیا۔ اور مولانا رحمتہ اللہ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے تو پورے ملک کے اہم شہروں میں دفاتر قائم کرائے۔ ملتان میں ایک لاکھ روپے کے صرف سے دفتر مرکزیہ کی عمارت تعمیر کروائی۔ بسا اوقات فرمایا کرتے تھے کہ چوہدری افضل حقؒ صاحب کے ساتھ کام کرنے کا وقت بہت کم میسر آیا۔ ورنہ چوہدری صاحب کو مالی لحاظ سے بے فکر کر دیتا۔ تقسیم ملک سے قبل دیہاتی جلسوں میں امیر شریعتؒ اور مولانا حبیب الرحمان صاحب دوسرے اکابر کے ساتھ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ مولانا مرحوم نے نظام اپنے ہاتھ میں لیا تو گروپ بندی کردی۔ اور فرمایا کہ جس جلسہ میں امیر شریعت شریک ہوں گے۔وہاں مولانا حبیب الرحمان نہ ہوں گے۔ جہاں قاضی احسان احمد صاحب مرحوم ہوں گے وہاں محمد علی شرکت جلسہ کے لئے نہ جائے گا۔ مقصد خرچ کو کم کرنا تھا اور فیصلہ کر دیا کہ کسی بھی کانفرنس میں شرکاء اجلاس کے لئے ایک وقت میں دو کھانے نہیں پکیں گے۔ اس کفایت شعاری اور تنظیم نے کام کو آگے بڑھایا۔ اور مالی مشکلات پر قابو پانے میں مدد ملی۔

تقسیم ملک ۱۹۴۷ء کے وقت سارے ملک میں قیامت صغریٰ برپا تھی۔ ہر متنفس

کرب و اضطراب میں مبتلا تھا۔ ہر شخص کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ کسی کی بھی جان و مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ آج ۲۵ سال گزرنے کے بعد بھی وہ تصور دل میں آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ ہولناک مناظر آنکھوں کے آگے گردش کرنے لگتے ہیں ان حالت میں لٹے پٹے خون میں لت پت قافلے واہگہ کی سرحد عبور کر کے پاکستان میں داخل ہوتے۔ تو مستقبل کی فکر دامنگیر ہوتی۔ جس جانب کوئی سہارا کوئی جائے پناہ نظر آتی اسی طرف رخ کرتے اور بعض مہاجرین کو حکومت پاکستان خود ہی منزل مقصود پر پہنچا دیتی۔ جہاں بھی سر چھپانے کی جگہ پاتے شکرگزاری کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ لیکن احرار رہنماؤں اور ورکرز کے لئے دوہری مشکلات تھیں۔ انڈیا میں جن سنگھی مسلمانوں کے دشمن تھے اور وہ کوئی امتیاز روا نہ رکھتے تھے۔ ادھر مسلم لیگی حکومت کی نظروں میں احرار معتوب تھے۔ "دو گونہ رنج است و عذاب جان مجنوں را" سرحد واہگہ عبور کرتے ہی جہاں پناہ ملی وہیں پناہ گزیں ہو گئے۔ قافلہ احرار منتشر ہو گیا۔ مولانا محمد حیات صاحب خیر پوچر میرس میں' مولانا لال حسین صاحب اختر سرگودھا میں' ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین صاحب لاہور میں اور امیر شریعت قدس سرہ اپنے عزیز ساتھی نواب زادہ نصراللہ خان کے ہاں خان گڑھ تشریف لے گئے۔ جب خان گڑھ سیلاب میں گھر گیا تو شاہ صاحبؒ خان گڑھ کو خیرباد کہہ کر ملتان تشریف فرما ہوئے۔ خوش قسمتی سے مولانا جالندھری مرحوم تقسیم ملک سے بہت پہلے ملتان میں مستقل قیام فرما چکے تھے۔ نیز حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحبؒ کا اصلی وطن شجاع آباد ضلع ملتان ہے۔ اس لئے قافلہ احرار کے لئے پاکستان میں آمد کے بعد آخری امید گاہ حضرت قاضی صاحب تھے۔ ان لٹے پٹے مہاجر احرار کی آباد کاری اور از سر نو جماعت کی تنظیم میں قاضی صاحب مرحوم کا بہت بڑا حصہ ہے۔ احرار رہنمایان اور رضاکاروں نے ملتان میں مقیم حضرات سے بذریعہ مکاتبت و مراسلت رابطہ قائم کیا اور آمد و رفت جاری ہو گئی۔ یوں سنگ تفرقہ تقسیم ملک کے زخم خوردہ احرار رہنما ملتان میں جمع ہونے لگے۔ جس طرح کوئی بہادر سپہ سالار شکست سے دوچار ہونے کے بعد اپنی باقی ماندہ فوج کو از سر نو مرتب کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ خطیب ملت مولانا قاضی

احسان احمد اور مولانا جالندھری مرحوم نے احرار ورکرز کے منتشر شیرازہ کو جمع کر کے تنظیم و تربیت شروع کردی۔ اور حضرت امیر شریعت قدس سرہ نے ابتدا میں ہی فرمایا کہ انگریز چلا گیا۔ ملک آزاد ہوگیا۔ اور پاکستان معرض وجود میں آچکا ہے۔ ان حالات میں احرار کے سیاسی پلیٹ فارم کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اب ملک کے سب سے بڑے فتنے مرزائیت اور منکرین ختم نبوت کے تعاقب اور اصلاح معاشرہ پر تمام تر توجہ مرکوز ہونی چاہئے۔ چنانچہ بے سروسامانی میں توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیا۔

انہی ایام میں استاذالاساتذہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ بھی جالندھر سے ہجرت کر کے ملتان تشریف لے آئے۔ اور مدرسہ عربی خیرالمدارس کا ملتان میں اجراء فرمایا۔ تو مولانا محمد علی صاحب رحمتہ اللہ نے اپنے مدرسہ جامعہ محمدیہ کا تمام سرمایہ اور کتب خانہ اور درجہ حفظ قرآن کے اساتذہ مدرسہ خیر المدارس کے حوالہ کر دیئے۔ اور اپنے کو امیر شریعت قدس سرہ کی رفاقت میں تحفظ ختم نبوت اور دین متین کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔

ادھر تقسیم ملک مرزائیوں کے لئے سازگار ثابت ہوئی۔ باوجودیکہ مرزائی عقیدۃً پاکستان کے خلاف ہیں۔ مرزا غلام احمد کے الہامات اور نام نہاد خلیفہ ثانی کے ارشادات کی روشنی میں ان کا مذہبی عقیدہ ہے۔ کہ اگر ملک تقسیم ہوا۔ تو وہ کسی نہ کسی طرح اسے دوبارہ اکھنڈ بنائیں گے مرزائیوں نے بالعموم اور ظفر اللہ خان نے بالخصوص قائد اعظمؒ کا جنازہ تک نہیں پڑھا۔ بااین ہمہ ہماری سابقہ حکومت کی بے تدبیری اور کوتاہ اندیشی کے باعث ربوہ ایک مستقل اور محفوظ مرزائی آبادی کی شکل میں مرزائیوں کو مل گیا۔ مرزائی بہت جلد پاکستان میں اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ فوج اور سول محکموں میں کلیدی آسامیوں پر براجمان ہو گئے۔ ظفر اللہ خان وزارت خارجہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ تو مرزائی بلوچستان میں مرزائی سٹیٹ کے خواب دیکھنے لگے۔ چنانچہ قادیانی خلیفہ بشیرالدین محمود طاقت کے نشہ میں چور ہو کر بولا۔ کہ ۱۹۵۲ء کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کم از کم صوبہ بلوچستان تو مرزائی صوبہ بن جانا چاہئے۔

ختم نبوت کے جانباز مجاہد' عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' خطیب امت امیر شریعت قدس سرہ نے ربوہ کے قریب تر سرگودھا پہنچ کر مرزائی خلیفہ کو للکارا۔ کہ دیکھو ۱۹۵۲ تمہارا ہے۔ تو ۱۹۵۳ء اہل اسلام کا ہے۔ مرزائی خلیفہ کے اس اعلان سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوگیا۔ امیر شریعت کی راہنمائی میں خطیب اسلام مولانا قاضی احسان احمد صاحب اور مولانا محمد علی مرحوم کی بے مثل ذہانت اور مدبرانہ حکمت عملی تمام مسلمان فرقوں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ تحمل و بردباری کے کوہ ہمالیہ حضرت مولاناابو لحسنات قدس سرہ نے تحریک ختم نبوت کی قیادت فرمائی اور مرزائیوں کے صوبہ بلوچستان پر قبضہ کرنے کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ درحقیقت ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت نے مرزائیوں کی کمر توڑ دی۔ مرزائی آج تک اپنے زخموں کو چاٹ رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز پاکستان کے کسی حصہ پر قبضہ کرنے کا مرزائیوں کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد تقسیم ملک کے معاً بعد رکھ دی گئی تھی۔ لیکن تحریک ختم نبوت تک احرار اور ختم نبوت کا اشتراک عمل رہا۔

تحریک ختم نبوت کے خاتمہ کے بعد حضرت امیر شریعت قدس سرہ کے دولت کدہ پر رہنمایان احرار کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں حضرت امیر شریعت قدس سرہ نے اپنے سابقہ ارشاد کا اعادہ فرمایا کہ آئندہ مجلس تحفظ ختم نبوت ایک غیر سیاسی ادارہ ہوگا۔ سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

حضرت امیر شریعت کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عظیم الشان ترقی کی اور شاہ صاحب کی زور خطابت نے قصر مرزائیت میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ پروانہ شمع رسالت مجاہد اعظم عاشق رسول ہاشمی' حضرت امیر شریعتؒ منکرین ختم نبوت کے وجود کو برداشت ہی نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ "خاتم النبین کی توہین کرنے والی زبان نہ رہے یا سننے والا کان نہ رہے"

مرزائیت کا استیصال ان کی زندگی کا مشن تھا اس راہ میں بارہا قید و بند کی صعوبتیں اٹھانا پڑیں۔ لیکن ہر صعوبت رضاء الٰہی کا موجب اور عشق رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ازدیاد کا باعث ہوتی تھی۔ آخر عمر میں علالت طبع کے سبب صاحب فراش ہوئے اور طویل علالت کے بعد ۲۱ گست ۱۹۶۱ء میں داعی اجل کو لبیک کہا جان آفرین کے سپرد کردی۔ اللہ تعالیٰ ہزار ہزار رحمتیں ان کی قبر پر نازل فرمائے۔ اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت امیر شریعت کے بعد خطیب پاکستان' نابغہ روزگار حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے ۱۲ شوال ۱۳۸۲ھ کو مسند امارت کو امیر ثانی کی حیثیت سے زینت بخشی' حضرت خطیب پاکستان کی تربیت حضرت امیر شریعت قدس سرہ نے فرمائی تھی۔ حضرت قاضی صاحب نے اپنے محسن و مربی کی تربیت سے کماحقہ' استفادہ فرمایا تھا۔ اور ان کے نقش قدم پر چلے۔

حضرت قاضی صاحب اپنے زمانے کے بے مثل خطیب اور بے نظیر مقرر تھے۔ حضرت امیر شریعت قدس سرہ کی طرح حاضرین وسامعین کو زعفران زار بنا دیتے تھے تردید مرزائیت اور منکرین ختم نبوت کے تعاقب میں شب و روز رواں دواں رد مرزائیت اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیفات کا ایک بھاری بھرکم صندوق ہر وقت ساتھ ہوتا۔ اور مرزا غلام احمد کی قابل اعتراض اور دل خراش عبارتوں کے کٹنگ' فوٹو سٹیٹ کاپیاں' اور قلمی مسودوں کی فائلیں سفراو حضر میں ساتھ رہتی تھیں۔ حضرت قاضی صاحب کو اپنے شیریں گفتاری' ظاہری اور باطنی پاکیزگی کی بنا پر حکام کے ہاں خاص مقام حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ختم نبوت کے مشن کو جسے حضرت امیر شریعت شاہراہ ترقی پر گامزن فرما گئے تھے۔ ملک کے صدروں'گورنروں اور ان کے وزراء و دیگر اعلیٰ مناصب پر فائز حکام تک پہنچا کر اتمام حجت قائم کردی۔

اس سلسلہ میں بالخصوص حضرت قاضی صاحب یکتا و بے مثل تھے۔ قدرت کاملہ نےان کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ بالاخر خطیب پاکستان بھی ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۰ شعبان ۱۳۸۶ھ کو اس دارالفنا سے دارلبقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ سفر آخرت کے وقت ان کی عمر ۶۲ سال ۵ ماہ تھی اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر پر انوار رحمت کی بارش برسائے اور بلند مراتب عطا فرمائے! آمین۔

بلاشبہ خطیب امت حضرت امیر شریعت قدس سرہ اور خطیب پاکستان حضرت قاضی احسان احمد صاحب کے مبارک عہد ہائے امارت میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے ترقی کے گوناگوں منازل طے کئے۔ لیکن ہر دو پیش روامیر اول وامیر ثانی نے اپنے عہد ہائے امارت میں مولانا محمد علی صاحب جالندھری کو ناظم اعلیٰ کے عہدہ جلیلہ پر فائز رکھا۔ اور مولانا جالندھری ان کے معتمد علیہ رہے۔

امیر ثانی حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب قدس سرہ کی رحلت کے بعد مجلس شوریٰ کے اجلاس مورخہ ۲۳ شعبان ۱۳۸۶ھ منعقدہ دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری دستور کی دفعہ ۴ کے تحت امیر نامزد ہوئے۔ اور جنرل کونسل کے اجلاس مورخہ ۲۷ ذیقعد ۱۳۸۶ھ منعقدہ بہاولپور میں بالاتفاق مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے۔

چنانچہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ کو حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری بحیثیت امیر ثالث مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان مسند امارت پر متمکن ہوئے۔ چونکہ امیر ثالث اپنے پیشرووں کے دوران امارت ناظم اعلیٰ اور معتمد علیہ رہے تھے۔ اور شعبہ مالیات اور تنظیم جماعت کا کام عموماً انہی کے سپرد رہا۔ مولانا جالندھری کو اس سلسلہ میں وسیع تجربہ تھا بلکہ مہارت تامہ حاصل تھی۔

چنانچہ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۶ء تک اپنے پیشرووں کی قیادت میں اور ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۱ء تک اپنے عہد امارت میں کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔

دفاتر کا قیام

کراچی، حیدر آباد، سکھر، جیکب آباد، رحیم یار خان، علی پور، ڈیرہ غازیخاں، چشتیاں، ٹوبہ ٹیک سنگھ، بہاولپور، بہاولنگر، ملتان، لائل پور، گوجرانوالہ، جھنگ، چنیوٹ، جابہ، سرگودھا، کوئٹہ، لاہور، فورٹ سنڈیمن، حافظ آباد، لورالائی وغیرہ میں تحفظ ختم نبوت کے دفاتر قائم کئے اور مبلغین کا تقرر کیا اس کے علاوہ بہت سے قصبات میں جماعتیں موجود ہیں گو دفاتر نہیں ہیں۔

ملتان شہر میں تقریباً" لاکھ روپے کے خرچ سے قصر ختم نبوت کے نام سے دفتر مرکزیہ کے لئے شاندار عمارت تعمیر کروائی اس کے علاوہ کنری' سکھر' گوجرانوالہ' نور پور' کے وفاتر بھی مجلس کے ملکیتی ہیں۔

مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر یورپین ممالک میں بسلسلہ تبلیغ تشریف لے گئے۔ تو انگلینڈ میں ساٹھ ۶۰ ہزار روپے کی لاگت سے دفتر خریدا جس میں اب مدرسہ تعلیم القرآن جاری ہے۔

ایک مرد اور ایک خاتون بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے ہیں مناظر اسلام اس سفر میں فجی آئی لینڈ بھی تشریف لے گئے۔ اور تقریباً" چھ مہینے قیام رہا۔ وہاں بھی آپ کی مساعی جمیلہ سے مدرسہ تعلیم القرآن کا اجراء ہوا۔ تقریباً" ۳۳ ماہ حضرت مناظر اسلام یورپین ممالک میں رہے۔ اور اکثر ممالک میں تردید مرزائیت اور رد عیسائیت وغیرہ وغیرہ موضوعات پر خطاب کیا۔

مولانا جالندھری نے مبلغین کی تنظیم اور دفتری نظام کے قیام میں بہت جدو جہد فرمائی۔ بلکہ ایک نئی طرز کا دفتری نظام قائم کیا۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آمد وصرف کو درست رکھنے کے لئے نئے نئے قواعد وضوابط مرتب فرمائے جن سے دو اور دو چار کی طرح صحیح نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ آمد وصرف کے رجسٹرات کی صفائی اور صحت اندراج پر خاص توجہ فرماتے اور اکثر و بیشتر خود پڑتال فرماتے۔ اور عموماً" کسی اچھے محاسب سے حسابات چیک کرواتے۔ گذشتہ سال گورنمنٹ کے منظور شدہ اڈیٹراں چوہدری حسین اینڈ کمپنی لاہور سے مجلس کے ۱۳۸۷' ۱۳۸۸' ۱۳۸۹ھ کے حسابات آڈٹ کروائے۔ اڈیٹراں حساب کی صفائی اور صحت اندراج پر بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ "ہم نے مندرجہ بالا سالہائے کے حسابات آڈٹ کئے حسابات درست ہیں' اور ایسے صحیح اور عمدہ حسابات بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں"

مولانا جالندھری نے امیر اول اور امیر ثانی کی قیادت میں اور محبوب ازجان ساتھیوں کی ہمراہی میں اپنا سرمایہ حیات جماعت ختم نبوت کے لئے قربان کردیا۔ ذیل میں ہم مولانا مرحوم کی اجتماع مبلغین منعقدہ مورخہ ۸'۹ مئی ۱۹۵۷ء دفتر مرکزیہ ملتان میں کی

گئی تقریر کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جس سے مولانا کی فطرت سلیمہ اور جماعت کے سمجھنے میں آسانی ہوگی گو یہ تقریر آج سے پندرہ برس پہلے کی ہے۔ مگر ان کے خلوص اور جماعت سے محبت کے پیش نظریوں معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی کی ضرورت پر حضرت عالم بالا سے ارشاد فرما رہے ہیں۔

اجلاس ۸ مئی ۱۹۵۷ء حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اجلاس کی ابتدا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”جس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام پر تحریک کے بعد کام شروع کیا گیا تو نہایت نازک دور تھا۔ کسمپرسی کا عالم تھا۔ لیکن ان مشکلات کے باوجود خواہش تھی کہ جس طرح اکابر نے ملک میں مفت دینی تعلیم کا انتظام کیا ہوا ہے' اسی طرح ایک ادارہ ہو جو تبلیغ دین کا کام مفت انجام دے۔ الحمد للہ! کہ امید سے کہیں زیادہ بہتر نتائج برآمد ہوئے۔ ساتھی منظم ہو گئے۔ قوم نے روپے سے امداد کی۔ اس سے قبل کوئی ادارہ اس مطلب کا نہیں تھا۔ میں اس کامیابی پر خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں۔ اور آپ ساتھیوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ عیسائیوں نے ابتداء اسلام میں کہا تھا کہ اسلام تین چیزوں کی وجہ سے سربلند ہے۔ اتحاد' موت سے محبت اور دنیا سے بیزاری اگر غور کیا جائے۔ تو یہی تین چیزیں مسلمان میں پیدا ہو جائیں تو پھر سے مسلمانوں میں زندگی آجائے الحمد للہ کہ جماعت کے نظم کے ماتحت تمام ساتھی تن دہی سے کام کر رہے ہیں لیکن اس ترقی پر مجھے کچھ فکر بھی لاحق ہے۔ جوں جوں نظم میں وسعت آتی ہے۔ ذمہ داریاں بڑھتی ہیں۔ ساتھیوں کی مقبولیت سے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقعہ ملے گا۔ اس لئے نہایت خلوص کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر وقت ہمیں دست بدعا رہنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کام کو قبول فرمائے اور مزید توفیق عطا فرمائے“

ہم لوگ دیہات میں تبلیغ دین کے لئے جاتے ہیں اکثر جگہ جلسہ کے منتظم ایسے ہوتے ہیں جو نان شبینہ تک کے محتاج ہوتے ہیں لیکن علماء کی منت کر کے لاتے ہیں۔ مرغیاں کھلاتے ہیں۔ سواری کے لئے گھوڑی لاتے ہیں خدمت کرتے ہیں ۔ حالانکہ تبلیغ دین کے لئے مصائب برداشت کرنے کا بوجھ عوام سے کہیں زیادہ علماء پر ہے ڈرتا

ہوں کہ کہیں یہی بات علماء کی گرفت کا باعث نہ بن جائے۔ پچھلے دنوں خان پو
آرہا تھا گاڑی میں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی مدظلہ بھی موجود تھے۔ ج
دور میں غنیمت ہیں۔ ان کے ساتھ جن کا تعلق ہو جاتا ہے ان کی اصلاح ہو جاتی۔
اور تعلق باللہ اور اعراض عن الدنیا پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ دوران سفر فرمانے لگے کہ
بہت گراں ہوتی جا رہی ہے علماء زاد راہ بہت چارج کرتے ہیں جب میں نے جماع
کے حالات بیان کئے کہ ہم خدام بغیر فیس وصول کئے اور بغیر مقرر کئے جاتے ہیں
بہت خوش ہوئے ایسے ہی پیر صدرالدین خان گڑھی نے کہا دفتر میں اطراف ملک۔
ایسے خطوط آتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں جماعتوں کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ و
خرچ بہت کرواتے ہیں ابھی چند دن ہوئے ایسا ہی ایک خط ضلع کیمل پور سے آ
ہے۔

حضرت تھانوی نے صحیح پیر کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ لکھی ہے۔ کہ اس علاقہ کے اہل علم اور دین دار لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ حدیث پاک میں بھی یہی مضمون فرمایا گیا ہے۔ کہ مقبولیت پہلے آسمان پر ہوتی ہے۔ پھر دنیا میں آتی ہے۔ اس ملک میں حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب لاہوری حضرت حافظ الحدیث مولانا درخواستی مدظلہ اہل اللہ کے سرتاج ہیں وہ ہماری جماعت کے کام کی تعریف کرتے ہیں۔ اور کامیابی کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ حضرت درخواستی مدظلہ نے اس سال دستاربندی کے جلسہ میں اکابر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا **"ھولاء اٰبائی"** اور مبلغین کی طرف سے اشارہ کر کے فرمایا **"ھولاء اخوانی"** اور طلب علموں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ **"ھولاء ابنائی"**۔

معلوم ہوا کہ ہمارے معزز مبلغین اہل اللہ کے ہاں محبوب ہیں کسی نے حضرت اقدس رائے پوری کے ہاں حضرت مولانا میانوی صاحب کی شکایت عین کھانے کے وقت کی تو حضرت مدظلہ نے کھانا چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ صحابہؓ کے نقش قدم پر ہیں یہی بات حضرت نے لاہور اور لائل پور میں فرمائی۔ اتحاد، محبت اور خلوص، کی ضرورت ہے نبوت کا کام ہمارے ذمہ ہے ملک کی اقتصادی حالت بد سے بدتر ہوتی جا

رہی ہے۔ ایسے میں خدا کا شکر کرو کہ لوگ تمہاری خدمت کر رہے ہیں۔ وہ شخص بہت خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کے کام میں روٹی دیتا ہے۔ تمہارے ساتھ بہت سے لوگ فارغ ہوئے کیا وہ علماء تنگدست ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں؟ ذی الحجہ میں ہم سب لوگ پابند تھے۔ لیکن آمد گزشتہ سال سے زیادہ ہوئی ذالک فضل اللہ

مولانا لال حسین اختر صاحب کے واقعات کو مشعل راہ بناؤ کہ وہ تم سے قابل اور معمر ہیں لیکن سب سے زیادہ مشقت برداشت کرتے ہیں اور وہ اپنے منتظم کی بات ہر حال میں مانتے ہیں۔ مولانا نے سرگودھا میں چند دن کام نہ کیا تو از خود تنخواہ وضع کرادی۔

دو باتیں کہتا ہوں' ایک ضابطہ کی پابندی' ضابطہ بناتے وقت جیسا چاہو بنا لو۔ اگر سخت ہے نرم کرلو۔ لیکن جب طے کرلو تو اس کی پابندی کرو۔

دوم جلسوں پر جاؤ تو کوئی چیز نہ مانگو جو ملے کھالو۔ آپس میں محبت سے رہو۔ اپنے منتظم کی اطاعت کرو ولو سلط علیکم عبدا حبشی "اپنے بنائے کی لاج رکھو وعدہ خلافی نہ کرو۔ طے شدہ پروگرام میں ردو بدل نہ کرو۔ رخصت حاصل کردہ سے زیادہ نہ گزارو۔ باہر جلسوں پر آئندہ کے لئے وقت خود نہ دو۔ بلکہ داعی سے کہو کہ دفتر کو لکھے"۔

اکابر نے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں ناکامی کے بعد مدارس عربیہ کا جال بچھا کر میکالے وائسرائے ہند کے چیلنج کو قبول کیا اور مدارس عربیہ کو انگریز کے خلاف دفاعی قلعوں کی حیثیت دیدی۔ تقسیم ملک کے بعد انہی اکابر کے نام لیوا جب جنگ آزادی سے فارغ ہوئے تو مولانا محمد علی' قاضی احسان احمد مولانا لال حسین اختر' اور ان کے جاں باز ساتھیوں نے حضرت امیر شریعت کی قیادتمیں مفت تبلیغ دین کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس میں سو فیصد کامیاب ہوئے۔ تبلیغ اسلام تردید مرزائیت' مخالفین ختم نبوت کے ساتھ مناظرے کے لئے ملک کے کسی بھی حصے سے دس پیسے کا خط لکھ دینا ہی کافی ہے۔ خطیب' لبیب' مناظر بمثل' کا از خود پہنچ جانا ضروری ہے۔

جماعت کو مضبوط کرنے اور اس عمارت کو سربفلک پہنچانے کے لئے حضرت

امیر شریعت کی قیادت میں سب ساتھیوں نے بے مثل خلوص و ایثار کا ثبوت دیا۔ اگر ایک طرف مولانا لال حسین اختر' مولانا عبدالرحمان میانوی' مولانا محمد حیات صاحب' مولانا محمد شریف بہاولپوری ایسے کہنہ مشق خطیب اور مناظرین نے معمولی قوت لایموت پر اپنی خدمات تادم واپسین وقف کر دیں تو دوسری طرف مولانا عبدالرحیم اشعر' مولانا غلام محمد صاحب' مولانا قاضی اللہ یار' مولانا خلیل الرحمان اور مولانا سید منظور احمد شاہ ایسے نوجوان فضلاء کرام نے نہایت معمولی قوت لایموت حاصل کر کے اپنے بزرگوں کا ساتھ دیا۔ یہ آگے چل کر ہم نئے نوجوان مبلغین کی ایک مخلص جماعت جو مجلس کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے دن رات کوشاں ہے۔ مکمل فہرست عرض کریں گے۔ لیکن ان سب میں مولانا محمد علی صاحب کامزاج اور کام سراسر نرالا تھا۔ مولانا مرحوم صاحب جائداد تھے جب جائیداد اولاد میں تقسیم کر کے فارغ ہوئے تو جماعت سے مشاہرہ لینا بند کر دیا بارہا ایسا بھی ہوا کہ سردیوں کا موسم بھاری بھرکم بستر ہمراہ ہے۔ کتابوں اور ضروریات کی اشیاء کا بکس بھی ہے۔ ریل سے اترتے ہیں قلی نہیں کرتے خود ہی سامان اٹھا کر تانگہ سٹینڈ تک لاتے ہیں اور دعا جاری ہے کہ "اللہ میاں جو پیسے قلی کو دینے تھے وہ میری طرف سے مجلس تحفظ ختم نبوت کا چندہ قبول فرما"۔

تقسیم ملک سے قبل مولانامرحوم جیل میں تھے کہ دوبھائی فوت ہو گئے اور ایک بھائی تقسیم کے بعد فوت ہوئے۔ اتنے بڑے کنبے میں تنہا رہ گئے۔ لیکن صلہ رحمی کا یہ حال تھا کہ اپنی اولاد کے ساتھ ساتھ مرحوم بھائیوں کی اولاد کے لئے بھی باعث شفقت و رحمت تھے اور ان کی ہر ضرورت کو اولاد کے حقوق کی طرح ضروری خیال فرماتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود جماعت کے کام کو ہر کام پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت مولانا کے خلوص کفایت شعاری' سادگی اور ساتھیوں کی مخلصانہ رفاقت سے کروڑوں روپے سالانہ بجٹ اور بے پناہ ذرائع آمدن رکھنے والی قادیانی جماعت کے مقابلہ میں ایک لاکھ سالانہ بجٹ اور غریب ساتھیوں کے تعاون اور مخیر حضرات کی مالی امداد سے کامیابی حاصل کی۔ مفت تبلیغ کا انتظام خوب سے خوب تر قائم ہوا۔ مرزائی مناظر جو آئے دن اہل اسلام کو مناظرے کا چیلنج کیا کرتے تھے۔ ایسے دم دبا کر ربوہ کی

طرف بھاگے کہ اب ملک کے کسی گوشہ میں مرزائیوں میں مناظرے کی چیلنج کی سکت باقی نہیں رہی۔ بلکہ مبلغین ختم نبوت کی یلغار کے سامنے بے بس ہیں شبانہ روز محنت سے مسئلہ ختم نبوت کی ایسی تبلیغ فرمائی کہ انشاء اللہ العزیز ملک بھر میں کسی پہاڑ کی غار صحرا کی جھونپڑی' شہروں کی متمدن آبادی میں کوئی شخص دعویٰ نبوت کی جرات نہیں کر سکتا۔ جماعت کے مبلغین نے مرزائیت کا ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ان کے ہر مکروفریب اورملک و ملت کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنا دیا اور ہر ناپاک کوشش کو طشت ازبام کر کے حکام اور حکومت کو بروقت آگاہ کیا۔ بلا شبہ حضرت مولانا جالندھری ہر دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں رہے ہیں خواہ نظامت اعلیٰ کا دور ہو خواہ عہد امارت

کارکردگی ۱۳۹۱ھ

گزشتہ سال بلوغ رائے دہندگی کے بنیاد پر ملک میں عام انتخابات ہوئے۔ مولانا جالندھری کی معیت میں مبلغین نے ہر مرزائی امیدوار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو مرزائی امیدواروں کے دجل و فریب سے آگاہ کیا اور اس کے نتائج بد سے بھی خبردار کیا۔

یونہی مرکز اور صوبوں میں صدارت گورنر اور وزارتوں کے قیام کی اطلاع ملی حضرت مولانا نے اراکین اسمبلی صدر محترم اور وزراء کو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت سمجھانے کے لئے فوراً" مناظر اسلامؒ مولانا لال حسین صاحب اختر سے اس موضوع پر ایک کتابچہ مرتب کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ۔ چنانچہ حضرت مناظر اسلام نے مولانا تاج محمود صاحب لائل پوری' مولانا عبدالرحیم صاحب کی اعانت سے "قادیانی مذہب وسیاست" کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا۔

حضرت مولانا نے اردو' انگریزی' اور بنگالی میں اشاعت کا انتظام کیا' اردو اور انگریزی میں رسالہ کی طباعت ہو کر اراکین اسمبلی کو بھیجا جا چکا تھا۔ کہ حضرت اقدس اتمام حجت کے بعد ۲۴ صفر ۱۳۹۱ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

جماعت کے بانی مخلص رہنما اور عاشق ختم نبوت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں ہی اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کی۔ دفتر سے ہی جنازہ اٹھا۔ قاسم باغ میں نماز جنازہ ادا ہوئی۔ تقریباً" ایک لاکھ افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ کراچی سے پشاور تک کے علماء و عوام نے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب ساہیوال خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مدارج میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین یارب اللعالمین۔

امیر ثالث مرحوم کی رحلت کے بعد ۲ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کو مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جو مرحوم کا خود طلب کردہ تھا۔ مجلس شوریٰ نے دستور کی دفعہ ۶ ضمن ۴ کے تحت مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو ۶ ماہ کے لئے عارضی امیر نامزد کیا۔ جس کی توثیق جنرل کونسل کے عام اجلاس منعقدہ ۱۱' ۱۲ شعبان ۱۳۹۱ھ بہاولپور میں عام اراکین نے باتفاق کی

چنانچہ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر ۱۲ شعبان ۱۳۹۱ھ کو بحیثیت امیر رابع مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان مسند امارت پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت امیر رابع جماعت کے گرم و سرد چشیدہ تجربہ کار رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ سابقہ امراء کے عہد امارت میں مشیر خصوصی رہے ہیں غیر ممالک کا دورہ کر چکے ہیں۔ رد مرزائیت کے فن کے امام ہیں۔

اب قافلہء تحفظ ختم نبوت مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر امیر رابع کی قیادت میں رواں دواں ہے۔

دفتر جابہ

مرزائیوں نے وادی سون سکیسر میں مرزائی خلیفہ بشیرالدین محمود کے لئے النخلہ کے نام سے گرمائی ہیڈ کوارٹر تعمیر کیا اس کو ایئر کنڈیشنڈ بنانے کے لئے جنریٹر لگائے۔ اس کی تعمیر اور آرائش و زیبائش پر لاکھوں روپے صرف کئے۔ تیار شدہ ہیڈ کوارٹر میں دو ایک گرمیاں ہی گزاری تھیں۔ کہ کپتان غلام محمد صاحب اور حافظ نجیب الدین صاحب

آف انگہ نے حضرت امیر شریعت مرحوم کو اس کی اطلاع دی حضرت وہاں حضرت تشریف لے گئے۔ سرگودھا روڈ پر کھلے میدان میں جلسہ کیا۔ تردید فتنہ مرزائیت کے متعلق جلسہ کی کاروائی سے متاثر ہو کر ملک اللہ وسایا صاحب نے دو کنال اراضی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام پر وقف کر دی۔

"اللہ تعالیٰ ان کو سعادت دارین عطا فرمائے"

مجلس کے مبلغین کی یلغار اور علاقہ کے غیور مسلمانوں سے مرعوب ہو کر مرزائی **تو فاما الزبد فیذہب جفاء** کے ابدی اصول کے تحت الخلہ کو کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ کر ربوہ واپس پہنچ گئے۔ اور **کانہم اعجاز نخل خاویہ** کا منظر پیش کرتے ہیں۔ لیکن جماعت کا کام بحمد اللہ! **واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** کے ربانی ارشاد کے مطابق جاری بلکہ ترقی پذیر ہے۔ اسال مبلغ تین ہزار روپے کے صرف سے اس دو کنال اراضی کے گرد چاردیواری اور کمروں کی تعمیر ہوئی۔ مدرسہ تعلیم القرآن کا اجراء اور حافظ محمد حیات صاحب انگوی مدرس مقرر ہوئے۔ انشاء اللہ آئندہ سال عظیم الشان مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تجویز زیر غور ہے۔ اور مدرسہ میں بیرونی طلباء کی تعلیم کا انتظام بھی کیا جائے گا۔

گو جابہ کے دفتر اور مدرسہ کی تعمیر اور مدرسہ کے اخراجات جماعت برداشت کرتی ہے۔ لیکن حضرت مولانا فضل احمد صاحب تلہ گنگ اور حضرت مولانا قاضی محمد رضا صاحب تلی مقامی طور پر اس ادارہ کی سرپرستی اور نگرانی فرماتے ہیں یہ سب اللہ کریم کی عنایات اور ساتھیوں کی انتھک محنت و خلوص اور علاقہ کے علماء اور عوام کے تعاون کے برکات ہیں۔

اس سال نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام سقوط مشرقی پاکستان کے اندوہ ناک سانحہ سے متاثر ہوا۔ دشمنان اسلام کامیاب ہوئے۔ اور پاکستان اپنے نصف سے زائد حصہ سے محروم ہو گیا تو جماعت نے احساس ذمہ داری کے تحت ایک اشتہار بعنوان

ا۔ "موجودہ بحران کا ذمہ دار کون!"

دس ہزار کی تعداد میں طبع کرا کے تقسیم کیا پھر دوسرا اشتہار بعنوان'

۲۔ "عوام کی حکومت سے عوام کا مطالبہ"

پندرہ ہزار کی تعداد میں پورے ملک میں تقسیم کیا کہ المیہ سقوط مشرقی پاکستان میں صدر کے مشیر ایم ایم احمد (مرزائی) بھی صدر یحیٰی اور اس کے جرنلوں کے برابر کے شریک ہیں

۳۔ پھر جب صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی صاحب بھٹو نے سانحہ مشرقی پاکستان کی تحقیقات کے لئے حمود الرحمان کمیشن مقرر کیا۔ اور کمیشن کے چیئرمین جناب حمود الرحمان نے اعلان کیا کہ جن لوگوں کے پاس سقوط مشرقی پاکستان کے متعلق کوئی معلومات ہوں وہ تحریر کر کے کمیشن میں پیش کریں۔ تو اس پر مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر امیر مرکزیہ نے ایک درخواست ان کے دفتر واقعہ ہائی کورٹ لاہور میں رجسٹرڈ کرائی۔ جسمیں عرض کیا تھا کہ "ہمارے پاس اس بات کے دلائل اور تحریری ثبوت موجود ہیں کہ سقوط مشرقی پاکستان کے المناک حادثہ میں سابق صدر یحیٰی اور اس کے جرنلوں کے علاوہ مرزائی جماعت بالخصوص ایم ایم احمد بھی برابر کے شریک ہیں"

لیکن افسوس حمودالرحمان کمیشن پر حکومت نے توجہ نہیں کی بلکہ مسلمانوں کی بے حسی اور مرزائی اثر و رسوخ کا شکار ہو کر رہ گئی۔

اس سال حسب معمول مبلغین کی تربیت کے لئے "دار لمبلغین" کا اجراء ہوا جو چار ماہ تک جاری رہا اور اس میں ۸ فارغ التحصیل علماء کرام نے داخلہ لیا اور نصاب ختم کر کے فارغ ہوئے اور ان کے تمام اخراجات جماعت نے برداشت کئے۔ نیز امسال کانفرنسوں اور جلسوں کے علاوہ بڑے بڑے شہروں (گوجرانوالہ' سیالکوٹ' کھاریاں' اسلام آباد' راولپنڈی' ساہیوال) میں مقامی طور پر تربیت گاہیں قائم کی گئیں۔ جن میں مقامی علماء کرام اور دینی مدارس کے طلباء بھاری تعداد میں شریک ہوئے۔ اور فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب نے ضعف پیری کے باوجود ہر تربیت گاہ میں حسب ضرورت قیام کر کے مسئلہ ختم نبوت' حیات مسیح علیہ السلام اور کذبات مرزا سے کماحقہ آگاہ فرمایا۔ اور اپنے پچاس سالہ معلومات سے عوام و خواص کو آگاہ کیا اور طلباء کو مذکورہ بالا مسائل پر مکمل تیاری کروائی۔

مرزائی گھوڑے

ہمیں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے شعبہء نشر و اشاعت کے ناظم نے قادیانیوں کے ترجمان رسوائے زمانہ الفضل سے ایک خبر اپنے مختصر تبصرہ کے ساتھ اشاعت کے لئے بھجوائی ہے خبر حسب ذیل ہے :۔

گھوڑ دوڑ کے مقابلوں کی اختتامی تقریب میں خلیفہ ربوہ کا خطاب

اس وقت دیر ہو گئی ہے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا ہے اس لئے میں زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا اور ایک خواہش کا اظہار کئے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔ اس سال گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں چالیس گھوڑوں نے حصہ لیا ہے۔ آئندہ سال تو نہیں۔ لیکن آئندہ چار پانچ سال کے اندر
چالیس سو گھوڑوں کو اس مقابلہ میں حصہ لینا چاہئے۔ اس لئے دوست اس طرف توجہ کریں۔ گھوڑے خریدیں۔ گھوڑوں کی نسلیں پالیں اور ڈھونڈیں۔ (الخ الفضل ربوہ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۷۳ء)
اصحاب غور فرمائیں کہ ربوہ میں اتنی کثیر تعداد میں گھوڑوں کی تیاری۔ آغا خاں بننے کا شوق ہے۔ یا کوئی دوسری تجویز۔

اس خبر کے بین السطور سے ہر اس آدمی کا ذہن جو ربوہ کی سیاست سے ادنیٰ واقفیت رکھتا ہو ان عزائم کو بھانپ لیتا ہے۔ جو قادیانی سیاست دانوں کے دلوں میں کروٹیں لے رہے ہیں۔

ہمیں مرزا ناصر احمد کے اس خطبہ سے کہ چار پانچ سال کے دوران ربوہ میں گھوڑوں کا ایک رسالہ تیار ہو جائے گا۔ یا اس کے علاوہ فرقان فورس کی تیاری۔ اسلحہ کی ذخیرہ اندوزی' ان چیزوں پر قطعا" تعجب نہیں ہوتا بلکہ ہمیں تو اس بات پر افسوس ہے کہ کبھی حکومت ان چیزوں پر حب الوطنی کے نقطہء نظر سے غور کرے گی بھی یا نہیں۔

ہم یہ بدگمانی کرنے کے گناہ گار نہیں ہونا چاہتے کہ ہم یہ الزام عائد کریں کہ حکومت یہ باتیں جانتی نہیں ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ارباب حکومت یہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن غالباً" جو چیز ان کے یقین میں نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شخص یا گروہ محسن انسانیت کا وفادار نہیں وہ کسی اور دوسرے کا وفادار ہو سکتا ہی نہیں ہے۔

زرخالص جسے سمجھ رہے ہو وہ زر کم عیار ہو گا۔

(لولاک ۲۷ جنوری ۱۹۷۳ء)

ربوہ کالج میں قادیانیوں کی اندھیر نگری

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل صاحب اور کالج کی سابقہ انتظامیہ کی دھاندلیوں اور کالج کے طلبہ سے مظالم کی کچھ روئیداد اس سے پہلے لولاک کے گذشتہ شماروں میں نمائندہ لولاک چنیوٹ کی ارسال کردہ رپورٹ کی روشنی میں شائع کی جا چکی ہے' اس سلسلہ میں گذشتہ ہفتہ ربوہ کالج کے طلبہ کی تنظیم یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سیکرٹری چوہدری ظہیر احمد چٹھہ نے لائل پور پہنچ کر ۱۵ جنوری کو پریس کلب لائل پور میں ایک پریس کانفرنس طلب کی اور اپنی تنظیم کے دوسرے ساتھیوں کے خلاف ربوہ کے غنڈوں کے سلوک اور مظالم کی تمام داستان بیان کی۔ ہمارے نمائندہ کی اطلاع کے مطابق چوہدری ظہیر احمد چٹھہ پریس کانفرنس میں اپنے خون آلود کپڑے بھی لایا ہوا تھا۔ جو اس کے زخمی ہونے کے دوران خون آلود ہو گئے تھے ہم آج کے شمارہ میں چوہدری صاحب موصوف کا پریس بیان شائع کر رہے ہیں تاکہ حکومت کے ایوانوں تک ان مظلوم طلبہ اور ربوہ کی ظالم انتظامیہ کے کارناموں کی۔ روئیداد پہنچ سکے اور اگر خدا اسے توفیق دے تو وہ اس ظلم کو روک سکے۔

(ادارہ)

لائلپور گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طلباء کی تنظیم یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سیکرٹری چوہدری ظہیر احمد چٹھہ نے مطالبہ کیا ہے کہ ربوہ کالج میں طلباء پر ڈھائے جانے والے مظالم کی تحقیقات کرائی جائے اور اس سے قبل کالج کے پرنسپل

کو تبدیل کیا جائے۔ انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یکم ستمبر ۱۹۷۲ء سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ بھی ملک کے دوسرے پرائیویٹ کالجز کی طرح سرکاری تحویل میں آچکا ہے لیکن کالج کی سابق انتظامیہ اور اس کے ہم خیال پرنسپل آپس میں ملی بھگت کر کے کالج کے حالات کو مسلسل خراب کر رہے ہیں اور برابر اس کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح یہ کالج پھر سابقہ انتظامیہ کو واپس کر دیا جائے۔ کالج کے سرکاری تحویل میں آجانے کے بعد کالج کے طلبہ نے جائز طور پر یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کر لی۔ جس کا مقصد احمدی اور غیر احمدی تمام طلباء کے حقوق کی نگہداشت قرار پایا۔ اس تنظیم کے صدر رفیق باجوہ تھرڈ ایئر کے ایک احمدی طالبعلم منتخب ہوئے۔ رفیق باجوہ نے صدر منتخب ہونے کے بعد مطالبہ کیا کہ اب یہ ادارہ ایک سرکاری کالج ہے اس میں سرکاری قواعد و ضوابط کا نفاذ کیا جائے اور سابقہ انتظامیہ کو مکمل طور پر ختم ہو جانا چاہئے۔ یہ اعلان کالج کی سابقہ انتظامیہ اور پرنسپل صاحب چوہدری محمد علی کو سخت ناگوار گزرا انہوں نے چند پٹھوؤں کے فیصلے کے مطابق رفیق باجوہ کو زدوکوب کرنے کی کوشش کی جس سے طلبا میں سخت اشتعال پھیل گیا۔ اور کالج میں سٹرائیک ہو گئی طلبہ نے اس جوانمردی غنڈہ گردی کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ پرنسپل صاحب نے کالج کی انتظامیہ کے اشارے پر رفیق باجوہ کو کالج چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور ان سے مائی گریشن کے فارم پر دباؤ ڈال کر دستخط کرا لئے اسی طرح تنظیم کے دوسرے عہدیداروں کو بھی دھمکانا شروع کر دیا۔ جس پر کالج کے طلباء کا ایک نمائندہ وفد ۷۲/۷/۲ کو وزیر تعلیم ڈاکٹر عبدالخالق سے لائلپور میں آکر ملا اور انہیں اپنی تکالیف اور مشکلات سے آگاہ کیا۔ وزیر تعلیم نے وفد سے وعدہ کیا کہ وہ رفیق باجوہ کی مائی گریشن منسوخ کرا دیں گے۔ سابقہ انتظامیہ کی کالج کے معاملات میں مداخلت روک دی جائے گی اور پرنسپل صاحب یا کوئی اور شخص طلباء پر آئندہ کوئی زیادتی نہیں کرے گا اس پر پرنسپل صاحب کا رویہ طلبہ سے اور زیادہ سخت ہو گیا اور سابقہ انتظامیہ کی مداخلت بھی بڑھ گئی طلبہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے۔ چنانچہ ربوہ کالج کے پچاس طلبہ کا ایک نمائندہ وفد گورنر صاحب اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات

کرنے لاہور گیا تاکہ اپنی شکایات سے انہیں باخبر کر کے ان کا ازالہ کیا جائے۔

اس وفد کو گورنر صاحب سے ملنے میں کامیابی نہ ہو سکی بلکہ شیخ جاوید الرحمٰن مشیر گورنر سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے روز یہ وفد ملک معراج خالد وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملا انہوں نے پرنسپل صاحب کے نام طلبہ کے مطالبات پر لکھ دیا کہ طلبہ کی جائز شکایات کا ازالہ کیا جائے پرنسپل نے اس چھٹی کو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ ۱۲ دسمبر کو مجھے، غضنفر علی، عبدالسلام وحید احمد اور دیگر چند طلبا کو علیحدہ علیحدہ مقامات پر زدوکوب کر کے زخمی کر دیا۔ حبس بے جا میں رکھا گیا۔ ہماری گھڑیاں نقدی اور سامان چھین لیا گیا۔ میں ضربات کی وجہ سے لہولہان ہو کر دس گھنٹے تک بیہوش رہا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک بند کمرے میں پڑا ہوا پایا۔ دوسرے دن میرا دروازہ کھولا گیا اور کچھ وقت کے بعد وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا معلوم ہوا کہ میرے علاوہ میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی مختلف جگہوں پر ربوہ میں زدوکوب کیا گیا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی رات رفیق باجوہ کے گھر کا بھی غنڈوں نے گھیراؤ کیا اور رفیق باجوہ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن گھر کی خواتین کی ہمت سے وہ جان بچا کر ربوہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے والدین کو ربوہ سے زبردستی نکال دیا گیا اور وہ ۲۵ سالہ انجمن احمدیہ کا واقف زندگی کا رکن ربوہ سے نکل گیا۔ میں اور غضنفر علی زخمی حالت میں اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے ہمیں تھانہ لالیاں بھیج دیا۔ جہاں ۱۴ دسمبر کو ہم نے تمام واقعات اور ضربات کی رپورٹ درج کرا دی۔ پولیس کے علاوہ ان واقعات کی اطلاع صدر مملکت گورنر پنجاب آئی جی پولیس کو بھی بذریعہ تار دی گئی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب ربوہ اور تھانہ لالیاں تشریف لائے۔ لیکن وہ طلبہ کی عدم موجودگی میں افسران کو ہدایت دے کر معاملہ گول کر گئے۔

مقامی انتظامیہ کی ہدایت پر پولیس ہمیں منت سماجت کر کے ربوہ کالج میں لے گئی اور پرنسپل صاحب سے ہماری صلح کرا دی۔ لیکن ہمیں یقین دلایا گیا کہ جو رپورٹ تھانہ میں درج کی گئی ہیں اس کی تفتیش کی جائے گی اور مجرموں کو سزائیں دلوائی

جائیں گیں۔ لیکن دوسرے روز پرنسپل صاحب نے ہمیں کہا کہ اگر کوئی شخص اب آپ کو ربوہ میں گولی مار دے تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں گا' اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ مائی گریشن کے فارم پر دستخط کر دیں اور کالج چھوڑ جائے گی۔ چنانچہ ہم پر دباؤ ڈال کر مائی گریشن کے فارموں پر دستخط کروا لئے گئے۔ اس طرح ہمیں وہاں سے جبراً" نکال دیا گیا اس وقت تک میرے علاوہ رفیق باجوہ انور دیو' منظور بھٹی' جمیل چیمہ' نعیم پراچہ' الطاف عبدالسلام خاں سندھو وغیرہ۔ ربوہ کالج سے نکالے جا چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے میں اخبارات کے توسط سے حکومت پاکستان سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ

(۱) ربوہ کالج میں طلبہ پر ڈھائے جانے والے مظالم کی آزادانہ تحقیقات کرائے اور تحقیقات سے قبل موجودہ پرنسپل کو تبدیل کر کے وہاں کوئی غیر جانب دار اور حکومت کا وفادار پرنسپل متعین کیا جائے۔

(۲) جن غنڈوں نے طلباء پر قاتلانہ حملے کئے انہیں زخمی کیا۔ ان کے خلاف مقدمے چلا کر انہیں قرار واقعی سزائیں دلوائی جائیں۔

(۳) ہماری چھینی ہوئی گھڑیاں نقدی اور سامان واپس دلایا جائے۔

(۴) یکم ستمبر ۱۹۷۲ء کے بعد جن طلبہ سے کالج یا ہوسٹل کے سابقہ واجبات سابقہ انتظامیہ کی رسید بکوں پر خلاف قانون وصول کئے جا رہے ہیں۔ ان کا سلسلہ بند کیا جائے اور وصول شدہ رقوم سرکاری خزانہ میں جمع کرائی جائے۔

(۵) کالج میں پڑھنے والے اور ہوسٹل میں قیام پذیر طلبہ کو ہر طرح کا تحفظ مہیا کیا جائے۔

(۶) کالج اور ہوسٹل کے تمام ریکارڈ میں گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ لکھا جائے جو ابھی تک جان بوجھ کر پرنسپل صاحب نہیں لکھ رہے یہاں تک کہ پرنسپل صاحب کی نئی مہر پر بھی گورنمنٹ کا لفظ شامل نہیں ہے۔ (لولاک ۲۷ جنوری ۱۹۷۳ء)

چوہدری رفیق احمد خان باجوہ اور مرزائی جارحیت

چوہدری رفیق احمد خاں باجوہ قادیانی جماعت کے پیدائشی چشم و چراغ تھے۔ کالج

میں پڑھتے تھے کہ بھٹو دور حکومت میں تمام پرائیویٹ ادارے حکومت کی تحویل میں لے لئے گئے۔ یہ بات مرزائی قیادت کے لئے سخت ناگوار تھی۔ انہوں نے ابتداً اسے قبول نہ کیا۔ رفیق احمد باجوہ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کو گورنمنٹ تعلیم السلام کالج ربوہ ہونے کے ناطے لکھوں اور کاغذات میں تکمیل کی درخواست کی تو مرزائی قیادت ان کے خلاف ہو گئی انہوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کرایا ـــ زخمی کیا۔ مجھے آج تک یاد ہے کہ وہ منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جب رفیق احمد باجوہ نے فیصل آباد کے پریس کلب میں صحافیوں کو اپنے خون آلود کپڑے دکھائے۔ مرزائی ظلم و ستم کی یہ روئیداد اخبارات میں شائع ہوئی تو مرزائی زخمی سانپ کی طرح بل کھانے لگے۔ رفیق باجوہ نے طلباء کا ایک وفد لے کر وزیر تعلیم' وزیر اعلیٰ معراج خالد۔ گورنر پنجاب ملک غلام مصطفیٰ کھر سے ملاقات کی۔ مرزائیوں نے اس کے احتجاج کو ختم کرانے کے لئے اس کے گھر کا گھیراؤ کیا۔ رات کے وقت ہمسائیوں کی مدد سے وہ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں مولانا تاج محمود مرحوم سے باجوہ اپنے رفقاء سمیت ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا نے شفیق باپ کی طرح ان کو گلے لگایا۔ ذیل میں ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کے ہفتہ وار لولاک کا ایک مضمون "اور مجھ پر مرزائیت کی حقیقت منکشف ہو گی" جناب رفیق احمد باجوہ کا لکھا ہوا۔ مطالعہ فرمائیں۔ جو یہ ہے ـــ

میرے دادا چوہدری رحمت خاں باجوہ سفید پوش ضلع سیالکوٹ دوسرے کئی لوگوں کی طرح مرزائیت کا شکار ہوئے اور انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میرے والد چوہدری بشیر احمد باجوہ نے پیدائشی قادیانی ہونے کے مذہبی عقیدت کے جوش اور جنون میں مرزا بشیر الدین محمود کی اپیل پر بہترین سرکاری ملازمت چھوڑ کر مرزائیت کے لئے زندگی وقف کر دی اور معمولی تنخواہ پر گزر اوقات کرنا قبول کر لیا۔

میرے والد اور والدہ دونوں کے خاندان مرزائیت سے متعلق تھے۔ پھر میری پیدائش بھی خالص مرزائی ماحول ربوہ میں ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ میرا مرزائی

ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ میرے گھر والوں کے کہنے کے مطابق میرا نام بھی مرزا بشیر الدین محمود ہی نے تجویز کیا تھا۔

ایسے حالات میں اکیس برس تک گزارنے کے دوران میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں مرزائیت سے تائب ہو جاؤں گا اور یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتی تھی۔ اسی لئے میں ایک مخلص مرزائی طالب علم ہونے کی حیثیت سے مذہبی اور جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگا۔ پہلے اطفال الاحمدیہ جو مرزائی بچوں کی مذہبی اور جماعتی تنظیم ہے اس کا ممبر رہا۔ اس کے بعد مرزائی نوجوان رضاکاروں خدام الاحمدیہ میں سرگرم رکن رہا۔ میں جماعتی سرگرمیوں میں جیسے جیسے زیادہ حصہ لینے لگا ویسے ویسے مجھے ربوہ کے ماحول کو ہمہ گیر طور پر دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔ میں بھی دوسرے اندھے مقلدوں کی طرح اگرچہ مرزائیت کا بڑا فدائی تھا لیکن جب میں دیکھتا کہ دوسرے لوگوں اور مرزا صاحب کے خاندان کے لوگوں میں نمایاں فرق روا رکھا جاتا ہے تو ہلکی سی خراش میرے دل و دماغ پر آ جاتی جس کی تکلیف اور کڑھن میں محسوس کر کے سوچ میں پڑ جاتا۔

ہر بچے کے جذبات اپنے ماں باپ کے متعلق نازک ہوتے ہیں۔ قدرتی طور پر مجھے بھی اپنے والدین سے بے پناہ محبت ہے جبکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں اور انہوں نے مجھے بڑے پیار محبت اور شفقت سے پالا۔ میرا اپنے والدین پر اس لئے بھی دل دکھتا کہ وہ ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہوتے ہوئے محض جماعت کے لئے نہایت عسرت اور قناعت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جب میں اپنے والد صاحب سے شاہی خاندان کے افسروں کا تحکمانہ سلوک دیکھتا تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ لیکن میں پھر اپنے دل کو تسلی دیتا کہ وہ ہمارے مذہبی پیشوا ہیں۔ ان میں روحانیت ہے اور وہ جماعت کے لئے قابل احترام ہیں۔ اس لئے خاموش رہتا۔ مرزا صاحب کے خاندان کے افراد کا اپنے آپ کو شاہی خاندان قرار دینا اور ربوہ کے دوسرے تمام مکینوں کا اپنے آپ کو خاندان غلاماں تصو میرے دل میں ہر وقت کھٹکتا رہتا۔ پھر جبکہ میرے کانوں میں اس شاہی

بعض شہزادوں کے ناگفتہ بہ حالات بھی پہنچنے لگے۔ میں میٹرک میں پڑھتا تھا کہ ایک روز مجھے ربوہ کے ہی ایک دوست نے ایک کتابچہ "کمالات محمودیہ" پڑھنے کے لئے دیا۔ معلوم ہوا کہ جماعت کے بعض لوگ مرزا محمود کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور ہوئے اور وہ اس طرح کہ ان کے پاس خلیفہ صاحب کے بعض رنگین اور سنگین راز تھے۔ جن کی وجہ سے ان کی عقیدت خلیفہ صاحب سے ختم ہو گئی۔ مرزا محمود نے ان رنگین اور سنگین رازوں کے افشاء کے ڈر سے ان صاحبان پر قاتلانہ حملے کرائے اور انہیں قادیان اور ربوہ سے نکلنا پڑا۔ میرے ذہن میں یہ جستجو شروع ہوئی کہ رنگین اور سنگین راز کیا تھے جن کی وجہ سے عبدالرحمٰن مصری اور میاں عبدالمنان جیسی عظیم شخصیتوں کی عقیدت خلیفہ صاحب سے ٹوٹ گئی اور خلیفہ صاحب نے جماعت کے اتنے بڑے بڑے ستونوں کو قتل کروانے کی کوشش کی اور وہ جانیں بچا کر مرزائیت کے مراکز سے چلے گئے۔ میں نے اس سلسلہ میں بہت کوشش کی لیکن میں بھی دوسرے مرزائیوں کی طرح ربوہ کے مخصوص ماحول میں کنوئیں کا مینڈک ہی تھا۔ اس لئے کوئی مجھے کچھ کہہ دیتا اور کوئی مصلحت آمیز نصیحت کر کے خاموش کرا دیتا اور میں پھر خاموش ہو گیا۔ ماں باپ کی جماعت کے ساتھ جو عقیدت تھی اس کے پیش نظر بھی اور ان کے احترام اور خوف کی وجہ سے بھی ان کے سامنے اپنے یہ خدشات نہ ظاہر کرتا تھا۔ اگرچہ میری جماعت کے متعلق سرگرمیاں جاری رہیں لیکن میں ربوہ کے پورے ماحول میں مکمل مل کر اس کا مزید مشاہدہ اور مطالعہ کرتا رہا۔۔۔۔

اب میں تعلیم الاسلام کالج کا طالب علم تھا۔ اپنی افتاد طبع کے باعث میری سرگرمیاں طالب علموں کے لئے بھی خیر خواہانہ اور رفاہی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طالبعلموں میں نمایاں اور ممتاز تھا۔ انہی دنوں مجھے ربوہ کے ایک اور دوست نے ایک اور کتاب پڑھنے کے لئے دی۔ یہ کتاب مظہر ملتانی کی لکھی ہوئی تھی۔ مظہر ملتانی قادیاں کے رہنے والے جماعت کے ایک فخرالدین ملتانی کے بیٹے ہیں۔ وہ بھی قادیان میں رہتے رہتے اور خلافتی ماحول کے قریب ہو کر بعض رنگین اور سنگین آگاہ ہو گئے اور اب پاکستان میں انہوں نے یہ کتاب "تاریخ محمودیت"

شائع کی ہے جو کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ جس کے متعلق یہ بھی بتایا گیا کہ مرزائیوں نے حکومت میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اس کتاب پر پابندی لگوا کر اسے خلاف قانون قرار دلوا دیا ہے اور اب یہ کتاب چوری چھپے لوگوں کے پاس پہنچتی ہے اور لوگ اسے پڑھتے ہیں۔ یہ باتیں سن کر میری اس کتاب سے دلچسپی بڑھ گئی اور میں نے بھی اسے چوری چوری اول سے آخر تک پڑھا۔ اس کتاب میں لگ بھگ تیس معتبر اور خالص باثر مرزائیوں کی مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ کے کردار کے متعلق مؤکد .بعذاب اللہ شہادتیں درج تھیں اس کے علاوہ عبدالرحمٰن مصری صاحب کا دل ہلا دینے والا مرزا محمود احمد خلیفہ کے نام خط درج تھا۔ یہ کتاب پڑھ کر مجھ پر ساری حقیقت حال واضح ہو گئی۔ میں بھی دوسرے مرزائیوں کی طرح اس کتاب کو غلط اور گمراہ کن کہہ دیتا۔ لیکن بعض چیزیں اور باتیں میرے علم میں مسلسل آ چکی تھیں جن کا مجھ کو بالکل یقین حاصل ہو چکا تھا۔ میرے ان خیالات کا سلسلہ اس کتاب کے مندرجات سے بالکل جڑ گیا اور میرا ذہن بالکل صاف ہو گیا۔ شاہی خدانان کی ساری روحانیت اور پیشوائیت مجھ پر روشن ہو گئی۔ مجھے بالکل یقین ہو گیا کہ یہ شاہی خاندان کے افراد کی فرعونیت دوسرے لوگوں پر ان کی مذہبی اور روحانی برتری یا کمتری کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ لوگ صرف دولت اور ربوہ میں اپنی طاقت کے بل بوتے پر خدائی کر رہے ہیں اور یہاں رہنے والے لوگ محض پیٹ کی مجبوریوں کی وجہ سے ذلت اور غلامی پر مجبور ہیں اب میرا ذہن بالکل بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اس لئے کہ میری طبیعت پیٹ کی خاطر یا محض اپنے والدین کی مجبوری کی خاطر جھوٹ کو سچ' سیاہ کو سفید کہنے کے لئے آمادہ نہ تھی۔

اسی دوران پیپلز پارٹی کی تحریک شروع ہوئی اور بھٹو صاحب نے سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ کا نعرہ استاخیز بلند کیا۔ یہ نعرہ میرے جذبات کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ میں بھی۔ جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

کا قائل تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے مکان پر پیپلز پارٹی کا جھنڈا ربوہ کے خداؤں کی مرضی کے خلاف لہرا دیا۔ ربوہ کے شاہی خاندان اور اس کے کاسہ لیس حواریوں نے بہت

کوشش کی لیکن میں نے جھنڈا اتارنے سے انکار کر دیا۔ یہ میری ربوہ کے خداؤں کے خلاف پہلی بغاوت تھی۔ مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ اس سے پہلے اپنے سالانہ جلسہ میں سوشلزم کے خلاف فتوٰی صادر کر چکے تھے۔ کسی مرزائی کو ربوہ میں کیسے جرأت ہو سکتی تھی کہ خلیفہ صاحب کی مرضی کے خلاف دم مار سکے لیکن میں نے پیپلز پارٹی کی عوامی تحریک کے لئے یہ جھنڈا لہرائے رکھا اور ہمارے مکان چھوڑنے کے آخری دن تک یہ جھنڈا وہاں لہراتا رہا پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی اور اس سے پہلے ہی مرزا ناصر احمد صاحب اور ان کے حواری بھی بھٹو صاحب کے آستانہء عالیہ پر حسب عادت سجدہ ریز ہو چکے تھے۔ کیونکہ ہر چڑھتے سورج کی پوجا کرنا اسے **ھذا ربی** کہنا ان کی عادت ہے۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا اور میں حکومت کے اس اقدام سے خوش تھا کہ کم از کم کالج کی فضا تو مرزائیت کی آمریت سے آزاد ہو گی اور یہاں ہم آزادی کی فضا میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں گے۔ لیکن ربوہ نے اپنی آہنی گرفت کالج پر مضبوط کی ہوتی تھی وہ اندر ہی اندر حکومت کے اس اقدام پر کڑھ رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ طلبہ سے کالج کے واجبات اور ہوسٹل کے بقایا جات وصول کر کے ہڑپ کر رہے تھے۔ میں نے طلبہ سے مل کر اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی کہ اب کالج حکومت کی تحویل میں ہے اور اب یہ سرکاری ادارہ ہے۔ ربوہ والوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ طلبہ سے پچھلے بقایا جات وصول کر کے ہڑپ کریں۔ یہ سرکاری فنڈ ہیں۔ انہیں سرکاری خزانہ میں جمع ہونا چاہئے لیکن پرنسپل ایک تو مرزائی اور دوسرا ان کا زرخرید۔ تیسرا اپنے بعض عیوب کی وجہ سے ان کا خوشامدی۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ اس نے ایک روز طلبہ سے خطاب کرنے کے دوران مرزائی غنڈوں سے مجھ پر حملہ کرا دیا۔ کالج کے تمام طلبہ مرزائی غنڈوں کی اس حرکت سے مشتعل ہو گئے اور انہوں نے کالج میں ہڑتال کر دی۔

اور پرنسپل صاحب کے حواس گم ہو گئے۔ انہوں نے کالج میں جوڑ توڑ شروع کر دیئے لیکن وہ طلبہ کے اتحاد کو توڑنے میں ناکام رہے۔ اگلے روز تمام طلبہ جن میں

احمدی اور غیر احمدی سب شامل تھے نے بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی جائے اور پریس کے ذریعہ حکومت کے نوٹس میں یہ معاملہ لایا جائے۔ چنانچہ طلباء کا ایک وفد دوسرے روز چنیوٹ پہنچا اور انہوں نے پریس کلب چنیوٹ میں قومی اخبارات کے نمائندگان کی ایک پریس کانفرنس طلب کی۔

یہ ناخوشگوار فریضہ طلبہ نے میرے ذمہ سپرد کیا کہ میں ان کی طرف سے کالج میں روا رکھی جانے والی تمام بے قاعدگیوں اور دھاندلیوں پر روشنی ڈالوں۔ میں نے پریس میں وہ تمام چیزیں دے دیں۔ جو کالج کے قومی تحویل میں آ جانے کے بعد مرزائیوں کی بے جا مداخلت خیانت' خرد برد وغیرہ کی صورت میں کی جا رہی تھیں۔

تیسرے روز اخبارات میں ہماری پریس کانفرنس کی روداد شائع ہو گئی پھر کیا تھا ایوان خلافت ربوہ میں زلزلہ آگیا۔ ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا۔ احمدی طلباء کے والدین کی پیشیاں شروع ہو گئیں ان سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔ سفارتی اور نظارتی سطح پر انکوائریاں شروع ہو گئیں اور بعض طالب علموں کے متعلق کالج سے اخراج ــــ اور دوسری سزاؤں کے فیصلے ہونے لگے۔ چوتھے روز ہمیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عبدالخالق وزیر تعلیم پنجاب لائلپور آ رہے ہیں۔ ہمارا ایک نمائندہ وفد ان کی خدمت میں لائلپور پہنچا اور انہیں بتایا کہ تعلیم الاسلام کالج کس طرح فسطائیت کی زد میں ہے۔ حکومت کے قومی ملکیت میں لینے کی پالیسی کی مٹی پلید کی جا رہی ہے۔ طلبہ کے خلاف مختلف سزاؤں کے فیصلے ہو رہے ہیں اور خوف و ہراس کی فضا پیدا کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر عبدالخالق نے طلبہ کی شکایات سن لیں اور گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے غالباً" ربوہ کے لفظ سے مرعوب ہو کر ٹال دیا۔ وہاں سے واپسی پر طلبہ نے لاہور جا کر گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا اگلے روز سو طلبہ کا ایک نمائندہ وفد گورنمنٹ ہاؤس پہنچا اور اپنے مطالبات پہنچائے اور حکومت کو بتایا کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل صاحب ربوہ کے مذہبی دکانداروں کے آلہء کار بنے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ کی نیشنلائزیشن کی پالیسی کی مٹی پلید کر رہے ہیں خدارا حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہئے دوسرے روز وفد وزیر اعلیٰ سے بھی ملا اور ان کے سامنے بھی

ربوہ میں طلبہ کے خلاف کی جانے والی زیادتیوں پر احتجاج کیا۔ وزیر اعلیٰ نے طلبہ کے تحریری مطالبات پر پرنسپل صاحب کے نام پر زور دار نوٹ لکھا اور طلبہ کو دے دیا۔ وفد ربوہ واپس پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ پرنسپل صاحب تمام رہنما طلبہ کے خلاف تعزیری کارروائی کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ادھر ربوہ کی ہامانی سرکار بد سے بدتر قسم کے فیصلے کر رہی ہے۔ جونہی طلبہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب کا وہ حکمنامہ پرنسپل صاحب کو پیش کیا پرنسپل صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور اس حکمنامہ کو پھاڑ کر پھینک دیا۔

اب طلبہ نے سوچا کہ اس غنڈہ گری اور ظلم سے بچنے کا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے طے پایا کہ طلبہ کا ایک وفد مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا تاج محمود ایڈیٹر لولاک لائلپور کو ملے اور ان واقعات سے انہیں باخبر کیا جائے تاکہ وہ عوامی احتجاج کے ذریعہ ان ظالموں کو ظلم کرنے سے باز رکھیں چنانچہ ایک وفد میری سرکردگی میں لائلپور مولاناؒ کی خدمت میں پہنچا۔ اس وفد میں نصف احمدی طلبہ اور نصف غیر احمدی طلبہ شامل تھے۔ مولانا تاج محمود کے پاس جب وفد پہنچا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ لوگوں کی کانفرنس کی رپورٹ اخبارات میں پڑھ کر اندازہ کر لیا تھا کہ اب آپ کی خیر نہیں ہے ربوہ کے مذہبی آمروں کے خلاف ربوہ کے اندر سے صدائے احتجاج بلند ہو اور پھر اس میں احمدی لڑکے شامل ہوں مرزائیوں کے نزدیک قیامت سے کم نہیں ہے اور مرزائی اس قیامت پر کوئی بڑی قیامت بپا کریں انہوں نے ہمیں بڑی شفقت اور پیار سے یہ باور کرایا کہ ہمارا یہ طریقہ جذبات اور محض جوش میں آجانے کا طریقہ ہے اور اس راہ میں ہمارے لئے بڑے خطرات ہیں۔ بہتر یہ تھا کہ آپ اس طرح احتجاج نہ کرتے تھوڑا صبر سے کام لیتے تو شاید آپ لوگوں کو زیادہ پریشانی نہ ہوتی پھر ہماری دلجوئی کے لئے اٹھے اور اپنا ایک فائل ہمیں دکھایا کہ میں نے آپ لوگوں کی پریس کانفرنس پڑھ کر ہی گورنر صاحب، صدر مملکت اور دوسرے متعلقہ وزراء اور حکام کو تار دے دیئے تھے۔ یہ تار بڑے بچے تلے الفاظ میں مفصل قسم کے تار تھے حکومت کو فوری طور پر مداخلت کرنے اور طلبہ کے حقوق کے تحفظ کی طرف متوجہ کیا ہوا تھا۔

مولانا بڑے بااخلاق طریقہ سے پیش آئے اور نصیحت کی کہ ہم اب بھی احتجاج

کا انداز چھوڑ کر اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہوں ورنہ نقصان کا خدشہ زیادہ ہے اس دو گھنٹہ کی ملاقات میں جو بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی وہ یہ تھی کہ مولانا جماعت احمدیہ کے سخت خلاف ہونے کے باوجود یہ کوشش نہیں کر رہے تھے کہ ان طلبہ کو مرزائیوں کے خلاف بھڑکا کر استعمال کیا جائے۔ انہیں ہماری جانوں اور تعلیم اور ہمارے مستقبل کی فکر زیادہ تھی۔ جب انہیں بتایا گیا کہ اس وفد میں احمدی طلبہ بھی شامل ہیں تو انہوں نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ آپ سب لوگ میری اولاد ہیں ملک کا سرمایہ ہیں اور اس قوم کی متاع عزیز ہیں۔ جب وفد نے انہیں یقین دلایا کہ یہ سب احمدی طلبہ مرزائیوں کے اس وقت سخت خلاف ہیں۔ تو انہوں نے پھر بھی یہی کہا کہ ٹھیک ہے یہ لوگ وقتی طور پر ان کے مخالف ہیں لیکن میں انہیں مرزائیوں سے لڑا کر انہیں قتل کرانے کا گناہ اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوں میں مرزائیوں کا مخالف ہوں لیکن میری مخالفت ذاتی نہیں مذہبی اور دینی عقیدوں کی وجہ سے ہے۔ میں اس مخالفت کو اصولوں کی بنیاد پر انسانیت شرافت اور خود دین کی حدود میں رکھ کر جاری رکھے ہوئے ہوں۔

پھر مولانا نے نصیحت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ عزیزو تم دراصل مرزائیوں کی تصویر کے اس رخ سے آگاہ نہیں ہو کہ وہ اپنی تنظیم میں اختلاف رائے رکھنے والوں سے کیا سلوک روا رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی ایک مستقل تاریخ ہے جس کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ آپ میرے مہمانٰ ہیں اور میں آپ کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اگر تم اس تاریخ سے واقف ہوتے تو تم اس طرح پریس کانفرنس اور مظاہرے نہ کرتے اور اختلاف رائے کا یا بیزاری کا کوئی اور طریقہ اختیار کرتے۔ میں چونکہ مرزائیوں کی اس تاریخ سے آگاہ ہوں اس لئے تمہیں یہ مشورہ دے رہا ہوں —— پھر مولانا نے کہا۔ کہ عجیب بات ہے کہ خود مرزائی مسلمان معاشرے میں انتہائی اختلاف رائے رکھنے کا حق مانگتے ہیں مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں۔ اشتعال انگیز عقیدوں کا اظہار اور عبارتوں کا پرچار کرتے ہیں اور ان کے اس اختلاف کے پیش نظر یا ان کی اس مردم آزاری کے پیش نظر انہیں کچھ

کہا جائے تو آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ دیکھو مسلمان کتنے ظالم ہیں ہمیں اختلاف رائے اور اختلاف عقیدہ کا حق نہیں دیتے۔ حکومت اور عوام میں مظلوم بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن قادیان میں اور اب ربوہ میں اگر ان کے عقیدے رکھنے کے باوجود ان کا ممبر اور وفادار ہونے کے باوجود کوئی ذرا سا اختلاف کر دے تو فوراً" بائیکاٹ۔ اخراج۔ قتل وغیرہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

مولانا یہ باتیں کر رہے تھے اور میں اس سوچ میں تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا جانے کیسی بھیانک تصویر ہمیں ربوہ میں دکھائی جاتی رہی ہے۔ بہرحال میں مولانا کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ دوسرے ساتھی بھی بڑے مطمئن ہوئے اور ہم یہ فیصلہ کر کے کہ ہڑتال ختم کر دیں گے اور اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہوں گے اور اب آئندہ مرزائیوں کے خلاف اپنے اتحاد کو قائم رکھتے ہوئے اخلاقی جنگ لڑیں گے۔ جوش اور جنون کے بغیر تحریک آزادی کو جاری رکھیں گے۔

مولانا نے ہمارے ایک ایک کے نام اور پتے دریافت کئے اور تحریر کر لئے اور ہمارے ساتھ جو غیر احمدی طلبہ تھے انہیں فرمایا کہ تم اپنی اس تحریک میں اپنے ساتھی احمدی طلبہ کے مذہبی جذبات کا احترام رکھتے ہوئے وہاں کام کریں۔ بڑی محبت سے چائے وغیرہ پلائی اور رخصت کر دیا۔

واپسی پر میں سارے راستے یہ سوچتا گیا کہ یہ لوگ ہیں جن کا نقشہ ہمیں کچھ کا کچھ بتایا جاتا رہا ہے۔ اور ہم بھی انہیں خدا جانے کیا سمجھتے رہتے ہیں لیکن آج معلوم ہوا کہ یہ کتنے بلند اخلاق اور کشادہ ذہن لوگ ہیں اور جنہیں ہم پیشوا مقتداء اور نبی زادے سمجھتے رہے ہیں ان کا اخلاق و کردار کیا ہے ربوہ واپسی ہوئی۔ شام ہو گئی تھی۔ میں اپنے گھر پہنچا تو گھر کے سب لوگ پریشان تھے۔ یہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کی شام تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ ہمارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے کیونکہ صبح سے ہی ہمارے گھر کے ارد گرد ربوہ کی سیکیورٹی فورس گھیرا ڈالے ہوئے تھی۔ تھوڑی دیر گزری تو خدام الاحمدیہ اور ناظر امور عامہ کے پانچ سو غنڈوں نے میرے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ ان غنڈوں کی قیادت مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کا ایک بیٹا مرزا لقمان احمد کر رہا تھا۔ غنڈوں

کی صف اول میں ظہور احمد باجوہ ناظر امور عامہ۔ رشید غنی پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ عزیز ساجد پرنسپل طیبہ کالج ربوہ۔ حمید اللہ صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ شامل تھے۔ یہ غنڈے بندوقوں پستولوں' کلماڑیوں اور ڈنڈوں سے مسلح تھے۔

غنڈوں کے ایک بڑے سرغنہ سمیع اللہ جو تائی یا سیال ہیں انہوں نے غنڈوں کو للکارا کہ اگر یہ لوگ کنڈا نہیں کھولتے تو دیواریں پھلانگ کر گھر میں داخل ہو جاؤ اور رفیق باجوہ کو قتل کر دو۔ غنڈے گھر کی چار دیواری پر چڑھ گئے جس پر گھر کی با پردہ خواتین نے بے پردہ ہو کر چیخ و پکار کی اور غنڈوں کا مقابلہ کیا۔ کسی احمدی مومن کو ہم پر ترس نہ آیا غنڈے دیواروں سے اتر گئے۔ مجھے میری والدہ نے گھر میں کہیں چھپایا ہوا تھا۔ محاصرہ جاری رہا۔ کسی نے جب پولیس چوکی میں اس غنڈہ گردی کی اطلاع دی تو پولیس نے مداخلت کرنے سے معذوری کا اظہار کر دیا۔ لالیاں تھانہ میں پولیس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو معلوم ہوا ربوہ کے اپریٹر نے فون کا رابطہ لالیاں سے کاٹ رکھا ہے آخر رات ۲ بجے کسی نہ کسی طریقہ سے میں گھر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور دسمبر کی سردی میں ربوہ سے دور ایک بستی میں جا کر رات کا بقیہ حصہ گزارا اگرچہ میں تو ربوہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور غنڈوں کے ہاتھ آنے اور قتل کئے جانے سے بچ گیا لیکن جب غنڈوں کو معلوم ہوا کہ میں اندر نہیں ہوں اور نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو انہوں نے ہمارے گھر کا سارا سامان مکان سے نکال کر دروازے کے باہر لا کر رکھ دیا۔ گھر والوں کو اندر سے نکال کر باہر کر دیا۔ مکان کے دروازے مقفل کر دیئے گئے اور میرے والد کو جو پیدائشی احمدی اور اس بڑھاپے کی عمر تک مفلسانہ اور مخلصانہ زندگی بسر کر کے احمدیت کے لئے وقف تھے ربوہ سے فوراً نکل جانے کا حکم دے دیا گیا والد صاحب بیچارے کہیں سے ٹرک لائے اور سامان لاد کر اپنے آبائی گھر چونڈہ میں بال بچوں کو لے کر چلے گئے۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ میرے والدین کے ساتھ یہ سلوک ربوہ کے جھوٹے نبی زادوں نے روا رکھا ہے تو میں نے دل میں سوچا کہ اگر کوئی خطا ہو سکتی تھی تو میری تھی لیکن میرے ماں باپ نے کیا قصور کیا تھا کہ ان سے یہ سلوک روا رکھا گیا ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے

اپنے اکلوتے بیٹے کو قتل کرنے کے لئے غنڈوں کے سپرد نہیں کیا اب مجھے یقین اور بالکل یقین حاصل ہو گیا کہ یہ ربوہ اور اس کی نبوت مسیحیت اور روحانیت وغیرہ سب فراڈ اور خالص دوکانداری ہے۔ مجھ پر مرزائیت کی ساری حقیقت واضح ہو گئی۔ مجھے مولانا تاج محمود کی باتیں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں۔ کہ وہ کہتے تھے کہ آپ لوگ اس جماعت کی تاریخ سے آگاہ نہیں ہیں۔

میں نے اگلے روز مولانا تاج محمود صاحب کو ایک چٹھی لکھی اور ایک آدمی کے ذریعہ پہنچائی اور تمام واقعات سے آگاہ کیا اور دل میں فیصلہ کیا کہ ان جھوٹوں کو اب ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا ہے مرزائیت سے توبہ کرلینی ہے اور آئندہ زندگی مرزائیت کے اندھے کنوئیں کی بجائے عالمگیر سچائی کے علمبردار اسلام کی رہنمائی میں بسر کرنی ہے۔ جب اس مرد درویش مولانا صاحب کو میری مصیبت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مجھے جوابا" درج ذیل دستی خط تحریر کیا۔

۲۹ دسمبر ۱۹۷۲ء

عزیزی رفیق باجوہ صاحب طولعمرہٗ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ آپ کا خط ملا۔ خدا کی قدرت ہے آپ کا خط ملنے سے پہلے ہی میں سخت بے چین تھا خدا کا شکر ہے کہ آپ کی جان بچ گئی۔ مجھے انتہائی دکھ ہے کہ آپ اور آپ کے والدین سے اس نام نہاد جماعت نے انتہائی ناروا سلوک کیا ہے بدقسمتی سے میری اور آپ کی ملاقات چنیوٹ کی پریس کانفرنس کے بعد ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں آپ کو پریس کانفرنس نہ کرنے دیتا بلکہ یہ پریس کانفرنس ہم کسی اور ذریعہ سے کر لیتے۔ خیر جو اللہ کو منظور تھا ہوا۔ مجھے خصوصا" آپ کے والدین کی پریشانی کا بھی بہت رنج ہوا ہے۔ جو خواہ مخواہ ان ظالموں کے ظلم کا نشانہ بن گئے ہیں۔

ظہیر چٹھہ دو رات سے میرے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں وہ زخمی ہوئے اسی طرح غضنفر علی کو ضربات آئیں ان دونوں کی طرف سے لالیاں تھانہ میں رپورٹ درج ہو گئی ہے۔ ایک وفد آج اسی معاملہ کو لے کر ملک معراج خالد سے بھی ملا ہے رات میری ایس پی جھنگ سے بھی فون پر بات ہوئی ہے آج ڈپٹی کمشنر صاحب چنیوٹ اور ربوہ

پہنچا ہوا ہے انہیں کہلوا کر بھیجا ہے کہ پہلے پرنسپل کو تبدیل کیا جائے (۲) طلبہ کو تحفظ دیا جائے جنہیں ضربات پہنچی ہیں ان کے مقدمات درج کئے جائیں اور مجرموں کو سزائیں دلوائی جائیں۔

کل صبح ظہیر چٹھہ معہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ لائل پور میں پریس کانفرنس کر کے سارے حالات پریس میں لا رہا ہے۔ آپ کے لئے دل مضطرب ہے۔ لیکن آپ اپنے والدین کے اطمینان کے بغیر نہ آئیں۔ ویسے میرے پاس آئیں تو آپ انشاء اللہ حفاظت میں ہوں گے ظہیر صاحب وغیرہ بھی آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔ جواب سے ضرور مطلع کریں۔ اللہ تعالی آپ کو سرفراز فرمائے اور آپ کی مدد فرمائے۔

والسلام دعاگو:۔ تاج محمود۔

مولانا کا یہ خط پڑھ کر کچھ دنوں بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت تک لالیاں کی پولیس، چنیوٹ کے حکام اور ضلع جھنگ کے افسران بالا ربوہ نوازی کا حق ادا کر چکے تھے۔ سرکاری کالج کے ربوائی پرنسپل نے چن چن کر لڑکوں کو کالج سے نکال دیا۔ ظہیر چٹھہ کو ہمدردی کے شبہ میں اتارا اور لالیاں کالج چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ دے دیا اسلم وڑائچ نے گجرات کالج میں اور انور دیو نے سرگودھا کالج میں داخلہ لے لیا اور میں نے سیالکوٹ کالج میں مائی گریشن کرا لی۔ مولانا نے بہت شفقت اور اخلاق سے اپنا گرویدہ کر لیا میں نے ان کے "لولاک" میں اپنے اسلام قبول کر لینے اور مرزائیت کو ترک کر دینے کا اعلان بھی کر دیا۔ مولانا نے نصیحت کی کہ میں چونڈہ میں اپنے ماں باپ کی خدمت بجا لاؤں اور اپنی تعلیم کی تکمیل کروں اب میں اپنے ماں باپ کی خدمت کرتا ہوں اور اپنی تعلیم کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہوں۔

میرے چونڈہ میں جانے سے وہاں اللہ نے ایک چھوٹی سی مسجد کو مرزائیوں کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا ہے میں اس میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہوں ان میں جذبہ جہاد اور حب وطن اجاگر کرتا ہوں اس مسجد میں چونڈہ کے علمائے کرام کا باری باری درس قرآن مجید ہوتا ہے۔ اللہ نے اس طرح مجھ پر مرزائیت کی حقیقت واضح کر دی اور مجھے حلقہ بگوش اسلام بنا دیا ہے۔ (لولاک ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء)

اس مضمون سے یہ باتیں ثابت ہوئی ہیں۔

نمبر۱:۔رفیق باجوہ خود اور اس کا پورا خاندان پیدائشی مرزائی تھا۔

نمبر۲:۔قادیانی جماعت کے سربراہ کے خاندان کو شاہی مراعات حاصل ہیں اور باقی غریب لوگ ان کے غلام متصور ہوتے ہیں۔

نمبر۳:۔ربوہ کے تعلیمی اداروں کو حکومت نے سرکاری تحویل میں لیا تو مرزائیوں پر یہ بات ناگوار گزری۔

نمبر۴:۔وہ کالج کے سابقہ بقایاجات وصول کر کے ہڑپ کرنے لگے۔

نمبر۵:۔اس پر باجوہ اور ان کے رفقاء نے احتجاج کیا تو ان پر قاتلانہ حملہ کر کے انہیں شدید زخمی کیا گیا۔

نمبر۶:۔پریس کانفرنس کے شائع ہونے پر طلباء کا غیر قانونی اخراج دھونس و دھاندلی شروع کر دی گئی۔

نمبر۷:۔صوبائی وزیر تعلیم عبدالخالق نے طلباء کی شکایت سن کر ربوہ سرکار کے معاملہ کو سنا ان سنا کر دیا۔

نمبر۸:۔گورنر پنجاب غلام مصطفیٰ کھر نے طلباء کی شکایت سن کر وزیر اعلیٰ پنجاب کو سفارش کر دی۔

نمبر۹:۔وزیر اعلیٰ پنجاب معراج خالد نے طلباء کی درخواست پر پرزور نوٹ لکھ کر ربوہ کالج کے پرنسپل کو بھجوایا۔

نمبر۱۰:۔ربوہ کالج کے پرنسپل نے وزیر اعلیٰ کا نوٹ اور طلباء کی درخواست ٹکڑے ٹکڑے کر کے ردی میں پھینک دی۔

نمبر۱۱:۔ان حالات سے مایوس ہو کر طلباء مولانا تاج محمود کے پاس آئے آپ نے ان سے بڑی محبت کی اور معاملہ کی سنگینی ان پر واضح کر کے مرزائی مطلقائیت سے بچنے کی ہدایت کی۔

نمبر۱۲:۔۲ دسمبر ۱۹۷۳ء کو مرزائیوں نے رفیق باجوہ کے مکان کا محاصرہ کیا باجوہ صاحب نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو ان کے والد کا مکان چھین لیا گیا اور ان کو سردی کی رات

میں ربوہ بدر کر دیا گیا۔
نمبر۱۳:۔ربوہ، لالیاں چنیوٹ کی پولیس مرزائیوں کی زر خرید غلام بن چکی تھی۔
نمبر۱۴:۔رفیق باجوہ مائیگریشن کرا کر سیال کوٹ کے کالج میں داخل ہو گئے۔
اب مرزائیوں نے چونڈہ میں بھی رفیق باجوہ سے انتقام لینے کا پروگرام بنایا جس کی تفصیل ہفت وار لولاک فیصل آباد ۲۷ ستمبر صفحہ آخر سے ملاحظہ ہو۔

مرزائیت سے تائب طالب علم رفیق باجوہ پر قاتلانہ حملہ

مرزائیوں نے مسجد میں داخل ہو کر قرآن پاک کی بے حرمتی کی

چونڈہ۔ مرزائیت سے تائب اور متحدہ انجمن طلبا کے صدر اور امیر جماعت خدام الاسلام چونڈہ چوہدری رفیق احمد پر گزشتہ دنوں مسجد جٹاں محلہ ممند وال میں مرزائیوں کے قاتلانہ حملہ سے بال بال بچ گئے۔

رفیق احمد باجوہ کے والد چوہدری بشیر احمد باجوہ نے زندگی وقف کی ہوئی ہے اور ان کے دادا چوہدری رحمت خاں جنہوں نے مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ۲۱ سال سے ربوہ میں مقیم تھے اور خاندانی ماحول اور عقائد کے باعث کٹر مرزائی تھے لیکن کچھ عرصہ پہلے اسلام کے گہرے مطالعہ اور ختم نبوت کے مسئلہ کی اہمیت کو سمجھنے اور مرزائیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں سے باخبر ہونے کے بعد مرزائیت سے توبہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے نومبر ۱۹۷۲ء میں ربوہ تعلیم الاسلام کالج میں انجمن احمدیہ کے عمل دخل اور طلبہ پر ظلم و تشدد کے خلاف طلبہ کی ایک تنظیم متحدہ انجمن طلباء کے نام سے قائم کی اور مرزائیت کی تاریخ میں پہلی بار مرزائیت کے قلعہ میں خلیفہ ربوہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تعلیم الاسلام کالج میں ہڑتال کروائی اور مرزائیوں کے کالے قوانین کو چیلنج کیا۔ جس کی پاداش میں مرزائیوں نے رفیق باجوہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ ان پر قاتلانہ حملے کئے اور انہیں شدید زخمی کر دیا آخر کار رفیق باجوہ مجبور ہو کر ربوہ سے نکل آئے۔ ربوہ بدر ہونے کے بعد رفیق باجوہ اپنے آبائی گاؤں میں چلے گئے اور انہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع

کروی۔ گھر کے بھیدی نے جب راز سے پردہ اٹھایا تو چونڈہ کے مرزائی بوکھلا اٹھے اور انہوں نے رفیق باجوہ کو طرح طرح سے پریشان کرنا شروع کر دیا اور چند روز قبل جب وہ چونڈہ کی ایک مسجد میں مسلمان بچوں کو قرآن پاک کا درس دے رہے تھے تو مرزائیوں نے ان پر ہلہ بول دیا حملہ آوروں نے قرآن مجید کی سخت بے حرمتی کی۔ چونڈہ کے مسلمانوں اور علمائے دین نے مرزائیوں کی اس اشتعال انگیز کارروائی اور رفیق باجوہ پر حملہ کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ملزموں کے خلاف سخت ترین قانونی کارروائی کی جائے۔ جناب رفیق باجوہ پر اس قاتلانہ حملہ کے خلاف پولیس نے حسب عادت معاملہ گول کر دیا اس سے مرزائیوں کے حوصلے بلند ہوئے انہوں نے ۲۵ جنوری ۱۹۷۴ کو جناب رفیق باجوہ اور مولانا محمد خان مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم سیالکوٹ پر چونڈہ میں ایک اور قاتلانہ حملہ کیا جس کی تفصیلی رپورٹ ہفتہ وار لولاک ۵ فروری ۷۴ سے پیش خدمت ہے۔

مرزائیوں نے قرآن مجید کی توہین کے بعد رفیق باجوہ مولانا محمد صدیق اور نہتے مسلمانوں کو زخمی کر دیا

بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے امن و امان کو تہ و بالا کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں

رفیق احمد باجوہ اب مرے کالج سیال کوٹ میں سال چہارم کے طالب ہیں پچھلے دنوں لولاک میں ان کا ایک مضمون ”اور“ مجھ پر مرزائیت کی حقیقت منکشف ہوگئی“ شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے دسمبر کے آخری ہفتہ میں ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے سٹیج سے ایک زبردست تقریر کی اور ریاست ربوہ کے راز ہائے درون پردہ بیان کئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں ربوہ کے مذہبی نما سیاسی آمروں کو ناگوار گذریں اور انہوں نے رفیق باجوہ کو اس کی سزا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

چونڈہ میں ان پر اس سے پہلے بھی ایک دفعہ مرزائیوں نے قاتلانہ حملہ کیا تھا لیکن وہ خدا کے فضل سے محفوظ رہے۔ اب ۱۸ جنوری کو ایک سوچے سمجھے منصوبے

کے تحت محمود نامی ایک مرزائی مبلغ چونڈہ پہنچے اور انہوں نے احمدیہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر لگا کر ایک اشتعال انگیز تقریر کی اور دوران تقریر مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ وہ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے جو فلاں مسائل کا ثبوت پیش کرے' ۲۵ جنوری کی صبح کو نماز فجر کے بعد مولانا محمد خان صاحب مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ مسلمانوں کی ایک مسجد میں قرآن مجید کا درس دے رہے تھے کہ اچانک مرزائی مسجد میں داخل ہو کر مولانا صاحب پر حملہ آور ہو گئے۔ ایک مرزائی نے قرآن مجید کو پاؤں کی ٹھوکر سے گرا دیا جس پر نمازیوں میں اشتعال پیدا ہو گیا لیکن وہ پرامن رہے درس بند کر دیا گیا اور قرآن مجید کی توہین اور مولانا صاحب پر حملہ کرنے کے واقعہ کو تھانہ میں رپورٹ درج کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔

یہ سب لوگ جب اکٹھے ہو کر تھانے جا رہے تھے تو مرزائی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت راستے میں بندوقوں' پستولوں' تلواروں اور خنجروں سے مسلح ہو کر ان پر حملہ آور ہو گئے۔ فائرنگ کی گئی خنجروں سے مولانا محمد صدیق اور رفیق احمد پر قاتلانہ وار کئے گئے۔ لوگوں نے ان دونوں رہنماؤں پر اپنے کمبل ڈال کر ان کی جانیں بچائیں اس ہولناک منظر کو دیکھ کر مکانوں کی چھتوں سے عورتوں نے مرزائیوں پر پتھر پھینک کر انہیں بھگایا۔ مسلمان نہتے تھے۔ مرزائی سازش اور منصوبہ کے تحت حملہ آور ہوئے تھے زخمیوں کو تھانے پہنچایا گیا ۸ بجے صبح سے لے کر ۵ بجے شام تک انہیں تھانے میں روکے رکھا گیا۔ انہیں مرعوب کیا گیا ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ ان پر مرزائیوں کی طرف سے ڈاکے اور آتشزنی وغیرہ کے مقدمے بنائے جائیں گے۔ بہتر ہے کہ وہ صلح کر لیں۔

مسلمان مایوس ہو گئے اور انہوں نے تمام واقعات لکھ کر دینے کے بعد تحریر کر دیا کہ ان حالات میں انتظامیہ کے کہنے پر ہم مصالحت کرتے ہیں۔ مسلمانوں پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان اور مجھے لائل پور میں اس حادثے کی اطلاع موصول ہوئی۔ مولانا اللہ وسایا مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت فوراً" چونڈہ روانہ ہو گئے انہوں نے وہاں پہنچ کر سرسری حالات کی رپورٹ بذریعہ فون دی۔ میں

اگلے روز مولانا محمد خان صاحب مولانا یعقوب شاہ صاحب جناب حنیف رضا صاحب سائیں محمد حیات صاحب کے ہمراہ چونڈہ پہنچ گیا۔ وہاں مختلف لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ حالات معلوم کئے بہت دکھ ہوا کہ مرزائیوں نے غنڈہ گردی اور دیدہ دلیری کی انتہا کر دی ہے۔ درس قرآن مجید دیتے ہوئے ایک عالم دین کو زدو کوب کرنے کی کوشش کی۔ قرآن مجید کو پاؤں کی ٹھوکر سے گرا کر اس کی توہین کی پرامن تھانے جاتے ہوئے نمازیوں اور دوسرے مسلمانوں پر مسلح غنڈوں نے حملہ کیا گولیاں چلائیں اور ناجائز اسلحہ کی نمائش کی' نہتے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔ اس سے زیادہ دکھ وہاں کی انتظامیہ اور پولیس کے رویئے پر ہوا جنہوں نے اتنے سنگین واقعہ کی نزاکت سے چشم پوشی کرنے کی کوشش کی اور الٹا مسلمانوں کو مایوس کرنے اور انہیں دبا کر ایک مصالحت کی صورت پیدا کر دی اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہوا کہ اہل سنت والجماعت کی اس مسجد پر بعض ناروا پابندیاں عائد کر دی گئیں اور اس میں داخل ہو کر مرزائیوں کو بھی نماز پڑھنے کا حق تحریر کرایا گیا جو آئندہ چل کر خطرناک نتائج کی بنیاد ثابت ہو سکتا ہے۔

چونڈہ کے لوگوں نے ایس ایچ او چونڈہ کو اس سلسلہ میں بے بس اور مجبور بتایا۔ چونڈہ کے دو چھوٹے تھانیداروں اور پسرور سے جانے والے پولیس افسروں کو مرزائیوں سے ملی بھگت کرنے کا مجرم قرار دیا۔ جنہوں نے اس سارے خونی ڈرامے پر پردہ ڈالنے اور اے سی پسرور کو غلط راہ پر ڈالنے کا پارٹ ادا کیا۔

ان سب تکلیف دہ حادثات میں اس بات پر اطمینان ہوا کہ مسلمانوں نے ضبط و تحمل سے کام لیا کوئی قانون شکنی نہیں کی اور اشتعال میں آ کر کوئی غلط اقدام نہیں کیا۔

چونڈہ میں دوسری بات جس سے انتہائی خوشی اور اطمینان ہوا وہاں کے علماء اور مختلف مکاتب فکر کے مسلمانوں کا اتفاق اور اتحاد ہے۔ مولانا محمد صدیق صاحب کے ہاں پچاس ساٹھ نمائندہ حضرات کی میٹنگ ہوئی جس میں یہی طے پایا کہ بہرحال ضبط و تحمل کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ مرزائی اسلامی سربراہوں کی کانفرنس سے

پہلے پہلے ملک کے امن و امان کو آگ لگا دینا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے وہ سائنٹیفک طریقوں سے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جن کے ردعمل اور نتیجہ میں وسیع پیانے پر ملک میں کوئی گڑ بڑ پیدا ہو سکتی ہے۔

وہ بھٹو صاحب سے اس بات کا انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں کہ مسٹر بھٹو نے ملک کو سیکولر آئین کیوں نہیں دیا بلکہ ایک ایسا آئین کیوں دے دیا ہے جس میں مسلمان کی تعریف شامل کر دی گئی ہے اور یہ بات لازم قرار دے دی گئی ہے کہ ملک کے صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب حلف میں یہ بھی اقرار کریں گے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یقین رکھتے ہیں کہ کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔

اس لئے وہ جگہ جگہ پٹرول ڈال کر امن و امان کو جلا دینے اور بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔

بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ ۲۸ جنوری کو سیالکوٹ کے تمام کالجز کے طالب علموں نے چونڈہ کے واقعہ پر ہڑتال کر دی۔ زبردست جلوس نکالا اور ڈپٹی کمشنر صاحب سیالکوٹ سے مطالبہ کیا کہ اس حادثے کی تحقیقات کرائی جائے اور مجرموں کو سزائیں دلوائی جائیں۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ملک بھر سے وزیر اعظم بھٹو اور وزیر اعلیٰ کھر کو اس مضمون کو تار دیئے گئے ہیں کہ اس ظلم کے خلاف تحقیقات کرائی جائے اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔

۲۹ جنوری کو ڈپٹی کمشنر صاحب سیالکوٹ چونڈہ پہنچ گئے اور موقعہ پر جا کر حالات معلوم کئے چنانچہ انہوں نے مبینہ طور پر خورشید انور صاحب مجسٹریٹ سیالکوٹ کو اس وقعہ کی تحقیقات پر مامور کیا ہے کہ وہ صحیح حالات کی تحقیقات کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب کو رپورٹ پیش کریں دریں اثنا انہوں نے امن کمیٹی بھی بنا دی ہے تاکہ قصبہ کے امن کو بحال رکھا جائے۔ کیونکہ مرزائی انتظامیہ کی مصالحت کرانے کے باوجود شرارتیں کر رہے تھے زنانہ سکول میں مرزائی طالبات نے مسلمان بچیوں کو طعنے دیئے کہ تمہارے مسلمانوں کی خوب پٹائی ہوئی ہے۔ جس پر طالبات میں باہم فساد ہوا۔ شہر

میں مسلمانوں پر مرزائی غنڈے آوازے کستے رہے اور رفیق احمد باجوہ کے گھر کے ارد گرد پستول لے کر گھومتے پھرتے رہے۔ چونڈہ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مسلمانوں نے مجسٹریٹ صاحب کی تحقیقات کا خیر مقدم کیا ہے اور ان سے ہر طرح کا تعاون کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

مولانا تاج محمود مرحوم نے چونڈہ سے واپس آکر ملک عزیز کے نامور صحافی آغا شورش کاشمیری کو ذیل کا مکتوب گرامی تحریر کیا جو آغا صاحب نے اپنے جریدۂ "چٹان" میں اسے مضمون کی شکل میں شائع کر دیا جو یہ ہے۔

چونڈہ کے مرزائیوں کی داستان ستم

رفیق احمد باجوہ حال سٹوڈنٹ سال چہارم مرے کالج سیالکوٹ گذشتہ سے پیوستہ سال تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی سٹوڈنٹس یونین کے صدر تھے۔ کالج مذکورہ کو حکومت نے قومی تحویل میں لیا تو کالج کی سابقہ سربراہ انجمن احمدیہ نے مرزائی پرنسپل کی ملی بھگت سے حکومت کی پالیسی کے خلاف بے ضابطگیاں کیں جس پر طلبہ کی یونین نے احتجاج کیا۔ قادیانیوں نے طلبہ کے اس احتجاج کو اپنے خلاف بغاوت پر محمول کرتے ہوئے رفیق احمد باجوہ کو کالج کے اندر طلبہ کے سامنے زدوکوب کرایا جس پر تمام طلبہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے کالج میں مکمل ہڑتال کر دی۔ جس میں مرزائی اور مسلمان طلبہ نے حصہ لیا۔

کالج کے طلبہ کا ایک سہ رکنی وفد رفیق احمد باجوہ کی قیادت میں جناب ملک غلام مصطفیٰ کھر گورنر اور جناب معراج خالد وزیر اعلیٰ پنجاب تک اپنی شکایات لے کر پہنچا۔

گورنر صاحب نے معاملہ وزیر اعلیٰ کے سپرد کیا۔ معراج خالد نے پرنسپل کو چٹھی لکھی کہ وہ حکومت کے قواعد و ضوابط کا احترام کرے اور کالج کے طلبہ سے ناجائز سلوک چھوڑ دے پرنسپل نے وہ چٹھی پھاڑ کر پھینک دی۔ قادیانیوں نے ایک رات رفیق احمد باجوہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اس کے والدین سے کہا کہ وہ اپنے لڑکے کو ان کے حوالے کر دے۔ رات ۲ بجے قادیانیوں کے خوفناک حملہ سے جان بچا کر رفیق

احمد باجوہ ربوہ سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا اور اگلی صبح اس کے والدین کو ربوہ سے نکال دیا گیا۔ جو اپنے بال بچوں کو لے کر آبائی گاؤں چونڈہ چلے گئے۔ رفیق احمد باجوہ نے مرزائیوں کے ان مظالم کو دیکھتے ہوئے مرزائیت سے تائب ہونے اور اسلام قبول کر لینے کا اعلان کر دیا۔

گذشتہ ماہ اس نے لائل پور کے ایک ہفتہ وار دینی پرچہ میں اپنا ایک مضمون شائع کرایا جس کا عنوان تھا' "اور مجھ پر مرزائیت کی حقیقت منکشف ہو گئی"۔ اس مضمون میں اس نے مرزائیوں کی ریاست ربوہ کے خدوخال واضح کئے اور وہاں کے مجبور انسانوں کی کہانی تفصیل سے لکھی۔

اسی طرح دسمبر کے آخری ہفتہ میں رفیق احمد باجوہ نے ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے سٹیج پر ایک تقریر کرتے ہوئے ربوہ کے رازہائے درون پردہ سے پردہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان ہونے کے واقعات بیان کئے۔

ان تمام باتوں سے ربوہ کے مذہبی آمر رفیق احمد باجوہ کی جان لینے پر تل گئے اور انہوں نے ۲۵ جنوری بروز جمعہ صبح ۸ بجے چونڈہ کے کھلے بازار میں اپنے مسلح غنڈوں سے اس پر حملہ کرا دیا۔ لیکن اسے قتل کرنے کی کوشش ناکام ہو گئی۔

واقعات کے مطابق ۱۸ جنوری کے جمعہ میں محمود نامی ایک مرزائی مبلغ نے لاؤڈ سپیکر لگا کر مسجد احمدیہ چونڈہ میں ایک اشتعال انگیز تقریر کی اور متنازعہ فیہ مسائل کے متعلق چونڈہ کے علمائے کرام اور دیگر مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ وہ ان مسائل کے خلاف اگر کوئی دلیل پیش کریں تو میں ایک ہزار روپیہ نقد انعام دوں گا۔ ۲۵ جنوری جمعہ کی صبح کو مولانا محمد خاں صاحب مکی مسجد میں بعد نماز فجر قرآن مجید کا درس دے رہے تھے اور ان مسائل کے متعلق قرآن مجید اور حدیث پاک کے حوالے دے رہے تھے کہ اتنے میں دس پندرہ قادیانی مسجد میں داخل ہوئے اور انہوں نے مولانا محمد خاں صاحب کو زدوکوب کرنا شروع کیا۔ ایک مرزائی کے پاؤں کی ٹھوکر سے قرآن مجید بھی گر گیا جس پر مسلمان مشتعل ہو گئے بڑی مشکل سے مرزائیوں کو مسجد سے نکالا گیا اس حملہ اور قرآن مجید کی توہین کے واقعہ کی رپورٹ لکھوانے کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ تمام

نمازی تھانے چل کر اس اشتعال انگیز کارروائی کی رپورٹ درج کرائیں۔

وہ لوگ پرامن طریقہ سے تھانے جا رہے تھے کہ راستے میں کوئی پچیس تیس مرزائی غنڈوں نے تلواروں' خنجروں' پستولوں اور لوہے کی سلاخوں سے مسلح ہو کر ان پر حملہ کر دیا۔ فائرنگ کی گئی۔ تلواریں لہرائی گئیں۔ رفیق احمد باجوہ' مولانا محمد صدیق اور کئی دوسری لوگوں کو زخمی کر دیا گیا۔

عام مسلمانوں کی مزاحمت اور مدافعت کے باعث رفیق باجوہ اور مولانا محمد صدیق شہید ہونے سے بال بال بچ گئے۔ ۹ بجے کے قریب زخمیوں کو اٹھا کر تھانے پہنچا دیا گیا اور شہر کے مسلمانوں کا ہجوم بھی تھانے پہنچ گیا یہ لوگ ۹ بجے سے ۲ بجے بعد دوپہر تک تھانے والوں سے مطالبہ کرتے رہے کہ ہمارا مقدمہ درج کیا جائے غنڈوں کو گرفتار کیا جائے۔ جس میں بعض غنڈے بستہ الف کے بدمعاش بھی ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کا پولیس مقابلہ میں چالان ہو چکا ہے اور بعض غنڈہ ایکٹ میں گرفتار بھی رہ چکے ہیں۔

لیکن پولیس نے رپورٹ درج نہ کی۔ اور وہ برابر ٹالتی رہی۔ دو بجے مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ زخمیوں کو میڈیکل کے لئے بھیج رہی ہے تم سب لوگ جمعہ کی نماز ادا کرو اور ہم کارروائی کر رہے ہیں۔ اس اثنا میں چونڈہ کا سابق تھانے دار جو مرزائیوں کا کٹر حامی بتایا جاتا ہے پسرور سے پہنچ گیا اور اس نے قادیانیوں سے ملی بھگت کر کے انہیں بچانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چونڈہ کے دو چھوٹے تھانے دار ملک اعظم اور مقصود بھی مرزائیوں کے ہاتھ کھیلتے رہے۔

ادھر ۵ بجے شام تک مسلمانوں کو پریشان اور سخت مایوس کیا گیا ادھر اپنی مرضی کے لوگ ڈال کر اے سی اور علاقہ مجسٹریٹ کے روبرو مصالحت کا ڈول ڈالا۔ مسلمانوں کو دھمکایا کہ الٹا تمہارے خلاف مقدمے بن جائیں گے بہتر یہی ہے کہ مصالحت کر لو عام مسلمانوں کو تھانے کے اندر آنے سے روک دیا گیا۔ غرض مجرموں کی پشت پناہی کرتے ہوئے اس طرح انہیں بچایا گیا۔ چونڈہ کے مسلمانوں کو قرآن مجید کی توہین' ایک عالم دین کی اہانت اور رفیق باجوہ کے زخمی ہونے اور انتظامیہ کی طرفداری کا سخت صدمہ ہے۔ دوسری زیادتی ان سے یہ کی گئی کہ ان کی مسجد کے درس پر ناروا

پابندیاں عائد کر دی گئیں اور مسلمانوں کے ساتھ مرزائیوں کو اس مسجد میں انفرادی طور پر داخل ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی گئی جو آئندہ ایک مستقل بنا فساد ثابت ہو سکتی ہے۔ وفد کو بتایا گیا کہ اگلے روز مرزائی طالبات نے زنانہ سکول میں ہنگامہ کیا اور مسلمان طالبات کو زدوکوب کیا۔ بعض مرزائی پستول لے کر رفیق احمد باجوہ کے گھر کے اردگرد منڈلاتے رہے اور عام مسلمانوں پر طعن و تشنیع کر کے انہیں مشتعل کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

"ہم وہاں جا کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مرزائی ملک میں پٹرول چھڑک کر امن عامہ کو آگ لگانے کی فکر میں ہیں اور ایسی حرکتیں کرتے پھرتے ہیں جن کے ردعمل کے طور پر خدا نخواستہ پورے ملک میں ہنگامے شروع ہو جانے کا امکان ہے۔ مرزائی غالباً" ان ہنگاموں کو برپا کرنے کے اس لئے بھی متمنی ہیں کہ مسٹر بھٹو سے اس بات کا انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں کہ انہوں نے ملک کو سیکولر آئین کی بجائے ایک ایسا آئین دے دیا ہے جس کی روشنی میں قادیانیوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے"۔

ان حالات میں حکومت سے یہ مطالبہ کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ وہ چونڈہ کے خونی اور افسوسناک حادثہ کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائے۔ جن مرزائی غنڈوں نے قرآن مجید اور مسجد کی توہین کی۔ نہتے اور پرامن مسلمانوں پر گولیاں چلائیں مسلح حملہ کیا اور بے گناہ مسلمانوں کو زخمی کیا۔ ان کے خلاف مقدمات درج کئے جائیں اور جن افسروں نے اس خونی ڈرامے کی سازش میں حصہ لیا یا اپنے فرائض میں کوتاہی کا ارتکاب کیا ہے ان کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی کی جائے۔ (چٹان ۴ فروری ۷۴ء)

مرزائیوں کے مسلسل حملوں اور بدسلوکیوں اور اخلاق باختہ حرکات سے متنفر ہو کر رفیق باجوہ اور اس کی ہمشیرہ نے قادیانیت سے توبہ کا اعلان کر دیا انہوں نے مرزا ناصر کو جو خطوط لکھے وہ یہ ہیں۔

بشریٰ باجوہ کا مرزا ناصر کے نام خط

میرے دادا چوہدری رحمت خان صاحب باجوہ سابق سفید پوش چونڈہ نے مرزا

غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی اور میرے والد صاحب نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی اپیل پر سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے کر زندگی وقف کی۔ ربوہ میں آپ کی سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ہزاروں مواقع میسر آئے۔ شروع سے ہی ربوہ میں رہنے کے باعث ایک ہی قسم کا لٹریچر پڑھائے جانے کی وجہ سے ہمیں حقیقت حال سے بالکل بے خبر رکھا جاتا تھا۔ وہاں کی سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں میں "احمدیت" کی تبلیغ کی جاتی اور حضرت رسول اکرم خاتم النبین ؐ کی شان میں تقریبات میں شاذونادر ہی سرگرمی ہوتی جو محض اخباری کارروائی کے لئے منعقد کی جاتی تھیں۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں طلبہ کی تنظیم بنانے پر آپ کے حکم پر ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو تقریباً" تین صد غنڈوں نے ربوہ میں میرے بھائی رفیق احمد باجوہ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ کچھ غنڈوں نے باپردہ گھر کی چہار دیواری پھاندی۔ آپ کہ جن کا دعویٰ ہے کہ آپ کی جماعت تمام دنیا کی اصلاح کے لئے اور اسلام کی اشاعت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بنائی گئی ہے بالکل غلط ثابت ہوا۔ آپ کا کام محض لوگوں کو مذہب کی آڑ لے کر بے وقوف بنانا اور بلیک میلنگ اور ہٹلر کے نقش قدم پر چل کر ان پر تسلط قائم رکھنا ہے اس پر میں نے پھر سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا اور اس کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا موازنہ کیا تو مجھ پر یہ حقیقت کھل گئی کہ آپ ایک جھوٹے مذہب کے علمبردار ہیں۔

مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۷۴ء کو واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہوئے میرزائیت سے توبہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہوں۔ بشریٰ باجوہ بنت بشیر احمد باجوہ صاحب

محلّہ مہند وال چونڈہ ضلع سیالکوٹ

رفیق احمد باجوہ کا مرزا ناصر کے نام خط

محترمی مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ' آداب

میرے دادا چودھری رحمت خان صاحب باجوہ' سابق سفید پوش چونڈہ نے مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی' اور والد صاحب نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

کی اپیل پر ملازمت سے استعفا دے کر زندگی وقف کی۔ میری پیدائش بھی ربوہ ہی میں ہوئی' اطفال الاحمدیہ اور "رضا کاروں کی تنظیم "خدام الاحمدیہ' کا سرگرم رکن رہا' آپ کی سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے کئی مواقع میسر آئے' آپ کے حکم سے ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کے دن تین صد غنڈوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا' والد صاحب کے گھر کی چار دیواری پھاندی اور چوبیس گھنٹے تک محاصرہ کئے رکھا' وغیرہ وغیرہ'

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قدر ذلیل حرکت تو گھٹیا قسم کے لوگ بھی نہیں کرتے جو آپ کے حکم سے کی گئی' اگر طاقت کی آزمائش کرنی تھی تو ایبٹ آباد میں کیوں نہ کی یا گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی حدود کے اندر کیوں نہ کی' آپ کا دعویٰ تو تمام دنیا کی اصلاح کرنا ہے کیا یہ اصلاح کا طریقہ تھا۔

میں آپ کی انہی حرکتوں کی وجہ سے ۱۲ دسمبر ہی سے آپ کے مذہب سے علیحدہ ہو گیا تھا' لیکن اب آپ کو تحریری طور پر مطلع کر رہا ہوں۔ رفیق احمد باجوہ

(چٹان ۶ اگست ۱۹۷۳ء)

یاد رہے کہ ان حضرات کو مولانا تاج محمود مرحوم ایک دن بھی مرزائیت کے خلاف لیکچر نہ دیا۔ بلکہ مولانا مرحوم ان ناساعد حالات میں ان کی امداد انسانیت کے ناطے کرتے رہے ایک مبلغ اسلام اور دین کے خادم کے اس اخلاق کو دیکھ کر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے رفیق باجوہ کے والد صاحب بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ رفیق باجوہ تعلیم مکمل کر کے کینیڈا چلے گئے۔ خط و کتابت سے انہوں نے مولانا مرحوم سے رابطہ رکھا۔ ان کے والد بشیر احمد باجوہ بھی مولانا سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ بشریٰ باجوہ کا مرزائیت کے زمانہ میں ایک قادیانی کرنل سے مرزا ناصر نے رشتہ طے کر دیا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ نکاح ختم ہوا۔ بشریٰ کا اس کے والد نے پھر ایک مسلمان سے رشتہ کیا۔ حضرت مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کو نکاح پڑھانے کے لئے دعوت دی۔ اس سفر میں فقیر کو آپ کی خدمت و ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ مولانا جب تشریف لے گئے۔ بارات آ چکی تھی دلہا اور دلہن کے مہمانوں میں اکثریت مرزائی رشتہ داروں کی تھی وہ بھی بارات اور نکاح کی تقریب میں کرسیوں پر براجمان

تھے۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ بشریٰ کا مرزائیت کے زمانہ کا نکاح مرزا ناصر نے پڑھایا اور آج اسلام لانے کے بعد ان کا نکاح پڑھانے کے لئے مولانا تاج محمود تشریف لائے۔ مولانا تاج محمود مرزائیت کے صف اول کے دشمن تھے۔ جب سٹیج پر تشریف لائے۔ مرزائی رشتہ دار جو اس تقریب میں شریک تھے ان کی گردنیں مارے شرم کے جھک گئیں۔ فقیر کو یہ منظر یاد ہے کہ مولانا نے خطبہ نکاح سے قبل' فلسفہ نکاح پر ایک جامع تقریر فرمائی۔ خدا گواہ ہے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے موتی مولانا کی زبان مبارک سے نکل کر اپنی ضیاء پاشی سے سامعین کے دلوں میں گھر کر رہے ہیں۔ مولانا نے نکاح پڑھایا بچی کے والد صاحب کی درخواست پر (زنان) خانہ میں تشریف لے گئے۔ بچی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ دلہا اور دلہن کو اپنی جیب خاص سے "سلامی دی۔"

اس کہانی کو ختم کرنے سے پہلے ایک بار پھر قارئین مولانا تاج محمود مرحوم کے ان الفاظ کو اپنے ذہن میں تازہ کریں جو آپ نے آغا شورش کاشمیری کو اپنے مکتوب میں تحریر فرمائے تھے۔

"ہم وہاں جا کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مرزائی ملک میں پٹرول چھڑک کر امن عامہ کو آگ لگانے کی فکر میں ہیں اور ایسی حرکتیں کرتے پھرتے ہیں' جن کے ردعمل کے طور پر خدانخواستہ پورے ملک میں ہنگامے شروع ہو جانے کا امکان ہے مرزائی غالباً" ان ہنگاموں کو برپا کرنے کے اس لئے بھی متمنی ہیں کہ مسٹر بھٹو سے اسی بات کا انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں کہ انہوں نے ملک کو سیکولر آئین کی بجائے ایک ایسا آئین دے دیا ہے جس کی روشنی میں قادیانیوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے"۔

دسمبر ۱۹۷۲ء سے جنوری ۱۹۷۴ تک کے ایک واقعہ "رفیق احمد باجوہ اور قادیانی جارحیت" کی تفصیل سے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ۱۹۷۴ میں قادیانی جارحیت زوروں پر تھی۔ اپنے مخالفین پر قاتلانہ حملے ان کا معمول بن گئے تھے۔ پولیس ان کے خلاف قانونی اقدام سے ہچکچاتی تھی۔ اور قادیانی بے لگام گھوڑے یا ہاتھی کی طرح آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ جوں جوں قادیانی جارحیت بڑھتی گئی توں توں رائے عامہ

قادیانیت کے خلاف منظم ہوتی گئی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے اس صورتحال کو قابو میں رکھا اور رائے عامہ کو منظم کر کے آنے والے حالات سے نبٹنے کے لئے عوام کی ذہنی سازی کرتے رہے ـــــ تا آنکہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت شروع ہو کر مرزائیت کے غیر مسلم اقلیت دلوانے پر منتج ہوئی۔

سابق طالب علم ربوہ کا بیان

میں نے نومبر ۱۹۷۱ء میں گورنمنٹ تعلیم الاسلام ربوہ میں داخلہ لیا اور اب بی۔ ایس۔ سی میں زیر تعلیم تھا۔ میرا تعلق اگرچہ گجرات سے ہے لیکن والدین نے محض اس لئے ربوہ کالج میں داخل کروایا کہ وہاں تعلیم و تربیت کا بہتر انتظام ہے لیکن مجھے اس کا سخت اور تلخ تجربہ ہوا اور میرے والدین کو بھی سخت مایوسی ہوئی اور اب میں ربوہ کالج سے دوسرے بیسوں طلباء کی طرح زبردستی مائیگریٹ ہوا ہوں جس کالج کے متعلق خدا جانے ہم کیسے کیسے اچھے تصورات لے کر گئے تھے اس کے منتظم اور متولی اتنے متعصب اور بھیانک قسم کے لوگ ہیں کہ ان کے تصور سے ہی روح لرز اٹھتی ہے۔ یہ کالج احمدی جماعت کا کالج تھا جس کا رویہ طلباء کے ساتھ ظالمانہ اور آمرانہ قسم کا تھا۔ کالج کا یونیورسٹی سے اگرچہ باقاعدہ الحاق تھا۔ لیکن وہاں حکومت کے رولز ریگولیشنز نافذ نہ تھے۔ بلکہ ربوہ کی مقامی انتظامیہ کے ہی کالے قوانین رائج تھے جس میں احمدی اور غیر احمدی تمام طلبا نالاں اور پسے ہوئے تھے۔

یکم ستمبر ۱۹۷۲ء سے یہ کالج بھی گورنمنٹ کی تحویل میں آگیا تو لڑکوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور انہیں امید بندھ گئی کہ اب یہاں سے سابقہ انتظامیہ کی فسطائیت ختم ہو جائے گی اور سرکاری رولز ریگولیشنز کا نفاذ ہو جائے گا اور جو حقوق سرکاری تعلیمی اداروں میں طلباء کو حاصل ہیں وہ یہاں بھی حاصل ہو جائیں گے طلباء نے ایک غیر فرقہ وارانہ اور غیر سیاسی طلباء کی تنظیم یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی اور پرنسپل صاحب سے اپنے لئے جائز حقوق کا مطالبہ کیا لیکن سابقہ انتظامیہ اور پرنسپل صاحب نے مل کر طلباء پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے جس سے ہٹلر اور مسولینی کی بھی روح کانپ

گئی۔

طلباء نے وزیر تعلیم گورنر کے مشیر خصوصی اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقاتیں کیں تاریں دیں اور قراردادیں بھیجیں کہ ہمیں ان ظالموں کے پنجے سے چھڑایا جائے۔ لیکن ہماری کوئی دادرسی نہیں کی گئی۔ ہماری تنظیم کے صدر رفیق احمد باجوہ سیکرٹری ظہیر چٹھہ اور عبدالسلام غضنفر علی اور وحید احمد پر قاتلانہ حملے ہوئے انہیں لہولہان کیا گیا ان کی گھڑیاں اور سامان چھین لیا گیا۔ مقدمات درج ہوئے لیکن کوئی کارروائی نہ کی گئی یو۔ ایس۔ ایف پر ربوہ کی سرزمین تنگ کر دی گئی دباؤ ڈال کر درمیان سال میں انہیں وہاں سے مائیگریشن پر مجبور کر دیا گیا۔

ہم یہ سنتے چلے آئے تھے کہ ربوہ ایک ایسا شہر ہے جس میں ایک خیالات کے لوگوں کی آبادی ہے۔ آبادی نہیں حکومت ہے۔ ہمیں اس کا تلخ تجربہ ہوا اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس شہر میں حکومت پاکستان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے ورنہ گورنمنٹ کی تحویل میں آجانے کے بعد ایک گورنمنٹ کالج سے اتنی تعداد میں طلباء کو درمیان سال مائیگریشن پر مجبور نہ کیا جاتا اور انہیں جس بے دردی سے زدوکوب کیا گیا اور جس طرح ان پر قاتلانہ حملے ہوئے اس طرح ظلم زیادتی اور دھاندلی نہ ہوتی۔

آخر میں میں حکومت پاکستان اور عوام سے دردمندانہ اپیل کروں گا کہ وہ اس سلسلہ میں اپنے فرائض اور حب الوطنی کو تقاضوں کو پہچانیں۔ پاکستان کے اندر اس ظالمانہ اور آمرانہ مرزائیت کے وجود کو محسوس کریں۔ اور آئندہ چل کر جس قسم کے حالات اور نتائج پیش آسکتے ہیں ان کے سدباب کی کوشش کریں۔ گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل صاحب کو فوراً وہاں سے تبدیل کر دیا جائے اور وہاں کسی ایسی غیر جانبدار پرنسپل کو بھیجا جائے جو وہاں مقامی انتظامیہ کا آلہء کار بننے کی بجائے گورنمنٹ کی نیشنلائزیشن اور دیگر تعلیمی پالیسی کو کامیاب بنائے۔ محمد اسلم وڑائچ

صدر یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن گجرات (لولاک ۱۹ مارچ ۱۹۷۳ء)

سانحہ سقوط مشرقی پاکستان

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں مشرقی پاکستان میں جناب مجیب الرحمٰن اور مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو نے واضح اکثریت حاصل کی پاکستان میں اس وقت مارشل لاء نافذ تھا۔ فوجی سربراہ یحییٰ خان خود پاکستان کا صدر رہنے کا خواہاں تھا۔ مجیب الرحمٰن اس پر راضی نہ ہوتا تھا۔ اگر انتخابات کے نتائج تسلیم کر کے اقتدار منتقل کیا جاتا تو مجیب الرحمٰن کو اقتدار ملتا اور بھٹو صاحب اپوزیشن میں ہوتے بھٹو صاحب کو یہ صورت گوارہ نہ تھی۔ غرضیکہ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے سربراہ بھٹو صاحب نے نعرہ لگایا۔ ادھر تم ادھر ہم۔ اس صورتحال سے یحییٰ خان نے فائدہ اٹھایا اور ڈھاکہ میں اجلاس طلب کر لیا۔ بھٹو صاحب نے اعلان کیا کہ جو ڈھاکہ جائے گا اسکی ٹانگیں توڑ دی جائینگی۔ یحییٰ خان نے ان حالات و واقعات کی روشنی میں مجیب الرحمٰن کو اپنے ڈھب میں لانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے کہ مجھے صدر مان لو اور اقتدار لے لو۔ مجیب کا موقف تھا کہ آپ فوجی ہیں۔ مارشل لاء کے ڈنڈے سے برسراقتدار آئے ہیں۔ میں منتخب نمائندہ ہوں۔ اقتدار میرا حق ہے مجھے دیا جائے۔ پھر میں فیصلہ کرونگا کہ صدر کون ہو گا؟ اور وزیر اعظم؟ یحییٰ خان اپنے ساتھ مذاکرات کے لئے اپنی کابینہ کے سینئر رکن ایم ایم احمد سکہ بند قادیانی بھی جو مرزا قادیانی کا پوتا ہے۔ اسے ساتھ لیکر گئے۔ اس موقعہ پر بین الاقوامی سامراجی گماشتہ ظفراللہ خان قادیانی بھی ڈھاکہ جا دھمکا۔ مجیب نے ایم ایم احمد اور ظفراللہ خان کو ڈھاکہ میں پاکر برہمی کا اظہار کیا کہ قادیانی مشرقی پاکستان کو کمزور کرنے اور یہاں کے عوام میں احساس محرومی پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ مشرقی پاکستان کے حقوق غصب کر کے ان میں بے چینی پیدا کرنے میں ان کا ہاتھ ہے۔ ان قاتلوں اور ظالموں کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لئے تیار نہیں قادیانی لابی نے اس ”انکار“ سے یحییٰ خان کو اپنے شیشہ میں اتارا۔ وہ بھی ذہنا“ ہر قیمت پر برسراقتدار رہنے کے لئے پریشان تھا۔ نتیجتا“ مجیب الرحمن گرفتار ہوا۔ مشرقی پاکستان کے عوام جس لیڈر پر بے پناہ اعتماد کر کے اسے اکثریت سے جتوا چکے

تھے۔ اسکی گرفتاری سے برہم ہوئے مشرقی پاکستان میں احتجاج نے شدت اختیار کی فوجی ٹولہ اور قایانی دلالوں نے فوج کشی کی۔ عوام بھرے فوج کے مقابلہ کے لئے انڈیا نے فوج بھیج دی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ شروع ہوئی۔ یحییٰ خان نے بھٹو صاحب کو اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے بھجوایا اس نے دہاں جا کر ان کی ہمدردی حاصل کرنے کی بجائے ڈرامائی انداز اختیار کیا۔ مشرقی پاکستان کے سقوط کا سانحہ پیش آیا عوام کی آنکھیں یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ بھٹو صاحب واپس آتے ہی اقتدار پر براجمان ہو گئے۔ یحییٰ کی حماقت بھٹو کی حوس اقتدار قادیانیوں کی عیاری و سازش۔ اس تثلیث نے مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ا ور یوں دنیا کے نقشہ پر ایک نیا ملک بنگلہ دیش کے نام سے قائم ہو گیا۔ مغربی پاکستان کا نام پاکستان رہ گیا۔ یہاں کے عوام کے رد عمل کو د یکھکر حکومت نے مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن کی سربراہی میں عدالتی کمیشن قائم کیا۔ جس نے سقوط مشرقی پاکستان کے عوامل کی تحقیقات کیں ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر تھے۔ آپ نے حمود الرحمٰن کمیشن میں اپنا تحریری بیان داخل کرایا اور مشرقی پاکستان کے سانحہ میں ملوث قادیانی ہاتھوں کو بے نقاب کیا آپ کا مکمل بیان آپ کی تصنیف احتساب قادیانیت کے ص ۱۹۶ سے ص ۱۹۹ تک چھپ چکا ہے جو یہ ہے:۔

منجانب مولانا لال حسین اختر امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان۔

واجب الاحترام جناب عالی مقام جسٹس حمود الرحمان صاحب صدر تحقیقاتی کمیشن برائے سقوط مشرقی پاکستان

جناب عالی!

سقوط مشرقی پاکستان صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے لئے عظیم المیہ ہے اس سلسلہ میں چند گذارشات پیش خدمت کرتا ہوں۔

(1) صدر یحییٰ۔ ریٹائرڈ جنرلوں کے علاوہ صدر کے مشیر جناب ایم ایم احمد بھی سقوط مشرقی پاکستان کے ذمہ دار ہیں۔ خصوصا" اس لئے کہ جناب ایم ایم احمد ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کے نزدیک:۔

(ا) مرزا غلام احمد کو نبی نہ ماننے والے سب لوگ کافر ہیں (جناب ایم ایم احمد نے اپنے فوجی عدالت کے بیان میں اس کی تصدیق کی ہے)۔ لہذا ان کے نزدیک پاکستان اسلامی ملک نہیں

(ب) ان کے فرقہ کے خلیفہ دوم اور جناب ایم ایم احمد کے تایا جان نے فرمایا تھا۔ اگر ملک تقسیم ہو گیا تو ہم پھر سے اسے ملانے کی کوشش کریں گے۔

(ج) ان کے فرقہ نے تقسیم ملک کے وقت بونڈری کمیشن میں مسلمانوں کے مطالبہ سے علیحدہ میمورنڈم پیش کر کے بقول جسٹس محمد منیر سخت مخمصہ پیدا کر دیا۔

(د) ان امور کو جناب جسٹس محمد منیر نے تسلیم کیا ہے۔

(3) جناب ایم ایم احمد یحییٰ مجیب مذاکرات میں ان کے ہمراہ رہے مشرقی پاکستان کے رہنماؤں نے ان کے چلن کے باعث ان کی علیحدگی کا مطالبہ کیا۔

(4) صدر یحییٰ کے افواج بحریہ پاکستان کے لئے منظور کردہ دس کروڑ روپے ادا نہ کر کے جناب ایم ایم احمد نے پاکستان کی بحریہ قوت کو کمزور رکھا۔

(5) جناب ایم ایم احمد جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کی قادیاں (بھارت) کی شاخ نے بنگلہ دیش کی حمایت کی اور بھارت سرکار کو مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ جب کہ قادیاں میں مقیم ان کے ممبران کو خلیفہ ربوہ ہی مقرر کرتے ہیں۔ اور ان کے مصارف ادا کرتے ہیں۔

"جناب والا شان"

بحریہ کے بجٹ کے متعلق شہادت کے لئے جناب مظفر وائس ایڈمرل کو طلب فرمایا جاوے۔ دیگر تمام امور کے متعلق تحریری شہادت موجود ہے جو عند الطلب پیش کی جا سکتی ہے۔

لال حسین اختر فیض باغ لاہور۔ امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تغلق روڈ ملتان۔

دلائل متعلقہ جزو(1)

سقوط مشرقی پاکستان یحییٰ خان اینڈ کو کی حرکات قبیح' فرض ناشناسی' ملک و ملت سے

غداری کا نتیجہ ہے۔ جو لوگ یحییٰ خان کے ساتھ شریک کار تھے ان میں سب سے زیادہ یحییٰ خان کو ایم ایم احمد پر ہی اعتماد تھا اور مسٹر احمد نے ہی مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا پلان تیار کیا۔

یحییٰ خان کا سب سے زیادہ معتمد ایم ایم احمد تھا۔ جس پر محمد اسلم قریشی ایک شخص نے حملہ کیا۔

یہ حملہ آپ پر اس وقت کیا گیا جبکہ محترم جناب صدر مملکت آغا محمد یحییٰ خان صاحب ملک سے باہر دو روز کے لئے ایران تشریف لے گئے تھے۔ اور محترم صاحبزادہ ایم ایم احمد بطور قائم مقام صدر کام کر رہے تھے۔

(ماہنامہ الفرقان ربوہ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲)

قومی اسمبلی کی بساط لپیٹ دینے کے ساتھ مشرقی پاکستان کی قسمت کا فیصلہ ذہنی طور پر کر لیا گیا تھا۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ جناب ایم ایم احمد نے ایک بسوط رپورٹ تیار کی جس میں اعداد و شمار سے ثابت کیا گیا کہ مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہو جانے سے مغربی پاکستان کی حیثیت قائم رہے گی اور اس میں استحکام پیدا ہو گا۔

(اردو ڈائجسٹ صفحہ ۳ فروری ۱۹۷۲ء)

دلائل متعلقہ جزو نمبر۲

ذیلی دفعہ (ا) ایم ایم احمد نے مبینہ حملہ آور محمد اسلم قریشی کے مقدمے میں فوجی عدالت کو بیان دیتے ہوئے کہا۔ میرا دادا نبی تھا اور جو شخص اسے نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ مندرجہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک رمضان ۱۳۹۱ھ ایم ایم احمد کے والد بشیر احمد ایم اے نے اپنی کتاب (کلمتہ الفصل صفحہ ۱۱۰) پر لکھا ہے کہ ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو تو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبیؑ کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکیں "بشیر الدین محمود خلیفہ دوم انوار

خلافت صفحہ ۹۰" مسٹر ظفر اللہ نے بے باکی اور جرات سے کہا بے شک میں نے قائد اعظم کا جناز عمداً" نہیں پڑھا۔ مولانا نے پوچھا کیوں؟ مسٹر ظفر اللہ نے جواب دیا کہ میں اس کو سیاسی لیڈر سمجھتا تھا۔

حضرت مولانا نے دریافت فرمایا کیا تم مرزائے قادیانی کو پیغمبر نہ ماننے والے سارے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہو؟ حالانکہ تم اسی حکومت کے وزیر بھی ہو۔ سر ظفر اللہ نے کہا کہ آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان ملازم سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر تم کو بھی ایسا سمجھنے کا حق ہے سر ظفر اللہ خان بجواب مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب جامع مسجد ایبٹ آباد۔ (زمیندار مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۰ء بحوالہ الفلاح پشاور ۲۸ اگست ۱۹۴۹ء۔)

جب پاکستان کے تمام اسلامی فرقے مرزائیوں کی نظر میں مسلمان ہی نہیں تو پاکستان اسلامی حکومت بھی نہیں۔

ذیلی دفعہ (ب)

ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت مرتبہ جسٹس محمد منیر صفحہ ۲۰۹

قادیان جماعت احمدیہ کا مرکز ہے جس کی شاخیں ساری دنیا پر پھیلی ہوئی ہیں ۱۹۴۷ء کے فسادات کی وجہ سے متعدد احمدیوں کو مجبوراً" قادیاں چھوڑنا پڑا تھا اور وہ واپس آکر یہاں بسنے کے لئے برقرار ہیں۔ (کاروائی قادیاں میں جماعت احمدیہ کا ۵۹ واں اجلاس) (مندرجہ الفضل لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء)

ذیلی دفعہ (ج)

اس ضمن میں ایک بہت ناگوار واقعہ کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے لئے یہ بات ہمیشہ ناقابل فہم رہی ہے کہ احمدیوں نے علیحدہ نمائندگی کا کیوں اہتمام کیا اگر احمدیوں کو مسلم لیگ کے موقف سے اتفاق نہ ہوتا تو ان کی طرف سے علیحدہ نمائندگی کی ضرورت ایک افسوسناک امکان کے طور پر سمجھ میں آسکتی تھی شاید وہ علیحدہ ترجمانی

سے مسلم لیگ کے موقف کو تقویت پہنچانا چاہتے تھے لیکن اس سلسلہ میں انہوں نے شکر گڑھ کے مختلف حصوں کے لئے حقائق اور اعداد و شمار پیش کئے اس طرح احمدیوں نے یہ پہلو اہم بنا دیا کہ نالہ بھیں کے درمیانی علاقہ میں غیر مسلم اکثریت ہے اور اس دعوی کے لئے دلیل میسر کر دی کہ نالہ اجھ اور نالہ بسیں کا درمیانی علاقہ از خود بھارت کے حصہ میں آجائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علاقہ ہمارے (پاکستان) کے حصہ میں آگیا ہے گورداسپور کے متعلق احمدیوں نے اس وقت ہمارے لئے سخت مخمصہ پیدا کر دیا۔ (بیان جسٹس محمد منیر اخبار نوائے وقت لاہور ۶ جولائی ۱۹۶۴ء)

دلائل متعلقہ جزو نمبر ۳

یحییٰ۔ مجیب مذاکرات ۱۹۷۱ء میں ایم ایم احمد کی حرکات کے باعث مشرقی پاکستان کے انتہائی ذمہ دار حلقوں نے شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ ۲۴/مارچ کو ڈھاکہ میں ایم ایم احمد کی موجودگی پر انتہائی ذمہ دار حلقوں نے شکوک کا اظہار کیا کہ انہوں نے اقتصادی امور کے سیکرٹری منصوبہ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین' صدر کے اقتصادی امور کے مشیر اور مشرقی پاکستان میں طوفان زدہ افراد کی آباد کاری کی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے ہمیشہ مشرقی پاکستان کو اقتصادی طور پر محروم کر دیا:۔(بحوالہ جنگ کراچی ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء) صفحہ ۸ کالم نمبر ۵

مولانا شاہ احمد نورانی ایم این اے نے عوام پر زور دیا کہ وہ ملک کے اتحاد اور سالمیت کی خاطر مزید قربانیاں دینے کے لئے تیار رہیں اور ملک کو تقسیم کرنے کی تمام سازشوں کا ناکام بنا دیں۔

انہوں نے بتایا کہ مشرقی پاکستان کے اخبارات صدر کے اقتصادی مشیر مسٹر ایم ایم احمد کی ڈھاکہ میں موجودگی پر نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر احمد اقتصادی ماہر ہیں سیاسی امور کے ماہر نہیں۔ اس کے باوجود وہ مذاکرات میں صدر کے مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں:۔(روزنامہ مشرق لاہور ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ آخر کالم نمبر ۲)

ولائل متعلقہ جزو نمبر۴

"سازش کا پانچواں حصہ" ہماری بحریہ کو جس طرح نظر انداز کیا گیا وہ بڑا ہی تکلیف وہ المیہ ہے۔ یحییٰ خان نے وائس ایڈ مرل مظفر کو اختیار دیا تھا کہ وہ ہر سال دس کروڑ روپے اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس کے متعلق پلان تیار کیا گیا تھا۔ مگر آخری وقت پر جناب ایم ایم احمد نے جواب دیدیا کہ ہم یہ رقم نہیں دے سکتے:۔(اردو ڈائجسٹ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ۵۵) .

ولائل بابت جزو نمبر۵

جناب ایم ایم احمد جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کی قادیاں (بھارت) شاخ نے بنگلہ دیش کی حمایت کی اور بھارت سرکار کو مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ اور بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی حمایت کے علاوہ مالی امداد دینے کا بھی اعلان کیا گیا۔:۔ ((ایڈیٹر کا مضمون روزنامہ جسارت کراچی مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۱ء)

قادیاں' بھارت میں مرزائی جماعت کو مالی امداد میں پاکستانی مرزائیوں کی طرف سے دیئے جانے کا اعتراف ایم ایم احمد نے فوجی عدالت کے بیان میں کیا ہے۔ اور نیز یہ کہ قادیاں کا نظم و نسق نظامت ربوہ ہی کے ماتحت ہے۔

حمود الرحمٰن کمیشن نے یکم فروری ۱۹۷۲ء کو راولپنڈی میں تحقیقات شروع کی اور ۲۶اپریل ۱۹۷۲ء تک شہادتیں بند کیں۔ تب ۲۱۳ افراد نے شہادتیں دیں جن میں ۸۸ فوجی افسر ۴۵ فضائیہ کے افسر اور ۲۱ بحریہ کے افسر تھے۔ ان کے علاوہ ۲۲ سیاسی لیڈر دن ۲۳ سول ملازموں' ۳ جرنلسٹوں اور ۲ عوامی نمائندوں نے بھی شہادتیں دیں۔ کمیشن نے جولائی ۱۹۷۲ء میں رپورٹ مکمل کرلی۔ ایک ہزار ٹائپ شدہ صفحات تھے جو آٹھ ہزار صفحات کی شہادتوں سے مرتب کی گئی۔ اب ضمنی رپورٹ کی چار جلدیں پیش کی گئی ہیں جن میں ایک جلد رپورٹ کی' باقی تین تحریری اور زبانی شہادتوں سے متعلق ریکارڈ ہے۔ ضمنی رپورٹ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بعد ان افراد کی شہادت پر مشتمل ہے جو سقوط مشرقی پاکستان کے وقت وہاں مختلف مناصب پر مامور تھے مثلاً" لیفٹیننٹ جنرل اے اے کے نیازی بعض دوسرے اعلیٰ فوجی آفیسر' چیف سیکرٹری' انسپکٹر جنرل

پولیس اور ڈویژنل کمشنر وغیرہ

اس ۲۵ دسمبر ۱۹۷۴ء کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر حمود الرحمٰن نے اپنے دو رفقاء مسٹر جسٹس انوار الحق اور مسٹر جسٹس فضل علی عبد الرحمن کے دستخطوں سے سقوط مشرقی پاکستان کے اسباب و علل سے متعلق اپنی ضمنی رپورٹ بھی وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کر دی

بھٹو حکومت نے اس رپورٹ کو شائع نہ کیا کہ وہ بھی اسکا ایک کردار تھے۔ بعد میں جنرل محمد ضیاء الحق تشریف لائے۔ وہ فوجی تھے۔ اور فوجی جرنیل یحییٰ خان بھی سقوط مشرقی پاکستان کا ایک کردار تھا۔ آج اس تحریر کے وقت ایک کردار بھٹو صاحب کی بیٹی برسراقتدار ہے اس لئے یہ توقع عبث ہے کہ وہ رپورٹ شائع ہو گی۔ لے کاش ان غداران وطن کو دیواروں میں اس وقت چن دیا جاتا تو آج پاکستان کے یہ حالات نہ ہوتے۔

بحر حال سانحہ سقوط مشرقی پاکستان میں ایک بھیانک کردار قادیانی لابی کا تھا جس سے پاکستان کے عوام کی صفوں میں قادیانیوں کے خلاف نفرت کی ایک لہر دوڑ گئی

عالمی استعمار کے ایجنٹ قادیانی اور اسرائیل

دمشق سے القادیانیہ ایک رسالہ شائع ہوا محمد خیر القادری نے اسکے ص ۱۲، ص ۱۴ پر لکھا "جب قادیانیوں نے عرب ممالک میں اپنی تبلیغ کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس بات پر بحث کی کہ کونسا شہر اور ملک ایسا ہو سکتا ہے جو ان کے مقاصد کے لئے نفع مند ہو۔ کافی بحث کے بعد ان کو حیفاء (اسرائیل) سے بہتر کوئی شہر اس مقصد کے لئے نہ مل سکا اور اس پسندیدگی اور چناؤ کی محض وجہ انگریزی حکومت کی علمداری تھی۔ جس کے زیر سایہ وہ اپنے لئے بہترین جائے امن و استقراء حاصل کر سکتے تھے اور اپنی بہترین صلاحتیں بروئے کار لا سکتے تھے۔ آخرکار انہوں نے حیفاء میں اپنا تبلیغی مرکز قائم کیا جہاں سے وہ عرب ممالک میں اپنے دعوت و اثر و رسوخ پھیلاتے رہے انگریزی حکومت کے انخلاء کے بعد انہوں نے فورا" اسرائیلی حکومت سے اپنی

وفاداری ظاہر کرکے پوری تندہی سے اپنا کام جاری رکھا اور تاحال ان کا تبلیغی مرکز "حیفا" میں موجود ہے جہاں سے وہ براستہ فلسطین عرب ممالک میں نقب لگاتے ہیں۔

اور یہ بات پوری ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے۔ کہ قادیانیوں سے چشم پوشی مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک ہے خصوصاً" جاسوسی کے بارے میں کیونکہ پہلی جنگ عظیم کے وقت انگریز سامراج نے ایک قادیانی مسمی ولی اللہ زین العابدین کو سلطنت عثمانیہ میں بھی جس نے وہاں یہ ظاہر کیا کہ وہ سلطنت عثمانیہ کا بہی خواہ ہے اور مسلمان ہے عثمانی دھوکا کھا گئے اور اسکو پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جمال پاشا کے پاس بھیج دیا جس نے اسکو ۱۹۱۷ء میں قدس یونیورسٹی میں تاریخ و دینیات کا لیکچرر مقرر کر دیا۔ بعد میں جب انگریزی فوجیں دمشق میں داخل ہوئیں تو ولی اللہ زین العابدین اس لشکر میں شامل ہو گیا"

"ولی اللہ زین العابدین مرزا محمود کا سالہ اور قادیانی جماعت کا ناظر امور عامہ تھا۔ ان کے سگے چھوٹے بھائی میجر حبیب اللہ شاہ پنجاب میں جیل خانہ کا رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں عراق گئے۔ جب انگریزوں نے عراق فتح کر لیا تو وہ انگریزوں کی طرف سے بغداد میں کچھ عرصہ کے لئے پہلے گورنر مقرر ہوئے نجفے ان کی گورنری کے زمانہ میں انگریز فوج نے مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔

مرزائیوں کی عرب دشمنی اور اسرائیل دوستی نے عرب و عجم کے مسلمانوں میں ان کے خلاف غم و غصہ اور ہیجان کی کیفیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی!

ربوہ کو ویٹیکن سٹی بنانے کا خیال

۱۹۷۲ء کے سالانہ جلسہ ربوہ میں مرزا ناصر نے اعلان کیا کہ دنیا میں ہماری جماعت کے ممبروں کی تعداد ایک کروڑ ہے ۲۱ کیم جنوری ۱۹۷۳ء کے چٹان میں اسکا جواب دیا گیا کہ مرزا ناصر اس طرح کی تعلی سے حکومت کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اگر اسکے بیان میں صداقت ہے تو آئندہ مردم شماری میں قادیانیوں کو "احمدی" لکھوانے کا مرزا ناصر اعلان کرے تاکہ ان کے بیان کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جائے۔ چٹان نے لکھا کہ

قادیانیوں کے اس جلسہ میں اخباری مبالغوں کے مطابق اسی ۸۰ ہزار آدمی شریک ہوئے۔ اس تعداد کو سامنے رکھ کر بڑی آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ سارے پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد دو لاکھ سے کسی طرح زائد نہ ہے۔ مرزا ناصر اس قسم کا بیان دیگر عوام کو مرعوب اور حکومت کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا تاکہ ربوہ کو "ویٹیکن سٹی" کی حیثیت حاصل ہو جائے۔ (چٹان)

مرزائیوں نے مسلمان نابالغ لڑکی کو اغوا کر لیا جھنگ میں سخت اضطراب اور اشتعال پیدا ہو گیا۔

ضلع جھنگ کے دینی سماجی اور سیاسی رہنماؤں نے ملک میں مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی شرانگیزیوں پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ مرزائی خاص طور پر اسلامی کانفرنس کے موقع پر ناخوشگوار فضا پیدا کر کے حکومت کو اسلامی ملکوں میں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں مقامی رہنماؤں نے اس تاثر کا اظہار اس وقت کیا جب وہ ایک مسلمان نابالغ لڑکی جو مسلم شیخ برادری سے تعلق رکھتی ہے اس کو مرزائیوں کی طرف سے اغوا کیے جانے کے حالیہ واقعہ پر احتجاج کر رہے تھے واقعات کے مطابق جماعت احمدیہ جھنگ کے امیر میاں بشیر احمد کے لڑکے حمید اور جھنگ کے ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت مشتاق باجوہ اور اس کے ملازم تینوں نے مل کر ۱۷جنوری کو ایک مسلم شیخ کی نابالغ لڑکی کو سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ سے اغواء کر لیا بتایا گیا ہے کہ مشتاق باجوہ سیشن کورٹ سے عبوری ضمانت کرا چکا ہے جب کہ دوسرے دونوں ملزم روپوش ہیں پولیس نے ۲۴جنوری کو زیر دفعہ ۳۶۳ کیس رجسٹر کیا۔

دریں اثنا اتفاق یونین نے احتجاجی ہڑتال کا فیصلہ کیا ہے جھنگ کے مسلمانوں میں اس واقعہ سے سخت اضطراب اور اشتعال پیدا ہو گیا ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سوشل ڈیپارٹمنٹ جھنگ کی تین لیڈی سوشل ورکرز طلعت سعیدہ رحمان اور امتہ القیوم جو مرزائی ہیں اس معاملہ میں ان کی سرگرمیاں سخت قابل اعتراض ہیں یہ بتایا گیا ہے کہ امتہ القیوم مشتاق باجوہ کی منگیتر ہے جھنگ میں قادیانیوں کی ان جرأت اور

حرکت سے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے مسلمان رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر نابالغ لڑکی کی بازیابی کے بعد مجرموں کو سخت سزا دے

جھنگ میں طلبہ کا مظاہرہ

جھنگ میں تین رسوائی سیرت مرزائیوں کی کرتوت کی تفصیل پچھلے لولاک میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱)مشتاق احمد باجوہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل باڈیز (مرزائی) (۲)امیر جماعت احمدیہ ایم بی احمد کا لڑکا عبد الحمید مرزائی (۳)مشتاق احمد باجوہ کا ملازم ان تینوں نے ایک غریب مسلمان نابالغ بچی کو جو سٹیلائیٹ ٹاؤن میں ایم بی احمد امیر جماعت احمدیہ جھنگ کے کوارٹر نمبر ۱۷ میں اپنے والدین کے ہمراہ رہتی تھی۔ مبینہ طور پر اغوا کیا اور بہاول پور وغیرہ لے جا کر اس کے ساتھ منہ کالا کرتے رہے۔ ۲۴/جنوری ۱۹۷۴ء کو جھنگ پولیس نے پرچہ درج کیا اور اب مغویہ لڑکی بھی برآمد کر لی ہے۔ مشتاق باجوہ اور عبدالحمید نے ضمانت قبل از گرفتاری کرا لی ہے۔ ملازم گرفتار ہے۔ مشتاق باجوہ اور عبد الحمید اس مقدمہ اور اس کی سنگین سزا سے بچنے کے لئے اثر و رسوخ کو استعمال کر رہا ہے۔

چنانچہ ۵ فروری کو جھنگ کے کالجز کے طلبہ نے مکمل ہڑتال کر دی اور ایک زبردست جلوس نکالا انتظامیہ کے سربراہوں سے مطالبہ کیا۔

۱۔ مشتاق باجوہ کو فورا" معطل کر دیا جائے۔

۲۔ سوشل سیکورٹی میں تین مرزائی صاحبان کو فورا" یہاں سے تبدیل کر دیا جائے ان میں ایک مشتاق باجوہ کی منیگتر بھی بتائی جاتی ہے۔ یہ سب مل کر دراصل ایک بدکردار لوگوں کا گینگ بتایا جاتا ہے جنہوں نے اپنے عہدوں کی آڑ میں گندگی پھیلا رکھی ہے۔

۳۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۴۔ مرزائیوں کو کلیدی اسامیوں سے علیحدہ کر کے آبادی کے تناسب سے انہیں نوکریاں دی جائیں۔

انتظامیہ نے طلبہ کے مطالبات پر ہمدردی سے غور کرنے اور انکی شکایات کا ازالہ کرنے کا یقین دلایا ہے۔:۔ (۱۰فروری لولاک ۱۹۷۴ء)

محکمہ تعلیم اور قادیانی

رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی جواب دیں

ہمارے پاس مصدقہ اطلاع پہنچی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی سینٹ کی انتخابی رکنیت کے لئے مرزا ناصر احمد نے تمام قادیانی گریجوایٹس کو ممبر بن کر اپنے نمائندہ مسلط کرانے کی ہدایات جاری کی ہیں۔ افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں یونیورسٹی کے رجسٹرار نے مرزائی امت کو یکمشت ایک ہزار فارم عنایت کئے ہیں۔۔۔۔۔۔کیا وہ اس کے مجاز تھے؟ ہم نہیں جانتے' لیکن ہمیں معلوم ہے' کہ مرزائی' لادین مسلمانوں' سیکولر مسلمانوں' روادار مسلمانوں اور ماتحت مسلمانوں سے فائدہ اٹھانے اور یونیورسٹی کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے سرگرم جہد ہیں۔۔۔۔۔۔

پنجاب یونیورسٹی' یونیورسٹی یونین کے صدر اور دوسرے عہدیداروں سے التماس ہے کہ وہ اس بدعنوانی کا جائزہ لیں اور اس قسم کی فضا پیدا کر دیں کہ کوئی مسلمان' مرزائی امیدوار کو ووٹ نہ دے۔

مرزائی مختلف اداروں پر قابض ہو کر اپنے اقتدار کی راہیں صاف کر رہے ہیں' افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو ان سے رواداری برتتے' رواداری کی تلقین کرتے اور مسلمانوں کے لئے مرزا غلام احمد کا زہر بھرا جام گردش میں لاتے ہیں۔

آخری اطلاع کے مطابق سینٹ کی ممبر سازی کی تاریخ ۱۵فروری تک بڑھا دی گئی ہے۔ لیکن رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی فارم جاری کرنے سے گریزاں ہیں' حتی کہ انہوں نے یونیورسٹی کے بعض تدریسی شعبوں کے سربراہوں کو فارم دینے سے انکار کیا ہے۔ اس کے برعکس لادین اور سیکولر ماتحتوں کو فارم کے اجرا میں بڑی فراخ دلی

دکھائی ہے۔ ہم ان سے یہ پوچھتے کہ کیا کسی فیکلٹی کے ڈین کی حیثیت پر نسپل یا صدر شعبہ جتنی بھی ہیں عامتہ المسلمین کی مختلف انجمنوں کو دو اڑھائی سو فارموں کے اصرار سے انہیں کیوں گریز ہے۔ جبکہ وہ ربوہ والوں کو یکمشت ایک ہزار فارم بھجوا چکے ہیں۔(چٹان ۴فروری ۱۹۷۴ء)

ایک ہزار نہیں ساڑھے تین ہزار فارم

گزشتہ ہفتہ معلوم ہوا تھا کہ مرزائیوں نے اقبال حسین رجسٹرار یونیورسٹی سے ملی بھگت کر کے سینٹ کے انتخابات کے سلسلہ میں ایک ہزار بیلٹ پیپر ناجائز طور پر حاصل کر لیا ہے۔ اب مزید معلوم ہوا ہے کہ ربوہ کو ایک ہزار نہیں ساڑھے تین ہزار فارم عنایت فرما دیا گیا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کا ہر فارغ التحصیل اور سند یافتہ بی اے پاس گریجوایٹ دس روپے ادا کر کے یہ بیلٹ پیپر یونیورسٹی سے حاصل کر کے اپنی مرضی کے امیدوار کو ووٹ دے سکتا ہے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ پنجاب بھر میں کسی گریجوایٹ کو معلوم ہی نہیں ہے کہ کوئی ایسا انتخاب ہو رہا ہے جس میں وہ یہ فارم حاصل کر کے بذریعہ ڈاک ووٹ دے سکتا ہے اس کے برعکس مرزائیوں نے روائتی سازشی طریقہ سے ساڑھے تین ہزار فارم حاصل کر کے سینٹ کی پانچوں نشستوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ہے۔(لولاک ۱۲فروری ۱۹۷۴ء)

سرگودہا بورڈ۔ ربوہ کی جاگیر

جب سرگودھا بورڈ قائم ہوا۔ ان دنوں بورڈ کا چیرمین غالب احمد قادیانی تھا۔ اس نے بورڈ کو قادیانی عملہ سے بھر دیا۔ ہر اہم عہدہ پر قادیانی فائز تھے۔ نمبر شاری و نتائج کے لئے ہر سال ربوہ سے ایک کھیپ بلائی جاتی جو صدر انجمن احمدیہ کے مختلف محکموں کی ملازم ہوتی تھی۔ ہر اہم پوسٹ پر قادیانی تھے۔ ربوہ سکول کے سابق ہیڈ ماسٹر میاں ابراہیم کو بورڈ میں سیکریسی برانچ کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ افریقہ کے ایک قادیانی مبلغ کو چنیوٹ سنٹر کا انچارج بنایا گیا حالانکہ وہ بورڈ کے کسی سکول و کالج سے متعلق نہ

تھا۔

انجینئرنگ اور میڈیکل کالجوں میں قادیانی طلبہ کی تعداد دیکھکر تمام طلبہ الزام لگاتے تھے کہ ربوہ کالج کے پرچے دیکھنے کے لئے مخصوص افراد کے پاس جاتے ہیں جس سے زیادہ نمبر لگائے جاتے ہیں رہی سہی کسر سیکریسی برانچ میں نمبر شماری اور نتائج تیار کرتے وقت پوری کرلی جاتی تھی۔ اس سے انجینئرنگ و میڈیکل کالجوں میں دوسرے طلباء کی حق تلفی کرکے قادیانی زیادہ نشستیں حاصل کرلیتے۔ یہ سب کچھ پلاننگ کے تحت ہو رہا تھا۔ مڈل میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں زیادہ سنٹروں میں قادیانی انچارج ہوتے تھے ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے سرگودھا بورڈ نے امتحانات کا ٹھیکہ ربوہ سرکار کو دے رکھا ہے۔ ذیل میں ایک مراسلہ ملاخطہ فرمایئے۔

کنٹرولر امتحانات شفیق الرحمٰن و ڈپٹی کنٹرولر مرزا طاہر احمد ربوہ اسٹیٹ کے اشارہ پر کھلم کھلا دھاندلیاں کر رہے ہیں۔ اور برملا کہتے ہیں' حکومت اور چیئرمین بورڈ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ چیئرمین بورڈ (جن کے تبادلے کے لئے قادیانی جدوجہد کر رہے ہیں۔) بااختیار ہوتے ہوئے بھی بے بس ہیں۔ اور مرزا طاہر کے ہاتھوں میں کھیلنے پر مجبور ہیں۔ تمام تقرریاں مرزا طاہر اور ربوہ کی سفارش پر ہوتی ہیں۔ بورڈ میں مختلف تقرریوں کے لئے پہلے ہی فہرستیں تیار ہیں' جن میں بورڈ کے تین عہدیداروں کنٹرولر امتحانات شفیق الرحمٰن' ڈپٹی کنٹرولر مرزا طاہر اور اسسٹنٹ کنٹرولر گل محمد (یہ سخت قسم کا مرزائی نواز ہے) کے آدمیوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بلکہ تمام امیدوار ان ہی کی دی ہوئی فہرستوں سے لئے جاتے ہیں۔

تقرریاں' قابلیت اور تجربہ کی بناء پر نہیں سفارش اور مندرجہ بالا عہدیداروں کی منشاء کے مطابق کی جاتی ہیں۔ اس دفعہ انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں میانوالی سنٹر سے چنیوٹ کے لیکچرار مسٹر انعام الٰہی پر بے بنیاد الزامات عائد کر کے محض قادیانی سپرنٹنڈنٹ کی تقرری کے لئے ہٹا دیا گیا اور اسکی جگہ خالد شریف قادیانی کو مقرر کیا گیا ہے جس کا کسی سکول یا کالج سے تعلق نہیں ہے' اسی طرح مختلف سنٹروں میں چیکنگ کے لئے انسپکٹرز' مرزا طاہر احمد نے اپنے خاص افراد کو مقرر کیا یہ قابل نوٹ بات ہے

کہ گوجر خان، تلہ گنگ کے سنٹروں کی چیکنگ کے لئے لائل پور کے لیکچرار اور لائلپور، گوجرہ کے سنٹروں کی چیکنگ کے لئے تلہ گنگ کا لیکچرار مقرر کیا گیا ہے، جن کے لئے ان سنٹروں میں پہنچنا ہی ممکن نہیں، بورڈ کے ارباب اختیار نے تقرریوں کے وقت فاصلوں کو نظر انداز کر دیا، اسطرح کامرس انٹرمیڈیٹ کے پرچے مرتب کرنے کے لئے ایسے افراد کو مقرر کیا گیا، جنہیں انٹر کامرس کورس کا معلوم ہی نہیں۔ انٹرمیڈیٹ اکنامکس (کامرس) کا پرچہ مرتب کرے والے صاحب نے آرٹس کا پرچہ کامرس کو دے دیا، اسی طرح اکاؤنٹنگ (Accounting) کے پرچہ کو کورس کے مطابق مرتب نہیں کیا گیا اس قسم کی بے ضابطگیاں محض اس وجہ سے ہو رہی ہیں کہ مرتب کنندہ سفارشی ہیں، اور کالجز سے متعلق نہیں ہیں۔ صوفی محمد صادق۔ کندیاں، ضلع میانوالی

یہ صرف محکمہ تعلیم کے ایک بورڈ میں قادیانی افسران کی ظالمانہ ارتدادی مہم انتقامی کاروائی۔ سازشی ذہن۔ فتنہ پردازی کی مثال ہے۔ باقی تمام محکموں میں قادیانی افسران کی روش کو آپ اس پر قیاس کرسکتے ہیں۔

راجہ غالب احمد

راجہ غالب احمد کو چیرمین ٹیکسٹ بورڈ پنجاب کے عہدہ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ "لولاک" نے ان کی مرزائیت نوازی اور دھاندلیوں کی طرف حکومت کو متوجہ کرایا تھا۔ (لولاک ۲۶ فروری ۱۹۷۴ء)

تعلیمی اداروں میں قادیانیوں کی ارتدادانہ مہم کی ایک مثال

ذیل میں ایک مکتوب ملاحظہ فرمائیں جو نواب شاہ کے عبد العزیز نے مدیر چٹان کو لکھا:۔

اس ضمن میں نواب شاہ میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں نواب شاہ شہر اور باندی میں جتنے بھی قادیانی ہیں، سب کے سب مالدار ہیں اور نہایت چالاکی سے سندھیوں کو بے وقوف بنا کر علاقائی تعصبات کو ہوا دے رہے ہیں۔ ڈاہری قوم کے کچھ افراد قادیانی بھی ہو گئے ہیں اور ان کی بیویاں ربوہ

کی معرفت درآمد کی گئی ہیں' جو مبلغہ ہیں۔ اور جاہل و معصوم عورتوں کو بہکاتی رہتی ہیں' ان ہی میں سے ایک عبدالقادر ڈاہری ہے' جس نے گورنمنٹ سچل سرمست کالج نواب شاہ کی پرنسپل شپ پر قبضہ کر رکھا ہے' جو اپنی نااہلیت کو چھپانے کے لئے سندھی مہاجر کا سوال پیدا کئے ہوئے ہے۔ اس کا دفتر کالج کے اوقات میں قادیانی مبلغوں کا مرکز بنا رہتا ہے' جو اساتذہ اور طلباء کو "تبلیغ" کرتے ہیں' پرنسپل بذات خود اساتذہ کو قادیانی لٹریچر پڑھنے اور وسعت قلبی سے کام لینے پر مجبور کرتا ہے' اس کے بھائی عبد اللہ ڈاہری کے بنگلہ میں پچھلے دنوں قادیانی لٹریچر کی نمائش لگائی گئی' پرنسپل نے اساتذہ' طلباء اور دیگر عملہ کو نمائش دیکھنے او قادیانی تبلیغی جلسوں میں شامل ہونے پر مجبور کیا اور اس کے لئے ایک قادیانی استاد عبد الواحد کو اساتذہ کے گھر جاکر انہیں نمائش میں لانے پر مقرر کیا' اس نمائش میں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ (تحریف شدہ) تقسیم کیا گیا' اساتذہ پرنسپل کی خوشنودی کے لئے سب کچھ کرنے پر مجبور ہیں' کیونکہ یہ اتنا با اثر زمیندار ہے کہ جس کو چاہے وہ ملازمت سے نکلوا دیتا ہے' البتہ وائس پرنسپل راؤ صالح محمد اس کی راہ میں رکاوٹ تھے جو قادیانی امت کو بے نقاب کرتے رہے۔ چنانچہ ای جرم میں قادیانی امت کی پوری مشینری ان کے خلاف حرکت میں آگئی' پرنسپل نے پیپلزپارٹی کے عہدیداروں اور وڈیروں سے مل کر راؤ صالح محمد کے خلاف مہم شروع کردی کہ وہ طلباء اور اساتذہ کو حکومت کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور یوں پہلے تو ان کا تبادلہ نواب شاہ سے رتو وڈیرو ضلع لاڑکانہ میں بطور سزا کروا دیااور پھر ایک مہینہ بعد انہیں نوکری سے معطل کروا دیا اسطرح قادیانی دشمنی کو حکومت دشمنی کا نام دے کر راؤ صاحب کو ذہنی اور مالی مصائب میں مبتلا کردیا' لیکن وہ ابھی تک اپنے مؤقف پر قائم ہیں' راؤ صاحب نہایت تجربہ کار' محنتی ایماندار اور شریف استاد ہیں' نو سال سے اس کالج کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے تھے مگر ان کی خدمات کا صلہ یہ ملا ہے۔

کیا اہل نواب شاہ ناموس رسالت مآبؐ کی حفاظت کرنے والے استاد پر یہ ظلم اور پرنسپل کی قادیانی تبلیغ کے لئے کالج کی تباہی یونہی برداشت کرتے رہیں گے؟(چٹان

(۱۷ دسمبر ۱۹۷۳ء)

اساتذہ اور طلبا کی غیرت ملی کو چیلنج

گورنمنٹ ٹریننگ کالج لائل پور کے موجودہ پرنسپل میاں محمد افضل ہیں جو کہ مرزائی ہیں اور اپنے فرقہ کے پر جوش مبلغ ہیں' میاں افضل صاحب اپنی سرکاری حیثیت سے فائدہ اٹھا کر طلبا میں اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں چنانچہ یہ انہیں کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ گورنمنٹ ٹریننگ کالج میں احمدیہ میموریل ایسوسی ایشن بڑے طمطراق سے قائم کی گئی اور اب میاں افضل صاحب نے اساتذہ کو مرزائی بنانے کی زور دار تحریک چلائی ہے چنانچہ احمدیہ میموریل ایسوسی ایشن کے صدر محمد سرور ارشد نے ایک فصیح و بلیغ انگریزی دعوت نامہ جاری کیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"یہ امر ہمارے لئے باعث فخر ہو گا اگر آپ اس دلچسپ سفر میں شرکت فرمائیں قیام و طعام کا بندوبست کیا جائے گا پروگرام میں مرزا ناصر احمد سے ملاقات مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرے کی زیارت' صاحبزادہ طاہر احمد سے ملاقات اور دریائے چناب میں کشتی کی سیر شامل ہے"۔

میاں صاحب کے اشارے پر مرزائی اساتذہ ہفتہ بھر مختلف سرکاری کالجوں میں کنویسنگ کرتے رہے اور اساتذہ کو ربوہ جانے کی ترغیب دیتے رہے۔ آخر کار ہفتہ کے روز بتاریخ ۲۶۔۱۔۷۴ معماران قوم کا ایک کارواں ربوہ کی منزل کی طرف بڑھا۔ جس میں ٹریننگ کالج کے تقریباً" تمام اساتذہ اور کلرک سٹاف نے شرکت کی۔ گورنمنٹ انٹر کالج' گورنمنٹ ڈگری کالج اور زرعی یونیورسٹی سے بھی چند اساتذہ شریک سفر ہوئے وفد کے قائد میاں محمد افضل صاحب کے صاحبزادے محمد کلیم صاحب تھے ربوہ پہنچنے پر چائے نوشی کے بعد مرزا ناصر احمد خلیفہ ثالث کے ساتھ سارے گروپ کا فوٹو لیا گیا۔ بعد ازاں خلیفہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اشترا کی ممالک میں تبلیغ اسلام ممکن نہیں غیر اشترا کی ممالک میں اس کے امکانات روشن ہیں دو بڑی طاقتیں خصوصاً" روس پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے لیکن ہمارا یقین

ہے کہ اسلام ایک زبردست قوت کی حیثیت سے ابھرے گا فرقہ مرزائیہ نے تبلیغ اسلام کی بڑی دقیع خدمات انجام دی ہیں۔ ہمارے پاس فنڈز کی کوئی کمی نہیں۔ گزشتہ سال ہم نے پچیس لاکھ کے چندے کی اپیل کی تھی ہمیں باون لاکھ روپے وصول ہوئے فرقہ احمدیہ کی گولڈن جوبلی منانے کے لئے ہم نے ڈھائی کروڑ روپیہ کا بجٹ بنایا گیا ہے توقع ہے کہ ہمیں ۵ کروڑ روپیہ مل جائے گا اساتذہ کے اس گروپ نے کھانا دارالضیافت میں کھایا اور رات وہیں گزاری۔ اگلے دن مورخہ ۷۴-۱-۲۷ کو ناشتہ کے بعد اساتذہ کرام کو تحریک جدید کے دفتر لے جایا گیا جو پچاس سے زائد کمروں پر مشتمل ہے اس میں کئی شعبے ہیں مثلاً" شعبہ تاریخ برائے ممالک افریقہ اور شعبہ تبلیغ برائے ممالک یورپ صبح دس بجے تمام شرکا سفر کو لائبریری دغیرہ دکھا کر ابوالعطا جالندہری نے فرقہ احمدیہ کے چار بنیادی عقائد بیان کئے۔

(۱) مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ (۲) قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں (۳) نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ (۴) مرزا غلام احمد امام مہدی بھی تھے اور مسیح موعود بھی۔

بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا مرزا صاحب پر چار زبانوں میں وحی نازل ہوتی تھی۔ (اردو' پنجابی' انگریزی' عربی) مرزا صاحب غیر تشریعی نبی تھے۔ انہوں نے شریعت محمدی میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ مرزا صاحب کے بعد نیا نبی آنے کا امکان موجود ہے مرزا صاحب نے جہاد بالسیف کو منسوخ نہیں کیا تھا البتہ جہاد بالقلم پر زیادہ زور دیا تھا اس کے بعد گروپ کے افراد کو مختلف تعلیمی اداروں کے دفاتر کی سیر کرائی گئی اور مسجد اقصیٰ دکھائی گئی جو کسی احمدی نے ۱۵ لاکھ کے صرفہ سے تیار کرائی۔ پھر معمار ان قوم کو تعلیم اسلام کالج کا سائنسی شعبہ دکھایا گیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تحریک احمدیہ کے دفتر میں علی برادران کے بڑے بھائی ذوالفقار علی کے صاحبزادے اور محمد علی جوہر کے بھتیجے سے ملوایا گیا جنہوں نے نصف گھنٹہ کی تقریر میں بیان کیا کہ ہم نے ٹھوک بجا کر فرقہ احمدی کی تعلیم کو قبول کیا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں مرزا غلام احمد مسیح موعود تھے' فرقہ احمدیہ کے ماننے والے افراد

کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہو چکی ہے۔

اس سفر کی درج ذیل خصوصیات قابل توجہ ہیں:۔

1:۔ جو سٹاف ربوہ میں گیا اس میں سے کسی نے سرکاری قواعد کے مطابق سٹیشن چھوڑنے کی اجازت نہیں لی۔

2:۔ بس کے جملہ مصارف احمدیہ میموریل ایسوسی ایشن نے برداشت کئے۔

3:۔ تمام شرکائے سفر کو کھانے پینے اور تفریح کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں مفت فراہم کی گئیں۔

4:۔ مرزائی مبلغین ہر شخص سے فردا" فردا" مل کر مرزائیت قبول کرنے کی درخواست کرتے رہے۔

5:۔ تمام شرکا سفر میں فرقہ احمدیہ کا لٹریچر فراخدلی سے تقسیم کیا گیا۔

6:۔ گروپ کے بے شمار فوٹو لئے گئے ظاہر ہے کہ ان تصاویر کو پبلسٹی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

7:۔ کالج کے باغیرت طلباء میں بالخصوص اس تبلیغی سفر کے خلاف شدید رد عمل پایا جاتا ہے۔ انہوں نے پرنسپل اور ہوسٹل کے انچارج سے مطالبہ کر رکھا ہے کہ احمدی طلباء کا کھانا الگ کیا جائے۔(لالوک ۱۲مارچ ۷۴ء)

لاہور کے کالجوں میں قادیانی جتھہ بندی

الفضل ربوہ ۳/مئی ۱۹۷٦ء ص ۵ پر احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کے عہدیداران کا انتخاب کے عنوان سے دو کالمی خبر شائع ہوئی جو یہ ہے:۔

لاہور کے مختلف تعلیمی اداروں کے لئے احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کے مندرجہ ذیل عہدیداران کا انتخاب برائے سال ۷۵/۷۴ حضرت خلیفہ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرۃ العزیز نے منظور فرما لیا ہے جملہ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عہدیداران کو اپنے فرائض کما حقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین:۔(مرزا طاہر احمد)

نمبرشمار	ادارہ	نام عہدیدار	عہدہ
-1	پنجاب یونیورسٹی لاہور	مکرم نصیر احمد صاحب	صدر
	پنجاب یونیورسٹی لاہور	مکرم قریشی غیاث الدین صاحب	نائب صدر
	پنجاب یونیورسٹی لاہور	مکرم نصیر احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
	پنجاب یونیوسٹی لاہور	مکرم مسعود احمد صاحب	اسٹنٹ سیکرٹری
-2	انجینئرنگ یونیورسٹی	مکرم سمیع اللہ صاحب	باجوہ صدر
	انجینئرنگ یونیورسٹی	مکرم اقتدار حسین صاحب ملک	نائب صدر
	انجینئرنگ یونیورسٹی	مکرم اعجاز احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
	انجینئرنگ یونیورسٹی	مکرم منیر الدین	جائنٹ سیکرٹری
-3	ایف سی کالج	مکرم عبد السلام صاحب	جلیل صدر
	ایف سی کالج	مکرم وقار مصطفیٰ صاحب	جنرل سیکرٹری
	ایف سی کالج	مکرم زاہد احمد صاحب	جائنٹ سیکرٹری
-4	حمایت اسلام لاء کالج	مکرم خادم حسین وڑائچ	صدر
	حمایت اسلام لاء کالج	مکرم سیف اللہ صاحب چیمہ	جنرل سیکرٹری
	حمایت اسلام لاء کالج	مکرم شریف احمد صاحب چغتائی	عموی سیکرٹری
-5	کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج	مکرم طاہر احمد صاحب	صدر
	کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج	مکرم منیر احمد صاحب سہیل	جنرل سیکرٹری
	کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج	مکرم نعیم احمد صاحب	جائنٹ سیکرٹری
-6	پولی ٹیکنک مغلپورہ	مکرم محمد عابد صاحب	صدر
	پولی ٹیکنیک مغلپورہ	مکرم مبشر احمد ارشد	جنرل سیکرٹری
-7	اینمل ہسبنڈری کالج	مکرم مظفر احمد صاحب گوندل	صدر
	اینمل ہسبنڈری کالج	مکرم منور احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
-8	گورنمنٹ کالج لاہور	مکرم اصغر سلطان	صدر

	گورنمنٹ کالج لاہور	مکرم اعجاز احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
	گورنمنٹ کالج لاہور	مکرم حافظ حیات صاحب	جائنٹ سیکرٹری
-9	اسلامیہ کالج آف کامرس	مکرم اعجاز احمد صاحب	صدر
	اسلامیہ کالج آف کامرس	مکرم منور احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
-10	اسلامیہ کالج لاہور	مکرم محمد داؤد صاحب منیر	صدر
	اسلامیہ کالج لاہور	مکرم الیاس احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
-11	دیال سنگھ کالج	مکرم عبداللطیف صاحب	صدر
	دیال سنگھ کالج	مکرم سعید احمد صاحب	جنرل سیکرٹری
-12	کالج آف ڈسٹری	مکرم عبدالسمیع صاحب	صدر

اس خبر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کالجز میں کسطرح قادیانی جمتہ بندی کر کے پراسرار خدمات سرانجام دینے کے لئے اپنے آپ کو منظم کر رہے تھے یہی وہ حالات و واقعات تھے جنہوں نے مسلمان طلبہ کے لئے ایک "تشویشناک" صورتحال پیدا کر دی تھی۔ مسلمان سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ قادیانیت کی یہ پر سرار سرگرمیاں بھی کسی حادثہ کا پیش خیمہ ہو سکتی ہیں

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں مرزائی سرگرمیاں اور مسلمان طلباء کی طرف سے ان کا تعاقب

رفیقان ہمسفر:۔ ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ آپ اپنے امتحانات میں مصروف ہیں۔ اور اپنی مسلسل کوششوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ آپ کا قیمتی سال بعض عناصر کی سازشوں کے باوجود بچ جائیگا۔ جو مسلسل آپ کو ذہنی انتشار میں مبتلا کرنے میں مصروف ہیں۔ یقیناً آپ میں سے ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر یکایک ایک روز میں اس قدر تبدیلی کیوں؟ یہ کیا سازش ہے؟ اس ڈرامے کا مرکزی کردار کون ہے؟ یہ کیا ہوا؟ اور کس نے کیا؟ آیئے ہم باری باری آپ کی تسکین قلب کے لئے مرکزی کردار اور سازشی عنصر کو بے نقاب کرتے ہیں۔

آپ کے ان منتخب نمائندوں سے یونین کے چند ممبران ڈائریکٹر سٹوڈنٹس افیئرز' سینئر ٹیوٹر' مرزائی ٹولہ' ان کے حواری اور وائس چانسلر کو اختلاف تھا' اس لئے کہ ہم نے

☆۔۔۔یونیورسٹی میں احمدیوں کی خفیہ سرگرمیوں کو معطل کیا۔

☆۔۔۔اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ عبد الماجد قادیانی کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کر کے یونیورسٹی اور ملک کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے آگے بند باندھا۔

☆۔۔۔مرزائیوں کی مسلمانوں کے میس سے علیحدگی کے بارے میں طلباء کے جذبات کی ترجمانی کرتے رہے۔

☆۔۔۔ چانسلر کمیٹی میں صدر یونین طلباء اساتذہ اور یونیورسٹی ملازمین کے جذبات کا ترجمان بنا۔

☆۔۔۔یونین فنڈز کو "شیر مادر" سمجھ کر پینے والوں کا محاسبہ کیا۔

☆۔۔۔یونین کے آئین میں مسلمانکی صحیح تعریف شامل کرنے کے متعلق قرار داد پاس کرائی۔

☆۔۔۔چانسلر کمیٹی میں حق کی حمایت کرتے ہوئے وائس چانسلر کے خلاف ووٹ دیا۔

یونین کے راتب پر پلنے والے سیاسی گماشتوں اور ربوہ کی ہدایت پر ناچنے والوں کو یہ باتیں ناگوار گزریں اس لئے یہ تمام عناصر آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں ہم اس میدان میں کسی لالچ اور کسی دھمکی سے مرعوب نہ ہو سکے سردار عبد القیوم خان کی آمد ان عناصر کے مستقبل پر تازیانہ کی حیثیت رکھتی تھی جو وائس چانسلر کو سب اچھا کی نوید سنا کر اشیر باد حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلے میں صدر یونین اور نائب صدر یونین کو اتھارٹیز نے مورخہ ۱۷۔۱۱۔۷۳ دو گھنٹے تک وائس چانسلر کے آفس میں حقائق کا انکشاف نہ کرنے کی تلقین کی۔ لیکن صدر یونین کے واضح انکار پر اتھارٹیز اور مرزائی ٹولہ کی مشترکہ میٹنگ ہوئی جس میں اپنی مطلب برآری کے لئے "او کے سر" کہنے والے صاحب کو استعمال

کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تاکہ دیگر مقررین کی تقریروں کو عین موقع پر ہی بے اثر کر دیا جائے اور اس طرح مرزائی کاروبار کے تحفظ کا حق ادا کیا جائے چنانچہ سردار قیوم کی آمد کے عین موقع پر صدر یونین نے واضح اعلان کیا کہ مجاہد اول سردار عبد القیوم خان ہر قیمت پر جلسہ سے خطاب کریں گے۔

پروگرام شروع ہوا جونہی "او کے سر" نے طے شدہ پروگرام کے مطابق مرزائی ٹولہ کی صفائی پیش کرنا شروع کی۔ جامعہ کے غیور طلباء نے خاموش خاموش' بند کرو اور بکواس مت کرو کے نعروں سے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس طرح رجسٹرار صاحب نے بذات خود سردار صاحب کو تقریر کی دعوت دی۔ "او کے سر" کی مدد کے لئے ہزارہ کی سلاجیت پر پلنے والے گماشتہ کی بھی چلے جاؤ' بھاگ جاؤ' اور فنڈز کا حساب دو' کے جوابی نعروں سے مرمت کی گئی۔ "او کے سر" نے اپنے نمک حلال ہونے کا واضح ثبوت مہیا کر دیا۔ جس کی انہیں طلبہ کے سامنے قیمت ادا کرنا پڑی۔ اور اتھارٹیز اور مرزائی ٹولہ سے انہوں نے اس کی معقول قیمت وصول کی۔

سردار صاحب کی تقریر کے بعد صدر یونین کے اعلانات اور ان پر طلبہ کی متفقہ تائید میں قادیانی ڈپٹی رجسٹرار کی برطرفی' مرزائیوں کے میس کی علیحدگی۔ اور بقیہ مطالبات سر فہرست تھے' طلبہ نے اتھارٹیز' مرزائیوں اور ان کے حواریوں کی پلاننگ کو خاک میں ملا دیا۔ چنانچہ سردار صاحب کی روانگی کے بعد پہلے طارق ہال اور بعد میں ڈائریکٹر سٹوڈنٹس آفیرز کی سرکردگی میں یونین آفس میں کٹھ پتلی ٹولہ کی میٹنگ ہوئی۔ جہاں اتھارٹیز اور ربوہ کے گماشتوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے ممبران سے استعفے طلب کئے گئے اور بعد میں وائس چانسلر کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کے لئے یہ کارواں وی سی ہاؤس (V.C.HOUSE) روانہ ہو گئے۔

ڈپٹی رجسٹرار صاحب! مبارک ہو'

ربوہ کی ہدایت پر ہمارے خلاف آپ کے آخری داؤ کے استعمال کے باوجود ہم زندہ ہیں اور ایک ایک طالبعلم آپ کی برطرفی اور مرزائیوں کے میس کی علیحدگی کے

جذبات سے سرشار ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ جامعہ کے یہ جیالے اور غیور طالب علم جنہوں نے ہمیں ووٹ دیکر کامیاب بنایا ہے وہ کیا بزدل اور بے حمیت ہیں کہ آپ کی سازشوں اور غاصبانہ حملے کو معاف کر دیں گے؟

طالب علم باخبر ہیں کہ:۔

وہ ممبران جو کہ سردار صاحب کی آمد سے قبل خاموش تھے' سردار صاحب کی آمد' ڈپٹی رجسٹرار کی برطرفی کے مطالبہ' طلباء مطالبات تسلیم کرانے کی آخری تاریخ کے اعلان کے فوراً" بعد مستعفی کیوں ہو گئے؟ آخر صرف ایک دن میں یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو گیا۔؟ صرف اس لئے کہ اگر یہ لوگ مستعفی نہ ہوتے تو:۔

۱۔ مرزائی ڈپٹی رجسٹرار کی برطرفی عمل میں آجاتی

۲۔ مرزائی ڈپٹی رجسٹرار کے رشتہ داروں کے میس علیحدہ ہو جاتے

۳۔ طلباء مطالبات سے متعلق ۱۹/ نومبر کا الٹی میٹم اتھارٹیز کے لئے ۱۹/ تاریخ کو ایک ایٹم بم بن کر پھٹتا۔

۴۔ آڈٹ رپورٹ کی اشاعت سے منحوس چہروں کی نقاب کشائی ہو جاتی۔ اس طرح مختلف مفادات نے مختلف لوگوں کو مشترکہ پناہ گاہ کی تلاش میں اکٹھا ہونے پر مجبور کر دیا۔

طالب علم پوچھتے ہیں کہ آخر:۔

○ ـــــ وہ کیمپس نیوز جو سٹوڈنٹس یونین کی خبروں کو ترستا تھا' آج ڈپٹی رجسٹرار کی ہدایت اور ڈائریکٹر سٹوڈنٹس آفیئرز کے نام سے ہمارے خلاف الزامات سے کیوں پر ہے

○ ـــــ ڈپٹی رجسٹرار اور عبدالماجد شاہ نے اتوار کی رات قاسم ہال میں کس خفیہ مشن پر گزاری؟

○ ـــــ کار نمبر ۸۴۹۷ آج کیوں ٹول مین پور بازار مسجد الفضل (مسجد احمدیہ) گلستان کالونی اور لالہ زار کالونی کے چکر کاٹتی ہے۔

دوستو۔ گواہ رہنا کہ عین اس وقت جبکہ ختم نبوت کے منکروں کے احتساب اور طلبہ مطالبات کے تسلیم کئے جانے کی مہم اپنے عروج پر تھی تو یونیورسٹی میں کس کے اشارے پر کس کس نے استعفے دیکر آپ کی اس مہم کر ناکام بنا دینے میں مذموم کردار ادا کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم سرخرو ہیں کہ ہم نے ہر لحہ پر طلباء کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اور جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے باز نہ آئے اور انشاء اللہ ہم آپ کے جذبات کی ترجمانی اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک ہمارے جسم میں خون کا آخری قطرہ موجود ہے۔

ہم واضح کرتے ہین کہ دنیا کی کوئی طاقت اقتدار کا کوئی کوڑا' غلامی کی کوئی یادگار جیلوں کے آہنی دروازے اور کسی قسم کی دھونس دھاندلی ہمیں اپنے عزم سے نہیں ہٹا سکتی۔ آپ کی یونین تمام رکاوٹوں کے باوجود آپ کے مفادات کے لئے کام کرتی رہے گی۔ ہم لوگ چراغوں کی طرح ظلمت شب میں مل جل کر زمانے کو ضیا دیتے رہیں گے طوفان اٹھیں آندھیاں راہوں کو مٹا دیں ہم لوگوں کو منزل کا پتہ دیتے رہیں گے۔

حافظ وصی محمد خان (صدر) محمد اسلم (جنرل سیکرٹری) سٹوڈنٹس یونین زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

(لولاک ۲۳نومبر۱۹۷۳ء)

چک جھمرہ کے اسٹیشن پر مرزائیوں کی پٹائی!

۱۹۷۳ء میں مرزائیت کی جارحیت میں جہاں اضافہ ہوا۔ وہاں مسلمانوں کی قوت برداشت بھی جواب دے گئی۔ مسلمان بھی جواب آں غزل کے طور پر تیار ہو گئے۔ ذیل کی خبر ملاحظہ ہو:۔

چک جھمرہ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق ۲۵/دسمبر شام ساڑھے سات بجے مرزائیوں کی ایک سپیشل ٹرین لاہور سے ربوہ کے لئے جب اسٹیشن پر پہنچی تو مرزائیوں نے معمول کے خلاف نعرہ بازی کی۔ مرزا غلام احمد کی جے اور احمدیت زندہ باد وغیرہ کے نعرے لگانے شروع کر دیئے چک جھمرہ کے چند نوجوان جو اس وقت اسٹیشن پر

موجود تھے انہیں دیکھ کر مرزائیوں نے جوش و خروش کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ نوجوانوں نے انہیں منع کیا کہ یہ مسلمانوں کا شہر ہے آرام سے گزر جاؤ اشتعال انگیزی نہ کرو لیکن ان کے دماغ پر مرزائیت کا بھوت سوار تھا وہ گاڑی سے اتر کر نوجوانوں سے جھگڑنے لگے۔ جس پر نوجوانوں نے ان کے چند پر جوش مبلغوں اور جنونیوں کو پکڑ لیا اور پلیٹ فارم پر ہی ان کی خوب مرمت کر دی۔ جب ان کے ہوش و حواس درست ہوئے اور بھوت سر سے اتر گیا تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اچھا ہم کافر ہیں مہربانی کر کے ہماری جان بخشی کی جائے تمام نعرہ باز خاموش ہو گئے۔ اور ڈرائیور سے درخواست کر کے گاڑی بھگا کر پلیٹ فارم سے دور کراسنگ پر لے گئے۔ ریلوے حکام نے بھی مرزائیوں کو اشتعال انگیزی اور شرارت کرنے سے منع کیا۔ ٹھیک کہا ہے کسی نے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔-(۱۸جنوری ۱۹۷۴ء لولاک)

قائد آباد عید سے ایک روز پہلے یہاں کا ایک مرزائی مر گیا اس کے لواحقین نے اسے خواہ مخواہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ اسلامیان قائد آباد کو معلوم ہوا اور مقامی علمائے کرام مولانا عبد الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد شریف صاحب نے اس پر احتجاج کیا تو کسی باغیرت مسلمان نے مرزائی کو قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ اگلے روز پولیس نے مولانا عبد الرحمان صاحب اور مولانا محمد شریف کے خلاف مقدمہ درج کر لیا اور پولیس کی نگرانی میں مرزائی کو دوبارہ اسی قبرستان میں دفن کرا دیا۔

اسلامیان قائد آباد کو جب معلوم ہوا کہ ایس ایچ او قائد آباد نے ارتداد نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اس مردار کو دوبارہ پولیس کی نگرانی میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرا دیا ہے بلکہ ان کے مقتدر علمائے کرام کے خلاف مقدمے بھی درج کر لئے ہیں تو ان میں سخت اشتعال اور ناراضگی پیدا ہو گئی اور انہوں نے شہر میں ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ شہر اور گرد و نواح دیہات کے مسلمانوں کا زبردست اجتماع ہو گیا پولیس کے رویہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا اگلی رات کسی غیرت مند مسلمان نے مرزائی کی میت کو دوبارہ قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا ہڑتال احتجاج جاری رہا ضلع سرگودہا کے ایس پی صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب موقعہ پر پہنچ گئے انہوں نے

صورت حال کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے۔ ایس ایچ او کی کارروائی کا لعدم قرار دینے کا فیصلہ کیا اور قبرستان کے متصل علیحدہ ایک جگہ مرزائی کی میت کو دفن کرا دیا مسلمانوں کے قبرستان اور مرزائی کی اس قبر کے درمیان ایک دیوار بنوا دی اور ایک ایسی صورت بنا دی گئی جیسے تقسیم سے قبل بعض دیہات میں مسلمانوں کے قبرستان اور ہندوؤں کے سیوئے جہاں وہ چتا بنا کر اپنی میتوں کو جلایا کرتے تھے متصل ہوا کرتے تھے درمیان میں بعض دفعہ دیوار بھی نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ کانٹوں کی باڑ حد فاصل کا کام دیا کرتی تھی جیسے اب بھی بعض جگہ مسلمانوں کے قبرستان کے ایک پہلو میں عیسائیوں کا قبرستان علیحدہ بنا دیا جاتا ہے۔

ضلعی حکام کے اس فیصلہ کو قائد آباد کے مسلمانوں نے تسلیم کر لیا مقدمے واپس لے لئے گئے اور اس طرح ملک میں اس ہنگامہ کو پھیلنے اور بڑھنے سے روک دیا گیا۔

اصل میں ایس ایچ او قائد آباد کی عاقبت نااندیشی کے باعث یہ مسئلہ الجھ کر بھڑ گیا ہے۔ ورنہ نوبت اس حد تک نہ پہنچنے پاتی مرزائیوں نے بھی حماقت سے کام لیا اور خواہ مخواہ اپنی میت کی بے حرمتی کرائی اور مرنے والے کے لواحقین کے غم اور اندوہ کو کئی گناہ بڑھا دیا۔ مسلمان آبادیوں میں رہنے والے یہ مرزائی اس حقیقت کو نہیں سوچتے کہ وہ جب مسلمان کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے معصوم بچوں تک کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے۔ انہیں رشتے ناطے بغیر فارم پر کروائے نہیں دیتے۔ ان کی مساجد میں نہیں جاتے ان کی عبادت گاہوں میں مسلمانوں کا آنا جانا نہیں تو ایسے حالات میں مسلمانوں کے قبرستان میں اپنی میت کو دفن کرنے پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے انہیں چاہئے کہ عیسائیوں پارسیوں اور دوسرے غیر مسلم پاکستانیوں کی طرح وہ بھی اپنے آپ کو اقلیت قرار دلوائیں اور انہی کی طرح اپنے لئے الگ دفن ہونے کا انتظام بھی کر دیں۔

یہ مسئلہ ایسا ہے کہ انگریزوں نے بھی مرزائیوں کے حمایتی ہونے کے باوجود اس مسئلے میں مرزائیوں کی کبھی طرفداری نہیں کی تھی۔

مولانا عبد المجید سالک مرحوم کے والد مرزائی تھے بٹالے میں ان کی وفات ہوئی۔ مرزائیوں نے مسلمانوں کے قبرستان میں انہیں دفن کرنے پر اصرار کیا مسلمان اڑ گئے جھگڑا ہو گیا۔

ڈپٹی کمشنر اور ایس پی دونوں انگریز تھے مرزائی ناظر امور عامہ ولی اللہ وغیرہ انہیں اپنی کاروں میں سوار کر کے موقعہ پر لائے جب دیکھا کہ علاقہ بھر کے مسلمان وہاں مرنے مارنے پر تیار ہیں۔ علاوہ ازیں مجلس احرار کے سینکڑوں باوردی رضاکار وہاں پہنچ گئے تھے تو انہوں نے کہا کہ ولی اللہ تم ہم کو یہ کہہ کر لائے تھے کہ کسی گاؤں کے قبرستان کا مسئلہ ہے یہ تو گاؤں کا مسئلہ نہیں ہے یہ تو پورے ہندوستان کا مسئلہ ہے اس مسئلہ میں ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے چنانچہ مرزائی ان دونوں انگریز افسروں سے اتنے مایوس ہوئے کہ واپسی پر انہیں اپنی کار میں بھی نہ لائے ونوں انگریز افسر بعد میں ٹانگہ میں سوار ہو کر آئے۔ اور مرزائی میت کو قادیاں لے گئے۔

وہ پرانی بات ہے یہاں مرزائیوں نے جو رویہ مسلمانوں کے خلاف اختیار کر رکھا ہے اس پر غور کیا جائے ربوہ مرزائیوں کا خالص مرزائی شہر ہے مرزائیوں کے یہاں آباد ہونے سے پہلے دور دراز مقامات تک کے ارد گرد کے دیہات کا یہاں قبرستان تھا دریائے چناب کا کنارہ ہے دریا کے کنارے کی آبادیوں کو طغیانیوں اور سیلابوں کا ہمیشہ خطرہ در پیش رہتا ہے اس لئے وہ بیچارے یہاں اونچی جگہ اور پہاڑیوں کی اوٹ میں اپنی میتیں دفن کیا کرتے تھے اور مرزائیوں نے بھی اس قبرستان کے پہلو میں اپنا قبرستان شروع کیا اور یہیں نام نہاد بہشتی مقبرہ بنایا آج تک اس حدود میں انہوں نے کسی مسلمان میت کو دفن نہیں ہونے دیا جب ان کا رویہ یہ ہے تو وہ خود ان قصبات دیہات میں جہاں خالصتاً" مسلمانوں کی آبادیاں ہیں۔ مسلمانوں سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ لولاک ۱۱ جنوری ۱۹۷۴ء

سرحد بلوچستان حکومتیں اور مرزائی سازش

ذوالفقار علی بھٹو کے برسراقتدار آتے ہی نیپ اور جمیعتہ علماء اسلام کا پیپلز پارٹی

سے سمجھوتہ ہوا جس کے باعث سرحد میں مولانا مفتی محمود اور بلوچستان میں عطاء اللہ مینگل کی حکومت قائم ہوئی کمونسٹ اور قادیانی' نیشنلسٹ مسلمانوں کے اقتدار کو برداشت نہ کر سکے۔ زخمی سانپ کی طرح تلملانے لگے سازشوں کے جال بنے گئے۔ ان حکومتوں کے خلاف پنجاب اور کراچی میں جو مخالفانہ پروپیگنڈہ ہوا اسکی عقلی و مالی اساس میں قادیانی برابر کے شریک تھے' مشرقی پاکستان کو ایم ایم احمد قادیانی اور اس کی پارٹی نے مغربی پاکستان سے علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ سرحد اور بلوچستان میں بھی حکومتوں کو ختم کرا کر ایسے حالات پیدا کرانے کے لئے پر تول رہے تھے کہ یہ دو صوبے بھی پاکستان سے علیحدگی اختیار کر لیں' سندھ کا نقشہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں سے مختلف ہو جائے۔ اسکے بعد پنجاب پر قادیانی قبضہ ہو جائے۔ اس غرض سے بین الاقوامی سیاست کے تابع قادیانی جڑواں سیاسی بھائی سکھوں کی اعانت سے پنجاب کے حکمران ہونا چاہتے تھے۔ جسطرح سکھ ہندوؤں کے لئے کبھی مخلص نہیں ہو سکتے اسی طرح قادیانی بھی مسلمانوں کے لئے مخلص نہیں ہو سکتے۔ ہندوؤں کے سکھ خالصے ہیں اور مسلمانوں کے سکھ قادیانی یہ دونوں اپنے اپنے نقطہء نظر سے پنجاب کی بندر بانٹ کے درپے ہیں۔ چنانچہ سرحد و بلوچستان کی حکومتوں کے خاتمہ کے لئے ایسے سرکاری دوائر میں کمونسٹ اور قادیانی لابی نے بڑا بھرپور کردار ادا کیا جس سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلا۔

ربوہ میں ظالمانہ قتل

گزشتہ ہفتہ ربوہ کے ایک سبزی فروش دوکاندار کو انتہائی سفاکی سے پراسرار طور پر قتل کر دیا گیا ہے معلوم ہوا ہے کہ اس بدنصیب مقتول کو قتل کرنے سے پہلے چھ گھنٹے تک سخت قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں اور بالاخر اسے قتل کر دیا گیا اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ لیکن ربوہ ایک ایسا شہر ہے جہاں تفتیش کا لفظ سرے سے بے معنی ہے کیونکہ وہاں خلیفہ ربوہ کے محکوم اور مجبور غلام قسم کے لوگ رہتے ہیں جو خلیفہ ربوہ کی مرضی کے بغیر سانس تک نہیں لے

سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قتل کے ملزموں کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ ربوہ سے آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سبزی فروش دوکاندار پر خلافت ربوہ کو شبہ تھا کہ اس کا تعلق جماعت کے مخالف لوگوں سے تھا اور یہ شخص ربوہ کے اندرونی حالات کی مخبری کیا کرتا تھا

یہ بھی معلوم ہے کہ اس شخص نے ان عورتوں کو نازیبا حرکات سے منع کیا تھا جو فیملی پلاننگ کے پردے میں ربوہ میں مقیم ہیں اور ناشائستہ طرز زندگی اختیار کے ہوئے ہیں۔ بہرحال ربوہ میں ظلم کی چکی چل رہی ہے۔ اور یہ بیچارا سبزی فروش بھی اسی ظلم کی چکی میں پس گیا ہے۔ اس سے پہلے کئی قتل ہو چکے ہیں جن کی کوئی داد فریاد نہیں سنی گئی۔ روزنامہ "ایام" لائل پور کے ایڈیٹر مولانا غلام رسول جنڈالوی کا جواں سال بیٹا بھی ربوہ ہی میں بے دردی اور وحشیانہ طور پر قتل کیا گیا تھا۔ اور مارنے کے بعد اس کے متعلق فضول کہانی بیان کردی گئی تھی۔

ربوہ میں ظلم اور آمریت کا یہ عالم ہے کہ اگلے روز گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ایک احمدی طالب علم کو جو مرزا ناصر احمد کی بچیوں کو ٹیوشن پڑھاتا ہے ربوہ کے گنا نے پکڑ لیا اور انتہائی سفاکانہ طور پر زدوکوب کیا اس کو دھمکایا کہ اگر آئندہ تم قصر خلافت میں پڑھانے کے لئے گئے تو تمہیں ختم کردیا جائے گا۔ اس غریب طالب علم کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ اس طرح کے واقعات سے ربوہ کے گلی کوچے بھرے پڑے ہیں لیکن سوال یہی ہے کہ آخر اس کا حل کیا ہے سیدھی بات یہی ہے کہ اس کا صحیح حل یہ ہے کہ ربوہ سے مرزائیوں کی مناپلی توڑ دی جائے۔
(لولاک فیصل آباد)

مرزائی سازشیں ایک نظر میں

(۱) ربوہ میں قتل (۲) جھنگ میں لڑکی کا اغوا (۳) فوجی سازش (۴) کرنسی کی ناجائز بوریاں (۵) وائرلیس سیٹ ٹرانسمیر کی ایم ایم احمد کے رشتہ دار کے گھر سے برآمدگی (۶) فرقان بٹالین کے اسلحہ کے چور

مرزا ناصر احمد کو پاکستان ایئر فورس نے سلامی دی حکومت پاکستان تحقیقات کرے

دسمبر ۱۹۷۳ء اس دفعہ مرزائیوں نے ربوہ میں جو اپنا سالانہ جلسہ کیا ہے اس میں انہوں نے شرکائے جلسہ کو یہ تاثر دینے کی زبردست کوشش کی ہے۔ کہ پاکستان کا اقتدار اب ان کی جھولی میں آ کر گرنے ہی والا ہے اور موجودہ حکومت بھی ان کی دست بستہ غلام ہے۔ انہوں نے ایک دھاندلی تو وہ کی جس کا ذکر تفصیل سے ہم نے گذشتہ شمارہ میں کر دیا ہے کہ اس غریب قوم کے خون پسینے کی کمائی کا تقریباً" دو لاکھ روپیہ ربوہ کے لنگر خانے کے چولھوں کے لئے سوئی گیس کے انڈسٹریل کنکشن پر خرچ کروا دیا اور بغیر میٹر کے سوئی گیس چالو کروا لی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں سوئی گیس اور حکومت پر کس قدر قابو اور اختیار حاصل ہے۔

دوسری بات جو ہمیں معلوم ہوئی ہے اور اب زبان زد خاص و عام ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ جب سالانہ جلسہ میں ناصر احمد تقریر کرنے کے لئے سٹیج پر آئے۔ تو مائیک کے سامنے پہنچ کر خاموش کھڑے ہو گئے اور تقریر شروع نہیں کر رہے تھے جیسا کہ انہیں کسی چیز کا انتظار ہو۔ اتنے میں ایک ہوائی جہاز جلسہ گاہ پر سے ڈپ مار کر گزرا اس کے گزر جانے کے بعد بھی مرزا صاحب خاموش کھڑے رہے گویا انہیں ابھی کسی اور چیز کا بھی انتظار تھا اتنے میں دو اور جہاز جلسہ گاہ سے جھک کر گزرے اور اس طرح مبینہ طور پر مرزا ناصر احمد کو پاکستان ایئر فورس کی سلامی مکمل ہو گئی۔ اس پر جلسہ گاہ میں نعرہ لگایا گیا "مرزا غلام احمد کی جے" مرزا غلام احمد کی جے"۔ اس کے بعد مرزا ناصر احمد کی تقریر ہوئی اور اس تقریر میں انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارا ایک ریڈیو اسٹیشن نائیجریا میں لگایا جا رہا ہے۔ اسی جلسہ میں مرزا ناصر احمد نے حاصل تقریر بلکہ حاصل جلسہ اپیل کی کہ ربوہ میں پریس لگانے کے لئے اڑھائی کروڑ روپیہ چندہ دیا جائے جس میں سے ایک کروڑ روپیہ انگلستان کی جماعت نے وعدہ کیا اور باقی ڈیڑھ کروڑ روپیہ باقی جماعت پیش کرے ہم زیر بحث مقالہ میں اس بحث میں نہیں پڑنا

چاہتے کہ مرزائی کروڑوں نہیں اربوں روپیہ معلوم اور نامعلوم ذرائع سے حاصل کر چکے ہیں۔ یہ اعلان اور یہ چندہ سازی محض اس روپیہ کو کیمو فلاج کرنے اور ڈکار مارنے کے مترادف ہے۔ ویسے اب وہ اس پوزیشن میں بھی ہیں کہ پاکستان کے بڑے بڑے مالی وسائل ان کے قبضہ میں ہیں۔ اڑھائی کروڑ روپیہ جمع کرنا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جب کہ مرزائیوں کو جلسہ گاہ سے کھلی آنکھوں یہ بھی دکھا دیا گیا ہے کہ پاکستان ایر فورس ان کے خلیفہ کو سلامی دے رہی ہے۔ برسر اقتدار لوگ ان کے دست بستہ غلام ہو چکے ہیں اور ملک کا اقتدار اب ان کے قدم چومنے ہی والا ہے۔ ایسے حالات میں جب مرزائیوں کی جیب میں پیسہ بھی ہو اور انہیں اپنا مستقبل بھی روشن نظر آ رہا ہو تو اڑھائی کروڑ روپیہ کا جمع ہونا کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اس وقت زیر بحث چیز یہ ہے کہ ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر تحقیقات کرے کہ آیا یہ واقعہ درست ہے کہ مرزا ناصر احمد کو پاکستان ایئرفورس نے ربوہ کے سالانہ جلسہ میں سلامی دی ہے؟ اگر یہ واقعہ درست ہے تو یہ انتہائی قابل اعتراض ہے اور کسی بہت بڑے ملکی اور قومی سانحے اور حادثے کے رونما ہونے کے خطرے کا سگنل ہے۔

پاکستان ایئرفورس ہمارا ایک قابل فخر قومی اور ملکی ادارہ ہے۔ اس میں چند مرزائی افسروں کو چھوڑ کر اکثریت سنی شیعہ شاہینوں کی ہے۔ کبھی کسی سنی پائلٹ نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عرسوں کے موقعہ پر وہاں کے سجادہ نشین حضرات کے خطاب سے پہلے انہیں پاکستان ایئر فورس کے جہاز کے ذریعہ سلامی نہیں دی۔ کراچی' لاہور بعض دوسرے شہروں میں شیعہ حضرات کے "تاریخی اجلاس ہوتے ہیں محرم کے مہینہ میں ان کی مجالس اور تعزیہ داری کے جلوس ہوتے ہیں کبھی کسی شیعہ پائلٹ نے اپنے مذہبی جذبات کے تحت پاکستان ایئرفورس کے جہاز کے ذریعہ ایسی کوئی سلامی نہیں دی ہے۔ یہی حال ملک کی دوسری بڑی بڑی دینی جماعتوں کے اجتماعات اور اہم ترین تقریبات کا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ ان کے کسی ہم عقیدہ پائلٹ نے اپنے

عقیدہ کے لوگوں کے اجتماع پر پرواز کر کے یوں سلامی دی ہو حقیقت یہ ہے کہ ایر فورس کا کوئی بھی مظاہرہ صرف قومی ملکی اور خالص سرکاری نوعیت کی تقاریب میں ہی ہوا کرتا ہے یہی حال بری افواج اور نیوی کا ہے۔ افواج پاکستان خواہ ان کا تعلق فضائیہ سے ہو خواہ بحریہ اور بریہ سے ہو ہمارے لئے قابل تعظیم اور قابل احترام ہیں۔ انہیں فرقہ وارانہ سطح پر لانا خود افواج پاکستان کے مقام و احترام کے منافی ہے۔ مرزائی جماعت اس سے پہلے فرقان فورس کے قضیہ میں ملوث ہے۔ اس نے فرقان بٹالین کے متعلق الفضل میں ایسے اعلانات شائع کئے تھے جو پاکستان کی مسلح افواج کی سخت توہین کے مترادف تھے۔ اب غالباً" یہ مرزائی پائلٹ ہوں گے جنہوں نے مذہبی جنون کے تحت یہ بہانہ سازی کی ہو گی اور مرزا ناصر احمد سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان ایر فورس کو استعمال کیا ہو گا اس معاملہ کی انکوائری اس لئے بھی ضروری ہے کہ فضائیہ کا سربراہ ظفرچوہدری مرزائی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ ظفرچوہدری کے خلاف اس سے پہلے بھی عوام میں مطالبہ ہوتا رہتا ہے کہ اس مشکوک فرقے سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ شخص کو افواج پاکستان کے کسی شعبے کا سربراہ نہیں ہونا چاہئے۔

ہم آخر میں ایک دفعہ پھر حکومت پاکستان اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کی فوری طور پر تحقیقات کرائیں اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو اس کے ذمہ دار حضرات کو پاکستان ایر فورس سے علیحدہ کر دیا جائے اور مرزائیوں سے ملک کو درپیش خطرات کے پیش نظر مرزائیت کی کلیدی اسامیوں پر گرفت اور اجارہ داری کو ختم کر دیا جائے۔ (لولاک ۱۸ جنوری ۷۴ء)

یہ اداریہ شائع ہوتے ہی مولانا مفتی محمود مرحوم نے قومی اسمبلی میں تحریک التوا پیش کر دی جس کی تفصیل یہ ہے۔

خورشید حسن میر نے غلط فرمایا

گذشتہ ہفتہ مولانا مفتی محمود ایم۔ این۔ اے نے قومی اسمبلی میں ایک تحریک التوا پیش کرنا چاہی جس کے ذریعہ وہ اس بات کو قومی اسمبلی میں بحث کے لئے پیش

کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پاک فضائیہ کے طیاروں نے مرزا ناصر کو سلامی دی تھی۔ مولانا مفتی محمود صاحب اس کے حوالہ کے لئے ہفتہ وار لولاک کا اداریہ قومی اسمبلی میں پڑھنا چاہتے تھے۔ لیکن خورشید حسن میر صاحب جو ہمیشہ مرزائیت کے تحفظ کے سلسلہ میں پیش پیش رہتے ہیں آڑے آگئے اور انہوں نے اعتراض کیا کہ اس اداریہ کا قومی اسمبلی میں پڑھا جانا ملکی مفاد کے خلاف ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا ہوا ہے۔ لیکن خورشید حسن میر صاحب کے واویلا کرنے پر یہ تفصیل پیش نہ ہو سکی۔ خورشید حسن میر نے ہاؤس کو بتایا کہ پاک فضائیہ نے مرزا ناصر احمد کو سلامی نہیں دی'' بلکہ سرگودہا کے ہوائی اڈے پر ہوائی جہاز مشقیں ہوتی رہتی ہیں جنہیں غلطی سے سلامی سمجھ لیا گیا ہے۔

ہم ایک بار پھر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ خورشید حسن میر صاحب نے مرزائیوں کی غلط صفائی دی ہے۔ اگر تحقیقات کرائی جائے تو یہ ثابت ہو گا کہ مرزا ناصر احمد کو جلسہ میں سلامی دی گئی۔ ربوہ کی پہاڑیوں پر جہازوں کی مشقوں کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (ہفت وار لولاک ۱۱ فروری ۱۹۷۴ء)

بھٹو حکومت کے خلاف ایک مرزائی سازش

گزشتہ سال بھٹو حکومت کے خلاف مبینہ فوجی سازش ہوئی کئی افسر گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں کئی بے گناہ بھی پکڑے گئے۔ فضائیہ سے گرفتار ہونے والے افسروں کا فیصلہ ہو چکا ہے بے گناہ باعزت رہا کر دیئے گئے ہیں۔ جو سازش میں ملوث ثابت پائے گئے انہیں مختلف سزائیں دی جا چکی ہیں۔ سزا پانے والوں میں سکوارڈن لیڈر غوث محمد قادیانی بھی ہے جو اس سازش میں سرغنہ تھا۔ اسے چودہ سال سزا ہوئی ہے۔ بری فوج کے افسروں کا فیصلہ ابھی باقی ہے۔ یقین کامل ہے کہ ان میں سے بھی بے گناہ بری ہوں گے اور گناہ گار سزا پائیں گے۔ بری افواج سے گرفتار ہونے والوں میں مشہور قادیانی جنرل اختر حسین ملک آنجہانی کا بیٹا اور حال کور کمانڈر قادیانی جنرل عبدالعلی کا بھتیجا اور داماد میجر سعید اختر ملک۔ اسی طرح مشہور ریٹائرڈ میجر

جنرل آدم خان قادیانی کے دو لڑکے میجر فاروق اور میجر افتخار (یہ دونوں بھائی ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان کے بھائی طارق کے سالے ہیں) اسی طرح کرنل ایف بی علی۔ اور کرنل آفریدی جیسے لوگ شامل ہیں۔ چونکہ مقدمہ ابھی زیر ساعت ہے۔

ہم اس کے متعلق قبل از وقت کچھ کہنا احترام عدالت اور آداب صحافت کے منافی سمجھتے ہیں لیکن ایک حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اس فوجی سازش کی بنیاد مرزائی تھے۔ جیسا کہ فضائیہ کے ایک قابل احترام افسر میاں عبدالستار گروپ کیپٹن نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے بھٹو حکومت کے خلاف کی جانے والی قادیانی سازش کا انکشاف بھی کیا تھا۔ اب مرزائیوں نے بھٹو حکومت کے خلاف اپنی سازشانہ کوششوں سے ایک اور بغاوت کرا دی ہے۔

ہماری اطلاع کے مطابق چکوال سے صوبائی اسمبلی کے ممبر راجہ منور احمد قادیانی صوبائی کابینہ میں بحیثیت وزیر شامل ہونے کے سخت متمنی تھے بلکہ انہوں نے اپنے ربوائی سرپرستوں کی یقین دہانی پر مبارک بادیں بھی وصول کرلی تھیں مخصوص یونیفارم تو انہوں نے مدت سے بنوائی ہوئی تھی۔ ممکن ہے وہ وزیر لے لئے جاتے لیکن وزیراعظم نے قادیانیوں کے متعلق عوامی جذبات کے پیش نظران کا پتہ کاٹ دیا اور ان کی جگہ ضلع جہلم کے بریگیڈیئر صاحبداد کو صوبائی کابینہ میں شامل کرنے کی ہدایت کر دی۔

راجہ منور احمد اور مرزائیوں کے لئے یہ دوسرا بڑا صدمہ تھا پہلا صدمہ یہ کہ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرلی گئی اور اب یہ کہ ایک مرزائی وزیر بنتا بنتا رہ گیا۔

چنانچہ ربوہ سرکار کی ہدایت پر راجہ منور احمد نے بھٹو حکومت کے خلاف ایک سول بغاوت کا آغاز کیا۔ اپنی قماش کے بعض ایم پی اے صاحبان کو ساتھ ملا لیا اور وزیر اعلیٰ غلام مصطفیٰ کھر اور بھٹو صاحب کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے اور لڑائی کرانے کی مساعی شروع کر دیں۔

گذشتہ دنوں جب بھٹو صاحب سندھ کے دورہ پر تھے تو پنجاب کے ان مرزائیت

گزیدہ اور راجہ منور احمد کی سازش کا شکار ایم پی اے صاحبان کا ایک وفد انہیں لاڑکانہ ملا اور کھر صاحب کے متعلق انہیں بدگمان کرنے کی کوشش کی۔ بھٹو صاحب نے انہیں یقین دلایا کہ اگر آپ لوگوں کی شکایات درست ہوئیں تو وزیر اعلیٰ کے خلاف ضرور کارروائی کی جائے گی۔

راجہ منور احمد نے پنجاب کے ان باغی ارکان کو یقین دلایا کہ بھٹو صاحب نے اپنے بھائی ممتاز بھٹو کو وزارت اعلیٰ کے عہدے سے علیحدہ کر دیا ہے تو کھر صاحب کو یقیناً" علیحدہ کر دیں گے چنانچہ میٹنگیں اور سازشیں شروع ہو گئیں اور جو لوگ کھر سے اپنی اغراض کے تحت ناراض تھے وہ سب اس سازش میں شریک ہو گئے۔

۳۱ جنوری کو جب بھٹو صاحب لاہور آئے تو مرزائی حسب عادت پس پردہ رہے راجہ منور بھی خود سامنے نہ آیا۔ اور بعض دوسرے افراد کو آگے کر کے ایک محضر نامہ بھٹو صاحب کے پیش کیا گیا جس پر متعدد ایم پی اے کے دستخط ثبت کرائے گئے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شکایت کھر صاحب کے علاوہ ممتاز کاہلوں' مختار اعوان اور حاکمین خان کے خلاف کی گئی تھی۔ اگرچہ اب وزیر اعلیٰ کھر صاحب نے ان باغی ایم پی صاحبان کے خلاف جہاد شروع کر دیا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اصل مجرم ابھی تک گرفت میں نہیں آ سکے۔ راجہ منور احمد جو غلام مصطفیٰ کھر کو اپنی ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی سمجھتے تھے۔ اب بھی ربوہ کی سرکار کی امداد کے بل بوتے پر اکڑے ہوئے ہیں۔

ہمیں اس روز کا انتظار ہے جس روز ذوالفقار علی بھٹو اپنے حقیقی دشمنوں کو پہچانیں گے اور انہیں کسی مضبوط کھونٹے سے باندھ کر ملک کی بہت بڑی خدمت سر انجام دیں گے۔ (لولاک ۱۹ فروری ۷۴ء)

مولانا تاج محمود کا یہ انکشاف جنوری ۷۴ کا ہے اس کے بعد کیا ہوا سب کو معلوم ہے کہ کھر اور بھٹو صاحب کی لڑائی کرا دی گئی۔ ان کی جگہ رامے صاحب آ گئے مرزائی فسادات کرانے اور مسلمانوں کے جذبات کا امتحان لینے کے لئے تلے ہوئے

تھے کہ اگر مسلمان چپ رہیں تو حکومت و اقتدار پر قبضہ کا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ان کو کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ کھر صاحب سخت گیر تھے۔ مرزائی شرارت کرتے تو مرزائیوں کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ وہ راے صاحب کو لائے راے مرزائیوں کے نہ صرف ڈھب کے آدمی تھے بلکہ ان کے کئی پہلو سے مرزائیت سے روابط تھے۔ اس لئے مرزائیوں نے ۷۴ کی تحریک سے پہلے ایک یہ کھیل کھیلا کہ کھر صاحب اور بھٹو صاحب میں علیحدگی کرا دی۔

اسلامی سربراہی کانفرنس

(۱) شاہ فیصل کے خطاب کی منسوخی۔ (۲) مرزائیت کا لٹریچر۔ (۳) شیزان ریسٹوران۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمہوریہ افغانستان' جمہوریہ الجزائر' عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش' جمہوریہ چاڈ' عرب جمہوریہ مصر' جمہوریہ گیبون' گمبیا' جمہوریہ گنی' گنی بساؤ' جمہوریہ انڈونیشیا' دولت ایران' سلطنت ہاشمیہ' اردن' مملکت مراکش' مملکت سعودی عرب' مملکت کویت' جمہوریہ لبنان' عرب جمہوریہ لیبیا' ملائیشیا' مالی' اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ' جمہوریہ نائیجر' سلطنت اومان' اسلامی جمہوریہ پاکستان' عوامی جمہوریہ یمن' مملکت قطر' سینیگال' جمہوریہ صومالیہ' جمہوریہ سوڈان' عرب جمہوریہ شام' جمہوریہ تیونس' جمہوریہ ترکی' جمہوریہ یوگنڈا' متحدہ عرب امارتیں' عرب جمہوریہ یمن کے سربراہ' مملکت اور نمائندوں نیز فلسطین (تحریک آزادی فلسطین) اور جمہوریہ عراق کے نمائندوں نے جو مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کی' یہ کانفرنس لاہور میں ۲۲ فروری سے ۲۴ فروری ۷۴ء تک ہوئی' عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل' موتمر عالم اسلامی کا وفد اور رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل مہمان کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہوئے یہ کانفرنس جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کوششوں سے منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے دوران جمعہ کا دن آتا تھا۔ کانفرنس کے مہمانوں نے ایک ساتھ جمعہ شاہی

مسجد لاہور میں ادا کرنا تھا۔ اخبارات میں خبر آئی کہ خطبہ جمعہ و امامت کے فرائض حکومت سعودیہ کے سربراہ عالم اسلام کے ممتاز فرزند جناب شاہ فیصل انجام دیں گے۔

ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم افریقی ممالک کے تبلیغی سفر سے واپسی پر عمرہ کے لئے سعودیہ تشریف لا رہے تھے۔ پاکستان سے عالمی مجلس نے اپنے ایک نمائندہ جناب سردار میر عالم لغاری کو سعودیہ بھجوایا۔ لغاری صاحب نے شیخ بنوری سے ملاقات کر کے درخواست کی کہ آپ شاہ فیصل سے ملیں اور ان کو فرمائیں کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر خطبہ جمعہ میں "قادیانیت" کے کفر کی بات کریں اس سے ہماری تحریک کو تقویت ہو گی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کی شاہ فیصل سے ملاقات ہوئی۔ شاہ فیصل مرحوم نے وعدہ فرمایا۔

اس کے بعد کیا ہوا ہفتہ وار لولاک ۱۲ مارچ ۱۹۷۴ء کی تفصیلی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

اس عظیم اور کامیاب ترین کانفرنس کے موقعہ پر کچھ ایسے سانحے بھی وقوع پذیر ہوئے جنہیں ناخوشگوار ہی نہیں افسوسناک کہنا بجا ہو گا۔ جہاں کانفرنس کی کامیابی کی انتہائی خوشی ہے۔ وہاں ان سانحوں کا بے انتہا صدمہ اور قلق بھی ہوا ہے۔

(۱) ـــــ گذشتہ حج کے موقعہ پر ہمارے مرکزی وزیر اطلاعات صاحب اعلان کیا تھا کہ اسلامی کانفرنس کے موقعہ پر شاہ فیصل بادشاہی مسجد لاہور میں جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھائیں گے۔ ریڈیو پاکستان نے بھی اسے اپنے رسالہ آہنگ میں شائع کر دیا تھا۔ اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہوتی رہی۔ ملک کے گوشے گوشے سے لاکھوں مسلمان یہ آرزو لے کر بادشاہی مسجد میں پہنچے ہوئے تھے کہ کم از کم زندگی میں ایک نماز خادم الحرمین الشریفین کے پیچھے ادا کر لیں گے اس کے فصیح و بلیغ خطبہ کو سن کر اپنے ایمان تازہ کر لیں گے۔ اس غرض کے لئے لوگوں نے انتہائی تکلیفیں اٹھائیں ڈنڈے کھائے ہجوم میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر وہاں پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ بعض لوگ تو اپنی جانیں قربان کر گئے بعض زخمی ہو گئے۔ لیکن وہ اس سعادت سے محروم رہ گئے اس سلسلہ میں جو باتیں سننے میں آ رہی ہیں وہ تکلیف دہ ہی نہیں انتہائی افسوسناک ہیں۔

خبر ملی ہے کہ کمیونسٹوں اور قادیانیوں کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ فیصل بادشاہی مسجد

لاہور کے خطبہ میں یہودیوں' کمیونسٹوں' مرزائیوں اور مغربی ملحدوں کے خلاف تقریر کرنے والے ہیں۔ اس اندیشے کے پیش نظر مرزائیوں اور کمیونسٹوں نے جو پہلے ہی یہاں دینی قوتوں کے خلاف متحدہ محاذ بنائے ہوئے ہیں شاہ فیصل کو خطبہ دینے سے روکنے کے لئے ایک سازش تیار کی اور مبینہ طور پر اس کام کے لئے گوجرانوالہ کے ایک رسوائے زمانہ صاحبزادہ صاحب (اللہ کرتا کہ وہ ایوب خان کے زمانہ میں جو حادثے ہوئے تھے۔ ان کے صدمہ سے مر گئے ہوتے) کی خدمات حاصل کی گئیں معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے کانفرنس کی انتظامیہ کو تاریں دیں کہ شاہ فیصل وہابی عقائد کے ہیں ان کے پیچھے ہماری نمازیں نہیں ہوتیں اس لئے وہ نماز جمعہ نہ پڑھائیں۔ غالباً" صاحبزادہ صاحب کی آڑ میں ملک بھر سے مرزائیوں سے زیادہ سے زیادہ ایسے تار دے دیئے ہوں گے کیونکہ ان مرتدوں اور آستین کے سانپوں کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہی ہیں۔ یہ بات مرزائی افسر کسی نہ کسی طرح سعودی سفیر کے نوٹس میں لے آئے۔ جب اس بات کا علم شاہ فیصل کو ہوا تو اس نے جمعہ پڑھانے سے انکار کر دیا اس طرح شاہ فیصل کے خطبہ کی سعادت سے بادشاہی مسجد کو اس کے لاکھوں نمازیوں اور پورے پاکستان کو محروم کر دیا گیا۔ مرزائیوں نے یہ بندوق بریلویوں کے کندھے پر رکھ کر چلائی۔ حالانکہ ہمارا یقین ہے کہ ملک کے بریلویوں کو اس سازش کی خبر تک بھی نہیں ہو گی۔

(۴) ـــ بادشاہی مسجد کے خطیب صاحب نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ فاضل ترین علماء اور زعماء مجمع میں موجود تھے۔ پوری دنیا ریڈیو کے ذریعہ یہ خطبہ سن رہی تھی۔ خطیب صاحب نے اتحاد امت کے موضوع پر کنز العمال کی اس حدیث شریف کے یہ الفاظ تو پڑھے **یا ایہا الناس ان ربکم واحد وابا کم واحد و دینکم واحد**۔ لیکن یہ الفاظ **ونبیکم واحد لا نبی بعدی** چھوڑ دیئے۔ اسی طرح خاتم النبین کے الفاظ کہے گئے اور **لا نبی بعدی** کے الفاظ چھوڑ دیئے گئے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسا خطیب صاحب نے بھول کر کیا یا کسی مرزائیت نواز اتھارٹی نے مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے یہ الفاظ سنسر کر دیئے۔ بہرحال عرب و عجم میں ہر وہ مسلمان جو صاحب علم تھا اسے اس کا بہت صدمہ اور قلق ہوا اور یہ مرزائیت نوازی کی ایک بدترین مثال قائم کی گئی۔

(۳) ــــــاسلامی سربراہوں کی پاکستان میں آمد تمام مسلمانوں کے لئے خوشی کاباعث بنی خصوصاً" جو لوگ اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے سلسلہ میں کام کر رہے ہیں انہیں اس موقع پر انتہائی مسرت تھی کہ جب یہ سربراہ مل بیٹھیں گے' دنیا بھر کے مسلمانوں کے سیاسی اور اقتصادی الجھے ہوئے مسائل پر غور کریں گے تو انہیں اس بات کی طرف بھی متوجہ کیا جائے گا کہ وہ اس اسلام کی حفاظت اور اشاعت کی طرف بھی متوجہ ہوں جس اسلام کی بدولت ان کی سلطنتیں اور ان کے یہ تمام جاہ و جلال قائم ہیں۔ چنانچہ یہاں کی بعض دینی جماعتوں نے ایسے کتابچے اور محضر نامے وغیرہ تیار کرائے اور اس بات کو مدنظر رکھ کر تیار کرائے کہ ان میں کوئی بات ایسی نہ ہو جو ملک کے مفاد کے خلاف ہو یا مہمانوں کے لئے کسی پریشانی کا باعث اور آداب میزبانی کے منافی ہو۔ لیکن انتہائی دکھ کی بات ہے کہ حکومت نے عملاً" ایسی تدابیر اختیار کر لیں کہ ان سربراہان ممالک اسلامیہ تک دینی حلقوں کا کوئی وفد کوئی محضر نامہ۔ کوئی کتابچہ کوئی خیر مقدم پہنچ نہیں سکا۔

اس سے زیادہ دکھ اور صدمے کی بات یہ ہے کہ مرزائی افسروں کے ذریعہ مہمان وفود میں مرزائیوں کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ مثلاً" گنی کے وفد کو فلیٹی ہوٹل میں ایک مرزائی اعلیٰ افسر نے مرزائیوں کا لٹریچر دیا۔ گنی کے اس وفد میں حیدر محمد الامین بھی شامل تھے جو گنی کی طرف سے مصر میں سفیر ہیں۔ انہیں مرزائیوں کے خلیفہ مرزا محمود کی تصنیف تفسیر صغیر دی گئی۔ اسی طرح ملائیشیا کے وفد کے دو ممبران محمد صالح حمزہ اور عبدالرحمٰن کو ایشیا ہوٹل میں ٹی وی سروس کے ایک مرزائی افسر نے مرزائیوں کے انگریزی لٹریچر کا فل سیٹ تقسیم کیا۔

کانفرنس کے دنوں میں بعض علمائے کرام کے ٹیلیفون بند رہے تاکہ وہ کہیں بیرونی مہمانوں سے رابطہ نہ قائم کرلیں۔ یہ طرز عمل سنگ راستن وسگ راکشادن کے مصداق تھا مرزائی پہلے ہی بیرونی ممالک میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان میں ہماری حکومت ہے۔ اب اس کانفرنس کے موقعہ پر مرزائیوں کا اسلامی وفود سے رابطہ اور دوسرے دینی حلقوں کا رابطہ نہ ہونا اس شبہ کو مزید تقویت

پہنچانے کا باعث ہو گا۔

(۴) ــــ کانفرنس میں عربوں کے مقبوضہ علاقوں کے انخلاء' بیت المقدس کی آزادی' قبلہء اول کی واگزاری اور آزادی فلسطینی ریاست کے قیام پر زور دیا گیا۔ ہمیں خوشی ہے کہ ایسا کیا گیا کیونکہ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن فلسطینی مسلمانوں ہی کی طرح لاکھوں کلمہ گو کشمیری مسلمان جو بھارت کے استبداد کا شکار ہیں اور آزادیء کشمیر کے لئے ربع صدی سے لڑ رہے ہیں۔ ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ان کا نام تک کسی نے نہیں لیا۔ بلکہ اس سلسلہ میں آزاد کشمیر کے صدر سردار محمد عبدالقیوم خاں کو خاطر خواہ کام نہیں کرنے دیا گیا۔ وہ صرف ایک پریس کانفرنس کر سکے لیکن وہ بھی بڑی رکاوٹوں اور مشکلات کے بعد جن کا ذکر کرنا بہتر نہیں ہے۔ اندرا گاندھی نے کانفرنس سے پہلے ہی تنبیہہ کر دی تھی کہ اس کانفرنس میں کوئی متنازعہ بات نہ کی جائے۔ کم از کم غیرت اسلامی کا اتنا ثبوت تو دے دیا جاتا جس سے اندرا گاندھی کے چیلنج کا جواب ہو جاتا۔ کانفرنس میں کشمیر کا تذکرہ تو کجا بادشاہی مسجد کے جمعہ میں کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لئے دعا تک نہیں کی گئی۔

(۵) ــــ یوگنڈا کے صدر عدی امین نے سب سے زیادہ ٹھوس تجاویز پیش کیں انہوں نے کہا:۔

(i) تمام ممالک اسلامیہ کے سربراہ اپنا ایک امیر منتخب کریں تاکہ دنیائے اسلام کی مرکزیت قائم ہو جائے۔

(ii) مسلمانوں کی ایک دولت مشترکہ قائم ہو۔

(iii) مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے ایک اسلامی بنک قائم کیا جائے اور ایران جو ایک ارب روپیہ عالمی بنک کو دے رہا ہے وہ بھی مسلم بنک کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ عالمی بنک پر یہودیوں کا قبضہ ہے وہ اسلامی ملکوں کی امداد پر حسب ضرورت روپیہ خرچ نہیں کرتا۔

(iv) اگر اسلامی سربراہ کانفرنس بھٹو اور مجیب الرحمٰن کے درمیان صلح کرا سکتی ہے اور بنگلہ دیش تسلیم کرا سکتی ہے تو اسلامی کانفرنس ایران اور عراق میں بھی اپنا وفد بھیجے

اور ان دونوں اسلامی ملکوں کی صلح کرائے۔

لیکن افسوس ہے کہ عدی امین کی انتہائی اہم تجاویز کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

ـــــاسلامی سربراہوں میں سے سب سے بڑے مجاہد اور اسلام دوست سربراہ کرنل قذافی نے لاہور میں اعلان کیا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اس قلعہ کی حفاظت کرے۔ لیکن اسلام کے سب سے بڑے قلعہ میں ضیافتوں کے موقعہ پر کلچرل شو کی آڑ میں کیونسٹوں کی خواہش کے مطابق رقیہ ثریا جیسی کنجریوں کے ڈانس ہوئے اور بعض ایسی باتیں بھی ہوئیں جو اسلامی ثقافت اور آداب میزبانی کے منافی تھیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ شیش محل کی دعوت کے بعد کنجریوں کے ڈانس کے وقت جلالتہ الملک شاہ فیصل دعوت سے اٹھ گئے۔ بلکہ بعض سربراہان ممالک اسلامیہ ان دعوتوں میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ میزبانی میں اس بات کا لحاظ رکھا جانا ضروری تھا کہ کانفرنس کا نام اسلامی کانفرنس ہے اور شرکاء اسلامی ممالک کے سربراہ اور رہنما ہیں۔ ضیافتوں کے موقعہ پر کلچرل شو کو ہاضم چورن کے طور پر استعمال کرنا اسلامی نہیں بلکہ غیر اسلامی رسم و رواج ہے۔

ایک اور حماقت

شیزان ریستوران ہی کیوں؟

میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی کے ایک بیان سے معلوم ہوا کہ شیزان ریستوران کو ہونے والی اسلامی کانفرنس کے مہمانوں کے کھانے پینے کا ٹھیکہ دیا گیا ہے ہم نے یہ خبر انتہائی دکھ سے پڑھی ہے نہ جانے کس "فراخدل" کی نگہ انتخاب یہاں تک پہنچی ہے جس نے بھی شیزان کا انتخاب کیا اس نے مسلمانوں کے جذبات کو آگ لگائی ہے۔

ہم جیسے مسلمانوں کے نزدیک شیزان کا کھانا حرام ہے۔ یہ مرزائی امت کا ایک ایسا ریستوران ہے جس کی آمدنی کا مقررہ حصہ ربوہ میں استحکام قادیانیت کے لئے جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی سرپرستی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور وہ مسلمان جو بڑے خاندانوں کے

لاڈلے ہو کر اس کی رونق بڑھاتے اور وہاں کھاتے پیتے ہیں' وہ حلال نہیں حرام کھاتے ہیں۔ کیا حکومت کے لئے دوسرا کوئی انتظام ناممکن تھا۔ ہماری اندرونی معلومات کے مطابق شیزان ہوٹل خاص خاص مہمانوں کے لئے سکہ بند قادیانی ملازموں کا انتظام کر رہا ہے ان کے سپرد خفیہ معلومات کی فراہمی کے علاوہ یہ خدمت بھی ہوں گی کہ وہ ـــــ قادیانی امت کا خاص لٹریچر جو آجکل دھڑا دھڑ چھپ رہا ہے' مہمانوں تک پہنچائے گا اور اس لٹریچر کو ہضم کر جائے گا جو ان کے خیال میں ان سے متعلق کوئی جماعت یا تحریک تقسیم کرے گی۔ (چٹان ۴ فروری ۷۴ء)

قارئین اندازہ فرمائیں کہ شاہ فیصل مرحوم ایسے فرزند اسلام کا خطبہ منسوخ کر دیا گیا تاکہ وہ مرزائیت اور کیمونسٹوں کے خلاف کچھ نہ کہہ پائیں۔

(۲) جس مادر پدر آزاد خطیب نے خطبہ دیا وہ لانبی بعدی کے الفاظ ہضم کر گیا۔

(۳) کوئی جماعت سربراہان ممالک اسلامیہ سے رابطہ کر کے لٹریچر نہیں پہنچا سکتی مگر مرزائیت اپنے اثر و نفوذ کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ تھی۔

(۴) سربراہان کے قیام کے لئے شیزان ہوٹل کی خدمات حاصل کی گئیں۔جو بعد میں مسلمانوں کے احتجاج وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے ختم کرا دیں اور یوں مسلمانوں کے احتجاج پر مرزائیت کے نرغہ سے اسلامی سربراہوں کو بچا لیا گیا۔ اس قسم کے واقعات نے عوام کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ بھٹو حکومت پر مرزائیت کی ایسی گہری چھاپ ہے کہ اگر اس کا بروقت مداوا نہ کیا گیا تو آنے والے حالات میں مرزائیت کو لگام دینا اور زیادہ مشکل و دشوار ہو جائے گا ان نامساعد حالات میں بھی جبکہ عملاً" ملک کی پالیسی مرزائیت کی جیب میں تھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے سفر کو جاری رکھا ذیل کی خبر سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی سربراہی کانفرنس اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات

اسلامی کانفرنس کے موقعہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے وفود مولانا محمد شریف جالندھری کی قیادت میں لاہور پہنچے ہوئے تھے۔ یہ وفود مختلف حلقوں میں اپنا

تبلیغی فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے بیرونی ممالک سے آئے ہوئے وفود نمائندگان پریس کو اپنا یہ پیغام پہنچایا کہ اس وقت عالم اسلام کے خلاف چار بڑے فتنے سرگرم عمل ہیں۔ یہودیت' مرزائیت' اشتراکیت اور الحاد مغرب البتہ اسلامی ممالک کے سربراہان سے مجلس کے نمائندگان نے کوئی واسطہ پیدا نہیں کیا کیونکہ حکومت پاکستان چاہتی تھی کہ کوئی جماعت بھی ان سے براہ راست رابطہ قائم کر کے سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر کوئی خلفشار یا پریشانی کی صورت پیدا نہ کرے مناسب یہی سمجھا گیا اس مسئلہ میں حکومت کے لئے کوئی پریشانی نہ پیدا کی جائے۔ حالانکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لٹریچر میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو سربراہی کانفرنس کے مقاصد کے منافی ہو یا جس سے کسی صاحب ایمان کو کوئی اختلاف ہو۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اسلامی سربراہی کانفرنس کا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں ۲۲ اور ۲۳ فروری کو عربی زبان میں اور پاکستان ٹائم ۲۴ فروری میں انگریزی زبان میں اشتہارات کے ذریعہ مسلم سربراہوں کو خوش آمدید کہا گیا اور ان کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ پچاس ہزار عربی زبان میں شائع شدہ پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ اس کے علاوہ عربی اور انگریزی زبان میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہء مرزائیت کے تعارف پر مشتمل دیدہ زیب کتابچے اہم شخصیتوں میں تقسیم کئے گئے۔

ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے دفتر میں بڑی چہل پہل رہی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی۔ مولانا عبدالرحیم اشعر۔ مولانا غلام محمد بہاولپوری' چوہدری خلیل احمد گجرات' مولانا عبدالحمید آزاد لاہور' مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد۔ مجاہد ختم نبوت غلام نبی۔ میاں محمد محمد امین گوجرانوالہ۔ جناب بلند اختر نظامی شبیر حسین شاہ صاحب لاہور۔ محمد اسحاق صاحب حافظ محمد صادق صاحب۔ مولانا کریم بخش صاحب لاہور' مولانا ضیاء الدین آزاد' مولانا اللہ وسایا صاحب شیخ منظور حسین صاحب چنیوٹی اور مولانا عبدالرؤف نے دن رات محنت سے ختم نبوت کا پیغام دنیائے اسلام کے کونے کونے سے آئے ہوئے وفود اور اخبار نویسوں اور دوسرے حضرات تک پہنچا دیا۔

انار کلی بازار میں جب وفود کے ممبران خرید و فروخت کے لئے آئے تو مجلس کے وفود ان سے ملاقاتیں کر کے انہیں عقیدۂ ختم نبوت اور رد مرزائیت کے متعلق لٹریچر پیش کرتے تو وہ اسے ایک نظر دیکھتے ہی خوش ہو کر کہتے ہم اس فتنۂ عمیا کے متعلق ضرور یہ کتابیں پڑھیں گے۔ اور مجلس کے کارکنوں کو جزاک اللہ اور بارک اللہ کی دعائیں دیتے تھے۔ لاہور کے مسلمانوں کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی ان خاموش بے لوث اور موثر خدمات کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی رہی لوگ آپس میں کہتے تھے کہ یہ بڑا ضروری تھا کہ مرزائیوں کا پورے عام اسلام میں تعارف کرا دیا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ وہاں جا کر اسلام کے نام پر ارتداد پھیلاتے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ (ہفت وار لولاک ۱۲ مارچ ۱۹۷۴ء)

نرحبکم یا قادۃ اسلام والمسلمین الملوک وروساء الدول الاسلامیۃ

ونھنیء السید ذوالفقار علی البھتو علی تشرفہ بضیافتکم لا زالت الامتہ المحمدیتہ تاطبتہ قائمتہ علی ان نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھو خاتم النبین ولا نبی بعدۃ لنلفت انظارکم الی ما یجب الیوم علی الزعما المسلمین

من حفظ ھذہ العقیدہ

مجلس تحفظ ختم النبوۃ الباکستان

پچاس ہزار اشتہارات تقسیم کئے گئے

اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے درج ذیل عبارت پر مشتمل اشتہار پچاس ہزار کی تعداد میں چھاپ کر تقسیم کئے گئے۔

اعداء المسلمین فی العالم

۱۔ الصہیونیتہ ومن اعانہا

۲۔ القادیانیتہ (وہم اتباع مرزا غلام احمد القادیانی المتنبی فی الہند والباکستان)

۳۔ الاشتراکیتہ (الشیوعیتہ)

۴۔ الحاد الغرب (اورب)

○

مجلس تحفظ ختم النبوۃ الباکستان

اسہا الخطیب الاکبر السید عطاء اللہ شاہ رحمتہ اللہ تعالی

اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر عالمی مجلس کی طرف سے عربی میں اشتہارات کی تقسیم کے علاوہ ذیل کا اشتہار اردو میں عوام کے لئے تقسیم کیا گیا۔ جب کانفرنس کے اختتام پر جناب کرنل قذافی سٹیڈیم میں تقریر کے لئے تشریف لانے والے تھے تو اس وقت کثرت کے ساتھ سامعین میں ذیل کا اشتہار تقسیم کیا گیا۔

قادیانی تعلیمات

——— میں ———

○ ——— شاہ فیصل، کرنل قذافی، انور سادات، ذوالفقار علی بھٹو نکسن، ایڈورڈ ہیتھ، گولڈ امیئر، اندرا گاندھی، سورن سنگھ برابر ہیں۔

○ ———(میاں محمود خلیفہء قادیان) نے فرمایا کہ ہندو اہل کتاب ہیں اور سکھ بھی کیونکہ مسلمانوں کا ہی بگڑا ہوا فرقہ ہیں۔ (خلیفہ قادیان کی ڈائری مندرجہ اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

○ ———عیسائیوں کی عورتوں اور ان لوگوں کی عورتوں سے جو وید پر ایمان

رکھتے ہیں نکاح جائز ہے۔ (اخبار الفضل قادیاں ۱۸ فروری ۱۹۳۰ء)

○ ——غیر احمدیوں کو ہمارے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو قرآن کریم ایک مومن کے مقابلہ میں اہل کتاب کی قرار دے کر یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مومن اہل کتاب عورت کو بیاہ لا سکتا ہے مگر مومنہ عورت کو اہل کتاب سے نہیں بیاہا جا سکتا۔ اسی طرح ایک احمدی غیر احمدی عورت کو اپنے حبالہ عقد میں لا سکتا ہے مگر احمدی عورت شریعت اسلام کے مطابق غیر احمدی مرد کے نکاح میں نہیں دی جا سکتی۔ ((حکم قادیان ۱۴ اپریل ۱۹۲۰ء بحوالہ قادیانی مذہب)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ قادیانیوں کے نزدیک مسلمان' یہود' نصاری' ہندو' سکھ بحیثیت اہل کتاب برابر ہیں۔

اب :۔غور فرمایئے کہ مذہبی اور روحانی عقیدت کے لحاظ سے روئے زمین پر کون ملک قادیانیوں کے نزدیک مقدس ہو سکتا ہے جس میں ان کے نبی کا مولد و مدفن ہے۔

پھر اکھنڈ بھارت کے الہامی عقیدہ اور ظفر اللہ خاں کے حالیہ خفیہ دورۂ بھارت کی روشنی میں سوچئے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے بغیر بھی کوئی اس سیاہ فتنہ کا علاج ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

مرزائی دوا ساز فرم کی تشویشناک صورت حال

الزامات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے۔

لاہور کی ایک مرزائی فرم شفا میڈیکو فیکٹری کے متعلق اخبارات میں عجیب و غریب خبریں شائع ہوئی ہیں ان میں معاصر امروز لاہور ۲۲فروری ۱۹۷۳ء کی خبر کا یہ حصہ خصوصی توجہ کے لائق ہے

دریں اثنا شفا میڈیکو فیکٹری میں کام کرنے والی گیارہ لڑکیوں کی جانب سے آج ایک مشترکہ بیان میں مالک فیکٹری کے حالیہ دعوؤں کو چیلنج کیا گیا اور بتایا گیا کہ فیکٹری کے حالات کے اخبارات میں خبریں شائع ہونے پر لڑکیوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر

ان سے اس مفہوم کے اس بیان پر دستخط لئے گئے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے تہ خانہ والے ہوسٹل میں رہ رہی ہیں بیان میں کہا گیا ہے کہ اس ادارے میں بیشتر لڑکیاں محض حالات کی مجبوری کی وجہ سے کام کر رہی ہیں اور ملازمت کے چلے جانے کے خوف سے زبان کھولنے سے معذور ہیں ان سے فالتو کام لینے کے لئے انہیں ہوسٹل میں رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے' ان کے قیام و طعام پر جو خرچ آتا ہے اس سے کہیں زیادہ رقم اوور ٹائم ادا نہ کرنے سے بچالی جاتی ہے لڑکیوں سے آٹھ بجے صبح سے چھ بجے شام تک روزانہ کام لیا جاتا ہے تہواری چھٹی کے عوض فالتو کام کرنا پڑتا ہے' دو عیدوں کے علاوہ آج تک کوئی سرکاری یا تہواری چھٹی نہیں دی گئی لڑکیوں کو قرآن شریف کی تعلیم قادیانی نقطہ نظر سے دی جاتی ہے اور انہیں ربوہ میں جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسوں میں حکماً" شریک کیا جاتا ہے۔

بیان میں ان الزامات کی تحقیقات کرانے پر زور دیا گیا اور یہ مطالبات پیش کئے گئے کہ لڑکیوں کو ہوسٹل میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے اوور ٹائم کام کرنے کا الگ معاوضہ دیا جائے قادیانی تعلیم حاصل کرنے اور ربوہ جانے پر مجبور نہ کیا جائے۔"
(امروز)

اس سے قبل شفا میڈیکو کے مالک چودھری سمیع اللہ نے اپنی پوزیشن واضح کرتے ہوئے بتایا کہ لڑکیوں کو ہر روز صبح ورزش کرائی جاتی ہے۔ رائفل چلانے اور تیرنے کی تربیت دلائی جاتی ہے۔ دن بھر کے کام سے فارغ ہونے پر انہیں قرآن حکیم عربی اور انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ دوسرے شہر جاتے وقت وہ لڑکیوں کو از خود ساتھ نہیں لے جاتے بلکہ بعض اوقات لڑکیاں ان کی کار کے آگے لیٹ جاتی ہیں اور ساتھ لے جانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ لڑکیوں کی تفریح کا بھی خیال رکھتے ہیں اور انہیں فلم دکھانے کے لئے سینما ہال کا ایک حصہ مخصوص کرا لیتے ہیں۔

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ لڑکیوں کو ملازم رکھنے کے لئے

محکمہ محنت سے کوئی اجازت نہیں لی گئی۔(امروز لاہور ــــــ ۲۱ فروری ۱۹۷۳ء)

ان خبروں کی اشاعت کے بعد صوبائی وزیر محنت جناب محمد افضل وٹو صاحب نے مداخلت کر کے معاملہ رفع دفع کرا دیا اس المیے کا ڈراپ سین تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ ایک دوا ساز فیکٹری میں کام کرنے والی لڑکیوں کے بارے میں جو معلومات شائع ہوئی ہیں حد درجہ تشویشناک ہیں۔

ہم ان خبروں پر تنقید و تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہوئے ارباب حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس "المیے" کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائیں تاکہ عوام کے دلوں میں ایک دوا ساز فیکٹری کے بارے میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوئے اور دینی و مذہبی اعتبار سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں ان کے بارے میں اطمینان بخش صورت حال سامنے آسکے۔(خدام الدین ۲مارچ ۱۹۷۳ء)

صدر مملکت ذوالفقار علی بھٹو کے نام آغا شورش کاشمیری کا کھلا خط

پاکستان میں اسرائیل کی مداخلت کے سوال کا جواب دیتے ہوئے صدر مملکت ذوالفقار علی بھٹو نے اظہار تشویش کیا اس پر آغا مرحوم نے موصوف کو ایک خط لکھا جو ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء کے چٹان میں شائع ہوا جو یہ ہے۔

صدر عالی مرتبت:۔

میں یہ خط اس حالت میں آپ کو لکھ رہا ہوں کہ بیمار ہوں اور ڈھانچہ قطعی طور پر متزلزل ہو چکا ہے لیکن میرے دل میں ایک درد بار بار کروٹ لے رہا ہے۔ مجھے اس سے سخت بے چینی ہے میں اس درد کے تمام پہلو ــــــ فی الحال ایک خاص پہلو نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور وہ پہلو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی امت جو مسلمانوں کی دینی وحدت سے بغاوت کر کے درپردہ ان میں شامل رہنا چاہتی ہے۔ آپ کے عہد میں معاشی و سیاسی اعتبار سے طاقتور ہوتی جا رہی ہے بلکہ وہ اپنے تصرفات قائم کرنے کے لئے اس نے وہی پوزیشن لانے کی ٹھان لی ہے جو امریکہ اور انگلینڈ میں یہودیت' اس

طور پر مرزائیت اس کی توام بہن ہے لیکن عمر اس سے بہت بڑی اور اپنی ایک تاریخی خصوصیت کے اپنے پس منظر کے ساتھ برسراقتدار ہے۔ پاکستان کے جو حالات ہیں اور سیاسی لحاظ سے ملک میں جو کٹا چھنی ہے' اس نے مرزائیت کے لئے فضا سازگار بنا دی چونکہ سیاسی بکھیڑوں میں آپ نہایت درجہ مصروف ہیں اس مرزائیت پر آپ کی نگاہ شاید اس احتساب کے ساتھ نہیں جو اس کے مضمرات کے لئے ضروری ہے۔

عالی جاہ! آپ نے پچھلے دنوں ایک غیر ملکی جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے اسرائیل کی پاکستان میں تخریبی سرگرمیوں کا ذکر کیا تھا۔ یہ کوئی انکشاف نہیں تھا' ایک تاریخی حقیقت تھی آپ کے اعتراف سے بات کا وزن اس لئے بڑھ گیا ہے آپ نے فرمایا اور اس طرح تمام دنیا کے سامنے ایک حقیقت حال ہے کہ اسرائیل کی مداخلت کس طرح ہوئی' اسرائیل نے کس کی معرفت دخل دیا؟ یا کس پولیٹکل پارٹی نے اس کا آلہ کار یا پھر کوئی فرد یا شخصیت پاکستان میں اس کی ایجنٹ بنی ہو تو آپ اس کے چہرے سے نقاب اٹھا دیتے تاکہ ہم ایسے دعاگو حقیقت حال سے واقف ہو جاتے۔

گرامی منزلت! آپ کے علم میں ہے اور انٹیلی جنس بیورو کا فرض ہے کہ وہ آپ کے علم میں اس حقیقت کی جزئیات تک لائے کہ اسرائیل میں صرف قادیانی مشن کو یہ رعایت حاصل ہے کہ وہاں اس کا بظاہر تبلیغی لیکن باطنا" سیاسی دفتر قائم ہے۔ آج تک قادیانی یہ نہیں بتا سکتے کہ وہاں ان کے مشن کی غایت کیا ہے؟ کس پر تبلیغ کرتے ہیں؟ کیا مسلمان عربوں کو مسلمان بناتے ہیں؟ یا اسرائیلیوں میں تبلیغ اسلام کرتے ہیں؟ جس اسرائیلی حکومت نے عیسائیوں کو تبلیغ کا حق نہیں دیا وہ قادیانی تبلیغ کے بارے میں اتنی فیاض کیوں ہے؟ میں شکرگزار ہوں گا اگر ربوہ کا تبلیغ دفتر یہ بتا سکے کہ تل ابیب کا تبلیغی مشن کتنے یہودیوں کو احمدی بنا سکا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کے پاس کوئی جواب نہیں' لیکن تعجب ہے کہ قادیانی مشن وہاں برابر براجمان ہے آخر کیوں؟

محترم المقام ——— حیرت ہے کہ پاکستان میں شروع سے لے کر اب تک جو حکومت بھی قائم ہوئی ہے اس نے قادیانی مسئلہ کو فرقہ وارانہ مسئلہ کی سطح پر رکھ کر اس کے خلاف آواز اٹھانے اور احتجاج کرنے والوں کو معتوب گردانا ہے۔ میرے علم

میں ہے کہ اس کے وجوہ کیا ہیں؟ سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ عالمی امپریلزم نے مسلمانوں میں سے جن نام نہاد "مسلمان عناصر" کو اسلامی مملکتوں میں اپنے مقاصد مشومہ کی تکمیل کے لئے چن رکھا ہے۔ ان میں قادیانی سرفہرست ہیں۔ پاکستان چونکہ عالمی امپریلزم کے سامنے بعض امور میں "بے بس" ہے' اس لئے اس کے حکمران قادیانی امت کی دلجوئی کے لئے مجبور ہیں۔ لیکن اب یہ دلجوئی پاکستان کی کمزوری بن گئی ہے۔

جناب والا! میں آپ کے قادیانیت سے متعلق خیالات سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے بھی ایک زمانہ میں آپ کی نیاز مندی کا شرف حاصل تھا۔ آپ آج اگر قادیانیت کے بارے میں توجہ نہیں فرماتے یا اس کو ہلکی سی چیز سمجھتے ہیں تو یہ آپ کی فیاضی ہے' ورنہ سرطان کا یہ مرض پوری امت کے رگ و ریشے میں دوڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پنجاب کا مسلمان (چند روشن چہروں کے سوا) اس باب میں اندھا ہو چکا ہے وہ سمجھتا ہے شاید قادیانی مسلمانوں کا جزو ہیں بالفاظ دیگر مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں' حالانکہ قادیانی مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے بلکہ ان کی کتابوں میں درج ہے کہ جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا وہ ذریتہ البغایا فاحشہ عورتوں کی اولاد ہے' وغیرہ یہ گالی ہم سب کے لئے ہے لیکن ہم اس امت کے بارے میں ضرورت سے زیادہ فیاض ہو چکے ہیں۔

گرامی جاہ! مرزائی یہ غلط تاثر دیتے ہیں کہ جو لوگ انہیں مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے اور ان کی عزت جان اور مال کے دشمن ہیں یہ ایک بہتان ہے' یہ ایک جھوٹ ہے' یہ افتراء ہے میں ان مسلمانوں میں سے ہوں جو علامہ اقبالؒ کے مسلک کی ہمنوائی میں قادیانی امت کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک کسی بھی مرزائی کی ہر نوعی عزت کا تعلق' اس کی جان کا سوال' اور اس کے مال کا معاملہ ہے اس کی نگہداشت ہم سب کا فرض ہے' اگر ہم میں سے کوئی ان کی جان مال عزت کے لئے خطرہ بننا چاہتا ہے یا ان اقدار کا دشمن ہے تو وہ انسان نہیں جانور ہے۔ میرے نزدیک کافر و مسلمان کی بیٹی یکساں ہے' اس کی عصمت و آبرو سب

کی عصمت و آبرو ہے ایسا شخص جو اس طرح کی دشمنی کرتا ہے بڑی سے بڑی سزا کا مستحق ہے۔ قانون اس سے رعایت کرتا ہے تو قانون خود مجرم ہے۔

والا مرتبت! میری تشویش کا اصل باعث یہ ہے کہ پیپلز پارٹی جس کو پنجاب اور سندھ کے عوام نے سند نمائندگی دی ہے اس مسئلہ کو محسوس نہیں کرتی اور آپ کے بعض لا دین وزراء یا دین کے معاملہ میں سخی وزراء کی بدولت مرزائی سرکاری زندگی کے مختلف شعبوں پر سربراہ کی حیثیت سے چھا رہے ہیں۔ آپ کے زیر سایہ بعض ایسے قادیانی افسر براجمان ہیں جو نوکری پاکستان کی کرتے لیکن ہدایات ربوہ سے لیتے ہیں ان لوگوں نے ملک میں سیاسی اقتدار کا حصول اپنا وظیفہ حیات بنا لیا ہے۔

عالی جاہ! ممکن ہے میری یہ آواز آپ کے لئے بے حقیر ہو۔ لیکن میں نے آپ کو آئندہ کے مہلک خطرے سے آگاہ کر دیا ہے یہ سوال اپوزیشن کا نہیں محمدؐ عربی کا ہے جنکی غلامی کے حلقے میں ہم سب شامل ہیں۔ بلال حبشیؓ سے لیکر ابو بکر صدیقؓ تک اور شورش کاشمیری سے لیکر ذوالفقار علی بھٹو تک

المخلص

شورش کاشمیری

حضرت مولانا لال حسین اختر کا سفر آخرت آنکھوں دیکھا حال

۱۰جون بروز اتوار مغرب کے قریب لاہور سے ملتان دفتر فون آیا کہ حضرت مولانا لال حسین اختر کی بیماری خطرناک دور میں داخل ہو گئی ہے۔ اطلاع ملتے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کے مبلغ مولانا غلام محمد صاحب ملتان سے لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ رات کے پونے گیارہ بجے پھر اطلاع ملی کہ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر سوا دس بجے انتقال فرما گئے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی دفتر میں موجود مبلغ ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون سے دفتر کی عمارت گونج اٹھی۔ کیونکہ مولانا مرحوم نہ صرف جماعت کے امیر تھے بلکہ تمام مبلغین کے روحانی مربی اور پیشوا تھے۔ مولانا کے

انتقال پر ملال سے جہاں جماعت یتیم ہو گئی تھی وہاں مبلغ بھی اپنے عظیم قائد کے سایہ شفقت سے محروم ہو چکے تھے۔ بالاخر اپنے جذبات پر کنٹرول کر کے مولانا عزیز الرحمان جالندھری نے حضرت مولانا تاج محمود صاحب کو فون کیا' حضرت مولانا تاج محمود صاحب مولانا مرحوم کے دکھ سکھ کے ساتھی اور ہم سفر ہونے کے علاوہ مجاہدین حریت کے ایک ہی قافلہ کے بچھڑے ہوئے مسافر' مولانا تاج محمود صاحب نے ہدایات دیں پروگرام سمجھایا۔ ملک بھر میں اطلاعات کے لئے کہا۔ اور ساتھ ہی اخبارات میں خبریں شائع کرانے کی ذمہ داری قبول فرمائی۔

ختم نبوت کا وفد

حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب میانوی کی قیادت میں مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان۔ مولانا عزیز الرحمان مولانا سید منظور احمد مولانا اللہ وسایا مولانا کے جنازہ میں شرکت کے لئے بارہ بجے رات دفتر ملتان سے روانہ ہوئے خانیوال سے سندھ ایکسپریس پر سوار ہو کر صبح پونے سات بجے لاہور پہنچے۔ دوران سفر ساتھیوں کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ سارے مغموم اور پریشان تھے۔ مولانا محمد حیات صاحب جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صبر کی دولت سے نوازا ہے۔ سخت غمزدہ تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مولانا لال حسین اختر صاحب اور میں رد مرزائیت میں ایک دوسرے کا سہارا تھے مگر وائے قسمت کہ مجھے وہ اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہیں یہ کہا اور زار و قطار رو دیئے۔

لاہور

دفتر ختم نبوت لاہور ہی میں مولانا کا انتقال ہوا تھا اور وہیں سے جنازہ اٹھنا تھا۔ جب دفتر پہنچے تو مولانا محمد شریف صاحب جالندھری نے تمام ساتھیوں کو تسلی دی۔ صبر و تحمل کی تلقین فرمائی سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہ آپ ہی کا انتظار تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ ہم تمام مبلغ اپنی ہاتھوں ہی مولانا کو غسل دیں چنانچہ فوراً" مولانا محمد شریف جالندھری مولانا عزیز الرحمان مولانا ممتاز الحسن شاہ اور مولانا کے صاحبزادے اطہر محمود صاحب غسل دینے میں مشغول ہوئے۔ دفتر کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ باہر سے مہمان آ

رہے تھے۔ آٹھ بجے حضرت مولانا تاج محمود۔ مولانا مفتی زین العابدین مولانا مجاہد الحسینی مولانا غلام محمد صاحب لائلپوری جناب قاضی فیض احمد جناب حاجی منظور الحق لائل پور سے تشریف لائے نو بجے جنازہ کا وقت دیا ہوا تھا۔ چنانچہ مولانا تاج محمود صاحب کی نگرانی میں انتظام کو آخری شکل دی گئی۔ دہلی دروازہ کے باغ میں شامیانے لگوائے گئے۔ وضو کے لئے پانی کا انتظام کیا گیا۔ نظم و نسق کو برقرار رکھنے کے لئے رضاکاروں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ پونے نو بجے مولانا کی چارپائی دفتر کے باہر والے کمرہ میں رکھدی گئی تاکہ گھر کی مستورات آخری دیدار کر سکیں۔ پونے نو بجے ہی دفتر کے باہر بازار میں بے پناہ ہجوم ہو گیا۔ مدارس عربیہ کے اساتذہ اور طلباء' مجلس کے کارکن و معاون عقیدت مند مولانا کے جنازہ کو آخری کندھا دینے کے لئے آخری ملاقات اور زیارت سے بہرہ ور ہونے کے لئے بے قرار تھے جناب آغا شورش کاشمیری۔ سید مظفر علی شمسی اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب ساتھیوں کو صبر کی تلقین فرما رہے تھے۔ اتنے میں مولانا تاج محمود صاحب دفتر سے اترے اور درد انگیز لہجہ میں فرمایا کہ ملک کے عظیم سیاست دان اور مفکر احرار چوہدری افضل حق کے بعد آج ابھی ملک و ملت کے نامور عالم دین ختم نبوت کے عظیم مجاہد کا جنازہ اسی دفتر سے آنے والا ہے راستہ دیجئے۔

دفتر سے مولانا کی آخری روانگی

مجلس ختم نبوت پاکستان کے امیر مولانا لال حسین اختر جن کی ساری زندگی اس مسئلہ کی خدمت میں گذری اور جنہوں نے اپنی زندگی کا آخری سانس بھی دفتر میں لیا آج ان کا جنازہ دفتر ختم نبوت سے اٹھنے والا ہے حسن اتفاق کہیے یا خدا کی دین مولانا کی وصیت تھی کہ اگر ہسپتال یا کہیں اور میرا انتقال ہو جائے تو مجھے دین پور شریف دفن کرنا اور دین پور جاتے وقت راستہ میں کسی ختم نبوت کے دفتر میں مجھے دس منٹ ضرور رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کی یہ خواہش بھی پوری فرما دی کہ ان کا جنازہ دفتر ختم نبوت سے اٹھا مبلغین ختم نبوت مولانا محمد شریف مولانا عبد الرحمان میانوی مولانا محمد

حیات۔ مولانا غلام محمد۔ مولانا سید منظور احمد شاہ مولانا عزیز الرحمان مولانا ممتاز الحسن اور مولانا اللہ وسایا نے اپنے امیر اور مربی کا جنازہ دفتر سے نیچے اتارا۔ آخری دیدار کے مشتاق ہزاروں مسلمانوں نے مولانا کی چارپائی کو کندھا دیا اور جنازہ گاہ میں لائے۔

پہلا جنازہ

نو بجے کا وقت دیا ہوا تھا۔ سوا نو بجے تک انتظار کیا۔ اجتماع کی کثرت کی وجہ انتظام برقرار رکھنا مشکل تھا۔ چنانچہ جنازہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین نے پڑھایا۔ جس میں مبلغین ختم نبوت کے علاوہ مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا مجاہد الحسینی' مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر' مولانا تاج محمود' مولانا محمد ضیا القاسمی مولانا حامد میاں صاحب' مولانا غلام محمد صاحب لائلپوری مولانا اشرف ہمدانی' جناب آغا شورش کاشمیری جناب سید مظفر علی شاہ صاحب شمسی ڈاکٹر منیر الحق جناب حکیم عبد السلام ہزاروی بلند اختر نظامی ناظم ختم نبوت لاہور و حافظ محمد صادق صدر جماعت لاہور ،ور ن کے علاوہ ملک کے ہر گوشہ سے مجلس ختم نبوت کے نمائندے اور مولانا کے ہزاروں عقیدت مند شریک تھے۔

دوسرا جنازہ

ہزاروں ساتھیوں کے رہ جانے کی وجہ سے دوسرا جنازہ ساڑھے دس بجے حضرت مولانا عبید اللہ انور نے پڑھایا جس میں ہزاروں عوام مسلمانوں کے علاوہ جناب سید انور حسین شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری مولانا قاری اجمل خان بھی شریک ہوئے۔ اس کے بعد بھی ہجوم اکٹھے ہوتے رہے اور نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

دین پور شریف روانگی

مغرب کے قریب لاہور اسٹیشن سے تیز رو پر مولانا مرحوم کے جنازہ کو رکھا گیا۔ مجلس ختم نبوت کے مبلغین کے علاوہ بیسیوں مولانا کے عزیز اور عقیدت مند مولانا کے جنازہ کے ساتھ سفر کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تیز رو پر سوار ہوئے اسٹیشن پر

ڈاکٹر منیر الحق مولانا حامد میاں سید انور حسین شاہ صاحب مولانا تاج محمود' حاجی محمد ابراہیم صاحب' حاجی سلطان صاحب لائلپوری اور دیگر سینکڑوں عقیدت مندوں نے مولانا کے جنازہ کو رخصت کیا۔

ساہی وال جب تیز رو پہنچی تو مولانا حبیب اللہ اور مولانا مقبول احمد کی قیادت میں علاقہ بھر کے علماء' طلباء اور عوام اسٹیشن پر مولانا کے آخری دیدار کے لئے منتظر تھے۔ عارف والا' ہڑپہ۔ ساہی وال۔ اوکاڑہ۔ پتوکی۔ پاکپتن کے سینکڑوں دوستوں کی عقیدت قابل رشک تھی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب اور عارف والا کے حافظ محمد اسماعیل مولانا محمد یوسف اور دوسرے ساتھ ساتھی دین پور کے لئے ساتھ روانہ ہو گئے۔ چیچہ وطنی اسٹیشن پر پیرجی عبد اللطیف صاحب کی قیادت میں سینکڑوں دوست موجود تھے۔ پیر جی نے دعاؤں سے نوازا اور ملتان کے لئے گاڑی چل پڑی ملتان اسٹیشن پر مولانا غلام حیدر مولانا محمد عبد اللہ مبلغین ختم نبوت کی قیادت میں سینکڑوں دوست موجود تھے۔ جن میں مدرسہ قاسم العلوم خیر المدارس کے اساتذہ اور طلباء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہاں سے جناب مولانا غلام حیدر اور محمد عبد اللہ صاحب بھی سوار ہو گئے۔

دین پور میں

صبح سوا پانچ بجے خان پور اسٹیشن پر تیز رو پہنچی اسٹیشن پر مولانا محمد عبد اللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ و نائب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان مولانا محمد ابرہیم شیخ الحدیث خان پور کی قیادت میں علاقہ کے علماء اور خان پور کے طلباء صوبہ سندھ اور بہاول پور کے وفود نے مولانا کے جنازہ کو اپنی آنکھوں پر لیا۔ اور دین پور شریف کے لئے ٹرک' تانگوں' کاروں کی ذریعے روانہ ہوئے۔ دین پور شریف میں پہلے اطلاع ہو چکی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے جنازہ کو بڑھ کر کندھا دیا۔ اور جنازہ گاہ میں لا کر رکھوا دیا۔ تمام دوستوں نے صفیں بنائیں۔ حضرت درخواستی نے تمام دوستوں کو بیٹھ جانے کا حکم دیا اور تقریر شروع فرمائی۔

حضرت درخواستی کا خطاب

مولانا نے خطبہ مسنونہ ہی ایسے رقت آمیز لہجہ میں پڑھا کہ سنتے ہی تمام حاضرین

پر گریہ طاری ہو گیا آپ نے فرمایا کہ مولانا لال حسین اختر کی وفات سے شاہ جی' قاضی صاحب مولانا جالندھری کی جدائی کے زخم تازہ ہو گئے ہیں بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے قافلہ کے یہ لوگ ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو رہے ہیں جب کہ ملک و ملت کو ان کی شدید ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا لال حسین اختر جیسے موتی صدیوں بعد پیدا ہوا کرتے ہیں۔ مولانا کی ذات گرامی ہمارے لئے ایک عظیم سرمایہ تھی ہمیں مولانا کی قابلیت اور میدان مناظرہ میں انفرادیت پر فخر تھا۔ مگر خدا کی تقدیر کے سامنے کس کی چلتی ہے آج مولانا چند منٹوں کے لئے ہمارے مہمان ہیں (جنازہ سامنے پڑا تھا) چند منٹوں بعد ہم سے ایسے روٹھ جائیں گے کہ قیامت تک شدید اشتیاق اور محبت کے باوجود ہم زیارت نہ کر سکیں گے۔ یہ فرمایا اور پھر زار و قطار روتے رہے۔ تمام حاضرین بھی رو رہے تھے۔ عجیب کیفیت تھی مولانا نے پھر فرمایا کہ مولانا لال حسین اختر جیسے لوگوں کی بھی جدائی اس بات پر دال ہے کہ قیامت قریب ہے اس لئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائیگا۔ یعنی عالم ایک ایک کر کے خدا کو پیارے ہو جائیں گی۔

آخر میں آپ نے مجلس ختم نبوت کو جمعیتہ علماء اسلام اور اپنی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ اور موجود مبلغین کو شفقت بھرے لہجہ میں جوانمردی اور بہادری سے کام کرنے کی ہدایت فرمائی اور عوام سے وعدہ لیا کہ مولانا کی اصل تعزیت اسی میں ہے کہ مولانا مرحوم کے مشن ختم نبوت کو زندہ رکھا جائے۔

حضرت دین پوری

دین پور شریف گدی کے جانشین مولانا خلیفہ عبدالہلوی صاحب دامت برکاتہم قطب الاقطاب بہت بیمار ہیں کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتے چارپائی پر بٹھا کر ساتھی مسجد کے صحن میں جنازہ کے قریب لائے مولانا دین پوری نے فرمایا کہ بھائی میں نے کہا ہے کہ جوان (مولانا لال حسین) دور سے آرہا ہے۔ محبت سے آرہا ہے۔ اس لئے میں

نے اپنی قبر کی جگہ ان کو دے دی ہے۔

تدفین

حضرت درخواستی دامت برکاتہم نے جنازہ پڑھایا حضرت درخواستی حضرت دین پوری مولانا عبد اللہ ساہی وال مولانا حبیب اللہ ساہی وال مولانا محمد ابراہیم شیخ الحدیث خان پور مولانا واحد بخش صاحب مولانا غلام حیدر مولانا غلام مصطفے بہاولپوری' مولانا عبد الشکور دین پوری۔ سردار قاسم خان ڈیرہ سردار رشید خان' میاں غلام قادر صاحب رحیم یار خان' حافظ حنیف سارن پوری۔ مولانا غلام احمد احمد پور شرقیہ مولانا محمد شریف احرار کراچی کے علاوہ سندھ بہاولپور ڈویژن۔ ڈیرہ غازی خان کے ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔

قبر پہلے سے تیار تھی جنازہ کے بعد قبرستان لے جایا گیا جہاں حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی موجودگی میں مبلغین ختم نبوت اور دوسرے سینکڑوں علماء طلباء اور عقیدت مندوں نے حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری کے پاؤں میں اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے پہلو میں (مغرب کی جانب تین قبریں چھوڑ کر) حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کو رحمت خداوندی کے سپرد کر دیا۔ مٹی برابر کرنے تک حضرت درخواستی درمیان میں بار بار دعا کراتے رہے۔ ساڑھے سات بجے تدفین سے فارغ ہوئے۔

خان پور میں حضرت درخواستی نے خصوصی مجلس میں حضرت مولانا کے صاحبزادے اطہر محمود خان کی اپنے رومال مبارک سے دستار بندی کرائی دعائیں دی اور اجازت مرحمت فرمائی۔

پسماندگان سوگوار

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ۔ ایک جواں سال صاحبزادہ ایک صاحبزادی۔ ختم نبوت کے پچاس مبلغین اور ملک کے ہر کونہ سے لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزاں فرمائے۔ لولاک

جون ۱۹۷۳ء

مجلس شوریٰ کا اجلاس

۱۷ جون ملتان مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مجلس شوری کے مرکزی دفتر واقع ملتان میں زیر صدارت مفتی محمدؐ عبد اللہ صاحب رائے پوری منعقد ہوا۔ ملک کے دور دراز علاقوں سے اراکین شوری شریک اجلاس ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے مجلس کی خاص دعوت پر اجلاس میں شرکت فرمائی۔ نہایت ہی رقت انگیز منظر اور ماحول میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی قائم کردہ جماعت کے امیر مولانا لال حسین اختر کی وفات کے بعد نئے امیر کے انتخاب پر غور کیا گیا متفقہ طور پر طے پایا کہ جماعت میں اس وقت حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے قدیم ترین ساتھیوں میں مولانا محمد حیات مد ظلہ سر فہرست ہیں انہوں نے حفاظت اسلام اشاعت دین اور تحریک آزادی برصغیر میں بے مثل محنت شجاعت اور قربانی کا مظاہرہ کیا ہے مولانا موصوف کی صحت اگرچہ گرتی ہوئی دیوار ہے لیکن تاہم اس کے باوجود ان کی خدمات کے اعتراف اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہونے کے لئے یہی مناسب خیال کیا گیا کہ انہیں دستور کے مطابق چھ ماہ کے لئے عارضی طور پر امیر جماعت منتخب کر لیا جائے۔ اور اس کے بعد نئی ممبر شپ ہو کر چھ ماہ کے بعد نیا انتخاب کرایا جائے۔ مجلس شوری نے فیصلہ کیا کہ آئندہ چھ ماہ میں نئی ممبر شپ کے دوران ملک بھر سے مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ گہری وابستگی رکھنے والے اصحاب کو مجلس کا رکن بنایا جائے گا۔ اور آئندہ انتخاب میں جماعت کو ایک مضبوط فعال اور موثر جماعت کی حیثیت سے منظم کیا جائے گا اسکے علاوہ مجلس شوری نے ۲۷ مئی کو ربوہ میں منعقد ہونے والے مرزائیوں کے اہم ترین اجلاس اور اس کے متعلق تشویشناک اطلاعات پر غور کیا۔

مجلس شوری کو اس امر پر انتہائی صدمہ ہوا کہ مرزائی جو اس وقت موجودہ حکومت کے خلاف فضا بنانے اور ایک اور شخصیت کو ملک پر برسراقتدار لانے کے لئے

کوشاں ہیں اس کے باوجود حکومت فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو روکنے کی آڑ میں بلاوجہ مرزائیوں کو تحفظ دے رہی ہے مجلس میں ان تمام پہلوؤں پر غور کیا گیا جو اس وقت ملک کو در پیش ہیں اور جس صورت حال سے مرزائی پورا پورا فائدہ اٹھا کر ملک میں افراتفری انتشار اور گڑ بڑ پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ کسی نہ کسی صورت میں ملک میں مستقل آئین کا نفاذ ناممکن بن جائے مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ حکومت پر واضح کیا جائے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملک میں کسی فرقہ وارانہ صورت حال کو خراب کرنے کے حق میں ہرگز نہیں ہے لیکن مرزائی مذہبی جماعت کے بھیس میں جو خطرناک سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں اس سے غفلت کے نتائج خطرناک ہوں گے اسلئے مجلس حکومت کو ان تمام امکانی خطرات سے آگاہ کرے گی جو اس جماعت سے اس وقت ملک کو درپیش ہیں شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ رائے عامہ کو مرزائی خطرہ سے آگاہ کرنے اور بیدار کرنے کا کام بڑی مستعدی اور تنظیم سے کیا جائے گا۔ اسی مقصد کے لئے ضروری اور مؤثر لٹریچر کی اشاعت پر بھی زور دیا جائیگا مجلس شوریٰ نے آغا شورش کاشمیری کے کتابچہ عجمی اسرائیل کو اس سلسلہ میں مفید ترین قرار دیتے ہوئے اس کی اشاعت پر زور دیا۔ بتایا گیا کہ جماعت کی طرف سے کافی تعداد میں یہ کتابچہ خرید کر تقسیم کیا جا رہا ہے۔ مجلس شوریٰ نے اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا کہ بعض سرکاری محکمے جن کے ہیڈ مرزائی ہیں وہاں مرزائی اپنا لٹریچر بڑی تیزی اور کثرت سے پھیلا رہے ہیں طے پایا کہ یہ صورت حال صدر مملکت کے نوٹس میں لائی جائے۔ اور جن مسلمان سرکاری ملازمین کے مرزائی لٹریچر سے متاثر ہونے کا امکان ہے انہیں اسلام کے متعلق ضروری معلومات پر مشتمل لٹریچر پہنچایا جائے تاکہ ان کے ایمان کی حفاظت ہو سکے۔ حضرت درخواستی نے بڑے درد مندانہ لہجہ میں اجلاس سے خطاب فرمایا اور اپنی تقریر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرحوم پیشواؤں حضرت امیر شریعت مولانا قاضی احسان احمدؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا مجلس کے رہنماؤں کو حوصلہ دلایا اور فرمایا کہ میں اور میرے تمام ساتھی انشاء اللہ تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کے ساتھ ہیں مولانا نے عصر حاضر کے فتنوں کا ذکر کیا اور اس امر پر

گہرے رنج کا اظہار فرمایا کہ اسلام کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں ختم نبوت کے مسئلے کو دبایا جا رہا ہے علماء حق کی تذلیل کی جا رہی ہے۔ پیروں اور مولویوں میں سے بعض کو لالچ دے کر اہل حق کے مقابل کھڑا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے حضرت نے بعض اندرونی خطرناک حالات اور خطرات کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تمام مشکلات کے باوجود آپ اپنے حوصلے بلند رکھیں اور باطل کے خلاف صف آرا رہیں حق تعالیٰ کی خاص نصرت آپ کے اور ہمارے شامل حال ہو گی حضرت نے جماعت کے نئے امیر مولانا محمدؒ حیات فاتح قادیان کو بھی زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جماعت کو مبارک باد دی کہ انہوں نے درست انتخاب فرمایا ہے۔ مجلس شوریٰ نے گزشتہ سال کے مصارف کی منظوری دی اور بعض دفتری امور میں انتظامیہ کی سفارش کے مطابق دفتر کو انہیں سرانجام دینے کا اختیار دے دیا۔

مجلس شوریٰ نے تمام جماعتی امور کو سرانجام دینے کے لئے مجلس کے امیر مولانا محمد حیات فاتح قادیان مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا عبد الرحیم اشعر اور خازن مولانا عزیز الرحمٰن خلف الرشید مولانا محمد علی جالندھری اور مجلس کے امور عامہ کے انچارج اور امیر مرکزیہ کے خصوصی مشیر مولانا محمد شریف ہر چار اصحاب پر ایک پینل مقرر کر دیا کہ تمام امور باہمی مشاورت سے طے کئے جائیں اور مجلس شوریٰ کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

آخر میں حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان نے مجلس شوریٰ کو یقین دلایا کہ وہ اپنے بڑھاپے اور بیماری کے باوجود کوشش کریں گے کہ وہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے لگائے ہوئے اس پودے کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کریں اور یہ جماعت زیادہ سے زیادہ ترقی کرے مجلس شوریٰ نے تین قرار دادیں منظور کیں جن کا مفہوم درج ذیل ہے۔

پہلی قرار داد میں جماعت کے مرحوم امیر مولانا لال حسین اختر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور اسے عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا مولانا کے لئے مغفرت کی دعا کی گئی اور مولانا کے پسماندگان سے گہری ہمدردی کا اظہار

کیا گیا۔

دوسری قرار داد میں اس سال ملک میں وصال پانے والے ایسے اکابر کے لئے دعائے مغفرت اور اظہار ہمدردی کیا جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔

تیسری قرار داد میں حکومت کے اس رویہ پر احتجاج کیا گیا کہ اس نے بلاوجہ ملک میں دفعہ ۱۴۴ یہ کہہ کر نافذ کر دی کہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کا خطرہ ہے حالانکہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے اب حکومت نے دفعہ ۱۴۴ ہٹالی ہے لیکن فرقہ وارانہ تقاریر پر پابندی موجود ہے یہ فرقہ وارانہ لفظ محض ایک بہانہ ہے درحقیقت بلاوجہ ناجائز طور پر مرزائیوں کو ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کے باوجود تحفظ دے رہی ہے۔(لولاک ۲۸جون ۱۹۷۳ء)

چوہدری ظفر اللہ خاں کی خدمات

گذشتہ دنوں مرزائیوں کے مشہور لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خاں عالمی جج کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے تو انہیں سبکدوشی کے موقعہ پر صدر بھٹو کی طرف سے ایک رسمی پیغام بھیجا گیا ہے جو پاکستان کے اخبارات میں شائع ہوا ہے اس پیغام میں صدر بھٹو نے چوہدری صاحب موصوف کو بڑا خراج تحسین پیش کیا ہے انہیں مسلمانوں کا بہت بڑا محسن اور ان کے لئے عظیم خدمات سرانجام دینے والا خصوصاً پاکستان کے بنانے میں بہت بڑا حصہ لینے والا بتایا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم صدر مملکت کا دلی احترام کرنے کے باوجود ان کے اس بیان سے اتفاق نہیں کر سکتے یا تو یہی بیان سرے سے صدر مملکت کا ڈرافٹ کیا ہوا ہی نہیں اور اگر اس بیان کو انہوں نے خود مرتب کیا ہے تو وہ اپنی تمام تر تاریخ دانی کے باوجود خلاف واقعہ بات کہہ گئے ہیں اوران کی معلومات صحیح نہیں ہیں۔ اور انہوں نے وہی کچھ کہہ دیا ہے۔ جو چوہدری صاحب کے متعلق مرزائی کہتے رہتے ہیں۔ چوہدری صاحب کے متعلق مرزائی حلقے جو باتیں کہتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔چوہدری ظفر اللہ خان بہت بڑا قانون دان اور عظیم وکیل ہے۔

۲۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے پاکستان کے بنانے میں پر زور حصہ لیا ہے۔

۳۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے پاکستان اور مسلمانوں کی عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔

یہ تینوں باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ چوہدری صاحب بڑے قانون دان نہیں اور نہ ہی وہ کبھی کامیاب ہوئے ہیں کسی پی ایل ڈی میں کسی ایسے مقدمہ کا حوالہ موجود نہیں ہے جو چوہدری صاحب نے جیتا ہو اس مقدمے کے حوالے کو ججوں نے قانون کی ایک سند کے طور پر پی ایل ڈی میں درج کیا ہو۔ بلکہ انہوں نے کبھی کوئی قابل ذکر مقدمہ جیتا ہی نہیں ہے۔ یو این او میں مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں وہ کئی کئی گھنٹے لمبی تقریریں کرتے رہے لیکن انہوں نے محض لمبی لمبی تقریریں کیں۔ کشمیر کا کچھ نہ بنا لہٰذا مقدمہ لمبا ہوا۔ دشمن کو موقعہ مل گیا اس نے کشمیر پر اپنا قبضہ مضبوط سے مضبوط تر کر لیا۔ اور نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔

چوہدری صاحب کی قابلیت کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ پر ایک دفعہ قادیان کی ایک تقریر کے مقدمہ میں حضرت شاہ نے اپنی صفائی کے گواہوں میں چوہدری ظفر اللہ خاں کے مرشد اور مرزائیوں کے بڑے بشپ مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان کو طلب کرا لیا۔ جب مرزا محمود بحیثیت گواہ عدالت میں پیش ہوئے تو چوہدری صاحب نے آگے بڑھ کر عدالت سے عرض کیا کہ میں حضرت صاحب کی طرف سے پیش ہونا چاہتا ہوں عدالت نے دریافت کیا کہ آپ کس حیثیت سے پیش ہونا چاہتے ہیں۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ میں حضرت صاحب کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہونا چاہتا ہوں عدالت نے کہا چوہدری صاحب آپ ہوش میں ہیں کبھی گواہ کی طرف سے بھی کوئی وکیل پیش ہو سکا ہے چوہدری صاحب ہوش میں آئے کہنے لگے آئی۔ ایم۔ ساری

حقیقت یہ ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان ایک نالائق وکیل تھا اس نے یو این او میں کشمیر کا مسئلہ لڑا اور اس کا بھٹہ گل کر دیا اسے ایسا الجھایا اور اتنا لمبا کیا کہ اب شاید وہ کبھی سلجھنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔

۲۔ اسی طرح چوہدری صاحب نے پاکستان کی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ وہ تحریک پاکستان کے مخالف تھے۔ انہوں نے قائد اعظم مرحوم کی یہ کہہ کر توہین کی تھی کہ پاکستان کا نعرہ دیوانے کی بڑ ہے۔

چوہدری ظفر اللہ مرزا محمود خلیفہ قادیان کے زبردست چیلے تھے۔ چوہدری صاحب کے گرو خلیفہ قادیان نے پاکستان کے خلاف بیان دیئے اور آخری وقت تک پاکستان کی مخالفت کرتے رہے ان کا پاکستان کی مخالفت میں آخری بیان ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء کے "الفضل" قادیان میں شائع ہوا تھا اور جون ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا اعلان ہوا جب گرو ۱۵ مئی تک پاکستان کی مخالفت کر رہا تھا تو گروہ کے اس چیلے نے کب اور کہاں پاکستان بنانے میں خدمات سرانجام دیں اور حصہ لیا۔

چوہدری صاحب اکیلے وہ ٹوڈی تھے جنہوں نے آخر دم تک انگریز کا طوق امتیاز و وفا اپنے گلے میں ڈالے رکھا۔ قائد اعظم کے حکم پر بڑے بڑے ٹوڈی مسلمانوں نے بھی اپنے خطابات و القابات واپس کر دیئے تھے لیکن چوہدری صاحب کو خدا نے توفیق ہی نہ دی کہ وہ سرکاری خطاب ترک کر دیں وہ کسی بات میں بھی قائد اعظم کے پیرو کار نہ تھے۔

۳۔ یہ کہنا کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے پاکستان کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے چوہدری صاحب نے اتنی ناکام خارجہ پالیسی کی بنیاد استوار کی کہ آج تک ملک کو اس کا صحیح مقام حاصل ہو ہی نہیں سکا۔ انہوں نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے مرزائی مشنوں کو اور مرزائی مفادات کو دنیا کے کونے کونے میں سیٹ کر دیا ملک کو اور برطانیہ کا دم چھلہ بنا دیا ظفر اللہ خان کی وزارت خارجہ سے علیحدگی کے بعد ہم نے آنکھیں کھولنا شروع کیں۔

انگریزوں اور امریکیوں کے علاوہ چین اور بعض دوسرے ملکوں سے تعلقات قائم ہوئے اگر سر ظفر اللہ خان ہم پر مسلط رہتے تو چین جیسے ہمسایہ ملک سے ہمارے تعلقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس موقعہ پر ہم چوہدری صاحب کی وزارت خارجہ کے زمانہ کے واقعات کا ذکر بطور نمونہ عرض کئے دیتے ہیں۔

جب عرب نمائندے فلسطین کا مسئلہ یو این او پیش کرنا چاہتے تھے انہوں نے یو این او میں اپنی قرار داد کے حق میں فضا ساز گار کرنے کے لئے دوست ملکوں کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں اور اپنی حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں وہ چوہدری ظفر اللہ خاں سے بھی ملے اور ان سے تعاون کی التجا کی ظفر اللہ خان نے انہیں کہا کہ اگر ان کے امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ ربوہ انہیں اس بات کی ہدایت کریں گے تو وہ انکی ضرور مدد کریں گے اس لئے آپ لوگ مجھے کچھ کہنے کی بجائے ربوہ میں ہمارے خلیفہ صاحب سے رابطہ قائم کریں۔ بیچارے عرب نمائندوں نے کسی نہ کسی طرح مرزا محمود صاحب سے رابطہ قائم کیا اور ان سے امداد کی درخواست کی۔ مرزا صاحب نے عرب نمائندوں کو یہاں سے تار دیا کہ ہم نے چوہدری ظفر اللہ خان کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ یو این او میں تمہاری امداد کرے۔۔۔

اتفاق سے یہ تار خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم کے ہاتھ آگیا انہوں نے لیاقت علی خان مرحوم سے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا کہ مملکت پاکستان کے سربراہ آپ ہیں یا مرزا محمود اور پھر انہیں تار اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ لیاقت علی مرحوم نے قاضی صاحب مرحوم سے وہ تار اور چند دوسری چیزیں لے لیں اور ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد لیاقت علی مرحوم شہید ہو گئے اور ظفر اللہ خان علیحدہ نہ کئے جاسکے۔

دوسرا واقعہ جہانگیر پارک کراچی کے جلسہ کا ہے۔ وہاں مرزائیوں کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا ظفر اللہ خان جلسہ میں شریک ہونے والے تھے کراچی کے مسلمانوں نے احتجاج کیا خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے ظفر اللہ خاں کو منع کیا کہ ایسے حالات میں آپ اس جلسہ میں شرکت نہ کریں اس سے حکومت کے وقار کو نقصان پہنچتا ہے لیکن ظفر اللہ خان نے اپنے وزیر اعظم کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ جلسہ میں گئے جہاں فساد ہوا اور وہی فساد پھیل کر بالآخر ایک زبردست تحریک بن گیا۔ ان دونوں واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ظفر اللہ خاں حکومت پاکستان کے وفادار نہ تھے اپنے ہیڈ کوارٹر ربوہ کے وفادار تھے۔ آج بھی یہی حال ہے جتنے مرزائی سرکاری' ملازمتوں میں ہیں وہ

تنخواہیں پاکستان کے خزانے سے وصول کرتے ہیں لیکن احکام ربوہ سے حاصل کرتے ہیں۔ ان میں راز داری اور باہمی رابطے کا اتنا زبردست نظام قائم ہے۔ جسے صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے صیہونی تحریک کا کچھ مطالعہ کیا ہوا ہو پہلے بھی وقت نے بتایا کہ ظفر اللہ خان پاکستان کا اور نہ پاکستان کے سربراہوں کا وفادار تھا اب بھی وقت بتائے گا کہ تمام مرزائی سرکاری ملازمین نہ بھٹو صاحب اور نہ ہی ملک کے وفادار ہیں بلکہ وہ صرف ربوہ کے وفادار ہیں۔ غرضیکہ ہم صدر بھٹو صاحب کے ظفر اللہ خاں والے بیان کی نہ صرف یہ کہ تائید نہیں کر سکتے۔ بلکہ تاریخی اور واقعاتی اعتبار سے اسے غلط سمجھتے ہیں اور اس پر احتجاج کرتے ہیں۔(لولاک ۷اپریل ۱۹۷۳ء)

قادیانیوں کے بارے میں پیپلز پارٹی کا موقف

پاکستان کے اسلامی آئین کے مطابق مرزائیوں کو جلد غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے

صوبائی وزیر تعمیرات و مواصلات میاں افتخار احمد تاری نے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں جلسہ عید میلاد النبیؐ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:۔

"ہمارے مخالفین بالخصوص جماعت اسلامی والے پیپلز پارٹی پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ مرزائی فرقہ کے قائدین کی ہدایات اور اشاروں پر چلتی ہے اور موجودہ حکومت کو ربوہ سے حکم آتے ہیں اگر یہ الزام درست ہوتا تو آئین میں اسلامی قوانین کو کیسے اپنایا جا سکتا تھا نیز اس آئین میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں ہونے کی بنیاد بنا کر ان شکوک و شبہات کو قطعی دور کر دیا گیا جن کی آڑ میں پیپلز پارٹی کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔(روزنامہ امروز لاہور۔(صفحہ ۲'۲۱اپریل ۱۹۷۳ء' ڈاک ایڈیشن)

میاں افتخار احمد تاری کے اس نعرہ حق اور سچے مومنانہ عقائد و نظریات کے اظہار پر پورے ملک کے دینی و مذہبی حلقوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا ہے کہ لاہور کے جس وزیر کی بابت اس کے لادینی نظریات اور ملحدانہ خیالات کو سب سے

زیادہ ہدف تنقید بنایا گیا اور اس کے خلاف گمراہ کن پراپیگنڈہ کی زبردست مہم چلائی جا رہی تھی۔ اس وزیر نے اپنے پاکیزہ عقائد و نظریات کو سب سے زیادہ واضح صورت میں پیش کیا ہے۔

ہم میاں افتخار احمد تاری وزیر تعمیرات و مواصلات سے پوری توقع رکھتے ہیں کہ وہ نئے اسلامی آئین کے عملاً" نفاذ کے وقت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے میں پیش پیش ہوں گے تاکہ ختم نبوت کی اساس پر مرتب شدہ "اسلامی آئین" کی کسی شخص یا جماعت کو خلاف ورزی کرنے کی جرات نہ ہو سکے۔

خدام الدین ۴ مئی ۱۹۷۳ء)

بہشتی مقبرہ قادیان اور اکھنڈ بھارت

ہفت روزہ چٹان لاہور نے جلد ۲۵ شمارہ نمبر ۲۰۔ ۱۴ مئی ۱۹۷۳ء کے ٹائیٹل پر مرزا بشیر الدین اور نصرت جہاں بیگم کے مرگھٹوں پر قطعہ کا فوٹو شائع کیا' جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ "جماعت کو نصیحت ہے کہ جب بھی ان کو توفیق ملے حضرت ام المومنین (ام المرزائین) اور دوسرے اہل بیت کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں۔ چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے' اس میں حضرت ام المومنین (ام المرزائین) اور خاندان حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دفن کرنے کی پیشگوئی ہے اس لئے یہ بات فرض کے طور پر ہے' جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہئے"

اس قطعہ کو شائع کرنا تھا کہ ملک بھر میں قادیانیوں کے متعلق عوام میں یہ بحث شروع ہو گئی کہ قادیانی کس طرح قادیان کو حاصل کرنے کے لئے بے قرار ہیں اور کس طرح وہ پاکستان کو ہندوستان میں ضم کر کے اپنے الہامی عقیدہ "اکھنڈ بھارت" کو پورا کرنے کے لئے سازشوں میں مصروف ہیں۔

کافر گری قابل تعزیر

منگورہ سوات میں پیپلز پارٹی کے وزیر مولانا کوثر نیازی کی ایک تقریر کو' لادین

قادیان اور وہ کس طرح ملے گا؟

یہ تصویر ربوہ میں نصرت جہاں بیگم اور مرزا بشیر الدین محمود کی اہلیہ کی قبروں کی ہیں جن پر مرزا بشیر الدین محمود کی حسب ذیل ہدایت کا بورڈ آویزاں ہے۔

"جماعت کو نصیحت ہے کہ جب بھی ان کو توفیق ملے' حضرت ام المومنین اور دوسرے اہلبیت کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں' چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالٰی کے الہام سے ہوا ہے' اس میں حضرت ام المومنین اور خاندان حضرت مسیح موعود کے دفن کرنے کی پیش گوئی ہے' اس لیے یہ بات فرض کے طور پر ہے۔ جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہیے"۔

اور ان کے ہم زلف قادیانی جرائد نے خوب اچھالا۔ جس میں موصوف کی طرف یہ فقرہ منسوب کیا گیا۔

"کافر سازی کا مشغلہ جاری رہا تو حکومت ایسے سخت قانون بنائے گی جس کے تحت کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر ٹھہرانا قابل سزا ہو گا"

یہ فقرہ ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء کے چٹان میں آغا شورش نے نقل کر کے اس پر نوٹ لگایا۔ "یہ مرزائی امت کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ارباب اقتدار اس قسم کا قانون بنوا دیں تو بھی قادیانی علامہ اقبال کے الفاظ میں دائرہ اسلام سے خارج ہی رہیں گے۔ قانون بنوا کر دیکھ لیجئے تب آپ کو معلوم ہو گا مسلمانوں کی دینی حرارت کس درجہ میں ہے"۔ مولانا کوثر نیازی کا یہ بیان ۲۸ مئی ۷۳ کو شائع ہوا تقریر اس سے چند روز پہلے ہو گی۔ وفاقی وزیر اور ایک "عالم" کی شہ پا کر قادیانی امت کا "پانچوں گھی میں" والا معاملہ ہو گیا۔ وہ اس سے اتنے بپھرے کہ ۲۹ مئی ۷۳ کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ہنگامہ کر دیا۔

مولانا کوثر نیازی کا امت مسلمہ کے عقائد کے علی الرغم یہ بیان قادیانی جارحیت کی تمرد و سرکشی میں اضافہ کا باعث بن گیا۔

قرآن مجید کے مترجم تحریف شدہ نسخوں کی تقسیم

فورٹ سنڈیمن میں مرزائی سازش کا تعاقب و نتیجہ

جولائی ۷۳ء میں مرزائیوں نے قرآن مجید کے ترجمہ میں تحریف کر کے محرف نسخوں کو پورے پاکستان میں منظم سازش کے ذریعے تقسیم کرنا شروع کیا۔ بلوچستان فورٹ سنڈیمن میں اس سازش کے خلاف مسلمانوں نے منظم جدوجہد کی۔ اس وقت ہفت روزہ لولاک فیصل آباد کی ۲۱ جولائی ۷۳ کی اشاعت میں مولانا تاج محمود نے ذیل کا مقالہ تحریر کیا جو اس وقت کے حالات کا آئینہ دار ہے۔ وہ یہ ہے۔

"مرزائیوں کا اس وقت پروگرام یہ ہے کہ ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر ملک کو برباد کر دیا جائے تاکہ ہنگاموں اور فسادات کی آڑ میں کوئی ناگفتنی صورت حال

پیدا کر کے آئین کو منسوخ کروا دیا جائے۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے کچھ عرصہ بیشتر آزاد کشمیر میں اپنے حامی تین مرکزی وزیروں کے تعاون سے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی تھی۔ آزاد کشمیر کی جماعت احمدیہ کے امیر منظور احمد وکیل مرزائی نے ربوہ سے بھیجا ہوا روپیہ پانی کی طرح بہایا اور کوٹلی وغیرہ میں فساد کرایا لیکن آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم کے تدبر اور حکمت عملی سے مرزائی کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر صدر بھٹو کو آزاد کشمیر کے فتنے کی حقیقت حال سے آگاہی ہو گئی اور مرزائی آزاد کشمیر سے کوئی فساد پھیلانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اب کچھ دنوں کی خاموشی کے بعد مرزائیوں نے بلوچستان میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی ہے اور اس طرح بلوچستان سے بدامنی کی مہم شروع کر کے وہ پورے پاکستان میں کوئی بڑی بربادی پھیلا دینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مرزائیوں نے ایک خوفناک سازش کے ذریعہ بلوچستان سے فسادات کا آغاز کرا دیا ہے۔

بلوچستان سے آمدہ اطلاعات کے مطابق وہاں' مرزائیوں نے ربوہ سے ایسا لٹریچر منگوا کر تقسیم کیا' جس سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلنا ناگزیر تھا۔ خصوصاً" ربوہ میں ایسے قرآن مجید چھپوائے گئے ہیں' جس کی آیات کے ترجمہ میں رودبدل کر لیا گیا ہے۔ یہ تحریف شدہ قرآن مجید جب فورٹ سنڈیمن کے علاقہ میں تقسیم ہوئے تو وہاں سخت ناراضگی اور برہمی پیدا ہو گئی' چنانچہ فورٹ سنڈیمن اور لورا لائی وغیرہ میں مکمل احتجاجی ہڑتالیں ہوئیں۔ فورٹ سنڈیمن کے مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کی اور مولانا شمس الدین ایم پی اے اور صوفی محمد علی ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت میں زبردست احتجاجی جلوس نکالا۔ یہ جلوس ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی پر پہنچ کر اپنے مطالبات پیش کرنا چاہتا تھا کہ مرزائیوں کی اشتعال انگیزی بند کرائی جائے۔ آئندہ اس قسم کا لٹریچر تقسیم نہ ہونے دیا جائے اور قرآن مجید کی بے حرمتی اور تحریف کے مجرموں کو سزائیں دی جائیں۔ تمام شہر بند تھا لیکن ایک بہائی کی دوکان کھلی تھی جسے دوکان بند کرنے کے لئے کہا گیا' اس نے وجہ دریافت کی' بتایا گیا کہ قرآن مجید کی بے حرمتی

اور تحریف کے خلاف ہڑتال اور جلوس ہے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید اب منسوخ ہو چکا ہے' لہٰذا اس کے احترام کے لئے جلوس کی ضرورت ہی نہیں ہے اس پر مسلمان مشتعل ہو گئے اور وہ شخص مشتعل ہجوم کے ہاتھوں مارا گیا۔ یقیناً" مرزائیوں کی انٹیلی جنس کے لوگ بھی اس ہجوم میں شامل تھے اور اس بھائی کے قتل کے اصل ذمہ دار وہی لوگ تھے لیکن حکومت نے اصل صورت حال کو معلوم کرنے کی بجائے ڈیڑھ درجن کے قریب ایسے علماء اور بے گناہ کارکنوں کو گرفتار کر لیا جن کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

جب بے گناہ لوگوں کو پولیس گرفتار کر کے تھانہ لے جانے لگی تو غیور مسلمانوں نے مورچے سنبھال لئے اور مطالبہ کیا کہ وہ بے گناہ مسلمانوں کو فوراً" رہا کر دے۔ معلوم ہوتا ہے' آزاد کشمیر کی طرح بلوچستان کی حکومت میں بھی مرزائی عنصر اپنا کام کر رہا ہے۔ حکومت نے اصلاح احوال کی بجائے فورٹ سنڈیمن میں کرفیو نافذ کر دیا۔ فورٹ سنڈیمن کے غیور مسلمانوں نے کرفیو کو توڑ دیا اور اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیرتے ہوئے باہر سڑکوں پر نکل آئے۔ جمعیت علماء اسلام کے راہنما مولانا شمس الدین ایم پی اے تھانہ کے باہر پہنچ گئے اور مطالبہ کیا کہ یا تو حکومت بے گناہ مسلمانوں کو رہا کرے اور یا انہیں بھی گرفتار کرے۔ لیکن حکومت نے مولانا شمس الدین کو گرفتار کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت فورٹ سنڈیمن میں کرفیو نافذ ہے۔ لیکن لوگ سڑکوں پر نکل کر بے گناہ مسلمانوں کی رہائی کے لئے برابر مظاہرے کر رہے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر سے امیر مرکزیہ کے مشیر خاص مولانا محمد شریف جالندھری کوئٹہ روانہ ہو گئے ہیں۔ ان کی مفصل رپورٹ کا انتظار ہے۔ تفصیلات موصول ہونے پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما بلوچستان روانہ ہو جائیں گے اور کوئٹہ میں آل پارٹیز کنونشن طلب کر کے مناسب فیصلہ کیا جائے گا۔ دریں اثنا مجلس کے رہنماؤں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بلوچستان میں مرزائیوں کی غنڈہ گردی کو فوراً" ختم کرا دے اور گورنر بگٹی کو ہدایت کرے کہ وہ ختم نبوت کی تحریک کے جواز کو پیدا کرنے سے گریز کریں۔ اگر یہ آگ ایک دفعہ بھڑک اٹھی تو اکبر

بگٹی اس پر قابو نہیں پا سکیں گے بلکہ یہ آگ پورے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ہم اس وقت حکومت سے الجھنا نہیں چاہتے لیکن مرزائیوں کی کوشش ہے کہ کسی عنوان پر کوئی تحریک اٹھے تو اسے فتنہ و فساد کی آگ میں بدل دیا جائے تاکہ پاکستان کا مستقل دستور منسوخ ہو جائے"۔

پنجاب' سندھ اور سرحد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر اس قادیانی شرارت کے خلاف احتجاج شروع ہوا۔ بلوچستان حکومت نے قادیانی محرف شدہ نسخے اور دوسرا قادیانی لٹریچر ضبط کیا۔ پنجاب اسمبلی میں حاجی سیف اللہ صاحب نے تحریک التوا پیش کی کہ قادیانیوں کے محرف شدہ نسخے پنجاب میں بھی ضبط کئے جائیں۔ حاجی سیف اللہ کی قرارداد جو انہوں نے پنجاب اسمبلی میں پیش کی' اس کی تفصیل یہ ہے۔

قادیانیوں کی طرف سے قرآن مجید میں تحریف کرنے پر حاجی سیف اللہ کی تحریک التوا

"لاہور (ا۔ پ۔ پ) پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب معراج خالد نے پنجاب اسمبلی کو بتایا کہ محکمہ اوقاف اس خبر کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہے کہ قادیانیوں کی طرف سے جو قرآن مجید شائع کر کے فروخت کیا جا رہا ہے۔ اس میں تحریف کی گئی ہے' اگر یہ الزام درست ثابت ہوا تو تمام متعلقہ افراد کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ وزیر اعلیٰ' حاجی سیف اللہ کی ایک تحریک التوا پر تقریر کر رہے تھے' جس میں کہا گیا تھا کہ مرزائیوں کی طرف سے قرآن مجید طبع کروا کر فروخت کیا جا رہا ہے۔ جس میں تحریف کی گئی ہے' حاجی سیف اللہ نے تحریک التوا پیش کرتے ہوئے کہا قرآن مجید کے ایسے نسخے بازار میں دستیاب ہیں۔

انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ حکومت نے ان متعلقہ افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی —— یاد رہے گذشتہ دنوں مرزائیوں نے خاص طور پر صوبہ بلوچستان میں وسیع پیمانے پر تحریف شدہ قرآن مجید کے ہزاروں نسخے تقسیم کئے۔ جس سے فورٹ سنڈیمن میں اشتعال پیدا ہو گیا اور مسلمانوں نے اس شرانگیز اقدام کے

خلاف سخت ترین انضباطی کارروائی کا مطالبہ کیا' ہڑتال کی گئی اور زبردست ہنگامہ کے بعد اس علاقہ میں حکومت مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرنے اور مرزائیوں کو سزا دینے پر مجبور ہو گئی۔ دریں اثنا مرزائیوں نے ربوہ میں تحریف شدہ قرآن مجید طبع کروا کر مسلمانوں اور عالم اسلام میں انتشار پھیلانے کی جو سازش کی ہے' اس کے خلاف اسلامیان پاکستان میں زبردست ردعمل پایا جاتا ہے۔

پنجاب اسمبلی میں پیش کی جانے والی تحریک التوا اس ردعمل اور مرزائیوں کے خلاف نفرت کا نتیجہ ہے' مرزائیوں کے اس شرانگیز اقدام کا دائرہ صرف پاکستان تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے عالم اسلام کے خلاف اس منصوبے کو وسیع بنیادوں پر ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ معتبر ذرائع کے مطابق مرزائیوں نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ مغربی ملکوں اور افریقی ممالک میں تحریف شدہ قرآن مجید اتنی زیادہ تعداد میں پھیلا دیا جائے کہ عالم اسلام میں اس فتنے پر قابو پانا مشکل ہو جائے۔

معلوم ہوا ہے ربوہ کے مذہبی آمر مرزا ناصر احمد نے گذشتہ دنوں اپنے یورپ اور افریقی ملکوں کے دورہ میں اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے خاص انتظامات کا جائزہ لیا اور ان کو آخری شکل دی"۔

مرزائی جارحیت کی روز بروز بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو دیکھ کر مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے محسوس کر لیا کہ ملک میں قادیانی کا کیا گل کھلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حکومت کو مرزائی سازشوں سے باخبر کرنے کے لئے مولانا تاج محمود مرحوم نے ۲۶ نومبر ۷۳ء کو پھر اداریہ تحریر کیا۔ جو یہ ہے

"وطن کے گوشے گوشے میں آج یہ احساس شدت سے ابھر رہا ہے کہ برصغیر میں اسلام کی سب سے بڑی دشمن تحریک احمدیہ جو حقیقت میں نبوت محمدیؐ کے خلاف انگریز کی بدترین سازش اور اسلام کی ابدیت اور امت کی وحدت کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے درپے ہے۔ قادیانی جو ابتدا میں اور قیام پاکستان کے کافی عرصہ بعد تک اپنے آپ کو ایک مذہبی فرقہ ظاہر کر کے یہاں پاؤں جما رہے تھے۔ علما کی تبلیغ اور جدوجہد کی بابت ایکسپوز ہوئے۔ پھر سیاسی پناہ

گاہیں تلاش کر کے اپنے قدم مضبوط کرتے رہے اور اس وقت جب کہ یہ پاکستان کی بہادر فوج' سول کے تمام شعبوں اور خصوصیات کے ساتھ وزارت خارجہ میں بار حاصل کر چکے ہیں۔ بیرونی اشاروں پر نہ صرف پاکستان کی سیاست میں غلط فہمیاں پھیلانے' امن و سکون کو برباد کرنے اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں بلکہ عالم اسلام میں استعماری طاقتوں کے مہرے کی حیثیت سے امت کے اتحاد اور روح جہاد کو مٹانے کی مذموم کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ موجودہ حکومت کے بعض ذمہ دار رہنماؤں کو بھی قادیانیوں کی سازشوں اور زیر زمین سرگرمیوں کی فکر لاحق ہے جو منتخب حکومت کے خلاف کی جا رہی ہیں۔ غالباً" اس احساس کی بناء پر صوبہ پنجاب کے نو منتخب وزیر اعلیٰ اور حکومتی پارٹی کے مضبوط ستون جناب غلام مصطفیٰ کھر نے پنجاب اسمبلی میں اپنی پہلی تقریر میں ہی صاف لفظوں میں اشارہ کر دیا ہے کہ غیر آئینی ہتھکنڈوں سے اقتدار پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھنے والوں سے نمٹنا ہی پڑے گا — ہم عرصہ دراز سے کہتے چلے آئے ہیں کہ مرزائی جن کو انگریز نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے پروان چڑھایا تھا۔ اسلام اور پاکستان کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ یہ بات بلاخوف تردید اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ قادیانیوں نے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اب یہ بچے کھچے پاکستان کے حصے بخرے کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ بلوچستان جو مغربی حصے کی سیاست کا نازک ترین محاذ ہے۔ قادیانی جماعت کی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وہاں اشتعال انگیز لٹریچر اور تحریف شدہ قرآن مجید کے نسخے تقسیم کر کے فساد پھیلایا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں پنجاب اور سندھ سے بھی اس فتنے کی ہوا آئی تھی۔ ادھر آزاد کشمیر اور سرحد میں مرزائیوں کی ریشہ دوانیاں عروج پر ہیں۔

ہم وطن کی سالمیت اور حضور ختمی مرتبتؐ کی عزت کے نام پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمرانوں سے ایک بار پھر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزائیوں کی طرف سے تقسیم کیا جانے والا اشتعال انگیز لٹریچر ضبط کیا جائے۔ قرآن مجید میں تحریف کے

مرتکب افراد کو عوام کے سامنے لایا جائے اور سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ ربوہ جہاں حکومت کے مقابلے پر ایک متوازی نظام حکومت چل رہا ہے اس پر ملکی مفاد کی خاطر قبضہ کر کے مرزائیوں کے ملک دشمن عزائم کی تحقیقات کی جائے۔ مرزائیوں کو بحری' بری اور فضائی فوج کے کلیدی عہدوں کے علاوہ سول کے تمام اہم عہدوں سے الگ کر دیا جائے اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر پاکستان کو بچا لیا جائے"۔

بلوچستان میں مرزائی سازش کی ناکامی لحہ بہ لحہ کی رپورٹ

۱۹۷۳ء میں مرزائیوں نے ربوہ کے چھپے ہوئے قرآن مجید کے تحریف شدہ نسخے ژوب میں تقسیم کئے۔ ان کی اس سازش کے اطلاع ملتے ہی صوفی محمد علی ناظم اعلیٰ نے نو روز ہزاروی نامی ایک شخص سے یہ تحریف شدہ نسخہ قیمتاً" حاصل کیا۔ دوسرا نسخہ سکندر شاہ پی۔ این۔ ڈی۔ آرٹریکٹر ڈرائیور سے حاصل کیا۔ اس وقت ژوب میں قادیانیوں کے تقریبا" ساٹھ گھرانے آباد تھے۔ مختلف عہدوں پر فائز ہونے کے باعث ان کی فرعونیت اپنے عروج پر تھی۔ وہ خاطر میں کسی کو نہ لاتے ہوئے' دن رات مرزائیت کی تبلیغ میں مصروف تھے۔ ان قرآن مجید کے محرف و مبدل نسخوں پر علماء کرام کی میٹنگ میں غور و فکر کیا گیا۔ اس میٹنگ میں مولانا محمد شاہؒ مولانا میرک شاہؒ مولانا رحمت اللہ' مولانا محمد زاہد' مولانا عبدالرحمٰن' مجاہد ختم نبوۃ مولانا شمس الدین شہیدؒ اور حافظ عبدالغفورؒ نے شرکت کی۔ علماء کرام نے بالاتفاق فیصلہ دیا کہ قرآن مجید کےان نسخوں میں تحریف و بتدیلی کر کے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی سازش کی گئی ہے۔

ان کی اس جارحانہ سازش و شرارت کے خلاف احتجاجی جلسہ کا انتظام کیا گیا۔

چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت ژوب کے ناظم اعلیٰ صوفی محمد علی نے جیپ میں لاؤڈ سپیکر نصب کر کے شہر میں احتجاجی جلسہ عام کا اعلان کیا۔ ۱۴ جولائی ۷۳ء ظریف شہید پارک میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت شیخ محمد عمر امیر مجلس ختم نبوت نے کی۔ حاضرین کی تعداد تیس چالیس ہزار سے متجاوز تھی۔ علماء کرام کی ایمان پرور تقریروں نے عوام میں جوش و جذبہ پیدا کر دیا۔ مقررین نے غازی علم الدین شہیدؒ اور

دوسرے عاشقان رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہدانہ کارنامے سنائے تو عوام بھڑک اٹھے۔ جلسہ کے بعد جلوس نکالا گیا۔ شہر میں ہڑتال ہو گئی۔ پورا شہر سڑکوں پر امڈ آیا۔ رزاق نامی بہائی کی دکان کھلی دیکھ کر مظاہرین میں سے کسی نے اس پر پتھراؤ کیا۔ رزاق زخمی ہو کر ہسپتال پہنچ کر دم توڑ گیا۔

جلوس شہر کے مختلف راستوں سے گزر کر ڈی۔ سی آفس گیا اور بالاتفاق ایک ہی مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو ہمیشہ کے لئے فورٹ سنڈیمن (ژوب) سے نکال دیا جائے۔ اس سے کم کسی بات پر سمجھوتہ ناممکن ہے۔ احتجاجی جلوس' ہڑتال اور مظاہروں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حکومت نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر مرزائیوں کو فورٹ سنڈیمن ضلع سے ہمیشہ کے لئے نکالنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر عوام کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بالاتفاق کہہ دیا کہ جب تک اس وعدہ پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ ہڑتال و احتجاج کا سلسلہ جاری رہے گا۔

ہمیشہ کے لئے ژوب سے مرزائیوں کو نکال دیا گیا

بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کا مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۹۴۸ء میں اپنی جماعت کو مژدہ سنایا۔ مگر آج ۲۹ جولائی ۷۳ء کو چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ وہی صوبہ جس کی طرف مرزائی للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے' آج اس کے ایک اہم ضلع ژوب سے مرزائیوں کو ہمیشہ کے لئے وفاقی فورس نے نکال دیا۔ چنانچہ پاکستان کی تاریخ میں یہ واحد ضلع ہے' جہاں حکماً مرزائیوں کا داخلہ بند کر دیا گیا۔ اور یوں مرزائی نحوست کو اس ضلع سے دیس نکالا دے دیا گیا۔ ژوب کے عوام' مجلس کے کارکن' تمام علماء کرام بالخصوص حضرت مولانا شمس الدین شہیدؒ جو ان دنوں بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے' اس عظیم معرکہ کو سر کرنے کا سہرا ان کے سر ہے۔ ان دنوں ژوب کے ڈپٹی کمشنر فقیر محمد صاحب بلوچ تھے۔ جو آج کل صوبائی حکومت کے چیف سیکرٹری ہیں۔

تحریک ختم نبوۃ کے کارکنوں و راہنماؤں کی گرفتاری

رزاق بہائی کے مرنے کی وجہ سے تحریک ختم نبوت کے ۳۴ کارکنوں و رہنماؤں

کو تھانہ میں بند کر دیا گیا۔ شیخ محمد خان انسپکٹر پولیس نے گفتگو کے لئے بلایا اور دھوکہ سے بند کر دیا۔ ان دنوں بلوچستان کے گورنر اکبر بگٹی تھے اور چیف سیکرٹری ایس بی اعوان مرزائی تھے۔ وہ فورٹ سنڈیمن سے مرزائیوں کے اخراج پر سیخ پا تھے۔ مگر عوام کے جوش و خروش کے سامنے دم مارنے کی ان کو ہمت نہ تھی۔

چنانچہ بہائی رزاق کے قتل کے جرم میں ۳۴ آدمی تھانہ میں بند کر دیئے گئے۔ صبح سویرے مولانا شمس الدین ڈپٹی سپیکر بلوچستان اسمبلی اور حافظ نور الحق صاحب بھی تھانہ میں قیدیوں کے ہمراہ شامل ہو گئے۔

ادھر شہر میں جس وقت مرزائیوں کو نکالا جا رہا تھا تو غازی عبدالرحمٰن بنگش زرگر نے پستول سے فائر کر کے ایک قادیانی اللہ یار کو زخمی کر دیا۔ چنانچہ غازی عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے حوالات میں قیدیوں کے ساتھ بند کر دیا۔ وفاقی فورس ان قیدیوں کی نگرانی کے لئے تعینات کر دی گئی۔ وہ ان قیدیوں کو شہر سے باہر منتقل کرنا چاہتی تھی۔ مگر تمام قیدیوں نے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ گورنر بگٹی وفاقی فورس پر بڑے برہم ہوئے اور تشدد کا حکم دے دیا۔ ایس بی اعوان بھی یہی چاہتے تھے۔

حکم ماننے سے انکار کر دیا

مگر وفاقی فورس جس میں سرحد کے پٹھان تھے انہوں نے ختم نبوت تحریک کے کارکنوں پر تشدد کرنے اور گولیاں چلانے سے انکار کر دیا۔

ژوب کی سرزمین سراپا احتجاج بن گئی

قیدیوں کے چلے جانے کے بعد جب اہالیان ژوب کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ حکومت نے دھوکہ کیا ہے۔ انہوں نے شہر میں مکمل ہڑتال کر دی۔ پہیہ جام ہڑتال' یہ صورت حال آٹھ دن تک جاری رہی' مغرب کے قریب ایک آدھ دکان کھلتی لوگ خورد و نوش کا سامان لے لیتے۔ دن بھر مکمل بازار سنسان ہو کا عالم' چار سو ویرانہ۔ حکومت اس صورت حال سے سخت پریشان ہو گئی۔ جناب عبدالرحیم صاحب ایڈووکیٹ

اور جناب صالح محمد خان کو مجلس عمل کی سربراہی سونپی گئی۔ ژوب روڈ بلاک کر دیا گیا۔ شیرین روڈ' وزیرستان روڈ' وانا سر روڈ' لورا گئی روڈ سب بند کر دیئے گئے۔ ملٹری وغیرہ یا حکومت کی کوئی گاڑی اگر ایمرجنسی جانا ہوتا تو مجلس عمل سے اجازت نامہ لے کر چل سکتے تھے' ورنہ نہیں۔ گویا حکومت و انتظامیہ عملاً" معطل اور مجلس عمل کا چار سو غلغلہ بلند ہو رہا تھا۔ جس دن قیدیوں کو کوئٹہ لے جایا گیا' اسی رات مجلس عمل کے زیر اہتمام ژوب میں عدیم المثال جلسہ عام منعقد ہوا۔ سخت احتجاج کیا گیا اور قیدیوں کی بلا مشروط رہائی تک ہڑتال و احتجاج کو جاری رکھنے کا اعلان کیا گیا۔ جلسہ کے نتیجہ میں رات مولانا شمس الدین شہید کو گرفتار کر لیا گیا۔

مولانا شمس الدین کی گرفتاری

اسی رات کو چار بجے کے وقت وفاقی پولیس نے مولانا شمس الدین کے گھر پر گھیرا ڈال دیا۔ مولانا شمس الدین کو گھر سے نکل آنے کا حکم دیا۔ مولانا شمس الدین کی بہنوں نے آپ کی پگڑی اور چپل کو چھپا دیا کہ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گی۔ اس پر مولانا شمس الدین نے کہا کہ خدا کے لئے ایسا نہ کرو۔ یہ شرم کی بات ہے۔ ہماری پگڑی اور چپلی دے دو۔ اسی وقت انہوں نے اپنی بہنوں اور اہلیہ سے کہا کہ یہ میرا سینہ گولی کے لئے بنا ہوا ہے۔ شہادت کا رتبہ مل کر مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ گھر میں سب نے رونا دھونا شروع کیا۔ آپ نے سب کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ مرنا تو ایک دن ہے۔ روز روز کیا مرنا۔

اس سے قبل جب حضرت مولانا شمس الدین دفعہ ۱۴۴ کو توڑ رہے تھے تو اس وقت بھی گھر میں والدہ نے ایک بیل منت مانی۔ والد مولوی زاہد صاحب نے دو دنبوں کی منت مانی۔ بہنوں نے نفلیں مانیں اور جب وہ سرخ لکیروں کو پار کر گئے تو سب نے چین کا سانس لیا۔ مولانا شمس الدین پہلے سے ہی اپنی بہنوں سے کہہ چکے تھے کہ اگر ختم نبوت کے لئے شہید ہو جاؤں تو مجھے مبارک باد دینا۔

جب راستہ میں قبیلہ کے عوام کو معلوم ہوا کہ ہمارے رہنماؤں کو لے جایا جا

رہا ہے تو ان سب نے اپنے ہاتھوں میں لاٹھیاں وغیرہ لیں اور انہیں کپڑوں سے چھپا لیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ رائفل ہیں۔ مورچے سنبھال لئے۔ ملیشیا والے سمجھ گئے کہ بندوقیں ہیں۔ چنانچہ قبیلہ والوں نے کہا کہ آپ مولانا شمس الدین کو ہماری عورتوں سے بھی نہیں لے جا سکتے ہیں۔ ہم تو مرد ہیں ملیشیا والے رک گئے اور انہیں بتایا کہ مولوی صاحب کو واپس شغالہ پوسٹ لے جاؤ۔ چنانچہ اسے واپس شغالہ پوسٹ پہنچا دیا گیا اور حکومت کو اطلاع کر دی کہ ہم لوگ مولانا شمس الدین صاحب کو باہر نہیں لے جا سکتے ہیں پھر حکومت نے ہیلی کاپٹر کا بندوبست کیا' ہیلی کاپٹر میں شغالہ سے مولانا شمس الدین کو سوار کر کے سیدھا میوند پہنچایا گیا۔ میوند میں دس پندرہ پوسٹ میں انہیں پھرایا گیا۔ احتجاجی ہڑتال چار سو عالم' تحریک کے حالات میں گورنر بگٹی اور ایس۔ بی اعوان مجبور ہو گئے اور انہوں نے مبی میں موجود قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ سوائے غازی عبدالرحمٰن زرگر کے' چنانچہ تحصیلدار محمد جان مندوخیل' مولوی محمد خان شیرانی' حاجی شیخ عمر' صوفی محمد علی وغیرہ نے فیصلہ کرایا کہ ہم لوگ عبدالرحمٰن کے بغیر نہیں جائیں گے۔ عبدالرحمٰن کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا جائے تب ہم جائیں گے۔

قیدیوں کا مطالبہ مان لیا گیا

۲۴ جولائی ۱۹۷۳ء کو دن کے تقریباً ایک بجے پولیس کی بند گاڑی میں بٹھا کر مبی سے سب قیدیوں کو روانہ کیا گیا۔ عبدالرحمٰن زرگر کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا گیا۔ عصر کے وقت کوئٹہ پہنچے۔ کوئٹہ سے ۱۵ میل کے فاصلے پر جمعیت علماء اسلام کے نمائندے عبدالمنان کاکڑبازئی نے کچلاک میں ۳۲ آدمیوں کے کھانے کا بندوبست ہوٹل میں کیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے' رات بھر سفر کیا۔ قلعہ سیف اللہ جب پہنچے تو وہاں پر خوب بارش ہوئی' کچھ دیر کے لئے وہاں پر ٹھہرے۔ قلعہ سیف اللہ ہی میں کوئٹہ والے سات آدمی بھی پہنچ گئے۔ صبح تقریباً نو بجے ژوب پہنچ گئے۔

رہائی

ژوب میں تمام قیدیوں کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد امیر ختم نبوت شیخ

محمد عمر نے ان قیدیوں اور ختم نبوت کے دیگر پروانوں کو بڑی پر تکلف دعوت دی۔

قیدیوں کو رہا کرنے کے بعد تمام قیدیوں نے مولانا شمس الدین کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ظریف شہید پارک میں خیمہ گاڑ کر شہریوں نے بھوک ہڑتال کیا۔ یہ ہڑتال مولانا شمس الدین کی رہائی کے واسطے کی گئی۔ ۱۴۵ دن کے بعد بگٹی ایس۔ بی اعوان نے ان کی رہائی کا مطالبہ منظور کر لیا اور انہیں کوئٹہ پہنچا دیا گیا۔ کوئٹہ سے آنے پر ژوب سے ایک میل کے فاصلے پر تمام شہر والوں نے مولانا شمس الدین کا استقبال کیا۔ وہ منظر قابل دید تھا۔ پورا ماحول ختم نبوت زندہ باد کی فضاؤں سے گونج رہا تھا۔

جلسہ عام

دوسرے دن جامع مسجد میں جلسہ عام ہوا۔ مولانا شمس الدین نے اپنے تاثرات بیان کئے اور بھٹو کے ساتھ اپنی ملاقات کے بارے میں بھی بتایا۔ بھٹو نے مولانا شمس الدین سے کہا تھا کہ ہم بینک کا چیک آپ کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ آپ جتنی رقم چاہیں لے لیں۔ مگر مولانا شمس الدین نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور صاف صاف بتا دیا کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر فروخت ہو جائے پھر وہ کسی اور کے ہاتھوں فروخت نہیں ہو سکتا۔ یہ سننے کے بعد بھٹو صاحب نے اسی وقت آپ سے کہا تھا۔ کہ ملا' پھر گولی کے لئے تیار ہو جاؤ آپ نے کہا مجھے منظور ہے اس کے بعد مولانا شمس الدین حج پر گئے۔ حج سے واپس سیدھے خانپور گئے اور مولانا درخواستی صاحب سے ملاقات کی۔ درخواستی صاحب نے بعد میں بتایا کہ مولوی شمس الدین کو دیکھ کر میں نے اس وقت محسوس کر لیا کہ یہ آدمی بچنے والا نہیں ہے۔ ضرور شہید ہو گا۔ وہاں سے پھر مولانا شمس الدین کوئٹہ آئے۔

مولانا شمس الدین کی شہادت

کوئٹہ سے ژوب آتے ہوئے بگلگی کے مقام پر مولانا شمس الدین مردہ پائے

گیے۔ ملک گل حسن کے پٹرول کی گاڑی اس وقت وہاں سے گزر رہی تھی۔ انہوں نے ژوب اطلاع کر دی کہ مولوی صاحب موٹر میں مردہ پڑے ہیں۔ کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے' لوگ وہاں گئے اور انہیں ژوب لے آئے۔ یوں بھٹو حکومت کی شرارت پر ۱۳ مارچ ۷۴ء کو مولانا شمس الدین نے جام شہادت نوش کر لیا۔ گھر لانے پر سب گھر والوں عزیز و اقارب اور دوستوں نے انہیں شہید ہونے پر مبارک باد دی۔ ۱۴ مارچ ۷۴ء کو ہزارو اشکبار آنکھوں نے انہیں رخصت کیا۔ انہیں دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر پھولوں کی بارش ہوئی ان کے خون سے عطر کی خوشبو آ رہی تھی۔

(ماخوذ از ژوب میں تحریک ختم نبوت ایک نظر میں)

مولانا شمس الدین مرحوم کی شہادت پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے موقف کو مولانا تاج محمود نے ۲۹ مارچ ۷۴ء کے لولاک میں بیان کرتے فرمایا۔

گزشتہ دنوں جمعیت العلمائے اسلام کے مشہور رہنما اور بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین کو کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمن جاتے ہوئے قلعہ سیف اللہ کے قریب نا معلوم اشخاص نے شہید کر دیا۔ مولانا کار کے ذریعہ اپنے گھر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں یہ سانحہ رونما ہوا۔

مولانا کی شہادت کے بعد بلوچستان کی حکومت اور وہاں کے برسر اقتدار لوگوں نے اظہار ہمدردی' تعزیتی بیانات ملزموں کو گرفتار کرنے اور انہیں سخت سزائیں دینے کے متعلق گھڑے گھڑائے بیانات دیئے ہیں' جن کا اصلی مفہوم و مطلب ہر ذی شعور آدمی اچھی طرح سمجھتا ہے یہی ڈرامہ پچھلے دنوں خان عبدالصمد خاں اچکزئی کی شہادت کے وقت بھی سٹیج کیا گیا تھا لیکن آج تک نہ عبدالصمد اچکزئی کے قاتلوں کا کوئی سراغ مل سکا اور نہ ہی مولانا شمس الدین کے قاتلوں کا کوئی سراغ مل سکے گا۔ قتل کی تحقیقات وزیراعلیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ تحقیقاتی افسر رپورٹ مرتب کر رہے ہیں' یہ ہو رہا ہے' وہ کیا جا رہا ہے' ان سب باتوں کی حقیقت طفل تسلیوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ملک میں آج تک جتنے سیاسی قتل ہوئے ہیں' ان کے قاتل کب پکڑے گئے ہیں جو مولانا شمس الدین کے قاتل پکڑے جائیں گے۔ مولانا شمس الدین

بہادر مجاہد اور غیور و جسور عالم دین تھے۔ اللہ کے سوائے کسی طاقت کے سامنے نہ جھکنے والے اور کسی قیمت پر نہ بکنے والے رہنما تھے۔ حکومت نے انہیں جھکانے اور خریدنے کے لئے بڑے بڑے جتن کئے لیکن ان کے پاؤں راہ حق سے ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے اور وہ اہل حق کے ساتھ ڈٹے رہے۔ کچھ عرصہ پہلے مرزائیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت مولانا کے آبائی وطن فورٹ سنڈیمن میں تحریف شدہ قرآن مجید کے نسخے تقسیم کئے تھے وہاں کے غیور مسلمانوں میں اس کے خلاف ناراضگی کی لہر دوڑ گئی۔ سخت احتجاج ہوا' ہڑتالیں ہوئیں' جلوس نکالے گئے' جلسے ہوئے اور مطالبہ کیا گیا کہ مرزائیوں کو فورٹ سنڈیمن کے علاقہ سے نکال دیا جائے مرزائیوں کے خلاف اس تحریک کی قیادت مولانا شمس الدین کر رہے تھے۔ حکومت نے انہیں گرفتار کرنا چاہا لیکن عوام مسلح ہو کر مقابلے میں نکل آئے'حکومت مولانا کی گرفتاری میں کامیاب نہ ہو سکی۔ پھر دھوکے سے انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعہ سینکڑوں میل دور میوند کے علاقہ میں ایک فوجی چھاؤنی میں لے جایا گیا اور انہیں وہاں نظربند رکھا گیا۔ فورٹ سنڈیمن کے مسلمانوں نے ایک ماہ تک مکمل ہڑتال رکھی اور زبردست مظاہرے کئے۔ قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود اور دوسرے رہنماؤں نے یہ سوال اٹھایا تو حکومت نے مولانا مرحوم و مغفور کو رہا کر دیا جب مولانا شمس الدین کی قیادت میں تحریف قرآن مجید کے خلاف جلوس نکالے جا رہے تھے تو مرزائیوں نے بڑی عیاری کے ساتھ ایک بھائی کو قتل کروا دیا تھا تاکہ فورٹ سنڈیمن میں مسلمانوں کی تحریک تشدد کا شکار ہو کر ناکام ہو جائے۔

لیکن مولانا شمس الدین کی جرات' بہادری استقامت تدبر اور مجاہدانہ قیادت کے سبب فورٹ سنڈیمن کی تحریک کامیاب ہوئی۔ بگٹی حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کر لئے اور مرزائی گھرانوں کو فورٹ سنڈیمن سے نکال دیا گیا ــــ تحرف شدہ قرآن مجید کے نسخے واپس لے لئے گئے مرزائیوں کے چند کتابچوں کو خلاف قانون قرار دے کر ضبط کر لیا گیا۔

ادھر بلوچستان میں موجودہ حکومت اور اپوزیشن کی سیاسی کش مکش ہے۔ حکومت

نے بہت کوشش کی کہ مولوی صالح محمد اور مولوی حسن شاہ کی طرح مولانا شمس الدین بھی کسی قیمت پر مولانا مفتی محمود کا ساتھ چھوڑ دیں اور اقتدار کے سنہری تمغے زیب تن کرلیں لیکن مولانا نے بکنے اور جھکنے سے انکار کر دیا۔

قارئین لولاک اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے ۷ جون ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں یہ انکشاف کیا تھا کہ مرزائیوں نے ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں اپنی شوریٰ کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا اس اہم ترین اجلاس میں مرزا ناصر احمد نے ایک طویل ترین تقریر کی ہال کے باہر' اردگرد کے مکانوں' گلیوں' بازاروں اور چھتوں پر دوسرے شہروں سے منگوائے ہوئے ایک ہزار رضاکار سخت گرمی میں پہرہ دیتے رہے۔ اس اجلاس میں جو فیصلے ہوئے ان میں ایک فیصلہ یہ بھی تھا کہ ملک میں سیاسی قتل کرائے جائیں۔ چنانچہ ہم نے اس اجلاس کی کارروائی کے ضمن میں یہ بھی لکھا تھا کہ "ایک تجویز یہ بھی آئی کہ خدام الاحمدیہ کے فوجی اور ٹرینڈ نوجوانوں کے ذریعہ ملک کی نامور شخصیتوں کو قتل کرا دیا جائے۔ خدام الاحمدیہ کے یہ نوجوان اپنی جان پر کھیل کر یہ کام سرانجام دیں۔ اس فہرست میں کون کون لوگ شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں مرزا ناصر احمد اور مرزا طاہر احمد کے ساتھ مشاورت کے لئے ایک خاص کمیٹی بنا دی گئی۔ جو معلومات فراہم کرے گی اور خدام الاحمدیہ کو ہدایات جاری کرے گی' غالباً" اس کمیٹی کو کابینہ کی شکل اور ایک خفیہ متوازی حکومت کی شکل دی گئی ہے' اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جماعت کی ۹۰ سالہ تاریخ میں پہلی دفعہ جماعت کے جھنڈے ربوہ کے سیکرٹریٹ پر لہرا دیئے گئے ہیں"۔ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۷ جون ۱۹۷۳ء)

مرزائیوں نے یہ سیاسی قتل کروانے کا کیوں فیصلہ کیا تھا؟ اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ مرزائیوں کی بھٹو سے ناراضگی ہے۔ مرزائی یہ یقین رکھتے تھے کہ پاکستان کی دوسری تمام جماعتوں کے بالمقابل بھٹو اور ان کی پیپلز پارٹی سیکولر نظام کی حامی ہے۔ ملک میں جس قدر لادینی کی فضا زیادہ ہو' مرزائی اس میں باقی اور زندہ رہ سکتے ہیں۔

لیکن اگر دینی فضا ہو اور اسلام کسی شکل میں اور کسی بھی حد تک نفاذ پذیر ہو

جائے تو مرزائیت نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ باقی۔

جب بھٹو صاحب نے مستقل دستور میں یہ تسلیم کرلیا کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا اور مسلمان کی تعریف بھی دستور میں شامل ہو گئی۔ تو اس سے مرزائی اور کمیونسٹ دونوں بھٹو صاحب سے ناراض ہو گئے۔ اسی ناراضگی کے سلسلہ میں ۲۷ مئی کو یہ میٹنگ بلائی گئی اور ایسے فیصلے کئے گئے جن کے بعد نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری کے مصداق نہ بھٹو رہے اور نہ دستور ہی رہے بلکہ یہ ملک ہی تباہ و برباد ہو جائے۔ مرزائیوں کے اس فیصلہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بھٹو صاحب کا مزاج ون پارٹی سسٹم کا ہے وہ جمہوریت کا نام ضرور لیتے ہیں۔ عوام عوام بھی کرتے ہیں اور اپوزیشن کا لفظ بھی بولتے ہیں لیکن ان کے اندرون خانہ دل و دماغ میں حکومت' پارٹی جمہوریت اور ہم سب کچھ ان کی اپنی ذات ہی ہے۔ ان کی اس کمزوری کو مرزائیوں نے خوب سمجھ لیا ہے۔ وہ بھٹو صاحب کی اس افتاد طبع کی وجہ سے ان کے اور اپوزیشن کے درمیان تصادم سے خوب خوب فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے سال اپوزیشن نے پنجاب میں جلسے کرنا چاہے۔ ظاہر ہے پیپلز پارٹی نے وہ جلسے نہیں ہونے دیئے۔ ان جلسوں میں اکثر پیپلز پارٹی اور اپوزیشن کے درمیان تصادم بھی ہوئے۔ ایسے مواقع مرزائیوں کی فوجی اور نیم فوجی تنظیموں کے لئے غنیمت تھے' جو کچھ ان ہنگاموں میں ہوتا تھا اس کی بدنامی خواہ مخواہ پیپلز پارٹی کے نام اور اس میں جس نشانے پر تیر لگتا تھا وہ قادیانیوں کے لئے مطلوب ہوتا تھا۔

اسی پالیسی کے تحت ملک میں بعض اہم شخصیتوں کو قتل کرنے کی فہرست تیار کی گئی اور اہل وطن دیکھیں گے کہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ملک میں یہ سیاسی قتل ہوتے رہیں گے یہ سب سیاسی قتل بھٹو صاحب کے کھاتے میں لکھے جاتے رہیں گے۔ لیکن درحقیقت ان کے مرتکب قادیانی فوجی اور نیم فوجی ہوں گے یا مرزائیوں کے کرایہ پر لئے ہوئے غنڈے ہوں گے خواجہ رفیق' ڈاکٹر نذیر خان' عبدالصمد اچکزئی کا قتل ہو یا مجاہد اسلام مولانا شمس الدین کا قتل یہ سب ایک ہی منصوبہ کے تحت اور ایک ہی تنظیم کی ہدایات پر ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں مرزائیوں نے ۹ کروڑ روپے جمع

کرنے کا اعلان کیا ہے جس میں غالباً" چھ کروڑ روپیہ جمع ہو گیا ہے برسراقتدار پارٹی اول تو کوئی پارٹی ہی نہیں پیپلز پارٹی اور پیپلز پارٹی کی حکومت صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں دونوں سے مراد صرف بھٹو صاحب ہیں اور اگر بھٹو صاحب کے علاوہ پارٹی اور حکومت کوئی چیز ہے تو وہ ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں مصروف ہیں کسی کو اس طرف دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ہے کہ مرزائی ۹ کروڑ روپیہ کیوں جمع کر رہے ہیں؟ ۱۰ ہزار گھوڑ سوار فوج کیوں بنائی جا رہی ہے؟ انہوں نے اس قدر اسلحہ کیوں جمع کر لیا ہے؟ خود بھٹو صاحب کے ارد گرد مرزائی مہرے اسی طرح سیٹ ہو چکے ہیں' جس طرح ایوب خان کے ارد گرد سیٹ تھے۔ ہم نے ۷ جون ۱۹۷۳ء کو یہ اعلان کیا تھا کہ مرزائیوں نے اہم ترین شخصیتوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ان کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ آج ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہماری معلومات اور ہماری دانست کے مطابق مرزائیوں نے قتل کروانے کے لئے جن اہم ترین شخصیتوں کی فہرست تیار کی ہوئی ہے۔ ان میں آخری نام بھٹو صاحب کا بھی شامل ہے۔

مرزائیوں کا مقصد مرزائی ریاست کا قیام ہے' اقتدار پر قبضہ ہے۔ اقتدار پر قبضہ بھٹو صاحب کو راستے سے ہٹائے بغیر ناممکن ہے اور بھٹو صاحب کو راستے سے ہٹانے کا وہی طریقہ ہے جس طریقہ سے ڈاکٹر نذیر' خواجہ رفیق اور مولانا شمس الدین کو راستے سے ہٹا دیا گیا ہے۔

آج بھٹو صاحب کی حکومت منافقانہ بیانات دے کر یہ کوشش کر رہی ہے کہ گویا یہ قتل اتفاقی قتل ہیں اور حکومت ان سے لاتعلق ہے لیکن بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب حکومت کا سربراہ خود اسی چتا میں بھسم ہو جائے گا۔ جس چتا کو ان کے سامنے صاحب غرض لوگ جلا کر بھٹو صاحب کے مختلف کیمپوں سے تعلق رکھنے والے مخالفوں کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ایک ایک کر کے اس میں جھونک رہے ہیں۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را   چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اے کاش! ہماری یہ گزارشات بھٹو صاحب تک پہنچ سکیں اور اے کاش ہم

انہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو سکیں کہ مولانا شمس الدین کا قتل اتفاقی قتل نہیں ہے بلکہ سوچ سمجھے منصوبہ کے تحت سیاسی قتل ہے۔ شرافت اور انسانیت کا قتل ہے جمہوریت اور ملکی سالمیت کا قتل ہے اور خود بھٹو صاحب کے قتل کی تمہید ہے"۔

ان حالات و واقعات کا بھی تحریک ختم نبوت ۷۴ء کی کامیابی میں گہرا عمل دخل ہے قادیانی جوں جوں آگے بڑھتے گئے۔ توں توں امت محمدیہ ان کے تعاقب میں تیزی کے ساتھ رواں دواں رہی۔

مرزائیوں کی اس تحریف سے متاثر ہو کر نوائے وقت جیسے ثقہ اور محتاط اخبار نے بھی پچھلے دنوں ایک اداریہ "قرآن مجید میں تحریف" کے عنوان سے لکھا ہے جسے ہم یہاں من و عن نقل کر رہے ہیں"

قرآن مجید میں تحریف

"گذشتہ تین چار ماہ سے قرآن مجید کے تحریف شدہ نسخوں کے بارے میں دینی حلقوں کی جانب سے زبردست احتجاج کیا جا رہا ہے' اس کی صدائے بازگشت صوبائی اسمبلی میں بھی سنی گئی تھی جس پر اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے ایوان کو یقین دلایا تھا کہ حکومت اس معاملہ کی چھان بین کرنے کے بعد ایسے نسخوں کو ضبط کر کے اس کے مرتکبین کے خلاف کارروائی کرے گی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ایسے نسخوں کے بارے میں محکمہ اوقاف کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ ان کی نشاندہی کرے۔

دینی حلقوں کے اس اضطراب کے بارے میں ہم نے بھی ان کالموں میں دو مرتبہ ارباب حکومت کی توجہ مبذول کرائی ہے جس کے جواب میں ایک صاحب ہمیں قرآن مجید کا نسخہ دے گئے کہ اس میں کہاں تحریف کی گئی ہے؟ اس پر ہم نے علماء کرام کو دعوت دی تھی کہ اگر ان کی نظر سے کوئی تحریف شدہ نسخہ گزرا ہے تو وہ اسے منظر عام پر لائیں۔ اس کے جواب میں ہمیں متعدد مضامین موصول ہوئے ہیں جن میں ایک مخصوص فرقہ کے بانی کی تصانیف میں بطور حوالہ درج بعض آیات قرآنی میں لفظی تحریف کی نشان دہی کی گئی ہے' اسی طرح اس فرقہ کے طبع شدہ قرآن مجید

کے ترجمہ میں معنوی تحریف کی مثالیں پیش کی گئی ہیں چونکہ حکومت اس معاملہ میں خود دلچسپی کا اظہار کر چکی ہے اس لئے ہم کسی قسم کے تبصرہ کے بغیر توقع کرتے ہیں کہ صوبائی حکومت نے محکمہ اوقاف کو جو فرض سپرد کیا تھا' اس کی ادائیگی میں مزید تاخیر نہیں ہو گی تاکہ سواد اعظم میں پھیلی ہوئی غلط فہمی کا مداوا ہو سکے"۔

("روزنامہ نوائے وقت" ۴ دسمبر ۱۹۷۳ء)

ربوہ غیر علاقہ

"مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کے ٹھاٹھ باٹھ' باڈی گارڈوں اور حفاظتی انتظامات کے طور طریقے بتا رہے ہیں کہ یہ خلیفہ کے نام پر اس آزاد اور خود مختار معلوم ہونے والی ریاست کے والی' سلطان یا سربراہ ہیں۔ کوئی غیر احمدی اس قصبہ میں رہائش پذیر نہیں ہو سکتا جو لوگ وہاں رہتے ہیں' وہ انتہائی سہمے ہوئے دبے اور گھٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں' ربوہ کی سیکورٹی پولیس ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہے۔ وہاں جاتے ہی آدمی محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی کٹر کمیونسٹ یا فاشسٹ ملک میں داخل ہو گیا ہے۔ وہاں کا ماحول اور پاکستان کا ماحول بالکل مختلف ہے کوئی شخص بلا فرق مرتبہ و حیثیت وہاں اپنے آپ کو اجنبی غیر محفوظ اور پریشان پاتا ہے۔ حالانکہ پاکستان کا ہر صوبہ ہر علاقہ ہر ضلع' ہر تحصیل' ہر تھانہ' ہر حلقہ' ہر گاؤں' ہر بستی' ہر گلی' ہر کوچہ' ہمارا دیس ہے جس کے ذرے ذرے سے ہم کو محبت ہے جس کے ہر حصے میں ہمارے لئے سکون' امن اور پناہ ہے لیکن ربوہ میں کیفیت دوسری ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر بھٹو صاحب خود بھیس بدل کر یا ان کے معتمد خاص جناب غلام مصطفیٰ کھر صاحب ذرا غیر معلوم حالت بنا کر ربوہ تشریف لائیں اور وہ سات بجے شام سے ۱۰ بجے رات تک ربوہ میں گھوم پھر کر دکھا دیں یا رات وہاں کسی ہوٹل پر بسر کر لیں اور دوسرے روز زندہ سلامت رہ جائیں تو ہم انہیں اپنا دنیاوی لیڈر اور حاکم تو مانتے ہی ہیں' روحانی پیشوا بھی مان لیں گے۔ حالت یہ ہے کہ آپ ربوہ میں داخل ہوں تو آپ کے پیچھے ربوہ کی انٹیلی جینس لگ جائے گی وہ آپ کا برابر پیچھا کرے گی۔ یہاں تک وہ آپ کو ربوہ سے

یہ لطائف الحیل نکلنے پر مجبور کر دے گی۔

آج کل تو کچھ پوزیشن اور بھی زیادہ عجیب ہے۔ ۲۷ مئی کے خفیہ فیصلوں پر عملدر آمد کرنے کے لئے رات ۱۰ بجے سے صبح ۴ بجے تک وہاں مکمل ناکہ بندی اور کرفیو ہوتا ہے۔ خدا جانے رات کی تاریکی میں پچھلے پندرہ روز سے ربوہ میں کیا ہوتا ہے؟ جس کی پردہ دری کی جا رہی ہے' ربوہ کے اندر لوگ اس فسطائی گروہ سے اتنے تنگ ہیں کہ منہ سے اف تک نہیں نکال سکتے' اب معلوم ہوا ہے کہ مشکوک لوگوں کی ایک فہرست بن رہی ہے کم از کم ایک صد افراد ایسے ہیں جن کے خلاف تحقیقات اور دوسری کارروائی مکمل ہو چکی ہے۔ بہت جلد ان کا اخراج از ربوہ عمل میں آنے والا ہے۔

ہم صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو اور جناب غلام مصطفیٰ کھر سے دوبارہ عرض کریں گے کہ جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے' وہ اس کی تصدیق کریں۔ اگر یہ درست ہے تو ربوہ کو پاکستان میں شامل کرنے اور اس باغی گروہ کی بیخ کنی کے لئے کوشش کریں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ پہلی فرصت میں اپنے ذاتی نمائندوں کو ربوہ بھیجیں گے بشرطیکہ وہ ان کے ذاتی نمائندے مرزائی نہ ہوں بلکہ خود صدر صاحب اور گورنر صاحب کی طرح مسلمان ہوں۔(ہفت روزہ لولاک ۱۳ جولائی ۷۳ء)

ادارہ تحقیقات اسلامی کا سربراہ

"گزشتہ ہفتے ایک نجی کام سے راولپنڈی جانے کا اتفاق ہوا ہے "ہر جا کہ رفتیم آسمان پیدا بود" کے مصداق وہاں بھی لوگ مرزائیوں ہی کی جان کو رو رہے تھے۔ ہوا یہ کہ حکومت نے ادارۂ تحقیقات اسلامی پاکستان' اسلام آباد کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر صغیر حسن معصومی کو اچانک معطل کر دیا اور ان کی جگہ ایک رسوائے زمانہ افسر شیخ محمود احمد کو لگا دیا۔ یہ شیخ محمود احمد جنہیں پنڈی کے لوگ مرزائیوں کی فہرست میں شمار کر کے ان کا ماتم کر رہے تھے۔ خدا جانے مرزائی ہیں یا پرویزی۔ وہی صاحب ہیں جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے ڈائریکٹر تعلیمات ہوتے ہوئے آزاد کشمیر میں زکواۃ کی شرح

میں ترمیم کی تجویز پیش کی تھی اور سارے ملک میں احتجاج ہوا تھا۔ یہ صاحب وہاں سے نکالے گئے اور پھر وزارت امور کشمیر میں آ گئے اور اب وہاں سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے سابق بدنام زمانہ ڈائریکٹر فضل الرحمان کے صحیح جانشین بن گئے ہیں۔ حکومت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ کس ادارے کا سربراہ کس شخص کو بنا دیا ہے۔ یہ تقرری ایسی ہے جیسے چنوں کی ڈھیری کا رکھوالا کسی گدھے کو رکھ لیا جائے۔ دکھ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوتا' ملک کے کروڑوں مسلمان ان کو گمراہ اور وہ کروڑوں مسلمانوں کو گمراہ سمجھتے ہیں' حکومت انہیں کیوں ایسے اداروں کی سربراہی سپرد کر دیتی ہے' جن کا تعلق اسلام سے ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی سربراہی پر شیخ محمود احمد جیسے بد دین آدمی کی تقرری اور جناب معصومی صاحب کی معطلی کا پس منظر یہ بتایا گیا ہے کہ مرزائیوں نے اپنے خاص اثر و رسوخ کو استعمال کر کے وہاں ایسا آدمی مقرر کروایا ہے جو اسلامی قوانین اور اقدار کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی مہارت رکھتا ہو اور خصوصاً" مرزائیوں اور قتل مرتد کے مسئلے میں حالات سے تعاون کرنے والا ہو۔ چونکہ ———— مستقل آئین میں پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام قرار پا چکا ہے اور اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ دوسری طرف مرزائیت کی تحریک سراپا ارتداد ہے اس لئے دیر یا سویر پاکستان میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ مرتد کی سزا تعزیرات پاکستان میں قتل رکھی جائے' اس خطرے کی پیش بندی کے لئے مرزائیوں نے جسٹس ایس اے رحمان ریٹائرڈ جج سے ایک کتاب لکھوائی' جس میں جج صاحب نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ جج صاحب نے یہ کتاب ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر صغیر حسن معصومی کو بھیجی کہ وہ اس پر اپنی رائے تحریر کر دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی بے لاگ رائے لکھ دی کہ قرآن مجید' سنت نبویؐ اور اجماع صحابہؓ سے یہی ثابت ہے کہ اسلام سے پھر جانے والے مرتد کی سزا قتل ہے اور امت میں ہمیشہ یہی عقیدہ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ ڈاکٹر معصومی کا یہ جرم ناقابل معافی تھا' اس لئے وہ معتوب ہو

گئے۔ انہیں نہ صرف یہ کہ معطل کر دیا گیا بلکہ ان پر جھوٹے اور فرضی الزامات کے تحت مقدمے بنانے کی افواہیں بھی گرم کی جا رہی ہیں۔ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی کے منصب پر ایک بے دین کو لگا دیا گیا ہے تاکہ جسٹس ایس اے رحمان کی کتاب پر حسب منشا تبصرہ لکھوایا جا سکے اور پھر وہ کتاب وزارت قانون کو بھجوائی جائے تاکہ کہیں قتل مرتد کی سزا تعزیرات پاکستان میں شامل نہ ہو سکے۔

اس پس منظر میں یہ ساری کارروائی کی گئی ہے' پچھلے جمعہ اسلام آباد اور راولپنڈی کے خطیب صاحبان نے اس ظلم عظیم کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور حکومت کے اس فعل کی زبردست مذمت کرتے ہوئے جناب حفیظ پیرزادہ صاحب مرکزی وزیر تعلیم و انچارج اعلیٰ ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ اس ناانصافی کا فوری طور پر ازالہ کیا جائے۔ جناب ڈاکٹر معصومی صاحب کو جنہیں یقیناً سازش کا شکار بنایا گیا ہے' اپنے عہدہ پر بحال کیا جائے اور اس رسوائے زمانہ دہریئے کو' جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے' ادارۂ تحقیقات اسلامی سے الگ کیا جائے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس ناانصافی کے خلاف پورے ملک میں احتجاج کیا جا رہا ہے اور قراردادیں منظور کر کے جناب حفیظ پیرزادہ مرکزی وزیر تعلیم اور صدر بھٹو کو بھیجی جا رہی ہیں۔ خدا کرے حکومت اس غلطی کی فوری طور پر تلافی کرے اور عوام میں اپنی پوزیشن کو خراب ہونے سے بچائے"۔ (ہفت روزہ لولاک ۲۱ جولائی ۷۳ء)

مرزائی سلطنت کے خواب

ربوہ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مرزائی جماعت ربوہ میں چار ایکڑ رقبہ پر بہت لمبا چوڑا تہ خانہ تیار کرا رہی ہے۔ اس کثیر المقاصد عظیم بلڈنگ کے لئے کھدائی کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اس عظیم منصوبہ کے اخراجات کو کیمو فلاج کرنے کے لئے "عمل صالح" کے نام پر مرزائیوں سے رضاکارانہ خدمات بھی حاصل کی جا رہی ہیں۔ جس میدان کو تہ خانہ کی شکل دی جائے گی۔ وہاں فی الحال "انٹر نیشنل پریس" کا بورڈ لگایا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ربوہ میں ایشیا کا سب سے بڑا پریس قائم کیا جائے گا۔ اس

انٹر نیشنل پریس کا میکا نیز سسٹم کے ذریعہ تمام دنیا کے ساتھ براہ راست رابطہ ہو گا۔ یہ پریس یہاں سے اپنی حکمت عملی کی ٹکسال میں ڈھلی ہوئی خبریں دنیا بھر کو بھیجے گا اور دنیا بھر سے آمدہ خبروں کو اپنے الفاظ کا جامہ اوڑھا کر یہاں اشاعت کے لئے ریلیز کرے گا۔

اس انٹر نیشنل پریس پر مرزائی پہلے کروڑوں روپے خرچ کریں گے اور پھر سیاسی مفادات کے علاوہ اس کے ذریعہ کروڑوں روپے کمائیں گے۔

اس سے پہلے ربوہ میں اسلحہ بنانے کی ایک فیکٹری بھی تہ خانہ ہی میں کام کر رہی ہے۔ یہ فیکٹری مبینہ طور پر دراصل ایک نالی بندوق کی مرمت کے لائسنس کی آڑ میں قائم ہے۔ اس تہ خانہ میں اس قسم کی مشینری اور خراد وغیرہ بتائے جاتے ہیں' جن کے ذریعہ رائفل اور دوسرا خطرناک اسلحہ بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ وہاں کیا بنتا ہے؟ وہ کہاں جاتا ہے؟ یہ سب ایک سنگین راز ہے' ربوہ کے مخصوص ماحول میں جہاں سوائے ایک عقیدہ کے لوگوں کے کوئی دوسرا شخص رہائش ہی اختیار نہیں کر سکتا' اس راز سے کون آگاہ ہو سکتا ہے؟

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کامرس بنک کے زیادہ حصے مرزائیوں نے خرید لئے ہیں اور اب یہ بنک تقریباً" مرزائیوں کا ملکیتی بنک ہو چکا ہے' اس کے بڑے بڑے عہدوں پر مرزائی فائز ہیں۔ تمام نئے آفیسرز مرزائی بھرتی ہو رہے ہیں۔

پچھلے دنوں حکومت نے ملک بھر کی بیمہ کمپنیوں کو بھی اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ ان تمام بیمہ کمپنیوں کو ایک نظم میں ملا کر اس کا انچارج ایک کٹر مرزائی کو لگا دیا گیا۔ اس نے تقریباً" اس سارے سلسلہ پر مرزائیوں کا قبضہ کرا دیا ہے۔

اس وقت بیمہ کمپنیوں کا کاروبار چوپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ ۱۹۷۰ء' بیمہ کی آمدنی کے لحاظ سے بدترین سال تھا لیکن اس سال مرزائی افسروں کی بدولت بیمہ کمپنیوں کا کاروبار ۱۹۷۰ء کے مقابلے میں صرف ۲۵ فیصد رہ گیا ہے۔ یہ بربادی برداشت کی جا رہی ہے لیکن ان مرزائی افسروں سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ تمہارے منہ میں کتنے دانت ہیں!

ملک کے دوسرے بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے بنکوں میں بھی مرزائیوں نے روپیہ جمع کروا رکھا ہے اور اس روپیہ کے معاوضہ میں سود کے علاوہ مرزائی نوجوانوں کو اچھے اچھے عہدوں پر بھرتی کروایا گیا ہے۔ یہ روپیہ کہاں سے آیا ہے؟ یہ نہ کوئی پوچھنے والا ہے اور نہ کسی کو بتانے کی ضرورت ہے۔

بنک اور دوسرے بڑے بڑے مالیاتی منصوبے پراجیکٹ' بڑے بڑے ٹھیکے اور درآمد و برآمد کے کاروبار میں مرزائی اہم ترین مفادات پر چھائے ہوئے ہیں۔ گویا ملک کی اقتصادیات پر ان کا تقریباً" قبضہ ہو چکا ہے۔

حالیہ فوجی سازش یا فوجی بغاوت میں کافی تعداد مرزائی افسروں کی بھی ہے۔ یہ لوگ گرفتار ہوئے ہیں اگر یہ گرفتار نہ ہوتے اور یہ سازش پکڑی نہ جاتی تو یہ لوگ مبینہ طور پر صدر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دینا چاہتے تھے۔

ایک طرف مرزائی منافقانہ طور پر صدر بھٹو کی معیت اور ان سے تعاون کا دم بھرتے ہیں لیکن اندر ہی اندر کسی دوسری طاقت سے مل کر صدر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر اس طاقت کو برسراقتدار لانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ صدر بھٹو نے انہیں بڑی رعائتیں دے رکھی ہیں۔ لیکن صدر صاحب کا غالباً" جرم یہ ہے کہ وہ ان کے ہم عقیدہ نہیں ہیں اور وہ ملکی مفاد کو چھوڑ کر سو فیصد ان کے اشارے پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

پہلے مرزائیوں نے ملک کی تقسیم کے وقت باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ اور کانگرس سے الگ اپنا مؤقف پیش کر کے پاکستان کو شدید نقصان پہنچایا۔ گورداسپور کا ضلع جو پاکستان کو مل چکا تھا ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔ ہندوستان کو گورداسپور سے کشمیر کے لئے راستہ مل گیا اور اس طرح ہمارے ہاتھوں سے کشمیر جاتا رہا ـــــ پھر سر ظفر اللہ خان قادیانی نے اپنی وزارت خارجہ کے زمانے میں پاکستان کو امریکہ و برطانیہ کا دم چھلا بنا کر ایشیائی ممالک خصوصاً" روس' چین اور افغانستان سے دور تر کر دیا اور پاکستان کے لئے بے پناہ مشکلات اور مسائل پیدا کر دیئے۔ اگر بعد میں ذوالفقار علی بھٹو بطور وزیر خارجہ نہ آتے تو پاکستان انگریزوں اور امریکیوں کی ایک

گونہ نو آبادی بن چکا ہوتا۔ اس کی آزادی کالعدم ہو گئی ہوتی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کو آزاد خارجہ پالیسی دی اور اپنے ہمسایہ ممالک خصوصاً چین جیسے عظیم ملک سے مخلصانہ تعلقات قائم ہو گئے جو آج بھی ہماری ملکی سالمیت اور آزادی کی ضمانت کہلا سکتے ہیں۔

ظفر اللہ خان قادیانی کے بعد مرزائیوں کے دوسرے اہم مہرے ایم ایم احمد قادیانی تھے' وہ ملک کی اقتصادی منصوبہ بندی کے انچارج تھے' وہ اپنے مخصوص عقائد کی روشنی میں ملک کی ایسی اقتصادی پالیسی بناتے رہے' جس سے بنگالیوں میں احساس محرومی پیدا ہوتا رہا اور مسلسل بڑھتا رہا۔ نظریہ ظاہریہ کشمکش سیاسی رہی لیکن اندرونی طور پر بنگالیوں کا زخم اقتصادی بدحالی اور پس ماندگی تھا۔ یہ زخم ایم ایم احمد کا لگایا ہوا تھا جو کارگر ثابت ہوا اور بالاخر بنگالی ہم سے ایم ایم احمد کی منشاء اور مساعی کے عین مطابق علیحدہ ہو گئے۔

اب ایم ایم احمد کے بعد نئے مہرے کام کر رہے ہیں۔ ملک کی اقتصادیات پر قبضہ' اطلاعات پر قبضہ سیاسیات میں متعدبہ مداخلت' فوجی سازشوں کے ذریعہ حکومت کا تختہ الٹنے کی مساعی اور مستقبل میں امریکہ' برطانیہ اور ان کے ایجنٹوں کی معرفت ایک مرزائی سلطنت کے خواب دیکھ رہے ہیں"۔ (ہفت روزہ لولاک ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

پاکستان میں مرزائی ریاست ابھر رہی ہے

(بینک' ریلوے' محکمہ تعلیم' سوئی گیس اور مرزائی اللے تللے)

کامرس بنک اب تقریباً مرزائیوں کا ملکیتی بنک ہے۔ لائلپور زون کے زونل منیجر مبشر احمد قادیانی نے اپنے ماتحت تمام بنکوں کے مسلمان افسروں کو ادھر ادھر کر کے ان کی جگہ مرزائی منیجر مقرر کر دیئے ہیں۔ حمید بٹ آخری مسلمان افسر تھے جو اس زون میں میانوالی کامرس بنک کے منیجر تھے' ان کی جگہ بھی مرزائی منیجر کو بھیجا رہا ہے۔

ہم نے لولاک میں بار بار لکھا ہے کہ مرزائی' ریاست کے اندر ریاست قائم کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ ربوہ ان کا خالص اپنا شہر ہے۔ وہاں کے سرکاری اداروں میں بھی کوئی مسلمان ملازم نہیں ہے۔ مرزائی ملازمین تعینات کرائے جاتے ہیں۔ شاید کسی محکمہ میں کوئی مجبوری سے آنکھیں بند کر کے دن پورے کر رہا ہو۔ ریلوے' تعلیم' پولیس' غرضیکہ ہر محکمہ مرزائیوں کے سامنے عاجز ہے۔ پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی مرکز لائل پور ہے۔ اہالیان لائل پور کا بار بار کا مطالبہ یہ ہے کہ راولپنڈی تک سفر کرنے کے لئے کوئی تیز رفتار گاڑی چلائی جائے۔

لیکن محکمہ ریلوے نے چناب ایکسپریس کو وزیر آباد کے شارٹ کٹ راستہ سے محض ربوہ کے لئے ہٹایا۔ اب وہ بذریعہ برانچ لائن ربوہ سے ہو کر پورے ۱۲ گھنٹے میں پہنچتی ہے۔ اسی طرح اب ایک ریل کار لائل پور اور پنڈی کے درمیان چلائی گئی ہے لیکن وہ بھی ربوہ سے ہو کر تقریباً" ساڑھے گیارہ گھنٹے میں پنڈی پہنچتی ہے۔ جبکہ بس کا سفر سات گھنٹے کا ہے چنانچہ عوام بسوں میں سفر کرنے اور بسوں کے حادثات میں ہڈیاں تڑوانے اور سڑکوں پر مرنے پر مجبور ہیں۔ محکمہ ریلوے کی مجال نہیں ہے کہ ربوہ کو نظر انداز کر کے کوئی تیز رفتار گاڑی پاکستان کے اسی اہم تجارتی مرکز اور ملک کے دارالخلافہ کے درمیان چلا سکے۔ اس طرح محکمہ تعلیم کا سن لیجئے' ربوہ کے مردانہ اور زنانہ دونوں کالج گورنمنٹ کی تحویل میں آ چکے ہیں لیکن وہاں مرزائیوں کی انجمن کا قبضہ ہے۔ طلبہ نے احتجاج کیا۔ اب جب کہ یہ تعلیمی ادارے حکومت کے ہو چکے ہیں' انجمن احمدیہ کا عمل دخل ختم کیا جائے۔ اس پر پرنسپل اور انجمن احمدیہ کے غنڈوں نے سازباز کر کے ان طلبہ کو پٹوایا۔ حالانکہ ان میں احمدی لڑکے بھی شامل تھے۔ رفیق باجوہ کو جو ایک احمدی خاندان کے فرد تھے' قتل کرا دینے کی کوشش کی گئی۔ بہت سے طلبہ کو ربوہ سے زبردستی نکال دیا گیا' وہ کالج چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور اس دفعہ روزنامہ الفضل ربوہ نے بار بار اشتہار شائع کیا کہ تعلیم الاسلام کالج میں احمدی لڑکے داخلہ لیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ علاقہ کے مسلمان بچوں کو داخلہ نہیں دیا جائے گا۔ اس طرح کالج کو باقاعدہ ایک مرزائی کالج بنا دیا گیا۔ جناب ڈاکٹر عبدالخالق

صوبائی وزیر تعلیم اور جناب حفیظ پیرزادہ مرکزی وزیر تعلیم یہاں بالکل بے بس اور مجبور محض ہیں۔ انہیں اتنے بھی اختیارات نہیں کہ وہ وہاں سے پرنسپل کو یا کسی مرزائی لیکچرار کو تبدیل کر سکیں۔

اس سے بھی بڑھ کر بد نصیبی کی بات یہ ہے کہ سرگودہا سیکنڈری بورڈ پر مرزائیوں کا مکمل قبضہ ہے۔ مرزا غالب احمد قادیانی نے سرگودہا ریجن میں بھی ایک قادیانی ریاست قائم کر دی ہے۔ چیئرمین وہ خود' سیکرٹری مرزائی' رجسٹرار مرزائی' اکثر افسر مرزائی اور اکثر عملہ مرزائی' اکثر ممتحن مرزائی' اکثر امتحانات کے نگران مرزائی' یہاں تک سکھا شاہی کہ بعض ربوہ کے مبلغوں کو امتحانات کا ممتحن اور نگران بنایا جاتا رہا ہے اور سنئے اب غالب احمد کی اس سے بھی زیادہ اہمیت کی جگہ یعنی آپ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین ہو کر چلے گئے ہیں اور سرگودہا سیکنڈری بورڈ کا چیئرمین ایک مسلمان کو لگایا گیا ہے جو بیچارا مجبور محض ہے' کوئی کام اپنی مرضی اور صوابدید سے نہیں کر سکتا۔ اور مکمل مرزائی مشینری میں ایک مجبور پرزے کی حیثیت سے عنقریب ٹوٹنے والا ہے۔

یہ سرگودہا بورڈ پر قبضہ اس لئے ہے کہ ربوہ اور اس بورڈ کی تعلیمی مرزائی ریاست کی حدود میں جتنے مرزائی لڑکے پڑھتے ہیں' انہیں بہترین نمبروں پر پاس کیا جائے تاکہ میڈیکل' نان میڈیکل کے داخلے انہیں بغیر کسی حیل و حجت کے مل جائیں۔ فوج کی اعلیٰ اسامیوں کے لئے وہ بھرتی ہو سکیں۔ اور مسلمان لڑکے داخلہ نہ ملنے کے سبب دھکے کھائیں اور ذلیل ہوتے پھریں۔ پولیس کی شان میں کیا گستاخی کریں' پولیس کا یہ حال کہ حال ہی میں وہاں دن دہاڑے ایک سبزی فروش محمد علی قتل ہوا۔ پولیس کی اتنی مجال نہیں کہ وہ اس مقتول کی مظلوم بیوہ اور اس کے آٹھ یتیم بچوں کا بیان ان کی حسب خواہش قلمبند کر سکے۔ ملزموں کا گرفتار ہونا سزا پانا تو دور کی باتیں ہیں اور بیسیوں ناگفتنی چیزیں ہیں جو ربوہ میں ہو رہی ہیں لیکن پولیس کے ملازمین بس صرف اس لئے وہاں ہیں کہ وہاں رہیں اور کوئی بات ملک اور ملت کے مفاد کی سرانجام نہیں دے سکتے۔ سوئی گیس کے محکمہ کا ذکر سن لیجئے' سوئی گیس ابھی

لائل پور میں مکمل طور پر مہیا نہیں کی جا سکی لیکن اچانک وہاں سے اچھل اچھل کر ربوہ پہنچ گئی۔ کروڑوں پتی سیٹھوں کا شہر چنیوٹ راستے میں چھوڑ گئی۔ سرگودھا نہیں پہنچ سکی بس ربوہ پہنچ گئی اور معدودے چند کنکشنوں اور محدود آمدنی کی خاطر لاکھوں روپے کے خرچ سے پہنچائی گئی اور اب ربوہ کا نخرہ یہ ہے کہ ۲ انچ پائپ کی بجائے ۴ انچ والا پائپ ربوہ کے لئے تبدیل کیا جائے یعنی ابھی کروڑوں روپیہ مزید ضائع کیا جائے۔ سوئی گیس کا ذکر آیا ہے تو ذرا اس محکمہ کی کچھ اور باتیں بھی سن لیں۔ شاید ارباب اختیار میں سے کسی کو کچھ احساس ہو جائے' جس کی اگرچہ کوئی توقع نہیں ہے۔ پاکستان کی گذشتہ تاریخ میں جتنے بدقسمتی کے واقعات ہوئے ہیں' انہیں اگر جمع کیا جائے تو سب سے بڑے بدقسمتی کے دو حادثے ہیں' پہلا سر ظفر اللہ خاں کا اس مملکت اسلامیہ کا پہلا وزیر خارجہ ہونا دوسرا ایم ایم احمد کا اقتصادی مشیر بن جانا' ان دونوں حادثوں نے پاکستان کو نڈھال اور نیم جان کر دیا ہے۔ ایم ایم احمد ملک کی اقتصادیات کے سربراہ تھے جتنی آزاد اور خود مختار کارپوریشنیں ہیں' وہ بھی ان کی تحویل میں تھیں. سوئی گیس کا محکمہ بھی انہیں کے تابع تھا انہوں نے اپنے ایک بھانجے کو اس محکمہ کے مالیات کا سربراہ مقرر کرا دیا۔ اب ان بھانجے صاحب نے ایک اور چھلانگ لگائی ہے اور خیر سے سوئی گیس کے محکمہ کے سربراہ اعلیٰ بن گئے ہیں۔ جب سے ان کی ترقی ہوئی ہے' مرزائیوں نے مطالبہ شروع کر دیا ہے کہ ربوہ کی سوئی گیس کی ۲ انچ والی پائپ کی جگہ ۴ انچ والی پائپ تبدیل کر دی جائے چونکہ ملک کا مالک اللہ ہی ہے کسی کو کوئی پرواہ نہیں ہے' غالب یقین یہی ہے کہ اس غریب قوم اور ملک کے لاکھوں روپے مزید ربوہ کے لئے خرچ کردیئے جائیں گے۔

اب مسئلہ ایک کامرس بنک کا نہیں ہے' پورے ملک کا ہے۔ بنکوں کے سب سے بڑے حصہ دار مرزائی ہیں۔ حکومت نے اب تک یہ بھی تکلیف نہیں کی کہ کم از کم یہ معلومات جمع کرے کہ ملک میں ان کے پاس کل سرمایہ کتنا جمع ہے؟ کن کن بنکوں میں ہے اور اتنا پیسہ مرزائیوں کے پاس کہاں سے آگیا ہے؟ آمدنی کے علاوہ ان کے اخراجات کی تفصیل کیا ہے؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ افسروں کا مزاج ایسا بنا دیا گیا

ہے کہ جہاں کہیں کوئی معاملہ مرزائیوں کے متعلق آ جائے تو یہ کہہ کر گول ہو جاتے ہیں کہ ان کے اوپر بڑے لوگ ہیں' انہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا اور اگر کوئی سر پھرا ہمت کرے تو الٹا اس کی گردن توڑ دی جاتی ہے۔ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۲۸ جنوری ۷۴ء)

(۱) مرزا ناصر کا دورۂ لندن (۲) حکومت وضاحت کرے

(مرزائیوں کا پروپیگنڈہ کہ وہ بھٹو صاحب کی دعوت پر لندن گئے ہیں)

"جب سے پاکستان کا مستقل دستور منظور ہوا ہے اور اس میں مسلمان کی تعریف شامل ہو گئی ہے' اس وقت سے مرزائی جماعت اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی ہے۔ اس وقت سے عجیب و غریب پر اسرار حرکتوں میں مصروف ہے۔ اس کی عجیب و غریب حرکتوں میں سے ایک حرکت یہ ہے کہ وہ مسلسل یہ پروپیگنڈا کروا رہی ہے کہ اب یہاں ان کی حکومت قائم ہونے والی ہے۔ بعض نا سمجھ مرزائی ربوہ کے شاہی خاندان کے پروپیگنڈہ سے اتنے متاثر ہیں کہ وہ کھلے بازاروں کہتے پھرتے ہیں کہ بہت جلد ہماری حکومت بن جانے والی ہے۔

ویسے تو مرزائیوں کا سارا کاروبار ہی دجل' جھوٹ' فریب اور ایک طلسم ہوشربا طرز کا ہے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے' کھاتے پیتے بظاہر عقل سمجھ رکھنے والے لوگ ان کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس پر فریب نعرہ میں آئے ہوئے ہیں کہ احمدیت کل دنیا پر چھا جائے گی اور پاکستان کی حکومت تو اب ہمارے قدموں میں ہے۔ پھر بعض مرزائی اس چکر میں یوں بھی پھنس جاتے ہیں کہ انگریزوں نے مرزائیوں کی سروسز میں ایسی میخیں گاڑ دی ہیں کہ وہ پاکستان میں فوج اور سول کی تقریباً" تمام اہم ترین پوسٹوں پر قابض ہو گئے ہیں۔ یہ چیز ربوہ کے شاہی خاندان کے حکومت پر قبضہ کے متعلق پروپیگنڈا کو قرین قیاس بناتی ہے اور ایک چکر در چکر چلتا جا رہا ہے —— پچھلے دنوں اس سلسلہ میں ایسے اہم واقعات سامنے آئے ہیں کہ اگر حکومت کا دماغ سوچھ

بوجھ سے عاری نہ ہوتا تو مرزائی اب تک ٹھکانے لگ گئے ہوتے۔

۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں مرزائیوں کا جو خفیہ اجلاس ہوا اور اس میں جو فیصلے ہوئے اس کے بعد مرزائیوں کا وہی حشر ہونا چاہئے تھا جو کبھی ایران کی حکومت نے بہائیوں کا کیا تھا لیکن حکومت کے اعضاء و جوارح مرزائیت کی تکنیک' اس کے دعاوی اور اس کے عزائم کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ صدر بھٹو ذہین آدمی ہیں لیکن ان تک کوئی صحیح بات غالباً پہنچتی ہی نہیں ہے۔

اب معلوم ہوا ہے کہ مرزا ناصر احمد بہ لطائف الحیل اپنے بارہ ہمراہیوں سمیت ملک سے باہر جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ ۱۲ جولائی کو ربوہ سے چپکے سے نکل گئے تھے لیکن الفضل نے ان کی روانگی کو بالکل خفیہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب وہ ۲۱ جولائی کو ملک سے باہر پرواز کر جانے میں کامیاب ہو گئے تو الفضل نے ان کے لندن روانہ ہو جانے کی خبر شائع کی۔ مرزائیوں کو علم تھا کہ اگر مسلمانوں کو معلوم ہوتا کہ مرزا ناصر احمد ملک سے باہر جا رہے ہیں تو ان کے خلاف مظاہرے ہونے تھے اور مطالبہ کیا جاتا تھا کہ ملک سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مرزا ناصر احمد جس طرح سے گئے ہیں' وہ بھی حکومت کے لئے قابل غور ہے۔

مرزائیوں نے ملک بھر میں اس خبر کو خوب خوب مشہور کیا کہ جب صدر بھٹو روم پہنچے اور انہیں خبر ہوئی کہ ان کا دورہ امریکہ منسوخ ہو گیا ہے تو صدر بھٹو نے ربوہ سے رابطہ قائم کر کے مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کو روم آنے کی دعوت دی۔ مرزا ناصر احمد نے وہاں جانے سے انکار کر دیا اور بہانہ کے طور پر بتایا کہ وہ بیمار ہیں۔

صدر بھٹو نے ایم ایم احمد اور سر ظفر اللہ خان کی معرفت مرزا صاحب کو یورپ آنے پر آمادہ کیا لیکن مرزا صاحب نے کہا کہ میں روم میں نہیں بلکہ لندن میں ان سے ملاقات کروں گا چنانچہ مرزا ناصر احمد صدر بھٹو سے لندن میں ملاقات کرنے کے لئے گئے ہیں۔ یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ صدر بھٹو کا دورہ امریکہ تو مرزائیوں کی صدر بھٹو سے ناراضگی کے باعث منسوخ ہوا ہے۔

یہ سب بلیک میلنگ تھی' حیلے بہانے تھے اور ان حیلوں بہانوں سے مرزا صاحب

ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے' اب حکومت کا فرض ہے کہ وہ لندن میں مرزائیوں اور ان کے خلیفہ کی سرگرمیوں کی نگرانی کریں۔ ان کے اور ان کے آقایان ولی نعمت انگریز بہادر کی سرگوشیوں کو سننے کی کوشش کریں"۔ (ہفت روزہ لولاک ۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء)

لندن ایئرپورٹ پر قادیانیوں کا ذکر

"صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے لندن کے ہوائی اڈہ پر استقبال کرنے والے پاکستانیوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں دو دن کے لئے حکومت برطانیہ کی دعوت پر آیا ہوں۔ یہاں اگر میں فلاں ہوٹل میں قیام کروں تو لوگ کہیں گے کہ حکومت احمدیوں کی ہو گئی ہے۔

لندن کے ہوائی اڈے کی اس تقریر میں صدر بھٹو نے بعض دوسری جماعتوں کے نام بھی لئے مگر سب سے پہلے انہوں نے قادیانیوں ہی کا تذکرہ کیا۔ صدر بھٹو کے طنزیہ انداز خطاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی حکومت کے بارے میں بعض جذباتی رہنماؤں کی طرف سے یہ جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور جمع تفریق کر کے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ بھٹو کی حکومت قادیانی ہو گئی ہے۔ کسی طور بھی صحیح نہیں ہے۔

صدر بھٹو کی زبان سے لندن کے ہوائی اڈے پر قادیانیوں کا تذکرہ اور ان سے دامن کشی کا اظہار اس لئے بھی مفید رہا کہ برطانیہ' قادیانیت کی جنم بھومی اور ان کا ملجاد ماویٰ ہے اور برطانیہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے مرزائی عموماً اس قسم کا غلط پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان میں ان کا بڑا عمل دخل ہو رہا ہے اور عنقریب وہاں ان کی مکمل حکومت قائم ہونے والی ہے' ایسے حالات میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع میں اس ملک کے سربراہ کی زبان سے اس قسم کے تاثرات کا اظہار کہ وہ کسی قادیانی احمدی ہوٹل میں قیام کو نہ خود پسند کرتے ہیں نہ عوام' قادیانیوں سے عوامی نفرت اور صدر کی اپنی ناپسندیدگی کا آئینہ دار ہے"۔

ہفت روزہ خدام الدین ۲ اگست ۱۹۷۳ء

مرزائی اور ٹریننگ کالج لائل پور

"اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ جناب میاں محمد افضل صاحب اپنی سرکاری حیثیت کے بل بوتے پر کس طرح اپنے کارڈ (گورنمنٹ ٹریننگ کالج) میں احمدیت کے مسلک کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں اور دوسرے سرکاری کالجوں کے طلباء و اساتذہ کو بھی سیر و تفریح کے بہانے ربوہ لے جا رہے ہیں' اور ان کی شدھی کر رہے ہیں۔ اب ہم —— درج ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ میاں محمد افضل صاحب ایک طرف اپنی سرکاری ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر مختلف حربوں سے دولت کمانے میں مصروف ہیں اور دوسری طرف احمدیت کے مسلک کو پھیلانے میں اپنی تمام فکری و عملی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

زراندوزی اور جمع دولت

عرصہء دراز سے میاں صاحب کئی سرکاری مناصب اور عہدے اپنی ذات میں جمع کئے ہوئے ہیں جو ان کی سوہن زرطلبی کے آئینہ دار ہیں اور ان کے اثر و رسوخ کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کر رہے ہیں۔ میاں محمد افضل صاحب سرگودھا انٹر میڈیٹ کے انگریزی کے صدر ممتحن ہیں اور یونیورسٹی لاہور میں "بی اے" اور "بی ایڈ" کے صدر ممتحن بنے ہوئے ہیں پھر آنجناب ہی سرگودھا بورڈ اور لاہور یونیورسٹی دونوں کی طرف سے انٹرمیڈیٹ اور بی اے وغیرہ کے امتحانات کے ناظر (انسپکٹر) مقرر ہوتے ہیں۔ وہ سیکنڈری بورڈ آف ایجوکیشن کی پبلش کمیٹی کے رکن اور نئی اقلیتی اصلاحات کی کمیٹی کے عہدیدار بھی ہیں (جس کا اجلاس اسلام آباد میں ہوا کرتا ہے) پچھلے دنوں صاحب موصوف فلپائن (منیلا) تشریف لے گئے جہاں کل مملکتی ماہرین تعلیم کا اجلاس منعقد ہوا تھا' اس طرح صاحب موصوف تین چار ہفتے تک اپنے کالج سے غیر حاضر رہے۔ ادھر حکومت پاکستان نے لائل پور کے جو پرائیویٹ کالج اپنی تحویل میں لئے ہیں' ان کے نگران اعلیٰ (لیزن آفیسر) وہی ہیں۔

مزید برآں میاں افضل صاحب ہی ڈائریکٹر محکمہء تعلیم سرگودھا ریجن کے ایماء پر لائل پور کے تمام پرنسپل صاحبان کا اجلاس طلب کرتے ہیں جسے ڈائریکٹر صاحب کو خطاب فرمانا ہوتا ہے۔ اتنا ہی نہیں تمام گورنمنٹ کالجوں کے (مسائل سلجھانے کی غرض سے) پرابلم آفیسر مقرر کئے گئے ہیں۔ عنایات خسروانہ کی بارش ہے کہ جو ان پر دن رات ہو رہی ہے' بی ایڈ کے عملی امتحانات کا عملی منصوبہ (پلان) وہی بناتے ہیں اور اس کے ممتحن اعلیٰ بھی وہی ہوتے ہیں۔ اس طرح صاحب موصوف کالج کے تعلیمی و تنظیمی کاموں میں دلچسپی لینے کی بجائے' دوسرے مسائل میں اپنی صلاحیتیں کھپا دیتے ہیں جن سے ان کی دوسروں پر بالادستی قائم رہے اور دولت کی ندی بھی ان کے گھر کی طرف رواں دواں رہے۔

مرزائیت کی تبلیغ

میاں محمد افضل صاحب کے کالج میں دست راست پروفیسر امان اللہ قریشی ہیں۔ جو معروف قسم کے احمدی ہیں اور مرزائیت کے فروغ میں میاں صاحب سے چند قدم آگے ہیں۔ میاں صاحب نے کالج کے تمام اہم عہدے.اور شعبے ان کو سونپ دیئے ہیں تاکہ دوسرے اسٹاف ممبران ان کے انگوٹھے کے نیچے رہیں یہ امان اللہ صاحب ایک طرف اسٹاف سیکرٹری بنا دیئے گئے ہیں تاکہ تمام.اسٹاف پر ان کی نگرانی رہے دوسری طرف انہیں داخلہ کمیٹی کے ریکارڈ کا محافظ اور نگران بنا دیا گیا ہے تاکہ وہ احمدی لڑکوں اور لڑکیوں کو داخلہ دلوانے کے لئے سرکاری ریکارڈ میں "جو گڑ بڑ کرنا چاہیں" کر سکیں۔ ویسے بھی میاں افضل صاحب کو بحیثیت پرنسپل بیس فی صد طلباء و طالبات کو داخلہ دینے کا امتیاز حاصل ہے۔ وہ سارے کے سارے مرزائیوں کے داخلہ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر محکمہ تعلیم کی طرف سے اعلیٰ اختیارات کا حامل تحقیقاتی کمیشن بٹھایا جائے تو کالج میں داخلہ کے سلسلہ میں بہت سی بد عنوانیوں کی نشان دہی کی جا سکتی ہے جو لڑکوں اور لڑکیوں کے داخلہ کے وقت اس کالج میں بہت بڑے پیمانے پر کی جاتی ہیں اور جس کے باعث بہت سے مستحق طلباء داخلے و تعلیم سے

محروم رہ جاتے ہیں۔ معلوم رہے کہ میاں افضل صاحب کی موجودہ خلیفہ ربوہ ناصر احمد سے قریبی رشتہ داری ہے اور ربوہ کی ہدایات کے تحت بڑے پیمانے پر احمدی طلباء و طالبات کو داخلہ دیا جا رہا ہے تاکہ تعلیمی اداروں کی راہ سے بھی مرزائیت کو مسلط کیا جا سکے۔ یا کم از کم ختم نبوت کے بارے میں نئی نسلوں کے ذہنوں میں خلفشار پیدا کر دیا جائے۔

گذشتہ سال جو مرزائی طالب علم داخل ہوئے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ امسال جن مرزائی طلباء و طالبات کو داخلہ دیا گیا ان کی فہرست بھی جلد شائع کر دی جائے گی۔

جن مرزائی طلباء کو گذشتہ سال داخلہ دیا گیا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ سردار ارشد' انعام اللہ بٹ' ریاض احمد بھٹہ' فضل احمد شاہد' مبارک احمد چیمہ' نصیر احمد خاں' عبدالسنان فیاض' چوہدری رفیق' ارشاد احمد' محمد ظریف' عرفان اللہ شیخ

جناب میاں افضل صاحب نے امان اللہ قریشی صاحب کو ہی افسر انتخابات (الیکشن کمشنر) مقرر فرما دیا ہے تاکہ انتخابات میں اپنے ڈھب کے طلباء کو کامیاب کروا سکیں خصوصاً" مرزائی طلباء کو یونین کے عہدے حاصل کرنے میں مدد کر سکیں۔ اگرچہ چند نیک دل استاذوں کی کوششوں سے مرزائی امیدوار سابقہ برس انتخابات میں ناکام رہے لیکن مسٹر فروغ عندلیب کو نمائندہ بنوانے میں انہیں پوری کامیابی ہوئی نیز میاں صاحب نے امان اللہ صاحب کو ہی دارالاقامتہ (ہوسٹل) کا نگران اعلیٰ مقرر فرما دیا ہے تاکہ ان کے زیر سایہ مرزائی طلباء اور مرزائی مبلغین کھلے بندوں کام کر سکیں۔

چونکہ طالبات' لڑکوں کی نسبت زیادہ آسانی سے اثر قبول کرتی ہیں۔ اس لئے ان میں بڑی تیزی سے مرزائیت کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔ گذشتہ برس غیر احمدی اساتذہ کے علاوہ طلباء کا بھی ایک وفد ربوہ شدھی کے لئے لے جایا گیا تھا۔ اس مرتبہ لڑکیوں کا ایک وفد ربوہ لے جانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ امان اللہ صاحب اور میاں افضل صاحب ہر دو کی بیگمات ان طالبات پر خصوصی توجہ دیتی ہیں اور وہ کسی طرح بھی تبلیغی سرگرمیاں دکھانے میں اپنے شوہروں سے پیچھے نہیں۔ پچھلے سال ہاسٹل میں طالبات کی

نگران اعلیٰ (ہیڈ گرل) ایک مرزائی طالبہ ہی مقرر کی گئی تھی۔ جو بڑے جوش و خروش سے کام کرتی رہی اور طالبات میں وسیع پیمانے پر لٹریچر تقسیم کرتی رہی۔ بہر حال ایسی تمام سرگرمیوں کی روح رواں' جناب میاں محمد افضل صاحب کی ذات گرامی ہی ہے جو بہت سے کلیدی تعلیمی مناصب کو سمیٹے ہوئے ہے جو دنیوی منافع حاصل کرنے کے رنگ ڈھنگ میں بڑی مہارت رکھتے ہیں اور مرزائیت کے روحانی عملیات کے کاروبار کو خاصی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ اگرچہ کالج میں چند سنی و شیعہ پروفیسر صاحبان موجود ہیں لیکن ان میں کا ایک بڑا گروپ میاں صاحب سے "شریفانہ معاہدہ" کئے ہوئے ہے کہ وہ کالج کی طالبات کے ساتھ انہیں ناجائز تعلقات استوار کرنے پر گرفت نہ کریں تو وہ میاں صاحب کو مرزائیت کے پروپیگنڈے کرنے پر قابل مواخذہ نہ سمجھیں گے اور ان کے راستے میں بالکل مزاحم نہ ہوں گے۔

اس طرح کالج میں دو امور میں سرگرمی دکھائی جا رہی ہے۔ ایک مرزائیت کی تبلیغ' اور دوسرے طالبات کی عزت و ناموس کے ساتھ کھیلنے کا مشغلہ! طلباء و طالبات بھی اپنے استادوں کی دیکھا دیکھی نہ صرف اپنے ایمان کو بچانے سے قاصر ہیں بلکہ وہ بھی شرافت نفسی سے عاری ہو چکے ہیں۔ تعلیم و تعلم کی طرف نہ میاں صاحب کی توجہ ہے اور نہ ہی اساتذہ کی! اسی کا ثمرہ ہے کہ امسال ٹریننگ کالج لائل پور کا نتیجہ تقریباً" چالیس فی صد رہا جب کہ گذشتہ برسوں میں اسی تعلیمی ادارے کا اسی نوے فی صد نتیجہ آتا تھا۔ محکمہ ء تعلیم کے ارباب بست و کشاد سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اعلیٰ سطح پر تحقیقاتی کمیشن قائم کریں جو پورے کالج کی تحقیقات کرے۔ خصوصاً" داخلوں کا احتساب کرے کہ کس طرح غیر مستحق مرزائی طلبہ و طالبات کو کالج میں چور دروازے سے داخلہ مل رہا ہے اور میاں محمد افضل صاحب پرنسپل' ان کے دست راست امان اللہ قریشی کا بلا تاخیر تبادلہ کرے تاکہ اساتذہ کی تربیت کے اس ادارے میں اچھی روایات کی حوصلہ افزائی ہو اور فحاشی اور بدعقیدگی کا قلع قمع ہو سکے"۔

(ہفت روزہ المنبر لائل پور)

فوج میں قادیانی سازش

"پشاور ۷ اگست جنرل کورٹ مارشل نے پاک فضائیہ کے چودہ افسروں کے خلاف مبینہ سازش کے الزام میں مقدمہ کی سماعت ۲۹ اگست تک ملتوی کر دی ہے۔ آج عدالت نے وکلاء صفائی کی درخواست پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ وکلاء صفائی نے درخواست میں دس روز کے لئے مقدمہ کی سماعت ملتوی کرنے کی درخواست کی تھی۔ ایئر وائس مارشل سی آر نواز نے عدالت کی صدارت کی۔ قبل ازیں وکیل صفائی جناب ایم انور نے کہا کہ فوجی افسروں کے مقدمے کے گواہوں کا اس مقدمہ میں بھی پیش ہونے کا امکان ہے اور فوجی مقدمہ میں گواہوں کے خلاف شہادت کی بنیاد پر اپنے دفاع کی تیاری کے لئے مقدمہ کی سماعت ملتوی کرنا ضروری ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس مقدمہ میں ابتدا میں جو گواہ پیش کئے جائیں گے' ان کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ سازش کے آغاز' اس میں ملوث افسروں کی گرفتاری اور اگر اس مقدمہ کی ایف آئی آر ہو تو اس کے متعلق بتائیں گے۔ چونکہ فوجی مقدمہ اور فضائیہ کے مقدمہ کا ایک ہی سازش سے تعلق ہے۔ اس لئے قلعہ اٹک کے مقدمہ کے خلاف شہادت میں بیان کردہ حقائق سے متعلق ایک متوازی کہانی حاصل ہو گی۔ وکیل صفائی نے عدالت کو بتایا کہ ملزموں کی جانب سے پیش کردہ درخواست پر پی اے ایف ایکٹ کی دفعہ ۱۴۰ کے تحت طلب کرنے والی اتھارٹی نے تین یا چار روز میں ہر ملزم کو فوجی مقدمہ کی شہادت کی دو نقول فراہم کرنے سے اتفاق کیا ہے۔ اس لئے وکلاء صفائی کو مقدمات کی تیاری کے سلسلے میں تقریباً" ۶ دن دیئے جانے چاہئیں۔ دوسرے تمام وکلاء صفائی نے اس درخواست کی حمایت کی۔ قبل ازیں ۲ اگست کو مبینہ سازش کے ملزموں نے جنرل کورٹ مارشل میں اپنے بیانات میں کہا ہے کہ ہم پر ناقابل بیان اور روح فرسا مظالم ڈھائے گئے۔ سکویڈرن لیڈر وحید نے تشدد اور ایذا رسانی میں گسٹاپو کو مات کر دیا ہے۔ گروپ کیپٹن عبدالقادر نے اپنے بیان میں کہا کہ میں نے صدر کو ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی قادیانی سازش سے باخبر کیا تھا۔ اس لئے فضائیہ اور فوج کے اعلیٰ افسروں کے اشارے پر مجھے مقدمہ میں پھانس لیا گیا ہے۔

انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ میری کوٹھڑی اور کمرے کے باہر مسلح محافظ تعینات کئے گئے۔ جب مجھے تفتیش کے لئے مقرر کردہ جونیئر افسروں کی گالیوں دھمکیوں سے مہلت ملتی تھی۔ یہ محافظ تمام وقت میرے کمرے کے اندر جھانکتے رہتے تھے۔ یہ عمل اس وقت بھی جاری رہتا تھا' جب میں کوٹھڑی کے اندر رکھا ہوا کموڈ استعمال کرتا تھا۔ تحقیقات کی آڑ میں مجھے شرمناک طریقے پر ذلیل اور رسوا کیا گیا۔ مجھے گندے برتنوں میں انتہائی گھٹیا اور خراب خوراک کی قلیل مقدار دی جاتی تھی۔ مجھے کئی دن اور رات جگایا جاتا تھا۔ مجھے کمزور اور تکلیف دہ حالت میں جونیئر افسروں کے ذریعے گالیوں اور بے عزتی کا شکار بنایا جاتا تھا۔ میرے ہاتھوں اور آنکھوں پر پٹی باندھی جاتی تھی۔ بستر کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا اور اس پر بھی مزید خراب سلوک کی دھمکی دی جاتی تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ میری بیوی کو بھی حراست میں لے لیا گیا ہے اور مجھ سے اس بات کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا گیا کہ بچوں کو اپنی ساس کی تحویل میں دینے کی اجازت دے دوں۔ مجھے بتایا گیا کہ اگر میں نے اپنے ہاتھ سے اقبالیہ بیان تحریر کر کے اس پر دستخط نہ کئے تو میری بیوی کے ساتھ کمانڈر کی بیوی جیسا سلوک کیا جائے گا۔ جب اسے اس کے شوہر کے برابر کوٹھڑی میں بند کیا گیا تھا۔ باری باری لوگ اس کے کمرے میں داخل ہوتے تھے اور کمانڈر' عبرت سے اس کی چیخوں کی آواز سنتے تھے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر میں نے اپنی تحریر میں مطلوبہ بیان دے دیا تو نہ صرف خود میری بلکہ میرے خاندان کی جان بھی بچ جائے گی۔

مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اٹک کے قلعے میں ایذا رسانی کا معیاری طریقہ یہ ہے کہ جسم کے نازک پوشیدہ اعضاء کے ساتھ وزن لٹکا کر گھنٹوں کھڑا رکھا جاتا ہے۔ جب میں نے مطلوبہ بیان دے دیا تو ایذا رسانی میں کچھ کمی ہو گئی اور مجھے افسروں کی معیت میں لایا گیا مگر قید تنہائی میں رکھا گیا۔ دھمکیوں اور تشدد کے ذریعے دو ٹائپ شدہ بیانات پر مجھ سے دستخط بھی لئے گئے۔ گواہوں کے بیانات میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ میں نے مجسٹریٹ کے سامنے اقبالیہ بیان دیا تھا۔ یہ قطعی جھوٹا الزام ہے۔ میں نے کسی مجسٹریٹ کے سامنے رضاکارانہ طور پر اقبالی بیان نہیں دیا۔ اقبالی بیان پر دستخط

حاصل کرنے کے بعد مجھے حفاظتی دستے کی نگرانی میں اپنی بیوی اور سالے سے ملاقات کی اجازت دی گئی اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی گئی کہ اگر میں نے اپنی گرفتاری اور دوسرے واقعات کے بارے میں کوئی بات کی تو ملاقات فوراً" ختم کر دی جائے گی اور مجھے قلعہ اٹک کی اس کوٹھڑی میں بھیج دیا جائے گا۔ جہاں سے مجھے لایا گیا ہے۔ مجھ سے پورے عرصے میں یہ وعدہ بھی لیا گیا کہ اگر میں مطلوبہ اعتراف کر لوں تو مجھے رہا کر دیا جائے گا۔ کیونکہ بہت سے افسروں کو رہا کیا جا چکا ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے عدالت میں کھڑے ہوئے ملزمان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے۔ میں انصاف اور اس فضائیہ کے نام پر جس کی تعمیر ہم نے سچائی بہادری اور انسانی وقار کی بنیادوں پر کی ہے آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ فاضل عدالت تمام معاملات اور ان ہتھکنڈوں کی اچھی طرح' چھان بین کرے جن سے نام نہاد اقبالی بیانات حاصل کئے گئے ہیں۔ گواہوں کی ابتدائی فہرست اور ۲۸ جولائی کو فراہم کردہ ترمیم شدہ فہرست عدالت کے سامنے واقعات کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتی۔ تحقیقات میں شامل کئی افسروں کے نام گواہوں میں موجود ہیں۔ فاضل عدالت کو مزید افسروں کو گواہوں کے طور پر طلب کرنا چاہئے ان کے نام یہ ہیں۔

ایئر کموڈور مفتی' ونگ کمانڈر سرور ملک' گروپ کیپٹن کے ایم طارق' گروپ کیپٹن اے ایچ قریشی' گروپ کیپٹن افضل' ایئر کموڈور ایم زیڈبٹ' سکویڈرن لیڈر ایم آئی قریشی' لیفٹننٹ کرنل عزیز' میجر کریم' سیکنڈ لیفٹیننٹ چغتائی' قلعہ اٹک کے ڈاکٹر ونگ کمانڈر ایم ایم عالم' ونگ کمانڈر اعجاز الدین' سکویڈرن لیڈر آفتاب عالم' سکویڈرن لیڈر امان اللہ خاں' فلائٹ لیفٹیننٹ خٹک' فلائٹ لیفٹیننٹ باجوہ' کارپول نواز اور کارپول امیر حسین' فاضل عدالت کو ان تمام افراد کو بھی طلب کرنا چاہئے۔ جنہیں میں نہیں جانتا مگر میں نے انہیں اپنی نظربندی کے دوران دیکھا تھا۔ یہ افراد تمام واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ میں پہلے الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ اس کے بعد باقی تمام ملزموں نے بھی پہلے الزام کے بارے میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اسی قسم کے بیان دیئے۔

نوٹ :۔ اس کے بعد ملزموں پر الزامات ۲ تا ۳۳ فرداً فرداً عائد کئے گئے۔ تمام ملزموں نے اپنے متعلقہ الزامات کو فرداً فرداً مسترد کر دیا۔

شاہینوں کی رہائی

بڈبیر میں پاک فضائیہ کے مشہور مقدمے کے سلسلہ میں اعلیٰ اختیارات کی عدالت نے مبینہ سازش کیس میں پاک فضائیہ کے نو افسروں کو رہا کرتے ہوئے انہیں اپنے عہدوں پر بحال کر دیا ہے۔ صرف ۴ افسروں کو مختلف المیعاد سزائیں دی گئیں ہیں۔ سزا پانے والوں میں سکوارڈن لیڈر غوث محمد (قادیانی) بھی شامل ہیں۔

ہمیں انتہائی مسرت ہوئی ہے کہ فاضل عدالت نے بے گناہ افسروں کو رہا کر دیا ہے اور غلط فہمیوں کے وہ تمام بادل چھٹ گئے ہیں جو کسی سازشی گروہ کی طرف سے بروئے کار لائے گئے تھے۔

ہم صدق دل سے رہا ہونے والے پاک فضائیہ کے بہادر جیالے شاہینوں کو مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی امان اور سلامت میں رکھے اور آزمائش میں جو ذہنی جسمانی اور مالی تکلیف انہیں پہنچی ہے۔ اس کی تلافی کی صورت پیدا کرے۔ (لولاک)

فوج میں قادیانی سازش

روزنامہ نوائے وقت لاہور اشاعت ۸ اگست ۱۹۷۳ء میں پاکستان ایئر فورس کے ان افسروں کے بیانات شائع ہوئے ہیں جو کسی مبینہ سازش کیس میں گرفتار ہیں اور جن پر ایک اعلیٰ اختیارات کی فوجی عدالت میں مقدمہ کی سماعت ہو رہی ہے۔ انہی افسروں میں گروپ کیپٹن عبدالستار کا بیان بھی شائع ہوا ہے گروپ کیپٹن موصوف نے اپنے بیان میں عدالت پر واضح کیا ہے کہ اس نے کچھ عرصہ قبل جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ قادیانی ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کر رہے ہیں۔

فوج میں اعلیٰ قادیانی افسروں نے اس بات کا انتقام لینے کے لئے اسے اس

مقدمہ میں پھنسا دیا ہے۔ ہم اس مقدمہ پر کوئی تنقید یا تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اول اس لئے کہ زیر بحث معاملہ کا فوج سے تعلق ہے اور فوج ملک کا وہ سرمایہ ہے جس کے معاملے میں زبان اور قلم دونوں کے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ دوم اس لئے کہ یہ مقدمہ ایک قابل احترام عدالت میں زیر سماعت ہے' جس پر ہمیں پورا پورا اعتماد ہے اور زیر سماعت مقدمہ کے متعلق کچھ کہنا یا کچھ لکھنا احترام عدالت کے خلاف اور آداب صحافت کے منافی ہے۔ اس لئے اس مقدمہ پر کوئی تنقید یا تبصرہ نہیں کرتے' البتہ ایک اور بات کی طرف ملک کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ کیپٹن عبدالستار نے عدالت موصوف میں جو بیان دیا ہے عدالت یقیناً" اس پر غور کرے گی اور انصاف کے تقاضے پورے کرے گی لیکن گروپ کیپٹن عبدالستار موصوف کے بیان میں جناب بھٹو صاحب کا تذکرہ آگیا ہے کہ انہوں نے بھٹو صاحب کو قادیانی سازش سے آگاہ کیا تھا۔ اب یہ بھٹو صاحب کا فرض ہے کہ وہ گروپ کیپٹن موصوف کے بیان کی یا تو تردید کریں اور یا تصدیق --- جناب بھٹو صاحب نے ابھی تک اس بیان کی تردید نہیں کی اور ہم اپنی معلومات کی بناء پر بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ یہ بیان بالکل درست ہے۔ گروپ کیپٹن موصوف نے فوجی افسروں کے ڈنر کے موقعہ پر جناب غلام مصطفیٰ کھر گورنر پنجاب کے توسط سے یہ بات جناب بھٹو سے علیحدگی میں کی تھی۔ اس لئے یقیناً" جناب بھٹو صاحب اس بیان کی تردید نہیں کریں گے۔ اگر جناب بھٹو صاحب گروپ کیپٹن موصوف کے بیان کی تردید نہیں کرتے تو یقیناً" عوام کے نزدیک یہ بیان سچا ہو گا۔ ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب گروپ کیپٹن صاحب نے ملکی مفاد کے پیش نظر اور خصوصاً" بھٹو صاحب کی ذات اور ان کی حکومت کے مفاد کے پیش نظر انہیں ایک سازش اور خطرہ سے آگاہ کیا تھا تو جناب بھٹو صاحب نے اس نوجوان کو قادیانیوں کے انتقام سے تحفظ کیوں نہ دیا؟ کیا صدر مملکت حال وزیر اعظم کا یہ فرض نہ تھا کہ اس کا ایک وفادار اور ملک کا ایک نمک حلال افسر اگر اسے ایک خطرہ سے آگاہ کر رہا ہے اور مرزائیوں جیسے منظم سازشی گروہ کی سازش سے خبردار کر رہا ہے تو وہ اس کے جان و مال اور

آبرو کی حفاظت کریں؟ ایسی اطلاع کی بھٹو صاحب کو تصدیق کرنا چاہئے تھی۔ اگر اطلاع سچی تھی تو قادیانی گرفتار ہونے چاہئیں تھے اور جو سلوک آج ملت کے ان جگر گوشوں کے ساتھ کیا گیا ہے' وہ دراصل مرزائی افسروں اور سازشی عناصر کے خلاف ہونا چاہئے تھا اور اگر گروپ کیپٹن صاحب نے بھٹو صاحب کو غلط انفریشن دی تھی تو وہ خود ان کے خلاف کارروائی کرتے۔

بھٹو صاحب نہ تو خود مرزائی ہیں اور نہ ان مرزائی افسروں کے ماتحت ہیں' بلکہ یہ تمام افسر' ان کے ماتحت ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک محسن کو کیوں بھلا دیا اور مرزائیوں کو یہ موقع کیوں دیا کہ وہ اس بیچارے کے ساتھ جو سلوک چاہیں' کریں۔ آئندہ وہ کون مائی کا لال ہو گا جو اس ساری صورت حال کو دیکھ کر جناب بھٹو صاحب کو کسی نازک صورت حال سے یا کسی ملکی اور قومی خطرہ سے آگاہ کرنے کی جرات کرے گا۔ بھٹو صاحب کو خدا نے بہت بڑا بلند مقام عطا فرمایا ہے' انہیں اپنے محسن کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے تھا۔ اسے ملک اور بھٹو صاحب کی خیر خواہی کا یہ صلہ دیا گیا کہ اسے مبینہ طور پر شرمناک قسم کی اذیتوں کا شکار بنایا گیا ہے۔ ہم اب بھی جناب بھٹو صاحب سے درخواست کریں گے کہ وہ اس معاملہ پر نظرثانی کریں۔ موجودہ عدالت جو اس مقدمہ کی سماعت کر رہی ہے' اس کے اختیارات اور اس کا دائرہ کار بڑھا دیا جائے تاکہ وہ نہ صرف اس مبینہ سازش کی تحقیقات کرے بلکہ اس مرزائی سازش کی بھی تحقیقات کرے جس کی نشاندہی گروپ کیپٹن عبدالستار نے کی تھی ـــ اب یہ کوئی راز نہیں ہے۔ ملک کا بچہ بچہ چیخ چیخ کر اس خطرہ کی نشاندہی کر رہا ہے کہ مرزائی ملک اور اسلام دونوں کے غدار ہیں اور وہ ایک قد آور سیاسی لیڈر کے ساتھ مل کر بھٹو صاحب کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ جناب بھٹو صاحب سے ختم نبوت کے عقیدہ کے سلسلہ میں آئین میں شامل ہونے والی مسلمان کی تعریف سے سخت ناخوش ہیں۔ وہ بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر اس کی جگہ ایک دوسرے لیڈر کو اوپر سے ملک پر مسلط کرانا چاہتے ہیں۔

اس لئے ملک' اسلام اور خود بھٹو صاحب کے مفاد کا تقاضا ہے کہ اس مرزائی

سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ بے گناہوں پر ظلم کو روکا جائے اور ملکی مفاد کی خاطر مرزائیوں کی مخالفت کرنے والوں کو ضروری تحفظ دیا جائے۔ (ہفت روزہ لولاک ۲۱ اگست ۷۳ء)

حرم میں شرکت کا منصوبہ (ربوہ کی مشاورت کا فیصلہ)

ایک معتمد دوست نے خبر دی ہے کہ ایوان محمود میں جماعت احمدیہ کے گیارہ رکنی ہائی کمانڈ نے اپنے سیاسی منصوبہ کو پروان چڑھانے کے لئے بعض فوجی اور سول افسروں کے علاوہ دو ایک وزیروں کے حرم میں رفیقہ حیات کے طور پر داخلہ کے لئے پندرہ قادیانی دوشیزاؤں کا انتخاب کیا ہے۔ اپنے سربر آوردہ اصحاب کو ہدایت کی ہے کہ اس غرض سے پیش کش کریں۔ چنانچہ پندرہ دوشیزاؤں کی فہرست تیار ہو چکی ہے۔ مزید فہرست ایک ماہ کے اندر اندر تیار کی جائے گی۔ اس سوال پر بھی غور کیا گیا کہ بعض ممتاز افراد کے' سیکرٹریٹ میں اپنے افراد' کیونکر کھپائے جا سکتے ہیں؟ نیشنلائز کئے ہوئے بنکوں میں ان کو بھرتی کرنے کے سوال پر بھی غور کیا گیا اور بنک کے عہدیدار کی خفیہ رپورٹ پر اس سلسلہ میں غور کیا گیا۔

دارالامان پیپلز کالونی لائلپور میں مرزائیت کی تبلیغ!

حکومت پنجاب کے محکمہ بلدیات و سماجی بہبود کی طرف سے پیپلز کالونی لائلپور میں عورتوں کے لئے ایک دارالامان قائم کیا گیا ہے۔ جس میں ان دنوں لاوارث عورتیں اور ۱۷ بچے بچیاں داخل ہیں۔ جو سب کے سب مسلمان ہیں۔ اس ادارہ کی سپرنٹنڈنٹ مساۃ اصغری الہ بخش اور مذہبی تعلیم دینے والی لیڈی ٹیچر قادیانی ہیں۔ لیڈی ٹیچر اس ادارہ میں داخل عورتوں اور بچوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان کو مرزائیت کی تبلیغ بھی کر رہی ہے۔ جس سے ان کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے اور گذشتہ دنوں ربوہ میں سالانہ جلسہ پر بھی کچھ عورتوں کو لے جایا گیا ہے۔

(روزنامہ امروز ۱۱ جنوری ۷۳ء)

محمد شریف جنجوعہ کا وعدہ (۲۰ لاکھ روپے جوبلی فنڈ میں)

سرکار نے لائف انشورنس کمپنیوں کو تحویل میں لے کر اس کے اے یونٹ کو جو سب سے بڑا یونٹ ہے اور کئی کمپنیوں پر مشتمل ہے۔ ایک میٹرک فیل یا پاس (تحقیق نہیں ہو سکی) شخص شریف جنجوعہ کے سپرد کیا ہے۔ جنجوعہ اس یونٹ کا جنرل منیجر ہے۔ اس نے قادیانی امت کی ترقی و استحکام کے لئے کئی ایک ہم عقیدہ افراد کو ترقی دے کر بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا اور بہت سے قادیانی لڑکے بھرتی کئے ہیں۔

جنجوعہ کے متعلق یونٹ کے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت میں زبردست اضطراب ہے۔ جنجوعہ نے پریشان ہو کر اپنے آقا مرزا ناصر احمد سے رجوع کیا۔ اس نے استحکام کی ضمانت لے دی۔ جنجوعہ نے مرزا صاحب سے جوبلی فنڈ میں ۲۰ لاکھ "جمع" کر کے دینے کا پختہ وعدہ کیا ہے۔ یہ روپے کیونکر جمع ہوں گے؟

سی آئی ڈی میں سازش "میرزائی امت کا ایک پلان"

"باعتماد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ میرزائی امت مرکزی انٹیلی جینس بیورو اور صوبائی سی آئی ڈی کے آلودۂ نفس اور جلب منفعت کے عادی افسروں کو ڈھب پر لانے کے لئے ابتدا" دس لاکھ روپیہ مخصوص کر کے اپنے حریفوں کے خلاف قید و بند کی صعوبتیں فراہم کرنا چاہتی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری رپورٹوں کی معرفت ان علماء کے خلاف پیپلز پارٹی کی حکمران جماعت کو مشتعل کیا جائے جو قادیانی امت کا محاسبہ کرتے اور اس کو مسلمانوں سے الگ کر دینے کی آواز اٹھاتے ہیں"۔

ہفت روزہ چٹان لاہور

سندھ کا ہوم سیکرٹری کنور ادریس

"پنجاب میں ایک صاحب عزیز الدین باجوہ ایک زمانہ میں غالبا" سیشن جج تھے' پھر سبکدوش ہوئے اور میرزائیت کے رسوخ کی معرفت ایڈیشنل کسٹوڈین ہو کر لاہور میں ٹکے رہے۔ قادیانی امت کے لئے ان کا وجود نعمت عظمیٰ تھا اور ہے' ان کی عدالت میں جو قادیانی گیا' کامیاب رہا' سیٹلمنٹ بحالیات کا کام ٹھپ ہو گیا تو ایئر

مارشل ظفر چوہدری کے والد بشیر احمد نے انہیں محکمہ میں جہاں وہ ڈائریکٹر تھے اور لاہور میں ان کا چارج تھا' لیگل ایڈوائزر مقرر کیا اور وہ اپنی ہڈیوں کے جواب دینے تک ٹکے رہے۔

ان کے دو بیٹے ہیں' ایک کنور محمد ادریس (سی ایس پی) پہلے کراچی کے ڈپٹی کمشنر تھے' آجکل سندھ گورنمنٹ کے ہوم سیکرٹری ہیں' کراچی میں قادیانیوں کے لئے بعض اہم عہدوں کی فضا پیدا کر کے انہوں نے ایک ربوہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

ایک صاحب فوج سے سبکدوش ہو کر کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں' وزراء کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ان کے جائز و ناجائز احکام بجا لانا آپ کا پرم دھرم ہے' وہ اپنے افسروں کی ملی بھگت سے کراچی میں بعض وسیع پلاٹ "چھوٹا ربوہ" آباد کرنے کے لئے میرزائی امت کی خانہ ساز کمپنیوں' کارپوریشنوں' اداروں اور طائفوں کو سونپ رہے ہیں کہ مرزائی ایک جتھ بند اقلیت کے طور پر کراچی میں مضبوط (Cell) بنا سکیں۔ مسلمان ان سے غافل ہیں' حکومت کو احساس نہیں اور سندھ کے وزراء کی ان پر نگاہ نہیں' کنور ادریس (ہوم سیکرٹری) ہی کی عقل عیار کا شوشہ ہے کہ پچھلے دنوں کراچی میں ختم نبوتؐ کے سلسلہ میں جلسوں کا انعقاد منسوخ کیا گیا اور عذر یہ تراشا گیا کہ دوسرا فرقہ (یعنی قادیانی امت) کے مشتعل ہو کر فضا کے خراب ہونے کا امکان ہے' گویا اب ختم نبوتؐ کے مسئلہ سے بھی فضا خراب ہوتی ہے"۔

(چٹان ۳ جون ۷۴ء)

ساڑھے نو کروڑ کا مصرف کیا ہو گا

"پاکستان کے مذہبی بیت الخلاء ربوہ میں جماعت احمدیہ کی ۵۵ویں مجلس مشاورت کے اجلاس کو (۲۹ مارچ ۱۹۷۴ء۔ ۴ بجے سہ پہر) مرزا ناصر احمد (خلیفہ ثالث) نے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا کہ:

"صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ میں جماعت کے ۹ کروڑ ۵۴ لاکھ کے وعدے ہوئے ہیں اور بیرون پاکستان کے ۲۰ ممالک کی احمدی جماعتوں کے وعدے آ چکے ہیں۔ اس وقت ۵۰

ملکوں میں احمدی جماعتیں قائم ہیں اور وہاں احمدی بستے ہیں۔ غیر ملکی جماعتوں کے وعدے ۴ کروڑ ۲۱ لاکھ ۴۵ ہزار چار سو ستاون روپے ہیں۔ پاکستانی جماعتوں کے وعدے ۵ کروڑ ۴۲ لاکھ تین ہزار ایک سو باون روپے کے ہیں"۔

((الفضل ربوہ ۳۱ مارچ ۷۴ء)

کسی دور میں کسی جماعت نے حتیٰ کہ عیسائیوں کی فرمانروایانہ بالادستی کے اس عہد میں جب کہ استعماری طاقتیں تمام تر عیسائی ہیں' کسی عیسائی ادارے نے تبلیغی غرض سے اتنی بڑی رقم جمع کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ :

۱۔میرزائی پاکستان میں کتنے ہیں؟

۲۔پاکستان سے باہر کتنے ہیں؟

۳۔کیا حکومت پاکستان مردم شماری میں ان کی گنتی کرانے کو تیار ہے؟ کیا میرزا ناصر احمد بتانے کے لئے تیار ہیں کہ میرزائی امراء کتنے ہیں اور میرزائی فاقہ کش کتنے ہیں؟

۴۔انگلستان میں کس قدر میرزائی آباد ہیں؟ وہ اڑھائی کروڑ روپیہ کہاں سے لائیں گے؟ ـــــ اور جن ۲۰ غیر ملکی قادیانی جماعتوں کے ۴ کروڑ ۱۲ لاکھ ۴۵ ہزار چار سو ستاون روپے کا اعلان کیا گیا ہے وہ کس طرح آئے گا؟ وہاں یہ روپیہ کون دے گا؟

۵۔میرزائی ملک سے باہر معیشت کی تلاش میں جاتے ہیں۔ کیا ان میں سوا چار کروڑ روپیہ زراعانہ دینے کی استطاعت پیدا ہو گئی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جوبلی فنڈ کی فراہمی محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ تمام روپیہ ان امپریلسٹ طاقتوں کے دفاتر خارجہ مہیا کریں گے جو پاکستان کے حصہ بخرے کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کی عالمی وحدت کو توڑ کر میرزا غلام احمد کی امت سے مسلمان ریاستوں میں جاسوسی کے علاوہ تخریبی کام لے رہی ہیں۔ محض روپے کو قانونی شکل دینے کے لئے احمدی معطیوں اور احمدی جماعتوں کا نام لیا جا رہا ہے۔

ہماری اطلاعات کے مطابق ابتدائی قسط کے طور پر چار کروڑ روپے حکومت اسرائیل نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مقصود اس روپے سے مغربی پاکستان میں استعماری منصوبوں کو پروان چڑھانا اور پنجاب کو احمدیوں کے لئے عجمی اسرائیل بنا کر ان کی

حکومت قائم کرنا ہے۔

میرزا ناصر احمد اپنے مشیروں کی طویل نشست کے بعد بعض وزیروں' مدیروں' آفیسوں' تاجروں' ادیبوں' شاعروں اور صحافیوں کی خرید و فروخت کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس روپے میں سے ابتدا" ایک کروڑ روپیہ اس خرید و فروخت میں صرف ہو گا"۔

(ہفت روزہ چٹان ۷ اپریل ۷۴ء)

براڈ کاسٹنگ ان دی ربوہ

"ربوہ میں قادیانیوں کے حالیہ سالانہ اجلاس کے موقع پر اپنی ایک پریس کانفرنس میں قادیانی امت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے جن عزائم کا اظہار کیا ہے' ان کی تفصیلات اخبارات میں آچکی ہیں اور یہ پاکستان ہی نہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے ایک لحہء فکریہ مہیا کرتی ہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اعلان کیا ہے کہ قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ۲۵ کروڑ روپے کا ایک عظیم منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ جس میں اندرون و بیرون ملک تبلیغی مشنوں کے قیام کے علاوہ ربوہ میں ایک بہت بڑے طاقتور براڈ کاسٹنگ سٹیشن کا قیام بھی شامل ہے۔ گویا ریاست کے اندر ایک دوسری ریاست قائم کی جا رہی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ وہ حکومت جس نے ملک کو دفعہ ۱۴۴ اور ہنگامی حالات کا نفاذ کر کے ایک قبرستان بنا رکھا ہے اور جو مساجد میں خطبہء جمعہ کے لئے بھی آزادیء اظہار کو برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ ایک اقلیتی فرقہ کی طرف سے ملک کے اندر ایک پرائیویٹ براڈ کاسٹنگ سٹیشن کے قیام کے منصوبہ کے اعلان پر کیوں خاموش ہے؟ ۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

کاش! حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا خصوصا" علمائے کرام' اسلام اور عالم اسلام کو درپیش اس عظیم چیلنج کی سنگینی کا صحیح اندازہ کرنے اور اس کا

جواب دینے کی طرف توجہ دیں۔ کاش پاکستان کے ارباب حل و عقد کو اس حقیقت کے ادراک کی توفیق ہوتی کہ ختم نبوت کے قلعہ میں شگاف ڈالنے والا گروہ خود ان کے لئے مار آستین ثابت ہو گا' صرف موقعہ ملنے کی دیر ہے"۔

(چٹان ۱۸ مارچ ۷۴ء)

۲۔انٹر نیشنل پریس ربوہ

ہم نے ۲۱ اپریل ۷۳ء کے لولاک میں "مرزائی سلطنت کے خواب" کے عنوان سے ایک اداریہ تحریر کیا تھا اس اداریہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ مرزائی ربوہ میں ایک عظیم الشان کثیر المقاصد بلڈنگ بنا رہے ہیں جس کی زیر زمین منازل کی کھدائی شروع ہے' اس وسیع و عریض قطعہء زمین پر انٹر نیشنل پریس کا بورڈ لگایا گیا ہے ــــــ لولاک میں "مرزائی سلطنت کے خواب" والا اداریہ چھپنے اور انٹر نیشنل پریس کی اجمالی معلومات کے انکشاف پر مرزائیوں نے وہ بورڈ غائب کر لیا ہے اور کھدائی کا کام بند کر دیا۔

ہم نے نمائندہ لولاک کی اس اطلاع پر اس معاملہ کی مزید وضاحت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ مرزائی اس معاملہ میں بھی پر اسرار حرکتیں کر رہے ہیں' یہاں تک کہ روایتی دجل سے کام لیتے ہوئے وسط جون کے الفضل کے کسی شمارہ میں ایک فرضی کارروائی شائع کر دی۔ اس کارروائی کا خلاصہ یہ ہے کہ وسط مارچ میں مرزا ناصر احمد خلیفہ صاحب نے ربوہ میں جدید پریس کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور یہ تقریر کی تھی ــــــ اور آگے ایک بنی بنائی تقریر درج کر دی۔

ہم حیران تھے کہ جس الفضل کو اپنے تازہ پرچہ میں یہ بات بھی شائع کرنا پڑتی ہو کہ "حضور نے رات بے خوابی کے عالم میں تین مرتبہ کروٹ بدلی جس سے حضور کی طبیعت ناساز ہو گئی لہٰذا احباب جماعت احمدیہ حضور کی صحت کے لئے دعا کریں"۔ اس الفضل کو یہ جرأت کیسے ہو گئی کہ وہ حضور خلیفہ ربوہ کی وسط مارچ کی تقریر وسط جون میں تین ماہ کے بعد اتنی تاخیر سے شائع کرے۔ ہمیں شبہ ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا

ہے۔ اب مصیبت یہ ہے کہ ربوہ کے رہنے والے بہت کچھ بتانا چاہتے ہیں لیکن کیا کریں مجبور ہیں ان میں' عبدالرحمٰن مصری' عبدالرب برہم' مظہر ملتانی' مولوی صدر دین اور علی محمد ماہی بننے کی ہمت نہیں ہے۔

چنانچہ ہمیں انٹرنیشنل پریس کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے' وہ ہم نے شائع کر دیا کہ اس کے دو حصے ہوں گے' ایک میں پرنٹنگ پریس ہو گا۔ دوسرے میں نیوز ایجنسی پریس ہو گا جو ساری دنیا سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہو گا۔

اب غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ شبہ کیا جا رہا ہے کہ مرزائی اس تہ خانہ کے کسی حصہ میں خفیہ ریڈیو سٹیشن قائم کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے گزشتہ چھ ماہ سے وہ زبردست افواہیں پھیلا رہے تھے کہ احمدی نائیجریا میں ریڈیو سٹیشن لگا رہے ہیں۔ پھر افواہ پھیلائی گئی کہ نائیجریا میں ایسا ہو رہا ہے۔ پھر خبر آئی کہ مراکش کے دارالخلافہ رباط میں احمدیوں کا ریڈیو سٹیشن لگایا جا رہا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاید کہیں بھی ایسا نہیں ہو رہا۔ محض لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے ایسا کیا جا رہا تھا۔ درحقیقت کوئی چیز ربوہ میں لگائی جا رہی تھی۔

اب اس غیر مصدقہ اطلاع کے پیش نظر حکومت کا فرض ہے کہ وہ احتیاطاً" اس تمام مشینری کو جو موقعہ پر موجود ہو یا جو مشینری ادھر ادھر کر لی گئی ہو' اسے برآمد کر کے اپنے قبضہ میں کر لے اور اس امر کی چھان بین کرے کہ کہیں بیچ بیچ کوئی طاقت ور ٹرانسمیٹر وغیرہ پریس کی مشینری کی آڑ میں درآمد تو نہیں کر لیا گیا کیونکہ ہمارے ملک میں ایسا ہونا ممکن ہے۔ اگر کتابوں کے بکسوں کے بہانے عراقی اسلحہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ پاکستان میں آ سکتا ہے تو پریس کی مشینری کے بہانے ریڈیو اسٹیشن کے ٹرانسمیٹر وغیرہ بھی بحری جہاز کے ذریعہ درآمد ہو سکتے ہیں۔

پھر یہ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء سے ربوہ میں ایک خاص قسم کا جو پراسرار ماحول پیدا کیا گیا ہے۔ شام سے ہی سائیکل سواروں کی گشت' رات ۱۰ بجے سے ۴ بجے صبح تک مکمل ناکہ بندی اور کرفیو کی کیفیت بلاوجہ تو نہیں ہے۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

(ہفت روزہ لولاک ۲۱ جولائی ۱۹۷۳ء)

ایس پی شیخوپورہ کی خدمت میں

”ہمیں مانانوالہ بار ضلع شیخوپورہ سے ایک خط موصول ہوا ہے جس میں تحریر ہے کہ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی طرف سے آمدہ ایک اشتہار میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیرالدین محمود کے حوالہ جات کے بعد مفکر اسلام علامہ اقبالؒ کی رائے کے مطابق مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ درج تھا۔

یہ اشتہار مانانوالہ کے ایک دوکاندار نے اپنی دوکان پر لگا رکھا تھا۔ سب انسپکٹر پولیس مانانوالہ نے وہاں کے مقامی مرزائی ایم پی اے کے ایما پر اس دوکاندار کو تھانے بلوا کر دھمکی دی کہ آئندہ ایسا اشتہار اگر لگایا گیا تو گرفتار کیا جائے گا۔

ہماری اطلاع کے مطابق مانانوالہ بار بھی پاکستان کے اندر واقع ہے۔ جب ایک اشتہار سارے ملک میں لگایا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ملک کے قانون کے برخلاف ہے تو سب انسپکٹر پولیس مانانوالہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور اختیارات سے تجاوز کر کے مرزائی ایم پی اے کو خوش کرنے کے لئے ۷ کروڑ مسلمانوں کے حقوق کو مملکت پاکستان میں برباد کرے۔

مسلمانوں کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ مرزائیوں کے کفریہ عقائد مسلمانوں پر واضح کریں اور حکومت سے پرامن مطالبہ کریں کہ انہیں ان کے عقائد کی روشنی میں اقلیت قرار دیا جائے۔ امید ہے شیخوپورہ کے روشن ضمیر ایس پی‘ اس سب انسپکٹر پولیس کو ایک دفعہ پھر اپنے فرائض منصبی کی حدود سے خبردار فرمائیں گے“۔

کیمبل پور انتظامیہ کی مرزائی نوازی

(کیمبل پور ۲۷ اپریل ۱۹۷۳ء) آج نماز جمعہ پر مرکزی جامع مسجد میں مولانا قاری خلیل احمد نے کہا کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے انہوں نے مقامی انتظامیہ کے اس رویئے پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا کہ مقامی انتظامیہ نے شہر کی مشہور انجمن رد مرزائیت و مسیحیت کے اراکین کے ساتھ انتہائی ذلت آمیز سلوک کیا اور انجمن کا

تبلیغی بورڈ بغیر کسی تحریری نوٹس کے اٹھوا لیا گیا۔ جامعہ مدینہ کے خطیب قاضی محمد زاہد الحسینی نے بھی انتظامیہ کے اس رویئے پر شدید احتجاج کیا۔ علاوہ ازیں مولانا قاری محمد سعید الرحمان علوی خطیب مرکزی جامع مسجد حضرو نے بھی انتظامیہ کو متنبہ کیا ہے کہ وہ ایسے ہتھکنڈوں سے باز آجائے۔ علمائے کرام نے مندرجہ ذیل قرار داد مختلف مساجد میں پیش کی' جسے مسلمانوں نے متفقہ طور پر منظور کیا۔

مسلمانان کیمبل پور کا یہ اجتماع عام ضلعی انتظامیہ کے اس رویئے پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے کہ اس نے رد مرزائیت و مسیحیت کا تبلیغی بورڈ بغیر کسی نوٹس کے اٹھوا لیا۔ ایک مرتبہ تو انجمن کے منتظم حضرات کو بورڈ واپس کر دیا گیا جب کہ دوسری مرتبہ پھر اٹھوا لیا گیا اور کہا گیا کہ ضلعی افسران سے رابطہ قائم کیا جائے۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مین بازار میں عرصہ سات سال سے عیسائی حضرات کا دارالمطالعہ قائم ہے۔ اس کے علاوہ وہ گلی گلی کوچہ کوچہ لٹریچر تقسیم کرتے ہیں اور ساتھ ہی انہوں نے اپنے دارالمطالعہ کے سامنے تبلیغی بورڈ رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح فرقہ مرزائیہ جمعہ کے دن اپنی عبادت گاہ کے سامنے تبلیغی بورڈ رکھتے ہیں۔ کفر کے افکار و نظریات کے پرچار کی اس کھلی اجازت کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ یہ ترجیحی سلوک انتہائی قابل افسوس ہے۔ حکام ضلع کو چاہئے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی پوزیشن واضح کر کے سواد اعظم کو مطمئن کریں۔

درج بالا قرار داد ذیل کے علماء نے نماز جمعہ کے اجتماعات پر پیش کی۔

۱۔ قاری خلیل احمد صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد کیمبل پور۔
۲۔ قاضی محمد زاہد الحسینی خطیب جامعہ مدینہ مسجد کیمبل پور۔
۳۔ قاضی محمد انوارالحق صاحب خطیب جامع مسجد حنفیہ کیمبل پور۔
۴۔ مولانا حمید الدین صاحب خطیب نوری مسجد بادشاہ صاحب۔
۵۔ حافظ محمد فردوس صاحب خطیب جامعہ مسجد محلہ امین آباد۔
۶۔ مولانا خدا بخش صاحب خطیب جامع مسجد محلہ عید گاہ۔
۷۔ قاری محمد سلیمان خطیب جامع فاروقیہ کیمبل پور۔

۸۔ مولانا علم الدین صاحب خطیب جامع اشاعت اسلام کیمبل پور۔

ادارہ لولاک اس واقعہ پر اپنی رائے محفوظ رکھتا ہے اور کیمبل پور کی انتظامیہ سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اصلاح اعمال کی صورت پیدا کرے۔ (لولاک ۱۴ دسمبر ۱۹۷۳ء)

ربوہ سازشوں کا مرکز

۱۹۷۳ء کے آخر میں ربوہ سازشوں کی آماجگاہ بن گیا تھا اس موقعہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما مولانا تاج محمود نے حکومت کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اب ربوہ خالص مرزائی آبادی کا شہر ان کا دارالخلافہ ہے۔ جہاں مرزا ناصر احمد خلیفہ کہلاتا ہے ۔ چالیس لاکھ روپیہ ماہوار کے قریب جماعت احمدیہ کی چندوں کی آمدنی ہے۔ ۳۶۰۰۰ ایکڑ زرعی اراضی ان کی صرف سندھ میں ہے۔ ملک بھر میں اوقاف وصایا اور ملکیتی جائیدادیں اس کے علاوہ ہیں۔ کامرس بنک پر انہوں نے تقریباً" مکمل قبضہ کر لیا ہے۔ حبیب بنک' یونائیٹڈ بنک میں بھی ان کا بے حساب روپیہ ہے۔ بیمہ کمپنیاں اگرچہ حکومت کی تحویل میں آگئی ہیں۔ لیکن زون بی پر مرزائیوں کا مکمل کنٹرول ہے۔ پیپلز فنانس کارپوریشن جس کا کروڑوں روپیہ سرمایہ ہے۔ یہ سرکاری ادارہ بھی مرزائیوں کے مکمل قبضہ میں ہے۔ ربوہ اور سرگودھا ڈویژن میں تعلیم حاصل کرنے والے مرزائی طلبہ کو فسٹ ڈویژن اور بہترین نمبر دلانے کے لئے سرگودھا ایجوکیشن بورڈ پر مرزائیوں کا مکمل قبضہ ہے۔ فوج میں جنرل ٹکا خاں کے بعد ان کے کئی جرنیل اور سینئر آفیسر ہیں۔ ایئر فورس کا ہیڈ مرزائی' اور نیوی کے متعلق بھی ایسی ہی افواہیں ہیں۔

ربوہ میں ایک پورا نظام حکومت اور اس کا سیکریٹریٹ موجود ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہیڈ آف دی سٹیٹ کو یہ صدر یا پرائم منسٹر نہیں کہتے۔ خلیفہ کہتے ہیں۔ دس وزارتیں جنہیں یہ نظارت کا نام دیتے ہیں۔ نظارت تعلیم' نظارت زراعت' نظارت

تجارت ' نظارتِ امور عامہ وغیرہ موجود ہیں۔ اس سال انہوں نے آزاد کشمیر اور بلوچستان میں بغاوتیں اور فسادات کروائے۔ تحریف شدہ قرآن مجید چھاپ کر تقسیم کئے گئے اور مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کیا گیا۔

ہم نے سینکڑوں قرآن مجید کی ایسی آیات کی نشاندہی کر دی ہے' جنہیں مرزا غلام احمد نے بدل دیا تھا اور اب قرآن مجید کی آیات کے مسلمہ اور متداولہ تراجم میں تحریف اور تبدیلی کی جا رہی ہے۔ حال ہی میں ان کی ایک اور جسارت کا ثبوت مل گیا ہے کہ انہوں نے کلمہ بھی بدل دیا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ کا کلمہ جاری کر دیا ہے۔ ان کی اس جسارت کا ثبوت خود ان کی کتابوں سے نائیجریا کی ان کی ایک عبادت گاہ کے مینار پر کندہ کلمہ کے مذکورہ الفاظ سے مہیا ہوا ہے۔ ہر پہلی حکومت سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور بالآخر اسے دھوکہ دیا اور نئی حکومت میں شامل ہوگئے۔ ہر حکومت ان کی پرورش کرتی رہی اور ان کے خلاف دلائل سے خطرات کی نشاندہی کرنے والوں کو دباتی رہی۔

موجودہ حکومت کے معاملہ میں بھی یہ لوگ بلیک میلنگ کرتے رہتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس حکومت کا سب کچھ گویا انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔

۱۹۵۳ء میں تمام مسلمانوں نے مل کر مسلم لیگ کی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تاکہ ان کے حقوق اور فرائض متعین ہو جائیں اور جو خطرات ان کی وجہ سے اسلام یا ملک کو درپیش ہیں' ان کا سدباب ہو جائے لیکن مسلم لیگ کی حکومت نے اپنے عوام کی رائے کو ٹھکرا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ مسلم لیگ کی حکومت نے ظلم اور زبردستی سے ان کے خلاف تحریک کو وقتی طور پر دبادیا لیکن خود بھی رائے عامہ کے غضب کا شکار ہو گئی اور آج تک پھر اپنے اعتماد کو عوام میں بحال نہ کر سکی۔

موجودہ حکومت سے ہمیں اختلاف ہو سکتا ہے۔ خود مرزائیوں کے مسئلہ میں بھی ہم حکومت کے رویہ سے مطمئن نہیں ہیں لیکن تاہم اس نے عوام کی رائے کا

احترام کیا اور آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کر دی ہے۔ اس کے علاوہ صدر اور وزیر اعظم کے لئے ضروری قرار دے دیا ہے کہ وہ اپنے عہدہ کا حلف اٹھاتے وقت اس بات کا اعلان کریں کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا وحدہ لاشریک ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور قرآن مجید آخری کتاب ہے۔

آئین منظور ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ بالاتفاق منظور ہو گیا ہے۔ اس آئین پر جب سے مولانا مفتی محمود اور ان کے ساتھیوں نے' مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے ساتھیوں نے' پروفیسر غفور احمد اور ان کے ساتھیوں نے دستخط کئے ہیں۔ اس وقت سے مرزائی بھٹو صاحب کے خلاف ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی مخالفت بھی ان کی جھوٹی نبوت کی طرح ایک مکر اور دجل سے کم نہیں۔ بظاہر سب اچھا ہے۔ مفادات حاصل کئے جا رہے ہیں۔ جو کچھ حاصل ہے' اسے ہضم کیا جا رہا ہے۔ لیکن اندرونی طور پر ناراض ہیں اور اس لئے ناراض ہیں کہ انہیں توقع تھی کہ سوشلزم کا پرچار کرنے والا بھٹو ان کی توقع کے مطابق ملک کو سیکولر آئین دے گا تاکہ اس سیکولر فضا میں یہ اپنی دکانداری قائم رکھ سکیں لیکن ان کی توقع کے خلاف پاکستان کے سات کروڑ عوام کی رائے کے احترام میں بھٹو صاحب نے جو آئین دیا' اس میں خامیاں بھی ہوں گی لیکن بہر حال اس پر دینی اتھارٹیز نے دستخط کروئے۔ اس میں مسلمان کی تعریف شامل کر دی گئی۔ بس اس بات سے وہ موجودہ حکومت سے اندرونی طور پر ناراض ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں ایک خفیہ میٹنگ کی' جس کی تفصیلات ہمیں خود ربوہ سے موصول ہوئیں اور ہم نے انہیں شائع کردیا۔

اس میٹنگ میں بھٹو صاحب کے خلاف ایک قد آور سیاسی شخصیت جو سابق ایئر مارشل ہیں' ان کی حمایت کا فیصلہ کیا گیا۔ موجودہ حکومت کو بدنام کرانے کے لئے متعدد سیاسی رہنماؤں کو قتل کرانے کا منصوبہ بھی بنایا گیا۔(لولاک ۱۴ دسمبر ۱۹۷۳ء)

قادیانیوں نے "دینی معلومات" نامی ایک پمفلٹ مجلس خدام احمدیہ ربوہ کی جانب سے شائع کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کو انبیاء علیہم السلام میں آخری نمبر پر شمار

کیا گیا اور غلام احمد قادیانی کی بجائے اسے احمد علیہ الصلوۃ والسلام لکھا گیا۔ چٹان سے مع تبصرہ پیش خدمت ہے۔

مرزا غلام احمد کا نام قرآن پاک میں
(مرزائیوں کی شوخ چشمانہ جسارت)

ہمارے سامنے بہ عنوان دینی معلومات (بطرز سوال وجواب) ایک کتابچہ ہے جو ربوہ کی مجلس خدام الاحمدیہ نے شائع کیا ہے یہ کتابچہ ۲۰ x ۳۰/۸ سائز کے ۵۶ صفحات پر ہے عنوان یہ ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ' اسلام' قرآن مجید
۲۔ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
۴۔ صحابہ و بزرگان اسلام
۵۔ تاریخ اسلام
۶۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۷۔ خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۸۔ تاریخ احمدیت

صفحہ چھ اور سات پر سوال و جواب ہے۔

سوال ۲۱۔ قرآن کریم میں جن انبیاء کے اسماء کا ذکر ہے' بیان کریں۔

جواب۔ حضرت آدمؑ نوحؑ ابراہیمؑ لوطؑ اسمٰعیلؑ اسحاقؑ یعقوبؑ یوسفؑ ہودؑ صالحؑ شعیبؑ موسیٰؑ ہارونؑ داؤدؑ سلیمانؑ الیاسؑ یونسؑ ذوالکفلؑ الیسعؑ ادریسؑ ایوبؑ زکریاؑ یحیؑ لقمانؑ عزیرؑ ذوالقرنین علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین نے پاکستان بن جانے کے بعد ان کے نام Purify کرنے کی مہم کے تحت غلام کا لفظ حذف کردیا اور صرف احمد بنا

دیا ہے اور اس کے ڈانڈے قرآن پاک سے اس طرح ملا رہے ہیں کہ پاکستان کے سادہ دل عوام کو بد راہ کر سکیں۔ صدر بھٹو اور گورنر کھر یہ کتابچہ منگوا کر ملاحظہ فرمالیں کہ قرآن پاک میں تحریف اور حضور کی ختم المرسلینی کے خلاف مرزائی امت کیا کیا گل کھلا رہی اور آیات ربانی کو کیسے کیسے مجروح کر رہی ہے؟

مرزائیوں کے اس حوصلہ پر ہم کیا لکھیں ؟ ماتم کیجئے! انہیں یہ آزادی پاکستان نے دی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قادیانیوں کی اس جسارت سے بھی مسلمانوں میں اشتعال پھیلا۔

مرزائیوں کی اسلام دشمن اور ملک دشمن سرگرمیوں سے پاکستان کے عوام سخت پریشان ہیں۔ عوام کی بے چینی اور پریشانی کی ایک وجہ یہ ہے کہ مرزائی اپنی اس ملک اور مذہب دشمنی کے باوجود پاکستان کے اہم ترین سول اور فوجی مناصب پر قابض ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کی دولت اور بہترین وسائل معاش پر ان کا کنٹرول اور قبضہ ہے۔ باہر سے امریکہ اور برطانیہ جیسی سامراجی طاقتوں کی انہیں یہودیوں کی طرح تائید اور سپورٹ حاصل ہے۔ ایسے حالات میں انہیں کھل کر اپنے اصلی روپ میں سامنے آنے کی جسارت ہوئی ہے۔ انہوں نے قرآن مجید میں تحریف شروع کی قرآن مجید کے ڈیڑھ ہزار سالہ مسلمہ معانی کو بدل کر دہ اپنی جھوٹی نبوت کے حق میں قرآن مجید کی آیات کے معانی اور تفسیر کرنے لگے ہیں اب انہوں نے دیدہ دلیری کی انتہا کر دی ہے چنانچہ انہوں نے کلمہ طیبہ کو بدل دینے کی جسارت شروع کر دی ہے۔

ہفت روزہ چٹان لاہور نے اپنی اشاعت ۱۰ دسمبر ۱۹۷۳ء کے صفحہ ۱۰ پر مرزائیوں کی ایک مطبوعہ کتاب سے ایک ایسی تصویر شائع کی ہے' جس نے مرزائیوں کے دجل و فریب اور تحریف کے تمام پردے چاک کر دیئے ہیں۔

یہ تصویر نائیجریا میں احمدیہ سنٹرل قادیانی عبادت گاہ کے مینار کی ہے جس پر کلمہ طیبہ کو بدل کر لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ کندہ کیا ہوا دکھایا گیا ہے۔

مرزائی مرزا غلام احمد کا نام بھی آہستہ آہستہ بدل کر اب احمد علیہ السلام رکھنے لگے ہیں' چنانچہ اس تصویر میں احمد رسول اللہ سے ان کی مراد غلام احمد قادیانی ہی

ہیں۔

اس امر کا واضح ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ حال ہی میں انہوں نے ایک کتاب دینی معلومات شائع کی ہے جس کے صفحہ ۵۶ پر انہوں نے انبیائے قرآن مجید کے زیر عنوان ان نبیوں کی فہرست شائع کی ہے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے چنانچہ انہوں نے اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبیوں کے نام لکھنے شروع کئے اور آخر میں حضرت موسیٰ" حضرت عیسیٰ" حضرت محمدؐ اور احمد کے نام درج کئے ہیں جن سے ان کی مراد غلام احمد ہے۔

قادیانی حج کا مقصد

" مولانا میر محمد سعید صاحب ساکن حیدر آباد دکن نے (مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان سے) ملاقات کی۔ مولانا کا عزم امسال حج بیت اللہ کا ہے اور اس سفر پر جانے سے پہلے آپ یہاں آئے ہیں سفر حج کے ذکر پر مولوی (محمد سعید) صاحب نے کہا کہ "عرب کی سرزمین اب تک احمدیت سے خالی ہے۔ شائد خدا تعالیٰ یہ کام مجھ سے کرائے۔" اس پر حضرت خلیفتہ المسیح نے فرمایا " میرا مدت سے خیال ہے کہ اگر عرب میں احمدیت پھیل جائے تو تمام اسلامی دنیا میں پھیل جائے گی" مولانا نے عرض کیا کہ "عرب میں تبلیغ کا کیا طریقہ ہونا چاہئے" (مرزا محمود احمد نے) فرمایا' ان سے بحث کا طریقہ مضر ہے کیونکہ وہ لوگ حکومت کے زیادہ زیر اثر نہیں۔ جلد اشتعال میں آ جاتے ہیں اور جو جی چاہے' کر گزرتے ہیں۔ مولانا نے عرض کیا "میرا خود بھی خیال ہے کہ ان کا استاد بن کر نہیں بلکہ شاگرد بن کر ان کو تبلیغ کی جائے۔"(مرزا محمود احمد نے)فرمایا۔ "میں نے وہاں تبلیغ شروع کی اور خدا نے اپنے فضل خاص سے میری حفاظت کی۔ اس وقت حکومت ترکی کا وہاں چنداں اثر نہ تھا۔ اب تو شاہ حجاز کے گورنمنٹ انگریزی کے زیر اثر ہونے کے باعث ہندوستان سے بدسلوکی نہیں ہو سکتی۔ مگر اس وقت یہ حالت نہ تھی اس وقت تو جس کو چاہتے' گرفتار کر سکتے تھے۔ مگر میں نے تبلیغ کی اور کھلے طور پر کی۔ لیکن جب ہم وہ مکان چھوڑ کر واپس ہوئے تو

دوسرے دن اس مکان پر چھاپہ مارا گیا۔ اور مالک مکان کو پکڑ لیا گیا کہ اس قسم کا کوئی شخص یہاں تھا"

(مرزا محمود احمد قادیانی خلیفہ کی ڈائری مندرجہ اخبار "الفضل قادیان" مورخہ ۷ مارچ ۱۹۲۱ء)

"حضرت مولانا محمد سعید قادری امیر جماعت ہائے احمدیہ حیدر آباد دکن بعد حصول اجازت حضرت اقدس خلیفتہ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کا مبارک مقصد لے کر ۳۰ اپریل ۱۹۲۱ء کو بمبئی سے ہمایوں نامی جہاز میں مدینہ شریف روانہ ہو گئے۔ آپ کا خیال ایک دراز مدت تک مدینہ شریف کو مرکز تبلیغ بنا کر ملک عرب میں تبلیغ کرنے کا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک دور خلافت ثانیہ میں بطفیل حضرت اولوالعزم فضل عمر (مرزا محمود احمد) یورپ و امریکہ میں جب کہ اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے' ضرور تھا کہ وہ مقدس سرزمین عرب کہ جس کے انوار نورانی سے سارا جہاں منور ہو گیا تھا۔ دوبارہ اس سرزمین کی منور چوٹیوں سے وہ نور چمک اٹھے تاکہ سیدنا مسیح موعود کا یہ الہام پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہو جائے" کہ مسلمان را مسلماں باز کروند" (اخبار "الفضل قادیان" ۱۲ مئی ۱۹۲۱ء)

ایک وقت تھا جب سعودی حکمران مرزائی عقائد سے پوری طرح باخبر نہ ہونے کے باعث ان کو حدود حرم میں مسلمان سمجھ کر داخل ہونے کی اجازت دے دیتے تھے لیکن الحمد اللہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنی کوششیں جاری رکھیں' اپنی تمام تر مساعی کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم نے شاہ فیصل مرحوم سے ملاقات کی اور حکومت سعودیہ کی طرف سے حجاز مقدس میں قادیانیوں کے "قانونا" داخلہ بندی کا مطالبہ کیا۔ شاہ فیصل مرحوم نے فرمایا کہ آپ اپنی حکومت پاکستان سے کہیں کہ وہ پاسپورٹ پر قادیانیوں کو قادیانی لکھ دیں' اس کے بعد کوئی قادیانی سعودیہ کی حدود میں داخل ہو تو میں مجرم ہوں گا۔ کسی کی پیشانی پر تو نہیں لکھا کہ یہ قادیانی ہے' ہمیں کیا معلوم؟ آپ کی حکومت ان کو مسلمان لکھ دیتی ہے' وہ آ جاتے ہیں۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ شیخ بنوری مرحوم آبدیدہ ہو کر اٹھ کھڑے

ہوئے۔ فیصل مرحوم نے یہ کیفیت دیکھی تو پریشان ہو گئے۔ وجہ پوچھی' شیخ بنوری نے فرمایا کہ "اے شاہ فیصل ' میں آپ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور حرمین کی عزت و ناموس کا پاسبان سمجھ کر آیا تھا۔ آپ مجھے پاکستان کی حکومت کے پاس بھیجتے ہیں۔ اگر وہ میری بات مان لیتے تو میں آپ کے پاس کاسہء گدائی لیکر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کی بھیک مانگنے کے لئے نہ آتا۔ یہ سن کر شاہ فیصل مرحوم پر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور آبدیدہ ہو کر اس نے کہا کہ اے شیخ بنوری! میں آپ کی مشکلات سے باخبر نہ تھا۔ آپ تشریف لے جائیں۔ آج کے بعد جس آدمی کے متعلق معلوم ہو کہ یہ قادیانی ہے' مجھے آپ اپنے لیٹر پیڈ فارم پر خط لکھ دیں اور سعودی کونسل خانہ و سفارت خانہ کو کراچی یا اسلام آباد اطلاع دے دیں۔ میری حکومت اس شخص (قادیانی) کو حدود سعودیہ میں داخل نہیں ہونے دے گی۔ چاہے پاکستان کا وزیر اعظم اسکی سفارش کیوں نہ کرے۔ چنانچہ اس کے بعد شاہ فیصل مرحوم نے حدود حرم میں قادیانوں کا داخلہ بند کرنے کے احکام جاری کئے۔ پاکستان میں اپنے سفارت خانہ و کونسل خانہ کو شیخ بنوری مرحوم کی ہدایات پر عمل کرنے کی تاکید کی۔

ایک دفعہ شبقدر پشاور میں ایک قادیانی ڈاکٹر داؤد احمد نے حج کے لئے درخواست دی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو معلوم ہوا۔ اس کی درخواست (جو بحری راستہ سے تھی) مسترد کرادی۔ اس نے نیا پاسپورٹ' ویزا شناختی کارڈ نام پتہ تبدیل کیا اور ہوائی جہاز کے ذریعہ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ شیخ بنوری ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ پشاور کی جماعت نے صورتحال عرض کی کہ آج اتنے بجے وہ جہاز کے ذریعہ کراچی سے روانہ ہو رہا ہے۔ کراچی کونسل خانہ سے رابطہ کرتے کرتے جہاز روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد شیخ بنوری کا سعودیہ سے رابطہ ہو گیا۔ چنانچہ جہاز کے جدہ ایئرپورٹ پر لینڈ کرتے ہی سعودی سیکورٹی نے جہاز میں اندر جا کر پہلے اس قادیانی کو گرفتار کیا اور پھر باقی سواریوں کو اترنے کی اجازت دی گئی۔ دوسری

فلائٹ جو کراچی آ رہی تھی اس کے ذریعہ قادیانی کو سعودی حکومت نے پاکستان واپس بھیج دیا ہفت روزہ لولاک ۵ فروری ۱۹۷۴ء میں مرزائی مذکور کی خبر شائع ہوئی۔

حدود حرم میں تمہارا داخلہ ممنوع ہے۔ قادیانی مبلغ کو جدہ سے واپس کر دیا گیا۔

ڈیری شب قدر (بذریعہ ڈاک) ڈیری شب قدر ضلع پشاور کے قادیانی ڈاکٹر داؤد احمد کو حکومت سعودی عربیہ نے یہ کہہ کر کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار کافر ہو' تم حدود حرم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جدہ ایئر پورٹ سے واپس پاکستان بھیج دیا۔

واقعات کے مطابق قادیانی مبلغ داؤد احمد اس سال مرزائیت کی تبلیغ کے لئے حج کے بہانے مکہ مکرمہ جانے کے لئے کراچی سے جدہ پہنچے۔ پہلے داؤد احمد کے متعلق سفارت خانے کو آگاہ کر دیا گیا تھا اور اس طرح مرزائی مذکور جدہ ایئر پورٹ سے واپس کر دیا گیا۔

اب مرزائی داؤد احمد مسلمان علاقہ سے منہ چھپائے روپوش پھرتا ہے۔ مسلمانان علاقہ کی دعوت پر مجلس پشاور کے ناظم اعلیٰ مولانا نور الحق نور نے گزشتہ جمعہ جامع مسجد میں تقریر کی' جس سے مرزائیت کے ناپاک عزائم کی قلعی کھل گئی' مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مسلمانوں نے مولانا کو علاقہ بھر کا تفصیلی دورہ کرنے کی دعوت دی۔ مولانا نے دعوت کو قبول کرتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مجلس کے خدام عنقریب علاقہ بھر کا دورہ کریں گے۔ مولانا نے اس سلسلے میں جناب رحیم شاہ صاحب کلاتھ مرچنٹس ڈیری بازار کو پروگرام بنانے کی دعوت دی اور اب انشاء اللہ تعالیٰ علاقہ بھر کے علماء کرام کے تعاون سے پروگرام بنایا جا رہا ہے۔

مرزائی حج پر نہ جا سکے

محترمی آغا صاحب!

السلام علیکم

یہ امر قابل صدر مبارک ہے کہ حکومت سعودی عرب کے اعتراض پر حسب

ذیل مرزائی حج پر نہ جا سکے اور انہیں ۴ اکتوبر کو روانہ ہونے والے جہاز سے اتار دیا گیا ہے۔ ان کی روانگی کی اطلاع اہل جہلم نے بروقت شاہ فیصل کو بھیج دی تھی' سیٹھی فضل حق' سیٹھی عزیز الرحمان' سیٹھی خلیل الرحمان' سیٹھی محمد اسماعیل' مبارک بیگم برکت بی بی' عزیز بیگم اور فاطمہ بیگم '

امید ہے باقی مرزائی بھی حج پر نہ جا سکیں گے۔ حافظ محمد اکرم زاہد' جہلم(چٹان ۱۲ نومبر ۱۹۷۳ء)

یہ صرف دو واقعات عرض کئے ہیں ورنہ اس قسم کی بیسیوں مثالیں ہیں کہ قادیانی حج کے لئے جانا چاہتے تھے۔ مگر سعودی حکومت یا اس کی خواہش اور ان کے قانون کے باعث پاکستانی حکومت نے ان کو جانے سے روک دیا۔

یہ تمام تر اقدامات کہ قادیانیوں کو پاکستان و بیرون پاکستان میں عملاً" غیر مسلم سمجھا جائے' ۱۹۷۴ء کی تحریک سے پہلے ہو چکے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے امت محمدیہؐ کی کاوشوں کے باعث قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک سے پہلے گراؤنڈ تیار کی جا چکی تھی۔

صرف پاکستان کے مرزائیوں کا سعودی عرب میں داخلہ بند نہ ہوا بلکہ پوری دنیا میں جہاں کہیں سعودی سفارتخانے تھے' ان کو حکومت نے سرکلر جاری کیا کہ حدود حرم میں مرزائیوں کا داخلہ شرعا" جائز نہیں' لہذا کسی مرزائی کو حج و عمرہ ویزا نہ دیا جائے۔ جیسا کہ ذیل کی خبر سے واضح ہے۔

نائیجریا کے قادیانی العقیدہ' حرمین شریفین میں داخل نہیں ہو سکتے۔

روزنامہ کویت ٹائمز ۷ ۲جنوری کی ایک خبر

"کویت کے ممتاز انگریزی روزنامہ "کویت ٹائمز" نے انکشاف کیا ہے کہ سعودی

حکومت نے مرزائی امت کے سعودی عرب میں داخلہ پر جو پابندی عائد کی ہے اور انہیں حج کی اجازت نہ دینے کا جو فیصلہ کیا ہے۔ مرزائی قائدین نے اس کے خلاف سعودی حکومت سے احتجاج کرنے اور اس غرض سے ایک وفد سعودی عرب بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ انکشاف "کویت ٹائمز" نے ۲۷ جنوری کی اشاعت میں کیا ہے' اس شمارہ میں لاگوس (نائیجریا) کی Date line اور عالمی خبر رساں ایجنسی رائٹر کے حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ جسمیں بتایا گیا ہے کہ سعودی حکومت سے احتجاج کرنے کی غرض سے نائیجریا کے احمدی رہنما ایک وفد سعودی عرب بھجوانے کا پروگرام بنا رہے ہیں' احمدیوں کے اپنے دعویٰ کے مطابق نائجریا میں ان کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

ایک اندازہ کے مطابق امسال نائیجریا سے ۳۰ ہزار مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا ہے۔ لیکن لاگوس میں سعودی سفارت خانے نے دو سو کے قریب احمدیوں کو حج ویزا دینے سے انکار کردیا تھا۔ جس پر ۱۹ دسمبر کو احمدیوں نے سعودی سفارت خانہ کے سامنے زبردست مظاہرہ کیا۔ اس خبر میں بتایا گیا ہے کہ نائیجریا کے سرکاری حکام اور احمدی رہنماؤں کی مداخلت نے مشتعل احمدیوں کے ہاتھوں سعودی سفارت خانہ کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔

سعودی سفارت خانہ نے احمدیوں کو ویزا جاری کرنے پر تبصرہ کرنے سے انکار کیا ہے۔ لیکن باخبر ذرائع کے مطابق احمدیوں کے نائیجریا میں دو گروہ ایسے ہیں۔ جو سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خاتم النبیین سے منکر ہیں۔ نائیجریا میں تحریک احمدیہ کے صدر شفیع عید و نے ایک اخبار کو بتایا۔ اب تک ہم اسے محض افواہ سمجھتے تھے کہ احمدیوں کے سعودی عرب جانے پر پابندی ہے لیکن اب ہم ایک موثر وفد سعودی عرب بھیجیں گے تاکہ احمدیوں کے مکہ جانے پر جو پابندی ہے۔ اس کی وجہ معلوم ہوسکے۔ ہم نے اپنی اس خواہش سے سعودی سفیر کو مطلع کر دیا ہے۔ جیسے ہی انتظامات ہو گئے' یہ وفد سعودی عرب روانہ ہو جائے گا۔

سعودی سفارت خانہ کی طرف سے احمدیوں کو ویزا نہ دیئے جانے پر احمدیوں کے دونوں گروہوں نے زبردست احتجاج کیا ہے۔ تحریک کے ایک ممتاز امام الحاجی وائی پی پی نے سعودی سفارت خانہ کے اس اقدام کو نائیجریا کے داخلی معاملات میں "غیر ضروری مداخلت" قرار دیا ہے اور دوسرے گروہ کے قائد احمدیہ مسلم مشن کے چیئرمین جسٹس اے آر بقرہ نے اس اقدام کی شدید مذمت کی ہے۔

انہوں نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب سفارت خانہ نے اس طرح ملک کے لوگوں کو مختلف گروہوں میں بانٹنے کی کوشش کی ہے اور اگر اس پر کوئی کارروائی نہ کی گئی تو کسی بھی ملک کا سفارتخانہ اس انتشار و افراق کو ہوا دے سکتا ہے لیکن نائیجریا کے غیر احمدی مسلمانوں (نائیجریا میں غیر احمدی مسلمان جو آبادی کا سب سے بڑا حصہ ہیں) کے ترجمان نے سعودی حکومت کی طرف سے لگائی جانے والی پابندی کا خیر مقدم کیا ہے۔

مسلم انٹر نیشنل ریلیف آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل الحاج جماع عثمان نے اعلان کیا ہے کہ اگر احمدیوں کی حوصلہ شکنی نہ کی گئی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ احمدیہ تحریک اسلام کے لئے سرطان کی حیثیت رکھتی ہے اور اسے پھلنے پھولنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جانی چاہئے۔ اس ممتاز عالم دین نے کہا کہ احمدیہ تحریک نے نام اپنے بانی مرزا غلام احمد سے لیا ہے اور اس کا ہیڈ کوارٹر پاکستان میں ہے۔

انہوں نے بتایا کہ نائیجریا میں احمدیہ تحریک نے آج سے ساٹھ سال قبل چند تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذریعہ بنیاد رکھی تھی۔ اس تحریک کے ماننے والوں میں اگرچہ باہم اختلافات ہیں لیکن ملک کے بعض مسلمان دانشور فنی ماہرین اور سرآوردہ تاجر اسی گروہ سے متعلق ہیں اور تحریک نے ملک بھر میں تعلیمی اداروں کے علاوہ مساجد کا جال بچھا رکھا ہے وہ اپنے جداگانہ رجحانات اور اسلام کے اساسی اعتقاد سے انحراف کی بنا پر نائیجریا کے دوسرے مسلمانوں سے الگ تھلگ ہیں۔

نائیجریا کے ممتاز جریدہ سنڈے ٹائمز میں ممتاز عالم دین اور عربی و اسلامیات کے فاضل ڈاکٹر اسماعیل بالوگن نے ایک مضمون میں کہا ہے کہ احمدی لوگ جب تک اپنے

غیر اسلامی عقائد سے تائب نہیں ہوتے اور مسلمانوں سے الگ تھلگ رہنے کی پالیسی ترک نہیں کرتے' انہیں مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ فرقہ غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہے۔ غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور اپنی لڑکیوں کی غیر احمدیوں میں شادی کرنے کو گناہ سمجھتا ہے"۔

(چٹان ۱۴ فروری ۱۹۷۴ء)

افواج پاکستان اور مرزائی

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات اور پھر سقوط مشرقی پاکستان (جس کے بارے میں ایم ایم احمد صاحب کا کردار اخبارات میں آتا رہا ہے) کے بعد مسلمانوں کے خلاف قادیانیوں کا رویہ بہت جارحانہ ہوگیا ہے۔ پاکستان ایئر فورس سے جھوٹے مقدمے بنا کر جس طرح مسلمان افسروں کو نکالا گیا اور ائر فورس کو قادیانی فورس بنانے کی کوشش کی گئی اور بالا خر وزیر اعظم کو خود اس میں مداخلت کرنی پڑی۔ وہ اب ایک کھلا راز ہے۔ اگرچہ پاکستان ائر فورس کے چیف آف اسٹاف ایر مارشل ظفر چوہدری کو اسی بنا پر رٹائرڈ کر دیا گیا ہے۔ تاہم ابھی تک بہت سے قادیانی سینئر افسران ایئر فورس میں کلیدی اسامیوں پر موجود ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ گروپ کیپٹن سجاد حیدر پاکستان ایئر فورس ہیڈ کوارٹرز پشاور اس سازش کے بارے میں بہت معلومات رکھتے ہیں۔

اسی طرح بری اور بحری فوج میں بھی قادیانیوں نے بڑے پیانے پر نفوذ کیا ہے بہت ساری کلیدی اسامیوں پر فائز ہیں۔ ذیل میں نمونے کے طور پر کچھ نام دیئے جا رہے ہیں۔

بری فوج (ARMY)

۱۔ لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک کور کمانڈر
۲۔ لیفٹیننٹ جنرل عبدالحمید کور کمانڈر
۳۔ میجر جنرل چوہدری نصیر احمد کمانڈانٹ نیشنل ڈیفنس کالج راولپنڈی (پاکستان میں فوجی تربیت کا اعلیٰ ترین ادارہ)

۴۔ میجر جنرل اصغر علی کھوکھر کوارٹر ماسٹر جنرل جی ایچ کیو
۵۔ میجر جنرل سعد طارق انجینئر ان چیف جی ایچ کیو
۶۔ میجر جنرل قاضی عبدالمجید حال ہی میں قید سے واپس آئے ہیں۔
۷۔ میجر جنرل ممتاز احمد ڈو کمانڈر (Div commander)
۸۔ بریگیڈیر عبداللہ سعید کمانڈانٹ پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول
۹۔ بریگیڈیر سرور کمانڈانٹ اسکول آف آرٹیلری نوشہرہ
۱۰۔ بریگیڈیر ارشد محمود جاوید ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ جی ایچ کیو
۱۱۔ بریگیڈیر اکرم سید کمانڈر آرڈ بریگیڈ کھاریاں
۱۲۔ بریگیڈئر منظور احمد غوری کمانڈانٹ سگنل ٹریننگ سنٹر کوہاٹ
۱۳۔ بریگیڈیر میاں اعجاز احمد ڈائریکٹر پے اینڈ الاؤنسز جی ایچ کیو
۱۴۔ بریگیڈیر وقیع الزماں کمانڈر لاگسٹک ایریا لاہور
۱۵۔ بریگیڈیر اصغر کمانڈر ۲۲ بریگیڈئر لاہور
۱۶۔ بریگیڈیر راجہ منصور احمد کمانڈر آرٹیلری ۲۳ ڈویژن
۱۷۔ بریگیڈیر نذیر احمد ڈائریکٹر ایجوکیشن جی ایچ کیو

بحری فوج

۱۔ کموڈور ایس ایم انور میرین اکیڈمی
۲۔ کموڈور جنجوعہ نیول ہیڈ کوارٹر
۳۔ کیپٹن یحیٰ بن عیسٰی ڈیفنس سروس آرگنائزیشن
۴۔ کیپٹن اے ایچ ضیا
۵۔ کیپٹن تجمل حسین
۶۔ کیپٹن نسیم ملک
۷۔ کیپٹن سروہی
۸۔ کیپٹن رضی احمد

۱۵۔ کمانڈر خالد سب میرین سروس

۱۶۔ کمانڈر ایم این بیگ ڈائریکٹر آف آپریشن نیول ہیڈ کوارٹر

بہت سارے لوگ چیف آف نیول اسٹاف وائس ایڈمرل ایچ ایچ احمد کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ وہ قادیانی ہیں۔

ان فہرستوں سے یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف یہی قادیانی افسر کلیدی اسامیوں پر ہیں۔ یہ نام محض نمونے کے طور پر دیئے گئے ہیں ان کے علاوہ اور بے شمار قادیانی افسران بری اور بحری افواج میں ہیں۔

قادیانیوں نے پاکستانی افواج میں یہ پوزیشن باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حاصل کی ہے جیسا کہ ان کے خلیفہ کے حسب ذیل بیان سے واضح ہے۔ پاکستان میں اگر ایک لاکھ احمدی سمجھ لئے تو نو ہزار احمدیوں کو فوج میں جانا چاہئے۔ فوجی تیاری نہایت اہم چیز ہے جب تک آپ جنگی فنون نہیں سیکھیں گے' کام کس طرح کریں گے۔" (الفضل" ۱۱ اپریل ۱۹۵۰ء)

اصل سوال

کیا سرکاری ذرائع روز نامہ "الفضل" ربوہ کا بالا ستیعاب تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں؟ کیا سراغرسانی کے ان دیوتاؤں کو معلوم ہے کہ ربوہ کی ناپاک سرزمین پاکستان کے دل میں ناسور ہوتی جا رہی ہے۔

ہم حکومت پاکستان سے سوال کرتے ہیں کہ آخر اس کا پس منظر کیا ہے کہ "الفضل" خاص اضلاع میں فوجی بھرتی کے اشتہار "پاکستان ٹائمز" وغیرہ سے ترجمہ کر کے ناظر امور عامہ کی طرف سے شائع کرتا ہے۔ کیا ہم اس خیال میں حق بجانب نہیں کہ ان اضلاع کے قادیانیوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جاؤ اور بھرتی ہو جاؤ کہ بھرتی کرنے والا تمہارا ہے۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ پنجاب میں جتنے قادیانی ہیں' سب کے پاس اسلحہ ہے اور اسلحہ انہیں انفرادی حیثیت سے ضلعی حکام نے دیا ہے' جن کے پاس اسلحہ نہیں' ان

کے لئے ربوہ میں اسلحہ کا ڈھیر ہے۔ یا متمول قادیانی' حفاظت ذات کے نام پر ضرورت سے زیادہ اسلحہ جمع رکھتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت تقسیم کر دیں۔ ایک اقلیت کے پاس اس قدر اجتماعی اسلحہ محکمہ سراغرسانی کے نزدیک کسی خطرے کا باعث نہیں؟ ہماری معلومات کے مطابق قادیانی امت کے تیسرے خلیفہ ناصر احمد ۷ مارچ کو لاہور وارد ہوئے اور انہوں نے لاہور کے سرغنہ قادیانیوں سے قادیانی امت کے مقامی اسلحہ کا انداز و حساب کیا۔ پھر بعض ہدایات دے کر رخصت ہوگئے۔ سی آئی ڈی کہاں تھی؟ کیا وہ صرف اصغر خان اور ابوالاعلیٰ مودودی کے لئے رہ گئی ہے۔

۵مارچ کے "الفضل" میں صفحہ ۷ پر مرزا ناصر احمد کی وہ تقریر ہے جو اس نے ربوہ کی گھوڑ دوڑ ٹورنا منٹ میں کی ہے۔ یہ تقریر سیاسی مسلمانوں کے علاوہ سرکاری مسلمانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے اور کہاں ہیں مسجدوں کے ملا؟ مرزا ناصر احمد نے گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا اجرا کس غرض سے کیا؟ کیا پیغمبری ارشاد ہے یا کوئی "ملحدانہ تحریک" کیا پیغمبریا ان کے خلیفہ اس قسم کے ٹورنامنٹ رچایا کرتے تھے؟ کیا یہ لہو و لعب نہیں؟ اگر مظاہرہ طاقت ہے تو کن کے لئے؟ کس غرض سے؟اور کیوں؟

"الفضل" کی بددیانتی ہے کہ اس نے اس ٹورنامنٹ کے تین ہلاک شدگان کا ذکر نہیں کیا۔ صرف دو سو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑ سوار دوڑ میں مرگیا۔ اس کے علاوہ ایک شخص اور اس کی بچی نیچے آکر ہلاک ہوگئے۔ لیکن الفضل نے خبر تک نہیں دی۔ ہماری اطلاع یہ ہے کہ جو شخص بچی سمیت مرگیا۔ اس سے مرزا ناصر احمد خفا تھا۔ شائد اسی وجہ سے اس کی موت کرائی گئی۔ واللہ واعلم۔

آئندہ سال ٹورنامنٹ کے لئے مرزا ناصر نے کہا کہ

"میں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جماعت کے پاس دس ہزار گھوڑے ہونے چاہئیں۔ چنانچہ سال کے اندر دس ہزار گھوڑوں کی ٹورنا منٹ کا انتظام کرلینے پر خوشخبری دی ہے کہ آئندہ ہر وہ ضلع جس کے ستر سے زیادہ گھوڑے اس مقابلہ میں شامل ہوں گے' اس ضلع کو ایک ہزار روپیہ انعام دیاجائے گا۔ اور ہر وہ گاؤں جس کے دس سے زیادہ گھوڑے اس مقابلہ میں شامل ہوں گے۔ ان میں سے جو سب سے زیادہ گھوڑے بھیجنے والا گاؤں ہوگا۔ اس کو سونے کا تمغہ دیا جائے گا"۔

ہماری اطلاع کے مطابق اس غرض سے بعض ریٹائرڈ قادیانی فوجی افسر اس مشن پر لگائے گئے ہیں اور جنگی گھوڑوں کی طرح دم کاٹنے اور ریال کے بال تراشنے سے منع کیا ہے۔ انعام کمیٹی میں چوہدری بشیراحمد شیخوپورہ اور میاں عبدالسمیع نون سرگودھا شامل ہیں' اس کا صدر مرزا طاہر احمد کو بنایا گیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ صوبائی گورنمنٹ کے دو وزیر' خود تو نہیں' لیکن ان کا کنبہ قادیانی ہے اور وہ قادیانی خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ ہم مرکزی ہیئت حاکمہ میں بھی قادیانی رسوخ سے آگاہ ہیں۔ ہم عاجز ہی سہی لیکن ختم المرسلین کا عشق ایک ایسی طاقت ہے جس نے ہمارے دل سے خوف خدا کے سوا ہر خوف نکال دیا ہے۔ ہم وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور صوبائی وزیر اعلیٰ غلام مصطفیٰ کھر سے نہایت عاجزی کے ساتھ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے سینہ میں بھی دل ہے اور اس دل میں حضورؐ کی محبت ہے ۔خدا کے لئے وہ دس ہزار گھوڑوں کی تیاری کا پس منظر معلوم کریں۔ ایک طرف تو سیاسی جماعتوں کے رضا کارانہ نظام پر پابندی لگائی جاتی ہے اور ملک کے لئے ان کے وجود کو خطرناک قرار دیا جاتا ہے دوسری طرف قادیانی امت اس طریق سے تیاری کر رہی ہے' کیا اس کا نام دین ہے؟ اور حکومت مداخلت فی الدین کی مرتکب نہیں ہونا چاہتی۔ ہم ممنون ہوں گے اگر یہ بتایا جائے کہ دس ہزار گھوڑوں کی تیاری سیاسی نہیں تو کس رعایت سے تبلیغی ہے؟

بالآخر ہم مرزا ناصر احمد کا ایک فقرہ نقل کرتے ہیں جو ہم تک ایک معتمد دوست کی معرفت پہنچا ہے کہ ناصر احمد نے لاہور میں پانچ سر آوردہ قادیانیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا"پنجاب میں سیاسی طور اپوزیشن حکمران پارٹی نے مفلوج کر دی ہے اور غیر احمدی عوام میں کس بل نہیں رہا' وہ بے حوصلہ ہو چکے ہیں۔ ہمارے لئے اب تیاری کرنا اور اس قسم کی منتشرد بزدل اکثریت کو شکست دینا مشکل نہیں ہے" (چٹان لاہور)

ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد

ظفرچوہدری کی علیحدگی

"آج ۲۹ اپریل کو لاہور کے کوچہ و بازار میں بے شمار ٹکڑیوں کی زبان پر ایک ہی

کلمہ استحسان تھا' ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد! سبب کیا تھا یہ کہ

پاک فضائیہ کے چیف آف سٹاف ایر مارشل ظفر اے چوہدری جو خاندانی اعتبار سے غالی قسم کے قادیانی ہیں اور اپنے موجودہ منصب کو خلیفہ ربوہ ناصر احمد علیہ ماعلیہ کے اشاروں پر استعمال کرتے تھے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۷۴ء کو سبکدوش کر دیے گئے۔ ہم ایک حد تک جانتے ہیں اور کسی حد تک نہیں جانتے کہ ان کی سبکدوشی کے اسباب کیا ہیں؟ لیکن ہمارے لئے بہر حال اطمینان کا پہلو یہ ہے کہ ایک قادیانی جس کی رگوں میں مرزا غلام احمد کی خانہ ساز نبوت کا خون دوڑتا تھا' بالاخر رخصت پاگیا۔ اسکے ذہن میں یہ غلط قسم کا غرور تھا کہ وہ دور دراز کے استعماری رشتوں کی بدولت اپنے موجودہ منصب سے نہیں ہٹ سکتا کیونکہ مرزا غلام احمد کے سفید فام آقایان ولی نعمت قادیانی امت کے سرپرست ہیں اور قادیانی امت پاکستان کے اقتدار کا پس منظر ہے۔ اس نشہ ہی میں اس نے فضائیہ کے بعض نامور فرزندوں کو نشانہ ہدف بناکر ان پر مقدمہ بنوا دیا۔ عوام کے علم میں ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے مشہور ہیرو مسٹر ایم ایم عالم' جو اقبال کے شاہین تھے اور جنہوں نے اپنی ایک ہی پرواز میں دشمن کے بے شمار طیارے گرا دیئے تھے۔ ظفر چوہدری کے غضب کا نشانہ ہو گئے اور انہیں ملک سے نکالنے کے لئے کورٹ مارشل تک کی دھمکی دی گئی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نکال دینے کے بعد کئی مرزائی پائلٹوں کی ترقی کا راستہ صاف ہوتا تھا۔ مسٹر بھٹو مبارک باد کے واقعی مستحق ہیں کہ انہوں نے اسلام کے دل کا کانٹا نکال دیا۔ مسٹر بھٹو مستحق داد ہیں کہ انہوں نے پچھلے سیاست دانوں کی اس کمزوری کا ازالہ کر دیا کہ وہ عسکریت سے خوفزدہ رہتے تھے۔ بلاشبہ عسکریت ہماری آبرو ہے' ہمیں اس پر ناز ہے لیکن میدان جنگ کو اس کی راہنمائی میں دیا جا سکتا ہے ملک کے سیاسی مستقبل کو صرف سیاست دان ہی حل کر سکتے ہیں۔

ہم وزیر اعظم بھٹو سے عرض کرتے اور یقین دلاتے ہیں کہ وہ قادیانی العقیدہ جرنیل یا مارشل کی بلیک میلنگ کو اپنے جوتے کی مٹی کے برابر درجہ نہ دیں۔ اس مسئلہ میں ساری قوم ان کے ساتھ ہے۔ اگر وہ اپوزیشن کے باوقار لیڈروں کے ساتھ

مل کر ملک کے لئے سیاسی سوکن پیدا کرلیں گے تو یہ نہ صرف ان کی طاقت میں اضافہ کا باعث ہوگا بلکہ وہ ہراس خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے جو استعماری طاقتیں مختلف گوشوں میں ان کے لئے تیار کرتی ہیں' لیکن قدرت نے ان طاقتوں کے مقدر میں ناکامی لکھ دی ہے"۔

(چٹان لاہور ۲۲ اپریل ۱۹۷۴ء)

قادیانی اور فوج

" ہم نے چٹان کی اشاعت بابت یکم اپریل ۱۹۷۴ء میں قادیانی روزنامہ الفضل ربوہ سے متعلق سوال کیا تھا کہ اس میں پاکستان آرمی سے متعلق ریکروٹنگ کے اشتہارات کس مصلحت کے تابع شائع ہوتے ہیں۔ ہم نے یہ سوال جنرل ٹکا خان سے انتہائی احترام کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے قادیانی امت کچھ ایسا رسوخ رکھتی ہے کہ اس کے لئے ہر ڈھٹائی غلام احمد کی سنت کا خاصا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آرمی میں ریکروٹنگ کے اشتہارات الفضل میں انتخاب کر کے شائع ہوتے ہیں۔ مثلاً" ۲۲ مئی کے الفضل میں صفحہ ۵ پر پاکستان آرمی میں ریگولر کمیشن کا اشتہار ناظر تعلیم کی طرف شائع ہوا ہے۔

کیا ہم یہ سمجھیں کہ آرمی ایجوکیشن کور کی سلیکشن کے لئے جن افراد کو مقرر کیا جائے گا' وہ قادیانی العقیدہ ہوں گے اور امیدوار علامتی نشانی دکھا کر منتخب کر لئے جائیں گے؟

ہم وزیر اعظم بھٹو اور جنرل ٹکا خاں سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے نام پر درخواست کرتے ہیں کہ وہ قادیانی امت کی اس خفیہ جتھہ بندی کے ظالمانہ نتائج سے پاکستان کو محفوظ کریں۔ اسلام ان کا شکر گزار ہوگا"۔ (چٹان ۳ جون ۱۹۷۴ء)

قادیانی ارتداد کی مجنونانہ ظالمانہ اور سفاکانہ قتل کی ایک امثال

گذشتہ ہفتہ پولیس نے بشریٰ فاطمہ شہید کے قادیانی قاتل کو ساہیوال سے گرفتار کر کے کوئٹہ پہنچا دیا' ملزم طارق سعید عرصہ نو ماہ سے مفرور تھا۔ بعض اطلاعات کے

مطابق کوئٹہ کے ایک شخص نے ملزم طارق سعید قادیانی کو ساہیوال میں دیکھ کر پہچان لیا' جس پر ساہیوال پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے کوئٹہ پولیس کو اطلاع دی اور مقامی پولیس کا ایک خصوصی دستہ میر عبد الحنان سب انسپکٹر کی زیر قیادت ملزم کو اپنی حراست میں کوئٹہ لے آیا۔

ملزم طارق سعید قادیانی نے تین سال قبل خضدار میں اپنی سوتیلی بہن بشریٰ فاطمہ کو آہنی ہتھوڑے کی پے در پے ضربوں سے شہید کر دیا تھا' اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ملزم نے اپنی سوتیلی بہن بشریٰ فاطمہ کو مسلمان مذہب چھوڑ کر قادیانی ہونے کی ترغیب دی' لیکن بشریٰ نے مذہب تبدیل کرنے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے سے انکار کر دیا' جس پر ملزم نے بشریٰ پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا' ملزم کے خلاف مقامی عدالت میں مقدمہ زیر سماعت تھا' اسے ڈسٹرکٹ جیل کوئٹہ میں رکھا گیا تھا' بعد میں ملزم کو ہسپتال کی جیل وارڈ میں منتقل کر دیا گیا' جہاں سے ۱۴/مارچ ۱۹۷۳ء کو ملزم طارق سعید بروایت ایک قادیانی سازش کے تحت فرار ہو گیا۔ گذشتہ دنوں ساہیوال پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے کوئٹہ پہنچا دیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے ناظم جناب منظور احمد مغل' مرکزی مبلغ مولانا عبد اللطیف اور دیگر ممتاز علماء دین بلوچستان نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ملزم کی سخت نگرانی کی جائے کیونکہ ملزم کو کئی اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کی حمایت حاصل ہے' انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ملزم کو فرار کرانے والے افراد کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے' علماء نے کہا کہ ملزم کو قانون کے مطابق تختہ دار تک پہنچایا جائے۔

علماء نے ساہیوال پولیس کو بھی اس گرفتاری پر مبارک باد پیش کی۔ بلوچستان کے سینئر وکیل جناب مرزا منور احمد ایڈووکیٹ' جناب ریاض الحسن ایڈووکیٹ' جناب مقیم انصاری اور دیگر ممتاز وکلاء نے مجلس تحفظ ختم نبوت کو اپنی اعزازی خدمات پیش کر دی ہیں۔(۱۷/دسمبر ۱۹۷۳ء چٹان)

اللھم صلی علی محمدٌ (درود شریف) میں میرزا غلام احمد اور اسکی اولاد کا داخلہ

"ذیل میں ضیاء الاسلام پریس قادیان کے مطبوعہ رسالہ درود شریف کے صفحہ ۴۴

کا فوٹو سٹیٹ حاضر ہے۔ دوسری سطر کے آخری دولفظوں سے لے کر تیسری چوتھی پانچویں سطر پڑھ لیجئے۔ اور محمدؐ و احمد کے ساتھ آل محمدؐ و احمد بھی دیکھ لیجئے۔ اس کے بعد فرمائیے' اس کی نشاندہی کرنے پر خطاوار کون ہے؟

ایک لحظہ سوچئے کہ اسلام کو غصب کرنے کی مہم کا آغاز کہاں سے ہوا اور آل ابراہیمؑ و آل محمدؐ کے مقابلہ میں کس کی آل لائی جا رہی ہے' آغا شورش کاشمیری نے چٹان ۱۵/جنوری ۷۴ء کے شمارہ میں یہ شائع کر کے مسلمانوں کو باخبر کیا کہ کس طرح مرزا غلام احمد کو غلام احمد سے احمد بنا کر درود شریف میں شامل کر کے محمدؐ و آل محمدؐ کی توہین کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ قادیانیوں کی اس قسم کی حماقتیں مسلمانوں میں اضطراب کا باعث بنتی گئیں اور وہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک اقلیت قرار دلوانے کے مطالبہ کے حق میں منظم ہوتے گئے۔

ایبٹ آباد فوجی چھاؤنی اور مرزائی

قادیانی' وطن عزیز کے اہم شہروں میں قادیانی آبادیاں قائم کرنے کے لئے جس انداز میں سوچتے' منصوبہ بندی کرتے اور اس کی تلاش کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ ایبٹ آباد کے چھوٹے ربوہ کی تعمیر کے پس منظر سے کیا جا سکتا ہے' چھوٹا ربوہ پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول کے نزدیک قائم کیا جا رہا ہے اور اس منصوبہ کی ابتداء ۶۹۔۱۹۶۸ء میں اس وقت ہوئی جب ایک با اثر قادیانی افسر عبد الجلیل ایبٹ آباد چھاؤنی کا چیف ایگزیکٹو افسر تھا' ان دنوں ڈپٹی کمشنر ایبٹ آباد عبد السلام زیدہ مردان کا قادیانی تھا' ۷/جون ۱۹۶۳ء میں ایک خصوصی آرڈی نینس کے تحت بعض علاقوں کو ایبٹ آباد چھاؤنی میں شامل کرتے ہوئے ایبٹ آباد جائنٹ کنٹونمنٹ بورڈ قائم ہوا' اور ان نئے علاقوں کی ترقی و تعمیر کی ذمہ داری ایبٹ آباد کنٹونمنٹ بورڈ پر ڈالی گئی۔ ترقیاتی بورڈ نے اپنا پہلا تعمیراتی منصوبہ جناح ٹاؤن شپ سکیم کی صورت میں تیار کیا۔ یہ سکیم ٹوبہ کیمپ سے متصل اور کئی سو کنال رقبہ پر مشتمل تھی۔ یہ سارا رقبہ ملکیت میں تھا' چنانچہ اسے لینڈ ایکویزیشن کے مجریہ ۱۸۹۴ء کے تحت حاصل کر لیا گیا' اس کے معاوضہ کے طور پر مبلغ

۲۴۰۰'۴۴'۳۵'۳ روپے مالکان کو ادا کئے گئے' اس کے لئے مرکزی حکومت سے ۳۵/لاکھ روپے کا قرضہ لیا گیا تھا۔ یہ ہاؤسنگ سکیم ۲۴۰ رہائشی پلاٹوں پر مشتمل تھی۔ اور ان کی الاٹمنٹ کے لئے بورڈ نے *First Come First serve* کا طریقہ طے کیا تھا لیکن مسٹر عبد الجلیل نے جو ۶۹۔۱۹۶۸ء میں ایبٹ آباد کے چیف ایگزیکٹو افسر اور ترقیاتی بورڈ کے سیکرٹری تھے۔ قادیانی سول اور فوجی افسروں سے مل کر الاٹمنٹ کا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ قادیانی کمیونٹی نے ۴۴ پلاٹ حاصل کر لئے۔ بعد ازاں وہ چھ پلاٹ حاصل کر لئے گئے جو شروع میں بوگس ناموں پر الاٹ کئے گئے تھے۔ اگر ماسٹر پلان اور موقعہ کا ملاحظہ کیا جائے تو انکشاف ہو گا کہ ان ۵۰/پلاٹوں میں سے ۲۷/ایک دوسرے سے متصل تھے۔ جبکہ ۲۳ پلاٹ پوری کالونی میں پھیلے ہوئے تھے ذیل میں پلاٹوں اور اور الاٹیوں کی فہرست دی جاری ہے' جن سے اندازہ ہو سکتا ہے مسٹر جلیل نے الاٹمنٹ چھوٹے ربوہ کے قیام اور پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول سے متصل قادیانی مشنری سنٹر کے اجراء میں کیا کردار ادا کیا ہے؟

چھوٹے ربوہ کے قیام کے سلسلہ میں مسٹر جلیل کے خلاف تحقیقات ہوئی' مگر اس پر کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ لیفٹیننٹ جنرل عبد العلی ملک اور بعض دوسرے اعلیٰ افسروں نے اس معاملہ میں مداخلت کر کے مسٹر جلیل کو سزا یابی سے بچا لیا' چنانچہ مسٹر جلیل ڈپٹی ڈائریکٹر ملٹری لینڈز اینڈ کنٹونمنٹس راولپنڈی ریجن کے بااثر عہدے پر فائز ہے' اور حسب ذیل قادیانی افسر اس کی براہ راست نگرانی میں کام کرتے رہے۔

(۱) مسٹر اعجاز چیف ایگزیکٹو افسر جہلم چھاؤنی

(۲) مسٹر نعیم احمد چیف ایگزیکٹو افسر کھاریاں و منگلا چھاؤنی

(۳) مسٹر اعجاز احمد چیف ایگزیکٹو افسر مری ہلز چھاؤنی (مسٹر اعجاز' جلیل کا بھتیجا ہے)

(۴) مسٹر سعید احمد چیف ایگزیکٹو افسر ایبٹ آباد و ایم ای او ہزارہ۔

(۵) مسٹر محمد یحییٰ خضر چیف ایگزیکٹو افسر لاہور چھاؤنی

(۶) مسٹر منظور حسین ڈپٹی اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایم ایل اینڈ سی راولپنڈی ریجن مزید براں اس کی سفارش پر آٹھ ماہ کی ملازمت کے حامل نہایت جونیئر افسر مسٹر الطاف احمد کو ملٹری اسٹیٹ افسر راولپنڈی ریجن مقرر کیا گیا' مسٹر جلیل خاں کا بیان ہے کہ یہ تعیناتی کوارٹر ماسٹر جنرل اور سیکرٹری وفاع جنرل فضل مقیم خاں کی پیشگی منظوری سے کی گئی۔

مسٹر جلیل نے اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے ایک قادیانی افسر مسٹر محمود کی مدد سے ڈائریکٹر ملٹری لینڈز کے دفتر سے مسٹر احسان الحق اے ڈی سی کو تبدیل کرا دیا تاکہ اس کی جگہ کسی قادیانی کو تعینات کیا جا سکے۔ اور اس کے لئے اس کی نظر میں غالباً" مسٹر یحیٰی خضر یا مسٹر اعجاز بھی تھے اور یوں وہ ملٹری اینڈ کنٹونمنٹس کے دفتر کو قادیانی مرکز میں تبدیل کر رہا تھا۔ مسٹر درانی ڈائریکٹر ملٹری لینڈز آجکل بیرون ملک تربیت پر گئے ہوئے تھے اور مسٹر جلیل نوجوانوں میں اثر و رسوخ پیدا کرنے میں مصروف تھے۔

مسٹر جلیل نے ڈپٹی ڈائریکٹر ہوتے ہی چیف ایگزیکٹو افسر ایبٹ آباد کو ہدایت کی کہ جناح ٹاؤن میں قادیانیوں کو تعمیر کی اجازت دے دی جائے' چنانچہ تعمیر پر جو پابندی تھی' وہ ختم کر دی گئی۔ کنٹونمنٹ بورڈ ایبٹ آباد کے دفتر میں جو نقشہ موجود ہے' اس کے مطابق پلاٹ نمبر ۴۶' ۴۷ اور ۴۸' کا تعمیراتی منصوبہ حسب ذیل ہے

پلاٹ نمبر	رقبہ (مربع گز میں)	مالک کا نام
۴۶	۳۰۸۶٫۸۹	صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان
۴۷	۳۰۸۶٫۸۹	صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان
۴۸	۳۰۸۶٫۸۹	مسماۃ منصورہ بیگم زوجہ میرزا ناصر احمد

اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ محولا بالا عمارتیں واقعتاً" رہائشی عمارتیں نہیں تھی چنانچہ جائنٹ ڈویلپمنٹ بورڈ' بیعنامہ کی شق ۴/ اور شق ۸ (الف) کے تحت (دس فیصد کم قیمت پر اس زمین کو واپس لینے کا مجاز تھا اور اس پر جو تعمیر ہوئی تھی اس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑا تھا)۔

مسٹر جلیل روزانہ پاکستان سیکرٹریٹ نمبر۱ اور نمبر۲ کا چکر لگاتے اور اس کوشش میں مصروف رہتے کہ مسٹر درانی کو واپسی پر جائنٹ سیکرٹری مقرر کر دیا جائے۔ تاکہ مسٹر جلیل ڈائریکٹر ملٹری لینڈز کے عہدہ پر ترقی پا سکیں اور اسطرح کنٹونمنٹ بورڈ اور ملٹری لینڈز و کنٹونمنٹس کے دفاتر' کنٹونمنٹ بورڈ کے سکولوں اور ہسپتالوں میں قادیانیوں کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے' مری میں قادیانیوں کے ایک خفیہ اجلاس میں اس نے اپنے منصوبہ پر اپنے ہم خیالوں سے تبادلہ خیال بھی کیا' مرزائیوں کو جو پلاٹ الاٹ ہوئے اسکی تفصیل یہ ہے:۔

پلاٹ نمبر	رقبہ (رقبہ مربع گز میں)	الاٹی کا نام و پتہ
۱۰	۱۸۱۶٫۶۷	مسٹر شاہنواز' معرفت شاہنواز لمیٹڈ راولپنڈی
۱۲	۱۸۱۶٫۶۷	مساۃ ماجدہ بیگم معرفت شاہنواز لمیٹڈ راولپنڈی
۱۳	۱۸۵۹٫۰۰	مرزا فرید احمد ربوہ
۱۹	۱۳۸۱٫۱۱	کلیم اللہ شاہ معرفت شاہ نواز لمیٹڈ راولپنڈی
۲۷	۶۱۰٫۰۰	امت السنان قمر نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ
۳۴	۱۲۰۸٫۸۹	چودہری مشتاق احمد باجوہ احمدیہ مشن زیورخ
۳۵	۱۲۰۸٫۸۹	کیپٹن سیفی چودہری' شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ بند روڈ۔ لاہور
۳۶	۱۲۰۸٫۸۹	مساۃ صادقہ بیگم دختر شیخ عبد الرحیم ۴۰۲ جناح کالونی لائلپور
۳۷	۱۱۹۱٫۱۱	ڈاکٹر مسز رفعت آراء احمد' ۹۷۔ایف ماڈل ٹاؤن لاہور
۳۸	۱۹۴۱٫۷۸	مسٹر اے ڈی احمد مینجنگ ڈائریکٹر پان اسلامک سٹیم شپ کراچی
۴۱	۱۲۰۸٫۸۹	زبیر احمد چودہری' ماڈرن موٹرز لمیٹڈ کراچی
۴۲	۱۲۰۸٫۸۹	آصف احمد چودہری ماڈرن موٹرز لیمٹڈ کراچی
۴۳	۱۲۰۸٫۸۹	جاوید احمد چودہری ماڈرن موٹرز لمیٹڈ کراچی
۴۵	۱۲۰۸٫۸۹	چودہری بشیر احمد موٹرز لمیٹڈ کراچی
۴۶	۱۲۰۸٫۸۹	مسٹر امین احمد موٹرز ماڈرن لمیٹڈ کراچی
۴۷	۱۲۰۸٫۸۹	صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان

مساۃ منصورہ بیگم معرفت مرزا ناصر احمد ربوہ	۱۲۰۸،۸۹	۴۸
ایچ ایم ناصر احمد۔ ربوہ	۱۲۲۶،۸۹	۴۹
نوابزادہ مسعود احمد خان۔ ربوہ	۱۲۰۸،۸۹	۵۰
ونگ کمانڈر سید محمود احمد معرفت شیزان انٹرنیشنل	۱۲۰۸،۸۹	۵۱
مرزا مبارک احمد۔ ربوہ	۱۲۰۸،۸۹	۵۲
مساۃ قدسیہ بیگم۔ ربوہ	۱۲۰۸،۸۹	۵۳
مسٹر غلام یٰسین معرفت مسٹر غلام محمد مکان نمبر۱۱۱۔ منصف بلڈنگ۔ چنیوٹ	۱۲۰۸،۸۹	۵۴
محمد عبداللہ' عبداللہ کلاتھ ہاؤس۔ لائل پور	۱۲۰۸،۸۹	۵۵
حمیداللہ شریف اللہ پسران محمد عبداللہ' عبداللہ کلاتھ ہاؤس لائلپور	۱۲۰۸،۸۹	۵۶
مساۃ بدر بیگم معرفت شاہنواز لمیٹڈ۔ راولپنڈی	۱۹۱۱،۶۴	۵۹
عماد مصطفیٰ' صفیہ بیگم۔ مصطفیٰ پارک۔ اوکاڑہ	۱۱۳۱،۰۰	۷۹
کرنل انوار احمد تمغہ پاکستان۔ اصغر مال۔ راولپنڈی	۱۲۰۸،۸۹	۸۷
محمد اسحٰق قریشی۔ ماڈرن موٹرز۔ کراچی	۱۲۲۹،۸۹	۹۱
ملک محمد عبداللہ ریذیڈنٹ انجینئر مکان نمبر B/۸۹۔ لیاقت آباد۔ راولپنڈی	۶۰۰،۰۰	۱۰۳
میجر اے کے باجوہ زونل مینیجر خیبر انڈسٹریز کمپنی لمیٹڈ۔ لاہور	۵۹۵۱،۰۰	۱۰۷
محمد ابراہیم خان پولیس انسپکٹر (ریٹائرڈ) پیپلز پارٹی کالونی نمبر۲ لائلپور	۶۰۰،۰۰	۱۳۱
ایم ایم احمد۔ راولپنڈی	۱۳۴۴،۴۴	۱۸۹
چوہدری محمد دین ایڈووکیٹ۔ اوکاڑہ	۳۹۳،۳۲	۲۱۱
چودہری محمد سلطان اکبر تعلیم الاسلام کالج۔ ربوہ	۵۷۳،۳۳	۲۱۲
قاضی عبدالحمید اسلام' ۲۱۳۔ صدر بازار اوکاڑہ	۵۶۰،۰۰	۲۱۳
محمد احمد ثاقب موضع بھینی ڈاکخانہ شرقپور	۶۰۴،۳۳	۲۴۰
ڈاکٹر بشیر احمد خاں معرفت مسٹر عبدالقدوس خان سعید آباد پشاور یونیورسٹی	۶۰۰،۴۴	۲۴۷
بیگم عذرا ظفر معرفت چودہری مسعود احمد باجوہ ۶۰۔ایف بلاک اوکاڑہ	۵۹۰،۰۰	۲۶۹
بیگم ثریا مسعود معرفت چودہری مسعود احمد باجوہ ۶۰۔ایف بلاک اوکاڑہ	۵۹۰،۰۰	۲۷۰

۲۷۱	۵۹۰،۰۰۰	حبیبہ منظور زوجہ چودہری منظور بسرا ایڈمنسٹریٹو سول جج شیخوپورہ
۲۷۲	۵۹۰،۰۰۰	مس خورشید اسلمعیل معرفت مس انجمن آراء بیگم جونیئر سکول لارنس کالج گھوڑا گلی
۲۷۳	۵۹۰،۰۰۰	مس انجمن آرا بیگ لارنس کالج گھوڑا گلی
۳۰۶	۸۸۴،۸۹	چودہری مسعود احمد باجوہ ۶۰۔ ایف بلاک اوکاڑہ
۳۱۸	۶۰۰،۰۰۰	مسماۃ صالحہ بیگم معرفت ڈاکٹر سعید احمد دارالسعید ایبٹ آباد
۳۱۹	۶۰۰،۰۰۰	مسٹر مسرور احمد خاں معرفت ڈاکٹر سعید احمد ایبٹ آباد
۳۵۸	۵۶۳،۰۰۰	مسماۃ تصفیہ بیگم معرفت ڈاکٹر علی بہادر خان ممتاز ہسپتال اوکاڑہ
۳۰۹	۵۶۳،۰۰۰	مسز علی احمد خاں معرفت میجر علی احمد خاں سٹاف کالج۔ کوئٹہ
۳۶۳	۵۸۸،۰۰۰	مسٹر محمود احمد معرفت محمود احمد اینڈ سنز جناح روڈ۔ کوئٹہ

۱۹۶۹ء میں تعمیر کا آغاز کرنا تھا۔ لیکن ۱۹۶۸ء کے آواخر میں ایوب آمریت کے خلاف جدوجہد گہماگہمی کی وجہ سے اس منصوبہ پر عمل نہ ہو سکا۔ ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۰ء بھی ایسے ہی گذرے۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں فوجی اقدام کی وجہ سے حالات راس نہ آئے۔ حتی کہ ۱۹۷۲ء میں سازگار ماحول نصیب ہوا۔ چنانچہ تعمیر شروع ہوئی کچھ بنگلے تعمیر ہو گئے اور کچھ زیر تعمیر تھے کہ جولائی اگست ۷۲ میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر قصر خلافت کی سنگ بنیاد رکھنے کے لئے ایبٹ آباد آئے۔ اس آمد پر راز فاش ہوا ورنہ اس سے قبل لوگوں کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہاں کیا بن رہا ہے؟

سازش کا انکشاف:۔

جب ۱۴/اگست ۱۹۷۲ء کو ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد میں شرکت کے لئے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تشریف لے گئے تو اس دوران ایک ذمہ دار دوست نے مولانا کو اس سازش کے متعلق بتایا۔ جس کی تحقیق کے لئے حضرت امیر مرکزیہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم امور عامہ مولانا محمد شریف جالندھری جو ان دنوں اسلام آباد میں تھے، کو ایبٹ آباد بھیج دیا۔ جہاں انہوں نے اس گرمائی ربوہ کا جا کر بذات خود پہلی دفعہ معائنہ کیا۔ جماعتی دوستوں کی

میٹنگ ہوئی۔ جس میں اس سازش کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ طے پایا کہ ۱۸/اگست جمعہ کے روز حضرت امیر مرکزیہ مولانا لال حسین اختر ایبٹ آباد تشریف لائیں تاکہ ان کی ہدایات اور سرپرستی میں اس سازش کو ناکام کرنے کے لئے موثر اقدام اٹھایا جائے۔

مولانا لال حسین کی آمد:۔

حسب پروگرام ۱۸/ اگست کو حضرت امیر مرکزیہ تشریف لے گئے' ایبٹ آباد میں جماعتی دوستوں نے آپ کا استقبال کیا۔

جامع مسجد الیاسی ملٹری اکیڈمی میں قبل از جمعہ اور بعد از جمعہ آپ نے ولولہ انگیز خطاب عام فرمایا' جس میں قادیانیوں کی دوسری ملک دشمن اور اسلام دشمن سازشوں کے علاوہ ایبٹ آباد میں گرمائی ربوہ کی تعمیر کا بھی انکشاف کیا۔ مولانا نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس گرمائی ربوہ میں حضور سرور کائناتؐ کی ختم نبوت کے خلاف سازشیں کی جائیں گی۔ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے منصوبے بنائے جائیں گے۔ لہٰذا میں آپ سے خدا اور رسولؐ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ یہاں کسی قیمت پر گرمائی ربوہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دو' آپ کی ایمان افروز تقریر سننے کے بعد ایبٹ آباد کے عوام سڑکوں پر نکل آئے اور اپنی سرزمین پر ربوہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ختم نبوت کمیٹی کا قیام:۔

تقریر کے بعد امیر مرکزیہ مولانا لال حسین اختر کی زیر صدارت ایبٹ آباد کے سرکردہ افراد کی میٹنگ ہوئی۔ جس میں ختم نبوت کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیٹی نے حضرت مولانا لال حسین اختر سے گذارش کی کہ آپ آئندہ جمعہ کو پھر دوبارہ تشریف لائیں۔

حضرت نے وعدہ فرمایا۔ اور حسب پروگرام ۲۵/اگست کے جمعہ پر وہاں تشریف لے گئے۔

جلسہ اور جلوس:۔

۲۵/اگست کے جمعہ پر اسلامیان ایبٹ آباد کے اتفاق و اتحاد کا منظر قابل دید تھا۔

سارے شہر کی مساجد کے خطیبوں نے جمعوں کی چھٹی کر کے شہر کی سب سے بڑی عید گاہ میں مولانا لال حسین اختر کی امامت میں جمعہ پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ بیس ہزار کا اجتماع تھا۔ جس سے حضرت امیر مولانا لال حسین اختر نے خطاب فرمایا۔ اس گرمائی ربوہ کے ذریعہ آئندہ رونما ہونے والی خوفناک اور ہولناک تباہیوں کا خاکہ پیش فرمایا۔ کیونکہ حیرت انگیز طور پر گرمائی ربوہ کے لئے پاکستان ملٹری اکیڈمی کے قریب جگہ کا تعین کیا گیا تھا۔

بعد از نماز جمعہ عید گاہ سے ایک عظیم جلوس نکلا جس کی قیادت مولانا لال حسین اختر نے فرمائی۔ یہ جلوس کیا تھا' اس گرمائی ربوہ کو ایک کھلا چیلنج تھا' اس کے خلاف بغاوت تھی' مکمل اظہار نفرت تھا' پندرہ پندرہ میل سے عوام کے ہجوم شمع رسالتؐ کے پروانے بن کر اس جلوس میں شریک تھے۔

ہزارے کے غیور مسلمان آج بیدار تھے۔ وہ تخت یا تختہ کا فیصلہ کر کے گھر سے نکلے تھے۔ جلوس کا رخ یہ بتا رہا تھا کہ آج ہم سب کچھ قربان کر سکتے ہیں مگر یہاں ربوہ ثانی نہیں بننے دیں گے۔ انتظامیہ حواس باختہ اور ہراساں تھی' یہی وہ موقع تھا۔ وکلاء' جن کی قیادت کہنہ مشق وکیل جناب الحاج سردار بہادر خاں صدر بار ایسوسی ایشن اور ماہر قانون جناب غلام مصطفیٰ کر رہے تھے' میدان میں نکلے اور علماء کے دوش بدوش چلنے کا عملی مظاہرہ کیا۔ ان کی شمولیت نے اس عوامی جدوجہد اور عوامی تحریک کو ایک منظم آئینی تحریک کی شکل دے دی تھی لیکن بایں ہمہ مشتعل جلوس نے مرزائی تعمیرات کو پیوند خاک کر دیا۔

جلوس شہر کے مختلف بازاروں سے گذرتا ہوا جناب ڈپٹی کمشنر کے دفتر پہنچا۔ جناب ڈپٹی کمشنر نے جلوس سے خطاب کیا اور ان کو یقین دلایا کہ میں نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے تعمیرات پر پابندی عائد کر دی ہے اور آپ کے جذبات صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت تک پہنچا دوں گا۔ اس یقین دہانی پر مولانا لال حسین اختر نے جلوس کو منتشر ہونے کا حکم دے دیا۔ الحمد للہ جلسہ اور جلوس پر امن اور کامیاب رہا۔

مولانا لال حسین اختر کی دوسرے دن پنجاب واپسی تھی چنانچہ آپ نے مولانا قاضی محمد نواز صاحب خطیب جامع مسجد الیاسی' مولانا محمد ایوب الرحمٰن صاحب' مولانا شفیق الرحمٰن کیمال اور دوسرے دوستوں کو ہدایات دیں' آئندہ کا لائحہ عمل وضع کر کے دیا' اور روانہ ہو گئے۔ طلباء' تاجر' دوکاندار' مزدور غرض کہ ہر طبقہ میدان میں اتر چکا تھا۔ مگر چونکہ تحریک کی قیادت محفوظ ہاتھوں میں تھی' اس لئے تحریک پر امن رہی۔

وفد کی وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد سے ملاقات:۔

مولانا لال حسین اختر نے روانگی کے وقت دوستوں کو مشورہ دیا تھا کہ نمائندہ وفد تیار کر کے مرکزی وزیر داخلہ اور صوبائی گورنمنٹ سے ملاقات کی جائے۔ چنانچہ ۳ ستمبر کو ایک نمائندہ وفد پاسبان ختم نبوت قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی اعظم مفتی محمود وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد سے ملا اور ساری پوزیشن عرض کی۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اس وقت ڈپٹی کمشنر کو معاملہ کی رپورٹ پیش کرنے کا حکم فرمایا۔

دفعہ نمبر ۱۴۴ کو چیلنج:۔

دوسری طرف قادیانی پارٹی نے دفعہ ۱۴۴ کے خلاف درخواست دے دی۔ مولانا شفیق الرحمٰن کیمال نے حضرت امیر مرکزیہ مولانا لال حسین اختر کو ملتان دفتر مرکزیہ کے پتہ پر خط لکھا کہ آپ اس کیس کی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے پیروی کرنے کے لئے ۲۵ ستمبر کو تشریف لے گئے وکلا سے ملے ان کو مناسب مشورے دیئے اور یہ پابندی برقرار رہی اور بعد میں مرزائیوں کی الاٹ منٹ منسوخ کر کے یہاں کالج بنا دیا گیا جس میں آج ختم نبوت کی تنظیم قائم ہے۔ (الحمدللہ)

دفاتر کا افتتاح:۔

اس موقعہ پر حضرت امیر مرکزیہ مولانا لال حسین اختر نے ایبٹ آباد میں کئی ایک دفاتر کا افتتاح کیا۔ ایبٹ آباد نہیں بلکہ سارے صوبہ میں اس کارنامہ کی وجہ سے جماعت ختم نبوت کی مقبولیت بڑھ گئی' اس سے سترہ سال قبل مرزائی ایک اور ربوہ

سرگودہا میں بنانے کے لئے کوشاں ہوئے جسکی تفصیل یہ ہے۔

پہلی سازش اور اسکی ناکامی

تلہ گنگ' سرگودھا روڈ پر وادی سون سیکسر میں جابہ مرکزی مقام ہے۔ ۱۹۵۵ء میں قبل مرزائیوں نے جابہ کے قریب کچھ اراضی حاصل کرکے "المخلد" کے نام پر اس جگہ اپنا گرمائی مرکز قائم کیا۔ ٹیوب ویل لگائے' دفاتر قائم کئے' محلات بنائے' انہیں ائرکنڈیشنڈ بنانے کے لئے مشینیں خریدی گئیں۔ بجلی گھر تعمیر کیا گیا' آنجہانی مرزا بشیر الدین محمود علیہ ما علیہ پہلی دفعہ وہاں گیا تو اس کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ علاقہ کی پسماندگی سے خوب فائدہ اٹھا کر سادہ لوح مسلمانوں کو ہر قسم کے دنیاوی لالچ سے مرزائی بنانے کی سازش کی گئی۔

خدا تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ امیر اول مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو' جب ان کو اطلاع ہوئی تو آپ نے علاقہ کو مرزائی ارتداد سے محفوظ رکھنے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کو تبلیغ کا کام شروع کرنے کا حکم دیا۔ مولانا عبد الرحمٰن میانوی مبلغ اعظم ختم نبوت پاکستان کی قیادت میں وہاں مبلغین ختم نبوت کی ایک جماعت روانہ کی گئی۔ جس نے سارے علاقہ کا دورہ کرکے مسلمانوں کو مرزائی ارتداد سے بچایا۔ ختم نبوت کی اہمیت اور مرزائیوں کی اسلام دشمنی پر تقریریں کیں۔ سچ کہا کسی نے کہ مسلم قوم گنہگار ہو سکتی ہے۔ مگر بے غیرت نہیں ہو سکتی۔

مبلغین ختم نبوت کی ولولہ انگیز تقریروں سے مسلمانوں کی رگ غیرت و حمیت پھڑک اٹھی۔ مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا' حتی کہ مسلمانوں نے ان کو دودھ اور انڈے قیمتاً دینے سے بھی انکار کر دیا۔

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور مولانا جالندھریؒ کے دور میں ہر سال وہاں پر کانفرنس ہوتی رہی۔ جس میں ملک بھر کے علماء اسلام اور مبلغین ختم نبوت شریک ہو کر اہل علاقہ کو فیض یاب کرتے رہے۔

ایک سال کثرت کار کی وجہ سے کانفرنس کے انعقاد میں تاخیر ہوئی' ملکوال (تلہ گنگ) کے ایک حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم' میدان جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس سال کیوں تاخیر کی جا رہی ہے؟

حاجی صاحب نے مولانا فضل احمد صاحب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت تلہ گنگ کی وساطت سے حضرت مولانا محمد علی جالندھری مرحوم کو خط لکھا' چنانچہ اس خواب کے بعد پھر کبھی بھی تاخیر نہیں کی گئی۔

مولانا جالندھری مرحوم و مغفور اپنے عہدامارت میں وہاں قطعہ اراضی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اللہ رب العزت نے دفتر کی تعمیر کا شرف حضرت مولانا لال حسین اختر کے حصہ میں رکھا تھا۔ آج (النخلہ) ویران ہو چکا ہے' مرزائیوں نے رہائش ترک کر دی۔ مرزائی خلیفہ دوم کے محلات مسمار ہو چکے ہیں' انکے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے ہیں جبکہ دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت "جابہ" تبلیغ اسلام و تعلیم دین کا مرکز بن چکا ہے۔ باطل کی بربادی اور حق کی سربلندی کا یہ منظر قابل دید ہے۔ چنانچہ ایبٹ آباد کی طرح یہاں بھی مرزائی سازش ہمیشہ کے لئے ناکام ہو گئی۔

سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے گرامی قدر رفقاء نے قادیانیت کو قادیان میں جا کر للکارا۔ پاکستان بننے کے بعد ربوہ میں ایک سازش کے تحت قادیانی گروہ کو آباد کیا گیا۔ ربوہ خالصتاً" قادیانی آبادی پر مشتمل تھا۔ وہاں کسی مسلمان کو جلسہ تو درکنار آنے جانے کی اجازت تک نہ تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ربوہ کے قریب چنیوٹ میں مرزائیوں کے سالانہ جلسے کے مقابلہ میں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ ذیل میں ۲۱ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے آخری اجلاس کی کارروائی آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اس کا آپ کے پیش نظر رہنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ ۲۶' ۲۷' ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کے بعد ۱۹۷۴ء کے

اوائل میں تحریک ختم نبوت شروع ہوگئی۔ نیز یہ کہ آپ اندازہ فرمائیں کہ کس طرح عالمی مجلس ختم نبوت نے تسلسل کے ساتھ اس جہاد کو جاری رکھا' صرف اس ایک اجلاس کی کارروائی سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ کانفرنس کتنی اہمیت کی حامل تھی اور صرف اس ایک کانفرنس کے ذریعہ کس طرح عالمی مجلس نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو جلا بخشی اور کس طرح ان کو قادیانیوں کے دست و برد سے بچایااور کس طرح قادیانیت کے ارتدادی سیلاب کے سامنے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بند باندھا؟ کارروائی یہ ہے۔

چنیوٹ ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا ۲۱ واں اجلاس تین دن کی بہت سی نشستوں کے بعد ایک بجے شب بخیرو خوبی ختم ہوگیا۔ آخری اجلاس کی صدارت مولانا عبد الستار خاں نیازی نے فرمائی۔ اس اجلاس میں آخری تقریر آغا شورش کاشمیری نے کی۔ مولانا مفتی محمود' مولانا عبد اللہ درخواستی' مولانا تاج محمود' مولانا محمد شریف جالندھری' سردار عبد القیوم صدر آزاد کشمیر' میجر محمد ایوب ممبر اسمبلی آزاد کشمیر' جناب غلام احمد رضا' طالب علم راہنماؤں حافظ وصی محمد (زرعی یونیورسٹی لائل پور) مسٹر محمد سلیم (زرعی یونیورسٹی لائل پور) مسٹراحمد علی' سید انتظار حسین شاہ' مسٹر آصف علی وغیرہ نے خطاب کیا اور مسٹر حنیف رضا نے اپنے ولولہ انگیز کلام سے داد سخن حاصل کی۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی طلبہ جماعت کے صدر محمد رفیق باجوہ نے جو پہلے نسل در نسل قادیانی تھے اور اب قادیانیت سے منحرف ہو چکے ہیں' ربوہ کے رازہائے درون پردہ کا انکشاف کیا۔

حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی نے اپنی تقریر کے سوز و گداز سے عوام کو رلا دیا۔ آپ نے فرمایا' انگریزوں کے زمانہ میں قادیانی اس طرح کھل کے سامنے آنے کا حوصلہ نہ کرتے تھے' اب وہ کھل کے اپنے مشومہ اغراض کو پروان چڑھا رہے ہیں اور ہمیں ان عزائم کا توڑ پیدا کرنا اور انہیں مسلمانوں کی' اسلام کے نام سے بنی ہوئی اس مملکت میں' کھونٹے پر باندھنا ہے۔

میجر محمد ایوب نے کہا کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانی امت کو اقلیت قرار دینے

کی قرار داد پیش کرنے اور پاس کرانے کی سعادت انہیں حاصل ہوئی ہے اور وہ قادیانی امت کے مہلک عزائم اور ان کی دسیسہ کاریوں کے نشیب و فراز سے کما حقہ آگاہ ہیں۔

حکومت آزاد کشمیر کے ایک وزیر غلام احمد رضا نے کہا کہ مشرقی پاکستان کا سانحہ اور مغربی پاکستان کی سیاسی فضا میں تقسیم مزید کی لہریں قادیانی امت کی استعماری سازشوں کا نتیجہ ہیں اور ہم ان سے کما حقہ باخبر ہیں۔

سردار عبد القیوم صدر آزاد کشمیر نے اپنی مجاہدانہ تقریر میں فرمایا کہ:۔

۱۔ قادیانی ملک کے گوشہ گوشہ میں ملک کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سازشیں کر رہے ہیں۔

۲۔ اب یہ مذہبی جھگڑا نہیں رہا بلکہ سیاسی مسئلہ ہو گیا ہے۔

۳۔ قادیانی مسلمانوں کے اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر ان پر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔

۴۔ اب وہ کشمیر کے پاکستان سے الحاق کی کھلم کھلا نجی محفلوں میں مخالفت کرتے ہیں۔

۵۔ پاکستان کی مرکزی حکومت کو میرے خلاف بھڑکانے والے میرزائی تھے۔

۶۔ جب کشمیر اسمبلی میں میرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرار داد کا مرحلہ آیا تو ایک مرکزی وزیر میرے پاس آیا اور کہا کہ قرار داد واپس لو' ورنہ حکومت چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

وزیر تھا' خان عبد القیوم مرد آہن مسلم لیگ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

میں نے وزیر کو جواب دیا' میں پیدائشی مسلمان ہوں' ناموس رسالتؐ کے مقابلہ میں اقتدار کو جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں۔

۷۔ ہم تہیہ کر چکے ہیں کہ مختلف مکاتیب فکر کے علماء کو متحد کر کے انگریزوں کے لگائے ہوئے اس پودے کو سوکھا دیں' حتیٰ کہ ایندھن ہو جائے۔

۸۔ میرزائیوں کو پاکستان میں اقلیت قرار دینے کی ہمت صرف بھٹو ہی کر سکتے

ہیں وہ ایک فعال اور جری انسان ہیں۔

مسٹر حنیف رضا نے نائیجیریا میں قادیانی مسجد کی پیشانی پر کلمہ طیبہ کی تحریف کا دستاویزی ثبوت پیش کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیاکہ اس قسم کے تمام دل آزار گندے لٹریچر کو ضبط کیا جائے۔

طالب علم راہنماؤں نے اپنی شباب آور تقاریر میں اعلان کیا کہ ہم مٹ جائیں گے لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم المرسلینی پر آنچ نہ آنے دیں گے اور یہی ہمارا عزم صمیم ہے وقت اس کا ثبوت مہیا کر دے گا کہ ہم کیا ہیں اور کیا نہیں؟

ایک اجلاس کی صدارت پیپلز پارٹی کے ایم پی اے سید الطاف حسین شاہ نے

کی۔

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طلبہ کی انجمن کے صدر مسٹر محمد رفیق باجوہ نے جو' اب قادیانی جبرو استبداد کے ہاتھوں مجروح ہو کر سیالکوٹ میں تعلیم پا رہے ہیں اور ان کی جرأت کے باعث ان کے والدین کو بھی ربوہ سے نکال دیا گیا ہے' اپنی معرکہ آرا تقریر میں کہا کہ:۔

ا۔ میں نے ربوہ میں رہ کر سب کچھ دیکھا ہے کہ وہاں اندر خانہ کیا کھچڑی پکائی جاتی ہے۔ میں ان کے تمام رازوں سے باخبر ہوں۔

۲۔ حقیقت یہ ہے کہ ربوہ مذہبی آمریت کی ایک خطرناک بستی ہے اور وہاں ایک متوازی حکومت قائم کر کے ملک کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں۔

۳۔ حکومت چاہے تو وہ رضا کارانہ طور پر سب کچھ اس کے گوش گزار کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۴۔ پچھلے دنوں محمد علی فروٹ والا قتل ہوا لیکن اس کے قاتل نہیں پکڑے گئے حالانکہ ان سے میں بھی واقف ہوں۔

آخری اجلاس میں مولانا عبد الستار نیازی نے اپنی خوبصورت تقریر میں فرمایا کہ:۔

مسلمانوں کے تمام فرقے شیعہ' سنی' اہل حدیث' مقلد' غیر مقلد' دیوبندی'

بریلوی، ختم نبوت کے مسئلہ میں ایک ہیں اور ان سب کے نزدیک قادیانی امت ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ آپ نے کہا کہ فروری ۱۹۷۴ء تک مرکزی حکومت کا فرض ہے کہ قادیانی امت کو ایک الگ اقلیت قرار دے، ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ تمام علمائے کرام کی کانفرنس بلا کر قادیانی امت کے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ وہ پیپلز پارٹی کے زمانہ اقتدار میں قادیانی امت کے پھلنے پھولنے کی رفتار کو اسلام اور مسلمان، دونوں کے لئے خطرناک سمجھتے ہیں۔

بہر حال قادیانی کتنے ہی پرزے لگا کر اڑیں، ہم ان کے کس بل نکال دینے کا تہیہ کر چکے ہیں اور انہیں پاکستان میں مسلمانوں کے زمرہ سے الگ کرا کے ہی دم لیں گے کیونکہ وہ محمدؐ کی باغی امت ہیں۔

آغا شورش کاشمیری پنڈال میں وارد ہوئے تو ہال مجاہد ختم نبوت زندہ باد اور خطیب پاکستان زندہ باد کے نعرہ ہائے فلک شگاف سے گونج اٹھا۔ آغاصاحب نے اس کانفرنس کی مختلف نشستوں کے بہت سے مقررین میں سب سے زیادہ لمبی تقریر فرمائی، تقریر کیا، الفاظ و معانی کا بہرخار تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آغا صاحب اپنے عنفوان شباب کی خطابت کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ عوام نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے، کبھی ہنستے، کبھی روتے اور کبھی لوٹ پوٹ ہو جاتے۔

آغا صاحب تقریر ختم کر چکے تو اجلاس کے آخر میں لوگوں سے نعرہ تکبیر کے علاوہ اسلام زندہ باد، پاکستان زندہ باد، قائد اعظمؒ زندہ باد اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ زندہ باد کے باطل شکن نعرے لگوائے، جن کی آواز قادیانی روایت کے مطابق ربوہ تک پہنچی اور ایک واقف حال کا بیان ہے کہ میرزا ناصر ان نعروں کی گونج سے ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھے اور ان کے مسلح محافظ چوکنا ہو گئے۔ مبادا وہ کسی قیامت کی آغوش میں جا رہے ہیں۔

آغا صاحب نے فرمایا:۔

ا۔ قادیانی نہ صرف استعماری سازشوں کے متعمد آلہ کار بن کر اس ملک میں اپنی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں بلکہ وہ اس وقت بھی ربوہ میں متوازی حکومت قائم کر کے بیٹھے ہیں۔

۲۔ قادیانی عرب ملکوں میں سی آئی اے کی جاسوسی کرتے اور پاکستان میں اب امریکہ و بھارت کی منشاء کے مطابق اپنے آئندہ عزائم کی زمین کاشت کر رہے ہیں۔

۳۔ میں نے چٹان میں نائیجیریا کی جس قادیانی عبادت گاہ پر کلمہ طیبہ کی تحریف کا فوٹو چھاپا' میرے پاس اس کا نہ صرف مطبوعہ تصویری ثبوت ہے بلکہ میرزائیوں کی دوسری کتابوں سے بھی ضمنی شہادت مہیا کی جا سکتی ہے مثلاً "دینی معلومات" قادیانی تالیف میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جن انبیاء کے نام آتے ہیں' ان میں میرزا غلام احمد بھی شامل ہے۔

۴۔ آغا صاحب نے کہا کہ ان کے پاس ایک اور ثبوت آچکا ہے کہ میرزائیوں نے درود شریف میں اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ کے بعد احمد و آل احمد کا اضافہ کر دیا ہے۔

۵۔ ہمیں قادیانیوں کے پاکستان میں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن مسلمانوں میں رہنے پر اعتراض ہے کہ وہ مسلمان بن کر عربوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے' ان کے راز چراتے اور اسرائیل کی نمک خواری کرتے ہیں۔

۶۔ ہم مٹ سکتے ہیں لیکن یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ پاکستان' قادیانی ریاست بن جائے اور قادیانی ہماری کلیدی آسامیوں پر قابض ہوں۔

۷۔ آپ چند دنوں تک سن پائیں گے کہ میرزائی امت کی بیخ کنی کے لئے عرب ملکوں میں ہم کیونکر اپنی مضبوط و مستحکم شاخیں قائم کرتے ہیں۔

۸۔ علامہ اقبالؒ کے پیرو قادیانی امت سے تغافل برت کر نہ صرف اقبالؒ کی روح سے غداری کر رہے ہیں بلکہ اسلام سے مداہنت کر رہے ہیں۔

آغا صاحب کی تقریر میں مطالبات کا پہلو بھی تھا اور وہ باغ و بہار ہو جاتے تھے' فرمایا:۔

ا۔ چنیوٹ جیسے دیندار قصبہ کی بغل میں ربوہ کا وجود مسجد ضرار کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کا خوشہ چین' مولانا ظفر علی خان کا تلمیذ

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کا معنوی فرزند ہوں۔ ناصر قادیانی میرزا محمود کا بیٹا اور میرزا غلام احمد کا پوتا ہے' میرے مقابلہ میں آئے' خطابت کے میدان میں' صحافت کے میدان میں اور سیاست کے میدان میں۔ انشاء اللہ "نبی زادہ" کو اڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دوں گا کہ دن میں تارے نظر آئیں گے۔

۳۔ مسلمانو! تم قائد اعظمؒ کی توہین برداشت نہیں کرتے' قائد عوام کی خاطر ان کے نکتہ چینوں کے جلسے الٹا دیتے ہو' لیکن محمدؐ کی عزت کا ذرہ برابر پاس نہیں اور اہل بیت کی رتی بھر حیا نہیں کہ میرزا غلام احمد کا مغل خاندان اپنے تئیں اہل بیت لکھتا اور کہلاتا ہے اور تم برداشت کرتے ہو۔ آغا صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا اگر یہ اہل بیت ہیں تو ان کے لئے میں انشاء اللہ کربلا پیدا کروں گا اور یہ آوارہ قہقہے کی طرح پاکستان کی دینی فضا میں تحلیل ہو جائیں گے۔

اس کانفرنس کے ایک اجلاس سے حضرت مفتی محمود نے خطاب کیا اور اپنی بصیرت افروز تقریر میں میرزائیت کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس فرقہ کی بیخ کنی کے لئے اپنے سیاسی حریفوں کی کفش برداری تک کرنے کو تیار ہوں کیونکہ مسئلہ ننگ و ناموس محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے۔

مولانا تاج محمود نے آخری اجلاس میں اپنے فکر انگیز خیالات کا اظہار کرتے ہوئے نوجوان طلبہ سے کہا کہ اس غرض سے وہ لاہور میں ایک کانفرنس کا انعقاد کریں تاکہ میرزائی امت سے متعلق نئی پود کے غیرت مندانہ خیالات' حکومت کے گوش حق نیوش تک پہنچ سکیں۔

گوجرانوالہ سے مشہور مسلم لیگی راہنما علامہ عزیز انصاری نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میرزائی امت کے معاشی دانہ ودام کی تفصیلات پیش کیں اور بتایا کہ امریکہ کے یہودیوں کی طرح قادیانی' پاکستان میں اپنا معاشی جال پھیلا کر ملک کو سیاسی طور پر شکار کرنا چاہتے ہیں۔

آپ نے سٹیٹ لائف کارپوریشن پنجاب زون کی روداد بیان کرتے ہوئے کہا کہ:۔

محمد شریف جنجوعہ اس قسم کا قادیانی ہے کہ اس کا بغیر کسی کوالیفکیشن کے تقرر

ہی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ قادیانی امت حکومت میں کیونکر دخیل ہے اور اس کے ہاتھوں اسلام پر کیا بیت رہی ہے اور پاکستان کس طرف جا رہا ہے؟

آپ نے اس کارروائی سے اندازہ کر لیا ہو گا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر، مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبالؒ، پیر مہر علی شاہؒ، سید انور شاہ کشمیری اور دوسرے حضرات کے نقش قدم پر چل کرامت محمدیہؐ کے تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا رکھا۔ دیو بندی بریلوی۔ اہل حدیث۔ شیعہ سیاسی و دینی رہنما، طالب علم دانشور، حکومتی ارکان و نمائندگان کو کس طرح کانفرنس کے اس سٹیج پر لاکر مرزائیت کے خلاف تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔

ذرا خیال تو فرمایئے کہ مولانا مفتی محمود، مولانا محمد عبد اللہ درخواستی، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبد الستار خان نیازی، آغا شورش کاشمیری، آزاد کشمیر کے صدر سردار عبد القیوم، ان کی کابینہ کے رکن غلام رضا، ان کی اسمبلی کے رکن محرک قرار داد ختم نبوت جناب میجر ایوب، اور طالب علم رہنما ایک ہی وقت میں ایک سٹیج پر بیان کرتے ہوں تو کیا منظر ہو گا؟ یاد رہے کہ یہ ایک اجلاس کی کارروائی ہے ورنہ اسی کانفرنس میں مولانا غلام غوث ہزاروی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، بھٹو کی کابینہ کے رکن میاں عطاء اللہ اور آج تحریر ہذا کے وقت موجودہ وفاقی وزیر اطلاعات جناب احمد سعید اعوان، عزت مآب نوابزادہ نصر اللہ خان سید مظفر علی شمسی، صاحبزادہ سید افتخار الحسن، مولانا محمد شریف بہاول پوری، مولانا عبد الرحمٰن میانوی، مولانا سید محمد یوسف بنوری سبھی حضرات نے اس کانفرنس سے خطاب کیا تھا اور امت محمدیہ کو قادیانیت کی زہرناکیوں سے باخبر کیا۔

اللہ رب العزت مولانا محمد شریف جالندھری اور مولانا تاج محمود کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، وہ کتنے بیدار مغز لوگ تھے کہ ۲۹/اپریل ۱۹۷۳ء کو سردار عبد القیوم اور انکے ممبر جناب میجر ایوب صاحب مرزائیوں کو کشمیر میں غیر مسلم اقلیت قرار

دے چکے تھے' کوشش کر کے ان حضرات کو اس کانفرنس دسمبر ۱۹۷۳ء میں چنیوٹ لائے تاکہ ختم نبوت کی یہ تحریک آزاد کشمیر اسمبلی کی طرح پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں زیر بحث لانے کے لئے راہیں ہموار ہوں۔ ان حضرات کی بیدار مغزی' کوشش و کلوش کو دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ لوگ کس طرح اپنے بزرگوں کے صحیح معنوں میں جانشین تھے' بہر حال اس کانفرنس نے قادیانیوں کے خلاف امت محمدیہؐ کو متحدہ پلیٹ فارم مہیا کیا' اور ختم نبوت کی تحریک کو آب و دانہ فراہم کیا۔ ۱۹۷۳ء کی کانفرنس کا ذیل میں اشتہار ملاحظہ کریں جس سے آپ مدعوین کا اندازہ کر سکیں گے' کانفرنس کی اہمیت آپ پر واضح ہو گی۔

اکیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس

۲۶۔۲۷۔۲۸/دسمبر بدھ جمعرات جمعہ پبلک پارک چنیوٹ ضلع جھنگ میں منعقد ہو رہی ہے

مندرجہ ذیل حضرات کانفرنس سے خطاب فرمائیں گے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری
شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی
حضرت مولانا عبد الحق صاحب ایم۔ این۔ اے (اکوڑہ خٹک)
حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ایم۔ این۔ اے
حضرت مولانا صدر الشہید ایم۔ این۔ اے
حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب
حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری
حضرت مولانا شمس الدین صاحب ایم۔ پی۔ اے
حضرت مولانا عبد الکریم سندھ
حضرت مولانا محمد حیات امیر مرکزیہ
جناب اسمٰعیل بام جی کراچی

حضرت مولانا نور الحق نور پشاور

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ایم۔ این۔ اے

حضرت مولانا عبد الستار خان صاحب نیازی

جناب خواجہ سلیمان تونسوی ایم۔ این۔ اے

حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب ایم۔ این۔ اے

حضرت مولانا عبد القادر صاحب روپڑی

مداح آل رسول جناب سید اظہر حسن زیدی

مداح اہل بیت جناب سید مظفر علی شمسی

حضرت مولانا سید متین ہاشمی جامعہ محمدیؑ

حضرت مولانا عبد الشکور دین پوری

حضرت مولانا نذیر اللہ صاحب گجرات

حضرت مولانا سید محمود شاہ گجرات

حافظ وصی محمد صاحب زرعی یونیورسٹی

مجاہد اول سردار عبد القیوم صدر آزاد کشمیر

مجاہد ختم نبوت جناب آغا شورش کاشمیری

جناب بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب

حضرت مولانا تاج محمود صاحب۔ مدیر لولاک

جناب میجر محمد ایوب صاحب ممبر اسمبلی آزاد کشمیر

جناب منظر مسعود سپیکر اسمبلی آزاد کشمیر

جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری صاحب

جناب احسان دانش صاحب

جناب حنیف رضا صاحب

جناب عبد الرحمٰن یعقوب باوا مشرقی پاکستان

جناب رفیق احمد باجوہ

جناب قاضی محمد ادریس صاحب

(نوٹ)

(۱) وزیر اعظم پاکستان اور صوبائی وزرائے اعلیٰ کو بھی دعوت نامے بھیجے گئے ہیں۔
(۲) اسلامی ممالک کے نمائندگان سے بھی کانفرنس میں شرکت کے لئے خط و کتابت جاری ہے
(۳) جماعت کے تمام مبلغین اور رہنمایان کرام بھی کانفرنس میں شریک ہو کر خطاب فرمائیں گے۔

مجلس استقبالیہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ ضلع جھنگ

۱۹۷۳ء کے آواخر میں' جوں ہی مرزائی جارحیت نے جنون کی کیفیت اختیار کی' اسکے توڑ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک بھر میں کانفرنسوں کا جال بچھا دیا' علاقائی کانفرنسوں کے علاوہ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں فیصل آباد' ۱۱/نومبر کو کوئٹہ' نومبر کے آواخر میں آزاد کشمیر' ۱۹/دسمبر کو گل رعنا کلب کراچی' اور پشاور میں کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ مجلس کے امیر محترم شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری' مولانا تاج محمود' آغا شورش کاشمیری اور مجلس کے دوسرے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ آخر میں اسلام آباد دفتر ختم نبوت میں ممبران قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر کے ان کو مرزائیت کا کیس سمجھایا اس اجلاس کی رپورٹ یہ ہے:۔

دفتر ختم نبوت اسلام آباد میں اجلاس

گذشتہ ہفتہ مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کا ایک خصوصی اجلاس مجلس کے دفتر میں منعقد ہوا۔ مولانا غلام حیدر انچارج دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کی خصوصی دعوت پر جماعتی کارکنوں کے علاوہ قائد جمعیت مولانا مفتی محمود صاحب ایم این اے' مولانا صدر الشہید ایم این اے' مولانا نعمت اللہ صاحب ایم این اے مولانا عبد المصطفیٰ ازہری ایم این اے' خطیب اسلام مولانا غلام اللہ خان' مولانا حافظ عزیز الرحمن صاحب خلف الرشید مولانا محمد علی جالندھری مرحوم اور دوسرے مقامی علمائے اور زعماء نے

اجلاس میں شرکت کی۔

تمام اکابر نے مولانا غلام حیدر اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی کو سراہا اور اپنی اپنی جماعتوں کی طرف سے اس محاذ پر پورے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ اجلاس میں جمعیت العلماء پاکستان کے نمائندہ مولانا ازہری ایم این اے نے خصوصیت سے تمام اکابر اور مجلس کے کارپردازان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ مرزائیوں کے پاس اس وقت بے پناہ مالی وسائل ہیں' اور انہوں نے ان وسائل سے ہر شعبہ کار کے لئے تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ لوگ حاصل کر کے انہیں ارتدادی سرگرمیوں اور سازشی کارکردگیوں کے لئے وقف کیا ہوا ہے' مجلس تحفظ ختم نبوت اور دوسری ایسی تنظیمیں جو اس سازش اور مرتد گروہ کا مقابلہ کر رہی ہیں' ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ باصلاحیت' اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اس محاذ پر ضروری تربیت کے بعد ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ مولانا ازہری صاحب نے اسلام آباد کے بعض اداروں کا خاص طور پر ذکر کیا کہ ان پر مرزائیوں کا مکمل قبضہ ہے۔ ایسے ادارے جو قوم کے خون پسینہ کی کمائی سے حاصل کردہ ٹیکسوں اور روپیہ سے چل رہے ہیں اور ان کا صرف مرزائیوں کے قبضہ میں چلے جانا انتہائی افسوسناک ہے۔ مولانا غلام حیدر نے مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کی طرف سے معزز مدعوین کا شکریہ ادا کیا اور ان مختلف مکاتب فکر کے بزرگوں کی طرف سے مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں جو تعاون اور سرپرستی ہو رہی ہے' اس کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے اظہار تشکر کیا۔ بعد میں مجلس کی طرف سے تمام مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کسی ضروری مصروفیت کی وجہ سے اس اجلاس میں نہ آسکے' ان کی نمائندگی بھی مولانا مصطفٰے الازہری ایم این اے نے کی:۔(لولاک دسمبر۱۹۷۳ء)

اس خبر میں سے اتنی بات ذہن میں رہے کہ مرزائی جارحیت کے قانونی طور پر توڑ کے لئے عالمی مجلس نے بھی اپنی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کر دیا۔

۱۹۷۳ء کا آئین پاکستان اور مسلمان کی تعریف

جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ اس نے پاکستانی قوم کو ایک متفقہ آئین دیا۔ جو ۱۹۷۳ء کا آئین کہلاتا ہے۔ آئین سازی کے کام کا افتتاح ۱۴ اگست ۷۲ء کو بھٹو کی اسمبلی کی تقریر سے ہوا۔ مسودہ آئین بحث کے لئے اسمبلی میں ۲۲ فروری ۷۳ء کو پیش ہوا اور قومی اسمبلی نے ۱۱ اپریل ۷۳ء کو متفقہ طور پر اس کو پاس کیا۔ اس آئین میں مولانا مفتی محمود' مولانا عبدالحق' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا شاہ احمد نورانی' پروفیسر عبدالغفور اور دوسرے حضرات کی کوششوں سے یہ بات طے ہو گئی اور آئین میں شامل کر دیا گیا کہ صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان مسلمان ہوں گے۔ آئین کی متعلقہ دفعات یہ ہیں۔

باب اول

صدر

(۴۱) صدر

(۱)پاکستان کا ایک صدر ہو گا جو سربراہ مملکت ہو گا اور جمہوریہ کی وحدانیت کی نمائندگی کرے گا۔

(۲) کوئی شخص جو ۴۵ سال سے کم عمر کا ہو' مسلمان صدر کے انتخاب کے لئے موزوں نہیں ہو گا۔ علاوہ ازیں وہ قومی اسمبلی کے ممبر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

آئین ۷۳ کے باب اول دفعہ ۴۱ کی شق نمبر ۲ میں جب یہ صراحت ہے کہ دستور کے مطابق صدر مسلمان ہو گا۔ اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ مسلمان کون ہو گا۔ مسلمان کی تعریف شامل کرنے کے لئے متذکرہ حضرات نے بڑی جوانمردی سے اسمبلی میں لڑائی لڑی۔ پیپلز پارٹی میں کمیونسٹ عناصر تو ایک طرف رہے' کوثر نیازی ایسے بزر جمہر بھی آڑے آئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی انکوائری میں رسوائے زمانہ مسٹر جسٹس منیر آنجہانی یہ رولنگ دے چکا تھا کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق

نہیں ہیں۔ بقول آغا شورش کاشمیری کہ ان سے مسٹر جسٹس جاوید اقبال نے اپنے یورپی دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہودی' عیسائی لابی جسٹس منیر کی رولنگ کو وجہ جواز بنا کر اسلام پر سب سے بڑا یہ اعتراض کرتی ہے کہ پاکستان ایسی مملکت جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی تھی' اس کے علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ یہ ایسی دستاویز ہے' جس سے غیر مسلموں نے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے جی بھر کردار کیا۔ قومی اسمبلی میں جب علماء نے مسلمان کی تعریف کا مطالبہ کیا تو کوثر نیازی نے وہی کردار ادا کیا جو عدالت میں جسٹس منیر ادا کر چکا تھا۔ اس کا اگلا ہوا لقمہ کوثر نیازی نے منہ میں ڈالا تو کیمونسٹ اور سیکولر لابی کی باچھیں کھل گئیں۔ تو تکار کا ماحول پیدا ہوا۔ اللہ رب العزت کروڑوں رحمتیں فرمائے'مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) شیخ الحدیث پر' انہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ بیٹھے بیٹھے مسلمان کی تعریف لکھ کر مولانا مفتی محمود کے سپرد کی' انہوں نے وہ تعریف پڑھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور دوسرے علماء اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ' ہم سب کی طرف سے مشترکہ طور پر مسلمان کی تعریف ہے' اسے آئین کا حصہ بنایا جائے' کوثر نیازی ایسے حضرات کا منصوبہ ناکام ہوا اور خود نامراد ہوئے اور آئین میں مسلمان کی یہ تعریف شامل ہو گئی۔

جدول سوم ـــــ حلف ـــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

صدر (دفعہ نمبر ۴۲)

"میں ـــــــــ قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور خدا پر میرا یقین کامل ہے اور اس کتاب قرآن پاک جو کہ آخری کتاب ہے' آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جن پر خدا کی رحمت ہو) جن کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا' قیامت کے دن پر' رسولؐ کی سنت حدیث پر' قرآن پاک کے احکامات پر' میں پاکستان کا وفادار رہوں گا۔ میں پاکستان کا صدر ہونے کی حیثیت سے قسم کھاتا ہوں

کہ میں اپنے فرائض احسن طریقے سے پوری قابلیت سے وفاداری سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور قانون کی رو سے اور ہمیشہ پاکستان کے اقتدار اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے ملک کی سالمیت' استحکام' اچھائی اور خوشحالی کے لئے کام کروں گا۔

میں اسلامی نظریہء حیات کے لئے کمربستہ رہوں گا جو کہ وجود پاکستان کی بنیاد ہے۔ میں اپنے قومی مفادلت کو ذاتی مفادات پر ترجیح دوں گا۔

میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی پوری حفاظت کروں گا۔ میں قانون کی رو سے ہر فرد سے ہر حال میں برابر کا سلوک کروں گا۔ بغیر کسی ڈر' لالچ کے ذاتی مفاد و پیار و محبت یا ذاتی انتقام لینے کے لیے قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو پورا کروں گا۔ میں براہ راست یا بالواسطہ کچھ نہیں بتاؤں گا' جن کا مجھے علم ہوگا۔ یہ کہ مجھے صدر ہوتے ہوئے جن باتوں کا علم ہوگا' پھر ان کاموں پر پاکستان کا صدر ہونے کی حیثیت سے دسترس رکھتا ہوا اپنے فرائض بخوبی سرانجام دوں گا۔

وزیراعظم دفعہ نمبر۹۱ (۴)

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ خدا اور اس کی کتاب قرآن مجید پر مجھے پورا یقین ہے اور ان پر میں ایمان رکھتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قیامت پر' رسولؐ کی سنت پر' قرآن پاک کے احکامات پر'

میں پاکستان کا وفادار رہوں گا۔ میں پاکستان کا وزیر اعظم ہونے کی حیثیت سے قسم کھاتا ہوں کہ اپنے فرائض کو احسن طریقہ سے اور پوری قابلیت اور وفاداری سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور قانون کی رو سے سرانجام دوں گا اور ہمیشہ ملکی استحکام' سالمیت بہتری اور خوشحالی کے لئے کام کروں گا۔ میں اسلامی نظریہ حیات کے لئے کمربستہ رہوں گا جو کہ وجود پاکستان کی بنیاد ہے۔ میں اپنے قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دوں گا۔ میں ہر حال میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی پوری حفاظت کروں گا۔ میں قانون کی رو سے ہر فرد سے ہر حال میں برابر کا سلوک کروں گا

بغیر کسی ڈر یا لالچ کے' ذاتی مفاد و پیار و محبت یا ذاتی انتقام لینے کے لئے قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو پورا کروں گا۔

میں براہ راست یا بالواسطہ کچھ نہیں بتاؤں گا' جن کا مجھے علم ہو گا' یہ کہ مجھے وزیر اعظم ہوتے ہوئے جن باتوں کا علم ہو گا۔ پھر ان کاموں پر دسترس رکھتا ہوا اپنے فرائض بخوبی سرانجام دوں گا"۔

دستور پاکستان میں مسلمان کی تعریف شامل کرانے کے لئے اسمبلی میں چوہدری ظہور الٰہی نے کیا فرمایا ملاحظہ فرمائیں!

قومی اسمبلی میں چوہدری ظہور الٰہی نے کہا

"اور آگے چلیں اور اس آئین کی اسلامی دفعات کو دیکھیں' ان میں صرف یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم ہی مسلمان ہوں' اور سب غیر مسلم ہو جائیں' تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ مسلمان ہونے کی شرط ان ہی دو حضرات کے لئے ہے' صدر اور وزیراعظم کے لئے! انہیں کتنی گنجائش دے دی گئی ہے۔ آپ ذرا حلف کو ملاحظہ فرمائیں۔

ایک طرف حلف میں یہ لکھا ہے کہ قرآن و سنت کی پابندی کریں گے اور دوسری طرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو آخری نبی مانیں گے' ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب میں اسلام پر کچھ کہنے لگتا ہوں تو مجھے اپنے ناقص علم کا احساس ہو جاتا ہے۔ اگر یہ مسئلہ قادیانیوں کے لئے ہے تو یہاں جو علماء کرام بیٹھے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ اس سے یہ اختلافی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم خاتم النبیین ہیں' اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ حلف کے ساتھ یہ الفاظ بڑھا دیئے جائیں کہ حضور کے بعد کوئی نیا نبی تشریعی یا غیر تشریعی' ظلی یا بروزی نہیں آئے گا' یہ حلف صرف صدر اور وزیراعظم ہی کے لئے نہ ہو بلکہ عام مسلمان وزراء کے لئے بھی ہو۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کے لئے بھی' ہوائی فوج' بری فوج اور بحری فوج کے سربراہوں کے لئے بھی ہو۔ یہ حلف صرف اس قدر نہ ہو بلکہ اس میں

ایک اور شرط کا اضافہ کرنا پڑے گا کہ صدر اور وزیراعظم کے ساتھ ساتھ قومی و صوبائی اسمبلی مسلمان ارکان کے لئے بھی لازمی ہو کہ سب کے لئے کم از کم اسلام کے پانچ ارکان کی پابندی لازمی ہو گی' اگر ہم ان ارکان کی پابندی نہ کریں تو پاکستان کا کوئی شہری بھی اس کا حق دار ہو کہ وہ عدالت میں جا کر کہے کہ ہمارے حاکم' ہمارے نمائندے' یہ ہمارے صدر یا وزیراعظم شراب پیتے ہیں' زانی ہیں' بدمعاش اور بدکردار ہیں' نماز نہیں پڑھتے' روزے نہیں رکھتے' زکواۃ نہیں دیتے' ان کو توفیق ہے لیکن حج نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل نہیں' اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں اور ایسا آدمی عدالت کی طرف رجوع کر کے آئین کے مطابق فیصلہ حاصل کر سکے اور اس شخص کو جو ان ارکان کی پابندی نہ کرتا ہو اپنے آفس سے علیحدہ ہونا پڑے گا"۔

محترم چوہدری ظہور الٰہی مرحوم کا یہ خدشہ کہ اس سے قادیانیوں کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ سو فیصد صحیح تھا مگر اسمبلی میں موجود علماء کرام یہ چاہ کہ سب کچھ نہ ملنے سے کچھ ملنا اچھا ہے' جتنا ہو جائے غنیمت ہے۔ باقی رہا چوہدری صاحب کا یہ کہنا کہ ممبران اسمبلی و سینٹ اور ہائیکورٹ' سپریم کورٹ و فوجی افسروں کے لئے بھی مسلمان ہونا شرط قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ اپنی جگہ صحیح ہے مگر جو ممبران اسمبلی صرف مسلمان وزیراعظم کے لئے یہ مسلمان ہونے کی شرط نہیں مان رہے تھے' وہ سب کے لئے کیسے مان جاتے؟ تو ہمارے حضرات نے یہی مناسب سمجھا کہ جتنا مقصد حاصل ہو جائے' غنیمت ہے' باقی کے لئے کوشش اور موقع کی تلاش جاری رکھنی چاہئے۔

صدر مملکت و وزیراعظم پاکستان کے مسلمان ہونے اور مسلمان کی تعریف پر مشتمل حلف' داخل آئین ہونے پر مرزائیوں اور مرزا ناصر کے دل پر جو گزری' اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جا سکتا ہے۔

"ربوہ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کا مرزائیوں پر سخت ردعمل ہوا ہے اور انہیں اپنے مستقبل کے متعلق سخت تشویش لاحق ہو گئی ہے۔ دراصل مرزائی پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل ہو جانے کی وجہ سے ہی سخت پریشان ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دستور میں مسلمان کی جامع مانع تعریف شامل ہو

جانے کے بعد وہ درحقیقت غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ دیر یا سویر ان کے غیر مسلم ہونے کا صرف اعلان ہی باقی رہ گیا ہے۔

جب دستور بن رہا تھا مرزا ناصر احمد مسلسل کئی ماہ تک اسلام آباد میں مقیم رہے اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے۔ مرزائی نواز ممبروں کی معرفت ایسے لوگوں سے ملتے جلتے رہے جو مرزائی مسئلہ کو نہیں سمجھتے تھے یا مادی منافع کی خاطر ڈھل مل یقین رکھتے تھے' چنانچہ مرزا ناصر احمد کی استدعا اور انہیں کے اخراجات پر مرتب ہونے والے بعض وفود بھی بھٹو صاحب سے ملے اور ان سے درخواست کی کہ وہ دستور سے خاتم النبیین اور آخری نبی کے الفاظ اور اسی طرح حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں کے الفاظ نکال دیں لیکن بھٹو صاحب نے قرآن و سنت کے ان الفاظ کو دستور سے نکالنے سے صاف انکار کر دیا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جب مرزائیوں کی یہ کوششیں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے سازشوں کے ذریعہ صدر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے کی راہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ حالیہ فوج سازشوں میں جو گرفتاریاں ہوئی ہیں ان میں متعدد مرزائی فوجی افسر بھی گرفتار کئے گئے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صدر بھٹو جو ایک ذہین ترین صدر مملکت ہیں اس ساری صورت حال کو بھانپ چکے ہیں اور اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں کہ وہ اس مسئلہ سے کس طرح عہدہ برآ ہوں کیونکہ صدر بھٹو کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ملک کو متفقہ دستور دیا ہے اور مرزائیوں کی کوشش یہ ہے کہ چونکہ اس دستور میں ان کا مستقبل محفوظ نہیں ہے لہٰذا یہ دستور نافذ ہی نہ ہونے پائے اب ان کی یہ کوشش ہے کہ کوئی نہ کوئی صورت ایسی نکل آئے کہ بھٹو صاحب کی حکومت ختم ہو جائے اور فلاں صاحب کی حکومت آ جائے جو ان کے اگر ہم مسلک نہیں تو ہمدرد ضرور ہیں۔ ان کی مرزائیوں کے ساتھ رشتہ داریاں بھی ہیں لیکن بھٹو صاحب ان خطرات سے آگاہ ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آزاد کشمیر' اسمبلی کی قرار داد کے بعد ربوہ میں ایک خاص میٹنگ ہوئی اور ایک وفد ترتیب دیا گیا جو صدر بھٹو سے ملاقات کرے گا اور

انہیں سردار عبدالقیوم کے خلاف اکسانے کی پوری پوری کوشش کرے گا۔

دوسری طرف سردار عبدالقیوم کو غیر فانی مقبولیت حاصل ہو گئی ہے۔ آزاد کشمیر کے جن لوگوں نے سردار صاحب کے خلاف سازشوں کے تانے بانے تیار کئے تھے وہ سب ٹوٹ ٹاٹ کر ملیا میٹ ہو گئے۔ آزاد کشمیر کی پیپلز پارٹی' علیحدگی پسند کے۔ ایچ خورشید کا گروپ اور مرزائی یہ تینوں گروہ سردار صاحب کو ختم کرتے کرتے اب خود ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔ بلکہ پیپلز پارٹی کے رہنما یہ سوچ رہے ہیں کہ آزاد کشمیر کے مرزائیوں اور علیحدگی پسندوں نے اپنی بندوق کے لئے ان کا کندھا استعمال کیا ہے۔

اب خان عبدالقیوم خاں کی معرفت سردار صاحب کو رام کرنے کی بھی کوششیں ہو رہی ہیں۔ (لولاک)

مسلمان کی تعریف شامل آئین کرانے کے لئے حضرات علماء کرام کو کیا کچھ کرنا پڑا۔ اس کی تفصیل مولانا مفتی محمود مفکر اسلام کی زبانی سنئے ذیل میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اکیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ دسمبر ۷۳ء کے ایک اجلاس میں مولانا مفتی محمود صاحب کی تقریر دی جا رہی ہے۔ جس میں مسلمان کی تعریف شامل کرانے کی جدوجہد پر روشنی پڑتی ہے اول میں مولانا تاج محمود صاحب کے خیر مقدمی کلمات ہیں پھر حضرت مفتی صاحب کی تقریر۔ خیر مقدمی کلمات کا تو اس عنوان سے تعلق نہیں مگر چونکہ اصل موضوع ۷۴ کی تحریک لکھنا ہے۔ ان خیر مقدمی کلمات میں اصل موضوع سمجھنے کے لئے خاصا مواد ہے۔ وہ یہ کہ آنے والے حالات کا رخ دیکھ کر مولانا تاج محمود صاحب نے اس کانفرنس میں مولانا مفتی محمود کو مسئلہ ختم کے لئے امت کی قیادت کرنے کی درخواست کی۔ قدرت کا کرنا ایسے ہوا کہ ٹھیک پانچ ماہ بعد تحریک ختم نبوت ۷۴ شروع ہوئی تو قومی اسمبلی میں مفتی محمود صاحب نے امت کی قیادت و ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیا۔ ذیل میں ہر دو حضرات کے بیانات ملاحظہ ہوں۔

خطاب مولانا تاج محمود

آج خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی ہم میں موجود نہیں ہیں' مولانا

محمد علی جالندھریؒ ہم میں نہیں ہیں حضرت شاہ صاحب جیسے سرپرست ہم ہیں نہیں ہیں لیکن اللہ پاک پروردگار عالم اپنے دین کا خود محافظ ہے۔ لغاری خاندان کے چشم و چراغ جو اتنے بڑے رئیس اور اتنے بڑے خاندان کے آدمی ہیں درویش اور فقیر منش شکل کے اندر آپکے سامنے اس محاذ کے رضاکار کی حیثیت سے آئے ہیں۔ بریگیڈیئر گلزار جن کا نام پاکستان اور بیرون پاکستان قابل فخر طور پر لیا جاتا ہے محمد مصطفیٰ کے غلاموں میں ختم نبوت کے رضاکاروں میں نام لکھوانے کے لئے آپ کے سامنے آئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب یہ محاذ اگرچہ ایک غیر سیاسی محاذ ہے اس کا Politics کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس کا سیاسی آلودگیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جہاں تک اس ملک میں اسلام کا حفاظت کا تعلق ہے اور جہاں تک محمد مصطفیٰ کی آبرو کا تعلق ہے ہم امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جھنڈا آپکے سپرد کرتے ہیں اور آپ کے ادنیٰ رضاکار کی حیثیت سے آپ کے چشم و آبرو کے اشارے کے منتظر ہیں۔ ہم آپ کی قیادت پر اور آپ کی سیادت پر اور آپ کی راہنمائی پر اور آپ کی بصیرت پر اور آپ کی بہادری پر اور آپ کی شجاعت پر اور آپ کے اہل حق پر ہونے پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اپنے مرحوم راہنما سرپرست اور جماعت کے بانی حضرت مولینا محمد علی صاحب جالندھری کی وصیت کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہم آپ کے رضاکار ہیں۔ یتیم بچے ہیں بیکس ہیں ناتواں ہیں لیکن بحمداللہ جب کوئی شخص اپنے ایمان کی قوت کے ساتھ محمد مصطفیٰ کی غلامی کے لئے قربانی دینے کے لئے آمادہ ہو جائے تو وہ بے پناہ ہو جایا کرتا ہے۔

ہم اپنی ان تمام حقیر خدمات کے ساتھ آپ کو اپنے رضاکار ہونے کا آپ کے تابع فرمان ہونے کا اور ختم نبوت کے محاذ پر آپ کے چشم و آبرو کے اشارے پر ہر قربانی دینے کا یقین دلاتے ہیں ان الفاظ پر مولینا کی آواز بھر آگئی اور تمام مجمع پر عجیب سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ عقیدت و محبت کے جذبات کے اظہار کا یہ منظر قابل دید تھا' حضرت امیر شریعتؒ کے اس قافلے کی' ان سپاہیوں کی' ان رضاکاروں کی اور محمد

مصطفیٰ کے غلاموں کے اس گروہ کی سرپرستی کریں ختم نبوت کے مسئلہ پر مرزائیت کے حل کے مسئلہ پر جو بھی آپ کی ہدایت ہو گی اس پر ہماری جانیں ہمارا مال ہماری اولاد اور ہمارا سب کچھ یوں سمجھئے کہ کسی دستاویز پر دستخط کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لا کر ہماری سرپرستی فرمائیں ہماری راہنمائی فرمائیں اور ختم نبوت کے اس سٹیج سے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب

جناب صدر محترم علمائے کرام بزرگان ملت دوستو اور عزیز بھائیو!

اس مبارک اجتماع میں گذشتہ سال کی غیر حاضری کو میں شدت سے محسوس کر رہا تھا آج اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک اجتماع میں شرکت کی سعادت سے نوازا ہے یہ قافلہ ختم نبوت کے رضاکاروں کا یہ عظیم قافلہ جس کے سپہ سالار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ تھے مجھے ان کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرنے پر بھی فخر محسوس ہوتا ہے اس قافلے کو آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ چند مبلغین کا قافلہ ہے چند علماء نے یہ تحریک شروع کی ہوئی ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے کروڑوں عوام اس مسئلہ میں چل کر اس مسئلے کو حل کرنے میں ہر قربانی کے لئے تیار ہیں آج آپ کے بالمقابل دریا کے اس پار وہاں بھی اجتماع ہے وہ لوگ آج پاکستان میں بلکہ تمام عالم اسلام میں جناب نبی کریمؐ کی ختم نبوت پر حملہ آور نظر آتے ہیں انہیں شاید یہ علم نہیں کہ ایک ادنیٰ سا مسلمان بھی نبی کریم کی عزت پر اپنی جان قربان کرنے کو سعادت سمجھتا ہے۔ مجھے اپنی مصروفیات کا شدید احساس ہے میں اگرچہ اس جماعت میں ایک مبلغ کی حیثیت سے باقاعدہ کام نہیں کر سکتا لیکن میں اس جماعت کے ارباب حل و عقد کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس مسئلے کے سلسلے میں آپ کی کوششوں کو اور آپ کی جدوجہد کو ایک عظیم جدوجہد سمجھتا ہوں اور آپ کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔ اس مسئلے کے حل کرنے میں ایک ادنیٰ مسلمان کی حیثیت سے اگر

میری جان بھی قربان ہو ایک جان نہیں ہزار جانیں بھی میری قربان ہو جائیں تو میرے لئے توشہء آخرت ہے میں مجلس کے ارباب حل و عقد کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کی سرپرستی کروں مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ مجھے حکم دیں کہ اس ملک سے قادیانی فتنے کو ختم کرنے کے لئے تم نے آگے چل کر تختہ دار پر لٹکنا ہے تو میں لٹکونگا میں مرزائیوں کو مرزا غلام احمد کی امت کو کچھ بھی نہیں سمجھتا ان کی کوئی حقیقت نہیں ان کی حیثیت میرے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ یہ کیا چیزیں ہیں ان کی کیا حقیقت ہے دلائل کی دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہیں اور مجھے یقین ہے کہ اس سیرت کے آدمی کے نبی ہونے کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ فتنہ صرف مذہبی فتنہ نہیں ہے بلکہ ایک سیاسی فتنہ ہے۔

آپ نے دیکھا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میری دعوت کے دو جزو ہیں ایک اللہ کی اطاعت کرنا اور دوسرے انگریز کی اطاعت کرنا میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت کو اس نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کیا ہے اللہ کی اطاعت کے ساتھ انگریز کی اطاعت جمع نہیں ہو سکتی۔ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا۔ جب انگریز نے دیکھا کہ ہندوستان اور پاکستان اس برصغیر کے مسلمان جہاد کے جذبے سے سرشار ہیں اور وہ فرنگی سامراج کے لئے ایک بہت بڑا ہتھیار جہاد کے نام سے استعمال کر سکتے ہیں اور ان کا جہاد کا جذبہ فرنگی سامراج کو یہاں نہیں ٹکنے دے گا۔ تو انہوں نے اس جذبہء جہاد کو فرد کرنے کے لئے مرزا کو مبعوث کیا تھا۔ مرزا کی خود کوئی حقیقت نہیں ہے یہ ایک عظیم سیاسی فتنہ ہے جہاں تک مذہب کی بات ہے قرآن کریم کی آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا۔ **ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین** کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں آگے دیکھیں کہ بظاہر اس کا کوئی جوڑ نہیں لگتا کہ کسی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں اور وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں باپ کا اور رسول کا کیا جوڑ تھا کہ باپ تو تمہارے نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں۔ حقیقت میں "ابوت" باپ ہونا دو قسم پر ہے ایک روحانی طور پر اور

ایک جسمانی طور پر۔ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے انسان کے جسم کے لئے باپ ہوتا ہے جس سے اس کی تخلیق ہوتی ہے اور انسان کی روح کے لئے اس امت کا پیغمبر باپ ہوتا ہے گویا اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ تمہارے جسمانی باپ تو نہیں ہیں لیکن تمہارے روحانی باپ ہیں - **ولکن رسول اللہ وخاتم النبین**۔ وہ تمہارے روحانی باپ ہیں روحانی باپ کا درجہ جسمانی باپ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ روح اصل ہے اور جسم فرع ہے روح مخدوم ہے اور جسم خادم ہے روح متبوع ہے اور جسم تابع ہے روح حاکم ہے اور جسم محکوم ہے روح کا مقام جسم سے بلند و بالا ہے روحانی سے ہی ایک انسان حیوانیت سے بڑھ کر ایک عظیم انسان کہلاتا ہے۔

حضور خاتم النبیّن ہیں

میرے محترم دوستو! یہ بھی فرما دیا کہ رسول اللہ کے ہیں اور ساتھ یہ کہ وہ خاتم النبین ہیں یہاں پر شاید کوئی شخص یہ کہے کہ بسا اوقات ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص خاتم المفسرین ہے فلاں شخص خاتم المحدثین ہے۔ ہم کہتے ہیں فلاں شخص خاتم المتکلمین ہے۔ خاتم العلماء ہے جب ہم یہ کہتے ہیں تو ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ تمام مفسرین کے آخر میں یہ آیا ہے یہ آخری محدث ہے اس کے بعد اس درجے کا کوئی محدث نہیں ہو گا۔ جو ہم کہتے ہیں کہ آخری مفسر ہے قرآن کا اس کے بعد اب اس سے اوپر کا کوئی اور مفسر نہیں آئے گا لیکن ہمارا علم وہ محدود ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کاشمیری خاتم المحدثین ہیں ان کے بعد ایسا محدث پیدا نہیں ہوگا ہمارا علم محدود ہم نے اپنے علم کی حد تک یہ بات کہی تھی ہو سکتا ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری کے بعد اس سے بھی بڑا کوئی محدث آ جائے ہمارا علم محدود ہے یہاں آپ کہیں گے حضور خاتم النبیّن ہیں ہو سکتا ہے کہ بعد میں اور بھی کوئی نبی آ جائے تو اللہ نے راستہ بند کر دیا فرما دیا۔۔۔ **وکان اللہ بکل شی علیما** کہ تمہارا علم محدود ہے جب میں نے فیصلہ کر دیا کہ آپ آخری نبی ہیں تو اس کے بعد اگر کوئی نبی آتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں العیاذ باللہ کوئی قصور ہے اللہ کا علم کامل نہیں ہے ہمارا

یقین ہے وکان اللہ بکل شی علیماً" اس لئے اس فیصلے کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا۔

یہ فیصلہ ہے میرے محترم دوستو! یہ اتنا واضح فیصلہ ہے کہ اس پر جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث۔ آپ کے فرمودات شاہد عدل ہیں بہت سی صحیح حدیثیں اس مضمون کی تصدیق پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آج کوئی بھی شخص دلیل کی بنیاد پر مرزائی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا ہے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے درحقیقت مسئلہ سیاسی ہے آپ نے دیکھا کہ اس فرقے کا مقصد عظیم یہ ہے کہ وہ پاکستان میں چھوٹے پاکستان میں یا اس کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک اور چھوٹا پاکستان بنائیں وہ چاہتے ہیں کہ ایک تھوڑی سی جگہ بھی ہمیں دنیا میں ایسی مل جائے کہ جہاں ہم حکومت کریں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ جیسے عرب دنیا کے وسط میں ایک اسرائیل جو یورپ اور امریکہ کے ممالک کے لئے آلہء کار ہے جس سے تمام عرب دنیا کو مشکلات میں پھنسایا ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ یہاں برصغیر میں اور مشرق بعید میں بھی اس طریقے کا ایک اسرائیل یا مرزائیل قائم کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے یہاں کے مسلمانوں کی سیاسی قوت کو مضمحل کرنے کے لئے کام کیا جا سکے یہ مقصد ہے اور اس مقصد کے لئے وہ جا رہے ہیں ایک راستے پر۔

میرے محترم دوستو! آپ آج یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی فوج میں مسلح طاقتوں میں ان کو آگے بڑھایا جا رہا ہے اور پاکستان کا مسلمان آج یہ بجا طور پر محسوس کرتا ہے کہ شاید فوجی طاقت کے ذریعے سے وہ اس ملک پر مسلط ہو جائیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مرزائی کسی وقت بھی پاکستان کے مسلمانوں پر مسلط نہیں ہو سکیں گے ہم زندہ ہوں ہماری زندگی کس مقصد کے لئے ہے۔ ہم زندہ ہوں اور مرزائی یہاں حکومت کریں اگر یہاں پر مرزائی حکومت قائم ہوئی تو سب سے پہلے میں اس کی بغاوت کروں گا۔ مرزائی حکومت یہاں برداشت نہیں ہو سکتی مرزائی حکومت کے لئے کوئی جگہ یہاں نہیں ہے اگر ان کو اپنا آقائے فرنگ لندن میں بھیج دے وہاں ان کے لئے حکومت کی کوئی صورت بنائیں۔ بنا لیں لیکن میں پھر کہوں گا کہ لندن میں بھی اور دنیا

کے کسی خطے میں بھی ان کی حکومت ہم نہیں بننے دیں گے ان کا تعاقب کریں گے۔ آخر انہوں نے کیا سمجھا ہے مسلمان کتنا بھی ادبار کا بدبختی۔ اور پستی کا شکار ہو جائے لیکن وہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منکر ان کی ختم نبوت کے منکرین کو کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے اگرچہ یہ سٹیج سیاسی نہیں ہے اور میں ایک سیاست دان کی حیثیت سے اس میں شرکت نہیں کر رہا لیکن بہرحال اس مسئلے کو سیاست سے الگ نہیں رکھا جا سکتا اس لئے مجھے لازماً سیاسی حیثیت سے بھی اس پر کچھ کہنا ہو گا۔ آپ جانتے ہیں کہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور یہ نعرے لگائے جا رہے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اور مسلمانوں کی ملی غیرت مرزائیوں کی نمائندگی سے انکار کر رہی تھی۔ زمانہ گزرا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات تک ہزار ہا کوششوں کے باوجود کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود ایک بھی مرزائی اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکا تھا لیکن آج میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ۷۰ء کے عام انتخابات میں بہت سے مرزائی اسمبلیوں کے ممبر بنے ہیں آج قومی اسمبلی میں بھی کچھ شکلیں نظر آتی ہیں صوبائی اسمبلیوں میں بھی۔ پنجاب کی اسمبلی میں بالخصوص کچھ صورتیں نظر آتی ہیں لیکن وہ اتنے مرعوب ہیں کہ وہ اپنی مرزائیت کا واضح اعلان نہیں کر سکتے انہیں یقین ہے کہ ممبر بن جانے کے باوجود بھی' دھوکہ دے کر منافقت کی بنیاد پر ممبر بن جانے کے باوجود بھی اگر قوم کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے تو قوم انہیں کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کرے گی۔ یہاں پر تحریکیں چلیں۔ ۱۹۵۳ء میں ایک عظیم تحریک پاکستان میں چلی تھی اسی وقت جب تحریک چلی تھی تو ظفر اللہ خاں پاکستان کے یوم تاسیس سے لے کر تحریک کے وقت تک وزیر خارجہ تھا۔ میں نے اس دن اسمبلی میں بھی خارجہ پالیسی پر بحث کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی میں نے کہا کہ سارے مسلمان پڑوسی ملکوں کے ساتھ تعلقات کیوں درست نہیں ہیں اور خاص کر افغانستان جو ہمارا پڑوسی مسلمان ملک ہے اس کے ساتھ ہمارے تعلقات کیوں کشیدہ ہیں میں نے یہ کہا تھا کہ ظفر اللہ خان جتنا عرصہ وزیر خارجہ رہا اس نے ایک مرتبہ بھی افغانستان کا دورہ نہیں کیا اور اسکی وجہ اس کی وہ مذہبی نفرت تھی افغانستان سے ان کی مذہبی

عداوت تھی اس لئے کہ افغانستان کے حکمرانوں نے ان کے دو مبلغوں کو قتل کر دیا تھا اور توپ کے دھانے کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ وہاں پر انہوں نے جا کر اس وقت کے فرمانروا امیر عبدالرحمٰن خان سے کہا تھا کہ مسلمان علماء کو بلاؤ ہمارے ساتھ مناظرہ کریں اس نے کہا کس بات کا مناظرہ۔ انہوں نے کہا اس بات کا مناظرہ حضورؐ کے بعد کوئی اور شخص نبی بن سکتا ہے یا نہیں۔ امیر عبدالرحمٰن خان نے ان سے کہا کہ تیرہ سو سال گذر چکے ہیں تیرہ سو سال میں تمام مسلمان امت مسلمہ تمام علماء دنیا بھر کے علماء تمام عالم کے فضلاء اس پر متفق رہے ہیں کہ حضورؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا آج میں تیرہ سو سال کے متفقہ فیصلے کو مجروح کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ اگر آج مناظرہ ہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ مسئلہ جو تیرہ سو سال تک طے شدہ مسئلہ تھا۔ آج وہ پھر متنازعہ مسئلہ بن گیا میں اس بات پر مناظرہ کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں اور ان کے لئے سزائے قتل تجویز کرتا ہوں ان دو مبلغین کے بعد ایک بھی مرزائی مبلغ افغانستان کی حدود میں داخل نہیں ہوا۔ زمانہ گزر گیا ہے ایک صحیح فیصلہ جو وہاں کی حکومت نے کیا ہے اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ ایک بھی مرزائی خواہ پاکستان کا وزیر خارجہ کیوں نہ ہو وہ افغانستان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

مرزائیوں کے متعلق سعودی حکومت کا فیصلہ

میرے محترم دوستو! آج آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عالم اسلام کے مرکز میں سعودی حکومت میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ قادیانی فرقے کا کوئی شخص بھی مسلمان نہیں ہے اور کوئی قادیانی حرمین شریفین زادھم اللہ شرفاً و کرامتاً ان میں داخل نہیں ہو سکتا میں ملک فیصل کو ان کے اس عظیم فیصلے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں نے گذشتہ سال حج کے موقع پر شیخ عبدالعزیز ابن صالح جو مدینہ طیبہ کے امام ہیں اور وہاں پر مدینہ طیبہ میں محکمہ شریعہ کے رئیس ہیں قاضی القضاۃ ہیں ان سے بات کی انہوں نے فرمایا کہ اگر ہمیں یہ کوئی بتا دے کہ فلاں شخص قادیانی فرقے سے مرزائی گروہ سے متعلق ہے اتنی بات اگر ثابت ہو جائے تو آگے تفصیلات کی کوئی ضرورت نہیں اس کو ہم یہاں سے

نکال دیتے ہیں انہوں نے خود وہاں سے کچھ آدمیوں کو نکالا تھا انہوں نے مجھے بتایا تھا آج ان کی پالیسی یہ ہے کہ حج کے موقع پر اگر کوئی مرزائی وہاں پہنچتا ہے اور یہاں سے مصدقہ اطلاع انہیں پہنچ جاتی ہے تو اس کو فوراً واپس کر دیتے ہیں اور حرمین کے داخلے کی اجازت اس کو نہیں دیتے یہ اور بات ہے کہ حکومت پاکستان کی کمزوری سے اور دین کے مسئلے میں بیباکی سے ایک شخص ان کا پاسپورٹ لے کر اس پر لکھتا ہے مذہب اسلام اور مذہب اسلام کے نام سے ایک شخص پاسپورٹ لیکر داخل ہو جاتا ہے اور انہیں علم نہیں ہوتا یہ اور مسئلہ ہے کاش کہ پاکستان کی حکومت بھی ان کے پاسپورٹ پر یہ لکھے کہ ان کا مذہب اسلام نہیں ہے یہ مرزائی فرقے سے متعلق ہیں جیسے کہتے ہیں کہ عیسائی' ہندو ان کے پاسپورٹ پر یہ لکھا ہو یہ عیسائی ہے اس طرح اگر اس فرقے کے پاسپورٹ پر یہ لکھا جاتا کہ یہ مرزائی ہے تو اس کا داخلہ پہلے سے حرمین میں بند ہو جاتا لیکن پاکستان کی گورنمنٹ سے ۱۹۵۳ء کی تحریک میں ہمارا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ ہمارا' میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بڑا کمزور اور معتدل قسم کا مطالبہ تھا آپ جانتے ہیں کہ مرتد کی سزا کیا ہے اسلام میں قتل ہم نے یہ مطالبہ نہ کیا تھا اس وقت ہم نے انہیں کہا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور اقلیتوں کے حقوق انہیں دیئے جائیں ہم نے تو نیچے اتر کر' اپنے مقام سے نیچے اتر کر یہ مطالبہ کیا تھا لیکن پاکستان کی حکومت اس مطالبے کے ماننے پر بھی راضی نہ ہوئی تھی۔ واضح بات ہے کہ ایک جمہوری ملک میں جہاں انتخاب ہو چکے ہوں وہاں عوام کا مطالبہ غلط ہو تو درست ہوتا ہے اور درست ہو تو درست ہوتا ہے۔ عوام کے مطالبے کے سامنے جمہوری حکومت ہمیشہ سرتسلیم خم کرتی ہے لیکن پاکستان میں' میں یہ کہنے سے باز نہیں آتا کہ اسلام کے نام سے غیر اسلامی طرز زندگی اور جمہوریت کے نام سے آمریت اور سوشلزم کے نام سے سرمایہ داری یہاں الفاظ کچھ ہوتے ہیں اور ان کے معانی کچھ ہوتے ہیں ہمیشہ منافقانہ صورت حال کے ساتھ ہمارا تعلق رہا ہے۔

میرے محترم دوستو! ہمارا مطالبہ آج بھی وہی ہے ہم آج بھی یہ کہتے ہیں کہ

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس مطالبے کو مانے بغیر پاکستان میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ۷۰ء کے انتخابات میں یا اس سے پہلے جب بھی ہم اسمبلی میں گئے ہیں ہم نے اسلام کی سربلندی کے لئے ووٹ حاصل کئے ہیں لوگوں نے ہم پر اعتماد کیا تھا کہ ہم اسلام کے لئے وہاں لڑیں گے اور اسلامی نظام کو لائیں گے۔

آئین میں مسلمان کی تعریف

آپ کو معلوم ہو گا جب ایوب خان کی آمریت کو ہم نے چیلنج کیا تھا اور اس وقت ایوب خان نے ہمارے ساتھ مسائل حل کرنے کے لئے گول میز پر بیٹھنا منظور کر لیا تھا۔ گول میز کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں آئین میں ترمیم کی بحث تھی کہ آئین میں ترمیم کی جائے مختلف مطالبات آئے تھے اس گول میز پر میں نے آئین میں ترمیم کے لئے دو مطالبے پیش کئے تھے میرا مطالبہ یہ تھا ایک مطالبہ واضح مطالبہ یہ تھا کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے کہ مسلمان کون ہوتا ہے اس وقت کے صدر ایوب خاں نے مجھ سے کہا کہ مسلمان کی تعریف کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا اس لئے کہ آئین میں ایک دفعہ ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہو گا یہ دفعہ آئین ۶۲ء میں موجود تھا میں نے کہا جب آئین میں یہ موجود ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہو گا تو آگے اس دفعہ کا تقاضا ہے کہ بتایا جائے کہ مسلمان کون ہوتا ہے اس نے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟ میں نے کہا ہم تو نہیں جانتے۔ میں نے کہا آج ایک شخص خدا کا منکر ہوتا ہے کیمونسٹ ہوتا ہے دھریہ ہوتا ہے اور وہ اپنا نام عبداللہ ظاہر کرتا ہے تو کیا وہ مسلمان ہوتا ہے۔ خدا کے انکار کرنے والا خدا کے وجود تک کا انکار کرنے والا وہ کس طرح مسلمان ہو سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو نام کی وجہ سے مسلمان کہلاتا ہے۔ ایک شخص رسالت کا منکر ہے اس کا نام عبدالرحمٰن ہے ایک شخص حضورؐ کی ختم نبوت کا منکر ہے اس کا نام عبدالرحیم ہوتا ہے اس لئے یہ پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے یہ لازم ہے کہ تعریف کی جائے کہ مسلمان کون ہوتا ہے۔ لیکن وہ

گول میز کانفرنس ناکام ہو گئی اور اس کی ناکامی کے نتیجے میں ایوب خان کو بھی کرسی چھوڑنی پڑی۔ ہمارا مطالبہ موجود تھا اب ۷۰ء کے انتخاب کے بعد جو اسمبلی بنی۔ آپ جانتے ہیں کہ اس اسمبلی میں آئین پر بحث ہوئی۔ آئین کے لئے کمیٹی بنی نیشنل اسمبلی کے پچیس ممبروں کی کمیٹی بنی تھی تاکہ وہ دستور کا مسودہ تیار کرے۔ لیکن اس مسودے سے قبل بھٹو صاحب سے جو اس وقت کے صدر تھے آج کے وزیراعظم ہیں انہوں نے ایک کانفرنس بلائی تاکہ آئین کے اہم نکات پر فیصلہ ہو جائے اور پھر کمیٹی اپنا آئین تیار کرے۔ جب ہم بیٹھے رمضان کا مہینہ تھا۔ تو اس بحث میں جہاں دوسرے مسائل آئے وہاں پر میں نے یہ مسئلہ بھی پیش کیا کہ مسلمان کی تعریف کو آئین میں شامل کیا جائے۔ مسئلہ واضح تھا ہم یہ چاہتے تھے کہ جب تعریف مسلمان کی ہو جائے گی تو یہ واضح ہو جائے گا کہ مرزائی مسلمان نہیں ہے۔ اس پر بہت سے وزراء جو اس میز پر بیٹھے تھے وہ چین بچیں ہوئے تھے اور عبدالقیوم خان صاحب نے کہا کہ دیکھو اگر آپ نے یہ بات کر لی تو ہر شخص کے مسلمان ہونے میں شبہات ہوں گے۔ کورٹ میں مسئلہ جائے گا۔ عدالتوں میں اس شخص کے مسلمان ہونے کے فیصلے نفاذ پذیر ہو سکیں گے اور مرتے دم تک یہ مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔ کیسے ثابت کریں گے کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ میں نے ایک جواب تو انہیں یوں بطور مزاح کے دیا۔ میں نے کہا کہ قیوم خان اگر اس کے مرنے تک عدالتوں میں یہ فیصلہ نہ ہو سکا تو میں یقین دلاتا ہوں کہ مرنے کے بعد فوراً فیصلہ ہو جائے گا دیر نہیں لگے گی اور پھر میں نے کہا کہ کسی شخص کے مسلمان ہونے کی بات کورٹ میں نہیں جائے گا یہ مقدمہ عدالت میں نہیں جائے گا۔ ہم ایک تعریف کرتے ہیں جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں اس تعریف کو قبول کرتا ہوں اسے ہم کہیں گے کہ یہ شخص مسلمان ہے دل کی بات ہم خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ زبان سے کہہ دے کہ میں اس تعریف کو قبول کرتا ہوں ہم اسے مسلمان سمجھیں گے۔

مخالفین کے اعتراضات

ہمارے جج۔ اے رحیم صاحب ایک عجیب آدمی ہیں وہ یوں گنگنانے لگے وہ

چوں چوں کرتے ہیں ان کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ آپ میرے مسلمان ہونے کا فیصلہ کریں۔ میں نے کہا مجھے حق حاصل ہے جب آپ آئین میں یہ شرط لگواتے ہیں کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہو گا تو پھر ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم دیکھیں کہ یہ شخص جو صدر بننا چاہتا ہے یہ جو امیدوار ہے صدارت کا' یہ مسلمان ہے یا نہیں۔ ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ شاید یہ مسلمان کی تعریف پیش نہیں کر سکیں گے اور علماء کا اس پر اتفاق نہیں ہو سکے گا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ۵۳ء کی تحریک کے بعد جب اس تحریک کے سلسلے میں انکوائری ہوئی تھی اور اس میں منیر رپورٹ شائع ہوئی تھی اس رپورٹ میں منیر صاحب نے بڑی خیرہ چشمی کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ مسلمان علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہو سکے اور یہی بات آج کے وزیر حج و اوقاف نے ہمیں اسمبلی میں کہی اس نے کہا میں چیلنج کرتا ہوں تم مسلمان علماء جو اسمبلی میں بیٹھے ہو تم ایک تعریف پر متفق ہو جاؤ تو میں قبول کر لوں گا۔

چنانچہ اس کمیٹی نے بھی اس کانفرنس میں اس میز پر مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ متفقہ تعریف پیش کر سکتے ہیں میں نے کہا کر سکتا ہوں اور اسمبلی کے تمام ممبران جو علماء کہلاتے ہیں اس پر متفق ہوں گے خواہ وہ دیوبندی علماء ہوں بریلوی علماء ہوں' اہل حدیث علماء ہوں' جماعت اسلامی کے علماء ہوں کوئی بھی ہوں اس پر سب متفق ہیں انہوں نے کہا آپ تعریف قرآن کریم سے پیش کریں انہوں نے شرط لگائی انہیں یقین تھا کہ شاید یہ قرآن کریم سے تعریف پیش نہیں کر سکیں گے انہوں نے کہا قرآن سے پیش کرو۔ میں نے کہا میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں میں قرآن سے پیش کرتا ہوں انہوں نے کہا پیش کرو میں نے قرآن کریم سے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھیں **الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلواۃ و مما رزقنھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔** میں نے کہا یہ مسلمان کی تعریف ہے آگے ہے **ھدی للمتقین۔** میں نے کہا متقین سے یہاں مسلمان ہی مراد ہیں انہوں نے کہا اس میں تو آپ کا مسئلہ نہیں آیا میں نے کہا کون سا کہنے لگے ختم نبوت کا

مسئلہ۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ میں نے تو ایسی بات کہی ہی نہیں تھی۔ لیکن وہ سمجھ رہے تھے کہ میں کس مقصد کے لئے یہ تعریف کرانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا بات تو آگئی اس میں۔ کیسے آگئی ہے میں نے کہا اس میں یہ ہے **الذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** اور **وما انزل من بعدک** تو اس میں ہے نہیں۔ **ما انزل الیک وما انزل من قبلک** میں نے کہا دو باتیں ثابت ہوئیں اس سے ایک بات یہ ہوئی کہ صرف حضورؐ کی طرف اتری ہوئی وحی آپ کی طرف اتری ہوئی کتاب فقط اس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ تمام پیغمبروں پر اتری ہوئی وحی پر ایمان نہ لایا جائے ورنہ پھر تو **وما انزل الیک** کافی تھا **وما انزل من قبلک** کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ صرف حضورؐ پر اتری ہوئی وحی پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک تمام پیغمبروں پر اتری ہوئی وحی پر ایمان نہ لایا جائے یہ بات ثابت ہوئی۔ پھر میں نے کہا جب سب پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی شرط قرار دے دی گئی تو پھر اگر حضورؐ کے بعد کوئی نبی ہوتا یا وحی اترنے کی گنجائش ہوتی تو ساتھ یہ بھی ہوتا **وما انزل من بعدک** آپ پر جو وحی نازل ہوئی اس پر ایمان لائے اور آپؐ سے پہلے جو وحی نازل ہوئی۔ اس پر بھی ایمان لائے تو پھر اگر حضورؐ کی بعد کوئی نبی ہو سکتا تھا یا آپ کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہو سکتی تھی تو اس پر بھی ایمان لانا فرض ہوتا اسلام کی شرط ہوتی تو **وما انزل من بعدک** فرمایا جاتا۔ **(۱۲ مارچ ۷۴ء لولاک)**

اس حصہ کے اختتام سے قبل تین خبریں ملاحظہ ہوں۔

مسلمان کی تعریف پر تمام علماء کا اتفاق ہے

عبوری آئین پر رائے شماری سے کچھ دیر قبل قومی اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز راہنما مولانا عبدالحق ایم این اے آف اکوڑہ خٹک نے آئین کے بنیادی اصولوں پر تقریر کرتے ہوئے کہا اس معزز ایوان پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک اللہ کی طرف سے جو حاکم اعلیٰ اور حاکمیت کا سرچشمہ ہے' دوم مخلوق کی طرف سے کہ آپ پر انہوں نے اس لئے اعتماد کیا ہے کہ

ان کو تکالیف' مظالم اور مصائب سے نکالیں۔ اب اللہ ہمیں یہاں بٹھا کر آزما رہا ہے کہ میری بندے دو سو برس کی غلامی کے بعد آزاد ہو کر میری بندگی اور شکر گزاری کا کیا حق ادا کرتے ہیں۔ جب اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کا ہے تو ہمارا کام صرف اس کے احکام کی تنفیذ ہے نہ کہ اس میں تحریف تبدیلی اور گریز۔ مولانا نے فرمایا کہ جہاں آئین میں صدر کا مسلمان ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ وہاں مسلمان کی تعریف بھی نہایت ضروری ہے۔ مگر اب کہا جا رہا ہے کہ اس کی تعریف ہو ہی نہیں سکتی تو یہ ایک مہمل اور بے معنی لفظ رہ جائے گا اور دنیا کے کروڑوں مسلمان ایک مہمل لفظ کے مصداق ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ مسلمان وہ ہے جو کتاب و سنت اور ضروریات دین کو ان تشریحات کے ساتھ قبول کرتا ہو۔ جو حضورؐ سے لے کر خیرالقرون میں اور پھر اب تک سمجھے جا رہے ہیں۔ مثلاً" نماز اور زکواۃ کو من مانے مفہوم پہنانے والے کو مسلم نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ حضورؐ کو آخری نبی سمجھیں بایں معنی کہ حضورؐ کے بعد کسی شخص کو نہ ظلی نہ بروزی نہ مستقل یعنی کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی اور ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے۔ اگر شعائر اسلامی کے منافی کوئی نشانی بھی پائی جائے۔ تو اس شخص کو بھی مسلمان نہیں کہا جا سکتا ہے۔ نیز تمام ضروریات دین کی صحیح معنوں میں تصدیق کرے۔ اس معزز ایوان کو اللہ نے بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے اور آج ہم اس میں کامیاب ہو کر ملک کو نجات دے سکتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مسلمان کی تعریف پر علماء کا اتفاق نہیں ہو سکتا تو یہ محض ایک مغالطہ ہے۔ کیونؐ کہ اس ایوان میں موجود مختلف مکاتیب فکر کے تمام علماء مسلمان کی تعریف پر متفق ہیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی

قومی اسمبلی کے رکن اور جمیعت علماء اسلام کے رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے (وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی کی طرف سے اٹھائے گئے سوال کہ مسلمان کی

تعریف پر علماء کا اتفاق نہیں ہے) کا جواب دیتے ہوئے نہایت مدلل انداز میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مختلف احادیث میں خود رسول اللہؐ نے مسلمان کی تعریف کر دی ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے وہ مسلمان ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص توحید و رسالت کا انکار کرے گا۔ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا تمام دنیا کے مسلمان اس تعریف مسلم پر متفق ہیں سوائے مرزائی جماعت کے۔ (خدام الدین ۵ مئی ۷۲ء)

مناظر اسلام سرزمین اسلام آباد میں

مولانا لال حسین صاحب اختر امیر مرکزیہ کی قیادت میں مجلس کا پانچ رکنی وفد ۱۰ اپریل کو اسلام آباد پہنچا ان دنوں قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اسمبلی ہال کے قریب وفد نے سٹال لگایا۔ جس کو ردمرزائیت کی رنگا رنگ کتب سے سجایا گیا اور ختم نبوت کے عقیدہ کے اظہار کے لئے گوناگوں بینر اور جاذب نظر کتبوں سے دیدہ زیب بنایا گیا۔ معزز اراکین اسمبلی کی آمدورفت عموماً" اسی شاہراہ پر ہوتی تھی وہ خود بھی سٹال پر تشریف لاتے رہتے اور اپنا مقصد واضح کرتے رہتے وفد نے معزز اراکین اسمبلی کی قیامگاہوں پر حاضر ہو کر فرداً" فرداً" بھی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا قومی اسمبلی کے اجلاس کے ایام میں پاکستان کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے لوگ بہت دلچسپی لیتے تھے اور اپنی خواہش کے مطابق تردید مرزائیت کا لٹریچر حاصل کر کے مسرور ہوتے تھے اس طرح پورے ملک میں مجلس کی آواز پہنچی اور لٹریچر بھی پہنچا۔ عوام نے اور بالخصوص اخبارات نے وفد کی کارگذاری کا بہترین انداز میں ذکر کیا اور اخبارات میں فوٹو شائع کئے اور اسمبلی کے اندر بھی اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چنانچہ مولانا مفتی محمود وزیراعلیٰ اور مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک۔ مولانا غلام غوث ہزاروی مولانا شاہ احمد نورانی ممبران قومی اسمبلی نے اسلام اور ختم نبوت کی وکالت کا خوب خوب حق ادا کیا۔ فجزاہم اللہ خیراً"۔

صدر مملکت اور مرزا طاہر احمد

ربوہ سے آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ جن دنوں دستور بن رہا تھا اور

دستور میں مسلمان کی تعریف شامل ہو چکی تھی ان دنوں ربوہ کے مرزا طاہر احمد جو مرزائیوں اور پیپلزپارٹی کے درمیان اپنے آپ کو رابطہ آفیسر بتاتے ہیں ایک وفد لے کر صدر مملکت سے ملنے گئے اور مطالبہ کیا کہ جناب دستور سے یہ لفظ نکال دیئے جائیں کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ صدر مملکت نے مرزا طاہر احمد کو فرمایا کہ یہ لفظ اب دستور سے نہیں نکالا جا سکتا۔ مزید یہ کہ صدر مملکت نے کہا کہ دستور بننے سے پہلے ہم نے یہ بات تم لوگوں سے دریافت کرلی تھی۔ لیکن اس وقت تم لوگوں نے کہا کہ ہم بھی حضور اکرم کو ...... خاتم النبین مانتے ہیں۔ تمہارے کہنے کے بعد ہم نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرلیا اور مسلمانوں کی تعریف میں یہ الفاظ شامل کر لئے۔ اب تم آگئے ہو کہ یہ الفاظ نکال دیئے جائیں کہ "حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

مرزا طاہر احمد نے کہا کہ جناب ہم بھی حضور کو خاتم النبین مانتے ہیں لیکن حضور کے بعد تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔ مرزا صاحب ظلی بروزی نبی تھے۔ صدر مملکت جو بہرحال ایک نہایت ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ انہوں نے کہا مسٹر طاہر احمد تمہاری ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم حضور کو خاتم النبین محض زبانی ہی مانتے ہو کوئی گڑ بڑ ضرور ہے جس کی وجہ سے مسلمان تم سے مشتعل ہوتے ہیں اور ملک میں امن و امان کا مسئلہ بنا رہتا ہے۔ میں تمہارا یہ مطالبہ نہیں مان سکتا۔ اسلام کی تعلیمات کی رو سے یہ ایک بنیادی بات ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

صدر مملکت سے مایوسی اور مسلمان کی جامع مانع تعریف اور پھر آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد جیسی چیزوں نے ہی مرزائیوں کا دماغی توازن خراب کیا۔

اور وہ ایسی اشتعال انگیز باتیں کرتے پھرتے ہیں جنہیں کوئی باغیرت مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہی وجوہات سے مرزائی غیر جمہوری ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں اور سازشی کارروائیاں شروع کر دی گئی ہیں۔ لیکن مسلمان

اب بیدار ہیں۔ حکومت عوامی اور ہوشیار ہے۔ انشاء اللہ سازشی ملک اور اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ (لولاک ۲۱ مئی ۱۹۷۳ء)

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد

جدہ ۲۶ اپریل = گذشتہ دنوں ۸ اپریل کو مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کی ایک سو سے زائد مقتدر اسلامی تنظیموں کی مشترکہ موتمر منعقد ہوئی' جس میں دوسری اہم قراردادوں کے علاوہ ایک بنیادی قرارداد نمبر۹ قادیانی امت کے متعلق منظور کی گئی۔ قرارداد کا متن روزنامہ "الندوہ" (سعودی عربیہ) ۱۴ اپریل کے حوالے سے درج ذیل ہے۔ اس قرارداد کے حق میں تمام اسلامی ممالک کے شرکاء نے' جن میں حکومتوں کے وزراء اور اعلیٰ سرکاری افسر شامل تھے' ووٹ دیا' لیکن افسوس ہے کہ پاکستان کی وزارت اوقاف کے سیکرٹری ٹی ایچ ہاشمی نے گریز کیا اور حق وباطل کے اس مرحلہ میں غیر جانبدار ہو گئے۔ آپ نے صرف یہ کہا کہ قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے موقف سے مجھے اتفاق ہے' لیکن انہیں' اسلامی ممالک میں ملازمتیں نہ دئے جانے کی تجویز سے اتفاق نہیں۔ تعجب ہے کہ پاکستان میں اس قرارداد کو گم سم کر دیا گیا' کسی ایجنسی کو توفیق نہ ہوئی اور نہ کسی اخبار میں آسکی۔ فاعتبروا یااولی الابصار قرار داد کا متن حسب ذیل ہے۔

قرارداد

قادیانیت وہ باطل مذہب ہے جو اپنے ناپاک اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ اس کی اسلام دشمنی ان چیزوں سے واضح ہے۔

۱۔ اس کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا

۲۔ قرآنی نصوص میں تحریف کرنا۔

۳۔ جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا

قادیانیت برطانوی استعمار کی پروردہ ہے اور اس کے زیر سایہ سرگرم ہے۔ قادیانیوں نے امت مسلمہ کے مفادات سے ہمیشہ غداری کی ہے اور استعمار اور

صیہونیت سے مل کر اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کیا ہے اور یہ طاقتیں بنیادی اسلامی عقائد میں تحریف و تبدل اور ان کی بیخ کنی میں مختلف طریقوں سے مصروف عمل ہیں۔

ا معابد کی تعمیر جن کی کفالت اسلام دشمن طاقتیں کرتی ہیں۔

ب اسکولوں، تعلیمی اداروں اور یتیم خانوں کا کھولنا جن میں قادیانی اسلام دشمن طاقتوں کے سرمائے سے تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور قادیانی مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تحریف شدہ ترجمے شائع کر رہے ہیں۔ ان خطرات کے پیش نظر کانفرنس نے درج ذیل قرارداد منظور کی ہے۔

۱۔ تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں، جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں، ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لئے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔

۲۔ اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

۳۔ احمدیوں سے مکمل عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔

۴۔ کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، نیز ان کے لئے اہم سرکاری عہدوں کی ملازمتیں ممنوع قرار دی جائیں۔

۵۔ قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا سدباب کیا جائے۔

۶۔ دیگر تمام باطل فرقوں سے قادیانیوں جیسا سلوک کیا جائے۔

اس کانفرنس میں اسرائیل میں قادیانی مشن کی پراسرار سرگرمیوں پر اظہار تشویش کیا گیا۔ ایک سوالیہ نشان پیدا ہوا کہ جب حکومت پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتی تو حیفا میں قادیانی مشن کیا معنی رکھتا ہے؟

۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد

آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن جناب (ریٹائرڈ) میجر محمد ایوب صاحب حجاز مقدس' فریضہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ روضہ طیبہ پر جاتے وقت مسجد نبویؐ میں اچانک ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ میں کس منہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مواجہہ شریف پر سلام عرض کرنے کے لئے جا رہا ہوں؟ حالانکہ ہمارے ملک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن دندنا رہے ہیں۔ یہ خیال دل میں آیا اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی اسمبلی سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے میں قرارداد پیش کروں گا۔

حج سے واپس آئے تو انہوں نے آزاد کشمیر اسمبلی کے ایوان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو قرارداد پیش کر دی' جو بالاتفاق پاس ہو گئی۔

اس قرارداد کا دوست دشمن سب کو علم اس وقت ہوا' جب پاس ہو کر دوسرے دن اخبارات کی شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہو گئی۔ کراچی سے خیبر تک اس کا خیرمقدم ہوا۔ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ملتان' فیصل آباد' لاہور اور کراچی وغیرہ میں خیر مقدمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔

۸ مئی ۱۹۷۳ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک وفد مولانا تاج محمودؒ کی سربراہی میں سردار عبدالقیوم سے ملاقات کے لئے آزاد کشمیر کے سفر پر روانہ ہوا۔ وفد میں حکیم عبدالرحمان' چوہدری غلام نبی گوجرانوالہ' سید محمود ترمذی ٹوبہ' مولانا مقبول احمد ساہی وال' مولانا نورالحق نور پشاور' حاجی بلند اختر لاہور' مولانا غلام حیدر اسلام آباد' مولانا محمد رمضان راولپنڈی' حاجی سیف الرحمان بہاولپور' ارتضیٰ خان

کراچی شامل تھے۔ ملک بھر سے ٹیلی گراموں اور ٹیلی فون کا تانتا بندھ گیا۔ مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ ان کی پریشانی قابل دید تھی۔ مرزا ناصر نے آگ بگولہ ہو کر ربوہ کے ایک خطبہ میں اول فول بکا۔ آزاد کشمیر قادیانی جماعت کے صدر منظور نے اس پر کتابچہ لکھ مارا۔ مرزا ناصر کے پمفلٹ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما مولانا تاج محمود نے جواب لکھا۔ منظور کشمیری کے پمفلٹ کا جواب معروف سکالر جناب غلام جیلانی برق نے بھی تحریر کیا۔ مرزائیوں نے جس شدت کے ساتھ غصہ کا اظہار کیا' اس سے کہیں زیادہ ردعمل میں اس پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔

"مرزائیوں نے عوام میں اپنے موقف کی پذیرائی نہ دیکھ کر حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے قدم چومے' ان کی بلائیں لیں۔ ان کو ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں اپنی امداد و معاونت کا احسان یاد دلایا۔ بھٹو صاحب مرحوم کو ان کی بھیگی بلی کی صورت پر رحم آگیا۔ انہوں نے جناب سردار عبدالقیوم خاں کو آزاد کشمیر سے بلوایا اور ان سے قرارداد واپس لینے کے متعلق گفتگو کی کہ اس قرارداد کی توثیق نہ کرنا' سردار قیوم کے بس سے باہر کی بات تھی' کیونکہ وہ اپنی ذات اور کسی کی مشکلات یا مجبوریوں پر عوام کی خواہشات اور عوام کی ترجمان اسمبلی کے وقار کو نظرانداز نہیں کر سکتے تھے' چنانچہ ۲۵ مئی کو صدر آزاد کشمیر نے عوام کے مسلسل مطالبہ کے سامنے سپر انداز ہوتے ہوئے اس قرارداد کی توثیق کردی اور جیسا کہ خیال تھا' اس کے ساتھ ہی قرارداد کو غیر موثر بنانے کی کوشش کرنے والے عناصر اور تیز ہو گئے' سردار قیوم کے خلاف ان کی سرگرمیوں میں شدت پیدا ہوگئی اور اس میں انہیں مرکزی حکومت کے بعض اعضاء و جوارح کی حمایت بھی حاصل تھی۔

اس توثیق کے بعد قادیانی گروہ جنون کی حد تک سردار عبدالقیوم کے خلاف ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی جب مئی کے اوائل میں سردار عبدالقیوم کوٹلی گئے تو وہاں پر قادیانی ایک ہنگامہ کرا چکے تھے۔ قادیانی ہنگاموں اور توڑ پھوڑ کے ذریعہ حکومت اور عوام کو بلیک کرنا چاہتے تھے۔ اس شرانگیز مظاہروں کی قیادت قادیانی جماعت آزاد کشمیر کا امیر منظور کر رہا تھا۔ انہوں نے حکومت کو مشتعل کرنے کے لئے فحش حرکات

کیں' شرابی غنڈے سڑک پر جلوس کے سامنے برہنہ ہو گئے۔ قادیانی منظور' علیم الدین' محمود احمد' نثار احمد شاہ' سلیم ملک' عاشق حسین وغیرہ شامل تھے۔ جلسہ شروع ہوا تو شرابی غنڈوں نے سٹیج پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ جلسہ انتظامیہ کی بھرپور مزاحمت سے پسپا ہوئے تو پتھراؤ اور حملہ شروع کر دیا۔ صدر آزاد کشمیر کے معاون غلام احمد رضا' سردار ابراہیم صدر مسلم کانفرنس' افتخار بٹ ایڈووکیٹ زخمی ہو گئے۔ قادیانی غنڈوں نے اس کے بعد بازار میں لوٹ مار کی۔ اسلامی جمعیت کے دفتر کو آگ لگا دی۔ ایک بس اور ایک کار پھونک ڈالی' اس غنڈہ گردی کے لئے قادیانیوں نے غنڈوں میں دس ہزار روپیہ تقسیم کیا" (ہفت روزہ بے باک مظفر آباد ۱۹ مئی ۱۹۷۳ء)

صدر آزاد کشمیر نے بڑے تحمل سے جلسہ سے خطاب کیا اور کہا' ہرچند کہ اقلیت کے حقوق کی نگہداشت ہماری ذمہ داری ہے مگر فسادی یاد رکھیں کہ جو لوگ ہمارے جلسہ پر پتھراؤ کرتے ہیں' وہ نہ بھولیں کہ اس قسم کی صورت حال ربوہ میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے ان کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے اگر ایسا نہ ہوا تو خیبر سے کراچی تک مسلمانوں کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گا (ایضاً")

اس قسم کے ہتھکنڈوں سے وہ سردار عبدالقیوم کو اپنی کابینہ میں اس قرارداد کی توثیق سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن جب قرارداد کی توثیق ہو گئی تو قادیانی گروہ کے جنون میں اضافہ ہو گیا۔ اس سے قبل وہ خورشید حسن میر اور خان عبدالقیوم خان ایسے وزراء کے ذریعہ پاپڑ بیل چکے تھے۔

خورشید حسن میر اور خان عبدالقیوم وزیر داخلہ کی منافقانہ روش اور سردار عبدالقیوم کے خلاف ان کی انتقامی کارروائی کو سمجھنے کے لئے ذیل کا اقتباس کافی ہو گا۔

ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ حکومت نے سردار قیوم کو خوفزدہ کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے اور اس کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے' ان کا اندازہ سردار ابراہیم کے اس انکشاف سے ہوتا ہے کہ:

"پاکستان سے آزاد کشمیر کے تار اور ٹیلی فون رابطے گزشتہ تین روز سے منقطع ہیں اور وزارت امور کشمیر نے حکومت آزاد کشمیر کے تمام افسروں کو عدم تعاون کرنے

کی ہدایت کی ہے۔"

اسکے علاوہ سردار قیوم خان کا یہ انکشاف کہ میرا ٹیلی فون کاٹ دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ان کے بھائی سردار عبدالغفار کی راولپنڈی سے بنگالیوں کی مبینہ سمگلنگ کے الزام میں ڈرامائی گرفتاری' مرکز کے عزائم کے بارے میں بہت کچھ کہے دیتی ہے' سردار قیوم کا کہنا ہے کہ'

"مجھے دھمکی دی گئی کہ استعفیٰ نہ دینے کی صورت میں گرفتار کر لیا جائے گا۔ لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا چونکہ مجھے پچیس لاکھ انسانوں نے منتخب کیا ہے اور وہی مجھے الگ کر سکتے ہیں' ویسے میں صدر بھٹو کو چار مرتبہ پیش کش کر چکا ہوں کہ اگر ملک کے مفاد کے لئے ضروری ہے تو میں ان کی خواہش پر استعفیٰ دے سکتا ہوں'لیکن خان قیوم خان کی خواہش پر استعفیٰ نہیں دے سکتا کہ یہ میرے رائے دہندگان کی عزت' غیرت اور وقار کا سوال ہے"

تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ آزاد مسلم کانفرنس کے سربراہ چوہدری نور حسین نے بھی سردار ابراہیم کے اس الزام کی تصدیق کردی ہے کہ صدر آزاد کشمیر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پر وزارت امور کشمیر میں دستخط کرائے گئے ہیں' انہوں نے الزام لگایا کہ آزاد کشمیر کی منتخب حکومت کے خلاف یوسف بچ' خان قیوم خاں اور خورشید حسن میر سازش کر رہے ہیں۔ ان تینوں نے مجھے سردار ابراہیم اور مسٹر کے ایچ خورشید کو وزارت امور کشمیر میں بلایا اور کشمیر میں امن و امان کی "بگڑی ہوئی صورتحال" کے بہانے کچھ کرنے کی ضرورت پر زور دیا' جب میں نے کہا کہ سردار قیوم کو اپنی مدت پوری کرنے دی جائے تو خان قیوم نے کہا۔ "اگر آپ جمہوریت چاہتے ہیں تو ارکان اسمبلی ہمارے ساتھ تعاون کریں اور سردار قیوم کو ہٹا دیں' ورنہ ہم خود ہٹا دیں گے اور سردار قیوم کو برطرف کر کے جیل میں ڈال دیں گے۔"

چوہدری نور حسین نے کہا کہ میں نے اس کے بعد مظفر آباد سے چار میل دور ایک ریسٹ ہاؤس میں سردار قیوم سے صدر منتخب ہونے کے بعد پہلی مرتبہ ملاقات کی' سردار قیوم نے کہا' میں یہ قربانی دینے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ آزاد کشمیر میں پیپلز پارٹی

ختم کر دی جائے اور اس اقدام پر عمل' مسلم کانفرنس' آزاد مسلم کانفرنس اور لبریشن لیگ کے سربراہوں کی موجودگی میں صدر بھٹو سے ملاقات کے بعد ہوگا۔ لیکن وزارت امور کشمیر نے اس تجویز کو رد کر دیا۔ پھر طویل مذاکرات کے بعد وزارت امور کشمیر کے دفتر میں ارکان اسمبلی سے اور بعض سے ان کے نمائندوں کی حیثیت سے قرارداد عدم اعتماد پر دستخط کرائے گئے جب کہ میں وہاں سے دستخط کئے بغیر بھاگ آیا۔

سردار ابراہیم نے الزام عائد کیا کہ خان قیوم نے مجھ سے ملاقات میں ایکٹ ۱۹۷۰ء کو جسے آزاد کشمیر کے آئین کی حیثیت حاصل ہے' ہاتھ میں لہراتے ہوئے کہا کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا ہے۔ اگر ضروری ہوا تو میں اس ایکٹ کو پھاڑنے کے لئے تیار ہوں۔ وزارت امور کشمیر کے اختیارات ایکٹ ۱۹۷۰ء کے نفاذ کے بعد ختم ہو چکے ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ یہ ایکٹ ختم ہو جائے تاکہ وہاں دوبارہ اپنی آلہ کار حکومت قائم کی جا سکے"۔

دریں اثناء آزاد کشمیر کے وزیر قانون مسٹر اقبال بٹ نے انکشاف کیا ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی کے سپیکر شیخ منظر مسعود کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ تاکہ ان پر دباؤ ڈال کر ان سے یہ بیان دلوا سکیں کہ آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم نے انہیں اپنا استعفیٰ دے دیا ہے" (چٹان لاہور ۴ جون ۱۹۷۳ء)

ادھر خورشید حسن میر ایسے کمیونسٹ' خان عبدالقیوم خان وزیر داخلہ ایسے منافق اور منظور و ناصر ایسے قادیانی مرتد اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح سردار عبدالقیوم کو اس قرارداد کی پاداش میں ایسا سبق سکھا دیا جائے کہ آئندہ ایسی قرارداد قادیانیوں کے خلاف کوئی بھی اسمبلی میں لانے کا تصور بھی نہ کر سکے۔ ادھر سردار عبدالقیوم اور ان کے رفقاء کے حوصلے کا عالم دیکھئے' جو ذیل کے ایک خط میں آپ کو نمایاں نظر آئے گا۔ وہ ایمان پرور خط یہ ہے۔

وزیر قانون آزاد کشمیر کا مکتوب

ایسی ہزاروں حکومتیں ہم رسول ﷺ پاک کی ناموس پر قربان کر سکتے ہیں

وزیر قانون' بحالیات و تعمیر عامہ آزاد کشمیر کا ایڈیٹر چٹان کے نام خط

محترمی و مکرمی مدیر صاحب چٹان

السلام علیکم۔ آزاد کشمیر میں مرزائیت کی بندش اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارہ میں آپ نے جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے' اس سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے رسول پاکؐ کے صدقے اس حوصلہ افزائی کی جزا دے۔

پاکستان اسلام کی قدریں بحال کرنے اور ان اسلامی قدروں کو زندگی کے ہر شعبہ پر محیط کرنے کی خاطر معرض وجود میں آیا تھا۔ آزاد کشمیر کی موجودہ مسلم کانفرنس کی تشکیل کردہ عوامی حکومت نے ان اسلامی قدروں کو آزاد کشمیر کے چھوٹے سے خطہ میں بحال کرنے کی بھرپور کوشش جاری کر دی ہے' اس میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی نظام کا اجراء شامل ہیں۔ ہم رات دن اس کوشش میں معروف ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر اپنی ساری قوم کو ساتھ لے کر چل پڑیں۔ لیکن سرزمین پاک کے بااثر طبقہ کو ہمارے خلاف یہ شکایت ہے کہ:

"اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں"

برادرم محترم اس کا علاج یا تدارک آپ ہی کر سکتے ہیں' جہاں تک ہمارا معاملہ ہے' یہ موجودہ حکومت کیا' ایسی ہزاروں حکومتیں ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس محترم پر ایک ٹھوکر سے قربان کر سکتے ہیں' ہماری طرف سے تشفی رکھیں کہ اس مقدس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہم آخری سانس تک اپنا عمل جاری رکھیں گے۔

امید اور توقع ہے کہ تمام احباب کو میرا مذکورہ بالا پیغام آپ پہنچائیں گے اور عامتہ المسلمین کو بھی آزاد کشمیر کی موجودہ حقیری سی کوشش سے باخبر رکھیں گے۔

والسلام

آپ کا خیر اندیش

(خواجہ محمد اقبال بٹ' وزیر قانون آزاد کشمیر)

چٹان لاہور ۱۵ جون ۱۹۷۳ء

پاکستان میں تمام مسلمانوں کی طرف سے خیر مقدم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ملک بھر میں ہونیوالی ختم نبوت کانفرنسوں نے سردار عبدالقیوم خان اور ان کے رفقاء کو بڑا سہارا دیا۔ اس موقعہ پر مولانا تاج محمود' مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا مفتی محمود ان تینوں حضرات نے باہم مشورہ کے ساتھ اس قادیانی سازش کو ناکام بنانے کے لئے موثر کردار ادا کیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کو اس طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے فوراً" اپنا اجلاس منعقد کیا۔ ان کے جنرل سکرٹری کی طرف سے اخبارات کو ذیل کا خیر مقدمی بیان جاری ہوا۔

آزاد کشمیر اسمبلی کو رابطہ عالم اسلامی کی مبارک باد

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے درج ذیل بیان جاری ہوا:۔

عالمی اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں نے اس متفقہ قرارداد کی خبر شائع کی ہے' جسے کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے پاس کیا ہے اور جس میں قادیانیوں کو (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلم قرار دیا ہے۔

"رابطہ عالم اسلامی' اس دانشمندانہ فیصلے کی حمایت کرتا ہے۔ جسے آزاد کشمیر کی حکومت نے سردار عبدالقیوم کی سربراہی میں صادر کیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی' صدر آزاد کشمیر اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان کو اس تاریخی قرارداد پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔

رابطہ' اسلامی ممالک کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور اس قسم کا مبارک قدم اٹھائیں اور اس گمراہ فرقہ کا قلع قمع کریں اور اسے یہ موقع نہ دیں کہ وہ اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد کو مسلمانوں کے اندر پھیلا سکیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی صحیح راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے" سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی۔

مکہ

محمد صالح قزاز

اس کے ساتھ ہی رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ہفتہ وار اخبار ''العالم الاسلامی'' مکہ مکرمہ میں جناب صالح قزاز کی طرف سے بیان شائع ہوا۔ جس کا ترجمہ کراچی کے اخبارات نے شائع' کیا جو یہ ہے

کراچی۔ رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری محمد صالح القزاز نے دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور مسلمان ملکوں میں اس گمراہ فرقے کو اپنا شر پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے۔ رابطہ کے ترجمان ''اخبار العالم الاسلامی'' کی ۱۱ جون ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں رابطہ کے سیکرٹری کا یہ بیان شائع ہوا ہے۔ اس میں حکومت آزاد کشمیر کی اسمبلی نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرارداد منظور کی ہے' اس کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قرارداد تمام مسلمان ملکوں کے لئے لائق تقلید ہے اور اس پر صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم اور ان کی پارٹی کے ارکان قابل مبارک باد ہیں۔ ''اخبار العالم الاسلامی'' نے اپنے ادارتی کالم میں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی پاکستان کے اتحاد و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ پاکستان کا اتحاد اور اس کی سالمیت ان کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ اس فرقے کے لوگ حکومت پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اور محکمہ دفاع اور محکمہ خارجہ میں ان کو اہم عہدے حاصل ہیں۔ اس مسئلہ پر حکومت پاکستان کا خاموش رہنا اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ ہندوستان کا پاکستان کی سرزمین کو ہڑپ کرنے کا شوق خطرناک ہے۔ اس پس منظر میں حکومت آزاد کشمیر کی یہ قرارداد بے حد اہمیت رکھتی ہے اور نہ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ قادیانیوں کو صاف صاف غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کے باا ثر روزنامہ "الندوہ" نے قادیانیوں کے بارے میں سعودی اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا۔ جس میں ان علماء نے قادیانیت اور صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطہ کا انکشاف کیا اور کہا کہ اس رابطے کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کررہا ہے' مشترکہ بیان میں مزید کہا گیا کہ برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے قادیانیت کو جنم دیا تھا' اسرائیل کے زیر قبضہ مصری' شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیوں کے مراکز قائم ہیں اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔ قادیانیوں نے حال ہی میں ایک مرکز افریقہ میں منتقل کیا ہے' ان علماء نے اسلامی حکومتوں کے سربراہوں اور جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور اپنے ممالک میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اس بیان پر نائیجریا کے الشیخ السید امین کبتی' الشیخ حسن مشاط' الشیخ محمد نور سیف' الشیخ حسنین المخلوف سابق مفتی مصر' الشیخ ابوبکر جری' سعودی عرب کے الشیخ محمد علوی المالکی' الشیخ اسماعیل زین' الشیخ محمد ندیم الطرازی اور الشیخ عبداللہ بن سعد شامل ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری ' نائجریا' مصر' سعودی علماء کے ان بیانات نے حکومت پاکستان کے وجود میں اعضاء شکنی کی کیفیت پیدا کردی۔ ذوالفقار علی بھٹو بڑے کایاں انسان تھے۔ ان کی دنیا کے بدلتے ہوئے حالات پر نہ صرف نظر تھی بلکہ وہ بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر اپنے لئے راستہ تلاش کرلیتے تھے۔ انہوں نے عالم اسلام کی قادیانیت کے متعلق بیداری' عرب ممالک کی دلچسپی اور پاکستان میں رائے عامہ کا صحیح تجزیہ کیا۔

۳۰ مئی کو براہ راست سردار عبدالقیوم سے ملاقات کرکے اسی شام پریس کانفرنس کرکے آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد سے پیدا شدہ قادیانی بحران پر قابو پالیا اور یوں قادیانیوں کا منہ کالا ہوا اور قادیانی سازش اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

اس سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے جو خدمات سرانجام دیں ان کا تذکرہ

کئے بغیر یہ باب نامکمل ہوگا۔ ان خدمات کی اجمالی رپورٹ یہ ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان' جلسہ عام

ملتان ۴ مئی بعد نماز عشا باغ قاسم قلعہ کہنہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اسلامیان ملتان کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت قائد جمعیت مولانا مفتی محمود ایم این اے' سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد منعقد ہوا۔ جلسہ میں ختم نبوت کے متعدد علماء کرام نے آزاد کشمیر اسمبلی کے ممبران کو خراج تحسین پیش کیا اور صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم کو پرجوش طور پر مبارکباد پیش کی۔ جن کی پارٹی نے یہ جرات مندانہ' ایمان افروز اور فیصلہ کن قرار داد منظور کی ہے۔ مولانا عبدالرحیم اشعر' مولانا اللہ وسایا' مولانا اللہ یار نے مجلس کی طرف سے سردار صاحب موصوف کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ مولانا عبدالرشید صدیقی نے قادیانیوں کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے ثابت کیا کہ یہ تحریک انگریزوں نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے اٹھائی تھی اور اس نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو برباد کرنے والی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور مسلمانوں کی بربادی پر چراغاں کئے۔

مولانا تاج محمود نے آزاد کشمیر اسمبلی اور صدر آزاد کشمیر کو عوام کی طرف سے مبارک باد پیش کی کہ انہوں نے ملک اور اسلام کی لاج رکھ لی ہے اور ایک ایسی قرارداد منظور کر دی ہے جو پاکستان کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔ مولانا نے کہا کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے یہ فیصلہ پاکستان کے دستور میں مسلمانوں کی جامع اور مانع تعریف کی بنیاد پر کیا ہے۔ میں اس موقعہ پر صدر جلسہ حضرت مولانا مفتی محمود کی خدمت میں بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں جن کی مساعی جمیلہ سے دستور میں مسلمان کی تعریف اور بعض دوسری اسلامی دفعات شامل ہوئی ہیں۔ مولانا نے کہا کہ میں مفتی محمود صاحب کے توسط سے حضرت مفتی صاحب کے دوسرے ساتھیوں مولانا شاہ احمد نورانی' پروفیسر غفور احمد' مولانا عبدالحکیم' مولانا غلام غوث ہزاروی اور دوسرے اپوزیشن رہنماؤں کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے حضرت مفتی

صاحب کا اس مسئلہ میں ساتھ دیا اور یہ دفعات آئین میں شامل ہو گئی ہیں۔

مولانا تاج محمود نے کہا کہ میں بعض لوگوں سے معافی چاہتا ہوا پوری نیشنل اسمبلی اور صدر بھٹو کو بھی ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں' جنہوں نے بالآخر حضرت مفتی صاحب اور دوسرے اپوزیشن رہنماؤں کی ترامیم کو مان لیا اور یہ آئین بن گیا جس کی روشنی میں آزاد کشمیر اسمبلی نے یہ جرات کردی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ آئین میں مسلمان کی تعریف شامل ہو جانے کے بعد کہ مسلمان وہ ہے جس کا اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانے اور یہ یقین سے کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا اور قرآن مجید کو اللہ کی آخری کتاب مانے' کتاب وسنت کی تعلیمات کو سچا جانے' اس تعریف کے بعد دراصل مرزائی خود بخود غیر مسلم اقلیت قرار دئے جا چکے ہیں' اب تو صرف صدر بھٹو کا اعلان کردینا باقی ہے۔

مولانا نے مرزائیوں کی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ سر ظفر اللہ خان نے مرزائیوں کی آبادکاری کرائی اور انہیں اندرون ملک اور بیرون ملک مستحکم کیا' انہیں بے شمار بڑی بڑی نوکریاں دلوائیں۔ ایم ایم احمد نے مرزائیوں کو کروڑوں پتی بنوایا اور پیپلز پارٹی میں تھوڑی سی سیاسی ہوا کھا کر وہ ملک پر قبضہ کے خواب دیکھنے لگے ہیں۔ حال ہی میں فوجی سازشیں پکڑی گئی ہیں' یہ لوگ موجودہ حکومت کا مبینہ طور پر تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ بڑے بڑے مرزائی افسروں نے اپنے امام جماعت احمدیہ کے مشورہ اور اجازت سے اس سازش میں شرکت کی ہے۔ ہم صدر بھٹو کی جماعت میں نہیں اور حضرت مفتی صاحب اور ان کی جماعت کے ساتھ جناب بھٹو نے جو بدسلوکی کی ہے' اس کا چرکا اور زخم ہمارے دلوں پر ابھی تازہ ہے' صدر بھٹو نے سرحد اور بلوچستان میں جمہوریت کے نام پر جمہوریت کو قتل کروایا ہے اور' کئی باتوں میں ہمارا ان سے اختلاف ہے۔ لیکن ان اختلافات اور رنجشوں کے باوجود ہم نہیں چاہتے کہ غیر جمہوری طور پر ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں' جن کوششوں میں مرزائی مصروف نظر آتے ہیں۔ ہم ساری زندگی عدم تشدد کے قائل

رہے ہیں اور تشدد کے حق میں نہیں رہے ہیں۔ مرزائیوں کی جان مال کی حفاظت اپنا فرض سمجھتے ہیں' ان کے شہری حقوق دینا چاہتے ہیں لیکن میں آج اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر مرزائیوں نے سازش کر کے کوئی غیر جمہوری انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی' میرے قائد مولانا مفتی محمود کی ذات کو' مجاہد اول سردار عبدالقیوم کی ذات کو' کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی یا صدر بھٹو کو قتل کر کے یا انقلاب بپا کر کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو ہم مرزائیوں کا وہ علاج کریں گے' جس علاج کے وہ قابل ہیں' ہم پھر عدم تشدد کے پرستار نہیں رہیں گے۔

ہمارا ملک آدھا ان کی سازشوں کی بدولت ہمارے سامنے ڈوب گیا اور باقی آدھے کو برباد کرنے کی یہ کوشش کرنا چاہتے ہیں' اس آدھے کی بربادی کے بعد تو ہمارے پاس یہ خطہ ہے' اس کی بربادی کے بعد ہم کہاں جا سکتے ہیں۔ ہم اپنے برباد ہونے سے پہلے انہیں برباد کر دیں گے۔ آخر میں مولانا نے برسر اقتدار جماعت کو کہا کہ وہ یقین کرے کہ مرزائی ان کے ساتھ نہیں ہیں وہ کسی اور کے ساتھ ہیں اور حکومت کو نقصان پہنچانے میں شریک ہیں' حکومت جاگ جائے' بروقت اقدام کرے اور جو مبارک باد کی تاریں آج سردار عبدالقیوم کو دی جا رہی ہیں' وہ خود وصول کرنے کے لئے مرزائیوں کو جرات کے ساتھ غیر مسلم اقلیت قرار دے دے۔

آخر میں صدر جلسہ حضرت مولانا مفتی محمود نے صدارتی خطاب فرمایا اور وہ تمام تفصیلات بتائیں کہ کس طرح صبر آزما طریقہ اور مشکلات سے انہوں نے یہ اسلامی دفعات آئین میں شامل کرائیں حالانکہ حکمران طبقہ انہیں شامل کرنا نہیں چاہتا تھا' مفتی صاحب نے آزاد کشمیر اسمبلی کو مبارکباد دی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فوری طور پر اعلان کر دے۔

راولپنڈی کی تمام مساجد میں

اہالیان راولپنڈی کا یہ عظیم الشان اجتماع جمعتہ المبارک آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے پر صدر آزاد کشمیر اور اراکین اسمبلی آزاد

کشمیر کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان کو مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہے۔ یہ اجتماع عظیم' حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی آزاد کشمیر کی اسمبلی کی تقلید کرتے ہوئے پاکستان میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قراردے ۔ کیونکہ پاکستان کی سلامتی اسی میں مضمر ہے اور یہ اجتماع عظیم ان سازشی عناصر کو خبردار کرنا چاہتا ہے جو اس قرارداد کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے عناصر کو عوام سختی سے کچل دیں گے۔

صدر آزاد کشمیر کے نام تاریں

آزاد کشمیر اسمبلی کے فیصلے کی خبر اخبارات میں پڑھتے ہی ملک بھر سے بے شمار لوگوں نے فخر ایشیا مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان کو بذریعہ تار مبارک باد کے پیغامات ارسال کئے ہیں۔ صدر آزاد کشمیر کے علاوہ سپیکر اسمبلی اور اسمبلی کے ممبران کو بھی تہنیت نامے بھیجے جا رہے ہیں۔

لائل پور میں جلسہ تبریک

۴ مئی بعد نماز عشاء کارخانہ بازار لائل پور میں اسلامیان لائل پور کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر اہتمام مجلس احرار اسلام لائل پور منعقد ہوا' جس میں شہر کی دینی سیاسی' سماجی اور تجارتی انجمنوں کے نمائندگان نے آزاد کشمیر اسمبلی کو' اس کے مرزائیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مبارک باد پیش کی۔ مولانا عبیداللہ احرار' مولانا محمد اسمٰعیل' مولانا محمد شریف اشرف' مولانا طفیل محمد ضیاء' ملک رب نواز' اور دوسرے مقررین نے صدر آزاد کشمیر جناب سردار عبدالقیوم خاں کو بھی زبردست خراج محبت پیش کیا۔ تمام مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ حکومت پاکستان مرزائیوں کے عقائد کی روشنی میں انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ عوام میں زبردست جوش و خروش پایا جاتا تھا۔ پنڈال اللہ اکبر' ختم نبوت زندہ باد مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دو' پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونجتا رہا۔

صدر مجلس احرار اسلام کا تار

مولانا عبیداللہ احرار صدر مجلس احرار اسلام پاکستان نے سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر' میجر محمد ایوب خان' عبدالقیوم خان وزیر داخلہ اور صدر مملکت ذوالفقار علی بھٹو کو تار روانہ کئے ہیں' انہیں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر مبارک باد دی ہے اور ان سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی اپیل کی ہے۔

چنیوٹ میں عظیم الشان جلسہ

۳ مئی منڈی باوا لال چنیوٹ میں اسلامیان چنیوٹ کا ایک آل پارٹیز جلسہ عام منعقد ہوا۔ ایک درجن مقررین نے جلسہ سے خطاب کیا' جن میں مولانا خلیل الرحمان مبلغ ختم نبوت ' ملک رب نواز' جناب زکریا بھٹی' ملک اللہ دتہ' مسٹر محمد ادریس' مولانا محمد یعقوب اور بار ایسوسی ایشن کے نمائندے شامل تھے۔ آخر میں مولانا تاج محمود اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے خطاب کیا۔ تمام مقررین نے شاندار الفاظ میں مجاہد اول سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر اوران کی اسمبلی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ اور حکومت پر زور دیا کہ وہ بھی اس فیصلہ کے مطابق پورے پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کر دے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کردے۔ اسی طرح ان کی پراسرار اور خطرناک سیاسی سرگرمیوں کا محاسبہ کیا جائے۔

گوجرانوالہ میں جلسہ

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرار داد کی خبر پڑھتے ہی گوجرانوالہ کے مسلمانوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ شہر کی تمام جماعتوں کے نمائندوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے آزاد کشمیر اسمبلی کے ممبران کو پرجوش مبارکباد پیش کی اور مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان کے لئے پرخلوص دعائیں مانگی گئیں اور انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ جلسہ ایک بجے رات تک جاری رہا۔

پشاور میں قراردادیں

آزاد کشمیر اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی جو قرارداد پاس کی ' اس قرارداد کی وجہ سے ملک بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور ساری مسلمان قوم کے ایمانوں میں تازگی پیدا ہو گئی۔ اس سلسلہ میں پشاور کے دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' شیعہ وغیرہ کی طرف سے ایک مشترکہ پوسٹر میں صدر آزاد کشمیر اور ارکان اسمبلی کو ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔ گذشتہ جمعہ کے روز پشاور شہر کی جملہ مساجد کے علماء نے مسئلہ ختم نبوت پر روشنی ڈالی اور اپنی تقریروں میں آزاد کشمیر کی حالیہ قرارداد پر ان کو ہدیہ تحسین پیش کیا۔

مولانا عبدالقیوم صاحب پوپلزی' مولانا فضل حق صاحب' مولانا محمد اشرف قریشی مولانا فضل الرحمان صاحب' مولانا محمد حسین صاحب' مولانا محمد امین صاحب' مولانا فضل احمد صاحب' حافظ عبدالجید صاحب' مولانا محمد یوسف صاحب قریشی' مولانا مظفر شاہ صاحب' مولانا عبداللہ جان صاحب اور سینکڑوں مساجد میں اسی قسم کی تقریریں ہوئیں۔

اسلام آباد کی مساجد میں قراردادیں

گذشتہ جمعہ میں جمعیت الائمہ والموذنین اسلام آباد نے اپنی تمام مساجد میں حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے۔

" مسجد کے جمعتہ المبارک کا یہ عظیم الشان اجتماع قادیانیوں کو (مرتد) غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو اور مجاہد اول سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر و اراکین اسمبلی آزاد کشمیر کو تہ دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ آزاد کشمیر کی یہ قرارداد مسلمانان پاکستان کے دل کی آواز ہے۔ پاکستان مسلم عوام کے دیرینہ عوامی مطالبہ کا پورا ہونا قائد عوام ذوالفقار علی کی عظیم فتح ہے۔ اور ہم قائد عوام صدر پاکستان اور صدر آزاد کشمیر سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قرارداد کو فوراً" قانونی شکل دے کر ملک کے دیگر حصوں میں بھی نافذ کیا جائے"۔

مدیر "لولاک" کا تار

مولانا تاج محمود مدیر "لولاک" نے مجاہد اول سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر کو مبارکباد کا تار بھیجا ہے۔ تار میں کہا گیا ہے کہ آپ کی سرپرستی میں مرزائیوں کے متعلق جو تاریخی فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کا ایک متفقہ اور دیرینہ مطالبہ پورا ہوا ہے بلکہ نظریہ پاکستان کے تحفظ کا زندہ جاوید کارنامہ بھی سرانجام پاگیا ہے۔ خدا آپ کا محافظ ہو۔

آزاد کشمیر کے صدر گرامی قدر کے نام مدیر "لولاک" کا مکتوب

آزاد کشمیر اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرار داد پاس کی اور یہ خبر جب اخبارات میں چھپی تو اسلامیان پاکستان کے جذبات میں ایک طوفان سا آگیا۔ نہ صرف باہمی مبارکبادوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بلکہ صدر آزاد کشمیر اور ان کی اسمبلی کے اراکین کے نام مبارک باد کے بے شمار تاروں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو ابھی تک جاری ہے۔ مولانا تاج محمود مدیر "لولاک" نے صدر محترم کو تار بھی دیا اور ایک مکتوب بھی تحریر کیا۔ اس مکتوب کا متن یہ ہے۔

مخدومی و مکرمی جناب سردار صاحب زید مجد کم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ' مزاج گرامی!

آپ کی اسمبلی نے پاکستان کے دستور کی روشنی میں جو قرارداد منظور کی ہے' وہ ایک ایسا عظیم کارنامہ ہو گیا ہے' جس نے پوری ملت اسلامیہ کے دل موہ لئے ہیں۔ اس بے مثال اور جرات مندانہ کارنامے کو جو مقبولیت نصیب ہوئی ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ اگر میرے اللہ کو پاکستان بچانا منظور ہے تو وہ یقیناً اپنے مقبول اور مجاہد بندوں کو اس طرح کے عظیم کارنامے سرانجام دینے کی توفیق ارزاں فرمائے گا۔

اس قرار داد کی تکمیل بہت ضروری ہے' قبولیت عامہ اور تائید ایزدی یقیناً اس فیصلہ کے شامل حال ہوگی۔ ہم اصالتاً" بھی بصورت وفد حاضر ہو رہے ہیں۔ درخواست اور دعا یہی ہے کہ جو عزت و قبولیت اور سعادت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر کر

دی ہے۔ وہ اب کسی حاسد یا کسی صاحب غرض کی کسی کوشش سے چھینی نہ جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

آپ کا تاج محمود مدیر "لولاک" لائل پور۔

صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان صاحب کا مجلس تحفظ نبوت کراچی کے استقبالیہ میں خطاب

۱۵ جنوری ۱۹۷۴ء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کے دارالحدیث میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ایک استقبالیہ سردار عبدالقیوم خان صاحب صدر آزاد کشمیر کے لئے ترتیب دیا گیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے جملہ اراکین' علماء' طلباء اور معززین جماعت نے شرکت فرمائی۔ سردار میر عالم خان صاحب لغاری مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مقامی امیر نے مجلس کی طرف سے سپاسنامہ پیش فرماتے ہوئے صدر آزاد کشمیر کی آزاد کشمیر میں اسلامی خدمات کو سراہا۔ بالخصوص مسئلہ قادیانیت جو مدت دراز سے مسلمانوں کے قلوب کی آواز تھی' شرعی نقطہ نگاہ سے حل کرنے پر مبارک باد دی۔ سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے سردار عبدالقیوم خان صاحب نے جواباً" فرمایا کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے اسمبلی کی قرارداد کو منظور فرماکر آخری شکل دے دی ہے' اب وہاں جملہ قادیانی قانوناً" ایک غیر مسلم گروہ کی حیثیت سے زندگی بسر کررہے ہیں۔ صدر آزاد کشمیر نے پرجوش انداز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے بغیر میری وہ آرزوئیں اور تمنائیں شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتی تھیں جو میں اپنی حکومت میں اسلامی نقطہ نگاہ سے کرنا چاہتا ہوں' یہی وجہ ہے کہ میرے متعدد ارادوں کے بغیر' سب سے پہلے رب کریم نے ہم سے یہ کام کروایا۔ آپ نے اس مرکزی عقیدہ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کی اپیل کی۔ آخر میں یہ اجلاس دعا پر ختم ہوا۔ اس اجلاس کی کامیابی کے لئے اور سردار عبدالقیوم خاں صاحب کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے استقبالیہ میں شرکت کرنے کے لئے مولانا محمد شریف مرکزی مبلغ تحفظ ختم نبوت کی کوشش بے حد اہمیت کی حامل ہے۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا آزاد کشمیر اسمبلی کا عظیم اسلامی کارنامہ ہے۔

چکوال :۔ خدام اہل سنت والجماعت چکوال کا ایک خصوصی اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر خدام اہل السنت والجماعت صوبہ پنجاب منعقد ہوا۔ جس میں آزاد کشمیر اسمبلی کے حالیہ شرعی فیصلوں کی روشنی میں حسب ذیل قرار دادیں منظور کیں۔

۱۔ خدام اہل السنت کا یہ اجلاس آزاد کشمیر اسمبلی میں مرزائی پارٹی کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر کشمیر اسمبلی اور صدر آزاد کشمیر جناب سردار عبدالقیوم خان کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔

صدر موصوف کی قیادت میں مسئلہ ختم نبوت کی بنیاد پر آزاد کشمیر اسمبلی کا یہ ایک ایسا مجاہدانہ تاریخی فیصلہ ہے' جس کا تعلق نبی کریم رحمتہ اللعالمین' خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے ہے اور ان کا یہ عظیم اسلامی کارنامہ انشاء اللہ موجودہ دور کی تاریخ میں زندہ و تابندہ رہے گا اور دوسرے مسلم ممالک کے لئے بھی قابل تقلید ثابت ہوگا۔ جنہوں نے ابھی تک مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا ہے۔

۲۔ خدام اہل سنت کا یہ اجلاس آزاد کشمیر اسمبلی کو اس فیصلہ پر بھی زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے جس میں انہوں نے شراب کو قانوناً ممنوع اور ناقابل ضمانت جرم قرار دیا ہے اور شراب پینے والوں کے لئے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ و التحیہ کے تحت کوڑوں کی سزا تجویز کی ہے۔

۳۔ خدام اہل السنت کا یہ اجلاس صدر آزاد کشمیر اور آزاد کشمیر اسمبلی سے یہ بھی پر زور اپیل کرتا ہے کہ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ المرتضی اور تمام اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی عظمت کو بھی قانونی تحفظ دیا جائے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کے منصب ختم نبوت کے اولین محافظ ہیں اور جنہوں نے مسیلمہ کذاب وغیرہ کی جھوٹی نبوتوں کا استحصال کر کے عالم اسلامی میں پرچم ختم نبوت بلند کیا تھا۔ اب جمیع صحابہؓ کرام اور اہل بیت عظامؓ ازواج مطہراتؓ اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و توہین کو بھی ناقابل ضمانت جرم قرار دے کر مجرم کو سزا دی جائے۔

۴۔ خدام اہل السنت کا یہ اہم اجلاس صدر پاکستان اور قومی اسمبلی سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی واضح طور پر مرزائی پارٹی کو غیر مسلم اقلیت قرار دے اور ملک و ملت کو قادیانیوں کی اس جھوٹی نبوت کے فتنے سے بچانے کی کوشش کرے۔

وما علینا الا البلاغ

خدام اہل السنت والجماعت چکوال۔ ضلع جہلم

پاکستان عزیز ہے' مرزائی نہیں

''اس وقت پاکستان میں کم و بیش ۸۰ فیصد لوگ سنی العقیدہ ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فدا امی و ابی) نبی آخر الزمان ہیں۔ لیکن ان کے برعکس مرزائی امت جو عقیدہ رکھتی ہے' اسے دنیا بھر کے مسلمان جانتے ہیں۔ پاکستان میں جب بھی کسی سنی نے مرزائیت کے بارے میں کچھ لکھا یا کوئی بات کی تو اس کے خلاف ملک کے سب سے بڑے قانون ڈیفنس آف پاکستان رولز کا استعمال کیا جاتا ہے' حالانکہ حکومت جانتی ہے کہ مرزائی کیا کر رہے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ دوسری طرف اگر سنی العقیدہ لوگوں کے خلاف مرزائی کچھ بھی کہتے پھریں یا لکھیں' ان پر نہ جانے کیوں تعزیر واجب نہیں ہوتی! کیا اس لئے کہ بڑے بڑے مرزائی افسر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں؟ یا ان کی رسائی اونچے ایوانوں تک ہے مرزائیوں نے اپنے رسائل میں مسلمانوں کے خلاف جو بے ہودہ زبان استعمال کی ہے' شاید کسی بدطینت انگریز نے بھی اتنی گندی زبان استعمال نہیں کی ہو گی' پھر ان کے لئے ڈیفنس آف پاکستان رولز یا تحفظ امن عامہ آرڈیننس کسی نے بنتے نہیں دیکھا! ہم اپنی حکومت سے پوچھتے ہیں کہ مرزائی مسلمانوں کو ''جنگل کے سور'' اور ''عورتیں کتیوں سے بدتر'' کہتے

پھریں' مرزائی' حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ مطہرہ کے بارے میں لکھیں کہ انہوں نے بیداری کی حالت آکر مرزا غلام احمد قادیانی کی ران پر سر رکھ دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک! ہم اپنی حکومت سے گزارش کریں گے کہ اگر وہ عوام کی بالا دستی تسلیم کرتی ہے تو اسے عوام کے پرزور مطالبہ پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہئے۔ ہمیں پاکستان عزیز ہے' پاکستان کے لئے ہمیں اگر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی دینا پڑا تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ ملک کی فوج ہمارے لئے قابل احترم ہے لیکن ہم مرزائیوں کا تسلط (کہیں بھی) برداشت نہیں کریں گے۔ خدا شاہد ہے کہ یہ لوگ پاکستان کے خیر خواہ نہیں۔ "ایک رویا کی تعبیر" اور ربوہ میں بڑے مرزائیوں کے قبرستان میں لگے ہوئے "کتبے" بھی اگر حکومت کو ہوا کا رخ نہیں بتا سکتے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے"۔

(سفر ۸ جون ۷۳ء)

ہفت روزہ چٹان نے لکھا

"حقیقت یہ ہے کہ اس خبر سے سارے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے کہ ۲۹ اپریل کو آزاد کشمیر اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد پاس کی ہے جس کی رو سے قادیانی امت کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہوئے ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اس پر تبلیغ عقائد کی پابندی لگا دی ہے۔

نیشنل اسمبلی کا فرض تھا

اصلاً" پاکستان کی نیشنل اسمبلی کو لازم تھا کہ وہ قادیانی امت کا محاسبہ کرتی اور انہیں مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دیتی' لیکن قیام پاکستان سے لے کر آج دن تک جتنی حکومتیں قائم ہوئیں' کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی حکمران ہو کر اس فرض کو پورا کرتی۔ خدا نے مدۃ العمر کے بعد یہ توفیق بخشی تو آزاد کشمیر کی اسمبلی کے ارکان کو --- ادھر ہم اس فرض کو بجا لانے سے قاصر رہے تو

کی اہمیت سے غافل ہیں یا جنہیں بیرونی استعمار سے خطرہ لاحق ہے کہ وہ مرزائی امت کا پشتیبان ہے۔

مرزائیوں کی چالاکی*

مرزائیوں کی چالاکی یہ ہے کہ جب بھی ان سے متعلق جمہور المسلمین سے محاسبہ کی آواز اٹھتی ہے' وہ نہ صرف ان کو لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ بنا دیتے ہیں' بلکہ دنیا بھر کو یہ تاثر دینے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ پاکستان کی اکثریت ان کی مٹھی بھر اقلیت کو جینے کا حق نہیں دیتی اور ان کی جان و آبرو کے درپے ہے۔ حالانکہ یہ دونوں صورتیں غلط ہیں۔ مسلمان نہ تو میرزائیوں کی جان کے دشمن ہیں' نہ آبرو کے اور نہ ان کا مسئلہ پاکستان میں لااینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے۔ سوال عقائد کا ہے۔ میرزائی ایک نئی امت ہیں۔ ان کی عیاری یہ ہے کہ وہ محمدؐ عربی کی امت میں نقب لگا کر بہ قول علامہ اقبالؒ اپنی امت پیدا کرتے اور اس طرح ایک مجرمانہ حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا مطالبہ یہ ہے کہ میرزائی جب اپنے عقائد کی رو سے' نہ تو مذہبی طور پر اور نہ معاشرتی طور پر مسلمانوں میں شامل ہیں تو پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں رہنے پر مصر کیوں ہیں؟ کیا اس لئے کہ اس طرح وہ جمہور المسلمین کے حقوق ہتھیاتے اور ان کے مناصب پر قبضہ کرتے ہیں۔

مطالبہ ان کا اپنا ہے

قادیانی کتب میں یہ بات موجود ہے کہ جو میرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانتا وہ فاحشہ عورتوں کی اولاد ہے اور کتیا کی ذریت ہے۔ اب اگر مسلمانوں کو اتنی بڑی گالی دے کر کافر کہنے والی جماعت کو' مسلمانوں کا سواد اعظم' اپنی جماعت سے الگ اقلیت قرار دیتا ہے تو وہ گویا انہی کی بات پوری کرتا ہے کہ تم ہم میں سے نہیں اور ہم تم میں سے نہیں۔ اگر میرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت' انہیں تسلیم نہ کرنے پر مسلمانوں کو کافر کہہ سکتی ہے' اور یہ اعلان مرزا غلام احمد و مرزا محمود احمد کی کتابوں میں موجود

ہے تو مسلمانوں سے یہ خواہش کیوں کی جائے کہ وہ انہیں سینہ سے لگا کر رکھیں اور مسلمان قرار دیں؟

مطالبہ واضح ہے

مطالبہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ میرزائیت ہر قسم کے آئینی تحفظات لے کر پاکستان میں رہ سکتی ہے لیکن بہ طور اقلیت' نہ کہ مسلمانوں کا لیبل لگا کر ان کے معاشی و سیاسی حقوق پر قبضہ کے لئے! اس کے علاوہ ہماری ان سے کوئی لڑائی نہیں' وہ بہائی مذہب کی طرح الگ کیوں نہیں ہو جاتے؟ کیا وہ سکھوں کی طرح اس انتظار میں ہیں کہ ایک مضبوط اقلیت ہو کر اسی طرح احمدی صوبہ کا مطالبہ کریں' جس طرح سکھوں نے بھارتی پنجاب میں سکھ صوبہ تسلیم کرایا؟ لیکن میرزائیوں کا مطمع نظر اس سے مختلف ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کی تبلیغی چشمے کا پانی خشک ہو چکا ہے اور اب کسی مسلمان کا میرزائی ہونا محال ہے' وہ پاکستان کی سیاسی حالات سے فائدہ اٹھا کر مستقبل کے پنجاب میں احمدی + سکھ حکومت کا خواب دیکھ رہے ہیں اور قادیان لوٹنے کے متمنی ہیں۔(اس کے مضمرات پر انشاء اللہ آئندہ قلم اٹھایا جائے گا' راقم)

مستحسن و مبارک فیصلہ

آزاد کشمیر اسمبلی کا فیصلہ' دراصل پاکستان کے ضمیر کی آواز ہے۔ فیصلہ غلط ہوتا ہے تو اب تک میرزائی نواز عناصر شوروغل کر رہے ہوتے' لیکن دانشوروں کی وہ کھیپ جو دین سے نابلد ہے یا باغی' صرف اس لئے منقار زیر پر ہے کہ اس بارے میں' سواد اعظم کے عقیدہ و مزاج کی توانائی سے واقف ہے۔ سرکاری اخبار یہی کر سکتے تھے کہ اس فیصلہ کو چھپا کے چھاپتے ٹیلی ویژن اور ریڈیو خبر نہ دیتے۔ یہی ہوا لیکن اس سے عوام کی آواز پر خط تنسیخ نہیں کھینچا جا سکتا۔ عوام سے شاید کئی غلط فیصلے منوائے جا سکتے ہیں' لیکن کوئی لیڈر' کوئی جماعت' کوئی حکومت یہ نہیں منوا سکتی کہ میرزائی مسلمان ہیں یا آزاد کشمیر کے ارکان اسمبلی نے غلط قرارداد پاس کی ہے۔

معیار عوام ہیں تو

اس کے وجوہ ہیں کہ ملک کی عنان اختیار عموماً" ان ہاتھوں میں رہی ہے جو اس مسئلہ

جب اس دور میں ہر چیز کو عوام سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو عوام کہیں گے اس کو مانا جائے گا' کی نوید سنائی جاتی ہے تو پھر پیپلز پارٹی کو بھی عوام سے پوچھ لینا چاہئے کہ وہ میرزائیوں کو اسلام میں شامل سمجھتے ہیں یا نہیں؟ یہی مشورہ اپوزیشن کے لئے ہے کہ وہ میرزائیوں کے خطرے کو معمولی نہ سمجھے۔ یہ ایک سرطان ہے جو قومی آزادی کے لئے جاں گسل ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے جواہر لال نہرو کو لکھا تھا کہ : "قادیانی' اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں"

علامہ اقبالؒ کے فرمودات

میرزائیوں نے اپنے خلاف مزاحمتی تحریک کو احرار کے سر مڑھ کر ہمیشہ سرکاری قلعہ میں پناہ لی ہے۔ جب تک انگریز تھے احرار کے خلاف قادیانی امت کا الزام تھا کہ وہ حکومت انگلشیہ کے باغی ہیں' انگریز چلے گئے تو قادیانی امت کا الزام ہے کہ احرار تحریک پاکستان کے خلاف تھے' بلاشبہ احرار نے قادیانی امت کے تبلیغی دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر ڈالے لیکن مسلمانوں میں ان کے خلاف جو تحریک یا تخیل موجود ہے' وہ اسلام کا پیدا کیا ہوا ہے اور ہر وہ شخص جو ختم نبوت کے مضمرات سے آگاہ ہے' قادیانی نبوت کا محاسب ہے۔ علامہ اقبال احراری نہیں تھے' پاکستان کا تصور ان سے منسوب ہے۔ پروفیسر آربری کے نزدیک اقبال کو پاکستان سے نکال دیا جائے تو فہم و فراست کے اعتبار سے پاکستان صحرا ہو جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ علامہ اقبال کے افکار و نظریات کا حوالہ دینے والے قادیانی امت سے متعلق ان کے آخری نظریات کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ جن لوگوں کو اقبال کے ہاں کسی ایک لفظ یا بیان میں اسلامی سوشلزم کا لفظ مل جائے تو اس کو پورا پاکستان بنائے پھرتے ہیں اور جو آج تک علامہ اقبال کی معذرت کے باوجود مولانا حسین احمد مدنی سے متعلق زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است کو طرۂ گفتار سمجھتے ہیں۔ علامہ اقبال کے ان خیالات کا ذکر نہیں کرتے جو قادیانی امت سے متعلق روح اسلام کے مطالبہ کی حیثیت رکھتے اور اپنے دور کی سب سے بڑی دینی سچائی کا طرہ عنوان ہیں۔

بنیادی سوال ✱

علامہ فرماتے ہیں۔

(۱) جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟

(۲) ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔

(۳) قادیانی امت کے خمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں اور پوری تحریک یہودیت کی طرف راجع ہے۔

(۴) اگر حکومت کے لئے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ لیکن مسلمانوں کے لئے انہیں نظر انداز کرنا مشکل کہ ان کا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرہ میں ہے۔

(۵) ایک آزاد اسلامی ریاست پر اس کا انسداد لازم ہو جاتا ہے۔

(بجواب نہرو)

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر مرزا ناصر کی حواس باختگی ملاحظہ ہو

"مرزائیوں کے خلاف فتنہ کھڑا کیا گیا تو

پاکستان قائم نہیں رہے گا" مرزا ناصر کی دھمکی

"ہنگامہ بڑھ گیا تو گیدڑ بھبکیاں دینے والے خسارے میں رہیں گے

احمدیوں نے اپنی افرادی طاقت سے پیپلز پارٹی کو کامیاب بنایا!!!

شیر کی دھاڑ سے بزدل جانور کانپ اٹھیں گے

ربوہ میں مرزائیوں کے خلیفہ مرزا ناصر کا خطبہ!!

"تم (مسلمان) لومڑی کا لبادہ اوڑھ کر اور گیدڑ کی کھال پہن کر چیختے اور چنگھاڑتے ہو اور ہمیں (احمدیوں کو) خدا نے شیر کا رعب دیا ہے"

مرزا ناصر احمد

ملتان ۱۷ مئی (سٹاف رپورٹر) ربوہ سے شائع ہونے والے احمدیوں کے روزنامہ "الفضل" نے اپنے خلیفہ مرزا ناصر کے اس خطبہ کو شائع کیا ہے جو انہوں نے ربوہ میں چار مئی کو دیا تھا۔ خلیفہ نے آزاد کشمیر اسمبلی میں پاس کی گئی اس قرارداد پر تنقید کی ہے' جس میں مرزائیوں کو کافر قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ خطبہ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر یہاں اقلیت کے طور پر نام رجسٹرڈ کرانے کے لئے کہا جائے تو کوئی احمدی اپنا نام رجسٹر نہ کرائے' وہ خود کو غیر مسلم نہیں سمجھتے' الفضل کے مطابق خطبہ میں کہا گیا ہے۔

"اگر کسی وقت ملک دشمن عناصر نے اس حلف نامہ کو وجہ فساد بنا کر ملک میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کی تو اس وقت دنیا کو پتہ لگ جائے گا کہ حقیقت کیا ہے اور شنید کیا ہے؟ اس دن تمہارے بڑے اور تمہارے چھوٹے بھی' تمہارے مرد بھی اور تمہاری عورتیں بھی' یہ مشاہدہ کریں گی کہ تمہارے دل میں اس دنیا کی زندگی اور حبش و آلام سے جو محبت ہے' اس سے کہیں زیادہ ہمیں خدا کی راہ میں جان دینے سے محبت ہے۔

انہوں نے کہا کہ ملک میں کچھ لوگ اس بات کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ صدر اور وزیراعلیٰ کے حلف کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ احمدی مسلمان نہیں' لیکن جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس لئے اب میاں طفیل محمد نے پریس کانفرنس میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ آزاد کشمیر والوں نے بڑا معرکہ مارا ہے' پاکستان کی حکومت کو بھی یہ قانون پاس کرنا چاہئے کہ احمدی غیر مسلم اقلیت ہیں' مگر تم کہہ رہے تھے کہ حلف کے الفاظ نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا' اب کہتے ہیں کہ نہیں قانون پاس کرو' تمہارا

یہ مطالبہ کرنا بتاتا ہے کہ تم جب یہ کہتے تھے کہ حلف کے الفاظ سے احمدی غیر مسلم اقلیت بنتے ہیں تو تم جھوٹ بول رہے تھے۔ کل تو تم یہ کہتے تھے' آج یہ کہہ رہے ہو"۔ مرزا ناصر نے اپنے خطبہ میں احمدیت کے خلاف تحریک چلانے والے افراد سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

"تم لومڑی کا لبادہ اوڑھ کر اور گیدڑ کا لباس پہن کر باہر نکلتے ہو اور چیختے اور چنگھاڑتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم تم سے مرعوب ہو جائیں گے' مگر ہمیں تو خدا تعالیٰ نے شیر کی جرأت عطا کی ہے' ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے شیر کے رعب سے زیادہ رعب عطا فرمایا ہے۔ شیر کی دھاڑ سے میلوں تک بزدل جانور کانپ اٹھتے ہیں' ہم بھلا تم سے ڈریں گے؟ ہم تو ساری دنیا سے نہیں ڈرتے' جب انگریز سمجھتا تھا کہ اس کی دولت مشترکہ پر سورج غروب نہیں ہوتا' اس وقت اس نے احرار کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا' اس وقت بھی ہم یہاں ڈرے نہ ہمیں کوئی نقصان پہنچا"۔

جماعت احمدیہ کی تعداد کے بارے میں انہوں نے بتایا۔

"الیکشن کے دنوں میں ہمارے مخالفین کا اپنا انداز یہ تھا کہ اکیس لاکھ احمدی نوجوان پیپلز پارٹی کی خدمت کرتے رہے' اگرچہ یہ مبالغہ ہے : تاہم اکیس لاکھ بالغ احمدی ہیں اور نوجوان اس سے بھی کم ہیں! اور ان میں سے بھی دو چند رضاکارانہ طور پر کام کرنے کی فرصت ملی اور پیپلز پارٹی کے حق میں کام کرنے کا موقع ملا' اسمبلی میں صدر یا وزیر اعظم کی حیثیت میں اٹھائے جانے والے حلف کے الفاظوں پر رائے زنی کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی نئے نبی کے قائل ہیں اور نہ کسی پرانے نبی کے۔ حلف میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ کوئی پرانا نبی نہیں آ سکتا' میں نے اس حلف کے الفاظ پڑھے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ احمدی کے راستے میں اس حلف کے اٹھانے میں کوئی روک نہیں"۔

(ندائے ملتان ۱۷ مئی ۷۳ء)

صرف مرزا ناصر نہیں بلکہ پورے ملک کے مرزائی زیر آتش پا تھے۔

ڈیرہ غازی خاں (وقائع نگار خصوصی) متحدہ جمہوری محاذ' جماعت اسلامی' جمعیت

العلماء پاکستان، جمعیت العلماء اسلام، تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام نے ضلع ڈیرہ غازی خان کے دو مرزائی وکلاء کے بیان کی شدید مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ انہی حلقوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ بھی کیا ہے کہ حکومت کو مرزائیوں کی سرگرمیوں پر گہری نظرثانی رکھنی چاہیے۔ واضح رہے کہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے دو مرزائی وکلاء کا بیان روزنامہ "جمہور" لاہور کی ۳ جون کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ جس میں ایک مرزائی وکیل، نے کہا کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرار دادیں منظور کرنے والوں کو جلد ہی نتائج کا علم ہو جائے گا۔ ایک دوسرے مرزائی وکیل جو ڈیرہ غازی خان بار ایسوسی ایشن کے رکن ہیں۔ اور عوام کا تاثر ہے کہ وہ، راجن پور میں مرزائیت کی تبلیغ کرتے ہیں، کے بارے میں اخبار نے لکھا ہے کہ اس نے کہا کہ ۳۵ مرزائی، مرکزی و صوبائی سیکرٹری کے عہدوں پر فائز ہیں اور صدر بھٹو کو برسراقتدار بھی مرزائی لائے ہیں۔ اخبار نے لکھا ہے کہ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ چند دن میں بر سر اقتدار آ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب آزاد کشمیر اسمبلی نے قرارداد منظور کی تو ہماری خواہش پر ملک کے بیشتر حصوں میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا۔

تادم تحریر مرزائیوں کی طرف سے اس کی تردید موصول نہیں ہوئی۔ ڈیرہ غازی خاں میں تحفظ ختم نبوت کے مبلغ صوفی اللہ وسایا نے مرزائی وکلاء کے ان بیانات کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ مرزائی کچھ بھی کہتے پھریں، ان کے خلاف کارروائی نہیں کی جاتی اور اگر ہم مرزائیوں کے بارے میں حقائق بھی بیان کریں تو تعزیر واجب ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت صرف ایک گھنٹہ تک مرزائیوں کی پشت سے ہاتھ اٹھا لے۔ پھر دیکھیں کہ مسلمان ان کے ساتھ کیسے نمٹتے ہیں! انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں بھی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کو فوج اور دوسری کلیدی آسامیوں پر تعیناتُ نہ کیا جائے تاکہ یہ کسی قسم کی سازش نہ کر سکیں"۔

(ساحل ۸ جون ۷۳ء)

قومی اسمبلی میں ایک قرارداد بھجوائی گئی جس کا یہ حشر ہوا۔

قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد مسترد

ایک خبر کے مطابق شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مولانا عبدالحکیم ممبران قومی اسمبلی نے' اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نیشنل اسمبلی کے سیکرٹری کے نام حسب ذیل قرار داد شامل کرنے کا تحریری نوٹس بھیجا تھا۔

"اس اسمبلی کی رائے ہے کہ پاکستان میں مرزائی جماعت اور اس کے تمام افراد (قادیانی اور لاہوری ہر دو جماعتوں) کو قرآن و سنت اور اجماع امت کے متفقہ فیصلہ کی بنا پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ان کی تمام تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے اور انہیں تمام شعبوں میں اپنا علیحدہ تشخص قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ اسمبلی آزاد کشمیر اسمبلی کی اس قرارداد کی تحسین اور تائید کرتی ہے' جس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کی رجسٹریشن کرانے پر زور دیا گیا ہے۔ نیز آئندہ کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت کرنے یا ایسے کسی مدعی کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ مرتد کا سلوک کیا جائے"۔

قومی اسمبلی کے سپیکر کی طرف سے ڈپٹی سیکرٹری نے ۲۴ مئی کو تحریری جواب میں یہ کہتے ہوئے اس نوٹس کو مسترد کر دیا کہ ایسی کوئی قرارداد اسمبلی کے قواعد اور طریق کار پر پوری نہیں اترتی' اس لئے اسے زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

اس خبر کی اشاعت ہی کافی ہے۔ قارئین خود ہی اندازہ فرمائیں کہ قادیانیوں کا اثر و نفوذ کس قدر ہے۔

قادیانی فوجی بغاوت

گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ ہم نے لولاک میں یہ خبر شائع کی تھی کہ پاکستان کے

مستقل دستور میں مسلمان کی تعریف اور آزادکشمیر اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد سے مرزائی سخت برہم ہیں۔ انہوں نے ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں اپنی مجلس شوریٰ کا ایمرجنسی اور ارجنٹ اجلاس بلایا اور اس میں خوفناک فیصلے کئے' جن میں اپنی فوجی اور نیم فوجی تنظیموں کی وساطت سے ملک کی اہم شخصیتوں کو قتل کرنا اور ملک میں وسیع پیانہ پر گڑ بڑ پھیلا کر اقتدار پر قبضہ کر لینا شامل ہے۔ مرزائیوں نے اس اجلاس میں بھٹو کی حکومت کے خلاف یہ فیصلے اس لئے کئے ہیں کہ صدر بھٹو' ان کی توقعات پوری نہیں کر سکے۔ مرزائی اور کیمونسٹ دونوں بھٹو صاحب کے ساتھ اس یقین کے ساتھ آئے تھے کہ وہ ملک کو ایک سیکولر آئین دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چنانچہ اب ان دونوں گروہوں نے ایئرمارشل اصغر خان سے تعاون کا فیصلہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایئر مارشل صاحب نے ایک بیان میں فرما دیا ہے کہ اگر میں برسراقتدار آیا تو پاکستان کے مجوزہ آئین کو منسوخ کر دوں گا۔ یہی کچھ اس وقت مرزائی اور کیمونسٹ چاہتے ہیں۔ چنانچہ ملک کے مشہور قانون دان میاں محمود علی قصوری اور ان کے گروپ کے ایئرمارشل کے ساتھ شمولیت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اگر وزیر آباد کے ریلوے اسٹیشن پر بم کارگر ہو جاتا تو اپوزیشن کے کئی لیڈر اس وقت قتل ہو چکے ہوتے' نام پیپلز پارٹی کا بدنام ہوتا' لیکن اندرونی طور پر یہ کام مرزائیوں کے فوجی جوانوں کا ہوتا۔

گذشتہ ہفتہ مولانا عبدالحکیم صاحب ایم این اے نے قومی اسمبلی میں ایک تحریک التوا پیش کرتے ہوئے مرزائیوں کی پرائیویٹ فوج فرقان فورس کی طرف ایوان کی توجہ مبذول کرائی۔ مولانا کی فرقان فورس کے متعلق معلومات بالکل درست تھیں لیکن وزیرداخلہ جو آزادکشمیر کے بحران میں بھی مرزائیوں کا کھل کر ساتھ دے چکے ہیں اور مبینہ طور پر مرزائیوں کے انقلاب کی صورت میں ایئرمارشل اصغر خان کے علاوہ وہ بھی سربراہ مملکت کے عہدہ کے امیدوار بتائے جاتے ہیں۔

انہوں نے فرقان فورس کی اطلاع کو غلط قرار دیا اور کہا کہ میں نے حکومت پنجاب کے چیف سیکرٹری سے دریافت کیا ہے اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ربوہ میں

ایسی کوئی تنظیم نہیں۔ ہم وزیر داخلہ کے اس غلط بیان کو چیلنج کرتے ہیں اور دلائل اور حوالہ جات سے ثابت کرتے ہیں کہ فرقان فورس اب بھی موجود ہے اور وہ خالص مرزائیوں کی ایک مسلح فوجی تنظیم ہے۔ لیکن وہ پیپلز گارڈ یا خاکسار جیوش کی طرح نہیں بلکہ ایک انتہائی منظم مسلح اور ایک انتہائی خفیہ تنظیم ہے۔ یہ بات ہر پاکستانی کو ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مرزائی جماعت صیہونی تحریک کی بنیادوں پر ایک خوفناک منظم جماعت ہے۔ اس تنظیم کی متعدد شاخیں ہیں۔ ہر مرزائی' جماعت احمدیہ کا ممبر ہے اور اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ جماعت کو چندہ دیتا ہے۔ پھر ۱۵ سال تک کے بچے اطفال الاحمدیہ تنظیم کے ممبر ہیں' اس کے چندے اور نظام الگ ہیں۔ پھر ۱۶ سال سے ۴۰ سال تک کے مرزائی خدام الاحمدیہ کے ممبر ہوتے ہیں اور ۴۰ سال سے زائد عمر کے مرزائی انصار الاحمدیہ کے ممبر ہیں' عورتوں کی تنظیم الجنہ اماء اللہ ہے' ہر احمدی عورت اس کی ممبر ہے۔ اسی طرح ایک تنظیم فرقان فورس ہے۔

(۱) ہر وہ مرزائی جو کشمیر میں دو سال تک فرقان بٹالین میں ٹریننگ لے چکا ہے۔

(۲) سابق فوجی مرزائی

(۳) مجاہد فورس میں شامل ہو کر فوجی ٹریننگ لینے والے مرزائی ---- یہ سب فرقان فورس کے ممبر ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے ممبران کو بھی کئی قسم کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ وہ جلسوں کا انتظام' پہرہ' رضا کارانہ ڈیوٹیاں ادا کرتے ہیں لیکن فرقان فورس ایک خالص فوجی تنظیم ہے جو کسی خاص وقت اور خاص مشن کے لئے تیار کی گئی ہے۔ ہم حکومت' قومی اسمبلی اور پوری قوم کی اطلاع کے لئے مصدقہ حوالوں سے فرقان فورس کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور مرزائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ثابت کریں کہ انہوں نے اس تنظیم کو کبھی توڑا ہے یا حکومت پاکستان سے حاصل کیا ہوا اسلحہ واپس کیا ہے؟

ا۔ فرقان فورس کی تشکیل

جب کشمیر میں جنگ آزادی شروع ہوئی اور کشمیری مجاہدوں نے ڈوگروں سے

ایک وسیع و عریض علاقہ آزاد کرا لیا تھا۔اس کے بعد پاکستان سے رضاکار اور تجربہ کار فوجی بھی اور بعد میں پاکستان کی باقاعدہ افواج بھی' اس جنگ آزادی میں شریک ہو گئیں۔ اس وقت مرزائیوں نے پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی سے ساز باز کر کے' مرزائی نوجوانوں کی ایک بٹالین قائم کرلی۔ اس کا سربراہ مرزا ناصر احمد تھا' جس کا خفیہ نام عالم کباب تھا۔ جنرل گریسی کے حکم سے اس بٹالین کو اسلحہ' پاکستان کی فوج نے مہیا کیا اور یہ بٹالین محاذ جنگ پر موجود رہی۔ انہی دنوں ریاست بہاولپور کا ایک نوجوان مرزائیوں کے ہتھے چڑھ کر مرزائی ہو گیا' وہ بھی فرقان بٹالین میں شامل تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے فرار ہو کر ریاست بہاول پور اپنے گھر پہنچا' مرزائیت سے تائب ہوا اور اس نے احرار لیڈر مولانا محمد علی جالندھری مرحوم کو یہ راز بتایا کہ کشمیر کے محاذ پر مرزائیوں کی ایک علیحدہ فوج موجود ہے' جو فوجی ٹریننگ لے رہی ہے۔ بٹالین کے جوانوں کی نفری' تعداد اور نام وہی رہتے ہیں لیکن ہر نوجوان تین ماہ ٹریننگ لے کر واپس آ جاتا ہے اور اس کی جگہ نیا آدمی جا کر ٹریننگ لیتا ہے۔ مولانا مرحوم نے اس کی تحقیق کرنا شروع کر دی تو بات درست ثابت ہوئی کہ "مرزائی فرقان بٹالین" کشمیر کی جنگ میں امداد کی آڑ میں فوجی ٹریننگ لے رہے ہیں اور اسلحہ حاصل کر رہے ہیں۔

۲۔ کشمیری رہنما کا انکشاف

انہی دنوں مسلم کانفرنس کشمیر کے جنرل سیکرٹری سردار آفتاب احمد خان نے اخبارات میں ایک بیان دیا' جس سے نہ صرف فرقان بٹالین کی تصدیق ہوئی بلکہ مرزائیوں کے عزائم کا پردہ بھی چاک ہو گیا۔ سردار آفتاب احمد خان صاحب کا اصل بیان درج ذیل ہے۔

"اس فرقان بٹالین نے جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات سرانجام دیں۔ مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جس طرح سودا چکایا' اگر اس پر خون کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں۔ جو سکیم بنتی' ہندوستان پہنچ جاتی۔ جہاں مجاہدین مورچے بناتے' دشمن

کو پتہ چل جاتا۔ جہاں مجاہدین ٹھکانا کرتے' ہندوستان کے ہوائی جہاز پہنچ جاتے"۔
حوالہ کے لئے دیکھئے
"ٹریکٹ عنوان :۔ سردار آفتاب احمد کو آخر اپنے بیان کی تردید کرنی پڑی۔
شائع کردہ :۔صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ"

مسلم کانفرنس کشمیر کے ایک ذمہ دار لیڈر کے اس بیان سے سارے ملک میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ احرار رہنماؤں نے فرقان بٹالین کے خلاف سارے ملک میں زبردست احتجاج کیا۔ بالاخر جنرل گریسی نے بہتری اسی میں دیکھی کہ فرقان بٹالین کو توڑ دیا جائے لیکن مرزائیوں کی ساکھ بچانے کے لئے کشمیری رہنماؤں پر دباؤ ڈلوایا گیا کہ سردار آفتاب احمد خان اپنے بیان کی تردید کر دیں اور معافی مانگ لیں لیکن سردار آفتاب احمد خان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ کچھ نرم رویہ اختیار کر لیا اور گریسی نے فرقان بٹالین کو توڑ دیا۔ لیکن ساتھ ہی ان پر سابقہ تعلقات کی بناء پر یہ مہربانی فرمائی کہ انہیں سندات وغیرہ دے کر فارغ کر دیا۔

اس موقعہ پر ہم مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی تقریر یہاں درج کئے دیتے ہیں' جس سے ساری صورت حال بھی واضح ہوتی ہے اور یہ بھی کہ مرزائی کس طرح گریسی کی آڑ میں ڈھٹائی کا ثبوت دے رہے تھے اور اپنی بے گناہی کا سرٹیفکیٹ' اپنے انگریز آقا و مولی جنرل گریسی سے لے رہے تھے۔

۳۔ مرزا محمود کی تقریر

..... "تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا احرار کہتے رہتے ہیں کہ کشمیر کے معاملہ میں احمدیوں نے غداری کی ہے۔ لاہور میں ایک تقریر کے دوران میں سردار آفتاب احمد صاحب جنرل سیکرٹری مسلم کانفرنس کشمیر نے کہا کہ احمدیوں نے غداری کے طور پر فرقان فورس بھیجی' یہ لوگ خفیہ خبریں ہندوستانی فوج تک پہنچاتے تھے اور دشمن کے جہاز پاکستانی فوج کی پوزیشنوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ یہ بیان پنجاب کے مشہور اخبارات میں چھپا۔ ہم نے اس کے خلاف شکایت کی کہ اگر ہم غدار تھے تو

حکومت نے آخر ہمیں دو سال تک وہاں کیوں بٹھائے رکھا۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے سردار آفتاب احمد کو کہا گیا کہ معافی مانگے اور کشمیر منسٹری کی طرف سے ایک مسودہ تیار کر کے کراچی بھیجا گیا کہ سردار صاحب ان الفاظ میں تردید کریں گے لیکن وہ تردید راولپنڈی کے ایک قلیل الاشاعت اخبار "تعمیر" میں کی گئی اور پھر ان الفاظ میں بھی نہ کی گئی جو مسودہ میں' کراچی ارسال کئے گئے تھے۔ پھر جب کچھ وقت گزر گیا تو سردار صاحب نے ایک ماہ ہوا' پھر وہی اعتراض شائع کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کرنے کے سامان کئے۔ سراون ڈکسن ثالث کی حیثیت سے پاکستان آئے اور ضرورت ہوئی کہ والنٹیر فوجیں نکال دی جائیں چنانچہ فرقان بٹالین بھی واپس کی گئی۔ اسے فارغ کرتے ہوئے کمانڈر انچیف نے جو اعلان کیا وہ سردار آفتاب احمد اور دیگر احراری کارکنوں کے الزام کی دھجیاں اڑا رہا تھا' یہ اعلان صرف غیر جانبدار اخباروں نے شائع کیا۔ دشمن اخباروں نے شائع نہیں کیا۔ سردار آفتاب احمد کی تردید میں کمانڈرانچیف نے لکھا کہ سردار آفتاب احمد نے فرقان فورس پر جو الزام لگایا ہے میں اپنے بہترین علم کے ماتحت کہہ سکتا ہوں کہ اس میں ایک شوشہ بھی سچائی کا نہیں اور یہ الزام سارے کا سارا جھوٹا ہے۔ فرقان فورس نے اس سارے عرصہ میں نہایت شاندار خدمت کی ہے پھر بغیر معاوضہ کے' کی ہے"

(مندرجہ اخبار الفضل ۲ جنوری ۱۹۵۱ء)

مرزا محمود کے بیان سے یہ بھی واضح ہوا کہ فرقان بٹالین کشمیر میں دو سال تک جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتی رہی تھی اور اپنے زیادہ سے زیادہ کارکنوں کو فوجی ٹریننگ دلاتی رہی اور ان کے لئے اسلحہ حاصل کرتی رہی۔ جب گریسی نے فرقان بٹالین کو توڑ دیا تو ستم یہ کیا کہ جو اسلحہ مرزائیوں کو دیا گیا تھا' وہ ان سے واپس نہ لیا۔ بلکہ مبینہ طور پر وہ مرزائی کرنل حیات جو اب ربوہ میں رہائش پذیر ہے' گاڑی بھر کر ربوہ لے آئے اور اسے خرد برد کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد اس اسلحہ کے متعلق تحقیقات ہوئی' لیکن مرزائیوں نے آئیں بائیں شائیں کر کے ہضم کر لیا اور ایک رائفل یا ایک گولی تک واپس نہ کی۔ بلکہ ربوہ کے قبرستان میں دفن کر کے اسے محفوظ کر لیا گیا۔

۴۔ ۱۹۵۸ء میں جب مارشل لاء نافذ ہوا تو اس وقت سرگودھا ڈویژن کے انچارج ایک بریگیڈیئر صاحب تھے جو آج بھی خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں اور اس امر کی تصدیق کریں گے کہ انہیں یہ مخبری ہوئی تھی کہ ربوہ کے قبرستان میں اسلحہ دفن ہے بریگیڈیئر موصوف ریڈ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں جنرل اعظم خان نے یہ ریڈ کرنے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں انہیں یہ اطلاع بھی ملی کہ مرزائیوں نے وہاں سے اسلحہ نکال کر ادھر ادھر کر لیا ہے۔

۵۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کی تحقیقاتی کمیٹی جو جسٹس منیر اور جسٹس کیانی پر مشتمل تھی انہوں نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں فرقان فورس کے متعلق لکھا ہے۔

"احمدی ایک محدود منظم جماعت ہیں۔ ان کا صدر مقام ایک خالص احمدی قصبے میں واقع ہے' جہاں ایک مرکزی تنظیم قائم ہے' جس کے مختلف شعبے ہیں مثلاً" شعبہ امور خارجہ' شعبہ امور داخلہ' شعبہ امور عامہ اور شعبہء نشرو اشاعت' یعنی وہ شعبے جو ایک باقاعدہ سیکرٹریٹ کی تنظیم میں ہوتے ہیں' وہ سب یہاں موجود ہیں۔ ان کے پاس رضاکاروں کا ایک جیش بھی ہے۔ جس کو خدام الاحمدیہ کہتے ہیں "فرقان بٹالین" اسی جیش سے مرکب ہے اور یہ خالص احمدی بٹالین ہے جو کشمیر میں خدمت انجام دے چکی ہے"

(منیر تحقیقاتی رپورٹ ۵۳ء صفحہ ۲۱۱)

غور کیجئے فرقان فورس کے متعلق اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ مرزائی کہتے ہیں کہ فرقان فورس ۱۹۵۳ء میں توڑ دی گئی تھی۔ اگر وہ یہ موقف اختیار کرتے ہیں تو یہ ان کا ایک بہت بڑا جھوٹ ہو گا۔ اس لئے کہ خود مرزائیوں نے ۱۹۶۱ء میں فرقان بٹالین کے مرزائی جوانوں کے نام پیغام بھیجا تھا حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۶۔ فرقان فورس کے مجاہدین فوری توجہ دیں

"حکومت کی طرف سے ۲ مئی ۱۹۴۸ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کے درمیان ایک

مدت معینہ تک جہاد کشمیر میں حصہ لینے والوں کے لئے "تمغہ" وقائع کشمیر ۱۹۴۸ء میں "کلاسپ" منظور ہوا ہے لہذا وہ مجاہدین جنہوں نے فرقان فورس کو ابتدا سے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کے درمیان جہاد میں حصہ لیا ہے' وہ اپنی اپنی درخواست (مخاطب کرنے والی جگہ چھوڑ دیں) یہ مطالبہ کرتے ہوئے مجھے بجوا دیں کہ فلاں وجہ کی بنا پر خود راولپنڈی آکر اپنا میڈل حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ لہذا بذریعہ ڈاک ان کو بجوا دیا جائے' اپنے نام کے ساتھ ولدیت کا بھی ذکر کریں تاکہ ریکارڈ میں نام تلاش کرنے میں سہولت رہے"۔

خاکسار محمد رفیق (ملک) دارالصدر غربی الف ربوہ
(الفضل ۵ دسمبر ۶۵ء)

اس اعلان کو دوبارہ شائع کیا گیا۔

"فرقان فورس کے مجاہدین توجہ فرماویں"

۷۔ کشمیر میڈل کے بارہ میں دسمبر ۱۹۶۵ء میں الفضل میں اعلان کیا گیا تھا کہ اس سلسلہ میں جو پتہ جات موصول ہوئے' اس کی اطلاع متعلقہ دفتر کو راولپنڈی کر دی گئی تھی امید ہے ان کی طرف سے تمغہ جات پہنچ چکے ہوں گے' جن احباب کو ابھی تک تمغہ نہیں ملا وہ اس کے حصول کے لئے تبدیل شدہ طریق کار اختیار کریں۔ اب اس تمغہ کے مجاز مجاہدین یعنی جنہوں نے فائر بندی کی تاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء تک ۴۵ دن فرقان فورس میں خدمت کی ہو' وہ مندرجہ ذیل نمونہ کے مطابق رسید تیار کر کے اور اس پر اپنے دستخط کر کے (نام وہی ہو جو فرقان میں لکھوایا تھا' کمی بیشی نہ ہو) اور گواہ کے طور پر پریذیڈنٹ یا متعلقہ امیر مقامی کے دستخط ثبت کرا کے خاکسار کو بجوا دیں' یہ رسیدات اکٹھی ہونے پر راولپنڈی بجوا کر تمغہ جات یہاں' ربوہ منگوائے جائیں گے یہاں پہنچنے پر الفضل کے ذریعہ سب کو اطلاع کر دی جائے گی۔ اس صورت میں احباب اپنے اپنے تمغہ جات یہاں سے حاصل کر سکیں گے۔ رسیدات بجوانے کی وہی احباب تکلیف فرماویں' جنہوں نے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء تک پورے ۴۵ دن خدمت کی

ہو۔ نیز ان رسیدات کے ساتھ کوائف بھجواتے وقت اپنے نمبر' ولدیت اور جہاں سے فرقان میں شامل ہوئے تھے' اس پتہ سے بھی ضروری اطلاع دیں۔ نمونہ رسید درج ذیل ہیں۔

(ملک محمد رفیق دارالصدر غربی ربوہ)

RECEIPT

RECEIVED TAMGHA -I- DiFA WITH CLASP KASHMIR

I, NO — RANK — NAME ___

1948 WITH RIBBONG"

CROAKRF ON — SIGNATURE SIGNATURE OF WITNESS -

ONE FROM

روزنامہ الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۴۹ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۰۳

۸۔ الفضل کے اس پر اسرار اور حیران کن فرقان بٹالین کے نام سرکلر پر ہم نے لولاک کی اشاعت ۱۹۴۹ء میں ایک اداریہ تحریر کیا' جس کا عنوان تھا' یہ فرقان فورس کیا بلا ہے' اس اداریہ میں ہم نے پاک فوج کی طرف سے فرقان فورس کے ساتھ کئے جانے والے امتیازی سلوک پر احتجاج کیا اور لکھا کہ فوج کی تقدیس اور عظمت کو خراب نہ کیا جائے۔

(لولاک ۱۰ مئی ۱۹۴۹ء)

۹۔ مولانا مرتضیٰ خان میکش نے اپنی کتاب "پاکستان میں مرزائیت" کے صفحہ ۴۳۔۴۴ پر فرقان بٹالین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ ایک مرزائیوں کی پرائیویٹ فوج تیار کی جا رہی ہے جو ٹریننگ کے علاوہ اسلحہ گولہ بارود وغیرہ حاصل کر رہی ہے جس کا مقصد مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے سلسلہ میں کام آتا ہے۔

(۱۰) خود مرزائیوں کی اپنی مصدقہ تاریخ جو حال ہی میں ان کے ایک ذمہ دار مورخ مولوی دوست محمد شاہد نے کئی جلدوں میں تاریخ احمدیت کے نام سے لکھی ہے اس کے صفحہ ۶۷۴ پر فرقان بٹالین کے وجود کی تصدیق کر دی ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے واضح ہے کہ مرزائیوں کی یہ پرائیویٹ مسلح فوج آج تک موجود ہے اور مرزائیوں کے خطرناک سیاسی عزائم کے پیش نظراس کا وجود ملک کے لئے انتہائی خطرات کا حامل ہے اس تنظیم کا انچارج ملک محمد رفیق آف ربوہ اور انچارج اعلیٰ مرزائیوں کے شاہی خاندان کا ایک فرد مرزا منصور احمد ہے۔

اپیل

صدر مملکت' چیف آف آرمی سٹاف' ارباب حزب اقتدار اور حزب اختلاف سے درخواست ہے کہ مرزائیوں کی ان' فوجی اور نیم فوجی تنظیموں کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ مرزائیوں کی ۲۷ مئی کی میٹنگ میں جو فیصلے ہوئے ہیں' ان کو ناکام بنانے کے لئے بھرپور انسدادی کارروائی کی جائے"۔

(لولاک ۲۱ جون ۷۳ء)

یہ ربوہ کے جھنڈے

"جیسا کہ ہم اس سے پہلے کسی اشاعت میں یہ انکشاف کر چکے ہیں کہ مرزائیوں نے ربوہ میں اپنے سیکرٹریٹ پر اپنی جماعت کے پانچ جھنڈے لہرا دیئے ہیں' یہ جماعت کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا کیا گیا ہے۔ ہم اس تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ ان جھنڈوں کے لہرانے کا مطلب کیا ہے۔ مرزائیوں کی پانچ وزارتیں ہیں اور پانچ ہی جھنڈے لہرائے گئے ہیں' گویا یہ ایک خفیہ متوازی حکومت ہے' جس کا فیصلہ ۲۷ مئی کے اجلاس میں ہوا ہے۔

اول تو ربوہ میں پہلے ہی مرزائیوں کی ریاست قائم ہے۔ حکومت پاکستان کا وہاں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس کا اس بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ پچھلے ماہ وہاں ایک سبزی فروش محمد علی کو قتل کیا گیا۔ اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ پاکستان کی پولیس اس قتل کا سراغ لگانے اور ملزموں کو گرفتار کرنے میں بے بس ہے۔ قتل کا سراغ لگانا اور ملزموں کو گرفتار کرنا تو درکنار' اس مقتول کی بیوہ اور اس کے آٹھ یتیم بچے اپنی مرضی سے پولیس کو بیان نہیں دے سکتے' ربوہ کی مرزائی

حکومت کے اشارہ کے بغیر وہ بیچاری عورت اف نہیں کر سکتی۔ جب مقتول کے وارث ہی کچھ نہیں بول سکتے' گواہوں اور شہادتوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ گویا ربوہ پاکستان کا حصہ نہیں بلکہ علاقہ غیر کی طرح بن گیا ہے۔ مولانا غلام رسول جنڑیالوی لائل پور کے معروف صحافی اور ایک بے باک لیڈر ہیں۔ ان کا جواں سال لڑکا چند سال پہلے ربوہ میں گیا اسے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اتنے بڑے با رسوخ آدمی کا جواں سال بیٹا قتل ہوا اور کچھ نہ ہو سکا۔ بہرحال ان جھنڈوں کے سلسلہ میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ پوری پوری تحقیقات کرے کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ مرزائی اس امر کا اقرار فی الحال نہیں کریں گے کہ یہ متوازی حکومت کے جھنڈے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ ہماری جماعت کے جھنڈے ہیں۔ پرانے تجویز کردہ ہیں۔ اب شوریٰ نے لہرا دینے کا فیصلہ کیا ہے اور انہیں لہرا دیا گیا۔ اس کی وہ مثال یہ دیتے ہیں کہ جب ملک کی دوسری جماعتوں کے جھنڈے ہیں اور وہ ان کے دفاتر پر لہرا رہے ہیں تو اگر ہماری جماعت کے دفاتر پر ہماری جماعت کے جھنڈے لہرا دیئے گئے ہیں تو اس میں کون سی تعجب یا جرم کی بات ہے۔ بظاہر یہ بات بڑی معقول معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ بالکل غلط اور گمراہ کن جواب ہے۔

بلاشبہ ملک میں دوسری جماعتوں کے اپنے اپنے جھنڈے ہیں لیکن وہ سیاسی جماعتیں ہیں اور یہ بات قانون میں تسلیم شدہ ہوتی ہے کہ ہر سیاسی جماعت اپنا مجوزہ جھنڈے اپنے دفاتر وغیرہ پر لہرا سکتی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جماعت احمدیہ سیاسی جماعت ہے؟ اگر مرزائی اعتراف کر لیں اور اعلان کر دیں کہ جماعت احمدیہ ایک سیاسی جماعت ہے تو ہمارا اعتراض اور شبہ ختم۔ ایسی صورت میں بے شک انہیں حق حاصل ہو گا کہ وہ پانچ نہیں پانچ سو جھنڈے لہرا دیں لیکن غضب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سیاسی جماعت تسلیم ہی نہیں کرتے' وہ اپنے آپ کو مذہبی جماعت کہتے ہیں' ابھی ۱۳ مئی کو مرزا ناصر احمد نے اپنے خطبہ میں اعلان کیا ہے کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہم ایک مذہبی جماعت ہیں۔ اگر جماعت احمدیہ ایک مذہبی جماعت ہے تو یہ جھنڈے کیسے ہیں؟ کیوں کہ مذہبی جماعتوں کے کوئی جھنڈے نہیں

ہوتے۔ ملک میں دیوبندی' بریلوی' شیعہ' سنی' اہل حدیث مذہبی فرقے ہیں۔ ان کا کوئی مذہبی جھنڈا نہیں ہے۔ مسلمانوں کے فرقوں کو چھوڑیئے' پاکستان میں ہندو ہیں' عیسائی ہیں' پارسی ہیں۔ کسی مذہب کا کوئی جھنڈا نہیں ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب کے برعکس مرزائی جماعت کے جھنڈے اور ان جھنڈوں کو اپنے جماعت کے سیکرٹریٹ پر لہرانے کا کیا مطلب ہے؟

ہم مرزائیوں سے بھی کہیں گے کہ اب ہیرا پھیری چھوڑ دو۔ معاملہ بالکل موڑ پر آگیا ہے۔ یا سیاسی جماعت ہونے کا اقرار کرو اور مذہبی ڈھونگ کو ختم کرو۔ اس صورت میں ہم اپنا اعتراض واپس لے لیتے ہیں بلکہ تمہارا ہمارا جھگڑا ختم اور یا مذہبی جماعت کی بات پر پکے رہو۔ اپنے عقائد کی روشنی اور جمہور مسلمانوں کے فیصلے کے مطابق مسلمانوں سے الگ اقلیت کی پوزیشن قبول کرو۔ یا یہ صورت اختیار کرو اور یا وہ صورت بناؤ۔ یا اونٹ بنو اور بوجھ اٹھاؤ اور یا پرندہ ہونے کا دعویٰ کر کے اڑ کے دکھاؤ۔

اب تمہیں یہ شترمرغ کی پالیسی چھوڑنا ہو گی۔ تقریباً" ایک صدی تم نے اسلام میں فتور ڈالے رکھا ہے۔ انگریزوں اور انگریز زادوں کی بدولت تم نے یہ پوزیشن اختیار کرلی ہے۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا' تمہیں اپنے متعلق کوئی فیصلہ کرنا ہو گا اور' جمہور مسلمانوں کے فیصلے کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ تیسری کوئی صورت بغاوت' متوازی حکومت اور قسمت آزمانے کی ہے۔ تم نے ۲۷ مئی کو شوریٰ کے خفیہ اجلاس میں غور کیا ہے اور کچھ فیصلے کئے ہیں۔ یہ صورت تمہاری موت' تباہی اور بربادی کی صورت ہو گی' جو مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں تم پر نازل ہو گی"۔

(ہفت روزہ لولاک ۲۱ جون ۷۳ء)

ربوہ میں یہ پہرہ کیسا؟

۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں مرزائیوں کی جماعت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

منعقد ہوا۔ یہ اجلاس صبح ۶ بجے سے بعد دوپہر تک جاری رہا۔ اس اجلاس کو مرزائیوں نے غیر معمولی طریقہ سے اہمیت دی۔ لائلپور' لاہور' سرگودھا اور دوسرے شہروں سے فرقان فورس کے رضاکار ربوہ بلائے گئے تھے۔ جب تک اجلاس جاری رہا نہ صرف محمود ہال کے اردگرد کڑا پہرہ رہا بلکہ ربوہ کے دوسرے اہم ناکوں پر بھی پہرہ لگایا گیا۔ غالباً" ارادۃ یہ بتانا مقصود تھا کہ اجلاس میں کوئی اہم فیصلہ ہونے والا ہے۔ دوسری طرف شوریٰ کے ممبروں سے حلف لئے گئے کہ کارروائی کو صیغہء راز میں رکھیں۔ ابتدا" بنی بنائی ایک رپورٹ باہر بھیجی گئی کہ سچ بولنے کی تلقین کی گئی ہے اور کسی کو گالی نہ دی جائے۔ یعنی یہ سمجھا گیا کہ دنیا میں سارے لوگ بے وقوف بستے ہیں جو دھوکہ کھا جائیں گے اور حقیقت حال کا اندازہ نہ لگا سکیں گے۔ ہفت روزہ لولاک نے جب اس پر اسرار میٹنگ اور اس کے خفیہ فیصلوں کے متعلق کچھ انکشافات کئے تو ربوہ میں اعلان کرا دیا گیا کہ عنقریب ایک پمفلٹ شائع کیا جا رہا ہے' جس میں خلیفہ صاحب کی تقریر جو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ہوئی تھی' چھاپ دی جائے گی۔ حالانکہ پہلے بلیٹن کی طرح یہ دوسرا بلیٹن بھی مصنوعی اور غیر اصلی ہو گا۔ اگر کارروائی بعد میں شائع ہونا ہی تھی تو شرکائے اجلاس سے حلف لینے اور سارے ربوہ کے گلی کوچوں میں پہرہ لگانے کی کیا ضرورت تھی؟

اب ایک نیا ڈارمہ ہو رہا ہے۔ ہر روز رات کے ۱۰ بجے سے صبح کے ۴ بجے تک ربوہ میں رضاکاروں کا کڑا پہرہ ہوتا ہے اور شہر کی مکمل ناکہ بندی کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ غیر معمولی نوعیت کے پہرے اور رات بھر شہر کی ناکہ بندیاں بلاوجہ نہیں ہیں۔

ربوہ پر کسی غنیم یا دشمن کے حملہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے نہ ہی کسی پاکستان کے شہر کا ایسا پروگرام ہے۔ مسلمانوں کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے کہ جب تم نے نبوت الگ بنا لی اور معاشرتی طور پر یعنی نکاح بیاہ اور موت مرگ بھی مسلمانوں سے جدا کر لی تو براہ کرم ایک غیر مسلم اقلیت کی پوزیشن قبول کرو۔ اپنے شہری حقوق حاصل کرو' تمہارے مال جان کی حفاظت ہو گی تو ایسے حالات میں کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے جو ربوہ

یا اہل ربوہ کو لاحق ہو۔ پھر یہ پہرے کیسے ہیں؟ حکومت کا فرض ہے کہ اس پہرے کی حقیقت کا پتہ لگائے، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ کڑے پہرے لگا کر اور ناکہ بندیاں کر کے رات کی تاریکی میں اسلحہ وغیرہ کو ادھر سے ادھر کیا جا رہا ہو۔

اس کے علاوہ ایک اور حیرت انگیز ڈرامہ یہ ہے کہ مرزا ناصر احمد پر بھی پہرہ بہت سخت کر دیا گیا ہے۔ پہرہ داروں اور اسلحہ برداروں کی تعداد زیادہ کر دی گئی ہے۔ حالانکہ ناصر احمد کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اصل میں اس پہرے، ناکہ بندی اور اسلحہ برداری کے ڈھونگ سے جو کچھ ہم سمجھ سکے ہیں، وہ یہ ہے کہ ۲۷ مئی کی شوریٰ میں یہ فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ ملک کی اہم شخصیتوں کو ــــــــ مرزائی نیم فوجی تنظیموں کی معرفت قتل کرایا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد ایک نفسیات کے ماہر کی حیثیت سے خواہ مخواہ اپنے کو شدید خطرہ میں ظاہر کیا جا رہا ہے اور لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے یہ ساری کارروائی کی جا رہی ہے۔

ہم نے یکم جون کے جمعہ میں اعلان کیا تھا کہ مرزائیوں نے بعض اہم شخصیتوں کو قتل کرانے کا منصوبہ بنایا ہے، ہماری یہ پیش گوئی ۶ جون کو ہی پوری ہو جاتی۔ وہ تو خدا کا فضل شامل حال ہو گیا کہ مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، عبدالولی خاں، نوابزادہ نصراللہ خاں اور چوہدری ظہور الٰہی وغیرہ اکابر میں سے کوئی آدمی وزیر آباد کے اسٹیشن پر شہید نہیں ہو گیا ورنہ پروگرام کے مطابق بم تو مار دیئے گئے تھے۔ ہم حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس سیاسی کش مکش اور غنڈہ گردی میں درحقیقت مرزائی کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کریں گے جو مصیبت بن جائے گی۔ ہمیں یہ کہنے دیجئے کہ حزب اختلاف کے رہنماؤں کے خلاف مظاہرے اور غنڈہ گردی برسر اقتدار جماعت کے منشاء کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ برسر اقتدار پارٹی کا کوئی ذمہ دار رکن کسی کو یہ کہے کہ کسی سیاسی لیڈر کو خدا نخواستہ قتل کر دیا جائے۔ یقین مانئے پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا کندھا استعمال ہو گا لیکن ان میں مرزائی شامل ہو کر کوئی نہ کوئی واردات کر دیں گے۔ جو نہ صدر بھٹو چاہتے ہوں گے اور نہ گورنر کھر ــــــــ لیکن مرزائی اپنا کام کر کے ایک طرف

بیٹھ جائیں گے کسی کو معلوم تک نہیں ہو گا کہ یہ کام کون کر گیا لیکن بدنامی و رسوائی اور ذمہ داری ارباب اقتدار کے سر ہو گی۔

انٹرنیشنل پریس کا بورڈ

ہم نے لولاک کی کسی گذشتہ اشاعت میں ایک اداریہ "مرزائی سلطنت کے خواب" تحریر کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ ربوہ میں مرزائی چار ایکڑ کے وسیع و عریض رقبہ میں ایک تہ خانہ کھود رہے ہیں' جس میں بہت بڑا پریس لگانے کی تجویز ہے۔ یہ پریس ایشیا کا عظیم ترین پریس ہو گا' اس میں بے شمار زبانوں میں چھپائی کے علاوہ دنیا بھر سے خبریں وصول کرنے' ان پر اپنا رنگ چڑھا کر پھیلانے اور یہاں کی خبریں اپنی مصلحت کی ٹکسال میں ڈھال کر باہر بھجوانے کا انتظام بھی ہو گا۔ جہاں کھدائی ہو رہی تھی وہاں ایک بورڈ لگایا گیا تھی' جس پر لکھا تھا۔

"انٹرنیشنل پریس"

اس بورڈ میں اس سارے منصوبہ کا نقشہ بھی بتایا گیا تھا لیکن لولاک میں یہ خبر شائع ہوتے ہی خدا جانے مرزائیوں نے کیا خطرہ محسوس کیا کہ وہ انٹرنیشنل پریس بورڈ بھی اتار لیا گیا ہے اور کھدائی بھی بند کر دی گئی اس طرح لوگوں سے "وقار عمل" کے نام پر جو بیگار لی جاتی ہے' اس کا سلسلہ بھی فی الحال بند ہو گیا ہے۔

ہمارے ربوہ کے ذرائع کے مطابق' ممکن ہے یہ التوا پریشانی کے باعث پیدا ہوا ہو جو ۲۷ مئی کی شوریٰ کے اجلاس کے فیصلوں کی روشنی میں پیدا ہو گئی ہے۔ بہرحال کام کا التوا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن بورڈ کا اکھاڑ لینا سمجھ میں نہیں آ رہا۔ شاید یہ ساری کارروائی اس فیصلہ کا کوئی حصہ ہو جس میں کہا گیا ہے کہ شاید جماعت کا ہیڈ کوارٹر افریقہ میں منتقل کرنا پڑے۔

مرزائیوں کے لٹریچر میں کچھ اس قسم کی پیش گوئیاں بھی ہیں۔ چنانچہ مرزا محمود کا ایک "رویا" جسے مرزائیوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا تھا' موجود ہے۔ مرزا محمود نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ کوئی مکان بنوا رہے ہیں' اتنے میں ان کی بہن آ

گئیں اور انہوں نے مرزا محمود صاحب سے کہا کہ بھائی جان پاکستان میں یہ مکان کیوں بنوا رہے ہو' کہتے ہیں کہ قادیان واپسی ہونے والی ہے۔ الخ

غالباً" مرزا محمود کا یہ خواب سچا ہی ہو جائے اور ایسا وقت آجائے کہ مرزائیوں کو یہاں بلڈنگوں' مکان کی تعمیر کے منصوبے ملتوی کر کے یہاں سے کہیں جانا پڑے البتہ ہربات محل نظر ہے کہ واپسی قادیان کو ہوتی ہے یا نہیں۔

مرزائی جواب دیں

ربوہ کے شاہی خاندان کے ثناخوان خصوصی مولوی اللہ دتہ ابو العطا جالندھری نے جو کسی زمانہ میں صرف تین صد روپیہ ماہوار کے متبادل روزگار پر احمدیت سے تائب ہونے کے لئے تیار تھے' اپنے تازہ رسالہ ماہنامہ الفرقان ربوہ میں لکھا ہے کہ ایڈیٹر لولاک نے ربوہ میں ہونے والی ۲۷ مئی کی مجلس شوریٰ کی کارروائی غلط شائع کی ہے اور کہا ہے کہ مرزا ناصر احمد نے ۲۷ مئی کے اجلاس میں کوئی ایسی تقریر نہیں کی' جس میں حالیہ سازش میں گرفتار مرزائی فوجیوں کی رہائی کا مسئلہ' سردار عبدالقیوم خاں صدر آزاد کشمیر حکومت کا تختہ الٹنے کی تجاویز' ملک کے مستقل دستور کو منسوخ کرانے کے لئے ملک میں وسیع پیمانہ پر گڑ بڑ' اہم لیڈروں کا قتل اور جماعت کی صفوں سے بد دلی دور کرنے کی تجاویز وغیرہ زیر بحث آئی ہوں۔ اس کے علاوہ ابو العطا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہم یہ وضاحت محض اس لئے کر رہے ہیں تاکہ کل کو دوسرے اخبارات عدم تردید کا بہانہ بنا کر مزید شگوفے نہ چھوڑنا شروع کر دیں"

(ماہنامہ الفرقان ربوہ ۱۹۷۳ء)

۲۷ مئی کو ربوہ میں مرزائیوں کی شوریٰ کی کارروائی کے متعلق لولاک کے دفتر میں ربوہ سے آمدہ اطلاعات ہم نے کئی شماروں میں شائع کی ہیں۔ ابو العطاء صاحب نے اس کارروائی کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم الفرقان کے ایڈیٹر ابو العطا صاحب سے کہیں گے کہ وہ بڑے پرانے صحافی ہیں' کم از کم انہیں اخباری روایات کا اتنا علم تو ہے کہ لولاک نے ۲۷ مئی کے اجلاس

کی جو کارروائی شائع کی ہے' اس کا تعلق براہ راست مرزا ناصر احمد اور ان کی شوریٰ سے ہے' اگر لولاک کی رپورٹ غلط ہے اور اس کی تردید کرنا ضروری ہے تو مرزا ناصر احمد کا فرض ہے کہ وہ اپنی طرف غلط منسوب ہونے والی بات کی تردید کریں یا کم از کم جماعت احمدیہ کے ناظر امور عامہ' جماعت کی صفائی میں بولیں۔ یہ تیسری جگہ ابوالعطاء صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الفرقان کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ خلیفہ ربوہ کی جگہ تردید کر رہے ہیں' جس پر الزام ہے وہ انکار الزام کرے یہ ایک اصولی چیز ہے۔

اب ہم ابوالعطاء صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ آیا ۲۷ مئی کی مجلس شوریٰ کے موقعہ پر درج ذیل باتیں ہوئی ہیں یا نہیں۔

۱۔ مجلس شوریٰ کا ہر سال صرف ایک دفعہ اجلاس ہوا کرتا ہے' اس سال بھی وہ اجلاس دو تین ما' قبل ہو چکا تھا لیکن ۲۷ مئی کو ایمرجنسی سیشن کے طور پر ممبران شوریٰ کو ارجنٹ دوبارہ بلایا گیا۔

۲۔ اجلاس میں ۴۱۹ ممبران بروقت محمود ہال میں داخل ہو گئے' ایک صاحب ۱۰ منٹ لیٹ آئے' انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

۳۔ اجلاس سے قبل ہر ممبر سے حلف لیا گیا کہ اجلاس کی کارروائی باہر آؤٹ نہیں کرنی ہے۔

۴۔ اجلاس کے موقعہ پر محمود ہال کے اردگرد' ہال کی چھتوں پر' اردگرد کی گلیوں میں' اردگرد کے مکانوں کی چھتوں پر اور ربوہ شہر کے اہم ناکوں پر سخت مسلح پہرہ لگایا گیا تھا۔ اس مقصد کے لئے ربوہ کے خدام الاحمدیہ کے جوانوں کے علاوہ ایک ہزار مسلح جوان دوسرے شہروں سے بھی بلائے گئے تھے۔

۵۔ چھتوں اور دوسری اہم جگہوں پر پہرہ دینے والے مسلح جوان ظالم قسم کی دھوپ میں پہرہ دے رہے تھے اور خواتین نیچے سے تولئے بھگو بھگو کر انہیں دے رہی تھیں اور وہ ان تولیوں کو نچوڑ نچوڑ کر گردنوں پر رکھ رہے تھے۔ بعض نوجوان پہاڑیوں پر دوربین لگا کر بھی بیٹھے نگرانی کر رہے تھے۔

۶۔ مرزا ناصر احمد نے اس اجلاس میں چھ گھنٹے تقریر کی اور یہ ان کی اہم ترین اور

طویل ترین تقریر تھی۔

۷۔۲۷ مئی سے مرزا ناصر احمد کی حفاظتی گارڈ کو دوگنا کرنے کا انتظام کر دیا گیا۔

۸۔اس روز کے بعد سے ربوہ میں ۱۰ بجے رات سے صبح ۴ بجے تک مکمل ناکہ بندی اور سخت ترین پہرہ ہوتا ہے۔

۹۔انٹرنیشنل پریس کا بورڈ اکھاڑ دیا گیا ہے۔

۱۰۔ربوہ کے سیکرٹریٹ پر جماعت احمدیہ کے پانچ جھنڈے لہرا دیئے گئے ہیں اور ایسا جماعت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ مندرجہ بالا ۱۰ حقائق کی تردید ربوہ کا کوئی شخص نہیں کر سکتا' اب ان دس مسلمہ باتوں کے ہوتے ہوئے اس اجلاس کی جو کارروائی الفضل نے شائع کی ہے' اسے اور جو کچھ لولاک نے ربوہ سے آمدہ اطلاعات کی بنا پر لکھا ہے' دونوں کو دنیا کے کسی ذی شعور انسان کے سامنے پیش کر کے فیصلہ لے لیا جائے کہ "الفضل" کی رپورٹ قرین قیاس ہے یا "لولاک" کی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اندر سے باہر آکر بعض مرزائیوں نے ایک رٹی رٹائی بات کہی ہے۔ مرزا صاحب نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کسی مخالف کو گالی نہ دو۔ دعائیں کرتے رہو۔ جماعت احمدی خدائی جماعت ہے' اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیا یہ چھ گھنٹے کی تقریر کا مواد ہے؟ کیا ان باتوں کے لئے دوبارہ ایمرجنسی شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا تھا؟ کیا ان باتوں کے لئے دو ہزار مسلح جوانوں کا پہرہ بازاروں' گلیوں' اہم ناکوں اور چھتوں پر لگایا گیا؟ کیا ان باتوں کے اعزاز میں جماعت کے پانچ جھنڈے سیکرٹریٹ پر لگائے گئے ہیں؟

ہم جناب ابوالعطا صاحب ایڈیٹر الفرقان سے دوبارہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم خود ربوہ کے اجلاس میں موجود نہ تھے اور نہ ہی ہمیں علم غیب ہے۔ اس اجلاس کی جو روئیداد اور تفصیلات ہمیں معلوم ہوئیں' وہ ان لوگوں سے حاصل ہوئیں جو آپ کے ہیں اور یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہے تھے اور جن کا اجلاس کے اندر شامل لوگوں سے رابطہ تھا' جو رپورٹ ہمیں موصول ہوئی' ہماری بہترین معلومات کے مطابق' وہ درست ہے' قرین قیاس ہے۔ ہمیں جھوٹ بولنے اور افترا باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ

اس بات کا امکان ہے کہ جن کی ثبوت جھوٹی' ان کی باقی باتیں بھی جھوٹی ہوں۔ جنہوں نے اللہ پر افترا باندھا اور ایک غلام احمد کو احمد بنا ڈالا اور ایسے انسانوں کو جن کی شرافت اور اخلاقی حالت متنازع فیہ ہو' انہیں مسیح موعود اور مصلح موعود ثابت کرنے پر زندگیاں وقف کر رکھی ہوں' انہوں نے ۲۷ مئی کی رپورٹ بھی جھوٹی اور جعلی شائع کی ہو اور اندر کچھ کیا اور کہا ہو اور باہر آ کر کچھ اور ہی بک دیا ہو۔

ربوہ کے ۲۷ مئی کے اجلاس کی روئیداد جو لولاک نے شائع کی' اس کے سچے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ملک بھر کے مرزائی اب برملا کہتے پھرتے ہیں' بھٹو جاوے ای جاوے اور ایئر مارشل آوے ای آوے۔

لولاک کی رپورٹ کے سچے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایئر مارشل اصغر خان نے بیان دیا ہے کہ اگر میں بر سراقتدار آیا تو آئین کو تبدیل کر دوں گا۔ لولاک کی رپورٹ کے سچے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ مرزائی ہر ممکن طریقہ سے ایئر مارشل اصغر خان کا اسی طرح کا امیج بنا رہے ہیں' جیسے کل انہوں نے بھٹو صاحب کا امیج بنانے میں بھرپور حصہ لیا تھا اور یہ بات مرزائیوں کے علاوہ صدر بھٹو بھی جانتے ہیں کہ ایک زمانہ میں مرزائی اپنے آپ کو صدر ایوب خاں کا وفادار ظاہر کر رہے تھے لیکن درپردہ وہ جناب بھٹو صاحب کی معاونت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ صدر ایوب خاں کے چلے جانے کے بعد انہوں نے دامے درمے قدمے سخنے پیپلز پارٹی کی بمطابق خطبہ مرزا ناصر احمد کھل کر مدد کی۔ بعینہ اسی طرح آج مرزائی بظاہر صدر بھٹو کے ساتھ ہیں لیکن ۲۷ مئی سے وہ ایئر مارشل صاحب کی معاونت کا اپنے بستر بدلنے کی عادت کے مطابق فیصلہ کر چکے ہیں۔

(لولاک ۲۸ جون ۷۳ء)

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کے حکومتی سطح پر اثرات

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد منظور ہونے پر جہاں مرزائیوں کو صدمہ ہوا۔ وہاں مسلمانوں کو بے پناہ خوشی حاصل ہوئی۔ چنانچہ حکومتی سطح پر بعض نیک دل ممبران

اسمبلی بھی یہ سوچنے لگے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت دلوانے کے لئے ہمیں سلسلہ جنبانی کرنا چاہئے' چنانچہ ایک خبر ملاحظہ ہو۔

"معلوم ہوا ہے کہ وہاڑی کے میاں خورشید انور جن کا تعلق کونسل مسلم لیگ سے ہے۔ پنجاب اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک پیش کر رہے ہیں' انہیں امید ہے کہ تمام ممبران ان کا ساتھ دیں گے اور ان کی قرارداد متفقہ طور پر منظور ہو جائے گی"۔

سندھ اسمبلی میں مرزائیوں کے اقلیت کی قرارداد

سندھ اسمبلی کے ممبر جناب ظہور الحسن بھوپالی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا نوٹس دیا تھا۔ لیکن اس قرارداد کو اسمبلی کے ایجنڈے پر نہ لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ قرارداد اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے خلاف ہے۔ گذشتہ روز جناب ظہور الحسن بھوپالی نے اسمبلی میں ایک تحریک التوا پیش کرنا چاہی' جس میں وہ اس امر پر بحث کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کے متعلق اسمبلی میں قرارداد پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟ لیکن اسپیکر اسمبلی نے تحریک التوا بھی پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ جس پر بھوپالی صاحب نے اسمبلی سے واک آؤٹ کیا۔ جناب ظہور الحسن بھوپالی کا تعلق جمعیت العلمائے پاکستان سے ہے' جس کے رہنما مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔

۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۴ء تک مجلس کے اقدامات و کاوشیں

۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت کو سنگینوں اور گولیوں کے زور سے دبا دیا گیا۔ مگر اس حقیقت سے انکار کرنا کسی بھی مورخ کے لئے ممکن نہیں کہ اسی تحریک کے باعث قادیانیت نے اپنے خلاف عوام کا شدید رد عمل دیکھ کر عوامی محاذ کو ترک کیا اور وہ حکومتی سطح پر کلیدی آسامیوں پر قبضہ کے ذریعہ مرزائی انقلاب کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے لگے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانیوں کی' اس تبدیل شدہ پالیسی کے پیش نظر یہ لائحہ عمل اختیار کیا کہ حکومت میں گھس کر جہاں قادیانیوں کے فوائد ہیں' ان کا

محاسبہ کیا جائے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے عوامی احتساب کو مزید سخت بنایا جائے۔

(۱) کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ رابطہ عوام مہم کو مزید وسعت دی۔ اس آسودگی اور فراوانی کے دور میں' جب کہ رسل و رسائل کے وسائل کی بہتات ہے' آج بھی ہم جس قریہ میں جاتے ہیں تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ آج سے اتنے سال قبل پیدل دور دراز کا سنگلاخ' دشوار گزار راستہ طے کر کے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' قاضی احسان احمد' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد شریف بہاول پوری' مولانا محمد حیات' مولانا عبدالرحمٰن میانوی یہاں تشریف لائے تھے۔ ان حضرات نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اتنی محنت کی' جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری ہی کو لیجئے۔ سندھ کے کسی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اسٹیشن سے تانگہ کیا۔ دس گیارہ میل کا سفر تھا' تانگہ خراب ہوگیا تو سپیکر کی بیٹری سر پر اٹھائی اور پیدل چل پڑے۔ واپسی پر سفر پیدل کر کے ٹرین پکڑی اور اگلے سفر پر تشریف لے گئے۔ پیدل' تانگہ' گدھا' گھوڑا' ریڑھا' سائیکل غرضیکہ جس طرح بھی ممکن تھا' اس عمل اور سفر کو جاری رکھا۔

(۲) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مفت تبلیغ اسلام کا اعلان کیا' جہاں کہیں کوئی قادیانی کسی مسلمان کو ورغلانے کی کوشش کرے' ہمیں ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ آگاہ کیا جائے ہم وہاں پہنچ کر قادیانیت کی اصل کتب سے حوالہ جات دکھا کر مسلمان کے ایمان کو بچائیں گے۔ چنانچہ تبلیغ و مناظرہ و مباہلہ کے میدان میں مجلس نے قادیانیت کا پورے ملک میں ناطقہ بند کر دیا۔ سینکڑوں واقعات اور ایمان پرور داستانیں اس سلسلہ میں مجلس کے ان کارناموں کی پیش کی جاسکتی ہے مگر یہ اس کا محل نہیں۔

(۳) پوری دنیا اور بالخصوص پاکستان میں تحریری طور پر قادیانیت کے دام تزویر سے مسلمانوں کے ایمان کو بچایا۔

(۴) بیرونی دنیا میں تبلیغ اسلام اور قادیانیت کے لئے مولانا لال حسین اختر کو روانہ کیا گیا۔ آپ نے براعظم ایشیا' یورپ اور آسٹریلیا میں مسلسل ساڑھے تین سال تک کام

کیا۔یہ سفر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں جماعت نے نہ صرف اپنے دفاتر قائم کئے بلکہ اپنے مبلغ مقرر کئے اور خود مولانا محمد علی جالندھری و مولانا عبدالرحیم اشعر نے مشرقی پاکستان کے تبلیغی دورے کئے۔

(۵) قادیانیت کو عملاً" غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے عوام میں تحریک پیدا کی کہ کوئی مرزائی مردہ' مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہو۔ مرزائیوں نے اس تحریک کا مقابلہ کرنے اور اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کی غرض سے اصرار و ضد کے ساتھ مسلمانوں کے قبرستانوں میں اپنے مردے دفن کئے' مجلس کی تحریک پر مسلمانوں نے وہ مردے نکالے اور مرزائیوں کو عملاً" غیر مسلم ثابت کیا۔

(۶) عالمی مجلس نے تحریک پیدا کی کہ مسلمان' قادیانیوں کے ساتھ قربانی کے جانوروں میں حصہ دار نہ ہوں ـــ چنانچہ پورے ملک میں اس پر عمل ہوا۔

(۷) عالمی مجلس کی تحریک پر مسلمانوں نے قادیانیوں کا بوجہ ان کے غیر مسلم ہونے کے ان کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اور اس کا عملی ثبوت دیا۔

(۸) عالمی مجلس نے تحریک کی کہ مرزائی بوجہ غیر مسلم ہونے کے' ان کا مسلمانوں سے رشتہ ناطہ جائز نہیں۔ میاں' بیوی میں سے اگر کوئی مرزائی (غیر مسلم) ہو گا تو اس کا نکاح شرعاً جائز نہیں۔ چنانچہ عملی طور پر مسلمانوں نے اس تحریک کو کامیاب کیا۔ عالمی مجلس نے اپنے خرچ پر متعدد مقدمات کی پیروی کر کے مرزائی مسلم نکاحوں کو باطل قرار دلوایا۔ اس سے رائے عامہ بیدار ہوئی۔

(۹) کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ متعدد مقدمات کے ذریعہ مرزائیوں کو مسلمانوں کی جائیداد سے محروم قرار دلوایا۔ اور ان مقدمات کے اخراجات مجلس نے برداشت کئے۔

(۱۰) مرزائیوں کو مسلمانوں کی مساجد کے استعمال کرنے سے روکنے کے اقدامات کئے گئے۔

(۱۱) جہاں کہیں مرزائیوں نے سیرت یا کسی بھی دلفریب عنوانوں سے' کسی تقریب کا

اعلان کیا۔ عالمی مجلس نے اس تقریب کو رائے عامہ کے ذریعہ بند کرایا' یا کم از کم مسلمانوں کو اس تقریب میں شرکت سے روکنے کی سعی کی۔

(۱۲)حکومتی ارکان کو قادیانیت کے زہریلے اثرات اور مہلک اقدامات سے باخبر کیا گیا اور متعدد ملاقاتوں کے ذریعہ اپنے فرض کو ادا کیا۔

(۱۳)مرکزی دفتر ملتان میں دارالمبلغین کا قیام عمل میں لایا گیا اور یوں قادیانیوں کے خلاف اسلامی مناظرین و مبلغین کی ہر سال نئی ٹیم تیار کی جاتی رہی۔ اس وقت بلا مبالغہ پوری دنیا میں روقادیانیت پر کام کرنے والے تمام تر علماء و سکالر بالواسطہ یا بلاواسطہ عالمی مجلس کے شعبہ دارالمبلغین کے فیض یافتہ ہیں۔

(۱۴)پاکستان کے ہر اہم ضلعی مقام پر ہمہ وقتی مبلغ و مناظر کو عالمی مجلس کے دفتر میں مقرر کیا۔

(۱۵)عالمی مجلس محض ایک تبلیغی و مذہبی جماعت ہے۔ الیکشن اور سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا' اس کا طرہ امتیاز ہے۔ الیکشنی سیاست سے کنارہ کش ہونے کے باعث' عالمی مجلس کو اللہ رب العزت نے عوام میں بڑی قبولیت سے نوازا۔ مسلمانوں کے تمام طبقات و مکاتب فکر کے حلقوں میں مجلس کے طرز عمل اور جدوجہد کو پذیرائی کا شرف نصیب ہوا۔ الیکشن میں اگر کہیں مرزائی امیدوار کھڑا ہوا تو مجلس نے اپنے تمام مبلغین کو ان حلقوں میں بھیج کر مرزائیت کی حقیقت سے عوام کو باخبر کر کے اپنے فرض کو ادا کیا۔

(۱۶)۱۹۷۴ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف۔

(۱۷)رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد۔

باب دوم

سانحہ ربوہ 1974ء کے بارے میں جسٹس صمدانی ٹربیونل کی لحہ بہ لحہ کارروائی

○ سانحہ ربوہ 1974ء ○ قادیانی غنڈوں کا مسلمان طلبہ پر وحشیانہ ظلم وستم ○ حنیف رامے کی بدترین مرزائیت نوازی ○ قادیانی حوروں کی حقیقت ○ قادیانی جنت دوزخ ○ مرزا ناصر کے اندرون خانہ رازدار باورچی کا قتل ○ کوثر نیازی ربوہ میں ○ لیبیا کا ایٹمی پلانٹ اور قادیانی ○ شیزان' قادیانیوں کی فیکٹری ○ ملک قاسم 'مجید نظامی' آغا شورش کاشمیری کے عدالت میں باطل شکن بیانات ○ مرزا ناصر احمد عدالت کے کٹہرے میں ○ خلیفہ ربوہ کی لاہوری گروپ سے لاتعلقی ○ اور بہت سے دوسرے قادیانی رازوں کی نقاب کشائی ○ سانحہ ربوہ کے سلسلہ میں جسٹس صمدانی ٹربیونل کی لحہ بہ لحہ کارروائی' پہلی بار منظر عام پر ○

○ ایک ایسی تاریخی دستاویز جس کا مدتوں انتظار تھا ○

صمدانی کمیشن

۲۹ مئی ۷۴ء کو سانحہ ربوہ پیش آیا۔ ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے نے لاہور ہائیکورٹ کے جج مسٹر جسٹس کے ایم۔اے صمدانی پر مشتمل یک رکنی ٹربیونل کا اعلان کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔ (یاد رہے کہ اس دن ہی ٹربیونل نے اپنا کام شروع کر دیا تھا)

لاہور ۳۱ مئی (اپ پ) حکومت پنجاب نے ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے مقرر کردہ ٹربیونل کے دائرہ کار کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ ایک رکنی ٹربیونل جو ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل ہے' ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ اور اس سے متعلقہ دوسرے معاملات کی تحقیقات کے بعد یہ بتائے گا کہ اس واقعہ کی انفرادی اور اجتماعی طور پر ذمہ داری کن پر عائد ہوتی ہے۔ ٹربیونل مجرموں کے خلاف مناسب کارروائی کی سفارش بھی کرے گا اور اپنی رپورٹ جتنی جلدی ممکن ہو گا' پیش کرے گا۔ ایک اعلان کے مطابق وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے نے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی سے درخواست کی ہے کہ وہ ربوہ ریلوے سٹیشن کے ۳۱ مئی کے المیہ کی آج ہی تحقیقات شروع کر دیں۔ مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے آج یہاں اپنے چیمبر میں واقعہ ربوہ کی تحقیقات کے سلسلہ میں اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر عبدالستار نجم سے ملاقات کی۔ ایک ہینڈ آؤٹ کے مطابق سینئر اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری تحقیقات کے سلسلہ میں ٹربیونل کی معاونت کریں گے چونکہ مسٹر کمال آج لاہور میں موجود نہیں تھے اس لئے مسٹر عبدالستار نجم نے ابتدائی امور کے سلسلہ میں فاضل ٹربیونل کی معاونت کی۔ تحقیقات کے بارے میں مزید کارروائی کل فاضل ٹربیونل کے چیمبر میں جاری رہے گی۔ (نوائے وقت لاہور یکم جون ۱۹۷۴ء)

میاں محمد عالم بٹالوی' مولانا عبید اللہ احرار نے فیصل آباد سے روزنامہ سعادت کی رپورٹ کے مطابق مطالبہ کیا کہ ایک رکنی ٹربیونل کی بجائے تین ججوں پر مشتمل ٹربیونل ہونا چاہئے۔ (روزنامہ سعادت' فیصل آباد۔ یکم جون ۱۹۷۴ء)

یکم جون ۱۹۷۴ء

لاہور یکم جون' مسٹر جسٹس کے ایم۔ اے صمدانی نے جنہیں ضلع سرگودھا میں حالیہ واقعہ ربوہ کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا گیا ہے' آج اپنے پہلے اجلاس میں کارروائی کے ضابطوں اور شہادتیں قلمبند کئے جانے کے طریقوں پر غور کیا' ٹریبونل نے فیصلہ کیا کہ شہادتیں پانچ جون سے قلمبند کی جائیں گی اور وقوعہ کے روز ڈیوٹی پر متعین ریلوے اسٹیشن کے عملے کی شہادتیں قلمبند کی جائیں گی۔ چھ جون کو وقوعہ کے روز ٹرین پر ڈیوٹی پر متعین لوگوں کے بیانات قلمبند کئے جائیں گے۔ سات جون کو میڈیکل کالج کے سٹاف کے ان ارکان کے بیان قلمبند کئے جائیں گے جو تفریحی دورے میں طلباء کے ہمراہ تھے۔ اس دن نشتر کالج کے ان طلبا کے بھی بیانات قلمبند کئے جائیں گے۔ جو آسانی کے ساتھ ٹریبونل کے سامنے پیش ہو سکیں۔ ایسے عام افراد کے بیانات جو اس واقعہ کے بارے میں براہ راست کوئی بات ٹریبونل کے علم میں لانا چاہتے ہوں' دس (۱۰) جون کو قلمبند کئے جائیں گے ایسے افراد سے کہا گیا ہے کہ وہ دس جون تک بذریعہ ڈاک یا ذاتی طور پر لاہور ہائی کورٹ کے رجسٹرار کو مطلع کر دیں ایسے افراد کو ٹریبونل کے روبرو پیش ہونے کے بارے میں مطلع کیا جائے گا۔ (اپ پ۔ امروز لاہور ۲ جون ۱۹۷۴ء)

رجسٹرار کا تقرر

لاہور۔ یکم جون۔ لاہور ہائی کورٹ کی معائنہ ٹیم کے رکن مسٹر خضر حیات' مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی' کے رجسٹرار کے طور پر بھی کام کریں گے۔ جنہیں سانحہ ربوہ کی تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (اپ پ' امروز ۲ جون ۱۹۷۴ء)

اس کے ساتھ ہی عدالتی ٹریبونل کی طرف سے یکم جون کو ذیل کا اشتہار مرتب کر کے اخبارات کو بھجوایا گیا جو ۲ جون کے اخبارات میں شائع ہوا' اشتہار مندرجہ ذیل ہے۔

اعلان۔

عوام کی آگہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومت پنجاب نے حسب ذیل

تحقیقات کے لئے ایک تحقیقاتی ٹربیونل قائم کردیا ہے جو:

(ا) ۲۹ مئی ۷۴ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر رونما ہونیوالے واقعہ

(ب) اور اس واقعہ سے متعلق دیگر امور کی تحقیقات کریگا تاکہ اس واقعہ کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری کا تعین کر کے اس کے مرتکب عناصر کے خلاف ضروری کارروائی کے سلسلے میں حکومت کو سفارش بھیجی جائے۔

ٹربیونل ۵ جون ۷۴ء کے ۹ بجے صبح سے لاہور ہائیکورٹ لاہور میں شہادتیں قلمبند کرنا شروع کرے گا' جن کا آغاز جائے حادثہ پر موجود ریلوے کے عملے کے افراد کی شہادتوں سے ہو گا۔ جن میں واقعہ کے وقت سٹیشن پر موجود ریلوے پولیس کے ارکان اور اس واقعہ سے متاثر ہونے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ اور سٹاف کے ارکان بھی شامل ہوں گے۔ انکے علاوہ پبلک میں سے کوئی بھی شخص جو تحقیقاتی ٹربیونل کی تحقیقات کی متذکرہ صدر (ا) اور (ب) شقوں میں بیان کردہ امور کے متعلق اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر شہادت دینا چاہے' وہ بھی بطور گواہ شہادت قلم بند کرانے کے لئے اپنا نام' پورا پتہ اور جس مسئلے کے بارے میں وہ شہادت دینا چاہتا ہو'

۱۰ جون ۷۴ء تک تحقیقاتی ٹربیونل میں یہ تفصیلات رجسٹر کرا سکے گا۔ ایسے افراد کو ان کی شہادتوں کی تاریخوں کا تعین کر کے ان سے انہیں مطلع کر کے شہادت کے لئے طلب کر لیا جائیگا جو افراد تحریری شہادتیں بھیجنا چاہیں وہ اپنی لکھی ہوئی شہادتیں ۱۰ جون ۷۴ء تک ٹربیونل کو ارسال کردیں۔

اگر کوئی فرد تحقیقات کے طریق کار کے متعلق ٹربیونل کو مشورہ پیش کرنا چاہتا ہو تو یہ مشورہ ۳ یا ۴ جون ۷۴ء تک گیارہ بجے قبل از دوپہر ٹربیونل میں حاضر ہو کر پیش کر دے یا لکھ کر ان ہی تاریخوں تک بذریعہ ڈاک ارسال کردے۔

☆ تمام خط و کتابت ممبر انسپکشن ٹیم' لاہور ہائیکورٹ لاہور کے نام ہونی چاہئے۔

دستخط (کے۔ ایم۔ اے صمدانی) جج

(لاہور یکم جون ۷۴ء)(نوائے وقت ۲ جون ۷۴ء)

تحقیقاتی رپورٹ شائع کی جائیگی۔ بھٹو وزیر اعظم پاکستان

راولپنڈی۔ ۳۱ مئی (اپ پ ر پ پ) " وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے آج رات ایک بیان کے ذریعہ اعلان کیا کہ ملک میں امن عامہ کو تباہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائیگی۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور امن وامان قائم کریں۔ وزیر اعظم کے بیان کا متن حسب ذیل ہے۔ " پنجاب کے بعض علاقوں میں گڑ بڑ کے واقعات کو میں نہایت کرب کے ساتھ دیکھ رہا ہوں میں یہ بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حکومت اس بات پر تلی ہوئی ہے کہ وہ کسی کو قانون کو تہ و بالا کرنے کی اجازت نہ دے گی۔ ہائی کورٹ کے ایک جج کی زیر قیادت ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کر دیا گیا ہے جو واقعہ کے حقائق کی تحقیقات کرے گا' جس کی بنا پر گڑ بڑ ہوئی ہے۔ تمام شہریوں کو تحقیقاتی رپورٹ کا انتظار کرنا چاہئے' یہ رپورٹ شائع کردی جائے گی۔ اس بات میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ ہم انارکی پھیلانے والوں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے والے عناصر کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ حکومت ملک میں کسی قسم کی بھی شہری ہڑتال کی اجازت نہ دے گی۔ میں اپنے اہل وطن سے اس بارے میں تعاون کی اپیل کرتا ہوں۔ ہم اس وقت انتشار و تفریق کی کسی کارروائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم متعدد مسائل کا شکار ہیں۔ اب یہاں لا قانونیت کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ تمام پاکستانیوں کو احساس کرنا چاہئے کہ ہم ایک انتہائی نازک دور سے گذر رہے ہیں۔ ہمارے ارد گرد بہت سے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ کیا بھارت کے ایٹمی دھماکہ کا یہی جواب ہے کہ آپس میں جھگڑنا شروع کر دیں۔ اور ایک دوسرے کو علیحدہ کریں۔ ہمیں موجودہ صورت حال کا ایک ذمہ دار اور پختہ کار اور بالغ نظر قوم کی طرح جواب دینا چاہئے۔ اس بات کو پوری طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مرکزی اور صوبائی حکام پاکستان کے تمام شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے ہر اقدام کریں گے۔ ہم ایک غریب قوم ہیں اور کئی قدرتی اور اقتصادی مسائل سے دو چار ہیں۔ ہم پاکستان کو کسی نئے خطرے سے دو چار نہیں کر سکتے۔ " (نوائے وقت لاہور ۲ جون ۱۹۷۴ء)

محترم ذوالفقار علی بھٹو نے وعدہ کیا کہ رپورٹ شائع کی جائے گی مگر اس پر بعض حلقے حتی کہ واقعہ کے مضروبین طلباء بھی مطمئن نہ تھے۔ انہوں نے زخمی حالت میں نشتر

ہسپتال سے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"ملتان ۴ جون' نشتر کالج کے زخمیوں کی حالت بتدریج بہتر ہو رہی ہے۔ آج مقامی اخبار نویسوں نے نشتر ہسپتال میں زخمی طلباء سے ملاقات کر کے ان کی خیریت دریافت کی۔ زخمیوں میں نشتر کالج سٹوڈنٹس یونین کے صدر مسٹر ارباب عالم بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ ان کے ساتھی بھی رو بصحت ہو رہے ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ تحقیقاتی عدالت نے زخمی طالب علموں کو بیان دینے کے لئے طلب کیا تھا۔ اور ہدایت کی تھی کہ چھ جون کو لاہور میں حاضر ہوں۔ لیکن ابھی بعض طلباء کی حالت اس قابل نہیں ہوئی کہ وہ دو سو میل کا سفر کر سکیں' اس لئے طلباء کی طرف سے عدالت کے نام ایک تار میں درخواست کی گئی تھی کہ وہ طلباء کو کسی اور تاریخ پر طلب کرے۔ انہوں نے بتایا کہ گذشتہ شام نشتر کالج کے پرنسپل کے نام عدالت کا تار آیا ہے' جس میں بیان قلمبند کرنے کی تاریخ ملتوی کر دی گئی ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ بعض طلباء کے کانوں کے قریب چوٹیں آئی ہیں اور ایک طالب علم کی ناک پر چوٹ آئی ہے۔ جس کے لئے ماہر امراض ناک اور کان سے معائنہ کے لئے کہا جا رہا ہے لیکن ابھی تک اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے خود بھی ایک کان کے قریب چوٹ آئی ہے اور اس کان سے اونچا سنائی دے رہا ہے۔ مسٹر ارباب عالم نے کہا کہ طلباء نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش ہونے کے لئے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا کیوں کہ طلباء کا مطالبہ ہے کہ حکومت یقین دلائے کہ تحقیقاتی رپورٹ شائع ہو گی اور قصور وار لوگوں کے خلاف مناسب کارروائی کی جائے گی۔ انہوں نے ایک اور سوال کے جواب میں بتایا کہ لائل پور سے ایک زخمی طالب علم طلعت محمود بھی نشتر ہسپتال ملتان پہنچ گیا ہے۔" (روزنامہ امروز ۵ جون ۱۹۷۴ء)

۵ جون ٹریبونل کا اجلاس

لاہور' ۵ جون ربوہ کے واقعہ سے متعلق انکوائری ٹریبونل نے جو لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل ہے' آج ہائی کورٹ کے ایک کمرے میں اپنی

کارروائی شروع کر دی۔ ایک پریس نوٹ کے مطابق ٹربیونل نے آج جزوی طور پر ایک گواہ کا بیان قلمبند کیا۔ یہ گواہ وقوعہ کے وقت گاڑی کے سامان کے گارڈ کی حیثیت سے متعلق تھا۔ اس کا بیان کل بھی جاری رہے گا۔ ٹربیونل کی کارروائی آج ٹھیک نو بجے شروع ہوئی' عدالت کے ریڈر نے تحقیقاتی ٹربیونل کی تقرری کا اعلان کھلی کچہری میں پڑھ کر سنایا اور تحقیقات کے دائرے اور اخبارات میں شائع شدہ نوٹس کی وضاحت کی۔ عدالت میں ہائی کورٹ بار کے درج ذیل ارکان' مختلف تنظیموں کی وکالت کے لئے موجود تھے۔

۱۔ مسٹر ایم انور معاون ایم اے رحمان ..... جماعت اسلامی

۲۔ قاضی محمد سلیم ...... مجلس تحفظ ختم نبوت

۳۔ مسٹر رفیق احمد باجوہ ..... (۱) قادیانی محاسبہ کمیٹی (۲) مجلس تحفظ ختم نبوت (۳) پاکستان اتحاد پارٹی

۴۔ مسٹر ایم اعجاز حسین بٹالوی معاون مسٹر بشیر احمد' مقامی انجمن احمدیہ ربوہ۔

۵۔ مرزا نصیر احمد' سٹوڈنٹس یونین تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔

۶۔ مسٹر ایم اسماعیل قریشی' چوہدری نذیر احمد خاں' حاجی شیخ عنایت محمد (غیر حاضر) لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن وکلاء کی رابطہ کمیٹی۔

۷۔ مسٹر سی۔ ایم لطیف رانا ..... جمعیت علمائے اسلام سنی حنفی مکتب فکر۔

۸۔ مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری' اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ..... سرکار

کمرہ عدالت عوام الناس سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جو عدالت کی کارروائی دیکھنے آئے تھے۔ ٹربیونل نے ہر شخص کو خبردار کیا کہ وہ اپنے ساتھی شہریوں کے جذبات کا احترام کرے اور کوئی ایسا لفظ یا اظہار کا طریقہ استعمال نہ کرے' جس سے دوسرے کے جذبات مجروح ہوں۔ اخباری نمائندوں کو بتایا گیا ہے کہ ہر دن کی کارروائی کے بعد انہیں ٹربیونل کی طرف سے پریس نوٹ جاری کیا جائے گا اور ان سے توقع کی جائے گی کہ وہ ٹربیونل کی کارروائی کے بارے میں عوام الناس کے مفاد میں اس پریس نوٹ کے علاوہ اور کوئی بات شائع نہ کریں' ٹربیونل کی کارروائی اردو میں کی جا رہی ہے اور اس کا ریکارڈ بھی

اردو میں رکھا جا رہا ہے' ٹربیونل نے چناب ایکسپریس کے لگیج گارڈ کا بیان قلم بند کیا۔ ابھی ان کا بیان جاری تھا کہ ڈیڑھ بجے ٹربیونل کا اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ ٹربیونل کا اجلاس اتوار اور چھٹیوں کے دوسرے دنوں کے علاوہ روزانہ ہو گا(اپ پ روزنامہ امروز ۶ جون ۱۹۷۴ء)

عدالتی کارروائی میں حصہ لیتے ہوئے قاضی محمد سلیم (مجلس تحفظ ختم نبوت) نے کہا اس سانحہ کی تفتیش کرائمز برانچ کے سپرد کر دی گئی ہے' اس کے ساتھ ہی یہ ٹربیونل انکوائری کر رہا ہے۔ دو مختلف انکوائریاں ہو رہی ہیں۔ ان دونوں میں ممتاز حیثیت کس کو حاصل ہے؟ کسی فریق یا کسی ملزم کو اس سے شک کا فائدہ نہ پہنچے۔ مسٹر اسماعیل قریشی نے فرمایا کہ ہوسٹو اور شہادتوں کا آغاز زخمیوں سے کیا جائے۔ رفیق احمد باجوہ نے کہا کہ ٹربیونل اور کرائمز برانچ کی انکوائری میں تضاد کا قوی امکان ہے۔ خواجہ رفیق کے قتل کی تحقیقات کی مثال موجود ہے۔ اگر کرائمز برانچ کی تفتیش روکی نہیں جا سکتی۔
زیرو سٹو میں یہ بات شامل کی جائے کہ کرائمز برانچ کے تفتیشی افسران ٹربیونل میں مع ریکارڈ پیش ہوں اور شہادت دیں۔ اگر کسی کونسل کے علم میں کوئی شہادت یا ایسا ریکارڈ ہو' جس سے ٹربیونل کو اس انکوائری میں مدد ملتی ہو تو ہمیں اس بات کا موقع حاصل رہنا چاہیئے کہ جونہی ہمارے علم میں یہ بات آئے۔ ہم درخواست دے کر ان کو طلب کروا سکیں۔

گواہ نمبر۱

ملک محمد اقبال ولد محمد حسین لگیج گارڈ (چناب ایکسپریس)۔ قادیانی

میں ۲۹ مئی کو چناب ایکسپریس پر بطور لگیج گارڈ سرگودھا سے لائل پور تک تعینات تھا۔ نذیر احمد خاں انچارج گارڈ' آفتاب احمد وارثی کنڈکٹر گارڈ تھے۔ ٹکٹ ایگزا مینر چوہدری صدیق احمد تھے۔ میں دوسرے رننگ سٹاف کا نام نہیں جانتا۔ صرف ربوہ کے سٹیشن ماسٹر کا نام جانتا ہوں اور کسی کا نام نہیں جانتا ہوں۔ ویسے چہرے سے پہچانتا ہوں۔ سٹیشن ماسٹر کا نام مرزا مشتاق احمد ہے۔ مرزا مشتاق احمد احمدی ہیں۔ دوسرے مذکورہ حضرات احمدی

نہیں۔

میری بریک' انجن کے ساتھ تھی۔ جو ربوہ سٹیشن پر پلیٹ فارم سے آگے نکل گئی۔ میں نے اتر کر اپنا کام کیا جو سامان رکھنا تھا وہ رکھوایا۔ پھر بریک میں بیٹھ گیا۔ اسکے بعد پانی لانے والے نے آکر بتایا کہ پیچھے لڑائی ہو رہی ہے میں سمجھا کہ مسافر سیٹ حاصل کرنے کے لئے جھگڑ رہے ہوں گے۔ میں نے اس کو اہمیت نہ دی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے پھر آکر کہا کہ لڑائی بہت شدید ہو رہی ہے آپ جائیں' میں S.M کے دفتر گیا' وہاں ایک آدمی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کی قمیض پھٹی ہوئی تھی' اس کی پیٹھ پر ڈنڈے کا داغ تھا۔ کان سیاہ ہو رہا تھا اور خون بھی بہہ رہا تھا۔ سٹیشن ماسٹر اور گارڈ موجود تھا۔ سٹیشن ماسٹر کہہ رہا تھا کہ گارڈ گاڑی چلا دے۔ لیکن گارڈ کہہ رہا تھا کہ بہت سے مسافر زخمی ہوئے ہیں جب تک پولیس کی مدد نہ آجائے۔ وہ گاڑی نہ چلائے گا۔ مبادا کچھ زخمی مسافر رہ نہ جائیں۔ پانچ دس منٹ تک یہ باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد میں اور گارڈ انچارج زخمی مسافر کو بریک وین میں لائے۔ میں نے فسٹ ایڈ کرنی چاہی۔ مگر گارڈ انچارج نے کہا آپ نہ کریں۔ گارڈ انچارج کی بریک وین کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ ۱۱ بوگیوں کی گاڑی تھی۔ بریک وین کے پیچھے دو اور بوگیاں تھیں۔

میں اپنی بریک وین میں آگیا۔ جو محفوظ تھی۔ میں بہت پریشان تھا۔ جب میں نے صورت حال کی شدت کو محسوس کیا تو میں نے چلا کر کہا کہ ربوہ والوں کو یہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہ انتہائی سفاکی اور ظلم ہے جو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد میں اپنی بریک وین کی طرف چلا گیا۔ لوگ مسافروں کو کہہ رہے تھے کہ اپنی گاڑی کی کھڑکیاں بند کر لو۔ گاڑی وہاں ۴۳ منٹ کھڑی ہونے کے بعد چلی۔ جب میں اپنی وین کی طرف جا رہا تھا۔ ۲۰۔۲۵ آدمی انجن کی طرف سے پیچھے کی طرف جا رہے تھے' وہ نعرے لگا رہے تھے۔ احمدیت زندہ باد' نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔ میں نے پلیٹ فارم پر اور کوئی زخمی نہ دیکھا اگرچہ پلیٹ فارم پر خون کے دھبے دیکھے۔ میں زخمیوں کو دیکھنے کے لئے بوگیوں میں نہ گیا۔ ۲۔۳ لوگ بوگیوں میں پانی پلا رہے تھے۔ پلیٹ فارم سے نیچے کھڑی ہونے والی آخری دو بوگیوں میں لڑائی ہوئی۔ اس کے بعد اپنے گھر چلا گیا۔

چوہدری نذیر احمد انچارج گارڈ (احمدی)

میں نے واقعہ کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ کیونکہ جو کچھ ہوا تھا' وہ انسانیت اور شرافت کے خلاف تھا۔ اور میں ڈرتا تھا کہ اس کے رد عمل میں خیریت سے گھر نہیں جا سکوں گا۔ میں نے اصل واقعہ نہیں دیکھا تھا۔ میں' جب گاڑی سے اترا تو حملہ آور جا چکے تھے' اس لئے میں ان کی تعداد نہیں بتا سکتا۔ جب گاڑی پلیٹ فارم میں داخل ہوئی تو میں نے پلیٹ فارم پر نہیں دیکھا کہ آیا مجمع معمول کے مطابق تھا یا غیر معمولی تھا۔ ربوہ پر گاڑی کا مقررہ شاپ دو منٹ ہے۔ سٹیشن ماسٹر ربوہ احمدی ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ زنجیریں کھینچی گئی تھیں' جس سے بریکیں لگ گئی تھیں۔ فائر مین ویکم کو ٹھیک کر رہا تھا۔ ربوہ سٹیشن پر کوئی پولیس والا نہیں دیکھا تھا گاڑی میں تو تین آدمی پولیس کے ہوتے ہیں۔ انچارج گارڈ کی بوگی کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ اس کی بوگی کے پیچھے دو بوگیاں تھی۔ ایک عام مسافروں کی اور ایک طلبہ کی۔ یہ دونوں پلیٹ فارم کے نیچے تھیں۔ ان کے علاوہ اور کسی بوگی کے شیشے نہیں ٹوٹے۔ میں نے آخری دو بوگیوں کے شیشے نہیں دیکھے تھے۔

ایم انور صاحب کی جرح کے جواب میں

میں ۱۹۵۷ء سے احمدی ہوا ہوں۔ وقوعہ کے دن سرگودھا سے سوار ہوا تھا۔ جب گاڑی ربوہ پلیٹ فارم پر پہنچی تو میں نے باہر دیکھا۔ مجمع معمول کے مطابق تھا۔ عام طور پر ربوہ سٹیشن پر اس گاڑی پر سو پچاس آدمی موجود ہوتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے کہ ۲۹ مئی کو ربوہ سٹیشن پر بہت بڑا مجمع تھا۔ میں نے گاڑی سے اترتے ہی پلیٹ فارم پر نگاہ نہیں ڈالی۔ میں نے صرف اخبار کا ایک بنڈل لوڈ کیا' بنڈل اخبار' سٹیشن پر پانی والا یا جھاڑو والا لے کر آیا تھا۔ اخبار الفضل کا بنڈل تھا۔ سرکاری طور پر لے جا رہا تھا۔ الفضل احمدیہ جماعت کا آرگن ہے۔ اخبار لوڈ کر تالا لگانے کے بعد اپنی بریک وین میں جا کر بیٹھ گیا۔ اخبار لوڈ کرنے کے لئے تالا کھولنے' لوڈ کرنے اور تالا لگانے میں تین چار منٹ لگے ہوں گے۔ میرے دوبارہ سوار ہونے تک گاڑی کے ٹھہرنے کا مقررہ وقت پورا ہو چکا تھا' میں سمجھا کہ کسی دوسری گاڑی کا کراس ہو گا' اس اثنا میں میں نے باہر نکل کر نہیں دیکھا۔ اخبار لوڈ

کرنے کے بعد دس بارہ منٹ بریک وین میں بیٹھا رہا۔ جب مجھے پانی والے نے دوبارہ بتایا تو میں وین سے باہر نکلا اور سٹیشن ماسٹر کے دفتر گیا جو چار بوگی پیچھے تھا۔ جب میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر کی طرف گیا تو اس وقت دس پندرہ آدمی پلیٹ فارم پر تھے۔ یہ سارا واقعہ اس دوران میں ہو گیا جس وقت میں اپنی وین میں پردہ نشین ہو گیا تھا۔ بعد میں، میں نے ۹ بوگیوں تک پیچھے جا کر دیکھا۔ گارڈ انچارج نے مجھے لڑائی کا بتایا تھا لیکن کتنے آدمی زخمی ہوئے، کیا ہتھیار استعمال ہوئے۔ یہ میں نے نہیں دیکھا۔ وقوعہ کے بعد تیس مئی کو پھر ربوہ گیا۔ پولیس انکوائری کے لئے مجھے بلایا گیا تھا۔ مجھے ڈی ایس پی، سی آئی اے ریلوے نے بلایا تھا۔ اس کا نام نہیں جانتا۔ (وہ چٹ پیش کی جو ڈی ایس پی نے بھیجی تھی۔ (محمد جمیل سب ڈویژنل پولیس انسپکٹر تفتیشی افسر نے بلایا تھا) محمد جمیل صاحب نے مجھے لائل پور میرے گھر بذریعہ Call Man بلوایا تھا۔ ایک کا نام محبوب تھا۔ وہ ۲۹، ۳۰ مئی ۷۴ء کی شب ۲ بجے رات کو میرے گھر پہنچا۔ دوسرے کال مین کی آواز نہیں پہچانی تھی، غالباً محمد صدیق لیمپ مین تھا پونے چار بجے اس نے آ کر جگایا۔ میں بذریعہ ریل کار ربوہ چلا گیا۔ ساڑھے پانچ پونے چھ ربوہ پہنچ گیا ہوں گا۔ ان دو لیمپ مین کا میری جماعت سے تعلق نہیں ہے۔

۳۰ مئی کو ربوہ میں ساڑھے پانچ صبح پولیس آفیسر کو ریلوے پلیٹ فارم پر ملا۔ اس کے سامنے میں نے کوئی بیان نہ دیا البتہ ویٹنگ روم میں نو بجے ساڑھے نو صبح ایک سب انسپکٹر کو میں نے اپنے ہاتھ سے اپنا بیان لکھ کر دیا تھا۔ نذیر احمد خاں انچارج گارڈ، رفیق احمد S.T.E.، مسٹر وارثی کنڈکٹر گارڈ اور ڈرائیور نے اکٹھے بیان دیئے تھے۔ ان سب حضرات نے خود لکھ کر بیان دیا۔ میں نے انکے بیانات نہیں پڑھے۔ ہمارے بیان پولیس آفیسر نے زبانی نہیں لئے تھے۔

میں ساڑھے پانچ بجے صبح سے لے کر نو ساڑھے نو بجے تک ویٹنگ روم میں بیٹھا رہا اور کچھ نہیں کرتا رہا۔ ڈرائیور لاہور سے آیا تھا۔ کنڈکٹر گارڈ سرگودھا سے آیا تھا۔

اس موقعہ پر میں نے سب سے پوچھا تھا کہ واقعہ کیا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ سٹیشن پر ۳۰۰۔ ۴۰۰ آدمی وقوعہ کے وقت موجود تھے۔ مجھے یہ پتہ نہیں چلا کہ طلبہ کی پٹائی میں کیا

ہتھیار استعمال ہوئے ہیں۔

ربوہ شہر کی آبادی منتشر ہے جو محلہ سٹیشن سے قریب ہے۔ وہ ۱۰۰۔ ۲۰۰ فٹ کے فاصلے پر ہے اس محلہ میں اور پورے ربوہ شہر میں سارے احمدی ہی رہتے ہیں۔ میں ۳۰ مئی کو تین بجے فارغ ہوا۔ اسی وقت ریل کار کے ذریعے واپس لائل پور آ گیا۔ ۳۰ کے بعد میں نے اس واقعہ کا ذکر اپنی جماعت کے کسی معتبر آدمی (Leader) سے نہیں کیا کیونکہ میں ان سے نہیں ملا۔ جمعہ کے دن ہماری جماعت کا ایک ورکر جس کا نام محمد ایوب ہے' میری عافیت پوچھنے آیا تھا۔ وہ ہر ماہ مجھ سے چندہ لینے آتا ہے۔ اس کا عہدہ ایک کارکن ہے۔ میں اپنی تنخواہ کا ایک مخصوص حصہ ہر ماہ چندہ اپنی جماعت کو دیتا ہوں میں نے اس سانحہ کے بارے میں کوئی تحریری بیان اپنی جماعت کے ہیڈ کوارٹر کو نہیں بھیجا۔

مسٹر ایم اے رحمٰن صاحب کی جرح کے جواب میں

سرگودھا سٹیشن پر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ۲۹ مئی کو نشتر میڈیکل کالج کے لڑکے پشاور سے ملتان اسی گاڑی پر سفر کر رہے ہیں۔ سرگودھا میں ایک گھنٹہ گاڑی لیٹ پہنچنے کی خبر تھی لیکن کچھ Make up کر کے پہلے آ گئی تھی۔ سرگودھا پلیٹ فارم پر میں نے اپنی جماعت کے کچھ لوگوں کو گھومتے پھرتے نہیں دیکھا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ سرگودھا کے کچھ ہماری جماعت کے لوگ گاڑی پر سوار ہوئے۔ یہ درست نہیں کہ میں نے اپنی گاڑی کی کھڑکیاں اس لئے بند کر لی تھی کہ مجھے پتہ تھا کہ ربوہ میں کچھ ہونا تھا۔

میں نے ربوہ میں صرف ایک زخمی آدمی کو دیکھ کر ربوہ والوں کے ظلم کی بناء پر اس مذہب کو سلام کیا تھا۔ میں نے اس وقت اس Faith سے بیزاری کا اظہار کر لیا تھا۔

رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

میں نے سالانہ جلسہ دسمبر ۷۳ء میں خلیفہ صاحب کی تقریر سنی تھی۔ انہوں نے تبلیغ کے لئے چندہ کی خصوصی اپیل کی تھی۔ انہوں نے سوا سال کے اندر ڈھائی کروڑ روپے جمع کرنے کی اپیل کی تھی۔ اور زیادہ سے زیادہ کارکنوں کے لئے مبلغ بننے کی اپیل کی تھی۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے احمدی فرقے سے گھوڑے جمع کرنے کی اپیل کی تھی۔

ذاتی طور میں ریٹائرڈ ائر مارشل ظفر چوہدری کو نہیں جانتا۔ جب وہ ریٹائرڈ ہوئے تو مجھے پتہ چلا کہ وہ احمدی ہیں۔ مجھے دسمبر ۷۳ء سے لے کر ۲۹ مئی ۷۴ء تک کوئی ہدایت نہیں ملی کہ اپنی دکان انشور کرا لوں۔ میں نے اپنا زندگی کا بیمہ نہیں کرایا۔ جب میں احمدی ہوا تو میں نے اپنا بیمہ چھوڑ دیا تھا۔ پولیس بوگی میں جو اس گاڑی کے ساتھ تھی' صرف تین آدمی تھے۔ ریلوے پولیس کے کانسٹیبل تھے۔ میں نے پلیٹ فارم پر پولیس کا کوئی کانسٹیبل نہیں دیکھا تھا۔ ربوہ کا پولیس سٹیشن ریلوے سٹیشن سے ۴۔۶ فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ میری موجودگی میں سٹیشن ماسٹر کے کمرے سے پولیس کو کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ یہ درست ہے کہ سٹیشن ماسٹر کسی آدمی کو پولیس پوسٹ پر اطلاع کے لئے بھیج سکتا تھا۔

جب میں نے سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں ایک زخمی کو دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ اور کوئی زخمی نہیں ہوا۔ میں نے اس لڑکے سے بھی نہیں پوچھا کہ کس کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ کیونکہ گارڈ انچارج نے مجھے اصل واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ گارڈ انچارج نے یہ نہیں بتایا کہ وقوعہ کیوں ہوا؟ گارڈ انچارج نے کچھ اس قسم کی بات بتائی تھی کہ تین چار سو لڑکوں نے حملہ کر کے گاڑی میں سوار مسافروں کو زخمی کر دیا۔ مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ پلیٹ فارم پر چلتے ہوئے مسافروں پر حملہ کیا گیا۔

میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے خلفاء کی تمام تحریروں کو درست تسلیم کرتا ہوں اور ان پر یقین رکھتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ ہماری جماعت کی کوئی مجاہد فورس یا رضا کار تنظیم ہے۔ ہمارے رضاکار ہوتے ہیں جو سالانہ جلسہ پر انتظام وغیرہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد نہیں جانتا۔ میں نہیں مانتا کہ فرقان فورس کے نام سے کوئی تنظیم ہے۔

ڈیڑھ بجے سماعت ملتوی۔ کل دوسرے نکتہ پر بحث ہو گی۔

۵ جون کی کارروائی کی خبر جو اخبارات کو بھجوائی' وہ یہ ہے۔

لاہور' ۶ جون (نامہ نگار خصوصی) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل مسٹر جسٹس کے ایم صمدانی کی عدالت میں آج چناب ایکسپریس کے گارڈ محمد اقبال کا بیان مکمل ہو گیا۔ گذشتہ روز گواہ کا جزوی بیان قلمبند کیا گیا تھا۔ ٹربیونل کی طرف سے جاری کردہ پریس نوٹ

کے مطابق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کل سے صبح کے علاوہ دوپہر تین بجے سے پانچ بجے شام تک ٹربیونل کا اجلاس ہوا کرے گا۔ آج صبح نو بجے ٹربیونل کا اجلاس شروع ہوا اور چناب ایکسپریس پر متعین گارڈ محمد اقبال پر مختلف تنظیموں کے نمائندہ وکلاء نے جرح کی۔ تاہم جب مسٹر رفیق احمد باجوہ کو جو قادیانی محاسبہ کمیٹی کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ گواہ سے ایک سوال پوچھنے کی اجازت نہ دی گئی تو قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ نے جو تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اپنی تنظیم کی ہدایت پر ٹربیونل کی کارروائی میں مزید حصہ نہ لینے کی اجازت چاہی تو اس پر ٹربیونل نے واضح کیا کہ چونکہ کسی ایک تنظیم کو بھی ٹربیونل کی جانب سے فریق نہیں بنایا گیا اور مختلف تنظیموں کی نمائندگی کرنیوالے وکلاء کو ان کے اپنے ایماء پر ٹربیونل کی کارروائی میں حصہ لینے اور ٹربیونل کی مدد کرنے کی اجازت دی گئی ہے لہٰذا کسی ایک فرد کا ٹربیونل کی کارروائی سے لاتعلقی کا اظہار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فاضل عدالت نے اس صورت حال سے قاضی محمد سلیم کو آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ ٹربیونل کی کارروائی سے اظہار لاتعلقی کرنا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں انہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور وہ بخوشی ایسا کرسکتے ہیں۔ اس مرحلہ پر قاضی محمد سلیم کمرہ عدالت سے چلے گئے۔ تاہم دیگر وکلاء نے گواہ محمد اقبال پر جرح جاری رکھی۔ گواہ پر جرح ڈیڑھ بجے دوپہر مکمل ہوئی اور ٹربیونل نے آج کے لئے اپنی کارروائی مکمل کرلی۔ آج بھی کمرہ عدالت مختلف تنظیموں کے نمائندہ وکلاء اور عوام سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ (نوائے وقت ۶ جون ۱۹۷۴ء)

۶ جون کی کارروائی

ٹربیونل کی کارروائی اخبارات میں شائع کرنے کے بارے میں بحث ہوئی کہ پوری کارروائی لفظ بلفظ شائع ہونی چاہئے۔ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے فرمایا کہ انکی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ تاہم وہ مزید ہدایت حاصل کریں گے۔ ٹربیونل نے فرمایا کہ وہ گیارہ بجے تک یا زیادہ سے زیادہ ایک بجے تک حکومت کی ہدایات حاصل کر کے عدالت کو بتائیں۔

اس کے بعد عدالت نے نقول کے بارے میں فیصلہ دیا کہ کارروائی کی مصدقہ نقول حاصل کی جا سکتی ہے جو صاحب نقول حاصل کرنا چاہیں وہ درخواست دے دیں۔ جونہی کسی بیان پر عدالت کے دستخط ہو جائیں گے اس کے بعد نقول مل سکیں گی۔

کارروائی کے آغاز میں عدالت نے کہا کہ کل ہم نے یہ طے کیا تھا پہلے Scope of enquiry کے بارے میں بات کرلیں۔

لطیف رانا صاحب (J.U.P.) نے پنجاب اسمبلی کی کارروائی اور بھٹو صاحب کے بیان کا حوالہ دیا اور کہا کہ ان کو اقلیت قرار دیا جائے تاکہ ان کو ملک میں تحفظ حاصل ہو سکے۔

رانا عبدالرحیم صاحب (ہائی کورٹ بار) = منیر انکوائری رپورٹ پہلے سے موجود ہے۔ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ہم اس مرحلے پر کھڑے ہیں۔ جہاں ہماری تاریخ نیا موڑ لے رہی ہے اس لئے اب ہمیں اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کرنا چاہئے۔

عدالت ...... منیر رپورٹ ہمارے لئے نظیر نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے ٹرمز آف ریفرنس اس انکوائری کے ٹرمز آف ریفرنس سے مختلف تھے۔

رانا عبدالرحیم صاحب = چھوٹے سے چھوٹے فوجداری مقدمے میں بھی محرک تلاش کیا جاتا ہے اس اہم معاملے میں ہم اگر محرک کو تلاش نہیں کریں گے تو ہم اپنے فرض سے کوتاہی کریں گے۔

عدالت ...... فوری عوامل اور فوری محرکات کا نوٹس لینا تو ضروری ہے لیکن کسی معاملے کی تاریخ کا تجزیہ کرنا ضروری نہیں۔ اب ہمیں شہادت شروع کرنی چاہئے۔

گواہ نمبر۱

(ملک اقبال حسین) رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

زیادہ تر مسافر گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں دوبارہ باہر نکلا تو کچھ لوگ مسافروں میں سے جو باہر تھے کوئی نعرہ نہیں لگا رہے تھے۔ نہ مسافر کسی سے الجھ رہے تھے اور نہ کسی کو بچا رہے تھے۔

مسافروں نے اپنے ڈبوں کی کھڑکیاں بند کر رکھی تھیں کیونکہ کچھ لوگ ان کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ کھڑکیاں بند کر لو۔ گاڑی کے آنے کے دو منٹ بعد میں نے سگنل کو ڈاؤن ہوا نہیں دیکھا۔ میں نے سگنل کی طرف توجہ نہیں کی اس لئے اس کی پوزیشن نہیں بتا سکتا۔ اگر گاڑی معمول سے زیادہ سٹیشن پر ٹھہرے تو اس کی وجوہ کا اندراج انچارج گارڈ کے پاس ایک رجسٹر میں ہوتا ہے۔ جو اسی کام کے لئے رکھا جاتا ہے۔ گارڈ اپنے اس رجسٹر میں ایسے واقعات کا اندراج بھی کرتا ہے جو گاڑی میں وقوع پذیر ہوں جو قابل دست اندازی پولیس ہو۔ گارڈ انچارج کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں ایسے واقعات کا اندراج اپنے رجسٹر میں کرے۔ اور سٹیشن ماسٹر کے ذریعے قریبی ریلوے پولیس کے تھانے میں اطلاع دے۔ میرے پاس لڑکوں کا سامان کوئی نہیں تھا۔ اس گاڑی پر عام طور پر فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے مسافر ہوتے ہیں لیکن میرے علم میں نہیں کہ اس دن کوئی مسافر تھا یا نہیں جس نے فرسٹ یا سیکنڈ کلاس میں کوئی ریزرویشن کرایا تھا یا نہیں۔

اس مرحلے پر جناب ایم انور نے کہا کہ Terms of Referene میں جو کچھ مطلوب ہے اس کے لئے اس طرح کے سوالات کی اجازت ہونی چاہئے کہ آیا ایک عام احمدی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی پر یقین رکھتا ہے یا نہیں۔ ہم سربراہ جماعت احمدیہ کو بھی مناسب وقت پر طلب کریں گے ...... عدالت نے شکریہ ادا کیا۔

قاضی محمد سلیم نے اعلان کیا اگر اس سوال کی اجازت نہیں دی جاتی تو مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علمائے پاکستان واک آؤٹ کرتے ہیں۔ قاضی صاحب چلے گئے اور محمود احمد رضوی صاحب بھی چلے گئے۔ لیکن لطیف رانا صاحب نے کہا کہ وہ اپنے موکل سے مزید ہدایات لینے جا رہے ہیں' انہیں رفیق احمد باجوہ صاحب کے بعد جرح کرنی ہے۔

رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

میں نے مرزا بشیرالدین احمد محمود یا موجودہ خلیفہ کی کوئی تحریر نہیں پڑھی جس میں یہ کہا گیا ہو کہ پاکستان کا چھٹا صدر قادیانی ہو گا۔ یہ بھی نہیں پڑھا کہ احمدیت کا جلد از جلد پاکستان

پر تسلط ہو جائے گا۔ میں نے یہ بھی الفضل وغیرہ میں نہیں پڑھا کہ احمدیوں کا پاکستان میں سیاسی غلبہ ہو جائے گا۔ میں ایک سنی گھرانے میں پیدا ہوا اس وقت سنی کہلاتا تھا۔ جب میں احمدی ہو گیا تو احمدی کہلوانا پسند کرتا ہوں۔ میں مسلمان کہلوانا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔ میں نے الفضل یا دیگر احمدی لٹریچر میں اکھنڈ بھارت کے متعلق کچھ نہیں پڑھا۔

ساڑھے دس بجے صبح ...... وقفہ ...... گیارہ بجے تک

بعد وقفہ ...... اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے بیان دیا کہ حکومت کو ٹربیونل کی کارروائی کی اشاعت پر اعتراض نہیں ہے۔ البتہ پریس کے لئے جو پابندی ہے اسے Violate نہ کیا جائے۔

عدالت نے کہا کہ اخبارات' بیان گواہان ضرور شائع کریں لیکن یہ احتیاط کریں کہ غلط رپورٹنگ نہ ہو۔

رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

یہ بات میرے علم میں ہے کہ صرف مرزا غلام احمد کی اہلیہ کے مزار پر یہ لکھا ہے کہ انہیں امانتاً" دفن کیا گیا ہے اور مناسب وقت پر قادیان میں دفن کیا جائے گا اور کسی کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ خاندان مسیح موعود کے سب لوگوں کو امانتاً" ربوہ میں دفن کیا جاتا ہے۔ یہ درست نہیں کہ اس طرح کی عبارتیں دوسری قبروں پر بھی ربوہ کے قبرستان میں درج ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ زرعی یونیورسٹی لائل پور اور دوسرے تعلیمی اداروں کے ہوسٹلوں میں رہنے والے احمدی طالب علموں نے بھی اس وقوعہ کے چند روز قبل ہوسٹل خالی کر دیئے تھے۔

اعجاز بٹالوی صاحب کی جرح کے جواب میں

میں نے کبھی ربوہ سٹیشن پر کسی کو نعرے لگاتے ہوئے نہیں سنا۔ ربوہ سٹیشن کے قریب غلہ منڈی ہے۔ بازار بھی ہے۔ چھوٹا بازار آدھ فرلانگ کے فاصلے پر ہو گا۔ غلہ منڈی دو فرلانگ کے فاصلے پر ہو گی۔ اسٹیشن کی عمارت کے سامنے کھلی جگہ ہے' نہ دیوار ہے' نہ

جنگل' میں غیر احمدی رسالوں میں سے جو ریلوے لائبریری میں آتے ہیں' اردو ڈائجسٹ' سیارہ ڈائجسٹ' حکایت' لیل و نہار اور چٹان پڑھتا ہوں۔ ان رسالوں میں ہر ایک میں احمدیت کے خلاف مواد شائع ہوتا ہے۔ ان کے لہجے میں' میں کوئی تلخی محسوس نہیں کرتا۔ میری اطلاع کے مطابق جو پتھر بعض مسافروں نے ربوہ کے پچھلے سٹیشنوں سے جمع کئے تھے' وہ استعمال نہیں کئے گئے۔ اگر مجھے ربوہ سٹیشن پر یہ بتا دیا جاتا کہ کچھ مسافروں نے پتھر جمع کئے ہیں تو پھر بھی میں ربوہ والوں کی اس حرکت کی مذمت کرتا۔ میری اطلاع کے مطابق ربوہ کے اس واقعہ کے بعد اس کے نتیجے کے طور پر ۳۰ آدمی مارے گئے۔ مالی اور جائیداد کا نقصان بھی بے حساب ہوا ہے۔ جب یہ گاڑی لائل پور سٹیشن پر پہنچی تو پلیٹ فارم پر بہت بھیڑ تھی۔ لائل پور سٹیشن پر فرنچ کٹ داڑھی والا جو شخص پیٹا گیا' وہ احمدی تھا۔

اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی جرح کے جواب میں

گیارہ بوگی والی چناب ایکسپریس کی لمبائی ربوہ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم کے برابر ہو گی۔ دونوں بریک وین پلیٹ فارم پر تھیں۔ جو بیان میں نے آج دیا ہے' وہ درست ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ٹرین کی آخری دو بوگیاں پلیٹ فارم کے نیچے اتری ہوئی تھیں۔ جب کہ پیچھے سے تیسری بوگی گارڈ انچارج کی بریک وین پلیٹ فارم پر تھی۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ جب گاڑی ربوہ سٹیشن پر کھڑی ہوئی تھی تو کوئی ویکم بریک کھینچی گئی تھی۔ اگر ایک سے زائد ویکم استعمال کئے جائیں تو گاڑی کو چلانے کے لئے سب کو ٹھیک کرنا پڑے گا۔ اور گاڑی چلانے میں زیادہ وقت لگے گا۔ میں نے سنا تھا کہ دو بوگیوں کے درمیان ویکم پائپ الگ کر دیئے گئے تھے۔ جب کہ گاڑی رکی ہوئی تھی۔ ساری گاڑی کے ویکم پائپ الگ کر دیئے گئے تھے۔ یہ درست ہے کہ جب تک سارے ویکم پائپ جوڑ نہ دیئے جائیں' گاڑی نہیں چل سکتی۔ گاڑی کے روانہ ہونے سے ایک منٹ پہلے میں نے سگنل ڈاؤن دیکھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ پھر اپ کر دیا گیا ہو۔ میرے علم میں نہیں کہ سٹیشن ماسٹر نے ڈرائیور کو کلیرنس دے دیا تھا یا نہیں جب کہ وہ گارڈ کو کہہ رہا تھا کہ گاڑی

چلا دو اور وہ ایسا کرنے سے انکار کر رہا تھا کیونکہ اسے یہ اطمینان نہ تھا کہ سب مسافر گاڑی پر دوبارہ سوار ہو چکے ہیں۔

کچھ عورتیں ویٹنگ روم میں موجود تھیں لیکن وہ کوئی نعرے نہیں لگا رہی تھیں۔

آل انڈیا ریڈیو نے ایسوسی ایٹڈ پریس امریکہ کے حوالے سے یہ خبر دی تھی کہ ربوہ کے واقعہ کے بعد تیس جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ اس علم کی بنا پر میں نے آج یہ بیان دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے کسی احمدی کو اس دوران مرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے ہو سکتا ہے کہ اب تک کسی ایک بھی احمدی کی جان ضائع نہ ہوئی ہو۔ میرے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ کسی احمدی نے اپنے گھر پر حملے کے موقع پر فائر کیا ہو اور اس کے نتیجے میں کوئی غیر احمدی حملہ آور زخمی ہوا یا مر گیا ہو۔

گواہ نمبر۲

(آفتاب احمد وارثی)

لاہور۔ ۷ جون (نامہ نگار خصوصی) لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس مسٹر کے ایم صمدانی پر مشتمل تحقیقاتی ٹریبونل نے آج واقعہ ربوہ کے سلسلے میں مزید دو گواہوں کنڈکٹر گارڈ آفتاب احمد وارثی اور گارڈ انچارج نذیر احمد خاں کی شہادت قلمبند کی۔ مسٹر وارثی کی شہادت اور مختلف تنظیموں کے نمائندہ وکلاء کی ان پر جرح آج مکمل ہو گئی جب کہ نذیر احمد خاں پر کل جرح کی جائے گی۔ آج ٹریبونل کے دو اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس ۹ بجے شروع ہو کر ۳۰۔ ۱۲ بجے دوپہر تک جاری رہا جب کہ دوسرا اجلاس ۳ بجے دوپہر سے ۵ بجے شام تک رہا۔ آج جن دو گواہوں کی شہادتیں قلمبند کی گئیں ان کا تعلق وقوعہ کے روز ربوہ سے گزرنے والی ایکسپریس ٹرین پر متعین عملے سے ہے۔ آج دوپہر فاضل عدالت نے گواہ نذیر احمد خاں کا بیان قلمبند کیا جو چناب ایکسپریس کے گارڈ انچارج ہیں۔ نذیر احمد خاں نے فاضل عدالت کے استفسار پر بتایا کہ وہ احمدی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا اس نے بتایا کہ وقوعہ کے روز جب وہ چناب ایکسپریس پر متعین تھا۔ اس نے ربوہ پہنچنے سے قبل کسی قابل ذکر بات کا نوٹس نہیں لیا تاہم واقعہ کے بعد جب اس نے ربوہ پہنچنے سے قبل

واقعات کا جائزہ لیا تو اسے بعض ایسے غیر معمولی واقعات یاد آئے جو سرگودھا اور ربوہ کے درمیان چناب ایکسپریس پر پیش آئے۔ اس ضمن میں گواہ نے بتایا کہ معمول کی مطابق چیف پارسل کلرک گاڑی پر نہیں آتا لیکن وقوعہ کے روز چیف پارسل کلرک (سرگودھا) جو احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے گاڑی پر آیا اور اس نے خاص طور پر اس ڈبے کی طرف دیکھا جس میں نشتر میڈیکل کالج کے طلباء سوار تھے۔ گواہ نے بتایا کہ وہ ہر روز لائل پور سے سرگودھا جانے والی ریل کار جو صبح ۴ بجکر ۱۵ منٹ پر لائل پور سے چل کر ۶ بجکر ۴۵ منٹ پر سرگودھا پہنچتی ہے' پر متعین ہوتا ہے۔ یہ ریل کار نشتر آباد کے ریلوے سٹیشن پر ۱۹ منٹ رکتی ہے تاکہ ۳۰ ڈاؤن سرگودھا ایکسپریس کو جو نشتر آباد میں نہیں رکتی کراس دیا جائے۔ گواہ نے بتایا کہ جس روز ربوہ کا واقعہ پیش آیا' سرگودھا ایکسپریس نشتر آباد کے ریلوے سٹیشن پر رکی۔ نشتر آباد کے سٹیشن ماسٹر داؤد نے جو کہ قادیانی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر منظور احمد کو لاہور جانے والی اس گاڑی میں سوار کرایا۔ گواہ نے واضح کیا کہ سرگودھا ایکسپریس سرگودھا سے براستہ ربوہ' چنیوٹ لاہور جاتی ہے۔ اس کے بعد میں اپنی گاڑی لے کر سرگودھا چلا گیا۔ وہاں سے میں نے چناب ایکسپریس پر سوار ہونا تھا جو کہ اس روز ۳۰ منٹ لیٹ آئی اور اس طرح سرگودھا سے ۵۰ منٹ لیٹ روانہ ہوئی۔ جب میں چناب ایکسپریس پر ۹ بجکر ۲۶ منٹ پر نشتر آباد سے گزرا تو سٹیشن ماسٹر داؤد ڈیوٹی پر تھے۔ مسٹر داؤد پلیٹ فارم پر کھڑے تھے اور وہ سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبے میں اور اس ڈبے میں جس میں نشتر کالج کے طلباء سوار تھے' جھانک رہے تھے۔ گواہ نے کہا کہ وہ طرز عمل کا نوٹس نہ لیتا لیکن موقع پر موجود سپیشل ٹکٹ ایگزا مینر نے مسٹر داؤد سے استفسار کیا کہ وہ کیا چیز تلاش کر رہے ہیں جس پر سٹیشن ماسٹر نے جواب دیا کہ کوئی خاص چیز نہیں۔ گواہ نے بتایا کہ عام حالات میں سٹیشن ماسٹر پلیٹ فارم پر نہیں آتے۔

گواہ نے بتایا کہ جب ریل گاڑی ربوہ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچی تو کسی نے خطرے کی زنجیر کھینچ دی جس کی بناء پر ریل گاڑی پلیٹ فارم پر اپنی معمول کی جگہ سے کچھ فاصلہ پر رک گئی اور اس طرح آخری دو بوگیاں پلیٹ فارم تک نہ پہنچ سکیں۔ گواہ نے بتایا کہ آخری سے پہلی بوگی میں طلباء سوار تھے۔ اس کا اپنا کمرہ انجن سے آٹھواں تھا۔ گواہ

نے کہا جب میں گاڑی سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ آٹھ دس لوگ سیکنڈ کلاس کے ڈبے سے ایک شخص کو گھسیٹ رہے ہیں اور اسے زدوکوب کر رہے ہیں اور یہ وہی بوگی تھی جہاں سے زنجیر کھینچی گئی تھی اور اسی ڈبے میں نشتر آباد کے اسٹیشن ماسٹر مسٹر داؤد نے اندر جھانکا تھا گواہ نے بتایا کہ جب وہ موقع پر گیا تو اتنے لوگ جمع ہو چکے تھے کہ وہ اور کچھ نہ دیکھ سکا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ جس شخص کو زدوکوب کیا جا رہا تھا وہ طالب علم ہے۔ گواہ نے کہا کہ ٹرین کے ایک ڈبے میں موجود ریلوے پولیس سے اس نے رابطہ قائم کیا لیکن وہ موقع پر پہنچنے میں ناکام رہی۔ گواہ نے مزید کہا کہ اسی اثناء میں' میں نے دیکھا کہ ریل گاڑی کے عقب میں لوگوں کی کثیر تعداد اکٹھی ہو چکی تھی اور بعض لوگ طلباء کے ڈبے کی کھڑکیاں توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس موقع پر کافی چیخ وپکار تھی' جس سے اسے موقع کی نزاکت کا احساس ہوا۔ نذیر احمد خاں نے بتایا کہ اس بناء پر اس نے سٹیشن ماسٹر ربوہ سے' جو ربوہ میں خاص بااثر سمجھے جاتے ہیں۔ رابطہ قائم کیا اور انہیں موقعہ کی نزاکت سے آگاہ کیا۔ سٹیشن ماسٹر سیکنڈ کلاس کی بوگی تک گئے اور انہوں نے زخمی طالب علم کو دیکھا۔ گواہ نے کہا جب اس نے سٹیشن ماسٹر سے کہا کہ سیکورٹی فورس اور پولیس یا ایس پی لائل پور اور ایس پی جھنگ کو واقعہ کی اطلاع دی جائے تو انہوں نے ایسا نہ کیا۔ گواہ نے بتایا کہ سٹیشن ماسٹر کا نام سمیع تھا اور وہ قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ گواہ نے کہا کہ اس کے بعد میں نے سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں کنٹرول فون اٹھایا اور کنٹرولر لائل پور کو واقعہ کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ وہ جو کچھ اس واقعہ کے سلسلہ میں کر سکتے ہیں' کریں۔ جس پر کنٹرولر نے یقین دلایا کہ جو کچھ ممکن ہو گا' وہ کریں گے۔ جب میں طلباء کی بوگی تک گیا تو میں نے دیکھا کہ بوگی کی کھڑکیاں ٹوٹ چکی ہیں اور کچھ طلباء کو جو بوگی کے اندر اور کچھ کو اندر سے باہر کھینچ کر مارا پیٹا جا رہا ہے۔ اس کے بعد میں بھاگ کر دوبارہ سٹیشن پر آیا اور کنٹرولر سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے بعد میں اپنی بوگی کی طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ بعض لوگوں نے یہ شک کرتے ہوئے کہ کسی طالب علم نے میری بوگی میں پناہ لی ہے اس کی کھڑکیاں توڑ دیں بعد ازاں معلوم ہوا کہ میری غیر حاضری میں ایک زخمی طالب علم نے میرے ڈبے میں پناہ لے کر دروازہ بند کر لیا تھا اور

بوگی کی کھڑکیاں اس طالب علم کو باہر کھینچنے کے لئے توڑی گئی تھیں۔ گواہ نے اس مرحلہ پر بتایا کہ ٹکیج گارڈ جو قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے' نے بھی سٹیشن ماسٹر کی طرح اس سے تعاون کرنے سے معذوری ظاہر کی اور یہ کہہ کر میرا سامان چوری ہو جائے گا' اپنی ڈیوٹی پر واپس چلا گیا حالانکہ سامان کو تالا لگا ہوتا ہے اور اس کی چوری کے امکانات نہیں ہوتے۔ گواہ نے بتایا کہ ۳۰۔ ۱۰ بجے جبکہ پلیٹ فارم پر ٹرین کو کھڑے ۲۵ منٹ گزر چکے تھے۔ سٹیشن ماسٹر نے مجھ سے گاڑی چلانے کو کہا جس پر میں نے کہا کہ ان حالات میں جبکہ گاڑی کا ویکم کھینچا ہوا ہے اور طالب علموں کے پورے ہونے کی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی جاتی' میں گاڑی نہیں چلا سکتا۔ گواہ نے بتایا کہ جب وہ طلباء کی بوگی سے کنٹرول روم کی طرف گیا تو پناہ لینے کے لئے ایک زخمی طالب علم اس کے ساتھ آگیا' اس کے جسم پر بنیان تک نہ تھی اور اس کی شلوار پھٹی ہوئی تھی اور اس کے جسم پر تشدد کے نشانات موجود تھے۔ گواہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ دس بجے پھر سٹیشن ماسٹر نے دوبارہ اصرار کیا کہ گاڑی چلا دی جائے اس سے قبل جب میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں بیٹھا تھا تو دو اشخاص آئے اور انہوں نے سٹیشن ماسٹر سے بات چیت کی۔ تاہم میں نے گاڑی چلانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ واقعہ کے بارے میں موقع پر ہی مقدمہ درج کیا جا سکے۔ لیکن کنٹرولر سے جب رابطہ قائم کیا گیا تو اس نے کہا کہ گاڑی چلا دی جائے۔ چونکہ ربوہ میں بروقت طبی امداد نہیں دی جا سکتی۔

گواہ نے بتایا کہ جب وہ پلیٹ فارم پر واپس گیا تو وہاں کوئی شرپسند موجود نہ تھا۔ چونکہ انہیں ربوہ کے بعض بااثر لوگوں نے پرے ہٹا دیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے یہ دیکھا کہ طلباء کا سامان ان کی ٹوٹی ہوئی کراکری اور ان کی دیگر چیزیں پلیٹ فارم پر بکھری پڑی تھی۔ گواہ نے مزید بتایا کہ وہ زخمی لڑکے اپنے ساتھ لے آیا اور ٹرین کے ویکم کو درست کیا۔ اس نے مزید بتایا کہ اس کے بعد میں نے ٹرین میں موجود طلباء کی صحیح تعداد کے بارے میں استفسار کیا اور ان کے زخموں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کتنے طلباء زخمی ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ چھ طلباء انتہائی زخمی حالت میں تھے جن میں سے دو بے ہوش تھے۔ طلباء نے اپنی صحیح تعداد بتانے سے معذوری کا اظہار

کیا اور کہا کہ پشاور روانگی کے وقت ان کی تعداد ۱۵۰ تھی لیکن واپسی پر بعض طلباء اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے ہر ڈبے میں آواز دی تاکہ کسی ڈبے میں کوئی زخمی ہو تو اسے باہر بلایا جا سکے۔ ایک ڈبے میں سے دو زخمی طلباء باہر آئے جنہیں میں نے اپنے ڈبے میں سوار کیا اور گاڑی چلانے کے لئے سگنل دیا۔ ربوہ سے دو میل دور ایک زیر مرمت پل کے قریب جب گاڑی رکی تو میں نے اپنے ابتدائی طبی امداد کے بکس کی مدد سے طلباء کو ابتدائی طبی امداد دی۔ چنیوٹ پہنچنے پر چنیوٹ کے چیف کنٹرولر کو واقعہ کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔ لائل پور میں زخمی طلباء کی مکمل طبی امداد کا انتظام کیا گیا' اور وہاں پر ڈاکٹروں کا بھی انتظام کیا گیا۔ گواہ نے بتایا کہ لائل پور پہنچنے پر ان زخمیوں کو جن کی حالت بہت نازک تھی' ان کو آکسیجن دی گئی۔ اسٹیشن پر ڈپٹی کمشنر اور ایس پی بھی موجود تھے۔ اس کے علاوہ عوام کی کثیر تعداد بھی موجود تھی جو کہ نعرہ بازی کر رہی تھی۔ ان لوگوں کے پاس لاؤڈ سپیکر بھی تھے۔ (نوائے وقت ۸ جون ۱۹۷۴ء)

۷ جون کی کارروائی سے متعلق اجمالی خبر جو اخبارات کو ٹریبونل نے جاری کی' یہ ہے۔

لاہور۔ ۷ جون لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل ربوہ کے واقعہ کے تحقیقاتی ٹریبونل کے آج دو اجلاس ہوئے جس میں دوسرے گواہ کا بیان قلم بند کیا گیا' ٹریبونل تیسرے گواہ کا بیان قلم بند کر رہا تھا کہ سماعت کل پر ملتوی کر دی گئی' سماعت کے اختتام پر جاری ہونے والے ایک پریس نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ سماعت کا پہلا دور آج صبح نو بجے شروع ہوا۔ جس میں دوسرے گواہ پر جرح شروع کی گئی۔ صبح کا دور دوپہر ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہا۔ سہ پہر تین بجے دوبارہ کارروائی شروع ہوئی۔ جس کے دوران دوسرے گواہ پر جرح مکمل ہو گئی۔ اور جزوی طور پر تیسرے گواہ پر جرح کی گئی۔ جس کے بعد سماعت کل سہ پہر پانچ بجے تک کے لئے ملتوی ہو گئی۔ آج کیو ایم سلیم ایڈووکیٹ ٹریبونل کے روبرو پیش ہوئے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے کارروائی میں شریک ہونے کی درخواست کی' جو منظور کر لی گئی۔ عوام الناس کی جانب سے بعض وکلاء کی درخواست پر اخباری نمائندوں کو بتایا گیا کہ وہ موجودہ قانون کے تحت گواہوں کے

بیانات پوری آزادی کے ساتھ شائع کر سکتے ہیں تاہم ٹریبونل اپنے پریس نوٹ جاری کرتا رہے گا۔ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کو ہدایت کی گئی کہ وہ ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر زخمی ہونے والے طلباء کے بارے میں طبی رپورٹیں کارروائی میں حصہ لینے والے وکلاء کو مہیا کریں۔ ہمارے اسٹاف رپورٹر کی اطلاع کے مطابق نشتر میڈیکل کالج کے زخمی طلباء جواب صحت یاب ہو چکے ہیں۔ تحقیقاتی عدالت کے سامنے بیان دینے کے لئے کل ۸ جون کو لاہور روانہ ہوں گے۔ (نوائے وقت ۸ جون ۱۹۷۴ء)

مسٹر اسماعیل قریشی کی جرح کے جواب میں

حملہ آور جنہوں نے طلبہ کی بوگی پر حملہ کیا تھا۔ طلبہ کی تعداد سے ۲ سے تین گنا تھی۔ اس لئے یہ سینکڑوں میں تھے۔ حملہ آوروں کے علاوہ بہت سے تماشائی بھی سٹیشن پر تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حملہ آور اور تماشائی تین ہزار کے قریب تھے۔ سٹیشن پر جو نعرے لگ رہے تھے' ان سے خیال ہے کہ تمام حملہ آور احمدی تھے۔

اعجاز حسین بٹالوی کی جرح ۔۔۔ کے جواب میں

جب مجمع احمدیت زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا میرے پاس سے گزرا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے۔ اس وقت انہوں نے کہا یہ احمدیت کی لڑائی ہے۔ لوگ جو پل پر کھڑے تھے انہوں نے بھی کہا "یہ احمدیت کی لڑائی ہے" فسادیوں نے حملے کے بعد بھنگڑا بھی ڈالا جب کہ وہ نعرے لگا رہے تھے۔ کوئی بیس پچیس یا بائیس طلبہ پنڈی سٹیشن پر فرسٹ کلاس کے ڈبے میں بیٹھے تھے۔ میں انہیں خود ان کے چہرے سے طالب علم کے طور پر خیال کر رہا تھا۔ پہلے وہ میرے ساتھ بحث کرتے رہے لیکن میرے زور دینے پر انہوں نے فرسٹ کلاس کا ڈبہ چھوڑ دیا۔

جناب رفیق احمد باجوہ کی جرح کے جواب میں

ربوہ کے قریبی سٹیشن ایک طرف لالیاں اور دوسری طرف چنیوٹ ہیں۔ دونوں ربوہ سے بذریعہ ٹیلیفون منسلک ہیں زیادہ تر حملہ آور ۱۶ سے ۳۵ سال کی عمر تک کے تھے۔

بھنگڑا ڈالنے والوں میں وہ لوگ شامل نہیں تھے جو بعد میں نمودار ہوئے اور انہوں نے مجمع اور ٹرین کو کنٹرول کیا۔

جب میں ایم ایم عثمان کی سیٹ بک کر کے فارغ ہوا تو میں نے شور و شغب پلیٹ فارم پر سنا تھا۔ شور اونچی آواز سے ہو رہا تھا۔ جو طلبہ مار کھا رہے تھے وہ کہہ رہے تھے بچاؤ' بچاؤ۔

میں نے لائل پور سٹیشن پر زیادہ دیر گاڑی کھڑی ہونے کی وجہ نہ پوچھی کیونکہ یہ میرا مسئلہ نہیں اگر کسی وجہ سے ویکیوم پائپ کٹ جائے تو گاڑی کو جھٹکا لگتا ہے۔ جب گاڑی کو کوئی حادثہ پیش آ جائے گاڑی سٹیشن سے گزر رہی ہو تو یہ سٹیشن ماسٹر کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہ حادثے کی اطلاع متعلقہ افسران کو دے۔ میں نے طلبہ کا سامان بکھرا ہوا پایا۔ اس لائن پر پانچ سالہ سروس کے دوران میں نے ایسا کوئی واقعہ نہیں دیکھا۔

ایم انور صاحب کی جرح کے جواب میں

ربوہ سے پہلے سٹاپ لالیاں تھا۔ لالیاں سے ربوہ پہنچنے میں اندازاً" دس منٹ لگتے ہوں گے۔ ریلوے پولیس نے شرپسندوں کو پکڑنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ ان کو روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ صرف تین کانسٹیبل تھے۔ یہ وہی تھے جو ٹرین کے ساتھ تھے باہر سے پولیس کی کوئی امداد وقوعہ کے وقت نہیں پہنچی۔ اس مجمع میں سے سبھی کے ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ آلہ ضرب تھا جس سے طلبہ پیٹے جا رہے تھے۔ کسی نے ان کو بچانے کی کوشش نہ کی۔ ساری کارروائی (حملہ) یکطرفہ تھی' طلبہ اس دن بالکل خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔ پرامن تھے۔ انہوں نے کسی کو مشتعل نہ کیا۔ بلکہ جب ان پر حملہ ہوا تو انہوں نے مزاحمت نہ کی۔ اس دن وہ بالکل Below Normal تھے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ عام طور پر طلبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ شرارتیں کرتے ہیں لیکن اس دن وہ کوئی شرارت نہیں کر رہے تھے۔ گاڑی لالیاں سٹیشن پر روکی جا سکتی تھی۔ اگر ربوہ سٹیشن پر کسی گڑبڑ کی اطلاع بروقت لالیاں دی جاتی۔ نہ صرف پلیٹ فارم بلکہ اسکے پیچھے برآمدہ اور خواتین کا ویٹنگ روم بھی لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب گاڑی جا رہی تھی تو

حملہ آور طنز کر رہے تھے۔

۸ جون کی کارروائی

گواہ نمبر 3

لاہور ۸ جون (نامہ نگار خصوصی) لاہور ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل تحقیقاتی ٹربیونل نے آج چناب ایکسپریس کے گارڈ انچارج نذیر احمد خاں کا بیان بھی جو کہ گذشتہ روز نامکمل رہ گیا تھا' قلمبند کیا۔ مختلف تنظیموں کے نمائندہ وکلاء نے ان دو گواہوں پر جرح بھی کی' آج بھی ٹربیونل کے دو اجلاس ہوئے' گارڈ انچارج نے آج صبح اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ حادثہ سے اگلے روز جب اسے ربوہ طلب کیا گیا تو وہاں ریلوے سٹیشن پر پولیس انسپکٹر نے اس کے اور دیگر عملہ کے بیانات قلمبند کیے۔

گواہ نے بتایا کہ اس نے وہ موقعہ بھی دیکھا' جہاں پر گذشتہ روز نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کو زدو کوب کیا گیا تھا۔ پلیٹ فارم پر شیشے اور ٹوٹی ہوئی کراکری کے بہت چھوٹے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ جب کہ خون کے دھبے مٹا دیئے گئے تھے' جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ پلیٹ فارم پر موجود تشدد کے نشانات مٹانے کی کوشش کی گئی ہے تاہم پلیٹ فارم سے کچھ فاصلہ پر ایک مقام پر خون کے دھبے صاف طور پر نظر آ رہے تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ تشدد کے نشانات مٹانے کی کوششیں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکیں۔ گواہ نے انکشاف کیا کہ واقعہ کے روز نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر حملہ کرنے والے لوگوں کی تعداد ۵۰۰ کے لگ بھگ تھی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے افراد جن میں خواتین کی کثیر تعداد بھی شامل تھی اور جو مسافر نہ تھے' پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ گواہ نے کہا کہ اس کے اندازے کے مطابق پلیٹ فارم پر تین ہزار کے لگ بھگ لوگ موجود تھے۔ گواہ نے کہا کہ اس نے ابتدائی طور پر آٹھ دس افراد کو جو چمڑے کی پیٹیوں' آہنی پائپوں' لاٹھیوں اور ہاکیوں سے مسلح تھے۔ پلیٹ فارم پر ایک طالب علم کو زدو کوب کرتے دیکھا۔ مزید برآں جس ہجوم نے پلیٹ فارم سے پرے کھڑے ہوئے طلباء کی بوگی پر حملہ کیا' وہ مذکورہ چیزوں کے علاوہ سائیکل کے چینوں سے بھی لیس تھا۔

گواہ نے کہا کہ اس نے جن زخمی طلباء کے ناموں کا اندراج کیا' وہ یہ ہیں۔
عبدالرحمٰن' محمد انور' ارباب عالم' رفعت باجوہ' منصور اسلم' عبدالخالق اور خالد اختر ہیں' گواہ نے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفٰی بخاری کے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ربوہ سٹیشن پر جو ہجوم تھا وہ خلاف معمول تھا اور اس نے اس ریلوے سٹیشن پر اتنا ہجوم کبھی نہیں دیکھا۔ گواہ نے بتایا کہ پلیٹ فارم پر کثیر تعداد میں خواتین بھی موجود تھیں اور ان میں سے ایک خاتون نے سپیشل ٹکٹ ایگزا مینر صدیق احمد کو دھکے دیتے ہوئے کہا "چلیں احمدیت کا حق ادا کریں" قبل ازیں فاضل عدالت کے استفسار پر گواہ نے وہ نعرے بتائے جو اس نے ربوہ اسٹیشن پر سنے تھے ان میں احمدیت زندہ باد' احمدیت کا حق ادا کرو' کے نعرے شامل ہیں۔ گواہ نے بتایا عورتیں گالیاں بھی دے رہی تھیں۔

گارڈ انچارج نذیر احمد نے جرح کے دوران یہ بھی بتایا کہ پلیٹ فارم پر بعض لوگ بھنگڑا ڈال رہے تھے۔ اس نے تسلیم کیا کہ عام طور پر یہ ناچ خوشی کا اظہار کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

گواہ نے مقامی انجمن احمدیہ کے ربوہ کے نمائندہ وکیل مسٹر اعجاز حسین بٹالوی کی جرح کے جواب میں اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا کہ اسٹیشن ماسٹر ربوہ عبدالسمیع دل کا مریض ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس خواہش کے باوجود پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے والے مشتعل ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے مدد حاصل کی جائے۔ اس نے ربوہ کے پولیس آفس کو فون نہیں کیا اور ٹرین کے ساتھ ریلوے پولیس کے تین آدمیوں کو جو اس کے ماتحت تھے پولیس چوکی سے مدد لانے کے لئے نہیں بھیجا۔ گواہ نے بتایا کہ اس کے اندازے کے مطابق راولپنڈی اور ملتان کے مابین کم فاصلہ براستہ لائل پور ہے۔

مسٹر اعجاز حسین بٹالوی کی جرح کے دوران گواہ نے یہ بھی کہا کہ وہ مذہبی کتابیں یا دوسرے رسالے نہیں پڑھتا۔ گواہ نے اس امر سے لاعلمی کا اظہار کیا کہ لائل پور کی زرعی یونیورسٹی پر طلباء نے اس لئے قبضہ کر لیا تھا کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ احمدی طلباء کے لئے علیحدہ میس اور رہائش کا انتظام کیا جائے۔

گواہ پر جرح مکمل ہونے کے بعد مقامی انجمن احمدیہ ربوہ کے نمائندہ وکیل مسٹر اعجاز

حسین بٹالوی نے فاضل عدالت سے درخواست کی کہ چونکہ اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے بعض افراد مقید ہیں۔ اس لئے وہ واقعہ ربوہ کے بارے میں مکمل معلومات اور ہدایات حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ فاضل عدالت نے انکشاف کیا کہ مسٹر بٹالوی نے اس ضمن میں تحریری درخواست بھی دی ہے کہ انتظامیہ انہیں ان زیر حراست افراد سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت دے۔ تاہم فاضل عدالت نے' جب تک کہ زیر حراست افراد کے نام اور کوائف ٹربیونل کے سامنے پیش نہیں کئے جاتے' درخواست پر فیصلہ ملتوی کر دیا۔

گواہ نمبر ۴ (صدیق احمد)

چناب ایکسپریس کے عملہ سے تعلق رکھنے والے چوتھے گواہ سپیشل ٹکٹ ایگزامینر صدیق احمد نے ٹربیونل کے سامنے اپنی شہادت قلمبند کراتے ہوئے بتایا کہ وہ قادیانی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ وہ سرگودھا سے لے کر شورکوٹ تک بطور سپیشل ٹکٹ ایگزامینر چناب ایکسپریس پر متعین ہے۔ اس نے بتایا کہ واقعہ ربوہ کے روز سرگودھا ریلوے سے جب چناب ایکسپریس روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے چیف پارسل کلرک عبداللہ جو قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے کو گاڑی کے کبھی ایک ڈبے اور پھر دوسرے ڈبے میں جھانکتے ہوئے دیکھا۔ اس سے جب استفسار کیا گیا کہ وہ کیا ڈھونڈ رہا ہے تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس طرح نشتر آباد ریلوے سٹیشن پر جب گواہ ٹکٹ چیک کر رہا تھا تو اس نے سٹیشن ماسٹر جو قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے' کو خلاف معمول پلیٹ فارم پر گھومتے پھرتے دیکھا۔ گواہ نے کہا جب گاڑی ربوہ پہنچی تو وہ سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبے سے ٹکٹس چیک کر کے جب باہر نکلا تو ریلوے سٹیشن کی عمارت سے پندرہ مسلح افراد جو ہاکیوں' پائپوں والی پیٹیوں' ڈنڈوں' ریلوے لائن سے اٹھائے گئے پتھروں اور آہنی پائپوں سے لیس تھے' ان میں سے آٹھ افراد بڑے سیکنڈ کلاس ڈبے میں داخل ہوئے۔ وہ ایک طالب علم کو بالوں سے گھسیٹ کر باہر لائے۔ باہر ان پندرہ سولہ افراد نے طالب علم کو زدو کوب کرنا شروع کر دیا۔ اس لڑکے نے منت سماجت کرنا شروع کر دی۔ میں نے موقعہ پر جا کر سختی

سے کہا کہ اس لڑکے کو کیوں زدو کوب کیا جا رہا ہے تو ان میں شامل ایک شخص نے مجھے زبردست ٹھوکر مار دی جس کا زخم اب بھی میری بائیں ٹانگ پر موجود ہے۔ گواہ نے فاضل عدالت کو یہ زخم دکھایا جو بائیں ٹانگ کے نچلے حصہ پر موجود تھا۔ گواہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ لڑکا شور مچا رہا تھا "بچاؤ بچاؤ" لیکن یہ لوگ اسے سختی سے مار رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ توبہ کر۔ لڑکا بدستور چلاتا رہا اور اس نے پانی مانگا۔ اسی اثنا میں سٹیشن ماسٹر جو سٹیشن کی عمارت کی طرف سے آ رہا تھا۔ میں نے کہا سمیع صاحب' خدا کا واسطہ ہے' اس لڑکے کو انسان سمجھ کر ہی چھڑا دیجئے۔ یہ آپ کی اولاد ہے۔ تاہم سٹیشن ماسٹر نے معذوری کا اظہار کیا۔ اس اثناء میں نذیر احمد گارڈ انچارج نے بھی سٹیشن ماسٹر پر زور دیا کہ کوئی قدم اٹھائیں۔ گواہ نے بتایا کہ گارڈ انچارج نے کنٹرول روم سے کنٹرولر کو واقعہ کی اطلاع دی اور ہدایات مانگیں۔ جب گواہ نے بتایا کہ جب وہ سٹیشن ماسٹر اور گارڈ انچارج کے ساتھ کمرے سے باہر نکلنے لگے تو اس وقت ایک طالب علم اندر داخل ہوا اس نے صرف شلوار پہن رکھی تھی اور وہ زخمی حالت میں تھا۔ اس نے طبی امداد کی خواہش ظاہر کی۔ اس مرحلہ پر گارڈ انچارج ابتدائی طبی امداد دینے کے لئے اس طالب علم کو ساتھ لے گیا۔ گواہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا میں خود سٹیشن کے برآمدے میں کھڑا رہا جب کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اشتعال دلا رہی تھی۔ جب میں نے پیچھے دیکھا تو ایک بوڑھی عورت مجھے انگلی سے دھکیل رہی تھی اور وہ کچھ کہہ رہی تھی جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ اس مرحلہ پر مجھے احساس ہوا کہ میرا کوئی بھی ساتھی اردگرد نہیں ہے اور میرے اردگرد مشتعل ہجوم ہے لہٰذا میں گارڈ انچارج کی وین کی طرف بڑھا۔ میں نے یہ بھی نوٹ کیا کہ گاڑی کے آخر میں اچھا خاصا ہجوم اکٹھا ہو چکا ہے اور چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی ہیں۔ میں اس طرف بڑھا تو دیکھا کہ طلباء کی بوگی بالکل چکنا چور ہو چکی ہے۔ متعدد طلباء زخمی ہیں اور ان کا سامان اور ٹوٹی ہوئی کراکری ڈبے کے سامنے بکھری پڑی ہے اور میں نے دیکھا کہ تین طلباء بے ہوش ہیں۔ اس کے بعد میں گارڈ انچارج کی بریک میں چلا گیا۔ اتنے میں دوبارہ شور بلند ہوا جس سے خدشہ پیدا ہوا کہ دوبارہ حملہ ہونے والا ہے۔ باہر نکل کر دیکھا تو پل کی طرف سے حملہ آور لوگ بھنگڑا ڈالتے ہوئے آ رہے تھے۔ جب

یہ لوگ ہماری بریک وین کے سامنے سے گزر گئے تو میں نے اور گارڈ نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی چلانے کو کہا تاہم اس نے کچھ نہ کیا۔ تاہم گارڈ انچارج سے بات کے بعد لائل پور میں کنٹرولر نے سٹیشن ماسٹر سے فون پر بات کی اور ہدایات دیں۔ جس کے بعد گاڑی چلائی گئی۔ اس کے بعد گواہ نے بتایا کہ وہ چنیوٹ رکنے کے بعد لائل پور پہنچے' جہاں معمول سے زیادہ ہجوم تھا۔

جرح کے دوران سپیشل ٹکٹ ایگزا مینر صدیق احمد نے بتایا کہ ٹرین میں طلباء کے ڈبہ پر حملہ کے وقت وہ وہاں موجود تھا انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے طلباء پر حملہ کیا تھا وہ چاقو' لوہے کی سٹک سے مسلح تھے۔ ایک کے ہاتھ میں تلوار بھی دیکھی تھی۔ بار ایسوسی ایشن کے وکیل کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ حملہ کرنے والوں اور اسٹیشن پر موجود افراد کی تعداد پانچ چھ ہزار کے قریب تھی۔ ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ حملہ آور نے "احمدیت کی جے" کے نعرے بھی لگائے تھے۔

سوال ۔ کیا اور نعرے بھی لگائے گئے؟

جواب۔ جی ہاں وہ " احمدیت زندہ باد" اور " محمدیت مردہ باد" کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری کی جرح کے دوران گواہ نے بتایا کہ ربوہ اسٹیشن کے پل پر عورتیں اور بچے موجود تھے اور وہ بھی نعرے لگا رہے تھے۔ پاکستان مسلم لیگ کے وکیل مسٹر کرم الٰہی بھٹی کے سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ ایک طالب علم نے پانی مانگا تھا اور ایک بزرگ نے کہا تھا کہ اس سے یہ سلوک کرو۔ اس کی عمر ۵۰ سال تھی۔ رنگ گورا اور چھوٹی داڑھی تھی۔ اگر سامنے آئے تو شناخت کر سکوں گا۔ ایک اور سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ عوامی کرتا شلوار پہنے ایک موٹا سا آدمی حملہ آوروں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ ایک اور سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ اس کے نتیجہ میں طلباء کی بوگی میں خون گرا تھا اور پلیٹ فارم پر اس کے نیچے دس' پندرہ گز تک بہا ہوا خون میں نے خود دیکھا تھا۔ جماعت احمدیہ کے وکیل مسٹر اعجاز حسین بٹالوی کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ شرپسند ایک طالب علم کو طلباء کے ڈبے سے

نکال کر چار پانچ منٹ تک زدو کوب کرتے رہے۔ گواہ نے کہا کہ وہ پیچھے چلا گیا تھا۔ اس لئے اسے یہ نہیں معلوم کہ چار پانچ منٹ کے بعد حملہ آوروں نے اس کو چھوڑ دیا تھا یا نہیں۔ ایک اور سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ اس نے انسپکٹر پولیس کو زخمی ہونے کی اطلاع دی تھی مگر اس کا ڈاکٹری معائنہ نہیں کیا گیا۔

ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا یہ سیکنڈ کلاس کا ڈبہ اس سے مختلف تھا جس سے میں نیچے اترا تھا۔ یہ بڑا تھا اور اسٹیشن کی عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ سب حملہ آور ایک طالب علم کو مار رہے تھے۔ وہ بچارا گر گیا۔ وہ منتیں کر رہا تھا کہ نہ ماریں۔ میں موقع پر پہنچا اور شرپسندوں سے سختی سے پوچھا کہ وہ کیوں مار رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ مر جائے گا۔ تو حملہ آوروں میں سے ایک نے مجھے بائیں ٹانگ پر ٹھڈا مارا۔ اس مرحلے پر گواہ نے زخم کا نشان دکھایا۔ زخم ابھی ٹھیک نہیں ہوا تھا۔ اس زخم سے خون سم رہا تھا۔ لڑکا مدد کے لئے پکار کر رہا تھا اور حملہ آور اسے کہہ رہے تھے کہ توبہ کرو۔ اور ساتھ مارتے رہے۔ مارنے والوں میں سے ایک نے اسے کہا کہ تم مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہو۔ لڑکے نے جواب نہ دیا بلکہ مدد کے لئے پکارتا رہا۔ وہ تقریباً بے ہوش ہو گیا۔ اس نے پانی مانگا۔ ان حملہ آوروں میں سے ایک معمر شخص نے کہا کہ اس کے منہ میں پیشاب کرو۔ میں نے دیکھا کہ سٹیشن ماسٹر سٹیشن کی عمارت سے اس ڈبے کی طرف آ رہا تھا' میں نے اسے کہا کہ اس لڑکے کو انسان سمجھ کر ہی چھڑا دو۔ اس نے کہا کہ وہ بے بس ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ گارڈ انچارج نذیر احمد خاں سٹیشن ماسٹر کو عمارت کی طرف بلا رہا تھا تاکہ متعلقہ افسروں کو اطلاع دیں۔ میں نے سٹیشن ماسٹر کو اپنا زخم دکھایا۔ جس پر اس نے اپنا ہاتھ مجھے دکھایا اور کہا وہ بھی مضروب ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ پر خون تو دیکھا لیکن کوئی زخم نہ تھا۔ پھر سٹیشن ماسٹر اور میں دفتر سٹیشن ماسٹر میں داخل ہوئے۔ پہلے نذیر احمد پھر سٹیشن ماسٹر کمرے میں داخل ہوئے۔ سٹیشن ماسٹر نے فون اٹھایا مگر کسی کو نہ بلایا اور فون رکھ دیا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اس کے بعد نذیر احمد نے فون اٹھایا اور کنٹرولر لائل پور سے کنٹرول لائن پر بات کی۔ انہوں نے کنٹرولر کو بتایا کہ چار پانچ سو مسلح آدمیوں نے گاڑی پر حملہ کر دیا ہے۔ بے شمار لوگ زخمی پڑے ہیں' ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ اس کے

بعد ہم تینوں واپس آ گئے اس وقت ایک لڑکا اندر داخل ہوا۔ جس کے جسم پر شلوار کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس کا سارا جسم زخمی تھا۔ اس کے سر اور کان سے خون بہہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے دانت ٹوٹ چکے تھے۔ منہ پر خون ہی خون تھا۔ وہ ایک سٹول پر بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھے فرسٹ ایڈ کریں۔ اس کو چوہدری نذیر احمد باہر لے کر آئے اور بریک کی طرف چلے گئے۔ میں برآمدے میں کھڑا ہو گیا تمام سٹیشن ' ویٹنگ روم اور برآمدے سب عورتوں مردوں سے بھرے ہوئے تھے۔ وہیں میں نے دیکھا کہ ایک عورت لوگوں کو اشتعال دلا رہی تھی کہ بڑھو احمدیت کا حق ادا کرو۔ وہاں احمدیت زندہ باد' محمدیت مردہ باد اور جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے' وہ کتیوں اور سورنیوں کی اولاد ہیں' کے نعرے سنے۔ تیسرے درجے کے مسافر خانے میں میں نے اپنی پشت پر ایک انگلی لگتے محسوس کی میں نے دیکھا کہ ایک معمر عورت دھکیل رہی تھی جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ میں یہ محسوس کرتے ہوئے کہ میں تنہا ہوں' گارڈ کی وین کی طرف چل دیا۔

گواہ نمبر۵ (شریف خاں)

انجن ڈرائیور شریف خاں نے عدالت کے روبرو بیان دیتے ہوئے کہا کہ ۲۹ مئی کو لالہ موسیٰ سے لائل پور چناب ایکسپریس پر متعین تھا۔ گاڑی جب ربوہ اسٹیشن میں داخل ہو رہی تھی تو پلیٹ فارم پر آدمیوں کا ہجوم تھا اور پلیٹ فارم کے مخالف سمت بھی آدمی تھے۔ گواہ نے کہا کہ پلیٹ فارم کی مخالف سمت پر ۲۰ یا ۲۵ آدمی تھے لیکن پلیٹ فارم پر ۲۵۰ ۔ ۳۰۰ کے قریب آدمی تھے۔ گواہ نے بتایا کہ جب ٹرین سٹیشن کی عمارت سے آگے پہنچی تو خطرے کی زنجیر کھینچی گئی جس کی وجہ سے انجن دوسرے بورڈ سے ڈیڑھ بوگی کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا گواہ نے بتایا کہ گاڑی کھڑی ہونے کے بعد میں نے گارڈ انچارج کی اطلاع کے لئے سیٹی بجائی تاکہ وہ جان سکے اور فائر مین کو زنجیر چیک کرنے کے لئے بھیج دیا۔

گواہ نے بتایا کہ جب میں نے گھوم کر دیکھا تو اسٹیشن کی عمارت سے کچھ لوگ نکل کر بھاگے جا رہے تھے' انجن کے آگے کی سمت سے بھی لوگ آ رہے تھے اور دوسری

سمت سے آبادی کے لوگوں کو بھی بھاگتے ہوئے آتے دیکھا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اسٹیشن کی عمارت میں کوئی ہنگامہ ہو گیا ہے' گواہ نے بتایا کہ وہ انجن چھوڑ نہیں سکتا تھا اس لئے واٹر مین کو فائر مین کو دیکھنے کے لئے بھیجا' گواہ نے بتایا کہ فائر مین نے آکر بتایا کہ کچھ لوگ میڈیکل کالج کے طلباء کو بوگی سے اتار اتار کر مار رہے ہیں' گواہ نے بتایا کہ فائر مین نے کہا کہ گارڈ انچارج نے کہا ہے کہ یہاں جھگڑا ہو گیا ہے' جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا گاڑی نہیں چلاؤں گا' گواہ نے بتایا کہ پانچ چھ لڑکے انجن کی طرف بھی آئے اور دریافت کیا کہ یہاں طالب علم تو نہیں چھپے ہوئے ہیں گواہ نے بتایا کہ ۴۵ - ۱۰ منٹ پر لائن کلیر ہونے کی اطلاع ملی- ۴۶ - ۱۰ پر میں نے وسل دی اور ۴۸ - ۱۰ پر سگنل ملا اور میں نے گاڑی چلا دی' گواہ نے بتایا کہ اس دوران مجھے بتایا کہ ہنگامہ ہو گیا ہے میں صرف شور سن سکتا تھا' گواہ نے بتایا کہ لائل پور اسٹیشن پر ہر جگہ پولیس موجود تھی- وہاں دوسرے ڈرائیور نے مجھ سے چارج لیا' اور لوکو انسپکٹر مجھے رننگ روم میں لے گیا جہاں اس نے میرا بیان لیا' لیکن مجھے نیند آ رہی تھی- مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کیا بیان دیا' اسی دن شام کو میں رچنا ایکسپریس سے لاہور واپس آگیا' جہاں مجھے ربوہ پہنچ کر بیان دینے کی ہدایت کی گئی- جماعت اسلامی کے وکیل ایم انور بار ایٹ لاء کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ ربوہ اسٹیشن پر ٹرین آنے کے دو منٹ بعد سگنل گرایا گیا تھا' مگر گیٹ کراسنگ پر گیٹ مین نے سگنل اٹھا دیا- اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ جب پہلی بار سگنل گرا تھا اس کو لائین کلیر ہونے کی اطلاع نہیں ملی تھی' گواہ نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ فائر مین اور واٹر مین نے مجھے بتایا تھا کہ اسٹیشن پر ہنگامہ ہو گیا ہے کہ لوگ پیٹیوں اور ڈنڈوں سے طلباء کو مار رہے ہیں اور دو تین طلبہ زخمی ہو چکے ہیں' گواہ پر جرح جاری تھی کہ عدالت کی کارروائی پیر تک کے لئے ملتوی ہو گئی- (نوٹ = ۹ جون کو چھٹی تھی)

۱۰ جون کی کارروائی

لاہور۔ ۱۰ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے سلسلہ میں مقرر کردہ ٹربیونل نے آج کے گواہوں سمیت کل نو گواہوں کے بیانات مکمل کر لئے۔ آج انجن ڈرائیور شریف خاں کا بیان مکمل کیا گیا اور اس پر وکلاء نے جرح کی جب کہ ٹربیونل جج' جسٹس کے ایم اے صمدانی نے تین نئے گواہوں فائر مین غلام مصطفیٰ' لیول کراسنگ کے گیٹ مین شکر دین' جمعدار یونس مسیح اور ریلوے کانسٹیبل کالے خاں کے بیانات قلمبند کئے' آج سماعت شروع ہوئی تو مختلف سیاسی جماعتوں کی طرف سے پیش ہونے والے وکلاء نے درخواست کی کہ احمدیہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو عدالت میں طلب کیا جائے کیونکہ انہوں نے ایسے اخباری بیان جاری کئے ہیں جو اس عدالت کی کارروائی میں مداخلت ڈالنے کے مترادف ہیں۔ مزید برآں یہ بھی کہا گیا کہ ایسا اخباری بیان جاری کر کے اور اسے شائع کر کے مرزا ناصر نے توہین عدالت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر فاضل جج نے کہا کہ اس مسئلہ پر کسی وقت الگ بحث کی جائے گی۔

مسٹر شباب مفتی' ایم اے رحمان' قاضی محمد سلیم' مسٹر لطیف اور دیگر وکلاء نے کہا کہ واقعہ ربوہ کے سلسلہ میں مقرر کردہ ٹربیونل کی یہاں موجودگی میں بیانات جاری کرنا صحیح نہیں ہے مرزا ناصر احمد کو یہاں طلب کیا جائے۔ اس موقع پر پنجاب دیس محاذ کے مسٹر احسان وائیں نے اس بنا پر پنجاب دیس محاذ کی طرف سے عدالت میں پیش ہونے کی اجازت چاہی کہ واقعہ ربوہ دراصل پنجاب کے خلاف ایک سازش ہے جو کہ مرکزی حکومت اور مرزا ناصر احمد نے مشترکہ طور پر کی ہے۔

مسٹر رفیق باجوہ نے کہا کہ ہمارا سارا دن اس ٹربیونل میں گزرتا ہے۔ ہم قوم کی خدمت سمجھتے ہوئے یہاں آتے ہیں۔ دوسری عدالت میں جو مقدمات ہوتے ہیں وہ متاثر ہو رہے ہیں۔ آپ ہماری طرف سے چیف جسٹس صاحب سے یہ گزارش کریں کہ جہاں کہیں ہم نئی تاریخ پیشی دوسرے مقدمات میں مانگیں' وہ ہمیں دے دی جائیں۔ فاضل ٹربیونل جج نے اس پر کہا کہ چیف جسٹس صاحب سے اس سلسلہ میں خود ہی رابطہ قائم کریں۔ میں مداخلت مناسب نہیں سمجھتا۔ میرے ذمہ جو کام سونپا گیا ہے وہ میں کروں گا

لیکن غیر ضروری عجلت پر ٹریبونل کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

کرم الٰہی بھٹی نے اس موقع پر کہا کہ جو گواہ یہاں آ کر بیان دیتے ہیں انہیں انکوائری وغیرہ کے سلسلہ میں ربوہ بلایا جاتا ہے جہاں انہیں اپنی جان کا خطرہ ہے لہٰذا کوئی ایسی ہدایت جاری کی جائے کہ ان سے جو کچھ پوچھنا ہو' لاہور میں پوچھا جائے اور اگر وہ نہ جانا چاہیں تو انہیں مجبور نہ کیا جائے۔ فاضل جج نے اس پر کہا کہ وہ اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ پولیس انکوائری سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ (نوائے وقت ۱۱ جون ۱۹۷۴ء)

انجن ڈرائیور شریف خان کا بیان

(مسٹر اعجاز بٹالوی نے جرح شروع کی)

(س) جب گاڑی کی زنجیر کھینچی جاتی ہے تو کیا ایک دم کھڑی ہو جاتی ہے یا آہستہ آہستہ؟

(ج) اگر گاڑی کی سپیڈ ۵ یا ۶ میل فی گھنٹہ ہو تو فوراً کھڑی ہو جاتی ہے لیکن اگر سپیڈ زیادہ ہو تو وہ پھر آہستہ آہستہ رکتی ہے۔

(س) انجن کو کھڑے کرنے کی کوئی خاص جگہ پلیٹ فارم پر مقرر ہوتی ہے یا نہیں؟

(ج) یہ گاڑی کی لمبائی پر منحصر ہے اگر گاڑی پلیٹ فارم سے لمبی ہو تو صرف انجن پلیٹ فارم سے آگے لے جاتے ہیں بوگی نہیں۔ لیکن اگر لمبائی کم ہو تو پوری گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی کی جاتی ہے۔ پلیٹ فارم پر انجن کو کھڑا کرنے کی کوئی خاص وجہ مقرر نہیں ہے۔

(س) کیا آپ کے مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ بعض اوقات اگر زیادہ بوگیاں گاڑی کے ساتھ ہوں تو کیا بوگیاں پلیٹ فارم سے باہر بھی رک سکتی ہیں؟

(ج) جی ہاں۔

(س) اس لوکو انسپکٹر کا کیا نام تھا جسے آپ نے بیان دیا تھا؟

(ج) فیض محمد۔ یہ لائل پور میں تعینات ہیں۔ میں نے تحریری بیان نہیں دیا تھا۔ البتہ میں بتاتا گیا وہ لکھتے گئے۔ میں خاصا پریشان تھا۔

(س) کیا متعلقہ گاڑی نشتر آباد اور شاہین آباد میں رکی تھی؟

(ج) جی ہاں۔

(س) آپ کو یاد ہے کہ آپ کو نشتر آباد میں لائن کلیر کتنے بجے ملا؟

(ج) میری گاڑی ۹ بج کر ۲۶ منٹ پر آئی اور ایک منٹ بعد لائن کلیر مل گیا۔ چنانچہ اس کے ایک منٹ بعد یعنی ۹ بجکر ۲۷ منٹ پر میں نے گاڑی چلا دی۔ عموماً" جس وقت گاڑی کھڑی ہوتی ہے اس وقت لائن کلیر مل جاتی ہے ہمارے پاس ایسا کوئی رجسٹر یا ریکارڈ نہیں ہوتا جس پر ہم لائن کلیر ملنے یا گاڑی رکنے و چلنے کا لکھیں۔

(س) کیا سب کچھ آپ حافظہ سے بتاتے ہیں؟

(ج) جی ہاں میں حافظہ سے ہی کہہ رہا ہوں۔ ویسے ٹائم ٹیبل ہمارے سامنے ہوتا ہے۔

(س) کیا ربوہ سٹیشن پر کوئی سگنل کیبن ہے یا سگنل کھینچنے کا بندوبست پلیٹ فارم پر ہے؟

(ج) ربوہ میں کیبن نہیں ہے۔ البتہ سگنلوں کے ساتھ ہی ایسے کانٹے ہیں جن سے سگنل اپ یا ڈاؤن کئے جاتے ہیں۔

کمال مصطفیٰ بخاری کی درخواست پر فاضل جج نے پوچھا۔ کہ ربوہ کا پلیٹ فارم گاڑی کے مقابلہ میں کتنا لمبا ہے۔ ڈرائیور نے جواب دیا کہ ربوہ کا پلیٹ فارم چناب ایکسپریس کی ۱۱ بوگیوں کی لمبائی کے برابر ہے۔

گواہ نمبر۶

فائرمین غلام مصطفیٰ کا بیان

(س) کیا آپ احمدی ہیں؟

(ج) جی نہیں۔

(س) آپ کے فرائض کیا ہیں؟

(ج) میں انجن کا ہر اسٹیشن پر معائنہ کرتا ہوں۔ اور انجن پر رہتا ہوں۔ میری ڈیوٹی لالہ موسیٰ سے لائل پور تک تھی۔ وقوعہ کے روز میری ڈیوٹی چناب ایکسپریس کے انجن پر تھی۔

(س) جب لالہ موسیٰ سے گاڑی چلی۔ جہاں جہاں ربوہ تک گاڑی رکی' اس دوران کوئی

قابل ذکر واقعہ ہوا؟

(ج) جی نہیں۔ گاڑی صبح ۵ بجے کر دس منٹ پر لالہ موسیٰ سے چلی تھی۔ ربوہ پہنچنے تک راستہ میں ایسی کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی' جسے بیان کیا جائے ربوہ میں جب گاڑی داخل ہو رہی تھی تو میں نے وہاں لوگوں کا ہجوم پلیٹ فارم کی جانب اور پلیٹ فارم کے بالمقابل دیکھا۔ یارڈ کی طرف یعنی پلیٹ فارم کے بالمقابل تقریباً بیس پچیس افراد تھے۔ جب کہ پلیٹ فارم پر چار پانچ صد افراد کا مجمع موجود تھا۔ یارڈ کی طرف جو مجمع تھا اس کی اکثریت طلباء پر مشتمل تھی کیونکہ انہوں نے کتابیں اٹھا رکھی تھیں۔

جب انجن پل کے نیچے پہنچا تو وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ اس کی کسی نے زنجیر کھینچ لی تھی۔ زنجیر اس وقت کھینچی گئی تھی جب گاڑی پلیٹ فارم کے دفاتر کی بلڈنگ کے سامنے پہنچی تھی۔ گاڑی کھڑی ہو گئی۔ میں نیچے اترا اور پلیٹ فارم کی طرف سے ڈبوں کو دیکھنے لگا۔ ڈرائیور نے الارم وصل بجائی۔ گارڈ دوسری جانب سے اتر کر آیا اور دیکھا کہ کس ڈبہ سے زنجیر کھینچی گئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ تین چار ڈبوں کی خطرے کی زنجیر کھینچی گئی ہے اس کے بعد گارڈ صاحب آ گئے۔ میں نے اس وقت تک دو ڈبوں کی زنجیر صحیح کی۔ وہاں پولیس کانسٹیبل جس کا تعلق ریلوے پولیس سے تھا' اسے بھی میں نے ایک بوگی کی زنجیر ٹھیک کرنے کو کہا جو اس نے کر دی۔ جب میں زنجیر ٹھیک کر کے پلیٹ فارم پر آیا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے آدمی ایک لڑکے کو مار رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی بہت سے لوگ سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبہ میں گھس گئے اور ایک طالب علم کو باہر پلیٹ فارم پر نکال کر مارنا شروع کر دیا میں نے پہلے تو کہا کہ مسافروں کی کوئی آپس کی لڑائی ہو گئی ہے لیکن گارڈ نے مجھے پوچھنے پر بتایا کہ گاڑی کے پیچھے طلباء کی ایک بوگی لگی ہوئی ہے۔ وہاں پر ربوہ کے لوگوں نے حملہ کر دیا ہے' جو طلباء وہاں سے جانیں بچا کر آگے بھاگ آئے ہیں انہیں یہ لوگ ڈبوں سے نکال کر مار رہے ہیں۔ مجھے گارڈ نے کہا کہ لڑائی ہو گئی ہے۔ لہٰذا میں کنٹرولر سے رابطہ قائم کر کے پتہ کرتا ہوں کہ گاڑی چلانی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد میں' گارڈ اور ڈرائیور' سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں گئے۔ وہاں سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں' میں نے دو زخمی طلباء کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ایک ان میں سے جس کی آنکھ پر زخم آیا تھا' چلا

گیا۔ دوسرا جو قمیض کے بغیر صرف خون میں تر سفید شلوار پہنے تھا۔ وہاں بیٹھا رہا۔ سٹیشن ماسٹر بھی باہر چلا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد آگیا۔ اس کے ایک ہاتھ پر پٹی تھی۔ اس کے بعد گارڈ نے مجھے بتایا کہ کنٹرولر سے بات ہوئی ہے ابھی تک گاڑی چلانے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ جب فیصلہ ہو گا تو میں گاڑی چلانے کے بارے میں بتاؤں گا۔ میں اور ٹربل شوٹر (وائرمین) سٹیشن ماسٹر کے کمرے سے نکل کر ڈرائیور کے پاس گئے اور انہیں جا کر صورت حال بتائی۔ وہاں لوگوں کا ایک گروہ آیا اور انہوں نے ڈرائیور سے دریافت کیا کہ یہاں سٹوڈنٹس تو نہیں چھپے ہوئے۔ اس پر ڈرائیور نے بتایا کہ نہیں یہاں تو میرا وائرمین اور فائرمین ہے۔ مجھے بعد میں ڈرائیور نے بتایا کہ کسی نے پیچھے سے ویکیم ضائع کر دیا ہے کیونکہ اس کی سوئی زیرو پر آگئی ہے لہٰذا پیچھے جا کر دیکھو۔ اس پر میں پیچھے گیا تو دیکھا کہ وہاں بوگی نمبر ۲۹۰۵ کو الگ کیا ہوا تھا۔ اور ویکیم کو علیحدہ کیا ہوا تھا۔ اس پر میں نے ویکیم ٹھیک کیا وہاں پر نعرہ بازی ہو رہی تھی۔ اور بڑی گڑبڑ تھی۔

وہاں محمدیت مردہ باد' احمدیت زندہ باد' پکڑو مارو' پکڑو مارو کے نعرے لگ رہے تھے' میں نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر نہیں سنا۔ اس وقت لوگ پیچھے کی جانب دوڑے جا رہے تھے۔ اس کے بعد جب لائن کلیر آگیا تو ڈرائیور نے کہا کہ چلیں لیکن کسی نے پھر زنجیر کھینچ لی' جسے میں ٹھیک کر آیا۔ پھر گاڑی چلائی۔ اس کے بعد گاڑی چل دی۔ اور ساڑھے بارہ بجے مزید کسی واقعہ کے بغیر لائل پور پہنچ گئے۔

ربوہ' لائل پور کے مابین گاڑی معمول کے مطابق سٹیشنوں پر رکتی رہی۔ لائل پور میں' میں گارڈ سے ایل ٹو فارم لینے گیا تو گارڈ نے مجھے بتایا کہ سب لوگ یہاں رہیں کیونکہ ربوہ میں جو جھگڑا ہوا ہے' اس کے سلسلہ میں بیانات قلمبند کرنا ہیں' ڈرائیور نے لوکو انسپکٹر سے کہا کہ وہ صبح کا چلا ہوا ہے اس لئے کھانا کھائے گا۔ لوکو انسپکٹر نے کہا کہ رننگ روم جاؤ' میں وہیں بیان لوں گا۔ لائل پور میں مسافروں کا رش تھا اور وہاں پولیس آئی ہوئی تھی۔ شام کو میں رچنا ایکسپریس سے لاہور آگیا۔ میرا گھر بھی لاہور میں ہے۔

گواہ نے رانا عبدالرحیم کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ طلباء کو جو لوگ مار رہے تھے ان کے ہاتھوں میں ہاکیاں' ڈنڈے' کرکٹ کے بیٹ اور لوہے کے پائپ تھے۔

گواہ نمبر ۷

(گواہ شکر دین پھاٹک والا)

میرا نام شکر دین ہے۔ میں گیٹ مین ہوں اور ربوہ کے لیول کراسنگ پر کام کرتا ہوں' میں احمدی نہیں ہوں' میں اس روز ڈیوٹی پر تھا' جب متعلقہ چناب ٹرین وہاں آئی۔ میری ڈیوٹی ۸ بجے صبح سے ۸ بجے شام تک تھی۔ میری ڈیوٹی یہ ہوتی ہے کہ جب ربوہ سے چنیوٹ کی جانب گاڑی چلے تو سٹیشن ماسٹر ربوہ مجھے ٹیلیفون کرتا ہے کہ گاڑی آگئی ہے اور چلنے والی ہے' لہٰذا گیٹ بند کر کے سگنل ڈاؤن کر دو۔ چنانچہ گیٹ بند کر کے چابی نکال لیتا ہوں اور وہی چابی سگنل ڈاؤن کرنے کے کام آتی ہے۔ اگر گاڑی چنیوٹ سے ربوہ آ رہی ہو تو چنیوٹ کا سٹیشن ماسٹر گیٹ بند کرنے کے لئے کہتا ہے۔ جب گاڑی گزر جاتی ہے تو خود ہی گیٹ کھول دیتے ہیں۔ جب وقوعہ کے روز چناب ایکسپریس سٹیشن پر آئی تو مجھے مرزا عبدالسمیع نے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ گیٹ بند کر کے سگنل دے دو۔

میں نے گیٹ بند کر کے سگنل ڈاؤن کر دیا۔ دس بارہ منٹ تک گیٹ بند رہا۔ ٹریفک رک گیا۔ کاریں موٹریں تانگے جمع ہو گئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا کہ گیٹ کھولو۔ میں نے مرزا سمیع کو فون کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ پلیٹ فارم پر گڑ بڑ ہے لہٰذا میں سگنل اپ کر دوں اور گیٹ کھول دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اللہ بخش اے ایس ایم کا فون آیا کہ شکر دین گیٹ بند کیوں نہیں کرتے؟ کیا تمہیں کوئی روکتا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں مجھے کوئی نہیں روکتا' جو آرڈر آپ دیں گے میں اسی طرح کروں گا۔ چنانچہ میں نے سگنل ڈاؤن کر کے گیٹ بند کر دیا اس پر ٹریفک جمع ہو گئی لوگوں نے مجھے تنگ کیا۔ تو میں نے سٹیشن ماسٹر سمیع کو دوبار فون کیا اور انہیں صورتحال بتائی۔ اس پر سٹیشن ماسٹر نے غصہ سے مجھے کہا کہ تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ گیٹ کھلا رکھو' گاڑی نہیں جا رہی۔ اس پر میں نے سگنل اپ کر دیا اور گیٹ ٹریفک کے لئے پھر کھول دیا۔ دس منٹ تک پھر گیٹ کھلا رہا اس کے بعد مجھے سٹیشن سے کسی نے فون کیا کہ فوراً گیٹ بند کر دو چنانچہ میں نے گیٹ بند کیا اور سنگل پھر ڈاؤن کر دیا۔ اس کے بعد ڈرائیور نے وسل دیا

گاڑی چلی اور تھوڑا سا چل کر ٹھہر گئی پھر دو منٹ بعد دوبارہ چلی اور ہمارے گیٹ سے گزر گئی۔ گاڑی آنے سے پہلے طلباء کے گروپ میں نے سٹیشن کی طرف جاتے دیکھے۔ طلباء کہہ رہے تھے کہ ملتان کی کوئی ٹیم گاڑی میں واپس آ رہی ہے لہٰذا اسے پلیٹ فارم پر مارنا ہے۔ طلباء گروہ در گروہ صبح ۸ بجے سے ہی سٹیشن پر جانا شروع ہو گئے تھے۔ اور وہ میرے گیٹ پر سے گزر کر ہی جاتے تھے۔ طلباء کا کہنا تھا کہ ملتان والے طلباء چناب ایکسپریس کے ساتھ لگی ہوئی ایک الگ بوگی میں آ رہے ہیں۔ لوگ اتنے زیادہ تھے کہ میں تعداد کا اندازہ نہیں کر سکا۔ انہوں نے پتھر اٹھائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ پتھر ہم ٹیم کے ان لوگوں کو ماریں گے جو چناب ایکسپریس میں آ رہے ہیں۔ تمام لوگوں کا تعلق جو پلیٹ فارم پر جا رہے تھے۔ ربوہ سے ہی تھا۔ جب گاڑی چلی تو میں نے دیکھا تو گاڑی کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ میں نے پلیٹ فارم کی لڑائی نہیں دیکھی۔ جب گاڑی چلی گئی تو میں نے تانگہ میں گیٹ سے گزرتے ہوئے چار لڑکوں کو دیکھا جن کی قمیض پھٹی ہوئی تھیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ آج ہم نے لڑکوں کو ایسا مارا ہے کہ وہ اپنی ماں کو یاد کریں گے۔ ربوہ سٹیشن پر بعد میں ایک تھانیدار نے میرا بیان بھی لکھا تھا۔ جو لڑکے سٹیشن کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے' ہاکیاں اور پتھر تھے۔

اعجاز بٹالوی کی جرح کے جواب میں

(س) آپ کا گیٹ سٹیشن سے کتنے فاصلہ پر ہے؟

(ج) تقریباً ایک فرلانگ۔

(س) کیا ریلوے لائن کے متوازی بھی پھاٹک سے کوئی سڑک سٹیشن پر جاتی ہے؟

(ج) جی نہیں۔

(س) کالج و سکول پھاٹک سے کتنی دور ہے؟

(ج) ہائی سکول نزدیک ہے اور اس کے ساتھ ہی کالج ہے۔ لڑکوں کا کالج ربوہ سٹیشن کے سامنے ہے۔

(س) تم ربوہ سٹیشن کے پھاٹک پر کتنے سال سے کام کر رہے ہو؟

(ج) سات آٹھ سال سے میں کام کر رہا ہوں۔

(س) اس سات آٹھ سال کے عرصہ میں اس سے قبل بھی ربوہ سٹیشن پر کوئی فرقہ وارانہ فساد دیکھا۔ یا سنا؟

(ج) جی نہیں۔

(س) کسی نے تمہیں پھاٹک بند کرنے سے منع بھی کیا تھا؟

(ج) جی نہیں۔

(س) کیا وہاں سے عورتیں بھی تم نے سٹیشن پر جاتے دیکھیں؟

(ج) جی نہیں۔

میرے رہنے کا کوارٹر پھاٹک کے نزدیک ہی ہے گاڑی جانے کے بعد پھاٹک کھولنے کے بعد میں اس کوٹھری میں بیٹھ جاتا ہوں جہاں پر ٹیلیفون بھی لگا ہے۔

(س) کالج سے اگر کسی نے ٹانگہ میں ریلوے سٹیشن جانا ہو یا آنا ہو تو کیا پھاٹک سے گزر کر جاتا ہے؟

(ج) جی نہیں۔ کالج سے سڑک سٹیشن کو سیدھی ہے۔

(س) آپ سے پولیس چوکی کتنی دور ہے؟

(ج) ڈیڑھ فرلانگ ہے۔

(س) کیا تم نے پولیس کو کوئی اطلاع بھجوائی کہ اس قسم کا واقعہ ہونے والا ہے اور لوگ لڑکوں کو مارنے جا رہے ہیں؟

(ج) جی نہیں۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔

میاں آفتاب فرخ کی جرح کے جواب میں

(س) اگر کالج سے لڑکے پیدل سٹیشن پر جائیں تو نزدیکی راستہ ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ہی ہے؟

(ج) جی ہاں۔

(س) جب گاڑی چل جائے تو اپنے کیبن میں بیٹھنا ضروری تو نہیں۔ باہر بھی بیٹھ سکتے ہیں؟

(ج) جی ہاں۔ گواہ نے بتایا کہ ویسے بھی اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ کوئی اتنا بڑا وقوعہ ہونے والا ہے۔

کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

(س) جو لوگ تانگہ میں گاڑی جانے کے بعد طلبا کو مارنے کی باتیں کرتے ہوئے گزرے، وہ کدھر گئے؟

(ج) وہ پھاٹک سے گزر کر شہر کی طرف گئے۔

(س) کیا ان چار آدمیوں میں سے جو باتیں کر رہے ہے کسی کو جانتے ہو؟

(ج) جی ہاں۔ عبدالعزیز دھوبی، الیاس درزی، اختر قصابوں کا لڑکا اسلم، اس کا چھوٹا بھائی۔

اعجاز بٹالوی کی جرح کے جواب میں

(س) پہلے تو نام نہیں لکھوائے تھے؟

(ج) پہلے مجھ سے پوچھا نہیں گیا تھا۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔

(س) آپ دھوبی اور درزی کو کب سے جانتے ہیں؟

(ج) یہ ہمارے ہمسائے میں رہتے ہیں اور اختر اور اسلم کی اس علاقہ میں جہاں ہم رہتے ہیں، گوشت کی دکانیں ہیں۔

گواہ نمبر۸

کالے خاں چک ۲۱۲ لائل پور

میں کانسٹیبل ہوں۔ میں ۲۹ مئی کو چناب ۱۲ ڈاؤن پر لالہ موسیٰ سے لائل پور پر ڈیوٹی پر تھا۔ جب گاڑی ربوہ پہنچی۔ الارم چین کھینچی گئی۔ اس لئے گاڑی پلیٹ فارم پر پوری طرح نہ پہنچ سکی، دو بوگیاں پیچھے رہ گئیں۔ پانچ سات سو کے قریب لوگ پلیٹ فارم پر جمع تھے۔ وہ پلیٹ فارم پر بھی تھے اور دوسری طرف بھی تھے۔ شور سنا۔ میں نیچے اترا اور دیکھا کہ وہ لوگ جو پلیٹ فارم پر تھے۔ وہ ہنٹر، سوٹیاں، بیلٹ اور ہاکیوں سے مسلح تھے۔

انہوں نے ملتان کے کالج کے طلبہ کو بوگی سے نکال کر مارنا شروع کر دیا۔ پندرہ سولہ لڑکے زخمی ہو گئے۔ ان کے سروں پر چوٹیں آئیں۔ اس کے علاوہ بلوائی سیکنڈ کلاس کی بوگی سے دو تین طلبہ کو باہر نکال کر مارتے رہے۔ بلوائیوں میں سے' میں رشید احمد کو خاص طور پر جانتا ہوں۔ وہ سوٹی سے ان طلبہ کو مار رہا تھا جو سیکنڈ کلاس بوگی سے باہر نکالے گئے۔ ایک شخص مجمع کو لیڈ کر رہا تھا۔ وہ اشتعال دلا رہا تھا۔ وہ گندمی رنگ کا تھا۔ میں اس کا نام نہیں جانتا۔ داڑھی تھی۔ گردن پر برص کا نشان تھا۔ جناح کیپ اور قمیض شلوار پہنے ہوئے تھا۔ وہ درمیانے جثے کا آدمی تھا۔ وہ لمبا معلوم ہوتا تھا۔ میں اس کو شناخت کر سکتا ہوں۔ وہ نعرے لگا رہے تھے۔ ناصر احمد کی جے' غلام احمد کی جے' احمدیت زندہ باد اور محمدیت مردہ باد' وہ بھنگڑا بھی ڈال رہے تھے۔ میں نے مضروب کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوا۔ مجمع بہت زیادہ تھا ہم کنٹرول نہیں کر سکتے تھے۔ بلوائی ایک دوسرے کے نام بھی لے رہے تھے اور ایک دوسرے کو ہمت دلا رہے تھے کہ وہ طلبہ پر حملہ کریں۔ دو نام یاد ہیں۔ (نصیر احمد' طاہر احمد) میں ان بلوائیاں کو سامنے آنے پر پہچان سکتا ہوں۔ گاڑی کے روانہ ہونے تک بلوہ ہوتا رہا۔

۴۰ - ۴۵ منٹ تک گاڑی کھڑی رہی۔ لائل پور پہنچنے تک کوئی خاص بات نہ ہوئی' سوائے اس کے کہ گارڈ نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ لائل پور سٹیشن پر بہت مجمع تھا۔ ڈاکٹر وغیرہ بھی موجود تھے۔ ربوہ کا سٹیشن ماسٹر بھی ہجوم کو اشتعال دلا رہا تھا۔ میں نے لائل پور میں اس واقعہ کی اطلاع ایس ایم اور ریلوے پولیس لائل پور کو دی۔ البتہ ضلع لائل پور کے بڑے افسران بھی موجود تھے۔

جرح کرم الٰہی بھٹی۔ رشید احمد کو میں جانتا ہوں۔ وہ ہجوم کی راہنمائی کر رہا تھا وہ ربوہ کی احمدیہ جماعت کی مقامی انتظامیہ کا ناظم الامور ہے۔

جرح قاضی محمد سلیم صاحب۔ کوئی آدمی میرے کہنے پر منع نہ ہوا۔

جرح رفیق احمد باجوہ صاحب۔ بلوائی بظاہر ایک ٹیم کے طور پر کام کر رہے تھے صرف دو آدمی رشید احمد اور برص کے نشان والا داڑھی والا مولوی سب کو لیڈ کر رہے تھے۔

جرح ۔ مسٹر بخاری۔ میری کل سروس سات سال ہے۔ اس میں سے ریلوے ڈیوٹی ۳۔ ۴ سال دی ہے۔ اپریل کا مہینہ میں لالہ موسیٰ' لائل پور پر گشت پر ڈیوٹی دیتا رہا۔ مئی میں' میں ۲۹ تاریخ کو ڈیوٹی پر تھا۔ میرے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا۔ میرے ساتھ ایک اور کانسٹیبل اور ایک ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ سپاہیوں کے پاس صرف ایک ڈنڈا تھا۔ ہیڈ کانسٹیبل کے پاس ریوالور تھا' میں نے بچانے کی کوشش کی۔ لیکن لوگ بہت سے جمع تھے۔ ٹرین کے چلنے تک ۱۵۰۰۔ ۱۴۰۰ آدمی جمع ہو گئے ہوں گے۔

ڈیڑھ بجے عدالت برخاست ہوئی۔

۳ بجے سہ پہر

جناب ایم انور صاحب نے عدالت سے کہا کہ مرزا ناصر' احمدیہ گروہ کے سربراہ کا بیان آج کے اخبارات میں اے پی پی کے حوالے سے ان کو ٹربیونل کے سامنے بطور گواہ بلایا جائے۔

گواہ نمبر۹

(یونس مسیح ولد مینگامل سویپر ریلوے ربوہ سٹیشن)

۲۹ مئی کو میں ربوہ سٹیشن پر ڈیوٹی پر تھا' جب چناب گاڑی آئی۔ میں ۸۔ ۱۰ سال سے ربوہ سٹیشن پر کام کر رہا ہوں۔ جب گاڑی سٹیشن کے اندر آئی تو سٹیشن ماسٹر نے مجھے لائن کلیر اور کاشن آرڈر دیا۔ میں وہ لے کر گارڈ کے پاس گیا۔ گارڈ کے دستخط کاشن آرڈر پر کرائے۔ بکنگ کلرک نے کوئٹہ کے لئے بک کیا ہوا اخبار لگیج گارڈ کو دینے کے لئے دیا۔ میں پہلے گارڈ انچارج کے پاس گیا۔ کاشن آرڈر پر دستخط کرائے اور انجن کی طرف چل دیا۔ گاڑی چل کر کھڑی ہو گئی۔ آدھا ڈبہ فاصلے تک چل کر کھڑی ہو گئی۔ میں کتابیں' لگیج بک اور کاشن آرڈر بک سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں لے گیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ پچھلی بوگی میں ۱۰۰۔ ۱۵۰ مسافر آپس میں لڑ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ طلباء تھے' جو ٹرین سے اترے' کچھ باہر سے لڑکے آئے ہوئے تھے۔ اور کچھ بزرگ تھے جو چھڑانے والے تھے۔ تین چار لڑکوں کو چوٹیں آئیں جو بوگی سے باہر آئے تھے۔ سٹیشن ماسٹر صاحب ان کو

اپنے کمرے میں لے گئے۔ گارڈ انچارج بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان کی پٹی کی گئی۔ گارڈ صاحب ان بچوں کو گاڑی میں لے گئے اور جب ڈرائیور نے الارم چین جو کھینچے گئے تھے' ٹھیک کر لئے تو گاڑی چلا دی۔ گاڑی وہاں پندرہ بیس منٹ کھڑی رہی۔ سٹیشن پر کل ۱۰۰۔ ۱۲۵ آدمی پلیٹ فارم پر تھے۔ عام طور پر ۵ ۔ ۱۰ مسافر ربوہ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر موجود ہوتے ہیں' اس دن زیادہ تھے۔ جو لڑکے پلیٹ فارم پر تھے وہ بھی زخمی ہوئے۔ ان میں سے دو تین لڑکے زخمی ہوئے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔

گواہ نمبر۱۰ (مسٹر اللہ بخش اے۔ ایس۔ ایم) (س) ایم)

۱۱جون کی کارروائی

لاہور ۱۱ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی کے روبرو گواہی دیتے ہوئے ربوہ ریلوے سٹیشن پر وقوعہ کے روز تعینات اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر مسٹر اللہ بخش نے اس امر کا انکشاف کیا کہ ربوہ شہر میں غیر قادیانی نہ تو کوئی جائیداد رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کاروبار کر سکتا ہے۔ اسی طرح مستقل طور پر وہاں رہائش بھی اختیار نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر کسی سرکاری ملازم کی' جو غیر قادیانی ہو وہاں تعینات ہو جائے تو کرایہ پر مکان لینے کے لئے وہ قادیانی جماعت کے محکمہ امور عامہ سے باضابطہ اجازت حاصل کر کے وہاں رہ سکتا ہے۔ گواہ نے قاضی محمد سلیم کی جرح کے دوران یہ بھی بتایا کہ قادیانی جماعت نے وسیع پیمانہ پر ربوہ میں اپنے دفاتر قائم کر رکھے ہیں۔ اور یہ دفاتر مختلف محکموں میں تقسیم ہیں مثلاً محکمہ انتظامیہ' شعبہ امور عامہ' شعبہ جائیداد' شعبہ بہشتی مقبرہ' دفتر تحریک جدید' دفتر صدر عمومی وغیرہ۔ گواہ نے مسٹر ایم اے رحمان کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ عام طور پر ربوہ میں مقیم لوگ اپنے تنازعات کو عدالت میں نہیں لے جاتے بلکہ ہر قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ شعبہ امور عامہ کرتا ہے اور اگر وہاں کا رہائشی کوئی شخص امور عامہ کے صدر کا فیصلہ قبول نہ کرے تو اسے ربوہ سے نکال دیا جاتا ہے۔ گواہ نے یہ بھی بتایا کہ ربوہ شہر کو مختلف محلوں میں تقسیم

کیا گیا ہے اور ہر محلّہ کا ایک انچارج' صدر محلّہ مقرر ہے جو محلّہ کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کے ماتحت معاون متعدد آدمی اور بھی ہوتے ہیں جو ہر آنے جانے والے پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں حتیٰ کے رات کو تو کسی غیر قادیانی کے ربوہ میں داخل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دن کو بھی چیکنگ ہوتی ہے اور جو غیر قادیانی اجازت لیکر سرکاری ملازمت کی وجہ سے یا تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی وجہ سے وہاں مقیم ہیں' انہیں بھی سودا سلف لینے کے لئے بازار جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ وہ محلوں میں گھوم پھر نہیں سکتے۔ اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر ربوہ مسٹر اللہ بخش نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ میں ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء سے ربوہ کے اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کے طور پر کام کرتا رہا ہوں۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو میری ڈیوٹی سٹیشن پر آدھی رات سے ۸ بجے صبح تک تھی۔ چناب ایکسپریس جو پشاور کو جاتی ہے ربوہ سٹیشن سے پروگرام کے مطابق ۶ بجکر بیس منٹ شام کو گزری تھی۔ اس لئے جب ۲۲ مئی کو گاڑی ربوہ سے گزری تو میری اس وقت ڈیوٹی نہ تھی۔ مسٹر عبدالحمید اختر آر ایس ایم ڈیوٹی پر تھے۔ وہ اب بھی ربوہ میں ہی تعینات ہیں۔ ۲۹ مئی کو بھی میری ڈیوٹی کے اوقات وہی تھے۔ اس لئے صبح ۸ بجے میں نے چارج مرزا عبدالسمیع سٹیشن ماسٹر کو دے دیا اور اپنے کوارٹر میں جا کر لیٹ گیا لیکن ۱۰ بجکر چند منٹ پر میری لڑکی نے مجھے اطلاع دی کہ چناب ایکسپریس معمول کے مطابق روانہ نہیں ہو رہی اور بہت سے لوگ سٹیشن پر جمع ہو رہے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ شور ہو رہا ہے۔ میں اپنے بستر میں نیم خوابی کے عالم میں تھا۔ میرا کوارٹر سٹیشن سے کوئی دو سو گز دور ہے۔ جب میں اپنے کوارٹر سے نکلا تو میں نے بہت سے لوگوں کو ریلوے سٹیشن کی طرف جاتے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ لڑائی ہو گئی' لڑائی ہو گئی۔ میں نے نعرے بھی سنے جو پلیٹ فارم پر لگ رہے تھے۔ میں مسافر خانہ کی طرف سے سٹیشن میں داخل ہوا تھا اور سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں گیا۔ لوگ جو نعرے لگا رہے تھے وہ یہ تھے احمدیت زندہ باد' مرزا غلام احمد کی جے' انسانیت زندہ باد اس وقت سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں کوئی موجود نہ تھا۔ جب میں دفتر پہنچا تو ٹیلیفون کی گھنٹی بجی جو میں نے سنی۔ گھنٹی کنٹرول والوں کی تھی' جنہوں نے چناب ایکسپریس کی پوزیشن کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے کنٹرول کو بتایا کہ گاڑی

پلیٹ فارم پر ہے لیکن سٹیشن ماسٹر دفتر میں نہیں' لہٰذا میں معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ اس کے بعد میں پلیٹ فارم پر مرزا عبدالسمیع کو دیکھنے گیا۔ وہاں بہت سے لوگ تھے۔ میں نے سگنل کی طرف دیکھا۔ وہ ڈاؤن نہیں کیا گیا تھا۔ میں برآمدہ میں آ گیا جو پلیٹ فارم سے ذرا اونچا ہے۔

میں نے دیکھا کہ مرزا عبدالسمیع گاڑی کے پچھلے حصے کی جانب تھے اور دفتر کی طرف آ رہے تھے۔ میں دفتر میں داخل ہوا تو سٹیشن ماسٹر بھی آ گئے۔ میں نے سٹیشن کے فون سے لیول کراسنگ کے پھاٹک والے سے بات کی اور اس سے پوچھا کہ تم نے سگنل ڈاؤن کیوں نہیں کیا۔ اس نے میری ہدایت پر سگنل ڈاؤن کر دیا۔ اس کے بعد سٹیشن ماسٹر آئے تو ان کا ہاتھ زخمی تھا وہ لکھ نہیں سکتے تھے' اس عرصہ میں گارڈ انچارج بھی دفتر میں آ گیا۔

انہوں نے واقعہ کے بارے میں تحریری رپورٹ سٹیشن ماسٹر کو دی اور دستخط کرنے کے لئے کہا سٹیشن ماسٹر نے بائیں ہاتھ سے دستخط کر دیئے۔ اس وقت ایک زخمی مسافر طالب علم گاڑی سے دفتر میں آ گیا۔ اس نے ایک بوشرٹ پہن رکھی تھی جو پھٹی ہوئی تھی۔ اس کی بنیان بھی پھٹی ہوئی تھی۔ اور خون آلود تھی۔ اس نے پانی مانگا اس کا خون بہہ رہا تھا۔ اسے پانی دیا گیا اور وہ گارڈ کے ساتھ گاڑی میں چلا گیا۔ میں نے مرزا سمیع سے پوچھا کہ لائن کلیر کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لائن کلیر تو دے دیا ہے لیکن ڈرائیور نہیں جاتا۔ میں ڈرائیور کے پاس گیا کہ اتنی دیر ہو گئی ہے آپ کیوں نہیں چلتے۔ ڈرائیور نے کہ میرا ویکم نہیں ہے میں نے فائر مین کو اسے درست کرنے کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ میں نے مرزا سمیع کو آ کر بتایا کہ ابھی ویکم بھی نہیں بنا ہے اسی دوران گاڑی نے وسل دیا اور چل دی۔

گاڑی دو تین مرتبہ چل کر رکی۔ کیونکہ ہر مرتبہ اس کا ویکم خراب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ویکم پھر ٹھیک کرایا گیا اور اس کے بعد گاڑی چل گئی۔ گاڑی انداز" ۱۰ بجکر ۳۵ یا ۴۰ منٹ پر وہاں سے گئی ہو گی۔ جب میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر گیا تو کنٹرولر نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ گاڑی اتنی دیر کھڑی رہی ہے۔ اور تم لوگوں نے کوئی پیغام نہیں بھیجا۔ میں نے کہا

میری ڈیوٹی نہیں ہے بلکہ مرزا سمیع کی ہے۔ وہی اس سلسلہ میں جواب دیں گے۔ جب سٹیشن ماسٹر گاڑی کی روانگی کے بعد واپس آئے۔ تو ان کے ساتھ پانچ دس اور آدمی بھی تھے۔ ان میں سے چند معروف لوگ تھے مثلاً عبدالغفار ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر' چوہدری بشیر احمد صدر عمومی ربوہ۔ جب مرزا عبدالسمیع رپورٹ تیار کر رہے تھے۔ تو انکی مدد عبدالغفار کر رہا تھا۔ جب کہ مسٹر بشیر احمد مقامی ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ میں اس وقت دوسری آنے والی گاڑی کے کاغذات تیار کرنے لگ گیا۔ میں نے اصل لڑائی نہیں دیکھی البتہ میں نے دیکھا کہ بہت سے جوان لوگوں کے گروپ انجن کی طرف سے پلیٹ فارم پر آ رہے تھے۔ یہ جوان کالج کے طلباء' ہائی سکول کے طلباء اور بازار کے لوگوں پر مشتمل تھے۔ وہ گاڑی کے پچھلے حصے کی طرف چلے گئے۔ وہ ہر بوگی میں کسی نہ کسی کو تلاش کر رہے تھے۔ اس حالت میں وہ گاڑی کے آخری حصے تک چلے گئے۔ پلیٹ فارم پر بھی بہت سے لوگ تھے لیکن میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میں نے متذکرہ زخمی طالب علم کو دیکھا ہے۔ جس نے میرے پوچھنے پر بتایا تھا کہ وہ گورنمنٹ کالج ملتان کا طالب علم ہے اس نے یہ بھی بتایا کہ نشتر کالج میڈیکل ملتان کے ۱۵۰ کے قریب طلباء تھے' جن کے ساتھ گاڑی میں لڑائی ہوئی ہے۔ جب چناب ایکسپریس پلیٹ فارم پر کھڑی تھی تو پورا سٹیشن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ پلیٹ فارم' برآمدہ' پل سبھی جگہ لوگ تھے۔ ایسا پتہ چلتا تھا کہ سارا ربوہ سٹیشن پر آ گیا ہے۔

مسٹر لطیف کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نے عبدالغفار کو وہاں کئی بار دیکھا۔ میں نے بشیر احمد' رشید احمد کو بھی سٹیشن پر آتے ہوئے کتنی مرتبہ دیکھا۔

کرم الٰہی بھٹی کے سوالوں کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ لائن کلیر سٹیشن ماسٹر' پوائنٹس مین یا دوسرے کسی ماتحت ملازم کے ہاتھوں انجن ڈرائیور تک پہنچاتا ہے۔

جرح' ایم اے رحمان

(س) اسٹیشن ماسٹر نے کیا رپورٹ تیار کی؟

(ج) مجھے اس کا علم نہیں البتہ وہ چناب ایکسپریس کے وقوعہ کے بارے میں تھی۔

(س) عبدالغفار اور سمیع کے مابین کیا بات ہوئی؟

(ج) غفار نے ہمارے سٹیشن کی پیغام رسانی کی کتاب لے کر اس پر اندراج کئے اس کے بعد عبدالغفار اور عبدالسمیع نے باہمی صلاح مشورے سے رپورٹ تیار کی اور اسے غفار نے تحریر کیا کیونکہ سمیع کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ میں نے مرزا سمیع سے پوچھا تھا کہ اگر میری ضرورت ہو تو میں مدد کروں اور رپورٹ لکھ دوں لیکن انہوں نے کہا کہ تم جاؤ تمہاری ضرورت نہیں ہے غفار کو میں کافی عرصہ سے جانتا ہوں اس سے قبل میں نے انہیں کبھی سٹیشن ماسٹر کی مدد کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مجھے واقعہ کا علم نہیں تھا۔ جب میں گھر سے پلیٹ فارم پر آیا تو بکنگ کلرک اختر نے مجھے بتایا کہ نشتر میڈیکل کالج کے جو لڑکے یہاں سے گزرے تھے آج وہ واپس آئے ہیں۔ تو ان کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے۔ رپورٹ تیار کرتے وقت مسٹر غفار نے سٹیشن ماسٹر سے کہا کہ جب یہ لڑکے چناب ایکسپریس میں پشاور کی طرف جا رہے تھے تو بہت نعرے لگا رہے تھے لیکن اب جب کہ ہمارے لوگ انہیں مار رہے تھے تو طلبہ کچھ بول نہیں رہے تھے بلکہ چوہوں کی طرح گاڑی کے ڈبوں میں گھس رہے تھے۔ مسٹر عبدالغفار اس وقت بہت غصے میں تھا۔ جب گاڑی جا رہی تھی تو رشید احمد پلیٹ فارم پر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا ڈنڈا تھا۔

ربوہ کے مختلف محلے ہیں۔ دارالایمن' دارالبرکات' دارالعلوم' دارالرحمت' دارالصدر' اس کے بعد ہر محلّہ کو تین حصوں میں مشرقی' غربی اور وسطی میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ ہر محلّہ میں ایک صدر محلّہ ہوتا ہے اس کے بعد اس کے کچھ معاون ہوتے ہیں جو اس کے انتظام میں مدد دیتے ہیں اور کچھ ماتحت بھی ہوتے ہیں۔ میں محلّہ دارالرحمت کے صدر ملک فتح کو جانتا ہوں۔ وقوعہ کے روز پلیٹ فارم پر ملک فتح محمد کے لڑکوں کو دیکھا جو تعداد میں چار تھے' وہ سب کے سب وہاں تھے۔ مولوی عزیز احمد بھانبڑی پولیس وغیرہ کے انچارج ہیں۔ مجھے یہ علم نہیں کہ انہیں کوتوال ربوہ کہتے ہیں۔ س۔ کیا ربوہ میں کوئی غیر احمدی بھی شہری کے طور پر وہاں رہتا ہے؟

(ج) جی نہیں! ربوہ میں کوئی غیر احمدی نہ تو کوئی جائیداد رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی وہاں کاروبار کرتا ہے البتہ کچھ طلباء باہر سے وہاں کے کالجوں میں یا سکولوں مثلاً کنڈر گارڈن

میں داخل ہیں جو غیر احمدی ہیں اس کے سوا بعض سرکاری ملازم بھی غیر احمدی وہاں رہتے ہیں۔ میں ایسے دو خاندانوں کو جانتا ہوں جو اپنے بچوں کے لئے جو کنڈر گارڈن میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور غیر احمدی ہیں' ربوہ میں مقیم ہیں۔ ان کے نام عمر حیات لالی اور محمد نواز لالی ہیں دونوں رشتہ دار ہیں۔

(س) آپ وہاں چار سال سے ہیں وہاں آپ نے نوجوانوں کو ورزش کرتے یا ڈرل کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے؟

(ج) جامعہ احمدیہ کے طلباء کو کبھی کبھی ورزش کرتے ہوئے دیکھا ہے لیکن ایسا صرف دو تین ماہ کے بعد ہوتا ہے وہ بھاگتے ہوئے سٹیشن سے گزرتے ہیں اور سنا ہے کہ چار پانچ میل کی دوڑ لگاتے ہیں۔ جامعہ احمدیہ میں مبلغ تیار کئے جاتے ہیں۔

(س) کیا ربوہ سے تعلق نہ رکھنے والے غیر احمدی بھی ربوہ میں آزادی سے گھوم پھر سکتے ہیں؟

(ج) جی نہیں ربوہ سے تعلق نہ رکھنے والے غیر احمدی اجازت کے بغیر شہر میں نہ تو داخل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی پھر سکتے ہیں۔ اجازت امور عامہ کا محکمہ دیتا ہے۔ جن خاندانوں کو سرکاری ملازمت یا بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ربوہ رہنا ہو اور وہ غیر احمدی ہوں تو انہیں بھی وہاں کرایہ کا مکان لینے سے قبل امور عامہ کے محکمہ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ باہر سے آنے والے لوگ البتہ بازار تک جا سکتے ہیں لیکن ربوہ کے محلوں اور دوسرے حصوں میں نہیں جا سکتے۔ انہیں عزیز بھانبڑی کے تحت کام کرنے والے لوگ روک دیتے ہیں۔

(س) آپ چار سال سے وہاں مقیم ہیں کبھی اس عرصہ میں احمدیوں میں کوئی ایسا جھگڑا ہوا ہو جو عدالت تک گیا ہو یا پولیس تک گیا ہو؟

(ج) جی نہیں تمام معاملات و جھگڑے امور عامہ کا محکمہ طے کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے اگر کوئی امور عامہ کے محکمہ کا فیصلہ نہ مانے تو اسے ربوہ سے نکال دیا جاتا ہے۔

(س) چار سال کے دوران کبھی دیکھا یا سنا ہو کہ ربوہ میں اسلحہ اکٹھا کیا جا رہا ہے؟

(ج) مجھے اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں۔

(س) چناب ایکسپریس کے بعد جو ریل کار آئے وہ پہلے کس لائن پر کھڑی کرتے ہیں؟

(ج) پلیٹ فارم پر کھڑی کرتے ہیں لیکن اس روز اسے دوسری لائن پر کھڑا کیا گیا۔

(س) دوسری لائن پر گاڑی کو کھڑی کرنے کا فیصلہ آپ کا تھا یا سٹیشن ماسٹر کا تھا؟

(ج) سٹیشن ماسٹر نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ اس گاڑی کو پلیٹ فارم پر نہ لو۔ (نوائے وقت ۱۲ جون ۷۴ء)

رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

سٹیشن ماسٹر کی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ چناب کو چلانے کے لئے ریلوے کے قواعد پورے نہیں ہوئے۔ خدام الاحمدیہ تنظیم ۴۰ سال سے زائد عمر کے نوجوانوں' انصار اللہ ۱۵ تا ۴۰ اور خدام الاحمدیہ ۱۵ سال سے کم عمر والے اطفال کی تنظیم میں آتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کے اجتماع ہوتے ہیں۔ میں نے نہ ربوے کا کوئی آدمی زخمی ہوتے دیکھا نہ کسی سے سنا کہ کوئی زخمی ہوا۔ میں ربوہ کے لوگوں کے ہاتھ میں ڈنڈے دیکھ کر اور سٹیشن پر ہونے والے واقعات سے بہت پریشان تھا۔ میں نے ربوہ میں پیپلز پارٹی کا کوئی دفتر نہیں دیکھا۔ پیپلز پارٹی کے جھنڈے بہت سے گھروں پر لہراتے ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ پیپلز پارٹی کے صدر اور سیکرٹری کون ہیں۔ ربوہ کے خلیفہ کا حکم ہی ربوہ میں چلتا ہے۔ مجھے یہ علم ہو گیا تھا کہ ائیر مارشل ریٹائرڈ ظفر چوہدری ائر فورس کے کمانڈر انچیف تھے' ان کو ریٹائر کر دیا گیا ہے۔ وہ احمدی تھے۔ یہ درست ہے کہ احمدیوں کو قادیان واپس جانے کا بہت شوق ہے۔ یہ درست ہے کہ کچھ میتوں کو بہشتی مقبرہ کے قبرستان میں بطور امانت دفن کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں یہ توقع کی جاتی ہے کہ جب ممکن ہو گا ان کو قادیان لے جایا جائے گا۔

مرزا نصیر احمد کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ احمدی ایک سالانہ جلسہ کرتے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ افراد شریک ہوتے ہیں۔ جلسہ تین دن رہتا ہے۔ ان دنوں بہت سے ٹمپریری سٹال لگتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جلسے کے دنوں کئی غیر احمدی وہاں جاتے ہیں۔ ان کے لئے حدود مقرر

ہوتے ہیں۔ گول بازار اور رحمت بازار دو بازار ہیں' یہ دونوں غیراحمدیوں کے لئے ممنوع نہیں ہیں۔

خدام الاحمدیہ کے ارکان ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ سڑکیں وغیرہ بناتے ہیں اور اس طرح کے دوسرے کام کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ میں نے سنا ہے لیکن کسی کو یہ کام کرتے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

کرم الٰہی بھٹی صاحب کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ احمدی دوسروں کے سامنے تبلیغ کرتے ہیں اور گرویدہ کر کے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے تمام کاموں' ہسپتال' لنگر خانے وغیرہ کی غرض اپنے مذہب کی اشاعت ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ دریائے چناب میں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے کشتیاں چلاتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ میں نے ریل کار پلیٹ فارم والی لائن پر اس لئے نہیں لی تھی کہ پلیٹ فارم پر کراکری اور شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔

مسٹرایم اے رحمان نے عدالت کو بتایا کہ اس ٹربیونل سے مسٹر مبشر لطیف کی درخواست کے مسترد ہونے کے بعد فاضل ہائی کورٹ سے رجوع کیا گیا ہے اور زیر حراست لوگوں سے ملاقات کی کوشش کی جا رہی ہے اس لئے زیر حراست لوگوں کو خاص طور پر سٹیشن ماسٹر ربوہ کو جلد از جلد اس ٹربیونل میں شہادت کے لئے طلب کرلیا جائے۔ پیشتر اس کے کہ ان کے ساتھ باہر سے کوئی آدمی رابطہ قائم کرلے۔ کیونکہ باہر سے لوگوں کی ملاقات کے نتیجے میں گواہ کی شہادت اثر انداز ہوگی۔ مسٹراعجاز حسین بٹالوی نے اس کی مخالفت کی۔ مسٹرفاروق حسن (ہائی کورٹ بار) نے بھی اس کی مخالفت کی اور کہا کہ گواہ کا حق ہے کہ وہ قانونی مشورہ حاصل کرے۔ مسٹر رفیق احمد باجوہ نے گواہ کے وکیل مقرر کرنے کے بارے مین کہا کہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن وہ کسی وکیل کو Consult کر سکتا ہے۔ انہوں نے رنیائے کیس کا حوالہ دیا کہ اس میں گواہ کو وکیل مقرر کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ٹربیونل نے اس نکتہ پر غور کرنے کے بارے میں فرمایا

کہ بعد میں اس نکتے پر فیصلہ کیا جائے گا۔

حافظ محمد طارق صاحب نے مجلس لاہور' جو طلبہ کی ایک انجمن ہے' کی طرف سے پیش ہونے کی اجازت چاہی۔ لیکن فاضل ٹربیونل نے فرمایا کہ پہلے مجلس کا دستور وغیرہ پیش کیا جائے اس کے بعد اجازت دی جائے گی۔

۱۱ جون کی کارروائی سے متعلق ایک مختصر اخباری بیان ٹربیونل کی طرف سے دیا گیا۔ جو یہ ہے۔

لاہور ۱۰ جون (اپ پ) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل نے جو لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل ہے۔ آج ۵ گواہوں کے بیانات قلمبند کئے۔ سوائے جماعت احمدیہ کے مفاوات کی نمائندگی کرنے والے وکیل کے' تمام تنظیموں کی نمائندگی کرنے والے وکلاء نے درخواست کی کہ آج کے اخبارات میں شائع ہونے والے بیان کی روشنی میں احمدیہ جماعت کے سربراہ کا جس قدر جلد ممکن ہو بیان لیا جائے۔ ٹربیونل نے کہا کہ اس سوال پر مناسب وقت پر غور ہو گا اور فیصلہ کیا جائے گا۔ آج ٹربیونل کے جاری کردہ پریس نوٹ کے مطابق اجلاس شروع ہوتے ہی احمدیہ جماعت کے نمائندہ وکیل کے سوا تمام دیگر تنظیموں کے وکلاء نے کہا کہ احمدیہ فرقہ کے سربراہ نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے کو جو بیان دیا ہے اور جو آج کے اخبارات میں شائع ہوا ہے اس کی روشنی میں احمدیہ فرقہ کے سربراہ کی شہادت بہت ضروری ہے اور ان کا بیان جس قدر جلد ممکن ہو' لینا چاہئے۔ تاکہ ٹربیونل کو جماعت احمدیہ کے خیالات کا علم اولین موقع پر ہو۔ بعض وکلاء نے مناسب ہونے کے جواز پر بھی اعتراض کیا کیونکہ ایسے موقع پر جب کہ ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے ایک ٹربیونل قائم کیا گیا ہے اس لئے ایسا کوئی بیان نہیں دینا چاہئے تھا' ان سوالات پر وقت آنے پر غور کیا جائے گا۔ اور اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ آج مبشر لطیف ایڈووکیٹ نے درخواست دی کہ واقعہ ربوہ کے سلسلہ میں گرفتار ہونے والوں سے ملنے کی اجازت دی جائے۔ یہ درخواست مسترد کر دی گئی اور کہا گیا کہ وہ اس سلسلہ میں مناسب جگہ درخواست دیں۔ پی پی آئی کے مطابق احسان وائیں ایڈووکیٹ نے دیس پنجاب محاذ اور شیر عالم ایڈووکیٹ

نے جمعیت علمائے احناف کی نمائندگی کی اجازت طلب کی' اجازت دیدی گئی۔ (جنگ کراچی ۱۱ جون ۱۹۷۴ء)

گواہ نمبر ۱۱

(عبدالصمد سیکشن کنٹرولر لائل پور)

میں لائل پور میں بطور سیکشن کنٹرولر تعینات ہوں اور احمدی نہیں ہوں۔ وقوعہ کے روز کنٹرول آفس میں میری ڈیوٹی ۷ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک تھی' میری ڈیوٹی چک جھمرہ بورڈ پر تھی' جس پر لائل پور سے وزیر آباد' چک جھمرہ سے شاہین آباد تک اور سانگلہ ہل سے شیخوپورہ تک گاڑیوں کی آمدورفت کنٹرول کی جاتی ہے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے کے قریب سٹیشن ماسٹر ربوہ نے فون پر مجھ سے بات کی اور چناب ایکسپریس کی پوزیشن پوچھی اور کہا کہ لوگ اس گاڑی کی صحیح پوزیشن کا پتہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ صبح جب میں نے ڈیوٹی سنبھالی تو چناب ایکسپریس ایک گھنٹہ لیٹ آ رہی تھی۔ گاڑی اس وقت تک شیڈول ٹائم سے ۴۵ منٹ لیٹ آ رہی تھی میرے ذمہ ایک اور گاڑی ۱۵ اپ پسنجر گاڑی کی نگرانی بھی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اس کا ۱۲ ڈاؤن سے برج سٹیشن پر کراس ہونا چاہئے تھا لہٰذا میں نے سٹیشن ماسٹر برج کو اس کراسنگ کے لئے تیار کر لیا تھا۔

میں نے چناب ایکسپریس کا پتہ کرنے کے لئے دس بجکر دس منٹ پر سٹیشن ماسٹر ربوہ سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ گاڑی سٹیشن پر دس بجکر پانچ منٹ پر پہنچی لیکن سٹیشن پر ہنگامہ ہے اور بہت سے لوگ لاٹھیوں اور چاقوؤں سے فساد کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ انہوں نے پلیٹ فارم پر ہجوم کی تعداد پانچ چھ سو بتائی۔ میں نے ڈپٹی چیف کنٹرولر اور چیف کنٹرولر کو' جو اس کنٹرول روم میں موجود تھے' اس کی اطلاع دی۔ نثار علی اوپل چیف کنٹرولر نے مجھے کہا کہ کنٹرول فون پر ربوہ سٹیشن ماسٹر سے میری بات کرائیں۔ میں نے دوبارہ گھنٹی دی اور تین چار گھنٹیوں کے بعد فون اٹھایا اور وہی اطلاع جو مجھے دی تھی' چیف کنٹرولر کو دی چونکہ سسٹم کھلا تھا' اس لئے سٹیشن ماسٹر اور

چیف کنٹرولر کی باہمی بات چیت میں بھی سن رہا تھا۔ چیف کنٹرولر نے سٹیشن ماسٹر ربوہ کو ہدایت کی کہ وہ مقامی پولیس کی مدد حاصل کریں اور یہ بھی ہدایت کی کہ آپ گاڑی کو چلانے کی کوشش کریں اور تفصیلی اطلاع دیں کہ کیا ہوا؟ اس کے بعد ٹیلیفون بند کر دیا۔ میں نے تقریباً دس بجکر بیس منٹ پر پھر ربوہ فون کیا تیسری چوتھی گھنٹی پر اللہ بخش اے ایس ایم نے فون اٹھایا انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ ابھی اپنے کوارٹر سے آیا ہے اور اس نے یہ بھی بتایا کہ سٹیشن ماسٹر دفتر میں موجود نہیں ہے اور گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہے' میں نے اسے کہا کہ وہ سٹیشن ماسٹر کو بلا لائے اور بات کرائے' اس کے تین چار منٹ پر گارڈ انچارج مسٹر نذیر احمد نے کنٹرول فون پر مجھے بتایا کہ پلیٹ فارم پر فساد ہو رہا ہے اور ربوہ کے مقامی باشندے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کو ان کے ڈبوں سے اور جہاں کہیں وہ دوسرے ڈبوں میں پائے گئے' وہاں سے نکال کر مار رہے ہیں' اس لئے گاڑی کے جلد روانہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں نے اسے بھی یہ کہا کہ سٹیشن ماسٹر کو بلاؤ پھر فون بند کر دیا اس کے دو تین منٹ بعد مرزا سمیع سٹیشن ماسٹر نے مجھے گھنٹی دی انہوں نے مجھے کہا کہ میں گاڑی چلا سکتا ہوں۔ آپ اجازت دیں۔ میں نے اجازت دے دی۔ عام طور پر میری اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس غیر معمولی واقعہ کی وجہ سے اس نے اجازت مانگی میں نے سٹیشن ماسٹر سے کہا کہ گاڑی فوراً چلاؤ۔ اور واقعہ کی تفصیلی رپورٹ لکھ کر بھیجو۔ اس کے تین چار منٹ بعد گارڈ انچارج نے مجھے فون کیا اور کہا کہ ہنگامہ کی وجہ سے یہ گمان ہے کہ تمام مسافر طلبہ گاڑی پر سوار نہیں ہو سکے۔ اس طرح یہ بھی گمان کیا جا رہا ہے کہ کسی طالب علم کو اغوا نہ کر لیا گیا ہو۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ گاڑی چلائیں اور لائل پور پہنچنے کی کوشش کریں تاکہ زخمی طلباء کو طبی امداد دی جا سکے۔ اس کے بعد پھر میں فون کرتا رہا۔ تقریباً ۱۰ بجکر پینتالیس منٹ پر سٹیشن ماسٹر نے مجھے بتایا کہ گاڑی جا چکی ہے۔ اس کی روانگی کا وقت دس بجکر پینتیس منٹ لکھوں۔ میں نے حادثہ کی رپورٹ مانگی تو انہوں نے کہا اسے چوٹ آئی ہے اس لئے تھوڑی دیر بعد رپورٹ دے گا اس کے بعد میں سات آٹھ منٹ تک رپورٹ کا پتہ کرتا رہا لیکن سٹیشن ماسٹر لیت و لعل کرتے رہے۔ سٹیشن ماسٹر نے فون پر ۱۱ بج کر ۱۴ منٹ پر مجھے رپورٹ لکھوائی چنیوٹ سٹیشن

سے مجھے فون پر ۱ بجکر ۵ منٹ پر اطلاع ملی کہ وہاں گاڑی ۱ بج کر ایک منٹ پر پہنچ گئی تھی۔ چنیوٹ سٹیشن سے گارڈ انچارج نے مجھے فون پر بتایا کہ انہوں نے چند طلباء کی مرہم پٹی کی ہے اور اس کے بعد فرسٹ ایڈ کا سامان ختم ہو گیا ہے۔ میں نے تمام سٹیشنوں سے جو چنیوٹ سے لائل پور کے درمیان تھے رابطہ رکھا لیکن مجھے کوئی خاص بات نہ بتائی گئی۔ چناب ایکسپریس ۲ بج کر ۳۰ منٹ پر لائل پور پہنچی۔ میں ایک بجے چلا گیا۔

کمال مصطفیٰ بخاری کی جرح کے جواب میں

(س) کیا آپ کی لاگ بک میں ۲۲ مئی کو ربوہ سٹیشن پر رونما ہونے والے کسی غیر معمولی واقعہ کی اطلاع ملی؟

(ج) جی نہیں۔ ہمارے ریکارڈ میں ایسی کوئی بات نہیں۔

میاں شیر عالم کی جرح کے جواب میں

(س) مرزا عبدالسمیع نے چناب ایکسپریس کی پوزیشن کے بارے میں جس بے قراری کا اظہار ۲۹ مئی کو کیا۔ کیا اس سے قبل بھی کسی گاڑی کے لئے ایسا کیا؟

(ج) جی نہیں۔ مرزا سمیع اس روز صحیح پوزیشن اور وقت کے بارے میں نہایت بے قراری سے پوچھ رہے تھے۔

گواہ نمبر ۲ (سید صفدر حسین۔ بکنگ کلرک ربوہ)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں ریلوے میں بکنگ کلرک ہوں اور ریلیونگ سٹاف میں ہوں۔ میرا ہیڈ کوارٹر لاہور میں ہے' جہاں کہیں ضرورت ہو مجھے بھیج دیا جاتا ہے۔ میں ۲۹ مئی کو ربوہ سٹیشن پر ڈیوٹی پر تھا۔ اس لئے پہلے ۲۷ مئی تک میں نشتر آباد سٹیشن پر تھا۔ ۲۷ مئی کو میں نے ربوہ میں ڈیوٹی لی اور تین دن ڈیوٹی کی اور ۳۰ مئی تک وہاں رہا۔ میری ڈیوٹی کے اوقات صبح ۸ بجے سے ۲ بجے شام تک تھے۔ وہاں کا مستقل بکنگ کلرک اختر' جسے تین دن کی چھٹی دی گئی تھی' میں اس کی جگہ گیا۔ ربوہ میں مستقل طور پر صرف ایک ہی بکنگ کلرک ہوتا ہے۔ ۲ بجے شام کے بعد سے اگلی صبح کو ۸ بجے تک بکنگ کلرک کا کام

ڈیوٹی پر متعین اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر یا سٹیشن ماسٹر کرتے ہیں۔ میں چونکہ عارضی طور پر وہاں تعینات تھا۔ اس لئے وہاں رہنے کا بندوبست نہیں تھا۔ اس لئے میں اپنے گھر سرگودھا بس کے ذریعہ چلا جاتا تھا اور پھر اگلی صبح آ جاتا تھا۔ میں نے ۲۹ مئی کو ۱۱ بجے اپنا چارج لیا اور بکنگ شروع کر دی۔ میرے پارسل بک کرانے اور چھڑانے کے لئے لوگ آتے تھے' اس لئے مجھے فرصت ہی نہیں تھی کہ میں باہر دیکھوں کہ کیا ہو رہا ہے؟ جب گاڑی سٹیشن پر آ جاتی ہے تو بکنگ کلرک لوڈنگ' ان لوڈنگ کر کے گاڑی کی بریک وین میں جاتا ہے۔ میرے پاس ایک اخبار کا بنڈل تھا۔ چنانچہ ماتحت ملازم بنڈل دینے چلا گیا۔ گاڑی آنے کے وقت بھی میں دفتر میں تھا۔ ماتحت ملازم ۲ منٹ بعد بنڈل گاڑی کے لگیج گارڈ کو دے کر بریک وین میں رکھوا کر آ گیا اور بتایا کہ گاڑی سے اترنے والا مال کوئی نہیں۔ تھوڑی دیر بعد شور مچا اور سنا کہ ہنگامہ ہو گیا۔ وہاں پر سٹیشن ماسٹر کا کمرہ میرے کمرہ سے ملحق ہے اس لئے میں نے دیکھا کہ وہاں پر ٹریولنگ ٹکٹ ایگزامینر۔ گارڈ انچارج' لگیج گارڈ اقبال' ایک آدمی زخمی اور ایک سپاہی وہاں آیا۔ میں نے باہر ان کے کمرے میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن سٹیشن ماسٹر مرزا السمیع نے مجھے حکم دیا کہ تمہارے پاس کیش ہے تم باہر نہ آؤ۔ باہر ہنگامہ ہو رہا ہے تم اپنے کیش کی حفاظت کرو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ واپس آ گیا اور اپنی میز کے دراز سے کیش نکال کر سیف میں رکھ دیا۔ اور وہیں بیٹھ کر شور اور نعرے سنتا رہا۔ امیر المومنین زندہ باد کا نعرہ میں نے ضرور سنا۔ باقی نعرے صاف نہیں سنے۔ میرا خیال ہے کہ ہنگامہ کم از کم نصف گھنٹہ تک جاری رہا۔ میں نے ساتھ والے کمرے سے سنا' گارڈ کہہ رہا تھا کہ جب تک کنٹرول آرڈر نہ دے' میں گاڑی کیسے چلاؤں۔ کہیں کوئی طالب علم رہ نہ جائے۔ ویسے بھی آخری بوگی کا کپلنگ ٹوٹا ہوا ہے۔ اس کے بعد شور و غل ختم ہوا اور گاڑی چلی گئی۔ اپنی کھڑکی سے میں نے پلیٹ فارم پر لوگوں کا بڑا مجمع دیکھا۔ اندازاً" چار پانچ صد لوگ ہوں گے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے اور جوش و خروش میں تھے۔

شام کا اجلاس

میں نے لوگوں کو ڈنڈے اٹھائے ہوئے دیکھا میں نے اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔ ۲۳

ڈاون ریل کار چناب ایکسپریس کے ۱۰۔ ۱۵ منٹ بعد آئی ہوگی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کب چلی۔ ۱۲ ڈاون گاڑی کے سٹیشن سے جانے کے بعد میں نے اپنا دفتر چھوڑ دیا۔ کبھی سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں جاتا۔ کبھی پلیٹ فارم پر۔ جب پلیٹ فارم پر آیا تو میں نے دیکھا کہ پلیٹ فارم صاف ہو گیا۔ چار بجے مجھ سے اے ایس ایم نے چارج لیا اور میں سرگودھا چلا گیا جب چناب ایکسپریس جا رہی تھی تو ہجوم ابھی تک وہیں تھا۔

ایم انور صاحب کی جرح کے جواب میں

میرے کمرے کا دروازہ سٹیشن کے پلیٹ فارم کی طرف کھلتا ہے لیکن اسے بند رکھنا ہوتا ہے۔ پلیٹ فارم کی طرف ایک کھڑکی بھی ہے۔ بکنگ کی کھڑکی مسافر خانہ میں کھلتی ہے۔ بکنگ پر بیٹھا ہوا آدمی وہاں سے گاڑی کی تقریباً ڈیڑھ بوگیاں صاف دیکھ سکتا ہے۔ البتہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس جائے تو تین بوگیاں نظر آ سکتی ہیں۔ جب مجھے مسافروں کے ٹکٹ خریدنے کے بعد وقت ملتا ہے' میں پلیٹ فارم کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ ۲۸ مئی کو کوئی پلیٹ فارم ٹکٹ فروخت نہیں ہوا۔ البتہ ۲۹ مئی کو ۱۵ پلیٹ فارم ٹکٹ فروخت ہوئے۔ ۳۰ مئی کو شاید ایک پلیٹ فارم ٹکٹ فروخت ہوا۔ ۸ بجے صبح سے چناب ایکسپریس کے آنے تک ۱۵ پلیٹ فارم ٹکٹ فروخت ہوئے۔ میں نے سنا تھا کہ گارڈ کنٹرول کو کہہ رہا تھا کہ نشتر میڈیکل کالج کے لڑکوں کی بوگی پر بہت زیادہ ہجوم نے حملہ کر دیا ہے۔ گارڈ یہ کہہ رہا تھا کہ اسے ۲۲ مئی کے واقعہ کا علم نہیں ہے۔ گارڈ کہہ رہا تھا کہ پتہ نہیں کتنے زخمی مر جائیں گے۔ ایک زخمی کی حالت نازک تھی۔ میں سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں ۲ منٹ کھڑا رہا۔ جونہی گاڑی آئی' ہنگامہ شروع ہو گیا اور گاڑی روانہ ہونے کے تھوڑے عرصہ قبل تک جاری رہا۔

سٹیشن ماسٹر گھبرایا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے اس واقعہ کے بارے میں نہیں پوچھا۔ سٹیشن ماسٹر سے فون پر جو کوئی ہنگامہ کی تفصیل پوچھتے تھے' وہ جواب میں یہی کہتے کہ جھگڑا ہوا ہے۔ میں خود ہنگامہ کی صورت حال سے خوف زدہ تھا' اس لئے پلیٹ فارم پر نہ گیا۔ گاڑی کے وقت میں نے جس ہجوم کو جاتے دیکھا وہ جوش میں تھا اور طلبہ کی بوگی پر حملہ

کرنے جا رہا تھا۔ ربوہ کے لوگ اپنے سربراہ کو امیرالمومنین کہتے ہیں۔

اعجاز بٹالوی صاحب کی جرح کے جواب میں

میں دو ماہ سے Relieving Staff میں ہوں۔ ۲۹ مئی کو ۱۵ پلیٹ فارم ٹکٹوں کے علاوہ چناب اور ۲ ڈاؤن گاڑیوں کے لئے ۲۵۔ ۳۰ ٹکٹ فروخت کئے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ایک فرسٹ کلاس کا ٹکٹ فروخت کیا تھا۔ ۸ بجے سے لے کر گاڑی کے آنے تک معمول کے مطابق ہجوم سٹیشن کے ہال میں تھا۔ اڈا لاریاں اسٹیشن سے ۳ فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ سٹیشن سے اڈے کو جائیں تو شہر سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ ۲۹۔ ۳۰ مئی کو سٹیشن سے اڈے کو جاتے ہوئے کسی نے مجھے نہ روکا تھا نہ پوچھا تھا۔ ۳۰ مئی کو ایک شخص نے قصر خلافت کے قریب مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو میں نے بتایا کہ سرگودھا سے آیا ہوں۔ میں نے پوچھا تم کیوں پوچھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ چنیوٹ میں جھگڑا ہو گیا ہے۔

ایم انور صاحب کی جرح کے جواب میں

جو چار پانچ آدمی میں نے اپنے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھے۔ ان میں سے اکثریت ڈنڈوں سے مسلح تھے۔ خاتم النبیین سے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نبی ہیں لیکن احمدی اس کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ خاتم سے ان کی مراد یہ ہے کہ انگوٹھی یا مہر۔ جب میں نے ربوہ میں یہ کتبہ لگا ہوا دیکھا تو میں نے سمجھا کہ احمدیوں نے دین کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۳ جون ۱۹۷۴ء)

گواہ نمبر ۳

(مقبول اختر فوڈ گرین سپروائزر)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں ۲ مئی سے ربوہ میں متعین ہوں۔ قریباً ۴ ماہ اسی Capcity میں متعین رہا ہوں۔ میں ۲۹ مئی کو سٹیشن پر تھا کیونکہ میں نے چار سو بوری گندم روانہ

کرتا تھی۔ میرا دفتر گول بازار میں ہے' میں چنیوٹ میں رہتا ہوں۔ میں ربوہ میں صبح جاتا ہوں اور شام کو واپس چنیوٹ آ جاتا ہوں۔ اس روز میں سٹیشن پر ۵۰ ۔ ۴ پر پہنچا۔ اس سے قبل ۴۰ ۔ ۹ پر میں نے ایک ڈپو کا معائنہ کیا تھا۔ جب میں ڈپو پر تھا تو میں نے دیکھا کہ کئی نوجوان ہاکیاں اور ڈنڈے لئے ہوئے سٹیشن کی طرف جا رہے تھے۔ ڈپو ہولڈر نے مجھے کہا کہ آج ربوہ سے لاشیں گزریں گی۔ اس نے کہا یہ ہمارے حضرت صاحب کا حکم ہے کہ راولپنڈی سے جو لڑکے آ رہے ہیں ان کی لاشیں بھیجنی ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں۔ اس نے جواب دیا کچھ لڑکے ملتان سے راولپنڈی جا رہے تھے انہوں نے ساڑھے چھ بجے شام کے قریب نعرہ بازی کی تھی۔ احمدیت مردہ باد اور مرزا ناصر احمد مردہ باد۔ ڈپو سٹیشن سے ۱۵۰ گز کے فاصلے پر ہے۔ اس کے بعد میں سٹیشن پر آگیا۔ ڈپو ہولڈر کا نام چوہدری اقبال ہے۔ ڈپو اور سٹیشن کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں۔ صاف نظر آتا ہے۔ ڈپو محلہ دارالرحمت میں ہے۔

جب میں سٹیشن پر آیا سگنل ڈاؤن تھا۔ ۰۵ ۔ ۱۰ پر گاڑی آئی۔ میں نے وقت نوٹ کیا تھا جیسے ہی گاڑی رکی۔ جو لوگ ہاکیوں' سوٹیوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے' انہوں نے تین بوگیوں پر بیک وقت حملہ کر دیا۔ ان میں سے ایک بوگی ڈائیننگ کار تھی۔ ایک لگیج کے ساتھ والی تھی اور تیسری پچھلی سے ایک بوگی آگے تھی۔ ٹرین میں کچھ لوگ پہلے سے ہاکیوں سے مسلح تھے انہوں نے گاڑی میں سوار مسافروں کو مارنا شروع کر دیا اور بوگیوں سے نیچے پلیٹ فارم سائیڈ پر اور یارڈ سائیڈ پر پھینکنا شروع کر دیا۔ چند لڑکوں نے بوگیوں کے دروازے بند کر لئے اور اندر سے بند کر لیا۔ ہجوم نے پتھر مار کر شیشے توڑ دیئے۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگوں نے گاڑی سے نکالتے ہوئے طلبہ کو پیٹنا شروع کر دیا۔ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ ان کی گھڑیاں گر کر ٹوٹ گئی تھیں۔ پچیس پچیس لڑکے ایک ایک لڑکے کو مار رہے تھے۔

میں سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں گیا۔ ان سے کہا یا چنیوٹ سے پولیس کی مدد منگوائیں یا سرگودھا سے فوج بلائیں۔ انہوں نے کہا میرا دایاں ہاتھ زخمی ہے۔ میں نے دیکھا مسٹر عبدالغفار ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر بھی وہاں بیٹھا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اپنے زخمی ہاتھ کی

رپورٹ لکھیں۔ اور زخمیوں کو مرنے دیں۔ آپ نے ریلوے سے اس زخمی ہاتھ کے لئے کلیم کرنا ہے۔

میں دفتر سے باہر آ گیا تھا۔ تمام بوگیوں کی کھڑکیاں بند تھیں۔ بچے اور عورتیں چلا رہی تھیں۔ لیکن کسی نے مداخلت نہ کی۔ جن لڑکوں کو زخمی کیا گیا' تھا ان میں سے اکثریت بے ہوش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد چوہدری بشیر احمد صدر عمومی 'عزیز احمد بھانبڑی ناظم امور عامہ اور ایک شخص رشید احمد ہے' خدام کے ساتھ سٹیشن پر آ گئے۔ میں نے رشید احمد کو اس دن پہلی مرتبہ دیکھا تھا' اس کا نام اس لئے یاد ہے کہ اسے اس نام سے سٹیشن ماسٹر یا کوئی اور پکار رہا تھا۔ میں اسے شناخت کر سکتا ہوں۔ وہ لمبے دبلے ہیں۔ داڑھی ہے۔ دوسرے دونوں بھی بشیر احمد اور عزیز احمد کو میں پہلے سے جانتا ہوں۔ سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں ٹیلیفون آیا۔ بشیر احمد نے ٹیلیفون پر جواب دیا۔ معمولی قسم کا جھگڑا ہوا ہے۔ بیچ بچاؤ کرا لیا گیا ہے۔ پھر بشیر احمد ' رشید احمد اور عزیز احمد بھانبڑی دفتر سے نکل آئے اور ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے' انہوں نے پھر مارنا شروع کر دیا۔ یہ کھیل ۴۰۔ ۴۵ منٹ جاری رہا۔ عورتیں چیخ وپکار کر رہی تھیں۔ بچے پانی مانگ رہے تھے۔ یہ طلبہ سے اگلی بوگی میں تھے۔ اس سے اگلی بوگی فوجیوں کی تھی۔ فوجی سپاہیوں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ میں انچارج گارڈ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ پانی پلانے کا انتظام کیا جائے۔ اس نے سٹیشن ماسٹر کو پانی پلانے کے لئے کہا۔ میں اور گارڈ صاحب عورتوں' بچوں اور زخمی طلبہ کو پانی پلایا۔

۱۳ جون کی کارروائی

لاہور ۱۳ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل کے جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی کے روبرو آج ربوہ کے فوڈ گرین سپروائزر مقبول اختر پر جرح جاری رہی' اس نے جرح کے دوران بتایا کہ قادیانیوں کے سالانہ اجتماع میں بعض ایسے افراد بھی جو مسلح افواج کی وردیوں میں ہوتے ہیں' شرکت کرتے ہیں۔ گواہ نے رفیق احمد باجوہ کی جرح کے دوران یہ بھی بتایا کہ ۱۹۷۳ء کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جب احمدیہ جماعت

کے سربراہ مرزا ناصراحمد تقریر کر رہے تھے تو اس وقت فضائیہ کے دو جہاز عین جلسہ گاہ کے اوپر آئے تھے۔ اور انہوں نے غوطہ لگایا تھا گواہ نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ سالانہ اجتماع میں مرزا ناصراحمد نے یہ بھی کہا تھا کہ لوگ اب آئندہ مکہ مدینہ نہیں جائیں گے بلکہ ربوہ آئیں گے اور یوں ربوہ کو پورے اسلام پر تسلط حاصل ہو جائے گا۔ گواہ نے کہا کہ وہ قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں ۱۹۷۳ء میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ درست ہے کہ مرزا ناصراحمد کی تقریر کے دوران جلسہ گاہ کے اوپر سے ائرفورس کے دو جہاز گزرے تھے۔ یہ بھی درست ہے کہ انہوں نے غوطہ لگایا۔ جہازوں کا غوطہ لگانا مجھے عجیب معلوم نہیں ہوا۔ گواہ نے یہ اقرار کیا کہ اس نے کچھ لوگوں کو فوجی یونیفام میں بھی جلسہ گاہ میں دیکھا' لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ فوجی افسر تھے۔ میں ایسے آدمیوں کا اندازہ نہیں بتا سکتا۔ میں نے مسلح افواج کی تینوں قسموں کی وردیوں میں ملبوس لوگوں کو دیکھا تھا۔ ٹربیونل نے مسٹر مبشر لطیف ایڈووکیٹ سے کہا کہ الفضل اخبار کا وہ پرچہ پیش کریں جس میں سالانہ جلسہ میں مرزا ناصراحمد کی تقریر شائع ہوئی ہے۔

(س) کیا آپ نے مرزا ناصراحمد کی تقریر سے یہ تاثر لیا کہ یہ گروہ دنیا بھر میں اپنا اقتدار حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور تیاری کر رہا ہے؟

(ج) ہاں مرزا صاحب نے کہا تھا کہ لوگ اب مکہ اور مدینہ نہیں جائیں گے بلکہ ربوہ آئیں گے اور اس طرح ربوہ کو اسلام پر تسلط حاصل ہو جائے گا گواہ نے کہا کہ احمدیوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو وہ آپس میں تصفیہ کر لیتے ہیں اور عام عدالتوں میں نہیں جاتے۔

(س) کیا ربوہ کے ڈپو ہولڈر دوسرے شہروں کی طرح پیپلزپارٹی کے آدمی ہیں؟

(ج) جی نہیں وہ قادیانی ہے اور اس کا نام محمد اقبال ہے وہاں پر ایک شخص شمس الحق کا گھی کا ڈپو ہے لیکن وہ قادیانی ہے اور پیپلزپارٹی سے اس کا تعلق نہیں اس کے پاس راشن ڈپو بھی نہیں ہے۔

(س) کیا آپ کو ۲۲ مئی کے واقعہ کے بارے میں صرف ڈپو ہولڈر محمد اقبال نے ہی بتایا اور دوسرے کسی ذریعہ سے بھی پتہ چلا؟

(ج) شاہد کلاتھ ہاؤس کے شاہد نے بھی مجھے اس واقعہ کے بارے میں بتایا' وہ بھی قادیانی ہے اس نے البتہ یہ نہیں کہا کہ حضرت صاحب نے بھی حکم دیا ہے جب کہ اقبال ڈپو ہولڈر نے کہا تھا کہ یہ جو لڑکے راولپنڈی سے واپس آ رہے ہیں ان کی لاشیں جانی چاہئیں۔ میں نے یہ بات کسی غیر احمدی سے نہیں سنی' اور نہ ہی کسی اخبار میں پڑھی۔

(س) کیا اسٹیشن سٹاف میں سے کسی نے ۲۲ مئی سے ۲۹ مئی تک آپ کو کوئی واقعہ بتایا؟

(ج) جی ہاں ایک مرتبہ جب میں اپنے کام کے سلسلہ میں گیا تو سٹیشن ماسٹر مسٹر سمیع نے کہا کہ ملتان کے طالب علموں نے ۲۲ مئی کو ربوہ سٹیشن پر بہت خرابی کی اور نعرے لگائے جس پر مقامی طلباء نے جو وہاں قریب ہی کھیل رہے تھے' انہیں یہ کہا کہ اب جب وہ ۲۹ مئی کو یہاں سے گزریں گے تو ان کا پتہ کیا جائے گا۔ س۔ کیا پولیس کو بھی آپ نے کوئی بیان دیا؟

(ج) جی ہاں ۴ جون کو بیان ہوا۔ اور میں نے پولیس کو بھی یہی بیان دیا تھا جو عدالت میں دیا ہے۔ یہ بیان ربوہ میں ہوا' اس کے بعد ڈپٹی کمشنر جھنگ نے بھی بیان لیا۔ وہاں پولیس کے اعلیٰ افسر بھی موجود تھے۔

(س) کیا آپ کے مرزا سمیع سے خوشگوار مراسم تھے اور اب بھی ہیں؟

(ج) جی ہاں اب بھی مراسم خوشگوار ہیں۔

کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

(س) وقوعہ کے روز جب آپ نے لوگوں کو اسٹیشن پر جاتے دیکھا تو کیا وہ مشتعل تھے؟

(ج) جی ہاں۔

احسان وائیں کی جرح کے جواب میں

(س) آپ نے یہ کہا ہے کہ ریل کے ساتھ فوجی بھی تھے ان کی تعداد کیا تھی؟

(ج) میں نے تو تین چار دیکھے میں نے فوج کے سپاہیوں سے مداخلت کے لئے یا پٹتے ہوئے طلباء کو بچانے کے لئے نہیں کہا۔ میں نے ریلوے پولیس کے دو تین آدمی دیکھے۔

(س) کیا کسی پولیس والے نے زخمی طلباء کی مدد کی؟

(ج) جی ہاں ایک سپاہی نے مدد کرنا چاہی لیکن مارنے والوں نے کہا کہ اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتا ہے تو یہاں سے چلا جائے اور احمدیت زندہ باد کے نعرے لگائے۔ قادیانیوں نے اس پولیس والے کو آگے دھکیل دیا' دوسرے دو تین پولیس والے مجھے وہاں نظر نہیں آئے۔ میں نے صرف کانسٹیبل کالے خان کے پاس ایک چھڑی دیکھی تھی۔

(س) آپ کا تاثر کیا تھا کہ یہ سب کچھ کون کرا رہا ہے؟

(ج) میرا اپنا تاثر یہ تھا کہ ربوہ والوں کی سازش سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

ٹریبونل نے مبشر لطیف ایڈووکیٹ کو کہا کہ ۲۴ مئی اور ۳۱ مئی کے جمعوں کے خطبے جس پرچے میں شائع ہوئے ہیں' وہ ان کو دیئے جائیں۔ ۱۰-۴۰ پر عدالت کی کارروائی ۲ بجے تک ملتوی ہوئی۔

۲ بجے بعد دوپہر

شیر عالم صاحب ایڈووکیٹ کی جرح کے جواب میں

جب مرزا بشیر احمد سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں ٹیلیفون کر رہے تھے' وہ نہایت ادب سے بات کر رہے تھے۔

اعجاز بٹالوی صاحب کی جرح کے جواب میں

میں نے گاڑی کے آنے کا وقت اس لئے نوٹ کیا تھا کہ چونکہ فساد ہو گا' اس لئے شاید گواہی دینی پڑے۔ میں گاڑی کے آنے پر آخری بوگیوں کے قریب کھڑا تھا۔ یہ بوگی نیچے کھڑی تھی۔ میں پلیٹ فارم سے نیچے اس لئے کھڑا تھا کہ زیادہ لوگ وہاں جمع تھے۔ اور میں وہاں رہنا چاہتا تھا جہاں ایکشن ہونے والا تھا۔ میں سٹیشن پر گاڑی کے ساتھ ہی پہنچا۔ گاڑی کے آنے کے بعد میں وہاں قریباً دس منٹ بعد تک کھڑا رہا۔ اس دوران میں نے عبدالسمیع' ریلوے گارڈ انچارج اور ایک پولیس والے کو دیکھا۔ ان دس منٹوں کے دوران میں سب طرف دیکھ رہا تھا۔ آخری بوگی کے سامنے قریباً تین چار سو افراد جمع تھے۔ وہ سب میرے ارد گرد کھڑے تھے۔ زمین' جہاں میں کھڑا تھا۔ پلیٹ فارم سے ڈیڑھ دو

فٹ نیچے ہے۔ یہ تجویز کرنا غلط ہے کہ تین چار فٹ نیچے ہے۔ وہاں کھڑے ہوئے میں باقی پلیٹ فارم بھی دیکھ سکتا تھا۔

عام طور پر ربوہ سٹیشن پر تانگے موجود ہوتے تھے اس وقت کوئی ٹانگہ موجود نہ تھا۔ ٹانگے والے بھی سٹیشن پر موجود تھے اور ہجوم میں شامل تھے اور مارنے میں مصروف تھے وہ سب تانگہ بان احمدی ہیں۔ اس لئے میں پولیس چوکی تانگہ لے کر نہ گیا۔ میں نے ریلوے سٹیشن سے چوکی پولیس ٹیلی فون نہ کیا۔ ایک تو مجھے ٹیلی فون کرنے کی اجازت نہ دی۔ دوسرے بشیر احمد گواہ ٹیلی فون کر رہا تھا۔ میں گاڑی کے نیچے سے یارڈ سائیڈ پر دیکھ سکتا تھا اس لئے یہ بتا سکتا ہوں۔ کہ دوسری سائیڈ پر لڑکوں کو گرا کر مارا جا رہا تھا۔ جب میں ڈائننگ کار کے سامنے کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ گارڈ انچارج کار سے ایک زخمی لڑکے کو لے کر آیا۔ اس زخمی نے بتایا کہ وہ سرگودھا سے آ رہا تھا۔ سٹیشن ماسٹر نے اسے طبی امداد دی۔ وہ پلیٹ فارم پر ٹھہرا رہا۔ اسے پانی پلایا گیا۔

میں نے رشید احمد کو پہلی مرتبہ بوگی کے پاس دیکھا تھا۔ میں نے اسے سب سے پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا جب وہ لائن بنوا کر ہجوم کو کنٹرول کر رہے تھے۔ اس وقت ایک آدمی نے رشید احمد کو ان کا نام لے کر پکارا تب مجھے معلوم ہوا کہ ان کا نام رشید احمد ہے۔ بشیر احمد کا تعارف سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں ہی اسی دن ہوا تھا۔ میں مسٹر بشیر احمد کو غائبانہ جانتا تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ صدر عمومی ہیں۔ لیکن پہلی مرتبہ سٹیشن ماسٹر کے کمرے میں دیکھا تھا۔ کیونکہ ان کو صدر عمومی کہہ کر پکارا جا رہا تھا۔ اس لئے میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہی بشیر احمد ہیں۔ جب میں دوسری مرتبہ پچھلی بوگی کے سامنے گیا تو دو تین منٹ وہاں کھڑا رہا اس کے بعد سٹیشن کی طرف چلا گیا۔ میں گاڑی کے جانے تک چلتا پھرتا رہا۔ ۷ - ۸ طلبہ جو زیادہ زخمی تھے۔ میں نے ان کو پلیٹ فارم پر دیکھا تھا۔ وہ وہاں بے ہوش پڑے تھے۔ کوئی آدمی ان کو اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ ریلوے کا کوئی ملازم شاید ان سے بات کر رہا تھا۔ میں نے ایک کے منہ میں پانی ڈالا تھا۔ یہ درست ہے کہ اس گاڑی میں کچھ لوگ اندر سے حملے کر رہے تھے۔ میں جانتا تھا کہ جن لوگوں نے گاڑی کے اندر ہی طلبہ کو مارنا شروع کر دیا تھا وہ طلبہ نہیں تھے جو اس گاڑی سے سفر کر رہے تھے۔ بلکہ وہ

ربوہ کے لوگ تھے کیونکہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ کچھ لوگ نشتر آباد اور شاہین آباد بھیجے گئے ہیں تاکہ وہ طلبہ کے ساتھ آئیں اور انہیں گاڑی کے ڈبوں کے اندر مارنا شروع کر دیں اور پلیٹ فارم پر موجود لوگ انہیں باہر سے مارنا شروع کر دیں۔

میں مسافروں اور ربوہ کے لوگوں کو الگ پہچان سکتا تھا کیونکہ ربوہ کے لوگ ہاکیاں اور سوٹیاں اٹھائے ہوئے تھے بلکہ بعض کی مخصوص واڑھیاں بھی تھی۔ اگرچہ جن کی واڑھیاں نہیں تھیں ان کو دوسرے مسافروں سے پہچاننا مشکل ہے

میں چنیوٹ میں ڈیڑھ سال سے رہ رہا ہوں۔ جن دنوں ربوہ میں احمدیوں کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ انہی دنوں چنیوٹ میں تحفظ ختم نبوت کی تنظیم کا ایک جلسہ چنیوٹ میں ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ احرار بھی اس جلسے میں شامل ہوتے ہیں یا نہیں۔ میں نے کبھی یہ جلسہ نہیں سنا جو چنیوٹ میں ہوتا ہے۔ اگرچہ میرا گھر جلسہ گاہ کے قریب ہے۔ ایسے غیر احمدی جن کو دعوت دی جاتی ہے۔ ان کو احمدیوں کا جلسہ سننے کی اجازت ہوتی ہے اور ان کو بھی اندرونی حصے میں نہیں جانے دیا جاتا' جہاں حضرت صاحب کی تقریر ہوتی ہے۔

یہ درست ہے کہ ربوہ کے واقعہ کے بعد چنیوٹ میں کچھ مکانات اور کچھ دکانیں جلائی گئی تھیں۔

گواہ نمبر ۱۴

(مظفر حسین گارڈ انچارج اا اپ۔ پی ڈبلیو آر)

میں احمدی نہیں ہوں۔ ۲۲ مئی کو میں اا اپ چناب ایکسپریس پر گارڈ انچارج تھا۔ میری ڈیوٹی لائل پور سے سرگودھا کے درمیان تھی۔ اس دن گاڑی ربوہ سٹیشن پر ۲۵ منٹ لیٹ' ۷ بجے شام کو پہنچی۔ ربوہ کے سٹیشن پر میرے علم میں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی۔ اس دن ربوہ پر یہ گاڑی آٹھ منٹ ٹھہری کیونکہ دوسری گاڑی کا کراس تھا۔ میں جب کراس کی وجہ سے سٹیشن ماسٹر کے دفتر کے سامنے کھڑا تھا تو پلیٹ فارم کے سرے پر انجن کے قریب (سرگودھا کی طرف) کچھ طلبہ کھڑے تھے۔ طلبہ کی بوگی جو ملتان سے آ

رہی تھی وہ انجن کے ساتھ تھی۔ میری بوگی آٹھویں تھیں۔ میں اس لئے نہیں جانتا کہ انجن کے قریب کیا ہوا۔ جب گاڑی ٹھہری تو طلبہ اپنی بوگی سے اترے اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ میں نے کوئی نعرہ نہ سنا۔ جس گاڑی سے کراس ہونا تھا۔ وہ آگئی تو اے ایس ایم نے مجھے چناب چلانے کے لئے کہا۔ میں نے ڈرائیور کو اشارہ دیا اور گاڑی چل دی۔ کسی نے میرے سامنے کسی ناخوشگوار بات کی رپورٹ نہیں کی۔ جب گاڑی ربوہ سٹیشن سے چل پڑی تو ربوہ کے دس پندرہ نوجوان جو طلبہ معلوم ہوتے تھے' انجن کی طرف دوڑ رہے تھے' اس وقت گاڑی پانچ چھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی۔ جیسے ہی گاڑی نے سپیڈ پکڑی وہ پیچھے رہ گئے۔ وہ سب پلیٹ فارم کی سائیڈ پر تھے' میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں بھاگ رہے تھے۔

گواہ نمبر ۱۵

(عبدالحمید اختر اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر۔ ہیڈ کوارٹر لاہور)

میں احمدی ہوں۔ میں ربوہ میں ۱۵ مئی کو مسٹر غلام مصطفیٰ A.S.M کی جگہ تعینات ہوا اور میں کل تک وہاں متعین رہا۔ ۱۵ مئی کو میری ربوہ میں تعیناتی میری خواہش پر نہیں بلکہ غلام مصطفیٰ کی جگہ پر اس وجہ سے ہوئی تھی کہ وہ ربوہ سے والٹن سکول ریفریشر کورس کے لئے جا رہا تھا۔ ۲۲ مئی کو ربوہ میں نعرے لگنا غیر معمولی تھے یہ اچانک ہوا اس واقعہ سے مجھے تشویش ہوئی' میں نے سوچا کہ گاڑی کو جلدی چلا دوں۔ سٹیشن ماسٹر جو میرا افسر ہے' اس کو میں نے اس واقعہ کی اطلاع دی' میں نے کسی دوسرے افسر بالا کو اطلاع نہ دی۔ جس وقت سٹیشن ماسٹر' سٹیشن پر موجود نہ ہو اور شہر میں موجود ہو تو سٹیشن کی تمام تر ذمہ داری اسی کی ہوتی ہے۔ اگر اسکی غیر حاضری میں کوئی واقعہ ہو تو اے ایس ایم کا فرض ہے کہ ایس ایم کو اطلاع دے اور اس کا فرض ہے کہ وہ کوئی کارروائی کرے۔ البتہ اگر ایس ایم کام کرنے کے قابل نہ ہو تو پھر اے ایس ایم خود کارروائی کرتا ہے۔ مجھے یہ خیال نہ آیا کہ لالیاں میں بھی ایسا ہنگامہ پیش آ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے کسی اور افسر کو اطلاع نہ دی۔ میں نے سوا سات بجے شام کے بعد یونس مسیح کے ذریعے سٹیشن ماسٹر کو یہ اطلاع

بھیجی تھی کہ سٹیشن پر کچھ نعرے لگے تھے۔ جب چناب ایکسپریس وہاں کھڑی تھی' وہ کوئی آٹھ بجے آئے۔ میں نے Sweeper کو ساڑھے سات بجے بھیجا تھا۔ سٹیشن ماسٹر آ کر اپنے دفتر میں پہنچے۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھے۔ میں نے تمام واقعہ ان کو سنایا۔ انہوں نے بائیسکل پکڑا اور آٹھ دس منٹ تک وہاں ٹھہرنے کے بعد چلے گئے۔ میرے سامنے سٹیشن ماسٹر نے کسی افسر بالا کو کوئی اطلاع اس واقعہ کے بارے میں نہ دی۔ انہوں نے کسی رجسٹر میں اس واقعہ کا اندراج نہیں کیا۔ میں نے سٹیشن جرنل میں اس واقعہ کا اندراج کیا تھا۔ یہ اب پولیس کے قبضے میں ہے۔

سٹیشن ماسٹر نے مجھے افسران بالا کو اطلاع دینے کی ہدایت نہیں دی تھی۔ کسی حادثے کی صورت میں اے ایس ایم آن ڈیوٹی کا فرض ہے کہ کنٹرول فون پر کنٹرولر کو اطلاع دے۔ میں نے ۲۲ مئی کو کنٹرولر کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں دی تھی۔

میں نے ۱۵۰ گز کے فاصلے پر نعرے سنے تھے۔ ربوہ سٹیشن پر ۲۲ مئی کو ۱۸۵ روپے کے ٹکٹ فروخت ہوئے تھے۔ ۱۱ یا ۱۲ مسافر اس وقت پلیٹ فارم پر موجود ہوں گے کوئی پلیٹ فارم ٹکٹ فروخت نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت سٹیشن پر کوئی ہجوم نہیں تھا۔ ربوہ سٹیشن پر جو نوجوان قریبی گراؤنڈ سے آ گئے تھے' انکی عمریں ۱۵ سے ۲۰ سال کے قریب ہوں گی۔ وہ ربوہ کے رہنے والے ہیں۔ میں ان کو شکلوں سے پہچانتا ہوں لیکن ان کے نام نہیں جانتا۔ میں نے ان کو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ میرے ربوہ کے لوگوں کے ساتھ سماجی تعلقات نہیں ہیں۔ میں ربوہ کی مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتا۔ میں گھر پر نماز پڑھ لیتا ہوں۔ جب شام کو میری ڈیوٹی ہوتی ہے تو الفضل روزنامہ پڑھ لیتا ہوں۔ الفضل سٹیشن والوں کو مفت بھیجا جاتا ہے۔

میں ۲۹ مئی کو چھٹی پر تھا۔ ۲۹ مئی کے بعد میری ڈیوٹی ۳۰ مئی کو زیرو ہاورز سے شروع ہوئی۔ پانچ جون تک میری ڈیوٹی کے اوقات یہی رہے۔ مجھے ۳۰ مئی کو ۲۹ مئی کے واقعہ سے کوئی دلچسپی پیدا نہ ہوئی۔ ۲۹ مئی کے بعد میں نے الفضل نہیں پڑھا۔ اس کے بعد میری سٹیشن ماسٹر سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ پولیس ۳۰ جون کو آ گئی تھی۔ اس نے تحقیقات شروع کر دی تھی۔

چوہدری عبدالرحیم .A.P.O (اسسٹنٹ پرسنل آفیسر) تبدیلیاں وغیرہ کرتے ہیں۔ مرزا عبدالسمیع وہاں پچھلے قریباً ۵ سال سے وہاں ربوہ میں ہیں۔ دو ماہ قبل ان کی دوسرے اعلیٰ گریڈ میں ترقی ہو گئی تھی۔ ان کا تبادلہ بھی ربوہ سے ہو گیا۔ انہوں نے چارج وہاں چھوڑا۔ لاہور آئے' اے پی او کو رپورٹ کیا اور پھر ربوہ میں اپنا تقرر کرا لیا۔ اب وہ گریڈ II میں ہیں۔ چوہدری عبدالرحیم .A.P.O احمدی ہیں۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن Gade I کا ہے Gade II کا نہیں ہے۔ گریڈ I نیچے درجے کا گریڈ ہوتا ہے اور گریڈ II اونچے درجے کا ہوتا ہے۔

باقی جرح کل

۱۴ جون کی کارروائی

شیر عالم صاحب کی جرح کے جواب میں

میں نے کئی سٹیشنوں پر سٹیشن ماسٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ میری ڈیوٹی کے اوقات میں کبھی طلبہ نے نعرے نہیں لگائے۔ اگر کبھی نعرے لگائے جاتے تو میں ان کا اندراج ضرور کرتا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے لائن مین کے گر کر زخمی ہونے اور اسے میڈیکل ایڈ دینے کے واقعہ کا ذکر سٹیشن ماسٹر سے کیا تھا یا نہیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا نعرے گاڑی میں سوار طلبہ لگا رہے تھے یا وہ جو ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے۔ اور قریبی کھیل کے میدان سے آ گئے تھے۔ میں نے کنٹرول آفس کو ۲۲ مئی کو ہونے والے واقعہ کی اطلاع نہیں دی تھی۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں کوئی Mishap نہیں ہوا تھا۔ سٹیشن جرنل میں ریکارڈ کئے جانے والے ہر جرنل کی اطلاع کنٹرول آفس کو نہیں دی جاتی۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ میں نے نعرے بازی کے واقعہ کا ذکر نہ لائن کلیر بک میں کیا' نہ Enquiry Book میں کیا تھا۔ جب اے ایس ایم ڈیوٹی پر ہوتا ہے تو اس کا فرض ہے

کہ کسی ناخوشگوار واقعہ کا اندراج سٹیشن جرنل میں کر دے پھر یہ سٹیشن ماسٹر کا فرض ہے کہ وہ حکام بالا اور ریلوے پولیس کو ہر واقعہ کی اہمیت کے مطابق اطلاع کریں۔ یہ درست ہے کہ میں نے اس واقعہ کا ذکر صرف سٹیشن ماسٹر سے کیا اور ریلوے پولیس سے نہ کیا۔

مسٹر احسان وائیں کی جرح کے جواب میں

میں نے کسی سے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ طلبہ نے کیا نعرے لگائے تھے؟ مجھے بعد میں بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ کیا نعرے لگے تھے؟ یہ بات میرے علم میں نہیں آئی کہ ربوہ کی آبادی میں ۲۲ مئی کے نعروں کے واقعہ سے کوئی ناراضگی نہیں پائی جاتی تھی۔ میری ربوہ کے کسی آدمی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ جب میں وہاں رہا۔ کیونکہ میں بیمار رہا۔ میں نے ۲۸ اور ۲۹ مئی کو چھٹی لی تھی۔ دوسرے دن میں اپنی ڈیوٹی دوائی لے کر انجام دیتا رہا۔ مجھے بخار تھا۔

مسٹر رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

اگر کسی واقعہ سے نقص امن کا اندیشہ ہو تو اس کی اطلاع پولیس کو دینی چاہیے۔ ۲۲ تاریخ کو جو نعرے لگائے گئے تھے اس سے میں نے یہ تاثر نہیں لیا کہ اس سے نقص امن واقع ہو جائے گا۔

میں احمدی خاندان میں پیدا ہوا۔ اس لئے میں احمدی ہوں۔ ہمارے عقائد کی بنیادی کتابیں یہ ہیں۔ حقیقت الوحی' کشتی نوح' ملفوضات حضرت مسیح موعود ان کی آٹھ دس جلدیں ہیں تفسیر کبیر' صغیر' قرآن مجید بھی ہیں۔ سراج دین کے چار سوالوں کا جواب' ان میں سے کچھ کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے تفسیر کبیر میں سے ختم نبوت کا حصہ نہیں پڑھا۔

ٹربیونل = ہم اس یقین کے ساتھ کام کر رہے ہیں کہ ختم نبوت کے مسئلہ پر احمدی ایک علیحدہ قوم ہیں۔

مسٹر خلیل الرحمٰن کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ احمدیوں کی ایک تعداد قادیان بھارت میں رہتی ہے۔ وہ غالباً ۳۱۳ ہیں۔ لیکن مجھے تعداد کا صحیح پتہ نہیں۔ وہ لوگ پاکستان آتے جاتے ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ قادیان اور ربوہ میں لوگوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی جرح کے جواب میں

عورتیں پلیٹ فارم کے اس حصے پر تھیں جہاں لڑکے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ عورتیں وہاں کس لئے آئی تھیں۔ وہ تعداد میں چار پانچ تھیں۔ ان کے ساتھ بچے نہیں تھے۔ ان عورتوں کے ساتھ مرد بھی تھے۔ عورتیں کالے برقعہ میں تھیں۔ جب لڑکے نعرے لگا رہے تھے۔ میں نے نعرے لگانے کے علاوہ لڑکوں کو کوئی اور حرکت کرتے نہیں دیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عورتیں احمدی تھیں۔ برقعے کے ڈیزائن سے میں نے یہ نتیجہ لگایا کہ وہ احمدی عورتیں ہیں کیونکہ احمدی عورتیں خاص قسم کا برقعہ پہنتی ہیں۔ میں ان آدمیوں کو چہروں سے پہچان سکتا ہوں' جو عورتوں کے ساتھ موجود تھے۔ لیکن میں ان کے نام نہیں جانتا۔

مسٹر لطیف رانا کی جرح کے جواب میں

اگر مجھے جماعت (احمدیہ جماعت) کی طرف سے کوئی ہدایت یا حکم ملے تو میں اس کی تعمیل کرتا ہوں۔

رفیق احمد باجوہ کی جرح کے جواب میں

ربوہ میں عورتوں کا ایسا کوئی طبقہ نہیں جن کو حوریں کہا جاتا ہے۔ اگرچہ حور کے ساتھ صفت و پاکیزگی وابستہ ہے لیکن دوسرے لوگ احمدی عورتوں کو طنزاً" حور کہتے ہیں۔ میں نے کبھی یہ لفظ طنز کے طور پر غیر احمدی کے لئے استعمال کرتے نہیں سنا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ غیر احمدی لوگوں کا حور کہنا احمدیوں پر طنز ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ احمدی' حور کہنے پر کیوں ناراض ہوتے ہیں۔

اسماعیل قریشی صاحب کی جرح کے جواب میں

ربوہ میں دو قبرستان ہیں۔ ایک میں ایسے لوگوں کی میتیں دفن ہوتی ہے جنہوں نے کوئی خاص چندہ دیا ہو۔ دوسرے میں سب لوگوں کی میتیں دفن ہوتی ہیں۔ ایک کو بہشتی مقبرہ کہتے ہیں۔ قادیان میں بھی ایک بہشتی مقبرہ ہے۔ جنت البقیع کے نام سے کوئی قبرستان نہیں ہے۔

۲۲ مئی کو میں ۸ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک ڈیوٹی پر تھا۔ اسی دن میں نے تبادلے کا حکم وصول کیا۔ ۲۲ مئی کو میں تبادلے کی وجہ سے ذرا پریشان تھا۔ ۴ بجے شام گھر چلا گیا۔

میں جب ۲۳ مئی کو ۸ بجے صبح اپنی ڈیوٹی پر پہنچا تو میں نے سٹیشن جنرل میں ایک رپورٹ دیکھی۔ جس میں ۲۲ مئی کے ایک واقعہ کا ذکر تھا۔ پس میں نے عبدالحمید اختر R.S.M سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے ٹھیک وہی کچھ بتایا جو وہاں درج تھا۔

میں نے ربوہ سٹیشن پر ۲۶ مئی کو ۸ بجے دوبارہ چارج سنبھالا۔ ۲۶ سے ۲۸ء تک ربوہ سٹیشن پر کوئی خاص قابل ذکر واقعہ نہ ہوا۔ میرے ڈیوٹی کے نارمل اوقات ۸ بجے صبح سے ۴ بجے سہ پہر تک ہوتے ہیں اور اتوار کو مکمل چھٹی ہوتی ہے۔ پیر کو میری ڈیوٹی ۸ بجے صبح سے ۸ بجے شام تک ہوتی ہے اور منگل کو ۸ بجے صبح سے ۲ بجے شام تک ہوتی ہے ۲۹ مئی کو صبح ۸ بجے میں نے مولوی اللہ بخش سے چارج سنبھالا۔ جب میں نے چارج سنبھالا تو میں نے کنٹرول آفس سے رابطہ قائم کیا تاکہ ۱۲ ڈاؤن کی پوزیشن معلوم کروں۔ کنٹرولر نے بتایا کہ اس کا شاہین آباد سے رابطہ نہیں ہوا۔ اس لئے وہ فوری طور پر ان کی پوزیشن نہیں بتا سکتے۔ میں نے کنٹرول آفس سے اس لئے رابطہ قائم کیا کہ مجھے ٹیلی فون پر اس کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اس لئے میں نے اس کی پوزیشن دریافت کی۔ میں نے لالیاں سے رابطہ قائم کر کے سٹیشن ماسٹر سے کہا کہ وہ نشتر آباد سے کہے کہ وہ شاہین آباد کو ملائے۔ شاہین آباد کے سٹیشن ماسٹر سے پتہ چلا کہ ۱۲ ڈاؤن چناب ۴۰ منٹ لیٹ ہے۔ یہ اطلاع مجھے پونے نو بجے کے قریب ملی۔ اس کے بعد میں نے کنٹرول سے نہیں پوچھا۔ سٹیشن پر گاڑی کے آنے سے پہلے کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے مجھے صدر

عموی چوہدری بشیر احمد کا ٹیلی فون آیا۔ انہوں نے کہا کہ گاڑی کی ۱۲ ڈاؤن چناب کے ساتھ طلبہ کی بوگی ہے۔ میں نے دوبارہ لالیاں فون کر کے چناب کا ڈیپارچر لینے کی کوشش کی مگر مجھے نہ مل سکا۔ ۴۵۔ ۹ پر میں نے کانٹے والوں کو بھیج دیا۔ ۱۰ بجے لالیاں کے آر ایس ایم نے مجھے بتایا کہ گاڑی ۵۰۔ ۹ پر لالیاں سے روانہ ہوئی ہے تب میں نے اسے کہا کہ نشتر آباد سے ملا دو۔ جو اس نے ملا دیا۔ میں نے نشتر آباد سے معلوم کیا کہ بریکیں اور دوسری بوگیاں کہاں ہیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ طلبہ کی بوگی پیچھے سے دوسری ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ایک بریک وین آگے ہیں اور دوسری پیچھے ہیں۔ نشتر آباد کے سٹیشن ماسٹر کا نام محمد داؤد ہے اور آر ایس ایم لالیاں کا نام مسٹر منظور ہے۔ میں منظور کو جانتا ہوں وہ احمدی نہیں۔ محمد داؤد احمدی ہے۔ ربوہ میں رہتا ہے۔ میں نے نشتر آباد میں داؤد سے بات ختم ہی کی تھی کہ چناب ایکسپریس سٹیشن میں داخل ہوئی۔ مسٹر محمد نواز اور اس کا بھائی ابھی میرے پاس تھے۔ اس کے بعد میں نے بعد میں آنے والی ریل کار کا لائن کلیر لالیاں سٹیشن کو دے دیا اور لالیاں کو چناب کی آمد کی اطلاع دی۔ اس کے بعد میں اپنے دفتر سے نکلا تو میرے دفتر کے بالکل سامنے ایک سیکنڈ کلاس بوگی تھی۔ میں دیکھا کچھ لڑکے بوگی سے نکلے اور دوسری بوگی میں سیکنڈ کلاس میں داخل ہوئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ بوگی کے اندر کون کس کو مار رہا تھا' انہوں نے ایک لڑکے کو کھینچ کر باہر نکالا۔ جو ایک ڈبے سے نکل کر دوسرے میں داخل ہوئے تھے انہوں نے ایک لڑکے کو بوگی سے کھینچا تھا اور پلیٹ فارم پر مارنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں کچھ نوجوان ۲۰۔ ۲۲ سال کے آ گئے۔ وہ بھی اس مارکٹائی میں شامل ہو گئے۔ پلیٹ فارم پر اس وقت چار پانچ سو نوجوان آ گئے تھے جو اس لڑکے کو مار رہے تھے۔ میں نے اس لڑکے کو پکڑا جو زخمی تھا۔ اس کی قمیض بالکل پھٹ گئی تھی۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس اثناء میں گارڈ انچارج بھی آ گیا اور میں اور وہ اسے میرے دفتر میں لے گئے۔ فوراً ریلوے پولیس کا ایک حوالدار اور کالے خاں سپاہی اندر آ گیا۔ کالے خاں سپاہی نے مجھے کہا کہ میں ربوہ کی انتظامیہ سے کہوں کہ وہ مداخلت کرے اور لوگوں کو فساد کرنے سے روکیں۔ میں نے انہی (کالے خاں اور حوالدار) کو کہا کہ جن کو مار پڑ رہی ہے' ان کی مدد کریں انہوں نے کہا ہم کچھ نہیں کر

سکتے۔ میں نے صدر عموی کو فون کیا۔ صدر عموی کا جواب ملا کہ وہ فوراً پہنچ رہے ہیں۔ میں باہر آ گیا ایک اور لڑکے کو اس بوگی کے سامنے پیٹا جا رہا تھا۔ میں نے اس کو بچانے کی کوشش کی، میرے ہاتھ پر خون بھی لگا۔ اس لڑکے کا خون تھا۔ مجھے کوئی زخم نہ لگا اس لئے کوئی خون بھی نہ نکلا

میں اس لڑکے کو گارڈ کی بریک وین میں لے گیا وہاں اندر بند کر دیا۔ اس کے بعد میں اپنے دفتر میں آیا۔ میں نے پھر گارڈ سے عرض کیا کہ گاڑی چلا دو انہوں نے جواب دیا کہ ویکیوم پائپ کٹ گئے ہیں۔ میں نے دوسرے زخمی لڑکے کو بھی بریک وین میں بھیج دیا۔ جب دوسری مرتبہ اپنے دفتر جا رہا تھا تو صدیق احمد ایس ٹی ایس نے مجھے کہا کہ اس واقعہ کی خبر، جہاں جہاں پہنچے گی، وہاں احمدیوں کے لئے مشکل پیدا ہو گی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں اس میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں تو شرپسندوں سے کہہ رہا تھا۔ کہ وہ اس فساد کو بند کریں۔ جب میں گاڑی کے آخر میں پہنچا تو ڈرائیور نے وسل دی اور گاڑی سٹیشن سے چل پڑی۔ ان کے ساتھ مسٹر عبدالرشید تھے۔ جب گاڑی چلی گئی ہجوم منتشر ہو گیا۔ شروع میں بریک وین کے پاس نعرے لگے تھے۔ احمدیوں کے مخالف نعرے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا تھے۔ اس کے مقابلے میں پلیٹ فارم سے احمدیوں نے بھی نعرے لگائے تھے۔ وہ یہ تھے خاتم الانبیاء زندہ باد 'احمدیت زندہ باد' انسانیت زندہ باد۔ میں نے پہلے لگائے جانے والے نعرے نہیں سنے تھے۔ پہلے جو نعرے لگائے گئے تھے' وہ احمدیوں کے خلاف تھے۔ میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ احمدیوں کے خلاف تھے۔ جب گاڑی رکی تو کوئی نعرے نہ لگائے گئے نہ ہی میں نے کسی کو بھنگڑا ڈالتے دیکھا۔ یہ گاڑی (میرے حساب سے) ۰۵-۱۰ پر آئی اور ۳۵-۱۰ پر گئی۔ میں اپنے دفتر میں آیا اس وقت میرا دماغ کوئی کام نہیں کر رہا تھا۔

پانچ بجے ٹریبونل کا وقت ختم ہو گیا۔

۱۵جون کی کارروائی

لاہور ۱۵ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل کے روبرو آج ربوہ کے سٹیشن ماسٹر مرزا عبدالسمیع پر جرح جاری رہی۔ اس سے قبل مرزا سمیع نے اپنا بیان مکمل کیا۔ ابھی جرح جاری تھی کہ کارروائی کل پر ملتوی ہو گئی۔ آج کی سماعت کے دوران ٹربیونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے یہ وضاحت بھی کی کہ اس کارروائی پر وزیراعظم بھٹو کی وہ تقریر اثر انداز نہیں ہو گی' جو انہوں نے اس بارے میں حال ہی میں کی ہے۔

رفیق باجوہ = جب تک ختم نبوت کے بارے میں قادیانیوں کے موقف کا پتہ نہ چلے' اس وقت تک ہم اپنا کیس کیسے پیش کر سکتے ہیں؟

فاضل جج = سب سے پہلے تو یہ طے ہونے دیجئے کہ قادیانیوں کی جماعت ایک الگ جماعت ہے اور اس کی بحیثیت الگ جماعت کوئی انفرادیت ہے تو اس کا پتہ چلایا جائے کہ وہ کیا انفرادیت ہے؟ قادیانی جماعت کے وکیل مبشر لطیف نے جواب دیا کہ جس طرح مسلمانوں کے دوسرے فرقے ہیں۔ اسی طرح قادیانیوں کا بھی فرقہ ہے جو اسلامی عقائد کا ہی حامل ہے اور دین اسلام کی چاردیواری کے اندر ہے۔

ایم اے رحمان = جناب والا قادیانیوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ دین اسلام کے اندر رہتے ہوئے وہ الگ جماعت ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ قادیانی اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ عقائد کے بارے میں فیصلہ کرنا ٹربیونل کے دائرہ اختیار میں ہے یا نہیں۔

فاضل جج = چونکہ یہ مسئلہ اہم قانونی وضاحتوں کا حامل ہے اس لئے اس سلسلہ میں وکلاء حضرات اپنے اپنے دلائل دیں۔ ایک بات البتہ طے ہو چکی ہے کہ قادیانی الگ فرقہ ضرور ہیں۔

اس مرحلہ پر قادیانیوں کے وکیل بیرسٹر اعجاز بٹالوی نے واضح کیا کہ وہ اس ٹربیونل میں صرف ربوہ کے وقوعہ کے سلسلہ میں قادیانیوں کے کیس کی وکالت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک عقائد کا تعلق ہے وہ اس ضمن میں قادیانیوں کا کیس پلیڈ نہیں کر

سکتے۔

رفیق باجوہ = میں نے جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کے خلاف توہین عدالت کی جو درخواست دی تھی' اس کی سماعت کی جائے۔

فاضل جج = ابھی اتنی جلدی نہیں ہے۔ کارروائی پوری ہونے کے بعد تمام جزوی معاملات نپٹائے جا سکتے ہیں۔

فاضل جج = مذہب کی خدمت اس طرح ہو سکتی ہے کہ گواہ کسی کی باتوں میں آئے بغیر سچائی سے کام لیں۔ کسی تنظیم کی طرف سے آنے والے گواہ پر بھی لازم ہے کہ اپنی تنظیم کا موقف بیان کرنے کی بجائے صرف وقوعہ کی گواہی دے۔ ٹریبونل ماتحت عدالت سے مختلف ہے اس لئے جرح بھی ماتحت عدالت کے سے انداز میں نہیں ہونی چاہیے۔

اعجاز بٹالوی = میں یہ درخواست کروں گا کہ وقوعہ کے روز لائل پور میں جن ڈاکٹروں نے زخمی طلباء کا علاج کیا ہے۔ ان کی رپورٹ اس عدالت میں پیش کی جائے۔ آج کے اخبار میں ائیر مارشل اصغر خاں کا ایک بیان بھی شائع ہوا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت نے قادیانیوں کا مسئلہ خود ہی پیدا کیا ہے اور اس کا مقصد عوام کی توجہ گرانی' مسئلہ کشمیر اور دیگر مسائل سے ہٹانا ہے۔ میری استدعا ہے کہ انہیں ٹریبونل میں طلب کیا جائے تاکہ اگر انہیں اس ضمن میں کوئی خاص علم ہے' تو وہ بتائیں۔

گواہ مرزا عبدالسمیع سٹیشن ماسٹر ربوہ = مجھے کنٹرول آفس سے فون آیا کہ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ لاہور اس واقعہ کی رپورٹ اپنے دفتر میں لکھ رہے ہیں لہٰذا تم رپورٹ دو۔ میں نے فون پر اسے انتظار کرنے کے لئے کہا اس کے دو منٹ بعد پھر مجھے کنٹرول نے فون کیا اور کہا کہ پیغام دو۔ چنانچہ میں نے ابھی پتہ لکھوا کر اصل پیغام شروع ہی کیا تھا کہ ٹیلیفون کٹ گیا۔ کوئی پانچ منٹ بعد پھر میرا رابطہ ہوا تو میں نے پیغام لکھوا دیا۔

اس سے قبل میں نے وہ پیغام اپنے ہاتھ سے ہی لکھا تھا۔ اس وقت مسٹر اللہ بخش اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر وہاں آ گئے تھے۔ میں نے پیغام یعنی رپورٹ' دفتر کی میسج بک پر درج کی تھی جو اس وقت پولیس کے قبضہ میں ہے۔ میں نے اس روز ریکارڈ دس بجکر ۴۵ منٹ پر مکمل کر لیا اور ۱۰ بجکر ۵۱ منٹ پر لکھوا دیا۔ میں نے میسج بک کے علاوہ سٹیشن جنرل

کے رجسٹر میں بھی اندراج کیا تھا۔ کنٹرول نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ربوہ کے بعد آنے والے سٹیشنوں پر پولیس کی مدد کی ضرورت ہے۔ میں نے کنٹرول کو جواب دیا کہ وہ خود اس سلسلہ میں بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ پونے بارہ بجے کے قریب ربوہ چوکی کا ایک اے ایس آئی جس کے ساتھ تین چار کانسٹیبل بھی تھے' وہاں آئے۔ اس کے بعد ایک بجے تک لالیاں کا سب انسپکٹر اور ریلوے پولیس کا تفتیشی حوالدار معہ چار کانسٹیبلان وہاں پہنچ گئے۔ انہیں اعلیٰ افسروں نے ربوہ آنے کی ہدایت کی تھی۔ پولیس والے آئی جی ریلوے اور دیگر اعلیٰ حکام کو سٹیشن سے ہی فون کرتے رہے' ۴ بجے کے قریب ریلوے پولیس کے ایس ایچ او بھی آ گئے۔ شام ساڑھے چار بجے کے قریب ڈپٹی کمشنر جھنگ' ایس پی جھنگ اور اسسٹنٹ کمشنر جھنگ بھی ربوہ سٹیشن پر پہنچ گئے' انہوں نے مجھ سے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ اور ریلوے پلیٹ فارم کو دیکھا۔ وہاں انٹیلی جنس والے بھی آ گئے۔ ڈی ایس پی ریلوے بھی وہاں پہنچے۔ میں شام تک وہیں تھا۔ گھر جانے کی اجازت مانگی تو پولیس والوں نے اجازت نہ دی۔ سٹیشن پر میں نے پولیس کے تمام عملہ کے لئے قادیانیوں کے مہمان خانہ دارالضیافت سے کھانا منگوایا۔ خود بھی پولیس والوں کے ساتھ کھانا کھایا اور گھر اطلاع نہ دی۔ پولیس کے تمام عملہ کو میں نے ۲۹ مئی اور ۳۰ مئی کو کھانا کھلایا۔ اور ۳۱ مئی کو جب انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا تو کھانا بند کرا دیا اور کہا کہ اب میں زیر حراست ہوں۔ ۳۰ مئی کو صبح کو میں اجازت لئے بغیر سائیکل پر گھر آیا' نہایا اور کپڑے بدلے' اس کے فوراً بعد انسپکٹر سی آئی اے میرے گھر آ گئے اور کہا کہ تمہارے اس طرح آنے سے ڈی ایس پی سخت ناراض ہو رہے ہیں۔

میں نے انہیں کہا کہ میں صرف چائے پی لیتا ہوں اور چلتا ہوں چنانچہ سب انسپکٹر وہاں بیٹھ گیا اور مجھے لے گیا۔ اس روز صبح ۸ بجے سے سہ پہر چار بجے تک ڈیوٹی دیتا رہا۔ اس دوران صرف واقعہ کی انکوائری کرتے رہے اور وہاں پر اپنے بڑے افسروں کے ساتھ فون پر بات چیت کرتے رہے' وہاں پولیس نے سٹیشن کا ریکارڈ بھی دیکھا اور وقوعہ کے بارے میں اندراجات بھی دیکھے۔ ۳۱ مئی کی صبح میں مسافر خانہ میں ہی تھا کہ سب انسپکٹر آیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے کھانا کھا لیا ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی نہیں' تو اس نے

مجھے کہا کہ اچھا اب تم زیر حراست ہو چنانچہ مجھے ہتھکڑی لگا دی گئی اور ۵۱ اپ پر بٹھا کر مجھے سرگودھا لے جایا گیا۔ وہاں سے مسٹر داؤد کو جو کہ نشتر آباد کے سٹیشن ماسٹر ہیں میرے ساتھ ہی گرفتار کیا گیا۔ انہیں انکوائری کے لئے ربوہ سٹیشن پر نشتر آباد سے بلایا گیا تھا۔ انہیں بھی ہتھکڑی لگائی گئی۔ رات کو سرگودھا میں ہمیں ایک ہی جگہ رکھا گیا۔ وہاں پر رات کو ریلوے پولیس کے تھانہ میں مجھے رکھا گیا۔ اسی رات داؤد بھی میرے ساتھ ہی تھا۔

(س) کیا آپ پیدائشی قادیانی ہیں؟

(ج) جی ہاں۔

(س) اگر کوئی غیر قادیانی احمدیت کو قبول کرنا چاہئے تو کیا کرے؟

(ج) پہلے وہ ہماری شرائط پڑھے اور ۱۰ شرائط پوری کرے اور خلیفہ کے پاس جا کر بیعت کر لے تو اسے قادیانی بنا لیا جاتا ہے۔ مجھے شرائط کی تفصیل یاد نہیں البتہ یہ شرائط چھپی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے جس میں لکھا ہے کہ بیعت کنندہ "اس عاجز" سے عقد اخوت کرے گا۔ اس عاجز سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جنہیں عام طور پر مسیح الموعود کہتے ہیں پیدائشی قادیانیوں کو بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کوئی نیا خلیفہ مقرر ہو تو بھی احمدیوں کو ان کی بیعت لینا ضروری ہوتا ہے یہ شرائط شروع سے ہی آ رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ بیعت کرتے وقت شرائط کا پڑھنا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ جب میں نے بیعت کی تو ان شرائط کو نہیں پڑھا۔

(س) آپ نے مرزا ناصر احمد کی بیعت کے وقت کیا پڑھا؟

(ج) کلمہ طیبہ پڑھنا ہوتا ہے۔ اور خلیفہ کی اطاعت کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بک جانا اور جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے "اس کے احکام کی پابندی کرنا۔ قیام پاکستان سے قبل بیعت کرنے والوں کے نام اخبار الفضل میں چھپتے تھے لیکن اب ایسا نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی بات شائع بھی ہو جائے تو اس میں صرف بیعت کرنے والوں اور جگہ' شہر یا ملک کا نام لکھا جاتا ہے۔

(س) نئے قادیانی کا پتہ کیسے چلتا ہے؟

(ج) جب جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد جائے گا یا ویسے بھی مسجد میں نماز پڑھنے جائے گا۔ ویسے بھی خود جب اس بات کا اعلان کرے گا کہ وہ قادیانی ہو گیا ہے۔ سب کو پتہ چل جائے گا۔ جو شخص بھی خواہ وہ ہندو' سکھ' عیسائی یا کوئی ہو قادیانی بنے گا تو بیعت کرے گا۔ اور بیعت کا طریق کار وہی ہے جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

(س) قادیانی کتنا چندہ دیتے ہیں؟

(ج) انجمن احمدیہ ہر شخص کی ماہانہ آمدنی کا سولہ فیصد حصہ بطور چندہ احمدیوں سے وصول کرتی ہے۔ اس کی وصولی کا طریق کار منظم ہے اور ہر شہر و ہر قصبہ میں اس کی وصولی کے لئے رضا کار موجود رہتے ہیں۔

(س) ربوہ کا شہر کب بنایا گیا؟

(ج) ۱۹۴۹ء میں۔

(س) اس کی کتنی آبادی ہے؟

(ج) اندازاً" بیس پچیس ہزار نفوس۔

(س) کیا یہ محلوں میں تقسیم ہے؟

(ج) جی ہاں ہر محلہ کے لئے محلہ کا ایک صدر منتخب کیا جاتا ہے۔ صدر محلہ پہریدار مقرر کرتا ہے۔

(س) کیا خلیفہ کا مقام اس سے بلند ہے؟

(ج) جی ہاں۔ وہ محلہ دارالصدور میں حلقہ مسجد مبارک کے پاس قصر خلافت میں رہتے ہیں

۔

(س) کیا قصر خلافت کے ارد گرد پہرہ بھی ہے؟

(ج) جی ہاں۔ میں نے قصر خلافت کے دروازوں پر کبھی مسلح آدمی نہیں دیکھے۔

(س) قادیانی جماعت کی تنظیم کے باقی عہدے کیا ہیں ؟

(ج) خلیفہ کے بعد صدر انجمن احمدیہ ہیں۔ اس کے بعد تحریک جدید ہے جو باہر کے ملکوں کے لئے ہے۔ انجمن احمدیہ ملکی طور پر انچارج ہے۔ آج کل ہمارے صدر انجمن مولوی محمد دین ہیں۔

(س) انجمن کے مختلف شعبے کون کون سے ہیں۔
(ج) نظارت علیہ تمام ماتحت شعبوں کو کنٹرول کرتی ہے۔ نظارت بیت المال' نظارت دعوت و تبلیغ' نظارت تعلیم' نظارت امور عامہ' صدر عمومی کا دفتر الگ ہوتا ہے۔

(شام کا اجلاس)

ایم اے رحمٰن کی جرح کے جواب میں

ایک شخص صدر عمومی بھی ہوتا ہے جو صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہے۔ صدر عمومی چوہدری بشیر احمد ہے۔ تحریک جدید کے سربراہ مرزا مبارک احمد صاحب ہیں۔ مرزا نعیم احمد ذاتی تحریک جدید کے انچارج ہیں۔ مسٹر اظہر بھی عہدیدار ہیں۔ موجود خلیفہ مرزا ناصر احمد ہیں۔ ان کے دیگر بھائی مرزا مبارک احمد' منور احمد' مرزا حفیظ احمد' مرزا خلیل احمد' مرزا طاہر احمد' مرزا انوار احمد' مرزا رفیق احمد اور مرزا نعیم احمد ہیں۔ ڈاکٹر منور احمد چیف میڈیکل افسر' فضل عمر ہسپتال ہیں۔ ربوہ میں کوئی بینک نہیں ہے۔ بیت المال کے تحت چندہ جمع ہوتا ہے اور عہدیداروں کی تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ تحریک جدید زر مبادلہ کا کام بھی کرتا ہے یا باہر رقمیں بھیجتا ہے یا منگواتا ہے۔ ربوہ میں ایک ٹاؤن کمیٹی بھی ہے اور یہی کمیٹی نقشے منظور کرتی ہے۔ ٹیکس لگاتی اور سڑکیں بنواتی ہے۔ میں نے چوہدری بشیر احمد کو ریلوے سٹیشن پر ۲۹ مئی کو امن و امان قائم کرنے کے لئے اس لئے بلایا تھا کہ ان کا تعلق پبلک سے ہوتا ہے۔ سٹیشن پر امن و امان کی صورت کے لئے ریلوے پولیس سرگودھا کو یا کنٹرولر ریلوے لائل پور کو اطلاع دینی چاہئے۔ میرے کمرے میں پبلک ٹیلیفون ہے۔ ایمرجنسی کی صورت میں پولیس چوکی کو بھی اطلاع کی جا سکتی ہے۔ ۲۹ مئی کو میں نے وہاں پولیس چوکی کو اطلاع نہ دی کیونکہ میں نے سوچا کہ ریلوے سٹیشن پولیس چوکی کی حدود میں شامل نہیں۔ میں نے بشیر احمد کو اس لئے اطلاع دی کہ وہ میرے خیال میں فساد ختم کرا سکتے تھے۔ یہ درست ہے کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ بشیر احمد کے اثر میں نہ تھے بلکہ جنہوں نے ان طلبہ پر حملہ کیا تھا ان کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ بشیر احمد کے حلقہ اثر میں ہیں۔

۲۴جون کی کارروائی

لاہور ۱۷ جون (شاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی کے روبرو آج سٹیشن ماسٹر ربوہ مرزا عبدالسمیع پر جرح جاری رہی' جرح کے دوران سٹیشن ماسٹر نے یہ انکشاف کیا کہ تحریک جدید انجمن احمدیہ کے تحت احمدیہ جماعت کا ایک تبلیغی مشن اسرائیل میں بھی کام کر رہا ہے۔ گواہ نے ایم اے رحمان ایڈووکیٹ کی جرح کے دوران بتایا کہ یہ مشن تل ابیب میں ہے۔ لیکن بعد میں احمدیہ جماعت کے وکیل مرزا نصیر احمد کی جرح کے دوران اپنے پہلے بیان کی درستگی کی اور کہا کہ مشن حیفہ میں ہے اور اسے مقامی عرب باشندے چلا رہے ہیں۔ گواہ نے ایم اے رحمان کی جرح پر بتایا کہ ہر احمدی پر دس شرائط بیعت کی پابندی لازی ہے اور میں مرزا غلام احمد کو غیر شرعی نبی مانتا ہوں۔

(س) کیا احمدیہ جماعت کے مشن بیرونی ممالک میں ہوتے ہیں اور کیا اسرائیل میں بھی ہے؟

(ج) جماعت احمدیہ کے مشن بیرونی ملکوں میں ہیں اسرائیل میں بھی ہے' اسرائیل والا مشن تل ابیب میں ہے۔ میں نے میسج بک پر شکایت کا اندراج کیا تھا اور جو رپورٹ کنٹرول کو بھیجی تھی اس کا اندراج بھی سٹیشن کی میسج بک پر کیا تھا۔ ایس پی جھنگ اور ایس پی لائل پور کو جو رپورٹ بھیجی تھی کہ ایک گروہ اور مجمع نے نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر ربوہ سٹیشن پر حملہ کر دیا ہے۔

فاضل جج

(س) پلیٹ فارم پر کیا صرف ربوہ کے لوگ تھے؟

(ج) ربوہ کے بھی تھے اور باہر کے بھی تھے۔

(س) کیا پانچ صد افراد میں سے چار پانچ کے نام بتا سکتے ہیں؟

(ج) کچھ طالب علم تعلیم الاسلام کالج کے تھے۔ باقی لوگوں میں سے کون کس محلہ کا تھا یا کس بازار کا تھا۔ اس کے بارے میں' میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ سامنے

آنے پر کچھ لوگوں کو شناخت کر سکتا ہوں۔

رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

(س) آپ اس گاڑی کے آنے سے پہلے لڑکوں کی بوگی کے بارے میں کیوں پتہ کرنا چاہتے تھے ؟

(ج) میں اس لئے طلبہ کی بوگی کی صحیح پوزیشن کا پتہ کر رہا تھا کہ یہاں کوئی جھگڑا نہ ہو۔

(س) کیا یہ احتمال تھا کہ کوئی جھگڑا ہو گا؟

(ج) مجھے یہ احتمال نہیں تھا۔

(س) بوگی کی پوزیشن پوچھ کر آپ نے کیا انتظامات کئے؟

(ج) میں نے وہاں پلیٹ فارم پر موجود مسافروں سے کہا کہ وہ پیچھے کی جانب نہ جائیں بلکہ آگے کے ڈبوں میں سوار ہوں۔

(س) اگر آپ چاہتے تو خدام احمدیہ کی یا پولیس کی امداد لے سکتے تھے؟

(ج) جی ہاں میں خدشہ کی صورت میں پولیس کی مدد لے سکتا تھا۔

(س) کیا آپ کو علم ہے کہ ۲۲ مئی تا ۲۹ مئی کے دوران مرزا ناصر احمد ربوہ میں موجود تھے؟

(ج) مجھے علم نہیں ہے۔

(س) کیا آپ ۲۲ مئی سے ۲۹ مئی کے درمیان جمعہ پڑھنے کسی مسجد میں گئے ؟

(ج) جی نہیں۔

(س) کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی ایک مناظر کی حیثیت سے شروع کی؟

(ج) مجھے علم نہیں۔

(س) کیا آپ کے علم میں ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا؟

(ج) جی ہاں میرے علم میں ہے۔

(س) مجدد ہونے کے بعد انہوں نے مہدی' پھر مسیح موعود اور پھر نبی ہونے کا دعویٰ کیا

اور ساتھ ہی حکومت برطانیہ کی اطاعت کی تلقین کی؟

(ج) یہ صحیح ہے۔ یہ کتابوں میں درج ہے۔

(س) کیا انہوں نے لفظ جہاد استعمال کیا اور تلقین کی کہ جہاد کا خیال دل سے نکال دو؟

(ج) جی ہاں جہاد قلمی اور تبلیغی ہے۔ تلوار کے جہاد میں مرزا غلام احمد یقین نہیں رکھتے تھے کیونکہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔

(س) جب آپ سے ناظم الامور نے آنے جانے کے متعلق مشورہ کیا تو کیا ایسا ۲۲ مئی کے وقوعہ کو سامنے رکھ کر کیا گیا؟

(ج) مشورہ نہیں کیا بلکہ صدر عمومی بشیر احمد نے یہ کہا کہ انہیں یہ اطلاع ملی ہے کہ طلباء آ رہے ہیں۔ میرے خیال میں ایسی کوئی شے نہیں جس سے میں کہہ سکوں کہ ربوہ میں پیش آمدہ واقعہ حکومت نے کرایا ہے۔ اب تک یہ گتھی میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ربوہ میں یہ واقعہ کیسے پیش آیا۔

(س) کیا ۲۹ مئی کے واقعہ کو آپ اچھا سمجھتے ہیں؟

(ج) قطعی نہیں۔ البتہ میں اسے ایک اتفاقی حادثہ سمجھتا ہوں۔

(س) کیا آپ پانچ چھ سو افراد کا سٹیشن پر پہنچ جانا اتفاقی امر سمجھتے ہیں؟

(ج) جی ہاں' میں اسے اتفاقی امر سمجھتا ہوں۔

فاضل جج

وقوعہ ربوہ کی ہر تفصیل کا تعین ٹربیونل کے دائرہ کار میں نہیں ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اجتماعی یا انفرادی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ اہم حصہ ذمہ داری کا تعین ہے۔ باقی حصے جزدی ہیں۔ وکلاء سے کہا جاتا ہے کہ وقوعہ کی تفصیلات میں جانے کی بجائے ذمہ داری کے تعین میں معاونت کریں۔

دوسرا اجلاس

احسان وائیں کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ اگر مجھے اس وقوعہ کا پہلے سے علم ہوتا تو میں پولیس کو اطلاع دیتا۔ وقوعہ کے بارے میں میرا ہرگز خیال نہیں تھا کہ اس

کے نتائج ملک گیر ثابت ہوں گے۔ میں نے ۱۹۶۵ء ربوہ میں مکان تعمیر کیا۔ میں نے ربوہ کی زمین منیر قریشی سے خریدی اور رجسٹری نہیں کرائی۔ جب کوئی شخص ربوہ میں غیر منقولہ جائیداد خریدے تو وہ رجسٹریشن فیس قادیانی جماعت کے دفتر تعمیر ربوہ میں داخل کراتا ہے۔ خریداری اور فروخت کے وقت ہم سب رجسٹرار کے ہاں پیش نہیں ہوتے۔

محمد دین صاحب کی جرح کے جواب میں

(س) آپ کہتے ہیں کہ لوگ خالی ہاتھ تھے۔ پھر گاڑی کے شیشے کیسے ٹوٹے؟
(ج) مجھے علم نہیں۔

کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

ہنگامہ میں سرکاری آدمی سفید لباس میں نہیں تھے۔ ربوہ سٹیشن پر نہ تو لاٹھی چارج ہوا اور نہ ہی آنسو گیس استعمال ہوئی۔ انٹیلی جنس افسروں نے مجھ سے واقعہ کے بارے میں پوچھا اور میں نے انہیں بتا دیا۔

(س) کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ۲۳ - ۲۴ دسمبر ۱۹۷۳ء کو کراچی سپیشل پر ربوہ میں حملہ کیا گیا تھا؟
(ج) مجھے علم نہیں۔

خاقان بابر کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میری پیدائش ۱۹۲۰ء میں جین اسٹیٹ ریلوے ہسپتال مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوئی۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۹ء تک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں حاصل کرتا رہا۔ میرے دادا' والد اور چچا قادیان گئے ہوئے تھے۔ ہمارا ناظم امور عامہ سراغرسانی کا کام نہیں کرتا۔ شعبہ امور عامہ کی برانچیں ہر شہر و قصبہ میں ہوتی ہیں تاکہ وہاں کے معاملات باہمی طور پر سلجھائے جائیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں کہ سر ظفر اللہ خان نے سقوط ڈھاکہ کے بارے میں کوئی بیان دیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قادیانی معاملات باہمی طور پر سلجھائے جائیں مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں کہ جماعت نے الیکشن ۱۹۷۰ء میں پیپلز پارٹی کا ہر طرح سے ساتھ دیا تھا (دامے درمے قدمے سخنے) میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ جب سے آزاد کشمیر اسمبلی نے

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے سلسلہ میں کوئی قرار داد منظور کی ہے' اس وقت سے قادیانی پاکستان حکومت سے ناراض ہیں۔ میں نظامت امور عامہ کا ممبر نہیں ہوں۔ میں صرف قادیانی جماعت کا رکن ہوں۔

عاصم جعفری کی جرح کے جواب میں

(س) کیا ربوہ میں سالانہ اجتماع کے موقع پر خصوصی ریلوے ٹرینیں چلائی جاتی ہیں؟
(ج) جی ہاں' ان پر کچھ بینر لگے ہوتے ہیں اور تمام راستہ نعرے لگاتے آتے ہیں۔ تقریباً ایک سال پہلے سے قادیانیوں کا اخبار ریلوے سٹیشن ربوہ پر گاڑیوں کے مسافروں میں مفت تقسیم ہوتا تھا لیکن بعض غیر قادیانیوں کی مخالفت کی وجہ سے اب یہ پریکٹس بند کر دی گئی ہے۔
(س) کیا شیخ مبارک احمد پرنسپل آفیسر ریلوے بورڈ اور محمد شفیع اسسٹنٹ ٹرانسپورٹ آفیسر قادیانی ہیں؟
(ج) جی ہاں' میری ایم ایم احمد سے کوئی رشتہ داری نہیں۔

لطیف رانا کی جرح کے جواب میں

یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت قادیانیوں کو ان کے عقیدہ کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتی۔ جب ہم اپنا لٹریچر غیر قادیانیوں میں تقسیم کرتے ہیں تو اکثریت یہ لٹریچر بلا تردد لیتی ہے۔ بعض لوگ لٹریچر نہیں لیتے ۱۹۶۵ء کی جنگ جو بھارت کے خلاف لڑی گئی اسے میں جہاد سمجھتا ہوں جب کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کو جہاد نہیں سمجھتا۔ یہ ہمارے باہمی نفاق کا نتیجہ تھی۔ میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام چیف سائنٹفک ایڈوائزر کو جانتا ہوں۔

۱۷ جون کی کارروائی

لاہور۔ ۱۷ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربونل میں آج وقوعہ کے روز چناب ایکسپریس کے ایک مسافر بشیر احمد اور نشتر میڈیکل کالج ملتان سٹوڈنٹس یونین کے صدر مسٹر ارباب عالم کے بیانات قلمبند کئے گئے۔ اس سے قبل ۲۶ گواہوں کے بیانات

قلمبند کئے جا چکے ہیں بعد از دوپہر کے اجلاس میں ارباب عالم پر جرح جاری رہی اور اجلاس کی کارروائی اگلے روز ملتوی کر دی گئی۔

گواہ نمبر ۱۷

(بشیر احمد سکنہ سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں ۲۹ تاریخ کو سرگودھا سے کوئٹہ جانے کے لئے چناب ایکسپریس میں سفر کر رہا تھا۔ ابھی گاڑی ربوہ سے ۲ فرلانگ دور ہی تھی کہ میں نے پلیٹ فارم پر بہت بڑا ہجوم دیکھا میں سمجھا کہ کوئی تقریب ہو گی کیونکہ اس سے قبل تو اس سٹیشن پر عموماً ہجوم نہیں ہوتا۔ میں سیکنڈ کلاس میں تھا۔ گاڑی زنجیر کھینچنے سے کھڑی ہوئی۔ زنجیر ایک لڑکے نے میرے ڈبے سے کھینچی جب گاڑی کھڑی ہوئی تو پندرہ سولہ لڑکے میرے کمپارٹمنٹ میں آئے اور ایک لڑکے کو مارنا شروع کر دیا۔ ہم نے بہت منت سماجت کی لیکن وہ لڑکے کو مارتے رہے ہم خود خوف کی وجہ سے چپ ہو گئے' حملہ آوروں کے پاس سوٹیاں' ہاکیاں اور تاروں والے ہنٹر تھے' جب مار کھانے والا لڑکا گر گیا تو اسے چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے کو پکڑ لیا۔ اسے بھی مارا اور پھر حملہ آور دوسرے ڈبہ میں داخل ہو گئے۔ اس ڈبہ کے دروازے بند تھے۔ ہم نے زخمی طالب علم کو سیٹ کے نیچے چھپا لیا اور بعد میں جب لڑکوں کا پتہ کرنے کے لئے حملہ آوروں کا جتھہ آیا تو ہم نے انہیں کہہ دیا کہ یہاں کوئی نہیں۔ میں نے گاڑی کی دوسری طرف دیکھا تو یارڈ کی طرف کو آخری سے پہلی بوگی میں سے لوگ سامان بستر اور دیگر اشیاء باہر گرا رہے تھے اس کے تھوڑی دیر بعد گاڑی روانہ ہو گئی۔

اعجاز حسین بٹالوی صاحب کی جرح کے جواب میں

جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں زمیندار ہوں اور میرے دو ٹرک ہیں میرے ڈبہ میں اٹھارہ بیس افراد بیٹھے تھے ہمیں پلیٹ فارم پر پتہ چلا تھا کہ ہمارے ڈبہ میں بیٹھے ہوئے وہ لڑکے جنہیں زخمی کر دیا تھا' طلباء تھے۔ زخمی طلباء نے ہمیں بتایا کہ جب ۲۲

مئی کو ہم یہاں سے گزرے تھے تو نعرے لگائے تھے۔ اس لئے اب سکیم بنا کر یہاں پر حملہ کیا گیا ہے۔

میں سرگودھا سے خانیوال اترا اور وہاں سے کوئٹہ گیا جہاں سے ۱۴ جون کو پولیس نے مجھے یہ اطلاع دی کہ ہفتہ کو ٹربیونل کے روبرو میری شہادت ہے جب گاڑی چک جھمرہ پہنچی۔ تو لڑکوں نے اعلان کیا کہ جب تک اعلیٰ حکام نہیں پہنچیں گے اور انکوائری نہیں ہو گی' گاڑی لائل پور سے آگے نہیں چلنے دیں گے۔ چنانچہ جب لائل پور پہنچے تو بہت زیادہ ہجوم تھا۔ بہت زیادہ پولیس تھی۔ میں نے وہاں لائل پور سٹیشن پر لڑکوں کو احمدیت مردہ باد' مرزا غلام احمد قادیانی مردہ باد کے نعرے لگاتے سنا تھا۔ میں نے ربوہ میں ایسا کوئی نعرہ نہیں سنا تھا۔ میں نے لائل پور سٹیشن پر کسی کو مار پڑتے نہیں دیکھی۔

رفیق باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

جب حملہ آور ڈبہ میں طالب علم کے متعلق پوچھنے کے لئے آئے تھے تو انہوں نے مجھے قسم دلوا کر لڑکے کے متعلق پوچھا تھا۔

جرح۔ایم اے رحمان

مجھے یہ علم نہیں کہ وہ لڑکا ہمارے ڈبہ میں کس جگہ سے بیٹھا جسے ربوہ میں مار پڑی۔ ہر شخص ڈبہ میں خوف زدہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی منصوبہ بنا کر حملہ کیا گیا ہے اور کوئی لیڈر حملہ کا حکم دے رہا ہے۔ حملہ آور مارتے جاتے اور کہتے تھے کہ آؤ تمہیں حوریں دیں۔

گواہ نمبر ۱۸

(ارباب عالم' طالب علم)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں نشتر میڈیکل کالج ملتان سٹوڈنٹس یونین کا صدر ہوں۔ ہم نے سوات کے تفریحی دورہ کا ایک پروگرام بنایا اور ۲۲ مئی کو ملتان سے سوات کے تفریحی دورہ پر روانہ ہوئے۔ خیبر میل میں ہمیں ایک اضافی بوگی نہ مل سکی۔ لہٰذا ہم نے

چناب ایکسپریس میں بوگی لی۔ پروگرام کے مطابق ایک دن ہم نے راولپنڈی مری جانا تھا اور اس کے بعد بس میں نوشہرہ جانا تھا۔ جہاں سے دوسری بس میں سوات جانا تھا۔ ہم نے ملتان سے ۱۲ بجے دوپہر کو سفر شروع کیا۔ بوگی میں کل ۱۵۰ طلباء سوار ہوئے۔ گو ہم نے اپنے اساتذہ کو بھی دعوت دی لیکن مصروفیت کی وجہ سے کوئی استاد ساتھ جانے پر راضی نہ ہوا۔ ۸۸ نشستوں کی بوگی ہمیں ملی۔ ہم سب لڑکے اس میں بیٹھ گئے۔ بوگی III کلاس کی تھی۔ جب ملتان سے گاڑی چلی تو اس میں نہ پنکھا اور بجلی بند تھی۔ لائل پور ہم نے شکایت کی تو گارڈ نے کہا سرگودھا میں ٹھیک کرا دیں گے۔ جب گاڑی ربوہ کھڑی ہوئی تو پچیس تیس کے قریب لڑکے پلیٹ فارم پر اترے۔ میں گاڑی میں ہی تھا۔ اتنے میں مجھے نعروں کی آواز سنائی دی۔ میں نیچے اترا اور وجہ پوچھی تو لڑکوں نے ایک آدمی کی طرف جو شلوار قمیض میں تھا' اشارہ کیا اور کہا کہ یہ آدمی ہمیں زبردستی تبلیغ کر رہا ہے اور ایک اخبار ہم میں تقسیم کر رہا ہے۔ میں نے ایک لڑکے کے ہاتھ میں ایک پھٹا ہوا اخبار بھی دیکھا جس پر روزنامہ الفضل لکھا تھا۔ اس عرصے میں دس بارہ اور آدمی بھی اکٹھے ہو گئے تھے اس آدمی کے ساتھ جب ہمارے لڑکے نعرے لگا رہے تھے' اس آدمی نے قریب ہی گراؤنڈ میں والی بال کھیلنے والوں کو اشارہ کرتے ہوئے بلایا وہ ۱۸۔ ۱۹ کھلاڑی سٹیشن پر آ گئے۔ انہوں نے بازو چڑھائے ہوئے تھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جھگڑے پر آمادہ ہیں وہاں ان میں سے ایک بڑا آدمی تھا۔ میں نے کہا کہ وہ جھگڑا چاہتے ہیں یا مصالحت چاہتے ہیں۔ انہوں نے موخرالذکر کو ترجیح دی میں نے کہا کہ وہ اپنے لڑکوں کو سمجھائیں میں اپنے لڑکوں کو سمجھاتا ہوں۔ میں نے اپنے لڑکوں کو گاڑی کے اندر سوار کرا لیا۔ جب آخری لڑکا اوپر چڑھ رہا تھا اور میں پلیٹ فارم پر تھا' گاڑی چل پڑی۔ جب میں گاڑی پر چڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے' ایک پتھر مجھے بھی لگا۔ میں نے دروازہ بند کر لیا اور طلبہ کو کہا کہ وہ شٹر بند کر دیں۔ گاڑی چل پڑی تھی۔ ہم نے جواب میں کچھ نہ کیا یا کہا اور گاڑی ربوہ سے چل پڑی۔

چار طلبہ کی ایک ایڈوانس پارٹی ٹھہرنے کی جگہ پر انتظام کرنے لئے پہنچی تھی۔ وہ چار طلبہ ہمیں پنڈی میں مل گئے۔ اس ٹرپ کے دوران ہم مری' نوشہرہ اور پشاور گئے۔ ہم

پشاور سے پھر چناب ایکسپریس کے ذریعے ۲۸ مئی کو ملتان کے لئے روانہ ہوئے۔ واپسی کے لئے بوگی ہمارے لئے ریزرو تھی۔ واپسی کی ریزرویشن ملتان سے ہی ریزرو تھی۔ جب میں نے دوسری مرتبہ ریلوے والوں کو ریزرویشن کے لئے درخواست دی تھی وہ یہ گزارش کی تھی کہ واپسی پر ہماری بوگی خیبر سے لگا دی جائے۔ انہوں نے انکار کر دیا تھا اور چناب سے ہی آنے کے لئے بوگی دی۔

واپسی پر بعض طلباء مختلف سٹیشنوں پر اترتے رہے۔ لیکن ہماری پارٹی کے ساتھ مزید اور کوئی شامل نہ ہوا۔ پشاور سٹیشن پر میں نے ریلوے سٹاف کو شکایت کی تھی کہ ٹرین میں لائٹ نہیں اور پنکھے نہیں چل رہے۔ گارڈ نے مجھے کہا تھا کہ نوشہرہ میں ٹھیک کر دیئے جائیں گے۔ نوشہرہ میں ٹھیک نہ ہوئے۔ گارڈ نے گاڑی چلانے کے لئے جھنڈی دی۔ میں نے گارڈ سے درخواست کی کہ جب تک شکایت دور نہیں ہو جاتی گاڑی نہیں چلنی چاہئے۔ اس کے بعد گارڈ نے شکایت دور کرا دی۔ پنکھے ٹھیک ہو گئے اور گاڑی چل پڑی۔

کیونکہ راستے میں کچھ طلبہ اترتے رہے اس لئے میں واپسی پر ان کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتا۔ راولپنڈی میں کچھ نہیں ہوا کیونکہ ہم سوئے ہوئے تھے۔ سرگودھا میں گاڑی صبح پہنچ گئی۔ سرگودھا سے جب گاڑی چلی تو ہماری بوگی کے دروازے پر چھ نوجوان سوار ہو گئے۔ انہوں نے کچھ طلبہ سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ کچھ طلبہ میرے پاس آئے اور یہ خدشہ ظاہر کیا کہ وہ چھ لڑکے غالباً مرزائی ہیں۔ وہ کوئی شرارت نہ کریں۔ میں نے طلبہ سے کہا کہ ان سے درخواست کریں کہ بوگی سے چلے جائیں کیونکہ یہ طلبہ کے لئے ریزرو ہے دوسرے سٹیشن پر جو شاہین آباد تھا۔ وہ لڑکے ہماری بوگی سے اتر گئے۔ ہماری بوگی پیچھے دوسری تھی۔ جب گاڑی چلی تو ان لڑکوں نے غور سے ہمیں دیکھا اور آخری بوگی پر سوار ہو گئے۔

جب ہم ربوہ پہنچے تو میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ٹرین پلیٹ فارم میں داخل ہونے والی تھی تو میں نے کھڑکی سے دیکھا۔ میں نے لوگوں کو گاڑی کے پچھلے حصہ کی طرف پلیٹ فارم سے دوڑ کر آتے ہوئے دیکھا۔ کچھ اور لوگ سٹیشن کی دیوار پھاند کر ادھر ادھر آ رہے تھے۔ میں نے پچھلی بوگی کی طرف دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ شاید آخری بوگی

میں سفر کرنے والے کسی مسافر کے استقبال کے لئے آئے تھے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جو لڑکے ہماری بوگی میں چڑھے تھے' وہ ہاتھ کے اشارے سے ہجوم کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ جب گاڑی کھڑی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ پورا پلیٹ فارم لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ جو ہماری بوگی کی طرف آئے وہ سوٹیوں' ہاکیوں' چین' چھوٹی تھوڑیاں اور ہنٹر سے مسلح تھے' ایک کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ جب گاڑی کھڑی ہوئی انہوں نے کھڑکیوں میں بیٹھے ہوئے طلبہ کو اپنے اسلحوں سے مارنا شروع کر دیا۔ جب لڑکوں نے شور مچایا تو میں نے انہیں کہا کہ شٹر اور دروازے بند کر دو اور پریشان نہ ہوں۔ وہ کھڑکیوں کے قریب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ حملہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کسی نہ کسی طرح کھڑکیاں بند کر دیں ایک کھڑی درمیان میں پھنس گئی۔ وہاں سے ربوہ کے لوگ لاٹھیاں برسا رہے تھے۔ میں نے کچھ سامان پھینکوا دیا اور اسے بند کر دیا۔ اس اثناء میں پلیٹ فارم پر جو ہجوم تھا انہوں نے پچھلا دروازہ توڑ دیا۔ تب میں نے طلبہ کو ہدایت کی کہ بوگی میں پچھلے چھوٹے ڈبے میں گھس جائیں اور اندر سے بند کر لیں طلبہ چھوٹے کمرے میں داخل ہو رہے تھے اس وقت ۱۸۔ ۲۰ آدمی ڈبے میں داخل ہوئے۔ دو آدمی بوگی سے سامان پلیٹ فارم کی طرف اور یارڈوں کی طرف پھینکنے لگے۔ باقی میری طرف آئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اگر کسی نے کوئی برا سلوک کیا ہے تو مجھے بتائیں۔ اگر کسی نے زیادتی کی ہے تو میں اس سے پوچھوں گا۔ دس کے قریب آدمی میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ ان میں سے دو تین ایک بیمار طالب علم کو برتھ سے نیچے پھینکنے لگے اسے ہتھوڑی سے مارا۔ بیمار آدمی نے مزاحمت کی تو وہ اسے مارتے گئے۔ وہ زخمی ہو گیا تو برتھ سے نیچے گر گیا اور میرے پیچھے پناہ لی۔ اور پچھلے ڈبے کی طرف چلا گیا۔ حملہ آور میرے اردگرد جمع ہو گئے اور پوچھا کہ تمہارا انچارج کون ہے؟ جب میں نے کہا وہ انچارج کو کیوں تلاش کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں چاہئے۔ جب میں نے بتایا کہ میں انچارج ہوں تو ایک نے مگ وہاں سے اٹھا کر مجھے دے مارا۔

ہماری کراکری آس پاس پڑی تھی۔ مجھے چلر آگیا' میں نے اپنا ہاتھ ایک طرف کی کھڑکی پر رکھا۔ اسی دوران ایک نے پھر میرے سر پر پیچھے سے مارا میں نیم بے ہوش ہو گیا اور نیچے گر گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ہوش آگیا مگر ہل نہیں سکتا تھا۔ میں فرش پر پڑا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ حملہ آور اس چھوٹے ڈبہ کا دروازہ کھول رہے تھے۔ جس میں طلبہ تھے۔ ان میں سے دو نے پستول نکال لیا اور دھمکی دی۔ اس موقعہ پر تیس سال کا ایک آدمی اندر آگیا اور اس نے ایک کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ اس اثناء میں مسٹر امین جو ہمارے کالج کا طالب علم ہے وہ ہمارے کالج میں اسلامی جمعیت طلبہ کا ناظم ہے۔ کمرے میں داخل ہوا اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے کپڑے خون آلود تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ آدمی جس نے ریوالور استعمال کرنے سے منع کیا تھا۔ حملہ آوروں سے کہا کہ دو خدام ڈبے میں ٹھہریں' باقی چلے جائیں۔ دو آدمی کچھ دیر وہاں کھڑے رہے اس کے بعد وہ بھی چلے گئے۔ ابھی وہ دونوں وہیں تھے کہ چھوٹے ڈبے میں جنہوں نے پناہ لی تھی۔ وہ لڑکے آ گئے اور مجھے برتھ پر ڈال دیا۔ انہوں نے پلیٹ فارم سے زخمی طلبہ کو اٹھانا شروع کر دیا اور ڈبے میں لا کر بٹھاتے رہے۔ اس اثناء میں گارڈ اور ایک دو اور ریلوے ملازمین ہمارے ڈبے میں آ گئے۔ انہوں نے پانی پلایا۔ انہوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ گھبرائیں نہیں کیونکہ "وہ" جا چکے ہیں۔ "وہ" سے ان کی مراد تھی حملہ آور۔ اس کے باوجود لڑکوں پر خوف طاری تھا۔ انہیں شک تھا کہ شاید انہیں پھر مارا جائے گا۔ جب گاڑی چلنا شروع ہو گئی۔ انہوں نے اپنی وہ کھڑکیاں نیچے کر لیں۔ جو ٹھیک تھیں باقی کھڑکیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ لڑکے بوگی میں بیٹھ گئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جب گاڑی ربوہ پہنچی تو تمام طلبہ' طلبہ کے لئے مخصوص بوگی میں تھے یا نہیں کیونکہ تقریباً ہر سٹیشن پر طلبہ گاڑی سے نیچے اترتے تھے اور چلتی گاڑی پر سوار ہو جاتے تھے۔ اس طرح وہ جس ڈبے میں چڑھ سکتے تھے۔ چڑھ جاتے تھے۔ مجھے پتہ نہیں کہ میرے کالج کے طلبہ دوسری بوگیوں میں بھی تھے یا نہیں۔ آخر کار گاڑی چلی۔ جو لڑکا بوگی میں بیمار اوپر برتھ پر لیٹا تھا۔ اسے بخار تھا وہ رفعت حیات تھا۔ جو طلبہ پلیٹ فارم سے اٹھا کر زخمی حالت میں اندر بوگی میں لائے گئے۔ ان کے نام

نہیں جانتا کیونکہ میں ایک سائیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ میں انہیں دیکھ نہ سکا تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ سب لڑکے سوار کر لئے گئے ہیں۔ نعرے جو میں نے ربوہ سٹیشن پر سنے وہ تھے۔ احمدیت زندہ باد مرزا غلام احمد کی جے۔ محمدیت مردہ باد اور نشتر کے مسلے ہائے ہائے۔ جب میں زخمی ہو کر ڈبے کے فرش پر پڑا تھا تو لوگوں کو پلیٹ فارم پر کہتے ہوئے سنا تھا کہ بوگی کو گاڑی سے علیحدہ کر لیا جائے اور کچھ کہہ رہے تھے کہ اس کو آگ لگا دی جائے کچھ یہ بھی تجویز کر رہے تھے کہ وہ طلبہ کو لے جائیں اور جب ان کا کوئی لینے آئے تو اس کے لئے انتظار کریں۔ ربوہ پر جب گاڑی رکی تھی ہماری بوگی پلیٹ فارم پر نہیں پہنچی تھی۔

جب ہم لائل پور پہنچے تو ضلعی حکام سٹیشن پر موجود تھے۔ ہم میں سے تیرہ کو گاڑی سے سٹریچر پر نکالا گیا مجھے بھی سٹریچر پر ڈالا گیا تھا۔ ہمیں بنچوں پر برآمدہ میں لٹایا گیا۔ وہاں ہمیں فرسٹ ایڈ دینے کی کوشش کی گئی۔ پلیٹ فارم پر ڈاکٹر بھی تھے۔ جو ہمیں فرسٹ ایڈ دینے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ طلبہ نے ایک ڈاکٹر کو پہچان لیا جو نشتر میڈیکل کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر رہ چکے تھے ان کا نام ڈاکٹر ولی ہے۔ وہ مرزائی ہے جو طلبہ زخمی نہ تھے' انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ مرزائی سے فرسٹ ایڈ نہیں لیں گے۔ اس پر افسران نے ڈاکٹر ولی کو سٹیشن سے بھیج دیا۔ جب وہ چلے گئے تو دوسرے جونیئر ڈاکٹروں نے فرسٹ ایڈ دی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں سٹریچر پر اٹھایا اور ٹرین میں ائرکنڈیشنڈ کوچ میں ڈال دیا۔ ایک اور ڈاکٹر صاحب جو غالباً آئی سرجن تھے' ہمارے ساتھ لائل پور سے ملتان تک گئے۔ چونکہ سول سرجن جو عام طور پر ہمارے ساتھ جاتے' مرزائی تھے (وہی ڈاکٹر ولی) ہم نے ان سے مدد لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد لائل پور سے چل پڑے۔

میں نے لائل پور سٹیشن پر کچھ نعرے نہ سنے تھے۔ میں نے کسی آدمی کو وہاں پٹتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ ملتان پہنچنے پر مجھے ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال پہنچایا گیا۔ ہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔ میرا ڈاکٹری معائنہ ہوا تھا۔ ہسپتال میں داخل ہوئے۔ ہسپتال سے مجھے ۱۱ جون کو ڈسچارج کیا گیا۔ دو اور طلبہ کو بھی اسی ایمبولینس میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ میرے علاوہ بارہ طلبہ کو ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔

ایم اے رحمٰن کی جرح کے جواب میں

طلبہ کی بوگی تین کمروں پر مشتمل تھی۔ بڑا کمرہ درمیان میں تھا اور دو چھوٹے کمرے سائیڈوں پر تھے۔ ۲۲ مئی کو جو نعرے ربوہ سٹیشن پر لگے تھے وہ یہ تھے۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر' اسلام زندہ باد' مرزائیت مردہ باد' ختم نبوت زندہ باد۔

رفیق احمد باجوہ نے ٹریبونل سے درخواست کی دسمبر ۷۳ء سے لے کر اب تک کی ڈی سی جھنگ کی Confidential رپورٹس طلب کرلی جائیں۔ ٹریبونل نے بتایا کہ مئی ۱۹۷۴ء کی رپورٹیں تو انہوں نے منگوائی ہیں۔

مسٹر ایم اے رحمٰن صاحب نے جون ۵۵ء کی کنفیڈنشل رپورٹ منگوانے کی درخواست کی۔

مسٹر اعجاز حسن بٹالوی کی جرح کے جواب میں

جو چھ آدمی ہماری بوگی میں سرگودھا سے سوار ہوئے تھے ان سے میری کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ حملہ آوروں نے مجھ سے جو گفتگو کی وہ میری شناخت معلوم کرنے لئے تھی۔ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے مجھے ہوش و حواس میں دو زخم آئے ایک مکے کے ساتھ اور دوسری اس چیز کے ساتھ جسے میں دیکھ نہ سکا۔ میرا اندازہ ہے کہ میں مختصر سے عرصے کے لئے بے ہوش ہوا تھا۔ اس وقت میں (درمیانی راستہ) میں گرا ہوا تھا۔ حملہ آوروں کو پچھلے ڈبے میں پناہ لینے والے طلبہ تک پہنچنے کے لئے درمیانی راستہ سے گزرنا پڑتا تھا۔

۲۹ مئی کو میں اپنے کمپارٹمنٹ سے ربوہ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر نہ اترا تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ طلبہ کا جو سامان نیچے گرا دیا گیا تھا وہ واپس ڈبے میں رکھا گیا یا نہ میں نے طلبہ سے سامان کے بارے میں نہ پوچھا تھا میں وہ وجہ نہیں بتا سکتا کہ دو خدام کو کیوں میرے کمپارٹمنٹ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ منٹ تک ٹھہرے تھے۔ مجھے بعد میں بتایا گیا تھا کہ دو طلبہ جنہوں نے چھوٹے ڈبے میں پناہ لی تھی' کو سخت ضربات آئی ہیں۔ کچھ اور طلبہ کو بھی چوٹیں آئی تھیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے سر کا زخم معمولی یا شدید تھا۔ یہ صرف وہ ڈاکٹر ہی بتا سکتے ہیں جنہوں نے اس کا معائنہ کیا تھا۔ میرے جسم پر

دوسرے زخم معمولی تھے۔

۱۸ جون کی کارروائی

لاہور ۱۹ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل نے اب تک ۲۱ گواہوں کے بیانات قلمبند کر لئے ہیں۔ آج نشتر میڈیکل کالج ملتان سٹوڈنٹس یونین کے صدر ارباب عالم پر جرح مکمل ہو گئی۔ جب کہ ٹرین ایگزامینر حسین بخش اور دو طالب علموں خالد اور آفتاب محمود کے بیانات قلمبند کئے گئے۔ آج بعض وکلاء نے اپنی اپنی تنظیموں اور پارٹیوں کی طرف سے ربوہ ٹربیونل کے سلسلہ میں موقف پیش کیا۔ مسٹر رفیق باجوہ نے اپنی پارٹی کے موقف میں کہا کہ واقعہ ربوہ اس سازش کی کڑی ہے۔ جس کے ذریعہ جماعت احمدیہ ملک میں انتشار پھیلا کر اور مارشل لاء لگوا کر عنان حکومت خود سنبھالنا چاہتی ہے۔ تحفظ ختم نبوت کی طرف سے پیش ہونے والے وکلاء قاضی محمد سلیم اور خلیل الرحمان نے یہ موقف پیش کیا کہ انگریزوں کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اس کا مقصد مسلمانوں کو آپس میں تقسیم کرنا تھا۔ وہی مہم آج بھی جاری ہے اور بھارت کے اشارہ پر قادیانی یہاں اکھنڈ بھارت کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ واقعہ ربوہ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور ۱۹۵۳ء کے مقابلہ میں اب تک قادیانیوں نے خاصی طاقت حاصل کر لی ہے مثلاً فوجی طرز پر ان کی تنظیم قائم ہے۔ ان کا اپنا زرمبادلہ کا ذخیرہ ہے حکومت میں ان کے آدمی تمام کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں اور فوج میں بھی ان کے آدمی موجود ہیں۔

افتخار احمد انصاری ایڈووکیٹ جھنگ

ٹربیونل کے روبرو افتخار احمد انصاری ایڈووکیٹ جھنگ نے ایک درخواست پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ ربوہ کی زمین احمدیوں کو ۱۰۳۴۰ روپے میں فروخت کرنے کے کاغذات اور معاہدات کے مسودات عدالت میں طلب کئے جائیں تاکہ عدالت یہ جان سکے کہ ان معاہدات کی کس حد تک خلاف ورزی ہو رہی ہے اور مزید برآں اس امر کی وجہ بھی معلوم کی جا سکے کہ آخر ۱۰۳۳ ایکڑ ۷ کنال ۸ مرلے زمین اتنی سستی کیوں دی

گئی؟ فاضل جج نے درخواست کو ریکارڈ میں شامل کر لیا اور درخواست کنندہ کو بتایا کہ اگر انہیں بلانے کی ضرورت پڑی تو گواہی کے لئے بلا لیا جائے گا۔ درخواست کنندہ نے لکھا کہ معاہدہ کی رو سے تمام خالی زمین پر ۱۸ ماہ کے اندر تعمیر مکمل کر لینی چاہئے تھی لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ ابھی تک خاصی زمین وہاں خالی پڑی ہے۔ اس طرح کالونیز ایکٹ کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور جس مقصد کے لئے' جن شرائط پر زمین حکومت نے دی' اس کی پروا نہیں کی گئی۔ اسی طرح یہ شرط بھی تھی کہ انجمن احمدیہ اس زمین کو آگے کسی کے ہاتھ فروخت نہیں کرے گی' اس شرط کی بھی پروا نہیں کی گئی۔

اعجاز حسین بٹالوی کی جرح کے جواب میں

(س۔) کیا آپ نے پستول چلنے کی آواز وقوعہ کے وقت سنی؟

(ج) جی نہیں۔

(س) کیا آپ کو یاد ہے کہ جب آپ نشتر میڈیکل کالج میں زیر علاج تھے تو کون کون ملنے آیا؟

(ج) ایک صادق آباد کے ایم پی اے ملنے آئے ایک وزیر خاں صادق ملی ہیں وہ بھی ملنے آئے' ملتان مسلم لیگ کے صدر اور ان کے دیگر ساتھی بھی ملنے آئے' ایک دن امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد بھی گئے' اس کے علاوہ طلباء کی یونینوں کے صدر اور عہدیدار ملنے کے لئے آتے رہے؟۔

(س) کیا نشتر میڈیکل کالج میں احمدی طلباء بھی پڑھتے تھے؟

(ج) جی ہاں ہیں۔

(س) کیا یہ درست ہے کہ وقوعہ ربوہ کے بعد نشتر میڈیکل کالج کے ہوسٹل میں مقیم احمدی طلباء کا سامان جلا دیا گیا؟

(ج) مجھے علم نہیں میں ہسپتال میں زیر علاج تھا۔

(س) کیا اس وقوعہ کی تفصیلات پڑھتے رہے ہیں؟

(ج) گیارہ جون سے لاہور میں ہوں اور یہاں پر اخبارات کی سرخیاں پڑھتا رہا ہوں

تفصیلات نہیں، ہسپتال میں داخل رہنے کے دوران اخبارات کم ملتے تھے، میں نے انکوائری کی خبریں اس لئے تفصیلی طور پر نہیں پڑھیں کہ انکوائری میں غلط بیان بھی دیئے جا رہے ہیں اور یہ بیان بھی دیئے جا رہے تھے کہ ربوہ میں کچھ نہیں ہوا، جس سے مجھے کوفت ہوتی تھی۔ لہٰذا میں نے زیادہ تفصیل سے اخبارات پڑھنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں عدالت میں ۱۲ جون کو ۵ منٹ کے لئے آیا تھا۔ میں یہ پتہ کرنے کے لئے آیا تھا کہ طلباء کی گواہیاں کب شروع کی جائیں گی؟ میں نے جب دیکھا کہ ابھی تو ریلوے کے ملازمین کی گواہیاں ہو رہی ہیں تو میں واپس چلا گیا۔ پرسوں یعنی ۱۷ جون کو میں پھر آیا اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل سے مل کر انہیں کہا کہ اب تو ریلوے ملازمین کی گواہیاں ختم ہونے والی ہیں۔ لہٰذا اب پتہ کریں کہ ہماری گواہیاں کب شروع ہوں گی۔ میں نے لاہور میں قیام کے دوران ۱۳ جون کو سینٹ ہال میں تقریر بھی کی، وہاں دیگر طالب علم لیڈروں نے بھی تقریریں کیں۔ اخبار میں سینٹ ہال کی میٹنگ کے بارے میں جو کچھ شائع ہوا ہے، وہ صحیح ہے لیکن اس میں شائع شدہ فیصلوں کا تعلق پنجاب سٹوڈنٹس کونسل سے ہے۔

(س) کیا آپ کے ساتھ بعض دیگر طلباء بھی آئے؟

(ج) جی ہاں چھ طلباء میرے ساتھ آئے۔

(س) خانیوال کے سٹیشن پر کیا واقعہ ہوا ہے؟

(ج) ہم نے گارڈ سے کہا کہ ہم نے ناشتہ نہیں کیا ہے ہمیں لڑکوں کو ناشتہ کرا لینے دو، گارڈ نے کہا کہ ناشتہ کر لو لیکن جب ہم سٹیشن کے ریفرشمنٹ میں ناشتہ کرنے گئے تو گاڑی چلا دی گئی اس پر ہم سٹیشن ماسٹر کے پاس آئے اور اس سے یہ پیغام ساہیوال بھیجنے کے لئے کہا کہ جب تک دوسری گاڑی سے ساہیوال نہیں پہنچتے، غزالہ ریل کار کو ساہیوال میں کھڑا رکھا جائے کیونکہ ہمارا تمام سامان گاڑی میں ہی ہے، چنانچہ ہم دوسری گاڑی میں ساہیوال پہنچے تو غزالہ ریل کار وہاں کھڑی تھی چنانچہ ہم اس میں سوار ہو گئے۔

فاضل جج

(س) آپ کے ساتھ تفریحی دورے میں کوئی احمدی طالب علم بھی گیا؟

(ج) جی نہیں۔ البتہ ایک احمدی طالب علم ہمارے ساتھ گاڑی میں گیا اور جب گاڑی ربوہ سے چلی تو میں نے اس کا پتہ کیا تاکہ لڑکے اس کو تنگ نہ کریں لیکن معلوم ہوا کہ وہ پیچھے اتر گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ چنیوٹ میں اترا یا ربوہ میں؟

رفیق باجوہ کی جرح کے جواب میں

(س) اس احمدی لڑکے کا کیا نام ہے جو ملتان سے گاڑی میں آپ کے ساتھ گیا اور پھر ربوہ چنیوٹ میں اتر گیا؟

(ج) اس کا نام ابرار احمد ہے اور سال دوم کا طالب علم ہے۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان میں ۱۴' ۱۵ احمدی طالب علم داخل ہیں۔ ایسا کوئی مطالبہ یا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا کہ احمدی طلباء کو تفریحی دورہ پر ساتھ نہ لے جایا جائے کالج کے تمام احمدی طلباء کا تعلق پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن سے ہے۔ سفر کے دوران ابرار احمد کے ساتھ کوئی زیادتی وغیرہ نہیں کی گئی۔

(س) کیا ۲۹ مئی کو طلباء کے علاوہ گاڑی کے کسی مسافر کو بھی مارا گیا؟

(ج) جی نہیں صرف طلباء کو مارا گیا۔ اس سے قبل ۲۲ مئی کو طلباء میں ہی تبلیغ کے لئے الفضل تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

(س) پٹائی کے اس واقعہ کے کیا محرکات ہو سکتے ہیں؟

(ج) جہاں تک میری رائے ہے' میں سمجھتا ہوں کہ فوج کو استعمال کرنے کے لئے مرزائیوں نے یہ راستہ بنایا تھا انہوں نے طلباء کو چنا۔ صاف ظاہر ہے کہ طلباء کی پٹائی ہو گی اور پورے ملک میں شور اٹھے گا۔ بدامنی پھیلے گی اور مرزائیوں کے فوج میں جو جنرل ہیں وہ بھی ہمدردی کریں گے غیر ملکی پریس میں شور اٹھے گا۔ مارشل لاء نافذ کرانے کی کوشش کی جائے گی اور پھر مرزائی فوج کے ذریعہ حکومت پر قبضہ کرلیں گے۔

فاضل جج نے اس سے پوچھا کہ ایسا سوچنے کے لئے اس کے پاس کیا عوامل ہیں یا کیا وجوہات ہیں؟ گواہ نے کہا کہ بعد کے واقعات میری بات کی تصدیق کرتے ہیں؟

(س) آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ فوج کے آنے سے مرزائی برسراقتدار آ جائیں گے؟

(ج) فوج میں جنرل ٹکا خاں کے بعد باقی کم از کم چار پانچ جنرل مرزائی ہیں حتیٰ کہ بعض کور

کمانڈر بھی مرزائی ہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ فوج کے آنے سے مرزائی برسراقتدار آ جائیں گے۔ اسی طرح ۲۹ مئی کو جن طلباء کو پیٹا گیا تھا ان میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ جب اسے پیٹا جا رہا تھا تو مارنے والوں نے کہا کہ انہیں اقلیت میں سمجھنا غلط ہے' وہ اس ملک پر حکومت کر کے دکھائیں گے۔

رفیق باجوہ کی جرح کے جواب میں

(س) کیا آپ کو علم ہے کہ سابقہ ائیر مارشل ظفر چوہدری کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟
(ج) وہ احمدی تھے اور نہیں ہٹا دیا گیا تھا۔ میرا یقین ہے کہ اس واقعہ سے ائیر مارشل ظفر چوہدری کے ہٹائے جانے کا بھی تعلق ہے کیونکہ احمدی سمجھ رہے تھے کہ اب آہستہ آہستہ حکومت سب اعلیٰ افسروں کو ہٹا دے گی۔ لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ باقیوں کو ہٹائے جانے سے قبل ملک میں بدامنی پیدا کی جائے۔

محمد دین ایڈووکیٹ کی جرح کے جواب میں

یحییٰ کی حکومت میں ۱۹۷۰ء میں یہ خبر شائع ہوئی کہ گلبرک کی ایک کوٹھی سے وائرلیس سیٹ برآمد ہوا ہے۔ جس شخص کی کوٹھی سے یہ سیٹ برآمد ہوا وہ ایم ایم احمد کا آدمی تھا۔ کیا اس خبر کے بارے میں آپ کو کوئی علم ہے؟
(ج) جی ہاں! یہ خبر میری نظر سے گزری ہے۔ ٹربیونل نے محمد دین ایڈووکیٹ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس سلسلہ میں ایک درخواست لکھ کر دیں تاکہ اس سلسلہ میں جو مقدمہ وغیرہ درج ہوا تھا۔ اس کا ریکارڈ منگوایا جا سکے۔

گواہ نمبر۱۹

(حسین بخش' ٹرین ایگزامینر ملتان کینٹ)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں نے ۱۱ جون ۱۹۷۴ء کو بوگی نمبر۴۰۵۵ یو ٹی وائی کا معائنہ کیا۔ یہ بوگی ۱۲ ڈاؤن چناب ایکسپریس سے ۲۹ مئی کو الگ کی گئی تھی۔ یہ رپورٹ اس بوگی کی مرمت کرنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ پولیس نے چونکہ یہ ہدایت کی ہے کہ بوگی کی ابھی

مرمت نہ کی جائے کیونکہ ابھی اسے معائنہ کے لئے کھلا رکھنا ہے۔ لہٰذا ابھی تک یہ بند کھڑی ہے۔ میں نے عبدالستار ایس ایچ او کی موجودگی میں بوگی کا معائنہ کیا۔ گواہ نے اپنی رپورٹ کی تفصیلات عدالت کو بتائیں اور رپورٹ کی نقل عدالت میں پیش کر دی۔ جب میں نے بوگی کا معائنہ کیا تو اس میں کوئی سامان نہ تھا البتہ ٹوٹے ہوئے پتھر بکھرے پڑے تھے' جو ایس ایچ او نے اکٹھے کر لئے۔

گواہ نے عاصم جعفری کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ٹرین ایگزامینر نے بھی میری رپورٹ دیکھی ہے کیونکہ رپورٹ انہیں پیش کی گئی تھی' گواہ نے کہا کہ ۳۰ مئی کو بھی گاڑی کا معائنہ انہوں نے کیا تھا۔ ۳۰ مئی کو جب رپورٹ بنائی تو اس میں گاڑی کی بوگی کی نااہلیت کے بارے میں لکھا تھا لیکن ۱۲ جون کو صرف وہ نقصان لکھا جو محض ہنگامے کی وجہ سے ہوا تھا۔

خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

جب گاڑی چلتی ہے تو نئی لگنے والی بوگی کا معائنہ کیا جاتا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے' اسی طرح جب گاڑی اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتی ہے تو وہاں بھی اسے چیک کیا جاتا ہے۔

گواہ نمبر ۲۰
آفتاب محمود طالب علم

میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کا سال چہارم کا طالب علم ہوں۔ اور احمدی نہیں ہوں۔ میرا تعلق گلگت سے ہے اور میں فارن ایریا فرنٹیر سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا سوشل سیکرٹری ہوں۔ میں دیگر طلبہ کے ساتھ ۲۲ مئی کو چناب ایکسپریس کے ذریعہ سوات کے تفریحی دورے کے لئے روانہ ہوا۔ ربوہ سٹیشن پر میں اور میرے بعض دیگر ساتھی پلیٹ فارم پر اترے۔ اترنے تک مجھے علم نہیں تھا کہ یہ سٹیشن ربوہ ہے۔ مجھے دوسرے طلباء نے بتایا کہ یہ ربوہ سٹیشن ہے پلیٹ فارم پر دس بارہ اور آدمی بھی کھڑے تھے۔ ایک آدمی

جس کی عمر ۳۰۔ ۳۵ سال کی تھی' ہمارے پاس آیا۔ اس کے پاس الفضل اخبار کی کاپیاں تھیں۔ اس نے تین چار کاپیاں لڑکوں میں تقسیم کیں۔ مجھے بھی ایک اخبار دیا۔ لیکن میرے دوست نے بتایا کہ یہ اخبار مرزائیوں کا ہے۔ میں نے اس پر اس اخبار کو پھاڑ دیا۔ اس پر وہ آدمی جو وہاں پہلے سے موجود تھے۔ وہاں آئے اس اثنا میں دوسرے لڑکوں نے اخبار پھاڑ دیئے۔ اس سے چونکہ ہمارے جذبات مجروح ہوئے تھے۔ ہم نے وہاں نعرے لگائے جن میں نعرہ تکبیر اللہ اکبر' اسلام زندہ باد کے نعرے شامل تھے۔ کچھ اور لوگ بھی جو نزدیک والی بال کھیل رہے تھے وہاں اکٹھے ہو گئے اور تیس پینتیس کا مجمع ہو گیا۔ ہماری یونین کا صدر ارباب ابھی تک اندر تھا۔ جب نعرے لگنے شروع ہوئے تو انہوں نے باہر دیکھا اور ہمارے پاس آئے اور کہا تمام لڑکے بوگی میں سوار ہو جائیں۔ چنانچہ سب بوگی میں آ گئے۔ اور گاڑی پلیٹ فارم سے چلنا شروع ہوئی۔ ہمارے صدر ارباب اس وقت دوڑتے ہوئے گاڑی میں چڑھے۔ اتنے میں ارباب نے کہا کہ کھڑکیاں بند کر دیں پلیٹ فارم کی طرف سے پتھراؤ ہو رہا ہے۔ ارباب نے مجھے بتایا کہ ایک پتھر انہیں بھی لگا ہے۔

۲۹ مئی کو جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی' میری نشست یارڈ کی طرف تھی۔ باہر بہت بڑا مجمع تھا اور شور بپا ہو رہا تھا۔ اندر ہم سب لوگ سہمے ہوئے تھے۔ میں نے جو دروازہ بند کیا۔ اسے باہر سے کھولنے کی کوشش کی جا رہی تھی چنانچہ کافی زور لگا کر حملہ آوروں نے دروازوں کو کھول لیا اور اندر آ گئے ان کی تعداد ۵۰ کے قریب تھی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو ایک نے مجھے ہاکی ماری۔ اس پر میں پیچھے ہٹا اور ارباب کو بتایا کہ لوگ اندر داخل ہو گئے ہیں۔ ہاکی میری کمر کے بائیں حصہ میں لگی۔ میں ہٹ کر پیچھے آ گیا۔ لوگ اندر آ گئے میں نے سنا کہ کوئی شخص ارباب سے یہ پوچھ رہا تھا کہ آپ کا انچارج کون ہے؟ دو آدمی میری طرف بڑھے۔ ایک کے پاس سائیکل کا چین تھا اور ایک کے پاس ڈنڈا تھا انہوں نے باہر کا ایک دروازہ بھی کھول دیا۔ ایک نے سائیکل کی چین ماری جو میرے ہاتھ پر لگی وہاں سے دو تین آدمی اس ڈبے میں چڑھے ان میں سے ایک نوجوان وہی تھا جو سرگودھا سے ہمارے ڈبہ میں سوار ہوا تھا وہ مجھے مارنے لگے مجھے لاٹھیاں بھی ماریں۔ جو خالی ہاتھ تھا وہ مکے مارتا رہا' میری عینک گر گئی میرا سر لیٹرین کے دروازے

سے کئی بار ٹکرایا۔ میرا سر چکرانے لگا اور میں گرنے لگا تاہم بمشکل تمام میں نے خود کو سنبھالا۔ اس دوران میری پتلون بھی پھٹ گئی اس کے بعد میرے ان ساتھیوں نے مجھے اپنے کمپارٹمنٹ میں کھینچ لیا جو بوگی کے آخری حصہ میں تھے۔ ہم نے پھر دروازہ بند کر دیا۔ گو باہر سے اسے کھولنے کے لئے خاصا دباؤ ڈالا جاتا رہا میں نے باہر سے آواز سنی جس میں کوئی کہہ رہا تھا کہ دروازہ کھولو ورنہ میں پستول چلاؤں گا۔ ہم نے دروزہ اس پر بھی نہ کھولا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے نیچے کی برتھ پر لٹا دیا کیونکہ میرے بدن میں درد ہو رہا تھا۔ اس وقت میں نے جو نعرے سنے جو یہ تھے۔ احمدیت زندہ باد' محمدیت مردہ باد' نشتر کالج کے مسلے مردہ باد' مرزا غلام احمد زندہ باد۔ ایک پولیس والا ہماری بوگی میں چڑھ آیا۔ آخر کار گاڑی ربوہ سے چل پڑی۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ مجھے ملتان ہسپتال میں جا کر ہوش آیا۔ مجھے ۳۰ مئی کو ہوش آیا۔ میں نے دوسرے طلبہ کی خیریت دریافت کی۔ مجھے ۳۰ مئی کو ہوش میں آنے کے بعد محسوس ہوا کہ میرا سر مونڈا ہوا تھا۔ میں نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ میرا سر کیوں مونڈا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر مجھے کچھ اور وقت بعد تک ہوش نہ آتا تو وہ میری کھوپڑی کھولتے یعنی میرا آپریشن کرتے۔

گواہ نمبر ۲۱

(خالد عبداللہ ولد محمد صدیق سبحان۔ بلاک نمبر ۶ ڈیرہ غازی خاں۔ طالب علم I ایئر نشتر میڈیکل کالج۔ ملتان)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں طلبہ کی یونین کا عہدیدار نہیں رہا۔ ہم ملتان سے ایک ٹرپ پر ۲۲ مئی کو ایک ریزرو بوگی میں سوار ہوئے۔ ۲۲ مئی کو جب ہماری گاڑی ربوہ پہنچی تو میں اس وقت پلیٹ فارم پر اترا' جب میرے ساتھی نعرے لگا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ طلبہ نے مجھے بتایا کہ کچھ لوگ احمدی لٹریچر طلبہ میں تقسیم کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ ۵ - ۶ آدمیوں کا ایک گروپ جو پلیٹ فارم پر کھڑا تھا' مجھے دکھایا گیا۔ میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ عام مشہور ہے کہ ربوہ میں جنت ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کس جگہ ہے۔ ان میں سے ایک آدمی نے غصے سے میرا بازو پکڑ لیا اور کھینچنا شروع

کر دیا کہ آؤ جنت دکھاتا ہوں۔ میں نے اپنا ہاتھ چھڑایا کہ میں اپنا کیمرہ لے کر آتا ہوں تاکہ میں فوٹو اتار سکوں۔ اس بہانے میں جا کر اپنے ڈبے میں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا وہاں کچھ لوگ سٹیشن پر جمع ہو رہے تھے۔ کچھ نزدیک ہی کی گراؤنڈ سے آئے اور کچھ دوسری طرف سے آئے' سب وہاں پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ ۳۰۔ ۳۵ تھے۔ میں نے کھڑکی میں سے دیکھا ارباب عالم خاں ایک بوڑھے آدمی سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے وہ گفتگو نہ سنی۔ اس کے بعد مسٹر ارباب عالم خاں نے لڑکوں کو بوگی میں داخل ہونے کے لئے کہا۔ لڑکے بوگی میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ جب گاڑی چلی' میں اور ارباب عالم اندر داخل ہوئے ہی تھے تو ان لوگوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ جب پتھر آنے شروع ہوئے تو ہم نے کھڑکیاں بند کر لیں۔

ربوہ سٹیشن پر نعرے لگ رہے تھے ختم نبوت زندہ باد' نعرہ تکبیر اللہ اکبر' مرزائیت مردہ باد' ۲۹ مئی کو ہماری واپسی پر ہم نے پشاور میں دیکھا کہ طلبہ کی بوگی میں بجلی نہیں تھی۔ دوسرے میرا ایک دوست جس کا نام نثار احمد ہے۔ وہ ایک دن پشاور میں لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل بھی رہا۔ پس میں اور بیمار طالب علم دس دوسرے لڑکوں کے ساتھ II کلاس ڈبے میں چلے گئے۔ میں ربوہ تک II کلاس ڈبے میں سفر کرتا رہا۔

پانچ اور لڑکے بھی II میں سفر کر رہے تھے۔ وہ دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ غصے سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ لالیاں سٹیشن پر میں نے کچھ اور نوجوانوں کو پلیٹ، فارم پر ہاکیاں لئے ہوئے دیکھا۔ جب گاڑی ربوہ سٹیشن پر پہنچی تو میں نے بہت سے لوگوں کو پلیٹ فارم پر دیکھا۔ جن میں سے اکثر کے پاس ہاکیاں اور لاٹھیاں تھی۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی ہی تھی تو ہمارے ڈبے میں جو لڑکے بیٹھے تھے۔ وہ اشارے کر کے ہماری طرف لوگوں کو بلا رہے تھے۔ میں نے یہ محسوس کر کے کہ وہ پلیٹ فارم پر لوگوں کو ہماری طرف بلا رہے ہیں۔ ہم نے کھڑکیاں بند کر لیں۔ ہماری بوگی درمیان میں تھی۔ جب گاڑی رکی تو پانچ نوجوان ہمیں گالیاں دیتے ہوئے اور ابھی دیکھتے ہیں' کہتے ہوئے اتر گئے۔ ہم نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگ دروازہ کھولنے کے لئے لاٹھیاں برسا رہے تھے۔ ہم اسے بند کر رہے تھے جب تھوڑا سا دروازہ کھلا میں نے

دیکھا کہ ۳۰۔ ۴۰ آدمی دروازے پر تھے' ان کے پاس لاٹھیاں' ہاکیاں' ہنٹر اور بیلٹ تھے۔ میرے ساتھ چار پانچ افراد تھے۔ وہ دروازہ چھوڑ کر ٹٹی میں گھس گئے۔ اتنے میں دروازہ کھل گیا اور ہجوم نے مجھے ڈبے سے باہر پلیٹ فارم پر گھسیٹ لیا۔ میں اوندھے منہ گر پڑا لیکن اپنے ہاتھوں کا سہارا لیا۔ کمر پر ہاکیاں' ڈنڈے لگے۔ چونکہ میرا چہرہ زمین کی طرف تھا اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ کون سے ہتھیار استعمال کئے گئے۔ میرے سر پر چوٹ لگی جو ایک ہتھوڑی سے لگ سکتی تھی۔ میرا خون بہہ رہا تھا۔ میرے کپڑے سرخ ہو گئے۔اس پر ایک نے کہا۔ وہ "پہنچ" گیا ہے اسے اب چھوڑ دو۔

نوٹ = گواہ اپنے ساتھ اپنی خون آلود شرٹ لایا اور دکھائی۔

ہجوم نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں II کلاس والی طلبہ کی بوگی میں برتھ پر لیٹا تھا۔ اس وقت گاڑی ابھی ربوہ سٹیشن پر کھڑی تھی۔ اس وقت میرے سر پر پٹیاں بندھی جا چکی تھی۔ تب آخر کار گاڑی ربوہ سٹیشن پر چلی اور ہم لائل پور پہنچے۔ لائل پور سٹیشن پر ہمیں سٹریچروں پر نیچے اتارا گیا اور سٹیشن پر میڈیکل ایڈ دی گئی۔ مجھے گلوکوز کی بوتل لگائی گئی۔ لائل پور پر وہاں سے ہمیں ACC میں بٹھا دیا گیا اور ہم ملتان پہنچ گئے۔ ملتان میں مجھے سٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ مجھے فوراً آپریشن تھیٹر پہنچایا۔ وہاں میرے سر پر جو زخم تھے اُن کو ٹانکے لگائے گئے۔ میں ہسپتال میں داخل رہا۔ حتی کہ ۱۱ جون کو مجھے ڈسچارج کر دیا گیا۔

میاں شیر عالم صاحب ایڈووکیٹ کی جرح کے جواب میں

جب مجھے ربوہ میں پیٹا جا رہا تھا کسی نے مجھے چھڑانے کی کوشش نہ کی۔ ربوہ کے سٹیشن ماسٹر نے کوئی کوشش نہ کی۔ حملہ آوروں کا گروپ جو II کلاس کے ڈبے کے سامنے تھا۔ میری عمر سے لے کر بڑی عمر کے بھی تھے۔ میں نے یہ نوٹ نہ کیا کہ اس گروپ کی کون قیادت کر رہا تھا یا نہیں۔ میں سٹیشن ماسٹر کو نہیں جانتا تھا نہ ہی میں نے اسے وہاں دیکھا۔

مسٹر ایم اے رحمان صاحب کی جرح کے جواب میں

میں قانون شکنی کا قائل نہیں۔ قانون کا پابند طالب علم ہوں۔ میں دوسرے لوگوں

کے ان کے عقیدے کے بارے میں جذبات کو مشتعل کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں بتا سکتا جس نے مجھے ربوہ میں جنت کی موجودگی کے بارے میں بتایا لیکن جب کبھی مرزائیوں کی بات میں نے کسی سے سنی تو وہاں جنت کی بات ضرور ہوتی تھی۔ میں بچپن سے مولویوں اور عالموں کی تقریروں میں ربوہ میں جنت کا ذکر سنتا آیا ہوں۔ مجھے یقین آگیا تھا کہ ربوہ میں جنت ہے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ربوہ میں جنت ہے۔ اب میری عمر ساڑھے اٹھارہ سال ہے۔

۱۹ جون کی کارروائی

گواہ نمبر ۲۲

لاہور ۲۰ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹریبونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے مزید تین طالب علم گواہوں محمد فاروق، رفعت حیات باجوہ اور محمد امین کے بیانات قلمبند کئے۔ تینوں طلباء کا تعلق نشتر میڈیکل کالج ملتان سے ہے اور وقوعہ کے روز وہ بھی تفریحی دورہ پر جانے اور آنے والے طلباء میں شامل تھے۔ گواہوں نے بتایا کہ ربوہ میں واپسی پر ان پر کیا جانے والا حملہ اتنا اچانک تھا کہ طلباء کو کچھ سمجھ نہ آیا اور خوف کے مارے ادھر ادھر بھاگنے اور چھپنے لگے۔ اس دوران جو طلباء حملہ آوروں کے ہاتھ لگے۔ انہیں خوب تشدد کا نشانہ بنایا گیا جب کہ کچھ طلباء نے ایک چھوٹے سے کمپارٹمنٹ میں گھس کر جان بچائی۔

گواہ نمبر ۲۲

(محمد فاروق طالب علم نشتر میڈیکل کالج)

میں قادیانی نہیں ہوں۔ نشتر میڈیکل کالج کا طالب علم ہوں۔ میں بھی سوات کے تفریحی دورہ پر گیا تھا۔ ربوہ سٹیشن پر جب گاڑی ۲۲ مئی کو رکی تو کچھ طلباء بھی اترے۔ وہاں ان میں قادیانیوں کا لٹریچر تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن لڑکوں نے نعرے لگائے

اس پر وہاں کے لوگوں نے ہماری بوگی پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ جس پر ہم نے کھڑکیوں کے شیشے بند کر دیئے۔ گاڑی اسی وقت چل دی۔ جب ۲۹ مئی کو واپس آئے تو سرگودھا سٹیشن پر کچھ لوگ ہماری بوگی میں بیٹھے' میں سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ تقریباً دس طالب علم اور بھی تھے جب گاڑی ربوہ پہنچی تو میں نے دیکھا کہ ربوہ میں پلیٹ فارم اور دوسری سائڈ پر لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہے۔ اندازاً" تین چار ہزار کا مجمع ہو گا۔ ہماری بوگی تقریباً درمیان میں تھی۔ ان پانچوں آدمیوں نے جو سرگودھا سے چڑھے تھے۔ دوسرے لوگوں کو وہاں بلانا شروع کر دیا۔ اس پر ہمیں خطرہ کا اندازہ ہوا۔ ہم نے دروازے بند کر دیئے۔ اس پر حملہ آور گروہ ہمارے کمپارٹمنٹ کی طرف آ گیا اور زبردستی دروازہ کھولنے کی کوشش کی' ایک شٹر خراب تھا چنانچہ اس سے حملہ آور اندر آ گئے اور انہوں نے ڈنڈوں سے سب لڑکوں کو مارنا شروع کر دیا' مجھے تقریباً دس پندرہ آدمیوں نے پکڑ لیا اور مارنا شروع کر دیا۔ کچھ طلباء غسل خانے میں گھس گئے۔ مجھے ڈنڈوں' چین' ہنٹر اور مکوں سے مارا گیا۔ مجھے سر پر زخم آئے۔ پھر مارنے والے چلے گئے۔ میں تھرڈ کے ایک ڈبہ میں چھپ گیا تاکہ کہیں مجھے وہ پھر نہ مارنا شروع کر دیں۔ گاڑی چلنے سے قبل وہاں جو نعرے لگائے جا رہے تھے ان میں احمدیت زندہ باد' ختم نبوت مردہ باد' نشتر کے مسلے مردہ باد' جب گاڑی چلی تو تھوڑی دیر بعد پھر کھڑی ہو گئی لیکن اس کے کچھ دیر بعد پھر چل پڑی اور دریا کے پل کے قریب رکی جو ربوہ سے تھوڑی دور ہے۔ مجھے کوئی فرسٹ ایڈ نہیں ملی۔ وہاں میری مدد کے لئے نہ تو کوئی پولیس والا آیا اور نہ ہی کوئی ریلوے والا آیا۔ چنیوٹ میں یہ دیکھنے کے لئے اترا کہ آیا کوئی طالب علم بچا بھی ہے یا نہیں؟ وہاں میں نے بہت سے اپنے طلباء کو دیکھا جو ساتھیوں کو ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ مجھے طلباء کی بوگی کی طرف لے گئے چنیوٹ میں میرے زخموں پر لڑکوں نے دوائی لگائی پھر گاڑی لائل پور پہنچی تو وہاں پر ڈاکٹروں نے ہمیں فرسٹ ایڈ دی۔ لائل پور سے ہمیں ایئرکنڈیشنڈ کوچ میں ملتان لے جایا گیا اور پھر نشتر ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ مجھے ۶ جون کو ڈسچارج کیا گیا۔ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میں نے پڑھا کہ ٹربیونل قائم کر دیا گیا ہے۔ میں پانچ چھ روز بعد لاہور آیا اور اپنی گواہی کا پتہ کر کے واپس گھر رینالہ خورد چلا گیا۔ وہاں سے آج صبح لاہور آیا

ہوں۔ مجھے ارباب عالم صدر سٹوڈنٹس یونین نے یہاں آنے کے لئے تار بھیجی تھی۔ اس سے قبل پولیس میرے پاس تفتیش کے لئے بھی بیان لینے کے لئے نہیں آئی۔

اعجاز بٹالوی کی جرح کے جواب میں

جب بوگی کے اندر مجھے مارا گیا تو اندازاً" دس پندرہ آدمیوں نے مارا ہو گا۔ لیکن جب پلیٹ فارم پر مارا گیا تو زیادہ لوگوں نے مجھے مارا۔ مجھے ہنٹر پشت پر لگے جس سے جسم پر نشان پڑ گئے لیکن ڈاکٹروں نے اسے نوٹ نہیں کیا۔ میں نے اپنے نشانات ڈاکٹر محمد زبیر چوہدری میڈیکل افسر نشتر ہسپتال کو دکھائے تھے۔ جب میں تھرڈ کلاس بوگی میں داخل ہوا تو مارنے والے مجھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ اب اسے زیادہ نہ ماریں۔

گواہ نمبر ۲۳

(رفعت حیات باجوہ طالب علم)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں اس تفریحی دورے میں شریک تھا جو ۲۲ مئی کو ملتان سے شروع ہوا تھا۔ ۲۲ مئی کو چناب ایکسپریس میں ہم روانہ ہوئے جب ہم ربوہ پہنچے تو گاڑی کھڑے ہونے کے تین منٹ بعد شور کی آواز سنی۔ میں نے گیٹ سے دیکھا کہ کچھ لوگ نعرے لگا رہے ہیں اور ہماری یونین کے صدر ارباب عالم طلباء کو پیچھے دھکیل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ چلو اپنی بوگی میں سوار ہو جاؤ۔ لڑکے جو نعرے لگا رہے تھے وہ یہ تھے۔ احمدیت مردہ باد' ختم نبوت زندہ باد' اسلام زندہ باد۔ اس اثناء میں گاڑی چل پڑی لڑکے بوگی میں سوار ہو گئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ گاڑی میں پتھر آنا شروع ہو گئے۔ اس وقت ایک لڑکا زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا۔ واپسی پر مجھے بخار تھا اس لئے اوپر کی برتھ پر لیٹ گیا۔ جب گاڑی سرگودھا آئی تو میں سویا ہوا تھا۔ میں ربوہ میں جاگا تو گاڑی رکی ہوئی تھی۔ کھٹ پٹ کی آوازیں سنیں لڑکوں نے مجھے بتایا کہ گاڑی ربوہ سٹیشن پر کھڑی ہے۔ اس کے ساتھ ہی لڑکوں کو میں نے سائیڈ والے کمرے میں بھاگتے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ اس پر لڑکوں نے مجھے بتایا کہ مرزائی اندر آ

گئے ہیں۔ اتنی دیر میں' میں نے دیکھا کہ ۱۵ سے ۳۰ سال کی عمر کے لوگ اندر آنا شروع ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے' ہاکیاں اور سائیکل کے چین تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ ارباب عالم کے پاس کھڑے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ ان میں سے تین چار لڑکے میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے بخار تھا' میں سویا ہوا تھا۔ اس لئے مجھے علم نہیں۔ ایک نے اوپر ہو کر پوچھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پھر کہا مجھے بخار ہے مجھے کچھ معلوم نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو بخار ہے تو ہمیں کیا' اس کے ساتھ ہی ہمیں مارنا شروع کر دیا۔ مجھے ہتھوڑیاں ماری گئی اور سائیکل چین بھی لگے اس پر میں وہاں سے بھاگ کر ساتھ والے ڈبہ میں گھس گیا۔ جب میں دوسرے ڈبہ میں جا رہا تھا۔ میں نے ٹھاہ کی آواز سنی۔ جس سے میں نے دیکھا تو ارباب صاحب گر رہے تھے اور ارد گرد مٹی کی کسی شے کے ٹکڑے بکھر رہے تھے۔ غالباً مٹی کے مگ کے ٹکڑے تھے اندر گھس کر ہم نے دروازہ بند کر دیا۔ حملہ آوروں نے دروازہ کھولنے کی بہت کوشش کی لیکن ہم نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ دس منٹ تک یہی صورت حال رہی اور پھر دباؤ ہٹ گیا۔ اس کے بعد دروازہ پر دستک ہوئی' ہم نے دروازہ کے سوارخ سے دیکھا تو باہر پولیس کا ایک کانسٹیبل کھڑا تھا' ہم نے وروازہ کھول دیا۔ پولیس والا اندز آ گیا۔ ہم باہر دوسرے کمپارٹمنٹ میں آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں طالب علم امین ایک برتھ پر پڑا ہے اور دوسری برتھ پر ارباب عالم پڑے تھے۔ ان کے چہرے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں اس کے بعد اوپر کی برتھ پر چڑھ کر سو گیا کیونکہ میری حالت بیماری کی وجہ سے خراب تھی۔ اس کے بعد ریلوے کے آدی آئے جنہوں نے وردی پہنی ہوئی تھی۔ وہ وہاں پوچھنے آئے کہ کتنے یہاں زخمی ہیں؟ اس کے کچھ دیر بعد گاڑی چل دی۔ جب ہم لائل پور پہنچے تو میرے ایک دوست کلاس فیلو حسن امام کے والد وہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ ریلوے کے ملازم ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ کا لڑکا حسن امام ٹھیک ہے۔ ہمارے صدر ارباب عالم کو بہت زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔ وہ بھاگے گئے اور سٹریچر پر ڈال کر ارباب کو باہر لے آئے۔ وہاں میرے بھی دوست ملنے آئے ہوئے تھے۔ انہیں میں نے واقعہ بتایا۔ ارباب عالم کو

فرسٹ ایڈ دی گئی لیکن مجھے فرسٹ ایڈ نہیں دی گئی۔ جب ارباب عالم نے کہا کہ وہ لائل پور ہسپتال میں داخل نہیں ہوں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ملتان آگیا۔ میں بھی دوسرے زخمیوں کے ساتھ ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ مجھے دو تین روز بعد ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔

اعجاز بٹالوی کی جرح کے جواب میں

جب میں اٹھا تو میں نے دیکھا کہ میری بوگی میں ۱۵۔ ۲۰ آدمی داخل ہو چکے تھے اور دوسرے آ رہے ہیں۔ میں تو سب سے پہلے ہی مار کھا کر دوسرے کمپارٹمنٹ میں بھاگ گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ۱۵۔ ۲۰ حملہ آور کیا کرتے رہے۔ جب میں دوسرے کمپارٹمنٹ میں گیا اور اپنے ایک اور ساتھی آفتاب کو بھی اندر کھینچا تو ایک آدمی کا ہاتھ دروازہ میں آ گیا تھا۔ لیکن اسے کھینچ لیا گیا تھا سات آٹھ آدمی دروازہ کو بند کرنے میں مصروف تھے۔ باہر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

(س) لائل پور میں گاڑی کتنی دیر کھڑی رہی؟

(ج) ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ مجھے جو چوٹیں لگیں تھیں وہ چونکہ زیادہ شدید نہیں تھیں اس لئے لائل پور میں میں نے فرسٹ ایڈ کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ ویسے بھی مجھے زیادہ درد نہیں ہو رہا تھا کیونکہ چوٹیں زیادہ نہ تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ اگر میں بھاگ کر جان نہ بچاتا تو مجھے زیادہ زخم آتے۔ وہاں پر ہمارے لڑکے بھاگ رہے تھے اور کمرے میں شور تھا۔ (روزنامہ ۲۱ جون نوائے وقت ۱۹۷۴ء)

گواہ نمبر ۲۴

(محمد امین۔ طالب علم نشتر میڈیکل کالج)

ان کا اصل بیان انگلش میں تھا۔ بعض اخبارات میں جو جرح یا ترجمہ شائع ہوا۔ وہ یہ ہے۔

امروز کے رپورٹر سے

لاہور ۲۱ جون ۔ لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس خواجہ محمد احمد صمدانی پر مشتمل ٹربیونل نے ربوہ کیس کی تحقیقات کے دوران کل ۲۰ جون کو دوسرا اجلاس شروع ہوتے ہی چوبیسویں گواہ نشتر میڈیکل کالج کے سال چہارم کے طالب علم محمد امین کا بیان قلمبند کیا اور ان پر متعدد وکلاء نے جرح کی۔ محمد امین نے ٹربیونل کے روبرو بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں ۲۲ مئی کو طلباء کی جماعت کے ہمراہ چناب ایکسپریس سے سفر پر گیا تھا۔ جب گاڑی ربوہ ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو میں اور ہمارے ساتھ کے ۲۵ ۔ ۳۰ طلباء گاڑی سے اترے۔ اس اثناء ایک درمیانی عمر کا شخص پلیٹ فارم پر آیا جس نے اخبار الفضل کی کاپیاں لڑکوں میں تقسیم کرنی شروع کر دیں۔ گواہ نے کہا کہ میں بھی پلیٹ فارم پر کھڑا تھا ایک کاپی مجھے بھی دی گئی۔ اس شخص نے تقریباً تین چار لڑکوں میں الفضل کی کاپیاں تقسیم کی تھیں۔ ہم نے دیکھتے ہی یہ اخبار پھاڑ دیا اور نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ گواہ سے پوچھا گیا کہ کاپیاں پھاڑ کر نعرے لگانے کی کیا وجہ تھی؟ گواہ نے کہا کہ وہ شخص احمدیت کے موقف کی تبلیغ کر رہا تھا۔ اس لئے ہم نے بھی اپنے موقف کا اظہار کیا۔ گواہ نے بتایا کہ یہ نعرے لگائے جا رہے تھے۔ اسلام زندہ باد' نعرہ تکبیر' ختم نبوت زندہ باد' مرزائیت مردہ باد اور گواہ نے کہا کہ دس بارہ افراد جو پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ وہ بھی ہمارے قریب آ گئے۔ ہماری سٹوڈنٹس یونین کے صدر ارباب عالم خاں بھی اپنی بوگی سے باہر نکل آئے اور ہم سے پوچھا کیا بات ہے؟ ہم نے انہیں بتایا کہ ایک شخص ہم کو الفضل اخبار کی کاپیاں تقسیم کر رہا تھا' اس لئے ہم نے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ گواہ محمد امین نے کہا کہ اس شخص نے جس نے ہم لوگوں کو الفضل کی کاپیاں تقسیم کی تھیں۔ پلیٹ فارم سے کچھ فاصلے پر چند افراد کو جو والی بال کھیل رہے تھے' اشارہ کر کے بلا لیا اور اس طرح پلیٹ فارم پر لوگوں کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہو گئی گواہ نے کہا کہ یہ تمام لوگ لڑائی کے موڈ میں تھے۔ ارباب عالم نے ان کے ایک لیڈر سے بات کی اور ہمیں اپنی اپنی سیٹوں پر جانے کے لئے کہا چنانچہ ہم لوگ ٹرین میں آ کر بیٹھ گئے گواہ نے کہا کہ جب ٹرین چلنے لگی تو اس پر پتھراؤ شروع کر دیا گیا۔ گواہ نے کہا کہ یہ پتھراؤ مرزائیوں نے شروع کیا تھا جو پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔

ارباب عالم نے لڑکوں سے کہا کہ کھڑکیاں بند کر لو چنانچہ ہم نے کھڑکیاں بند کر لیں اور گاڑی چلتی رہی۔ گواہ نے سرکاری وکیل کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ واپسی کے وقت میں بیمار تھا اور بیچ والی بوگی کی برتھ پر لیٹا ہوا تھا اور جب گاڑی سرگودھا پہنچی تو اس وقت تک میں اوپر لیٹا ہوا تھا۔ سرگودھا سے ربوہ تک کے دوران کسی قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ گواہ نے مزید بتایا کہ ربوہ پہنچتے ہی ایسی آوازیں آنی شروع ہو گئیں جیسے کوئی چیز کھڑکیوں اور دروازوں پر پھینکی جا رہی ہے۔ میں نے ایک لڑکے کی آواز سنی کہ وہ آ گئے۔ گواہ نے سرکاری وکیل کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ربوہ کے سٹیشن پر یہی اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ کہ مرزائی ہوں گے۔ میں اپنی برتھ سے نیچے اترا دیکھا کہ چند لڑکے چھوٹے کمپارٹمنٹ میں جا چکے تھے۔ اتنے میں ۱۵ - ۲۰ لڑکے باہر سے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوئے جو ہاکیوں' ڈنڈوں ' ہنٹر' آئرن پائپ' ہتھوڑوں سائیکل کی چین سے مسلح تھے۔ ان میں سے کچھ لڑکوں نے ارباب عالم کو گھیرے میں لیا اور کچھ لڑکوں نے مجھ کو گھیرا' میں نے ان لڑکوں کو ارباب عالم سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ تمہارا انچارج کون ہے؟ اس اثناء میں کوئی چیز ٹوٹنے کی آواز آئی اور یہ لوگ مجھ پر برس پڑے۔ ایک شخص نے میرے سر پر ہتھوڑی دے ماری اور میرے سر میں سے خون جاری ہو گیا۔ ایک شخص نے میرے منہ پر آہنی مکا مارا - یہ مکا میرے اوپر والے ہونٹ پر لگا مگر میرے ہونٹ میں سے خون نہیں نکلا بعد ازاں یہ لوگ مجھے مارتے ہوئے کمپارٹمنٹ سے باہر یارڈ کی طرف لے آئے اور وہاں پڑے ہوئے۔ پتھروں پر مجھے دھکا دے دیا۔ ایک معمر شخص نے ان سے کہا کہ اب اسے چھوڑ دو کافی زخمی ہو چکا ہے۔ اس کے کہنے پر لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں اٹھ کر بوگی میں آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ یارڈ کی طرف لڑکوں کا سامان پڑا ہوا تھا اور چند افراد اسے اٹھا رہے تھے۔ میں نے بوگی میں جا کر دیکھا تو ارباب عالم بھی پڑے ہوئے تھے ۸ - ۱۰ افراد وہاں موجود تھے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ دو خدام کمپارٹمنٹ میں ہی رہیں اور باقی چلے جائیں چنانچہ دو خدام وہاں کھڑے رہے اور باقی چلے گئے۔ میں برتھ کے نیچے والی بڑی سیٹ پر لیٹ گیا جب میں لیٹا ہوا تھا تو میں نے نعروں کی آوازیں سنیں۔ پلیٹ فارم پر لوگ زیادہ اور یارڈ کی طرف کم تھے۔ گواہ نے بتایا

کہ میں نے نعروں کی آواز سنی۔ احمدیت زندہ باد' مرزا غلام احمد کی جے' محمدیت مردہ باد نشتر کے مسلے ہائے ہائے۔ گواہ نے بتایا کہ جو خدام کمپارٹمنٹ میں کھڑے کئے گئے تھے وہ بھی چند منٹ بعد واپس چلے گئے کچھ دیر بعد لڑکوں نے بتایا کہ مرزائی جا چکے ہیں' گواہ محمد امین نے کہا کہ گارڈ اور ریلوے کا ایک سپاہی ڈبے میں آیا اور پوچھ گچھ شروع کر دی۔ بعدازاں زخمی طلبہ کو بڑے ڈبے میں لایا گیا ان لڑکوں کو ہمارے دوسرے ساتھی لڑکے لے کر آئے تھے کچھ دیر بعد گاڑی چل پڑی چند منٹ گاڑی چناب کے پل پر رکی پھر چنیوٹ پہنچی۔ گواہ نے کہا کہ لائل پور پہنچ کر ہمیں سٹریچر پر ڈال کر ایک کمرے میں لے کر طبی امداد دی گئی اس موقع پر گواہ محمد امین نے اپنے کپڑے جن میں ایک شلوار اور قمیض شامل تھی ٹریبونل کو دکھائے اور کہا کہ یہ کپڑے میں نے وقوعہ کے روز پہنے ہوئے تھے' ان کپڑوں پر جگہ جگہ خون کے دھبے پڑے تھے۔

گواہ نے بتایا کہ بعدازاں ہمیں ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں منتقل کر دیا گیا اور ملتان پہنچ کر ہمیں ایک ایمبولینس کے ذریعے نشتر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جہاں میرے پھٹے ہوئے سر پر ٹانکے لگائے گئے اور گلوکوز دی گئی۔ گواہ نے بتایا کہ میں ۱۱ جون کو ہسپتال سے فارغ کیا گیا تھا۔ گواہ نے عدالت کو بتایا کہ مجھے آج ارباب عالم نے بتایا کہ کورٹ جانا ہے اس موقع پر گواہ کی کچھ حالت خراب ہوئی اور ساعت چند منٹ تک رکی رہی۔ کچھ دیر بعد گواہ نے عدالت کو بتایا کہ اسے ملیریا ہو رہا ہے۔ مسٹر اعجاز حسین بٹالوی نے عدالت سے کہا کہ گواہ کی حالت اس قابل نہیں ہے کہ اس پر جرح کی جائے۔ اسے پھر کسی وقت جرح کے لئے طلب کر لیا جائے۔

گواہ نے کہا کہ وہ جرح کے لئے تیار ہے۔ مسٹر اعجاز حسین بٹالوی کی جرح کے دوران گواہ نے کہا کہ جو لوگ ربوہ سٹیشن پر اشارہ کر کے بلائے گئے تھے وہ لوگ اسٹیشن کے ساتھ ہی ایک جگہ پر والی بال کھیل رہے تھے۔ گواہ نے کہا کہ جب سے ٹریبونل کی تحقیقات اخبارات میں شائع ہونی شروع ہوئی ہے میں اس کی سرخیاں پڑھ لیتا ہوں مگر پوری تفصیل نہیں پڑھتا۔ گواہ نے مزید بتایا کہ تفصیل اس لئے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی سارا واقعہ ہمارے سامنے پیش آیا تھا۔ گواہ نے جرح کے دوران مزید بتایا کہ غالباً

اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر ربوہ کا بیان حقائق پر مبنی نہیں تھا۔ گواہ نے کہا کہ جب ہم زخمی ہو کر ملتان پہنچے تھے تو دیگر گواہوں نے ہمیں سرسری طور پر بتایا تھا کہ ان پر کیا گزری۔

جرح کے دوران گواہ نے کہا کہ یہ درست ہے کہ میں ۲۹ مئی کو الفضل دیکھ کر اس شخص کو واپس کر سکتا تھا جس نے مجھے دیا تھا مگر اس وقت میں جذباتی ہو گیا تھا۔ اس لئے پھاڑ دیا۔ (روزنامہ امروز '۲۲ جون ۱۹۷۴ء)

۲۰ جون کی کارروائی

لاہور ۲۰ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹریبونل نے اب تک ۲۵ گواہوں کے بیانات قلمبند کر لئے ہیں۔ آج نشتر میڈیکل کالج کے سال اول کے طالب علم محمد حسن محمود کا بیان قلمبند کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ ربوہ میں جب حملہ آوروں نے طلباء پر حملہ کر دیا تو مجھے بھی مارا گیا اور جب شدت درد سے بلبلا کر میں نے پانی مانگا تو حملہ آوروں نے بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے منہ میں پیشاب کر دو۔ آج فاضل ٹریبونل کو مزید گواہوں کی آمد میں تاخیر کی وجہ سے کارروائی جلد ملتوی کرنا پڑی۔ پیر کو مزید دو طالب علموں خالد عزیز اور ابراہیم کے بیانات قلمبند کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ لائل پور میں ریلوے کے ان ڈاکٹروں کا بیان بھی قلمبند ہو گا' جنہوں نے وقوعہ کے روز لائل پور میں طلباء کی مرہم پٹی کی تھی۔

گواہ نمبر ۲۵

محمد حسن محمود۔ طالب علم نشتر میڈیکل کالج

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں بھی تفریحی دورہ میں دیگر طلباء کے ساتھ تھا۔ جاتے ہوئے ربوہ سٹیشن پر الفضل کا پرچہ تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی تو لڑکوں نے پرچہ پھاڑ ڈالا اور نعرے لگائے۔ واپسی پر ربوہ میں بے پناہ حملہ آوروں نے لڑکوں کی بوگی پر حملہ کر دیا۔ میں سیکنڈ کلاس میں تھا۔ لہٰذا وہاں بھی حملہ ہوا اور مجھے بھی مارا گیا۔ میں زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد حملہ آور مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میں تھرڈ کلاس کی ایک بوگی میں چلا

گیا اور ایک سیٹ کے نیچے چھپ گیا۔ حملہ آور جب میرا پتہ کرنے آئے تو مسافروں نے نہ بتایا۔ مجھے مسافروں نے اے پی سی کی گولیاں دیں اور پانی پلایا۔ ایک قمیض میرے سر پر باندھ دی گئی۔ لائل پور میں ہمیں طبی امداد دی گئی اور پھر ہم ملتان پہنچ گئے۔

جرح۔ مسٹر جعفری

(س) مار پیٹ کتنی دیر جاری رہی؟

(ج) تقریباً دس منٹ لگے ہوں گے۔ میں اس وقت سیٹ کے نیچے چھپا رہا جب نعرے لگ رہے تھے تو میں دوسرے لڑکوں کو مار کھاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

بعد از دوپہر اجلاس

اعجاز حسین بٹالوی کی جرح کے جواب میں

گواہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ گاڑی رک گئی میں نے کھڑکی میں سے پلیٹ فارم پر ایک ہجوم دیکھا جن کے ہاتھوں میں ہاکیاں' ڈنڈے' چمڑے ' پیٹیاں' ہنٹر اور سائیکل کی چین تھی میرے ساتھیوں نے خطرہ محسوس کیا اور اپنی کھڑکیوں کے جو پلیٹ فارم کی طرف تھیں' شٹر گرائے' پلیٹ فارم کی طرف ہجوم دروازے کو دھکے دے رہا تھا اور ہم اندر سے زور لگا رہے تھے کہ دروازہ نہ کھل سکے۔ اسی اثناء ایک لڑکا کھڑکی کی طرف سے ڈبے میں داخل ہو گیا جس کے پاس ایک ڈنڈا تھا۔ اس نے ہمارے ایک ساتھی نثار احمد کو بلاوجہ مارنا شروع کر دیا۔ لڑکے خوفزدہ ہو گئے۔ ہم صرف چار پانچ لڑکے کمپارٹمنٹ میں رہ گئے ہم لوگ دروازے پر کنٹرول قائم نہیں رکھ سکے اور باہر والے ہجوم نے دھکے دے کر دروازہ کھول دیا۔

گواہ نے عدالت کے سوال کے ایک جواب میں بتایا کہ کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ دو اور لڑکے جن کے نام نعیم احمد اور مرسلین تھے رہ گئے۔ گواہ نے کہا جو افراد باہر سے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تھے' ان کے پاس چمڑے کی پیٹیاں اور ہنٹر تھے۔ گواہ نے کہا کہ اسی اثناء میں ایک شخص جو خاکی قمیض میں تھا اور جس کی چھوٹی سی داڑھی تھی ہمارے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ اس شخص کے پاس ایک چاقو تھا اور مارنے کے لئے

اٹھا رکھا تھا۔ اس شخص کو کسی نے کہا کہ انہیں جان سے نہ مار دینا' صرف پٹائی کر دو۔ گواہ نے کہا کہ چاقو خنجر نما تھا جو بند نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کمپارٹمنٹ میں آنے والے لوگوں نے ہمیں زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ چاقو والے شخص نے ہمیں چاقو نہیں مارا بلکہ ایک مکہ میرے منہ پر مارا جو آنکھ کے قریب لگا اور میرا خون جاری ہو گیا۔ بعدازاں یہ لوگ ہمیں پلیٹ فارم پر لے آئے اور تقریباً پندرہ افراد نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ جن لوگوں نے مجھے گھیرے میں لیا تھا' ان کے پاس ہاکیاں' ڈنڈے' پیٹیاں اور سائیکل کی چین تھی۔ انہوں نے ایک ہاکی اور چمڑے کی پٹی میرے سر پر دے ماری میں نے اپنا سر بچانے کے لئے ہاتھ سر پر رکھ لئے تو میرے ہاتھوں میں چوٹ لگ گئی۔

محمد حسن محمود نے عدالت کو بتایا کہ ان افراد نے مجھ سے کہا کہ توبہ کر لو اور مرزا غلام احمد کو نبی مانو لیکن میں خاموش رہا اور کچھ دیر بعد زمین پر گر پڑا چکر آ گئے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ مجھے صرف لوگوں کی آوازیں آ رہی تھی۔ گواہ نے کہا کہ میں نے پانی مانگا تو مجھے آواز آئی کہ اس کے منہ میں پیشاب کر دو۔ یہ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ان کا خیال تھا کہ میں بے ہوش ہو گیا ہوں گواہ نے کہا کہ کچھ دیر بعد اٹھ کر میں ایک تھرڈ کلاس کے ڈبے میں چلا گیا جو پیچھے کی طرف لگا ہوا تھا میں ڈبے میں جا کر سیٹ کے نیچے چھپ گیا اس دوران مجھے آواز آئی کہ اس ڈبے میں کوئی طالب علم تو نہیں آیا تو مسافروں نے کہا کہ یہاں کوئی طالب علم نہیں آیا کچھ دیر بعد میں نے مسافروں سے پانی مانگا میں نے کہا کہ میرے سخت درد ہو رہا ہے تو ایک مسافر لڑکے نے مجھے اے پی سی کی گولی دی اس وقت تک مسافروں کے اس ڈبے کی کھڑکیوں کے شٹر نیچے گرے ہوئے تھے میں سیٹ کے نیچے سے نکل کر فرش پر ہی بیٹھ گیا۔

گواہ نے کہا کہ جس شخص نے مجھے درد کے لئے گولی دی تھی اس نے میری پھٹی ہوئی قمیض میرے سر پر باندھ دی' مسافروں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا تو اس لڑکے نے جس نے میرے سر پر قمیض باندھی تھی مجھ سے کہا کہ تم نہ بولو۔ کیونکہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں فرش پر ہی بیٹھا رہا اور جب گاڑی چناب کے پل پر پہنچی تو مسافروں

نے مجھے بیٹھنے کو جگہ دے دی۔ جب گاڑی چنیوٹ پہنچی تو میں واپس اپنی بوگی میں آگیا۔ گواہ نے کہا کہ جب گاڑی لائل پور کے سٹیشن پر پہنچی تو وہاں لوگوں کا رش تھا۔ زخمیوں کو سٹریچر پر لٹا کر فرسٹ ایڈ کے لئے لے جایا گیا۔ فرسٹ ایڈ کے بعد ہمیں ایئرکنڈیشنڈ کوچ میں منتقل کر دیا گیا۔ گواہ نے کہا کہ میں اوپر کی برتھ پر لیٹ گیا جب ہم ملتان پہنچے تو ہمیں ایک ایمبولینس کے ذریعے طبی امداد دینے کی غرض سے نشتر ہسپتال لایا گیا میرے سر پر دو ٹانکے لگائے گئے اور بعدازاں ہمیں ہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔ گواہ نے کہا کہ میں ۱۰ جون کو ہسپتال سے فارغ ہو کر لاہور آگیا اور سیدھا اپنے گھر گیا۔ گواہ نے کہا کہ میں آج پہلی مرتبہ عدالت میں آیا ہوں۔

گواہ نے کہا گذشتہ روز میری غیر موجودگی میں ایک لڑکا میرے گھر آیا جس نے میرے والد سے کہا کہ مجھے یہ پیغام دے دیا جائے کہ مجھے آج ہائی کورٹ میں پیش ہونا ہے۔ گواہ نے عدالت کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ میرا سامان میرے ساتھیوں نے سنبھال لیا تھا۔ گواہ محمد حسن محمود نے ایف ای جعفری ایڈووکیٹ کی جرح پر کہا کہ جس وقت میں تھرڈ کلاس کے ڈبے میں چھپا ہوا تھا۔ اس وقت یہ نعرے سنے تھے۔ ''نشتر کے مسلے ہائے ہائے'' ''غلام احمد کی جے'' یہ نعرے بار بار لگ رہے تھے۔ گواہ نے بتایا کہ پٹائی میں تقریباً دس منٹ لگے ہوں گے۔ میں نے اپنے کسی اور ساتھی کو پٹتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ اس وقت میں گھیرے میں تھا اور مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

گواہ نے جرح کے دوران کہا کہ میری پشت پر ہاکیوں کے تقریباً چار نشان پڑے تھے میرے منہ پر الٹے ہاتھ سے مکہ مارا گیا اور میرے سر پر لوہے کا بکل لگا تھا۔ چمڑے کا کوئی حصہ سر پر نہیں لگا میرے ہاتھ پر بھی یہی لوہے کا بکل لگا۔ گواہ نے کہا میں پلیٹ فارم سے اٹھ کر تھرڈ کلاس میں گیا تھا اور یہ ڈبہ اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے کے قریب تھا جس میں میں نے پہلے سفر کیا تھا۔ (نوائے وقت ۲۲ جون ۷۴ء)

۲۳ جون کی کارروائی

لاہور ۲۳ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹریبونل جج مسٹر جسٹس کے

ایم صمدانی نے آج تین مزید گواہوں کے بیانات قلمبند کئے۔ ان میں ڈویژنل ٹرانسپورٹیشن آفیسر ملتان محمد ایوب بھٹی' ریلوے ہسپتال لائل پور کے ڈسپنسر محمد اصغر اور نشتر میڈیکل ملتان کے طالب علم نعیم شامل ہیں۔ محمد ایوب بھٹی نے بتایا کہ نشتر میڈیکل سٹوڈنٹس نے ۹ مئی کو انہیں اس امر کی درخواست کی تھی کہ وہ تفریحی دورہ کے لئے الگ بوگی کے خواہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ طلباء نے خیبر میل کے ساتھ اضافی بوگیوں کی استدعا کی تھی لیکن اس ٹرین کے ساتھ چونکہ اضافی بوگیاں لگانا ممکن نہ تھا۔ اس لئے لڑکوں سے کہا گیا کہ وہ دوسری کسی گاڑی کے ساتھ بوگی لگوائیں چنانچہ پھر دوسری درخواست چناب ایکسپریس کے لئے وصول ہوئی۔ گواہ نے عدالت میں متعلقہ ریکارڈ بھی پیش کیا اور کہا کہ وہ ایسی درخواستیں ملنے پر بذریعہ برقی پیغام اس امر کی اطلاع ہیڈ کوارٹر آفس میں بھجوا دیتے ہیں' جہاں سے تمام پروگرام بنایا جاتا ہے اور سپیشل بوگیوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ ہیڈ کوارٹر والے اگر چاہیں تو درخواست کنندگان کو براہ راست بھی بوگی کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں اطلاع دے سکتے ہیں انہوں نے کہا کہ نشتر میڈیکل کالج کی یونین کو بھی ہیڈ کوارٹر نے براہ راست اطلاع دی تھی۔

گواہ نمبر ۲۷

(محمد اصغر۔ ڈسپنسر ریلوے ہسپتال)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں ریلوے ہسپتال لائل پور میں بطور ڈسپنسر کام کرتا ہوں ۔ ۲۹ مئی کو جب چناب ایکسپریس کے زخمی آئے تو ڈاکٹروں کے ساتھ میں نے بھی زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ میں نے جن زخمیوں کی مرہم پٹی کی ان کی فہرست میرے پاس ہے۔ گواہ نے عدالت میں فہرست پیش کی جس میں ۳۳ افراد کے نام تھے۔ اس نے بتایا کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے کام میں میرا ہاتھ تحسین امجد' عبدالرزاق ڈریسر' دوست محمد نے بھی بٹایا۔ سٹیشن سپرنٹنڈنٹ نے مجھے ساری صورت حال سمجھائی۔ گواہ نے کہا کہ بہت سے طلباء زخمی تھے۔ طبی امداد کے لئے پارسل آفس میں انتظام کیا گیا۔ وہاں ڈاکٹر ولی آئے جن کا تعلق لائل پور سول ہسپتال سے ہے۔ جب ڈاکٹر ولی نے پہلے مریض کا معائنہ کیا تو طلباء

نے کہا کہ یہ احمدی فرقہ سے ہیں ہم ان سے علاج نہیں کرائیں گے۔ اس کے بعد ڈاکٹر معراج نے مریضوں کو دیکھا اور مجھے ہدایت کی کہ انہیں فلاں فلاں دوائی دے اور ڈاکٹر ولی کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

عاصم جعفری کی جرح کے جواب میں

(س) شدید زخمی کتنے تھے؟

(ج) تقریباً تین طالب علم شدید زخمی تھی ُان تینوں کو پیتھیڈین لگایا گیا۔ ان میں سے ایک بے ہوش تھا۔ دو طلباء کو گلوکوز بھی دیا۔ بعدازاں انہیں گاڑی میں بھیج دیا گیا۔ اس وقت انہیں گلوکوز بھی لگایا گیا۔

(س) کتنا وقت مرہم پٹی میں لگا؟

(ج) تقریباً ایک گھنٹہ۔ وہاں ریلوے سٹیشن پر زخمیوں کو سول ہسپتال میں لے جانے کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ لائل پور کے ریلوے ہسپتال میں ایک ہی ڈاکٹر تعینات ہے۔ جن کا نام ڈاکٹر محمد افضل ہے وہ وقوعہ کے روز چھٹی پر گئے تھے ان کے علاوہ دوسرا کوئی ریلوے کا ڈاکٹر وہاں نہیں آیا۔

گواہ نمبر۲۸

(نعیم احمد طالب علم نشتر میڈیکل کالج ملتان)

میں نشتر میڈیکل کالج ملتان میں سال اول کا طالب علم ہوں۔ میں احمدی نہیں ہوں۔ میں ۲۲ مئی کو سوات جانے والے طلباء کے تفریحی دورہ میں شامل تھا۔ جب جاتے ہوئے گاڑی ربوہ سٹیشن پر رکی تو تھوڑی دیر بعد پلیٹ فارم پر نعرے لگنا شروع ہو گئے۔ میں نیچے اترا اور دیکھا کہ ارباب عالم لڑکوں کو منع کر رہے ہیں۔ میں نے جو نعرے سنے وہ یہ تھے۔ مرزائیت مردہ باد' ختم نبوت زندہ باد' محمدیت زندہ باد۔ جب گاڑی چلی تو ہماری بوگی پر پتھراؤ کیا گیا اور ہمارے چار طالب علم زخمی ہو گئے' جن میں نثار احمد ملک اور ارباب عالم شامل ہیں۔ واپسی پر جب گاڑی سرگودھا پہنچی تو سٹیشن سے باہر میرے بھائی آئے ہوئے تھے لہٰذا میں ان سے مل کر ڈبہ میں آیا۔ اس وقت گاڑی چل پڑی۔ میں پشاور سے

سرگودھا تک سیکنڈ کلاس میں آیا جب کہ میرا سامان طلبہ کی مخصوص بوگی میں پڑا رہا۔ سرگودھا میں، میں طلباء کی بوگی میں آگیا اور وہیں بیٹھ گیا۔ ربوہ پہنچنے سے قبل تین لڑکے ہمارے گیٹ میں کھڑے ہو گئے۔ ہمارے لڑکوں نے انہیں کہا کہ یہ ریزرو بوگی ہے تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ گاڑی چل رہی ہے اس لئے یہاں آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ طالب علم ہیں اور چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے پل پر تفریح کے لئے جا رہے ہیں۔ ان طلباء نے بتایا کہ وہ احمدی ہیں۔ ان لڑکوں میں سے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا علیم الدین تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ طالب علم نہیں تھے بلکہ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ طالب علم ہیں اور وہ صرف ہمارا پتہ کرنے کے مشن پر تھے۔ اس کے اگلے سٹیشن پر میں سیکنڈ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں چلا گیا۔ وہاں بھی تین نوجوان دروازہ میں کھڑے تھے جب ربوہ پہنچے تو میں نے دیکھا کہ دور کھڑے ہوئے چار پانچ سو افراد جن کی عمر چودہ سے سترہ سال کی تھیں۔ پلیٹ فارم کی طرف آ رہے ہیں۔ جب ٹرین رکی تو ہمارے ڈبہ پر زبردست حملہ ہو گیا جس میں زیادہ عمر والے اور نوجوان لڑکے بھی شامل تھے۔ زیادہ لوگ پلیٹ فارم کی پچھلی طرف سے آئے۔ سیکنڈ کلاس کا ڈبہ پلیٹ فارم کے تقریباً سامنے تھا۔ دروازہ پر زور ہوا اور کھڑکی کے راستے ایک آدمی اندر آیا اور میرے ساتھی نثار کو مارنا شروع کر دیا جس کا خون بہہ اٹھا۔ لڑکوں نے جب نثار کا خون بہتے دیکھا تو گھبرا گئے اور بعض غسل خانے میں گھس گئے۔ اتنے میں دس بارہ آدمی اندر آ گئے اور ڈبہ کے اندر ہی ہمارے ساتھیوں اور مجھے مارنا شروع کر دیا۔ مار کھانے والوں میں حسن محمود اور نثار بھی شامل تھے۔ اس کے بعد مجھے پلیٹ فارم پر کھینچا اور مارنا شروع کر دیا۔ وہاں مارنے والوں کی تعداد پندرہ سولہ تھی۔ جب میں نیچے گر گیا تو مجھے بوٹ وغیرہ مارنے لگے۔ وہاں میں نے ریلوے کا ایک ملازم دیکھا جس کے بارے یہ پتہ چلا کہ وہ سٹیشن ماسٹر ہے۔ میں اس سے لپٹ گیا اور اس سے کہا کہ مجھے بچا لو۔ ایک آدھ منٹ تک تو میں ایسا کرنے سے بچا رہا لیکن پھر شاید اس ریلوے ملازم نے اشارہ کیا چنانچہ مجھے حملہ آور پھر مارنے لگے۔ اسی دوران ان میں سے کسی نے کہا کہ اس کی کافی پٹائی ہو چکی ہے، کسی دوسرے کو پکڑو۔ پلیٹ فارم پر میری "سیکو" گھڑی بھی اتار لی گئی۔ جب مجھے چھوڑ دیا تو

میں پانی والے کے ڈبہ میں آگیا جس نے مجھے چھپا لیا اور شٹر گرا کر خود دروازہ میں بیٹھ گیا۔ اور جب لوگ پوچھنے آتے تو وہ انہیں بتاتا کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ وہاں کچھ دیر بعد پلیٹ فارم سے نعروں کی آواز آئی تو میں لیٹرین میں چھپ گیا۔ وہاں اور بھی لڑکے چھپے تھے اور سانس لینا مشکل تھا۔ وہاں سے کچھ دیر کے بعد واپس ڈبہ میں آگیا۔ جب میں غسل خانہ میں تھا تو میں نے آواز سنی جیسے کوئی مسافر کہہ رہا ہو کہ کیوں مار رہے ہو؟ اس پر اسے جواب ملا کہ ان کا یہی علاج ہے۔ ہم ملتان میں بھی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہم اقلیت نہیں بلکہ اکثریت ہیں۔ مجھے یہ علم نہیں کہ ہمیں کیوں مارا گیا کیونکہ ۲۲ مئی کا واقعہ کوئی اتنا سنگین نہ تھا۔ حملہ آوروں کے ہاتھوں میں ڈنڈے وغیرہ تھے۔ وہاں جو نعرے لگے وہ یہ تھے۔ مرزا غلام احمد کی جے' احمدیت کی جے' نشتر کے "مسلے" مردہ باد۔ چنیوٹ میں' میں اپنے ڈبہ میں چلا گیا۔ لائل پور سٹیشن پر انہ ، مرہم پٹی کرائی اور طلباء کی بوگی میں ملتان پہنچے جہاں ہسپتال میں داخل ہو گیا' جہاں سے مجھے یکم جون کو ڈسچارج کر دیا گیا۔ یکم جون کو میں سرگودھا چلا گیا۔ جہاں سے اتوار ۲۲ جون کو پہلی مرتبہ لاہور آیا ہوں کیونکہ مجھے پولیس کے ایک کانسٹیبل نے یہ اطلاع دی تھی۔ کہ میرا بیان ۲۴ جون کو ہائی کورٹ میں قلمبند ہونا ہے۔

۲۵ جون کی کارروائی

لاہور ۲۵ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹریبونل نے آج ایک اور گواہ نثار احمد کا بیان قلمبند کیا۔ ٹریبونل نے اس طرح نثار احمد سمیت کل ۲۸ گواہوں کے بیانات قلمبند کر لئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اب عینی گواہوں کی شہادت مکمل ہو گئی ہے اب صرف ان افراد کے بیانات قلمبند ہونگے جو واقعہ ربوہ پر اپنی استدعا کے مطابق روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اور جنہوں نے اس سلسلہ میں ٹریبونل جج کو درخواستیں بھیجی ہیں۔ نثار احمد کے بیان سے قبل طالب علم نعیم پر جرح مکمل کی گئی۔

ایم ڈی طاہر کی جرح کے جواب میں

(س) واپسی پر جب ربوہ سٹیشن سے گاڑی چلی تو پلیٹ فارم پر کتنے لوگ موجود تھے؟

(ج) گاڑی چلنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اندازاً" دو ہزار کا مجمع ہو گا۔

اعجاز بٹالوی کی جرح کے جواب میں

(س) سرگودھا میں کتنی دیر تک چناب ایکسپریس ٹھہری رہی؟

(ج) دس سے پندرہ منٹ تک ٹھہری رہی۔

(س) کیا سرگودھا سے کوئی ایسے آدی بھی سوار ہوئے جن کو آپ جانتے تھے؟

(ج) ہاں دو شخص ایسے تھے جن کے چہرے شناسا تھے ان میں سے ایک ظہور احمد ہے اور دوسرے کی ٹی وی شاپ ہے ظہور کا وہاں ڈینٹل کلینک ہے۔

(س) کیا آپ کو یہ شبہ نہیں ہوا کہ یہ کون ہیں اور ان کے عزائم کیا ہیں؟

(ج) اگر مجھے ان کے عزائم کا علم ہوتا تو میں گاڑی سے اتر جاتا۔

(س) کیا بعد میں آپ نے پولیس والوں کو ان کے نام بتائے؟

(ج) میں نے کسی پولیس والے سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

(س) ان کے نام آپ نے کس سے دریافت کئے؟

(ج) بازار سے۔

(س) جب ان کا پتہ کیا تو کیا آپ کو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہیں؟

(ج) ان کی دوکانیں بند تھیں۔ میں نے بازار کے لوگوں سے ڈینٹل کلینک اور ٹی وی کی دکان والوں کا پتہ کیا۔

(س) ربوہ میں واپسی پر آپ کو جس آہنی مکہ سے مارا گیا وہ آپ کو کہاں لگا؟

(ج) سینہ میں لگے۔

(س) اندازاً" کتنے آہنی مکے آپ کو لگے؟

(ج) میں نہیں بتا سکتا کہ مجھے کتنے آہنی مکے لگے کیونکہ میں نے ان کی گنتی نہیں کی تھی نہ ہی میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے تین چار لگے یا بیس تیس لگے۔

(س) آپ کو ہنٹر کتنے پڑے اور جسم کے کس حصے پر پڑے؟

(ج) مجھے ہنٹر کی ضربیں سینے اور ہاتھوں میں لگیں۔

(س) ہنٹر کا سائز کتنا تھا؟

(ج) ہنٹر گز یا ڈیڑھ گز کا تھا۔

(س) جب آپ کو ہنٹر مارے جا رہے تھے تو طلبہ ے علاوہ کتنے لوگ موجود تھے؟

(ج) مجھے پتہ نہیں کہ اس وقت طلبہ کے علاوہ کتنے مسافر موجود تھے۔

(س) کیا آپ ربوہ سٹیشن پر کھڑے رہے تھے یا آپ کو گرایا گیا؟

(ج) جب مجھے ڈبہ سے نکالا گیا تو مجھے پلیٹ فارم پر منہ کے بل گرایا گیا بعد میں میں خود ہی سیدھا ہو گیا۔ (س) ربوہ کے واقعہ میں آپ کو کسی ہتھیار' اسلحہ' ہاکی' ڈنڈا' یا کسی اور چیز سے مارا گیا؟

(ج) شاید ڈنڈا یا ہاکی وغیرہ سے بھی مارا گیا میرے سر پر ڈنڈوں ہاکی وغیرہ کی ضربات تھیں مجھے ٹھڈے بھی مارے گئے۔

(س) جب آپ ڈبے سے بھاگے تو کیسے پتہ چلا کہ سفید لباس میں سٹیشن ماسٹر ہے؟

(ج) ربوہ سٹیشن پر میں نے سوچا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس فرنچ کٹ داڑھی والا شخص سٹیشن ماسٹر ہے۔

(س) کیا وقوعہ کے بعد آپ نے ٹرین میں یا ہسپتال میں طلبہ سے اس موضوع پر بات چیت کی؟

(ج) میں نے دوسرے طلباء کے ساتھ ملتان جانے سے ٹرین میں وقوعہ کے بارے میں بات چیت کی لیکن ہسپتال میں کوئی ایسی بات نہیں کی۔

(س) کیا آپ کو علم ہے کہ ہسپتال میں دوسرے لڑکوں نے اس موضوع پر بات کی تھی؟

(ج) مجھے علم نہیں کہ ہسپتال میں داخل دوسرے لڑکوں نے اس موضوع پر بات چیت کی۔

(س) آپ کو کب علم ہوا کہ ربوہ ریلوے سٹیشن ماسٹر احمدی ہے؟

(ج) چنیوٹ و لائل پور کے دوران باہمی گفت و شنید کے دوران علم ہوا کہ وہ احمدی ہے۔

(س) سٹیشن پر مار کھانے کے دوران آپ نے پنجابی کا کون سا فقرہ سنا۔

(ج) " انہاں دا ایہوئی علاج اے ۔ انہاں نے کی مذاق بنایا اے۔ اسیں اقلیت تھوڑے آں۔ اساں اکثریت آں۔ اساں انہاں نوں ملتان جا کے وی مار سکدے آں"۔

(س) کیا آپ وقوعہ کے بعد اخبارات پڑھتے رہے ہیں؟
(ج) ہاں میں ٹربیونل کی کارروائی اخبارات میں پڑھتا رہا ہوں۔
(س) کیا آپ نے غیر احمدیوں کا یہ مطالبہ بھی اخبار میں پڑھا ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے؟
(ج) میں جانتا ہوں کہ عام مسلمانوں کی طرف سے ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

میں لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں صرف ایک دن داخل رہا میں پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا تھا کہ واپس روانہ ہونا پڑا۔ لیڈی ریڈنگ ہسپتال والوں نے مجھے کہا تھا کہ تم ٹھیک نہیں ہوئے ہو اس لئے ابھی نہ جاؤ ہماری یونین کے صدر نے کہا تم یہیں ٹھہر جاؤ تمہارے ساتھ ایک لڑکے کو تیمار داری کے لئے چھوڑ دیں گے۔ انہوں نے میرے ساتھی فاروق کو اس ضمن میں میرے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد جب گاڑی جانے لگی تو سٹیشن سے مجھے میری یونین کے صدر نے بلا بھیجا کہ آ جاؤ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہی آ گیا میں پشاور سے سرگودھا میں پہلی مرتبہ برتھ سے اترا اور پھر اوپر برتھ پر لیٹ گیا۔ ربوہ سٹیشن کے آنے سے ایک دو سٹیشن پہلے میں پھر نیچے آ کر بیٹھ گیا۔

(س) جہاں آپ کا سیکنڈ کلاس کا ڈبہ رکا کیا وہاں کوئی ہجوم تھا؟
(ج) جی ہاں بہت بڑا ہجوم تھا۔ جب مجمع سے ایسی آوازیں سنائی دیں اور انہیں احمدی لڑکوں نے بلایا کہ ادھر آؤ لڑکے یہاں ہیں تو ہمیں خطرے کا احساس ہوا۔ چنانچہ ہم نے اپنے ڈبہ کی کھڑکیاں وغیرہ بند کر دیں۔ جب حملہ آوروں نے حملہ کیا تو میری پیٹھ پر تین چار ڈنڈے مارے گئے۔ جب مجھے پلیٹ فارم پر اتارا گیا تو وہاں کچھ لوگوں نے مجھے لاتوں اور گھونسوں سے مارا۔ پلیٹ فارم کے باہر مجھے دو تین منٹ تک ہی مارا گیا میں وہاں سے بچ کے ڈائننگ کار کی طرف بھاگا جو کہ میرے ڈبہ سے ایک ڈبہ ہی دور تھی۔ اس مرحلہ پر

گواہ کو اس کی میڈیکل رپورٹ دکھائی گئی جس کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ صحیح ہے اس نے کہا کمر پر ڈنڈوں کی چوٹیں بھی اس نے ڈاکٹر کو دکھائی تھیں لیکن ڈاکٹر نے کہا تھا کہ یہ معمولی ہیں۔

گواہ نمبر۲۹

(نثار احمد طالب علم سال سوئم نشتر میڈیکل کالج ملتان)

نثار احمد نے بتایا کہ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر طلباء پر حملہ آور ہونے والوں کی تعداد کئی سو تھی اور سب ہاکیوں' ڈنڈوں' آہنی مکوں اور ہنٹروں سے مسلح تھے۔ گواہ نے بتایا کہ جب مسلح ہجوم نے حملہ کیا تو طلباء نے اپنے ڈبہ کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر لئے لیکن مشتعل ہجوم دروازے توڑ کر اندر گھسنے میں کامیاب ہو گیا۔ حملہ آوروں نے طلباء کو گاڑی سے گھسیٹ گھسیٹ کر باہر نکالا اور زدوکوب کیا۔ دو افراد نے مجھے مکوں سے مارا جب کہ ایک اور شخص نے جس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا' میری کمر پر ڈنڈے رسید کئے۔ گواہ نے بتایا کہ کہ مسلح افراد جب ان کے ڈبہ میں داخل ہوئے تو طلباء اپنی جانیں بچانے کی خاطر بیت الخلاء میں گھس گئے۔ تین چار افراد نے مجھے گریبان سے پکڑ کر ڈبہ سے باہر نکالا اور پلیٹ فارم پر نیچے گرا کر ڈنڈے مارے جس سے میری ناک سے خون جاری ہو گیا حملہ آور جب مجھے چھوڑ کر چلے گئے تو میں لڑکھڑاتا ہوا گاڑی کی ڈائننگ کار میں گھس گیا اور سٹور میں جا کر چھپ گیا۔ کچھ دیر بعد وہی لوگ جنہوں نے مجھے مارا تھا ڈائننگ کار میں آئے اور پوچھا کہ یہاں کوئی لڑکا تو نہیں آیا۔ ڈائننگ کار کے بیروں نے انہیں بتایا کہ ڈائننگ کار میں کوئی لڑکا نہیں ہے۔ گواہ نثار احمد نے بتایا کہ میں نے ڈائننگ کار کے سٹور کی کھڑکیوں سے باہر ہجوم کو نعرے لگاتے ہوئے دیکھا جن میں احمدیت زندہ باد' مرزا غلام احمد اور مرزا ناصر احمد کی جے کے نعرے بھی شامل تھے۔ گواہ نے بتایا کہ میں یہ سب کچھ ڈائننگ کار کی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ کھڑکی سے میں نے ایک لڑکے کی پٹائی ہوتے بھی دیکھی۔ لائل پور کے ریلوے اسٹیشن پر زخمی طلباء کو طبی امداد بہم پہنچائی گئی اور پھر انہیں ائیر کنڈیشنڈ کمپارٹمنٹ میں لے جایا گیا۔ ملتان پہنچ کر زخمیوں کو نشتر میڈیکل کالج ہسپتال

میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں مجھے انجکشن لگائے گئے۔ ہسپتال سے فارغ ہو کر ۳ جون کو میں لائل پور اپنے گھر چلا گیا۔ گواہ نے بتایا کہ میں ربوہ پہنچنے سے ایک دو اسٹیشن پہلے اپنے ڈبہ کی اوپر والی برتھ سے نیچے اترا۔ یہ ڈبہ گاڑی کے درمیان میں لگا ہوا تھا۔ گواہ نے بتایا کہ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر جب لڑکوں نے بہت بڑا ہجوم دیکھا اور مختلف آوازیں سنیں تو کھڑکیاں اور دروازے بند کر لئے۔ جرح کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ ڈبہ میں مجھے تین چار افراد ڈنڈے مارنے لگے۔ پھر مجھے گریبان سے پکڑ کر کھینچ کر پلیٹ فارم پر لے جایا گیا پلیٹ فارم پر پندرہ بیس افراد نے مجھے گھیرے میں لے لیا جب کہ تین چار افراد مجھے چار پانچ منٹ تک مارتے رہے۔

گواہ نمبر ۳۰

(محمد صالح نور ولد محمد یامین باغبانپورہ پنجاب ویجی ٹیبل گھی مل باقرار صالح)

میں احمدی نہیں ہوں۔ لیکن میں ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ میرے والد احمدی تھے۔ میں ربوہ میں ۱۹۵۶ء میں تحریک جدید میں نائب وکیل التعلیم کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ ان دنوں مجھے اس وقت کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے کچھ ناگفتہ بہ حالات معلوم ہوئے تھے۔ جس کا ذکر میں نے اپنے دوستوں سے کیا تھا۔ جب ان (مرزا صاحب) کو اس کا علم ہوا۔ انہوں نے ۵۰ کے قریب افراد بشمول میرے 'سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا۔ مجھے جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ مجھے ملازمت سے الگ کر دیا گیا اور ربوہ سے نکال دیا گیا۔ میرے بچوں کو روک دیا گیا۔ خلیفہ صاحب نے میرے سسر کو یہ فتویٰ دیا کہ یہ (میں) مرتد ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کی بیوی اس کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ ہم پچاس آدمی ربوہ سے باہر آ گئے۔ میرے تمام رشتہ دار ربوہ میں ہیں ان سب کو بہت تکلیفیں دی گئیں۔ ان کی زندگیاں اجیرن کر دی گئیں۔ اس کے بعد جب کبھی میں ربوہ کسی مرگ 'یا دوسرے موقعہ پر جاتا تو مسلح آدمی میرا پیچھا کرتے۔ اس دوران میں ۱۹۵۶ء میں قصور میں میری چار سالہ بچی فوت ہو گئی لیکن احمدیہ گروہ کے لوگوں نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

ربوہ سے نکالے جانے کے ڈیڑھ سال بعد میری بیوی اور دو بچے میرے پاس قصور آ گئے۔ میں نے اپنا مذہب ربوہ سے نکالے جانے کے بعد تبدیل کر لیا۔ اب میں احمدی نہیں ہوں۔ میں دوسرے کئی مظالم کا شکار رہا ہوں جو میرے خلاف احمدیہ گروہ نے کئے۔ میں اکیلا نہیں ہوں جسے ستایا گیا۔ ہر روز کسی نہ کسی شخص کو ایسے مظالم کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

۵۵۔ ۱۹۵۴ء میں لائل پور کے مولوی غلام جنڈیالوی کا لڑکا اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ربوہ گیا۔ انہیں سٹیشن پر خدام الاحمدیہ اور فرقان فورس کے ارکان نے پکڑ لیا۔ انہیں خدام الاحمدیہ نے جامعہ احمدیہ کے قریب مارا۔ اور امور عامہ کے دفتر کے صحن میں بھی سخت مارا پیٹا گیا۔ حتیٰ کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں جس کے نتیجے میں مولوی غلام رسول کا لڑکا موقع پر مر گیا۔ لیکن پولیس نے اس واقعہ کو دوسرے رنگ میں درج کیا جس میں ان کو پولیس مقابلہ میں زخمی ظاہر کیا گیا۔ ربوہ تھانہ لالیاں کی حدود میں واقع ہے اور اے ایس آئی ربوہ اتنی تنخواہ احمدیہ گروہ سے لیتا ہے جتنی اسے گورنمنٹ سے ملتی ہے۔

۱۹۶۵ء میں میرے والد صاحب بیمار ہو گئے اور میں ربوہ ان کی خدمت اور ان کی تیمارداری کے لئے گیا۔ مرزا ناصر احمد موجودہ سربراہ احمدیہ گروہ نے پیغام بھیجا کہ چونکہ میرے والد احمد پرانے احمدی ہیں اس لئے مرزا صاحب ان کی تیمارداری کے لئے آنا چاہتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ صالح نور (مریض کا لڑکا) مریض کے پاس موجود نہ ہو۔ اس پر میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ میرا بچہ میری خدمت کر رہا ہے۔ مرزا صاحب خود تکلیف نہ کریں۔

ایک دوسرے موقعہ پر میرے والد صاحب نے مرزا صاحب (ناصر احمد) سے درخواست کی کہ میری ہمشیرہ کا نکاح پڑھائیں۔ انہوں نے اس بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا اور یہ حکم دیا کہ چونکہ صالح نور مرتد ہے اس لئے جو اس کی ہمشیرہ کا نکاح پڑھائے گا' اسے ربوہ سے نکال دیا جائے گا۔

۱۹۶۷ء میں میری والدہ فوت ہو گئیں۔ انہیں میری جدائی کا بہت غم تھا اس غم میں وہ فوت ہو گئیں انہیں اس سے قبل فضل عمر ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ انچارج ڈاکٹر منور احمد جو مرزا ناصر احمد کے بھائی ہیں' نے انہیں دیکھنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ میری

ماں تھیں۔ ان کا انتقال ہسپتال میں بغیر علاج معالجہ کے ہوا۔

۱۹۵۸ یا ۱۹۵۹ء میں' میں ربوہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر گیا تھا کیونکہ ان دنوں شادیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں اور ربوہ والوں کے تمام رشتہ دار وہاں ان تقریبات کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ مجھے میرے بھانجے نے بتایا کہ امور عامہ کے ملازمین کی طرف سے مجھے اغوا کر لیا جائے گا۔ وہ ایک کار میں کچھ عورتوں کے ساتھ میرا تعاقب کر رہے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ نہ صرف مجھے ماریں گے مگر میرے خلاف یہ الزام لگائیں گے کہ میں نے ان عورتوں کو چھیڑا ہے۔ پس میں نے ایک ہوٹل میں داخل ہو کر پچھلے راستے سے بھاگ کر ایک دوست کے گھر میں پناہ لی۔ میرے ساتھ تین اور آدمی تھے۔ پروفیسر غلام رسول' مسٹر محمد یوسف ناز' چوہدری نور نبی اور پروفیسر غلام رسول میرے ساتھ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر دوسرے دونوں کو پکڑ لیا گیا اور امور عامہ کے دفتر میں لے جایا گیا۔ پروفیسر غلام رسول نے اس اغوا کی تحریری رپورٹ ربوہ چوکی کے اے ایس آئی کو دی۔ آدھ گھنٹہ کے بعد میرے دوسرے دونوں ساتھی مسٹر ناز اور چوہدری نور نبی واپس آ گئے اور بتایا کہ عبدالعزیز بھانبڑی نے اپنے امور عامہ کے کارکنوں کو جھڑکا کہ انہوں نے ہم چاروں کو کیوں نہ گرفتار کیا۔ اور اسکے بعد ان دونوں کو چھوڑ دیا۔

۱۹۵۶ء سے اب تک ۱۹ سال ہو گئے ہیں میرے سسرال والے مجھ سے نہیں مل سکتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے ملے تو ان کا حشر بھی وہی ہو گا جو میرا حشر ہوا۔

میں ۱۹۴۸ء میں قادیان بھارت سے پاکستان آیا' میں نے ۱۹۴۸ء میں احمد نگر میں رہائش اختیار کر لی۔ یہ ربوہ کے نزدیک ہے۔ جب ۱۹۴۹ء میں ربوہ قائم ہوا تو میں وہاں منتقل ہو گیا ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۶ء تک میں ربوہ میں رہا۔

صدر انجمن احمدیہ ۱۹۰۶ء میں قادیان میں قائم کی گئی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ کمیونٹی کو منظم کرے اور ان کی نگرانی وغیرہ کرے۔ ربوہ کے قیام کے بعد انجمن کا مرکز قادیان سے ربوہ منتقل ہو گیا۔ انجمن کے سربراہ کو صدر انجمن احمدیہ کہا جاتا ہے۔ اس کا تقرر خلیفہ کرتا ہے جو کمیونٹی کا سربراہ ہے۔ آج کل مولوی محمد دین موجودہ صدر' صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ کے بہت سے شعبے ہیں۔ ان کے تحت ایک بیت

المال کا محکمہ ہے جہاں رقوم آتی ہیں۔ ایک امانت کا شعبہ ہے جو احمدیوں کا بینک ہے۔ امور عامہ، تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ، بہشتی مقبرہ اور امور خارجہ بڑے بڑے شعبے ہیں۔ ایک نظارت حفاظت قادیان ہے۔ تحریک جدید اس انجمن سے الگ ہے یہ غیر ملکی مشنوں سے ڈیل کرتی ہے۔ ربوہ میں نظم و نسق کی ذمہ داری امور عامہ کے ذمہ ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے تحت دارالقضاۃ کا ایک الگ محکمہ ہے جو باہمی جھگڑوں کے فیصلے کرتا ہے۔ دیوانی نوعیت کے مقدمات کا فیصلہ دار القضاۃ میں ہوتا ہے۔ جب کہ فوجداری جھگڑوں کا تصفیہ امور عامہ کراتا ہے۔ امور عامہ کے شعبے کے سربراہ کو ناظر امور عامہ اور انکے نائب کو نائب ناظر کہتے ہیں جب میں ربوہ میں رہتا تھا ان دنوں ان دونوں نظارتوں پر فوج کے ریٹائرڈ افسران فائز تھے۔ میجر ریٹائرڈ عارف زمان ناظر تھے اور کیپٹن خادم حسین نائب ناظر تھے۔ انجمن کی طرف سے ربوہ کے ہر شہری کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ کسی ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع امور عامہ کے شعبے کو فوراً مہیا کریں۔ اس شعبے کی کارکردگی کی ایک مثال یہ ہے کہ ربوہ میں ایک گھر میں رقعے موصول ہوتے تھے جو عورتوں کو لکھے جاتے تھے۔ یہ شک کیا گیا کہ میں یہ رقعہ اپنے بھانجے عبدالجلیل ظفر کے ذریعے بھجواتا ہوں۔ اس شک پر اسے امور عامہ کے دفتر میں لے جایا گیا اور خوب مارا پیٹا گیا۔ بعد میں امور عامہ والوں کو یہ علم ہو گیا کہ اس معاملے میں نہ میرا نہ میرے بھانجے کا کوئی ہاتھ ہے۔ اس زمانے میں میرے بھانجے کی عمر ۱۴ ۔ ۱۵ سال تھی۔ میں نے یہ واقعہ اس لئے بتایا ہے کہ جسمانی تشدد کرنا ربوہ والوں کا عام اصول ہے۔

فرقان فورس جس کا میں ممبر رہا ہوں ۱۹۴۸ء میں نوشہرہ محاذ پر کشمیر میں لڑی تھی۔ میں وہاں اس محاذ پر تین ماہ تک لڑا تھا۔ ایک دو سال بعد اس کو جنرل گریسی نے ختم کر دیا تھا۔ اس پر اس فورس کو پاکستانی فوج نے جو اسلحہ دیا تھا وہ ربوہ میں ایک ریلوے ویگن میں میاں غلام محمد اختر پرسنل آفیسر ریلویز کی زیر نگرانی لایا گیا۔ اس اسلحہ کو محمود مسجد کے قریب زیر زمین دفن کر دیا گیا۔ ایک شخص ملک رفیق جو میجر رفیق کہلاتا ہے، اس اسلحہ بارود کا انچارج ہے۔ فرقان فورس اب موجود نہیں اب اس کے صرف تین چار آدمی باقی موجود ہیں۔ جو دوسری ڈیوٹیاں انجام دیتے ہیں۔

میں ۲۹ مئی کو ربوہ سٹیشن پر ہونے والے واقعہ کے بارے میں نہیں جانتا۔ نہ ہی ۲۹ مئی کے واقعہ کا کوئی علم رکھتا ہوں کیونکہ میں ان دنوں لاہور میں تھا۔

اسماعیل قریشی صاحب کی جرح کے جواب میں

مولوی غلام رسول جنڈیالوی کے لڑکے کو مارنے والوں میں میرے بہنوئی محمد یحییٰ خاں مرحوم بھی شامل تھے۔ شعبہ امور عامہ پولیس کے فرائض انجام دیتی ہے۔ دارالقضاۃ عدالتوں کی طرح ایک باقاعدہ ابتدائی عدالت ہے جس کا صدر چھوٹا قاضی ہوتا ہے۔ اس کے بعد "عدالت اپیل" ہے جس کا صدر بڑا قاضی ہوتا ہے اس کے فیصلوں کے خلاف اپیل ایک بورڈ کے پاس جاتی ہے اور خلیفہ وقت آخری اتھارٹی ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان عدالتوں کے فیصلوں کی نافرمانی کرے تو اس کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف تعزیری کارروائی بھی کی جاتی ہے۔ جس میں جماعت سے خارج کرنا شامل ہے دراصل پہلا قدم سوشل بائیکاٹ ہے۔ اگر اس سے معاملہ نہ سدھرے تو اسے ربوہ سے نکال دیا جاتا ہے اور آخری چارہ کار یہ ہے کہ جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ خلیفہ کے خاندان کے لوگ اس کارروائی سے مستثنٰی ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ کو قادیان میں ۱۹۰۶ء میں مرزا غلام احمد نے قائم کیا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت وہ انجمن وہاں موجود رہی اور ہندوستان میں اپنی تمام جائیداد حاصل کر لی۔ لیکن پاکستان میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے نام سے ایک اور انجمن قائم کر لی گئی اور سندھ میں واقع اصل انجمن کی تمام جائیداد قبضہ میں کر لی کیونکہ ان دنوں کسٹوڈین مسٹر عبداللہ خاں تھے جو احمدی ہیں اور سر ظفراللہ خاں کے بھائی ہیں۔ پاکستان میں انجمن کی جائیداد جو بھارت میں رہ گئی تھی' کے خلاف کوئی کلیم نہ دیا گیا کیونکہ خلیفہ صاحب کا یہی حکم تھا۔ البتہ انہوں نے خود اپنی ذاتی جائیداد جو انہوں نے بھارت میں چھوڑی تھی۔ اس کا کلیم دیا اور جائیداد حاصل کی۔ خلیفہ نے ہر احمدی کو یہ حکم دیا تھا کہ قادیان میں چھوڑی ہوئی ذاتی جائیداد کا کلیم داخل نہ کریں کیونکہ ہم جلدی قادیان واپس چلے جائیں گے۔

امانت کے شعبہ میں جو بینک ہے وہ احمدیوں کے لئے بینک کا کام دیتا ہے۔ خواہ وہ

پاکستان میں ہوں یا بیرون پاکستان۔ ہدایات یہ ہیں کہ احمدی دوسرے بنکوں میں اپنی رقوم جمع نہ کرائیں۔ یہ بنک بیرونی کرنسی کا کام نہیں کرتا۔ بیرونی کرنسی کا کام سٹیٹ بنک کی معرفت کیا جاتا ہے۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

جن لوگوں کو جماعت سے نکالا گیا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں' راجہ بشیر احمد رازی میکلوڈ روڈ لاہور' پروفیسر غلام رسول ایم اے گورنمنٹ کالج شیخوپورہ' میاں عبدالمنان عمر مالک روزنامہ جمہور' عبدالوہاب عمر اور عبدالسلام عمر مرحوم کو اپنے خاندانوں کے ساتھ۔ عبدالرحمٰن خادم مناظر ربوہ کے بھائی ملک عزیز الرحمٰن وکیل گجرات' پروفیسر فیض الرحمٰن فیضی' عطاالرحمٰن' راحت ملک' چوہدری صلاح الدین خاں ناصر۔ جماعت کے تین مبلغین مرزا محمد لطیف اکبر' مرزا محمد سلیم اختر' مرزا محمد شفیق انور (یہ تینوں بھائی ہیں) محمد صادق شبنم گوجرانوالہ' عبدالرب خاں برہم لائل پور۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ربوہ کے پاس لائسنس والا اسلحہ ہے یا غیر لائسنس کا اسلحہ۔

مسٹر ایم اے رحمٰن کی جرح کے جواب میں

قادیان اور ربوہ دونوں کا انتظام وقت کے خلیفہ کے حکم کے مطابق امور عامہ کے شعبے کی معرفت کیا جاتا ہے احمدیہ جماعت کو چار طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک حصہ عورتوں پر مشتمل ہے اسے لجنہ اماء اللہ کہتے ہیں دوسرا حصہ انصار اللہ کہلاتا ہے۔ اس میں صرف مرد ہوتے ہیں ان کی عمر چالیس سال یا اس سے اوپر ہوتی ہے۔ تیسرا حصہ خدام الاحمدیہ ہے جو ۱۵ تا ۴۰ سال کے درمیان عمر کے مردوں پر مشتمل ہے۔ چوتھا حصہ اطفال الاحمدیہ کہلاتا ہے۔ اس میں پندرہ سال سے کم عمر کے بچے ہوتے ہیں۔ ہر علاقہ میں ایک افسر ہوتا ہے جسے زعیم کہتے ہیں جو اپنی آبادی کے رہائشیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے اور ہر قابل ذکر واقعہ کی اطلاع امور عامہ کو دیتا ہے۔ ربوہ میں بھی ایسی ہی تنظیم ہے ہر محلہ کی ایک انتظامیہ ہوتی ہے جو زعیم کے تحت ہوتی ہے۔ ربوہ شہر میں تمام زعیم ایک صدر عمومی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ربوہ میں یہ تنظیمیں اس لئے قائم کی گئی ہیں تاکہ

کمیونٹی کو مختلف سرکاری محکموں سے آزاد رکھا جائے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ربوہ میں سوسائٹی اس قدر جداگانہ ہو گئی ہے کہ باہر کا کوئی آدمی یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ اس سوسائٹی کے اندر کیا ہو رہا ہے؟

جب میں نے پولیس انسپکٹر انچارج تھانہ لالیاں حبیب اللہ خاں کو یہ اطلاع دی کہ مجھے اور میرے رشتہ داروں کو ہراساں کیا جا رہا ہے تو اس نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر مجھے قتل بھی کر دیا جائے تو ربوہ میں اسے ایک گواہ بھی شہادت کے لئے نہ ملے گا۔ انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ یا تو ربوہ سے دور ہی رہوں یا پھر جب وہاں جانا ہو تو پولیس کی مدد لے کر جاؤں۔ جب بھی میں نے پولیس کے اعلیٰ حکام اور فوج کے حکام کو مارشل لاء کے دنوں میں درخواستیں دیں تو ان سب کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

کوئی اہم واقعہ ربوہ میں خلیفہ صاحب کے علم و اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ وقت کے حکم کو احمدی ہر دوسرے حکم پر فوقیت دیتے ہیں خواہ وہ ملک میں کسی سب سے بڑی اتھارٹی ہی کی طرف سے دیا گیا ہو۔ اگر کسی کو ربوہ سے نکلنے کا حکم دیا جائے اور وہ اس کی تعمیل نہ کرے تو اس کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کا خدام الاحمدیہ کی طرف سے سایہ کی طرح پیچھا کیا جاتا ہے اور خلاف ورزی پر اصرار کرنے والے کو جسمانی سزا بھی دی جاتی ہے۔ یہ سلوک نہ صرف ربوہ چھوڑنے تک کیا جاتا ہے بلکہ موت تک یہ سلوک کیا جاتا ہے۔

قادیانی کمیونٹی کا ہر کمائی کرنے والا فرد اپنی آمدنی کا ۱/۱۶ حصہ کمیونٹی کو چندے کے طور پر دیتا ہے۔ ہر احمدی (کمیونٹی کے ہر ممبر) کا مکمل ریکارڈ ربوہ میں رکھا جاتا ہے۔ دراصل ایسے ریکارڈ صوبائی' ڈویژنل' ضلعی' تحصیلی اور شہری مقامات پر رکھے جاتے ہیں۔ پاکستان میں رہنے والے تمام احمدیوں کی ایک فہرست ناظر اعلیٰ کے پاس ہوتی ہے جو صدر' صدر انجمن احمدیہ ہے۔ بیرون ملک رہنے والے احمدیوں کی فہرست تحریک جدید میں ہوتی ہے۔ یہ فہرست بیت المال کے شعبے میں بھی ہوتی ہے جہاں چندہ جمع کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر مسٹر رحمٰن نے درخواست کی کہ ٹریبونل' اے سی چنیوٹ کو حکم دیں کہ ناظر اعلیٰ اور بیت المال کے شعبے سے ان فہرستوں کو قبضے میں کر لیں)

انجمن احمدیہ ربوہ' اس تمام زمین کی مالک ہے جو ربوہ کی حدود میں واقع ہے۔ اس کے ٹکڑے احمدیوں کو رہائش اور دوسری ضروریات کے لئے پٹے پر دیئے جاتے ہیں۔ ربوہ کی قریباً سو فیصدی آبادی احمدیوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے وہاں کوئی بینک کھولنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ احمدیوں کو اپنے حسابات کسی دوسرے بنک میں جمع کرنے کے بجائے شعبہ امانت میں جمع کرانے پڑتے ہیں۔

مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ خدام الاحمدیہ اسلام کی فوج ہے اور یہ کہ احمدیہ جماعت جلد برسراقتدار آنے والی ہے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد نوجوان احمدیوں کو انجمن احمدیہ کی ہدایات کے تحت سول اور ملٹری کی مختلف سروسز میں بھرتی کیا جاتا ہے اس پالیسی پر پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے سے عمل کیا جاتا ہے اور آج تک عمل ہو رہا ہے۔ ہر احمدی اپنا فرض سمجھتا ہے کہ دوسرے احمدی کی ملازمت کے حصول میں یا بزنس مہیا کرنے میں جائز یا ناجائز مدد کرے۔ بیعت میں شامل ہونے سے ہر احمدی اپنے آپ کو ایک برادری کا فرد سمجھتا ہے۔ اس لئے رشتے کی وجہ سے' کسی بھی طریقے سے ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری سمجھتے ہیں یہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کا فتویٰ ہے کہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ مانے خواہ اسکے بارے میں سنا بھی نہ ہو وہ کافر ہے اور خارج از اسلام ہے۔ اس فتویٰ پر تمام احمدی عمل کرتے ہیں۔ اسی لئے سر ظفراللہ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔

یہ درست ہے کہ احمدیہ کمیونٹی پاکستان کا انتظام سنبھالنے کی امید لگائے بیٹھی ہے۔ وہ ایک دن فاتحانہ طور پر قادیان میں داخل ہونے کی امید بھی لگائے بیٹھے ہیں۔ میں نے یہ بات مرزا بشیرالدین اور مرزا ناصر احمد کی تقریروں سے اخذ کی ہے' دوران گفتگو رانا محمد یوسف سول ڈیفنس آفیسر بھاول پور جو احمدی ہیں' نے مجھے کہا تھا کہ یہ ملک صرف اسی طرح بچ سکتا ہے اگر اس کا سربراہ نہ صرف سخت گیر ہو بلکہ اس کا تعلق خدا سے ہو۔ اس پر میں نے تجویز کیا کہ پاکستان میں ایسا آدمی تو صرف مرزا ناصر احمد موجودہ سربراہ احمدیہ کمیونٹی ہے۔ تو انہوں نے اس سے اتفاق کیا۔

اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے کمیونٹی ربوہ میں تیاریاں کر رہی ہے۔ یہ

درست ہے کہ کوئی غیر احمدی ربوہ میں رہائش نہیں رکھ سکتا کیونکہ ربوہ کی کمیونٹی اپنی سرگرمیوں کو مخفی رکھنا چاہتی ہے۔ خدام الاحمدیہ کے تمام ارکان پورے ملک سے ربوہ میں سال میں ایک مرتبہ تین چار روز کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ وہاں خدام الاحمدیہ کو گھڑ سواری' شوٹنگ اور تنظیمی امور میں تربیت دی جاتی ہے۔ امور عامہ اپنے انتظام کے لئے خدام کو بطور پولیس فورس استعمال کرتا ہے۔

۱۹۵۶ء میں جب میں ربوہ میں رہتا تھا۔ خدام الاحمدیہ کی تعداد ہزار ڈیڑھ ہزار نوجوانوں پر مشتمل تھی جب کہ ربوہ کی تمام آبادی ۵ سے چھ ہزار تک تھی۔ میں آخری مرتبہ تین سال قبل ربوہ گیا تھا۔ اب ربوہ کے واقعہ سے قبل ربوہ کی آبادی ۱۲۔ ۱۳ ہزار کے قریب ہو گی۔ لیکن واقعہ ربوہ کے بعد بہت سے احمدی "ہجرت" کر کے ربوہ پہنچ گئے ہیں اور اب ان کی آبادی پچیس ہزار کے قریب ہو گی۔ ربوہ میں ٹاؤن کمیٹی بھی ہے۔ ربوہ میں جو لوگ پٹے پر زمین حاصل کریں اسے دفتر آبادی ربوہ میں ایک رجسٹر میں درج کیا جاتا ہے یہ صدر انجمن احمدیہ کی ایک برانچ ہے۔ ربوہ میں زمین کے سودوں کا اندراج گورنمنٹ کے مقرر کردہ رجسٹرار یا سب رجسٹرار کے دفتر میں نہیں ہوتا بلکہ صرف انجمن کے رجسٹر میں ہوتا ہے۔ میرے باپ نے صدر انجمن سے ایک کنال اراضی ۹۹ سالوں کے لئے سو روپے میں حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی رقم نہیں دینی تھی۔ آج کل ایک کنال اراضی کی قیمت ۳۵۰۰۰ روپے ہے۔ یہ ریٹ آج کل مرکزی جگہ پر واقع زمین کا ہے۔ میرے والد نے ۱۹۴۹ء میں یہ اراضی پٹے پر حاصل کی تھی۔

میں وہ وجہ تو نہیں جانتا جس بنا پر مولوی غلام رسول جنڈیالوی کے لڑکے اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ تاہم ایک سال قبل ایک وکیل سیر کے لئے ربوہ گئے۔ ان کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی اس شک پر کہ وہ جاسوس ہیں۔ مجھے یہ بات ربوہ میں رہنے ولے میرے رشتہ داروں نے بتائی تھی۔ ربوہ شہر میں کاروبار میں بھی کوئی غیر احمدی نہیں ہے۔ ایک احمدی کو بزنس میں بھی غیر احمدی پر ترجیح دی جاتی ہے۔

ایف ای جعفری کی جرح کے جواب میں

میں اپنے والد صاحب کی چھوڑی ہوئی جائیداد کا حصہ نہیں لے سکتا اور وہاں نہیں رہ سکتا۔ ربوہ میں تعلیمی ادارے یہ ہیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول' کالج' جامعہ احمدیہ' مدرسہ احمدیہ' جامعہ نصرت گرلز کالج' جامعہ نصرت گرلز سکول۔ یہ سب ادارے اب قومیا لئے گئے ہیں اور حکومت کے کنٹرول میں ہیں۔ صرف کالج میں ۵۔ ۷ غیر احمدی طالب علم ہیں۔

مسٹر ایم ڈی طاہر کی جرح کے جواب میں

تحریک جدید میں مبلغوں کا تبادلہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہوتا رہتا ہے مسٹر احمد نور کابلی احمدی تھے۔ انہوں نے اپنے نبی کا دعویٰ کیا تھا۔ ایک اور آدمی جو زندہ نہیں اور لندن میں رہتے ہیں' وہ خواجہ محمد اسماعیل ہیں۔ انہوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ احمدی تھے۔

مسٹر خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

میں نے جن افسروں کو احمدیہ کیمونٹی کی طرف سے ہراساں کئے جانے کے بارے میں درخواست دی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں سید سبط الحسن انسپکٹر سی آئی ڈی' سید مختار حسین شاہ گروپ انسپکٹر' سی آئی ڈی لائل پور' شیخ ابرار احمد ایس پی' سی آئی ڈی' مرزا امجد عباس ایس پی سی آئی ڈی اور حبیب اللہ خاں انسپکٹر لالیاں۔ یہ درست ہے کہ کچھ اختلافات کی بنا پر جو مولوی عبدالکریم مباہلہ اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب کے درمیان ہوئے تھے۔ موخرالذکر نے اول الذکر کا گھر جو قادیان میں تھا جلوا دیا تھا اور ان کو قادیان سے نکلوا دیا تھا۔ یہ واقعہ اس زمانے میں ہوا جب میں ایک دو سال کا تھا۔ یہ باتیں میں نے سنی ہیں کہ مولوی عبدالکریم مباہلہ کی جان پر حملے بھی کئے گئے۔ مولوی صاحب اور خلیفہ کے درمیان اختلافات ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر پیدا ہوئے تھے۔ مولوی عبدالکریم مباہلہ بھی احمدی تھے۔ چند سال بعد ایک اور احمدی آدمی مسٹر فخر الدین ملتانی نے خلیفہ صاحب کی اہلیت کے بارے میں ان کے کردار کی بناء پر اعتراضات کئے

تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ یا مرزا بشیر الدین خلافت چھوڑ دیں یا اپنی اصلاح کریں۔ نتیجہ یہ تھا کہ مرزا بشیر الدین نے فخر الدین ملتانی کو مروا دیا۔ ایسے ہی حالات میں شیخ عبدالرحمٰن مصری کو قادیان سے نکال دیا گیا۔

رفیق احمد باجوہ کی جرح کے جواب میں

میں نہیں کہہ سکتا کہ محمود مسجد کے قریب دفن کیا جانے والا اسلحہ وہیں موجود ہے یا وہاں سے تبدیل کر لیا گیا۔ یہ خلیفہ صاحب کے حکم سے وہاں دفن کیا گیا ہے۔ وہ اسلحہ جماعت کی ملکیت سمجھا جاتا رہا ہے۔ نائب وکیل التعلیم کی ڈیوٹی یہ ہوتی ہے کہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی طلبہ کے لئے بورڈنگ وغیرہ کا انتظام کرے۔ ان کا خرچ احمدیہ جماعت دیتی ہے جب میں وہاں سروس میں تھا اس وقت بیس سے پچیس تک غیر ملکی طلبہ تھے چین، برٹش گیانا، جرمنی، انڈونیشیا، افریقہ، وغیرہ۔ حیفہ میں جبل الکرمل میں احمدیہ مشن ہے۔ وہ تحریک جدید کے تحت چلتا ہے۔ مرزا مبارک احمد صاحب ان کے چیف ہیں۔ مولوی محمد شریف ان دنوں حیفہ کے مشن کو چلاتے تھے۔ وہ پاکستانی تھی جو اصل ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے۔ جو پاکستان سے اسرائیل جاتے ہیں وہ ڈبل پاسپورٹ رکھتے ہیں وہ پہلے کسی افریقی ملک میں پاکستانی پاسپورٹ پر جاتے ہیں وہاں سے کسی دوسرے ملک کے پاسپورٹ پر اسرائیل جاتے ہیں۔ دوسرے ملکوں کے پاسپورٹ وہ خفیہ رکھتے ہیں بیرون ملک میں جانے والے مبلغوں کو تمام ضروری معلومات احمدیہ جماعت مہیا کرتی ہے۔ بھارت میں مشن قادیان میں ہے اس کے سربراہ مولوی عبدالرحمٰن ہیں جو قادیان کے رہنے والے ہیں۔ ڈبل پاسپورٹ رکھنے کا طریقہ ایسے ممالک کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کے ساتھ پاکستان کے سفارتی تعلقات نہ ہوں۔

۱۹۵۶ء میں ۵۰ سے ۱۰۰ تک احمدی فوج میں کیمشنڈ افسر تھے۔ بعض افسروں کو فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد ربوہ کی انتظامیہ میں ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔ اگرچہ سب لوگوں کو ملازم نہیں رکھا جاتا۔

ٹربیونل = یہ نام پریس میں نہ آئیں۔

اسرائیل جانے والے مبلغوں کو صرف عربی زبان سے واقف ہونا چاہئے اور احمدی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہونا چاہئے۔ جہاں تک مجھے علم ہے آج تک کوئی اسرائیلی یہودی احمدی مشن کے ذریعے مسلمان نہیں ہوا۔ اسرائیل میں صرف ایک ہی مبلغ ہوتا ہے۔ مقامی احمدی اس کی مدد کرتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں احمدیہ مشن ہے اس کا تعلق قادیان سے ہے اس طرح آزاد کشمیر میں بھی مشن ہے۔ ۱۹۵۶ء میں آزاد کشمیر میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ آدمی احمدی تھے ان میں سے کچھ لوگ پاکستان آ گئے جب آزاد کشمیر اسمبلی میں احمدیوں کے خلاف قرارداد منظور کی گئی۔

تقسیم ملک کے وقت مرزا بشیر الدین صاحب اکھنڈ بھارت کے حق میں تھے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کے لئے تمام ذرائع جو ان کو حاصل تھے' استعمال کئے۔ ان کا اکھنڈ بھارت کا حامی ہونا اس بات پر مبنی تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہندوؤں اور سکھوں میں تبلیغ اسلام کے زیادہ مواقع حاصل ہوں گے اور دوسرے احمدی زیادہ محفوظ ہوں گے۔ قبل از تقسیم ملک بیس پچیس سکھ احمدی ہو گئے تھے۔ جہاں تک مجھے علم ہے کوئی ہندو Convert نہیں ہوا۔

میرے علم کے مطابق انڈونیشیا اور ملائیشیا کے علاوہ مشرق وسطی کے تمام اسلامی ممالک میں احمدی مبلغوں کا داخلہ بند ہے۔ داخلہ بند ہونے کی بڑی وجہ احمدیوں اور ان ملک کے رہنے والے احمدیوں اور اس ملک کے رہنے والے لوگوں کے درمیان ختم نبوت کے مسئلہ پر اختلاف ہے۔

احمدیہ گروہ کا ہمیشہ عقیدہ رہا ہے کہ حکومت وقت کی اطاعت کی جائے۔ یہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے بھی تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے یہ مرزا بشیر الدین محمود کی خواہش تھی کہ سیاسی غلبہ جماعت کے لئے حاصل کیا جائے۔ آج کل کا ربوہ انتظامی لحاظ سے ۱۹۴۷ء سے قبل کے قادیان کا نمونہ ہے اور سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے ربوہ کے لوگوں کے عزائم اسی طرح ہیں جس طرح قادیان کے لوگوں کے عزائم تھے۔ احمدیوں نے اقتدار میں شامل ہونے کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا تھا۔ (اس مرحلے پر گواہ نے ایک پمفلٹ آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر تبصرہ) ٹریبونل کی مدد کے لئے پیش کیا۔ اسے

ریکارڈ کے لئے رکھا گیا۔ یہ درست ہے کہ ایئر مارشل ظفر چوہدری کی ریٹائرمنٹ سے قادیانیوں کو دھچکہ لگا۔ بنگلہ دیش میں بھی احمدی ہیں۔ ابھی تک وہاں ان کی تنظیم ہے۔ وہاں مشن کا سربراہ پاکستانی ہے۔

عزیز احمد باجوہ کی جرح کے جواب میں

میرے والد بک سیلر تھے اور کچھ کتابیں ان کی نگرانی میں قبل از تقسیم و بعد از تقسیم شائع ہوئیں۔ احمدی ' مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ جہاں تک کلمہ کا تعلق ہے۔ نائجیریا میں انہوں نے کلمہ تبدیل کیا ہے۔ میں نائجیریا خود نہیں گیا

جب میں نے نائجیریا کی مسجد کی تصویر کتاب "افریقہ سپیکس" میں دیکھی ' اس سے قبل مجھے احمدیوں کے کلمہ تبدیل کرنے کا علم نہ تھا۔ جنہیں خلیفہ سے اختلاف ہوتا ہے۔ انہیں جماعت سے نکال دیا جاتا ہے۔ ایسے اختلافات کچھ وقفے کے بعد ہوتے رہتے ہیں۔ اب بھی ربوہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تنظیم "احمدیہ جماعت" سے اختلافات رکھتے ہیں۔ وہ آدھے سے زیادہ ہیں' وہ سب نوجوان ہیں۔

میں ۲۹ مئی کے بعد مسٹر شورش کاشمیری سے نہیں ملا۔ اس سے قبل میرا ان سے دوستانہ ہے اس لئے ان سے ملتا رہا ہوں۔ میں ان سے ۲۲ اور ۲۹ مئی کے درمیان بھی نہیں ملا تھا۔ میں نے ان کے اخبار ہفت روزہ چٹان کے لئے کئی دفعہ مضمون لکھا ہے۔ میرے مضامین میں کچھ ایسے تھے جن میں ربوہ کے بارے میں حقائق تھے۔ یہ مضامین اپنے قلمی نام سے لکھے تھے جو میں ظاہر نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک ٹریبونل مجھے بتانے کی ہدایت نہ کرے۔ مرزا بشیر الدین محمود اس غرض کے لئے اسلام کی تبلیغ کرتے تھے کہ سیاسی غلبہ حاصل کریں۔ جب میں نے بٹالین کو چھوڑا تو میں نے اپنا اسلحہ کرنل محمد حیات کے پاس جمع کرایا تھا۔ جب اسلحہ ربوہ میں لا کر دفن کیا گیا تھا تو اس زمانے میں ' میں ربوہ میں تھا۔

مولوی عبدالمنان عمر جو خلیفہ اول نور الدین کے لڑکے ہیں' کو بھی ربوہ سے نکالا گیا۔ پچھلے بیس سال میں وہ صرف دو تین مرتبہ ربوہ گئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اب تک ان کو ربوہ جانے سے روکا نہیں گیا لیکن جب وہ ربوہ جاتے ہیں' ان کا سائے کی طرح

پیچھا کیا جاتا ہے۔ بشیر الدین نے یہ اعلان کیا تھا کہ کوئی احمدی ان کی طرف اور ان کی بیوی کی طرف نہ دیکھیں۔ جب وہ اپنی والدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آئیں۔ اگر کوئی ان سے مل لے تو وہ اپنا چہرہ پھیر لے اور تھوکے۔ یہ درست ہے کہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کی جان پر حملہ ہوا تھا۔ ان کو گردن پر چاقو لگا تھا۔ یہ واقعہ ۱۹۵۴ء میں ہوا اور مبینہ حملہ آور ربوہ کا رہنے والا نہیں تھا وہ باہر سے آیا تھا۔ وہ غیر احمدی تھا۔ ان کے علاوہ کوئی واقعہ میرے علم میں نہیں جس میں قاتلانہ حملہ کسی لیڈر پر ہوا ہو۔ یہ درست نہیں ہے کہ بیرونی لوگوں اور اختلاف کرنے والوں کو ہراساں کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کے تحفظ کے لئے ان کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ عبدالمنان صاحب نے مجھے خود بتایا تھا کہ خدام الاحمدیہ نے ان کو اغوا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ مگر انہیں اس کا علم ہو گیا اور وہ عقبی دروازے سے نکل گئے مگر مرزا رشید احمد وہاں سے نکلے ان کو غلطی سے اغوا کر لیا گیا اور امور عامہ کے دفتر میں لے جایا گیا۔ ان کو وہاں سے چھوڑ دیا گیا۔ وہ مرزا غلام احمد کا پوتا ہے۔ مرزا رشید احمد مرزا سلطان احمد کا لڑکا ہے۔ یہ ساری کہانی مجھے مولوی عبدالمنان نے خود سنائی تھی۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر احمدی کوشش کرتے ہیں کہ غیر احمدی کو ربوہ میں جلسہ کے موقعہ پر لائیں تاکہ انہیں احمدیت قبول کرنے کی ترغیب دیں۔ یہ درست ہے کہ عام مسلمانوں میں اس بات کا پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ احمدی ربوہ اور قادیان کو مکہ اور مدینہ سے زیادہ متبرک سمجھتے ہیں۔ یہ پراپیگنڈہ بے بنیاد نہیں ہے کیونکہ مرزا بشیرالدین نے کہا کہ مکہ اور مدینہ کے چشمے خشک ہو گئے ہیں اور قادیان اور ربوہ سے نئے چشمے پھوٹے ہیں۔

یہ درست ہے کہ احمدیوں کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ یہ تاثر اس بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ اسرائیل میں احمدی مشن ہے۔ یہ درست ہے کہ امانت کے طور پر بیت المال میں جمع کرائی گئی رقم پر سود نہیں دیا جاتا میں نہیں جانتا کہ زکوٰۃ لی جاتی ہے یا نہیں۔ البتہ خلیفہ کے خاندان کے لوگ لاکھوں روپے اوور ڈرافٹ لیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ امور عامہ یا کسی اور شعبے کو قانون میں کوئی اتھارٹی نہیں ہے کہ وہ قابل دست اندازی جرم کا فیصلہ کرے لیکن امور عامہ کے لوگ ایسے مقدمات کے

فیصلے کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ رضامندی حاصل کرنے پر دارالقضاء مقدمے کے فیصلے کرتا ہے اور کوئی فریق رضامندی نہ دے تو اس کا مقدمہ عام عدالت میں جاتا ہے۔ میں نے مولوی غلام رسول جنڈیالوی کے لڑکے کا قتل نہیں دیکھا تھا مگر میں نے امور عامہ کے دفتر میں اس کے خون کے نشانات دیکھے تھے۔ میں نے اس واقعے کی اطلاع پولیس کو نہ دی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ کسی اور نے بھی اطلاع پولیس کو دی یا نہیں۔ یہ احمدیوں کی خواہش ہے کہ قادیان فتح ہو جائے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں سر ظفر اللہ کے قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھنے کی یہ وجہ تھی کہ یا انہیں ایک مسلمان حکومت کا غیر مسلم ملازم سمجھا جائے یا ایک غیر مسلم حکومت کا مسلمان ملازم سمجھ لیا جائے۔

ایم انور صاحب کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ احمدیوں نے اپنا الگ کیلنڈر بنایا ہوا ہے۔ اس کے کچھ مہینوں کے نام یہ ہیں۔ نبوت' اخاء' تبلیغ' احسان' ہجرت' وغیرہ۔ یہ درست ہے کہ احمدی' غیراحمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے' اس لئے وہ عام مسلمانوں کی مسجد میں نہیں جاتے لیکن وہ مسجد کو خانہ خدا سمجھتے ہیں اور وہ غیراحمدی مسجد میں الگ نماز پڑھتے ہیں۔ میرے علم میں ہے کہ بیت اللہ میں بھی احمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ قادیان اور ربوہ میں ایک مسجد مسجد اقصیٰ کے نام پر ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جنگ عظیم اول کے خاتمے پر جب عثمانیہ خلافت ختم ہوئی تو قادیان میں جشن منایا گیا تھا جب کہ عام مسلمانوں کے اندر صف ماتم بچھ گئی تھی۔ پہلے احمدیہ مشن کچھ عرب ممالک میں تھے مگر جب عربوں کو ختم نبوت کے بارے میں احمدیوں کے عقیدے کا پتہ چلا تو وہ مشن بند کر دیا گیا۔ حیفہ اسرائیل میں احمدی مشن ایک ماہوار پرچہ البشریٰ کے نام سے شائع کرتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر مولوی ابوالعطاء اللہ دتہ' مولوی محمد شریف اور حافظ بشیر الدین عبید اللہ رہے ہیں۔ یہ تینوں ربوہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں اس وقت ربوہ میں ہی تھا جب مجھے اسرائیل میں مشن کا علم ہوا۔

مسٹر خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

ربوہ میں ایک محکمہ' کار خاص امور عامہ کے محکمے کے ماتحت ہے۔ یہ انٹیلی جنس

کرنے والی تنظیم ہے اس شعبہ میں خرچ ہونے والی رقوم کا آڈٹ نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر فضل الٰہی بشیر' آف ربوہ آج کل اسرائیل میں کام کر رہا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اسرائیل کے عرب علاقوں میں قبضہ کے بعد کچھ مزید مشن کھولے گئے ہیں مگر یہ بات جانتا ہوں کہ مقبوضہ عرب علاقوں میں بھی حیفہ کا مشن تبلیغ کا کام کر رہا ہے۔ جامعہ احمدیہ میں مبلغوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ میرے اندازے میں ڈھائی' تین لاکھ احمدی پاکستان میں ہوں گے۔

مبشر لطیف احمد کی جرح کے جواب میں

میں نے ربوہ میں اسلحہ کے ڈمپ کے بارے میں حکومت پاکستان کے کسی ادارے یا فرد کو اطلاع نہ دی۔ ۱۹۵۶ء تک میں احمدیہ کیمونٹی کا ذہنی اور جسمانی طور پر غلام تھا۔ اس کے بعد مجھے یقین نہیں کہ ڈمپ کہاں ہے۔ مجھے ربوہ چھوڑنے کے بعد ڈبل پاسپورٹ رکھنے کی تدبیر (اسرائیل جانے کے لئے) کا علم ہوا تھا۔ مجھے حیفہ کے مبلغ کی بیوی سے یہ بات معلوم ہوئی جو میری رشتہ دار ہے۔ میں سوائے مولوی ابوالعطاء کے جو میرے استاد ہیں دوسرے مبلغوں کو میں ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ ان کے کوائف تحریک جدید کے ریکارڈ سے جانتا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ تینوں مبلغ کب اسرائیل گئے تھے۔

کرم الٰہی بھٹی صاحب کی جرح کے جواب میں

اگر کوئی غیر احمدی ربوہ میں ان کے عقائد کے خلاف کوئی نعرہ وغیرہ لگائے تو امور عامہ کو رپورٹ کیا جاتا ہے۔ امور عامہ والے کوئی کارروائی کرنے سے پہلے خلیفہ صاحب کی منظوری لیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بطور پالیسی ربوہ والے قوت کا استعمال اپنے مخالفین کے خلاف کرتے ہیں اور اس پالیسی کی منظوری ہمیشہ خلیفہ وقت سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس معاملے میں احمدی یا غیر احمدی میں تمیز نہیں۔ جن کے خلاف تشدد کیا جاتا

ہے۔ یہ درست ہے کہ تشدد کے بہت سے واقعات ربوہ میں ہوئے لیکن وہ مخفی رکھے گئے۔

مسٹر ابوالعاصم جعفری کی جرح کے جواب میں

ادارہ اصلاح و ارشاد کو پہلے ادارہ دعوت و تبلیغ کہا جاتا تھا جب ۱۹۵۳ء کے بعد تبلیغ رک گئی تو اس کو ادارہ اصلاح و ارشاد کہا جانے لگا۔ تحریک جدید کے بہت سے شعبے ہیں وکیل المال، وکیل الربوان، وکیل التبشیر، وکیل التعلیم اور وکیل الزراعت، تبشیر مشنری باہر بھیجتے ہیں۔

مسٹر ایم ڈی طاہر کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ غیر مسلم احمدیت کے حق میں لکھتے رہتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کو کمزور کریں گے۔

گواہ نمبر ۳۱

(محمد ابراہیم۔ طالب علم نشتر میڈیکل کالج۔ ملتان)

لاہور ۲۷ جون (سٹاف رپورٹر) واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹریبونل نے آج بعد دوپہر ایک اور چشم دید گواہ طالب علم محمد ابراہیم کا بیان قلمبند کیا۔ نشتر میڈیکل کالج کے سال چہارم کے طالب علم اور مقدمہ کے گواہ نمبر ۳۱ نے عدالت کو بتایا کہ ربوہ ریلوے سٹیشن پر اشتعال کی اصل وجہ قادیانیوں کی طرف سے ان کے اخبار الفضل کی تقسیم تھی۔ طالب علم ابراہیم نے عدالت کو بتایا کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ میں بھی تفریحی دورہ میں طلباء کے ساتھ تھا۔ ربوہ کے سٹیشن پر جب ایک شخص نے احمدیوں کا اخبار الفضل تقسیم کرنے کوشش کی تو لڑکوں نے احمدیوں کے خلاف نعرے لگائے۔ اس پر ہمارے صدر ارباب عالم نے طلباء سے گاڑی میں سوار ہونے کو کہا چنانچہ ہم گاڑی میں سوار ہو گئے۔ اس اثناء میں پلیٹ فارم سے ہماری بوگی پر پتھراؤ بھی کیا گیا۔ میں کالج میں لبرل گروپ کا صدر بھی ہوں۔ اس گروپ نے الیکشن میں حصہ لیا تھا۔ واپسی پر میں طلبہ کی بوگی میں سفر کر رہا تھا۔

ہمارے بعض ایسے ساتھی جنہوں نے لاہور، گوجرانوالہ، گجرت آنا تھا، لالہ موسیٰ میں اتر گئے۔ ربوہ سے دو تین اسٹیشن پہلے مجھے لڑکوں نے جگایا اور میں نیچے آگیا۔ لڑکوں نے بتایا کہ سرگودھا سے یہاں تک انہوں نے مختلف مشکوک لوگوں کو دیکھا ہے جو مختلف بوگیوں میں دیکھ رہے تھے اور جو طلباء کی بوگی میں بھی آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں ہمارے ساتھ گڑ بڑ نہ ہو اس لئے آپ اٹھ کر بیٹھ جائیں۔ میری سیٹ پلیٹ فارم کی طرف کھڑکی کے ساتھ تھی۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر آئی تو ہم نے لوگوں کا وہاں ہجوم دیکھا۔ میں نے گاڑی میں سے مختلف لوگوں کو پلیٹ فارم کی طرف ہاتھ ہلاتے دیکھا۔ ابھی گاڑی رکی ہی تھی کہ پتھراؤ شروع ہو گیا۔ ہماری بوگی پلیٹ فارم کے آخری حصہ میں تھی۔ اور پلیٹ فارم سے پیچھے تھی۔ پتھراؤ پلیٹ فارم کی طرف سے ہو رہا تھا۔ میں فوراً پیچھے ہٹ گیا اور لڑکوں سے کہا کہ وہ شٹر نیچے گرا دیں۔ ہم نے دروازے بند کر دیئے۔ اسی دوران باہر نعروں کی آوازیں سنائی دیں۔ نعرے یہ تھے مرزا غلام احمد کی جے۔ محمدیت مردہ باد۔ نشتر کے مسلے ہائے ہائے۔ ہم دروازوں کے ساتھ ہی دروازوں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے تاکہ دروازے کھل نہ سکیں۔ میں بوگی کے انجن کی طرف والے چھوٹے حصہ میں تھا۔ بوگی کے کل تین حصے تھے جو میرے چھوٹے حصہ کے بعد تھے۔ ایک دو منٹ بعد بوگی کے دوسرے حصوں کے طلباء بھی بھاگ کر ہمارے حصہ میں آنا شروع ہو گئے۔ لڑکوں نے بتایا کہ ہجوم ڈبہ میں داخل ہونا شروع ہو گیا ہے اور لڑکوں کو مارا بھی ہے۔ اب لڑکے جانیں بچا کر یہاں آئے ہیں۔ لڑکوں کے آنے بعد ہم نے درمیان کا دروازہ بند کر دیا انہوں نے ہمارا دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی ہم نے سوراخ میں سے دیکھا کہ لوگ ریلوے لائن کو اکھاڑ رہے ہیں۔ پھر ہم نے حملہ آوروں کے یہ نعرے سنے کہ بوگی کو علیحدہ کر کے اسے آگ لگا دو۔ یہ ہنگامہ بیس پچیس منٹ تک رہا۔ میں دوسرے ڈبہ میں گیا تو دیکھا کہ آفتاب، ارباب اور امین زخمی پڑے ہیں۔ لڑکوں نے اپنا سامان بھی چیک کیا لیکن پندرہ بیس لڑکوں کا سامان وہاں موجود نہیں تھا۔ میرا سامان پورا تھا۔ ہمارے میس کی تمام کراکری چوری ہو گئی تھی۔ چنیوٹ سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو ہم نے دوسرے ساتھیوں کا پتہ کیا اور دوسرے ڈبوں میں سوار زخمی ساتھیوں کو اپنے ڈبہ

میں لائے۔ وہاں ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے ۴۰ یا ۵۰ ساتھی زخمی ہوئے ہیں پھر گاڑی لائل پور آگئی۔ وہاں ہم گاڑی سے اترے تو پولیس پہنچی ہوئی تھی۔ زخمی لڑکوں کو اتار کر وہاں فرسٹ ایڈ دی گئی۔ گاڑی وہاں تقریباً دو گھنٹے رکی رہی پھر زخمی طلباء کو ایک الگ ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں ملتان لایا گیا وہاں انہیں ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ٹربیونل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا کہ الیکشن کے دنوں میں مرزائیت مردہ باد کے نعرے لگتے رہتے تھے۔

گواہ نمبر ۳۲

میں جناح اسلامیہ کالج کا سال چہارم کا طالب علم ہوں۔ میں پیدائشی احمدی ہوں۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء تک میں احمدی رہا ہوں۔ میرے دادا نے مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں نے ربوہ تعلیم الاسلام کالج سے ایف ایس سی کیا تھا۔ وہیں میں پیدا ہوا۔ میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں سٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی کا صدر اور ربوہ یونائیٹڈ فیڈریشن کا چیئرمین تھا۔ میرے دادا جی "صحابی" تھے۔ میرے والد نے اپنی زندگی احمدیت کے لئے وقف کر دی تھی لیکن ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو انہیں میرے ساتھ نکال دیا گیا۔ میں مجلس اطفال احمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کا پرجوش رکن رہا۔ ان حالات میں مجھے احمدیوں کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل ہیں۔ میں تحریک طلبہ تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کا صدر ہوں۔ یہ نئی تحریک ہے جو ۵، ۶ ماہ قبل شروع کی گئی ہے۔ ربوہ شہر ایک مستقل ریاست کی حیثیت رکھتا ہے پولیس اور فورس اپنی ہے۔ مرد احمدی تین حصوں میں منقسم ہیں اطفال احمدیہ ۱۵ سال کی عمر تک، خدام الاحمدیہ ۴۰ سال کی عمر تک، انصار اللہ ۴۰ سال سے اوپر، خدام الاحمدیہ کو میرے تجربہ کے مطابق ہمیشہ غنڈہ گردی کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور یا پھر انہیں الیکشن وغیرہ کے سلسلہ میں استعمال کیا گیا ہے۔ جب کبھی بڑے گروپ کی ضرورت ہو اطفال احمدیہ اور انصار اللہ کی بھی مدد لے لی جاتی ہے۔ انصار اللہ سے دو کام لئے جاتے ہیں ایک چندہ کی وصولی اور دوسرا بچوں کے ذہنوں کو خدمت پر آمادہ کرنے کے لئے تیار کرنے کا کام۔ اطفال الاحمدیہ کو اس طرح تربیت دی جاتی ہے کہ

۱۵ سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد وہ ہر بات پر لبیک کہنے کو تیار رہتے ہیں۔ جن دنوں میں ربوہ میں تھا مجاہد فورس میں بھرتی لازمی قرار دے دی گئی تھی' جامعہ احمدیہ کے طلبہ کے لئے مجاہد فورس کی ٹریننگ لازمی تھی اور انہیں ایک سال کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ باہر سے بھی لوگوں کو مجاہد فورس میں زبردستی بھیج دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک فرقان فورس ہے جو تمام ریٹائرڈ فوجیوں پر مشتمل ہے۔ اس میں عموماً" وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے ۱۹۴۸ء میں کشمیر کے محاذ پر جنگ لڑی تھی ان کا انچارج مسٹر رفیق ملک ہے۔ رفیق کو میں نے خاص خاص موقعوں پر خاکی وردی میں ملبوس دیکھا ہے۔ امور عامہ کے نام سے ان کی ایک پرائیوٹ تنظیم ہے۔ گواہ نے بتایا کہ وہ بعض دستاویزی ثبوت بھی ساتھ لایا ہے۔ (کارروائی کل پر ملتوی)

۲۷ جون کی کاروائی

(امروز کے رپورٹر سے) لاہور ۲۸ جون۔ واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل کے روبرو آج گواہ رفیق باجوہ کا بیان مکمل کر لیا گیا ہے۔ ٹربیونل کے جج مسٹر جسٹس کے ایم۔ اے صمدانی نے سماعت پیر تک کے لئے ملتوی کر دی اس روز گواہ رفیق احمد باجوہ پر جرح ہو گی۔ گواہ رفیق احمد باجوہ نے اپنے طویل بیان کے آخر میں کہا کہ میں سابق تجربہ سے اس نظریے پر پہنچا ہوں کہ ۲۹ مئی کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر جو واقعہ پیش آیا اس میں جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کا ہاتھ ہے مجھے چند احمدی لڑکوں نے بتایا تھا ۲۹ مئی کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر چھ سات سو کے لگ بھگ ربوہ کے رضاکاروں کے علاوہ دو ہزار سے زائد افراد اور بھی موجود تھے' جنہیں تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ جن لوگوں نے ربوہ اسٹیشن پر حملہ کیا ان کی قیادت یہ لوگ کر رہے تھے۔ مرزا منصور احمد ناظر امور عامہ جو مرزا ناصر احمد کے مشیر خاص بھی ہیں' چوہدری شبیر احمد' عزیز بھانبڑی' مرزا ناصر احمد کا لڑکا مرزا لقمان' عطاء المجید راشد اور ربوہ کے مختلف محلوں کے صدر۔

گواہ نے کہا کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ ۲۹ مئی کو حلقوں کے زعیم کے ذریعے سیکرٹری عمومی کو خاص احکامات جاری کئے گئے تھے۔ عزیز بھانبڑی نے اس روز یہ الفاظ کہے تھے

کہ جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ گواہ نے کہا جن لوگوں نے مجھے یہ باتیں بتائیں ہیں انہیں عدالت میں پیش کر سکتا ہوں مگر خفیہ طور پر۔ اس موقع پر ٹربیونل کے جج نے رفیق احمد باجوہ کو ہدایت کی کہ وہ ان لوگوں کے نام اور پتے ایک بند لفافے میں ٹربیونل کو پیش کر دے تاکہ ان گواہوں کے بیانات ایک بند کمرے میں لئے جائیں۔ گواہ نے بتایا کہ وقوعہ کے روز مرزا منصور احمد ربوہ ریلوے سٹیشن سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر واقع لڑکیوں کے ایک کالج جامع نصرت کے قریب ایک وین میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ایک بندوق سے مسلح شخص بھی تھا۔ یہ کالج اسٹیشن کی عمارت کے بالمقابل ہے۔ رفیق احمد باجوہ نے کہا کہ ربوہ میں رہنے والے ہر شخص کی ایک فائل امور عامہ کے دفتر میں موجود ہوتی ہے اس فائل میں اس شخص کی گھریلو سیاسی اور مذہبی سرگرمیاں درج ہوتی ہیں۔ مردوں کے متعلق خاص طور پر ریکارڈ ہوتا ہے۔ میرے متعلق بھی ایک فائل بنائی گئی۔ اس موقع پر گواہ نے امور عامہ میں موجود ریکارڈ کے چند کاغذات کی نقول عدالت میں پیش کیں۔

گواہ نے کہا کہ ربوہ میں ہونے والے متعدد واقعات کی خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں مگر اس کے باوجود حکومت نے کوئی کارروائی نہ کی۔ ان خبروں کی نقلیں عدالت میں پیش کی گئیں۔ گواہ نے کہا کہ ربوہ بدر کرنے کا حکم مرزا ناصر احمد ہی دیتے ہیں۔ جب مجھے ربوہ بدر کیا گیا تھا' اس وقت ناظر امور عامہ ظہور باجوہ تھا اور عزیز بھانبڑی اس کے ماتحت تھے۔ گواہ نے کہا کہ امور عامہ کے ذمے سی آئی ڈی کا کام ہے اور باہر سے آنے والے غیر احمدیوں پر کڑی نظر رکھنا شامل ہے۔ ایسی سرگرمیاں مثلاً ۲۹ مئی جیسے واقعات بھی امور عامہ کے کام ہیں۔ گواہ نے کہا کہ امور عامہ سٹیٹ ربوہ کی احمدی تنظیموں کے مختلف کام کرنے کے علاوہ پولیس کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے اگر کوئی شخص امور عامہ کے خلاف آواز بلند کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ گواہ نے کہا کہ چند لڑکیاں صرف اس لئے رکھی گئی ہیں جو امور عامہ کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف پولیس میں مقدمہ درج کراتی ہیں۔ امور عامہ کی مخالفت کرنے والوں کو امور عامہ کے دفتر میں بلا کر مارا پیٹا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص حکومت سے رابطہ قائم کرے تو اس

شخص کو جھوٹے مقدمات میں ملوث کرنے کے لئے وہ ہی لڑکیاں کام میں لائی جاتی ہیں۔ لڑکیاں اپنے بارے میں متعلقہ شخص کے خلاف چھیڑ خانی کرنے کی رپورٹ درج کراتی ہیں۔

گواہ نے کہا کہ امور عامہ کی رضامندی کے بغیر پولیس افسر عام لوگوں کی شکایت پر مقدمہ درج نہیں کرتے۔ کیونکہ دونوں کا آپس میں خفیہ سمجھوتہ ہوتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ ربوہ کے نظارت تعلیم کے شعبے کا رابطہ ربوہ کے تعلیمی اداروں سے ہوتا ہے۔ یہ شعبہ باہر کے شہروں کے احمدی تعلیمی اداروں کو بھی کنٹرول کرتا ہے ربوہ میں خدمت خلق کے نام سے ایک تنظیم بنائی گئی ہے جس کا پہلا نام ”حفاظت مرکز“ تھا۔ اس تنظیم کا کام' خلیفہ وقت 'مختلف مقامات اور مرکز کی حفاظت کرنا ہوتا ہے بعض شعبہ جات مالی معاونت حاصل کرنے کے لئے کھولے گئے ہیں جن کا کام عوام سے چندہ حاصل کرنا ہے۔ وقف جدید کا کام ربوہ سے باہر کے احمدیوں سے رابطہ قائم رکھنا ہے۔ احمدیوں نے اپنی خاص سیاسی سرگرمیوں کو رواں رکھنے کے لئے ایسے شعبے قائم کر رکھے ہیں۔ وکیل التبشیر کا کام باہر کے ممالک کے مشنوں سے ربوہ قائم رکھنا ہے شہروں اور ضلعوں کی احمدی تنظیموں سے ربوہ کے سربراہ کے پرائیوٹ سیکرٹری کا رابطہ قائم رہتا ہے۔ نظارت تعلیم کا کام یہ بھی ہے کہ اگر جماعت کو فوری طور پر رضاکار درکار ہوں تو شعبہ سکولوں اور کالجوں کو بند کر کے وہاں سے طلباء کو رضاکاروں کا کام لینے کے لئے حاصل کر لیا جاتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ ایک دفتر رشتے ناطے کا بھی ہوتا ہے۔ ربوہ میں اس شعبے کا کام قادیانیوں میں رشتے کرانا اور اس بات کی نگرانی کرنا ہے کہ کسی احمدی لڑکی کا غیر احمدی لڑکے سے نکاح نہ ہو جائے۔ اس موقع پر گواہ نے ربوہ کی مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء کی ایک مکمل رپورٹ کی کاپی ٹریبونل کے روبرو پیش کی جس میں مختلف واقعات درج ہیں اگر کسی احمدی لڑکی کا نکاح غیر احمدی لڑکے سے کر دیا جائے تو اس لڑکی کو احمدی فرقے سے نکال دیا جاتا ہے۔

گواہ نے بتایا کہ ربوہ کی ٹاؤن کمیٹی کا انتظام امور عامہ کرتا ہے۔ جس وقت میں نے ربوہ چھوڑا تھا اس وقت کمیٹی کے چیئرمین مرزا ناصر احمد کے بھائی مرزا انور احمد تھے۔ کمیٹی کے فیصلوں پر محلے کے صدر کام کرتے ہیں۔ گواہ نے کہا کہ احمدیہ جماعت کی مجلس

مشاورت کا صدر خلیفہ وقت ہوتا ہے اور مجلس کے کئی ممبر ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ واٹر سپلائی سکیم ۷۲ء میں امور عامہ نے اپنے کنٹرول میں لے لی تھی۔ اس سے قبل سکیم کا انتظام ٹاؤن کمیٹی کے سپرد تھا۔

گواہ نے کہا کہ میرے والد اس دفتر میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور اس محکمے کے ذمے ربوہ کی تمام جائیداد کی خرید و فروخت کرنے کا کام ہے۔ کمیٹی یہ خیال بھی رکھتی ہے کہ ربوہ میں کوئی جائیداد کسی غیر احمدی کے ہاتھ میں نہ چلی جائے۔ زمین کی خرید و فرخت یا گروی رکھنے کا کام دفتر کمیٹی آبادی کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ گواہ نے کہا کہ ربوہ میں خواتین کی تنظیمیں بھی ہیں۔ جہاں لڑکیوں اور عورتوں کو ٹریننگ دی جاتی ہے تاکہ ان کی ذہنیت غلامانہ ہو جائے۔ گواہ نے کہا کہ ربوہ کے صدر عمومی چوہدری شبیر احمد کے تحت ہر محلے میں ایک صدر کام کرتا ہے۔ ہر محلے کے خدام کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک زعیم بنایا جاتا ہے۔ اس زعیم کے تحت ایک سیکرٹری عمومی بھی ہوتا ہے۔ سیکرٹری کا کام ضرورت پڑنے پر رضا کاروں کو جمع کرنا ہوتا ہے۔ گواہ نے بتایا کہ بلوہ کرنے اور غنڈہ گردی کرانے کے لئے سیکرٹری انتظام کرتا ہے' رضاکاروں میں پندرہ سے ۵۲ سال تک کی عمر کے افراد شامل کئے جاتے ہیں۔ تمام سرگرمیوں کے لئے صدر محلّہ جو عمومی کے ماتحت ہوتا ہے' مشورے حاصل کرتا ہے جماعت کے مرکز کا سربراہ خلیفہ وقت ہوتا ہے۔ جب خلیفہ وقت مرکز سے باہر جاتا ہے تو اپنا قائم مقام امیر جماعت ربوہ مقرر کرتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ جن دنوں میں' میں ربوہ میں تھا اس وقت مرزا منصور احمد جو مرزا ناصر احمد کے رشتے دار اور مشیر خاص ہیں' ناظر امور عامہ تھے۔ گواہ نے کہا کہ مرزا ناصر احمد کے بھائی مرزا طاہر احمد نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی حمایت کے لئے ربوہ کے احمدیوں کو ہدایت کی تھی۔ ۱۹۷۲ء تک مرزا طاہر احمد وقف جدید کے سربراہ تھے۔ ان کے قانونی مشیروں میں مسٹر ظفر اللہ خاں چوہدری' عزیز احمد باجوہ ریٹائرڈ سیشن جج اور مرزا عبدالحق ہیں۔ گواہ نے کہا کہ ۲۹ مئی کو جب ہنگامہ ہوا تھا اس روز شام کو چوہدری عزیز احمد باجوہ ربوہ گئے اور اگلے روز واپس آ گئے۔ گواہ نے کہا چوہدری عزیز احمد باجوہ میرے خالو چوہدری مسٹر عبداللہ باجوہ کے بڑے بھائی ہیں۔ گواہ نے کہا کہ مرزا ناصر احمد نے چوہدری

عزیز احمد باجوہ کو ربوہ بلایا تھا۔ گواہ نے کہا کہ جماعت کے سربراہ کے حکم کے بغیر ربوہ میں کوئی کام نہیں ہو سکتا' احکام زبانی اور تحریری دیئے جاتے ہیں۔ مرزا ناصر احمد کے احکامات متعلقہ شعبے کو مرزا منصور احمد کے ذریعے بھجوا دیئے جاتے ہیں۔

گواہ نے بتایا کہ ۱۹ اگست ۱۹۷۲ء کو امور عامہ ربوہ کے ناظر نے ربوہ سے باہر احمدی جماعتوں کو ایک خط لکھا کہ کسی قسم کے بھی حالات پیدا ہو جائیں تو تم اپنے گھروں کو نہیں چھوڑنا اور حالات کا مقابلہ کرنا۔ گواہ نے کہا کہ اس کی نقل لاہور کے امیر جماعت سے مل سکتی ہے۔ اصل کاپی امور عامہ ربوہ کے دفتر میں موجود ہے۔ اس موقع پر گواہ نے جاری ہونے والے اس خط کا نمبر بھی عدالت کو بتایا۔ گواہ نے کہا کہ اس خط کی کاپیاں پاکستان میں موجود تمام احمدیوں کے امیر جماعت کو روانہ کی گئی تھیں۔

گواہ نے بتایا کہ ایک خفیہ تنظیم جس کا نام رابعہ انقلابیہ تھا' بنی۔ جس نے کچھ لوگوں کو خط بھیجے کہ انہیں ربوہ کی انتظامیہ کے ظلم و تشدد سے نجات دلائی جائے گواہ نے اس موقع پر خود کو بھیجے ہوئے تنظیم کی طرف سے دو خطوط عدالت میں پیش کئے۔

گواہ نے بتایا کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں غیر احمدی لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔ مگر کالج کا عملہ احمدیوں پر مشتمل ہے۔ گواہ نے ٹربیونل کے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ان غیر احمدی لڑکوں کے ساتھ احمدیوں کا سلوک اچھا ہے کہ یہ ظاہر نہیں ہونے دیا جاتا کہ لڑکے غیر احمدی ہیں۔ انہیں وظائف وغیرہ بھی دیئے جاتے ہیں۔

گواہ نے بتایا کہ ۱۹۷۲ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات میں ایک طالب علم جلیل شاہ کو' جو مرزا ناصر احمد کے رشتے دار ہیں' غیر قانونی طور پر یونین کا صدر بنا دیا گیا۔ طلباء نے اس بات کی مخالفت کی اور ایکشن کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مجھے احمدی اور غیر احمدی لڑکوں کی حمایت حاصل ہو گئی تھی۔ ۵ نومبر ۱۹۷۲ء کو ایک جلسہ میں تقریر کے دوران کالج کے سٹاف کے دو افراد نے جن میں مرزا ناصر احمد کے بھتیجے مظفر احمد بھی شامل تھے' مجھے زدوکوب کیا۔ کالج کے پرنسپل نے امور عامہ کو ٹیلیفون کیا۔ امور عامہ کے دفتر سے ایک شخص مجھے لینے کے لئے کالج آیا مگر طلباء کی مزاحمت پر یہ شخص مجھے اپنے ہمراہ لیجانے میں ناکام ہو گیا۔ گواہ نے کہا کہ اگلے روز

یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن (یہ بھی ہماری تنظیم تھی) نے کچھ اشتہار چھپوائے مگر ایک دوست سے یہ پمفلٹ چھین لئے گئے۔ اشتہار کی ایک نقل عدالت میں پیش کی گئی جسے ریکارڈ میں شامل کر لیا گیا۔ ۵ نومبر کو جب امور عامہ کے دفتر سے آنے والا شخص واپس چلا گیا تو میرے والد کالج آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے ناصر احمد نے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کالج سے لے آؤ۔ میرے والد کے ہمراہ چوہدری غلام مرتضٰی اور چوہدری ناصرالدین بھی تھے۔ میں اپنے والد کے ساتھ گھر چلا گیا۔ اس واقعہ کے پندرہ روز بعد میرے والد نے بتایا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ فوراً ربوہ چھوڑ دو اور اپنے بیٹے کا کالج تبدیل کرا لو۔ میں نے اپنے والد کی حالت دیکھ کر کالج سے تبدیلی کرا لی۔ گواہ نے کہا کہ ۶ نومبر کو میں نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ صوبائی وزیر تعلیم ڈاکٹر عبدالخالق کو تمام واقعات سے آگاہ کیا۔ چند روز بعد طلباء کے ایک وفد کو گورنر پنجاب اور وزیراعلیٰ ملک معراج خالد نے کالج کے پرنسپل کے نام ایک خط دیا جس میں کہا گیا تھا کہ طلباء کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ یہ خط لے کر میں اور میرے دوست ظہیر احمد چٹھہ جوائنٹ سیکرٹری یونائیٹڈ سٹوڈنٹس فیڈریشن کالج کے پرنسپل کے پاس ربوہ گئے۔ پرنسپل نے خط پڑھ کر پھاڑ دیا اور کہا کہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں، ربوہ ہمارا علاقہ ہے۔

گواہ رفیق احمد باجوہ نے کہا کہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو میں چنیوٹ سے ربوہ پہنچ گیا۔ میں نے راستے میں دیکھا کہ خدام الاحمدیہ کی جلسہ گاہ، جس کا نام ایوان محمود ہے، کے اردگرد تین سو کے قریب رضاکار ہاکیوں اور ڈنڈوں سے مسلح پھر رہے ہیں۔ اس جگہ مرزا ناصر احمد کا لڑکا مرزا لقمان اور مرزا ناصر کے دو باڈی گارڈ مرزا ناصر کی وین میں بیٹھے تھے۔ میرا گھر بھی اسی جگہ تھا جہاں یہ لوگ موجود تھے۔ میں دوسرے راستے سے اپنے گھر پہنچ گیا اس کے بعد ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا مگر میری والدہ نے دروازہ نہ کھولنے دیا۔ مجھے بتایا کہ تمہارے والد کو کسی نے دفتر میں بتایا ہے کہ مرزا ناصر احمد اور مرزا منصور احمد نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ تمہارے پاس جماعت کے کئی راز ہیں۔ گواہ نے کہا کہ میرے گھر کے باہر خدام الاحمدیہ کا منتظم سمیع اللہ سیال کھڑا تھا، اس کے ساتھ سات رضاکار تھے۔ یہ لوگ میرے گھر کا دروازہ کھلوانے کی کوشش کرتے رہے۔ سمیع اللہ

سیال نے باہر سے کہا کہ ہمیں خلیفہ کا حکم ہے کہ لڑکے کو ہر قیمت پر لے کر آئیں۔ میری بہنوں اور والدہ نے رونا شروع کر دیا۔ والد صاحب گھر پر موجود نہ تھے۔

چند لڑکے جن میں مرزا لقمان اور بشیر قریشی بھی شامل تھے' میرے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے۔ میری پھوپھی زاد بہن نے جو اس وقت گھر میں موجود تھی' ان افراد پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے جس پر یہ لوگ دیوار سے نیچے اتر گئے۔ محاصرہ جاری تھا محاصرہ کرنے والوں میں کالج کے دو پروفیسر بھی شامل تھے۔ اتنے میں میرے والد پہنچے۔ میرے والد نے گھر آنے سے پہلے لاہور میں مقیم میرے خالو ریٹائرڈ میجر ابوالخیر باجوہ کو ڈاک خانے جا کر فون کیا اور انہیں سارا واقعہ بتایا میرے خالو نے اپنے لڑکے وسیم باجوہ اور ایک رشتہ دار عظیم باجوہ کو مداخلت کرنے کے لئے ربوہ روانہ کر دیا تاکہ یہ لوگ اپنا اثرورسوخ استعمال کر کے ہمیں بچا سکیں۔ گواہ نے کہا کہ میرے گھر کا گھیراؤ ساڑھے چار بجے سہ پہر شروع ہوا تھا اور رات ۹ بجے کے قریب ربوہ چوکی کا اے ایس آئی سادہ کپڑوں میں آیا۔ جس نے میرے والد سے کہا کہ میں علاقے میں گڑبڑ ہونے کا ذمہ دار ہوں۔ لہٰذا اپنے لڑکے کو میرے حوالے کر دو میرے والد نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

رفیق احمد باجوہ نے کہا ساڑھے نو بجے ربوہ کے ناظم جائیداد چوہدری صلاح الدین ہمارے گھر آئے اور میرے والد کو مدد کرنے کی یقین دہائی کرائی وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں مرزا منصور احمد سے جا کر بات کر لوں۔ میرے والد نے بتایا کہ مجھے قائم مقام وکیل التبشیر نسیم سیفی نے کہا ہے کہ تمہارا لڑکا جا کر کالج کے پرنسپل سے معافی مانگ لے ورنہ تم ۲۴ گھنٹے کے اندر ربوہ کا علاقہ چھوڑ دو۔ گواہ نے کہا کہ چوہدری صلاح الدین نے آکر میرے والد سے کہا کہ تم فکر نہ کرو۔ اس اثناء میں میرے خالہ زاد بھائی وسیم باجوہ وغیرہ ربوہ پہنچ گئے۔ رات ۷ بجے کے قریب چوہدری صلاح الدین مجھے وسیم باجوہ کی کار میں بس اسٹینڈ لے کر آئے۔ وہ خود بس اسٹینڈ پر اتر کر واپس چلے گئے اور میں چنیوٹ کے قریب واقع گاؤں قاضی والا آ گیا۔ میرے ساتھ وسیم باجوہ اور عظیم باجوہ بھی تھے۔ گواہ نے کہا کہ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کو میرے والد نے ربوہ چھوڑ دیا اور سامان وغیرہ لے کر چونڈہ آ گئے۔ گواہ نے کہا میرے والد نے اپنے دفتر کے افسر سے کہا کہ مجھے پنشن کی رقم میں سے کچھ

رقم دی دی جائے۔ مگر انہوں نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔

گواہ نے کہا کہ ربوہ چھوڑنے کے چار ماہ تک میرے والد کو کوئی رقم ادا نہ کی گئی۔

گواہ نے کہا کہ میں ۱۲ دسمبر کو ایک اے ایس آئی کے پاس رپورٹ لکھوانے چوکی گیا تھا مگر وہاں امور عامہ کے دفتر کا ایک کلرک رشید احمد آ گیا جس کو دیکھ کر میں خوف زدہ ہو گیا اور واپس آ گیا۔ گواہ نے کہا کہ میں نے ڈی ایس پی چنیوٹ سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔ مگر انہوں نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔ گواہ نے کہا کہ متذکرہ بالا واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے میں احمدی عقیدے سے بددل ہو گیا اور میں نے اپنا عقیدہ بدل لیا۔ گواہ نے بتایا کہ اسکے بعد ۱۹۷۳ء میں امیر جماعت سیالکوٹ چوہدری محمد اسلم کاہلوں نے میرے خلاف ایک خط امور عامہ ربوہ کو لکھا۔ اس موقع پر اس خط کی ایک نقل بھی عدالت میں پیش کی گئی۔ رفیق احمد باجوہ نے بتایا کہ جاپان کے مشن کے مبلغ ریٹائرڈ میجر عبدالحمید کے لڑکے اسکواڈرن لیڈر (پاک فضائیہ) راجہ عبدالمالک سے میری بڑی بہن کا نکاح دو سال قبل ہوا تھا مگر مرزا ناصر احمد نے راجہ عبدالمالک کو حکم دیا کہ ہماری اجازت کی بغیر رخصتی نہیں ہو گی۔ چنانچہ دو سال گزر جانے کے باوجود میری بہن اپنے شوہر کے گھر آباد نہیں ہو سکی۔ گواہ نے کہا کہ میرے والد کے قریبی رشتہ داروں نے ہمارا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور اس کوشش میں مصروف رہے کہ ہمیں چونڈہ سے بھی نکال دیا جائے۔ ان کوششوں میں چوہدری نصیر احمد باجواہ پیش پیش تھے۔ گواہ نے بتایا کہ چونڈہ کے احمدیوں نے مجھ پر دو مرتبہ حملہ کیا۔ ایک مرتبہ فائرنگ بھی کی گئی، جس کی تحقیقات کا حکم ڈپٹی کمشنر نے دیا اور ایک مجسٹریٹ جنوری ۱۹۷۴ء سے اس واقعہ کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ گواہ نے کہا کہ ہمیں مختلف طریقوں سے خوف زدہ کیا گیا تاکہ ہم دوبارہ جماعت احمدیہ سے منسلک ہو جائیں۔ گواہ نے بتایا کہ میرے دادا کو اکسایا گیا کہ وہ میرے والد یعنی اپنے بیٹے کو جائیداد سے محروم کر دیں۔ (امروز ۲۹ جون ۱۹۷۴ء)

جمعیت العلمائے پاکستان اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے مقامی ایڈووکیٹ سی ایم لطیف رانا نے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی کے روبرو ایک درخواست پیش کی ہے جس میں ٹریبونل سے استدعا کی گئی ہے کہ سر ظفر اللہ خاں کو بھی عدالت میں طلب کیا جائے

کیونکہ ان کا جو بیان ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایسی معلومات اور شواہد ہیں جن سے تحقیقات میں مدد مل سکتی ہے۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ سر ظفراللہ خاں جو اس وقت لندن میں ہیں۔ عنقریب مرزا ناصر احمد کو بعض ہدایات دینے کے لئے ربوہ آ رہے ہیں۔ لہٰذا ٹربیونل سے استدعا ہے کہ انہیں بھی مرزا ناصر احمد کے ذریعے ٹربیونل میں طلب کیا جائے۔ ٹربیونل نے فاضل ایڈووکیٹ کو ہدایت کی ہے کہ سر ظفراللہ خاں جیسے ہی ربوہ پہنچیں۔ اسی وقت ٹربیونل کو مطلع کیا جائے۔ (امروز ۲۹ جون ۱۹۷۴ء)

یکم جولائی کی کارروائی

یکم جولائی کو گواہ رفیق احمد باجوہ نے تحفظ دینے کی درخواست کی۔ گواہ نے کہا کہ میرے دادا نے میرے والد کو دھمکی دی ہے۔ ٹربیونل نے کہا کہ جہاں تک گواہ کی سیفٹی کا تعلق ہے' یہ حکومت کا فرض ہے۔ شروع میں ہی گواہ نے ٹربیونل کے علم میں یہ بات لائی کہ نہ صرف اس کا بلکہ محمد صالح گواہ کا بھی مشکوک عناصر کی طرف سے تعاقب کیا جا رہا ہے اور وہ دونوں اپنی جان کو خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

محمد لطیف رانا صاحب کی جرح کے جواب میں

ربوہ میں لوگوں کو گرفتار بھی کیا جاتا ہے اور ان کو اپنے گھروں میں نظربند بھی کیا جاتا ہے۔ جب مرزا بشیرالدین محمود احمد کی موت کے بعد اس کے جانشین کا انتخاب ہونا تھا تو مرزا رفیع احمد برادر ناصر نے انتخاب لڑا مگر ناکام رہے۔ اس کے بعد موجودہ خلیفہ نے انہیں گھر میں نظربند کئے رکھا۔ ان کی تقریر پر پابندی لگا دی گئی۔ اس طرح کی ناکہ بندی بھی ربوہ میں عام طور پر کی جاتی ہے۔ جب ۱۹۷۲ء میں رابعہ انقلابیہ تنظیم نے ربوہ میں جلسہ منعقد کرنے کا اعلان کیا تھا تو اس میٹنگ کو ناکام بنانے کے لئے ناکہ بندی کی گئی تھی۔ ''رابعہ انقلابیہ'' کمیونٹی کے استحصالی نظام جو موجود خلیفہ جاری رکھے ہوئے ہیں' کے خلاف چلائی جانے والا ایک تحریک ہے۔ مرزا ناصر احمد موجودہ خلیفہ کے ایک باورچی جس کا نام محمد علی تھا' کو چند ماہ بعد قتل کر دیا گیا۔ امور عامہ کے کہنے پر کیس درج ہوا تھا

مگر اسے ختم کر دیا گیا اور کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ میں اس باورچی کو جانتا تھا۔ ربوہ میں بات مشہور تھی کہ وہ خلیفہ کی گھریلو زندگی پر بازار میں تبصرہ کیا کرتا تھا۔ اس کو خلیفہ صاحب کے گھر سے ہٹا دیا گیا۔ اس نے پھل بیچنا شروع کر دیا کیا مگر وہ باتیں کرتا رہا۔

دو اشخاص لطیف احمد اور بدر دین حادثے میں مر گئے جو گھوڑ دوڑ کے دوران ہوا۔ یہ گھوڑا دوڑ ۱۹۷۴ء میں ربوہ میں ہوئی تھی۔ اس واقعہ کی کوئی رپورٹ درج نہیں کی گئی نہ ہی کوئی آدمی گرفتار ہوا۔

اگر کوئی پیدائشی احمدی اپنے عقیدے سے منحرف ہو جائے اور جماعت سے نکل جائے تو اس کا نہ صرف سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے بلکہ اس پر تشدد بھی کیا جاتا ہے۔

مجلس مشاورت کی رپورٹ برائے ۱۹۶۳ء سے یہ بات ظاہر ہے کہ سرکاری ملازمین کو جماعت کے اثر میں لایا جاتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ مختلف کالجوں سے احمدی طلبہ لاہور میں آتے ہیں تاکہ غیر احمدیوں کے ساتھ احتجاجی جلوسوں میں شامل ہوں اور وہ ایسے جلوسوں کی قیادت بھی کرتے ہیں جیسے کہ وہ غیر احمدی ہوں۔ اور اس طرح وہ جلوس کو خاتمے تک کنٹرول کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ قادیانی مختلف جماعتوں اور تنظیموں بشمول کمیونسٹوں کے اندر Infiltrate کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مسٹر کوثر نیازی چونڈہ سے اپنے انتخاب میں کامیابی کے بعد ربوہ گئے تھے۔

مسٹر خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

مرزا وسیم احمد' مرزا ناصر احمد کے بھائی ہیں۔ وہ امیر جماعت احمدیہ قادیان ہیں اور آج کل بھارت میں مقیم ہیں۔ جماعت احمدیہ ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔ تمام احمدیوں کی تنظیمیں ربوہ کی جماعت کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ درست ہے کہ کہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آل انڈیا ریڈیو سے ۲۹ جون کے بعد اسی نوعیت کی تقریر کی تھی جس نوعیت کی بات سر ظفر اللہ خاں نے لندن میں پریس کانفرنس میں کی تھی۔

یہ درست ہے کہ قادیان سے ہفتہ وار البدر کے نام سے ایک پرچہ نکلتا ہے جو ربوہ کے الفضل کا متبادل پرچہ ہے۔ میں جب ربوہ میں تھا' تو میں یہ پرچہ خلافت لائبریری

میں پڑھتا رہا ہوں۔ اس پرچے کی پالیسی حکومت بھارت سے وفاداری پر مبنی ہے۔ مرزا وسیم احمد ربوہ آتے رہے ہیں۔ میں نے ان کو دو تین مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کا رابطہ قادیان سے بذریعہ انگلستان موجود ہے۔ ۱۹۶۵ء میں' میں نے مرزا وسیم احمد کی تقریر آل انڈیا ریڈیو سے سنی تھی' جو جنگ کے متعلق تھی اور ہندوستان کی حمایت میں تھی۔ مرزا وسیم احمد براہ راست خلافت احمدیہ کے وفادار ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر نہ کوئی بیان دے سکتے ہیں۔ نہ تقریر کر سکتے ہیں اسی طرح اسرائیل میں رہنے والے احمدی اسرائیل کے وفادار ہیں۔ کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ اپنی حکومت کے وفادار ہوں۔ جو بات جماعت احمدیہ قادیان سے متعلق ہے' وہ جماعت احمدیہ اسرائیل سے متعلق بھی ہے۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد ربوہ کی مسجدوں میں شیرینی بانٹی گئی تھی جب یہ معلوم ہوا تھا کہ اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ عربوں کے خلاف جیت لی ہے۔ یہ درست ہے کہ اسرائیل کی عربوں پر فتح کی خوشی میں قصر خلافت ربوہ میں جشن منایا گیا۔

میں' مرزا عبدالسمیع سٹیشن ماسٹر ربوہ کو جانتا ہوں۔ مرزا عبدالسمیع ربوہ میں رہنے والے دوسرے احمدیوں کی طرح نظارت امور عامہ کا رکن ہے۔ تمام احمدی سرکاری ملازم خواہ وہ ربوہ میں رہتے ہوں یا نہ اور خواہ وہ اہم عہدے پر ہوں یا عام مزدور' وہ سب امور عامہ کے ارکان ہوتے ہیں اور وہ اپنے محکموں کی رپورٹیں امور عامہ کو بھیجنے کے پابند ہیں۔ لاہور میں ہفتہ روزہ "لاہور" احمدیہ جماعت کا سیاسی ترجمان ہے۔ اس کے ایڈیٹر کا نام محمد صدیق ثاقب زیروی ہے۔ میں اس رسالے کو پڑھتا رہا ہوں۔ یہ پرچہ شاہ فیصل اور کرنل قذافی کے خلاف مضامین شائع کرتا رہا ہے۔ یہ پرچہ ابھی تک بند نہیں کیا گیا۔

میں حکیم ابراہیم مشنری یوگنڈا کو جانتا ہوں کیونکہ ان کا لڑکا میرا دوست ہے۔ یہ پاکستان میں دو تین سال پہلے آئے تھے۔ کوئی بیرونی مشنری' خلافت ربوہ کی مرضی کے خلاف پاکستان میں آ کر کوئی بیان اخبارات کو نہیں دے سکتا ہے' نہ پریس کانفرنس کر سکتا ہے' نہ کوئی تقریر ربوہ کی خلافت کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے۔ حکیم ابراہیم کا ربوہ میں اپنا ایک گھر ہے۔ میں نے وہ انگوٹھی دیکھ لی ہے جو فاضل کونسل نے مجھے دکھائی ہے۔ اس

پر قرآنی آیت الیس اللہ بکاف عبدہ درج ہے۔ احمدی سرکاری ملازموں کے لئے اس انگوٹھی کے پہننے کی خاص ہدایت ہے۔ دوسرے احمدی بھی اس انگوٹھی کو پہن سکتے ہیں۔ اسے شناخت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ خلافت ربوہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ دنیا بھر کے احمدیوں کے حالات سے واقف رہے اور ان کو اپنے حالات سے واقف رکھے۔

مجھے یہ اپنے ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ۲۹ مئی کے واقعہ کے فوراً بعد ان افراد کو جنہوں نے طلبہ پر حملے میں حصہ لیا تھا' قصر خلافت میں جمع کر کے رکھا گیا تاکہ ان کو گرفتار نہ کیا جا سکے اور شناخت نہ کیا جا سکے۔ میری رائے میں یہ کام اس لئے کیا گیا کہ اصل مجرموں اور بااثر لوگوں کو گرفتاری سے بچایا جائے اور اپنی مرضی کے لوگوں کو گرفتار کرایا جائے۔

میاں شیر عالم صاحب کی جرح کے جواب میں

انصار اللہ کا کام یہ ہے کہ احمدی بچوں کی برین واشنگ کریں۔ احمدی بچوں کو عام مسلمانوں سے الگ بنایا جاتا ہے اور عامتہ المسلمین کو احمدی کافر سمجھتے ہیں۔ میرے والد اب بھی احمدی ہیں۔ اسی طرح میرے دادا بھی احمدی ہیں۔ میں نے ملک رفیق احمد انچارج فرقان فورس کو خاکی یونیفارم میں دیکھا تھا' جب کہ مسلمانوں اور احمدیوں کے درمیان ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۱ء میں چپقلش چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں تھی۔ کوئی احمدی سرکاری ملازم خلیفہ کے حکم کو اپنے افسر یا حکومت کے حکم پر فوقیت دے گا۔ خلیفہ صاحب کی ہدایت پر ربوہ کالج کی انتظامیہ نے پراسپکٹس کی خلاف ورزی کی تھی۔ مجھے سیالکوٹ میں ربوہ کی ہدایات کے تحت ہراساں کیا جا رہا ہے۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

احمدیہ جماعت نے خلیفہ صاحب کے حکم سے پچھلے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی مدد کی تھی۔ ربوہ میں آنے والے اہم پاکستانی مہمان دارالضیافت میں ٹھہرائے جاتے ہیں۔ ان کا اندراج ایک رجسٹر میں کیا جاتا ہے جو دارالضیافت میں رکھا جاتا ہے۔ یہ احمدی جماعت کی پالیسی ہے کہ غیر احمدیوں پر تشدد کیا جائے۔ اہم مہمانوں کی دارالضیافت میں

قیام و طعام کے اخراجات کمیونٹی ادا کرتی ہے۔

مجھے مرزا شفیق احمد (سابق قادیانی) میرے دوست نے بتایا تھا کہ ۲۹ مئی کو لوگوں کو ربوہ کے باہر سے بھی بلایا گیا تھا تاکہ ۲۹ مئی کے فساد میں ربوہ والوں کے ساتھ شامل ہوں۔ ایک قافلہ مجیب درد کی قیادت میں لاہور سے بھی گیا تھا۔

جماعت کی جائیداد خلیفہ کی جائیداد سے الگ ہے۔ خلیفہ کی جائیداد دوسرے ارکان خاندان کی جائیداد سے الگ ہے ہر شخص کی اپنی اپنی جائیداد ہے۔ جماعت کی جائیداد پورے ملک میں ہے۔

مسٹر شباب مفتی صاحب کی جرح کے جواب میں

۲۸ مئی ۱۹۷۴ء کو ایس ایچ او چونڈہ سید سوار علی شاہ جو بہت قابل پولیس آفیسر تھا' کو جبری رخصت پر بھیج دیا گیا جس کے نتیجے میں دس دن تک کوئی ایس ایچ او نہ رہا۔ ۲۹ مئی کو ربوہ کا واقعہ ہوا۔ ۳۰ مئی کو چونڈہ کے تمام احمدی' ایس ایچ او کے تبادلے پر اس قدر جرات مند ہوئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلح کر کے غیر احمدیوں کو چیلنج کیا اور علی الاعلان گالیاں دیں اور یہ کہا کہ جو کچھ کر سکتے ہو کر لو۔ وہاں کوئی بات اس لئے نہ ہوئی کہ غیر احمدیوں نے مسلح احمدیوں کے ڈر کے مارے کوئی کارروائی نہ کی۔ مقامی پولیس چونڈہ اس دن خاموش تماشائی بنی رہی۔ احمدی نہ صرف ربوہ میں بلکہ ربوہ سے باہر بھی موثر ہیں۔

مسٹر ایم۔ ڈی۔ طاہر کی جرح کے جواب میں

سربراہ کمیونٹی سے ملنے کے لئے اس کے پرائیوٹ سیکرٹری کو انٹرویو دینا پڑتا ہے اور ملاقات سے پہلے ملاقاتی کی تلاشی لی جاتی ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں' جماعت نے گورنمنٹ کے ڈیفنس فنڈ میں چندہ نہیں دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ غیر احمدی نوجوانوں کو احمدیت کی طرف لانے کے لئے زندگی میں بہتر مواقع اور بہتر شادی کا لالچ دیا جاتا ہے۔ احمدیت قبول کرنے کے لئے تحریری معاہدہ جماعت کو لکھ کر دینا پڑتا ہے۔ مجھے میرے والد صاحب کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ ربوہ کے قبرستان میں کچھ اسلحہ دفن کیا گیا ہے۔

مسٹر احسان وائیں کی جرح کے جواب میں

میں نے ابھی تک پیپلز پارٹی کی رکنیت سے استعفیٰ نہیں دیا لیکن میں ان سے اب متفق نہیں رہا ہوں۔ میں نے اس امید پر پیپلز پارٹی میں شرکت کی تھی کہ وہ میری مدد کرے گی اور احمدیہ جماعت کی غلامی سے نجات دلائے گی مگر پارٹی نے مجھے ناامید کر دیا ہے۔ ۱۹۷۲ء تک تو یہی حالت تھی کہ پارٹی جماعت کے مفاد میں کام کرتی تھی اور جماعت احمدیہ پیپلز پارٹی کے مفاد میں کام کرتی ہے۔

میں اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ مرزا ناصر احمد نے پیپلز پارٹی کے ایماء پر ۲۹ مئی کا فساد کرایا۔ میں نہیں جانتا کہ کتنے ایم پی اے اور ایم این اے احمدی ہیں لیکن کچھ اراکین اسمبلی احمدی ہیں' وہ سب پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پولیس افسروں نے میری شکایات پر کوئی کارروائی اس لئے نہ کی کہ ان کے کہنے کے مطابق پیپلز پارٹی احمدی جماعت کی پشت پر ہے۔

رفیق احمد باجوہ صاحب کی جرح کے جواب میں

نذر محمد پٹھان ربوہ سے محکمہ جاسوسی کا انچارج ہے جو امور عامہ کے تحت کام کرتا ہے۔ محکمہ جاسوسی کے فرائض یہ ہیں کہ مختلف غیر احمدی تنظیموں کے کارکردگی پر نظر رکھیں۔ وہ مختلف تنظیموں کی سیاسی سرگرمیوں اور حکومت کی کارروائیوں سے بھی جماعت کو باخبر رکھتی ہے۔ یہ درست ہے ربوہ کی جماعت اور قادیان کی تنظیم دراصل سیاسی نوعیت کی ہیں لیکن مذہب کی آڑ میں۔

بیرون ملک مشنوں کی سیاسی پالیسی محکمہ وکیل التبشیر متعین کرتا ہے۔ مرزا مبارک احمد برادر مرزا ناصر احمد اس کے انچارج ہیں۔ مرزا مبارک احمد سال میں دو مرتبہ تمام مشنوں کے صدر مقامات کا دورہ کرتے ہیں۔

احمدیہ جماعت ہمیشہ سیکولر گورنمنٹ کو ایک غیر سیکولر گورنمنٹ پر فوقیت دیتی ہے۔ احمدیہ جماعت پیپلز پارٹی کی حامی اس لئے ہو گئی کہ وہ غیر مذہبی سوشلسٹک منشور رکھتی تھی۔ یہ درست ہے کہ پیپلز پارٹی اور جماعت کے درمیان اختلافات کے باوجود پیپلز پارٹی

کا سوشلسٹ عنصر ابھی تک احمدیہ جماعت کا حامی ہے۔ مرزا عبدالسمیع سٹیشن ماسٹر' ربوہ کا باا ثر آدمی ہے اور جماعت کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ احمدیہ جماعت کا یہ ایمان ہے کہ حکومت وقت کی وفادار رہے لیکن یہ اس وقت تک درست ہے جب تک گورنمنٹ احمدیوں کے خلاف نہ ہو جائے۔

(گواہ نے ایک لفافے میں ایک تحریر ٹربیونل کے سامنے پیش کی جس میں غالباً ربوہ کے رہنے والے گواہوں کے نام تھے)

۱۲ بجے۔ وقفہ

گواہ نمبر ۳۳

(ثناء اللہ۔ سرگودھا)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں پیدائشی سنی مسلمان ہوں۔ ربوہ سے ڈیڑھ میل دور جانب مغرب گورنمنٹ نے ایک مائننگ لیز' میسرز اتحاد اینڈ کمپنی کو دی ہوئی ہے۔ میں اس فرم کا حصہ دار ہوں۔ لیز ۱۹۶۶ء میں ملی تھی۔ میں پچھلے دو سال سے وہاں پر بطور حصہ دار کام کر رہا ہوں' ہم وہاں سے پتھر مختلف مقاصد کے لئے نکالتے ہیں مجھے اس سلسلے میں موقعہ پر تقریباً روزانہ جانا پڑتا ہے۔ میں سرگودھا میں رہتا ہوں اور ربوہ کبھی ٹرین کے ذریعے جاتا ہوں کبھی بذریعہ بس۔ ۲۹ مئی کو میں چناب ایکسپریس کے ذریعے ربوہ پہنچا تھا۔ سرگودھا سٹیشن پر میں نے چار افراد کو گاڑی پر سوار ہوتے دیکھا ان کے نام یہ ہیں ظہور احمد' مسعود احمد' منصور احمد اور گلزار احمد میں ان چاروں کو جانتا تھا کیونکہ وہ سرگودھا کے رہنے والے ہیں۔ ظہور احمد اور مسعود احمد کی چوک ملت آباد سرگودھا شہر میں دوکان ہے۔ مسٹر مسعود احمد طالب علم ہے۔ گلزار احمد کوٹ مومن میں دوکاندار ہے۔ منصور احمد میرے پاس آکر گاڑی میں میرے ہی ڈبے میں لالیاں تک بیٹھا رہا لیکن دوسرے تینوں ہر سٹیشن پر اتر جاتے اور دوسری بوگیوں میں جھانکتے۔ یہ چاروں اپنے آپ کو مرزائی کہتے ہیں۔ ان کو مرزائی کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ منصور احمد نے اسی ڈبے میں سفر کیا' جس میں میں نے کیا تھا۔ دوسروں نے' دوسرے ڈبوں میں سفر کیا۔ منصور احمد بھی لالیاں میں

اتر گئے۔ اگلا سٹیشن ربوہ تھا۔ جب گاڑی بیرونی سگنل پر پہنچی تو میں اپنی سیٹ سے اٹھا تاکہ سٹیشن آنے پر اتر جاؤں۔ آؤٹر سگنل کے برابر سے میں نے دیکھا کہ سٹیشن پر پلیٹ فارم کے خاتمے کے قریب غیر معمولی ہجوم تھا۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو کئی لوگوں نے جو گاڑی میں سوار تھے پلیٹ فارم پر موجود ہجوم کو خاص طریقے سے گاڑی کی طرف ہاتھ ہلا کر بلایا جیسے ہی گاڑی آہستہ ہوئی ہجوم گاڑی کے قریب ان مقامات پر ہو گیا جہاں سے اشارہ کیا جا رہا تھا۔ اس وقت ہجوم نے نعرہ لگایا غلام احمد کی جے۔ میرا ڈبہ سٹیشن ماسٹر کے دفتر کی اگلی طرف کھڑا ہوا۔ وہاں سے دفتر نظر آتا تھا۔ گاڑی سے اتر کر میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں چلا آیا کیونکہ میں مرزا عبدالسمیع ایس۔ ایم کو جانتا تھا۔ دفتر میں چوہدری بشیر احمد عمومی اور تین چار آدمی بیٹھے تھے۔ چوہدری بشیر احمد ٹیلیفون پر بات کر رہا تھا۔ سٹیشن ماسٹر اپنے دفتر میں موجود نہ تھا۔ میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں نہ گیا کیونکہ بشیر احمد کو فون پر مصروف دیکھا۔ میں اس کے دفتر کے سامنے کھڑا ہو گیا اور وقوعہ دیکھا' میں نے دیکھا کہ دو لڑکوں کو سٹیشن ماسٹر کے دفتر کے سامنے والے ڈبے سے کھینچا گیا اور مارا گیا۔ ان مارنے والوں میں عبدالرشید دوکاندار' چمن عباس اور عبدالغفور سابق کلرک امور عامہ کو دیکھا وہ دونوں ربوہ کے رہنے والے احمدی ہیں۔ مارنے والوں کی تعداد ۱۵ ۔ ۲۰ سے زائد تھی۔ ان کے پاس ہاکیاں اور ہنٹر بھی تھے۔

چونکہ گاڑی کے آخری حصے پر زیادہ ہنگامہ تھا میں اس طرف چلا گیا اور پلیٹ فارم کے آخری سرے پر کھڑا ہو گیا۔ نعرے لگ رہے تھے۔ احمدیت زندہ باد۔ غلام احمد کی جے۔ اور پکڑو مارو کی آوازیں آ رہی تھیں۔ زیادہ ہجوم پلیٹ فارم کے آخری سرے پر نیچے تھا۔ پلیٹ فارم پر سٹیشن ماسٹر کے دفتر کے سامنے بھی ہجوم تھا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ آدمی تھے۔ پل پر بھی آدمی تھے' کل ہجوم تین چار ہزار کے قریب تھا۔ پیچھے کی طرف ہنگامہ جس ڈبے پر زیادہ تھا اس کے اندر لوگوں کو مارا جا رہا تھا۔ پلیٹ فارم پر کچھ لوگ دوسروں کو اکسا رہے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ احمدیت کا حق ادا کرو۔ یہ ڈبہ پلیٹ فارم کے پیچھے تھا۔

اکسانے والوں میں ملک عبدالحمید چیمہ' ملک خدا بخش ریٹائرڈ تھانیدار' مولوی

برکات احمد تھے۔ یہ سب ربوہ شہر کے رہنے والے احمدی تھے۔ میں نے دو تین لوگوں سے پوچھنے کی کوشش کی یہ ہنگامہ کیوں ہو رہا ہے۔ دو تین آدمیوں نے جلدی سے یہی جواب دیا کہ احمدیت کا حق ادا کرو۔ کچھ دیر ہنگامہ ہوتا رہا۔ اکسانے والوں نے حملہ آوروں کو واپس بلا لیا اور ان کو رکنے کے لئے کہا کیونکہ ان کے خیال میں کافی ہو گیا تھا۔ جب گاڑی چل دی تو میں نے ریلوے لائن کے دونوں طرف بہت سا سامان بکھرا ہوا پایا۔ پلیٹ فارم کے اس سرے سے ۱۰۰ گز کے فاصلے پر سر ظفراللہ خاں کی کوٹھی یارڈ سائیڈ پر ہے۔ میں نے اس کوٹھی کے برآمد میں سٹیشن کی طرف دیکھتے ہوئے چار پانچ آدمیوں کو دیکھا۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر میری طبیعت خراب ہو گئی اور سرگودھا جانے کا فیصلہ کیا۔ میں سڑک کی طرف چلنے لگا۔ جو بس کے اڈے کو جاتی ہے۔ میرے آگے کالج کے لڑکوں کی ایک ٹولی جا رہی تھی جن میں سے ایک کو میں جانتا ہوں اس کا نام شیرباز ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو کوئی ان کے خلاف بولے گا اس کا یہی حشر ہو گا جو ربوہ سٹیشن کے وقوعہ کے شکار لوگوں کا ہوا۔ جب میں ظفراللہ خاں کی کوٹھی کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ میاں محمد رفیق' مسٹر ظہور احمد باجوہ اور مسٹر راشد اور دو اور آدمی جن کے نام نہیں جانتا' کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑے تھے۔ میاں محمد رفیق' خلیفہ کے بھائی ہیں۔ کوٹھی کے گیٹ کے اندر جو باڈی گارڈ تھے' وہ گیٹ پر کھڑے تھے۔ ان کے پاس رائفلیں تھیں جو غالباً G - 3 رائفلیں تھیں۔ میں وہاں سے بذریعہ بس سرگودھا چلا گیا۔ اگلے دن میں پھر بذریعہ بس ربوہ گیا۔ جب میں کوائری کی طرف ایک ٹانگہ میں جا رہا تھا تو ایوان محمود کے قریب میاں محمد رفیق' ملک خدا بخش ریٹائرڈ تھانیدار' مسٹر محمد منور اور کچھ رضا کار تھے' جن کے گلے میں رومال باندھے تھے۔ وہ ایوان کے سامنے کھڑے تھے جب مجھے دیکھا تو میاں محمد رفیق نے مجھے کہا۔ پٹھان تم نے ہمارے خلاف بولنے والوں کا حشر دیکھ لیا ہے۔ میں نے کہا اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ میں وہاں سے کام پر چلا گیا۔ کوائری پر چنیوٹ سے ایک ٹرک پتھر لینے آیا ٹرک ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ چنیوٹ میں ایک جلوس نکلنے والا ہے۔ میں چنیوٹ کی طرف چل پڑا تاکہ دوسرے ٹرک والوں کو روکوں۔ چنیوٹ پہنچ کر میں نے اولڈ بس سٹینڈ حال ٹرک سٹینڈ پر گیا۔ وہاں ہجوم

دیکھا۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شریف وندان ساز مرزائی کے مکان پر ہجوم تھا۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ SP جھنگ یار محمد خاں بھی تھے۔ وہ ایک لڑکے کو ٹرکوں کے اڈے پر لائے۔ لڑکا زخمی تھا اسے ہسپتال لے جانا تھا۔ ہجوم زیادہ تھا مجھے پیچھے کی طرف دھکیل دیا گیا۔ اس کے بعد میں سرگودھا چلا آیا۔

جب میں نے ربوہ میں کام شروع کیا تو مجھے پتہ چلا کہ یا تو ربوہ میں خاندان خلافت کے کسی آدمی کو حصہ دار رکھنا پڑتا ہے یا منافع کا ۳/۱ حصہ جماعت احمدیہ کو دینا پڑتا ہے۔ پیغام لانے والا عبدالمجید بٹ تھا جو انجمن کی طرف سے لایا تھا کہ یا تو کمیونٹی کو ۳/۱ حصہ منافع کا دوں یا کسی ممبر خلافت خاندان کو حصہ دار بناؤں' میں نے انکار کر دیا۔ مجید بٹ نے مجھے کہا کہ اگر حصہ نہیں دو گے تو جماعت' ربوہ کی سڑکیں تمہارے لئے بند کر دے گی۔ میری کوارٹری پر جانے کا اور کوئی راستہ ربوہ شہر میں سے گزرنے کے سوا نہ تھا۔ میں نے ان کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر سڑکیں بند کی گئیں تو میں عدالت سے رجوع کروں گا۔ دوسرے دن مجھے میاں منور احمد کا پیغام ملا کہ آپ اپنا کام کرتے رہیں۔ پہلا پیغام Disregard کر دیں اور بغیر خوف کے اپنا کام کرتے رہیں۔ شیر زمان خان ٹھیکیدار نے یہ پیغام مجھے لا کر دیا۔ شیر زمان مرزائی نہیں۔ مسجد اقصیٰ تک پکی سڑک ہے۔ اس کے بعد کچی سڑک ہے جو پہاڑیوں تک جاتی ہے۔ جہاں کوارٹری ہے۔ میرے ٹرک اس کچے راستے پر چلتے ہیں لیکن ایک مرزائی مبارک احمد کی زمین سے بھی گزرتے ہیں۔ مبارک احمد نے جماعت کے کہنے پر میرے ٹرک اپنی زمین سے گزارنے کی مخالفت کر دی اگرچہ راستہ ۵۰ ۔ ۶۰ سالہ پرانا تھا۔ میں نے چنیوٹ کی سول کورٹ میں اپنے حق کے لئے دعویٰ دائر کر دیا۔ سول جج نے مجھے عارضی حکم امتناعی دینے کی درخواست خارج کر دی۔ اس کے بعد احمدیوں نے وہ راستہ مکمل طور پر بند کر دیا۔ اس کے بعد اب میں نے سیدوں کے زمین کے ذریعے متبادل راستہ بنا لیا جو میں اب استعمال کر رہا ہوں۔

نوٹ: گواہ نے کئی مثالیں ربوہ والوں کی لاقانونیت کی دیں جو انہوں نے پچھلے چند سالوں میں کی ہیں۔ ان کے کوائف الگ ورج کر لئے گئے ہیں تاکہ ریکارڈ طلب کیا جائے۔ چار مثالیں عورتوں کے اغوا کی ہیں اور تین قتل کی وارداتوں کی ہیں۔ جن کی اطلاع پولیس کو

دی گئی مگر پولیس نے کوئی کارروائی نہ کی۔

اعجاز حسین بٹالوی کی جرح کے جواب میں

یہ درست نہیں ہے کہ میں نے واقعہ نہیں دیکھا اور صرف اپنی ذاتی رنجش کی وجہ سے گواہی دینے آگیا ہوں۔ درحقیقت کمیونٹی یا جماعت کے خلاف مجھے کوئی رنجش نہیں ہے۔

کرم الٰہی بھٹی صاحب کی جرح کے جواب میں

لاقانونیت ربوہ شہر میں معمول ہے۔ ۲۹ مئی کا واقعہ صرف اس کی ایک مثال ہے۔

ٹربیونل = کل کے لئے رشید مرتضٰی صاحب گواہ ہیں۔ طیب بخاری صاحب اپنا تحریری بیان دے گئے ہیں۔ ان کو کسی وضاحت کے لئے کل کے لئے بلوایا جائے۔

۲ جولائی کی کارروائی

AAG = آج مسٹر رشید مرتضٰی گواہ اور مسٹر طیب بخاری گواہ موجود ہیں۔

ٹربیونل۔ مسٹر طیب بخاری نے اپنے بیان میں بعض ایسی چیزیں کہی ہیں جن کو پبلک میں لانا مناسب نہیں۔ اس لئے پہلے AAG اس بیان کو پڑھ لیں اس لئے بعد اگر مناسب سمجھا گیا تو مسٹر طیب بخاری پر جرح کی جا سکتی ہے۔

گواہ نمبر ۳۴

(مسٹر رشید مرتضٰی قریشی ۵۔ سی گلبرگ لاہور)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں ایڈووکیٹ ہوں اور ہائی کورٹ بار کا ممبر ہوں۔ ۱۹۷۲ء یا ۱۹۷۳ء میں سندھ میں لسانی فسادات شروع ہوئے۔ سندھیوں کا مطالبہ یہ تھا کہ سندھی کو بھی اردو کے ساتھ قومی زبان بنایا جائے۔ اس مطالبے کا ردعمل لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن میں شروع میں یکساں تھا اور اردو کے حق میں تھا۔ اس کے نتیجے میں ایک ریزولیشن متفقہ پاس ہوا کہ صرف اردو کو قومی زبان ہونا چاہئے۔ اس کے بعد ایک متبادل

ریزولیشن Move کیا گیا تھا کہ علاقائی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے۔ جنہوں نے دوسرا متبادل ریزولیشن پیش کیا اور تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی' ان میں کچھ لوگ مرزائی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس متبادل ریزولیشن کے حق میں پہلی تقریر مسٹر عزیز احمد باجوہ نے کی۔ اس کی حمایت مسٹر مشتاق راج ایڈووکیٹ نے کی جو سوشلسٹ ہیں۔ وہ مرزائی گروہ کے ممبر نہیں ہیں۔

میرا تاثر یہ تھا کہ مرزائی اسرائیل کے ایجنٹ ہیں اور سوشلسٹ روس کے ایجنٹ ہیں۔ بس میں نے اٹھ کر اس موضوع پر تقریر کی اور ان دونوں سے خبردار رہنے کی اپیل کی۔ میری تقریر کے نتیجے میں متبادل ریزولیشن ناکام ہو گیا۔ اس کے بعد مسٹر بشیر احمد ایڈووکیٹ متوفی نے مجھے خطرناک نتائج بھگتنے کی دھمکی دی۔ مسٹر بشیر احمد کا بھی قادیانی گروہ سے تعلق ہے۔

۱۹۷۳ء میں حج ادا کرنے کے بعد تبلیغی جماعت کے چند ارکان کے ساتھ میں لیبیا گیا۔ ہم کل سات افراد تھے۔ جب ہم مصر سے لیبیا جا رہے تھے تو ہم غلطی سے ممنوعہ علاقے میں داخل ہو گئے۔ یہ ممنوعہ علاقہ "مرسی" شروع میں واقع ہے۔ پولیس نے ہم سب کو پکڑ لیا اور تفتیش کی۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم بالارادہ اس علاقے میں داخل نہیں ہوئے بلکہ غلطی سے ہوئے۔ دوران تفتیش پولیس اور فوج والے ہم سے یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا ہمارا مرزا غلام احمد کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ ہم نے انکار کیا اور میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ مرزا کے بارے میں ہمارا عقیدہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا جواب یہ تھا کہ وہ مرزائیوں کو اسرائیل کے ایجنٹ اور اس کے لئے جاسوسی کرنے والے سمجھتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہمارا احمدیہ جماعت سے کوئی تعلق نہیں تو انہوں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ہمیں چھوڑ دیا۔

پچھلی عرب اسرائیل جنگ کے دوران ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے عربوں کے مفاد کی حمایت میں ایک ریزولیشن منظور کیا اور امریکہ کی اسرائیل کو امداد کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا اور اپنی حکومت سے مطالبہ کیا کہ عربوں کی بھرپور امداد کی جائے۔ میں نے دیکھا کہ بار کے مرزائی ممبران نے اس جلوس کی تائید نہ کی اور جلوس میں شامل

ہونے سے احتراز کیا۔

ربوہ کے وقوعہ سے قبل ایگزیکٹو کمیٹی ہائی کورٹ بار نے ایک سیرت کانفرنس ہائی کورٹ کے اندر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا جس میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کو سیرت کے موضوع پر خطاب کی دعوت دی۔ لیکن مسٹر محمود احمد قریشی ایڈووکیٹ جو مرزائی ہے' نے بار کے ارکان میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی۔ انہوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ لاہور کے کسی وکیل کو خطاب کے لئے نہیں بلایا گیا جو بھی اعتراض تھا میرا تاثر یہ تھا کہ یہ موجودہ سیرت کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش ہے۔

گواہ نے ایک پمفلٹ بھی پیش کیا

گواہ نمبر ۳۵

(مسٹر طیب بخاری ولد محمد عبداللہ ۱۷ ظفر سٹریٹ شاہد کالونی' وحدت روڈ لاہور)

ٹربیونل = مسٹر طیب بخاری نے ٹربیونل کے کہنے پر اپنا تحریری بیان دیا۔ اس میں انہوں نے ایسی بات لکھی ہے جو کھلی عدالت میں بتائی نہیں جا سکتی۔ یہ پیدائشی احمدی تھے۔ ۱۹۶۹ء میں کینیڈا میں ان کے جماعت سے اختلافات پیدا ہوئے۔ اس کے بعد یہ احمدی جماعت سے الگ ہو گئے اس کے بعد ربوہ میں ان کی والدہ کو امور عامہ والوں نے ربوہ سے نکال دیا۔ ان کے بھائی طاہر احمد کینیڈا میں ٹورنٹو کے احمدیہ جماعت کے لیڈر تھے۔ جو بات پبلک میں بتائی نہیں جا سکتی' اس کا میں A A g سے ذکر کروں گا۔

مسٹر ایم اے رحمٰن صاحب کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ شریعت کی وہ اصطلاحات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں' ساتھیوں اور جانشینوں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ وہ اصطلاحات احمدی مرزا غلام احمد کی بیوی' ساتھیوں اور جانشینوں کے لئے استعمال کرتے ہیں' احمدی وہی القاب استعمال کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کی بیوی کو ام المومنین کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھیوں کو صحابہ کرام کہا جاتا ہے اور اس کے جانشینوں کو خلفاء کہا جاتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ربوہ میں ایک مسجد ہے جسے مسجد اقصیٰ کہتے ہیں اسے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی

نسبت سے کہا جاتا ہے۔ اگرچہ پہلے جانشین (خلیفہ) مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کے نہ تھے۔ لیکن مرزا غلام احمد کے خاندان کے لوگوں کی خواہش اور کوشش رہی ہے کہ خلافت کو اپنے خاندان میں ہی رکھیں۔

مرزا بشیرالدین پر حملہ ہوا ان کی گردن زخمی ہوئی جب کے نتیجے میں ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ وہ خلافت کے فرائض انجام دینے کے قابل نہ رہے۔ مرزا ناصراحمد ان کے لڑکے نے ایک بورڈ بنایا اس کے بعد ان کی وفات پر مرزا ناصراحمد نے یہ مطالبہ کیا کہ بورڈ ہی خلیفہ کا انتخاب کرے۔ اس بورڈ کو مرزا ناصراحمد نے خود ہی نامزد کیا تھا۔ اس بورڈ نے پھران کو خلیفہ چن لیا۔ اس سے قبل مرزا ناصراحمد نے اس بورڈ کے ذریعے یہ کوشش کی کہ خلیفہ اول نورالدین کے لڑکے میاں عبدالمنان عمر کو جو ربوہ میں خلیفہ اول کے صاحبزادے تھے' بہت مقبول تھے' اس لئے اس خطرے کو بھانپ کر' کہیں ان کو ہی خلیفہ نہ چن لیا جائے انہوں نے بورڈ کے ذریعے عبدالمنان عمر کو مرتد قرار دے کر ربوہ بدر کرا دیا۔ اب بھی ربوہ میں مختلف شعبوں کے سربراہ یا تو مرزا ناصراحمد کے بھائی ہیں یا ان کے سالے ہیں۔ اس طرح ربوہ کی پوری انتظامیہ پر ان کے خاندان کا ہی قبضہ ہے۔

موجودہ سربراہ کو نہ صرف تیسرا خلیفہ کہا جاتا ہے بلکہ امیرالمومنین بھی کہا جاتا ہے ربوہ کا نظام حکومت قریب قریب انہی خطوط پر چلایا جاتا ہے جیسے پاکستان کی یا کسی صوبہ کی حکومت کے خطوط پر۔

مسٹر اسماعیل قریشی کی جرح کے جواب میں

میں تحریک جدید کے ساتھ اس حد تک متعلق رہا ہوں کہ مجھے ۴۳ ـ ۱۹۴۲ء میں کینیڈا میں جماعت کے حسابات کی پڑتال کے لئے چنا گیا تھا۔ میرے بھائی مسٹر طاہر احمد ۶۴ء سے کینیڈا میں قیام پذیر ہیں۔ وہ ٹورنٹو کینیڈا میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۹ء تک امیر جماعت رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ تحریک جدید جماعت کے لئے بطور انٹیلی جنس بیورو کے طور پر کام کرتی ہے۔ خلیفہ صاحب دینی اور دنیاوی امور میں احمدیوں کے لئے آخری سند ہیں۔

خواہ وہ احمدی سرکاری ملازمت میں ہوں یا نہ ہوں۔ میں .P.C.S.I.R میں ریسرچ آفسر ہوں۔

سرکاری ملازمین کو خلیفہ صاحب کی زبانی ہدایات جماعت کے مختلف عہدیداروں کے ذریعے سرکاری کام کے سلسلے میں ملتی رہتی ہیں۔ جب یہ تجویز کیا گیا کہ PCSIR کو مختلف انسٹی ٹیوٹ میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر ایک کا الگ ڈائریکٹر ہو تو PCSIR کے تمام احمدیوں کو جماعت کی طرف سے یہ ہدایت دی گئی کہ وہ فارما سیوٹیکل کیمیکل انسٹی ٹیوٹ کے لئے آپشن دیں کیونکہ اس انسٹی ٹیوٹ کے مجوزہ ڈائریکٹر ڈاکٹر یوسف احمد تھے' جو احمدی ہیں۔ خیال یہ تھا کہ اس انسٹی ٹیوٹ میں جس کے سربراہ احمدی ہیں' اس میں سب ملازم احمدی ہونے چاہیں۔ ایسے احمدی جن کا فارما سیوٹیکل سے کوئی تعلق نہیں تھا' انہوں نے بھی اس انسٹی ٹیوٹ کے لئے آپشن دی۔ ایک صاحب جن کا نام منصور احمد ہے ان کا آئیل فیٹس وغیرہ سے تعلق ہے۔ انہوں نے بھی جماعت کی ہدایات کے مطابق فارما سیوٹیکل کیمیکل کے لئے آپشن دیا تھا۔ یہ منصور احمد آج ٹربیونل میں موجود ہیں۔

تین خطوط کی نقول گواہ نے پیش کیں۔

ایڈیشنل ناظر امور عامہ ربوہ ظہور احمد کا خط

تحریری بیان میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ میں آج ایڈیشنل ناظر امور عامہ کے ایک اور خط کی فوٹو سٹیٹ کاپی پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ربوہ میں سربراہ کمیونٹی کو ہر معمولی واقعہ سے باخبر رکھا جاتا ہے۔ ربوہ چنیوٹ کی دیوانی عدالت میں واقع ہے۔ جب کوئی تنازعہ دارالقضاۃ میں پیش ہوتا ہے تو وہاں فریقین کو وکیل اسی طرح مقرر کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح دیوانی عدالت میں وکیل مقرر کئے جاتے ہیں ۔ فوجداری مقدمات کا تصفیہ امور عامہ کرتا ہے اور وہ تمام معاملات کا فیصلہ کرتا ہے ان کے اختیارات غیر محدود ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں جب تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں سیکنڈ ائیر کا طالب علم تھا تین چور ایک رات ربوہ آئے وہ باہر سے چوری کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان میں دو کو ربوہ کے گارڈز نے جو ہر وقت ڈیوٹی پر ہوتے ہیں' پکڑ لیا۔ ان کو نظارت امور عامہ کے حوالے

کر دیا گیا۔ تیسرا بھاگ گیا۔ ان دونوں افراد کو، جو پکڑے گئے تھے، صبح ہونے سے پہلے مار دیا گیا۔ ربوہ میں قاعدہ یہ ہے کہ غیر احمدی چوروں کو پکڑ کر قتل کر دیا جاتا ہے اور احمدی چوروں کا معاملہ امور عامہ اپنے قواعد کے مطابق کرتا ہے۔ ایسی اموات کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ گارڈز کے ساتھ مقابلہ میں مارے گئے۔

مسٹر ایم انور صاحب کی جرح کے جواب میں

احمدیہ سوسائٹی میں جب حضور نبی کریمؐ کا ذکر کیا جاتا ہے تو مرزا غلام احمد کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے تاکہ دونوں شخصیتوں کو متوازی رکھا جائے۔ وہ مرزا صاحب کو وہی رتبہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے دور میں یا ان کے بعد پیش آنے والے واقعات کو وہی رتبہ دینے کی کوشش کرتے ہیں جو واقعات حضور نبی کریمؐ کے زمانے میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں پیش آئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب احمدی قادیان سے پاکستان میں آئے تو انہوں نے اسے ہجرت کہا اور ۳۱۳ افراد کو قادیان میں چھوڑ دیا جو غزوہ بدر کے مجاہدین کی تعداد کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔

میاں شیر عالم صاحب کی جرح کے جواب میں

احمدی کو مرزائی کہلوانا ناپسند ہوتا ہے اور وہ احمدی کہلواتے ہیں وہ قادیانی کہلوانے کو ناپسند تو نہیں کرتے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ اس اصطلاح سے اپنے آپ کو محدود سمجھتے ہیں کیونکہ اس فرقہ میں قادیان کے علاقہ کے علاوہ لوگ بھی ہیں۔ میرے خیال میں احمدی مرزا غلام احمد کو وہ احمد سمجھتے ہیں جن کا حوالہ سورہ صف نمبر ۶۱ (پارہ ۲۸) کی آیت نمبر ۵ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو احمدی کہلواتے ہیں اگرچہ اس میں جن کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جب ایک احمدی کو جماعت کی طرف سے مرتد کہا جاتا ہے تو عام طور پر اسے اپنے خاندان سمیت ربوہ سے نکل آنا پڑتا ہے لیکن اگر وہ ربوہ میں رہنا چاہیں تو انہیں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ارتداد کا حکم خلیفہ صاحب ہی دیتے ہیں خلیفہ صاحب سے نیچے کسی اور کو مرتد قرار دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر کوئی خلیفہ صاحب کے کسی حکم کی

نافرمانی کرے خواہ وہ مذہب کے دائرے میں ہوں یا کسی دوسرے دائرے میں' اس کو مرتد سمجھا جاتا ہے۔ کسی شخص کو میرے علم کی حد تک اس بناء پر مرتد نہیں قرار دیا گیا کہ اس نے خدا کے یا اسکے نبی آخر الزمانؐ کی خلاف ورزی کی ہو۔ صرف خلیفہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی بناء پر مرتد قرار دیا جاتا ہے۔ احمدی ختم نبوت پر ہرگز یقین نہیں رکھتے۔

اگر کوئی احمدی چوری کرتا ہوا یا کوئی اور جرم کرتا ہوا پکڑا جائے تو اس کو کمیونٹی کے اندر اسکے مرتبہ کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔ اس کو جسمانی سزا نہیں دی جاتی۔ اس قسم کے فیصلے امور عامہ کا شعبہ سربراہ کمیونٹی کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات کی رو سے کرتا ہے۔ چوری کرنے والے کسی شخص کو مرتد قرار نہیں دیا گیا۔ نہ ہی ایسے کسی آدمی کو سزا کے طور پر ربوہ سے نکالا گیا۔ جماعت کا ربوہ کے رہنے والوں سے مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ربوہ سے نکال دیا جاتا ہے۔

مسٹر خلیل الرحمٰن صاحب کی جرح کے جواب میں

احمدیوں کے درمیان ایسی ایک پیشین گوئی مشہور ہے کہ وہ ایک دن اپنی حکومت قائم کرلیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کمیونٹی کا ہر فرد اپنی پوری کوشش ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ ان کے مطابق موجودہ حکومت پاکستان ایک غیر مرزائی حکومت ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ احمدیہ فرقہ کے لوگ ایسی حکومت کا تختہ الٹنے سے دریغ نہیں کریں گے جو ان کی مخالفت کرتی ہو۔ میرے آڈٹ کے دوران میں نے یہ پایا کہ ۱۰۰۰ ڈالر مرزا مبارک احمد سربراہ تحریک جدید کو امیر جماعت ٹورنٹو نے دیئے تھے۔ میں نے اس پر یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ رقم ربوہ سے ضروری منظوری کے بغیر ادا کی گئی ہے۔ یہ وضاحت کی گئی کہ اس رقم کی مرزا مبارک احمد کو شمالی امریکہ کے دورے کے لئے ضرورت ہے۔ مجھے آڈٹ پارٹی سے اس اعتراض کی بنا پر نکال دیا گیا۔ میرے سامنے احمدیہ جماعت انٹاریو صوبہ کا بجٹ تھا۔ یہ پورا بجٹ ۵۷۰۰۰ ڈالر کا تھا۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

احمدیہ جماعت کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ ہر حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔

اس کا مقصد یہ رہا ہے کہ کیمونٹی کے ارکان کے لئے حکومت کے ڈھانچے میں زیادہ سہولتیں اور بہتر مراعات حاصل کریں۔ ربوہ کے لوگ جو کرنا چاہیں' کرنے کے لئے اس لئے آزاد ہیں کیونکہ ربوہ میں متعین پولیس کے لوگ ان سے تعرض نہیں کرتے۔

مسٹرایم ڈی طاہر کی جرح کے جواب میں

تحریک جدید کا کام بیرون ملک انٹیلی جینس کرنا ہے اور امور عامہ ملک کے اندر انٹیلی جینس بیورو کا کام کرتا ہے۔ جماعت کا نمائندہ تقریباً ہر محکمے میں ہوتا ہے اس نمائندے کا یہ فرض ہے کہ جماعت کو اس محکمے کی کارکردگی اور اس میں کام کرنے والے احمدی ملازمین کی کارکردگی کے بارے میں وقتاً" فوقتاً" رپورٹیں بھیجیں۔ اگرچہ میں ربوہ میں دو مختصر اوقات میں رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ غیر ملکی لوگ جو احمدیت قبول کر چکے ہیں یا تحریک کے ہمدرد ہوں' وہ ربوہ آتے ہیں اور وہاں رہتے ہیں۔

گواہ نمبر۳۶

(امروز کے نمائندہ خصوصی سے) لاہور ۳ جولائی۔ واقعہ ربوہ کی تحقیقات کرنے والے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل ٹربیونل نے آج دو گواہوں کے بیانات قلمبند کئے ان میں سے ایک نشتر میڈیکل کالج ملتان کا سال دوئم کا ایک طالب علم محمد اشرف ہے جب کہ دوسرے گواہ کا نام امیر الدین ہے جو مرزائی ہے اور لاہور میں موٹر مکینک ہے۔ نشتر میڈیکل کالج کے طالب علم محمد اشرف نے بتایا کہ میں احمدی نہیں اور نہ ہی نشتر کالج کے سٹوڈنٹس یونین کا عہدیدار ہوں۔ ۲۳ مئی سے ۲۹ مئی تک میں کالج کے ہوسٹل ہی میں رہا۔ سترہ مئی کو کالج کی انتظامیہ کی جانب سے کالج میں نوٹس لگایا گیا کہ طلباء کا ایک گروپ تفریحی پروگرام پر جا رہا ہے' اس لئے اس دوران کلاسیں نہیں لگیں گی۔ اس لئے جو لڑکے اپنے گھروں میں چھٹیاں گزارنا چاہتے تھے۔ وہ ہوسٹل سے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ میں اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ ہوسٹل میں ہی رہا اصل پروگرام کے تحت ۱۸ مئی کو میں اپنے دوستوں کو الوداع کہنے کے لئے ملتان ریلوے اسٹیشن پر آیا اور وہاں

سال رواں کے ایک احمدی طالب علم سے پوچھا کہ کیا آپ بھی جا رہے ہیں اس نے بتایا کہ وہ لائل پور میں اپنے گھر جا رہا ہے۔ گواہ نے کہا کہ نشتر کالج کے ہوسٹل کے طارق ہال کے کمرہ نمبر ۱۷ کے ساتھ تین قادیانی لڑکے ابرار احمد جاوید' آغا شاہد اور خالد رہتے ہیں' ابرار احمد جاوید چنیوٹ کا رہنے والا ہے۔ ہم نے تعطیل کے دوران کورس دہرانے کے لئے کلاسوں کا اہتمام کیا۔ ابرار جاوید نے کہا کہ وہ بھی ان کلاسوں میں شریک ہو گا لیکن وہ ۲۲ مئی کو آیا اور اس نے بتایا کہ وہ چنیوٹ جا رہا ہے اس لئے وہ بھی تفریحی پروگرام پر جانے والے طلباء کے ساتھ روانہ ہو گیا اور ۲۲ مئی شام کو چنیوٹ پہنچ گیا۔ گواہ نے بتایا کہ چنیوٹ میں میرا ایک دوست تنویر احمد فیاض ہے۔ اس نے چنیوٹ میں ابرار کی سرگرمیوں کے بارے میں مجھے بتایا کہ ۲۳ مئی کی صبح کو ابرار ربوہ گیا اور ۲۴ مئی واپس چنیوٹ آ گیا۔ اسی شام وہ تنویر فیاض سے ملا اس وقت ان کے ساتھ ٹیکسٹائل مل کا شمس بھی تھا ابرار نے تنویر سے کہا کہ مل سے چھٹی لینے کے لئے شمس کو جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ دلوا دو جس پر تنویر نے جواب دیا کہ وہ ربوہ کے کسی ڈاکٹر سے یہ سرٹیفکیٹ لے لے۔ ابرار نے مزید کہا کہ مل کا ویونگ ماسٹر تمہارا چچا ہے وہ تمہیں ویسے بھی چھٹی دے سکتا ہے گواہ نے کہا کہ تنویر کو ابرار کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ شک گزرا۔ ۲۴ مئی کی شام کو ابرار دوبارہ ربوہ گیا اور ۲۷ مئی کو واپس ملتان پہنچ گیا۔ گواہ نے کہا کہ ابرار کے والد چنیوٹ میں صراف ہیں اور جماعت احمدیہ کے سرگرم رکن ہیں۔ ۲۹ مئی کو نشتر میڈیکل کالج کے ہوسٹلوں سینا ہال اور طارق ہال سے تمام احمدی طلباء تقریباً ایک اور ڈیڑھ بجے دن کے درمیان چلے گئے جب کہ ہمیں ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعے کا علم شام کو ساڑھے چار بجے ہوا اور ہم تقریباً سات بجے شام اپنے ساتھیوں کو لینے ریلوے سٹیشن گئے۔ شدید زخمیوں کو ایمبولینس سے ہسپتال پہنچایا گیا اور معمولی زخمی ریلوے سٹیشن پر ہی رہے۔ ان میں سے سیکنڈ ائیر کے ایک طالب علم غلام رسول نے بتایا کہ جب اسے ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر مارا جا رہا تھا تو میں نے حملہ آوروں سے کہا کہ میں نشتر کالج کا طالب علم نہیں ہوں بلکہ میں تو سرگودھا سے سوار ہوا ہوں۔ لیکن انہوں نے اس پر یقین نہیں کیا اور مجھے پستول دکھا کر کہا کہ بتاؤ سلیم' عبدالرحمٰن اور طلعت جو نشتر

میڈیکل کالج کے طالب علم ہیں' اس وقت کہاں ہیں' اس موقع پر گواہ نے ٹریبونل کو بتایا کہ اس واقعہ کے بارے میں اسے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں وہ متعلقہ افراد کے حلفی بیان عدالت میں پیش کرے گا۔ ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا یہ درست ہے کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کے اندر احمدی اور غیر احمدی ہونے کا احساس بہت زیادہ ہے تاہم یہ بات غلط ہے کہ ربوہ میں ہنگامے کا پروگرام بنایا تھا۔ گواہ نے کہا کہ نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلباء کے اس وقت چار گروپ ہیں۔ ان میں اسلامی جمعیت طلباء' لبرل گروپ 'پی ایس ایف اور این ایس ایف شامل ہیں۔ گواہ نے کہا کہ تفریحی پروگرام پر جانے والوں میں کوئی مرزائی طالب علم نہیں تھا۔ گواہ نے کہا کہ احمدی طلباء پی ایس ایف اور این ایس ایف کے ہم خیال ہیں۔ جمعیت کے طلبہ نے ان نعروں کے جواب میں احمدی شاہ کے نعرے لگائے۔ گواہ نے ایم ڈی طاہر ایڈووکیٹ کے سوال کے جواب میں بتایا کہ احمدیوں کے سالانہ کنونشن پر ۱۹۷۳ء کے موقع پر چناب ایکسپریس کے ساتھ دو خاص بوگیاں لگائی گئیں جب یہ ٹرین ربوہ پہنچی تو کچھ احمدی طلباء نے گاڑی سے نکل کر احمدیت زندہ باد کے نعرے لگائے بسوں کے ذریعہ چنیوٹ کے راستے ربوہ آنے والے احمدی طلباء نے چنیوٹ سے گزرتے وقت احمدیت زندہ باد کے نعرے لگائے تھے جس کے جواب میں اہل چنیوٹ نے احمدیوں کے خلاف نعرے لگائے تھے گواہ نے کہا کہ ۱۹۶۹ء۔ ۱۹۷۰ء میں مولانا منظور احمد چنیوٹی مسجد گڑھا محلّہ میں خطیب تھے ان پر غنڈوں نے حملہ کیا اور بعدازاں انہیں خطابت سے الگ کر دیا گیا گواہ نے کہا یہ بات غلط ہے کہ ربوہ کا واقعہ حکومت کے اشارے پر ہوا گواہ نے کہا مجھے علم ہے کہ جب کبھی باہر سے غیر احمدی طلباء ربوہ آتے ہیں تو انہیں اہل ربوہ زدوکوب کرتے ہیں۔ گواہ نے کہا کہ قومی تحویل میں لئے جانے کے بعد ربوہ کے اشاعت تعلیم الاسلام کالج میں مسلمان طلباء کی تعداد پچاس سے ۶۰ فیصد ہو گئی ہے ایک دوسرے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ اسوقت چنیوٹ میں کوئی مرزائی نہیں تاہم چنیوٹ میں مرزائیوں کے مکانات کے اندر سامان موجود و محفوظ ہے البتہ مرزائیوں کی بعض دکانوں کو نقصان پہنچا۔ گواہ نے کہا یہ درست ہے کہ اس واقعہ کے بعد چنیوٹ کے لوگوں نے پولیس سے کہا تھا کہ مرزائیوں کو

یہاں سے نکال دیا جائے تو چنیوٹ میں قانون شکنی نہیں ہوگی۔ گواہ نے کہا کہ چنیوٹ میں تمام مرزائیوں کے گھروں میں اسلحہ موجود ہے گواہ نے کہا چنیوٹ سے مرزائیوں کے اخراج کا مطالبہ اس لئے ہوا کہ ایک قادیانی ڈاکٹر شریف نے مسلمانوں کے جلوس پر فائرنگ کی جس سے چند افراد زخمی ہو گئے اور ایک جاں بحق ہو گیا۔ گواہ نے کہا کہ چنیوٹ میں بی ایس سی تک تعلیم کے لئے کوئی کالج نہیں اور نہ ہی لڑکیوں کا کالج ہے حالانکہ چنیوٹ کی آبادی ۸۰ ہزار ہے چنیوٹ میں سوئی گیس مہیا نہیں جب کہ سوئی گیس کی پائپ لائن چنیوٹ سے گزرتی ہے گواہ نے کہا کہ واٹر سپلائی سکیم پر ایک سال قبل عمل در آمد ہوا ہے۔ چنیوٹ میں ٹیلیفون کی براہ راست ڈائلنگ کی سہولت میسر نہیں جب کہ ربوہ کو براہ راست لاہور اور سرگودھا سے ڈائریکٹ ڈائلنگ سے ملایا گیا ہے۔ (امروز ۴ جولائی ۱۹۷۴ء)

گواہ نمبر ۳

دوسرے گواہ امیر الدین نے ٹربیونل کو بتایا کہ میں احمدی ہوں اور مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہوں' مکینک ہوں اور میرے ٹریکٹر ہیں جنہیں کرائے پر چلاتا ہوں میں نے وزیر اعظم بھٹو کے نام ایک تار بھیجا تھا کہ غریب افراد کو ظلم و تشدد سے بچایا جائے سمنز بلڈنگ میں رہتا ہوں اور وہاں آس پاس کی تمام عمارتوں میں مرزائی رہتے ہیں۔ گواہ نے کہا کہ چوہڑ کانہ کا ایک شخص جو خدام الاحمدیہ کا رکن ہے۔ ۲۷ مئی کی شام کو میرے پاس آیا اور کہا کہ اسی شام کو ۴ میکلوڈ روڈ پر اجلاس ہو گا۔ میں چونکہ انصار اللہ کا رکن ہوں۔ اس لئے میں اجلاس میں شریک نہ ہوا۔ رات ساڑھے آٹھ بجے میں نے دیکھا کہ مجیب الرحمٰن درد نے ایک سٹیشن ویگن اور کار کے ذریعے کچھ افراد کو ربوہ بھیجا ہے۔ گواہ نے کہا کہ مجیب الرحمٰن درد خدام الاحمدیہ لاہور کے سربراہ ہے۔ گواہ نے کہا کہ جس کار میں ان افراد کو روانہ کیا گیا اس کا نمبر ایل ای۔ ای ۴۴۶ ہے تاہم میں ویگن کا نمبر نوٹ نہیں کر سکا۔ گواہ نے کہا کہ ان افراد کو ربوہ میں مار پٹائی کے لئے بھیجا تھا۔ کیونکہ میں احمدی کی حیثیت سے ان کے فرائض کو جانتا ہوں۔ گواہ نے کہا بشیر احمد نے یہ بھی بتایا تھا

کہ اس نے سیالکوٹ گوجرانوالہ اور شیخوپورہ سے بھی خدام تیار کر کے ربوہ میں بھیجے تھے۔ گواہ نے بتایا کہ بشیر احمد' احمدیہ انٹیلی جینس آرگنائزیشن کارکن ہے اور چاروں اضلاع سیالکوٹ، گوجرانوالہ' شیخوپورہ اور لاہور کا انچارج ہے۔ گواہ نے کہا کہ میرا مرزا غلام احمد پر پکا ایمان ہے لیکن دوسرے پیروکار بدل گئے ہیں گواہ نے کہا کہ ہم چندہ اس لئے دیتے ہیں کہ دنیا میں اسلام کی تبلیغ ہو مگر ہمارا چندہ ان دنوں عیش و عشرت پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ گواہ نے کہا کہ تمام احمدی ربوہ والوں کی پالیسی کی حمایت نہیں کرتے اور عام لوگوں کو اس بنا پر ظلم و تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جانا چاہئے۔ گواہ نے کہا کہ ۲۹ مئی کو جب ربوہ میں مار پیٹ ہوئی تو ۳۰ مئی کو شام کو کچھ لوگ ربوہ سے لاہور آئے وہ یہ شکایت کرتے تھے کہ جو کچھ وہ کرنا چاہتے تھے وہ نہ کر سکے۔ لیکن افواہیں یہ پھیلی ہوئی تھیں کہ طلبہ کی زبانیں کاٹ دی گئی تھیں یا اس طرح اور مظالم ہوئے تھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے کارنامے سے مطمئن نہیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ طلباء کی اچھی طرح پٹائی اپنے دل کی تسلی کے مطابق نہیں کی گئی۔ میں اس کی زیادہ تفصیلات نہیں بتا سکتا کہ یہ واقعہ کیوں ہوا ہے کیونکہ اگر میں ایسا کروں تو میرے رشتہ دار جو ربوہ میں رہتے ہیں' ان کو وہاں تکلیف اٹھانی پڑے گی۔

۱۲ بجے وقفہ

ساڑھے بارہ بجے۔ ٹریبونل = آج کے اخبارات میں خبر ہے کہ اخبارات پر سنسر عائد کیا گیا ہے ٹریبونل کی کارروائی پر سنسر کے سلسلے میں ٹریبونل کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۳۰۔۲ بجے

امیر الدین گواہ۔ (گواہ نے اپنے مکان واقعہ ربوہ کا نقشہ پیش کیا' اسے ہدایت کی گئی کہ اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی داخل کر دیں اور اصل نقشہ لے جائیں) خلیفہ صاحب کی ایک تقریر کے پیش نظر جو انہوں نے واقعہ ربوہ سے ایک ماہ قبل کی تھی' جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے' میرا خیال ہے کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کا واقعہ' ربوہ احمدیہ کمیونٹی نے ملک کو تباہ کرنے کے لئے منصوبہ بنایا تھا کیونکہ وہ سب یہ چاہتے ہیں

کہ قادیان واپس چلے جائیں۔ جب سے آزاد کشمیر اسمبلی نے ریزولیشن پاس کیا ہے جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت سے احمدیہ کمیونٹی کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ میرا خیال ہے کہ ربوہ کا واقعہ سیاسی مقاصد کے لئے کیا گیا۔ اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا خیال ہے کہ واقعہ ربوہ میں حصہ لینے والوں کی نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کے خلاف کوئی دشمنی نہ تھی بلکہ انہوں نے جماعت کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جماعت کی قوت کا مظاہرہ کیا جائے۔ خلیفہ صاحب کے ایماء کے بغیر یہ واقعہ کبھی نہ ہوتا۔ ۱۹۵۳ء میں ہم مظلوم تھے اور ۱۹۷۴ء میں ہم ظالم ہیں اور اس واقعہ نے مرزا غلام احمد کی تحریک کو تباہ کر دیا۔ ربوہ میں جو انتظامیہ موجود ہے وہ قادیان میں بھی تھی لیکن من مانی کارروائیاں جن کا مظاہرہ ربوہ میں ہو رہا ہے اس کو میرے جیسے پرانے آدمی برداشت نہیں کر سکتے ربوہ کے ایسے فیصلے حکومت پاکستان بھی تبدیل نہیں کرا سکتی۔ (میں نے حکومت کو یہ اطلاع دی تھی کہ ربوہ میں حکومت کے اندر ایک حکومت ہے)

مسٹر اسماعیل قریشی کی جرح کے جواب میں

میرے والد بھی احمدی تھے۔ میں قیام پاکستان سے قبل قادیان میں رہتا تھا۔ میں سلہٹ' آسام کی جماعت احمدیہ کا سیکرٹری تھا اور چندے وغیرہ جمع کرتا تھا۔ احمدی قادیان کو متبرک جگہ سمجھتے ہیں۔ قادیان میں ایک مسجد بنام مسجد اقصیٰ ہے اور ایک منارۃ المسیح قادیان میں ہے۔ احمدیہ کمیونٹی سے یہ توقع کرنا قدرتی ہے کہ وہ سیاسی قوت حاصل کریں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں احمدیہ عقیدے کے مطابق جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ احمدیوں کی تنظیم پوری دنیا میں ہے۔ پاکستان کے مختلف شہروں اور اضلاع میں ہی نہیں' ہر ضلع اور شہر میں تمام شعبوں کی جو ربوہ میں ہیں' شاخیں موجود ہیں اور وہ ربوہ کے ماتحت ہیں۔

مسٹر شباب مفتی کی جرح کے جواب میں

میں ربوہ کا مستقل شہری نہیں ہوں لیکن وہاں جاتا رہتا ہوں۔ لاہور میں بیس

سرکل ہیں اور ہر سرکل میں ربوہ کے تمام شعبوں کی برانچیں ہیں۔ اگر کسی سرکل میں کوئی جھگڑا پیدا ہو تو وہ اس سرکل کے دارالقضاۃ اور امور عامہ کی طرف لے جایا جاتا ہے اور فیصلہ ہوتا ہے اگر کوئی احمدی اپنا جھگڑا تھانے لے جائے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ جماعت کے وقار کو دھچکہ لگا۔ اس کے بعد جماعت تک معاملہ لے جایا جاتا ہے۔ میرے ساتھ یہ ہوا کہ میں ایک شکایت دوسرے احمدی کے خلاف پولیس کے پاس لے گیا لیکن جماعت احمدیہ نے وہ کیس خارج کرا دیا اور مجھ سے جواب طلبی کی گئی۔ اس کے ثبوت کے طور پر فوٹو سٹیٹ نقول ان خطوط کی پیش کرتا ہوں جو ربوہ انتظامیہ کی طرف سے مجھے جاری کئے گئے یہ ہیں۔ یہ درست ہے کہ احمدیہ جماعت نے پیپلز پارٹی کی پچھلے انتخابات میں مدد کی تھی مگر اب جماعت اور پارٹی میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ کیونکہ میں سیاست میں زیادہ نہیں ہوں اس لئے اختلافات کی نوعیت کا علم نہیں۔

میاں شیر عالم صاحب کی جرح کے جواب میں

جو بات ہم بوڑھے آدمی مرزا ناصر احمد کی پالیسی میں سے پسند نہیں کرتے' وہ ان کا تشدد اور فنڈز کو خورد برد کرنا ہے۔ میری رائے میں مرزا ناصر احمد صاحب' مرزا غلام احمد صاحب کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ مرزا غلام احمد کی چلائی ہوئی تحریک مذہبی تھی جب کہ مرزا ناصر احمد صاحب کی پالیسی سیاسی ہے مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے مذہبی چولا پہنا ہوا ہے۔ میں نے مرزا ناصر احمد کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش نہیں کی۔ درحقیقت کوئی احمدی اس کی جرات نہیں کر سکتا۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

خدام میں غنڈے بھی ہیں اور شریف آدمی بھی ہیں۔ وہ میٹنگ جو لاہور میں ۲۷ مئی کو ہوئی اس میں خدام الاحمدیہ کے غنڈہ عناصر شریک ہوئے تھے۔ یہ میرا اندازہ ہے کیونکہ میٹنگ ۴ میکلوڈ روڈ پر خفیہ طور پر ہوئی تھی۔ خفیہ میٹنگ میں صرف غنڈے شامل ہوتے ہیں۔ عام طور پر خدام الاحمدیہ کا دفتر اور عام میٹنگیں جودھل بلڈنگ میں ہوتی ہیں لیکن خفیہ میٹنگ مسٹر مجیب الرحمٰن درد کے مکان واقع نمبر۶۔ میکلوڈ روڈ میں ہوئی تھی۔

۳۰ مئی کو جو لوگ ربوہ سے لاہور آئے تھے انہوں نے میری موجودگی میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ انہوں نے چوہدری نور محمد سے بات کی تھی اور چوہدری نور محمد نے یہ اطلاع مجھے دی تھی۔ وہ جسونت بلڈنگ میں رہتا ہے۔ وہ احمدی نہیں لیکن اس عمارت میں رہنے والے دوسرے تمام خاندان احمدی ہیں۔ میں مسعود کرشن کو جانتا ہوں۔ ڈاکے ڈالنا اس کا کام ہے۔ وہ احمدی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ امیر جماعت کوئٹہ کے ساتھ مرزا طاہر احمد لاہور میں گورنمنٹ ہاؤس کسی ڈاکے کے سلسلہ میں گئے تھے۔

یہ درست ہے کہ جمعہ کے خطبوں میں خلیفہ یہ کہتے رہے ہیں اور میں اپنے بچپن سے یہ سنتا آیا ہوں کہ ایک دن احمدیوں کی حکومت ہوگی اور احمدیوں کو صبر کے ساتھ اس کا انتظار کرنا چاہئے۔ یہ احمدیوں کا مقصد ہے کہ ملک میں سیاسی مقصد حاصل کریں۔ میرے اندازے میں ۱۰۔ ۱۲ افراد لاہور سے ربوہ گئے ہوں گے جنہوں نے ربوہ سٹیشن پر حملہ کیا۔ میں نہیں جانتا کہ خدام اپنا اسلحہ خود خریدتے ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اسلحہ ربوہ کا مرکز مہیا کرتا ہے۔

اعجاز حسین بٹالوی صاحب کی جرح کے جواب میں

مسٹر مجیب الرحمٰن درد شیزان کمپنی کے ملازم ہیں۔ (نوٹ ایک تصویر جو روزنامہ امروز مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی ہے' وہ گواہ کو دکھائی گئی۔ گواہ نے مجیب الرحمٰن کی پہچان کی ہے) میں مجیب الرحمٰن درد کو جانتا ہوں وہ عبدالرحیم درد کے صاحبزادے ہیں۔ میں دہلی دروازے بائیسکل پر خود گیا تھا۔ چونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ کچھ لوگوں کو ربوہ بھیجا جانے والا ہے اس لئے میں ۴۔ میکلوڈ روڈ گیا۔ وہاں ایک پانی بیچنے والے کے پاس کھڑا ہوا۔ میں نے کار نمبر LEE 666 گزرتی دیکھی' میں نے اس کا پیچھا سائیکل پر کیا' میں دہلی دروازہ پہنچا کار کے پہنچنے سے تھوڑی دیر بعد میں وہاں بشیر طاہر صاحب سے نہیں ملا۔ دہلی دروازہ پہنچنے کے بعد میں ان کی کار سے ۵۰۰ فٹ سے نزدیک نہ گیا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ کون کون اس کار میں تھا۔

میرا ۴۔ میکلوڈ روڈ پر جانے اور دہلی دروازے جانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ دیکھوں

کہ کون کون اور کتنے آدمی ربوہ جا رہے ہیں؟ لیکن میں یہ جان نہ سکا۔ میرا خیال نہ تھا کہ کسی شخص سے ان کے بارے میں پوچھوں۔ میں ان کی خود نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ اگر میں کار کے پاس اس گلی میں چلا جاتا جہاں وہ کار کھڑی تھی تو میں اس میں سوار لوگوں کی تعداد تو جان لیتا مگر میں نے ایسا نہ کیا۔ البتہ میرا دہلی گیٹ جانے کا مقصد یہ تھا کہ کس گاڑی میں وہ ربوہ جاتے ہیں۔ گاڑی کے پاس نہ جانا میری غلطی تھی۔ اگر میں گاڑی کے زیادہ قریب چلا جاتا تو میں کم از کم ان خدام کو پہچان لیتا جن کو میں جانتا تھا۔ میں نے کار 666 LEE پہلے نہیں دیکھی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کار کس کی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کار ماشاء اللہ خاں پسران انشاء اللہ خاں کی ہے۔ اگرچہ میں دونوں باپ بیٹا کو جانتا ہوں جو اسی بلڈنگ میں رہتے ہیں جس میں' میں رہتا ہوں۔ البتہ اب میں اس کار کو وہاں کھڑے دیکھتا ہوں۔ میں نہ صرف مذکورہ انشاء اللہ خاں سے دشمنی رکھتا ہوں بلکہ پوری جماعت کے ساتھ عناد رکھتا ہوں۔ کیونکہ ارکان جماعت نے قادیان کی جائیداد کا حکم داخل کیا اگرچہ قادیان کی جائیداد ابھی تک احمدیہ جماعت کے قبضے میں ہے۔

ساڑھے بارہ بجے وقت عدالت ختم ہوا۔

۴ جولائی کی کارروائی

مسٹر خلیل الرحمٰن کی جرح کے جواب میں

میں تقسیم ملک کے بعد 5 نومبر 1947ء کو پاکستان پہنچا لیکن 6 نومبر 1947ء کو پھر درویشوں کے ایک قافلہ کے ساتھ قادیان کے لئے روانہ ہو گیا۔ پھر میں ڈیڑھ سال قادیان رہا اور اس کے بعد 1949ء میں پاکستان آگیا۔ میں ایک سکھ کی مدد سے پاکستان آیا تھا۔ میرے پاس کوئی پاسپورٹ نہیں تھا۔ پہلے دو سالوں میں قادیان اور پاکستان میں درویشوں کا تبادلہ ہوتا رہا اس کے بعد تبادلہ بند ہو گیا۔ قادیان میں درویش اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی تعداد پہلے 313 تھی آج کل وہ بارہ سو کے قریب ہونگے۔ وہ آج کل ہندوستان کے پاسپورٹ پر پاکستان آتے رہتے ہیں۔

گواہ نمبر 38

ڈاکٹر محمد زبیر C.M.O. نشتر ہسپتال ملتان باقرار صالح

10.20 وقفہ سوا گیارہ بجے تک

میں زخمی طلبہ کی اصل میڈیکو لیگل رپورٹیں لایا ہوں' محمد امین C - 50' محمد حسین محمود C - 51 ارباب عالم C - 52' محمد فاروق C - 53' نعیم احمد C - 54' سعید ابراہیم باجوہ C - 55 آفتاب احمد C - 56' عبدالرحمٰن C - 57' اور خالد عزیز C - 58 کل نو طلبہ کا معائنہ میں نے کیا تھا۔ میں نے اصل کے ساتھ نقول C - 50 تا C - 58 کا مقابلہ کر لیا ہے۔ یہ درست نقول ہیں۔

زخمی طلبہ ہسپتال میں 45 - 6 بجے شام 29 مئی کو لائے گئے اور سیدھے وارڈ میں لے جائے گئے۔ میں نے ان کا وارڈ میں معائنہ کیا۔ میری رائے میں مسٹر آفتاب احمد کی حالت اس وقت کسی حد تک خراب تھی۔ اس لئے خراب تھی کہ اسے سر پر زخم آیا تھا جو مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ دوسرے آٹھ طلبہ کی حالت شدید نہیں تھی۔ ان کے زخم معمولی تھے۔ آفتاب احمد بے ہوش تھا' جب میں نے اس کا طبی معائنہ کیا۔

گواہ نمبر 39

(ڈاکٹر اقبال احمد ولد چوہدری غلام حسین C.M.O نشتر ہسپتال ملتان باقرار صالح۔

میں احمدی نہیں ہوں 29 مئی 1974ء کو نشتر ہسپتال میں' میں نے چار طلبہ کا طبی معائنہ کیا تھا ان کے معائنہ کا اصل ریکارڈ لایا ہوں۔ میں نے نقول' خالد عبداللہ 59 - Exc مسرت حسین C - 60' نثار احمد C - 61 اور رفعت باجوہ E C - 62 کا مقابلہ اصل ریکارڈ سے کر لیا ہے۔ یہ درست نقول ہیں۔

مسٹر رفعت باجوہ 2 جون کو ہسپتال سے بلا اجازت ڈاکٹر متعلقہ چلے گئے جب کہ ان کے زخم زیر مشاہدہ تھے اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے زخم کس نوعیت کے تھے۔ مسٹر مسرت حسین کی بائیں آنکھ کے نیچے ایک Abranion تھی اس کے بعد رجسٹرار کے نوٹ کے مطابق مریض کی آنکھ کالی ہو گئی انہیں Fracture of antirior cramial کا شک ہوا۔ لیکن ایکسرے کے بعد رپورٹ یہ تھی کہ long injury for a clivical نہیں

ہے۔ اس نئے میں اس زخم کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتا۔ مسرت حسین کے دوسرے تمام زخم معمولی تھے۔ اسی طرح باقی دو طلبہ کے زخم بھی معمولی تھے۔
ٹربیونل! مسٹر ایم ڈی طاہر کی درخواست والا ریکارڈ طلب کیا جائے۔ ڈی سی جھنگ سے رابطہ پیدا کیا جائے
کل مسٹر شریف احمد صدیقی جو ربوہ میں رہتا ہے' کی گواہی ہو گی۔
اگلے ہفتے کے لئے جن گواہان کو طلب کیا جائے گا۔ ان کا فیصلہ AAG کے ساتھ میٹنگ میں کیا جائے گا۔
کراچی کے ایک ایڈووکیٹ نے لکھا تھا۔ ان کو تحریری بیان کے لئے لکھا گیا اس کے بعد یاد دہانی بھی کرائی گئی لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ 2:20 پر ختم

5 جولائی کی کارروائی

گواہ شریف احمد صدیقی سوا گیارہ بجے تک حاضر عدالت نہ ہوا۔ اس کا انتظار کیا جاتا رہا۔ اس کے انتظار میں کارروائی ملتوی کر دی گئی۔ 12 بجے ٹربیونل کا اجلاس پھر شروع ہوا۔

گواہ نمبر40

(شریف احمد صدیقی ولد ڈاکٹر عبدالسمیع عمر68 سال محلّہ دارالیمن غربی ربوہ ضلع جھنگ۔ ریٹائرڈ کلرک دفتر نیشنل عوامی پارٹی لاہور۔) میں پیدائشی احمدی ہوں۔ میرے والد اور دادا بھی احمدی تھے۔ پچھلے چار سالوں سے میں ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں۔ میں آخری دفعہ بحیثیت کلرک نیشنل عوامی پارٹی کے دفتر میں کام کرتا رہا ہوں۔ میں کسی تنظیم جماعت احمدیہ کا رکن نہیں ہوں۔ لیکن میری عمر کے لوگوں کو خود بخود انصار اللہ کہا جاتا ہے۔

پرسوں دو آدمی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کا ایک خط لے کر ربوہ گئے۔ جس میں مجھے آج نو بجے حاضر عدالت ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ کیونکہ اس وقت آندھی آ رہی تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ وہ میرے محلّہ کے ایک شخص کے گھر رک گئے اور اس گھر والے

کے ذریعے مجھے بلایا' میں وہاں گیا اور سمن کی تعمیل کی۔ Exc - 63 اصل سمن ہے۔ جس پر میرے دستخط ہیں۔ میں نے اس پر تعمیل کرنے کے لئے دستخط کئے تھے۔ میں کل ہی لاہور آ جانا چاہتا تھا مگر اپنی لڑکی کی اچانک بیماری کی وجہ سے میں نے سفر ملتوی کر دیا۔ میں لاہور بروقت آج صبح اس لئے نہ پہنچ سکا کیونکہ آج کل کوئی بس ربوہ یا اس سے چھ میل کے اندر نہیں ٹھہرتی کیونکہ صوبہ میں احمدیوں کا بائیکاٹ ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے میں سرگودھا لاہور ایکسپریس گاڑی سے لاہور آیا۔ اس لئے تاخیر سے حاضر ہوا۔

میں قریباً چودہ سال سے ربوہ میں رہتا ہوں۔ ربوہ احمدیوں کی کالونی ہے۔ ربوہ کی زمین بالکل بنجر تھی۔ اور رہائش کے قابل بھی نہ تھی اس لئے 1948ء میں صدر انجمن احمدیہ نے یہ زمین گورنمنٹ سے سستے داموں خرید لی۔ جب صدر انجمن احمدیہ نے وہاں آبادی شروع کی تو انہوں نے ضابطہ اخلاق مقرر کیا اور وہاں آباد ہونے والوں کی شرائط مقرر کیں۔ اس ضابطہ اخلاق پر عملدرآمد کرانے کے لئے ایک شعبہ قائم کیا گیا جسے امور عامہ کہتے ہیں اس کے سربراہ کو ناظر امور عامہ کہا جاتا ہے اور اس کے نائب کو محتسب کہتے ہیں جس کے ذریعے وہ ضابطہ اخلاق کی پابندی کراتا ہے جو معاملات پولیس سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً کوئی رپورٹ درج کرانا یا پولیس کو کسی وقوعہ کی اطلاع دینا' وہ محتسب کی ذمہ داری تھی۔ اسی طرح محلّہ واری تنظیم ربوہ میں ہے ان کے منتخب صدر ہوتے ہیں اور ایک ایگزیکٹو کمیٹی جو کچھ لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے' جن کو اراکین کہتے ہیں' صدر کی مدد کرتی ہے۔ تمام محلوں کے صدر' ایک جنرل صدر اپنی رہنمائی کے لئے منتخب کرتے ہیں' اس کو صدر عمومی کہتے ہیں اس کی وہی حیثیت ربوہ میں ہے جیسے کسی شہر میں کسی پارٹی کے مقامی صدر کی ہوتی ہے۔ صدر عمومی کا کام یہ ہے کہ ربوہ کے رہنے والوں کے تمام معاشرتی مسائل حل کرے۔ وہ ربوہ کی احمدیہ کمیونٹی اور حکومت کے مختلف محکموں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ اسی طرح ملک کی حکومت بھی صدر عمومی کی معرفت ربوہ شہر میں کام کراتی ۔ ہے مثلاً راشن کارڈ کی چیکنگ وغیرہ۔

میں ربوہ سٹیشن کے واقعہ کا عینی شاہد نہیں ہوں۔ جس وقت یہ واقعہ ہوا۔ میں حسب معمول خلافت لائبریری ربوہ میں محو مطالعہ تھا۔ وہ لائبریری سٹیشن سے بمشکل

نصف فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ لائبریری میں اس وقت کافی بوڑھے اور نوجوان موجود تھے۔ لیکن نہ میں نے نہ کسی اور نے واقعہ کا کوئی اثر محسوس کیا۔ نہ ہم نے کوئی شور سنا نہ ہی کوئی اور علامت سٹیشن پر ہونے والے وقوعہ کی ملی۔ مجھے اس واقعہ کا علم رات کو ہوا جب پولیس ربوہ میں آئی۔ قدرتی طور پر مجھے تجسس ہوا کہ ایسا واقعہ کیوں ہوا۔ مجھے اس واقعہ پر تعجب ہوا۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ سٹیشن پر ربوہ کے لوگوں اور نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ جو چناب ایکسپریس کے ذریعے سفر کر رہے تھے' کے درمیان جھگڑا ہوا۔ میری اطلاع کے مطابق ربوہ کے لوگوں نے طلبہ پر حملہ کیا تھا۔ اس پر مجھے بہت حیرانگی ہوئی کیونکہ ایسا اس سے قبل 90 سالہ تاریخ احمدیت میں نہیں ہوا تھا۔

مجھے لوگوں سے تفصیلات معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس واقعہ میں صدر عمومی اور امور عامہ کے ایک کلرک کا ہاتھ ہے۔ صدر عمومی چوہدری بشیر احمد خاں ہے اور کلرک امور عامہ مسٹر رشید احمد ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ طلبہ نے حوریں مانگی تھیں۔

یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ صدر عمومی اور امور عامہ کے کلرک نے اس تمام وقوعہ کا انتظام کیا۔ رشید احمد کلرک نے ایسے تمام نوجوانوں کی خدمات حاصل کر لیں جن کا کریکٹر مشتبہ ہوتا ہے۔ چونکہ رشید احمد محتسب کے ماتحت ہے اس لئے اس کا حکم مشکوک کردار کے نوجوانوں نے مان لیا۔ میرے دو رشتہ دار جامعہ احمدیہ کے طلبہ ہیں اور دو تعلیم الاسلام کالج میں پڑھتے ہیں۔ ماسوائے بدکردار طلبہ کے تعلیم الاسلام کالج یا جامعہ احمدیہ کے کسی طالب علم نے سٹیشن پر وقوعہ میں حصہ نہیں لیا۔ ایسے سب بدکردار نوجوانوں کو ذاتی طور پر ملا گیا اور خدام الاحمدیہ کی معرفت اطلاع نہیں دی گئی۔ مسٹر رشید احمد پولیس چوکی ربوہ کے ساتھ رابطہ رکھتا ہے لیکن اس چوکی پر متعین پولیس کو 29 مئی کی شام تک اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر رشید احمد نے ان تمام نوجوانوں کا ایک ریکارڈ بھی بنا رکھا ہے اور ایک رجسٹر پر ان کے دستخط بھی کرائے ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشید احمد کے دفتر کی بوقت گرفتاری تلاشی نہیں لی گئی۔ میری رائے میں یہ کوتاہی اس لئے ہوئی ہے کہ پولیس رشید احمد کے ساتھ ملی بھگت رکھتی ہے۔ اگر پولیس رشید احمد کے دفتر کی تلاشی لیتی تو وہ ریکارڈ قبضے میں لیا جا سکتا تھا۔ اس

کے بعد تھانے میں لے جاکر اس کا بیان ریکارڈ کرنے کے بجائے پولیس نے رشید احمد کو چنیوٹ میں ہجوم کے حوالے کر دیا۔ ہجوم نے اس پر حملہ کر دیا اور وہ زخمی ہو گیا۔ اس پر اسے لائل پور میں ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ مجھے شک ہے کہ اس واقعہ ربوہ کے پیچھے مقاصد سیاسی تھے۔ (اس کے محرکات سیاسی نوعیت کے تھے) میرے اس شک کی بنیاد یہ واقعہ ہے کہ مسٹر غلام مصطفیٰ کھر کا ایک بیان روزنامہ مغربی پاکستان کے شمارہ مورخہ 3 مئی میں تفصیل سے شائع ہوا تھا اور وہ پرچہ ربوہ کے لوگوں میں مفت تقسیم کیا گیا تھا۔ میں بھی ایک پرچہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر سب پرچے تقسیم ہو گئے تھے جن کو وہ پرچہ ملا تھا اور انہوں نے پڑھا تھا انہوں نے مجھے بتایا کہ ربوہ میں کچھ لوگ مسٹر کھر کے حمایتی ہیں اور وہ مسٹر حنیف رامے کو پسند نہیں کرتے۔ میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہ پرچہ مفت کیوں تقسیم کیا گیا اس پر مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ مسٹر کھر کے حمایتی ربوہ میں تھے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ مسٹر بشیر احمد کھر کے حمائتی ہیں۔ مجھے اس اطلاع پر اس لئے یقین ہے کہ کوئی پرچہ امور عامہ اور صدر عمومی کی اجازت کے بغیر ربوہ میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ چوہدری بشیر احمد مسٹر دوست محمد لالی مقامی ایم پی اے کا دوست ہے۔ یہ میرا تاثر ہے کہ مسٹر لالی بھی ربوہ میں وہ پرچہ مفت تقسیم کرانے کے پیچھے ہے۔ یہ میرا خیال ہے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ درست ہو۔

پچھلے انتخابات میں جماعت احمدیہ نے پنجاب اور سندھ میں اور اس کے بعد ضمنی انتخابات میں پیپلز پارٹی کی مدد کی تھی۔ پیپلز پارٹی کو صرف ووٹوں سے غرض ہے۔ اس لئے اس نے ربوہ میں اپنا کوئی یونٹ قائم نہیں کیا۔ میرے خیال میں احمدیوں کو پیپلز پارٹی سے متنفر کرنے کے لئے بشیر احمد وغیرہ نے یہ کام کیا ہے۔ مسٹر دوست محمد لالی آزاد منتخب ہوا تھا مگر بعد میں اس نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ مگر ایک بڑا زمیندار ہونے کی وجہ سے اس کی مفادات پنجاب کے جاگیرداروں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ 29 مئی کا واقعہ چوہدری بشیر احمد خاں نے احمدیوں کے درمیان پیپلز پارٹی کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے کیا۔ اب تک احمدیہ کمیونٹی نے پیپلز پارٹی کی جائز یا ناجائز مدد کی تھی۔ نہ ہی ربوے کی عام آبادی نہ ہی چنیوٹ کے رہنے والے احمدیوں

کو ربوہ کے واقعہ کا پیشگی علم تھا۔ ربوہ میں رہنے والے کچھ لوگ چنیوٹ میں کاروبار کرتے ہیں۔ میرا چھوٹا بھائی بھی ان میں سے ایک ہے اس کی کریانہ کی دکان چنیوٹ میں ہے۔ وہ بھی 29 مئی کے واقعہ سے اسی طرح بے خبر تھا جس طرح کوئی اور ربوے کا رہنے والا' وہ چنیوٹ کے شہریوں سے ربوہ کے واقعہ کے کسی رد عمل کی توقع نہ کرتا تھا۔ پس 30 مئی کو دوسرے احمدیوں کی طرح اس نے چنیوٹ میں اپنی دکان کھول رکھی تھی۔ لیکن اپنے محلّہ کے لوگوں کی ہدایت پر اس نے اپنی دکان بند کر دی اور اپنے گھر ربوہ آگیا۔

میری اطلاع کے مطابق 60 - 70 کے قریب لوگوں نے طلبہ پر حملہ کیا تھا جہاں تک میں جانتا ہوں کوئی اور آدمی ماسوائے شرارتی لوگوں کے جن کو خاص مقصد کے لئے سٹیشن پر لے جایا گیا تھا اور کوئی آدمی سٹیشن پر نہ تھا۔ البتہ سٹیشن کے قریب واقعہ محلّہ کے کچھ لوگ تماشائی کے طور پر جمع ہو گئے ہوں تو اس کا مجھے علم نہیں۔ بشیر احمد کو تین چار روز بعد گرفتار کیا گیا مسٹر عبدالعزیز بھانبڑی ربوہ کا محتسب ہے۔ رشید احمد کو 30 مئی کو گرفتار کیا گیا۔ جب کہ بشیر احمد اور عبدالعزیز بھانبڑی کو تین چار دن بعد جب کیس کی تفتیش سی آئی اے کو سپرد کی گئی' گرفتار کیا گیا تھا۔

بشیر احمد خاں کے خلاف سربراہ کمیونٹی نے اب تک کوئی کارروائی نہیں کی کہ اس نے ان کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس کے خلاف انضباطی کارروائی ضرور ہو گی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں عبدالعزیز بھانبڑی 29 مئی کو ربوہ میں موجود نہیں تھا۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ عبدالعزیز بھانبڑی کی منظوری کے بغیر رشید احمد اس قدر بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس لئے میری رائے میں عبدالعزیز بھانبڑی بھی اس واقعہ میں ملوث ہو گا۔ چوہدری بشیر احمد صدر عمومی براہ راست امام جماعت یعنی مرزا ناصر احمد سربراہ کمیونٹی کے کنٹرول میں ہے۔

۸ جولائی کی کارروائی

اسماعیل قریشی کی جرح کے جواب میں

میں نہیں کہہ سکتا کہ سیاست کو مذہب سے الگ رکھنا احمدیہ عقیدے کا حصہ ہے

یا نہیں۔ میں اس مضمون پر اتھارٹی نہیں ہوں۔ میں ذاتی طور پر ملک میں سیکولر حکومت کا قائل ہوں۔ میں اسے درست سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے خلاف تحریک چلائی جائے۔ کیونکہ یہ حکومت صحیح راستے پر نہیں چل رہی ہے۔ میری رائے میں اس مقصد کو قانونی اور آئینی ذرائع سے حاصل کرنا چاہئے۔ میں نہیں جانتا کہ اس سلسلے میں سربراہ کمیونٹی کی پالیسی کیا ہے؟

مسٹر خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

میں ۵۴ء میں پاکستان آیا تھا۔ پہلے میں نے ڈیڑھ سال تک ریلوے میں مزدور کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کے بعد پشاور ضلع میں وارسک میں کینیڈین ہسپتال میں ملازم ہوا اس کے بعد فضل عمر ہسپتال میں ۲ سال تک ملازم رہا۔ میں کینیڈین ہسپتال اور فضل عمر ہسپتال میں بطور نرسنگ بوائے کام کرتا رہا۔ ۱۹۵۴ء میں اپنے بچوں کے ساتھ پاکستان آیا تھا۔ اس وقت میرے پانچ بچے تھے۔ میرا ایک بچہ گوجرانوالہ کی انور انڈسٹریز میں بطور کلرک کام کرتا ہے۔ ایک لڑکا شاہ نواز لمیٹڈ میں بطور ٹریکٹر مکینک کام کرتا ہے۔ ایک لڑکا فوج میں سگنل آپریٹر ہے۔ شاہنواز کمپنی احمدیوں کی ہے مگر جہاں تک میں جانتا ہوں انور انڈسٹریز احمدیوں کی نہیں ہے۔

جرح اڑھائی بجے ملتوی۔ ٹریبونل نے فرمایا کہ طلبہ جس بوگی میں سفر کر رہے تھے وہ لاہور ریلوے سٹیشن پر آ گئی ہے۔ اس کو پلیٹ فارم نمبرا پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ چھ بجے شام سٹیشن پر ہونا چاہئے۔ چھ بجے سے پونے سات بجے شام بوگی نمبر ۴۰۵۵ کا معائنہ کیا گیا۔

مسٹر شباب مفتی صاحب کی جرح کے جواب میں

میں موجودہ حکومت پاکستان کو اسلامی حکومت نہیں سمجھتا۔ میں عبدالخالق رائے نامی کسی شخص کو نہیں جانتا' نہ ہی میں قمر احمد قریشی نامی کسی شخص کو جانتا ہوں۔ میں ثاقب دہلوی اور عبدالقدیر اشک کو بھی نہیں جانتا۔ میں ہفت وار نصرت رسالہ کا باقاعدہ پڑھنے والا نہیں ہوں میں اس کے ایڈیٹر کا نام نہیں جانتا۔ مجھے مکتبہ جدید پریس لاہور کا

علم نہیں ہے۔ کافی عرصہ پہلے حنیف رامے صاحب نصرت رسالہ کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اس رسالے کا نام مرزا غلام احمد صاحب کی بیوی کے نام سے ہے۔ نصرت جہاں مرزا غلام احمد صاحب کی بیوی کا نام ہے۔

گواہ نمبر۴۱

(بشیر احمد ولد چوہدری رحمت علی عمر ۴۹ سال زمیندارہ و کاروبار و صدر عمومی جماعت احمدیہ ربوہ مکان ۱۷/۵ دار الصدر شرقی ربوہ)

میں احمدی ہوں۔ مجھے نومبر ۱۹۷۲ء میں ربوہ کا صدر عمومی مقرر کیا گیا۔ میری سندھ میں زمین ہے اور ربوہ کے ایک ہٹہ میں بھی میرا حصہ ہے۔ جب سے میں صدر عمومی مقرر کیا گیا میں اپنا فالتو وقت' اس منصب کی ضروریات کے لئے دیتا رہا میں صدر عمومی کی حیثیت سے ۱۱جون تک ۵ بجے شام تک کام کرتا رہا۔ اس دن اور اس وقت مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ مجھے بعد میں بتایا گیا کہ مجھے ربوہ کے واقعہ کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا۔

ربوہ کے باہر احمدیوں کی تنظیمیں مختلف قصبات' شہروں اور گاؤں میں ہیں۔ ملک کے اندر اور باہر بھی۔ لیکن ربوہ کی سوک انتظامیہ کی ذمہ داریاں دوسری جماعتوں سے زیادہ ہیں۔ ربوہ کی آبادی ۲۶ ۔ ۲۵ ہزار ہے۔ اس کو ۱۵ محلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر محلے کا اپنا ایک صدر ہوتا ہے جو تین سالوں کے بعد اس محلّہ کے رہنے والوں کی طرف منتخب کیا جاتا ہے یہ ۱۵ صدر براہ راست صدر عمومی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اس انتخاب کی ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ توثیق کرتے ہیں۔ اس صدر عمومی کو President General بھی کہتے ہیں۔ میں نے ۲۵ سال ائیر فورس کی سروس کی۔ وہاں سے ریٹائرڈ ہو کر ربوہ آیا۔ ۱۹۶۸ء میں ریٹائرڈ ہوا تھا (انجینئرنگ شعبے سے) میں آنریری فلائنگ آفیسر ہوں۔ میں ۴۳ء میں انڈین ائیر فورس میں شامل ہوا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۶۸ء میں ربوہ میں آیا۔ ۱۹۷۲ء میں صدر عمومی مقرر ہونے سے پہلے میں کوئی عہدہ ربوہ کی انتظامیہ میں نہیں رکھتا تھا۔ مئی ۲۲ تاریخ کو چھ بجے شام میرے دفتر میں سپورٹس کمیٹی کی میٹنگ تھی۔ اس میٹنگ کے بعد پروفیسر عبدالرشید غنی کے ساتھ سٹیشن کی طرف سیر کے لئے چل دیا

میری ڈیوٹی بھی ہے کہ سٹیشن جاؤں کیونکہ وہ پبلک مقام ہے چناب جا چکی تھی وہاں مجھے معلوم ہوا کہ کچھ لڑکوں نے گاڑی پر پتھر پھینکے تھے مجھے اس پر حیرانگی ہوئی کیونکہ ایسے واقعات ربوہ میں عام طور پر نہیں ہوتے۔ میں نے عبدالحمید اختر سٹیشن ماسٹر سے دریافت کیا۔ انہوں نے اس کی تصدیق کی میرے پوچھنے پر کہ گاڑی پر کچھ پتھر پھینکے گئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس گاڑی سے سفر کرنے والے نشتر کالج کے لڑکوں کا رویہ قابل اعتراض تھا۔

انہوں نے اس کی تفصیل یہ بتائی کہ لڑکے پلیٹ فارم پر ناچ تھے اور کچھ قابل اعتراض نعرے لگائے۔ وہاں کچھ اور دوست بھی ملے انہوں نے بتایا کہ ملتان کے لڑکوں نے مرزائیت مردہ باد کے نعرے لگائے تھے۔ ایک طالب علم خاص طور پر چلایا مرزائی کتے۔ لیکن ان میں سے کسی اور نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔ کچھ طلبہ نے پلیٹ فارم پر موجود لوگوں سے پوچھا کہ جنت اور احمدیوں کا آسمان کہاں ہے۔ اس پر وہاں موجود بچوں نے طلبہ پر پتھر پھینکنے شروع کئے۔ لیکن طلبہ نے کہا کہ وہ اس کا انتقام ۲۹ مئی کو واپسی پر لیں گے۔ اس طرح ۲۲ مئی کا واقعہ ختم ہوا۔ میں نے اسی رات کو ناظر صاحب امور عامہ کو اس کی اطلاع دی۔ ان کو پہلے ہی اس واقعہ کا علم ہو چکا تھا۔ میں نے ۲۳ مئی کی صبح کو ربوہ کے سٹیشن ماسٹر مرزا عبدالسمیع کو یہ درخواست کی کہ وہ اس واقعہ کی رپورٹ ریلوے حکام کو دیں کیونکہ طلبہ کی بوگی کا شیشہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ربوہ سے سوار ہونے والا کوئی شخص طلبہ کی بوگی کے قریب نہ جائے تاکہ سٹیشن پر کوئی ممکن تصادم نہ ہو۔

۲۳ مئی کو میں نے محسوس کیا کہ مختلف رد عمل ربوہ کے لوگوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ طلبہ کے رویے پر غم و غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ اور کچھ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ ہمارے بچوں کو طلبہ پر پتھر نہیں مارنے چاہئیں تھے۔

۲۹ کی صبح کو میں نے سوا آٹھ ' ساڑھے آٹھ بجے گھر سے مرزا عبدالسمیع کو ٹیلی فون کیا اور وہ ہدایات دہرائیں جو میں نے ان کو ۲۳ مئی کو دی تھیں اور ان کی سختی سے پابندی کرنے کے لئے کہا تاکہ جب طلبہ واپس آئیں تو تصادم کا کوئی واقعہ نہ ہو۔ انہوں

نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پرائمری سکول کے بچے پلیٹ فارم پر کھیلنے آ جاتے ہیں اور پل پر دوڑتے پھرتے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ کسی معمر آدمی کو اس کام پر مامور کروں جو ان بچوں کو پلیٹ فارم پر آنے سے روکیں۔ اسکے بعد میں گھر سے دفتر چلا گیا۔ ۹ بجے کے قریب مرزا سمیع صاحب کا ٹیلی فون آیا کہ اگر ممکن ہو کسی آدمی کو سٹیشن پر بھیج دوں تاکہ ان ہدایات پر عمل ہو' جو میں نے پہلے ان کو دی تھیں۔ میں نے بتایا کہ میرے پاس کوئی ورکر نہیں۔ انہوں نے کہا کہ رشید احمد کارکن امور عامہ کو سٹیشن پر بھیج دیں۔ میں نے مسٹر رشید احمد کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ سٹیشن پر جا کر سٹیشن ماسٹر کو ملیں۔ لیکن رشید احمد نہ ملا۔ کوئی دس بجکر پندرہ منٹ پر مجھے ٹیلی فون آیا۔ مرزا السمیع بہت گھبرائے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ سٹیشن پر لڑائی ہو گئی ہے اس لئے مجھے فوراً سٹیشن پر آنا چاہئے تاکہ میں ان کی مدد کروں۔ میں فوری طور پر سائیکل پر سٹیشن پہنچ گیا۔ میں وہاں دس بجکر بیس پچیس منٹ پر پہنچ گیا۔ میں نے سائیکل سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں رکھی اسکے دفتر میں داخل ہوا۔ سٹیشن ماسٹر اور گارڈ آپس میں بحث کر رہے تھے میں نے انہیں بتایا کہ جلد از جلد گاڑی سٹیشن سے چلا دیں۔ میں نے ۱۰۰۔ ۱۵۰ آدمی دیکھے جو پلیٹ فارم پر اور زیادہ تر گاڑی کے پچھلے حصے کی طرف تھے۔ افراتفری کا عالم تھا لوگ پلیٹ فارم پر دوڑ رہے تھے۔ میں نے ہجوم کو پلیٹ فارم سے باہر مغرب کی طرف (لالیاں کی جانب) نکالنے کی کوشش کی۔ میں نے پوری کوشش کی۔ میں چلایا۔ کچھ کو دھکا دیا اور کئی کی ٹانگوں پر چھڑی سے مارا جو میں نے کسی سے چھینی تھی۔ ۱۰۔ ۱۵ منٹ بعد لوگوں کو پلیٹ فارم میں نکالنے سے کامیاب ہو گیا۔ رشید احمد امور عامہ والا' محمود احمد طالب علم ایم اے اور چوہدری انیس محمود جن کی سندھ میں زمین ہے' نے میری خاصی مدد کی۔ اس میں ۱۰۔ ۱۵ منٹ لگ گئے۔ کیونکہ اس وقت بہت گرمی تھی میں نے ۱۰۔ ۲۰ چھوٹے بچوں کو جو پلیٹ فارم پر موجود تھے کہا کہ بازار سے پانی لائیں چند منٹوں میں پانی لایا گیا اور تمام مسافروں کو پانی پلایا گیا مجھے بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے نزدیکی آبادی سے مسافروں کے لئے شربت بھی بھیجا تھا۔ ہجوم کو یہ خطرہ تھا کہ ملتان کے طلبہ ان پر پتھر پھینکیں گے اس لئے میں نے ان طلبہ سے درخواست کی کہ پتھر نیچے گرا دیں۔ انہوں نے چند پتھر نیچے پھینک

دیئے۔ اس پر گاڑی چل دی۔ گاڑی کے چلنے سے پہلے میں نے طلبہ سے کہا تھا کہ اپنا سامان سنبھال لو کیونکہ میں نے ایک بیگ زمین پر پڑا دیکھا تھا۔ میں نے وہ بیگ بوگی میں رکھوا دیا۔ کسی نے مجھ سے شکایت نہ کی کوئی چیز ان کی کم ہے۔ گاڑی کے چلتے ہی ہجوم منتشر ہو گیا۔

جب میں پہلے پہل پلیٹ فارم پر آیا تھا میں نے دیکھا کہ ڈبوں کے اندر لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ لڑائی بند ہو گئی جب میں نے ہجوم کو نکالنا شروع کیا۔ پلیٹ فارم پر میں نے دیکھا کہ گاڑی کے اندر سے طلبہ گالیاں دے رہے تھے۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگ ان پر مکوں اور چھڑیوں سے حملہ کر رہے تھے۔ میں نے کسی کو زخمی نہ دیکھا کیونکہ میں بہت مصروف تھا۔ البتہ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ۸۔۹ طلبہ زخمی ہوئے تھے۔ مقامی لڑکوں میں سے کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔ سوائے .S.M مرزا عبدالسمیع کے۔ کسی مقامی کی کوئی Injury میرے علم میں نہ لائی گئی۔

میں تھک گیا تھا اس کے علاوہ میں بہت فکر مند تھا ان نتائج کے بارے میں جو ربوہ کے اس واقعہ کے ہو سکتے ہیں۔ میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں گیا اور پانی پیا۔ میں نے ٹیلیفون کال سنی مسٹر ذکا اللہ قریشی نے میرے دفتر سے فون کیا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ بہت افسوس ناک ہے کہ ایسا واقعہ ربوہ میں ہوا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں تو ٹھیک ٹھاک ہوں پھر میں اپنے دفتر گیا۔ وہاں چائے پی اور اس کے بعد چوہدری ظہور احمد باجوہ ناظر امور عامہ کے دفتر گیا۔ مسٹر رشید احمد بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے ان کو واقعہ بتایا۔

اخبارات میں بشیر احمد صدر عمومی ربوہ کے بیان سے متعلق جو پریس ریلیز جاری ہوا وہ یہ ہے۔

لاہور۔ ۱۰ جولائی (سٹاف رپورٹر) لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ایم اے صمدانی نے جو واقعہ ربوہ کے ٹربیونل جج ہیں ' کی عدالت میں ربوہ کے امور عامہ کے صدر عمومی بشیر احمد پر جرح جاری رہی اور رکن قومی اسمبلی مولانا غلام غوث ہزاروی کا بیان قلمبند کیا گیا۔ مولانا ہزاروی نے ٹربیونل کے رو برو پیش ہونے کی درخواست پیش کی تھی۔ آج آغا شورش کاشمیری کی طرف سے رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ نے بھی اس امر کی درخواست

پیش کی کہ وہ ٹربیونل کے روبرو پیش ہونا چاہتے ہیں۔ آج رفیق باجوہ نے ایک اور درخواست بھی دی جس میں کہا گیا تھا کہ پریس ٹرسٹ کے ان اخبارات کے ایڈیٹروں اور پبلشروں کو عدالت میں طلب کیا جائے جنہوں نے مولانا یوسف بنوری کے بارے میں انجمن فدایان رسول کے اشتہار شائع کئے ہیں کیونکہ ان کا اندازہ ہے کہ یہ اشتہار حکومت نے شائع کرائے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں اخبارات کے ایڈیٹروں کو طلب کر کے ان سے پوچھا جائے۔

ایم انور بار ایٹ لاء نے اس مرحلہ پر کہا کہ نوائے وقت لاہور کے ایڈیٹر مسٹر مجید نظامی کے پاس بھی یوسف بنوری کے اشتہارات شائع کرانے کے لئے کوئی شخص گیا۔ لیکن انہوں نے یہ اشتہار شائع کرنے سے انکار کر دیا۔

گواہ بشیر صدر عمومی ربوہ نے کہا کہ عبدالعزیز بھانبڑی اور رشید احمد کو پولیس کی امداد کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ۳۰ مئی کو پولیس ربوہ پہنچ گئی تھی اور دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔ گواہ نے کہا کہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ریلوے سٹیشن پر جو کچھ ہوا وہ اخلاقی لحاظ سے بھی جرم ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا' جن لوگوں کو میں نے ہنگامہ سے روکا ان میں سے بعض کے ہاتھوں میں چھوٹی چھڑیاں یا لاٹھیاں تھیں جب کہ بعض طلباء کے ہاتھوں میں بیلٹ وغیرہ تھے وہاں کوئی بھنگڑہ نہیں ڈالا گیا البتہ احمدیت زندہ باد' اسلام زندہ باد اور انسانیت زندہ باد کے نعرے ضرور لگائے گئے۔

گواہ نے کہا کہ ۲۲ مئی کے وقوعہ کی اطلاع انہوں نے پولیس کو نہیں دی البتہ سٹیشن ماسٹر سے کہا کہ وہ اپنے افسروں کو اس کی اطلاع دیں۔ ۲۲ مئی سے ۲۹ مئی تک میری ملاقات عبدالحمید اختر سے نہیں ہوئی۔

(س) کیا آپ کے علم میں ہے کہ الفضل اخبار میں ۲۲ مئی کے وقوعہ کی کوئی خبر شائع ہوئی؟

(ج) میرے علم میں ایسی کوئی خبر نہیں ویسے بھی عموماً" الفضل پڑھتا ہوں۔

(س) کیا ربوہ سٹیشن پر وقوعہ دیکھنے کے بعد آپ نے پولیس کو اس کی اطلاع دی؟

(ج) جی نہیں میں نے رپورٹ نہیں کی۔ البتہ سٹیشن ماسٹر مرزا سمیع پولیس کے اعلیٰ حکام

کو اس کی اطلاع دے چکے تھے۔ ویسے مجھے یہ علم نہیں ہے کہ ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسی قابل دست اندازی پولیس واقعات کی اطلاع پولیس کو دے جو اس کے علم میں ہوں۔

(س) کیا نظارت امور عامہ نے پولیس میں کوئی کیس درج کرایا؟

(ج) میرے علم میں نہیں ہے کہ نظارت والوں نے ۲۲ مئی یا ۲۹ مئی کے وقوعہ کی کوئی رپورٹ پولیس میں درج کرائی۔

(س) یہ نظام کب سے رائج ہے کہ ہر اہم وقوعہ حتیٰ کہ فوجداری واقعات کی اطلاع پہلے نظارت کو دی جائے اور پھر پولیس کو۔

(ج) یہ نظام ہماری روایت بن چکا ہے اور عرصہ دراز سے ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔

(س) ربوہ کے وقوعہ کے بارے میں آپ نے ربوہ کے کن کن لوگوں سے باتیں کیں؟ ج ۔ کوئی خاص یاد نہیں۔ البتہ باتیں ہوتی رہیں ہیں۔

گواہ نے کہا مرزا ناصر احمد کے پریس کانفرنس سے خطاب کرنے کی بابت انہوں نے سنا تھا لیکن مجھے یہ یاد نہیں کہ کس نے مجھے یہ بتایا تھا۔ گواہ نے کہا کہ اس کے علم میں ایسا کوئی شعبہ ربوہ میں نہیں ہے جو معلومات جمع کرے یا انٹیلی جنس کام کرے۔

(س) کیا نظارت امور عامہ نے اپنا کوئی وضاحتی بیان اخبار میں دیا۔

(ج) جی نہیں ۔

(س) آپ اپنے ہمراہ سٹیشن پر کچھ لوگوں کو لے گئے؟

(ج) جی نہیں میں جلدی میں وہاں گیا میں گاڑی چلے جانے تک پلیٹ فارم پر رکا تاہم میں نے زخمیوں کی طبی امداد کے لئے کچھ نہیں کیا کیونکہ میں نے اس وقت زخمیوں کو نہیں دیکھا بعد میں مجھے زخمیوں کے بارے میں بتایا گیا بڑی مشکل سے میں نے سو ڈیڑھ سو کے مجمع کو ہٹایا اور انہیں ہنگامہ سے باز کیا۔

(س) آپ کو ربوہ میں رہتے ہوئے کتنا عرصہ ہوا؟ ۶ سال ۔

(س) حملہ آوروں میں سے کسی کو آپ نے پہچانا یا نہیں؟

(ج) دس منٹ میں حملہ آوروں کو کیسے پہچان سکتا ہوں البتہ جو مجمع وہاں موجود تھا ان میں

سے چند دکانداروں کو پہچانتا ہوں۔ گواہ نے کہا کہ اس نے جن لوگوں کو لڑائی میں حصہ لیتے دیکھا ان میں ایک نوجوان لطف اللہ بھی تھا اس طرح ایک دکاندار ضیاء اللہ بھی ان میں شامل تھا۔ گواہ نے کہا نظارت امور عامہ کے ورکر رشید احمد نے تقریباً تیس ایسے آدمیوں کے نام دیئے جن کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ ہنگامہ میں شریک تھے یہ فہرست رشید احمد نے مرتب کی تھی اور میں نے بھی دو تین نام بتائے تھے۔ گواہ نے کہا کہ اسے یہ علم نہیں کہ کسی اور نے بھی ملزموں کی فہرست پولیس کو مہیا کی۔

(س) جب آپ سٹیشن پر پہنچے تو وہاں نظارت امور عامہ کا کوئی آدمی تھا؟

(ج) رشید احمد وہاں موجود تھا۔

(س) گاڑی کے چلنے کے بعد کیا رشید احمد سے آپ نے کوئی تبادلہ خیال کیا؟

(ج) وہاں اسٹیشن پر کوئی بات نہ کی وہ دفتر چلے گئے اور پھر میں رشید احمد کے دفتر نظارت امور عامہ میں ساڑھے گیارہ بجے گیا۔ وہاں جاکر وقوعہ کے بارے میں گفتگو ہوئی اور میں نے اپنی رپورٹ نظارت امور عامہ میں پیش کی۔

وہاں وقوعہ کے بارے میں گفت و شنید تقریباً بیس منٹ تک ہوتی رہی' اس جگہ رشید احمد نے پچیس تیس افراد کی فہرست پیش کی اور نظارت والوں کو دی۔ یہی فہرست بعد میں پولیس والوں کے سپرد کر دی گئی۔

(س) انہوں نے جو نام لکھے کیا آپ کے علم میں آئے؟

(ج) ہاں زیادہ تر میرے علم میں نام آئے ان میں کچھ کو میں جانتا ہوں کیونکہ رشید احمد مجھ سے پہلے وہاں موجود تھے اس لئے وہ زیادہ صحیح طور پر پہچان کر نام لکھ رہے تھے اس وقت میں نے بھی ایسے لوگوں کے نام کی تصدیق کی جن میں محمد خاں' احمد خاں دکاندار وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ دونوں کی عمر تیس بتیس سال ہوگی اور وہ احمدی ہیں۔

(س) جو ۲۰' ۲۵ کی فہرست تھی اس میں سے آپ نے کتنے نام لکھوائے؟

(ج) میں نے صرف ۸' ۱۰ افراد کے ناموں کی تصدیق کی۔ میں انہیں ذاتی طور پر جانتا ہوں تاہم اس وقت مجھے نام یاد نہیں وہ سارے کے سارے تقریباً رحمت بازار میں تھے۔

(س) یہاں ٹربیونل کے روبرو آنے سے قبل آپ سے وکلاء نے ملاقات کی؟

(ج) مجھ سے چند روز قبل دو وکلاء نے ملاقات کی لیکن انہوں نے انسپکٹر کی موجودگی میں میرے کپڑے مجھے دیئے۔ ان میں سے ایک وکیل کا نام چوہدری نور محمد ہے۔ دوسرے کا نام نہیں جانتا۔ علاوہ ازیں مجھ سے کسی نے ملاقات نہیں کی شہادت کے بارے میں مجھ سے ان وکلاء کی کوئی بات چیت نہیں ہوئی ۔ میری چوہدری نور محمد سے خاص واقفیت نہیں ہے۔ چونکہ ان کے بچے ربوہ میں رہتے ہیں اس لئے میں انہیں جانتا ہوں۔

(س) کیا آپ کو ٹربیونل کے بارے میں علم تھا؟

(ج) جی ہاں مجھے علم تھا۔

(س) ۲۹ مئی سے ۱۱جون تک نظارت امور عامہ کے افسران سے کوئی بات چیت کی؟

(ج) جی نہیں رپورٹ کے بعد کوئی بات چیت نہیں کی۔

(س) کیا ربوہ میں احمدیت کے خلاف وہ لوگ بھی نعرے لگاتے ہیں جو وہاں سے گزرتے ہیں؟

(ج) جی ہاں سال میں دو تین مرتبہ بسوں میں گزرنے والے ایسے نعرے لگاتے ہیں جو احمدیت کے خلاف ہوں۔ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے۔

۱۰جولائی کی کارروائی

مسٹر ایم انور کی جرح کے جواب میں

(س) کیا یہ درست ہے کہ تمہارے عقیدے کے مطابق جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ مانے اسے آپ کافر سمجھتے ہیں؟

(ج) میرے عقیدے کے مطابق جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے وہ مرزا غلام احمد کے کافر ہیں اور جن کو مرزا غلام احمد کافر سمجھتے ہیں ان کو میں بھی کافر سمجھتا ہوں۔

(س) کافر سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(ج) میرے نزدیک ہر کوئی شخص جو کسی نبی کو نہ مانے' وہ کافر ہے۔

میں ۱۵ صدور محلّہ کا اجلاس وقتاً" فوقتاً" بلاتا رہتا ہوں۔ کوئی مقررہ وقت اجلاس کا

نہیں ہوتا ضرورت پڑنے پر اجلاس بلاتا ہوں۔ اس بات کے پیش نظر کہ خلیفہ وقت نے اپنے ۲۴ مئی کے خطبے میں ہدایت دے دی تھی اس لئے میں نے صدور محلّہ کا اجلاس بلانے کی ضرورت نہ سمجھی بسلسلہ واقعہ ۲۲ مئی میں نے ۲۳ مئی ایسی میٹنگ بلانے کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ کیونکہ ہماری تاریخ میں خلیفہ وقت کے احکام کی کبھی خلاف ورزی نہیں کی گئی۔ یہ درست ہے کہ مسٹر رشید احمد اور مسٹر بھانبڑی نے سوسائٹی کے نچلے طبقے کے لوگوں کو گرفتار کروایا اور معزز خاندانوں کے ارکان کو گرفتاری سے بچا لیا تھا۔

مسٹر ایم اے رحمٰن کی جرح کے جواب میں

جب سے میں نے ۱۹۴۳ء سے کمانا شروع کیا میں جماعت کو چندہ دیتا رہا ہوں اب تک میں نے دس ہزار کے قریب چندہ جماعت کو دیا ہو گا۔ اس باقاعدہ چندہ کے علاوہ جب زائد چندہ طلب کیا جائے تو میں زائد چندے بھی دیتا رہا ہوں یہ درست ہے کہ جب بھی جماعت نے مجھے کسی خدمت کے لئے طلب کیا' میں نے بخوشی وہ خدمات انجام دی۔ میرے والد بھی بہت وفادار احمدی ہیں۔ یہ درست ہے کہ ہم اپنے اوپر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ جماعت اور اسکے امام کے احکام کی تعمیل کریں۔ یہ درست ہے کہ میں خلیفہ صاحب کی اطاعت اور خوشنودی کو اپنی دینی و دنیاوی بھلائی اور نجات کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔

(س) اگر آپ کی جماعت یا خلیفہ صاحب کے مفاد کا سچائی کے ساتھ تصادم ہو تو آپ کس کو اختیار کریں گے؟

(ج) ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔

اگر ہمیں خلیفہ سے ایسی کوئی ہدایت ملے جو شریعت کے خلاف ہو یا حکومت سے وفاداری کے خلاف ہو تو میں اپنا فیصلہ خود اختیار کرتا ہوں۔ میں خلیفہ صاحب کو غلطی سے پاک نہیں سمجھتا (اس موقع پر گواہ نے کہا کہ غلطی تو نبیوں سے بھی ہو سکتی ہے۔)

گواہ نمبر ۴۲

(مولانا غلام غوث ہزاروی ایم این اے ولد مولوی سید گل صاحب مرحوم ۳۶ مسجد

روڈ ٦ ۔ F شاپ نمبر ۱۵، اسلام آباد)

میری رائے یہ ہے کہ مرزائی کوئی اہم چیز بغیر اجازت یا حکم مرزا ناصر قادیانی، قادیانی سربراہ کمیونٹی نہیں کرتے۔ اگر حکومت پاکستان کے حکم اور مرزا صاحب کے حکم میں اختلاف ہو تو مرزائی موخرالذکر کی تعمیل کریں گے۔ اول الذکر کی نسبت جب ائیر مارشل ریٹائرڈ نور خاں گورنر مغربی پاکستان تھے، میں ان سے لاہور میں ملا۔ میں نے ان سے کہا تھا۔ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ربوہ کے لوگ رات کو روشنی نہیں بجھاتے تھے اور یہ کہ اس وقت کے گورنر ملک امیر محمد خاں نے اس واقعہ کی تحقیق کرائی تھی اور یکے بعد دیگرے تین کمیشن قائم کئے گئے تھے۔ پہلے دو نے الزام کی تردید کی مگر میری اطلاع کے مطابق تیسرے کے مطابق تصدیق ہو گئی تھیں کہ جنگ کے دنوں میں ربوہ کی روشنیاں گل نہیں کی جاتی تھیں، میں نے نور خاں صاحب یہ بھی کہا تھا کہ تیسری رپورٹ پر ربوہ کو بجلی کی سپلائی منقطع کر دی گئی تھی۔ البتہ مسٹر نور خان نے اس پر یقین نہ کیا اور اگرچہ یہ کہا کہ احمدی اپنے خلیفہ کے حکم کو حکومت پاکستان کے حکم پر مقدم سمجھتے ہیں۔ مسٹر نور خاں نے کوئی کارروائی میری درخواست پر نہ کی۔ کیونکہ میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مرزائیوں کی باقاعدہ تحقیقات کرائی جائے اور ربوہ میں دوسری شکایات کی بھی تحقیقات کرائی جائے۔ میں نے یہ الزامات ختم نبوت کانفرنس منعقدہ چنیوٹ میں دسمبر ۱۹۷۳ء میں بھی اپنی تقریر میں لگائے تھے اور مجمع کے لوگوں نے جو چنیوٹ کے تھے، اس کی تصدیق کی تھی لیکن کوئی تردید احمدیہ کمیونٹی کی طرف آج تک نہیں ہوئی۔

جب فیلڈ مارشل ایوب خاں مرحوم صدر پاکستان تھے وہ لندن گئے تھے اور مسٹر عبدالجبار قائم مقام صدر تھے میں کچھ دوسرے حضرات کے ساتھ مثلاً مفتی محمود صاحب، مولانا عبیداللہ انور صاحب اور مولوی محمد اکرم صاحب ساتھ ان کی غیرحاضری میں ان کے قائمقام عبدالجبار خاں کو راولپنڈی میں ملے۔ ہم نے ان کو اطلاع دی تھی کہ ربوہ کے کچھ مبلغوں نے مری جا کر وہاں کے امام مسجدوں سے یہ کہا تھا کہ دو سالوں کے اندر احمدی ملک کے حاکم ہوں گے اس لئے انہیں (اماموں کو) اس سے پہلے ہی صحیح وقت پر انکا (مرزائیوں) کا عقیدہ اختیار کرلینا چاہئے۔ یہ بات ان اماموں نے ہمیں بتائی تھی۔ مسٹر

عبدالجبار خاں نے یہ شکایت نوٹ کرلی تھی مگر اس کا نتیجہ ہمیں معلوم نہیں ہوا۔

میری رائے میں مرزائی یہ چاہتے ہیں کہ حکومت پاکستان ان کی لونڈی بنی رہے یا کم از کم اس قدر کمزور ہو جائے کہ وہ ان کے خلاف غیر موثر ہو جائے۔ میرے تجزیہ کے مطابق ربوہ کا واقعہ مرزائیوں نے ملک میں فساد برپا کرنے کے لئے کیا تھا اور بیرونی مداخلت کو دعوت دینے کے لئے کیا تھا۔ اس خیال کو مسٹر ظفراللہ خاں اور مرزا ناصر کے بیانات سے تقویت ملتی ہے جو حال ہی میں پریس کے ذریعے سامنے آئے ہیں۔ میری تقریر ریڈیو پاکستان سے غلط نشر ہوئی اور ربوہ کے واقعہ کے متعلق خبر بھی غلط رنگ سے پیش کی گئی۔ یہ سب کچھ میرے خیال میں مسٹر نسیم احمد سیکرٹری اطلاعات حکومت پاکستان کی وجہ سے ہوا ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ مرزائی ہے اور مسٹر شمیم احمد جو اس کا بھائی ہے وہ کراچی کے مرزائیوں کا امیر ہے۔

تقسیم ملک سے قبل مرزائیوں نے باؤنڈری کمیشن کے روبرو یہ بیان دیا کہ وہ مسلمانوں سے الگ قوم ہیں۔ انہوں نے البتہ یہ کہا کہ ضلع گورداسپور کو پاکستان سے ملحق کیا جائے۔ کیونکہ ان کے الگ قوم ہونے کے بیان سے گورداسپور کی قسمت کا فیصلہ ہمارے خلاف کرا دیا۔ میری رائے میں سر ظفراللہ خاں نے پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی تھی۔ گورداسپور سے جانے کی وجہ سے کشمیر کا خلاف مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا' جو آج تک چل رہا ہے۔

میری رائے میں ۱۹۴۸ء میں کشمیر کی جنگ' فرقان بٹالین اور میجر جنرل نذیر احمد کی برٹش لوگوں کے ساتھ سازش کی وجہ سے ہاری تھی۔ مرزائی اپنے افراد کو ملک کی مختلف حکومتوں کے اندر کلیدی آسامیاں حاصل کراتے رہے۔ یہ اس حد تک ہوتا رہا کہ اب اس کو قابو کرنا مشکل ہے۔

ربوہ کے واقعہ کے بعد کچھ مرزائیوں نے کچھ پرامن جلوسوں پر فائرنگ کی جو ربوہ کے واقعہ پر احتجاج کے لئے نکالے گے اس سے ان کے مقاصد کا پتہ چلتا ہے۔ وہ ملک میں فساد انگیزی کرنا چاہتے تھے۔

مرتد کی سزا قتل ہے مگر یہ سزا دینا بھی حکومت کا کام ہے۔ مجھے کسی لیڈر کے بیان

کا علم نہیں جس میں انہوں نے ایسی مذمت کا بیان دیا ہو میں نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا' کیونکہ پہلے کسی نے مجھے اس طرف توجہ نہ دلائی۔ دوسرے میں نے یہ بیان اس لئے نہ دیا کہ میرے سیاسی مخالفین اسے میرے خلاف استعمال کرتے۔ مخالفین ہمارے ساتھ ایسے بیانات منسوب کرتے رہے ہیں جو ہم نہیں کہتے رہے۔

۱۱ جولائی کی کارروائی

مسٹر رفیق احمد باجوہ نے کہا کہ مسٹر بھٹو کو بلا تاخیر گواہ کی حیثیت سے بلایا جائے کیونکہ آج ان کا پھر ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ پہلے بھی انہوں نے اس مسئلے پر اظہار رائے کیا تھا اور درخواست دی گئی تھی کہ ان کو گواہ کے طور پر بلایا جائے۔ دوسرے مرزا ناصر احمد صاحب کو جلد بحیثیت گواہ طلب کیا جائے۔ انہوں نے بھی حال ہی میں ایک اور انٹرویو دیا ہے۔ ٹربیونل نے مبشر لطیف سے کہا کہ وہ اپنے موکلان سے پوچھ کر بتائیں کہ کوئی تازہ انٹرویو بھی انہوں نے دیا ہے۔

مسٹر باجوہ نے یہ بھی کہا کہ جون جولائی ۱۹۴۶ء کے الفضل میں مرزا بشیر الدین محمود کا ایک بیان شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے اپنے آپ کو اقلیت لکھا تھا۔ وہ پرچہ طلب کیا جائے۔ مرزا نصیر احمد کو نوٹ کروایا گیا کہ وہ یہ پرچہ پیش کریں۔

ٹربیونل! ۱۲ بجے کے بعد فل کورٹ کی میٹنگ ہے۔ اس لئے آج ان کا بیان مکمل کر لیا جائے۔ کل کے لئے ظہور احمد باجوہ ناظر امور عامہ کو بلایا جائے گا۔ مبشر لطیف نے کہا کہ وہ ان سے رابطہ قائم کریں گے۔

۱۲ جولائی کی کارروائی

شباب مفتی نے ٹربیونل سے درخواست کی کہ میاں طفیل محمد صاحب کا بیان ۲۹ جون کے نوائے وقت میں شائع ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ میاں صاحب کو اس سلسلے میں کسی سازش کا علم ہے۔ اس لئے میاں صاحب کو بحیثیت گواہ طلب کیا جائے۔ ٹربیونل نے مسٹر ایم اے رحمٰن کو ہدایت کی کہ وہ میاں طفیل محمد صاحب سے معلوم کر لیں اگر کوئی چیز ان کے ذاتی علم میں ہے تو ان کو بحیثیت گواہ طلب کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر شباب مفتی نے یہ بھی درخواست کی میاں طفیل محمد صاحب کو ایک خط موصول ہوا ہے جس میں ملک کی سالمیت کے خلاف کی تفصیلات تک دی ہیں؟ وہ خط بھی ٹربیونل کے سامنے پیش کیاجانا ضروری ہے۔ مسٹر ایم اے رحمٰن نے فرمایا کہ ابھی مجھے پتہ چلا ہے کہ کوئی گمنام خط میاں صاحب کو ملا ہے۔ جس میں میاں صاحب کو دھمکیاں بھی دی گئی ہیں۔

ٹربیونل ۔۔ اگر میاں صاحب بحیثیت گواہ آئیں گے تو خط بھی ساتھ لیتے آئیں گے۔

مسٹر رفیق احمد باجوہ ۔۔ آغا شورش کاشمیری سے ملاقات کر کے ہدایات لینے کی اجازت کے لئے درخواست دی تھی۔ ٹربیونل نے AAG سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی حکومت پبلک کے مفاد میں مسٹر رفیق احمد باجوہ کے آغا شورش کاشمیری سے ملاقات کی ضرورت نہیں سمجھتی۔

مسٹر رفیق احمد باجوہ نے مصطفیٰ کھر' جنرل اعظم خاں اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو ٹربیونل میں طلب کرنے کے لئے کہا۔

گواہ نمبر ۴۱

بشیر احمد صدر امور عامہ پر دوبارہ جرح شروع ہوئی

مسٹر کرم الٰہی بھٹی صاحب کی جرح کے جواب میں

یہ درست ہے کہ نومبر ۱۹۷۱ء میں ربوہ میں محمد علی سبزی فروش قتل ہوا تھا۔ اس کی اطلاع پولیس کو دی گئی۔ ابھی تک تفتیش ہو رہی ہے۔ ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ کوئی گرفتار نہیں ہوا۔ میں اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا۔ پولیس نے مجھے اس قتل کی تفتیش میں شامل تفتیش نہیں کیا میں ربوہ میں ہونے والے فوجداری مقدمات کا ریکارڈ نہیں رکھتا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کبھی خلیفہ کا ذاتی ملازم رہا ہے۔ میں نے محمد علی کو ۲۔ ۳ سال قبل از موت سبزی فروخت کرتے دیکھا تھا۔ ربوہ میں کسی نظارت کے پاس ہاکیاں' ڈنڈے' آہنی کے' ہنٹر وغیرہ نہ تھے۔ میں نے ۲۹ مئی کو پلیٹ فارم ٹکٹ ربوہ سٹیشن سے

نہیں خریدا تھا۔ میں نے ریلوے حکام کو فسادیوں کے خلاف ایکشن لینے کیلئے خط نہیں لکھا تھا۔ جو لسٹ ہم نے ۲۵۔ ۳۰ افراد کی بعد از وقوعہ بنائی تھی ان میں سے ۳۔ ۴ طلبہ ہوں گے۔ باقی دکاندار ہوں گے۔ ایک ان میں سے تانگہ بان تھا۔ مسٹر شفیق احمد طاہر مہتمم خدام الاحمدیہ ربوہ ہیں۔

۱۵ جولائی کی کارروائی

گواہ نمبر ۴۴

(ظہور احمد باجوہ ناظر امور عامہ)

میرے فرائض بطور ناظر امور عامہ جماعت کے اندرونی معاملات سے متعلق ہیں۔ میرا فرض یہ ہے کہ دیکھوں کہ جماعت اپنے اصولوں اور ضابطہ اخلاق پر عمل پیرا ہے۔ ضابطہ اخلاق کسی کتابی شکل میں مدون نہیں ہے۔ ہمیں وقتاً" فوقتاً" ہدایات ملتی رہتی ہیں اور میرا یہ فرض ہے کہ ان ہدایات پر عمل کراؤں۔ یہ ہدایات تحریری نہیں ہوتیں۔ کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا جس میں تقاریر اور خطبے درج ہوں جن کے اندر اخلاقی ضابطہ سے متعلق ہدایات درج ہوں۔ ضابطہ اخلاق کے موٹے موٹے اصول یہ ہیں۔

۱۔ سگریٹ نوشی پبلک مقامات پر منع ہے

۲۔ آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ دوسروں سے بھی نہ لڑیں۔

ان کے علاوہ میرے فرائض یہ بھی ہیں۔ ناقابل دست اندازی پولیس، قابل راضی نامہ جرائم میں تصفیہ کرانا۔ اور احمدی لوگوں کو تلاش معاش میں مدد دینا۔ اگر کوئی ربوہ میں کاروبار کرنا چاہئے تو نظارت امور عامہ سے اجازت حاصل کرتا ہے اسی طرح نظارت امور عامہ کی اجازت کے بغیر کوئی آدمی ربوہ میں رہائش نہیں رکھ سکتا۔

ان فرائض کی ادائیگی کے لئے مجھے ضروری سٹاف ملا ہوتا ہے۔ نظارت امور عامہ کا کنٹرول پاکستان میں موجود تمام جماعتوں پر ہے اور اس میں سب احمدی شامل ہیں۔ البتہ لاہوری احمدیوں پر میرا کنٹرول نہیں ہے۔ مرکزی دفتر امور عامہ میں سات، آٹھ کلرک ہیں۔ ربوہ کے باہر میرا کوئی سٹاف نہیں ہے لیکن ہر احمدیہ جماعت میں ایک سیکرٹری امور

عامہ بھی ہوتا ہے۔ ان سات' آٹھ کلرکوں کے علاوہ اور کوئی عملہ میرے پاس نہیں ہوتا۔ یہی کلرک فیلڈ میں بھی کام کرتے ہیں۔ نظارت امور عامہ کا دیگر نظارتوں پر کوئی کنٹرول یا تعلق نہیں ہے۔ میں براہ راست سربراہ کیمونٹی کو جوابدہ ہوں۔ اگرچہ صدر انجمن احمدیہ اور ناظر اعلیٰ بھی موجود ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا تنظیمی ڈھانچے میں کیا تعلق ہے۔ صدر انجمن احمدیہ صرف اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں اور ناظر اعلیٰ مختلف نظارتوں کا سالانہ معائنہ کرتے ہیں۔ صدر عمومی ربوہ' پاکستان میں دوسری جماعتوں کے صدر کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے میں ان کے کام کی نگرانی کرتا ہوں۔

ہر نظارت کا ایک تحریری ضابطہ مقرر ہے کیونکہ ضابطہ واضح ہے۔ اس لئے مجھے کسی اور ذریعہ سے راہنمائی حاصل نہیں کرنی ہوتی۔ نہ ہی مجھے مقررہ مدت کے بعد رپورٹ خلیفہ صاحب یا کسی اور کو دینی پڑتی ہے۔ سوائے ایک سالانہ رپورٹ کے جو ہمیں صدر انجمن احمدیہ کو دینی ہوتی ہے۔ اس سالانہ رپورٹ کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ یہ رپورٹ سالانہ مشاورت میں پیش ہوتی ہے اور شائع بھی کی جاتی ہے۔

ہر جماعت کے سائز پر منحصر ہے کہ اس کے سربراہ کو امیر یا صدر کہا جائے۔ امیر بڑی جماعت کے صدر کو کہتے ہیں۔ اگر کسی جماعت میں غالباً چالیس سے زائد چندہ دھندگان ہوں تو اس کے صدر کو امیر کہتے ہیں۔ اس سے چھوٹی جماعت کا سربراہ صدر کہلاتا ہے۔ صدر عمومی ایک خاص عہدہ ہے جو صرف ربوہ کی مقامی انجمن احمدیہ کا سربراہ ہوتا ہے۔

میں ربوہ میں ہونے والے واقعات مورخہ ۲۲ مئی یا ۲۹ء مئی کا چشم دید گواہ نہیں ہوں۔

مجھے ۲۲ مئی کے واقعہ کا علم میرے محلّہ دارالصدر کی مسجد میں ہوا۔ مغرب کی نماز کے وقت گھر واپس آنے پر مجھے بشیر احمد صدر عمومی کا فون آیا۔ میں نے کہا کہ مجھے پہلے علم ہو گیا ہے۔ اگلے دن میں نے دفتر میں اپنے کلرک کو اسکی تحقیق کرنے کے لئے کہا' اس نے تحقیق کر کے بتایا کہ ۲۲ مئی کو ربوہ سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے کچھ طلبہ نے نعرے لگائے تھے اور یہ انہوں نے حوروں' جنت اور دوزخ کی باتیں کی تھیں۔ کلرک کے

مطابق نعروں سے قریبی علاقہ کے لوگ اور بچے جمع ہو گئے اور ربوہ کے لوگوں اور طلبہ نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ اس واقعہ سے کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔ نہ جائیداد کا نقصان نہ شخصی نقصان ہوا کیونکہ گاڑی چل دی۔ میرے کارکن نے یہ بھی مجھے بتایا کہ طالب علم واپس ۲۹ مئی کو آئیں گے۔ میں نے کارکن کو بتایا کہ یہ معمولی واقعہ اور معاملہ ہے جو ختم ہو گیا ہے تاہم ۲۹ مئی کو کچھ نہیں ہو گا۔ ربوہ کا کوئی آدمی اس سٹیشن پر نہ جائے۔ میں نے ۲۲ مئی کے واقعہ کا ذکر ناظر اعلیٰ یا صدر انجمن یا کسی اور سے نہ کیا۔ جہاں تک میرا علم ہے ربوہ میں میرے سامنے اس کا ذکر تک نہیں ہوا ہے۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ خلیفہ صاحب نے ۲۴ مئی کے خطبہ میں اس واقعہ کا حوالہ دیا تھا۔ میں اس دن جمعہ کے خطبہ میں موجود نہ تھا۔

مجھے ۲۹ مئی کے واقعہ کا علم گاڑی روانہ ہونے سے ایک دو منٹ پہلے ہوا۔ مجھے ایک غیر معلوم شخص کا ٹیلی فون آیا تھا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ سٹیشن پر جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس پر فون بند ہو گیا۔ میں نے سٹیشن پر فون کرنے کی کوشش کی مگر کسی نے فون نہ اٹھایا۔ میں نے ایک آدمی دوڑایا کہ وہ سٹیشن پر جا کر پتہ کر کے آئے۔ وہ راستے سے واپس آگیا اور مجھے آکر بتایا کہ گاڑی جا چکی ہے۔ چند منٹوں (دس بارہ منٹ) بعد میری نظارت کے کارکن رشید احمد اور چوہدری بشیر احمد یکے بعد دیگرے آ گئے اور مجھے واقعہ کی زبانی رپورٹ دی۔ پہلے رشید نے مجھے رپورٹ دی جس میں اس نے بتایا کہ وہ منڈی سبزی خریدنے گیا تھا اس نے شور سنا۔ لوگ بازار سے بھاگ کر جا رہے تھے' وہ بھی بھاگ کر پلیٹ فارم پر گیا۔ اس نے بتایا کہ جس بوگی میں لڑائی ہو رہی تھی وہ اس کی طرف پیٹھ کر کے لڑائی کرنے والوں کو حملہ کرنے سے روکنے لگا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھڑانے کے دوران اسے بھی کچھ مکے وغیرہ لگے تھے' اس کا چہرہ سوجا ہوا تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے مجھے بتایا کہ لڑائی کرنے والوں نے صرف چھڑیاں (Sticks) استعمال کی تھیں۔ اس کے کہنے کے مطابق لڑائی نشتر کالج کے طلبہ اور ربوہ کے لوگوں کے درمیان ہوئی تھی۔ ربوہ کے لوگ' کچھ دکانداروں اور کچھ طلبہ کے علاوہ کچھ لوگ ربوہ سے باہر کے آدمی تھے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ کچھ لوگ جنہوں نے لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ ربوہ کے نہیں تھے

لیکن وہ بیقینی نہیں کہہ سکتا کہ آیا وہ سب نشتر کالج کے طلبہ تھے یا نہیں لیکن وہ بھی گاڑی کے چلنے پر گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اس اثناء میں بشیر احمد بھی آ گئے۔ میرے پوچھنے پر رشید نے یہ بھی بتایا کہ نشتر کالج کے کچھ لڑکے زخمی (معمولی) ہوئے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ربوہ کا کوئی آدمی زخمی ہوا تھا یا نہیں۔ (گواہ نے کچھ دیر رک کر اور سوچ کر یہ بتایا) آج تک میرے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ ربوہ کا کوئی آدمی زخمی ہوا تھا یا نہیں۔ چوہدری بشیر احمد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے کسی کو زخمی (خون بہتے ہوئے) نہیں دیکھا۔ میں نے رشید احمد کو کہا کہ چونکہ یہ پولیس کیس ہے اس لئے پولیس کو اطلاع کر دو۔ اس نے مجھے بتایا کہ پولیس کو سٹیشن پر اطلاع ہو چکی ہے۔

جب یہ کیس پولیس کے حوالے کیا گیا تو میں نے مزید تحقیق کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس لئے میں نے یہ معلوم نہ کیا کہ آیا یہ چانس واقعہ ہے یا منظم واقعہ ہے۔ میری رائے میں اگر یہ واقعہ ملک کے کسی اور حصے میں ہوتا تو اس کو وہ اہمیت نہ ملتی جو اب اس واقعہ کو مل گئی۔ پولیس افسروں نے مجھے بتایا تھا کہ انہیں اوپر سے ہدایات ہیں کہ تعلیم الاسلام کالج کے ۱۰۰ طالب علم گرفتار کر لوں اور اس کے بعد یہ نشتر کالج اور تعلیم الاسلام کالج کے طلبہ کی لڑائی بن جائے گی۔ یہ حکام کی سوچ تھی۔ احمدی نوجوان بھی پچھلے دو سالوں سے ناخوشگوار رجحانات جو عام نوجوانوں میں پائے جاتے ہیں' سے اس قدر متاثر ہو چکے ہیں کہ اب وہ ہمارے کنٹرول میں اس حد تک نہیں رہے' جس حد تک پہلے تھے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے جو احمدی نوجوانوں میں پیدا ہو گئی ہے' سے ربوہ کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

نوجوانوں میں اب اخلاقی زوال شروع ہو چکا ہے۔ آج کل تعلیم الاسلام کالج میں اکثریت غیر احمدی ہیں' جو لوگ ربوہ کے واقعہ کے نتیجے میں نقصان اٹھا چکے ہیں۔ وہ اب احمدیہ ضابطہ اخلاق کے بارے میں اپنی رائے تبدیل کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر بے گناہ ان کو بھگتنا پڑ رہا ہے اور بعض کو بغیر جرم کئے جیل جانا پڑ رہا ہے تو وہ دوسرے کو لوٹ لیتے اور دوسروں کا نقصان کر کے اپنا نقصان کرواتے۔ احمدیوں کی پہلے پالیسی یہ تھی کہ مقابلہ نہ کیا جائے لیکن اب نوجوان احمدی اس پالیسی پر دوبارہ غور کر رہے ہیں۔

کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مقابلہ کرنا ہی انکے مستقبل کے لئے اچھا ہو گا۔

میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ آیا حملہ آوروں نے ۲۹ مئی کو خود ہی یہ کام کیا یا انکی راہنمائی کسی اور نے کی۔ لیکن میرا ذاتی رجحان یہ ہے کہ ان کی ربوہ کے باہر سے راہنمائی کی گئی۔ جماعت احمدیہ کا اس واقعہ میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ جنہوں نے فساد میں حصہ لیا ہے وہ دوسروں کے ہاتھ میں آلہ کار بنے ہیں۔ جنہوں نے اس کی پلاننگ کی۔

میرے یہ کہنے کی وجوہات کہ مختلف غیر احمدی تنظیمیں اس واقعہ کی ذمہ دار ہیں' یہ ہیں جن سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔

۱۔ ربوہ کے واقعہ کے چند دن پہلے چٹان کے شمارہ میں (نصیر احمد ایڈووکیٹ نے یہ پرچہ پیش کرنے کا ذمہ لیا) یہ لکھا گیا کہ قادیان شکن اور ربوہ سوز منصوبہ پہنچایا جائے گا۔

۲۔ صدر آزاد کشمیر نے چنیوٹ میں چند ماہ قبل یہ کہا تھا کہ قادیانیوں کا مرکز ربوہ عنقریب نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

۳۔ آج سے دو ماہ قبل (واقعہ سے پہلے) لولاک کے ایک پرچے میں آغا شورش کاشمیری کا یہ بیان شائع ہوا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ربوہ کو اسی طرح تباہ کر دیا جائے گا جس طرح بابل اور نینوا تباہ کئے گئے تھے۔

۴۔ انہی دنوں شورش کاشمیری نے یہ بھی کہا تھا جو اخبارات میں شائع ہوا کہ احمدیوں کی لاشوں پر کبڈی کھیلی جائے گی۔

۵۔ صدر آزاد کشمیر نے کسی اور موقعہ پر یہ بھی کہا تھا کہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اس طرح سکھا دیا جائے کہ یہ ایندھن بن جائے گا۔

ان بیانات کی روشنی میں' میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ مشکل نہیں کہ ربوہ میں جو واقعہ ہوا۔ ایسے کسی واقعہ کا پلان باہر سے نہ بنایا جا سکتا تھا تاکہ فسادات کرائے جائیں۔ احمدی تو ہمیشہ تشدد کا آسان شکار رہے ہیں اب تو خیر ربوہ کا واقعہ ہو گیا ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم سے ربوہ کے واقعہ کے بارے میں غلطی ہو گئی ہے۔ ۱۹۵۳ء کے واقعات کا تو ہماری کسی غلطی سے تعلق نہ تھا۔ اس وقت کراچی احمدیوں نے سیرت کانفرنس منعقد کی تھی' اس پر اس قدر ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا۔

(مسٹر رفیق احمد باجوہ نے کہا کہ Illintrated Weekly مصنف شہاب احمد کے ایک مضمون کو ۱۱ جولائی ۷۴ء کے فارن پریس ڈائجسٹ (External Publicity) میں شامل کیا گیا اس میں مرزا ناصر احمد کو Holy Prophet of Islam کہا گیا۔ یہ رپورٹ طلب کی جائے اور اس ڈائجسٹ کے ایڈیٹر کو بلایا جائے کہ انہوں نے کسی بناء پر اس مضمون کو پبلسٹی دی)

اس واقعہ میں ملوث افراد کی کوئی فہرست نہ میں نے بنائی نہ میرے دفتر میں بنائی گئی۔ میں پرنسپل T.I کالج کے دفتر میں ساڑھے نو بجے یا ۱۰ بجے رات ۲۹ مئی کو بلایا گیا تھا۔ وہاں ایس پی جھنگ، اے سی چنیوٹ اور پرنسپل موجود تھے۔ ایس پی نے مجھے بتایا کہ وہ ۱۰۰ طلبہ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پرنسپل نہیں مان رہے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ۷۰ آدمی سپلائی کر دیں تاکہ ملک میں لوگوں کو ٹھنڈا کیا جائے۔ میں نے اصولی طور پر اس بات سے انکار کر دیا۔ اس پر مجھے ایس پی نے بتایا کہ رشید احمد نے انہیں ۲۵ نام لکھوائے ہیں۔ آپ باقی لوگوں کے نام بھی بتا دیں۔ (اس واقعہ پر فاضل AAG نے گواہ کو ۱۳۶ افراد کی ایک فہرست دکھائی جس پر کسی کے دستخط نہیں لیکن اس کو دیکھ کر گواہ نے کہا کہ اس فہرست میں درج افراد کے نام وہی ہیں جو مسٹر رشید احمد نے اپنی فہرست میں شامل کئے تھے)

ٹریبونل نے AAG کو ہدایت کی کہ وہ پولیس افسروں سے معلوم کریں کہ ان میں سے طالب علم کون ہیں اور کون کس پتے سے تعلق رکھتا ہے اور کیا ان میں کوئی سمجھدار آدمی ہے، جس کو طلب کیا جا سکے۔

گواہ نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس فہرست میں کون طالب علم ہیں اور کون نہیں ہیں۔ میں ان میں سے کوئی نہیں جانتا۔

مسٹر رفیق احمد باجوہ کی جرح کے جواب میں

مہاجر جو آج کل ربوہ میں ان فسادات کے نتیجے میں آ رہے ہیں جو واقعہ ربوہ کے بعد ہوئے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سوسائٹی Ingeneral کے رویے کے پیش نظر ان

کے رویئے میں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ میں نے کسی ایسے شخص سے بات نہیں کی جس نے واقعہ ربوہ میں حصہ لیا۔ یہ بات میرے علم میں نہیں آئی کہ بعض مقامات پر احمدیوں نے خود دوسروں کو مشتعل کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی احمدی نے کسی جگہ کسی کو مشتعل نہیں کیا۔ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ چنیوٹ میں ایک احمدی نے ۳۰ مئی کو فائرنگ کی تھی جس کے نتیجے میں ایک آدمی بعد میں مرگیا تھا۔ لیکن اس کے فائر کھولنے سے قبل اس کی لاکھوں روپے کی جائیداد جلا دی گئی تھی۔ لیکن اس ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے پہلے اس نے ہوائی فائر کئے پھر انہوں نے ہجوم پر فائر کئے میری رائے میں یہ اشتعال انگیزی نہیں تھی۔ جہلم میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس میں جماعت احمدیہ کا تعلق ہو۔ مجھے یہ بات امیر جماعت جہلم سے موصول ہونے والی رپورٹ سے معلوم ہوئی کہ وہاں فائرنگ کا واقعہ پیش آیا لیکن فائر کرنے والا شخص احمدی نہیں۔ میں امیر جماعت کا نام نہیں جانتا۔ وہ رپورٹ تحریری ہے۔ میرے ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس واقعہ کے نتیجے میں البتہ ایک احمدی کو گولی مار دی گئی۔ میں وہ رپورٹ پیش کر سکتا ہوں(گواہ کو ہدایت کی گئی کہ متعلقہ رپورٹ وہ کل پیش کریں) یہ درست ہے کہ مختلف اضلاع کی احمدیہ تنظیموں سے مرکز (ربوہ) میں رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔ ربوہ میں چوہدری حمید اللہ یہ رپورٹیں حاصل کرتے ہیں۔ ہر دوسرے تیسرے دن ہم ربوہ سے اس جگہ آدمی بھیجتے ہیں جہاں ہنگامہ ہوتا ہے' تاکہ وہ وہاں سے رپورٹ لے کر آئے۔ جہاں ہنگامہ ہوتا ہے' وہاں سے ہمیں ٹیلی فون پر اطلاع دی جاتی ہے۔ جن لوگوں کو ربوہ سے بھیجا جاتا ہے وہ رضا کار ہوتے ہیں میں انکے نام نہیں جانتا۔ چوہدری حمید اللہ کے پاس آج تک پہنچنے والی رپورٹیں موجود ہوں گی۔ جو ہدایات آج کل بھیجی جاتی ہیں ان کا ریکارڈ حمید اللہ کے پاس ہوتا ہو گا۔

تحریری ضابطے کے علاوہ مجھے صدر انجمن احمدیہ سے یہ ہدایات ملتی ہیں۔ اگر ہدایات تحریری آئیں تو ان کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ زبانی ہدایات بھی موصول ہوتی ہیں۔ میں نے صدر انجمن احمدیہ کو ۲۹ مئی کے واقعہ کے بارے میں کوئی رپورٹ نہ دی کیونکہ میں نے اس واقعہ کو اہم واقعہ نہ سمجھا۔ ایسے ہنگامے روز ہوتے رہتے ہیں۔ دوسری وجہ

رپورٹ صدر انجمن احمدیہ کو نہ بھیجنے کی یہ بھی تھی کہ ہر کوئی اس واقعہ سے واقف تھا۔ صدر انجمن نے مجھ سے کوئی رپورٹ طلب نہ کی۔ میں نہیں جانتا کہ چوہدری حمید اللہ ریٹائرڈ ایس پی ہیں' وہ ٹی آئی کالج میں ریاضی کے پروفیسر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جماعت کو اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ ان کے سپرد دوسرے کام بھی کئے جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ چوہدری حمید اللہ کے علاوہ کسی اور سرکاری ملازم کے سپرد کوئی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے۔ چوہدری حمید اللہ ۱۹۷۲ء میں کالجوں کے قومیانے کے بعد سرکاری ملازم بنے تھے۔ کوئی سرکاری ملازم واقف زندگی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی واقف زندگی کی خدمات کی ضرورت جماعت کو ہو تو وہ اپنے سرکاری عہدے سے استعفیٰ دے دیتا ہے۔ حمید اللہ نے ابھی تک سرکاری ملازمت سے استعفیٰ نہیں دیا۔

میں نے کہیں سے کوئی ہدایات دستور ۱۹۷۳ء کے نفاذ کے بعد حاصل نہ کیں۔ مجھے یاد نہیں کہ خلیفہ صاحب نے اپنے کسی خطبہ جمعہ میں دستور میں درج صدر اور وزیر اعظم کے حلف یا حوالہ دیا ہو۔ میں دستور میں ان حلفوں کے اندراج کے بارے میں کسی رد عمل کا علم نہیں رکھتا۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

پاکستان میں احمدیوں کی ایک ہزار کے قریب شاخیں ہیں لیکن میں احمدیوں کی تعداد نہیں بتا سکتا۔ رسالوں کی تعداد سات ہے۔ الفرقان' مصباح' خالد' تحریک جدید' تشحیذ الاذھان انصار اللہ 'ان کے علاوہ صرف ایک روزنامہ اخبار الفضل ہے۔ پندرہ کے قریب رسالے ملک سے باہر شائع ہوتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ بھارت میں جماعت کی کتنی شاخیں ہیں۔

یہ درست ہے کہ میری اجازت کے بغیر ربوہ میں کوئی شخص نہ کاروبار کر سکتا ہے اور نہ رہائش رکھ سکتا ہے۔ اس کا اطلاق نئے آنے والوں پر ہوتا ہے۔ ملک کا کوئی قانون ایسا نہیں ہے جس کے ذریعے انجمن احمدیہ کو یہ اختیار ہو کہ ربوہ میں بلا اجازت امور عامہ آباد ہونے سے منع کر دے لیکن اراضی ربوہ کی انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے اور وہ اسی غرض سے خریدی گئی تھی اس لئے انجمن نے قواعد بنائے ہیں۔ میں نے گورنمنٹ کی وہ تحریر نہیں پڑھی جس کی رو سے گورنمنٹ نے انجمن کو زمین عطا کی۔ میں چنیوٹ کے ایک

سبزی فروش کو جانتا ہوں جو ۲۹ مئی کے واقعہ سے قبل تک ربوہ میں سبزی بیچتا تھا۔ وہ غیر احمدی ہے۔ کاروبار کی اجازت صدر عمومی دیتا ہے' وہ اجازت کا ریکارڈ رکھتا ہو گا۔ میں اس کا نام نہیں جانتا' اس سے سبزی خریدتا رہا ہوں۔ اجازت برائے کاروبار میری منظوری کے بعد دی جاتی ہے لیکن اس کا ریکارڈ صدر عمومی کے دفتر میں رہتا ہے۔ اس لئے میں جانتا ہوں کہ کس کو اجازت دی جا رہی ہے۔ اگر کوئی شخص بلا اجازت کاروبار شروع کر دے تو ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔البتہ اب تک ایسا کبھی نہیں ہوا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم کسی کو جی ٹی روڈ کے دونوں طرف ہائی وے ڈیپارٹمنٹ کی زمین پر بھی کاروبار کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہو گا۔ اگر کوئی ہائی وے کی زمین پر دکان قائم کرے۔ تاہم آج تک میں نے اس علاقے میں کوئی دکان غیر احمدی کی نہیں دیکھی۔ ہم قواعد کی رو سے ایسے شخص کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے جو ربوہ میں کام کرتا ہو اور مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کر دے۔ میں ربوہ کے کسی آدمی کو نہیں جانتا جس نے مرزا غلام احمد کو نبی ماننے سے انکار کیا ہو۔

میرے علم میں نہیں کہ محمد صالح نور کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی۔ کیونکہ وہ اب مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے۔ نہ ہی انجمن نے کوئی کارروئی مسٹر رفیق احمد باجوہ 32 C W کے خلاف کی۔ یہ درست نہیں کہ مسٹر رفیق احمد باجوہ کو ربوہ سے نکالا گیا۔ دراصل اس کے رشتہ دار اس کو وہاں سے لے گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ربوہ سے نکالنے کے بعد وہ احمدیت سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جب مسٹر باجوہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کا والد بھی ربوہ سے خود ہی چلا گیا تھا۔

مسٹر طیب بخاری گواہ نمبر ۳۵ کی ماں بھی ربوہ میں رہتی تھی' اس کا خاندان متنازعہ تھا۔ اس کی ثالثی ہوئی تھی' امور عامہ میں جھگڑا نہ لایا گیا' مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔ خود اپنا مکان فروخت کر کے ربوہ سے آ گئی۔ مجھے بطور ناظر امور عامہ کوئی اعتراض نہیں کہ اگر ان میں سے کوئی آدمی ربوہ آ جائے اور وہاں رہائش دوبارہ رکھے۔ یہ درست ہے کہ ہم کسی کو لٹریچر تقسیم کرنے یا اشتہار لگانے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہم ربوہ کو اپنی

پرائیویٹ جائیداد سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس کو وہاں کے قانون وضع کر سکتے ہیں۔ ربوہ میں ٹاؤن کمیٹی ہے۔ گلیاں اور بازار Public Streets ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں کسی پبلک سٹریٹ یا پبلک مارکیٹ کے بارے میں کوئی قانون ہماری انجمن نہیں بنا سکتی۔ مجھے کسی ملکی قانون کا علم نہیں، جس کے تحت ہم کسی کو لٹریچر کی تقسیم سے روکتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم لٹریچر کی تقسیم روک دیتے ہیں۔ جس کو ہم اخلاقی اقدار کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں اب اس بات پر غور کروں گا کہ آئندہ ہمیں سابقہ پریکٹس کو جاری رکھنا چاہئے یا نہیں۔

ہمارا پیپلز پارٹی سے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ صدر انجمن احمدیہ مذہبی جماعت اور پیپلز پارٹی ایک سیاسی جماعت ہے۔

گواہ کو نوائے وقت ۱۰ جون کا تراشہ دکھایا گیا جس میں مرزا ناصر احمد کا بیان APP، شائع ہوا ہے۔ گواہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اس سے اتفاق کرتا ہے کہ ربوہ کا واقعہ پیپلز پارٹی نے اپنی ساکھ بحال کرنے کے لئے کرایا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی رائے قائم نہیں کی۔ اس طرح میں نے کسی جماعت کے بارے میں بھی کوئی رائے اس سلسلے میں قائم نہیں کی۔ مجھے مرزا ناصر احمد کی تقریر یا بیان کا علم نہیں جس میں انہوں نے کہا ہو کہ آئندہ ۲۵ سالوں میں مختلف ملکوں میں احمدیوں کی حکومت قائم ہو گی۔ ہم صدر انجمن احمدیہ کو بھیجی جانے والی سالانہ رپورٹوں کا ریکارڈ رکھتے ہیں اور انجمن احمدیہ کی اجازت سے وہ ریکارڈ پیش کر سکتا ہوں۔ (ٹریبونل نے ہدایت کی ۱۹۴۹ء سے آگے کی مشاورت کمیٹی کی رپورٹیں مہیا کی جائیں اور ۹ جون کے بعد کے الفضل کے پرچے بھی دیئے جائیں۔)

ہم ربوہ میں سوشل بائیکاٹ کرتے ہیں۔ اس کا مقصد بائیکاٹ کرنے والے کی اصلاح ہوتا ہے اس بائیکاٹ میں ضروریات زندگی سے محروم نہیں کیا جاتا جیسا کہ اب ملک میں احمدیوں کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ جب ہم کسی شخص کا بائیکاٹ کرتے ہیں تو ہم صرف اس سے مجلسی تعلقات ختم کرتے ہیں۔ یہ سزا بہت کم دی جاتی ہے اس کا اخلاقی دباؤ متعلقہ شخص پر پڑتا ہے اور عام طور پر وہ اصلاح پذیر ہو جاتا ہے۔ میں ربوہ میں کسی

آدمی کو نہیں جانتا جو اس اخلاقی دباؤ کو قبول نہ کرتا ہو اور ربوہ میں رہتا ہو۔ میں نہیں جانتا کہ ۱۹۷۰ء کے بعد مرزا ناصر احمد کتنی مرتبہ مسٹر بھٹو کو ملے۔ یہ درست ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جماعت کے فیصلے کے مطابق احمدیوں نے عام طور پر پیپلز پارٹی کی مدد کی۔ اس مدد کے پیش نظر دو باتیں تھیں۔ ایک تو ملک کا استحکام۔ دوسرے باقی سب جماعت کے منشور میں یہ درج تھا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے گا۔ ہمارے خیال میں صرف پیپلز پارٹی ہی تنہا مضبوط حکومت بنا سکتی تھی اور پیپلز پارٹی کے منشور میں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا نہیں لکھا تھا۔ اب تک پیپلز پارٹی نے میرے خیال میں اپنے منشور کی خلاف ورزی نہیں کی۔

۲۹ مئی کے واقعہ کے بعد ۳ سے ساڑھے تین ہزار احمدی ربوہ میں پناہ لینے آئے۔ ہماری ہاں کوئی محکمہ غیر سیاسی نہیں ہے۔ ہمارے بیرونی احمدیہ مشن تحریک جدید کے تحت ہیں وہ اس کو رپورٹ بھیجتے ہیں۔ ان کا صدر انجمن احمدیہ سے تعلق نہیں ہے۔

میاں شیر عالم ایڈووکیٹ کی جرح کے جواب میں

مجھے یہ خیال نہ آیا کہ ۲۲ مئی کے واقعہ کے نتیجے میں ۲۹ مئی کو کوئی Serious واقعہ پیش آ سکتا ہے۔ اگر یہ خیال آتا تو میں ضرور پولیس کو اطلاع دیتا۔ میں نے ۲۹ مئی کو فون پر اطلاع ملنے پر جھگڑے کی اطلاع پولیس چوکی ربوہ کو نہ دی تھی۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کیس ہمارے پاس آتا ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ پولیس کو اس کی اطلاع دینی چاہئے یا نہیں۔ دراصل قابل دست اندازی پولیس کیس کی اطلاع براہ راست پولیس کو جاتی ہے۔ ہمارے پاس بھی ایسے بعض کیسز (Cases) کی اطلاع آ جاتی ہے اور اس کی اطلاع ہم پولیس کو دے دیتے ہیں یہ غلط ہے کہ ہر کیس کی اطلاع پہلے ہمیں دی جاتی ہے۔ جب ایس پی نے ۱۰۰ طلبہ کو گرفتاری کے لئے طلب کیا تو وہ بلا تمیز گنہگار یا بے گناہ ان کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ پولیس نے ۲۹ اور ۳۰ مئی کو ۷۰۔ ۷۱ افراد کو گرفتار کیا تھا۔ ان ۷۱ افراد میں مسٹر رشید احمد کی دی ہوئی فہرست میں سے دس بارہ آدمی گرفتار ہو گئے ہیں۔ مسٹر رشید احمد ۳۰ مئی کو گرفتار ہوا۔ جب کہ بشیر احمد اور عزیز احمد بھانبڑی ۸ ۔ ۱۰

دن بعد گرفتار ہوئے تھے۔ پچھلے پانچ سالوں سے ملک کے طلبہ میں سے برے عناصر کے اثرات ربوہ کے احمدی طلبہ پر بھی پڑنا شروع ہو گئے ہیں جس سے پبلک میں عام طور پر سگریٹ پینے کے واقعات زیادہ ہو رہے ہیں۔۱۹۷۱ء کی جنگ کے زمانہ میں چار پانچ طلبہ کے ایک گروہ نے مختلف دکانوں میں بلیک آوٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چوری کی وارداتیں کی تھیں۔ پہریداروں نے جن کو جماعت نے مقرر کیا تھا۔ ان کو پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ میں انکے نام نہیں جانتا۔ کیس درج ہوا تھا۔ دو یا دو سے زائد طلبہ کے جھگڑے کا کوئی کیس میرے علم میں نہیں آیا۔ ہم نے نوجوانوں کے ڈسپلن کی خلاف ورزی کو چیک کرنے کے لئے کوئی خاص اقدام نہ کئے' ماسوائے سمجھانے بجھانے کے' ہم نے کسی نوجوان کو پبلک مقامات پر سگریٹ پینے اور سینما جانے پر کوئی سزا نہ دی۔ ۲۹ مئی کا واقعہ ڈسپلن کی قدروں کے زوال کا نتیجہ نہیں ہے۔

ملک محمد قاسم صاحب کی جرح کے جواب میں

جب میں نے یہ کہا تھا کہ ہم نے صرف پیپلزپارٹی کو ہی اس پوزیشن میں پایا کہ وہ مضبوط حکومت بنا سکتی ہے' ہمیں یہ توقع نہ تھی کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا اور پیپلزپارٹی باقی ماندہ ملک میں اکثریتی پارٹی بن کر ابھرے گی۔ پیپلزپارٹی نے مشرقی پاکستان میں کوئی نمائندہ کھڑا نہیں کیا تھا۔ ہم خلیفہ صاحب کی ہر ہدایت کو اہم سمجھتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی بھی منفی sense میں اہم ہے اور اس کا نوٹس لیا جانا چاہئے۔ یہ بات کہ احمدی طالب علم دوسرے طلبہ سے زوال نظم و ضبط کا جو برا اثر لے رہے ہیں اس پر بھی توجہ دینی چاہئے یہ درست نہیں ہے کہ میں نے ۲۲ مئی کا واقعہ صوبائی حکومت کی نظم و نسق کی اتھارٹیز کو رپورٹ نہیں کیا۔

مسٹر ایم ڈی طاہر کی جرح کے جواب میں

میں اپنے گاؤں ۲۱ اور ۲۸ مئی کو گیا تھا مگر میں نے انہیں یہ نہیں کہا تھا کہ ۲۹ مئی کو ربوہ آئیں' مسٹر بشیر احمد رفیق امام لندن مسجد سر ظفر اللہ خاں کے ساتھ جنوری ۱۹۷۴ء میں بھارت گئے تھے۔ میں دوسرے لوگوں کے نام نہیں جانتا جو انکے ساتھ گئے تھے اس ٹیم

میں کچھ غیر ملکی بھی گئے تھے۔

جب مجھے ٹیلیفون پر یہ معلوم ہوا کہ سٹیشن پر فساد ہو گیا تو میں نے سوچا کہ نشتر کالج کے طلبہ اس میں ملوث ہوں گے۔ یہ درست نہیں ہے کہ جب کوئی غیر احمدی ربوہ میں داخل ہو تو دو آدمی اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں ہم ہر سال باقاعدہ بجٹ بناتے ہیں۔ ہم اپنے حسابات کا آڈٹ پروفیشنل آڈیٹرز سے کراتے ہیں' بیت المال کی رقم بنکوں میں رکھی جاتی ہے۔ اس بیت المال سے کوئی روپیہ بیرون ملک مشن قائم کرنے کے لئے پاکستان سے باہر نہیں بھیجا جاتا۔ احمدی سرمایہ باہر موجود ہوتا ہے اس کو مشن قائم کرنے کے لئے باہر استعمال کیا جاتا ہے۔ جماعت جو گارڈ مقرر کرتی ہے اس کا اپنا اسلحہ ہوتا ہے۔ جس کا لائسنس ان کے پاس ہوتا ہے۔ اسلحہ کا کوئی ذخیرہ ہمارے ہاں نہیں ہے۔ جہاں سے کوئی اسلحہ سپلائی کیا جاتا ہے۔ ۱۰۔ ۱۲ گارڈ قصر خلافت میں ہوں گے اور ۳۔ ۴ بہشتی مقبرہ میں ہوتے ہیں۔ موخر الذکر قبریں بھی کھودتے ہیں اور گارڈ کا کام بھی کرتے ہیں۔ انکے پاس اسلحہ نہیں ہوتا۔ ربوہ میں کوئی زرعی زمین نہیں ہے۔ احمد نگر میں الگ جماعت ہے۔

ہم مسلمانوں کی جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے۔ اگر مرنے والا مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر سمجھتا ہو۔ لیکن اگر وہ کافر نہ سمجھتا ہو تو ہم اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں خواہ وہ نبی نہ مانتا ہو۔ بشیرطیکہ مرزا صاحب کا مکفر نہ ہو۔ مسٹر رفیق جو کبھی فرقان فورس میں رہے ہیں۔ اب مرزا ناصر احمد کے باڈی گارڈ میں شامل ہیں۔ میرا دفتر قصر خلافت سے فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر ہو گا۔ تحریک جدید کا دفتر میرے دفتر سے سڑک کے پار ہے۔ احمدی مشنری بیرون ملک احمدیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور وہ سب مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

مسٹر نذر محمد خاں نظارت امور عامہ میں ورکر ہے۔ اسکی ڈیوٹی دارالقضاء کے فیصلوں کی تنفیذ ہے۔ ربوہ میں کار خاص کے نام سے کوئی محکمہ نہیں۔ یہ درست نہیں ہے کہ زر محمد خاں اس کے انچارج ہیں۔ خلیفہ صاحب نے مجھ سے واقعہ ربوہ کے بارے میں

کوئی رپورٹ طلب نہیں کی تھی۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی عبدالجلیل جو کہ صالح نور گواہ کے بھانجے ہیں، کو ننگا کر کے امور عامہ کے دفتر میں مارا پیٹا گیا۔ ہمارے دفتر میں جرائم کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ یہ درست ہے کہ محمد علی سبزی فروش ۱۹۷۲ء میں قتل ہو گیا تھا چونکہ یہ پولیس کیس ہے اس لئے میں نے اس کی تحقیقات نہیں کی تھی۔ میں مرزا ناصر احمد صاحب کو عام طور ہر ماہ ایک مرتبہ ملتا ہوں۔ لیکن اگر ضروری ہو تو جلدی بھی مل سکتا ہوں۔

۱۶ جولائی کی کارروائی

مسٹر ابو العاصم جعفری کی جرح کے جواب میں

ہفت روزہ لاہور جماعت احمدیہ کا پرچہ نہیں ہے۔ البتہ اس کا ایڈیٹر مسٹر ثاقب زیروی احمدی ہے۔ مجھے واقعہ ربوہ کے پیچھے کار فرما مقاصد کا علم نہیں ہے۔ اب تک کوئی قدم اس سلسلے میں نہیں اٹھایا گیا کہ آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی کی جرح کے جواب میں

میرے دور، بطور ناظر امور عامہ میں ۸ - ۱۰ چور ربوہ میں پکڑے گئے تھے یہ سب ربوہ سے باہر کے تھے سوائے ان تین چار لڑکوں کے جن کا ذکر میں نے کل کے بیان میں کیا تھا۔ ان تین چار لڑکوں کے سوا ہم نے کوئی چور نہیں پکڑے تھے بلکہ دوسرے سب چور پولیس نے پکڑے تھے۔ یہ درست نہیں ہے کہ جب ہم چور پکڑتے ہیں ہم اسے مار دیتے ہیں اور پھر یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ مقابلہ میں ہلاک ہو گیا۔ اغوا کا کوئی واقعہ میرے ناظر امور عامہ بننے کے بعد نہیں ہوا۔ اگر زنا کی کوئی واردات ہمارے علم میں آ کر ثابت ہو جائے تو اسے جسمانی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن اب تک ایسا کوئی واقعہ ربوہ میں نہیں ہوا۔ یہ جماعتی پالیسی نہیں ہے کہ جرم کی اطلاع پہلے امور عامہ کو دی جاتی ہے اس کے بعد پولیس کو اطلاع دی جاتی ہے یہ غلط ہے کہ ربوہ میں جانے والے ہر شخص کا تعاقب

امور عامہ کے کارکنوں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

ہم سوشل بائیکاٹ بطور سزا کرتے ہیں۔ یہ سزا اصلاح کے لئے دی جاتی ہے۔ دوسری سزا جماعت کی طرف سے اخراج از نظام جماعت کی دی جا سکتی ہے۔ ہم نے میاں عبدالمنان عمر کو ربوہ سے نہیں نکالا تھا۔ پولیس نے امور عامہ کے دفتر کی تلاشی ۲۹ مئی کے بعد نہیں لی تھی۔ یہ غلط ہے کہ رشید احمد نے فساد میں حصہ لینے والے افرد کے نام ایک فائل میں لکھے تھے۔ جو لوگ اب تک گرفتار ہوئے ہیں ان میں سے کچھ بے گناہ بھی ہیں۔ یہ غلط ہے کہ ہم نے بے گناہ لوگوں کو اس لئے گرفتار کرا دیا تاکہ بااثر حقیقی ملزموں کو گرفتاری سے بچا سکیں۔ میں نے کرائمز برانچ پولیس کو یہ اطلاع دی تھی کہ ۲۹ مئی کو مجھے واقعہ کا علم ٹیلیفون کال کے ذریعہ ہوا تھا۔ میں ربوہ کے واقعہ کے بارے میں مرزا ناصر احمد کے کسی بیان کو نہیں جانتا۔ سوائے خطبہ جمعہ کے' میرے فرائض ان فرائض کے علاوہ کچھ نہیں ہیں جو قواعد و ضوابط میں درج ہیں یا خلیفہ صاحب میرے سپرد کریں۔ میں نے پچھلے سال کا جلسہ سالانہ اٹینڈ کیا تھا۔ یہ درست ہے کہ اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے مرزا ناصر احمد صاحب نے یہ کہا تھا کہ غلبہ اسلام کا دن قریب ہے اس لئے انہیں فنڈز کی ضرورت ہے۔ مجھے ائیر مارشل ظفر چوہدری کی علیحدگی کی وجوہات کا علم نہیں۔

مسٹر محمد لطیف رانا کی جرح کے جواب میں

پچھلے تین چار سال میں' میں نے مسٹر شریف جنجوعہ آف سٹیٹ لائف انشورنس کمپنی کو ایک شخص کے لئے ملازمت کی سفارش کی تھی۔ پچھلے سال کچھ احمدیوں کو سعودی عرب میں گرفتار کیا گیا تھا بعد میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ سعودی عرب میں کوئی احمدی مبلغ نہیں' نہ ہی افغانستان میں۔

مسٹر خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

مرزا ناصر احمد خلیفہ ہیں۔ مرزا مبارک احمد انچارج تحریک جدید وکیل اعلیٰ ہیں مرزا منور احمد چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ہیں۔ مرزا انور احمد انچارج دارالضیافت ہیں۔ مرزا طاہر احمد ناظم ارشاد وقف جدید ہیں۔ اظہر احمد افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ

صیغہ امانت ہیں۔ مرزا رفیع احمد پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ ہیں۔ مرزا نعیم احمد افسر امانت تحریک جدید ہیں۔ یہ درست ہے کہ مرزا خلیل احمد انچارج حفاظت درویشاں ہیں یہ بھی درست ہے کہ مرزا حفیظ احمد صاحب جماعت کی سندھ میں زمینوں کے انچارج ہیں۔ مرزا حنیف احمد' احمد نگر کی اراضی کے مینجر ہیں(۱) مرزا بشیرالدین کے ۱۳ لڑکے ہیں اور ۹ داماد ہیں۔ مرزا منصور احمد ناظر اعلیٰ ہیں۔ (۲) مرزا حمید احمد ناصر ولد بشیر احمد انچارج بہشتی مقبرہ ہیں۔ (۳) مسعود مبارک سیکرٹری بہشتی مقبرہ ہیں۔ یہ مرزا بشیرالدین محمود کے داماد نہیں ہیں۔ منصور احمد اور حمید احمد داماد ہیں۔ میر داؤد احمد مرحوم بھی داماد تھے اور جامعہ احمدیہ میں پرنسپل تھے۔ میر محمود احمد ناصر داماد پروفیسر جامعہ احمدیہ ہیں۔ عبدالرحیم وکیل تحریک جدید اور مسٹر ایم ایم احمد بھی ان کے داماد ہیں۔

ناصر احمد سیال ولد فتح محمد سیال ایڈووکیٹ' پیر معین الدین برادر پیر صلاح الدین بھی داماد مرزا بشیرالدین محمود ہیں' داؤد مظفر بھی مرزا صاحب کے نویں داماد ہیں۔ یہ درست ہے کہ زیادہ بیٹے اور کچھ داماد مرزا بشیرالدین کے ربوہ انتظامیہ کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

ایک شخص غلام رسول کلرک امور عامہ کے دفتر میں تھا۔ اس کو ۶۸ میں ربوہ بدر کرنے کی سزا دی گئی تھی۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ اسے یہ سزا کیوں دی گئی تھی۔ البتہ میں نہیں جانتا کہ لال دین درویش ہندوستان سے بلاجواز ضروری کارروائی کے بغیر پاکستان آیا اور ابھی تک ربوہ میں رہ رہا ہے۔ نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ غلام رسول کو ربوہ سے اس لئے نکالا گیا۔ کہ اس نے لال دین مذکور کی شکایت ڈی سی جھنگ کو کی تھی۔ یہ درست ہے کہ مذکورہ غلام رسول چوری چھپے ربوہ میں آتا رہتا تھا لیکن میں نہیں جانتا کہ اس بنا پر اس کی بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں کو ربوہ سے نکال دیا گیا' البتہ یہ بات قابل فہم ہے کہ اگر کوئی واضح ہدایات کے باوجود ربوہ آئے تو اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ غلام رسول کو اب معافی دے دی گئی ہے لیکن مجھے شرائط معافی کا علم نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ ربوہ میں نکاح کے موقع پر دو فارم پر کئے جاتے ہیں۔ ایک سرکاری فارم نکاح جو مسلم فیملی لاء آرڈیننس کے تحت مقرر ہے۔ دوسرا جماعت کی

نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے مقرر ہے۔ صرف جماعت کے مقرر کردہ فارم پر نکاح نہیں ہوتا۔ مجھے یاد نہیں کہ مذکورہ لال دین کو ربوہ میں رہائش رکھنے کی اجازت دی گئی تھی یہ درست ہے کہ کہ دفتر آبادی کسی شخص کو زمین الاٹ نہیں کرتا جب تک امور عامہ کی توثیق حاصل نہ کرلی جائے۔ ہم کلیرنس دینے سے پہلے امیدوار کے کوائف چیک کرتے ہیں۔ اگر ہمیں ذاتی علم نہ ہو تو ہم اس جماعت کے امیر سے رپورٹ حاصل کرتے ہیں جہاں سے وہ شخص آیا ہو۔ ہم یہ تسلی کرتے ہیں کہ نیا آنے والا غیر احمدی نہ ہو۔ ربوہ میں قریباً سو گھروں میں ٹیلی ویژن ہیں۔ قصر خلافت میں بھی ٹیلی ویژن ہے میں جانتا ہوں کہ مرزا ناصر کے بھائیوں میں سے مرزا اظہر احمد اور حنیف احمد سگریٹ پیتے ہیں دوسروں کے بارے میں نہیں جانتا۔

(چوہدری عبداللہ خان چک ۸۸ سرگودھا' ۵۸ ـ ۵۹ میں ربوہ چوکی میں اے ایس آئی رہے ہیں) ربوہ میں کچھ غیر ملکی طالب علم موجود ہیں۔ یہ درست ہے کہ کوئی شخص ربوہ میں آباد نہیں ہو سکتا جب تک ناظر امور عامہ اجازت نہ دے البتہ ناظر امور عامہ کی نامنظوری کی صورت میں متعلقہ شخص خلیفہ سے اپیل کر کے اجازت حاصل کر سکتا ہے۔ ناظر امور عامہ کے تمام فیصلے قابل اپیل ہیں' اپیل خلیفہ صاحب کے پاس کی جاتی ہے۔ میں وہ اختیارات استعمال کرتا ہوں جو خلیفہ صاحب مجھے تفویض کریں۔ میں جانتا ہوں کہ ۲۹ فروری کو گھوڑ دوڑ کے دوران دو آدمی اچانک حادثے میں مر گئے تھے۔ میں ان کے نام نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کے نام لطیف احمد اور بدر الدین تھے۔ مجھے علم ہے کہ اس واقعہ کی اطلاع پولیس کو دی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ موجودہ خلیفہ کبوتر بازی میں ملوث ہوتے ہیں۔ جماعت کا ایک اصطبل گھوڑوں کا ہے۔ ان گھوڑوں کو نیزہ بازی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف گھوڑ دوڑیں ہوتی ہیں۔ جماعت کے اصطبل کے گھوڑوں نے بھی ۲۹ فروری ۷۲ء کو دوڑ میں حصہ لیا تھا۔ میں خلیفہ صاحب کا معتمد ہوں اس لئے مجھے ناظر امور عامہ مقرر کیا گیا۔ میں اور میرا خاندان اپنے آپ کو مخلص احمدی سمجھتے ہیں اور خلیفہ صاحب کے وفادار ہیں۔ میرے ۱۱ کے ۱۱ بھائی میری طرح احمدی ہیں۔

ان کے نام (۱) نذیر احمد ہیڈ ماسٹر چک S.P ۳۴ جنوبی ہائی سکول (۲) محمد صفدر'

طفیل روڈ لاہور ریٹائرڈ میجر آرمی۔ (۳) بشیر اصغر، شاہنواز کی فرم میں ملازم ہیں۔ اپنا کاروبار نہیں کرتے۔ (۴) مشتاق احمد اسسٹنٹ ڈائریکٹر۔ لوکل گورنمنٹ جھنگ (۵) محمد احمد سکواڈرن لیڈر پی اے ایف۔ آج کل ابو ظہبی میں ہے (۶) محمد اسلم ایڈووکیٹ سرگودھا (۷) محمد سلیم، لاہور میں چاؤنی والا محلہ میں رہتے ہیں (۸) مسعود احمد زمیندار کرتے ہیں چک ۳۳ جنوبی ایس پی (۹) کیپٹن مبشر احمد کوئٹہ (۱۰) مبارک احمد کیپٹن آرمی (۱۱) منور احمد گاؤں میں زمیندارہ کرتے ہیں۔

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد جس کی رو سے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ ہمارا رد عمل یہ تھا کہ اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا اسمبلی ایسا کرنے کی مجاز ہے۔ اس قرارداد سے احمدی مشتعل نہیں ہوئے تھے۔ مجھے ربوہ کے باہر کے کسی آدمی کا علم نہیں جس نے اس قرارداد پر اضطراب کا اظہار کیا ہو۔ ربوہ میں اس پر کوئی احتجاجی مظاہرہ نہیں ہوا۔ نہ ہی احمدیوں کا کوئی وفد خلیفہ صاحب کے پاس اس کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے گیا تھا۔ ہم کسی کے خلاف خفیہ تحقیقات نہیں کراتے جس کے گمراہ ہونے کی شکایت ہمیں ملتی ہیں۔ ہم اوپن تحقیقات کرتے ہیں، ان تحقیقات کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ لیکن ہم کسی کو کلیرنس بسلسلہ رہائش ربوہ دینے کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھتے۔ یہ درست ہے کہ کسی کو ربوہ سے خلیفہ کی منظوری کے بغیر نہیں نکالا جاتا۔ مہاجرین جو ربوہ میں ان دنوں آئے ہوئے ہیں کے لئے کھانا دارالضیافت سے دیا جاتا ہے۔ ان کے لئے پہلے منظوری امور عامہ سے حاصل کرنی پڑتی ہے۔ کسی کو ربوہ میں جلسہ کرنے یا جلوس نکالنے کی اجازت امور عامہ سے حاصل کرنی پڑتی ہے لیکن چمن عباس کے شیعہ حضرات محرم کا جلوس نکالتے ہیں۔ ان کا جلوس ربوہ سے گزرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ چمن عباس کے لوگوں کے پاس حکومت کی طرف سے لائسنس جلوس نکالنے کا موجود ہے یا نہیں۔ آج تک ربوہ میں احمدیوں کے علاوہ کسی اور سیاسی یا مذہبی جماعت کا جلسہ منعقد نہیں ہوا۔

یہ درست نہیں ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے کبھی ربوہ کی انتظامیہ کو جلسہ کرنے کی اجازت حاصل کرنے کی درخواست دی۔ نہ یہ درست ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے غیر احمدیوں کو جلسہ کی اجازت حاصل کرنے کی درخواست دی گئی یا اجازت دی گئی۔ ربوہ کے

وقوعہ کے بعد فسادات کے دوران کسی احمدی جماعت کا کوئی امیر نہ مارا گیا نہ ان پر حملہ ہوا۔ قریبا ۲۵ احمدی فسادات میں مارے گئے' میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کوئی کسی احمدیہ تنظیم کا عہدیدار ہے۔ یہ درست ہے کہ کچھ غیر احمدی بھی مارے گئے تھے مگر میں ان کی صحیح تعداد نہیں جانتا۔ مجھے علم نہیں کہ کوئی احمدی سرکاری ملازم یا نیم سرکاری ملازم مارا گیا۔ میں میر محمد بخش ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ ربوہ کو جانتا ہوں۔ وہ گوجرانوالہ میں محفوظ ہیں۔ ان کی جائیداد اور افراد خاندان بھی محفوظ ہیں۔ یہ درست ہے کہ تمام شریف اور پرامن جہاں بھی تھے محفوظ ہے کیونکہ جو مارے گئے ان میں بھی شریف لوگ تھے۔ یہ درست نہیں ہے کہ پچھلے ہفتے ایک احمدی نے کھاریاں کے نزدیک فائر کرکے دو آدمیوں کو مار دیا۔ یہ درست ہے کہ سندھ میں جماعت احمدیہ قادیان کی زمین کا قبضہ صدر انجمن احمدیہ نے حاصل کر لیا اور اس کا مفاد حاصل کرتی ہے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے برطانوی حکومت سے بہت سے قطعات اراضی حاصل کئے تھے۔ برطانوی حکومت نے اپنے قواعد کی رو سے یہ اراضی دی تھی۔ یہ غلط ہے کہ اس کی قیمت برائے نام تھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں سندھ والی جائیداد کو "دشمن کی جائیداد" قرار نہیں دیا گیا۔ انجمن احمدیہ قادیان کی جائیداد ہندوستان میں ہے اور اس انجمن کے قبضے میں ہے یہ درست ہے کہ ۱۹۴۴ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ ہی مصلح موعود ہیں' یہ اعلان انہوں نے ۱۳ ٹمپل روڈ لاہور میں کیا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں احمدیہ جماعت نے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کو ووٹ دیئے تھے۔

میں نہیں جانتا کہ مشرقی پاکستان میں رہنے والے کسی احمدی کو ۱۹۷۱ء کے فسادات میں کوئی نقصان پہنچا ہو۔

اس موقعہ پر ٹربیونل نے کہا کہ اب آئندہ گواہان سے وہ خود سوالات پوچھا کریں گے۔ وکلاء جرح نہیں کریں گے۔ گواہ نمبر ۴۳ کو فارغ کر دیا گیا۔

گواہ نمبر ۴۴

محمد صادق ولد محمد شریف (عمر ۲۵ سال کلرک بیت المال ربوہ محلہ دارالرحمت غربی مکان ربوہ)

مجھے ۲۸ جون کو امور عامہ کے دفتر سے گرفتار کیا گیا تھا۔ وہاں کرائمز برانچ پولیس امور عامہ کے دفتر میں پہلے سے موجود تھی' جب میں وہاں گرفتار ہوا تھا۔ میں ۲۰ جون کو گرفتاری کے ڈر سے بھاگ گیا تھا۔ ۲۹ مئی سے ۲۰ جون تک میں ربوہ میں ہی رہا اپنے گھر میں۔ اس عرصے میں پولیس میرے پاس نہ پہنچی۔ ۲۸ مئی کو میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ایک تنور اپنے گھر میں بنانے میں رات دیر تک مصروف رہا۔ اس لئے میں اگلی صبح وقت پر بیدار نہ ہو سکا اور ۷ بجے دفتر نہ پہنچ سکا۔ پس میں نے چند گھنٹوں کی رخصت حاصل کر لی اور دس بجے دفتر پہنچ گیا میں ۲۹ مئی کو ربوہ سٹیشن پر نہیں گیا تھا۔ میرا ربوہ کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دس بجے دفتر پہنچ کر میں نے کام کیا۔ دفتر میں شیخ محبوب عالم خالد میرے افسر اور دوسرے کلرک تھے۔

میری برانچ کے تمام کارکن اور میرے افسر دفتر میں موجود تھے۔ مجھے ساڑھے گیارہ بجے قبل دوپہر یا دوپہر کے وقت دفتر میں ہر شخص کو اس واقعہ کا علم ہو گیا تھا۔ شہر میں یہ افواہ تھی کہ لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے مجھے یہ علم نہ تھا کہ پولیس کن کو اس کیس کے سلسلے میں گرفتار کر رہی تھی۔ ۲۰ جون سے پہلے بھی میں چھپتا رہا۔ البتہ میں ان دنوں دفتر جاتا رہا لیکن میں خبردار رہا۔ جب مجھے پتہ چلتا کہ پولیس آئی ہے میں دوڑ جاتا۔ ۲۰ جون کو میں ربوہ سے چلا گیا کیونکہ اس دن میں نے سمجھا کہ اگر میں نہ بھاگوں تو مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔

میں مسٹر رشید احمد صاحب کو جانتا ہوں وہ امور عامہ کے دفتر میں کلرک ہیں ان کی میرے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے بطور مجرم رشید احمد نے اس فہرست میں شامل کیا تھا جو مجرموں کی تیار گئی تھی۔ یہ فہرست ۲۹ مئی کو بنائی گئی تھی۔ مجھے منڈی میں ایک جگہ بلایا گیا تھا۔ وہاں ۷ - ۸ آدمی اور تھے۔ وہاں مولوی عبدالعزیز بھانبڑی بھی تھا ایک اور کلرک امور عامہ جس کا نام بھی رشید احمد ہے اور مسٹر رشید احمد کارکن امور عامہ۔ کوئی اور عہدیدار وہاں موجود نہ تھے۔ مسٹر رشید احمد ان کا نام لکھ لیتے تھے جو وہاں ان کے سامنے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ امور عامہ میں بلایا جائے گا۔ میں نے نام

لکھے جانے کی ضرورت نہ پوچھی۔ میرا خیال تھا کہ قصر خلافت میں پہرے کی ڈیوٹی ہو گی۔ نام لکھوانے کے بعد میں امور عامہ کے دفتر گیا۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ مجھے اور دوسروں کو پولیس کو پکڑوا دیں گے۔ اس پر میں وہاں سے بھاگ گیا' درحقیقت مجھے امور عامہ کے دفتر کو جاتے ہوئے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مجھ سے امور عامہ کے دفتر میں پوچھ گچھ کی جائے گی اور وہاں مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ میں موقع کی تلاش میں تھا۔ جب میں امور عامہ کے دفتر کے گیٹ میں داخل ہوا۔ تو اس کے بعد مجھے موقعہ مل گیا اور میں بھاگ گیا۔ میں نے اپنے افسر شیخ محبوب عالم خالد بیت المال والے کی امداد حاصل نہ کی کیونکہ مجھے خیال تھا کہ جن ملزموں کا تعلق ربوہ کے واقعہ سے ہے' ان کو گرفتار کیا جا چکا ہے' میں اس لئے ربوہ سے بھاگ گیا تھا کہ مجھے خدشہ تھا کہ مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ میں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے اس لئے پیش کیا کیونکہ میری ماں نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ جب میں ۲۹ مئی کو گھر سے دفتر جا رہا تھا تو میں ربوہ سٹیشن کی عمارت کے قریب سے گزرا۔ میں نے سٹیشن پر ۳۰۔ ۴۰ افراد کو جو پلیٹ فارم پر بیٹھے تھے۔ میں انکو دیکھ کر یہ سمجھا کہ وہ کسی مبلغ وغیرہ کو لینے کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگ ربوہ کے تھے لیکن مجھے یقین نہیں کہ وہ کون کون تھے' مجھے معلوم ہوا کہ ملک نصیر احمد طالب علم تعلیم الاسلام کالج بھی فسادیوں میں شامل تھا۔ ان کے علاوہ میں کسی اور شخص کا نام نہیں بتا سکتا جو واقعہ میں ملوث ہو۔ لیکن عام افواہ یہی تھی کہ طلبہ کے درمیان لڑائی ہوئی تھی۔

میں ان میں شامل تھا جو ۲۲ مئی کو سٹیشن کے قریب کھیل کے میدان میں والی بال کھیل رہے تھے۔ جب چناب شام کو ربوہ آئی تو کھیل کے میدان کے بالمقابل کھڑی ہونے والی بوگی طلبہ کی تھی۔ سٹیشن پر پہنچ کر طلبہ نے اسلام زندہ باد' احمدیت مُردہ باد' مرزائی مُردہ باد اور حوریں چاہئیں' کے نعرے لگائے۔ میں اندر پلیٹ فارم پر گیا۔ کیونکہ میں نے گیم کھیلنا بند کر دیا تھا۔ جب نعرے سن کر سٹیشن پر گیا۔ باقی لوگ والی بال کھیلتے رہے۔ پلیٹ فارم پر پہنچ کر میں ان طلبہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ پلیٹ فارم پر اس دن کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہوا تھا۔ طلبہ صرف نعرے لگاتے رہے۔ جب گاڑی چلنے لگی تو ان میں سے ایک لڑکے نے ان کو گاڑی پر سوار ہونے کے لئے کہا جب گاڑی چلی تو ۲۔ ۳ پتھر گاڑی سے سٹیشن پر

پھینکے گئے۔ کوئی زخمی نہ ہوا اور گاڑی چل دی۔ مجھے یہ علم نہیں کہ کوئی فیصلہ ربوہ والوں نے کیا یا کوئی منصوبہ اس توہین کا بدلہ لینے کے لئے بنایا' جو مسافر طلبہ نے ۲۲ مئی کو کی تھی۔ میں کوئی اور معلومات اس ٹربونل کو نہیں دے سکتا کہ ربوہ کا واقعہ کیسے ہوا۔

ٹربونل = کل مسٹر رشید احمد' ادریس اور نصیر احمد کو طلب کیا جائے۔

۱۷جولائی کی کارروائی

گواہ نمبر۴۵

(رشید احمد کلرک امور عامہ ربوہ باقرار صالح (ہتھکڑی کھولی گئی)

میں دفتر امور عامہ میں کلرک ہوں۔ اس دفتر میں ۷ '۸ کلرک ہیں' جن کے ذمہ مختلف فرائض ہیں۔ میں ناظر امور عامہ کے فرائض کی ادائیگی میں ان کی مدد کرتا ہوں۔

مجھے ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء کو ۸ اور ۹ بجے صبح کے درمیان گرفتار کیا گیا تھا۔ میں نے ۲۲ مئی کا واقعہ خود نہیں دیکھا تھا مگر ۲۳ مئی کو مجھے معلوم ہوا کہ ربوہ سے گزرتے ہوئے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ نے نعرے لگائے۔ مگر صورت حال اس سے زیادہ خراب نہ ہوئی۔ چونکہ یہ خلاف معمول نہ تھا اس لئے ہم نے اس کا زیادہ نوٹس نہ لیا۔ شرارتی لوگ اینٹی احمدیہ نعرے لگاتے رہتے ہیں' جب کبھی ربوہ سے گزرتے ہیں۔ ۲۴ مئی کو میں لاہور آیا ہوا تھا۔ ۲۲ مئی سے ۲۹ مئی تک کوئی اہم بات نہ ہوئی۔ ۲۹ مئی کو ساڑھے نو بجے یا پونے دس بجے میں رحمت بازار میں خرید و فروخت کر رہا تھا۔ جب چناب ربوہ سٹیشن پر آئی تو میں نے بہت سا شور سٹیشن کی طرف سے سنا۔ میں نے نعرے سنے جو احمدیت کے حق میں اور اس کے خلاف لگ رہے تھے۔ ایک طرف سے احمدیت مردہ باد اور مرزائیت مردہ باد کے نعرے لگتے تھے دوسری طرف احمدیت زندہ باد' انسانیت زندہ باد کے نعرے تھے۔ یہ نعرے سن کر بازار کے لوگ سٹیشن پر آئے میں بھی ان کے ساتھ آیا۔ ہم مغربی جانب یعنی گاڑی کے پیچھے کی طرف سے آئے۔ میں نے دیکھا کہ پلیٹ فارم کے درمیان میں لڑائی ہو رہی ہے۔ پس میں نے بازار سے آنے والے لوگوں کو پلیٹ فارم پر جانے سے روکا۔ پلیٹ فارم پر اس وقت ۱۵۰ آدمی موجود تھے۔ جن میں مسافر بھی شامل

تھے جو گاڑی سے اتر گئے تھے۔ جب تک گاڑی نہ چلی میں نے ہجوم کو جو بازار سے آیا تھا' پلیٹ فارم پر جانے سے روکے رکھا۔ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ ہوا۔ پلیٹ فارم سے پرے دو بوگیاں تھیں۔ آخر سے دوسری بوگی کے دروازے اور کھڑکیاں سب بند تھے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے آنے سے پہلے کیا واقعہ ہوا؟ میری موجودگی میں کم از کم اس بوگی پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔ میں تو بوگی کی طرف پشت کر کے کھڑا رہا کیونکہ میں ہجوم کو پیچھے ہٹا رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے آنے سے قبل بوگی کا کوئی نقصان ہوا یا نہیں۔ پلیٹ فارم پر جو کچھ میں نے دیکھا وہ صرف یہ تھا کہ کسی قسم کی لڑائی ہو رہی تھی کیونکہ میں پلیٹ فارم پر خود نہیں گیا اور وہاں بہت ہجوم تھا اس لئے مجھے اس کی تفصیلات کا علم نہیں۔ سٹیشن پر میرے آنے کے دس پندرہ منٹ بعد گاڑی چلی گئی۔ اس کے بعد میں اپنے دفتر چلا گیا اور ہجوم منتشر ہو گیا۔ گاڑی کے چلے جانے کے بعد ہجوم کے منتشر ہونے سے پہلے میں نے پلیٹ فارم پر ۳۰۔ ۴۰ آدمی اور بچے دیکھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کوئی عورت بھی تھی۔ اس تعداد میں بازار سے آنے والا ہجوم شامل نہیں جس کو میں نے پلیٹ فارم کے باہر روک رکھا تھا۔ جب میں اپنے دفتر کی طرف جا رہا تھا جو سٹیشن سے شمال مشرق کی طرف ہے۔ میں نے دو نوجوانوں کو سٹیشن سے اسی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور دوسرے کی قمیض پھٹی ہوئی تھی۔ میں نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ رحمت بازار سٹیشن سے ۲۰۰۔ ۳۰۰ گز دور ہے۔ میرا دفتر سٹیشن سے ایک دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ میں نے ہجوم میں سے کچھ لوگوں کو پہچان لیا تھا مگر اب کافی عرصہ گزر جانے کے بعد اور مجھے زخم آنے کی وجہ سے میں ان کے نام اب بتا نہیں سکتا۔ البتہ میں نے وہ نام پولیس کو ۲۹ مئی کی رات کو دس بجے کے قریب بتا دیئے تھے چونکہ اس وقت واقعہ اور نام میرے ذہن میں تازہ تھے۔ میں نے اپنی گرفتاری کے بعد پولیس کو جو بیان دیا تھا اس میں پولیس کو پہلے سے دیئے گئے ناموں کی تصدیق کی تھی۔

اپنے دفتر پہنچ کر ۲۹ مئی کو میں نے ناظر امور عامہ مسٹر ظہور احمد باجوہ کو وقوعہ کے بارے میں بتایا تھا۔ سٹیشن کو چھوڑنے سے پہلے میں سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں گیا تھا مگر وہ

مصروف تھے وہ تاریں دے رہے تھے ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ میں نے ان میں سے کسی سے بات نہ کی۔

میں نے چوہدری بشیرالدین کو پلیٹ فارم پر دیکھا تھا وہ پلیٹ فارم پر موجود لوگوں کو ہنگامہ کرنے سے روک رہے تھے۔ وہ پلیٹ فارم کے وسط میں لوگوں کو روک رہے تھے۔ جب گاڑی چلی گئی اور لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے مسٹر بشیر احمد کو پلیٹ فارم پر نہ دیکھا میں نہیں جانتا کہ وہ سٹیشن ماسٹر کے دفتر میں تھے یا نہیں جب میں سٹیشن سے امور عامہ کے دفتر میں گیا اور اپنی رپورٹ ناظر کو دے رہا تھا۔ مسٹر بشیر احمد صدر عمومی بھی وہاں آ گئے۔ ہم اس وقت یہ نہیں جانتے تھے کہ واقعہ کیوں اور کیسے ہو گیا۔ ہم سب کی یہ رائے تھی کہ یہ واقعہ نہیں ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہ ہماری روایات کے خلاف ہے۔ البتہ ہم نے یہ غور نہ کیا کہ آیا کوئی تحقیقات ہونی چاہئے اور کن لوگوں نے اس واقعہ میں حصہ لیا۔ ناظر کو واقعہ بتانے کے بعد میں اپنے کمرے میں آ گیا اور ایک بجے بعد دوپہر گھر چلا گیا۔ جونہی میں سٹیشن سے اپنے دفتر میں آیا تھا میں نے اے ایس آئی ربوہ کا فون سنا وہ واقعہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں بھی سٹیشن پر تھا جب وہاں ہنگامہ ہوا۔ لیکن میں نے انہیں بتایا کہ وہ سٹیشن پر جا کر سٹیشن ماسٹر سے حالات معلوم کریں۔ ہم نے پولیس کو اس لئے معاملہ رپورٹ نہ کیا کیونکہ ان کو اس کا پہلے سے علم تھا۔ شام کو اے ایس آئی چوکی ربوہ مجھے ساڑھے آٹھ بجے کے قریب دفتر امور عامہ میں بلانے آیا۔ میں اس وقت گھر پر تھا۔ مجھے گھر سے دفتر بلایا گیا۔ جب میں وہاں گیا تو ایک ایس آئی اور میرے دفتر کے دو چپڑاسی موجود تھے۔ میں اے ایس آئی کے ساتھ چوکی گیا وہاں اے سی چنیوٹ اور ایس پی جھنگ پہلے سے چوکی میں موجود تھے۔ میرے بعد مسٹر عبدالعزیز بھانبڑی اور رشید جونیئر بھی وہاں پہنچ گئے۔ ربوہ کا اور کوئی آدمی وہاں نہ آیا۔ ایس پی نے کہا کہ ۱۰۰ آدمی گرفتار کرا دو۔ ہم نے کہا کہ صرف مجرموں کو گرفتار کریں۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ بے گناہ لوگوں کو پکڑوا دیں۔ ایس پی جھنگ' اے سی چنیوٹ' ڈی ایس پی چنیوٹ اور ایس ایچ او لالیاں ہم تینوں کو ٹی آئی کالج لے گئے۔ کالج پہنچ کر انہوں نے ہوسٹل کا محاصرہ کیا۔ ایس پی جھنگ' اے سی چنیوٹ اور مسٹر عبدالعزیز

بھانبڑی پرنسپل کے گھر گئے جو کالج کے احاطہ میں ہی رہتے ہیں۔ انہوں نے پرنسپل سے کہا کہ ۱۶۰ طلبہ کو گرفتار کرائیں۔ انکے انکار پر وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ اپنی یادداشت کے مطابق مجرموں کے نام بتائیں۔ اس وقت میں نے انہیں ۲۰ ـ ۲۵ افراد کے نام بتائے۔ انکو میں نے سٹیشن پر موجود پایا تھا اور دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان آدمیوں کو مہیا کر دیں۔ ہم پوری رات ان کو Round up کرنے کی کوشش کرتے رہے جو مل گئے ان کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ چونکہ یہ گرفتاریاں پولیس کی توقع سے کم تھیں۔ اس لئے پولیس نے بلا تمیز بہت سے دوسرے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ انہوں نے کل ۶۰ ـ ۷۰ آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ ۳۰ مئی کو صبح آٹھ بجے کے قریب مجھے بھی گرفتار کر لیا۔ اور میری موجودگی میں پہلے سے گرفتار شدہ دوسرے لوگوں کو پولیس سرگودھا لے گئی اور مجھے چنیوٹ لے گئی۔

میں نے ایک دو لڑکوں کے ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑیاں (Small Sticks) دیکھی تھیں میں نے کسی مسافر لڑکے کو زخمی حالت میں سٹیشن پر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ہجوم کو پلیٹ فارم سے پرے رکھا تاکہ ان کی وہاں موجودگی صورت حال کو مزید پیچیدہ نہ بنا دے اور لڑائی کو مزید شدید نہ بنا دے۔ ہمیں ۲۹ مئی سے پہلے ایسے کسی واقعہ کے ہونے کا گمان نہ تھا۔ اگر ہمیں ایسا شک بھی ہوتا تو ہم احتیاطی تدابیر اختیار کرتے۔ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ ٹریبونل کو بتاؤں کہ ربوہ کے کس طرح کے عناصر اس شرارت کے ذمہ دار ہیں۔

۳۶ افراد کی لسٹ Exc - 68 گواہ کو پڑھ کر سنائی گئی' وہ ان افراد کے نام پولیس کو دینے کی بات مانتا ہے

۱۔ حسن علی نلکوں کا کاروبار

۲۔ سعید احمد پھل کا دوکاندار

۳۔ احمد خاں

۴۔ عبدالمنان

۵۔ محمد خاں

۶۔ محمد صادق ملازم بیت المال

۷۔ داؤد احمد ولد عبداللہ پٹھان۔ طالب علم

۸۔ ملک نصیر احمد۔ طالب علم تعلیم الاسلام کالج

۹۔ مظفر احمد۔ طالب علم

۱۰۔ محمد شریف

۱۱۔ محمد ارشد ولد مبارک انور محلّہ دارالصدر (زخمی)

۱۲۔ محمد امین

۱۳۔ ادریس احمد

۱۴۔ پسر عبدالخالق

۱۵۔ محمد رفیق

۱۶۔ بشارت احمد

۱۷۔ مظفر احمد

۱۸۔ ضیاء اللہ

۱۹۔ عبدالعزیز دکاندار ولد عبدالکریم

۲۰۔ لطف اللہ طالب علم

۲۱۔ منور احمد

۲۲۔ مظفر احمد

۲۳۔ شمیم احمد

۲۴۔ فہیم احمد

۲۵۔ سعید احمد

۲۶۔ طاہر احمد

میں نے پولیس کو بتایا تھا کہ یہ لوگ وقوعہ کے وقت سٹیشن پر موجود تھے مگر فسادی نہ تھے۔ میں نے پولیس کو بتایا تھا کہ ان مجرموں کو بلا کر پوچھ گچھ کرے کہ ان میں سے کون مجرم تھا ٹربیونل نے گواہ کا ایک مختصر بیان اور بیان مورخہ ۵۔۶۔۷۴ء جو پولیس نے

قلمبند کیا تھا۔ گواہ کو پڑھ کر سنایا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے مسٹر محمد صادق گواہ نمبر ۴۴ ہجوم میں موجود تھا جن کو میں گاڑی سے پرے روک رہا تھا۔ (جب گواہ کی توجہ مسٹر محمد صادق کے کل کے بیان کی طرف دلائی گئی تو گواہ نے کہا کہ مسٹر محمد صادق اس وقت سٹیشن کے قریب سے گزر رہے تھے۔ جب پھر گواہ کو بتایا گیا کہ محمد صادق نے کہا تھا کہ وہ سٹیشن کے قریب سے اس وقت گزرا جب ابھی گاڑی نہیں آئی تھی اور یہ کہ اس نے وقوعہ نہیں دیکھا اور یہ کہ وہ وقوعہ کے وقت اپنے دفتر میں تھا۔ تو گواہ اس کی وضاحت نہ کر سکا۔ گواہ نے یہ بھی نہ کہا کہ محمد صادق گواہ نے جھوٹ بولا۔

۲۹ مئی کو دس بجے رات کے بعد جب پولیس نے ان ۲۶ لوگوں کو پیش کرنے کے لئے کہا جن کے نام ان کو دیئے تھے تو ہم جن لوگوں کو بلا سکتے تھے' بلایا۔ رحمت بازار (منڈی میں) ۱۵ لوگوں کو بلایا گیا۔ وہاں سے ان لوگوں کو امور عامہ کے دفتر میں لے جایا گیا جہاں سے پولیس ان کو گرفتار کر کے لے گئی۔

(اس موقعہ پر گواہ کو محمد صادق گواہ نمبر ۴۴ کے اس بیان کے ساتھ Confront کیا گیا)

یہ درست نہیں ہے کہ ہم نے مغرب سے قبل لوگوں کو منڈی میں جمع کیا اور یہ کہ محمد صادق ان میں شامل تھا۔ ہم نے تو صرف دس بجے رات کے بعد لوگوں کو اکٹھا کیا۔ میرے ساتھ دو اور آدمی یعنی مسٹر عبدالعزیز بھانبڑی اور مسٹر رشید جونیئر بھی لوگوں کو جمع کر رہے تھے اور ہم سب' جمع شدہ لوگوں کو منڈی میں لا رہے تھے۔ جب میں منڈی آیا تو عبدالعزیز بھانبڑی وہاں موجود تھے اور جمع شدہ لوگوں کو امور عامہ کے دفتر میں رشید جونیئر لے گیا تھا۔ مسٹر محمد صادق گواہ ان کے ساتھ شامل ہو گا۔ مگر یہ سب کچھ دس بجے رات ہوا۔

ٹریبونل نے گواہ کو توجہ دلائی کہ ربوہ کے رہنے والے ایک گواہ شریف احمد صدیقی گواہ نمبر ۴۰ نے رشید احمد گواہ کے خلاف یہ بیان ٹریبونل کو دیا تھا کہ آپ (رشید احمد) نے دوسرے لوگوں مثلاً بشیر احمد صدر عمومی اور ظہور احمد باجوہ ناظر عمومی کے ساتھ مل کر

کچھ بدکردار لوگوں کی ایک فہرست ۲۸ مئی کو بنائی اور ان لوگوں کو ۲۹ مئی کے ہنگامہ میں استعمال کیا۔ یہ بات انہوں نے اپنی تحقیقات کی بناء پر اس عدالت کو بتائی۔

مجھے علم نہیں ہے کہ چوہدری بشیر احمد صدر عمومی کی مسٹر دوست محمد لالی ایم پی اے کے ساتھ کوئی دوستی ہے یا نہیں۔ یہ درست ہے کہ سابقہ انتخابات میں زیادہ تر مقامات پر احمدیہ جماعت نے پیپلزپارٹی کی مدد کی تھی مگر میں نہیں جانتا کہ یہ مدد جماعت کی ہدایت پر کی تھی میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ربوہ کے کوئی رہنے والے کھر کے حمایتی ہیں اور کون حمایتی نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ربوہ کے لوگوں کا کھر کی علیحدگی پر کیا رد عمل تھا۔

ربوہ کے لوگ کبھی نعرے سن کر سٹیشن پر نہیں جاتے مگر ۲۹ مئی کو انہوں نے اس پر مختلف طریقے سے رد عمل ظاہر کیا کیونکہ گاڑی معمول سے زیادہ ٹھہری اور یہ خلاف معمول ہے۔ میں نے شریف احمد صدیقی گواہ نمبر ۴۰ کے خلاف ربوہ کی انتظامیہ کے کسی اونچے افسر کو ان کی سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں کی تھی سوائے عبدالعزیز بھانبڑی کے جن کو میں نے زبانی اطلاع دی تھی۔

وقفہ ۱۵۔ ۱۱ بجے سے ۴۵۔ ۱۱ بجے تک = ٹربیونل نے فرمایا کہ کل ڈی سی جھنگ' ہوم سیکرٹری پنجاب' مسٹر مجید نظامی یا مسٹر مسکین احسن کلیم میں سے کچھ گواہان کے بیانات بند عدالت میں ہوں گے۔ اس لئے پبلک کے افراد کل تشریف لانے کی زحمت نہ کریں۔

گواہ نمبر ۴۶

(ملک نصیر احمد ولد ملک منور احمد محلّہ دارالوسطی ربوہ)

میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں۔ میں III ایرٹی آئی کالج ربوہ کا طالب علم ہوں۔ میں ۱۹۵۲ء میں پیدا ہوا۔ اگرچہ میں ربوہ میں پیدا نہیں ہوا لیکن میں نے اپنی پوری تعلیم ربوہ میں حاصل کی۔ اس لئے پچھلے تیرہ سالوں سے ربوہ میں رہ رہا ہوں۔ میں خدام الاحمدیہ کا رکن ہوں کیونکہ ۱۵ سے ۴۰ سال کا ہر احمدی اس تنظیم کا حصہ ہوتا ہے۔ بطور خادم مجھے خدمت خلق کا کام اپنے زعیم کے تحت کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں زعیم

سے حکم ملتا ہے۔ تعلیم الاسلام کالج میں طلبہ کی یونین ہے لیکن طلبہ کی کوئی پارٹی وہاں نہیں ہے۔ یونین کا صدر منتخب کیا جاتا ہے۔ میں مسٹر رفیق احمد باجوہ گواہ کو جانتا ہوں جو اسی کالج کا طالب علم تھا اور میرا کلاس فیلو رہا ہے۔

میں ۲۲ مئی کو ربوہ میں نہیں تھا۔ میں لائل پور گیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ نشتر کالج کے طلبہ نے ۲۲ مئی کو ریلوے سٹیشن پر ربوہ سے گزرتے ہوئے نعرے لگائے تھے اور پلیٹ فارم پر مسافروں کو پتھر مارے تھے۔ مجھے اس کی تفصیلات کا علم نہیں۔ میں نے اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔ البتہ میں نے یہ خیال کیا کہ طلبہ نے جو کچھ کیا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میں ۲۹ مئی کو ربوہ کے سٹیشن پر موجود نہ تھا۔ اس لئے میں عینی شہادت نہیں دے سکتا اس دن فرسٹ ائیر اور تھرڈ ائیر کلاسز کا نتیجہ نکلنا تھا۔ نوٹس جو کالج میں لگایا گیا تھا اس کے مطابق نتیجہ ساڑھے نو بجے نکلنا تھا۔ کیمسٹری تھیٹر میں تمام متعلقہ طلبہ جمع ہو گئے جہاں نتیجہ کا اعلان ہونا تھا میں ان میں شامل تھا کیونکہ میں نے III ائیر کا امتحان دیا تھا۔

ساڑھے نو بجے پرنسپل صاحب نے طلبہ کو خطاب کیا۔ اس کے بعد چوہدری حمید اللہ صاحب پروفیسر ریاضی' عتیق احمد پروفیسر انگلش نے خطاب کیا۔ ان کے بعد مبارک انصاری صاحب جو کیمسٹری کے لیکچرار ہیں اور امتحانات کے رجسٹرار ہیں' نے نتیجہ کا اعلان کیا یہ ساری کارروائی گیارہ بجے ختم ہوئی۔ اس وقت ہم منتشر ہوئے اور میں کالج سے سیدھا گھر چلا گیا۔ میری والدہ دل کی مریضہ ہیں ان کو کینسر کی بیماری بھی ہے۔ چونکہ ان کی طبیعت اس دن زیادہ خراب تھی۔ اس لئے میں بازار میں ان کے لئے دوائی لینے چلا گیا۔ گھر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ہی بازار میں کچھ دوستوں نے جن کے نام مجھے یاد نہیں مجھے ہوٹل میں چائے کے لئے بلایا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ وہاں لوگ باتیں کر رہے تھے کہ مسافر طلبہ نے کچھ نعرے لگائے۔ گالیاں دیں جن کے نتیجے میں ان کے اور دوسرے مسافروں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ وہاں میں ہوٹل میں دس منٹ تک بیٹھا۔ اور گھر آ گیا۔ ۳۰ مئی کو میں مسجد سے نکلا تو ایک جیپ وہاں آئی اور ایک پولیس آفیسر نے مجھے بلایا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ایس پی جھنگ ہیں اور وہ مجھے پولیس چوکی لے جانا چاہتے ہیں

ان کے ساتھ چار سپاہی تھے لیکن ربوہ کا کوئی آدمی ان کے ساتھ نہ تھا۔ مجھے چوکی پولیس لے گئے۔ میں نے ایس پی سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ میرا کیا قصور ہے اور مجھے کیوں بٹھا رکھا ہے۔ میں اپنے والدین کو اطلاع دینا چاہتا تھا مگر ایس پی نے مجھے نہ تو گرفتاری کی وجوہ بتائیں اور نہ ہی کسی سے رابطہ قائم کرنے دیا۔ جب میں چوکی پہنچا تو میں نے ربوہ کے اور آدمیوں کو وہاں موجود پایا۔ کچھ لوگوں کو میرے بعد وہاں لایا گیا۔ دس بجے کے قریب خواجہ عبدالمجید احمد ہوٹل والے ہمارے لئے ناشتہ لائے مگر پولیس نے ان کو بھی گرفتار کر لیا۔ دس بجے کے قریب ہمیں سب کو سرگودھا ڈسٹرکٹ جیل لے جایا گیا۔ اس وقت سے میں وہیں ہوں۔ اس عرصے میں دو مرتبہ میرے والد صاحب مجھ سے ملنے آئے۔ دوسری مرتبہ وہ مجھے کل ملے اور کوئی آدمی جیل میں مجھ سے ملنے نہ آیا۔

میں نے مسٹر رشید احمد کلرک دفتر امور عامہ کا نام سنا ہوا ہے۔ اسے چہرے سے پہچان سکتا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان کی میرے ساتھ کوئی دشمنی ہو۔ لیکن تین چار سال قبل انہوں نے مجھے ایک چوری کے مقدمہ میں گواہ بنانا چاہا۔ میں نے وہ واقعہ نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے گواہ بننے سے انکار کر دیا اگر اس بناء پر ان کو میرے خلاف کوئی رنج ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔ وہ مقدمہ امور عامہ کے شعبے میں چل رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ امور عامہ میں کون ایسے مقدمات سنتا ہے اگر میں اس مقدمہ میں گواہ کی حیثیت سے پیش ہوتا تو مجھے پتہ چل جاتا۔

میں وضاحت نہیں کر سکتا کہ میرا نام ان ۱۳۶ افراد کی فہرست میں کیوں شامل کیا گیا جو مسٹر رشید احمد نے پولیس کو دی تھی کہ میں اس دن سٹیشن پر ہنگامہ کرنے والوں میں شامل ہوں پولیس نے گرفتاری کے بعد مجھ سے بالکل کوئی پوچھ گچھ نہیں کی۔ نہ ہی ربوہ کے واقعہ کے بارے میں کوئی سوال پوچھا۔

گواہ نمبر ۴

(ادریس احمد ولد شریف احمد عمر ۲۲ سال پرائیویٹ طالب علم ایف اے۔ ادریس منزل نمبر ۵/۶ دارالرحمت غربی ربوہ)

میں احمدی ہوں۔ میں ۱۹۷۱ء تک کالج میں پڑھتا تھا۔ میں نے اس سال ایف اے کا امتحان دیا تھا اور فیل ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کالج چھوڑ دیا اس کے بعد دو مرتبہ پرائیویٹ امتحان دیا مگر انگلش میں پاس نہ ہو سکا میں کالج نہیں جاتا۔ میں آٹھ سال سے ربوہ میں رہتا ہوں۔ میں کوئی خاص کام نہیں کرتا۔ زیادہ تر وقت امتحان کی تیاری میں گزارتا ہوں۔ میں فٹ بال ہر شام کو باقاعدگی سے کھیلتا ہوں۔ میں اپنے محلے کی گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلتا ہوں۔ یہ سٹیشن سے فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ ۲۲ مئی کو میں شام کو رحمت بازار سے اپنی والدہ کے لئے دوائی لینے گیا تھا۔ بازار میں' میں نے سٹیشن پر شور سنا۔ میں سمجھا کہ کوئی مبلغ واپس آیا ہے اور لوگ اس کا استقبال کرنے گئے ہیں۔ میں بھی سٹیشن کی طرف چلا۔ جب میں لالیاں کی طرف والے پلیٹ فارم کے سرے سے دس گز کے فاصلے پر تھا تو میرے سر میں ایک روڑا لگا۔ میں زخمی ہو گیا اور چکرایا۔ وہاں سے واپس رحمت بازار آ گیا۔ میں پلیٹ فارم کی بیرونی دیوار کے پار تھا۔ اس لئے پلیٹ فارم پر ہونے والے واقعہ کو دیکھ نہ سکا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ پتھر کہاں سے آیا تھا۔ زخم زیادہ شدید نہیں تھا وہ خود ہی ٹھیک ہو گیا۔ میں نے ۲۲ مئی کے واقعہ کی تفصیلات جاننے کی کوشش نہ کی جو کچھ مجھے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ کچھ طلبہ اس دن ربوہ سے گزر رہے تھے میں زخم کی وجہ سے اور اپنی ماں کی بیماری کی وجہ سے زیادہ وقت گھر پر گزارتا تھا اس لئے وقوعہ کی تفصیلات کا علم نہ ہو سکا۔ ۲۴ مئی کو میں ربوہ میں نہیں تھا اس دن میں اپنے سسرال کو ملنے شیخوپورہ گیا تھا۔ میری شادی اس سال اپریل میں ہوئی تھی۔ میں واپس ربوہ اپنی بیوی کے ساتھ ۲۹ مئی کو پہنچا۔ ۲۳ مئی کو میں اپنے گھر سے نہ نکلا۔ ۲۹۔ ۳۰ مئی کی درمیانی شب محلّہ دارالرحمت غربی میں میری پہرے پر ڈیوٹی تھی۔ میں ساڑھے تین بجے صبح چکر لگا کر نکلا پولیس کی ایک جیپ آئی جن میں ایک افسر اور دو سپاہی تھے انہوں نے پوچھا مرزائی ہو جب میں نے جواب دیا کہ میں احمدی ہوں تو مجھے پولیس چوکی لے جایا گیا۔ وہاں پندرہ بیس آدمی پہلے سے چوکی میں بیٹھے تھے۔ میں بھی وہاں بیٹھ گیا اور وہاں ان کے ساتھ ۹ بجے صبح تک بیٹھا رہا۔ میرے چوکی پہنچنے کے بعد پولیس وہاں دوسرے آدمیوں کو بھی لاتی رہی۔ مجھے یاد نہیں کہ مسٹر نصیر احمد گواہ نمبر ۴۶

کو میرے پہلے یا میرے بعد چوکی لایا گیا جن لوگوں کو پولیس چوکی میں بٹھایا گیا تھا ان کو ۳۰ تاریخ کو سرگودھا لے جایا گیا۔ چوکی میں خواجہ مجید ہمیں چائے پلانے کے لئے لایا۔ اسے بھی گرفتار کر لیا گیا اور سرگودھا لے جایا گیا۔

جہاں تک میں جانتا ہوں مجھے امور عامہ کی طرف سے زیر نگرانی نہیں رکھا گیا میں نے ربوہ والوں کے مقرر کردہ ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی نہیں کی۔ میں رشید احمد کو جانتا ہوں وہ امور عامہ میں کلرک ہیں۔ میں ان سے آج صبح عدالت کے باہر ملا تھا۔ صرف علیک سلیک ہوئی تھی میری ان کے ساتھ کوئی دشمنی وغیرہ نہیں ہے۔ میں نے انہیں کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ میں وضاحت نہیں کر سکتا کہ میرا نام ان افراد کی فہرست میں کیوں شامل ہے جو بوقت وقوعہ سٹیشن پر موجود تھے اور جن کا نام مسٹر رشید احمد نے پولیس کو بتایا تھا۔

ٹربیونل = میری اس انکوائری سے پہلے احمدیوں کے بارے میں رائے مختلف تھی۔ اب مجھے وہ رائے تبدیل کرنی پڑے گی۔

۱۸ جون کی کارروائی

۹ - ۱۰ بجے جناب جسٹس کے ایم اے صمدانی مسٹر جسٹس محمد اکرم کے چیمبر میں تشریف لائے۔ سوا نو بجے مرزا ناصر احمد کو بلایا گیا۔

گواہ نمبر ۴۸۔

(مرزا ناصر احمد' امام جماعت احمدیہ)

سوال = کیا آپ مرزا غلام احمد کو ایک نبی مانتے ہیں؟
جواب = نہیں' لیکن میں انہیں ایک امتی نبی مانتا ہوں۔
سوال = مرزا غلام احمد آپ کے کیا رشتہ دار ہیں؟
جواب = میں ان کا پوتا ہوں
سوال = کیا وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے امتی نبی تھے؟

جواب = میرے اعتقاد کے مطابق امت احمدیہ میں وہ پہلے امتی نبی تھے۔

سوال = کیا اور بھی ایسے نبی آسکتے ہیں؟

جواب = آتو سکتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے نہ آئیں۔

سوال = کیوں نہیں ؟

جواب = میرے عقیدہ کے مطابق کسی اور امتی نبی کی خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت نہیں دی۔ تھیوری کے طور پر حضورؐ کی امت کے اندر اور بھی امتی نبی ہو سکتے ہیں لیکن ان کی پیشین گوئی کے مطابق میرا یقین ہے کہ اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تاہم امت کے کئی لوگ دوسرے انبیاء کی صفات کے حامل ہو سکتے ہیں۔

سوال = کیا آپ ایسی کسی بشارت کا حوالہ دے سکتے ہیں؟

جواب = مسلم کی ایک حدیث میں آنے والے کو چار مرتبہ نبی کہا گیا۔ میں اس حدیث کا حوالہ تو ابھی نہیں دے سکتا لیکن میں ٹربیونل کو بعد میں بھیج سکتا ہوں۔ وہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ اس عقیدے کے لئے قرآن میں سے مدد ملتی ہے۔

(ٹربیونل نے ہدایت کی کہ حدیث کے حوالے کے ساتھ قرآن کی آیات کا بھی حوالہ ٹربیونل کو فراہم کیا جائے۔)

ہمارے عقیدے کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مہدی موعود بھی تھے۔

سوال = مصلح موعود سے کیا مراد ہے اور وہ کون تھے؟

جواب = مصلح موعود ایک صفاتی اظہار میرے والد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کے ایک لڑکے تھے اور احمدیت کے سلسلہ میں دوسرے خلیفہ تھے۔ مصلح موعود کوئی عہدہ نہیں ہے۔ موعود کا مطلب ہے Promised۔ مرزا غلام احمد کو اللہ نے یہ الہام کیا کہ ایک مصلح آئے گا جو ان کے بچوں میں سے ایک ہو گا۔

ایم اے رحمٰن کی تجویز پر

سوال = یہ کیسے پتہ چلا کہ مرزا بشیر الدین ہی مصلح موعود ہیں۔

جواب = شروع میں کمیونٹی کے کچھ بڑوں نے مصلح موعود کی صفات مرزا بشیر الدین محمود احمد کی شخصیت میں نوٹ کیں لیکن انہوں نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے خود نہیں بتائے گا میں اس کا اظہار نہیں کروں گا۔ ۱۹۴۴ء میں گرمی کے موسم میں ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ وہ مصلح موعود ہیں۔ اس کے مطابق انہوں نے اس کا اعلان کر دیا۔

سوال = آپ کا مرزا غلام احمد کے متبعین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب = میں اس سوال پر بہت خوش ہوں (لمبی وضاحت) میرے مرزا صاحب کے متبعین کے ساتھ تعلق کے دو رخ ہیں۔ ایک خالصتاً انتظامی ہے۔ بطور سربراہ کمیونٹی میں جماعت کا انتظامی سربراہ بھی ہوں۔ دوسرا رخ کمیونٹی کے ارکان کے روحانی اور اخلاقی حوالے سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال = آپ کا لاہوری گروپ (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب = اس گروپ کا میرے ساتھ نہ کوئی انتظامی، نہ روحانی اور نہ اخلاقی تعلق ہے۔

سوال = آپ کی خلافت کا کیا تصور ہے؟ خلیفہ کی کیا ضرورت ہے؟

جواب = خلافت کا تصور مرزا غلام احمد کی بعثت کے بعد، حضور نبی کریمؐ کے بعد آنے والی خلافت سے مختلف ہے۔ کیونکہ ان دنوں حضورؐ کے روحانی جانشین کو وقت کی ضرورت کے تحت حکومتی جانشینی بھی اختیار کرنی پڑی۔ جب کہ مرزا غلام احمد کے خلیفے صرف ان کے روحانی جانشین ہیں۔

سوال = کیا "ذکر" کا آپ کے سلسلے میں کوئی مقام ہے؟ (ذکر کی جو اصطلاح صوفیاء کرام استعمال کرتے ہیں)؟

جواب = ہمارے ہاں ذکر کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ صوفیوں کا ہوتا ہے ہمارے لئے قران پاک ہی کافی ہے۔

سوال = کیا آپ بیعت کے تصور کی وضاحت کر سکتے ہیں؟

جواب = بیعت سے ہماری مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ بیعت کرنے والا اپنے آپ کو

صرف اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے مکمل طور پر خلیفہ یا امام کے کنٹرول میں دے دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ بیعت کرنے والا جماعت یا اسکے امام کے ہاتھ بک جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کی ذات یا جائیداد اسلام کے مقاصد کے لئے وقف ہے۔ ہمارے تصور میں امام اور جماعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ بیعت کرنے والا امام کی صرف ایسی ہدایات کا پابند ہے جو معروف ہوں۔ اختلاف کی صورت میں معاملہ مجلس افتاء اور اسکے بعد مجلس شوریٰ کو بھیجا جاتا ہے۔ امام کی کونسل کا فیصلہ آخری (Final) ہوتا ہے۔ اگر کوئی فرد امام کے آخری فیصلے سے اختلاف کرنا پسند کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور احمدی اور جماعت کا ممبر رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کا اختلاف اس قدر بنیادی ہو کہ ہم اس کے ممبر رہنے کو اس مشن کے خلاف سمجھیں تو ہم اسے کہیں گے کہ وہ جماعت کا رکن نہیں رہا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میری خلافت میں ایسا کوئی موقع پیش نہیں آیا۔

میاں شیر عالم کی تجویز پر

سوال = کیا احمدیت میں بیعت لازم ہے؟ اگر ہاں تو کیوں؟

جواب = احمدی ہونے کے لئے تو امام کی بیعت کرنا ضروری نہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو جماعت مبایعین کہا جاتا ہے۔

میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اس Sense میں احمدی ہوا ہو کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی تو مانتا ہو لیکن وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا ہو (ایم اے رحمان صاحب کے سوال کے جواب میں) البتہ مجھے چند یوگوسلاوی خاندانوں کا علم ہے جو احمدی تو ہو گئے مگر انہوں نے خلیفہ وقت کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ مجھے ایسے کچھ لوگوں کا بھی علم ہے جو ہر لحاظ سے احمدی تھے مگر وہ خلافت سے منحرف ہو گئے اگرچہ وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کے قائل رہے۔ ایک غیر مبائع احمدی جماعت کے ڈسپلن کے تابع نہیں جب کہ ایک مبائع احمدی تابع ہے۔

سوال = خلافت کے منصب پر جانشین کا کیا طریقہ ہے؟

جواب = میں اس مسئلے پر شائع شدہ لٹریچر ٹربیونل کو عنقریب مہیا کروں گا۔ جس میں اس انتخابی ادارے کے آئین کا ذکر ہے جس نے پہلے خلیفہ کی وفات کے وقت خلیفہ کا انتخاب کیا تھا۔ موجودہ خلیفہ کی ذہنی یا جسمانی معذوری کی صورت میں جانشینی ضروری نہیں۔ یہ ہمارا جزو ایمان ہے کہ خلیفہ کا تقرر آسمانی مداخلت سے ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کے لئے آئندہ کبھی یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی خلیفہ احمدیت سے منحرف ہو جائے۔

۲۵۔ ۱۱ بجے وقفہ۔ ۱۲ بجے پھر کارروائی ہو گی۔

۰۳۔ ۱۲ بجے دوپہر۔

سوال = بحیثیت سربراہ کیونٹی (انتظامی سربراہ) آپ کے فرائض کیا ہیں؟

جواب = ایک تو میں تنازعات کے تصفئے کے سلسلے میں نہ صرف افراد کے بلکہ مختلف تنظیموں کے درمیان آخری عدالت ہوں' دوسرے جو اخراجات بجٹ میں مہیا نہ کئے گئے ہوں' ان کی منظوری دینا اور مجلس شوریٰ کی صدارت کرنا' جو بجٹ پاس کرتی ہے۔ تیسرے میں قواعد جماعت اور شوریٰ کے فیصلوں کی انتظامیہ کی طرف سے پابندی کی نگرانی کرتا ہوں۔ میں پوری انتظامیہ کی نگرانی کرتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہر فرد اور ہر تنظیم قواعد و ضوابط کی سختی سے پابندی کرے۔ مجھے جماعت کی تیار کردہ مختلف سکیموں کو منظوری یا عدم منظوری کے لئے جائزہ لینا ہوتا ہے۔ بعض امور میرے پاس بغرض اطلاع بھیجے جاتے ہیں لیکن میں ایسے بعض معاملات میں مداخلت کرتا ہوں۔ سینکڑوں ایسے معاملات بھی ہوتے ہیں جو میرے پاس نہ اطلاع کے لئے اور نہ منظوری کے لئے آتے ہیں۔

میں مختلف محکموں پر موثر نگرانی کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے تقریباً ہر چھوٹی بڑی بے قاعدگی جو کسی تنظیم کی طرف سے کی جائے' کی اطلاع مل جاتی ہے۔ ہماری ایک زندہ جماعت ہے۔ ہر چھوٹی چیز اچھی یا بری جس کا جماعت کی تنظیم سے تعلق ہوتا ہے۔ میرے علم میں آجاتی ہے۔

سوال = بطور روحانی سربراہ کیونٹی آپ کے فرائض کیا ہیں؟

جواب = میرا سب سے اہم فرض روحانی دائرے میں یہ ہے کہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر پوری جماعت اور اسکی ذیلی تنظیموں کے لئے جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں' دعا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی پریشانی میرے سامنے پیش کرے تو میں اس کی صحیح راہنمائی کر کے اس کی پریشانی دور کرتا ہوں اور اسے غلط راستے سے ہٹا کر اس کی مدد کرتا ہوں۔ جس غلط راستہ پر چل کر اسے پریشانیاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

سوال = کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کی وفاداری کسی حالت میں سٹیٹ کی وفاداری سے متصادم ہو۔

جواب = یہ ناممکن ہے۔ ہمارا جزو ایمان ہے کہ ملکی قوانین کی پابندی کی جائے۔ البتہ اگر کسی ملک کا قانون' شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس ملک میں رہنے والے احمدی ہجرت کر جائیں گے۔

سوال = پاکستان میں اور دنیا میں احمدیوں کی تعداد کیا ہے؟

جواب = میرا رف اندازہ یہ ہے کہ ۳۵ - ۴۰ لاکھ کے درمیان مبائع احمدی پاکستان میں ہیں اور دنیا بھر میں ان کی تعداد قریباً ایک کروڑ ہے۔ اس تعداد میں لاہوری برانچ کے ارکان شامل نہیں ہیں۔

سوال = کیا آپ کو ہر اہم واقعہ کا علم ہونا ضروری ہے جو آپ کی جماعت سے تعلق رکھنے والا ہو چاہے وہ پاکستان میں ہو یا دنیا کے کسی حصے میں ہو۔

جواب = یہ عملاً ممکن نہیں ہے نہ دنیا کے کسی واقعہ کے لئے اور نہ پاکستان کے کسی واقعہ کے لئے۔ یہ ربوہ کے لئے بھی ممکن نہیں۔

سوال = جماعت کے مختلف عہدیدار کہاں سے اپنی اتھارٹی حاصل کرتے ہیں؟

جواب = جماعت کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط سے وہ اتھارٹی حاصل کرتے ہیں اور وہ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۰ کے تحت اتھارٹی حاصل کرتے ہیں۔

سوال = کیا آپ جانتے ہیں کہ ۲۲ مئی کو ربوہ سٹیشن پر کیا واقعہ پیش آیا۔ اگر جانتے ہیں تو کیا؟

جواب = میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ نہیں۔ میری اطلاع سنی سنائی ہے جو کچھ میں نے

مختلف افراد سے اکٹھا کیا۔ جو اطلاعات میرے پاس آئیں وہ یہ ہیں کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ نے دوسرے طلبہ کے ساتھ ربوہ سے گزرتے ہوئے کچھ نعرے سٹیشن پر لگائے جس کے نتیجے میں ان کے اور ربوہ کے کچھ نوجوانوں کے درمیان جو اس وقت ریلوے سٹیشن پر تھے اور ان میں سے کچھ ربوہ سے تعلق رکھتے تھے، جھگڑا ہوا۔ مجھے یہ اطلاع وقوعہ کے دو گھنٹے بعد ملی تھی۔ تاہم کسی تنظیم یا جماعت نے یہ اطلاع وقوعہ کے بارے میں نہ دی تھی۔

سوا ایک بجے سے ۲ بجے تک وقفہ برائے طعام و نماز ظہر۔

سوال = آپ کو ۲۹ مئی کے واقعہ کا علم کب ہوا اور آپ کی اطلاعات اس سلسلے میں کیا ہیں؟

جواب = ۲۹ مئی ۷۴ء کو صبح ہی میں ربوہ سے اپنے بچوں کی زمین پر گیا جو ربوہ سے ۱۲۔۱۳ میل دور ہے۔ کچھ احباب کے ساتھ میں وہاں ستانے کے لئے گیا تھا۔ وہ زمین میرے لڑکے اور داماد نے پٹے پر لے رکھی ہے۔ وہاں ہمارا ایک ڈیرہ ہے۔ میں وہاں سے ۱۰۔ ساڑھے دس بجے صبح واپس آیا۔ اس کے بعد میں نے غسل کیا۔ A.M ۱۱ اور ۱۲ بجے کے درمیان کسی نے مجھے اطلاع دی کہ پھر اس دن کی طرح ربوہ ریلوے سٹیشن پر تخریب ہو گئی ہے۔ اس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ ۲۹ تاریخ کا واقعہ ۲۲ سے زیادہ شدید ہے چونکہ اطلاع دینے والا بھی چشم دید گواہ نہ تھا اس لئے وہ مجھے تفصیلات نہ بتا سکا۔ البتہ ربوہ انتظامیہ کے کسی محکمے نے مجھے یہ اطلاع واقعہ کے بارے میں نہ دی تھی صرف شام کو پولیس کے آنے پر مجھے محسوس ہوا کہ کچھ اہم بات ہو گئی ہے۔

سوال = کیا آپ نے ربوہ کے واقعہ کے بارے میں کوئی تحقیقات کی جب کہ آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ اہم معاملہ ہے۔

جواب = نہیں پہلے تو میں نے اس کو اہمیت نہ دی کیونکہ ایسے واقعات عام طور پر ملک میں ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے پولیس آ گئی تھی اور اس نے کارروائی شروع کر دی تھی۔ میں نے خود کوئی اطلاعات فراہم نہ کیں وقوعہ کے بارے میں لیکن مجھے ایسی اطلاعات ملتی رہیں۔ ان اطلاعات کی بنیاد پر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ احمدیہ جماعت کا اس میں

کوئی ہاتھ نہیں جہاں تک میرا خیال ہے کہ اس واقعہ میں پلاننگ متحدہ حزب اختلاف کے کسی حصے نے کی ہے یا دوسرے نمبر پر حکومت کی انتظامیہ کے کسی حصے نے پلاننگ کی ہے۔

سوال = کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ربوہ کے کچھ لوگوں نے فساد میں حصہ لیا۔ اگر ہاں تو کس کے کہنے پر؟

جواب = میں سمجھتا ہوں کہ ربوہ کے کچھ لوگ بھی ملوث ہوئے تھے لیکن انہوں نے فرد یا تنظیم کے کہنے پر فساد میں حصہ نہیں لیا۔ انہوں نے خود مشتعل ہو کر یہ کام کیا۔ میری اطلاع کے مطابق گاڑی کے کچھ مسافر جن کو شناخت نہیں کیا جا سکا' بھی فساد میں شریک تھے۔ ایک اطلاع کے مطابق وہ ۷ ۔ ۸ کی تعداد میں تھے۔ دوسری اطلاع کے مطابق وہ ۱۰ ۔ ۱۲ تھے۔

سوال = ۳۱ مئی کے خطبہ جمعہ میں آپ نے ایک پلان کا ذکر کیا ہے جس کا شکار ربوہ کے کچھ لوگ ہو گئے تھے۔ کیا آپ اس کی وضاحت کر سکتے ہیں؟

جواب = میں نے خطبہ میں ذکر کیا تھا۔ میں نے یہ ذکر ان واقعات کی بنا پر کیا تھا جو ربوہ کے واقعہ کے فوراً بعد وقوع پذیر ہوئے۔ اس گاڑی کے لائل پور پہنچنے سے پہلے ایک بڑا ہجوم زخمی طلبہ کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ علماء بھی لاؤڈ سپیکر سمیت تقریریں کرنے کے لئے پہنچ گئے تھے۔ فسادات لائل پور میں اسی دن چند گھنٹے کے اندر شروع ہو گئے اور ۳۱ مئی جمعہ سے قبل تقریباً ۸۰ دکانیں اور مکانات احمدیوں کے لائل پور میں جلائے گئے تھے۔ اور بعض احمدیوں کو اسی دن ۲۹ مئی کو زخمی کیا گیا تھا۔ ان واقعات سے مجھے یہ احساس ہوا کہ کسی کا ناپاک منصوبہ اب چاک ہو رہا ہے۔ یہ سب واقعات اسی منصوبے کا حصہ تھے جس کا حصہ ربوہ کا واقعہ ہے۔

سوال = اگر تمام واقعہ احمدیوں کی تنظیم کے علاوہ کسی کی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا تو احمدی کیوں اس میں شامل ہو گئے؟ جب کہ آپ کے مطابق احمدیوں کی فطرت میں اس طرح کا عمل کرنا نہیں' جس طرح انہوں نے ۲۹ مئی کو کیا۔

جواب = میرے خیال میں جن چند احمدیوں نے فساد میں حصہ لیا وہ پلان کا حصہ نہ تھے وہ

حصہ ہو نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے محض اشتعال میں کام کیا۔اگر ان لوگوں کی Identity معلوم ہو سکے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کس نے براہ راست یا بالواسطہ حصہ لیا۔

سوال = کیا آپ نے یا احمدیہ جماعت کے کسی شعبے نے ایسے مجرموں کا پتہ چلانے کی کوشش کی جن کا ربوہ سے تعلق ہے۔

جواب = ہم نے ایسا نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اگر ہم صحیح مجرموں کا پتہ کر لیتے اور پولیس کو ان کی اطلاع دے دیتے تو اس کا الٹا ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اگر ہم اپنی انکوائری خود کرتے تو یہ پولیس کو مدد اور اس کے لئے رکاوٹ بھی ثابت ہو سکتی تھی جب یہ کیس ختم ہو گا تو ہم اپنی انکوائری کریں گے۔

سوال = کیا آپ نے ناظر امور عامہ یا صدر عمومی یا کسی اور عہدیدار احمدیہ تنظیم ربوہ کا جواب طلب کیا کہ ان کا ڈسپلن کیوں ختم ہو گیا؟

جواب = نہیں۔ ان واقعات کے پیش نظر جو ربوہ کے واقعہ کے بعد پیش آئے۔ میں کسی وضاحت طلبی کا جواز محسوس نہیں کرتا جب تک ملک میں نارمل حالات بحال نہ ہو جائیں۔

سوال = کیا آپ نے یا احمدیہ جماعت کی انتظامیہ نے کوئی انتظام کیا کہ بے گناہ احمدیوں کی صفائی کی شہادت دوران تفتیش پیش کی جائے۔

جواب = میں نہیں جانتا۔ میں متعلقہ وکلاء بشمول مسٹر عبدالحق ایڈووکیٹ امیر جماعت ضلع سرگودھا سے چیک کرلوں گا۔ میری اطلاع کے مطابق ربوہ کے کچھ غیر احمدی رہنے والوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔

سوال = کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بیرون طاقت بھی اس میں Involve ہے۔

جواب = میرے پاس ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ ایسی خبر مجھے مل سکے۔ میں نہیں جانتا کہ اس میں کوئی بیرونی قوت کا ہاتھ ہے۔ میری کوئی اطلاع ذاتی ذرائع سے نہیں ہے۔

نوٹ :۔ گواہ کو APP کے نمائندہ کے ساتھ انٹرویو کا Transcript پڑھنے کے لئے دیا گیا۔

سوال = کیا آپ کا انٹرویو Exc-69 میں صحیح طور پر رپورٹ کیا گیا انٹرویو جو APP کے نمائندہ نے لیا تھا وہ Exc-69 ہے۔ گواہ کو دکھایا گیا۔

جواب = نہیں۔ رپورٹنگ عام طور پر غلط ہے۔ مگر اس کے بعض حصے مثلاً C-69-A، C-69-B "اور اس کی Appreciation کے مطابق" درست ہیں۔ دوسرے پیراگراف جو C-69 کے ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ خاص طور پر یہ غلط رپورٹ کیا گیا ہے کہ ربوہ کے وقوعہ بعد ۳۵ لوگ مرچکے ہیں (یہ بیان ۹ جون کو دیا گیا) C-69-c میرے انٹرویو کا حصہ نہیں ہے اور یہ غلط رپورٹ کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ کو ایسےNorremical Declarations جاری کرنے کا اختیار نہیں۔ رپورٹر مجھے دوبارہ نہیں ملا۔

سوال = کیا یہ درست ہے کہ پی اے ایف کے دو جہازوں نے پچھلے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر آپ کو سلامی دینے کے لئے غوطہ لگایا۔

جواب = نہیں یہ درست نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ پی اے ایف کے جہاز کیسے سلامی دیتے ہیں۔

سوال = کیا یہ درست ہے کہ آپ وائرلیس ٹرانسمیٹر جو ۲۵۰۰۔ ۳۰۰۰ میل تک جا سکتا تھا، خریدنا چاہتے تھے۔

جواب = یہ درست نہیں ہے البتہ ہم نائیجیریا میں اپنا براڈ کاسٹنگ سٹیشن قائم کرنا چاہتے ہیں جن کو پاکستان سے باہر کے ملکوں کے احمدی شہری کنٹرول کریں گے۔ اس سلسلے میں، میں نے کچھ انکوائری کی تھیں۔ اگرچہ ایک کینیڈین احمدی نے میری طرف سے کینیڈا سے ٹرانسمیٹر کے بارے میں انکوائری کرنا چاہی لیکن میں نے انہیں بتایا کہ میں کینیڈا سے نہیں خریدنا چاہتا۔ میں جاپان سے انکوائری کر رہا ہوں۔

سوال = کیا آپ کے گھر میں محمد علی نام کا کوئی باورچی رہا ہے؟

جواب = میرا کوئی ذاتی ملازم محمد علی نام کا نہیں تھا۔ البتہ محمد علی تعلیم الاسلام کالج کا ملازم تھا جب میں وہاں پرنسپل تھا اس وقت بھی اور اس کے بعد بھی۔ یہ شخص محمد علی چند ماہ قبل قتل ہو گیا تھا لیکن میں نہیں جانتا کہ قاتل معلوم ہوا یا نہیں۔

سوال = آپ کو یہ علم کیسے ہوا کہ گرفتار شدگان میں سے کچھ بے گناہ ہیں؟

جواب = جو وکیل ملزموں سے جیل میں ملنے گئے تھے انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ کچھ ملزمان بے گناہ تھے۔ ان کا ذریعہ معلومات وہی ملزمان ہی تھے۔

سوال = کیا آپ ۲۹ مئی سے قبل یہ جانتے تھے کہ ۲۲ مئی کو گزرنے والا گروپ ۲۹ مئی کو ربوہ واپس آئے گا؟

جواب = ہاں۔ جس آدمی نے مجھے ۲۲ مئی کا واقعہ بتایا تھا۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ طلبہ نے یہ کہا تھا کہ وہ ۲۹ مئی کو واپس آئیں گے مگر میں نے اس کو اہم نہ سمجھا۔

سوال = ۲ جون کے الفضل میں واقعہ ربوہ کی جو رپورٹ شائع ہوئی۔ Exc - 66 گواہ کو پڑھ کر سنائی گئی۔ کیا آپ کو واقعہ کا یہ ورشن (Version) کسی سے ملا تھا؟

جواب = مجھے یہ پورے کا پورا Version کسی ذریعے سے معلوم نہ ہوا۔ لیکن میں نے اس ٹریبونل کو وہ سب اطلاع بتا دی ہے جو مجھ کو اس واقعہ ۲۹ مئی کے بارے میں ملی تھی۔

وکلاء صاحبان اپنے سوالات مرتب کر کے اگلے ہفتے میں ٹریبونل کو دے دیں۔ اس کے بعد ٹریبونل فیصلہ کرے گا کہ گواہ کو دوبارہ بلایا جائے یا نہیں۔

۵۰۔۴ بجے سہ پہر کارروائی ختم ہوئی۔

۱۹ جولائی ۷۴ء کو جناب مجید نظامی ایڈیٹر نوائے وقت اور مسٹر مسکین احسن کلیم ایڈیٹر روزنامہ مشرق کی شہادت جناب جسٹس کے ایم اے صمدانی صاحب کے چیمبر میں قلم بند ہوگی۔

۱۹ جولائی کی کارروائی

گواہ نمبر ۴۹

(مسٹر مسکین احسن کلیم ولد محمد امین احسن ایڈیٹر روزنامہ مشرق لاہور)

ہم اشتہار یا تو براہ راست اشتہار دینے والے سے لیتے ہیں یا ایڈورٹائزنگ ایجنسی کی معرفت لیتے ہیں۔ اشتہار Exc - 70 جو روزنامہ مشرق لاہور کے پرچے مورخہ ۶

جولائی ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا ہے' ہمیں اشتہار ایجنسی جس کا نام اورینٹ ایڈورٹائزنگ کمپنی کی معرفت موصول ہوا تھا۔ یہ ایک کل پاکستان ایڈورٹائزنگ کمپنی ہے جس کے دفاتر کراچی' لاہور اور اسلام آباد میں ہے۔ میں اپنے شعبہ اشتہارات سے معلوم کر کے بتا سکتا ہوں کہ یہ اشتہار ہمیں اس کمپنی کے لاہور آفس سے موصول ہوا یا کسی اور دفتر سے۔ لاہور کا دفتر اس کمپنی کا تھارٹن روڈ پر واقع ہے' جہاں تک میں جانتا ہوں۔ میں اس دفتر کے مینجر کا نام نہیں جانتا۔

یہ اشتہار ہمیں تین دن شائع کرنے کے لئے ملا تھا مگر ہم نے دو دن ہی چھاپا تھا کہ ہمیں اپنے ایجنٹوں اور نمائندوں سے یہ معلوم ہوا کہ اخبار کے قارئین اس اشتہار کی اشاعت پر بہت احتجاج کر رہے ہیں اور اس کا بائیکاٹ کرنے اور اخبار جلانے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم نے دو دن شائع کرنے کے بعد تیسرے دن اشتہار شائع نہ کیا۔ دراصل اشتہار ہر دن کے لئے نیا ہوتا ہے۔ پہلے دن کے اشتہار کا عنوان تھا۔ مولانا محمد یوسف بنوری صدر مجلس عمل سے چند سوالات۔ دوسرے دن کے اشتہار کا عنوان تھا۔ مولانا یوسف بنوری صدر مجلس عمل سے چند مزید سوالات' تیسرے دن کے عنوان کا مجھے علم نہیں۔ میں ٹریبونل کو اس اشتہار کے اخراجات نہیں بتا سکتا۔ ہمارے اخبار کا بلنگ سیکشن بتا سکتا ہے کہ انہوں نے کتنے روپے کا بل بنایا تھا۔ میں اس اشتہار کا بل آرڈر اور بل اس ٹریبونل کے ریکارڈ کے لئے پیش کر سکتا ہوں۔ (گواہ کو ہدایت کی گئی کہ بل آرڈر اور بل بھی پیش کر دیں) میں اپنے ساتھ اورینٹ ایڈورٹائزنگ کمپنی کا آرڈر لایا ہوں' پیش کرتا ہوں۔ ہم ایسے اشتہارات کو سنسر نہیں کراتے۔ کیونکہ ہم نے اس میں کوئی خاص بات محسوس نہ کی۔ اس لئے ہم نے اسے سنسر نہ کرایا۔ اب تک حکومت کے کسی محکمے نے ان اشتہارات کے سلسلے میں ہمیں پوچھا نہیں ہم نے اشتہاری ایجنسی سے یہ معلوم نہیں کیا کہ ان اشتہارات کا مصنف کون تھا۔

گواہ کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے بل برانچ کے آفیسر کو متعلقہ کاغذات سمیت آج حاضر ہونے کی ہدایت کریں۔

گواہ نمبر ۵۰

(مسٹر مجید نظامی ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت لاہور)

ایک دن میں نے اپنے راولپنڈی آفس سے ٹیلیفون سنا۔ مسٹر صدیقی برانچ مینجر بات کر رہے تھے' وہ اورینٹ ایڈورٹائزنگ کے اشتہار شائع کرنے کے لئے مجھ سے ہدایات طلب کر رہے تھے انہوں نے اشتہار پڑھ کر سنایا۔ میں نے ان کو کہا کہ ہم اشتہار اس وقت تک نہیں شائع کرتے جب تک یہ سنسر کی طرف سے کلیر نہ ہو جائے۔ میں نے انہیں کہا کہ وہ ایڈورٹائزنگ کمپنی سے کہیں کہ پہلے اشتہار سنسر کروا لیں لیکن کمپنی نے سنسر کرنے سے انکار کر دیا اس پر ہم نے اشتہار شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل میں نے مسٹر صدیقی کو یہ کہا کہ کمپنی پہلے سنسر کرائے اس کے بعد میں فیصلہ کروں گا کہ اشتہار شائع کرنا ہے یا نہیں۔

میرے نزدیک ایک تو اشتہار میں قابل اعتراض مواد تھا۔ دوسرے میرا خیال تھا کہ اس اشتہار کے جواب میں اگر کوئی اور اشتہار آ جائے تو میرا اخلاقی فرض ہوتا کہ اس کو بھی شائع کرتا لیکن جوابی اشتہار کو شائع کرنے کی اجازت سنسر کی طرف سے نہ دی جاتی۔

اورینٹ ایڈورٹائزنگ کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر ہاشمی ہیں۔ جن کا پورا نام میں نہیں جانتا۔ کمپنی ایک خاندان کی شراکت ہے اور پرانی کمپنی ہے۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں کے زمانے سے یہ کمپنی گورنمنٹ کے اشتہارات چھپوانے کا کام کرتی ہے۔

میں نے اشتہار Exc - 70 دیکھا ہے جو مشرق لاہور کے ۶ جولائی کے پرچے میں شائع ہوا ہے۔ اگر میں اپنے اخبار میں یہ شائع کرتا تو میں ایک مرتبہ شائع کرنے پر 4,000 روپے وصول کرتا۔ میں ۲۴ سال سے صحافی ہوں۔ میں نے کبھی انجمن فدایان رسول۔ لاہور کے نام کی کسی انجمن کا نام نہیں سنا۔ مشتہرین ہمیشہ اپنا پورا پتہ اشتہار پر شائع نہیں کراتے۔ ہم ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ پورا پتہ اور دوسرے کوائف مشتہرین کے' معلوم کریں۔ اس کیس میں اشتہاری کمپنی کے پاس مشتہر کے کوائف موجود ہونے چاہئیں۔

جب ہم نے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے اشتہارات اور اس کے جواب میں اشتہارات شائع کئے تھے تو اس وقت سنسر کی پابندی عائد نہ تھی۔ اس لئے ہم نے ان

کو سنسر نہیں کرایا تھا۔ میں انجمن نصرت اسلام راولپنڈی کے نام سے واقف نہیں ہوں۔

مسٹر ایم اے رحمان نے درخواست پیش کی کہ تین افسروں کو غلطی سے احمدی لکھا گیا تھا۔ ان کے نام حذف کر دیئے جائیں۔

گواہ نمبر ۵۱

(ظفر حسین ولد محمد حسین مینجر اشتہارات روزنامہ مشرق لاہور)

میں وہ بل لایا ہوں جو اورینٹ ایڈورٹائزنگ کمپنی اسلام آباد کو بھیجا گیا تھا بسلسلہ اشتہار Exc - 70 جو روزنامہ مشرق میں دو دن شائع ہوا۔ ہر دن کا بل 2,720 ہے کل رقم 5,440 ہے۔ ہم نے بل اورینٹ ایڈورٹائزنگ کمپنی کے اسلام آباد دفتر کو بھیجا تھا جیسا کہ کمپنی نے چاہا تھا۔ مسٹر عارف جن کے دستخط Exc - 72 پر ہیں' وہ اورینٹ ایڈورٹائزرز کمپنی لاہور کے مینجر ہیں۔ اخبارات کے نرخ اشتہارات یکساں نہیں ہیں۔ ہمارے اشتہارات کے نرخ نوائے وقت سے زیادہ ہیں۔ نرخ اخبارات کی Category کے مطابق گورنمنٹ مقرر کرتی ہے۔

ٹریبونل = آغا شورش کاشمیری صاحب نے خط لکھا ہے کہ انہیں فوری طور پر بلا لیا جائے۔ کیا ان کو پیر کو بلا لیا جائے؟

AAG = وہ بیمار ہیں۔ ان کو اگلے ہفتے کے بعد بلایا جائے۔

گواہ نمبر ۴۹

(مسٹر مسکین احسن کلیم)

میں اصل خط بنام مینجر اشتہارات جو اورینٹ کمپنی نے ۷ر۳ کو لکھا تھا لایا ہوں۔ اس کی فوٹو نقل Exc - 78 ہے۔

تیسرا اشتہار غلطی سے ڈاک ایڈیشن ۷ جولائی ۷۴ء میں شائع ہو گیا تھا جو میں لے آیا ہوں۔ Exc - 77 ہے۔ لیکن یہ اشتہار لوکل ایڈیشن میں شائع نہ کیا گیا۔ یہ لوکل ایڈیشن ہے۔ اشتہار زیر سوال مشرق کی چاروں اشاعتوں جو لاہور' پشاور' کراچی اور کوئٹہ سے شائع ہوتی ہیں' میں شائع ہوا تھا۔ اس لئے توثیق شدہ بل پورے اخراجات کا دیا گیا تھا۔

روزنامہ مشرق پریس ٹرسٹ کا اخبار ہے لیکن اس وجہ سے سرکاری اشتہارات کے سلسلے میں ہمیں کوئی ترجیح حاصل نہیں ہے۔ روزنامہ مشرق کی دوسری سب سے بڑی اشاعت ہے۔ سب سے زیادہ اشاعت روزنامہ جنگ کی ہے۔ مشرق کا ہیڈ آفس لاہور میں ہے۔

گواہ نمبر ۵۲

(مسٹر جہاں زیب برکی ایس ایس پی لائل پور)

میں احمدی نہیں ہوں۔ ۲۹ مئی کو ۱۲ بج کر پانچ منٹ پر مجھے DC صاحب سے اطلاع ملی کہ پشاور سے آنے والی چناب ایکسپریس جب ربوہ سے گزری تو وہاں ایک بڑے ہجوم نے ان پر گاڑی میں حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں بہت سے طلبہ زخمی ہو گئے ہیں۔ مجھے یہ کہا گیا کہ زخمی طلبہ چناب ایکسپریس کے ذریعے لائل پور پہنچ رہے ہیں۔

مجھے یہ ہدایت بھی DC صاحب نے دی کہ میں لائل پور سٹیشن پر پہنچ کر حالات کو کنٹرول کروں۔ فوراً بعد میں نے ڈی ایس پی کو ہدایت کی کہ وہ جتنی فورس ان کو مل سکتی ہے' لے کر جلد از جلد سٹیشن پر پہنچے۔ مجھے خدشہ تھا کہ چونکہ طلبہ Involve ہوئے ہیں تو گاڑی آنے پر لائل پور سٹیشن پر نظم و نسق کا مسئلہ نہ پیدا ہو جائے۔ اس کے ۴۵ منٹ بعد ڈی ایس پی نے مجھے لائل پور سٹیشن سے فون کیا۔ اس وقت پونے ایک بجے کا وقت ہو گا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حالات سٹیشن پر کنٹرول میں نہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا' لائل پور شہر کے کچھ شہری جن میں زیادہ طلبہ شامل ہیں' سٹیشن پر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ فکر مندی کی ضرورت نہیں وہ کنٹرول کر رہے ہیں میں نے انہیں بتایا کہ میں بھی جلدی پہنچنے والا ہوں۔ میں نے ڈی ایس پی سے کہا کہ زخمی لڑکے کتنے ہیں اور کیا ان کو فرسٹ ایڈ مل گئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ۱۵ سے ۲۰ لڑکے زخمی ہیں' جن میں سے ایک یا دو شدید زخمی معلوم ہوتے ہیں اور فرسٹ ایڈ دی جا رہی ہے۔ پونے ایک بجے کے قریب میں ریلوے سٹیشن پر پہنچا۔ میں نے وہاں کسی کو لاؤڈ سپیکر پر تقریر کرتے ہوئے سنا۔ فوراً پلیٹ فارم پر گیا۔ وہاں طلبہ کے جھنڈ کے جھنڈ تھے۔ ڈی ایس پی

مجھے ملا۔ میں نے اسے کہا کہ لاؤڈ سپیکر کیوں استعمال ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ کچھ طلبہ اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ جہاں سے سٹیشن پر اعلان کیا جاتا ہے اور وہاں سے وہ تقریریں کر رہے ہیں ۲۰ - ۱۵ طلبہ میرے گرد جمع ہو گئے میں نے ان سے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ وہ بہت جوش میں اور ڈرے ہوئے معلوم ہو رہے تھے اور گاڑی سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا رہے تھے۔ وہ نعرے بھی لگا رہے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو نعرے لگانے بند کر دیئے اور میرے گرد جمع ہو گئے۔ میں نے انہیں خاموش ہونے کے لئے کہا۔ انہوں نے نے مجھے بتایا کہ اسی دن وہ پشاور سے آ رہے تھے جب گاڑی ربوہ سٹیشن پر آئی تو ایک بڑے ہجوم نے ان پر حملہ کر دیا۔ میں نے ہجوم کی تعداد معلوم کرنا چاہی مگر مختلف بیان کی گئی۔ کچھ نے کہا کہ پانچ ہزار کا ہجوم ہو گا' کچھ نے کہا ساڑھے تین ہزار ہو گا کچھ نے کہا کہ پندرہ سو کے قریب ہو گا۔ انہوں نے کہا ہجوم کے پاس لوہے کے بار' چھڑیاں' ہاکیاں تھی بعض کے پاس تلواریں اور چھرے بھی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہجوم نے ان پر پتھر بھی پھینکے۔ میں نے کہا کہ وہ ہجوم میں سے کسی کو پہچانتے ہیں وہاں انہوں نے سٹیشن ماسٹر ربوہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے مطالبہ کرنا شروع کیا کہ مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ سٹیشن ماسٹر کو معطل کیا جائے اور ہائی کورٹ کے ایک جج انکوائری کریں۔ میں نے بتایا کہ ربوہ میری حدود کے باہر ہے کیونکہ وہ ضلع جھنگ میں ہے۔ لیکن میں نے انہیں یقین دلایا کہ فوری کارروائی کی جا رہی ہے کیونکہ اعلیٰ افسران کے علم میں معاملہ آ چکا ہے اور مجرموں کو گرفتار کیا جائے گا۔ جب ہم باتیں کر رہے تھے۔ DC صاحب وہاں پہنچ گئے طلبہ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے طلبہ سے کہانی پوچھی۔ طلبہ نے وہی کہانی سنائی اسکے بعد ہم دونوں زخمی طلبہ کی طرف گئے۔ جو پلیٹ فارم کے قریب برآمدہ میں پڑے تھے۔ چار پانچ زخمی وہاں پڑے تھے ایک نیم بیہوش تھا اس کو کوئی ظاہری زخم نہ تھا۔ کچھ طلبہ کے کپڑے خون آلود تھے کچھ طلبہ نے سروں پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ جب میں سٹیشن پر پہنچا تو مقامی علماء بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا تاج محمود' صفدر علی رضوی اور مولوی فقیر محمد پلیٹ فارم پر موجود تھے وہ طلبہ کے ساتھ ہمدردی کر رہے تھے۔ وہ ہمارے ساتھ مل کر طلبہ کو ٹھنڈا کرنے لگے۔ مولانا تاج محمود نے مختصر تقریر کی

اور طلبہ کو یقین دلایا کہ مجرموں کے خلاف سخت قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

زخمی طلبہ کو دیکھنے کے بعد ہم نے زیادہ زخمی طلبہ کو مقامی ہسپتال منتقل کرنا چاہا لیکن طلبہ نے کہا کہ وہ اپنے زخمی ساتھیوں کو ملتان لے جائیں گے۔ ہم نے مشورہ دیا کہ یہ خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ سفر لمبا ہے اور کچھ طلبہ کی حالت نازک ہو جائے گی۔ طلبہ نے اصرار کیا اور کہا کہ وہ اپنے زخمیوں کی خود راستے میں دیکھ بھال کر لیں گے۔ اس پر DC نے ریلوے والوں کو کہا کہ زخمی طلبہ کو ایک ACC میں منتقل کر دیا جائے۔ ایک ڈاکٹر کا انتظام کیا گیا کہ زخمی طلبہ کے ساتھ ملتان جائیں۔ ہم نے پشاور سے آنے والے طلبہ سے درخواست کی کہ وہ گاڑی پر سوار ہو جائیں تاکہ گاڑی چل پڑے۔ میرے خیال میں ۲ بجے تک تمام طلبہ سوار ہو گئے مگر گاڑی نہ چلی۔ میں نے دیر کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ انجن کا ویکیوم ضائع ہو گیا ہے اور کوشش ہو رہی ہے کہ ویکیوم بحال کیا جا رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ جلدی کریں تاکہ گاڑی زیادہ دیر کھڑی نہ ہو۔ کیونکہ اس وقت تک کچھ مقامی طلبہ بھی سٹیشن پر آنا شروع ہو گئے۔ یہ طلبہ زیادہ تر میڈیکل کالج اور کچھ گورنمنٹ کالج اور کچھ زرعی یونیورسٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ سوا دو بجے یا دو بجکر بیس منٹ پر گاڑی لائل پور سے چلی۔ جب گاڑی چلی گئی تو ہم نے دیکھا کہ چار پانچ مذکورہ بالا علماء کے علاوہ ۴۰ ۔ ۵۰ افراد وہاں کھڑے تھے جو زیادہ تر طلبہ تھے۔ ڈی سی اور میں نے طلبہ کو مشورہ دیا کہ ریلوے سٹیشن سے گروپ کی صورت میں نہ جائیں کیونکہ ضلع میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہے۔ علماء نے بھی یہی مشورہ دیا اور طلبہ نے اس پر عمل کیا اور پلیٹ فارم سے تین چار کی ٹولی میں چلے گئے۔ میں اور DC صاحب ۲ بجکر چالیس منٹ پر پلیٹ فارم سے گئے۔

جب میں پلیٹ فارم پر پہنچا تو وہاں قریباً ۲۰۰ افراد کا ہجوم تھا۔ مسافروں اور طلبہ سمیت جو لڑکے زخمی نہ تھے وہ زیادہ تر ڈرے ہوئے تھے۔ جب گاڑی چلی تو ہجوم کی تعداد ۴۰ ۔ ۵۰ کے قریب تھی۔ گاڑی ۳۰ ۔ ۱۲ کے قریب لائل پور پہنچی تھی اور سوا دو بجے چلی تھی۔ گاڑی سٹیشن پر قریباً دو گھنٹے ٹھہری رہی۔ اس کی مختلف وجوہات تھیں۔ (ا) کچھ وقت زخمی طلبہ کی طبی امداد میں لگا۔ کچھ وقت ویکیوم بحال کرنے میں لگا۔ طلبہ بھی گاڑی

کو نہیں چلنے دیتے تھے۔ وہ ٹریک پر لیٹ گئے تھے۔ طلبہ اس لئے گاڑی کو نہیں چلنے دیتے تھے کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اعلیٰ افسران کی طرف سے انہیں یقین دہانی کرائی جائے کہ مجرموں کو گرفتار کیا جائے گا۔ میرے اور DC کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے طلبہ ٹریک پر لیٹ گئے تھے۔ ہمارے پہنچنے کے بعد نہیں لیٹے تھے۔

مولانا تاج محمود ریلوے مسجد کے خطیب ہیں اور وہ ریلوے سٹیشن کے قریب ہی رہتے ہیں۔ انہیں شاید سب سے پہلے زخمی طلبہ کے پہنچنے کی اطلاع کا علم مسافروں اور ریلوے کے حکام سے ہوا ہو گا۔ انہوں نے دوسرے علماء کو اطلاع دی ہو گی۔ لائل پور کے طلبہ کو اطلاع خود ملتان کے طلبہ نے دی تھی کیونکہ وہ گاڑی کے ٹھہرتے ہی مختلف کالجوں کی طرف چلے گئے اور وہاں کے طلبہ کو اطلاع دی۔ ان کی اطلاع پر طلبہ سٹیشن پر آ گئے۔ یہ واقعہ ہمارے لئے بالکل حیرانگی کا موجب تھا۔ ہمیں ۲۹ مئی سے قبل اس کی نہ کوئی اطلاع تھی اور نہ کوئی توقع تھی۔ ڈی ایس پی سٹی ۴۰۔۳۰ افراد پنجاب ریزرو پولیس کے لے کر سٹیشن پر گیا تھا۔ PRP پہلے سے لائل پور میں کوہ نور مل میں ہنگامے کی وجہ سے موجود تھی۔

لاؤڈ سپیکر میرے آنے پر طلبہ نے دو تین منٹ تک استعمال کیا ہو گا۔ میرے کہنے پر انہوں نے اس کو بند کر دیا۔ مولانا تاج محمود نے اپنی تقریر کے لئے لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کیا۔ جو علماء سٹیشن پر آئے تھے انہوں نے ضلعی حکام کے ساتھ تعاون کیا اور انہوں نے پہلے سے مشتعل صورت حال کو شدید نہ کیا۔ انہوں نے طلبہ کو تحمل کی تلقین کی۔ میں ان حضرات کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس نازک موقع پر مجھ سے تعاون کیا۔ ڈی ایس پی سٹیشن پر گاڑی کے پہنچتے ہی پہنچ گیا تھا۔ میں نے ان سے کوئی بات نہ پوچھی تھی کہ ان کے آنے پر ہجوم پلیٹ فارم پر کتنا تھا؟ لائل پور پولیس نے کوئی فہرست زخمی طلبہ کی نہ بنائی تھی کیونکہ وقوعہ ضلع جھنگ میں ہوا تھا۔ گاڑی کے جانے کے بعد لائل پور میں ۲۹ مئی کوئی واقعہ نہ ہوا۔ البتہ اس دن علماء نے ۳۰ مئی کی ہڑتال کی اپیل کی تھی۔ اسی شام ڈی سی اور میں نے علماء کی میٹنگ بلائی تھی اور امن قائم رکھنے اور دفعہ ۱۴۴ کا احترام کرنے کی اپیل کی تھی۔ ۲۹ مئی کی شام کو DC اور میں نے علماء کا اجلاس بلایا اور ان سے

کہا کہ وہ اپنا اثر و رسوخ' امن کے قیام کے سلسلے میں استعمال کریں اور ۱۴۴ کی خلاف ورزی نہ ہونے دیں۔ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ واقعہ ربوہ سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ علماء اس سے متفق ہو گئے اور صرف مسجدوں میں لوگوں کو واقعہ سے آگاہ کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ وہ عام جلسے نہیں کریں گے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ ۳۰ مئی کی ہڑتال کو نہیں روک سکیں گے۔

ہم نے اس دن پہلے طلبہ لیڈروں سے ملنے کی کوشش کی اور جن سے ملے' ان سے یہی گزارش کی۔ مجھے خطرہ تھا کہ احتجاج زیادہ تر تعلیمی اداروں سے شروع ہو گا۔ طلبہ کے کچھ لیڈروں نے تو امن قائم رکھنے کی یقین دہانی کرائی تھی مگر بعض نے یہ کہا تھا کہ چونکہ طلبہ مشتعل ہیں اس لئے وہ کچھ نہیں کہہ سکتے اس لئے ہم نے تعلیمی اداروں کے پاس پولیس کو متعین کیا۔

۳۰ مئی کو ٦ بجے پولیس نے زرعی یونیورسٹی کے دونوں دروازوں پر پوزیشن سنبھال لی تھی ایک مجسٹریٹ کی ڈیوٹی بھی وہاں لگائی گئی تھی۔ اسی طرح گورنمنٹ کالج لائل پور کے پاس بھی اور میونسپل ڈگری کالج' اسلامیہ کالج' اور پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ سمن آباد کے قریب بھی پولیس ریزرو متعین کی گئی۔ ۳۰ مئی کو ۱۰۔ ۱۱ بجے کے درمیان ہمیں طلبہ کی طرف سے تعلیمی اداروں سے باہر نکلنے کی کوشش کی اطلاع ملنا شروع ہوئی۔ گورنمنٹ کالج کے طلبہ نے باہر سڑک پر آنے کی کوشش کی لیکن ان کو باہر نہ نکلنے دیا گیا اس کے بعد اسلامیہ کالج کے طلبہ نے سڑک پر باہر آنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ گھنٹہ گھر کے قریب کچھ لوگوں نے دکانوں کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ میں حیران تھا کہ طلبہ پر پہرہ کے باوجود یہ کیسے ہو گیا؟ میں نے ڈی ایس پی کو موقع پر جانے کی ہدایت کی انہوں نے مجھے بتایا کہ آگ لگانے کے واقعات ہو رہے ہیں کیونکہ مختلف محلوں کے لوگ باہر آ گئے ہیں اور احمدیوں کی دکانیں توڑ کر سامان کو بازار میں نکال کر آگ لگائی جا رہی ہے اور اس طرح کے واقعات مختلف محلوں میں ہو رہے تھے۔ کوئی ایک جلوس ہی نہیں تھا جو سارے کام کر رہا تھا بلکہ مقامی لوگ ہر محلے میں یہ کام کر رہے تھے۔ جب ایسی اطلاع پولیس کو ملتی تو پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی سامان جلایا جا چکا ہوتا۔ ایک دو

بازاروں میں یہ واقعہ ہوا۔ مگر مالکان قریب نہ تھے اسی لئے وہ ہمیں اطلاع بروقت نہ دے سکے۔ کیونکہ فضا احمدیوں کے خلاف تھی۔ اس لئے ان کے ہمسائے بھی اطلاع نہ دیتے تھے چونکہ ہم نے بہت سی پولیس تعلیمی اداروں پر لگا دی تھی اس لئے ہم بازاروں میں پولیس کو متعین نہ کر سکے۔ ہمارے پاس صرف ایک ریزرو دستہ موجود تھا وہ دستہ ہر اس مقام پر پہنچتا جہاں ہمیں احمدیوں کی دکانوں کو جلائے جانے کی اطلاع ملتی۔ یہ کام اچانک اور بہت بڑے پیانے پر ہو رہا تھا۔ اس لئے میں اس کو روک نہ سکا۔ مجھے تو صرف طلبہ سے خدشہ تھا اس لئے میں نے زیادہ پولیس تعلیمی اداروں پر لگا دی تھی۔ آج تک میرے خیال میں کوئی احمدی واقعہ ربوہ کے رد عمل کے سلسلے میں لائل پور ضلع میں نہ مارا گیا۔ ۶ جولائی سے پہلے کوئی احمدی زخمی بھی نہ ہوا۔ لیکن ۲ غیر احمدیوں کو احمدیوں نے مار دیا۔

اور ایک غیر احمدی پولیس کی طرف آنسو گیس کا شیل پھینکے جانے سے مر گیا۔ یہ شیل ایک ہجوم پر پھینکا گیا تھا جو لوٹ مار کر رہا تھا ایک احمدی کے گھر میں ۲ آدمی احمدیوں کی فائرنگ سے زخمی ہوئے تھے یہ سب کچھ ۴ جون تک ہوا۔

اندازاً" پچیس دکانیں ضلع لائل پور میں جلائی گئیں۔ جن میں سے ۱۵ - ۱۹ لائل پور شہر کی تھیں۔ یہ جلائی گئیں ۔ صرف دو کی بلڈنگیں Gut ہوئیں۔ ان میں سے زیادہ واقعات میں مکانوں کا سامان باہر نکال کر سڑک پر رکھا گیا اور جلایا گیا ۔ گھروں کے دروازوں اور کھڑکیوں کو آگ لگائی گئی' جس پر کنٹرول کر لیا گیا۔ صرف دو جگہ آگ سے زیادہ نقصان ہوا۔ سعید مارکیٹ لائل پور میں سپیئرپارٹس کی دکانیں ہیں۔ ایک احمدی کی دکانیں جل گئیں۔ دوسرا واقعہ سفینہ پرنٹنگ ملز میں ہوا جہاں زیادہ نقصان ہوا۔ سٹور کو زیادہ نقصان ہوا جہاں Printed اور Non Printed کپڑا رکھا تھا ملز میں آگ زیادہ تر مزدوروں نے لگائی تھی۔ اس مل کے مزدوروں کا پہلے ہی مالکوں سے جھگڑا تھا۔ گوجرہ میں احمدیوں کی ایک مسجد بھی جلائی گئی تھی۔

میں نے ڈی ایس پی سٹی کو کہا کہ احمدیوں کی دکانیں اور مکانوں کی فہرست لائل پور کے امیر جماعت احمدیہ سے حاصل کر لیں تاکہ ان کی حفاظت کی جائے مگر وہ لسٹ آج تک ہمیں نہیں دی گئی۔ یہ درست نہیں ہے کہ ایک فہرست ڈی ایس کو ۲۹ مئی کی شام

کو دی گئی تھی اور اس فہرست میں دی گئی جائیداد کو اگلے دن جلا دیا گیا۔ میں نے ڈی ایس پی سے اگلے دن پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا تھا کہ ان کو فہرست ہی نہ دی گئی۔

ہم نے وقوعہ ربوہ سے قبل احمدی جماعت یا اس کے امیر کی سرگرمیوں پر نظر نہ رکھی۔ وقوعہ کے بعد ہم نے لائل پور کی دو مسجدوں پر پولیس کو متعین کیا۔ تاکہ گوجرہ کی طرح واقعہ نہ ہو۔ ہم نے ان مسجدوں میں دیا جانے والا خطبہ جمعہ کی رپورٹ حاصل کی۔ اس کے علاوہ ہم نے احمدیوں کی کوئی نگرانی نہ کی (ٹریبونل نے ہدایت کی کہ ان خطبات جمعہ کی رپورٹ کی نقل ٹریبونل کو بھیج دیں اور ربوہ کے واقعہ کے بعد ہونے والے واقعات کی رپورٹوں کی نقول بھی ٹریبونل کو بھیج دیں۔)

ضلعی انتظامیہ کے کہنے پر فیڈرل سیکورٹی فورس بھی ۳۰ مئی کی شام کو بلائی گئی تھی۔ ان کو زیادہ تر گشت کے لئے استعمال کیا گیا۔ کچھ لوگوں کی جائیداد کی حفاظت کے لئے بھی ان کو متعین کیا گیا تھا۔

گواہ نمبر ۵۳

سعید الدین احمد ڈپٹی کمشنر لائل پور

میں احمدی نہیں ہوں۔

سوال = آپ نے مسٹر جہاں زیب برکی ایس ایس پی لائل پور کی شہادت سنی ہے۔ کیا آپ اس میں کوئی اضافہ کرنا چاہتے ہیں؟

۲۹ مئی کو ۴۵۔ ۱۱ بجے قبل دوپہر مجھے ڈپٹی کنٹرولر ریلوے نے اطلاع دی کہ ربوہ سٹیشن پر واقعہ ہوا ہے اور انہوں نے بتایا کہ بہت سے زخمی طلبہ لائل پور میں پہنچ رہے ہیں۔ میں نے فوراً سول سرجن سول ہسپتال کو اطلاع دی کہ زخمی طلبہ کی فرسٹ ایڈ کا انتظام سٹیشن پر کریں۔ ایس پی کو اطلاع دی کہ وہ سٹیشن پر پولیس کا ضروری انتظام کریں اور ایک مجسٹریٹ کو ہدایت کی کہ وہ ریلوے سٹیشن جائیں۔ مجھے ۵۰۔ ۱۲ پر مجسٹریٹ نے سٹیشن سے بتایا کہ زخمی طلبہ کو فرسٹ ایڈ دی جا چکی ہے مگر طلبہ اصرار کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے ڈی سی انہیں یقین دلائیں کہ اس واقعہ کے ذمہ دار لوگوں کے

خلاف مناسب کارروائی کی جائے گی۔ جب تک DC یہ یقین نہ دلائیں وہ گاڑی کو نہ چلنے دیں گے میں فوراً سٹیشن پر پہنچا۔ ایس پی وہاں موجود تھے۔ ریلوے سٹیشن پر کوئی ہجوم نہ تھا۔ نشتر کالج کے لڑکے ڈرے ڈرے لگتے تھے اور متفکر تھے۔ میں نے سات آٹھ افراد لائل پور کے دیکھے ان میں سے تین علماء تھے اور باقی طلبہ تھے۔ نشتر کے طلبہ کے علاوہ پلیٹ فارم پر باقی سب مسافر تھے۔ جب میں سٹیشن پر طلبہ اور مسافروں کو گاڑی پر سوار ہونے کے لئے کہہ رہا تھا۔ ۱۵۔ ۲۰ مقامی طلبہ لائل پور کے سٹیشن پر آ گئے۔ میری موجودگی میں اینٹی احمدیہ نعرے لگائے گئے میں نے مقامی طلبہ اور علماء کو بہت پریشان پایا۔ جونہی زخمی طلبہ کے لئے AAC کا انتظام ہو گیا وہ فوراً گاڑی پر سوار ہو گئے۔ مجھے یاد ہے کہ دو بجے گاڑی روانہ ہو سکتی تھی مگر ویکیوم نہ ہونے کی وجہ سے روانہ نہ ہو سکی۔ اسی شام میں نے علماء کے ساتھ میٹنگ کی۔ انہوں نے جلوس نہ نکالنے کی یقین دہانی کرائی اور کسی جائیداد کا نقصان نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

سوال = کیا ربوہ کا واقعہ آپ کے لئے اچنبھہ تھا؟

جواب = ہاں یہ مکمل طور پر Surprise تھا۔

مجھے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے اتفاق ہے کہ جائیداد کا نقصان پہلے سے طے شدہ منصوبہ نہیں تھا بلکہ مقامی لوگوں نے فوراً مشتعل ہو کر نقصان کیا۔ ہر محلّہ کے مقامی لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے نقصان کیا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے کہ فیڈرل سیکورٹی فورس اور پولیس نے یا تو خود لوٹ مار کی یا لوٹ مار کے لئے لوگوں کو اکسایا یا خاموش تماشائی بنی رہی۔ دراصل ایسی شکایات غلط ہیں۔ اس کے برخلاف یہ الزام لگایا گیا کہ قادیانیوں نے خود اپنی جائیدادوں کو آگ لگائی۔ مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ ۲۹ مئی کو شام کے وقت ایک احمدی طالب علم کا سامان زرعی یونیورسٹی میں جو پنجاب میڈیکل کالج کا طالب علم تھا' جلایا گیا تھا۔

سوال = دفعہ ۱۴۴ کے تحت آپ نے کیا احکام جاری کئے تھے؟

جواب = میں نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت دو احکام جاری کئے تھے۔ اس واقعہ ربوہ سے کچھ عرصہ پہلے ایک حکم کے ذریعے میں نے پبلک جلسے اور جلوس کی ممانعت کی تھی۔ دوسرے

حکم کے ذریعے جلسہ عام کے اعلان کے لئے اور کمرشل ایڈورٹائزمنٹ کے لئے لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی لگائی گئی تھی۔

سوال = کیا آپ کو امیر جماعت احمدیہ لائل پور نے تار دیا تھا کہ کیمونٹی کے لئے حفاظت کا انتظام کیا جائے؟

جواب = میں نے تار موصول کیا تھا اور میں نے جیپوں اور موٹر سائیکلوں پر پولیس اور مجسٹریٹوں کی گشت کا انتظام کیا تھا۔

ہماری زیادہ توجہ ۳۰ مئی کو طلبہ پر تھی کہ ان کو سڑکوں پر نہ نکلنے دیا جائے اس دن زیادہ پولیس فورس جلوس کو روکنے کے لئے استعمال کی گئی اس دن محلوں میں ایسے واقعات ہوئے۔

احمدیوں کی جائیداد کو ۳۱ مئی کو معمولی نقصان ہوا۔

سوال = علماء نے کس قسم کی یقین دہانی آپ کو ۲۹ مئی کی میٹنگ میں کرائی تھی؟

جواب = انہوں نے کہا تھا کہ کوئی جلوس نہ نکلے گا۔ کوئی نقصان کسی جائیداد کو نہ پہنچایا جائے گا۔ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف تقریریں نہ کرنے کی یقین دہانی نہ کرائی۔ دراصل انہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ ختم نبوت کے بارے میں تقریریں کریں گے۔ البتہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ لوگوں کو قانون توڑنے پر نہیں اکسائیں گے۔ علماء نے صرف ختم نبوت پر تقریریں کیں اور لوگوں کو قانون توڑنے پر نہ اکسایا۔

سوال = کیا یہ درست ہے آٹھ احمدیوں کے وفد نے شیخ محمد احمد کی قیادت میں آپ سے ۳۱ مئی کو کہا کہ آپ کرفیو نافذ کر دیں؟

جواب = ایک وفد مجھے ملا تھا۔ مگر ان کی تعداد یاد نہیں یہ غلط ہے کہ انہوں نے کرفیو کی تجویز کی تھی۔ بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میں نے کرفیو لگانا ضروری نہ سمجھا۔ اس لئے گورنمنٹ سے کسی Clearance کی ضرورت ہی نہ تھی۔

صمدانی ٹریبونل کا دورہ ربوہ

۲۰ جولائی کی کارروائی

۲۰ جولائی کو جناب جسٹس کے ایم اے صمدانی صاحب نے ربوہ کا دورہ کیا۔ اس

دورہ کا اخبارات میں اعلان نہ کیا گیا۔ تاہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ راہنما حضرت مولانا تاج محمود کو عالمی مجلس کے وکلاء کی طرف سے قبل از وقت اطلاع ہو گئی۔ آپ نے بھی اس کی کسی اطلاع کئے بغیر یہ انتظام کیا کہ اپنے معتمد خصوصی جناب میاں محمد عالم بٹالوی مرحوم کو اس ڈیوٹی پر لگایا کہ وہ ساتھ جائیں۔ میاں محمد عالم بٹالوی کہنہ مشق بزرگ اور کارکن تھے۔ تقسیم سے قبل مولانا محمد حیات فاتح قادیان اور ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم کے ساتھ بٹالہ کے گرد و نواح میں رد قادیانیت کے لئے ان حضرات کے ساتھ والہانہ اور مخلصانہ کام کا تجربہ رکھتے تھے۔ قادیان' بٹالہ کی تحصیل میں واقع تھا۔ اس لئے میاں صاحب مرزائیوں کے ہتھکنڈوں سے بھی باخبر تھے۔ انہوں نے کچھ ساتھی ساتھ لئے' دریاں' ٹھنڈے پانی کے کولر' کھانا وافر مقدار میں ہمراہ لیا۔ اور خاموش سایہ کی طرح ٹربیونل کے ساتھ ہو گئے۔ گرمی کا موسم' ربوہ کی جہنمی گرمی۔ جب مرزائیوں نے کھانا و پانی کی فرمائش وفد سے کی تو میاں عالم فوراً ٹربیونل کے سامنے پیش ہو کر عرض پیرا ہوئے کہ اگر آپ ربوہ میں مسلمانوں کا کھانا پینا پسند کریں تو انتظام ہے۔ وہ بہت حیران ہوئے اور درختوں کے سائے سڑک کے کنارے سب نے کھانا کھایا۔ فقیر ان سطور کی تحریر کے وقت ۳۱ مارچ ۹۴ء ربوہ جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی کے مہمان خانہ میں ہے۔ سحری کا وقت ہونے کو ہے۔ کھانا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ کے لنگر سے آنے والا ہے فقیر جمعتہ الوداع پڑھانے کے لئے یہاں قیام پذیر ہے۔ اس موقعہ پر بے ساختہ اپنے مربی و محسن مولانا تاج محمودؒ اور میاں بٹالویؒ کی اداؤں پر قربان ہونے کو دل چاہتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے ۲۰ جولائی ۱۹۷۴ء کو مسلمانوں (ٹربیونل) کے لئے مسلم کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ ٹربیونل کے دورہ کی رپورٹ فیصل آباد اور چنیوٹ کے نامہ نگار کے حوالے سے علیحدہ علیحدہ ۲۱ جولائی ۷۴ء کو نوائے وقت لاہور میں شائع ہوئی۔ دونوں خبریں ملاحظہ فرمائیں۔

لائل پور ۲۰ جولائی (نمائندہ خصوصی) لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے آج ربوہ ریلوے سٹیشن اور ربوہ کے ان تمام مقامات کا معائنہ کیا جن کا

حوالہ تحقیقاتی ٹربیونل کے روبرو سماعت کے دوران گواہوں کے بیانات میں دیا گیا۔ فاضل تحقیقاتی جج کے ہمراہ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری اور دوسرے وکلاء مسٹر اعجاز بٹالوی' مسٹر ایم اے رحمٰن' مسٹر عاصم جعفری' مسٹر خاقان بابر' مسٹر فرخ امین' مسٹر ایم۔ ڈی اے صمدانی نے صبح ۵۵ ۔ ۷ پر ربوہ ریلوے سٹیشن پر پہنچنے کے فوراً بعد سٹیشن کی جنوب مشرقی سمت میں پلیٹ فارم کے اس مقام کا معائنہ کیا جہاں دارالرحمت کی جانب سے حملہ آوروں نے نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کی بوگی پر حملہ کیا تھا جو پلیٹ فارم سے کم و بیش ۵۰ گز پیچھے روک لی گئی تھی بعد ازاں تحقیقاتی جج نے ریلوے سٹیشن سے قریباً ڈیڑھ فرلانگ دور چوہدری ظفر اللہ خاں کی کوٹھی کے بارے میں عدالت عالیہ میں بعض گواہوں نے بیان کیا تھا کہ اس کوٹھی میں موجود بعض افراد نے حملہ کی ترغیب دی تھی۔ بعد ازاں ٹربیونل نے جامع نصرت ڈگری کالج کے ریلوے سٹیشن کی جانب کھلنے والے گیٹ کا معائنہ کیا جس کے بارے میں سماعت کے دوران عدالت عالیہ کو بتایا گیا تھا کہ اس گیٹ کے قریب مرزا منصور جیپ میں کھڑے حملہ آوروں کو نشتر کالج کے طلباء پر حملہ کے لئے اشتعال دلا رہے تھے۔ فاضل تحقیقاتی جج نے غیر ملکی بے خانماں احمدیوں کے لئے مخصوص دارالضیافت' انجمن احمدیہ کے صدر دفاتر' نظامت بیت المال' نظامت امور عامہ' دارالقضاء کا معائنہ کیا۔ دارالقضاء میں دیوانی اور لین دین کے معاملات نمٹائے جاتے ہیں اور نظامات امور عامہ فوجداری مقدمات کا فیصلہ کرتی ہے۔ فاصل جج نے یہاں چند مثلوں کا معائنہ بھی کیا۔ بعد ازاں عدالت نے تعلیم بالغاں کے مرکز میں اس فرقے کے خاص جھنڈے کو ملاحظہ کیا جسٹس صمدانی نے تحریک جدید کے ناظم الامور مرزا مبارک احمد سے بھی ملاقات کی۔ عدالت نے مختلف امور کی وضاحت طلب کی۔ یہ شعبہ بیرونی مشنوں کے معاملات سے عہدہ براہ ہوتا ہے۔ فاصل ٹربیونل کو بتایا گیا کہ اس سال ربوہ سے کوئی مبلغ بیرونی ممالک نہیں بھیجا گیا تاہم اس سے پیشتر ۷۰ مشنری مختلف ممالک کو روانہ کئے جا سکے ہیں۔ مبلغوں کو مختلف اوقات میں تبدیل بھی کیا جاتا ہے۔ مسٹر کے۔ ایم۔ اے صمدانی نے سٹیشن ماسٹر کے کمرے اور ملحقہ بکنگ آفس کا بھی معائنہ کیا اور انٹر لاکنگ سسٹم اور فون کے ذریعے اگلے سٹیشنوں کو گاڑیوں کی روانگی کی اطلاع

دینے اور سگنل کے نظام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ بعدازاں مسجد اقصیٰ اور تعلیم الاسلام کالج کا معائنہ کیا اور کالج کی شکستہ اونچی دیوار کو بھی دیکھا جو ریلوے لائن کی جانب ہے اور اس دیوار سے بیرونی سگنل بھی دکھائی دیتا ہے۔ فاضل عدالت نے مبارک مسجد اور قصر خلافت کا بھی معائنہ کیا قصر خلافت میں خلیفہ سے ملنے والوں کے طریق کار سے آگاہی حاصل کی بعدازاں تحقیقاتی عدالت نے بہشتی مقبرے کا معائنہ کیا۔ فاضل عدالت نے آخر میں پولیس چوکی ربوہ کا معائنہ کیا جہاں واقعہ ربوہ کی رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔

۲۰ جولائی (نمائندہ خصوصی) آج واقعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے قادیانی فرقہ کے صدر مقام ربوہ کا تحقیقاتی دورہ کیا اور ربوہ میں تقریباً ساڑھے ۵ گھنٹے قیام کے دوران ربوہ ریلوے سٹیشن' صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹریٹ بہشتی مقبرہ 'قصر خلافت کی حدود میں واقعہ مبارک مسجد' خلیفہ ناصر احمد کے سیکرٹری کے دفاتر' تعلیم الاسلام کالج' مسجد اقصیٰ' پولیس چوکی ربوہ' دارالضیافت' مہمان خانہ اور دفتر تحریک جدید وغیرہ کا معائنہ کیا فاضل ٹربیونل نے یہ دورہ تحقیقاتی ٹربیونل کے روبرو پیش ہونے والے گواہوں کے بیانات کی روشنی میں کیا اور ربوہ کے تمام انتظامی اور مشنری شعبوں کی ریکارڈ کی چھان بین کی اور مختلف شعبوں کے متعلقہ عہدیداروں سے سوالات کے ذریعہ ضروری معلومات حاصل کیں۔

فاضل ٹربیونل مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی آٹھ بجے صبح پتھریلی چٹانوں کے درمیان واقع اس شہر کے ریلوے سٹیشن ربوہ پہنچے۔ جہاں انہوں نے ربوہ ریلوے سٹیشن کا معائنہ کیا۔ جہاں سے وہ تقریباً ایک ڈیڑھ فرلانگ پر واقع عالمی عدالت کے سابق جج سر ظفراللہ خان کے بنگلہ میں پہنچے۔ بنگلہ کے مختلف حصوں کا معائنہ کیا اور ریلوے سٹیشن کے رخ پر واقع بالکونی پر بھی گئے۔ بعدازاں فاضل ٹربیونل نے کرنل داؤد کی کوٹھی کا معائنہ کیا جو سر ظفراللہ خاں کے بنگلہ کے ساتھ اور ریلوے لائن کے قریب واقع ہے۔

فاضل ٹربیونل نے بعدازاں جامعہ نصرت برائے خواتین' دارالضیافت اور مہمان خانہ کا معائنہ کیا اور گول بازار کے قریب صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹریٹ میں گئے جہاں

انہوں نے دفتر امانت خزانہ' نظارت اصلاح و ارشاد و نظارت بیت المال' دار القضاء' دفتر صدر انجمن احمدیہ' امور عامہ کے دفاتر' دفتر ناظر اور دفتر نصرت جہاں ریزرو فنڈ کا معائنہ کیا۔ فاضل ٹربیونل نے دفتر امور عامہ کے ریکارڈ کی چھان بین کرنے کے علاوہ جماعت احمدیہ کا پرچم "لوائے احمدیت" بھی دیکھا جس پر قادیان کے منارۃ المسیح اور چاند تارہ کندہ ہے۔ پرچم میں دائیں طرف سورج اور بائیں طرف چاند کا نشان بنا ہوا تھا۔ پرچم کا رنگ سیاہ تھا۔ فاضل ٹربیونل کے سوال پر ناظر اعلیٰ نے بتایا کہ جس ملک میں جماعت احمدیہ کے مشنری کام کرتے ہوں۔ ان کے دفاتر پر ان کے ملکی پرچم کے ساتھ ساتھ یہ پرچم بھی لہرایا جاتا ہے۔ فاضل ٹربیونل نے نظارت امور عامہ میں قادیانی فرقہ کے خلیفہ کے رجسٹر ہدایات کا بھی معائنہ کیا اور بعض دوسری فائلوں کا مطالعہ کیا۔ صدر انجمن احمدیہ کے تمام دفاتر کھلے تھے۔ لیکن نظارت خزانہ کا ریکارڈ روم مقفل تھا' فاضل ٹربیونل نے ناظر امور عامہ ربوہ چوہدری ظہور احمد باجوہ پر سوالات بھی کئے اور معلومات حاصل کیں۔

فاضل ٹربیونل نے صدر انجمن احمدیہ کے بعد تحریک جدید کے دفتر کا معائنہ کیا اور تحریک جدید کے وکیل اعلیٰ مرزا مبارک احمد سے تحریک جدید کی کارکردگی کے بارے میں چند سوالات کئے جس پر مرزا مبارک احمد نے بتایا کہ بیرونی ملکوں کو بھیجے جانے والے مبلغین کی تربیت ربوہ کے مشنری ٹریننگ کالج میں ہوتی ہے۔ اس وقت تقریباً ۷۰ مبلغین مختلف ملکوں میں تبلیغی کام کر رہے ہیں' ہمارے مبلغین ہر سال بیرونی ملکوں کو بھیجے جاتے تھے مگر اس سال حکومت پاکستان نے مبلغین کو بیرون ملک بھیجنے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس لئے سال رواں کے دوران کوئی مبلغ بیرون ملک نہیں بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم مختلف ملکوں میں متعین مبلغین کے تبادلے کرتے رہتے ہیں۔ تاہم جو مبلغین افریقی زبان جانتے ہیں ان کو افریقی ملکوں میں ہی رکھا جاتا ہے انہوں نے بتایا کہ تحریک جدید کا اپنا کوئی جھنڈا نہیں ہے۔

اس کے بعد فاضل جج مسجد مہدی گول بازار سے گزرنے کے بعد ایوان بلدیہ ربوہ پہنچے۔ جہاں پر انہوں نے شہر کا نقشہ دیکھا اور ضروری فائلوں کا معائنہ کیا۔ ایوان بلدیہ میں جماعت احمدیہ کے کارکنوں نے فاضل جج کو خدام الاحمدیہ کا جھنڈا بھی دکھایا۔ جس کا

رنگ سیاہ تھا اور نشانات کے اعتبار سے صدر انجمن احمدیہ کے پرچم سے قدرے مختلف تھا۔ کارکنوں نے بتایا کہ مجموعی طور پر جماعت احمدیہ کے پانچ مختلف پرچم ہیں جو سالانہ اجلاس کے موقعہ پر لہرائے جاتے ہیں۔

ایوان بلدیہ ربوہ کا معائنہ کرنے کے بعد فاضل ٹریبونل دوبارہ ربوہ ریلوے سٹیشن پر پہنچے اور سٹیشن ماسٹر ربوہ کے دفتر کا معائنہ کیا۔ بعدازاں فاضل ٹریبونل نے ربوہ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم کے دوسرے حصہ دارالرحمت کا معائنہ کیا۔ اس حصہ میں انہوں نے مسجد اقصیٰ ' قصر خلافت کی حدود میں واقع مبارک مسجد' خلیفہ کے سیکرٹری کے دفاتر' بہشتی مقبرہ'تعلیم الاسلام کالج اور پولیس چوکی ربوہ کا معائنہ کیا۔ فاضل ٹریبونل نے بہشتی مقبرہ میں قبریں دیکھیں۔ قبروں پر جو کتبے کندہ تھے ان پر قبر میں دفن افراد کی یوم ولادت'یوم وفات' تاریخ بیعت ' تاریخ وصیت اور وصیت نمبر درج تھے۔ فاضل ٹریبونل مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی مرزا بشیرالدین محمود کی قبر پر بھی گئے اور ان کے مزار اور چار دیواری میں واقعہ نصب شدہ تختیوں پر کندہ تحریروں کا غور سے مطالعہ کیا فاضل ٹریبونل نے آخر میں ربوہ پولیس چوکی کا معائنہ کیا جہاں مسٹر خاقان بابر ایڈووکیٹ کے سوالات کے جواب میں ایس ایچ او لالیاں راجہ عنایت اللہ نے بتایا کہ یہ درست ہے کہ ہم ربوہ میں گشت نہیں کرتے کیونکہ گشت کرنے کی صورت میں ہم پر خواتین سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ ایس ایچ او لالیاں نے مزید کہا کہ ہم یہاں نظامت امور عامہ کے تعاون کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی وقوعہ ہو جائے تو ہم امور عامہ کے تعاون کے بغیر نہ تو تفتیش کر سکتے ہیں اور نہ گواہ طلب کر سکتے ہیں اور نہ مستغیث سے بات کر سکتے ہیں۔ ہمیں عام طور پر تمام اطلاعات امور عامہ کی طرف سے موصول ہوتی ہیں۔ ہمیں براہ راست کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ اس لئے ہم بے بس ہیں۔ راجہ عنایت اللہ نے بتایا کہ ربوہ ریلوے سٹیشن پر ۲۲ مئی اور ۲۹ مئی کو جو واقعات رونما ہوئے تھے' ان کے بارے میں پولیس کو کوئی رپورٹ نہیں دی گئی البتہ بعدازاں تعلیم الاسلام کالج کے ایک طالب علم کی طرف سے ایک رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔ اس لڑکے پر ہاکی سے حملہ ہوا تھا۔ رپورٹ درج کرانے والے طالب علم نے استدعا کی تھی کہ اس واقعہ

کے بارے میں پولیس براہ راست تفتیش کرے اور امور عامہ سے بات نہ کی جائے۔

فاضل ٹربیونل کے تحقیقاتی دورہ کے موقع پر ربوہ میں ڈی سی جھنگ مسٹر اسحاق' اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ مسٹر منظور حسین' ڈی ایس پی چنیوٹ کے علاوہ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر مصطفیٰ کمال بخاری اور مسٹر ایم اے رحمان ایڈووکیٹ' مسٹر خاقان بابر ایڈووکیٹ' مسٹر اعجاز بٹالوی' مسٹر فرخ امین ایڈووکیٹ' مسٹر نصیر ایڈووکیٹ' مسٹر مبشر لطیف ایڈووکیٹ' مسٹر ایم ڈی طاہر ایڈووکیٹ' مسٹر عاصم جعفری ایڈووکیٹ اور چوہدری عزیز احمد بھی موجود تھے۔

۲۳ جولائی کی کارروائی

مسٹر رفیق احمد باجوہ نے استدعا کی کہ کارروائی پبلک کے لئے کھلی ہونی چاہیے۔

گواہ نمبر ۵۴

(حسن علی ولد محمد علی عمر ۳۳۔ ۳۴ سال۔ نلکا مرمت کرنا' گول بازار دارالصدر جنوبی ربوہ)

میں اللہ کے فضل سے پیدائشی احمدی ہوں۔ میں احمدی گھرانے میں پیدا ہوا ہوں۔ ۲۲ مئی ۷۴ء کی شام کو یا ۲۴ مئی کی صبح کو میں نے بازار سے سنا کہ کچھ مسافروں نے جو چناب ایکسپریس پر سوار تھے اور پشاور جا رہے تھے ربوہ سے گزرتے ہوئے ربوہ سٹیشن پر Misbehave کیا۔ جس کے نتیجے میں پلیٹ فارم پر ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد گاڑی چلی گئی۔ میں نے ۲۴ مئی کو جمعہ کی نماز نہ پڑھی تھی کیونکہ میری اس وقت ڈیوٹی تھی۔ میری ڈیوٹی گول بازار چوک پر تھی۔ مرزا ناصر احمد صاحب نے مسجد اقصیٰ کو قصر خلافت سے جاتے ہوئے اس راستے سے گزرنا تھا۔ میری ڈیوٹی حفاظت کے لئے تھی۔ میں گول بازار کے پاس دوسروں کے ساتھ حفاظت کے لئے کھڑا رہا۔ عام طور پر جب خلیفہ صاحب گزر جاتے ہیں تو ہم لوگ بعد میں مسجد پہنچ جاتے ہیں لیکن اس دن میں مسجد نہ گیا بلکہ وہیں کھڑا رہا۔ میں نے بعد میں یہ نہیں پوچھا تھا کہ جمعہ کا خطبہ کس بارے میں تھا۔ میں نے ۲۲ کے واقعہ کا ذکر ۲۹ مئی تک کسی سے نہ کیا۔ ۲۹ مئی کو صبح ساڑھے آٹھ بجے یا

۹ بجے کے قریب میں نے گول بازار کے چھ سات احباب کو جمع کیا ان کی وہاں اس بازار میں دکانیں ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ جو طلبہ ۲۲ مئی کو گزرے تھے وہ اس دن واپس آ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ سٹیشن پر آئیں اور ان طلبہ کا رویہ دیکھیں۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر انہوں نے Misbehave نہ کیا تو ہم چپ رہیں گے اور اگر انہوں نے اپنے رویئے پر اصرار کیا تو ہم ان کو پیٹیں گے چنانچہ ہم سب وہیں سے سیدھے سٹیشن کی طرف چلے گئے اور سٹیشن کی دیوار کے پیچھے سگنل لیور کے قریب کھڑے ہو گئے۔ جب گاڑی سٹیشن کے اندر آ رہی تھی تو ہم نے اینٹی احمدیہ نعرے سنے۔ طلبہ کہہ رہے تھے مرزائیت مردہ باد اور بانی سلسلہ احمدیہ کے حق میں گندی زبان استعمال کر رہے تھے۔ یہ سن کر ہم دیوار کے اوپر سے کود کر گاڑی کے پاس پہنچ گئے۔ ہم پلیٹ فارم پر گاڑی کے درمیانی حصے کے سامنے تھے۔ ہم سات آٹھ تھے۔ جب کہ طالب علم ۱۰ ـ ۱۲ تھے۔ ہم نے اپنے مکوں سے ان کو پلیٹ فارم پر مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ ہم خالی ہاتھ تھے۔ اس عرصے میں رحمت بازار کے کچھ آدمی سٹیشن پر آ گئے۔ جب انہوں نے پلیٹ فارم پر جھگڑا ہوتے دیکھا تو وہ ہمارے ساتھ شامل ہو گئے اور طلبہ کو پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ چار پانچ تھے۔ ۱۰ ـ ۱۲ طلبہ گاڑی کی مختلف بوگیوں سے آئے تھے۔ ۱۰ ـ ۱۵ منٹ بعد صدر عمومی بشیر احمد وہاں آ گئے۔ اس کے فوراً بعد رشید احمد کارکن امور عامہ آ گئے۔ جو کچھ ہوا تھا۔ میں نے ان کو بتایا۔ انہوں نے ہمیں رکنے کے لئے حکم دیا۔ ہم رک گئے اور انہوں نے مسافروں کے لئے پانی منگوایا۔ مسافروں کو پانی پلایا اس کے بعد گاڑی چل دی۔ میں بشیر احمد اور مسٹر رشید احمد کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ بھی مجھے ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ میں نے پلیٹ فارم سے پرے گاڑی کے پیچھے کی طرف ۷۰ ـ ۷۵ آدمیوں کو کھڑے دیکھا۔ وہ محض تماشائی تھے۔ ان میں سے کچھ مسافر ہوں گے۔ میں نے ان میں سے کسی کو گاڑی پر حملہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں پلیٹ فارم کی اس طرف نہ گیا تھا۔ کیونکہ مجھے صدر عمومی اور رشید احمد نے یہ حکم دیا تھا کہ جہاں میں کھوں وہیں کھڑا رہوں وہاں سے نہ ہلوں۔

صدر عمومی گاڑی کے پیچھے کی طرف چلے گئے جب کہ رشید احمد ہمارے پاس

کھڑے رہے۔ جب ہم لوگ طلبہ کو مار رہے تھے وہ بھی ہمیں جواباً" مارتے تھے اس سے طلبہ میں سے چھ سات معمولی زخمی ہوئے تھے مگر ہماری طرف سے کوئی زخمی نہ ہوا۔ طلبہ میں سے کوئی بے ہوش نہ ہوا۔ ہم میں سے کسی نے گاڑی کی کسی بوگی کے اندر گھس کر طلبہ کو نہ مارا۔ اسٹیشن پر ۱۰۰ سے ۱۵۰ لوگ موجود تھے۔ ان میں وہ ۷۰ - ۷۵ آدمی بھی شامل تھے جو پلیٹ فارم سے پرے گاڑی کے آخری سرے پر کھڑے تھے۔ ہم نے بھی نعرے لگائے تھے۔ "انسانیت زندہ باد" اور "اسلام زندہ باد"۔ مختلف سزائیں مجرموں کو ربوہ میں دی جاتی ہے۔ جرم کی شدت پر سزا کا انحصار ہوتا ہے۔ کبھی مجرم کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ کبھی عارضی طور پر بائیکاٹ کیا جاتا ہے اور کبھی ربوہ سے چند دنوں کے لئے نکال دیا جاتا ہے۔ اس پر ہم لوگ چلے گئے۔ میرے ساتھ فہیم احمد' عبدالعزیز' عبدالمنان' محمد رفیق' سعید احمد' ارشد فاروقی چھ آدمی تھے جو گول بازار سے ۲۹ مئی کو سٹیشن پر گئے تھے۔ جو لوگ رحمت بازار سے آکر ہمارے ساتھ شامل ہو گئے وہ مبارک احمد طاہر' رفیق' ضیاء اللہ' احمد خاں' محمد سلطان تھے ان کے علاوہ چند اور بھی تھے جن کے نام نہیں جانتا۔ لیکن ان کو چہرے سے پہچانتا ہوں۔ مجھے ۳۰ مئی کو ساڑھے چار بجے صبح ابراہیم کارکن امور عامہ بلانے آیا۔ اس نے بتایا کہ ہم امور عامہ کے دفتر میں بسلسلہ واقعہ ۲۹ مئی مطلوب ہیں۔ پس ہم ساتوں امور عامہ کے دفتر گئے۔ وہاں ہمیں بتایا گیا کہ پولیس کو ہماری ضرورت ہے۔ اس پر مسٹر رشید جونیئر کارکن امور عامہ ہمیں چوکی لے گیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ ایس پی جھنگ چوکی میں موجود تھے۔ ان کے حکم سے ہمیں گرفتار کر لیا گیا۔ ہم چوکی میں ۹ بجے صبح تک رہے۔ اس عرصے میں پولیس کی جیپ نے ۷۰ کے قریب لوگوں کو جمع کر دیا۔ وہ چھ چھ سات سات کی ٹولیوں میں لائے جاتے رہے۔ وہ سب ربوہ کے رہنے والے تھے۔ ہمارے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کو مسجد سے نکلتے ہوئے یا بازار سے سودا خریدنے کے لئے جاتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔ ان سب کو ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔ ۷۱ واں آدمی جو چوکی آیا' وہ خواجہ مجید تھا' وہ ہمارے لئے ناشتہ لایا۔ ایس پی ریلوے' جن کو آغا صاحب کہتے تھے' اپنے لئے چائے چاہتے تھے مگر جب خواجہ مجید نے ان کو چائے نہ دی تو انہوں نے ایس پی جھنگ کے پاس شکایت کی انہوں

نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔ ۱۷ افراد کو ایک ٹرک میں سرگودھا لے جایا گیا۔ اس وقت سے اب تک ہم لوگ سرگودھا جیل میں ہیں۔ جب سے ہم سرگودھا جیل میں ہیں۔ ہم نے خواجہ مجید کو اپنا امیر جیل میں منتخب کیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ خواجہ سرفراز احمد ہمارے وکیل ہیں لیکن میں ان کو ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ جیل میں صرف میرا بھائی مجھ سے ملنے آیا وہ صرف ایک دفعہ مجھے ملنے آیا۔ وہ مجھے پچھلے منگل کو ملا تھا۔ جیل میں ہم سب لوگ اکٹھے رہتے ہیں اور جب چاہیں مل سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے باتیں کر سکتے ہیں۔

میں نے کسی کو ان لوگوں کے سوا جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں طلبہ کو مارتے نہ دیکھا نہ ہی ایسا کوئی آدمی گاڑی پر سوار ہو گیا اور روانہ ہو گیا۔ کوئی مسافر بھی طلبہ کو مارنے پیٹنے میں شامل نہ ہوا۔ سوائے ایک آدمی کے جو اپنی بہن کے ساتھ سفر کر رہا تھا وہ دونوں ربوہ اترے اس نے اپنی بہن کو ربوہ شہر بھیج دیا اور خود طلبہ کو مارنے لگ گیا۔ وہ آدمی احمدی ہے اور قادیان کا سابقہ رہنےوالا ہے۔ اس آدمی (ڈاکٹر) کے علاوہ کوئی اور مسافر مار پیٹ میں شامل نہ ہوا۔ اس ڈاکٹر کی بہن سید نصیر احمد میجر چنیوٹ کے ساتھ شادی شدہ ہے۔

میں نے گاڑی کا کوئی نقصان نہ دیکھا۔ میں نے چھ سات طلبہ کے منہ یا ناک سے خون نکلتے دیکھا۔

گواہ نمبر ۵۵

(نعیم احمد ولد سلطان احمد عمر ۲۰ سال دوکاندار سگریٹ پان۔ محلہ دار النصر غربی ربوہ)

میں پیدائشی احمدی ہوں۔ اور احمدیوں کی تیسری نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں ربوہ میں رہتا ہوں۔ مجھے غالباً ۲۳ یا ۲۴ مئی کو بازار میں لوگوں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ نشتر کالج کے طلبہ نے ربوہ سے گزرتے ہوئے چناب ایکسپریس پر سفر کرتے ہوئے ۲۲ مئی کو احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز نعرے لگائے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ۲۹ مئی کو پھر واپس آئیں گے۔ میں نے ۲۴ مئی کو جمعہ کی نماز نہ پڑھی تھی۔

میرے علم میں ان کا ۲۴ مئی کا خطبہ جمعہ نہ آیا تھا۔ نہ ہی یہ پتہ چلا کہ خلیفہ صاحب نے ارکانِ جماعت کو کیا نصیحت خطبہ جمعہ میں کی تھی۔ میرے کچھ دوستوں نے ۲۲ مئی کے واقعہ کا ذکر مجھ سے ۲۴ یا ۲۵ مئی کو کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد واقعہ کا کوئی ذکر نہ ہوا۔ ۲۹ مئی کو ساڑھے آٹھ یا ۹ بجے صبح گول بازار کے کچھ دوست جمع ہوئے۔ میری دوکان بھی اسی بازار میں ہے۔ ہم نے سٹیشن پر جانے کا فیصلہ کیا تاکہ نشتر کالج کے طلبہ کو پشاور سے واپسی پر دیکھیں ۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ اگر وہ دوبارہ پلیٹ فارم پر Misbehave کریں تو ان کو سمجھائیں۔ چنانچہ ہم سات آدمیوں کی ایک پارٹی سٹیشن پر گئی۔ ہم نے سٹیشن کی دیوار کے پیچھے رحمت بازار کی طرف اپنی پوزیشن سنبھال لی۔

جونہی گاڑی اندر داخل ہوئی طلبہ نے اینٹی احمدیہ نعرے لگانے شروع کئے۔ مرزائیت مردہ باد' غلام احمد قادیانی مردہ باد۔ جب گاڑی کھڑی ہوئی ۸ سے ۱۰ طلبہ گاڑی سے اترے۔ ان میں سے زیادہ تر جس ڈبے سے اترے تھے وہ ڈبہ گاڑی کے درمیان میں تھا۔ شاید دوسرے کسی ڈبے سے کوئی اترا ہو۔ یہ دیکھ کر ہم دیوار پھلانگ کر پلیٹ فارم پر آگئے اور ان لڑکوں سے باتیں کرنا شروع کیں اور کہا کہ آپ لوگ مستقبل میں ڈاکٹر بننے والے ہیں اس لئے تمیز سے رہیں لیکن ہماری نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حالانکہ ۲۲ مئی اس میں سے ایک لڑکے نے ہم میں سے ایک کو مکہ مارا۔ غالباً اس کا نام رفیق احمد ہے جہاں تک مجھے یاد ہے اس پر ہم نے بھی ان کو مارنا شروع کر دیا۔ اس طرح لڑائی شروع ہو گئی۔ ہم نے مارنا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں کچھ اور دوست بشمول رحمت بازار کے لوگ بھی آ گئے۔ سلطان احمد' ضیاء اللہ اور احمد خاں رحمت بازار سے آنے والوں میں شامل تھے۔ رحمت بازار سے آنے والے ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ کچھ مسافر بھی گاڑی سے اترے اور مداخلت کرنے کی کوشش کی۔ جہاں تک میں نے دیکھا نشتر کالج کے ۸ - ۱۰ طلبہ لڑائی میں ملوث تھے۔ اور بھی ہوں گے جن کا میں نے نوٹس نہ لیا ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔ سعید احمد کے پاس چھڑی تھی۔ باقی سب نے مکوں سے مارا۔ میں نے ایک طالب علم سے بیلٹ چھین لی اور استعمال کی۔ ۱۵ - ۲۰ منٹ بعد صدر عمومی اور رشید احمد کارکن امور عامہ آ گئے ۔ میں بشیر احمد صدر عمومی اور رشید احمد کلرک کو جانتا ہوں وہ

مجھے جانتے ہیں۔ مسافروں کو پانی پلایا گیا اس کے بعد پلیٹ فارم سے واپس چلے گئے۔ چند منٹ بعد گاڑی چلی گئی۔

میں نے کسی طالب علم کے جسم پر کوئی زخم نہ دیکھا۔ نہ ان کے کپڑوں پر خون کے دھبے دیکھے اسی طرح ہم میں سے کسی کو کوئی زخم نہ آیا۔ میں نے گاڑی کے پچھلے حصہ میں کسی کو نہ دیکھا نہ کوئی ہجوم وہاں دیکھا نہ وہاں کوئی لڑائی ہوتے دیکھی۔ پلیٹ فارم پر اندازاً "سو' سوا سو آدمی ہونگے۔ جو سٹیشن پر تھے گاڑی کے چلے جانے کے بعد ہم منتشر ہو گئے اور گول بازار اپنی دکان پر آ گئے۔

اگلے دن صبح ۵ ساڑھے پانچ بجے مجھے دفتر امور عامہ بلایا گیا۔ میں اکیلا وہاں اپنے گھر سے گیا۔ میرے کچھ ساتھی پہلے وہاں تھے اور کچھ بعد میں آئے۔ دفتر میں ہم چوہدری بشیر احمد صدر عمومی اور مسٹر رشید احمد (رشید جونیئر سے نہیں) ملے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں کل کے ہنگامہ کی وجہ سے چوکی پولیس جانا چاہئے۔ انہوں نے ہمیں چوکی پولیس بھیج دیا۔ بعد میں رحمت بازار کے وہ لوگ چوکی میں پہنچ گئے جنہوں نے ہنگامہ میں حصہ لیا تھا۔ ہم چھ بجے صبح کے قریب چوکی پہنچ گئے جیپ گرفتار شدہ کو لاتی رہی ہمیں ہتھکڑی لگا دی گئی۔ ۹۔ ساڑھے نو بجے تک پولیس گرفتاریاں کرتی رہی۔ ۱۰ بجے ہمیں پولیس کی گاڑی میں اور دوسرے دوستوں کو ٹرک میں سرگودھا جیل لے جایا گیا۔ میرا پولیس کے رو برو یا کسی عدالت میں بیان نہ لکھا گیا۔

میرے ساتھ جو لوگ سٹیشن پر ۲۹ مئی کو گئے تھے وہ حسن علی' رفیق احمد' سعید احمد' عبدالعزیز' عبدالمنان' رشید احمد فاروقی تھے یہ سب دکاندار ہیں۔ میں آٹھ نو جماعت تک پڑھا ہوا ہوں۔ رفیق نام کے دو اشخاص ہیں۔ ایک رحمت بازار کا اور دوسرا گول بازار کا ہے۔ گاڑی کے مسافروں نے نہ ہمیں مارا نہ طلبہ کو مارا۔ طلبہ کے علاوہ کسی نے ہنگامے میں حصہ نہ لیا۔ میں نے کسی حملہ آور کو اسی گاڑی میں بیٹھ کر ربوہ سے جاتے ہوئے نہ دیکھا ماسوائے طلبہ نشتر کالج کے۔ میں نے آخری بوگی اور ایک اور بوگی کا نقصان دیکھا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ گاڑی کو نقصان کیسے پہنچا۔

گواہ نمبر ۵۶

(عبدالمنان ولد عبدالسلام عمر ۲۵ سال گول بازار مکان ۲۱۔ ۵ محلّہ دارالصدر مشرقی ربوہ)

میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں۔ میرے والد اور دادا بھی احمدی تھے۔

مجھے ۲۳ مئی کو پتہ چلا تھا کہ ۲۲ مئی کو نشتر کالج کے طلبہ نے ربوہ سے گزرتے ہوئے لوگوں پر پتھر پھینکے۔ انہوں نے ربوہ والوں کو مشتعل کیا اور جاتے ہوئے چیلنج دے کر گئے کہ وہ ۲۹ مئی کو واپس آئیں گے۔ یہ بات پورے شہر میں عام مشہور تھی۔ ۲۳ تاریخ کو یہ بات عام پھیل گئی تھی۔ ۲۴ کو میں سانحہ مل گیا تھا۔ ۲۹ مئی تک ہم ایک دوسرے سے ۲۲ مئی کے واقعہ کے بارے میں عمومی طور پر ذکر کرتے رہے۔ ۲۹ مئی کو صبح سات آٹھ بجے گول بازار کے سات دکانداروں نے (میرے سمیت) سٹیشن پر جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہمیں علم تھا کہ وہ طلبہ اس دن واپس آئیں گے کیونکہ پشاور جاتے ہوئے انہوں نے چیلنج کیا تھا۔ ہم نے طے کیا کہ ان کو سمجھائیں گے۔ ورنہ ہم ان کو مار پیٹ کر سبق سکھانا چاہتے تھے۔ ہم چند آدمی محمد ارشد، فہیم احمد، حسن علی، رفیق احمد، سعید احمد اور عبدالعزیز سٹیشن پر ۹ بجے کے قریب پہنچ گئے۔ ہم سٹیشن پر پہنچ کر گاڑی کے انتظار میں سٹیشن کی دیوار کے پیچھے لالیاں سائیڈ پر کھڑے رہے۔ ہمارے ایک گھنٹہ بعد گاڑی قریباً ایک گھنٹہ لیٹ، دس بجے کے قریب آئی۔ طلبہ نعرے لگا رہے تھے مرزائیت مردہ باد، مرزا غلام احمد مردہ باد، گاڑی کھڑی ہو گی۔ ۸۔ ۱۰ طلبہ ہمارے سامنے سٹیشن بلڈنگ کے ذرا پیچھے ائیر کنڈیشنڈ کوچ کے پچھلے ڈبے سے اترے۔ وہ بوگی پلیٹ فارم کے درمیان میں نہ تھی بلکہ ذرا لالیاں سائیڈ پر تھی۔ تقریباً ہمارے سامنے جہاں ہم دیوار کے پیچھے کھڑے تھے۔ ہم دیوار پھاند کر پلیٹ فارم پر آ گئے۔ ہم نے انہیں پیٹنا شروع کر دیا انہوں نے بھی ہمیں مارنا شروع کر دیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ کچھ آدمی رحمت بازار سے شور سن کر آ گئے۔ میں ان میں سے کچھ کے نام جانتا ہوں۔ وہ مبارک احمد طاہر، ضیاء اللہ، محمد سلطان اور احمد خاں تھے۔ دوسروں کے نام نہیں جانتا مگر انہیں پہچانتا ہوں۔ رحمت بازار سے ساٹھ ستر آدمی آئے تھے۔ ان میں سے بیس ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس اثناء میں کچھ اور طلبہ لڑائی میں شامل ہو گئے۔ اس طرح طلبہ ۱۵۔ ۲۰ ہو گئے تھے۔

دس بارہ منٹ لڑائی ہوتی رہی۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ کئی لوگوں کے پاس پٹیاں تھیں۔ (ربوہ والوں کے پاس)۔ لیکن میں نے کسی کے پاس ہاکی یا چھڑی نہ دیکھی۔ نشتر کالج کے طلبہ خالی ہاتھ تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ شاید کسی کے پاس پٹی ہو یا نہ ہو۔ میں نے کسی کو زخمی نہ دیکھا نہ کسی کا خون بہتے دیکھا۔ لڑائی دس پندرہ منٹ ہوتی رہی۔ چوہدری بشیر احمد اور رشید احمد موقعہ پر آ گئے۔ میں چوہدری بشیر کو بطور صدر عمومی اور رشید احمد کو بطور کلرک امور عامہ جانتا ہوں وہ بھی مجھے بطور دکاندار جانتے ہیں۔ چوہدری بشیر احمد میرے محلّہ میں رہتے ہیں۔ ان کے کہنے پر ہم سٹیشن سے آ گئے۔ ابھی گاڑی وہاں کھڑی تھی۔ ہمارے سٹیشن پر پہنچنے پر گاڑی کے آنے سے پہلے میں نے پلیٹ فارم پر ۱۵ سے ۲۰ تک آدمی دیکھے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ جب ہم نے لڑائی بند کی تو سٹیشن پر ۱۵۰ سے دو سو کے قریب آدمی بشمول سواریوں کے تھے۔ ربوہ کے ساٹھ ستر آدمی جو لڑائی میں شامل ہو گئے تھے۔ صدر عمومی کے آنے پر پلیٹ فارم سے ہٹ گئے اور گاڑی کے آخری حصے کی طرف چلے گئے۔ اس وقت صدر عمومی بھی طلبہ کی بوگی کی طرف چلے گئے۔ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے ایک بوگی جس سے ۸۔۱۰ طلبہ اترے تھے کہ شیشے ٹوٹے دیکھے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ نقصان کس نے کیا تھا۔ میں طلبہ کی بوگی کی طرف نہ گیا تھا اس لئے میں نے اس بوگی کا کوئی نقصان نہ دیکھا تھا۔

اگلے دن ۳ ساڑھے تین بجے علی الصبح مسٹر رشید جونیئر میرے پاس آیا اور امور عامہ کے دفتر آنے کے لئے کہا میرے دوسرے چھ ساتھی بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ وہاں دفتر کے باہر چوہدری بشیر احمد صدر عموی' صدر انجمن احمدیہ کے گیٹ کے اندر ملے۔ انہوں نے ہمیں چوکی جانے کے لئے کہا کیونکہ ہمیں وہاں ۲۹ مئی کے واقعہ کے لئے طلب کیا جا رہا ہے۔ ہم ساتوں خود ہی چوکی چلے گئے۔ وہاں ہمیں ہتھکڑیاں لگائی گئیں۔ پولیس ۹۔ ۱۰ بجے دن تک گرفتاریاں کرتی رہی۔ اس کے بعد دس بجے ہمیں ربوہ سے ایک پرائیویٹ ٹرک ایک پولیس کی گاڑی اور ایک جیپ میں سرگودھا لے جایا گیا۔ سرگودھا جیل میں رکھا گیا۔

گاڑی کا کوئی مسافر ۲۹ مئی کے فساد میں شامل نہ ہوا نہ انہوں نے کسی طالب علم کو

مارا۔ انہوں نے چھڑانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ ربوہ کے لوگوں نے کوئی بھی کوشش نہ کی۔ میں اس دن چناب کے ذریعے ربوہ سے نہ گیا تھا۔ میرے خلاف جماعت نے کوئی انضباطی کارروائی نہ کی۔ میں نے مرزا عبدالسمیع کو نہ دیکھا تھا۔

۲۴ جولائی کی کارروائی

گواہ نمبر ۵۷

(انور اے دہاں برانچ مینجر نیشنل سیکورٹی انشورنس کمپنی لائل پور۔)

میں احمدی نہیں ہوں۔ چیئرمین نیشنل سیکورٹی انشورنس کمپنی میاں نصیر اے شیخ ہیں اور جنرل مینجر مفتی امین ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ان میں کوئی بھی احمدی نہیں۔ بڑے حصہ دار کمپنی کے میسرز قیصر محمود' اے آر دولتانہ اور مغیث اے شیخ ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ان میں سے کوئی بھی احمدی نہیں۔ ہمارے اسسٹنٹ مینجر شیخ عبدالقدیر ہیں۔ وہ احمدی ہیں۔

سفینہ پرنٹنگ اینڈ ڈائنگ ورکس لائل پور نے چار انشورنس پالیسیاں ہماری کمپنی کی لے رکھی ہیں ان میں سے ایک کی میعاد ۷۴ء۔ ۶۔ ۱ کو ختم ہو گئی۔ باقی کی میعاد ۷۴ء۔ ۵۔ ۲ کو ختم ہو گئی۔ ان تین میں سے جن کی میعاد ۷۴ء۔ ۵۔ ۲ کو ختم ہو گئی۔ ایک ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۴ کو دوبارہ جاری ہوئی' دو کی تجدید ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۸ سے ہوئی۔ اگرچہ یہ تینوں نئی پالیسیاں ۲۸ مئی ۱۹۷۴ء کو جاری ہوئیں۔ یہ تین پالیسیاں ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۸ سے Risk کور کرتی ہیں۔

چونکہ میں ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۸ کو ڈویلپمنٹ کے سلسلے میں دفتر سے باہر تھا۔ شیخ عبدالقدیر نے اپنے دستخطوں سے یہ پالیسیاں جاری کر دیں وہ اس کے مجاز تھے۔ اس میں کوئی بے قاعدگی نہیں ہوئی۔ چوتھی پالیسی بھی ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۸ کو تجدید ہوئی لیکن اس کی میعاد ۷۴ء۔ ۶۔ ۱ سے شروع ہونی تھیں۔ یہ چاروں پالیسیاں فساد' آگ' سٹرائیک اور نقصان کے خلاف احتیاطی تدابیر کیلئے حاصل کی گئی ہیں۔ ان چاروں پالیسیوں کی کل قیمت چودہ لاکھ ہے۔ مختلف پالیسیاں مختلف جائیداد ملکیتی۔ سفینہ پرنٹنگ اینڈ ڈائنگ ورکس کو

Cover کرتی ہیں۔ میں اس کے ان مالکوں کے نام جانتا ہوں جو اس فرم کی طرف سے ہمارے ساتھ معاملہ کرتے ہیں مثلاً حاجی حمید اللہ منیجنگ پارٹنر ہیں وہ میرے علم کے مطابق احمدی نہیں۔ انکے بھائی مسٹر سمیع اللہ بھی سفینہ کی طرف سے معاملہ طے کرتے ہیں مجھے یہ علم نہیں کہ وہ حصہ دار ہیں یا نہیں۔ تیسرے شخص مسٹر شریف احمد ہیں۔ وہ بھی احمدی ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ ان کا کتنا حصہ ہے۔ مختصراً" سفینہ پرنٹنگ اینڈ ڈائنگ ورکس احمدیوں کی ہے۔

ایک پالیسی میسرز مجید اینڈ کمپنی لائل پور کو ۷۴ء۔۵۔۳۰ کو شیخ عبدالقدیر اسسٹنٹ مینیجر جاری کر رہے تھے کہ میرے علم میں آگئی۔ میں نے اس پالیسی کا اجراء منظور نہ کیا کیونکہ لائل پور میں فسادات شروع ہو چکے تھے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں یہ نئی پالیسی کے اجراء کا کیس تھا اور محض تجدید کا نہ تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس پالیسی کے لئے درخواست ۷۴ء۔۵۔۳۰ سے قبل دی گئی تھی۔

میں کریم کلاتھ ہاؤس کارخانہ بازار کا ریکارڈ بھی لایا ہوں انہوں نے پالیسی حاصل کی۔ یہ بھی شیخ عبدالقدیر نے جاری کی میرے علم میں آئی تو میں نے اسی دن فوراً منسوخ کر دی۔ پالیسی کے ڈسپیچ کرنے سے قبل میں نے کریم کلاتھ ہاؤس کی پالیسی بھی اسی وجہ سے کینسل کی جس وجہ سے مجید اینڈ کمپنی کی پالیسی کینسل کی تھی۔

گواہ نمبر۵۸

(عبدالرحیم ولد محمد اکبر سب انسپکٹر تھانہ ریلوے پولیس سرگودھا۔ ایس ایچ او)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں مئی ۷۴ء میں ایس ایچ او ریلوے تھانہ سرگودھا تھا۔ ربوہ سٹیشن اس تھانے کی حدود میں ہے۔ ۲۹ مئی کو قریباً دوپہر کو مجھے ربوہ کے واقعہ کی اطلاع ریلوے حکام کے ذریعے ملی۔ جب کہ میں خوشاب ریلوے سٹیشن پر تھا۔ اس اطلاع ملنے پر میں بذریعہ بس فوراً ربوہ کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں ۴ بجے شام ربوہ پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ خدا بخش H/C پہلے ہی چند کانسٹیبلان کے ہمراہ ربوہ پہنچ چکا تھا اس نے پہلے موقعہ دیکھا اس نے مجھے بھی دکھایا۔ ٹوٹے ہوئے شیشے پلیٹ فارم پر اور پلیٹ فارم

سے باہر لالیاں کی طرف پڑے تھے۔ خدا بخش کے کہنے کے مطابق طلبہ کی بوگی پلیٹ فارم سے باہر تھی اس لئے اس بوگی کی جگہ کے سامنے ٹوٹے ہوئے شیشے پڑے تھے۔ دوسری جگہ جہاں شیشے کے ٹکڑے پڑے تھے۔ وہاں سیکنڈ کلاس کی بوگی تھی۔ البتہ خدا بخش چشم دید گواہ نہ تھا۔ وہ ایک بجے بعد دوپہر سٹیشن پر پہنچا تھا۔ میں نے پلیٹ فارم پر خون کے دھبے بھی دیکھے تھے۔ یہ دھبے شیشے کے ٹکڑوں کے قریب ہی دیکھے تھے۔ مجھے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ پلیٹ فارم پہلے دھلا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے تفتیش شروع کر دی۔ میں نے ریلوے سٹاف کے ارکان سے پوچھ گچھ کی۔ اس عرصے میں ڈی ایس پی' سی آئی اے آ گئے۔ میں نے تمام اطلاع ان کو دے دی۔ ڈی ایس پی نے مجھے چوکی پولیس ربوہ بھیج دیا۔ جہاں ایس پی جھنگ پہنچ چکے تھے۔ مسٹر رشید احمد کارکن امور عامہ کو بلایا گیا اور شامل تفتیش کیا گیا۔ اس کے بعد ایس پی مجھے اور رشید احمد کو تعلیم الاسلام کالج لے گئے۔ کالج میں مسٹر رشید احمد نے عبدالعزیز محتسب کا نام دیا انہوں نے ایسے لوگوں کے نام دیئے جن کو وہ مجرم سمجھتے تھے۔ اس اثناء میں ایس پی اور پرنسپل اور مسٹر باجوہ جو امور عامہ کے عہدیدار ہیں' بھی آئے ان کے علاوہ ڈی ایس پی چنیوٹ' اور ڈی ایس پی' سی آئی اے اور ڈی ایس پی جھنگ بھی تھے ان افسروں نے مسٹر رشید احمد اور مسٹر عبدالعزیز سے کہا کہ مجرموں کو چوکی میں پیش کر دیں۔ اس کے بعد ہم پولیس چوکی آ گئے۔ رات کے گیارہ بجے کے بعد مسٹر رشید احمد نے ۲۲ آدمیوں کو پولیس چوکی پیش کیا۔ ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ اس کے بعد ہم نے رشید احمد سے کہا کہ ان کو لے جائیں تو واقعہ میں ملوث تمام ملزموں کے ہمراہ ان کو اگلی صبح پیش کریں انہوں نے اس کا وعدہ کیا اور بائیس آدمیوں کو جانے دیا۔ اگلی صبح ۴ بجے کے قریب رشید احمد نے ۳۲ افراد پیش کئے۔ ہم نے ان سے پوچھ گچھ کی۔ اس کے بعد ہمیں خفیہ اطلاع ملی کہ کچھ مجرم بذریعہ بس بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پس ہم شہر میں چلے گئے اور ۱۲ افراد کو فضل عمر ہسپتال کے پاس گرفتار کر لیا۔ ان گرفتار شدگان میں ایک شخص مبشر احمد ولد ڈاکٹر رشید احمد تھا۔ اس نے ہمیں مزید ۲۳ آدمیوں کے نام دیئے۔ ان ۲۳ کو چوکی بلایا گیا۔ چوکی آنے پر ان کو شامل تفتیش کیا گیا۔ چنیوٹ کے اعجاز گواہ کو مقامی پولیس چوکی نے میرے روبرو پیش کیا۔ چار مزید افراد کو بلایا

گیا اور گرفتار کر لیا گیا۔ ان ۷ افراد کو گرفتار کرنے کے بعد ہم نے امور عامہ کے رشید احمد کو بھی گرفتار کر لیا۔ چونکہ اے سی چنیوٹ ربوہ میں موجود تھے۔ اس لئے ۷ افراد کا ریمانڈ جوڈیشنل لاک اپ کے لئے ربوہ میں ہی حاصل کیا گیا اور مسٹر رشید احمد کارکن امور عامہ کا تین دنوں کے لئے ریمانڈ جسمانی حاصل کیا گیا اسے ایس ایچ او لالیاں' کے حوالے کیا گیا۔ میں ۷ افراد کو سرگودھا لے گیا اور جوڈیشنل حوالات میں رکھا گیا۔ ایس ایچ او لالیاں' رشید احمد کو چنیوٹ لے گیا۔

مسٹر خاقان بابر کی جرح کے جواب میں

میں سٹیشن ماسٹر مرزا عبدالسمیع سے سٹیشن پر ملا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ زخمی ہوا تھا۔ میں نے ان کے زخم کا طبی معائنہ کرانا چاہا تو انہوں نے کہا کہ کٹ نکل گیا تھا۔ اب چڑھ گیا ہے۔ ہم نے ان ۲۲ افراد کو اس لئے نہیں واپس کر دیا تھا کہ وہ وقوعہ کے بارے میں نہ جانتے تھے (دراصل وہ جانتے تھے) بلکہ رات بہت ہو گئی ہم ان کو رات کو وہاں نہ رکھنا چاہتے تھے۔ ہم نے ۷ افراد کا ریمانڈ جسمانی اس لئے نہ لیا تھا اور سیدھا جوڈیشنل لاک اپ میں اس لئے بھیج دیا تھا کہ ان کی شناخت پریڈ کرانی تھی۔
۲۲ مئی کو جو پولیس والے ٹرین پر ڈیوٹی پر تھے۔ ان کے بیانات ڈی ایس پی نے لکھے تھے۔
ٹریبونل = (جمعہ کے دن کے لئے اورینٹ ایڈور ٹائزر کے لاہور اور اسلام آباد کے مینیجروں کو بلایا جائے)
ساڑھے دس بجے وقفہ

گواہ نمبر ۵۷

انور اے دھامی پر دوبارہ جرح شروع ہوئی

ملک محمد قاسم صاحب کی جرح کے جواب میں

سفینہ ڈائنگ اینڈ پرنٹنگ ورکس نے ۷۱ء میں تین پالیسیاں ۷ لاکھ' ۷۲ء میں تین پالیسیاں ۹ لاکھ' ۷۳ء میں چار پالیسیاں ساڑھے ۲ لاکھ' ۷۴ء میں چار پالیسیاں چودہ لاکھ کی خریدی

تھیں۔ سفینہ ڈائنگ اینڈ پرنٹنگ ورکس نے ۱۹۷۱ء سے پالیسیاں لے رکھی ہیں۔ شروع میں تین پالیسیاں تھی جن کی مالیت مجموعی طور پر سات لاکھ روپے تھی۔ ۱۹۷۲ء میں انہوں نے یہ پالیسیاں ۹ لاکھ کی کرالیں۔ ۱۹۷۳ء میں چار پالیسیاں تھیں۔ مالیت ۱۲ لاکھ ۲۵ ہزار روپے تھی اور ۱۹۷۴ء ـ ۵ ـ ۲۸ کو انہوں نے چار پالیسیوں کی تجدید کرائی جن کی مالیت مجموعی طور پر ۱۴ لاکھ روپے تھی۔ پہلے بھی اس پارٹی کے کیس میں اختتام معیاد پہلی پالیسی اور نئی پالیسی کے اجراء میں Gaps ہوتے رہے ہیں۔ سفینہ ورکس جیسے ادارے کا قانونی طور پر انشور کرانا ضروری ہیں۔ سفینہ ورکس نے جو پالیسیاں خریدی ہیں ۱۹۷۱ء سے لے کر اب تک فائر' فساد' نقصان' سٹرائیک کے Against کور کرتی ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں صرف ایک پالیسی صرف آگ کے لئے تھی۔

۳۰ یا ۳۱ مئی کو سفینہ ورکس کا نقصان ہوا۔ انہوں نے کلیم داخل کیا جس کی ادائیگی کر دی گئی۔ یہ چاروں پالیسیاں جو سفینہ ورکس نے ۲۸ مئی کو خریدی تھیں۔ وہ شیخ عبدالقدیر اسٹنٹ مینیجر کی کوشش سے خریدی گئیں۔ اسی کی معرفت احمدیوں کا بزنس ہماری انشورنس کمپنی کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ مقامی احمدیوں کا زعیم بھی ہے اور مقامی جماعت کا چندہ جمع کرتا ہے۔

۱۳ اپریل ۱۹۷۴ء سے لے کر ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء تک مذکورہ بالا تین اداروں کے علاوہ کسی احمدی نے ہم سے کوئی پالیسی نہ خریدی ـ البتہ آدم جی انشورنش کمپنی نے کچھ احمدیوں کے اداروں کو Insure کیا تھا ہم نے ان پالیسیوں میں قریباً ۱۰ فیصد کی حد تک Underwrite کیا ہے یا اس سے کم و بیش بعض کیسوں میں اس طرح ہمارا بارہ فیصد حصہ کوئینز لینڈ انشورنس کمپنی میں ہے۔ اس کمپنی نے یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز ملتان کا رسک ۲۳ ـ ۲۴ اپریل ۱۹۷۴ء کو عبدالقدیر کے ذریعے Cover کیا تھا یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لیمیٹڈ ہے۔ لیکن احمدیوں کی مل ہے۔ کور نوٹ شیخ عبدالقدیر نے پر کیا۔ مجھے اس کے احمدی ادارہ ہونے کا پتہ ہے کیونکہ عبدالقدیر کے کچھ رشتے داروں کے حصے اس مل میں ہیں۔ آدم جی انشورنس کمپنی کے ذریعے مندرجہ ذیل احمدی اداروں نے انشورنس کرایا جس میں ہمارا حصہ ہے۔ یہ انشورنس ۱۳ اپریل سے ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء کے عرصے میں ہوا۔

کاٹن مل

۱۔ احمد برادرز لائل پور تاریخ۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۱۵۔ مالیت ۵ لاکھ۔ ہمارا حصہ ۵۰ ہزار
۲۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۱۸۔ مالیت دس لاکھ۔ ہمارا ایک لاکھ
۳۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۱۸۔ مالیت ۵ لاکھ
۴۔ گیلے والا کاٹن کمپنی گیلے والا ضلع ملتان۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۱۸۔ مالیت ۵ لاکھ
۵۔ گیلے والا کاٹن کمپنی گیلے والا ضلع ملتان۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۱۸۔ مالیت ۵ لاکھ
۶۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۱۸۔ مالیت ۱۵ لاکھ
۷۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۲۷۔ مالیت ۱۵ لاکھ
۸۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۲۷۔ مالیت ۱۰ لاکھ
۹۔ گیلے والا کاٹن کمپنی۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۲۷۔ مالیت ۵ لاکھ
۱۰۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۲۷۔ مالیت ۵۰ ہزار
۱۱۔ گیلے والا کاٹن کمپنی۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۳۰۔ مالیت ۵۰ ہزار
۱۲۔ گیلے والا کاٹن کمپنی ۷۴ء۔ ۴۔ ۳۰۔ مالیت ۳۰ ہزار
۱۳۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۳۰۔ مالیت ۳۰ ہزار
۱۴۔ شیخ مولا بخش مبارک احمد آئل اینڈ فیکٹری۔ ۷۴ء۔ ۴۔ ۳۰۔ مالیت ۱۰ ہزار۔
۱۵۔ شیخ مولا بخش مبارک احمد آئل اینڈ فیکٹری۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۷۔ مالیت ۷ لاکھ
۱۶۔ احمد برادرز لائل پور۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۱۳۔ مالیت ۲ لاکھ
۱۷۔ احمد برادرز لائل پور۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۱۳۔ مالیت ۳ لاکھ
۱۸۔ احمد برادرز لائل پور۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۱۳۔ مالیت ۱ لاکھ
۱۹۔ احمد برادرز لائل پور۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۱۳۔ مالیت ۲۰ ہزار
۲۰۔ احمد براوزلائل پور۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۱۳۔ مالیت ۳۵ ہزار
۲۱۔ ریاض کاٹن کمپنی شجاع آباد۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۳۔ مالیت ایک لاکھ دس ہزار
۲۲۔ گیلے والا کاٹن کمپنی۔ ۷۴ء۔ ۵۔ ۲۳۔ مالیت ایک لاکھ دس ہزار

ان سب پالیسیوں میں چار پارٹیاں شامل ہیں۔ یہ سب احمدی ادارے ہیں کاٹن کی

پالیسیاں چھ ماہ یا اس سے کم عرصے کے لئے ہیں۔ ان میں سے کچھ پالیساں بذریعہ بنک خریدی گئیں اور کچھ اپنے طور پر بنک مرتہن ہوتا ہے۔ اسلئے بنک رہن کے لئے انشورنس کرانا ضروری سمجھتا ہے۔

میسرز مجید اینڈ کمپنی لائل پور اور کریم کلاتھ ہاؤس لائل پور کی پالیسیاں نئی تھیں ان کا پہلے کوئی بزنس نہ تھا۔ یہ پالیسیاں جاری ہوئی تھیں۔ پھر بعد میں ان کو کینسل کر دیا گیا۔

گواہ نمبر۵۹

(عبدالرشید چوہدری ولد میاں عبدالرحمٰن آفس سپرنٹنڈنٹ پاکستان جنرل انشورنس کمپنی لاہور)

میں احمدی نہیں ہوں۔ ۷۴ ـ ۵ ـ ۳۰ کو شفاء میڈیکوز لاہور کے مسٹر اعظم ہمارے دفتر ۱۰ بجے صبح آئے اور ہمیں کہا کہ Convernote انشورنس پالیسی کے سلسلے میں اپنے دفاتر دکان اور گودام شفا میڈیکوز لاہور اور لائل پور کے شاہ میڈیکوز کو انشور کروانا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ شاہ میڈیکوز قادیانیوں کی ہے یا نہیں۔ شفا میڈیکوز تو مرزائیوں کی ہے۔ ہمیں اس کام میں ایک بج گیا۔ مینجر علاؤالدین نے برانچ مینجر مسٹر بٹ سے لائل پور ٹیلیفون کر کے وہاں کے حالات معلوم کرنا چاہے۔ مسٹر بٹ سے' میری موجودی میں فون پر بات ہوئی تھی۔ مسٹر بٹ نے بتایا کہ لائل پور میں شاہ میڈیکوز کو آگ لگائی جا چکی ہے۔ اس لئے ہم نے کور نوٹ Cancel کر دیا اور انشورنس پالیسی جاری نہ کی۔ کینسل کرنے سے پہلے اس کی کوئی رقم ابھی تک ہمیں نہ ملی تھی۔ ہماری کمپنی کے جنرل مینجر سعید احمد خاں قادیانی ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان کو کمپنی نے تین ماہ کی تنخواہ دے کر (تین ماہ کے نوٹس کی جگہ) فارغ کر دیا گیا ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ ان کی علیحدگی اور ۳۰ مئی کے واقعات کا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ البتہ ہمارے دفتر میں ایک اور قادیانی ہیں' جن کا نام شمیم انصاری ہے۔ ان کو ملازمت سے نہیں نکالا گیا۔ اسی طرح مسٹر محمد اسلم بھی احمدی ہیں۔ اور ہمارے برانچ آفس لائل پور میں ملازم ہیں۔ سعید احمد خاں قادیانی کو چیئرمین امیر عبداللہ روکڑی

ایم پی اے نے نکالا تھا۔ وہ مسلم لیگی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مسلم لیگ کے کس گروپ سے ان کا تعلق ہے۔

شفا میڈیکوز کی انشورنس کی کل قیمت کا علم نہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شفا میڈیکوز کی دوکان کے کچھ شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ پالیسی جاری ہونے کے بعد مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔ مجھے علم نہیں کہ کلیم فائل کیا گیا ہے یا نہیں کیونکہ میں کلیم برانچ سے تعلق نہیں رکھتا۔

۲۵ جولائی کی کارروائی

گواہ نمبر ۶۰

(مبشر احمد ولد ڈاکٹر رشید احمد عمر ۱۸ سال طالب علم مکان محلہ دارالصدر غربی الف ربوہ)

میں پیدائشی احمدی ہوں اور احمدیوں کی تیسری نسل سے ہوں۔ میرا ایف اے کا امتحان ۲۰ مئی ۱۹۷۴ء کو ختم ہوا۔ میں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی طرف سے بطور ریگولر امیدوار امتحان دیا تھا۔ ۲۹ مئی کو میں بیمار تھا۔ گھر پر تھا۔ شام کو میں گول بازار گیا۔ اور فہیم احمد پان سگریٹ والے کی دکان سے سگریٹ خریدے۔ فہیم احمد میرے ساتھ ربوہ کے واقعہ کے سلسلے میں گرفتار ہے۔ فہیم احمد نے اس وقت مجھے بتایا تھا کہ اسی دن صبح کو وہ ریلوے سٹیشن پر گیا تھا۔ اور اس نے نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کو مارا پیٹا تھا جنہوں نے احمدیت مردہ باد' کے نعرے لگائے تھے۔ اگلے دن مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ وہاں سے مجھے پولیس چوکی لے جایا گیا۔ وہاں ۶۰ آدمی پہلے سے چوکی میں موجود تھے۔ وہاں سے ایک سول ٹرک پر بٹھا کر سرگودھا لے جایا گیا۔ اور جیل میں رکھا گیا۔

مجھے ۲۹ مئی کے واقعہ کا علم ۲۹ مئی کی شام کو ہوا تھا جب فہیم احمد نے مجھے سٹیشن پر ہونے والا واقعہ بتایا۔ سرگودھا جیل میں ۷۱ - ۷۲ آدمی ربوہ کے گرفتار ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ بے گناہ ہیں۔ میں نے ۷۱ میں سے کسی سے جیل میں واقعہ کے بارے میں نہیں پوچھا۔ ان میں کسی نے مجھے جیل میں یہ نہیں بتایا کہ وہ واقعہ میں ملوث تھا۔ البتہ بہت سے بے گناہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب تک جتنے لوگوں کو

گرفتار کیا گیا ہے ان میں سے زیادہ تر مزدور ہیں۔ کچھ دکاندار ہیں اور کچھ طلبہ ہیں۔ طلبہ کی تعداد ۱۰ - ۱۵ ہے۔ طالب علموں میں سے ملک نصیر احمد' مسٹر منیر احمد اور میں تعلیم الاسلام کالج کے ہیں۔ دوسرے جامعہ احمدیہ کے طلبہ ہیں۔ اس جامعہ میں مبلغ تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ میں نے کچھ لوگوں کے نام پولیس افسر کو بعد از گرفتاری ربوہ میں دیئے تھے۔ جو ربوہ کے واقعہ میں ملوث تھے۔ میں رشید احمد کارکن امور عامہ چوہدری بشیر احمد صدر عمومی کو بحیثیت عہدیدار جانتا ہوں۔ وہ مجھے نہیں جانتے۔ میں مسٹر عبدالعزیز بھانبڑی کو جانتا ہوں۔ لیکن ان کا عہدہ نہیں جانتا۔ البتہ ظہور احمد باجوہ ناظر امور عامہ کو نہیں جانتا۔ میرے خلاف کبھی احمدیہ انتظامیہ یا پولیس میں کوئی رپورٹ درج نہیں کی گئی۔ میں خدام الاحمدیہ میں شامل ہوں۔ میں کوئی عہدیدار نہیں ہوں۔ لیکن ۲ - ۳ ماہ وقار عمل سکیم کے تحت کام کیا تھا۔ اس زمانے میں زعیم محلہ میری ڈیوٹی لگاتے تھے۔

جیل میں اب تک میرے بھائی سعید احمد کے سوا کوئی مجھے نہ ملا۔ سعید احمد تین مرتبہ مجھے جیل میں ملا۔ میرا ایک بہنوئی بھی ایک مرتبہ ملا تھا۔ میرا بھائی اور بہنوئی دونوں خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ کو ہمارے کیس کے دفاع کے لئے وکیل مقرر کیا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کو کس نے مقرر کیا ہے یہ بھی نہیں جانتا کہ اس وکیل کو جماعت نے مقرر کیا ہے۔ مسٹر رشید احمد امور عامہ کی میرے ساتھ کوئی دشمنی نہیں۔ مجھے فہیم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کتنے آدمی ربوہ سٹیشن پر ۲۹ مئی کو لے کر گئے تھے۔

میں کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں گیا تھا۔ میں نے صرف کوڈوپائرین کی گولی کھا لی تھی۔ سٹیشن سے میرا گھر ڈھائی تین فرلانگ دور ہے۔ جب فہیم احمد نے مجھے کہانی سنائی تھی تو اس کے تاثرات ملے جلے تھے۔ جماعت کے نقطہ نظر سے اس نے غلطی کی تھی اور اس کے اپنے خیال میں اس نے ٹھیک کیا تھا۔

گواہ نمبر۱۱

(آغا عبدالکریم شورش کاشمیری ولد میاں نظام الدین احمد۔ ۲۴۔ دی مال روڈ لاہور)

۲۵ جولائی کو جسٹس صمدانی کی عدالت میں قادیانی امت کے بارے میں شورش کاشمیری نے شہادت دی۔ موصوف پولیس کی حراست میں بیماری کے باوجود پیش ہوئے۔ اور تمام راز ہائے سربستہ کا انکشاف کیا۔ جن کے مطابق قادیانی امت اپنے سیاسی اقتدار کے لئے عالمی اور قومی سطح پر عمل کر رہی ہے۔ یہ شہادت پانچ گھنٹے جاری رہی عجیب و غریب انکشافات ہوئے۔ حکومت نے اخبارات پر سنسر عائد کر رکھا تھا۔ اس لئے اس کی تفصیل اخبارات میں نہ آ سکی۔ البتہ ۲۵ جولائی کی شہادت کا ٹریبونل کی طرف سے اخبارات کے لئے یکم اگست ۱۹۷۴ء کو پریس ریلیز جاری کیا گیا جو یہ ہے ..... واقعہ ربوہ کے ٹریبونل کے سامنے ہفت روزہ چٹان کے مدیر آغا شورش کاشمیری نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ جب مسٹر بھٹو کو انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی تھی تو قادیانیوں نے ان سے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں لیکن وہ بر سراقتدار آئے تو انہوں نے بعض صورتوں میں ان کو مایوس کیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ ذوالفقار علی بھٹو ان کے اشارے پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو انہوں نے ۱۹۷۳ء کے دوران ربوہ میں ایک اجلاس منعقد کیا۔ جس کی صدارت جماعت احمدیہ کے سربراہ نے کی۔ اس اجلاس میں جماعت کے گیارہ ممتاز احمدیوں نے شرکت کی اور فیصلہ کیا کہ مسٹر بھٹو کو قتل کر دیا جائے۔ میں نے اس اجلاس کی رپورٹ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ رپورٹ انٹیلی جینس کے ایک آفیسر نے تیار کی تھی۔ جب ریٹائرڈ ائیر مارشل ظفر چوہدری (قادیانی) کو پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف کے عہدے سے ریٹائرڈ کیا گیا تو انہوں نے مسٹر ذوالفقار کی حکومت کا تختہ الٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے واقعہ ربوہ ایک آزمائشی واقعہ کے طور پر رونما کیا تاکہ وہ اپنے بارے میں حکومت کی رائے اور عام مسلمانوں کا رد عمل معلوم کر سکیں۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ واقعہ ربوہ سے جو افراتفری پیدا ہو گی۔ اس کے نتیجے میں وہ حکومت کا تختہ الٹ دینے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں آغا شورش کاشمیری نے ٹریبونل کو اپنی طرف سے شائع کردہ تین پمفلٹ پیش کئے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے اس پمفلٹ کی جانب بھی فاضل ٹریبونل کی توجہ مبذول کرائی جو علامہ اقبال نے غداران اسلام کے عنوان

کے تحت شائع کرایا تھا۔ آغا صاحب نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ یہ درست نہیں ہے کہ ان کے ساتھ روسی سفارتخانے کے کسی افسر نے کبھی ملاقات کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھ اے۔ جی عابد نام کے کسی شخص نے کبھی ملاقات کی تھی جو لوگ مجھ سے ملاقات کے لئے آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا نام یاد نہیں۔ میرے کسی اشتراکی ملک کے کسی سفیر کے ساتھ کوئی تعلقات نہیں۔ اور فاضل ٹریبونل نے جس بات چیت کا ذکر کیا ہے۔ وہ میرے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان نہیں ہوئی۔ یہ غلط ہے کہ میں ۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان گیا تھا۔

آغا شورش کاشمیری نے بتایا کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو وزیر اعظم کے سیکرٹری مسٹر افضل سعید نے ٹیلیفون پر مجھ سے بات چیت کی تھی اور مجھے وزیر اعظم کا ایک پیغام دیا تھا کہ بعض بیرونی طاقتیں پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہم سب کو چاہئے کہ ہم داخلی طور پر امن برقرار رکھیں۔ وزیر اعظم کے سیکرٹری نے یہ بھی کہا تھا کہ وزیر اعظم کی خواہش ہے کہ میں ملک کے اندر نظم و ضبط برقرار رکھنے میں ان سے تعاون کروں۔ اس پر جب وزیر اعظم لاہور تشریف لائے تو میں نے ۲ جون ۷۴ء کو ان سے ملاقات کی۔ اس موقعہ پر وزیر اعظم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے اپنا اثر استعمال کروں۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں اپنے حقوق کے لئے آئین کی حدود کے اندر رہتے ہوئے جدوجہد کروں۔ اور یہ کہ ملک کے نظم و ضبط کی صورت حال کو خراب نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا یہ درست ہے کہ ۱۹۷۱ء میں مسٹر ایم ایم احمد قادیانی کے ایک رشتہ دار کے پاس سے وائرلیس ٹرانسمیٹر برآمد ہوا تھا۔ یہ برآمدگی گلبرگ میں واقع ایک مکان سے ہوئی تھی۔ یہ درست ہے کہ سعودی عرب میں احمدیوں کے داخلہ پر پابندی عائد ہے (روزنامہ جنگ کراچی ۲ اگست ۱۹۷۴ء)

۲۶ جولائی کی کارروائی

(محمد عنایت اللہ ولد راجہ لال خاں ایس ایچ او۔ لالیاں)

چوکی پولیس ربوہ میں کل ۱۳ افراد متعین ہوتے ہیں۔ ایک اے ایس آئی۔ ایک ہیڈ کانسٹیبل اور گیارہ سپاہی۔

اگر پولیس ربوہ شہر میں اپنے طور پر گشت کرے تو امور عامہ والے اسے اپنے لئے ہتک سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کی اجازت نہیں دیتے۔ جب ربوہ والے گشت کرتے ہیں تو ان کے پاس ڈنڈے اور ہاکیاں ہوتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ پولیس آفیسر کسی سمن کی تعمیل بھی ربوہ کے شہریوں پر براہ راست نہیں کرا سکتے بلکہ امور عامہ کی معرفت تعمیل کرانی پڑتی ہے۔

ربوہ والے اس قدر منظم ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ موثر طور پر عدم تعاون کر سکتے ہیں ماضی قریب تک یہ کبھی نہیں ہوا کہ ربوہ کا کوئی آدمی چوکی ربوہ یا لالیاں میں براہ راست کوئی شکایت درج کرانے آیا ہو۔ ربوہ کے رہائشی صرف امور عامہ کی معرفت رپورٹ درج کراتے ہیں اگر کوئی براہ راست آ جائے تو ربوہ والے اس کا سوشل بائیکاٹ کرتے ہیں۔ البتہ مورخہ ۷۴-۶-۹ کو ایک شخص سردار احمد طالب علم جو محلہ دارالصدر شرقی میں رہتا ہے۔ پولیس چوکی میں آیا اور کسی واقعہ کی رپورٹ درج کرائی۔ چونکہ واقعہ ایسے جرم سے تعلق رکھتا تھا جو ناقابل دست اندازی پولیس تھا۔ اس لئے میں نے کیس درج نہیں کیا بلکہ صرف رپورٹ درج کر دی۔ یہ رپورٹ جو مستغیث نے براہ راست امور عامہ کی مداخلت کے بغیر درج کرائی۔ اپنی نوعیت کی پہلی رپورٹ تھی۔ شکایت ایک شخص مبشر احمد کے خلاف تھی۔ اس کے بعد امور عامہ نے مداخلت کی اور فریقین کی صلح کرا دی۔

مقامی پولیس بغیر اجازت امور عامہ کے کسی فریق تنازعہ یا کسی گواہ سے رابطہ نہیں کر سکتی۔ میرے عرصہ ملازمت بطور ایس ایچ او۔ لالیاں کے دوران مجھے کسی کیس کی ربوہ میں تفتیش کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ البتہ میرے علم کے مطابق جب کبھی میرے کوئی پیش رو براہ راست تفتیش کرنے ربوہ جاتے تو امور عامہ والے حائل ہو جاتے اور تفتیش نہ ہونے دیتے۔ میں نے ۷۴-۵-۲۸ کو لالیاں تھانے کا

چارج لیا تھا۔ ۲۹ء کو ربوہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد میں مسلسل ربوہ میں رہا۔ پچھلے پندرہ دنوں سے میں ربوہ سے واپس لالیاں گیا۔ یہ درست ہے کہ چوکی پولیس ربوہ کی سرگرمیوں کی نگرانی امور عامہ کے سٹاف کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس طرح گویا وہ پولیس کو زیر نگرانی رکھتے ہیں۔ ربوہ شہر میں کسی گورنمنٹ کے محکمے کا ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔

ہماری اپنی انٹیلی جینس ربوہ کے لئے ہے۔ محمد علی سبزی و پھل فروش کے قتل کی رپورٹ پہلے ہی علاقہ مجسٹریٹ کو بھیجی جا چکی ہے۔

مبشر لطیف کی جرح کے جواب میں

مجھے علم نہیں کہ کبھی یہ شکایت پولیس کے حکام بالا کو کی گئی یا نہیں کہ امور عامہ والے پولیس کو ربوہ میں گشت نہیں کرنے دیتے۔ دراصل اگر ہم ربوہ کے رہنے والوں کے فائدے کے لئے Good Faith کوئی انتظام کریں تو ربوہ کی انتظامیہ والے اسے پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کے وقار اور رعب میں کمی آ جاتی ہے۔ مثلاً ربوہ کے واقعہ کے بعد میں نے ٹیوب ویل پر اس خدشے کے پیش نظر گارد متعین کر دی کہ کہیں کوئی شرارتی آدمی واٹر سپلائی کے نظام کو خراب نہ کر دے۔ اس کا بھی ربوہ کی انتظامیہ نے برا منایا۔ اور عزیز بھانبڑی نے جھوٹی شکایت کی کہ ربوہ والوں کو پانی نہیں مل رہا۔ میں نے واٹر سپلائی والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پانی حسب سابق سپلائی ہو رہا ہے۔ اسی طرح جب ربوہ کے واقعہ کے بعد آس پاس کے دیہات والوں نے دودھ ربوہ میں لانا بند کر دیا تو عزیز بھانبڑی نے مجھ سے کہا کہ تمہارے سپاہیوں نے ہمارا دودھ بند کرا دیا ہے۔ ربوہ کی احمدیہ تنظیم ہر نئے پولیس افسر کو جو ربوہ میں متعین ہوتا ہے ہراساں کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تاکہ وہ مرعوب ہو کر رہیں۔

اگرچہ ربوہ کی پوری آبادی احمدیوں پر مشتمل ہے۔ پھر بھی تمام ربوہ والے احمدیہ انتظامیہ کے تمام افسروں کو پسند نہیں کرتے لیکن وہ سب ان سے ڈرتے ہیں۔

میں نے اپنی ڈائریوں میں جو میں SP کو بھیجتا ہوں لکھا کہ احمدیہ انتظامیہ پولیس والوں کی ڈیوٹی میں مداخلت کرتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ربوہ میں کوئی ہسٹری شیٹ ہے یا نہیں۔

چوہدری عزیز احمد باجوہ کی جرح کے جواب میں

اے ایس آئی ربوہ مجھ سے قریباً دو ماہ قبل تعینات ہوا تھا۔ میں لالیاں آنے سے پہلے لائل پور میں متعین رہا ہوں۔

مسٹر حبیب اللہ خاں نائب تحصیلدار لالیاں نے مجھے بتایا تھا کہ غیر احمدیوں کو ربوہ کے بعض مقامات پر جانے نہیں دیا جاتا۔ انہوں نے بتایا کہ بڑی مشکل سے انہیں اس جگہ جانے دیا گیا جہاں ہر سال احمدی اپنا سالانہ جلسہ کرتے ہیں۔

گواہ نمبر ۴۳

(شکیل اختر ہاشمی ولد اکرام الحق ہاشمی مینجر اورینٹ ایڈورٹائزز لمیٹڈ تھارفن روڈ لاہور)

میں احمدی نہیں ہوں۔ ہمارا دفتر کراچی میں ہے۔ یہ لمیٹڈ ادارہ ہے۔ مسٹر حسین ہاشمی اس کے مینجنگ ڈائریکٹر ہیں۔ وہ بھی احمدی نہیں۔ اسلام آباد میں بھی ہماری ایک برانچ ہے۔ مسٹر اے ایچ علوی اس کے مینجر ہیں۔ وہ بھی غیر احمدی ہیں۔ یہ ایک پرائیوٹ لیمٹڈ کمپنی ہے۔ حسین ہاشمی اور انکے بھائی اس کے مالک ہیں وہ کراچی کے مستقلاً رہنے والے ہیں۔ میں نے اشتہارات ۸۷ - ۷۰ Exc دیکھے ہیں جو مشرق میں شائع ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا متن ٹیلیفون کے ذریعے اسلام آباد سے حاصل کیا تھا۔ چونکہ ہم نے اسلام آباد برانچ کے لئے یہ اشتہار چھپوایا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ پارٹی اشتہار چھپوانے والی کون ہے۔ مجھے انجمن فدایان رسول لاہور کا ذاتی علم نہیں ہے۔

میں نے دن نقل ۷۲ - Exe دیکھ لی ہے جس کے ذریعے ہم نے اخبار کو ہدایت کی تھی کہ اورینٹ ایڈورٹائزر کا نام اشتہار میں نہ شائع کریں۔ کیونکہ اشتہار ہمیں اسلام آباد سے ملا تھا اور ہمیں اسلام آباد سے کوئی ہدایات نہ تھیں کہ کمپنی کا

نام شائع ہونا چاہئے یا نہیں۔ بعض کیسز میں ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا نام اخبارات میں شائع ہو جب ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس کا شائع ہونا ہمارے مفاد کے خلاف ہے۔ ہم بعض اوقات Rival اداروں کا کام کرتے ہیں اور بعض پارٹیاں نہیں چاہتیں کہ ہم ان کے مخالفین کا کام بھی کریں۔ اسی طرح جب کسی اشتہار میں کوئی شخصیت ملوث ہوتی ہے ہم کمپنی کا نام نہیں شائع ہونے دیتے تاکہ وہ شخصیت ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اس اشتہار کے بل کی ادائیگی اسلام آباد برانچ نے کی تھی۔ لاہور برانچ نے صرف اشتہار اخبارات کو شائع کے لئے دیا تھا۔

گواہ نمبر۶۴

(صابر حسن علوی ولد محمد احسن علوی مینجر اسلام آباد برانچ اورینٹ ایڈور ٹائزر لیمٹڈ)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میں نے اشتہارات ۸۰ ۔ ۷۰ Exe کے مختلف اخبارات میں شائع کرنے کے آرڈر دیئے تھے۔ مقامی اخبارات راولپنڈی کو میں نے خود آرڈر دیا تھا۔ دوسرے اخبارات کے لئے میں نے ہیڈ آفس کراچی اور دوسری برانچوں کو ٹیلی فون پر رابطہ قائم کر کے کہا تھا کہ مختلف اخبارات میں اشتہارات بھجوا دیں۔

یہ اشتہار بک کرانے کے لئے پانچ حضرات میرے پاس آئے۔ انہوں نے کچھ رعایت کرانا چاہی۔ اشتہارات ایک لاکھ روپے کے تھے۔ میں نے پانچ فیصد رعایت پوری قیمت پر دی۔ میں نہیں جانتا کہ کوئی انجمن دراصل انجمن فدایان رسول کے نام سے موجود ہے یا نہیں۔ چونکہ اس کیس میں موکل پرائیوٹ پارٹی تھی۔ اس لئے میں نے نقد ادائیگی کرانی چاہی اس لئے انہوں نے مجھے نقد ادائیگی کی۔ میرے آٹھ سالہ تجربے بطور مینجر کے سب سے بڑی نقد ادائیگی جو اس سے پہلے مجھے ملی وہ ستر ہزار روپے تھے۔ پہلی قسط مجھے تین جولائی کو ادا ہوئی تھی' دوسری پانچ جولائی کو۔ دونوں قسطیں حاجی غلام رسول پراپیگنڈہ سیکرٹری نے ادا کی تھی۔ پارٹی نے مجھے جو ہدایات

تحریری طور پر دی تھیں۔ وہ حاجی غلام رسول پراپیگنڈہ سیکرٹری کے ہاتھ کی ہیں اور اس کے دستخط ثبت ہیں۔ حاجی غلام رسول پھر مجھے ۷ جولائی کو ملے تاکہ حساب صاف کر دیں۔ اس کے بعد وہ نہیں ملے۔ وہ آخری ملاقات تھی۔ میں ان کو سامنے آنے پر پہچان سکتا ہوں۔ ان کی تصویر اگر مجھے دکھائی جائے تو میں پہچان سکتا ہوں۔

۲۰ ۔ ۱۰ بجے وقفہ ...... ۱۱ بجے

گواہ نمبر ۶۵

(عطاء الحق ولد چوہدری محمد عبداللہ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ۔ ۴ مزنگ روڈ لاہور)

میں احمدی نہیں ہوں۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو میں لائل پور ریلوے سٹیشن پر تھا تاکہ چناب ایکسپریس کے ذریعے لائل پور سے ٹوبہ ٹیک سنگھ جاؤں۔ اس گاڑی کا معمول کے مطابق لائل پور سے روانگی کا وقت ۱۵ ۔ ۱۱ بجے قبل دوپہر ہے مگر وہ گاڑی سوا بارہ سے ساڑھے بارہ بجے کے درمیان آئی۔ پلیٹ فارم پر مسافروں کی تعداد اس دن کم تھی۔ عام معمول کے مطابق مسافروں کی تعداد سے کم۔ غالباً اس لئے کہ گاڑی لیٹ تھی اور کچھ مسافر بذریعہ بس چلے گئے۔ گاڑی کے آنے پر میں II کلاس کے ڈبے میں سوار ہوا کیونکہ میرے پاس II کلاس کا ٹکٹ تھا۔ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی جب میں نے پلیٹ فارم پر شور سنا تو میں نیچے اتر آیا۔ میں نے دیکھا کہ پلیٹ فارم پر ۲۵ ۔ ۲۰ نوجوان طلبہ زخمی حالت میں تھے ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ ان کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر بری طرح پیٹا گیا تھا اور کسی نے انہیں نہ چھڑایا۔ ایک لڑکے نے اپنی پھٹی ہوئی قمیض اٹھا کر اپنے جسم پر زخموں کے نشانات دکھائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے Stick یا لوہے کی سلاخوں سے مارا گیا تھا۔ جب مجھے ائیر کنڈیشنڈ کوچ سے دو مسافر باہر نکلتے نظر آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ ربوہ میں کیا ہوا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ گاڑی کے ساتھ متعلقہ طلبہ بوگی پر ربوہ میں حملہ ہوا تھا اور انہیں بری طرح پیٹا گیا تھا۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ چند طلبہ کو انہوں نے اپنے ڈبے میں چھپا لیا اور حملہ آوروں سے قسمیں کھا کر کہا کہ وہاں کوئی طالب علم نہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے طلبہ کو لیٹرین میں چھپا لیا تھا۔

میرے پوچھنے پر دو طلبہ نے حملے کی تفصیلات بتائیں اور اس سے قبل کے واقعہ کے بارے میں کچھ طلبہ نے سٹیشن کے پبلک ایڈریس سسٹم والا مائیکرو فون استعمال کیا اور واقعہ بتایا آدھ گھنٹہ بعد مقامی طلبہ سٹیشن پر آگئے اور پولیس بھی پندرہ بیس منٹ بعد از آمد ٹرین آگئی تھی۔ نشتر کالج کے زخمی طلبہ نے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا کہ ہم گاڑی نہیں چلنے دیں گے جب تک ہماری شکایات کی تلافی نہ کی جائے۔ گاڑی لائل پور سے سوا دو بجے یا ڈھائی بجے چلی تھی۔ میں اسی گاڑی کے ذریعے لائل پور سے ٹوبہ ٹیک سنگھ گیا تھا۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر تھی تو شہر سے کوئی آدمی ماسوائے ۲۰۔ ۲۵ مقامی طلبہ اور پولیس کے پلیٹ فارم پر نہ آئے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ DC اور SP لائل پور بھی سٹیشن پر آگئے تھے۔ میں نے خود کسی مولوی یا مولانا صاحب کو سٹیشن پر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ایسے کسی صاحب کو تقریر کرتے نہ سنا۔ میں نے کسی فرسٹ کلاس کے مسافر کو پیٹے جاتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ نشتر کالج کے لڑکے بہت خوفزدہ اور دہشت زدہ تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حملہ آوروں میں سے بعض ابھی تک گاڑی میں سوار ہیں۔ جب میں گاڑی کے آنے سے پہلے ریفرشمنٹ روم میں تھا تو میں نے کئی نوجوانوں کو وہاں بیٹھے دیکھا۔ گاڑی کے آنے پر انہوں نے زخمیوں کو طبی امداد مہیا کی۔

میں ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۳ء تک لاہور کنٹونمنٹ بورڈ کا لیگل ایڈوائزر تھا۔ میں سابق فوجی ہوں مجھے کنٹونمنٹ بورڈ کا مشیر قانونی ڈسٹرکٹ آرمڈ سروسز بورڈ لاہور کی سفارش پر رکھا گیا۔ پہلے سال بطور آزمائش مجھے ۱۵۰ روپے ماہوار پر بطور جزوقتی مشیر قانون مقرر کیا گیا اور ۱۹۷۳ء میں بشمول فیس منشی ۳۸۰ روپے ماہوار لیتا تھا۔ بورڈ کے ساتھ میرا معاہدہ ۱۹۶۹ء میں ختم ہونے والا تھا۔ اس کے بعد اشتہار دیا گیا۔ اس اشتہار کے جواب میں ایک شخص محمد رشید احمد نے بھی درخواست دی تھی۔ زبانی انٹرویو کے بعد

مجھے منتخب کر لیا گیا اور محمد رشید احمد کو دوسرے کئی امیدواروں کے ساتھ مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد بورڈ نے چار سال کے لئے مجھے مشیر قانونی مقرر کیا یہ معیاد ۲۲ مارچ ۱۹۷۳ء کو ختم ہو گئی۔ اس سے قبل آفس نوٹ Put up کیا گیا کہ لیگل ایڈوائزر کی معیاد ختم ہو رہی ہے اس لئے معیاد کی تجدید کی جائے۔ پریذیڈنٹ کنٹونمنٹ بورڈ کے پاس میرے کیس پیش ہونے سے پہلے مسٹر محمد رشید احمد ایڈووکیٹ کی درخواست بریگیڈیر محمد شریف نے دلا دی۔ دونوں مرزائی ہیں۔ مسٹر محمد سعید احمد جو رشید احمد کے بھائی ہیں۔ ان دنوں ایم ای ایس لاہور میں پراجیکٹ انجینئر تھے۔ کرنل مسعود قمر جو بورڈ کے صدر ہیں ان دنوں بھی وہ صدر تھے۔ کرنل مسعود احمدی نہیں ہیں۔ البتہ بریگیڈیر محمد شریف جو لاگ ایریا کمانڈر تھے' کے اثر کی وجہ سے کرنل قمر نے محمد رشید احمد کو لیگل ایڈوائزر مقرر کیا۔ اگر ان کا کوئی انٹرویو لیا گیا تو وہ سٹیشن ہیڈ کوارٹر میں لیا گیا۔ ان کی درخواست پر کنٹونمنٹ بورڈ کے دفتر میں غور نہ ہوا۔ اس لئے یہ بات واضح ہے کہ ایک سینئر آرمی آفیسر کے لیگل ایڈوائزر کے تقرر کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا گیا کیونکہ وہ دونوں احمدی ہیں۔

مجھ سے پہلے شیخ محمد لطیف لیگل ایڈوائزر تھے۔ وہ بھی احمدی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی بطور وکیل سٹینڈنگ تین سال سے زائد تھی۔ مجھے ان کی جگہ آرمڈ سروسز بورڈ کی سفارش پر مقرر کیا گیا تھا۔ میں سابق صوبیدار ہوں۔ مسٹر رشید احمد کے تقرر کے ایک ماہ کے اندر میں نے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل عبدالمجید سے انٹرویو مانگا مجھے پتہ تھا کہ وہ احمدی ہیں۔ انہوں نے بطور سابقہ فوجی مجھے انٹرویو نہ دیا۔ اس تقرر کے سلسلے میں میرے معاملے میں مداخلت کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے مداخلت نہ کی اس لئے میں انہیں احمدی سمجھتا ہوں اگرچہ انہوں اعلان کر دیا ہے کہ وہ احمدی نہیں ہیں۔

نوٹ = لیگل ایڈوائزر کے تقرر کے متعلق فائل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر رشید احمد انٹرویو کے لئے صدر کنٹونمنٹ بورڈ کے سامنے پیش نہ ہوئے جب کہ انہیں پیش ہونا چاہئے تھا یعنی ۱۰ بجے۔ لیکن ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سٹیشن ہیڈ کوارٹر میں ۸

بجے صبح کی بجائے ساڑھے دس بجے پیش ہوئے۔ سٹیشن کمانڈر صدر کنٹونمنٹ بورڈ بلحاظ عہدہ ہوتا ہے۔ آخری فیصلہ کرنے سے قبل صدر پہلے مشیر قانونی یعنی میاں عطاء الحق ایڈووکیٹ کی کارکردگی کے بارے میں رپورٹ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس رپورٹ کو دیکھ کر مسٹر عطاء الحق کی مدت میں توسیع نہ کی گئی ان کی جگہ رشید احمد کو مقرر کیا گیا اس کے لئے کوئی خاص وجہ ظاہر نہ کی گئی۔ میری ملازمت کے ختم ہونے کے بعد مجھے احمدیہ لٹریچر ملنا شروع ہوا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اس لٹریچر کے موصول ہونے سے میرا خیال ہے کہ اگر میں احمدیت قبول کر لوں تو مجھے لیگل ایڈوائزر مقرر کر دیا جائے گا۔

۲۹ جولائی کی کارروائی

شیخ ادریس احمد صاحب ایڈووکیٹ نے سید ابوذر بخاری امیر مجلس احرار اسلام کی طرف سے وکالت نامہ پیش کیا۔

گواہ نمبر ۴۲

(مقصود احمد ولد محمد قوم گوڑھہ عمر ۲۸ سال سبزی فروش ساکن رحمت بازار ربوہ)

میں احمدی ہوں۔ مجھے ۲۲ مئی کے واقعہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ ۲۹ مئی کو صبح کے وقت میں اپنی دکان واقع رحمت بازار میں سبزی فروخت کر رہا تھا کہ اس وقت پشاور سے آنے والی چناب ایکسپریس ربوہ سٹیشن پر پہنچی۔ ریلوے لائن اور سٹیشن' رحمت بازار کے بہت قریب ہے۔ جب گاڑی سٹیشن پر پہنچی تو ہم نے بہت شور سنا۔ اس وقت کچھ گاہک میری دکان سے سبزی خرید رہے تھے۔ وہ شور سن کر سٹیشن کی طرف دوڑے' میں بھی ان کے پیچھے ڈنڈا لے کر بھاگا۔ ڈنڈا ایک چھڑی اور اس کے سرے پر بندھے ہوئے کپڑے پر مشتمل تھا۔ میں ریلوے لائن پر سٹیشن کے مغربی جانب پہنچا جو بوگی پیچھے سے تیسری تھی۔ پلیٹ فارم سے نیچے تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو ۷ - ۸ طلبہ نیچے اترے اور حوریں طلب کیں۔ انہوں نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس پر میں ان کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ ایک طالب علم نے مجھے منہ پر مکہ مارا۔ اس

پر میں نے لڑکوں کو اس ڈسٹر سے مارنا شروع کیا۔ جو میرے پاس تھا۔ اس پر چند طلبہ بوگی سے آگئے اور اس لڑکے کو چھڑایا جس کو میں مار رہا تھا۔ اس کے بعد وہ گاڑی میں سوار ہو گئے اور مجھے پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ معلوم نہیں کہ انہوں نے کہاں سے یہ پتھر جمع کر لئے تھے۔ اس کے جواب میں' میں نے بھی پتھر گاڑی پر مارے جس سے گاڑی کو نقصان پہنچا۔ اس وقت ہم وہاں دس افراد تھے وہ زیادہ تر ربوہ کے دکان دار اور گاہک تھے۔ چوہدری بشیر احمد نے ہمیں وہاں سے ہٹایا اور بوگی سے پیچھے دھکیل دیا تاکہ طلبہ کو بچائیں۔ ان کے کہنے پر ہم نے لڑائی بند کر دی۔ اس کے بعد انہوں نے عورتوں اور بچوں کے لئے پانی منگوایا جو دوسری بوگی میں تھے۔ طلبہ نے ہم پر کراکری کا کچھ سامان پھینکا۔ ہم میں سے کوئی بھی زخمی نہ ہوا۔ لیکن کراکری ٹوٹ گئی۔ ہم نے ٹوٹے ہوئے برتن اٹھائے اور پلیٹ فارم پر رکھ دیئے۔

اس پر میں واپس اپنی دکان پر آگیا اور گاڑی چل دی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ پلیٹ فارم پر کتنے لوگ تھے۔ میں پلیٹ فارم پر نہ دیکھ سکا کیونکہ سٹیشن کی دیوار میرے اور پلیٹ فارم پر موجود لوگوں کے درمیان حائل تھی۔ میرے ساتھ جو اور دکاندار سٹیشن پر گئے تھے۔ وہ بشارت اور محمد خاں ہیں۔ میں دوسرے گاہکوں کا نام نہیں جانتا جو سٹیشن پر پہنچے تھے۔ یہ درست نہیں کہ مجھے کسی نے کہا تھا کہ اس دن سٹیشن پر جاؤں اور جماعت کی توہین کا بدلہ لوں جو نشتر کالج والوں نے کی تھی۔ مجھے ۳۰ مئی کو ساڑھے پانچ بجے صبح گرفتار کیا گیا تھا جب میں دکان کھولنے والا تھا۔ مجھے صدر عمومی نے امور عامہ کے دفتر میں پہلی رات عشاء کے وقت بلایا تھا۔ مگر میں وہاں نہ گیا۔ ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء کو پانچ بجے شام مجھے جوڈیشنل حوالات سرگودھا جیل میں رکھا گیا اس وقت سے مجھے کوئی آدمی ملنے نہ آیا۔ سوائے خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ کے جو چار دن پہلے آئے۔ وہ ان کے نام جاننا چاہتے تھے جنہوں نے طلبہ کی بوگی کے سامنے ربوہ سٹیشن پر لڑائی کی تھی۔

میں ان میں سے ایک تھا جنہوں نے ایڈووکیٹ کے کہنے پر اپنا نام لکھوایا۔ چوہدری بشیر احمد صدر عمومی مجھے چہرے سے جانتے ہوں گے۔ البتہ میں ان کو جانتا

ہوں۔ میں نے سٹیشن پر امور عامہ کے شعبے کا اور کوئی آدمی ریلوے سٹیشن پر نہ دیکھا' سوائے صدر عمومی کے۔ میں خدام الاحمدیہ کا رکن ہوں۔ میری کبھی کبھی اپنے محلے میں پہرے کے سلسلے میں ڈیوٹی لگتی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی اور ڈیوٹی نہیں لگی۔ البتہ کبھی کبھی مجھے بسلسلہ وقار عمل سکیم سوشل ورک کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ میں جھاڑن سٹیشن پر کسی خاص مقصد کے لئے نہیں لے کر گیا تھا۔ جب میں سٹیشن پر گیا اس وقت جھاڑن میرے ہاتھ میں تھا اس لئے میں ایسے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گیا۔ بشارت کے ہاتھ میں ایک جھاڑن تھا۔ محمد خاں خالی ہاتھ تھا۔ وہ معذور انسان ہے کیونکہ ایک ٹانگ سے لنگڑا ہے میں نے دوسرے دس آدمیوں میں سے کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں دیکھا تھا۔ میں لڑائی میں اس قدر ملوث تھا کہ میں نے دوسری طرف نہ دیکھا۔ رحمت بازار میں سبزی کی چار دکانیں ہیں۔ ایک میری' ایک بشارت کی اور دو دوسری دکانیں ہیں۔ میں نے مسٹر رشید احمد کارکن امور عامہ کو رحمت بازار میں گاڑی کے آنے سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

ایم اے طاہر کی جرح کے جواب میں

میں پیدائشی احمدی ہوں اور احمدیوں کی تیسری نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔ صدر عموی کے پاس ایک بہت چھوٹی سی چھڑی تھی جب وہ وہاں آئے تھے۔ میں سات آٹھ منٹ تک طلبہ سے لڑتا رہا۔ پہرے کی ڈیوٹی پر ہم کوئی اسلحہ اپنے پاس نہیں رکھتے۔ البتہ مستقل گارد جن کو ماہوار تنخواہ ملتی ہے ان کے پاس کلہاڑی ہوتی ہے چونکہ ہمارا مذہب ایک ہے اور اس لئے ہم ربوہ انتظامیہ کے ڈسپلن کے تابع ہیں اور صدر عموی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

میں نے صرف ایک طالب علم کو زخمی کیا۔ میری چھڑی اس کے سر پر پڑی۔ میں نے سات پتھر گاڑی پر مارے تھے۔ جن سے ایک شیشہ کھڑکی کا اور ایک شٹر ٹوٹا۔

صدر عموی نے طلبہ سے پتھر گاڑی سے باہر پھنکوائے تھے۔ اس وقت صدر عموی بوگی کی سیڑھیوں پر چڑھے تھے۔ ربوہ کا کوئی آدمی زخمی نہ ہوا تھا۔ ایک لڑکے کو

سر پر ۲۲ یا ۲۹ مئی کو چوٹ لگی تھی۔ اس کا نام ادریس ہے۔

گواہ نمبر ۶۷

(زیر حراست) بشارت احمد ولد عبداللہ خاں دکاندار سبزی فروش رحمت بازار ربوہ باقرار صالح)

(وضاحت کی گئی کہ بیان گواہ کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا)

میں احمدی ہوں (گواہ کا بیان ۱۱ بجے لکھا جائے گا)

ٹربیونل = مرزا ناصر پر جرح کے سوالات بنائے گئے ہیں۔ ایک سوالنامہ آج مسٹر خاقان بابر نے دیا ہے؟ ان کو سرسری دیکھا ہے۔ بعد میں وقت نظر سے مطالعہ کیا جائے گا۔ کسی سوال نامہ کے بغیر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کو دوبارہ طلب کیا جائے۔ مرزا ناصر احمد کا بیان Director Public Relation کو AAg کے ذریعے دیا گیا ہے۔ وہ چاہیں تو پورا بیان شائع کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے گواہوں کے بیانات بھی شائع کئے جا سکتے ہیں۔ جن کے بیان بند کمرے میں ہوئے تھے۔ مسٹر کرم الٰہی بھٹی نے سوال نامہ دیا۔

ساڑھے دس بجے وقفہ ۱۱ بجے تک

بشارت احمد باقرار صالح

میں پیدائشی احمدی ہوں۔ میرا باپ اور دادا بھی احمدی ہیں۔ ۲۵ - ۲۶ مئی کو مجھے ۲۲ مئی کو ربوہ سٹیشن پر ہونے والے واقعہ کا علم ہوا۔ میرا ذریعہ علم کچھ بچے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ نے ربوہ سٹیشن پر گزرتے ہوئے نعرے لگائے۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ نہ ہی کسی نے اس کے بارے میں مجھے کچھ کہا۔

۲۹ مئی ۷۴ء کو میں اپنی دکان واقع رحمت بازار پر تھا۔ جب چناب ایکسپریس سگنل پر آئی تو میں نے ٹرین سے اینٹی احمدیہ نعرے سنے۔ نعرے سن کر میری دکان کے گاہک سٹیشن پر چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے گیا۔ میں اپنے ساتھ ایک چھڑی لے

گیا جس کو جھاڑن کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔ جب گاڑی ٹھہری تو طلبہ کی بوگی گاڑی کے آخر میں پلیٹ فارم سے پرے تھی۔ کچھ طلبہ نیچے اترے ہم طلبہ کی بوگی کے سامنے زمین پر تین آدمی ہی کھڑے تھے اور کوئی نہ تھا۔ وہ طلبہ جو بوگی سے آئے تھے۔ وہ تعداد میں سات آٹھ تھے۔ جو طلبہ گاڑی کے اندر تھے انہوں نے پتھر پھینکے۔ ہم نے ان کو جھاڑن سے مارا۔ ہم نے دو' تین ضربات پہنچائیں۔ ۷ ۔ ۸ منٹ بعد چوہدری بشیر احمد صدر عمومی آ گئے۔ میرے ساتھ جو دو آدمی اور تھے وہ مقصود اور محمد خاں تھے۔ گاڑی پہلے چل چکی تھی جب ہم اپنی دکانوں پر آئے۔ مجھے کوئی قابل ذکر چوٹ نہ آئی۔ میں نے کسی طالب علم کو کوئی چوٹ لگی ہوئی نہ دیکھی۔ ہم میں سے کوئی بوگی کے اندر نہ گیا۔ درحقیقت کوئی شخص گاڑی کے باہر سے طلبہ کی بوگی کے اندر نہ گیا۔ کچھ بچے جو قریب سے گزر رہے تھے وہاں آ گئے اور طلبہ کی بوگی پر پتھر پھینکے۔ جس کے نتیجے میں کچھ شیشے اور Shutter ٹوٹ گئے۔ بچے دس بارہ کی تعداد میں تھے اور ۹ ۔ ۱۰ سال کی عمر کے تھے۔ میں چوہدری بشیر احمد صدر عمومی کو چہرے سے پہچان سکتا ہوں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجھے پہچانتے ہیں یا جانتے ہیں۔

مجھے واقعہ کے بعد کسی نے کسی جگہ نہ بلایا۔ میں ۳۰ مئی کو ۵ بجے صبح اپنی دکان کھولتے ہوئے گرفتار ہوا۔ میں ۲۹ مئی کو مسٹر رشید احمد کارکن امور عامہ کو رحمت بازار میں گاڑی کے سٹیشن پر آنے سے پہلے نہ دیکھا تھا۔ میں خدام الاحمدیہ کارکن ہوں۔ میری کبھی کوئی ڈیوٹی بطور رکن خدام الاحمدیہ نہیں لگی۔

چوہدری بشیر احمد' شاید ہمارے پہنچنے سے پہلے سٹیشن پر موجود تھے مگر وہ اس وقت پلیٹ فارم پر تھے وہ ہماری گاڑی پہنچنے کے بعد آئے تھے۔ میں نے اس دن مسٹر رشید احمد کارکن امور عامہ کو سٹیشن پر نہ دیکھا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ رشید احمد میرے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ میری شکایت کبھی امور عامہ یا پولیس میں نہیں ہوئی۔ میرا ریکارڈ صاف ہے۔ میں مسٹر رشید احمد جونیئر کو جانتا ہوں۔

پلیٹ فارم پر اس وقت چالیس پچاس آدمی ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ مسٹر بشیر احمد نے بوگی کے اندر طلبہ کو کہا ہو کہ پتھر پھینک دو جو ان کے پاس بوگی کے اندر

تھے۔ میں نے مسٹر بشیر احمد کو یہ ہدایت کرتے ہوئے نہ دیکھا۔

میں نے پلیٹ فارم پر ملک نصیر احمد طالب علم ٹی آئی کالج اور ہائی سکول کے ایک ماسٹر صاحب کو بھی دیکھا تھا۔ پلیٹ فارم پر موجود کسی آدمی کے ہاتھ میں کوئی چیز نہ تھی وہ سب خالی ہاتھ تھے۔

میں نے گاڑی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ نہ ہی مسٹر مقصود احمد گواہ نے کوئی نقصان پہنچایا۔ دو تین ماہ میں میری دو تین رشتہ داروں کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی میں کسی وکیل صاحب سے نہیں ملا ہوں۔

ٹربیونل نے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کو یہ ہدایت کی کہ تفتیشی افسر اور جیل کے سپرنٹنڈنٹ انفرادی طور پر کوشش کریں کہ سرگودھا جیل میں اگر کوئی ملزم آزادانہ شہادت دینا چاہیں تو شہادت کے لئے آئیں۔

گواہ نمبر ۶۸

(خاں لطیف غزنوی ولد نیک محمد خاں غزنوی انٹرنیشنل ہاکی امپائر۔ محلہ دار الرحمت وسطی غزنوی ہاؤس ربوہ عمر ۴۷ سال باقرار صالح)

میرے والدین احمدی ہوئے تھے۔ میں پیدائشی احمدی ہوں۔ میرے دادا احمدی نہ تھے۔ اور میرے والد کے کوئی اور رشتہ دار احمدی نہیں۔ میرے ننھیال کے کچھ رشتہ دار احمدی ہیں۔ میرے والد غالباً ۱۹۰۸ء میں احمدی ہوئے تھے۔ انہوں نے احمدیت پہلے خلیفہ حکیم نور الدین کے ہاتھ پر قبول کی تھی۔

میں ضلع ہاکی ایسوسی ایشن جھنگ کا سیکرٹری اور سرگودھا ڈویژنل (زونل) ہاکی ایسوسی ایشن کا اسسٹنٹ سیکرٹری ہوں' جس کا دفتر لائل پور میں ہے۔ ۲۰ - ۲۵ مئی ۷۴ء تک میں جھنگ میں ضلعی ہاکی چیمپئن شپ کراتا رہا۔ ۲۶ کو ربوہ آیا۔ حسابات تیار کئے اور ۲۹ مئی کو اپنے ایک کزن منظور خاں کے ہمراہ جھنگ بس کے ذریعے پہنچ گیا۔ ہم ۷ - ۸ بجے صبح ربوہ سے چلے تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے جھنگ پہنچ گئے۔

ہم نے وہ دن جھنگ میں گزارا۔ ہم اس دن جھنگ کے ڈسٹرکٹ سپورٹس

آرگنائزر ملک فیاض کو دفتر میں نہ مل سکے۔ البتہ ہم ایک دوست چوہدری مختار احمد مقامی زمیندار (احمدی) کو ملے۔ ہم نے دوپہر کا کھانا ان کے ساتھ کھایا تھا (چوہدری مختار احمد کے ساتھ) ربوہ واپس آنے پر مجھے پتہ چلا کہ سٹیشن پر میڈیکل کالج کے طلبہ سے کوئی جھگڑا ہوا تھا۔ میں شام کو ہاکی لے کر گورنمنٹ تعلیم الاسلام سکول کی طرف چلا، جہاں میں طلبہ کو ہاکی کھیلنا سکھاتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ جھنگ کے DC سٹیشن پر موجود ہیں۔

میں ان کو ملنا چاہتا تھا مگر مل نہ سکا۔ اس کے بعد میں سکول کی گراؤنڈ میں چلا گیا۔ وہاں سے شام کو اپنے گھر چلا گیا۔ اس کے بعد میں ۱۸ جون تک ربوہ میں رہا۔ اس کے بعد ایبٹ آباد میں پاکستان ہاکی فیڈریشن کے کیمپ میں چلا گیا۔ ۲۸ جون تک ایبٹ آباد میں رہا۔ مجھے وہیں پتہ چلا کہ میں پولیس کو ربوہ کے وقوعہ کے سلسلے میں مطلوب ہوں۔ میرے معلوم کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ میرا نام امور عامہ کے دفتر سے پولیس کو دیا گیا۔ مجھے شک ہے کہ میرا نام عبدالعزیز محتسب یا ان کے کسی ساتھی نے دیا۔

میں نے ۲۴ جولائی کو ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست دی۔ ۲۵ جولائی کو میری ضمانت عبوری ہو گئی۔

میرے دادا امیر احمد خاں غزنی کے سابق گورنر رہے ہیں۔ ہمارے خاندانی نسب کی وجہ سے امام احمدیہؑ میرے والد اور پورے خاندان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اس وجہ سے مسٹر عبدالعزیز بھانبڑی اور ان کے ساتھی میرے والد سے حسد کرتے تھے مگر ان کی زندگی میں ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ ان کی وفات کے بعد وہ سازشیں کرتے رہے۔ میرا یقین ہے کہ میرا نام مسٹر بھانبڑی یا ان کے ساتھیوں نے دیا۔

مسٹر عبدالعزیز امور عامہ میں محتسب ہیں اور وہ شعبہ امور عامہ میں تمام پولیس Cases کو Deal کرتے ہیں اور پولیس ان کے ذریعے کام کرتی ہے۔ اسی طرح میرے بھائی شمیم غزنوی بھی ۲۹ مئی کو ربوہ سے باہر تھے۔ وہ ۲۶ مئی کو ربوہ سے کاکول گئے تھے اور ہمارے بہنوئی میجر نصر احمد کے پاس ٹھہرے تھے جو وہاں PMA میں رہ چکے

ہیں۔ وہ ربوہ نہ گئے۔ ۲۵ جولائی تک میرے ساتھ ان کی ضمانت عبوری ہوئی۔ میرے بہنوئی نصیر احمد ہیں۔ میرے بھائی کا نام بھی مجرموں میں مسٹر عبدالعزیز بھانبڑی یا ان کے ساتھیوں نے غلط طور پر دیا تھا۔

مارچ ۷۲ء میں، میں نے سرگودھا انٹر ڈسٹرکٹ ہاکی چیمپئن شپ کا انتظام ربوہ میں کیا۔ اس سے قبل میں نے سرگودھا زون کے سیکرٹری چوہدری ایم ارشد سے اجازت لی تھی۔ میں نے ڈی سی جھنگ سے بھی اجازت لی تھی۔ جنہوں نے زونل ایسوسی ایشن کے ساتھ مل کر اخراجات دینے ہوتے ہیں۔ میں نے ربوہ کالج کے پرنسپل سے گراؤنڈ استعمال کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی مگر ایک دن قبل میں نے دیکھا کہ گراؤنڈ کو پانی لگا دیا گیا۔ اسی شام مجھے عبدالعزیز بھانبڑی نے بلایا جس نے بہت ترشی سے مجھ سے بات کی اور مجھے کہا کہ پہلے امور عامہ کی اجازت حاصل کروں پھر ٹورنا منٹ کراؤں میں ناظر امور عامہ ظہور احمد باجوہ سے ملا۔ وہ بہت ناراض معلوم ہوتے تھے کہ میں نے ان کی اجازت کیوں نہ پہلے حاصل کر لی اور ربوہ میں پوسٹر کیوں لگوائے۔ انہوں نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں مجھے ٹورنا منٹ کینسل کرنا پڑا۔ اور بڑی ندامت کے ساتھ سب لوگوں کو اطلاع دی۔ چوہدری محمد ارشد زونل سیکرٹری نے خلیفہ صاحب سے اس مقصد کے لئے فون پر رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی مگر پرائیویٹ سیکرٹری نے ٹال دیا اور خلیفہ صاحب سے بات نہ کرنے دی۔ چوہدری ایم ارشد احمدی نہیں ہیں۔ میں دسمبر ۱۹۷۱ء تک ٹرانسپورٹر رہا ہوں اس کے بعد میرا اپنا کوئی کاروبار نہیں ہے لیکن میں انٹرنیشنل ہاکی امپائر ہوں۔

۱۹۷۱ء میں امور عامہ کے افسروں نے میرے ہمسائے ملک فتح محمد سے میرے خلاف پولیس کو جھوٹی درخواست دلائی جس میں الزام یہ تھا کہ جب انہوں نے مجھے بلیک آوٹ کی وجہ سے بتی بند کرنے کے لئے کہا تو میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور ملک فتح محمد سے جھگڑا کیا۔ یہ الزام بالکل غلط تھا اس لئے پولیس نے میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ ملک فتح محمد کی میرے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی اس لئے امور عامہ نے پورا کیس میرے خلاف دشمنی کی وجہ سے بنوایا۔

میں ۲۵ جولائی کو ضمانت دے کر ربوہ چلا گیا تھا۔ آج میں وہاں سے آیا ہوں۔ اس عرصے میں کسی نے مجھے ربوہ میں تنگ نہ کیا۔ اس عدالت کا سمن ایک کانسٹیبل جو چوکی ربوہ کا ہے' لایا تھا۔

ہر کیس میں خواہ وہ قابل دست اندازی پولیس ہو یا نہ ہو امور عامہ کے افسر اپنی تحقیقات خود کرتے ہیں وہ ایسے اشخاص پولیس کے حوالے کرتے ہیں جن کو وہ تحفظ نہیں دینا چاہتے۔ جن کو وہ تحفظ دینا چاہتے ہوں وہ پولیس کے حوالے نہیں کرتے۔ امور عامہ کے بغیر پولیس کوئی کارروائی نہیں کر سکتی۔

امور عامہ کے افسر احمدیہ تنظیم میں اپنے عہدوں کا ناجائز مفاد اٹھاتے ہیں اور وہ اپنی پوزیشن کا غلط استعمال اپنے ذاتی عناد کے لئے افراد کے خلاف استعمال کرتے ہیں ایسا کرنے میں جماعت کی ہدایات ان کو حاصل نہیں ہوتیں۔

۱۹۷۲ء میں جب میں نے انٹر ڈسٹرکٹ چیمپئن شپ کی تنسیخ کے خلاف احتجاج کیا تھا تو خلیفہ صاحب نے صدر عمومی کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی تھی۔ انہوں نے کامیابی کے ساتھ اس کا انتظام نہ کیا۔ انہوں نے صرف محلہ وار ٹیموں کی ایک ٹورنا منٹ کرائی تھی۔ خلیفہ صاحب خود Sports man رہے ہیں۔ اس لئے وہ کھیلوں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمدیہ تنظیم کے افسر جو سپورٹس سے متعلق نہیں اور امور عامہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ ان کو سپورٹس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنے دیتے۔ وہاں دو آل پاکستان ٹورنامنٹ کبڈی اور باسکٹ بال کے ربوہ میں ہوئے ہیں لیکن ہاکی جو نیشنل گیم ہے' اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

میرے علاوہ عالمی شہرت کا ایک اور سپورٹس مین مسٹر نیاز احمد باسکٹ بال کا کھلاڑی ہے' وہ سپورٹس کمیٹی کا بھی رکن ہے۔

میں نے خلیفہ صاحب کو اپنے اور اپنے بھائی کو غلط طور پر ربوہ کیس میں ملوث کرنے کی کوشش کے خلاف کوئی شکایت نہ کی۔ کیونکہ میں براہ راست شکایت نہیں کر سکتا۔ تمام شکایات صرف امور عامہ اور پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعے کی جاتی ہیں۔

گواہ نمبر ۶۹

(محمد انور لودھی ولد محمد افضل خاں لودھی۔ ریلوے گارڈ لائل پور ہیڈ کوارٹر ۲۹۱ ریلوے کالونی لائل پور)

میں احمدی نہیں ہوں۔ میری ۱۶ سال کی سروس ہے۔ ۵۹۔ ۵۔ ۳۱ سے لائل پور ہیڈ کوارٹر میں تعینات ہوں۔ جب ایک نیا گارڈ ربوہ سٹیشن میں مقرر ہوتا ہے تو ایک ہدایت اسے انچارج گارڈ کی طرف سے یہ دی جاتی ہے کہ جب ربوہ آجائے تو اپنے وین کے دروازے اور کھڑکیاں بند رکھے۔ ۵۷۔ ۱۹۵۶ء میں ایک تحقیقات ایک گارڈ کے خلاف ہوئی تھی کیونکہ اہل ربوہ نے اعلیٰ افسران کو شکایت کی تھی کہ وہ ربوہ کی عورتوں کو چھیڑتا ہے۔ اس لئے احتیاطی تدبیر کے طور پر گارڈ اپنی وین کی کھڑکیاں ربوہ آنے سے قبل اور چھوڑنے کے بعد تک بند رکھتے ہیں تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ ہو۔

ربوہ سٹیشن پر ہم کسی بے قاعدگی کو چیک نہیں کر سکتے' جو مقامی لوگ سٹیشن پر کریں۔ مثلاً ۲ آدمی روزنامہ الفضل مسافروں میں تقسیم کرتے تھے۔ میں نے مرزا عبدالسمیع S.M سے شکایت کی تھی کہ یہ تقسیم غیر قانونی ہے کیونکہ بعض لوگ الفضل کی تقسیم سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات سٹیشن پر امن کو خطرہ ہو جاتا ہے لیکن مرزا عبدالسمیع نے کوئی کارروائی نہ کی۔ اور میری طرف سے میمو لینے سے انکار کیا جو میں انہیں دینا چاہتا تھا۔ اس طرح ایک موقع پر ۱۳ لڑکے ۱۱ اپ چناب پر سوار ہونا چاہتے تھے عام طور پر تین منٹ تک گاڑی ٹھہرتی ہے ہم دو تین منٹ زائد دے دیتے ہیں اس دن گاڑی چلنے لگی تو طلبہ نے زنجیر کھینچی اور گاڑی کھڑی ہو گئی۔ ان کا اصرار تھا کہ ان کے تمام ساتھی جب تک سوار نہ ہو جائیں گاڑی کو چلنے نہ دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے مزید ۱۵ منٹ گاڑی کھڑی کی۔ میں نے SM کو میمو دینا چاہا لیکن وہ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ لالیاں میں' میں نے گاڑی پر متعین ریلوے پولیس کو وہ میمو دے دی۔ ریلوے پولیس بھی ربوہ سٹیشن پر شکایت وصول کرنے سے انکار کر دیتی ہے تاکہ ربوہ کے لوگ وہاں ہنگامہ نہ کر دیں۔ عام طور پر ربوہ جیسے سٹیشن پر تین افسر ہوتے ہیں ایک SM اور دو ASM ان میں سے ایک افسر' دس سے زائد دن کی رخصت نہ لے تو اس کی جگہ

نیا تقرر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ باقی دو افسر زیادہ ڈیوٹی دے کر تیسرے کی کمی پوری کرتے ہیں۔ جب مرزا عبدالسمیع ۲۵ مئی کو دوبارہ ربوہ پوسٹ ہوئے تو وہاں دو اے ایس ایم اور ایک آر ایس ایم پہلے سے موجود تھے اس لئے مرزا عبدالسمیع کو ربوہ پوسٹ Join نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جب تک کہ ربوہ میں موجود تین میں سے ایک افسر Releive کرنے کے لئے درخواست نہ کرتا۔ مرزا عبدالسمیع کو ربوہ سے ایسی کسی درخواست کے بغیر ہی ربوہ پوسٹ کر دیا گیا اور RSM کو چھٹی پر بھیج دیا گیا۔ کچھ سٹیشنوں پر SM کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو پلیٹ فارم ٹکٹ خریدے بغیر پلیٹ فارم پر آنے کی اجازت دیں۔ ربوہ ایسا سٹیشن نہیں ہے وہاں کسی کو پلیٹ فارم ٹکٹ کے بغیر پلیٹ فارم پر جانے کی اجازت نہیں۔ ہم عام طور پر ربوہ والوں کو پلیٹ فارم پر اس ڈر سے چیک نہیں کرتے کہ ہمارے خلاف جھوٹی شکایت نہ ہو جائے جس سے ہمارا تبادلہ ہو جائے یا کوئی اور سزا ہو۔ سٹیشن ماسٹر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ گاڑی کو بیرونی سگنل پر کھڑا کر دے اگر اسے یہ خطرہ ہو کہ سٹیشن پر گاڑی کو کوئی خطرہ ہے۔ جن سٹیشنوں پر دو ہائی لیول پلیٹ فارم ہوں وہاں bridge Overhead ہوتی ہے لیکن ربوہ واحد مثال ہے جہاں صرف ایک ہائی لیول پلیٹ فارم ہے۔ اس کے باوجود وہاں Overhead bridge موجود ہے۔

میں محمد اقبال گواہ نمبر ا کو جانتا ہوں جو میرے ساتھی گارڈ ہیں اور احمدی ہیں اور امور عامہ کے دفتر میں کارکن ہیں انہوں نے خود اس بات کو مانا ہے۔

میں نہیں جانتا محمد اقبال کا عہدہ امور عامہ میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔ میں نے الفضل کی غیر قانونی تقسیم کے معاملے میں SM کے خلاف کوئی شکایت افسران بالا کو نہ کی۔ ۷۰ ۔ ۲ ۔ ۱۸ کو طلبہ نے ربوہ میں گاڑی ۱۸ منٹ کھڑی کی تھی۔ وہ گارڈ جس کے خلاف سلام کرنے کے بارے میں انکوائری ہوئی تھی ابھی تک سروس میں ہے۔ اس کا نام شاید ایس ایم نظام الدین ہے۔ یہ بات ہیڈ کوارٹر آفس سے معلوم کی جاتی ہے ہم اپنی وین کی کھڑکیاں صرف ربوہ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر کھولتے ہیں اور سٹیشن پر آتے اور جاتے وقت بند کر لیتے ہیں۔ یہ سب گارڈوں کی پریکٹس ہے۔

میں جنرل سیکرٹری ریلوے مزدور یونین ہوں۔ اس حیثیت سے مجھے معلوم ہوا کہ

ربوہ والوں نے فضل عمر ہسپتال میں ایک الیکٹرک قلی بشیر احمد کو داخل کرنے سے انکار کر دیا تھا جو ۵۲ ڈاؤن سے نشتر آباد شاہین آباد کے درمیان گر پڑا تھا۔ اگرچہ اس کی حالت نازک تھی۔ اسے وہاں سے چنیوٹ اور پھر وہاں سے لائل پور لے جانا پڑا۔ چونکہ یہ اسے فوری طبی امداد نہ دی گئی اس لئے وہ بالاخر فوت ہو گیا۔

لائل پور اور نشتر آباد کے درمیان سٹیشنوں کا ۵۰ فیصد سے زیادہ سٹاف احمدی ہے۔

۳۰ مئی کی کارروائی

گواہ نمبر ۷۰

(محمد طارق ملک ولد ملک جمال دین عمر ۲۱ سال طالب علم III ائیر Engineering غازی روڈ لاہور کینٹ باقرار صالح)

میں احمدی نہیں ہوں۔ پچھلے سال دسمبر میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے کچھ طلبہ لاہور سے انڈسٹریل ٹور پر روانہ ہوئے' میں ان میں سے ایک تھا۔ ہمیں پشاور جانا تھا لیکن راستے میں ہم نے راولپنڈی میں Break Jaurney کیا تاکہ راولپنڈی کا مقامی دورہ کریں۔ ہم نے دن رات کے لئے تین چار بوگیاں پورے سفر کے لئے ریزرو کرا رکھی تھیں۔ راولپنڈی میں ہماری بوگیوں کو یارڈ میں کھڑا کیا گیا اور جب تک ہم راولپنڈی میں ٹھہرے ہم اپنی بوگیوں میں رہتے تھے۔ ایک شام کو مغرب کی نماز کے وقت میں شہر سے اپنے ایک دوست قیصر سلیم کے ہمراہ سٹیشن پر آیا تو ایک سپیشل ٹرین سٹیشن پر کھڑی تھی۔ جس میں احمدی' ربوہ کی طرف اپنے سالانہ جلسہ کے لئے جا رہے تھے۔ دسمبر کا آخری ہفتہ تھا۔ گاڑی پلیٹ فارم کے ایک طرف تھی جب کہ ہماری ریزرو بوگی اسی پلیٹ فارم کے دوسری طرف تھی میں نے دیکھا کہ درمیانی پلیٹ فارم پر لوگ جمع ہو رہے تھے۔ میں بھی وہاں پہنچا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا معاملہ ہے؟ کچھ احمدیوں نے بتایا کہ ان کی عورتوں نے شکایات کی ہیں کہ کچھ لڑکے ان کو دیکھ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ لڑکوں نے کوئی قابل اعتراض حرکت نہ کی تھی۔ اس پر میں نے انہیں بتایا کہ اگر طلبہ

کوئی حرکت کریں تو انہیں پکڑلیں اور پھر مجھے شکایت کریں یا ہمارے کسی ٹیچر کے پاس شکایت کریں۔ اس وقت ہمارے صرف ۳۰ - ۴۰ طلبہ پلیٹ فارم پر موجود تھے کیونکہ بہت سے دوسرے طلبہ شہر گئے ہوئے تھے۔ احمدیوں نے مجھے یہ بتایا تھا کہ کسی طالب علم نے Misbehave نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد سپیشل ٹرین چلنے لگی۔ جب وہ چلنے لگی تو احمدیوں نے نعرے لگائے۔

ان کے جواب میں ہمارے طلبہ نے بھی کچھ نعرے لگائے۔ جب گاڑی کی پچھلی دو یا تین بوگیاں پلیٹ فارم پر کھڑے طلبہ کے سامنے آگئیں تو گاڑی کھڑی ہو گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زنجیر کھینچ دی گئی۔ جونہی گاڑی ٹھہری۔ ۱۰ - ۲۰ نوجوان سپیشل ٹرین سے کودے اور ہمارے طلبہ کی طرف دوڑ کر آئے۔ ان کے پاس کھلے چاقو' پستول' ڈنڈے تھے۔ میں اس وقت واٹر کولر کے پاس کھڑا تھا جو سٹیشن پر نصب ہے۔ جب طلبہ نے مسلح لوگوں کو ان کی طرف حملہ کرتے دیکھا تو وہ دوڑ گئے۔ البتہ میں چونکہ کچھ فاصلے پر اکیلا کھڑا تھا اس لئے میں کھڑا رہا اور دیکھتا رہا۔ بہت سے دوسرے مسافر بھی سپیشل ٹرین سے پلیٹ فارم پر ان مسلح نوجوانوں کے پیچھے آگئے۔ جبکہ طلبہ منتشر ہو گئے اور بھاگ گئے۔ میں نے ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ میں کیا کروں؟ اس عرصے میں دو نوجوان میری طرف آئے۔ ان کے پاس ظاہری طور پر کوئی اسلحہ نہ تھا۔ میری طرف اشارہ کر کے انہوں نے کہا ادھر ایک مولوی ہے (گواہ مولوی لگتا ہے) جب میں نے یہ دیکھا تو میں بھی یارڈ کی طرف دوڑ گیا اور اندھیرے میں پناہ لی۔ مجھے بعد میں دوسرے طلبہ نے بتایا کہ مسلح احمدی جو طلبہ کا تعاقب کر رہے تھے ہماری ریزرو بوگیوں میں بھی ہمارے طلبہ کے تعاقب میں داخل ہوئے۔ چند منٹوں کے بعد کچھ معمر احمدیوں نے نوجوانوں کو واپس گاڑی میں بلا لیا۔ وہ سب سوار ہو گئے اور گاڑی چل دی۔ جب میں کولر کے کونے کے پاس کھڑا دیکھ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ہمارے ایک طالب علم جس نے کمبل اوڑھ رکھا تھا' کو احمدیوں نے پکڑ لیا اور چونکہ وہ کمبل لپیٹے ہونے کی وجہ سے نہ بھاگ سکتا تھا نہ اپنا دفاع کر سکتا تھا اس کو انہوں نے پانچ منٹ تک دھکے دیئے اور ٹھڈے مارے۔ وہ بیچارہ گر پڑا اور اس کے بعد کوشش کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اٹھنے پر احمدیوں نے پھر اسے دھکا دیا۔ گاڑی کے چلے جانے

کے بعد مجھے بتایا گیا کہ ایک کمبل جو اس لڑکے نے اوڑھ رکھا تھا وہ کمبل احمدی لے گئے۔ اس کے بعد کچھ پولیس افسر ہمارے پاس آئے اور رپورٹ لینی چاہی۔ ان طلبہ سے جن کو مارا گیا یا جن کا سامان گم ہوا۔ لیکن ہم نے پولیس کو رپورٹ درج کرانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہاں ہمارے کوئی ٹیچر موجود نہ تھے اور مزید ہم نے سوچا کہ پولیس سپیشل ٹرین سے اتری ہے اس لئے وہ احمدیوں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ہمارے خلاف ہی جھوٹا مقدمہ نہ بنا دیں پس ہم نے پولیس سے تعاون نہ کیا۔ جہاں تک میرا خیال ہے پولیس کی طرف سے اس طالب علم کو جسے مارا گیا اور جس کا کمبل اٹھایا گیا' گرفتاری کے لئے طلب کیا جا رہا تھا۔ اس لئے دوسرے طلبہ نے اسے چھپا لیا۔ لاہور واپس آنے پر ہم نے یونیورسٹی کے احمدی طلبہ کے خلاف راولپنڈی سٹیشن کے واقعہ کی بنا پر کوئی کارروائی نہ کی۔ البتہ میں نے اپنے ایک احمدی طالب علم سے تمام تعلقات منقطع کر لئے۔

میں نے کمبل والے لڑکے کو اس وقت دیکھا جب احمدیوں نے اسے مارنا شروع کیا۔ میں اس کا نام نہیں جانتا مگر مجھے علم ہے کہ وہ الیکٹریکل انجینئرنگ کا طالب علم ہے وہ ابھی تک یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ جب گاڑی چلنے لگی تو ہمارے کسی طالب علم نے کچھ حرکت نہ کی جس سے احمدی مشتعل ہو سکتے ہیں۔ احمدیوں کا یہ تشددانہ رد عمل معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے جوابی نعروں سے ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ نعرے پہلے احمدیوں نے لگائے تو جب انہوں نے نعرہ احمدیت لگایا اور ہم نے جواب میں نعرہ رسالت لگایا۔ اس کے بعد جب کہ احمدی' احمدیت زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے ہم نے ربوہ ٹھاہ کا نعرہ لگایا۔

مجھے یہ بتایا گیا کہ ربوہ کے واقعہ کے بعد احمدی طلبہ اور ٹیچر کی جائیداد انجینئرنگ یونیورسٹی کیمپس میں جلائی گئی۔ میں نے یہ دیکھا نہ تھا کیونکہ میں Day Scholer ہوں۔

میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ راولپنڈی سٹیشن پر ربوہ ٹھاہ کا نعرہ سنا تھا۔ ہماری بوگی ایک پسنجر ٹرین کے ساتھ لگی تھی جو لاہور سے دس بجے رات چلی تھی۔

میٹلرجیکل انجینئرنگ کا کوئی طالب علم زخمی نہ ہوا تھا۔ مجھے علم نہیں کسی دوسری

برانچ آف انجینئرنگ کا کوئی لڑکا زخمی ہوا تھا۔ سوائے ایک کے جو الیکٹریکل انجینئرنگ کا ہے۔ جب ہمارے ٹیچر سٹیشن پر آئے تھے تو ہم نے ان کو اس واقعہ کی شکایت کی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ٹیچر نے ہمارے وائس چانسلر صاحب کو رپورٹ کی تھی یا نہیں۔

ٹربونل= ہفتے کو ۹ بجے مسٹر کرم الٰہی بھٹی زبانی بحث کریں گے۔ احمدیہ کمیونٹی کے وکلاء بھی تحریری بحث ہفتے کو دیں گے۔

اس کے بعد دو تین روز ٹربونل کی کارروائی جاری رہی بعض وکلاء نے تحریری اور بعض نے زبانی بحث کی۔ اخبارات کے لئے ٹربونل کی طرف سے جو پریس ریلیز جاری کئے گئے وہ یہ ہیں۔

لاہور۔ ۳۰ اگست (سٹاف رپورٹر) وقوعہ ربوہ کے ٹربونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے آج کارروائی مکمل کر کے اس کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ اختتامی نوٹ ٹربونل کی معاونت کرنے والے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری نے پیش کیا۔ اس سے قبل مجلس عمل کے وکلاء نے اپنے تحریری اور زبانی دلائل پیش کئے جن وکلاء نے اپنے دلائل پیش کئے ان میں مسٹر عزیز باجوہ' کرم الٰہی بھٹی' شباب مفتی اور ایم ڈی طاہر شامل ہیں۔ باقی وکلاء نے ٹربونل کا بائیکاٹ کیا۔ خیال ہے کہ ٹربونل جج شہادتوں اور دلائل کی روشنی میں تقریباً تین ہفتوں کے اندر اپنی رپورٹ مکمل کریں گے۔ اور اسے حکومت پنجاب کو پیش کر دیا جائے گا' مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری کی معاونت سید نیاز علی شاہ ایڈووکیٹ نے کی۔

آج کی کارروائی کے دوران مسٹر کرم الٰہی بھٹی نے اپنے دلائل میں کہا کہ اس ٹربونل کے دائرہ کار کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جس میں پہلا حصہ وقوعہ' دوسرا حصہ دوسرے معاملات جن کا تعلق وقوعہ سے ہوا اور تیسرا سفارشات کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۲۲ مئی کو نشتر میڈیکل کالج کے طلباء ملتان سے چلے تو سٹیشن پر کالج کی جماعت احمدیہ کا طالب علم لیڈر ابرار احمد بھی موجود تھا جب گاڑی ربوہ سٹیشن پر پہنچی تو وہاں جوان لڑکیاں لڑکوں کی بوگی کے پاس کھڑی کی گئیں۔ اور الفضل اخبار بھی جان بوجھ کر لڑکوں میں ہی تقسیم کیا گیا حالانکہ گاڑی میں دیگر بھی بے پناہ مسافر تھے۔ الفضل اخبار

تقسیم کرنے والے اور ان کے ساتھی لڑنے کے موڈ میں تھے۔ تاہم لڑکوں کی احتیاط کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا چنانچہ گاڑی ربوہ سے پنڈی کی جانب روانہ ہوئی تو کچھ نعرے لگائے اور اس کے ساتھ ہی طلبہ پر پتھراؤ کیا۔ اس طرح ۲۲ مئی کو ہنگامہ کرنے کی سازش وہاں کامیاب نہ ہوئی چنانچہ ۲۹ مئی کو جب طلباء کی بوگی واپس آنے والی تھی تو ربوہ پر انہیں مارنے کا منصوبہ زیادہ توجہ سے تیار کیا گیا۔ جب گاڑی سرگودھا پہنچی تو وہاں سے کچھ مشکوک طلباء گاڑی میں سوار ہوئے۔ لڑکوں نے ان پر شک کیا اور انہیں طلباء کی بوگی سے اتار دیا جس پر وہ دوسرے ڈبہ میں سوار ہو گئے۔ جب ربوہ سٹیشن آیا تو ان مشکوک لڑکوں نے ربوہ سٹیشن پر جمع مجمع کو اشارے کئے اور انہیں طلباء کی بوگی کے بارے میں بتایا اور اس سے قبل گاڑی کو کھڑا کرنے کے لئے زنجیریں بھی کھینچیں۔

مسٹر کرم الٰہی بھٹی نے کہا کہ ریلوے پھاٹک والے شکر دین کے بیان کے مطابق صبح سے ہی سکول اور کالج کے لڑکے یہ کہتے ہوئے سٹیشن کی جانب جا رہے تھے کہ انہوں نے نشتر میڈیکل کالج کے لڑکوں سے بدلہ لینا ہے جو کہ چناب ایکسپریس کے ذریعے ربوہ سے گزریں گے۔ مسٹر کرم الٰہی بھٹی نے کہا کہ شکر دین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان لڑکوں کے ہاتھوں میں چھڑیاں' ہاکیاں اور ڈنڈے تھے' جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کو مارنے کا منصوبہ پہلے سے ہی تیار تھا۔ اسی طرح فوڈ انسپکٹر مقبول اختر شیخ نے بھی اپنی شہادت میں کہا تھا کہ اسے ایک اقبال نامی ڈپو ہولڈر نے بتایا تھا کہ ہمارے آدمی پہلے ہی جا چکے ہیں اور اب ان کی لاشیں ہی جائیں گی۔

دلائل دیتے ہوئے مسٹر بھٹی نے کہا کہ سٹیشن ماسٹر ربوہ مرزا عبدالسمیع کو صدر عمومی کا ٹیلیفون آیا کہ لڑکے آ رہے ہیں۔ پلیٹ فارم پر پیچھے والے حصہ میں کسی کو نہ جانے دو اور وہاں سے عورتوں کو ہٹا دو۔ یہ حیرانگی کی بات ہے کہ صدر عمومی کو گاڑی کے آنے کے اصل وقت کا علم ہے اور طلباء کی بوگی کے بارے میں بھی اسے صحیح علم ہے جب کہ جرح کے دوران سٹیشن ماسٹر نے بتایا کہ اسے علم نہیں تھا۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صدر عمومی اور ان کی پوری جماعت اس سازش میں شریک ہے اور انہیں طلبہ کی گاڑی کے پشاور سے روانہ ہونے کے بعد اس کے ایک ایک منٹ کے

بارے میں علم تھا۔ کرم الٰہی بھٹی نے کہا کہ طلباء پر دو جگہ حملہ ہوا ایک سیکنڈ کلاس میں بیٹھے ہوئے طلبہ پر حملہ ہوا اور دوسرا بوگی پر۔ اس وقت صدر عمومی اور جماعت کے مقامی مقتدر لیڈر بھی پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ ایک زخمی لڑکے نے پانی مانگا تو شقی القلب حملہ آوروں میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ اس کے منہ میں پیشاب کرو۔

مسٹر بھٹی نے کہا کہ صدر عمومی کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ مارنے والوں کو سمجھانے اور لڑکوں کو ان کے چنگل سے چھڑانے کیلئے آئے انہوں نے کہا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حملہ آوروں کی تعداد پندرہ بیس تھی' کیونکہ یہ بات عملی طور پر ممکن ہی نہیں کہ پندرہ بیس آدمی ڈیڑھ صد طلباء کی پٹائی کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ دراصل وہاں تین چار ہزار آدمی موجود تھے اور پروگرام یہ بنایا گیا تھا کہ اگر حملہ آوروں کی راہ میں گاڑی کے دوسرے مسافر رکاوٹ بنیں یا طلبہ کی مدد کریں تو پھر ان مخصوص کردہ لوگوں سے بھی حملہ آوروں کا کام لیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حالات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ سوچی سمجھی سکیم اور سازش کے تحت ہوا۔ اور یہ فعل کسی ایک آدمی یا گروہ یا چند آدمیوں کی انفرادی سازش نہیں۔

انہوں نے کہا کہ مرزا ناصر احمد نے ۲۴ مئی کے خطبہ میں ۲۲ مئی کے وقوعہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم غالب آنے والے ہیں تم صبر کرو۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سازش کا منبع خود مرزا ناصر احمد ہیں جنہوں نے پہلے ہی اس امر کی علامت اپنے خطبہ میں ظاہر کر دی تھی۔

کرم الٰہی بھٹی نے کہا کہ گواہ امیر الدین نے بھی بتایا کہ خدام کے گروہ لاہور' سیالکوٹ' گوجرانوالہ اور دیگر شہروں سے ربوہ بھیجے گئے تھے۔ یہ بات بھی پہلے سے طے شدہ سازش کے موقف کو تقویت پہنچاتی ہے۔

انہوں نے کہا سیاسی طور پر مسٹر بھٹو کا ساتھ احمدیوں نے ۱۹۷۰ء میں پہلی مرتبہ دیا اور اس کا ثمر یہ لیا کہ تمام اسمبلیوں میں ۲۰ فیصد نشستیں ان کے آدمیوں کی ہیں' اسی طرح ان کے عقیدے کے لوگ اعلیٰ اور کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گو قادیانیوں کی آبادی ملک کی کل آبادی کا ایک فیصد بھی نہیں لیکن کلیدی آسامیوں کی

اکثریت پر قادیانیوں ہی کا قبضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرزائیوں کی مدد سے پیپلز پارٹی کامیاب ہوئی اور مسٹر بھٹو نے اس فرقہ کو پہلی مرتبہ سیاسی طور پر بھی روشناس کرایا اور سیاسی زندگی دی۔ لیکن جب دستور میں حلف کی شق میں ختم نبوت پر ایمان لازم قرار دیا اور آزاد کشمیر اسمبلی نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرار داد منظور کی اور ظفر چوہدری کو نکالا گیا تو مرزائی پیپلز پارٹی کے خلاف ہو گئے۔ ولائل میں انہوں نے کہا کہ ربوہ سٹیشن پر مرزائیوں نے طلباء پر اس قدر تشدد کیا لیکن اس کے باوجود جماعت کے سربراہ نے قصور وار لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ وقوعہ کی سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مرزا عبدالسمیع سٹیشن ماسٹر کا تبادلہ بھی رکوا دیا گیا کیونکہ جماعت احمدیہ کو مرزا سمیع پر پورا اعتماد تھا کہ یہ جماعت کا خاص آدمی ہے لہٰذا یہ حکم بجا لائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس ٹربیونل نے حکومت کو جو سفارشات پیش کرنا ہیں۔ ان میں کہا جائے کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور اس پر صرف ملکی قوانین ہی کا اطلاق ہو۔ وہاں عوام کے شہری حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ مرزائیوں کی تمام تر ایسی جائیداد کو وقف قرار دیا جائے جو ان کی جماعت کی اجتماعی ملکیت ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی بھی سفارش کی جائے۔ مزید برآں جہاں کہیں ان کی فیکٹری یا کارخانے ہیں' انہیں قومی تحویل میں لے لیا جائے۔ اور کلیدی آسامیوں پر فائز قادیانیوں کو الگ کر دیا جائے کیونکہ ان کا وجود ملکی سالمیت اور استحکام کے لئے ہر لحہ خطرہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی لکھا جائے کہ اس وقوعہ کی پہلی اور آخری ذمہ داری مرزا ناصر احمد پر عائد ہوتی ہے۔

مسٹر ایم۔ ڈی طاہر نے ۴۴ صفحات پر مبنی اپنے تحریری ولائل پیش کئے۔ مسٹر شباب مفتی نے ایک کتاب پیش کی جو ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

احمدیوں کے وکیل مسٹر عزیز باجوہ ایڈووکیٹ نے اپنے دلائل میں کہا کہ حضرت مرزا صاحب کیا تھے یا کیا نہیں تھے؟ یہ پتہ کرنا اس ٹربیونل کے دائرہ اختیار میں نہیں۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کے تمام جج بھی کسی کو نبی قرار دینے یا نہ دینے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے کیونکہ مذہب کے متعلق کثرت رائے سے فیصلہ نہیں ہو سکتا اگر اس طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جانے والا اکیلا آدمی زندہ نہ رہ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ

تمام گواہیاں بیکار ہیں ہمیں ملک کا دستور یہ اجازت دیتا ہے کہ ہم مذہب کے اعتبار سے آزاد ہیں اس لئے ہم پر کسی قسم کی کوئی مذہبی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔

انہوں نے کہا ہم قائداعظم کی خلاف ورزی نہیں کر رہے بلکہ دوسرے لوگ کر رہے ہیں کیونکہ قائداعظم نے ہمیں پاکستان آنے پر کہا تھا کہ ہمیں مذہبی آزادی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ سر ظفر اللہ میں کوئی خصوصیت دیکھ کر ہی قائداعظم نے انہیں وزیر خارجہ لگایا تھا۔ لیکن اب لوگ اس کے خلاف خوامخواہ باتیں کرتے ہیں۔ (نوائے وقت ۴ اگست ۱۹۷۴ء)

ٹربیونل نے سماعت مکمل کرلی

لاہور ۳ اگست (اپ پ) ربوہ کے سانحہ کی تحقیقات کرنے والا ٹربیونل اپنی رپورٹ ۱۵ سے ۲۰ اگست تک حکومت کو پیش کر دے گا۔ یہ اعلان مسٹر جسٹس خواجہ محمد احمد صمدانی نے ایک ملاقات کے دوران کیا' انہوں نے یہ اعلان اس وقت کیا جب آج انہوں نے حادثہ ربوہ کے بارے میں سماعت مکمل کرلی۔ خیال ہے کہ مسٹر صمدانی آج کسی وقت مری روانہ ہو جائیں گے۔ جہاں وہ اپنی تحقیقاتی رپورٹ مکمل کریں گے۔ آج مسٹر جسٹس صمدانی نے اپ پ کو ایک خصوصی ملاقات کے دوران بتایا کہ انہیں تحقیقات کے نازک اور مشکل کام میں نہ صرف فریقین نے مفید مدد دی۔ بلکہ عوام اور تمام وکلاء نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا ان لوگوں نے بڑی محنت سے کام کیا' انہوں نے کہا کہ انہیں اس کام میں ان وکلاء نے بھی پوری پوری مدد دی جو سماعت کی تکمیل کے آخری مرحلے میں اپنے موکلوں کی ہدایت پر الگ ہو گئے تھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے بعض گواہوں کے بیانات بند کمرے میں کن وجوہ کی بناء پر قلمبند کرنا بہتر جانا' حالانکہ اس سے پہلے کی تمام کارروائی کھلے اجلاس میں قلمبند کی گئی۔ مسٹر جسٹس صمدانی نے جواب دیا کہ انہوں نے یہ فیصلہ اس لئے کیا تھا کیونکہ ممکن تھا کہ شہادت کے دوران ایسے واقعات سامنے آتے جن کا تعلق ملک کی سلامتی سے ہوتا۔ بعدازاں انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ایسی کوئی بات نہیں تو انہوں نے ان بیانات کی اشاعت کی اجازت دے دی' جو بند کمرے میں قلمبند کئے گئے تھے۔

جناب جسٹس صمدانی کے مطابق ٹربیونل نے ۷۰ احمدیوں اور غیر احمدیوں کی شہادتیں قلم بند کیں۔ مزید برآں بعض اصحاب نے بذریعہ ڈاک اپنے تحریری بیان ارسال کئے' کثرت کار کے باعث وہ ان اصحاب کو الگ الگ خط نہ لکھ سکے تاہم جب بھی ممکن ہوا انہوں نے ان اصحاب کو خط لکھا۔ مسٹر جسٹس صمدانی نے ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کیا ہے جنہیں وہ مصروفیت کی بناء پر جواب نہیں دے سکے اور جنہوں نے اپنی مخلصانہ کوشش کے ذریعہ اس مسئلہ پر راہنمائی کی جس کی تحقیقات کے لئے ٹربیونل قائم کیا گیا تھا۔

ٹربیونل کے آخری اجلاس میں آج بعض وکیلوں نے تحریری دلائل پیش کئے' ان میں عزیز احمد باجوہ' مسٹر کرم الٰہی بھٹی ایڈووکیٹ اور مسٹر ایم ڈی طاہر' ایڈووکیٹ کا نام شامل ہے وکلاء نے اپنے تحریری دلائل کے بعد بعض حصے کی زبانی وضاحت بھی کی۔ آج مسٹر اے آر شاب مفتی ایڈووکیٹ نے ٹربیونل کے سامنے ایک تحریری بیان پیش کیا جس میں انہوں نے بٹالہ شریف کے سید ظہور الحسن قادری فاضلی کی فارسی کتاب "ارشاد المسترشدین" مطبوعہ ۳۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء سے کچھ اقتباسات بھی پیش کئے ہیں جو مرزا غلام احمد کی ذہنی کیفیت کے بارے میں ہیں۔ غیر احمدی وکلاء کے ایک بہت بڑے حصے نے جس نے ٹربیونل کی کارروائی میں حصہ نہیں لیا تھا' کوئی تحریری بیان داخل نہیں کیا۔ ان میں تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمل' آل پاکستان شیعہ بورڈ کے وکلاء شامل ہیں۔ ان وکلاء نے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کو جرح کے لئے دوبارہ طلب کرنے کا موقف تسلیم نہ ہونے پر ٹربیونل کی کارروائی سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ اگست ۱۹۷۴ء)

پنجاب حکومت کو رپورٹ پیش کردی گئی

۲۰ اگست (پ پ ا ' اپ پ) واقعہ ربوہ کی تحقیقات کرنے والے لاہور' ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی پر مشتمل ٹربیونل نے آج اپنی رپورٹ وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے کو پیش کردی ہے۔ مسٹر جسٹس صمدانی نے سیکرٹریٹ میں وزیر اعلیٰ کے دفتر میں ان سے ملاقات کی اور انہیں رپورٹ کی ۳ کاپیاں دستخط شدہ پیش

کیں۔ جو ۱۲ صفحات پر مشتمل تھیں۔ وزیر اعلیٰ نے مسٹر جسٹس صمدانی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے گواہوں کے بیانات مکمل ہونے پر مختصر مدت میں جس محنت سے رپورٹ تیار کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ پنجاب کی حکومت اس رپورٹ کا مطالعہ کرے گی اور بعد میں اسے قومی اسمبلی کے حوالے کیا جائے گا۔ جو پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کی حیثیت سے احمدیہ مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ یہ ٹربیونل ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پیش آنے والے ۲۹ مئی کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے حکومت پنجاب نے قائم کیا تھا۔ اس واقعہ میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر حملہ کیا گیا تھا اور ان میں سے ۱۲ طلباء زخمی ہوئے تھے۔ ٹربیونل نے ۵ جون کو تحقیقات کا آغاز کیا ٹربیونل نے ستر گواہوں کے بیانات قلمبند کئے جن میں احمدیہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر مرزا عبدالسمیع احمد نشتر میڈیکل کالج کے متعدد طلباء اور ربوہ کے بعض احمدی بھی شامل ہیں۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء)

واقعہ ربوہ کی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کردی گئی

پنجاب حکومت نے اپنی سفارشات کے ساتھ واقعہ ربوہ کی تحقیقاتی رپورٹ وزیر اعظم بھٹو کو پیش کر دی ہے۔ مسٹر حنیف رامے نے کہا کہ پنجاب کی حکومت ٹربیونل کی سفارشات پر پوری طرح عمل در آمد کریگی۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم ٹربیونل کی رپورٹ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے۔ مسٹر حنیف رامے راولپنڈی میں دو روزہ قیام کے بعد آج (۲۳ اگست) لاہور ائرپورٹ پر اخباری نمائندوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ راولپنڈی قیام کے دوران پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں شرکت کی جو وزیر اعظم بھٹو کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ مسٹر رامے نے کہا کہ انہوں نے ربوہ ٹربیونل کی رپورٹ کے ساتھ اس سلسلہ سے متعلق خود اپنی سفارشات بھی وزیر اعظم کو پیش کی ہیں۔ مسٹر رامے نے کہا کہ چونکہ خود وزیر اعظم نے کہا کہ قومی اسمبلی ٹربیونل کی رپورٹ سے فائدہ اٹھائے گی۔ اس لئے وزیر اعظم بالاخر یہ رپورٹ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے۔ مسٹر حنیف رامے نے کہا ہے کہ صوبائی حکومت ٹربیونل کی سفارشات پر

پوری طرح عمل در آمد کریگی۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم ٹربیونل کی رپورٹ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے۔ مسٹر حنیف رامے راولپنڈی میں دو روزہ قیام کے بعد آج (۲۳ اگست) لاہور ائرپورٹ پر اخباری نمائندوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ راولپنڈی قیام کے دوران پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں شرکت کی جو وزیر اعظم بھٹو کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ مسٹر رامے نے کہا کہ انہوں نے ربوہ ٹربیونل کی رپورٹ کے ساتھ اس سلسلہ سے متعلق خود اپنی سفارشات بھی وزیر اعظم کو پیش کی ہیں۔ مسٹر رامے نے کہا کہ چونکہ خود وزیر اعظم نے کہا ہے کہ قومی اسمبلی ٹربیونل کی رپورٹ سے فائدہ اٹھائے گی۔ اس لئے وزیر اعظم بالاخر یہ رپورٹ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے۔ مسٹر حنیف رامے نے کہا ہے کہ صوبائی حکومت ٹربیونل کی سفارشات پر عمل در آمد کرے گی۔ چونکہ امن عامہ کا قیام صوبائی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس لئے یہ اس کا فرض ہے کہ وہ ان سفارشات پر پوری طرح سے عمل در آمد کرے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ یہ مسئلہ اعلیٰ سطحی اجلاس میں بھی زیر بحث آیا جس میں تمام صوبوں کے اعلیٰ عہدیداران نے شرکت کی۔ انہوں نے انتباہ کیا کہ اگر اب بھی کچھ عناصر ایسے موجود ہیں جو اس سلسلہ کو سیاسی رنگ دینا چاہتے ہوں تو حکومت ان سے سختی سے نمٹے گی۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء)

وفاقی کابینہ میں رپورٹ پر غور

کوئٹہ۔ (۲۱ اگست) وفاقی کابینہ کا خصوصی اجلاس راولپنڈی میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جو صبح دس بجے سے ڈھائی بجے دوپہر تک جاری رہا۔ اجلاس میں وزیر قانون و پارلیمانی امور اور صوبائی رابطہ مسٹر عبدالحفیظ پیر زادہ' مسٹر خورشید حسن میر' مولانا کوثر نیازی' مسٹر رفیع رضا' ڈاکٹر مبشر حسن اور ان کے علاوہ سینٹ کے ڈپٹی چیئرمین طاہر محمد خاں نے شرکت کی۔ راولپنڈی کے باخبر ذرائع کے مطابق کابینہ کے خصوصی اجلاس میں سانحہ ربوہ کے بارے میں جسٹس صمدانی کی تحقیقاتی رپورٹ پر غور کیا گیا۔ اور قادیانی مسئلہ کے بارے میں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی اب تک کی کارروائی کا جائزہ لیا گیا۔ تاہم اس بارے میں مزید تفصیلات کا پتہ نہیں چلا۔ اس بات کا

قوی امکان ہے کہ اگلے چند روز میں وفاقی کابینہ کا پھر اجلاس ہو گا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۴ اگست ۱۹۷۴ء)

قارئین کرام۔ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ ان سطور کے تحریر کرتے وقت تک راقم کی معلومات یہ ہیں کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا۔

تاہم ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے سلسلہ میں بعض اقدامات ضرور ہوئے۔ ربوہ کی حدود کمیٹی میں توسیع کی گئی۔ ربوہ کی پولیس چوکی کو تھانہ بنا دیا گیا۔ ربوہ کو سب تحصیل قرار دے دیا گیا۔ ربوہ میں حکومتی اداروں میں مرزائی افسران نہ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ربوہ میں مسلم کالونی کی بنیاد رکھی گئی۔ جن کی تفصیلات اس کتاب کا موضوع نہیں ۔ اللہ رب العزت کا فضل و کرم اور قارئین کی دعائیں شامل رہیں تو اس کی تفصیل کسی دوسری کتاب میں پیش ہوں گی۔ ربوہ کی سب تحصیل کو ایک بار ختم کر کے لالیاں کو سب تحصیل بنوانے کے لئے مرزائیوں نے سازش کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بروقت نوٹس لیکر اس سازش کو نامراد کیا۔ اس کی بھی تفصیل اس کتاب کا موضوع نہیں۔

اس باب کو ختم کرنے سے قبل راقم الحروف قارئین کرام سے التماس گزار ہے کہ اس باب کا پھر ابتدائیہ پڑھیں اور وزیر اعظم پاکستان کے وعدہ پر غور کریں کہ "ٹربیونل کی تحقیقاتی رپورٹ شائع ہو گی"۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم ہو گئے۔ جناب محمد خاں جونیجو آکر لڑھک گئے محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ باپ کی کرسی پر آکر فارغ بھی ہو گئیں۔ جناب غلام مصطفیٰ جتوئی آئے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے۔ اب جناب میاں محمد نواز شریف صاحب اس کرسی پر براجمان ہیں۔ یکے بعد دیگرے پانچ وزراء اعظم شریف لائے۔ لیکن رپورٹ کی اشاعت کا وعدہ ایفا نہیں ہوا۔ اسے کہتے ہیں حکومت کی نیرنگیاں۔ اب میں اس باب کو آغا شورش کے ایک ادارتی نوٹ کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ یہ ادارتی نوٹ انہوں نے رپورٹ مرتب ہونے کے وقت تحریر فرمایا تھا۔ ان کے خدشات کس طرح درست ثابت ہوئے' پڑھئے اور ختم نبوت کے مجاہدین کی بالغ نظری کی داد دیجئے۔

جسٹس صمدانی رپورٹ کو شائع کیا جائے۔

"لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس خواجہ محمد احمد صمدانی نے حسب اعلان ۲۰ اگست کو ربوہ کیس کے متعلق اپنی رپورٹ صوبائی وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رامے کے حوالے کر دی ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق مذکورہ رپورٹ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ خبر میں درج ہے کہ صوبائی حکومت اس رپورٹ پر غور کرنے کے بعد جلد ہی وفاقی حکومت کو پیش کردے گی۔ تاکہ قومی اسمبلی کے روبرو پیش ہو سکے۔

ہمیں ہائیکورٹ کے بعض ججوں کی رپورٹوں کے متعلق تلخ تجربہ ہے کہ جب ان کے مندرجات حکومتی مصلحتوں کے منافی ہوتے ہیں تو انہیں شائع نہیں کیا جاتا۔ یہ حوصلہ صرف انگریز ہی میں تھا کہ جب وہ کسی مسئلہ سے متعلق تحقیقاتی کمیشن قائم کرتا تو اس کی رپورٹ ضرور شائع کی جاتی۔ ہماری قومی حکومتوں نے شروع سے اب تک اس بارے میں عمدہ روایت قائم نہیں کی۔ واقعہ ربوہ سے ظاہر ہے کہ اس میں حکومت ملوث نہیں۔ الف اور ب کی تکرار ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس رپورٹ کو من و عن شائع کر دے۔ تاکہ لوگ جان سکیں کہ جس واقعہ نے سارے ملک میں اس عظیم مسئلہ کو اٹھا دیا ہے اس کی روداد کیا ہے؟ چونکہ ہائی کورٹ کے فاضل جج پر ہر جماعت کو اعتماد ہے۔ اس سے سبھی حلقے اپنے متعلق اس سانحہ کی کتھا سننے کے لئے تیار ہیں۔ امید ہے کہ ہماری درخواست قبول کی جائے گی"۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۶ اگست ۱۹۷۴ء)

درخواست قبول ہوئی یا نہیں .... بہر حال .... وزرائے اعظم از ذوالفقار علی بھٹو تا الحاج میاں نواز شریف، زندہ باد۔